محبت دل کے صحرا میں

شازیہ مصطفیٰ

انتساب

یہ ناول میں اپنے

پیارے ابوجان

کے نام کررہی ہوں

جو آج اس دُنیا میں نہیں ہیں

محبت دِل کے صحرائیں

"سنو فارحہ نائل حسن اتنے دندناتے ہوئے کیوں آتے ہیں۔" شہرینہ نے اس سے کہا جو ناخن فائل کر رہی تھی۔

"تم سب گھسنے کیوں دیتے ہو۔" جس دن سے آئی تھی وہ یہی دیکھ رہی تھی وہ آتا رہتا تھا پاپا سے الجھ پڑتا تھا وہ سوائے اس کی سننے کے کچھ نہیں کرتے تھے۔

"سنو محترمہ یہ نہ صرف ان کی پھوپھو کا گھر ہے بلکہ ان کی بہن کا سسرال بھی ہے" اس نے جتایا۔

"مجھے پہلے والے رشتے پر اعتراض ہے" انتہائی کڑوے لہجے میں بولی۔

"پاپا کی شادی پہلے ہوئی تھی یہ پھر تایا جان نے زبردستی انکی دوسری شادی کیوں کروائی۔"

"اس لیے کہ آمنہ چچی کے بھائی سے ابو کی بہت گہری دوستی تھی اس لیے ابو نے چچا جان سے ان کی شادی کروائی تھی مگر چچا جان دو سال بعد ہی جرمنی چلے گئے۔" اس نے اب نیل کٹر ٹیبل پر رکھا۔

"وہاں پر میں جو انتظار کر رہی تھی۔" وہ فارحہ کو دیکھنے لگی جو خاصی سنجیدہ لگ رہی تھی۔

"ہمیں تو پتہ ہی نہ تھا چچا جان کی شادی کا ابو بتاتے ہیں انہوں نے دس سال ڈس کلوز کی تھی اس وقت ہم سب ہی چھوٹے تھے۔"

"پاپا جب انہیں چھوڑ کر چلے گئے تھے تو یہ سرمد بھائی کی شادی طائشہ بھابھی سے کیسے کر دی۔" اسے یہ بات سمجھ نہیں آئی تھی۔

"بھائی جان بھی وہاں تم لوگوں کے پاس جرمنی جانا چاہ رہے تھے۔ ابو نے سوچا کہ کہیں وہ بھی وہی چاچا جان جیسی حرکت نہ کر لیں اس لیے پہلے رشتہ مضبوط کرنے کے لیے طائشہ بھابی سے ان کی شادی کروا دی۔"

"وہ بھی زبردستی نا" اب شہرینہ نے اس کی بات کاٹی۔

"پتہ نہیں شہرینہ بھائی جان بھابی کو کبھی قبول ہی نہ کر پائے تھے جب وہ باہر جا رہے تھے تو بھابی کو خود ہی انکے میکے چھوڑ آئے تھے۔" وہ خاصی ملول اور رنجور ہو رہی تھی۔

"بس جب سے ہی یہ دشمنی پال رکھی ہے۔ نائل حسن نے کیونکہ ایک تو پہلے ہی آمنہ چچی وہاں بیٹھی ہوئی تھیں اب

ان کی بہن بھی وہاں پہنچادی گئی تھی ظاہر ہے غصہ تو آئے گا۔"

"پاپا کو روز تنگ کرنے آتے ہیں آخر چاہتا کیا ہے یہ شخص۔" شہرینہ کو نائل پر پھر تاؤ آنے لگا کیونکہ نائل اسے ایک آنکھ نہ بھاتا تھا۔

"ان کا مطالبہ ہے کہ وہ انہیں اور عمر کو لینے خود آئیں۔"

"زبردستی ہے ناؤ نیور میں ہونے نہیں دوں گی پاپا میرے ہیں ان کا کوئی حصے دار نہیں ہو سکتا۔" اس نے دانت پیس کر مٹھیاں بھینچ لی تھیں۔

"شہرینہ آمنہ چچی بہت اچھی ہیں تمہیں بھی ایک ماں مل جائے گی" اس نے شہرینہ کی کیفیت دیکھی جہاں غصہ اور ناگواری کی لہریں ابھر رہی تھیں۔

"میری ماں مر چکی ہے کوئی جگہ نہیں لے سکتا ان کی۔" وہ قطعی لہجے میں بولی تھی۔

"اے لڑکیو! تم لوگ کیا کر رہی ہو۔" یاسر وہیں چلا آیا تو وہ دونوں چونک گئی تھیں۔

"کچھ نہیں" فارحہ صوفے سے پاؤں نیچے اتار کر بیٹھی کیونکہ یاسر سے جب سے نکاح ہوا تھا وہ اس سے شرمائی گھبرائی رہتی تھی۔

"ان محترمہ کو کیا ہوا ہے؟" یاسر نے تشویش میں مبتلا ہو کر شہرینہ کی طرف اشارہ کیا جو گم صم سی تھی۔

"انہیں نائل حسن فوبیا ہو گیا ہے"

"ارے تم کیوں پریشان ہوتی ہو۔" اس نے شہرینہ کے چپت لگائی۔

"یاسر بھائی یہ شخص مجھے سخت زہر لگتا ہے آنے کیوں دیتے ہیں آپ لوگ اسے" اس کا سکوت ٹوٹا تو وہ پھنکار کر رہ گئی تھی۔

"بہنا جی یہ ان کی پھوپھو اور بہن کا سسرال ہے وہ تو آئے گا ہم اور تم نہیں روک سکتے۔" وہ بولا۔

"پھر میں ہی روکوں گی اسے آخر یہ اسٹوپڈ مین سمجھتا کیا ہے خود کو" وہ تیزی سے باہر نکل گئی تھی یاسر اور فارحہ ایک دوسرے کی شکل دیکھ کر رہ گئے تھے۔

"آخر یہ مسئلہ حل کیسے ہوگا۔" فارحہ اسے اپنی جانب دیکھتا پا کر بولی۔

"اپنے ذہن پر مت بوجھ ڈالو جانم" اس نے ترنگ میں کہا تو فارحہ اسے گھورنے لگی تھی۔

"سنیے باہر کی راہ دیکھئے" اب وہ جھینپ گئی تھی۔

"یار وہ دن کب آئے گا جب تم"

"یاسر بھائی کدھر ہیں" شہرینہ کی آواز آئی تو وہ ہڑبڑا کر رہ گیا تھا جبکہ فارحہ مسکراتی ہوئی اٹھی شہرینہ پھر منہ پھلائے چلی آئی تھی۔

"اب کیا ہوا تمہیں۔" فارحہ نے اسے دیکھا جس کی رونی صورت بنی ہوئی تھی۔

"جس دن سے آئی ہوں میں ریلیکس نہیں ہوں پاپا سے میں نے کہہ دیا ہے واپس جاؤں گی میں"

"تم پاگل تو نہیں ہو گئی ہو" فارحہ نے اب حیرانگی سے کہا۔

"اگر فارحہ وہ شخص دوبارہ یہاں آیا نا میں ان کا مرڈر کر دوں گی۔" وہ خاصی تلملائی ہوئی تھی۔

"تم کیوں اپنا خون جلاتی ہو ادھر آؤ" اس نے شہرینہ کو اپنے پاس بٹھایا۔

"پاپا پریشان ہیں اسکی وجہ سے"

"تم مزید جانے کی بات نکال کر انہیں اور پریشان کر دو۔" یاسر نے منہ بنائے شہرینہ کے سر پر ہلکی سی چپت لگائی تھی اس نے یاسر کا ہاتھ جھٹک دیا تھا۔

فارحہ اور یاسر اب اسے سمجھانے بیٹھ گئے تھے جو مشکل سے اسکے دماغ میں آیا تھا۔

●●●

"نائل سدھر جاؤ تم اچھا۔" امی اسے ڈانٹ رہی تھیں۔

"اب تو مجھے عقل آئی ہے۔"

"ہوش کرو تم سمجھے اس طرح کچھ حاصل نہیں ہو گا تم بس اور پریشانیاں پیدا کر رہے ہو۔" آمنہ نے اسے سمجھایا جو مانتا کسی کی نہیں تھا۔

"پھوپھو میں آپ کا حق دلوا کر رہوں گا وہ شخص سولہ سال بعد آیا ہے۔" وہ بڑے غصے میں بول رہا تھا۔

"جب میں کوئی واسطہ رکھنا چاہتی تو حق بھی نہیں چاہیے مجھے۔" انہوں نے ویسے ہی خود کو پتھر کر لیا تھا۔

"عمر تو ان کا بیٹا ہے اور ایک عدد صاحبزادے کے ساتھ تشریف لائے ہیں لیکن عمر تو وارث ہے اس لڑکی کی کوئی اہمیت نہیں رہنے دوں گا انکی نظر میں۔" ذہن تو پتہ نہیں انکا کیا کیا سوچتا رہتا تھا۔

"وہ ان کی من پسند بیوی کی بیٹی ہے جبکہ عمر۔" وہ بولتے بولتے رک گئی تھیں۔

"عمر بیٹا ہے انکا خون ہے دیکھئے گا وہ خود لینے آئیں گے آپ کو۔"

"پلیز نائل مجھے سکون سے رہنے دو مت کرو تم یہ سب کیوں جاتے ہو وہاں کیوں تنگ کرتے ہو انہیں۔"

"آپ کو ذرا غصہ نہیں آتا ان پر آپ کی زندگی تباہ کر دی آپ کہہ رہی ہیں انہیں تنگ نہ کروں۔" وہ تو بھنا ہی گیا تھا۔

"بتاؤ اس طرح کرنے سے کچھ حاصل ہو گا بولو تم بیوقوفی کی حرکتیں مت کرو کیوں جاتے ہو وہاں۔" انہیں نائل پر غصہ آئے جا رہا تھا جو انہیں ہی زیر بحث رکھا ہوا تھا۔

"میں کیوں جاتا ہوں تو سب کچھ حاصل کروں گا سر پکڑ کر روئیں گے وہ سب۔" اس کے ارادے اٹل اور خطرناک لگ رہے تھے وہ دونوں ہی ڈر گئی تھیں۔

"بھابھی آخر کیا ہو گا بالکل نہیں مان رہا ہے۔" وہ نائل کے جانے کے بعد ان سے مخاطب تھیں۔

"تم اور طائشہ ہی اسے سمجھا سکتی ہو روز جاتا ہے دھمکیاں دے کر آتا ہے۔" وہ بھی متفکر سی تھیں۔

"چلیں میری تو گزر گئی ہے مگر طائشہ کی ابھی عمر کیا ہے ننھی سی جان بھی اسکے ساتھ اسے بھی سزا دے رہا ہے سرمد۔" وہ تھکے تھکے انداز میں بیٹھ گئی تھیں۔

"میری بچی کو آئے ہوئے بھی دو سال ہونے والے ہیں جبکہ اب تو سرمد بھی ایک سال پہلے آ گیا تھا میں سمجھی کہ لے جائے گا مگر وہ تو پتھر بنا بیٹھا ہے۔" وہ اب اپنے آنسو آنچل کے کونے سے صاف کرنے لگی تھیں انہیں ہر وقت طائشہ کی پیاری سی زندگی کی فکر رہتی تھی۔

"اگر نائل کی یہی حرکتیں رہیں نا تو ضرور یہ الٹا سیدھا کروائے گا کیونکہ سرمد خود غصہ کے کم نہیں ہیں۔"

"آپ پریشان نہ ہوں میں اسے سمجھانے کی کوشش کروں گی مگر مانے گا نہیں۔" انہوں نے جہاں آراء کو اپنے شانے سے لگا لیا تھا۔

"اگر ذرا بھی مجھے پتہ ہوتا کہ حالات اس اسٹیج پر ہو جائیں گے کبھی طائشہ کی شادی پر رضامندی نہ دیتی۔" آمنہ کو

بھی طائشہ کی بے قرار زندگی لگتی تھی جیسے وہ سرمد کا انتظار کر رہی ہو کہ کب وہ اسے بلاتے ہیں۔

''تمہارے بھائی جان کو ہی دوستی مضبوط کرنے کی پڑ گئی تھی جو طائشہ کی بھی وہیں کر دی۔''

''اگر نائل یہاں ہوتا تو کبھی ہونے بھی نہیں دیتا۔'' آمنہ انکے کہنے پر سوچ میں پڑ گئی تھیں۔

''وہ تو اسے چھٹی نہیں ملی تھی دیکھو پھر تمہارے بھائی جان کی وفات پر تو اسے آنا ہی پڑا۔'' انہیں اپنے شوہر کی بھی آج یاد ستائی کیونکہ انہیں بھی اس دنیا سے گئے دو سال ہو گئے تھے طائشہ کی شادی کے ایک سال بعد ہی تو وہ ایسے بیمار پڑے کہ وہ جانبر نہ ہو سکے تھے کچھ شائد بہن اور بیٹی کا غم بھی تھا کہ انہوں نے انجانے میں دونوں پر ظلم کیا تھا۔

''میرا دل ہولتا رہتا ہے۔'' آمنہ نائل کی طرف سے غصہ میں کچھ نہیں دیکھتا ہے مدمقابل کون ہے کچھ دن پہلے سرمد سے بھی اسکی تلخ کلامی ہو چکی ہے۔

''یہی تو مجھے بھی فکر ہوتی ہے۔'' وہ بھی مضطرب سی ہو گئی تھیں۔

''اچھا تم جاؤ تمہیں دیر ہو رہی ہے ویسے ہی۔'' انہوں نے ایک دم اٹھ کر کہا۔

''دیکھتی ہوں اسے وہ بھی آفس نہیں گیا ابھی تک۔'' آمنہ بھی بولتی ہوئی اٹھ کر نائل کے کمرے میں آ گئی تھیں

''کیا بات ہے آج آفس نہیں جانا۔'' انہوں نے بشاشت ظاہر کی۔

''جی جاؤنگا۔'' وہ تیار ہی جوتوں سمیت بیڈ پر لیٹا تھا۔

''اٹھو مجھے بھی دیر ہو گئی ہے آج دیکھو پہلا پیریڈ تو مس ہو ہی گیا۔'' وہ ایک مقامی کالج میں لیکچرار تھیں۔

''چلئے۔'' وہ خاصا سنجیدہ تھا۔

''نائل ایک بات کہوں۔''

''جی کہیے۔'' وہ ہمہ تن گوش ہو گیا۔

''بیٹا میرے بارے میں اتنا نہ سوچا کرو بلکہ اب بس طائشہ کے بارے میں سوچو۔''

''کیوں نہ سوچا کروں ابو کے بعد آپ دونوں میری ذمہ داری ہیں ابو سے رشتہ کرنے میں غلطی ہو گئی آپ کی جب ہوئی تھی میں اس وقت تو چھوٹا تھا اور آپی کی جب ہوئی میں امریکہ میں تھا اگر پڑھائی کے دوران چھٹی مل جاتی نا تو انکی تو کبھی کرنے نا دیتا۔'' اس نے غصہ سے مٹھیاں بھینچ لی تھیں۔

''ایک ہی گھر میں دونوں کی کر دی کم از کم آپی کے بارے میں سوچتے۔'' اس نے بالوں میں برش کرنے کے بعد پھینک دیا تھا۔

آمنہ چپ ہو گئی تھیں آگے اگر کچھ اور بولتی تو ضرور اسے غصہ آتا رہتا وہ انہیں چھوڑ کر آفس چلا گیا تھا ایک اچھی پوسٹ پر تھا گھر میں ہر طرح کا سکون تھا مگر اسے تو پھوپھو اور آپی کی فکر رہتی تھی کسی طرح وہ دونوں خوشگوار زندگی گزار سکیں۔

● ● ●

''آج مارکیٹ چلوگی۔'' شہرینہ نے فارحہ اور صدف سے کہا جو ڈائننگ ٹیبل سے برتن اٹھا رہی تھیں۔

''آج نہیں کل چلنا۔'' فارحہ نے جواب دیا۔

''ارے آج ہی چلو مجھے بہت کچھ لینا ہے ساری ضرورت کی چیزیں وہاں سے تو میں کچھ بھی نہیں لائی ہوں۔'' وہ تیز لہجہ میں بولی۔

''منع کب کر رہی ہوں کل چلنا آج بھائی جان کے کچھ دوستوں نے کھانے پر آنا ہے۔'' صدف نے اسے

بتایا۔

''تم لوگ بس نخرے کرتی رہنا میں خود چلی جاؤنگی۔'' وہ پیر پٹختی ہوئی چلی گئی تھی۔

''عجیب لڑکی ہے سنتی ہی نہیں ہے چچا جان نے بہت سر چڑھایا ہوا ہے۔'' فارحہ نے صدف سے کہا جو دونوں ہی برتن دھونے میں مصروف تھیں۔

''مانتی بھی تو کسی کی نہیں ہے اگر سرمد بھائی جان کے دوستوں کو نہ آنا ہوتا نا تو ضرور چلی جاتی میں۔'' فارحہ اب ڈائننگ ٹیبل صاف کرنے جا رہی تھی۔

''اچھا تم گلاس ضرور نکال کر دھو لینا جب تک میں ڈائننگ ٹیبل صاف کر کے آتی ہوں۔'' وہ صدف کو ہدایت دیتی ڈائننگ ہال میں آ گئی تھی۔

''کہو جانم کیا ہو رہا ہے۔'' یاسر نے اسے تنہا دیکھا تو اپنی آنکھوں اور لہجے میں شوخی لئے اس کے قریب آ گیا تھا۔

''سنبھل کر بولئے صدف ہے اندر کچن میں۔'' وہ یاسر کے ایک دم پٹڑی سے اترنے پر گھبرا جاتی تھی۔

''یار کبھی خاص طور پر بھی مجھ سے مل لیا کرو۔'' اس نے انتہائی مسکینی صورت بنائی۔

''وہ دیکھیں چچا جان۔'' اس نے کہا تو وہ ہڑبڑا کر پیچھے ہو گیا تھا جبکہ وہ اسکے دل پر چھریاں چلا کر بھاگ لی تھی۔

''تمہیں تو پوچھ لونگا۔'' اس نے مکہ تان لیا۔

ادھر شہرینہ بلال کو زبردستی لے کر شاپنگ کے لئے چلی گئی تھی ضدی تو وہ بچپن سے ہی تھی اور پھر ماں کی وفات کے بعد تو وہ خودسر ہو گئی تھی اس نے بلال کو خوب ہی گھمایا تھا وہ۔ بے چارا بری طرح اکتا گیا تھا۔

''پلیز شہرینہ باجی بس کریں تھک گیا ہوں۔'' وہ اب تھکے تھکے قدموں سے چل رہا تھا۔

''چپ چاپ چلتے رہو اچھا۔'' وہ تیزی سے اندر شاپ میں گھسی ہی تھی اسکی ٹکر اندر سے نکلتی طائشہ سے ہو گئی جسکی گود میں انس بھی تھا۔

طائشہ نے بھی جھٹ معذرت کی مگر جب ان دونوں کو دیکھا تو ایک فارنر لڑکی اور بلال تھا۔

''بھابی آپ۔'' بلال تو چونک گیا۔ اور ساتھ ہی خوشی چھلک اٹھی تھی۔

''اچھا تو انس بھی ہے یار......! کیسے ہو۔'' اس نے جھٹ اس کو اٹھایا اور دونوں رخسار پہ پیار کر ڈالا تھا۔

شہرینہ حیرانگی سے اس خوبصورت اور نازک سی لڑکی کو دیکھ رہی تھی آج پہلی بار وہ روبرو دیکھ رہی تھی ان چار ماہ میں اس نے بس نام ہی سنا تھا مگر آج اچانک ہی وہ سامنے تھی۔

''بلال who is this'' اس نے سرگوشی میں پوچھا حالانکہ جان تو گئی تھی مگر منہ سے سننا چاہ رہی تھی۔

''طائشہ بھابی ہیں اور یہ تمہارا بھتیجا انس۔'' وہ تو انس میں مگن تھا مانوس بھی تھا جب ہی مزے سے اسکی گود میں چڑھا ہوا تھا۔

طائشہ اس فارنر سی لڑکی کو دیکھ رہی تھی حسن و نزاکت میں وہ یکتا تھی دودھیا رنگ اور اس پر سنہری بال اسے اور ہی دلکش بنا رہے تھے وہ محو سی تھی۔

''اور سنائیے کیسی ہیں۔''

''ٹھیک ہوں۔'' طائشہ کے لبوں پر ایک زبردستی کی ہنسی تھی۔

''بہت دن سے آئے نہیں۔'' ''آج کل میں آنا اصل میں مصروف تھا پڑھائی میں۔'' اس نے عذر تراشا۔

"یہ بتایئے کیا شاپنگ کرنے آئی ہیں اسکی۔"

"ہاں میں اسکے کپڑے وغیرہ لینے آئی تھی پھوپھو کے ساتھ یہ تنگ کرنے لگا تو باہر نکلنے لگی تھی۔" اس نے بلال کو بتایا۔

"آمنہ آنٹی بھی ہیں۔" اس نے پوچھا۔

"ہاں اندر عمر کے لئے کپڑے دیکھ رہی ہیں۔" اس ایک نگاہ خاموش کھڑی شہرینہ پر ڈالی۔

"ارے طائشہ تم ادھر آ گئیں میں اندر ڈھونڈنے لگی۔" آمنہ بھی طائشہ کو موجود نہ پا کر فکرمندی باہر آ گئی تھیں اور جب نگاہ بلال اور فارنرسی لڑکی پر پڑی تو چونکے بنا نہ رہ سکیں۔

"السلام علیکم آنٹی۔" جھٹ انہیں سلام کیا بلال نے کیونکہ وہ جو حیران بھی تھیں۔

"جیتے رہو۔" انہوں نے خوشدلی سے دعا دی۔

"تم ادھر کیا کر رہے ہو۔"

"ان محترمہ کے ساتھ آیا ہوں۔" اس نے شہرینہ کی جانب اشارہ کیا کیونکہ اب اسکی سوالیہ نگاہ بلال پر تھی کہ یہ گریس فل سی خاتون آخر ہیں کون۔

"آنٹی یہ شہرینہ ہیں اور شہرینہ باجی آمنہ آنٹی ہیں۔" اس نے جتا کر بتایا وہ ایک لمحے کو چونک گئی ساتھ ہی ناگواری کی لہر اُبھر آئی جو آمنہ اور طائشہ سے چھپی نہ رہ سکی تھی۔

"بلال چلو ویسے ہی لیٹ ہو گئے ہیں۔" اب وُہ پہلو بدل کر رہ گئی تھی۔

"ابھی تو آپ کو شوز لینے تھے۔" وہ حیران ہوا اسکے ایک دم کہنے پر۔

"پھر کبھی لے لوں گی تم گھر چلو گھبراہٹ ہو رہی ہے مجھے۔" اصل میں وہ آمنہ کا سامنا نہیں کرنا چاہ رہی تھی کیونکہ انہیں دیکھ کر نہ جانے کیوں اس میں بے چینی پیدا ہو گئی تھی کہ جیسے وہ اس کے پاپا کو اس سے چھین لیں گی۔

"شہرینہ باجی آپ پہچانی نہیں۔"

"بلال میں پہچان گئی ہوں یہ پاپا کی سیکنڈ وائف ہیں اور کچھ مگر یہ میرے لئے کچھ اور نہیں ہو سکتی۔" وہ نخوت سے کہ کر شاپ سے باہر نکل گئی بلال جز بز سا ہو گیا تھا آمنہ کو لگتا تھا کہ جیسے وہ ان کی تذلیل کر گئی ہے اس کی نظر میں حقارت بھی تھی۔

طائشہ نے انکی بدلتی کیفیت دیکھ لی تھی۔

"میرے خیال میں بلال اب چلتے ہیں۔" طائشہ نے اب اجازت چاہی تھی۔

"او کے" اس نے انس کو پھر پیار کیا اور خدا حافظ کہ کر رخصت ہو گیا تھا۔

• • •

"فارحہ طائشہ بھابی تو بڑی خوبصورت ہیں۔" شہرینہ نے اس سے کہا جو سونے کی تیاری کر رہی تھی۔

"تم نے کہاں دیکھ لیا۔" وہ چونک گئی تھی۔

"کل شاپنگ سینٹر میں ملی تھیں اور ہاں تمہارا بھتیجا بھی بڑا کیوٹ ہے۔"

"دل تو میرا بھی چاہتا ہے دیکھنے کو اب تو بڑا بھی ہو گیا ہے کتنا پیارا لگتا ہو گا بولتا ہوا۔" فارحہ کھو سی گئی تھی۔

"کیا ایسا نہیں ہو سکتا ہے کہ پھر سے سب مل جائیں سرمد بھائی اور بھابی۔" شہرینہ جلدی سے بولی۔

"کبھی نہیں ہو سکتا کیونکہ ان کے بھائی کبھی ہونے نہیں دیں گے چچا جان پر تو انہیں بہت غصہ ہے اور سب سے بڑی

شرط ان موصوف کی یہ ہے کہ سرمد بھائی خود منا کر لائیں بھابی کو اور یہ سرمد بھائی کبھی نہیں کریں گے۔" اس نے آہ بھر کر کہا۔

"مجھے تو بہت پیاری لگی ہیں بھابی۔"

"مگر بھائی جان کو تو اول روز سے بری لگی ہیں۔" بھابی نے تو ایک سال بھی یہاں نہیں گزارا اس گھر میں بھائی جان کو جرمنی جانا تھا وہ بھی ابو سے ناراضگی مول لے کے پھر اسی دوران بھابی کی پریگنینسی چل رہی تھی پھر بھی ان کے میکے چھوڑ آئے۔

"کسی نے کچھ نہیں کہا۔" شہرینہ کو اب سرمد پر غصہ آنے لگا تھا۔

"ابو نے امی نے بڑے چچا اور چچی نے بھی روکا مگر مانتے ہی کب کسی کی ہیں۔" وہ تکیہ سیدھا کر کے لیٹی تھی۔

"انہوں نے تو کبھی نہیں دیکھا ہو گا۔"

"نہیں دیکھا۔"

"ان کے بھائی نائل حسن نے تو جواب ہی طوفان اٹھایا تھا یہاں آ کر۔"

"آخر یہ شخص اتنا اکڑتا کیوں ہے۔" اسے ایک دم ہی نائل کی صورت بھی بری لگنے لگی تھی۔

"پتہ نہیں شہرینہ نائل حسن جب بھی یہاں آیا ہے ابو سے لڑتا تھا مگر اب تو ابرار چچا میں اور اس میں جنگ چل رہی ہے۔"

"یہ جنگ میں اسے جیتنے نہیں دوں گی۔" وہ ایک دم ہی ہتھے سے اکھڑنے لگی تھی۔

"تم فضول اپنا دماغ خراب کر رہی ہو حالانکہ آمنہ آنٹی ایسی ہیں نہیں بڑی فرینڈلی طبیعت ہے انکی دیکھنا تم سے بھی گھل مل جائیں گی۔"

"مجھے نہیں ضرورت گھلنے ملنے کی پاپا میرے ہیں صرف میرے۔" اس نے آنکھیں نکال کر کہا تھا۔

"اتنی پاگل مت بنو شہرینہ تم وہ تمہارا آخر کیا بگاڑ لیں گی آنے دو تم انہیں یہاں۔"

"اگر وہ یہاں آئی نا تو میں چلی جاؤں گی۔" اسکا بس نہیں چل رہا تھا کہ کیا کر ڈالے۔

"فارحہ میں بھائی کو تو اس گھر میں دیکھنا چاہتی ہوں مگر انہیں نہیں۔"

"تمہارا ایک بھائی بھی تو ہے۔"

"I am alon understand" اس نے چیخ کر جتایا۔

فارحہ اسکی شکل دیکھنے لگی جہاں غصے اور ناگواری اور نخوت سب کچھ عیاں تھا اتنی شدت پسند تھی وہ کہ کسی دوسرے کی اسے شرکت برداشت نہیں تھی۔

"اور ہاں اب کے یہ نائل حسن آیا نا تو واقعی یہ میرے ہاتھوں سے بچے گا نہیں دیکھنا تم۔" اس کی آنکھوں میں تو شعلوں کی لپک تھی۔

"کیا کر لو گی تم ہیں بولو۔" اب فارحہ کو بھی اسکی باتیں سخت گراں گزر رہی تھیں جو آمنہ آنٹی کے متعلق ننھی سوچیں لئے بیٹھی تھی۔

"میں اس کا منہ نوچ لوں گی پاپا کو تنگ کرتا ہے میری مرضی کے بغیر پاپا کبھی نہیں لائیں گے اپنی سیکنڈ مسز کو۔" اس کے لہجے میں بڑا وثوق تھا۔

"مگر لگتا ہے نائل حسن کی یہ بات مان لی جائے گی کیونکہ سب ہی کا دباؤ ہے۔ کہ آنٹی آ جائیں کیونکہ چچا جان کو

بھی عمر کی محبت جوش مار رہی ہے۔"

"پاپا صرف مجھ سے محبت کرتے ہیں۔" وہ تو تنک گئی۔

"اچھا ابھی تو تم سو جاؤ کیونکہ ذہن و دل تمہارا قابو میں نہیں ہے۔" فارحہ اب کروٹ لے چکی تھی۔

مگر شہرینہ کے دماغ میں تو جھکڑ چل رہے تھے وہ خود کو بے بس سا تصور کر رہی تھی کیونکہ وہ اپنے پاپا کی محبت میں کسی دوسرے کی شرکت تو برداشت ہی نہیں کر سکتی اسکی پیدائش کے بعد ممی اس دنیا سے چلی گئی تھیں پاپا نے تو اسے سنبھالا تھا وہ پہلی بار پاکستان آئی تھی اب جبکہ وہ سولہ سال بعد آئے تھے تو پاپا کو کہا جا رہا تھا کہ وہ آمنہ کو لے آئیں مگر وہ صرف شہرینہ کی وجہ سے خاموش تھے۔

● ● ●

اس دن وہ سب ہی خوب ادھم مچائے ہوئے تھے بلال کی خوب چیخنے اور ہنسنے کی آوازیں تھیں جبکہ فارحہ تو خوشی سے اچھل رہی تھی جیسے ہی سب کی نظر سرمد پر پڑی تو سب کو ہی بریک لگ گئے تھے۔

"کبھی تو تم سب لوگ بچپن سے باہر نکل آیا کرو کیا ہو رہا ہے یہ سب۔"

"وہ وہ بھائی جان کچھ نہیں۔" بلال نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا تھا کیونکہ وہ سب ہی طائشہ سے بات کر رہے تھے۔

"آپ ڈینجر کا نشان بن کر مت لٹکا کریں ہم پر" شہرینہ نے ہی معاملہ سنبھالا۔

"شہرینہ کیا بکواس ہے۔" وہ دھاڑے تو ایک لمحے کو وہ بھی سہم گئی زبان دانتوں تلے دبالی تھی جب بولتی تھی بے تکان ہی بولتی تھی فارحہ نے چٹکی لی تھی۔

"کیا ہو رہا ہے یہ سب کہ تم سب ہی چیخ و پکار پر لگے ہوئے ہو۔" وہ فارحہ کو گھور رہے تھے جو بری طرح ڈری ہوئی تھی۔

"دل چاہ رہا تھا ہمارا۔" وہ پھر بولی۔

"شہرینہ شٹ اپ۔"

"مانا کہ آپ کو انگلش آتی ہے مگر مجھے آپ سے اچھی اردو بولنی آتی ہے۔" وہ مزاق میں اڑانے لگی تھی تا کہ ماحول بہتر رہے۔

"بہت بولتی ہو تم۔" وہ اب گھور رہے تھے۔

"یہ بھی کسی کسی کو فن آتا ہے۔" بڑے اطمینان سے بولی تھی سب ہی کی دبی دبی ہنسی نکلی تھی مگر سرمد کی خشمگیں نگاہیں ان سب کو ہی حصار میں لئے ہوئے تھیں۔

"تم سے تو بولنا ہی بے کار ہے۔" وہ خود ہی اکتا کر اندر کی طرف بڑھ گئے تھے سب نے ہی رکا ہوا سانس بحال کیا تھا۔

"اسی طرح ہی یہ بھابی کے ساتھ کرتے تھے جہاں بے چاری ہم سے ہنس بول لیں سب کے سامنے ہی جھڑک کر رکھ دیتے تھے۔" فارحہ کو رہ رہ کر افسوس ہوتا تھا۔

"آپ کو ضرورت کیا تھی چیخنے کی۔" شہرینہ نے بلال کے سر پر چپت لگائی تھی۔

"یار مجھے کیا معلوم تھا اچانک آ جائیںگے ادھر اسکے ہٹلر نما بھائی آ جاتے ہیں۔" بلال نے منہ بنایا۔

"اچھا فارحہ نمبر تو ملاؤ دوبارہ۔" شہرینہ نے اب اسے حکم دیا تھا۔

"جلدی ملاؤ ورنہ بھابی یہ نہ سمجھ لیں کہ ہم نے جان بوجھ کر رکھ دیا ہے۔"

"بھابی کو پتہ ہوگا کہ ان کے سرتاج آ گئے ہوں گے۔" صدف نے بھی اپنی مداخلت ضروری سمجھی۔

"اب رہنے بھی دو بھائی جان نے دل خراب کر دیا ہے۔" اس نے ریسیور دوبارہ کریڈل پر پٹخ دیا تھا۔

"فارحہ نخرے نہ دکھاؤ لاؤ میں ملاتی ہوں۔" اب شہرینہ ٹیلی فون سیٹ اپنے آگے رکھ کر بیٹھ گئی تھی جلدی جلدی نمبر ڈائل کیا۔

"شہرینہ بھائی جان نہ آ جائیں ورنہ پھر خیر نہیں۔"

"تم بس ڈرتی رہنا اچھا۔" بیل جا رہی تھی اتنے میں بڑی گمبھیر اور گرج دار آواز ریسیور کے سوراخوں سے ابھری تو شہرینہ سمجھ نہ پائی تھی کیونکہ آواز میں ایک رعب بھی تھا۔

"وہ طائشہ بھابی سے بات کرنی ہے۔" اس نے آخر ساری ہمتیں مجتمع کر کے کہہ دیا جبکہ وہ سمجھ گئی تھی کہ وہی ہوگا ہلاکو خان۔

"سنیئے آئندہ ادھر فون نہیں کریئے گا۔ انتہائی کرخت لہجے میں وہ بولا۔

"کیوں نہ کروں۔" وہ تو بھنا ہی گئی جبکہ سب ہی حیرانگی سے اسکے غصہ سے تنے چہرے کو دیکھ رہے تھے۔

"ایک دفعہ نہیں آتی تمہیں سمجھ۔"

"سنیئے مسٹر آپ شرافت سے بلایئے اچھا۔" اس نے بھی دھونس جمائی۔

"آخر تم ہو کون جلدی بتاؤ آ کر پوچھونگا۔" نائل نے کہا۔

میں شہرینہ ابرار ہوں آپکی ان دھمکیوں میں نہیں آؤنگی سامینٹل آدمی؟" اب اس نے کھٹ سے ریسیور ہی رکھ دیا۔

اے لڑکی یہ تم نے کیا کر دیا۔" فارحہ نے تو سر ہی پکڑ لیا۔

"بالکل ٹھیک کیا ہے دیکھنا اب میں ہی درست کرونگی تم سب ڈرتے رہنا۔" اس نے بڑے اٹل انداز میں کہا تھا۔

"ابرار چچا نے کیا کہا تھا کہ کوئی بھی ان سے تلخ بات بھی نہ کرے۔" فارحہ نے بتایا۔

"مگر میں پابند نہیں ہوں بدتمیز آدمی موڈ خراب کر دیا۔" وہ بڑبڑانے کے ساتھ دھپ دھپ کرتی چلی گئی تھی حالانکہ غصہ اتنا آ رہا تھا کہ نائل حسن سامنے ہوتا اور اسکا منہ نوچ لے کیسے رعب سے کہا کہ آ کر پوچھونگا دماغ نہ ٹھکانے لگا دونگی وہ بیڈ پر لیٹی پھنکار رہی تھی۔

فارحہ اسکے پیچھے آئی اور زبردستی اسے اٹھا کر باہر لائی تھی بلال نے فون ملانے کا دوبارہ ارادہ کر لیا تھا وہ سب کی خوشی کے لئے آ گئی تھی پھر وہ دوبارہ مگن ہو گئے تھے۔ مگر فون لگتا تھا کہ انگیج کر دیا گیا تھا۔

"اس اسٹوپڈ نے کہا ہے یہ سب۔" شہرینہ کو مکمل یقین تھا۔

"کیا پتہ فون پر بات ہو رہی ہو۔" صدف نے نفی کی۔

"رہنے دو تم بس اس شخص سے ہر بات کی بعید ہے۔" وہ ماننے کو تیار ہی نہ تھی۔

"یہ تم لوگ اتنی دیر سے کر کیا رہے ہو۔" یاسر جو ابھی ابھی باہر سے آیا تھا سب کو ہی فون کے قریب جمع دیکھا۔

"اس میں گھسنے کی کوشش کر رہے ہیں۔" شہرینہ نے ٹیلی فون سیٹ اٹھا کر اسکی گود میں رکھ دیا۔

"تمہارا مجھے پتہ ہے کوشش بھی کر لوگی۔" اس نے ہنس کر کہا۔

"یاسر بھائی ہم بھابی سے فون پر بات کر رہے تھے۔" صدف نے جھٹ بتایا۔

"وہاں آ گیا ہوگا ان کا بھائی اور انگیج کر دیا ہوگا ہے نا۔"

"دیکھا یاسر بھائی کو بھی یقین ہے۔" شہرینہ نے جلدی سے یاسر کی بات کی تائید چاہی۔

"آپ کو کیسے پتہ" فارحہ نے معصومیت سے اسے دیکھا۔

"مجھے تو بہت کچھ پتا ہے کیا پوچھنا چاہتی ہو۔" وہ معنی خیزی سے بولا فارحہ نے غصہ سے گھورا کیونکہ ان لوگوں کے سامنے یاسر کی بے تکلفی برداشت نہیں کر سکتی تھی۔

"گھورا مت کرو یاسر بھائی کو۔" شہرینہ نے بڑی گہری نگاہوں سے دونوں کا جائزہ لیا تھا۔

"تم مت کود پڑا کرو اچھا۔" فارحہ تو جل ہی گئی۔

"فارحہ بھائی کو چائے تو دے کر آؤ۔" امی نے اسے ٹرے پکڑائی تو وہ سیدھی ہو گئی تھی۔

وہ اٹھی مگر دل تو بھابی کی طرف لگا ہوا کیونکہ بلال مسلسل فون ملانے میں لگا ہوا تھا جو مل ہی نہیں رہا تھا۔

فارحہ ٹرے لئے اندر آئی تو دیکھا سرمد چینج کر کے لیٹے ہوئے تھے۔

"بھائی جان چائے۔" اس نے سائیڈ ٹیبل پر ٹرے رکھی۔

"یہ ادھم بازی کس خوشی میں ہو رہی تھی۔" وہ اٹھ کر بیٹھے۔

"وہ بلال میں اور شہرینہ میں تکرار ہو رہی تھی۔" اس نے تھوک نگل کر بات بنائی تھی۔

"فارحہ بھابی کا خود ہی فون آ گیا ہے۔" شہرینہ کی چھت پھاڑتی آواز آئی تو وہ چونک گئے اب فارحہ کو دیکھا جو ان سے نظریں نہیں ملا پا رہی تھی۔

"کیا چکر ہے۔" انہوں نے کپ واپس ٹرے میں رکھ دیا۔

"تم لوگ فون کرتے ہو۔"

"وہ شہرینہ۔ نے ملایا تھا انس بول رہا تھا بھائی جان اتنی پیاری آواز تھی۔" وہ انہیں بتاتے ہوئے ایک لمحے کے لئے بھول گئی کہ انہیں کتنا غصہ آ سکتا ہے۔

"فارحہ۔" وہ چیخے فارحہ کو بریک لگ گئی تھی۔

"پلیز۔ بھائی جان انس کا تو قصور نہیں۔

"آپ کا بیٹا ہے۔" وہ روہانسا ہو رہی تھی۔

سرمد کے دل میں بھی بیٹے کے بارے میں سن کر عجیب بے قراری اٹھ گئی تھی وہ چپ سے ہو گئے تھے۔

"آپ بھابی کو لے آئیے صرف اس کی خاطر۔" وہ التجائیہ انداز میں بولی تھی۔

"اٹھو اور جاؤ یہاں سے اچھا۔" وہ اپنے نشتر ہوتے دل و دماغ پر قابو پا رہے تھے۔ فارحہ تیزی سے باہر نکل گئی تھی انہوں نے اپنے سر کو بیڈ کی بیک کراؤن سے ٹکا دیا تھا فارحہ نے بیٹے کا ذکر کر کے تو ان کے سوئے ہوئے جذبے کو جگا دیا تھا اتنا پتہ تھا ایک بیٹے کو مسمار نہیں کر سکتے تھے حالانکہ رات کے پہر تو انہیں شدت سے خواہش ہوئی تھی کہ وہ سارا دن تھکے ہارے آتے ہیں تو کوئی تو ہو جو انہیں سمیٹ لے مگر وہ اپنے اس سرکش جذبے کو تھپک کر سلا دیتے تھے اپنے معصوم سے بیٹے کو تو آج تک انہوں نے دیکھا بھی نہ تھا اس لئے وہ شائد پتھر بن گئے تھے۔ انہیں طائشہ کا خیال آیا پڑھی لکھی اور خوبصورت سی تھی کتنا اسکا خیال کرتی ڈری سہمی رہتی تھی ان کے آگے جو کہتے وہ ہی کرتی تھی اب تو اسے بھی دیکھے ہوئے تین سال ہو گئے تھے انہوں نے کروٹ لی اور آنکھیں موند لی تھیں تھک گئے تھے۔

●●●

"اے لڑکے یہ پڑھائی ہو رہی ہے۔" آمنہ نے سی ڈی پلیئر آف کیا۔

"ہو تو رہی ہے۔" عمر نے منہ بسورا۔

"تم پڑھائی کی طرف سے بہت لاپرواہی برت رہے ہو۔" انہوں نے تاریں لپیٹ کر رکھ دی۔

"اسے خود اپنی خبر نہیں ہے پتہ نہیں وہ کن دھندوں میں لگا ہوا ہے چلو کتابیں کھولو۔" انہوں نے اچھی طرح ڈانٹ دیا تھا وہ منہ بناتا ہوا رائٹنگ ٹیبل پر آ گیا تھا۔

"امی پاپا آئے ہوئے ہیں نا۔" اس نے اب آمنہ سے پوچھا۔

"عمر تمہارے ایگزام ہیں توجہ دو پڑھائی پر تم ساری۔" انہوں نے جیسے اسکی بات سنی ہی نہیں تھی۔

"میں ان سے مل آؤں۔"

"میں تم سے کہہ رہی ہوں تم اپنی کہے جا رہے ہو۔" انہیں ایک دم غصہ آ گیا۔ اتنے میں انس کے چیخ چیخ کر رونے کی آواز آئی تو وہ باہر کی طرف متوجہ ہو گئی تھیں کیونکہ وہ رو ہی دھاڑ کر رہا تھا۔

"ارے کیوں مار رہی ہو۔" آمنہ نے حیرانگی سے طائشہ کو دیکھا جو خود بھی روہانسی ہو رہی تھی لپک کر انہوں نے انس کو گود میں اٹھا لیا تھا۔

"کھا نہیں رہا ہے تنگ کر کے رکھا ہوا ہے۔"

"مارنے سے کھالے گا پیار سے کھلاؤ۔" وہ کاندھے سے لگا کر اسے چپ کروانے لگی تھیں مگر وہ مچلے جا رہا تھا۔

"کتنا تو پیار سے کھلا رہی تھی منہ ہی نہیں کھولتا ہے زندگی عذاب ہو گئی ہے۔" وہ روہانسی ہو کر اندر چلی گئی۔

"وہ اسے مار کر بس اپنا غصہ نکالتی ہے اس معصوم کا کیا قصور ہے۔" جہاں آراء نے تاسف اور دکھ میں ڈوب کر کہا تھا۔

"کب تک میری بچی ایسے ہی زندگی گزارے گی اس کا نہیں تو اپنی اولاد کا خیال کر لے۔"

"بھابی آپ اگر اسطرح کی باتیں کریں گی تو طائشہ تو بالکل ہی ہمت ہار دے گی۔" آمنہ نے انہیں سمجھایا۔

"آمنہ تم دونوں کی زندگی تباہ کر دی ہے تمہارے بھائی نے۔" وہ باقاعدہ اب رونے لگی تھیں۔

"میری تو فکر چھوڑیں آپ جتنی گزر گئی اور گزر جائے گی میری عمر اب بڑا ہو گیا ہے میرا سہارا ہے مجھے ضرورت نہیں ہے اب ابرار احمد کی مگر طائشہ کی تو ابھی عمر ہی کیا ہے یہ ننھی سی جان میں تو چاہتی ہوں سرمد اپنی خوشی سے اسے لے جائے۔" وہ تاسف سے گویا ہوئیں انس رو رو کر چپ ہو گیا تھا۔

"رو رہی ہو گی وہ اندر میرا دل کڑھتا رہتا ہے اسکے اترے ہوئے چہرے کو دیکھ کر میری بچی کی عمر ہنسنے کھیلنے کی اور کیا روگ لگ گیا۔"

اتنے میں دروازے پر بیل ہوئی تو دونوں ہی چونک گئی تھیں۔

"تائل ہو گا آپ جائیے منہ دھوئیے ورنہ وہ تو بال کی کھال نکالے گا۔" آمنہ انہیں کہتے ہوئے دروازہ کھولنے چلی گئی تھیں۔

"میری جان کیا ہوا۔" دروازہ کھولتے ہی اسکی آمنہ کی گود میں انس پر نگاہ پڑی تھی۔

"رو رہا تھا کیا۔"

"ہاں طائشہ نے مارا ہے کھا نہیں رہا تھا۔" انہوں نے تائل کو گود میں اسے دے دیا تھا۔

"وہ اسے پیٹ کر سرمد بھائی کا غصہ نکالتی ہیں مجھے پتہ ہے۔" وہ اسے لئے اندر آئی تو طائشہ نے جھٹ چہرہ

صاف کیا پشت پھیر کر کھڑی ہوگئی تھی۔

"آپی رو رہی ہیں نا آپ۔" اس نے طائشہ کو شانوں سے تھاما۔

"آہستہ بولا کرو۔ اچھا۔" اس نے سرزنش کی۔

"آہستہ تو بولا ہوں۔" وہ بولا۔

"آپ اس معصوم کو پیٹ کر غصہ نکالتی ہیں جا کر اپنے سرتاج کے اوپر نکالئے اسکا کیا قصور ہے۔"

"جب بولنا تم فضول ہی بولنا اچھا لاؤ اسے دو مجھے۔" اس نے انس کو لے لیا۔

"بالکل ٹھیک کہتا ہوں میں وہ تو اپنی زندگی میں مگن ہیں کسی بات کی پرواہ ہی نہیں۔" وہ پھٹ پڑا۔

"نائل کبھی تو خاموش رہا کرو۔" درشت لہجہ میں بولی۔

"جاؤنگا میں ادھر بہت مزے سے سب لگے ہوئے ہیں۔ اس فارنر لڑکی کے ساتھ۔"

"پھر دماغی کیڑا کلبلانے لگا تمہارا۔" وہ اسکے تیور بھانپ جاتی تھی۔

"ہاں خبر تو لوں اس شہر یہ ابرار کی انکل پر قبضہ جمائے بیٹھی ہے۔"

"نائل اب کوئی بدتمیزی نہیں کرو گے تم بہت ہوگئی ہے۔" اس نے وارننگ دی۔

"پلیز نائل چپ ہو جاؤ۔" اس نے کرب سے لب کچل ڈالے تھے۔

"یہ غصہ اگر ان پر بھی دکھا لیتی نا تو آپ کے صاحب بہادر قابو میں رہتے۔" اب وہ ذرا شوخی سے بولا کیونکہ طائشہ کے افسردہ مغموم سے چہرے پر ایک مردنی رہتی تھی۔

"تمہیں دیکھونگی کیسے قابو میں رہو گے اپنی بیوی کے۔" وہ جل گئی تھی۔

"قابو میں تو نہیں البتہ اسکو میں رکھوں گا۔" اس نے بے ساختہ ہنس کر کہا تھا۔

"لائیں آپ اسے مجھے دیں اور منہ ہاتھ دھو کر آیئے روتی ہوئی بالکل اچھی نہیں لگتی ہیں۔" وہ اسے ہدایت دیتا انس کو لئے باہر آ گیا۔

شام میں بلال آ گیا تھا نائل کو تو غصہ آ جاتا تھا مگر وہ تو آتا ہی رہتا تھا انس اور اپنی بھابی کی وجہ سے دونوں میں فقرہ بازی بھی ہوتی تھی۔

"تمہارے گھر والوں کو خبر نہیں ہے۔" نائل صوفے پر بیٹھا تھا اور ٹانگیں ٹیبل پر رکھی ہوئی تھیں۔

"میں تو حساب برابر کرنے آتا ہوں آپ ادھر آتے ہیں میں ادھر آ جاتا ہوں۔" بلال نے نائل کے بے زار چہرے کو مسکرا کر دیکھا۔

"تم اس کی وجہ سے آتے ہو نا۔" نائل نے اس کی طرف اشارہ کیا جو بلال کے ساتھ لگا ہوا تھا۔

"یار نائل بھائی کسی سے تو دوستی کر لیں۔"

"باز آئے تم لوگوں کی دوستی سے آج ہمیں اسی دوستی کی وجہ سے تو یہ دن دیکھنا پڑ رہا ہے۔" اس نے نہایت کٹیلے اور طنزیہ انداز میں کہا۔

بلال تو جز بز سا ہو گیا تھا کیونکہ اسکے پاس تو ہر بات کا جواب حاضر ہوتا تھا خود متحیر رہ جاتا تھا کہ اسکا لہجہ ہمیشہ زہر خند رہتا تھا۔

"آپ ہر ایک کے بارے میں تو یہ نہیں کہہ سکتے نا۔" تم لوگ اس قابل ہی نہیں ہو کہ تم لوگوں سے دوستی کی جائے۔

"نائل کیا بدتمیزی ہے۔" جہاں آراء نے خفگی نگاہ اس پر ڈالی۔

بلال نائل کی کہی گئی غیر متوقع بات پر کچھ جز بز ہو گیا۔

"کبھی تو سیدھے لہجے میں بات کر لیا کرو بچہ آ جاتا ہے تو تم اسکی تزلیل کر دو۔"

"میں اسے کب کہہ رہا ہوں۔" وہ نہایت اکھڑ انداز میں بول کر جھٹکے سے کھڑا ہو گیا۔

"لیکن کہہ تو اسکے گھر والوں کے متعلق ہی رہے ہو۔" وہ غصہ سے بولی تھیں۔

"آنٹی آپ ناراض کیوں ہوتی ہیں نائل بھائی کچھ بھی کہیں میں آنا پھر بھی نہیں چھوڑونگا کیونکہ یہاں میری بھابی اور بھتیجا اور چچی جان اور کزن ہیں۔" بلال نے بڑے جما کر کہا وہ جتا رہا تھا نائل کو جو آنکھوں میں ایک شعلوں کی لپک لئے ہوئے تھا۔

"یہ تمہیں ہی یاد ہے باقی لوگ کیا سو رہے ہیں۔" اس نے دانت پیسے۔

"سو تو نہیں رہے البتہ شرمندہ ہیں محض چند غلطیوں کی وجہ سے یہ سب ہوا ہے۔"

"چند غلطیوں کی وجہ سے ارے تمہارے چچا جان کی غلطیاں گنواؤں تو رات ہو جائے اور ہاں تمہارے بھائی سرمد علی خان جنہیں نہ جانے کس بات کا زعم ہے میری بہن کی زندگی تو خراب کر دی نا۔" وہ پھنکار رہا تھا چہرے پر ایک تناؤ اور کرختگی واضح تھی بلال اسے بھڑکتی ہوئی خالی خالی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"اونہہ۔" وہ ہنکار کر چلا گیا تھا۔

"بلال تم مت آیا کرو وہ بدتمیزی کرتا ہے۔"

"میں برا کب مانتا ہوں بھابی وہ بول کر اپنا غصہ نکال لیتے ہیں نکالنے دیں۔" بلال نے طائشہ سے بڑے اطمینان سے کہا۔

"مگر مجھے اچھا نہیں لگتا ہے۔" وہ شرمندگی کے مارے نگاہ نہیں اٹھا پا رہی تھی۔ تکلیف و درد کی کیفیت ہمہ وقت طائشہ کے چہرے پر ہیوادہ رہتی تھی۔

"مجھے تو بھابی اس دن کا انتظار ہے جب بھائی جان آپ دونوں کو لینے آئیں گے۔" وہ اپنے سابقہ لب و لہجہ میں آ گیا۔

"بلال لگتا ہے اب مجھے بس ایسے ہی زندگی گزارنی ہے۔" لہجے میں مایوسی نمایاں تھی۔ ایسی باتیں نہ کریں دیکھئے گا انس کو دیکھ کر تو انکا غصہ وصہ کافور ہو جائے گا اس نے انس کے رخسار پر پیار کیا۔

"دیکھا ہی کب ہے انہوں نے۔" وہ لب کاٹ رہی تھی۔

"آج دیکھ لینگے میں اسے لینے آیا تھا۔"

"انس کو۔" اس نے حیرانگی سے پوچھا۔

"ہاں میں چھوڑ جاؤں گا۔"

"بلال نائل فساد کھڑا کر دے گا وہ کبھی نہیں جانے دے گا۔" وہ سراسیمگی سے بولی۔

"وہ کون ہوتا ہے بولنے والا بلال تم لے جاؤ انس کو۔" جہاں آراء جو بہت دیر سے خاموش بیٹھی تھیں جھٹ بولیں۔

"امی نہیں وہ نائل غصہ کرے گا۔" اس نے اب ان سے کہا۔

"میں چند گھنٹوں میں چھوڑ جاؤنگا فارحہ آپی بہت بے چین ہیں دیکھنے کو۔" اب وہ ملتجی تھا۔

''وہ تمہارے بھائی جان کہیں غصہ نہ کریں۔''

''طائشہ وہ اسکا باپ ہے بیٹے کو دیکھ کر خود پگھل جائے گا پتھر سے پتھر انسان کو اولاد کی محبت موم کر لیتی ہے انس سرمد کا خون ہے انکا بیٹا ہے۔'' جہاں آراء نے اسے سمجھایا۔

''مگر امی۔'' وہ انجانے اندیشوں سے خوفزدہ تھی۔

''آپ اطمینان رکھیے تیار کر دیں اسے ایک دو گھنٹے میں چھوڑ دونگا۔'' اس نے ساتھ ہی یقین دلایا وہ کچھ مطمئن سی ہوئی تھی۔

''میں ذرا آمنہ آنٹی اور عمر سے مل لوں۔'' وہ اٹھا۔

''عمر کو پڑھا رہی ہیں۔'' جہاں آراء نے بتایا۔

''اوہو پڑھائیاں ہو رہی ہیں۔'' وہ اندر آیا تو دونوں ہی چونک گئے تھے۔

''تم آئے ہو۔'' آمنہ نے مسکرا کر اسے دیکھا۔

''زبردستی تیاری کرا رہی تھی۔''

''عمر کو وہاں بھیج دیں سیدھا ہو جائیگا۔'' بلال چیئر گھسیٹ کر بیٹھا۔

''ہاں امی چلا جاؤں۔'' وہ ویسے ہی بے قرار تھا جانے کو باپ کو دیکھا بھی تو نہیں تھا۔

''چپ کر کے پڑھو۔'' انہوں نے عمر کو ڈانٹ دیا وہ منہ بنا کر رہ گیا تھا۔

''وہ کچھ دیر ان لوگوں کے پاس بیٹھا اور نائل کے جاتے ہی وہ انس کو لے کر چلا گیا تھا۔''

● ● ●

''اتنی آسانی سے تم کیسے لے آئے۔'' فارحہ تو انس کو لئے بیٹھی تھی۔

''جیسے وہ گھر سے نکلے لے آیا۔'' وہ بھی بڑا خوش ہو رہا تھا۔

سب ہی انس کو گھیرے بیٹھے تھے وہ ان سب کے درمیان پہلی بار آیا تھا مگر گھبرا بالکل نہیں رہا تھا امی اور ابو نے پوتے کو خوب لپٹا کر پیار کیا تھا گھر میں پہلا بچہ تھا سب کو ہی دیکھنے کی بے قراری اور بے چینی تھی انس اب بلال کے پہلو سے لگا کھڑا تھا کیونکہ وہ شناسائی ہی اسکی اس سے تھی۔ چچی جان اور چچا جان بھی ان کے درمیان تھے ایک لمحے کو وہ سرمد کو بھی بھلا بیٹھے تھے وہ اچانک دیکھ کر کیا رسپانس دے گا۔

''بلال اسے دے آؤ اب گھبرا رہا ہے بچہ۔'' امی نے سرمد کی وجہ سے کہا تھا۔

''میں بھی چلونگی تمہارے ساتھ بلال۔'' شہرینہ تو ویسے ہی ہر جگہ جانے کو تیار رہتی تھی۔

''ابھی کچھ دیر اور رہنے دو بچے کو۔'' ابو نہیں چاہ رہے تھے وہ جائے کیونکہ پوتے کو دیکھتے وہ پھولے نہیں سما رہے تھے۔

''وہ سرمد کہیں غصہ نہ کرے۔''

''سنیے فاخرہ بیگم یہ اسکی اولاد ہے خون ہے اسکا کیوں غصہ کرے گا۔'' وہ خاصے برہم ہوئے۔

''شروع سے وہ بے وقوفیاں خیال کرتا آ رہا ہے فضول سی بات پر بیوی کو میکے چھوڑا ہوا ہے بیٹے کی محبت بھی اسے نہیں پگھلا رہی۔'' وہ گہرے دکھ و رنجیدہ لہجے میں گویا ہوا۔

''بھائی صاحب اس نے دیکھا ہی کب ہے۔'' چچی جان بولیں۔

''یہی تو چاہتا ہوں دیکھ لے شائد ہماری بہو کی سزا میں ترمیم کر دے۔'' انکی تو یہی پوری کوشش تھی کہ سرمد کسی

طرح اپنی پچھلی غلطیوں پر نادم ہو جو انہوں نے ان سے تو بات تک کرنی کم کر دی تھی۔

''وہ غصہ کریگا کہ بلال وہاں جاتا ہے۔''

''کہہ دینا میری اجازت سے جاتا ہے وہ کون ہوتا ہے غصہ کرنے والا۔'' ایک دم یہ مشتعل بھی ہو گئے تھے سب ی لب بھینچ کر رہ گئے تھے۔ انس ٹیلی فون سیٹ کے ساتھ لگا ہوا تھا۔

''امی بھائی جان۔'' فارحہ نے گھبرا کر فاخرہ بیگم کو دیکھا سب یہ سنبھل گئے تھے۔ وہ سیدھے وہیں آ رہے تھے ندازخاصا تھکا ہوا تھا انہوں نے سب کو متعجب ہو کر دیکھا ایک دم پھر نگاہ بلال کے پہلو میں بیٹھے ننھے سے بچے پر پڑی جو مگن سا کھیل رہا تھا۔

''آ گئے تم بیٹا۔'' امی کھڑی ہو گئی تھیں۔

''آپ کو ڈرنیکی ضرورت نہیں ہے یہ میرا پوتا ہے میری مرضی سے یہاں آیا ہے۔'' وہ خاصے رعب کے ساتھ جتا رہے تھے سرمد کو وہ ایک لمحے کو چونک گئے۔

''پوتا۔'' زیر لب بولے دل میں ایک دم کچھ ہوا کہ یہ انکا ہی تو خون ہے وہ ساکت ہو گئے تھے۔ سمجھ نہیں آ رہا تھا کیا کریں ابھی کچھ دیر پہلے جو تھکن تھی وہ بھی شائد اتر گئی تھی۔

''جاؤ بلال اس کو دے آؤ طائشہ انتظار کر رہی ہوگی۔'' ابو کی آواز پھر انکی سماعتوں سے ٹکرائی تو وہ ہوش میں آئے مگر خود کو تماشہ نہیں بنانا چاہ رہے تھے جلدی سے آگے بڑھ گئے تھے۔

کمرے میں آتے ہی ٹائی گلے سے نکال کر پھینکی تھی انہوں نے بس بیٹے کا ذکر سنا تھا مگر آج وہ ان کے سامنے تھا مگر وہ کچھ نہیں کر سکتے تھے سر کو دونوں ہاتھوں سے تھام لیا پسینہ میں شرابور تھے اٹھے جوتے اتارے اور باتھ روم میں گھس گئے باتھ لے کر بھی اندر کی آگ نہیں بجھ رہی تھی دل کہہ رہا تھا کہ اسے گلے سے لگا مگر ایک جھجک تھی اتنے عرصے اس کی خبر نہ لی اور آج اچانک سامنے تھا وہ آگے بڑھ کر نہ اٹھا سکے اپنی گود میں پورا حق رکھتے ہیں سخت کشیدگی اور جھنجلاہٹ کا شکار ہو رہے تھے کہ اتنے میں امی اس کو گود میں اٹھائے آ گئی تھیں۔

''وہ سرمد اپنے بیٹے سے تو ناراض نہیں ہو اس معصوم کا کیا قصور ہے۔'' وہ بہت زیادہ سنجیدہ تھیں ان کے قریب انس کو بیٹھا دیا وہ چپ تھے منہ دوسری طرف پھیر لیا تھا ذہن تو بس یہ سوچ رہا تھا کہ وہ صرف بیٹے کی وجہ سے ہار یں گے وہ اس لڑکی کے سامنے ہار جائیں گے جھک جائیں نہیں نہیں جسے دل سے قبول ہی نہیں کیا تو یہ سب کیوں۔ اندر توڑ پھوڑ مچی ہوئی تھی۔

''اسے سزا نہ دو سرمد یہ تمہارا اپنا بیٹا ہے۔'' وہ التجائیہ انداز میں بولیں۔

''تمہاری طائشہ سے لڑائی ہے تمہاری ناپسندیدہ لڑکی ہے تمہاری راہ میں رکاوٹ تھی اسے تو تم چھوڑ آئے مگر سرمد تمہیں اب اسکے متعلق سوچنا ہے کیونکہ بچے کی شخصیت مجروح ہو جاتی ہے۔ اگر ماں اور باپ کے ہوتے ہوئے ننھیال میں پرورش پائے۔'' وہ بڑی گہری سوچ میں ڈوبے سرمد کو آہستگی سے سمجھا رہی تھیں۔

''میرے بیٹے معاف کر دے طائشہ کو وہ تیری راہ میں رکاوٹ کب بنی ہے ایک لفظ زبان سے نہیں بولی تھی جب تم اسے چھوڑ آئے جبکہ وہ دوسری حالت میں تھی۔''

''سرمد ان کی ایک ایک بات پر غور کر رہے تھے ہر دم انہوں نے تو طائشہ کی تضحیک ہی کی تھی مگر وہ پھر ہٹ دھرمی پر اتر آئے تھے اسے تو کبھی نہیں لائیں گے۔''

انس نے اب رونا شروع کر دیا تھا۔

''میں چھوڑ کر جا رہی ہوں اسے بلال پھر چھوڑ آئے گا۔'' وہ اٹھ کر چلی گئی تھیں۔

انس نے چیخ چیخ کر رونا شروع کر دیا تھا وہ تو گھبرا ہی گئے تھے انہوں نے اب جھٹ اسے اٹھایا اور دیوانہ وار پیار کیا وہ کسمسا کر رہ گیا تھا مگر رونا نہیں بھولا تھا۔

چند ایک کھلونے تھے جو اسکی پیدائش کے بعد ہی لائے تھے مگر لا کر انہوں نے اپنی وارڈ روب میں رکھ دئے تھے انس کھلونے دیکھ کر چپ ہو گیا تھا وہ اس کی معصوم سی صورت دیکھے جا رہے تھے اسکے ہاتھوں کو چوم لیا تھا دل میں ایک سکون اتر آیا تھا۔

''بھائی جان میں اسے چھوڑنے جا رہا ہوں۔'' بلال ڈرتے ڈرتے اندر آیا تھا۔ فون کر کے کہہ دو کہ آج یہیں رہے گا۔ وہ انس کے ساتھ مگن تھے۔

''وہ تو پہلے انہیں دیکھ کر حیران تھا کہ انس کے ساتھ کھیل میں لگے ہوئے تھے اس نے تو سوچا تھا کہ ان کا منفی رد عمل ہوگا مگر یہاں تو کایا ہی پلٹ گئی تھی۔''

''بھابھی کا فون تھا بلا رہی ہیں اسے۔'' اب وہ ذرا منمنا کر بولا۔

''کہہ دو جا کر اپنی بھابی سے کہ بیٹا میرا صحیح جگہ پر آ گیا ہے وہ آرام سے رہ سکتی ہے افلاطون بھائی کے گھر۔'' ان کے لہجے میں طنز کے ساتھ ایک کاٹ بھی تھی۔

''پلیز بھائی جان بھابی پر یہ ظلم نہ کریں کیوں اذیت دے رہے ہیں۔''

''میں نے تم سے جو کہا ہے وہ کہو جا کر اب بالکل مت آنا ادھر۔'' وہ غضبناک انداز میں دھاڑے تو بلال اتنا سا منہ لے کر رہ گیا تھا کیونکہ طائشہ نے چلتے وقت بہت تاکید کی تھی کہ اسے چھوڑ ضرور جائے وہ رات سرمد نے انس کو اپنے پاس ہی رکھا تھا اور اس نے بھی انہیں بالکل تنگ نہ کیا شائد یہ باپ کی ہی محبت تھی کہ وہ جلدی ان سے مانوس ہو گیا تھا۔

●●●

''سنو آخر تم لوگوں کی تیاری کب تک پوری ہو جائے گی۔'' یاسر خاصا اکتاہٹ اور جھنجھلاہٹ زدہ ان سب کو کڑی تیوروں سے گھور رہا تھا۔

''آج کی ڈیٹ میں تو ہو ہی جائیں گی۔'' شہرینہ نے اپنا ستائشی جائزہ آئینہ میں لیا۔

''شہرینہ باجی آپ کو اتنے میک اپ کی ضرورت کیا ہے ویسے ہی کافی بلوشن ہے آپ کے رخسار پر۔'' بلال نے شرارت سے کہتے ہوئے اسکا جائزہ لیا تھا۔

''بکو مت۔'' اس نے جھینپ کر اسکے سر پر برش مارا۔

''سنو بھئی ایک خبر تو سن لو۔'' یاسر کو ایک دم یاد آیا۔

''نائل حسن تشریف لائے ہوئے ہیں۔''

''واٹ! پھر آ گیا یہ شخص پچ آئی کل ہیم۔'' وہ تو بھوکی شیرنی بن گئی تھی۔

''شہرینہ بی بی وہ بہت خطرناک آدمی ہے بڑوں بڑوں کو لاجواب کر دیتا ہے تم کس کھیت کی مولی ہو۔'' یاسر نے اسکا راستہ روکا جو بری طرح تن تنائی ہوئی تھی۔

''بس بھئی آج اسے چھوڑونگی نہیں۔'' وہ اسے دہلا دیتی تیزی تیزی سے بھاگی تھی فارحہ کو تو گھبراہٹ ہونے لگی تھی۔

''شہرینہ......! شہرینہ......!'' وہ اسکے پیچھے لپکی تھی مگر وہ تو غڑاپ سے گھس چکی تھی۔ سجی سنوری شہرینہ نے اندر ڈرائنگ روم میں قدم رکھا جہاں وہ پاپا کے ساتھ بحث میں الجھا ہوا تھا نائل نے ایک بھرپور نگاہ خوبصورت دکا منی سی

شہرینہ کو دیکھا بالکل اپسرا ہی لگ رہی تھی۔

''اب کیا مسئلہ ہو گیا آپ کے ساتھ۔'' وہ آنکھیں نکالی کھڑی تھی جبکہ پاپا اور نائل تو دونوں ہی انکے اچانک حملہ کرنے پر گھبرا گئے تھے۔

''پاپا آپ اس شخص کی دھمکیاں سنتے رہئے گا ایڈیٹ۔'' اس نے زہر خند لہجے میں کہا۔

''شٹ اپ۔'' وہ تو جھٹے سے اکھڑ گیا تھا۔

''یو شٹ اپ گیٹ آؤٹ۔'' وہ بڑے جارحانہ انداز میں اسکی طرف بڑھی تھی نفرت غصہ حقارت شعلے سب ہی کچھ تو اسکی آنکھوں سے عیاں تھا۔

''شہرینہ کیا بدتمیزی ہے۔'' پاپا نے اسکا بازو پکڑا جبکہ نائل تو دانت پیس رہا تھا بس نہیں چل رہا تھا کہ کچا ہی چبا جائے کیونکہ یہی تو رکاوٹ تھی اسکی پھوپھو کی زندگی میں مگر وہ ابرار احمد کسی طور نہیں مان رہے تھے۔

''خبردار جو اب تم یہاں آئے آخر تم سمجھتے کیا ہو خود کو۔''

''شٹ اپ۔'' پوری طاقت سے وہ چیخا تھا ایک چھٹانک بھر کی لڑکی اس سے دو بدو منہ ماری کرے وہ کہاں برداشت کرتا تھا اور پھر تھی بھی کون جسے وہ پہلے ہی نفرت کی نگاہ سے دیکھ رہا تھا۔

ابرار احمد نے شہرینہ کے رخسار پر طمانچہ جڑ دیا وہ جھنجھنا اٹھی تھی جسم و دل میں ایک طوفان برپا ہو گیا تھا آواز گنگ ہو گئی تھی پاپا نے تو آج تک اسے پھولوں کی چھڑی تک نہ ماری تھی اور آج محض اس شخص کی وجہ سے طمانچہ پڑا وہ تو اب خونخوار بن گئی اور نائل پر جھپٹ پڑی تھی۔

ابرار احمد نے اسے بڑی مشکل سے چھڑایا تھا اور پھر وہ روتی سسکتی باہر بھاگ لی تھی۔

''سوری نائل بیٹا۔'' وہ بری طرح شرمندہ ہو رہے تھے۔

''مگر اسکے تو آگ لگی ہوئی تھی ایک لڑکی اس کی تضحیک کر گئی اس سے الجھ پڑی۔'' وہ ہنکار کر رہ گیا تھا۔

''نائل وہ بس پتہ نہیں اسے کیا ہو گیا تھا۔''

''اتنے میں دوبارہ شہرینہ آندھی طوفان کی طرح اندر آئی اور نائل پر پھر ابل پڑی تھی۔''

''آئی کل ہیم۔''

''شہرینہ کیا ہو گیا ہے تمہیں۔'' پیچھے سے یاسر آ گیا۔

''میں مار دونگی اسے کیوں آتا ہے یہ شخص'' اسکا سجا سنورا روپ رونے سے سرخ ہو رہا تھا۔ نائل تو تھوڑا گھبرا بھی گیا تھا وہ بس اس بھوکی شیرنی کو دیکھ کر حیران تھا۔

''سنو یہ ہی کبھی نہیں ہوگا جو تم چاہ رہے ہو نہیں آنے دونگی تمہاری پھوپھو کو میں۔''

''میں بھی دیکھتا ہوں کیسے نہیں آنے دو گی تم۔'' اس کے لہجے میں بھی ایک ضد اور سختی تھی۔

''یاسر لے جاؤ اسے یہاں سے ورنہ کہیں میں ضبط نہ کھو دوں'' ابرار احمد خود ذہنی طور پر پریشان ہو گئے تھے۔

''نہیں آئیں گی پاپا میرے ہیں بس کسی اور کا شیئر برداشت نہیں کرونگی۔'' یاسر اسے زبردستی بازو سے گھسیٹتا لے گیا تھا۔

''نائل بیٹا تم اسکی باتوں کی پرواہ مت کرنا۔''

''سوری انکل آپکی ایسی خود سر اور بدتمیز بیٹی ہے پہلے آپ اسے چلتا کریں یہاں سے۔'' وہ بھی اکھڑا اور سرد مہری سے گویا ہوا۔

''وہ میری بیٹی ہے اسے کہاں چلتا کروں'' اب تو وہ اور سٹپٹا گئے تھے۔

"اگر یہ یہاں ہوگی تو پھوپھو کو سکون سے نہیں رہنے دے گی۔"

"ایسا بالکل کچھ نہیں ہوگا۔" وہ یقین دلانے لگے۔

"اگر آپ پھوپھو کو لانا چاہتے ہیں تو پہلے اپنی بیٹی کا بندوبست کریں۔" وہ پشت پھیر کر کھڑا تھا میں تو بیٹا ساری دوری اور غلط فہمیاں دھو کر دوبارہ رشتہ استوار کرنا چاہتا ہوں تم پلیز آمنہ کو آنے دو۔"

"سوری انکل مجھے اب آپ پر بالکل بھی بھروسہ نہیں ہے۔" وہ انتہائی بے نیازی اور سرد مہری سے ہٹا سید ھا باہر نکل گیا تھا سب نے ہی اسے جاتے دیکھا تھا کسی سے بھی وہ بات ہی نہیں کرتا تھا۔

ادھر شہرینہ کا موڈ ہی خراب رہا کسی سے بات ہی نہیں کر رہی تھی ابرار احمد کو احساس تھا کہ وہ ان سے ناراض ہے ان کی کائنات ہی تو اب اسکے بچے تھے۔ اتنے سال دیار غیر میں رہ کر آئے تھے انہوں نے اپنی پسند سے فارنر لڑکی سے شادی تو کر لی تھی مگر وہ انہیں ذہنی اور دلی آسودگی نہ دے پائی تھی یا پھر آمنہ کا بدلہ قدرت نے ان سے لیا تھا۔ جولیا نے تین سال بعد شہرینہ کو جنم دیا اور پھر انہیں چھوڑ کر اپنے بوائے فرینڈ کے ساتھ چلی گئی انکی زندگی میں دوبارہ خلاء آ گیا تھا۔ پر کرنے کیلئے واپس شہرینہ کو لے کر بیس بائیس سال بعد آئے تھے۔ سوچا کہ آمنہ کو اپنا لیں مگر شہرینہ کسی طور راضی نہیں ہو رہی تھی۔

"شہرینہ جاگ رہی ہو نا۔" ابرار احمد نے اسے لیٹے دیکھا کیونکہ وہ تین دن سے ان کے سامنے ہی نہیں آ رہی تھی۔

"بیٹا ناراض ہو نا" وہ اسکی ناراضگی بھی تو مول نہیں لینا چاہتے تھے۔

"شہرینہ واقعی جاگ رہی تھی دوپہر کو بھی کھانے پر نہیں آئی تھی ان سے رہا نہ گیا تو اپنی روٹھی ہوئی بیٹی کو منانے چلے آئے۔

"اٹھو چلو بات سنو میری" انہوں نے نرم لہجے میں پیار سمو کر کہا۔

"پلیز پاپا میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔" انتہائی رکھائی سے بولی۔

"مجھے پتہ ہے طبیعت وغیرہ ٹھیک ہے اٹھو چلو۔"

شہرینہ اب اٹھتے ہی بیڈ کی بیک کراؤن سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی چہرے پر انتہائی بے زاری اور اکتاہٹ نمایاں تھی۔

"تم نے اس دن واقعی نائل کے ساتھ بدتمیزی کی تھی۔"

"پاپا مجھے وہ شخص نہایت برا لگتا ہے۔" وہ دانت پیس کر رہ گئی۔

"بعض چیزیں اور باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ ہمیں نہ چاہتے ہوئے برداشت کرنی پڑتی ہیں۔"

"مجھے اسکا یہاں پر آنا برداشت نہیں ہے اور وہ جو چاہتا ہے میں کبھی ہونے نہیں دونگی آپ صرف میرے ہیں۔"

اس نے ابرار احمد کے گلے میں بانہیں ڈال دی تھیں وہ ایک لمحہ کو چپ سے ہو گئے کہ وہ تو کسی طرح بھی آمنہ اور عمر کو قبول ہی نہیں کرے گی مگر وہ سب باتوں کا ازالہ کرنا چاہتے تھے مگر انکی بیٹی انہیں روکے ہوئے تھی۔

"اگر آپکی سیکنڈ وائف یہاں آئی تو میں واپس جرمنی چلی جاؤں گی" ساتھ ہی وارننگ بھی دی۔ نہ وہ یہاں آ رہی ہے اور نہ تم جاؤ گی چلو اٹھو سب بچے باہر بلا رہے ہیں شائد آؤٹنگ پر جا رہے ہیں سب نے مجھے بھیجا ہے کہ تمہیں بلا کر لاؤں" انہوں نے شہرینہ کا موڈ دیکھا جواب قدرے ریلیکس تھا۔

"آتی ہوں ابھی۔" وہ ان لوگوں کو بھی مزید پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"گڈ گرل"۔ وہ اسکے رخسار پر ہلکی سی تھپکی دے کر چلے گئے تھے۔

"اس نے اٹھ کر اپنے پر مینگ زدہ بالوں کو سمیٹا کپڑے چینج کیے اور پھر باہر آ گئی تھی۔ "واقعی تم ہی ہو نا۔" یاسر

نے آنکھوں کو کھول بند کر کے حیرانگی ظاہر کی۔

"بورڈ لگا لوں اپنے چہرے پر" وہ جھینپ گئی۔

"تو لفٹ کا تو پہلے ہی لگا ہوا ہے" فارحہ نے بھی اب اسے چھیڑا۔

"اگر تم لوگوں نے واقعی چلنا ہے تو آئی ایم ریڈی۔"

"اوہو بھئی انگلش بول کر ہمیں یاد دلاتی ہیں محترمہ کہ واقعی میں باہر سے آئی ہوں۔ یاسر نے پھر شرارت سے کہا۔

"دیکھنے میں ویسے ہی نہیں بولتی ہوں اگر ایک دو الفاظ نکل جاتے ہیں تو سوری" اس نے شانے اچکائے۔

"پھر انگلش۔" بلال نے بھی مسکراہٹ کیساتھ کہا۔

"بھئی کیا تم لوگ میرے پیچھے پڑ گئے ہو۔" واقعی وہ زچ ہو گئی۔

"مجھے تو یہ دیکھ کر حیرت ہوئی ہے کہ تم جرمنی سے آئی ہوئی ہو جبکہ پیدائش بھی تمہاری وہیں کی ہے۔" فارحہ اسے بڑے غور سے دیکھ رہی تھی۔

"اردو اچھی بول لیتی ہوں نا تو یہ پاپا کی محنت ہے کہ میں یہ زبان بھی جانتی ہوں۔" اس نے شان تفخر سے کہا تھا۔

"دیکھنا کونسی زبان ہے۔" یاسر نے پھر کہا۔

"کیا ہے تم لوگوں نے اگر چلنا ہے تو چلو ورنہ پھر میں جا رہی ہوں۔"

"خبردار جو تم گئی تو پہلے ہی سب کو پریشان کیا ہوا ہے چلو آؤ۔" فارحہ نے اسکا بازو پکڑ لیا تھا پھر یہ قافلہ ہنستا مسکراتا بزرگوں سے اجازت لے کر نکل گیا تھا۔

"وہ سب خوبصورت سے آئس کریم پارلر میں بیٹھے اور ساتھ ہی خوش گپیوں میں بھی مصروف تھے۔

"ویسے میں صرف تمہیں لانا چاہ رہا تھا۔" یاسر نے سرگوشی میں فارحہ سے کہا۔

"کچھ تو خیال کر لیں" وہ دبی دبی آواز میں بولی۔

"یار یہ بزرگوں نے ہم پر بہت ظلم کیا ہے کہ نکاح کروا کر لٹکایا ہوا ہے۔" وہ سرد آہ بھر کر بولا پھر اسکے کپ سے آئس کریم کھا رہا تھا۔

"آپ بہت اوور ہو جاتے ہیں کچھ تو ان لوگوں کا خیال کر لیں۔

"اسکی آنکھوں میں تنبیہہ تھی۔"

شہرینہ کی شوخ سی نگاہیں اب ان دونوں پر تھیں فارحہ اسے دیکھتا پا کر جھینپ گئی تھی۔

"تم تنہا بھی تو نہیں ملتی ہو"۔ وہ اپنی کہے جا رہا تھا اسے اطراف کا بھی خیال نہ تھا۔

"یاسر بھائی آئس کریم پگھل رہی ہے۔" شہرینہ نے بڑے معنی خیز انداز میں کہا تو وہ خجل ہو گیا۔

"ہاں واقعی پگھل رہی ہے کیونکہ یہاں کا موسم ٹھیک نہیں ہے نا۔" فارحہ نے یاسر کے بازو پر چٹکی لی۔

"یار کتنی زور سے چٹکی لی ہے۔" وہ تو سی کر کے رہ گیا تھا۔

وہ سب لوگ اٹھ گئے تھے صدف اور فارحہ تو یاسر کے ساتھ گاڑی میں آئے تھے جبکہ شہرینہ بلال کے ساتھ موٹر بائیک پر آئی تھی۔ وہ لوگ تو گھر کی طرف روانہ ہو گئے تھے جبکہ بلال کا پروگرام تھا کہ طائشہ بھابی کے پاس چکر لگائے کافی دنوں سے انس کو بھی نہیں دیکھا تھا۔

"بلال اگر نائل حسن ہوا تو۔" وہ دونوں اب گھر کے باہر کھڑے تھے۔

"ہونے دیں آپ نے بس تحمل سے رہنا ہے۔"

"اگر اس نے بدتمیزی کی ناواقفی میں اسکا مرڈر کر دونگی۔" اس نے غصہ سے مٹھیاں بھینچ لی تھیں۔

"یار کیا کہہ رہی ہیں آ یئے چلیئے" وہ اسکا ہاتھ پکڑ کر اندر لے آیا دروازہ کھلا ہی مل گیا تھا۔

"نائل بھی موجود تھا عموماً وہ آٹھ بجے تک آفس سے آجاتا تھا اسی لئے وہ موجود ہوتا تھا اب تو شہرینہ نے کڑوا سا منہ بنالیا۔

"ہیلو ایوری باڈی" بلال نے شوخی سے بول کر اپنی موجودگی کا احساس دلایا۔

"پھر آ گئے تم" نائل نے جو نگاہ اٹھائی تو پلٹنا ہی بھول گئی تھیں کیونکہ بلال کے ساتھ وہ نازک اندام لڑکی بھی تو موجود تھی جھٹ سر کو جھٹک بھی دیا۔

"ارے آپ ہیں موجود" بلال اب اسکی طرف ہی آ گیا جبکہ نائل شہرینہ کے خوبصورت پیکر کو دیکھ رہا تھا۔

"آؤ بیٹھو۔۔۔ادھر آ کر" آمنہ نے دونوں کو ہی لاؤنج میں بلالیا تھا وہ گھبراتی جھجکتی ہوئی بلال کے برابر میں بیٹھ گئی تھی اٹھتی گرتی گھری پلکوں کی جھالر اسکی دودھیا رنگت پر الگ چھب دے رہی تھیں۔

"تمہیں چین نہیں ہے جو ہر دوسرے دن آ جاتے ہو"

"نائل بھائی جھوٹ تو نہ بولیں پورے دس دن بعد آیا ہوں جبکہ آپ تو دو دن پہلے آئے تھے۔" وہ بھی حساب برابر کرنے میں ماہر تھا۔

"میں تو آتا رہوں گا۔" دھونس سے کہا۔

"آمنہ اور طائشہ اسے خفگی نگاہوں سے دیکھ رہی تھیں جس پر تیز اور گھورتی نگاہوں کا بھی اثر نہیں ہوتا تھا۔

"میں بھی آتا رہوں گا اصل میں میرے رشتے دار رہتے ہیں" اب اس نے نائل کو لاجواب کیا۔ چلو تمہارا تو سمجھ آتا ہے یہ محترمہ کس سے ملنے آتی ہیں۔" نائل نے کاٹ دار اور سلگتی نگاہ شہرینہ پر ڈالی پرسوں تو حد کر دی تھی اس نے وہ بھی رکھ کر ایک جھانپڑ لگا سکتا تھا مگر برداشت کر گیا تھا۔

"بلال اٹھو" اسکے تو آگ لگ گئی تھی۔

"آئی کیوں تھیں۔"

"شہرینہ ابرار" بلال نے مسکرا کر تعارف کرایا۔

"یہ واقعی" وہ خوش ہو کر گویا ہوا۔

"شہرینہ آپی یہ عمر ابرار احمد ہے آپ کا بھائی۔"

"دونوں ہی چونکے تھے"

"یعنی کہ اسٹیپ سسٹر۔" عمر بولا۔

"ہاؤ آر یو سویٹ سسٹر۔" وہ تو فوراً خوشی میں دوستی کرنے کھڑا ہو گیا۔

"کیوں عمر دوستی کرتے ہو لوگ برداشت نہیں کرینگے کیونکہ پورا قبضہ جمایا ہوا ہے انکل پر۔" نائل نے قدرے توقف کے بعد طنزیہ مسکراہٹ پھینکی۔

"حالانکہ عمران کی نظر میں تو تمہاری اہمیت زیادہ ہے بلکہ ان محترمہ کا تو فیملی بیک گراؤنڈ فرنگیوں سے تعلق رکھتا ہے۔"

"شہرینہ ہونٹوں پر چپ کی مہر ثبت کئے بیٹھی تھی حالانکہ اندر تو طوفان آیا ہوا تھا۔

"نائل تم باز نہیں آؤ گے۔" طائشہ انس کو لے کر آ گئی تھی۔

"آپی مجھے عمر کو تو بتانے دیں تا کہ اپنا حق لے سکے کیونکہ انکل پر حق ان کا نہیں بلکہ عمر کا بھی ہے۔" وہ دانت پیس رہا تھا۔

شہرینہ سے مزید نائل کی بکواس برداشت نہ ہوئی تو وہ تیزی سے باہر نکل گئی تھی سب ہی نے حیرانگی سے اسے غصے میں بھرے جاتے دیکھا تھا طائشہ اور جہاں آراء کی غصیلی نگاہیں نائل پر تھیں۔ مگر وہ بھی اپنے نام کا ایک تھا وہ بھی اپنے کمرے میں گھس گیا تھا بلال بھی خاصا بدمزا ہو کر گیا تھا اس رات کسی نے بھی نائل سے بات نہ کی تھی۔

● ● ●

دوسرے دن وہ آفس سے آیا تو لاؤنج میں ہی آ کر بیٹھ گیا تھا بغیر ناشتہ کئے ہی نکل گیا تھا۔ طائشہ انس کو گود میں لئے بیٹھی تھی مگر چہرے پر فکرمندی اور پریشانی کی جھلک تھی مسلسل انس کو دیکھے جا رہی تھی نائل سے برداشت نہ ہوا تھا۔

"آپی خیریت تو ہے۔"

"ہوں۔۔۔ہاں" طائشہ نے چونک کر سر اٹھایا۔

"کیا ہوا اتنی پریشان کیوں ہیں۔" اس نے گود میں لیے انس کے سر پر ہاتھ پھیرا جو اسے دیکھ رہا تھا۔

"اوہ اسے تو بخار ہو رہا ہے۔"

"تمہیں اس سے کیا ہٹو یہاں سے مت بات کرو مجھ سے۔" وہ تو بپھر ہی گئی تھی۔

"آپی......آپی سوری مجھے معاف کر دیں۔" اس نے طائشہ کو اپنے شانے سے لگایا۔

"تم پر بوجھ ہوں میرا اور میرے بچہ کا بوجھ اٹھانا پڑ رہا ہے نا۔"

"اف آپ یہ کیا کہہ رہی ہیں۔" اسے طائشہ کے ایسے ردعمل کی توقع نہ تھی۔

"تم اس لئے کرتے ہو نا کہ میں سسرال چلی جاؤں۔ وہ رونے لگی تھی۔

"کس بھائی کی خواہش نہیں ہوگی کہ اس کی بہن سسرال میں خوش رہے۔" وہ بھی پریشان ہو گیا میری قسمت میں خوشیاں نہیں ہیں میرے بھائی تم نہیں کیا کرو ایسی باتیں وہ سب تمہیں برا کہیں گے۔"

"آپی میں تو برا ہوں آپ تو نہیں ہیں آپ کا کیا قصور اور اس ننھی سی جان کا کیا قصور ہے جو سرمد بھائی پر اب بھی کچھ اثر نہیں ہو رہا ہے۔" وہ بھی روہانسا ہو گیا۔

"یہ تو ان کا خون ہے اس کے طفیل ہی آپ کو لے جائیں۔"

"ان کا دل پتھر ہے سخت ہے انکے دل میں بیٹے کی محبت بھی نہیں جاگے گی۔" حسرت و یاس کا عرصہ کافی ہوتا ہے بہت میں نے اذیتیں اٹھائیں ہیں۔ میرے بھائی میں تھک گئی ہوں۔" وہ اسکے شانے سے لگ گئی نائل نے اسکے سر پر ہاتھ رکھ دیا۔

"آپ مجھ پر کبھی بوجھ نہیں ہوں گی آپ کا بھائی موجود ہے اسکا ماموں موجود ہے کبھی آپ کو بوجھ نہیں سمجھے گا۔" اس نے یقین دلایا۔

"اور ہاں اگر اب بلال اسے لینے آئے تو آپ قطعی نہیں بھیجیں گی۔"

"پھر وہی تمہاری ضد اس کے دادا دادی کو تو اسکی محبت آتی ہے نہ" وہ جھٹ بولی۔

"ان کی محبت کی آپ کو ضرورت نہیں ہے سب سے بڑھ کر آپ کو سرمد بھائی کی ضرورت ہے۔"

"نائل ایسی باتیں مت کیا کرو۔" وہ اس کو اب لپٹانے لگی۔ "دیکھیے گا میں سرمد علی خان کو بیٹے کی محبت سے ترسا دونگا پتا لگے گا انہیں کس سے ٹکر لی تھی۔" اسکی ازلی ہٹ دھرمی عود کر آئی تھی۔

طائشہ نے سہم کے نائل کے تنے ہوئے چہرے کو دیکھا جہاں ناگواری اور غصہ تھا اسے بھی غصہ آتا تھا تو مقابل

نہیں دیکھتا تھا کہ کون موجود ہے۔

"اب رہی سہی کسر تم پوری کر دینا اچھا۔" وہ غصے میں آ گئی۔

"آپ کو بس میں نے کہہ دیا ہے کہ انس کو وہاں نہیں بھیجیں گی پہلے میں پھوپھو کے مسئلے کو ہینڈل کر لوں اور یہ شہرینہ کا بھی سوچتا ہوں۔" وہ گہری سوچ کے ساتھ تھا کیونکہ اسکے ذہن نے تو ایک آئیڈیا تخلیق کر لیا تھا مگر وہ ابھی کسی سے بھی کہنا نہیں چاہتا تھا۔

"آپ دونوں کوئی فالتو چیز نہیں ہیں قول و اقرار کروا کر ہی بھجواؤں گا اور ان کی ایک لگام اپنے ہاتھ میں رکھونگا تا کہ آئندہ سرمد علی خان تو آپ سے کچھ نہ کہہ سکے۔" وہ جما جما کر بول رہا تھا۔

"نائل مت کرو ایسی باتیں مجھے ڈر لگ رہا ہے۔" طائشہ نے اسکا ہاتھ پکڑا۔

"آپ انھیں اسے ڈاکٹر کے لے کر چلیں کب سے بخار ہو رہا ہے۔" اب اس نے جھٹ بات ہی بدلی۔

"روزانہ شام سے چڑھ رہا ہے تیز ٹھنڈے پانی کی پٹیاں رکھی تھیں۔" وہ بولی۔

"آپ نے رات ہی مجھے کیوں نہیں بتایا" اب اس نے نڈھال سے انس کو گود میں اٹھایا۔

"نائل پھر اسے ڈاکٹر کے پاس لے کر گیا اس نے دوائیاں لکھ دی تھیں طائشہ کافی فکر مند تھی کیونکہ وہی تو ایک سرمد کی نشانی اسکے پاس تھی اسکی بدولت ہی کبھی تو سرمد لوٹ کر آئیں گے بس ایک اسی آس پر وہ زندگی گزار رہی تھی۔

● ● ●

"آخر پریشانی کیا ہے مجھے بتاؤ"

"بس پاپا میرا دل نہیں لگ رہا ہے" وہ بولی تو تائی امی نے چونک کر اسے دیکھا۔

"بیٹی ہماری محبتوں میں کمی پائی ہے تم نے کیا"

"نہیں تائی امی ایسی بات نہیں ہے بس میرا دل ڈر رہا ہے۔" شہرینہ کو اس دن کی نائل کی باتیں ڈرانے کا پیش خیمہ بنی ہوئی تھیں۔

"کیسا ڈر......" اب تائی امی نے اسے گلے سے لگایا۔

"کہیں نائل حسن پاپا کو کوئی نقصان نہ پہنچا دے۔"

"ارے پگلی ایسا نہیں کر سکتا وہ بس ذرا غصے کا تیز ہے مگر لڑکا بہت اچھا ہے۔" وہ نائل کی حمایت میں بولیں۔

"وہ بدتمیز شخص ہے بس مجھے نہیں پسند۔"

"شہرینہ......" پاپا تیز لہجہ میں بولے۔

"پاپا وہ میں تو"

"چپ رہو تم اچھا نائل کی لڑائی مجھ سے ہے تم بیچ میں مت پڑو اور اپنے ذہن پر بوجھ بھی مت ڈالو۔"

"مگر پاپا وہ شخص بدتمیزی پر بدتمیزی کرتا جائے اور آپ کچھ نہ کہیں۔"

"میں اس لئے کچھ نہیں کہتا کہ غلطی میری تھی۔" وہ کچھ نادم سے بولے۔

"ابرار اب تم آمنہ کو لے آؤ۔" شہرینہ نے جھٹ تائی امی کو دیکھا یہی تو وہ نہیں چاہتی تھی کہ آمنہ ادھر آئیں پھر تو اسکی کوئی اہمیت ہی نہ رہے گی۔

"اگر وہ یہاں آئیں گی تو مجھے جرمنی واپس بھیج دیں۔" وہ منہ پھیر کر بولی۔

◆ ◆ ◆

"دماغ تو درست ہے تمہارا وہاں تم کہاں رہو گی؟"

"بہت فرینڈز ہیں ممی کے ممی کے پاپا ہیں" وہ تو چڑ گئی۔

"تمہیں پتہ ہے تمہاری ممی کے پیرنٹس سے ہمارا کوئی رشتہ نہیں ہے۔"

"آپ کا نہیں ہے میرا تو ہے کیا ہوا وہ لوگ فارنر ہیں ہوں تو میں بھی ان کی بیٹی۔" وہ ابرار احمد سے ضد کر رہی تھی۔

"شہرینہ بچی کیسی باتیں کر رہی ہو۔" تائی نے گھبرا کر اسکا ہاتھ تھاما۔

"پلیز تائی امی مجھ میں برداشت نہیں ہے میں آمنہ کو برداشت نہیں کر سکتی۔" وہ چیخ اٹھی دیکھا آپ نے بھابھی میں محض آمنہ کو اسکی وجہ سے نہیں لا رہا تھا۔" شہرینہ دوڑتی ہوئی چلی گئی تھی غصہ اس کا آسمان کو چھو رہا تھا۔

"تم بس یہی سوچتے رہنا اسے کونسا یہیں رہنا ہے بیٹیاں پرایا دھن ہوتی ہیں جلدی اس کی شادی کرنی پڑے گی۔" وہ بولیں۔

"وہ تو مجھ سے بدگمان ہو جائے گی۔"

"تم ابرار آمنہ کا بھی سوچو تمہارا ایک بیٹا ہے اسکے مستقبل کی فکر کرو سب ٹھیک ہو جائے گا دیکھنا آمنہ اسے ماں کی محبت دے گی نا تو خود ٹھیک ہو جائے گی۔" ان کے لہجے میں وثوق و یقین تھا۔

"اگر وہ سب نہ ہوا۔" وہ کچھ فکر مند تھے۔

"آمنہ ایسی نہیں ہے تم اسے لے آؤ۔"

"مگر وہ نائل بھی تو نہیں آنے دے رہا ہے۔" انہیں نائل کا بھی خطرہ تھا۔

"عجیب باؤلا لڑکا ہے اتنا غصہ کرتا ہے میں تو چاہ رہی ہوں طائشہ بھی آ جائے مگر سرمد سے کہنے کی ہمت نہیں پڑ رہی ہے۔" وہ کچھ افسردگی سے گویا ہوئیں۔

"آمنہ آئے گی تو کچھ سبب بن سکتا ہے طائشہ کے آنے میں۔" ابرار احمد کو بھی ایک تھوڑی سی آس تھی۔

● ● ●

"شہرینہ کا موڈ خراب رہنے لگا اسے آمنہ بیگم سے چڑ سی ہونے لگی تھی جو اس کی محبت کی حصہ دار بنی ہوئی تھیں وہ ٹیرس پر کھڑی لان میں دیکھ رہی تھی ذہن مضطرب تھا، دانت پیس رہی تھی۔

"طائشہ بھابھی چل رہی ہیں۔" بلال نے آ کر کہا تو وہ خیالات سے چونک گئی مگر وہ اسکی طرف متوجہ نہ ہوئی۔

"یار شہرینہ بجو آپ کے موڈ کو ہو کیا گیا ہے۔"

"بلال پلیز می آلون۔" وہ بےزاری سے بولی۔

"میں آپ کو گھمانے پھرانے لے جانے کیلئے آیا ہوں کچھ موڈ فریش ہو گا۔"

"نہیں کرنا مجھے فریش۔" ترش لہجے میں بولی۔

"بھابھی کے چلتے ہیں ان کو بھی لے کر آؤں گا واپسی میں آپ کے پسند کا فلیور بھی کھلاؤں گا۔"

"بلال تم چلے جاؤ میرے سر میں درد ہو رہا ہے۔" وہ اب بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگی۔

"آخر بات کیا ہوئی ہے۔" وہ بھی تشویش میں تھا۔

"کوئی بات نہیں ہوئی ہے میں ہی کانٹا ہوں میں ہی چلی جاؤں گی۔" آنکھوں کی نمی در آئی۔

"ہیں...... ہیں یہ کس نے کہا۔"

"سنو بلال یہ جو گھر میں ہو رہا ہے نا وہ میں ہونے نہیں دوں گی میری شخصیت کو مجروح کیا جائے یا مجھے اگنور۔"

"کس نے کر دیا آپ کو اگنور۔" وہ تو حیران تھا۔

"پوچھو جا کر تم اپنی امی سے میں سب کو بری لگنے لگی ہوں۔"

"میری تو سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔" وہ کھسیا گیا۔

"اس وقت تم چلے جاؤ میں تمہیں سمجھا بھی نہیں رہی یو کین گو۔" وہ آنکھوں میں غصہ لئے کہہ رہی تھی بلال کچھ نہ بولا اور اٹھ کر باہر آ رہا تھا تو راہداری سے گزرتے سرمد نے اسے روک لیا۔

"بلال کہیں جا رہے ہو۔" وہ نظریں چرا کر بولے۔

"آپکو کوئی کام ہے۔"

"بلال نے انہیں دیکھا جو کچھ پریشان لگ رہے تھے۔

"بلال انس کو لے آؤ جا کر۔"

"جی" وہ اچھل گیا۔

"ہاں لے آؤ میں بہت مس کر رہا ہوں۔" وہ آج بیٹے کی محبت کے آگے ہار گئے تھے بلال نے مسکرا کر انہیں دیکھا جو اپنے کمرے کی طرف چلے گئے تھے۔

بلال کا ارادہ تو تھا انس کو لانے کا مگر اس نے سوچا کہ شہرینہ کو لے جائے گا اس کا موڈ خراب ہونے کی وجہ سے اب وہ خود ہی چلا گیا تھا۔

• • •

دوسرے دن سرمد سے برداشت نہ ہوا تو وہ بلال سے پھر بولے۔

"تم گئے نہیں تھے اس کو لینے۔" وہ خاصے سنجیدہ تھے۔

"بھائی جان میں گیا تھا انس کو بہت تیز بخار ہے۔"

"کب سے ہو رہا ہے؟ وہ فکرمند ہو گئے۔"

"بھابھی بتا رہی تھیں ایک ہفتے سے چل رہا ہے۔"

"لاپرواہی ہی برتی جا رہی ہو گی۔"

"نائل بھائی روز ڈاکٹر کے پاس لیکر جاتے ہیں" وہ جھٹ سے بولا۔

"امی آپ اسے یہاں بلوا لیں میں خود ڈاکٹر کو دکھاؤں گا۔" اب وہ اپنی امی سے مخاطب ہوئے۔

"وہ نائل بھائی آنے نہیں دے رہے۔"

"وہ اس لئے نہیں آنے دے رہا ہو گا کہ بیمار جو ہے۔" امی نے جھٹ بات بنائی کہ کہیں وہ نائل کا سن کر مشتعل ہی نہ ہو جائیں۔

"وہ کون ہوتا ہے جو آنے نہیں دے رہا ہے بلال کو آپ بھیجئے گا۔" تیز لہجے میں بولے۔

"ایسے تو اور معاملہ بگڑ جائے گا۔" امی کو ان کے غصے سے ڈر لگا تھا پھر بھی ڈرتے ڈرتے گویا ہوئیں۔

آپ اس سے ڈرتے رہیئے ایسا ہی وہ کہیں کا لینڈ لارڈ ہے جو آپ لوگ ڈر جاتے ہیں میں لے کر آؤں گا دیکھتا ہوں کیسے روکتا ہے۔" انہیں بھی ضد آ گئی۔

"یاسر تم آفس جاؤ کچھ e-mail آئیں گی وہ چیک کر لینا۔"

"سرمد تم وہاں نہیں جاؤ گے۔" امی ڈائننگ ٹیبل سے کھڑی ہو گئی تھیں کیونکہ وہ کافی غصے میں تھے۔

"میں جاؤں گا اور دماغ بھی درست کرتا ہوں اس کا کیا سمجھتا ہے خود کو۔"

"بھائی جان میں دوبارہ جاؤں گا آپ پلیز نہ جائیں۔" بلال بھی ڈر رہا تھا اس کے منہ سے کیا نکل گیا کہ سرمد تو سن کر ہی آگ بگولہ ہو گئے۔

"اب میں جاؤں گا کیونکہ میرا بیٹا ہے۔" وہ یہ کہہ کر بہت تیزی سے چلے گئے۔

"تائی امی آپ بھی جایئے کہیں معاملہ بگڑ نہ جائے۔" یاسر نے ان سے کہا جو سکتے میں تھیں۔

"انس کدھر ہے۔" وہ طائشہ کو نظرانداز کر کے بولے آج وہ کتنے عرصے بعد دیکھ رہے تھے وہی معصومیت اور پاکیزگی تھی۔

"جی وہ اندر ہے۔" وہ گھبرا گئی۔

"لے کر آؤ جلدی میں لینے آیا ہوں۔" سرد مہری سے بولے۔

"بیٹا تم بیٹھو تو۔" امی تو داماد کو دیکھ کر نہال ہو گئی تھیں۔

"میں بیٹھنے نہیں آیا ہوں مجھے اپنے بیٹے کو لینا ہے۔"

"اتنی صبح وہ آج ان کے گھر میں تھے نائل بھی ابھی آفس کے لئے نکل ہی رہا تھا۔

"اوہو سرمد صاحب آئے ہیں" وہ طنز کرتا ہوا اپنے کمرے سے نکلا۔

"دیکھو میں تمہارے منہ لگنے نہیں آیا ہوں اپنا بیٹا لینے آیا ہوں۔ وہ خاصے روکھے تھے۔

"بیٹا بڑی جلدی یاد آ گیا آپ کو۔" وہ شرٹ کے بٹن لگا رہا تھا۔

"نائل اس وقت میں طنز بھری تمہاری بکواس سننے نہیں آیا ہوں۔"

"آپ سن لیں انس نہیں جائے گا۔" وہ رعونت سے بولا۔

"دیکھتا ہوں مجھے کون روکتا ہے کدھر ہے انس۔" اس نے اب طائشہ سے پھر پوچھا۔

"بیمار ہے وہ۔" طائشہ کے بجائے اس نے جواب دیا۔

"دیکھو میں اپنی بیوی سے مخاطب ہوں۔"

"اوہو! امیزنگ جوک سرمد صاحب بیوی بھی یاد ہے آپ کو۔" اس نے استہزائیہ کہا۔ سرمد نے خجل ہو کر اسے دیکھا پھر لب بھینچ لئے۔

"سنو تم چپ رہو تو زیادہ بہتر ہے۔"

کیسے چپ رہوں میری بہن ہے یہ، سمجھے آپ؟ جسکی آپ نے زندگی برباد کر دی ہے۔"

نائل خاموش ہو جاؤ۔" امی تو چیخ پڑیں امی پوچھئے کیوں آئے ہیں یہ۔" وہ اب پھنکارنے لگا۔

"بیوی اور بیٹا ہے اس لئے آئے ہیں۔"

دو سال بعد خیال آیا بھی تو صرف بیٹے کا ارے آپ سب لوگ ہی دھوکہ باز ہیں۔"

"شٹ اپ" سرمد دھاڑ اٹھے۔

"نائل خاموش ہو جاؤ" طائشہ نے نائل کا بازو پکڑا اور پھر اتنے میں بلال اور امی بھی آ گئیں۔

"آج تو حیرانگی کا دن تھا طائشہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے اسکی آواز اندر پھنس گئی تھی سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ ہوئے یا اب روئے۔"

"ارے میں تو دوڑی آئی کہیں الٹا سیدھا نہ ہو جائے۔" وہ پھولی ہوئے سانسوں کے ساتھ تھیں۔

"لے کر آؤ انس کو" سرمد پھر طائشہ سے حکم بھرے لہجے میں کہا۔

"نہیں جائیگا وہ۔" نائل دیوار بن گیا۔

"دیکھتا ہوں کیسے نہیں جانے دیتے۔" سرمد اسے دھکیلتے ہوئے اندر گئے اور سوئے ہوئے انس کو اٹھایا جو بخار میں پھنک رہا تھا اسے سینے سے لگایا اور باہر نکل گئے نائل نے بس حیرت بھری نگاہ سے بہن کو دیکھا جو رو رہی تھی کیونکہ سرمد اسے چلنے کو کہاں کہہ کر گئے تھے۔

"چلو طائشہ تم بھی۔" سرمد کی امی نے طائشہ کا بازو ہلایا۔

آپکے صاحبزادے نے کہا۔" نائل نے کہا۔

۔"نائل کیا بدتمیزی ہے جانے دو اسے، طائشہ جاؤ قدرت نے تمہیں موقع دیا ہے کیا ہوا اگر سرمد نے نہیں کہا اشارہ ہی کافی ہوتا ہے پھر انس اس کے بغیر کب رہے گا۔" آمنہ نے طائشہ کو بھیجا۔

"جاؤ طائشہ جاؤ۔" سرمد کی امی نے بھی کہا اور پھر وہ بھی تیزی نکل گئی سرمد ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے تھے جبکہ انس ان کی گود تھا وہ بھی فرنٹ ڈور کھول کر بیٹھ گئی سرمد سے اس نے انس کو ڈرتے ڈرتے لیا کیونکہ ڈرائیونگ کرتے ہوئے چہرے پر ایک اور بے نیازی تھی۔ انہوں نے اسکی جانب ابھی تک نظر بھر کر بھی نہیں دیکھا تھا۔ ڈاکٹر نے انس کو ٹائیفائیڈ بتایا تھا۔ وہ اور بھی فکر مند سے ہو گئے تھے۔

• • •

طائشہ گھر تو آ گئی تھی مگر سرمد نے ایک بار بھی اسے نہ مخاطب کیا تھا نہ دیکھا تھا وہ گم صم بیٹھی تھی۔ وہ خود کو سرمد کی تابع ہی سمجھنے لگی تھی اور ان پر بھی شکر ادا کرتی کہ کچھ تو بات کرتے ہیں چاہے انس کے حوالے سے ہی اس دن وہ رات میں کچن میں برتن دھو رہی تھی فارحہ بھی ساتھ لگی ہوئی تھی مگر پھر فارحہ کو طائشہ نے بھیج دیا برتن کیبنٹ میں لگانے تھے انس کی رونے کی آواز تھی۔

"طائشہ انس رو رہا ہے اسے لو جا کر اب بس۔" امی نے آ کر کہا۔

"کام ختم کر کے آ رہی ہوں۔" وہ چاہ رہی تھی کہ سارے برتن لگا دے۔

"فارحہ کو دے دیں انس کو۔" وہ بدستور مصروف بولی۔

"سرمد آ گیا ہے اسکی گود میں ہے۔" انہوں نے بتایا۔

"کیا بات ہے کچھ خیال بھی ہے کہ کتنی دیر سے رو رہا ہے۔" سرمد کی دھاڑتی آواز اس کی پشت پر ابھری تو طائشہ تو برتن بھی ہاتھ سے چھوٹ کر زمین بوس ہو گئے۔

"وہ آ رہی تھی میں۔"

"تمہارے کام اتنی رات گئے تک چلتے ہیں کچھ خیال ہے تمہیں اس کا کتنا رو رہا ہے مگر دماغ تمہارا حاضر ہو تو کچھ کرو۔" وہ ذرا سی دیر میں بے عزتی کر دیتے تھے کسی کو بھی نہیں دیکھتے تھے۔ امی جز بز سی تھیں۔

"بیٹا آ رہی تھی یہ۔"

"پلیز امی آپ سائیڈ مت لیا کریں" وہ بولے۔

"سنو ہر وقت اس پر سوار مت رہا کرو دوپہر بھر اسے لئے بیٹھی رہی تھی گھر کے کام بھی دیکھ رہی تھی۔" انہیں سرمد پر غصہ آ گیا۔

"کوئی احسان نہیں کر رہی محترمہ۔ یہ سب تو انہیں کرنا ہے اگر نہیں کرنا تو جا سکتی ہیں اپنے چہیتے بھائی کے گھر۔" لہجے میں کاٹ تھی طائشہ لب کاٹ رہی تھی۔

"اف سرمد تم تو بات کو بڑھا دیتے ہو۔"

"بات میں نہیں بڑھاتا سمجھائیے اپنی بہو کو اپنے بیٹے کی طرف سے لاپرواہی برت رہی ہے۔ ورنہ بری طرح پیش آ سکتا ہوں۔" وہ اسے وارننگ دے رہے تھے۔

"جیسے پہلے بہت اچھی طرح پیش آتے ہو اس بے چاری کا کیا قصور ہے۔"

"قصور اونہہ اسی کا تو ہے میری ہنستی بستی زندگی خراب ہو گئی ہے۔" وہ جھنجھلا گئے طائشہ آنکھوں میں آنسو لئے اپنے بیڈروم میں چلی آئی تھی باتھ روم میں جا کر آنسو بہائے چہرے پر پانی کے چھینٹے مار کر باہر آ گئی دیکھا سرمد اس کو بیڈ پر لیٹا رہے تھے۔

"دوائی پلائی تھی؟" انہوں نے اسکی رونی صورت دیکھی۔

طائشہ نے سر ہلایا۔

"زبان نہیں ہے تمہارے منہ میں۔" وہ پھر گرجدار آواز میں دھاڑے تو وہ بول پڑی۔

"جج جی پلائی تھی شام سات بجے۔"

"اب بارہ بج رہے ہیں اس وقت کی ڈوس دو اسے۔" انہوں نے شرٹ کے بٹن کھولے سینے کے کالے گھنے بال نظر آنے لگے یہی تو ان کی مردانگی کی ایک دلکش جھلک تھی طائشہ انس کے کپڑے بدلنے لگی تھی جبکہ سرمد چینج کرنے ڈریسنگ روم میں چلے گئے۔

"میرا سلیپنگ سوٹ کدھر ہے۔؟ وہ باہر آ کر بولے۔

"اوہ وہ تو ٹب میں بھگو کر رکھا تھا دھونا بھول گئی۔" طائشہ کو اپنا سانس رکتا ہوا لگا۔

"تم سے کچھ نہیں ہوتا یہی آرام طلبی کرنی ہے تو جا سکتی ہو تم یہاں سے مگر بیٹے کو چھوڑ کر۔" وہ زور دے کر بولے جبکہ وہ ٹوٹ کر رہ گئی۔

"یہ میرا بھی بیٹا ہے۔"

"اس پر صرف حق میرا ہے تمہارا بس اتنا کام تھا کہ اسے جنم دیا۔" زہر خندہ انداز تھا۔

"میں نے تکلیفیں برداشت کی تھیں۔" وہ روہانسی ہو گئی۔

"احسان کر رہی ہو مجھ پر رعب ڈال رہی ہو بولو۔" وہ اسکے قریب آ گئے طائشہ سہم کر رہ گئی کیونکہ ان کی آنکھوں سے شعلوں کی لپک باہر آنے لگی۔

"نن...... نہیں تو میں تو ایسے ہی بول رہی تھی۔" اسکی آواز ہی دب گئی۔

"آئندہ اگر میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کی نا تو حشر خراب کر دونگا تمہارا۔" سرمد اس کی تضحیک پر تضحیک کر رہے ہیں۔

دوسال میں بہت زبان چل گئی ہے یہ سب تمہارے اس نکمے بھائی کی ہی بدولت ہے کبھی مجھ پر رعب ڈالنے کی کوشش مت کرنا یاد رکھنا یہاں اگر آئی ہو تو ہمیشہ کے لئے جا بھی سکتی ہو۔" وہ یہ کہ کر بیڈ پر آ کر لیٹ گئے انہیں بہت غصہ آ رہا تھا۔ نگاہ روتی ہوئی طائشہ پر ڈالی جو ان سے قدرے فاصلے پر بیٹھی تھی۔

"آنسو بعد میں بہانا پہلے دوائی پلاؤ اسے پتہ نہیں کس ڈاکٹر کو دکھایا تھا یہ حشر کر دیا میرے بیٹے کا۔" اب ایک اور نشتر مارا مرتی نا کیا نہ کرتی کے مصداق اٹھی اور انس کو دوائی پلائی وہ کسمایا رونے لگا۔

"لاؤ اسے ادھر دو بالکل بھی اسکی پرواہ نہیں ہے پتہ نہیں کہاں دماغ کھویا رہتا ہے ہر وقت اپنے گھر والوں میں کھوئی رہتی ہو گی۔" انہوں نے اس کو گود میں اٹھا لیا جو جل رہا تھا طائشہ کے پاس آنے کی ضد کر رہا تھا۔

طائشہ اب باہر جانے لگی وہ پھر بول اٹھے۔

"کہاں جا رہی ہو اب۔"

"فیڈر لے کر آتی ہوں اسکی۔" وہ سپاٹ لہجے میں بولی۔

"تم نے اسے خالی پیٹ دوا پلا دی کیسی عورت ہو تم اینٹی بائیوٹک دوائیاں ہیں کچھ خبر ہے تمہیں۔" وہ پھر چیخے۔

"وہ......وہ میں بھول گئی۔" اب تو اور اسکی حالت تباہ ہو گئی۔

"دوائی پلانی تم بھول گئیں میرا اسلیپنگ سوٹ دھونا بھول گئیں اب اس کی فیڈر تم بھول گئیں۔" وہ اسکے قریب چلے آئے اس کا اس وقت دماغ گھوم رہا تھا۔ جبکہ طائشہ کو اپنی جان نکلتی ہوئی لگ رہی تھی آواز اندر ہی گھٹ رہی تھی پسینے الگ آنے لگے خوفزدہ ڈر سے۔

"گیٹ آؤٹ دفع ہو جاؤ تم یہاں سے۔" وہ دھاڑے اور وہ روتی ہوئی نکل گئی سر مد کتنے کٹھور بنے ہوئے تھے ذرا اس کا احساس نہیں تھا انہیں بس اس وقت بیٹا پیارا تھا۔

● ● ●

"آخر تم سوچ کیا بیٹھے ہو؟ انوار احمد نے ابرار احمد سے کہا۔

"بھائی صاحب وہ شہرینہ کی وجہ سے میں۔" وہ بولتے بولتے رکے۔

"تم بس یہی سوچتے رہنا وہ بچی ہے سمجھ جائے گی تم ایک بار آمنہ کو لے آؤ پھر خود ٹھیک ہو جائے گی۔"

"مگر شہرینہ نہیں مان رہی ہے۔" وہ خاصے مضمحل سے تھے۔

"تم بیٹی کی مانتے رہنا وہ کونسا ساری عمر یہاں رہے گی میں تو کہتا ہوں اسکا بھی ساتھ ہی بندوبست کرتے ہیں۔"

"شہرینہ نے جیسے ہی سنا الٹے قدموں کمرے میں گئی تھی کافی دیر سے کھڑی وہ تایا ابو اور پاپا کی گفتگو سن رہی تھی مگر اب اسکی برداشت کی ایک حد تھی بری طرح کھول رہی تھی دل یہ چاہ رہا تھا پوری دنیا کو آگ لگا دے یا سب کو کھری کھری سنا دے جو اس کے وجود کو ناگوار سمجھ رہے تھے اسے کانٹا سمجھا جا رہا تھا کیونکہ آمنہ اور عمر کے لئے وہ ایک دیوار تھی جسے راستے سے ہٹانے کے منصوبے تیار ہو رہے تھے۔

"وہ شخص نائل حسن جیت جائے کبھی نہیں میں تمہیں جیتنے دونگی۔" اندر ایک لاوا اپک رہا تھا شہرینہ مٹھیاں بھینچے ادھر سے ادھر چکر لگا رہی تھی وہ آمنہ کو ممی کی جگہ نہیں دے سکتی تھی وہ محبت میں شیئر نہیں چاہتی تھی اسکے پاپا صرف اسکے ہیں وہ بیڈ پر اوندھی لیٹ کر رو رہی تھی ویسے ہی وہ پاپا سے کافی دنوں سے بات نہیں کر رہی تھی۔ وہ تو منتظر ہی رہی کہ پاپا اس سے بھی رائے لیں گے مگر انہوں نے ذکر کرنا گوارا ہی نہ کیا اسکا دل اور زیادہ رنجور ہو گیا تھا۔ وہ آج ویسے بھی

بج دیر سے اٹھی تھی بھوک بھی لگ رہی تھی مگر غصہ کئے ہوئے تھی وہ بھوک سے بے حال ہوئی تو بھی باہر آ گئی تھی ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھی ناشتہ کر رہی تھی۔

"تمہاری صبح اب ہوئی ہے۔" فارحہ نے مسکرا کر کہا۔

"ہوں" وہ چائے کے سپ لے رہی تھی۔

"شہرینہ تمہیں پتہ ہے آج سب آمنہ چچی کو لینے گئے ہیں"

اس نے چونک کر فارحہ کو دیکھا اور کپ پٹخ دیا یعنی اس سے کسی نے کہا بھی نہیں وہ اندر بھاگ لی۔

"شہرینہ بات تو سنو۔" وہ پیچھے گئی مگر یاسر نے اسکا ہاتھ پکڑ کر گھسیٹ لیا۔

"چھوڑیں وہ رو رہی ہے۔" فارحہ روہانسی ہو کر بولی۔

"تم کیا کرو گی روئے گی وہ پھر بھی۔" یاسر نے اسے پکڑ کر صوفے پر بٹھایا۔

"یار تم اس لڑکی کی فکر نہ کیا کرو۔"

"کرنی پڑتی ہے ورنہ پھر وہ خود کو غیر سمجھنے لگتی ہے۔" وہ کافی فکرمند ہو رہی تھی۔

"وہ بے وقوف لڑکی ہے جو دل سے کام لیتی ہے دماغ سے نہیں۔" وہ بھی خاصا سنجیدہ تھا۔

"وہ رو رہی ہو گی۔" وہ مسلسل شہرینہ کے کمرے کی جانب دیکھنے لگی۔

"رونے دو اور پھر کب تک چپ کراؤ گی وہ روئے گی روز۔"

"پھر بھی اسے سمجھاؤنگی تو نا۔" وہ ویسے ہی شہرینہ کا کافی خیال رکھتی تھی۔

"کب تک سمجھاؤ گی ان کی عقل میں کسی کی نہیں آتی ہے جو بس اپنی مرضی چلاتا ہے چچا جان سے کہہ کر اسکی شادی کروانی گی۔"

"پھر تو وہ اور ہی مر جائے گی۔" وہ جھٹکے سے اٹھی۔

"کیوں شادی کے بعد مر جاتے ہیں تمہاری اور میری آدھی شادی ہے تم مریں۔" وہ معنی خیزی سے بولا تو وہ جھینپ گئی۔

"میری بات مت کریں۔" وہ یاسر کی جانب دیکھنے سے گریز کرتی تھی۔

"یار میں تو تمہاری بات کرونگا۔" یاسر اسے مخمور نگاہوں سے دیکھ رہا تھا جبکہ فارحہ پزل ہو رہی تھی۔

"پلیز مجھے جانے دیں۔"

"یار ان آنکھوں کی پیاس تو بجھا دو۔" وہ خاصا ترنگ میں آ گیا۔

"پلیز کچھ تو خیال کریں کوئی ادھر آ جائے گا۔" اب وہ گھبرائی۔

"چلو ادھر کوئی آ جائے گا بس تم آج میرے کمرے میں آنے کا وعدہ کرو۔" یاسر بے قراری سے بولا۔

"کبھی نہیں" اس نے صاف انکار کر دیا۔

"وہ......وہ آنکھیں چچا جان۔" وہ جھٹ بولی تو یاسر حواس باختہ ہو گیا اور وہ بے ساختگی سے قہقہہ لگاتی بھاگ چکی تھی وہ سمجھ گیا تھا آج پھر وہ اسے چکما دے گئی تھی یاسر منہ پھیر کر رہ گیا تھا۔

● ● ●

مغرب کی اذانیں ہو رہی تھیں وہ ابھی تک کمرہ بند کئے پڑی تھی سب ہی آ چکے تھے مگر اسے کسی کی آواز نہیں آ رہی تھی یاسر سے برداشت نہ ہوا تو دروازہ کھٹکھٹا دیا تھا۔

''شہرینہ اگر تم نے نہیں کھولا نا تو توڑ دونگا دروازہ۔'' دستک زوردار تھی شہرینہ کو ساعتوں پر ہتھوڑے برستے محسوس ہو رہے تھے اس نے پھر کھول دیا۔

''یہ کیا حرکت ہے شہرینہ'' وہ خاصا برہم ہوا تھا کمرے کی لائٹ آن کی۔

''تم اس طرح کر کے ہمیں ڈسٹرب کر رہی ہو''

''ایک کمرے میں بند ہوں کسی کو کیا ڈسٹرب کر رہی ہوں؟ رہیے آپ سب مگن قہقہے لگائیے۔'' اس نے طنز میں بجھے تیر پھینکے۔

''تم بھی لگا سکتی ہو قہقہے چلو نکلو باہر۔'' یاسر نے اسکا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا جھیل سی آنکھیں رو رو کر سوج گئی تھیں۔

''نہیں نکلوں گی میں جائیے آپ بھی۔'' وہ اسے دھکا دے کر بولی۔

''کوئی نہیں ہے میری ماں مر چکی ہے میں تنہا ہوں کوئی میرا بھائی نہیں ہے سنا آپ کہہ دیں جا کر سب سے۔'' وہ چیخی۔

''شہرینہ آہستہ بولو۔'' اچھا۔

''کیوں بولوں میری مرضی۔'' وہ رو رہی تھی۔

''شہرینہ آمنہ چچی بہت اچھی ہیں تم انہیں اپنا سمجھ لو۔'' یاسر نے اسے سب لہجوں میں سمجھایا۔

''بہت ہو گئی شہرینہ'' یاسر نے پھر ڈانٹا۔

''تم کیا سمجھتی ہو کہ اس طرح کرنے سے تمہاری خوشیاں تمہارے پاس رہیں گی شہرینہ گڑیا تم خود دور ہو رہی ہو خوشیوں سے اگر تم آج سب میں مل کر بیٹھو چچی جان کو اپنا سمجھو دیکھنا پھر تم کتنی خوش رہو گی ماں کی کمی بھی پوری ہو جائے گی۔'' وہ اسے بڑے بزرگانہ انداز میں سمجھا رہا تھا جو مسلسل ہچکیوں سے رو رہی تھی۔

''یاسر بھائی میں تنہا رہنا چاہتی ہوں پاپا صرف میرے ہیں سنا آپ نے کہہ دیں آمنہ بیگم سے کہ میں انہیں جینے نہیں دوں گی وہ دانت پیس رہی تھی۔

اس طرح کر کے تم چچا جان کو بھی دکھ دو گی۔''

''وہ جو مجھے ذہنی اذیت دے رہے ہیں پاپا کو ذرا پرواہ نہیں میری۔'' اس نے شکوہ کیا۔

''سب کو ہے تمہاری پرواہ تم جذباتی کیوں ہو رہی ہو۔''

''ابرار احمد سر جھکائے اندر آئے یاسر پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے کھڑا تھا جبکہ وہ گھٹنوں میں منہ چھپا کر رہ گئی۔

''شہرینہ مائی چائلڈ اٹھو باہر چلو۔''

''نہیں جانا مجھے'' وہ نروٹھے پن سے بولی۔

''بیٹا اس طرح کرتے ہیں تم ایسا کیوں سوچتی ہو؟ آمنہ ایسی عورت نہیں ہے۔'' انہیں شہرینہ کی باتوں نے فکر میں مبتلا کر دیا۔

''اٹھو باہر چلو۔'' انہوں نے زبردستی اٹھایا نگاہ بھی چرا رہے تھے۔

''پاپا مجھے نہیں جانا باہر۔'' ضدی تو وہ بہت تھی۔

''می آئی کم ان۔'' عمر کی آواز بھی آئی۔

''آؤ یار کم ان آؤ دیکھو تمہاری بہنا رو رہی ہے۔''

بجو لگتا ہے ہمیں دیکھ کر حیران ہیں۔'' عمر اسکے برابر میں بیٹھا تو شہرینہ جھٹکے سے اٹھی۔

''لگتا ہے بجو کافی ناراض ہیں''۔ وہ ابرار احمد سے مخاطب ہوا۔

''اے سنو پاپا صرف میرے ہیں تمہارے نہیں۔''

''ارے بولیں بھئی بولیں سنیے میڈم پاپا میرے بھی ہیں سمجھیں آپ۔'' وہ ابرار احمد کے کاندھے سے لگ کر بولا تو انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا جبکہ یاسر مسکرا دیا۔

''پاپا صرف میرے ہیں تمہارے نہیں۔'' اب وہ دو بدو شروع ہو گئی۔

''چلئے آپ کے پاپا ہیں میرے تو پھر ڈیڈ ہیں۔'' وہ تنگ کر رہا تھا۔

''میں تمہارا سر پھاڑ دونگی۔'' وہ تکیہ اٹھائے بڑھی تو ابرار احمد نے اسے پکڑ لیا۔

''شہرینہ کیا ہو گیا ہے تمہارا بھائی ہے اتنی محبت سے بول رہا ہے۔''

''نہیں چاہیے مجھے کسی کی محبت پاپا آپ واپس میرے ساتھ جرمنی چلیں یا پھر مجھے بھیج دیں۔'' وہ بولی یاسر دو بدو نگاہ ڈال کر رہ گیا کتنی انتہا پسند ہو گئی تھی۔

میرے خیال میں پاپا بجو کو ہمارا آنا برا لگا ہے۔'' عمر افسردگی سے بولا۔

''ہاں برا لگا ہے دفع ہو جاؤ گیٹ آؤٹ فرام دا روم۔

''شہرینہ'' ابرار احمد نے اسکے رخسار پر جھانپڑ مارا تو وہ بیڈ پر گری یاسر اور عمر تو متوحش اور مضطرب سے ہو گئے کہ کیا کر دیا انہوں نے۔

''بہت میری نرمی کا ناجائز فائدہ اٹھایا ہے کرتا ہوں تمہارا پرابلم سولو۔'' وہ درشت لہجے میں کہتے باہر نکل گئے عمر کی تاسف بھری نگاہ اٹھی۔

''بجو سوری'' وہ بولا۔

''گیٹ آؤٹ پلیز مجھے تنہا چھوڑ دو۔'' وہ چیخی تو یاسر نے اشارہ سے عمر کو باہر جانے کو کہا فارحہ اور صدف اندر آ چکی تھیں اور وہ دونوں اسے چپ کرا رہی تھیں مگر وہ رو رو کر ہلکان ہو رہی تھی۔ طائشہ بھی اندر آ گئی تھی مگر ہمت نہیں پڑ رہی تھی کچھ کہنے کی وہ پھر خود اٹھ کر چلی گئی۔''

شہرینہ کسی سے بات نہیں کر رہی تھی۔ پاپا نے بہت منایا مگر اس کو چپ کی مہر لگی ہوئی تھی۔ آمنہ کو تو قریب ہی نہیں آنے دے رہی تھی۔ جبکہ وہ بہت اس کا خیال رکھتیں مگر وہ انہیں اگنور کرتی رہی عمر کو جھڑکتی رہتی تھی مگر وہ بھی اپنی شوخ طبیعت کی وجہ سے اس کے سر پر سوار رہتا تھا اور وہ جلی کٹی سناتی رہتی تھی مگر وہ اس کے موڈ کی پرواہ نہیں کرتا تھا سب ہنستے رہتے تھے اب تو نائل نے آنا شروع کر دیا تھا کافی عرصے سے نہیں آیا تھا وہ تو انتظار میں تھی کہ وہ آئے اور اس کا پیچھا لے جس نے اس کی خوشیوں کو چھینا تھا۔

●●●

''مجھ میں اتنا دم نہیں کہ تمہارے بکھیڑے سمیٹتی پھروں۔'' امی اس کے بکھرے کپڑے سمیٹ رہی تھی۔

''سوری امی۔'' نائل نے سر کھجایا۔

''یہ خوب سوری کہہ دیا بس اب شادی کر لو تا کہ میں بھی سکھ سے رہوں کافی تھک جاتی ہوں۔'' وہ اس کے کپڑوں کی تہہ لگا رہی تھیں۔

''شادی اوں ہوں۔'' وہ پر سوچ انداز میں بولا۔

''طائشہ بھی کئی مرتبہ کہہ چکی ہے اگر تمہاری پسند ہو تو بتادو۔''

''پسند تو خیر کوئی نہیں ہے۔''

''پھر طائشہ اور میں اپنی پسند سے لڑکی ڈھونڈ لیتے ہیں۔'' وہ جھٹ بولیں کیونکہ کسی طرح وہ رضامند تو ہوا نہیں۔

''ڈھونڈنے کی کیا ضرورت ہے یہ شہرینہ ابرار کیسی رہے گی۔'' اس نے اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔

''کیا'' انہیں سوچ میں مبتلا کر گیا۔

''ہاں کیوں ٹھیک نہیں ہے بھئی ہمارے گھر کی دو لڑکیاں لے چکے ہیں ایک ان کے گھر کی ہی لینا ہے بہت فساد اٹھایا ہے کم از کم دبے گا تو یہ فساد۔'' وہ ان کی جانب متوجہ ہوا۔

''اب تم نیا فساد کھڑا کردو۔'' ان کے کپڑے تہہ کرتے ہاتھ رک چکے تھے۔

''اس میں فساد کی کیا بات ہے بلکہ میں تو جڑ کو دبانا چاہ رہا ہوں کیونکہ اس لڑکی کو وہاں سے ہٹانا ضروری ہے ورنہ وہ پھوپھو اور آپی کے لیے مشکلات پیدا کرتی رہے گی۔'' اس نے سنجیدگی سے کہا۔

''وہ لڑکی کبھی نہیں مانے گی پھر وہ لڑکی باہر پیدا ہوئی ہے وہیں اس کی پرورش ہوئی ہے وہ کیسے رہ سکے گی یہاں پر پھر کیسے گھر سنبھال سکے گی۔'' ان کا تو دل ہولنے لگا۔

''یہ سب میں کرلوں گا آپ نے کل ہی جانا ہے انکل سے شہرینہ کے لیے بات کرنی ہے۔'' انداز اس کا دوٹوک تھا۔

''نائل مجھے تم سے ڈر لگ رہا ہے بیٹا تو انتہا پسند نہ بن۔'' وہ روہانسی ہوگئیں۔

''ارے امی میں کیا کر رہا ہوں۔'' وہ ہنسا۔

''تمہیں پتہ ہے وہ لڑکی کبھی نہیں مانے گی خواہ مخواہ اپنے گھر کا سکون خراب ہوگا۔''

''اس میں سکون خراب ہونے کا کیا سوال ان کی بیٹی کا ہی خیال کر رہا ہوں اچھا ہے انکل کا بوجھ بھی اترے گا۔''

''میری سمجھ کچھ نہیں آرہا کوئی اور لڑکی کے بارے میں بولو وہ نہیں۔'' وہ کسی طور پر ماننے کو تیار نہ تھیں۔

''پھر سرمد صاحب کی اکلوتی بہن فارحہ بھی تو ہے۔'' وہ بالکل سوچ سمجھ کر نہیں بول رہا تھا یا پھر وہ سب سے بدلہ لینا چاہ رہا تھا۔

''نائل اب یقیناً تو پاگل ہو گیا ہے پتا ہے اس کا نکاح اس کے چچا کے بیٹے سے ہو چکا ہے۔'' وہ سخت جھنجلاہٹ کا شکار ہوگئی تھیں۔

''تو کیا ہوا نکاح ٹوٹ بھی تو سکتا ہے۔'' اب وہ کھڑا ہو گیا۔

''خبردار جواب کچھ اول فول بکا تو مجھے تو گھبراہٹ ہو رہی ہے۔''

''میں نے آپ کو کہہ دیا ہے بس اس گھر کی لڑکی ہو شہرینہ ابرار یا فارحہ انوار میں بالکل نہیں جاؤں گی وہاں سن لو کان کھول کر۔'' انہیں غصہ آ گیا۔

''آپ بھی سن لیں شادی کروں گا تو وہیں اور صرف شہرینہ ابرار سے ورنہ کوئی نہیں۔'' اسے بھی ضد سی ہو گئی۔

''نائل میرے بچے کوئی اور بتادے۔'' انہوں نے نائل کا بازو پکڑا کیونکہ اب وہ پیار سے ہی قابو آ سکتا تھا۔

''امی آخر اتنا پریشان کیوں ہو رہی ہیں آپ جائیے تو آپ کو اپنے بیٹے پر اعتماد نہیں۔''

''اعتماد تو ہے مگر شاید ابرار نہ مانیں کیونکہ بیٹی کی مرضی کو اہمیت دیں گے۔'' انہیں یہی تو فکر تھی۔

''آپ اطمینان رکھیں انکل میرا پرپوزل قبول کرلیں گے اس کا مجھے اندازہ ہے۔'' لہجے میں اس کے وثوق تھا۔

''شہرینہ نے انکار کردیا تو۔'' انہیں اس کا پکا یقین تھا وہ نہیں مانے گی۔

''امی ابرار انکل سے کہیئے گا کہ اگر دل کا میل دھونا ہے تو اپنی بیٹی کا پرپوزل قبول کرلیں ورنہ پھر یہ دراڑ یونہی رہے گی۔'' اسے تاؤ آ گیا۔

''میں طائشہ سے پہلے ذکر کروں گی۔'' انہیں اس کا خیال آیا تو بولیں۔

''آپ نے آپی سے بالکل ذکر نہیں کرنا ہے کیونکہ وہ منع کردیں گی۔''

''پھر نائل اس گھر کی لڑکی کا رشتہ لے کر جاؤں گی تو ذکر تو لازمی ہے نا۔'' انہیں اس کی منطق سمجھ نہ آئی۔

''آپ کل ہی جا کر ڈائریکٹ بات کریں آپی اور پھوپھو سے بالکل ذکر نہیں کریں گی یہ میرا فیصلہ ہے۔'' وہ سختی سے بولا تو امی چپ ہو گئی تھیں کیونکہ نائل کی ضدی طبیعت کی وجہ سے انہیں خاموش ہونا پڑتا تھا پھر باپ کے فوت ہونے کے بعد اس کی سرشت میں ضد اور غصہ نمایاں ہو گیا تھا یا پھر وہ آمنہ اور طائشہ کے لیے فکرمند رہتا تھا۔

• • •

امی نائل کا پرپوزل جس دن سے لے کر آئیں تھیں شہرینہ کے تو آگ لگی ہوئی تھی طائشہ اور آمنہ بیگم سے اسے اور بیر ہو گیا تھا اور وہ نائل کو بھی خوب سمجھتی تھی بری طرح تلملا رہی تھی اس دن برداشت نہ ہوا تو آمنہ بیگم سے الجھ پڑی۔

''آپ کے بھتیجے نے کیا سوچ کر میرا پرپوزل مانگا ہے اتنی گری پڑی ہوں۔'' وہ آنکھیں نکالے کھڑی تھی۔

''شہرینہ تمیز سے بات کرو۔'' پاپا نے ڈانٹا۔

''پاپا نو نیور۔'' وہ چیخی لہجے میں شعلوں کی لپک تھی آنکھوں میں سرخی تھی آپ آج ان کے کہنے پر چل رہے ہیں اور وہ نائل حسن سمجھتا کیا ہے خود کو منہ توڑ دوں گی۔''

''شٹ اپ شہرینہ۔'' انہوں نے اس کے رخسار پر جھانپڑ دیا وہ جھنجھنا اٹھی کیونکہ انہوں نے تو آج تک پھولوں کی چھڑی تک نہ ماری تھی آج پھر انہوں نے ہاتھ اٹھایا۔

''تم حد سے زیادہ آگے بڑھتی جا رہی ہو۔'' وہ بھی غضبناک انداز میں دھاڑے آمنہ ہکابکا سی رہ گئی تھیں۔

''آپ کیا کر رہے ہیں۔'' انہوں نے شہرینہ کو شانے سے لگایا۔

''ہٹ جائیں یہی چاہتی تھیں نا آپ پاپا پر قبضہ کرلیں دیکھیے میں تنہا رہ گئی لیکن میں خوش آپ کو بھی نہیں رہنے دوں گی۔'' اس نے آمنہ کو گھورا۔

''شہرینہ بیٹی تم مجھے سمجھو تو۔'' وہ روہانسی ہو گئی تھیں۔

''نہیں سمجھنا آپ کو میں کبھی شادی نہیں کروں گی سن لیں آپ دونوں۔''

''تم اس وقت نکل جاؤ یہاں سے تمہیں میری نرمی کا سخت ناجائز فائدہ اٹھا رہی ہو۔'' ابرار احمد اس وقت سخت انتشار کا شکار ہو گئے تھے کیونکہ بیٹی پر آج انہوں نے دوسری بار ہاتھ اٹھایا وہ تو ان کی جان تھی اور وہ اسے روتے بلکتے بھی نہیں دیکھ سکتے تھے۔

''ہاں نکل جاؤں گی اس گھر سے ہی۔'' وہ پیر پٹختی چلی گئی تھی۔

''آپ نے اچھا نہیں کیا۔'' آمنہ دزدیدہ نگاہ ڈال کر بولیں۔

''تم نے دیکھا نہیں کتنی بدتمیزی کرتی ہے تم سے اور مجھ سے بھی۔'' وہ بڑے دکھ و کرب سے بول رہے تھے۔

''بچی ہے ابھی اسے سنبھلنے میں ٹائم تو لگے گا آپ سخت رویہ رکھیں گے تو وہ اور آپ سے بدظن ہو جائے گی۔''

"مجھے وہ مجبور کرتی ہے ایسا رویہ رکھنے پر کتنی تضحیک کرتی جاتی ہے تمہاری۔"

"کرنے دیں غصہ ہے جب تک کرے گی ٹھیک ہو جائے گی مجھے ناگوار نہیں گزر رہا تو آپ کیوں پریشان ہو رہے ہیں۔" اپنے مخصوص نرم مزاج سے انہیں سمجھا رہی تھی۔

"آمنہ مجھے تم پر حیرانی ہوتی ہے تم ماتھے پر بل لائے بغیر برداشت کرتی رہتی ہو۔" وہ حد درجے انہیں غور سے دیکھنے لگے۔ آمنہ جھینپ گئی تھی۔

"شہرینہ کیا ہوا جو مجھے ماں نہیں سمجھتی میں تو اسے بیٹی سمجھتی ہوں میں نے اپنے ذہن و دل میں نہیں رکھا کہ وہ میری سوتیلی بیٹی ہے۔ مجھے عمر سے بڑھ کر عزیز ہے۔ بہت ڈسٹرب ہوئی ہے میرے یہاں آنے سے کچھ تو اسے قبول کرنے میں ٹائم لگے گا۔

"مگر آمنہ کب تک کتنا ٹائم درکار ہوگا۔ مجھے بہت گھبراہٹ ہوتی ہے میں پہلے ہی تمہارا مجرم ہوں تمہیں یہاں چھوڑ کر چلا گیا تھا۔

"دیکھو مجھے سزا مل رہی ہے میری بیٹی کی صورت" وہ بہت دل گرفتہ اور رنجور ہو رہے تھے شہرینہ کا خفگی بھرا انداز انہیں کسی پل برداشت نہیں ہو رہا تھا۔

"آپ ایسا کیوں سوچتے ہیں وہ سب قسمت میں لکھا تھا ہونا تھا۔" انہوں نے ابرار کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"کتنی آسانی سے تم نے قسمت پر ڈال دیا قسمت تو میں نے خود خراب کی قسمت تو ہم خود بنا سکتے ہیں۔"

"کیسی باتیں کر رہے ہیں اٹھیں اسے منایئے جا کر رو رہی ہوگی وہ۔" انہوں نے جھٹ موضوع بدلا۔

"میں بالکل اسے نہیں مناؤں گا کیونکہ میں نائل کا پرپوزل ایکسیپٹ کروں گا۔"

"وہ راضی نہیں ہے تو پلیز منع کر دیں۔" وہ فکرمند ہو گئیں۔

"آمنہ اب میں اس لڑائی کو ختم کرنا چاہتا ہوں نائل سے میری خاصی تلخ کلامی رہی ہے اس لیے میں چاہتا ہوں کہ اس کی غلط فہمی دور کروں کہ اسے میں نے کبھی کمتر نہیں سمجھا ہے۔" ابرار احمد بڑے مضبوط ارادے کے ساتھ بولے۔

"شہرینہ کبھی نہیں مانے گی اس لیے تو وہ اور آپ سے بدظن ہوگی۔"

"مجھے اب اس کی بالکل پروا نہیں ہے کیونکہ اس کی شادی اب بہت ضرور ہو گئی ہے۔" وہ خاصے سنجیدہ تھے کیونکہ وہ خاصے غصے میں بھی لگ رہے تھے۔ شہرینہ نے پورے گھر میں ادھم مچا دیا تھا اسے نائل بالکل پسند نہیں تھا۔ طائشہ سے طنز بھری گفتگو کرتی رہتی تھی۔ طائشہ بے چاری وہ پہلے ہی ڈری سہمی رہتی تھی جس دن سے نائل نے اپنا پرپوزل بھیجا تھا۔ سرمد الگ اسے جلی کٹی سناتے رہتے تھے وہ بے عتاب کا نشانہ بنی رہتی تھی اس کی نائل سے بھی بات نہیں ہوتی تھی۔ اگر اسے پہلے خبر ہوتی تو وہ اکم از کم نائل کو منع تو کرتی سرمد کی طرف سے ابھی تک میکے جانے کی بھی اجازت نہیں ملی تھی۔

●●●

شہرینہ نے اب سرمد سے بات کرنے کی ٹھانی تھی وہ سیدھی ان کے کمرے میں چلی آئی تھی۔ اس نے طائشہ کو سامنے دیکھ کر برا سا منہ بنا لیا کیونکہ نائل کے حوالے سے تو اب وہ بھی بری لگتی تھی۔

"سرمد بھائی کدھر ہیں۔" اس نے نہایت نخوت سے پوچھا۔

"باتھ روم میں ہیں بیٹھو۔" طائشہ نے اسے بیٹھنے کو کہا مگر وہ منہ بنا کر رہ گئی تو وہ جز بز ہو گئی۔

"وہ آ جائیں تو کہہ دیجئے گا میں لاؤنج میں ہوں۔"

آتے ہوں گے تم بیٹھو۔" طائشہ انس کو کپڑے پہنا رہی تھی ساتھ ہی اسکے برہم چہرے کو دیکھا اسی اثناء میں وہ کاندھے پر تولیہ ڈالے آ گئے تھے۔

"بھئی خیریت اتنی رات کو۔" وہ حیران ہوئے۔

سرمد بھائی مجھے آپ سے بہت ضروری بات کرنی ہے۔" جھٹ کھڑی ہوئی۔

"مجھے پتہ ہے وہ ضروری بات۔" وہ سمجھ چکے تھے۔

سرمد بھائی پاپا کو سمجھائیے مجھے نہیں کرنی اس سے شادی۔" وہ بیڈ کے کونے پر ٹک گئی۔

"نائل کو تم غلط سمجھ رہی ہو۔" طائشہ نے مداخلت کی۔

"سوری میں آپ سے نہیں بول رہی۔" وہ تو تن ہی گئی۔

طائشہ نے خفیف سی ہو کر انس کو سلانے کے لئے گود میں لٹایا۔

"سرمد بھائی آپ نے میری طرف سے اسٹینڈ لینا ہے میں کسی طور بھی شادی نہیں کروں گی۔" وہ بالکل بچوں کی طرح بپھری ہوئی تھی۔

"گڑیا تم فکر نہ کرو میں موجود ہوں تمہاری مرضی کے بغیر بالکل نہیں ہونے دوں گا تمہاری شادی۔" انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر تسلی دی۔

"سرمد بھائی پاپا نہیں مانیں گے۔" وہ سر اٹھا کر بولی۔

"بیٹا تم فکر کیوں کرتی ہو میری شہزادی سی بہن کے لئے وہی رہ گیا ہے۔" انہوں نے قہر برساتی نگاہ طائشہ پر ڈالی جو لب کاٹ رہی تھی جسے نائل کی برائی پر سخت غصہ آ رہا تھا۔

"آپ نے پاپا سے بات کرنی ہے۔"

"او کے او کے اب تم ایزی ہو جاؤ ذہن پر بالکل بوجھ نہ دینا ریلیکس ہو جاؤ۔"

"اور ہاں شہرینہ اب اس معاملے میں تم کچھ نہ بولنا میں اسٹینڈ لوں گا اس پرپوزل پر۔" انہوں نے اسے جاتے جاتے روکا وہ آسودہ مسکراہٹ کے ساتھ چلی گئی۔

"آپ لوگ جتنا نائل کو برا سمجھ رہے ہیں وہ ایسا بالکل نہیں ہے۔" طائشہ نے جھٹ کہا کیونکہ اس کا ایک ہی تو بھائی تھا کیسے اسکے متعلق سن لیتی؟

"برا لگا بھائی کے متعلق۔" انہوں نے طنز بھری مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"آپ جب اسے برا کہیں گے تو مجھے لگے گا ہی۔" اس نے انس کو بیڈ پر لیٹایا کیونکہ اس وقت واقعی بہت زیادہ غصہ آ رہا تھا۔

"وہی تو فساد کی جڑ ہے وہ سمجھتا کیا ہے اور کیا سوچ کر تم لوگ پرپوزل لے کر آئے۔"

"مجھے نہیں پتہ تھا پرپوزل کا امی نے مجھ سے ذکر تک نہیں کیا۔" وہ کئی بار انہیں بتا چکی تھی۔

"میرے سامنے جھوٹ مت بولو تمہاری امی تم سے مشورہ بھی نہیں کریں گی تم بیٹی ہو تم سے پوچھا ہی ہوگا جب ہی وہ پرپوزل لے کر آئیں۔" وہ اس کے قریب آ گئے آنکھوں میں شعلے لپک رہے تھے۔

"امی کو بھی نائل نے بھیجا تھا۔" وہ تھوک نگل کر بولی۔

''ایسا ہی طرم خان ہے نا کیا سوچا اس نے کہاں تمہارا بھائی اور کہاں شہزادی جیسی شہرینہ۔'' ان کے لہجے میں تضحیک تھی۔

''برسر روزگار ہے اچھی پوسٹ پر ہے اگر اس نے پرپوزل بھیج دیا تو کیا ہو گیا۔''

''جب ہی گھمنڈ ہے نواب صاحب کو اس کی عقل میں بٹھا دو کہ جو اس نے سوچا ہے وہ ہوگا بالکل نہیں اس گھر کی کسی بھی لڑکی سے اس کی شادی نہیں ہو سکتی۔'' وہ جما کے بولے۔

''اب اتنا برا تو نہیں۔'' طائشہ کو سرمد کے کہنے پر افسوس ہوا۔

''مگر اتنا نہیں تو اس سے زیادہ ہے۔'' وہ دھڑ سے بیڈ پر بیٹھے۔

''طائشہ کو امی بتا گئی تھیں کہ تائل بھی ضد پر اڑا ہوا ہے صرف شہرینہ سے ہی کرنی ہے کہیں اس کی زندگی پر اثر نہ پڑے۔''

''تائل تم نے کس الجھن میں ڈال دیا۔'' وہ لب کاٹ رہی تھی کیونکہ سرمد کی جلی کٹی میں اضافہ جو ہو گیا تھا۔

''اگر مراقبہ پورا ہو گیا تو لائٹ آف کر دو۔'' سرمد کی آواز نے طائشہ کو چونکا دیا وہ اٹھی اور لائٹ آف کر دی صوفے پر آ کر لیٹ گئی انس تو سو چکا تھا۔

اسی دوران انس روتا ہوا اٹھ گیا تھا وہ گھبرا گئی کیونکہ وہ شہرینہ کی باتوں سے ہی الجھ گئی تھی فیڈر بنانے جا ہی نہ سکی۔

''لائیں مجھے دیں۔'' وہ لائٹ آن کر کے بیڈ تک آئی وہ کافی چیخ چیخ کر رو رہا تھا۔

''ابھی فیڈر بنا کر لاتی ہوں۔''

''تم اسے فیڈر دینا ہی بھول گئیں دماغ حاضر کب رہتا ہے تمہارا۔'' انہیں تو موقع چاہیے برہم ہونے کا طائشہ اترے ہوئے چہرے کے ساتھ کھڑی تھی نرم و نازک سی طائشہ تو ان کے سامنے ڈری سہمی رہتی تھی۔

''ادھر دو مجھے بنا کر لاؤ اس کی فیڈر۔'' انہوں نے انس کو اس سے لیا۔

''دماغ کو حاضر رکھا کرو میرے سامنے سنا تم نے۔'' وہ وارن کر رہے تھے اور وہ اس وقت دل میں غبار لیئے جھٹکے سے باہر نکل گئی تھی وہ تو اول روز سے ان کی طنزیہ گفتگو سنتی آ رہی تھی اب تو سرمد کو موقع مل گیا تھا اس کے پیچھے لگنے کا۔

● ● ●

امی الگ اس کی طرف سے پریشان تھیں کیونکہ تائل نے کہا تھا کہ اگر انہوں نے میرا پرپوزل قبول نہ کیا تو وہ فارحہ کا نکاح تڑوا دے گا انہوں نے اصل بات تو طائشہ کو بھی نہیں بتائی تھی کیونکہ اس کا روز فون آ رہا تھا کہ تائل کو سمجھائیں۔

''اس دن طائشہ سے رہا نہ گیا تو وہ گھر آ گئی تھی۔''

''مجھے پتہ تھا آپ ضرور آئیں گی میری خبر لینے۔'' تائل نے ہنس کر کہا۔

''بکومت ہر کام الٹا کرتے ہو۔'' وہ بہت غصہ میں تھی۔

''یار آپی آپ لوگوں کو بالکل سیدھے طریقے سے پرپوزل بھیجا ہے۔''

''پتہ ہے تمہارے پرپوزل بھیجنے سے پورے گھر میں بھونچال آ گیا ہے۔ شہرینہ کسی طور تیار نہیں ہے۔''

''شہرینہ ابرار کو لگتا ہے اب دھمکی دینے آنا ہی پڑے گا۔''

''خبردار تائل اب تم کوئی ایسی حرکت نہیں کرو گے ورنہ۔'' وہ بولتے بولتے رک گئی، ورنہ سرمد صاحب آپ کو ادھر کا راستہ دکھا دینگے دیکھیئے آپی میں خوب سمجھتا ہوں سرمد بھائی کو بھی پسند نہیں ہوگا مگر پلیز ان سے کہیئے گا کہ وہ ٹانگ

نہ ہی اڑائیں تو اچھا ہے۔'' وہ بولا کیونکہ سرمد اسے اچھی خاصی فون پر سنا چکے تھے۔

''دیکھا امی کیسی الٹی سیدھی بکواس کرنے لگتا ہے۔'' وہ روہانسی ہو گئی۔

''میں نے ایک خواہش کی ہے کیا برائی ہے خوش شکل ہوں اچھی پوسٹ پر ہوں ہر آسائش مہیا کر سکتا ہوں شہرینہ کو۔''

''وہ تم سے بالکل راضی نہیں ہے شادی پر وہ غصہ کر رہی ہے ابرار انکل سے الگ اس کی جھڑپ ہو گئی ہے۔''

''آپی ہر قیمت پر مجھے اس سے شادی کرنی ہے کیونکہ اب مجھے ان لوگوں پر بالکل اعتبار نہیں ہے اس لئے ان کی ایک لگام میں اپنے ہاتھ میں رکھنا چاہتا ہوں یہ سب میں آپ کی اور پھوپھو کی وجہ سے کر رہا ہوں ورنہ مجھے ایسا کوئی جذباتی لگاؤ نہیں ہے شہرینہ سے۔'' وہ سنجیدگی سے گویا ہوا۔

''کیا محض تم اس لئے شادی کر رہے ہو۔'' اب تو طائشہ پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔

''آپ کیا سمجھ رہی ہیں اس لڑکی پر مرمٹا ہوں ایسا کچھ نہیں ہے بس مجھے اب ضد سی ہو گئی ہے۔'' وہ تنے ہوئے چہرے کے ساتھ بولا۔

''مگر میں تمہیں ایسا ہرگز نہیں کرنے دوں گی۔'' اسے ویسے ہی تائل کی طرف سے فکرمندی رہتی تھی۔

''پلیز آپی اب آپ کچھ نہ سمجھایئے گا ورنہ میں وہاں آ کر ہنگامہ کر دوں گا تو وہ بھی آپ کو برا لگے گا۔''

''تم اس طرح کرتے ہو تو کوئی اچھا نہیں سمجھتا ہے۔''

''اس لئے تو کر رہا ہوں یہ سب کہ وہ لوگ جو مجھے منہ در منہ خاص طور پر جھڑکتی ہے اسے بھی جھکانے کے لئے کر رہا ہوں۔'' تائل نے غصہ سے مٹھیاں بھینچ لیں۔

''اب آپ مجھے کوئی اور آرگیومنٹس نہ دیجئے گا۔'' وہ انس کو گود میں اٹھا کر باہر چلا گیا۔

''نہیں مان رہا ہے یہی ضد ہے اس کی۔'' امی خود الگ متفکر اور پریشان تھیں۔

''امی شہرینہ نے تو رو رو کر اپنا حشر کیا ہوا ہے۔''

''ابرار کیا کہتے ہیں۔''

''وہ تو راضی ہیں بس انس کے پاپا کی مرضی نہیں ہے۔''

''سرمد کی۔'' وہ چونکیں۔

''کچھ کہا اس نے تم سے۔'' اب وہ تشویش بھری نگاہوں سے دیکھ رہی تھیں۔

''کس دن کیا نہیں کہتے ہیں بات بات پر ڈانٹنا طنز کرنا ہر وقت تائل کے حوالے سے سنانا اور شہرینہ بھی سیدھے منہ بات نہیں کرتی جلی کٹی کرتی رہتی ہے امی وہ مجھ سے بہت زیادہ چڑنے لگی ہے جیسے میں نے تائل کا پرپوزل بھیجا ہے۔'' وہ بولتے بولتے رو رہی تھی۔

اندر آتے تائل کے قدم رک گئے تھے ساری بات اس نے سن لی تھی وہ تو گاڑی کی چابی لینے آ رہا تھا اچھا ہوا اس نے یہ سب سن لیا۔

طائشہ کی پرپوزل پر جراح سمجھ آ گئی تھی یعنی سرمد اور شہرینہ نے اس کا جینا دوبھر کیا ہوا تھا۔

''تم نظر انداز کر دیا کرو۔'' امی کی پھر قدرے توقف کے بعد آواز آئی۔

''کتنا کروں وہ بھی مجھے کچوکے لگاتے رہتے ہیں اکیلے کمرے میں۔ سب کے سامنے میری تذلیل کرتے ہیں کہتے ہیں کہ میں گھر جا کر کہوں کہ تم پرپوزل واپس لو کیونکہ شہرینہ نے انہیں اپنا سپورٹر بنایا ہوا ہے میری تو ان کی نظر میں

بالکل ہی اہمیت نہیں ہے۔بس میں نے ان کے بچے کو جنم دیا اس کی بعد میرا کام ختم۔"

"آمنہ نہیں سمجھاتی اسے شہرینہ کو۔"

"پھوپھو سے تو وہ بات کرنا ہی پسند نہیں کرتی ہے۔بس عمر ہی اس سے زبردستی بولتا رہتا ہے اس سے بھی لڑ[illegible] ہے۔" وہ گلوگیر لہجے میں بتارہی تھی نائل سب سن رہا تھا اب تو اس نے ذہن میں ایک اور پلان ترتیب دے دیا تھا۔

"امی شہرینہ یہاں ایڈجسٹ نہیں کر پائے گی پھر نائل کو بھی پسند نہیں کرتی ہے پھر جرمنی میں پلی بڑھی ہے سوا[illegible] پریشانیوں کچھ حاصل نہیں ہوگا۔"

نائل ساری بات سننے کے بعد پلٹ گیا تھا اس کی بہن کے ساتھ اچھا نہیں ہو رہا تھا۔

شہرینہ ابرار اب تو تمہیں سدھارنا اور بھی ضروری ہو گیا ہے دیکھتا ہوں تم کیسے میری بہن کو رد کرتی ہو نہ میں [illegible] سے خدمت لی تو دیکھنا ترسادوں گا تمہیں تمہارے باپ سے ملنے کو" اسے تو شدید غصہ آ رہا تھا انس اس کے پاس بیٹھ[illegible] کھیل رہا تھا ایک گھنٹہ ہو گیا تھا اسے اسی پوزیشن میں لیٹے۔

"نائل کھانا کھالو آ کر۔" طائشہ نے اسے سوچوں میں غرق پایا۔

"نائل۔" اس نے کاندھا ہلایا۔

"آں ہاں۔" وہ جھٹکے سے اٹھ بیٹھا۔

"کیا بات ہے خاموش کیوں ہو؟" وہ مشکوک انداز میں دیکھنے لگی۔

"آپی آپ مجھ پر شک نہ کرتی رہا کریں۔" وہ اپنی شرٹ کے بٹن بند کرتا ہوا اٹھا اور وارڈروب کھول کر کچھ نکالنے لگا۔

"شک میں اس لیے کرتی ہوں کہ تم جب کچھ سوچتے ہو تو لگتا ہے کچھ نہ کچھ اب خطرہ ہے۔" طائشہ نے اس کے بے ترتیب کمرے کو سمیٹنا شروع کر دیا تھا۔

"میں یہ سوچ رہا تھا کہ آپ کو کچھ دینا تھا کھولئے اسے۔" اس نے ایک مخملی ڈبہ اسے تھمایا۔

"نائل یہ تو بہت خوبصورت اور قیمتی ہے۔" اس نے مخملی ڈبیہ میں دو خوبصورت گولڈ کے موٹے موٹے کڑے دیکھے۔

"یہ میری پیاری پیاری آپی کے لیے۔" وہ مسکرایا۔

"نائل تم نے اتنا خرچ کر دیا۔" وہ تو بس اتنا کہہ سکی۔

"اپنی پیاری بہن پر خرچ کیا ہے اور ہاں انس کے لیے میں نے کپڑے اور کھلونے لئے ہیں آپ کے مجازی خدا کے لیے چند سوٹ لئے ہیں۔"

"کیا ضرورت تھی تمہیں یہ سب کرنے کی۔" وہ نائل کو اتنا کچھ بیڈ پر پھیلاتے ہوئے دیکھنے لگی۔

"تنخواہ میں اضافہ ہوا ہے۔" اب خوش ہو کر بتایا۔

"نائل میرے بھائی۔" اس نے نائل کے ہاتھ چوم لئے۔

"انس کو آپ کپڑے پہنا کر دیکھیں صحیح آرہے ہیں کیونکہ مجھے تو اندازہ نہیں تھا ناپ کا۔" طائشہ نے انس [illegible] کپڑے لگا کر دیکھے چند ایک بڑے تھے کچھ فٹ تھے۔

"مجھے جلدی جانا ہوگا۔" وہ سامان سمیٹنے لگی۔

"آرام سے جائیے گا۔"

"وہ آجائیں گے اور اگر میں موجود نہ ہوں گی تو غصہ ہوں گے۔" وہ بولی۔

"اور وہاں یہ سب سامان اور" پریشان ہوتا دیکھ رہا تھا جو سرمد سے کتنا ڈرتی تھی اسے سرمد پر اتنا غصہ آتا کہ بس طائشہ کی وجہ سے ضبط کر جاتا۔

● ● ●

"اپنے بھائی کی عقل میں بیٹھادی تم نے شہرینہ سے اس کی شادی نہیں ہو سکتی۔" سرمد رات کی تاریکی میں اس سے مخاطب ہوئے جو مسلسل ان کے پہلو میں لیٹی کروٹیں بدل رہی تھی، طائشہ کا سانس رک گیا۔

"جو اس نے سوچا ہے وہ بالکل نہیں۔" انہوں نے اس کے قریب آ کر سخت لہجے میں کہا۔

"بہت خود پر زعم ہے اسے۔"

"زعم تو آپ کو بھی ہے مجھ سے شادی کر کے جیسے میری سات پشتوں پر احسان کیا ہے۔" وہ زبان سے نہ بول سکی بس اتنا ہی سوچ سکی۔

"انہوں نے اٹھ کر لائٹ آن کر دی پورا کمرہ لائٹ کی روشنی میں جگمگا گیا انس نے بھی کسمسا کر آنکھیں مسلیں مگر بے چین ہو گیا۔ طائشہ نے کروٹ بدل کر انہیں دیکھا جو بیڈروم کے فرج سے پانی نکال کر پی رہے تھے۔ پانی پینے کے بعد اب طائشہ کو دیکھنے لگے جو اٹھ کر بیٹھ چکی تھی۔ پنک کاٹن کے سوٹ میں تھکی تھکی نظر آئی مگر مرد کو اس کی کب پرواہ ہوتی ہے بس اپنا مفاد ڈھونڈتا ہے۔ وہ ان کے اس طرح وارفتگی سے دیکھنے پر گھبرائی وہ چلتے ہوئے اس کے قریب آئے۔

"اگر میں تمہیں دوبارہ اس گھر سے نکال دوں تو تمہارا بھائی تب تو واپس لے لے گا اپنا پرپوزل۔" طائشہ کا دل بیٹھ گیا ان کی سفا کی پر بے چاری وہ لب کاٹ کر رہ گئی کیا کرے وہ خوش رہیں یا نائل مان جائے کیونکہ ضدی تو وہ خود بچپن سے تھا۔

"تم نے جواب نہیں دیا۔" انہوں نے پھر لائٹ آف کی اور اپنے وسیع و عریض بیڈ پر لیٹ گئے انس ان دونوں کے درمیان لیٹا سو رہا تھا۔

"اس میں میرا تو قصور نہیں۔" لہجے میں افسردگی نمایاں تھی۔

"مگر تمہارے بھائی کو سدھانے کے لیے یہ کرنا بہت ضروری ہے۔" وہ اس کی پشت پر نگاہ ڈال کر بولے۔

"میں نے کہا تو ہے امی سمجھا رہی ہیں۔"

"لیکن وہ نہیں سمجھے گا بہت محبت کرتا ہے نا تم سے۔" اب وہ اس کے قریب آ گئے اتنے میں طائشہ کو لگا کہ اس کا دم نکل جائے گا۔

"جب تم اس کے گھر جا بیٹھو گی تو وہ اپنے اوپر نظر ثانی کرے گا اس کا اقدام ٹھیک ہے یا نہیں کیونکہ میں اسے اتنی آسانی سے جیتنے نہیں دوں گا۔" اس کے بازو کو اپنی فولادی انگلیوں سے دبایا تو وہ سی کر کے رہ گئی۔

"جب وہ تمہیں تکلیف میں دیکھے گا نا تو جب عقل ٹھکانے آئے گی اس کی اور ہاں انس یہیں رہے گا۔" اب انہوں نے انس پر نگاہ ڈالی۔

"پلیز اس طرح نہ کریں میرا کیا قصور ہے۔" وہ رو دی۔

"تمہارا ہی قصور ہے میری پرسکون زندگی میں آ کر بے چین کیا مجھے تمہیں دیکھتا ہوں تو میرا خون کھول اٹھتا ہے مگر صرف اس معصوم کی وجہ سے ضبط کرتا ہوں کہ تم نے میرے بچے کو جنم دیا۔" وہ لہجے میں آگ لیے بول رہے تھے۔

”یہ معصوم محبت سے تو اس دنیا میں نہیں آیا۔“ وہ بے ساختہ بولی۔

”تم اس قابل ہی نہیں ہو کہ تم سے محبت کی جاتی۔“ وہ واپس اپنی جگہ پر لیٹ گئے۔

”امی اور ابو کی تم من پسند ہو حالانکہ میری تم بالکل نہیں ہو من پسند تمہیں صرف بھگت رہا ہوں۔“ وہ بار بار یہی کہتے رہتے تھے۔

”آپ منع کر سکتے تھے میرے ابو نے آپ کے ابو سے دوستی نبھائی میں تو خود پڑھ رہی تھی میری پڑھائی تک رک گئی۔“ اسے تو رہ رہ کر افسوس ہوتا۔

”کر دیتا میں منع مگر تمہاری منحوس صورت میری ماں پر جادو کر گئی حالانکہ مجھے تو تم میں کچھ نظر نہیں آتا سوا تمہارے چہرے پر بے زاری دیکھی ہے۔“

”بہت خوش رکھتے ہیں نا آپ مجھے روز طعنہ دے کر میں آپ کی من پسند نہیں ہوں۔“ وہ بھی آج بھرا اٹھی۔

”بکواس بند کرو ایسا نہ ہو کہ ابھی ہاتھ پکڑ کر تمہیں چلتا کروں پھر چاہے ساری زندگی تمہیں وہاں رہنا پڑے۔“ دھاڑے۔

”آپ مرد اچھے ہیں قصور ہو یا نہ ہو بیوی کو ڈراتے رہیں گے۔“

”گیٹ آؤٹ نکلو کمرے سے اپنی یہ صورت لے کر جاؤ۔“ وہ تو چراغ پا ہو گئے۔

”میں تو میں تو۔“ وہ سٹپٹا گئی۔

”میری بات سنیے۔“ وہ گھگھیائی۔

”آؤٹ سنا نہیں تم نے۔“ وہ آنکھوں میں چنگاریاں لیے نائٹ بلب کی روشنی میں اس کی جانب بڑھے درمیان میں سویا انس سوتے میں رونے لگا کیونکہ سرمد کی آواز بھی اونچی تھی۔ طائشہ نے اب انس کو لینا چاہا تو سرمد نے اس کے ہاتھ جھٹک دیئے۔

”ایسی زبان دراز بیوی کی مجھے ضرورت نہیں خبردار جو تم نے میرے بچے کو چھوا بھی۔“ وہ کٹھور اور سنگدل تو پہلے ہی تھے طائشہ آنکھوں میں نمی لئے تیزی سے کمرے سے باہر آ گئی دو بج رہے تھے اگر کوئی آ گیا تو کیا کہے گی وہ اسٹور میں چلی گئی تا کہ کسی کی نظر نہ پڑے۔

”اس میں میرا کیا ہے جو آپ مجھے جھڑکتے رہتے ہیں زندگی تو میری برباد ہوئی آپ کی ہر خوشی کے لیے کیا کیا نہیں کرتی ہوں مگر آپ کو تو صرف اپنی طلب اور نفس کی آگ بجھانی ہوتی ہے مگر آہ جذبات اور احساسات تک کا خیال نہیں رکھتے۔“ وہ روتے ہوئے ہم کلام تھی کس سے شکایت کرے صرف اتنا ہی کہا کہ کمرے سے نکال دی گئی اگر انہوں نے مجھے ہمیشہ کے لیے۔ نہیں۔“ اس سے آگے اس سے سوچا نہ گیا اور نہ سوچنا چاہتی تھی کیونکہ سرمد اسے جھڑکتے تھے مگر وہ اس کے سب کچھ تھے اس کی زندگی تھے۔ پھر اس کے بچے کے باپ ہیں وہ کیسے اپنے بچے کو اپنی اور ان کی توجہ محبت سے الگ کر سکے گی۔



دوسرے دن ہی سرمد نے ابرار احمد سے شہرینہ کے سلسلے میں بات کی مگر وہ ایک انچ اپنے فیصلے سے ہٹنے کو تیار نہ تھے۔

”چچا جان جب وہ تیار نہیں تو ضرورت کیا ہے شادی کی۔“

”سرمد میں نے جو سوچ لیا ہے وہ ہی ہوگا کیونکہ نائل سے میں مفاہمت چاہتا ہوں۔“

”مگر یہ تو خودکشی ہوئی صرف اس کی خاطر آپ اپنی اکلوتی بیٹی کو اس سے جوڑ رہے ہیں۔“ ان کی پوری کوشش تھی وہ کسی نا کسی طرح اس رشتے سے انکار کر دیں۔

”طائشہ سب ان کی گفتگو سن رہی تھی بولنے کا حق تو وہ نہ رکھتی تھی کتنا فون پر نائل کو سمجھا چکی تھی وہ بھی نہیں مان رہا تھا۔

”میں نے بات پکی کر دی ہے اور شادی بھی جلدی ہوگی۔“

”چچا جان آپ ایسا نہیں کر سکتے۔“ وہ بھی اٹھ گئے۔

”سرمد تم اس معاملے میں نہ پڑو تو اچھا ہے۔“ وہ سنجیدہ تھے حالانکہ بیٹی کا رونا دھونا ان سے نہیں دیکھا جا رہا تھا مگر خود پر ضبط کے پہرے بٹھائے ہوئے تھے۔

”آپ ایک بار سوچ لیں۔“ آمنہ سے بھی برداشت نہیں ہوا تو بولیں۔

”آمنہ میں جو کر رہا ہوں بالکل ٹھیک کر رہا ہوں اب میں اس رشتے کو مضبوط کرنا چاہتا ہوں اور پھر نائل کو بھی یقین دلانا چاہتا ہوں کہ ہمارے اور اس کے درمیان ایسی کوئی بات نہیں۔“

”آپ شہرینہ کی بھی تو مرضی دیکھیں وہ کب خوش رہ سکے گی۔“

”میں زبان دے چکا ہوں اب مجھ سے کوئی اس ٹاپک پر بات نہ کرے۔“ وہ ہاتھ اٹھا کر منع کرنے لگے کیونکہ وہ خود روز روز کی چخ چخ سے اکتا گئے تھے۔

”سرمد لب بھینچے ہوئے تھے آمنہ بھی چپ ہو گئیں طائشہ پر سرمد نے ایک سلگتی نگاہ ڈالی تو وہ نگاہ چرا گئی جلدی سے اندر لاؤنج کی طرف بڑھ گئی۔ آمنہ نے سوچا کہ جا کر کچھ نائل کو سمجھایا جائے تا کہ شہرینہ کی مرضی بھی بتا دے۔

سرمد بھنا رہے تھے وہ ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھی تھی انس کو کچھ کھلا رہی تھی۔

”تم کان کھول کر سن لو اگر تمہارے بھائی نے پرپوزل واپس نہیں لیا تو تمہاری خیر نہیں۔“ آنکھیں نکالے کھڑے اسے دیکھا اب تو طائشہ کا دل دھڑ دھڑ کرنے لگا۔

”تم بہن بھائی کو اپنی من مانی کرنی آتی ہے۔“

”سرمد کیا ہے تم اس بے چاری کو کیوں ٹارچر کرتے ہو۔“ ابرار چچا وہاں سے گزرے تو دونوں کو دیکھا۔

”چچا جان اگر شہرینہ کی شادی اس کے بھائی سے ہوئی تو یہ اس گھر میں نہیں رہے گی۔“

”تم سن لو شہرینہ میری بیٹی ہے میں سارے اختیارات رکھتا ہوں کیا کرنا ہے اگر تم نے کوئی غلط حرکت کی تو یاد رکھنا شہرینہ بھی پھر اس گھر میں نہیں رہے گی۔“ وہ بھی غصہ میں آ گئے۔

”کیا کہہ رہے ہیں آپ“ وہ تو ہکا بکا رہ گئے۔

”ٹھیک کہہ رہا ہوں وہ بے وقوف لڑکی تم سے سپوٹ حاصل کر رہی ہے کہ اس پرپوزل سے انکار کر دوں تو یہ ابرار احمد کا آخری فیصلہ ہے اگر اس پرپوزل سے میں نے انکار کیا تو ساری زندگی شہرینہ کی شکل نہیں دیکھوں گا۔“ وہ پشت پھیرے بولے۔

سرمد متوحش رہ گئے طائشہ نے آج پہلی بار انہیں اتنا سنجیدہ دیکھا۔

”اپنی زندگی تم خراب نہ کرو اس لڑکی کو میں ہینڈل کر لوں گا تم اس بچی پر کیوں ظلم کرتے ہو یہ معصوم بھی تم سے وابستہ ہے اگر تم دونوں نے کچھ ایسا ویسا اقدام اٹھایا تو اپنے بیٹے کو دیکھو اس کی شخصیت بکھر جائے گی ایسے میں نے آمنہ پر ظلم کیا اور عمر کی شخصیت بکھرتے بکھرتے رہ گئی میں تو سنبھل گیا مگر تمہارے پاس تو چانس بھی نہ ہوگا۔“ وہ تفصیلی

اسے لیکچر دے کر چلے گئے جبکہ وہ انس کو کھانا کھلا لینے کے بعد منہ "نیپکن" سے صاف کرنے لگی۔

گم صم سے سرمد نے انس کو گود میں اٹھا لیا کیونکہ اس کے بغیر تو رہنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے انہوں نے اس کے رخسار پر پیار کیا۔

"تمہیں صرف اس کی وجہ سے بخش رہا ہوں ورنہ تمہارے لیے میرے دل میں رتی برابر جگہ نہیں۔"

"آپ چاہے مجھے محبت نہ دیں مگر اپنے بیٹے کو ہی دے دیں۔" وہ بولی۔

"تم میں ہے کیا جو محبت دی جائے اپنی منحوس معصوم سی شکل دکھا کر میرے باپ کو اسیر کر لیا میرے فیوچر کی رکاوٹ سب سے بڑی تم ہو اچھی بھلی زندگی گزر رہی تھی تمہارے آتے ہی سارے میرے ارادے اور خواب چکنا چور ہو گئے۔ وہ قہر برساتی آواز میں بولے تو طائشہ لب کاٹ کر رہ گئی کتنا تو وہ خوشی کا خیال رکھتی تھی۔

"اگر تمہارے بھائی نے شہرینہ کے ساتھ کوئی غلط حرکت کی تو یاد رکھنا تمہارا حشر میں بگاڑ دوں گا اپنے آپ سے بےزار ہو جاؤ گی۔" وہ بولے۔

"وہ مجھے پتہ ہے ایک کھیل تیار کر رہا ہے جو مجھے ڈی گریڈ کرنے کے لیے۔"

"آپ غلط سمجھ رہے ہیں۔" روہانسی ہو گئی۔

"میں صحیح کہہ رہا ہوں اپنے بھائی کو جا کر کہہ ضرور دینا کہ اپنی بہن کو زندہ دیکھنا چاہتے ہو تو کچھ بھی کرنے سے پہلے تمہارے متعلق ضرور سوچ لے۔" انہوں نے انس کو اس کی گود میں تھمایا اور چلے گئے تو وہ لب کاٹ کر رہ گئی۔ کیا کرے کہ یہ شخص اسے معاف کر دے کس سے کہے۔

●●●

شہرینہ نے رو رو کر برا حال کیا ہوا تھا نہ کھا رہی تھی نہ ہی پی رہی تھی ابرار احمد نے ابھی تک اس سے کوئی بات نہ کی وہ خود بھی اس نائل کی وجہ سے خاموش تھے کیونکہ اپنے اور اس کے درمیان یہ طنز اور بحث ختم کرنا چاہتے تھے حالانکہ شہرینہ ان کے دل کی ٹھنڈک تھی آمنہ کے سمجھانے کا بھی اثر نہ ہوا۔

"آپ یہ اچھا نہیں کر رہے ہیں۔" "میں بہتر سمجھتا ہوں کیا اچھا ہے کیا برا۔ لہجے میں چٹانوں کی سختی نمایاں نظر آئی۔

"وہ اس طرح آپ سے بھی خائف ہو جائے گی پھر وہ مجھے سمجھے گی کہ میں نے اپنا۔" وہ بولتے ہوئے رک گئیں۔

"آمنہ میں یہ قصہ ختم کرنا چاہتا ہوں کیونکہ پہلے تمہیں اور اب اس معصوم بچی کا کیا قصور طائشہ بے چاری نے ایک لمحہ ابھی تک سکون کا نہ گزارا۔" وہ لیٹے ہوئے تھے آمنہ ان کے قریب ہی بیٹھی تھیں۔

"اپنی بیٹی کا بھی تو خیال کریں وہ خوش نہیں رہ سکے گی۔"

"اس کو تو میں اچھی طرح سمجھا دوں گا تم فکر نہ کرو اور اگر زیادہ گڑبڑ مچائی نا تو میں اسی مہینے اسے رخصت کر دوں گا۔" آمنہ نے حیرانگی سے انہیں دیکھا جو کتنے ظالم بنے ہوئے تھے شہرینہ کو انہوں نے جنم نہیں دیا تھا مگر ایک بیٹے کی ماں تو تھیں اور دل رکھتی تھیں وہ شہرینہ کو بھی دل سے قبول کر چکی تھیں وہ ان روایتی سوتیلی ماؤں کی طرح نہ تھیں ان کی تو خواہش تھی کہ وہ انہیں امی کہے۔

"تم اتنی فکر نہ کرو۔" وہ انہیں خاموش دیکھ کر گویا ہوئے۔

"آں ہاں۔" وہ چونک کر سر ہلا گئیں۔

"چچا جان چچا جان۔" صدف کی چیختی ہوئی آواز آئی تو دونوں گھبرا گئے۔

"خدا خیر کرے۔" آمنہ تیزی سے باہر آئیں۔

"چچی جان شہرینہ نے رو رو کر برا حال کیا ہوا ہے۔" وہ بہت گھبرائی ہوئی تھی۔

"میں ٹھیک کرتا ہوں کیا سمجھتی ہے اس کے احتجاج سے میں اپنا فیصلہ بالکل نہیں بدلوں گا۔" وہ غصے میں شہرینہ کے کمرے میں آئے تو دیکھا۔ بال بکھرے ہوئے تھے سرخ و سپید چہرہ رو رو کر سرخ قندھاری انار ہو گیا تھا سسکیاں الگ لے رہی تھی فارحہ بہت چپ کرا رہی تھی۔

"کیا تماشا بنا رکھا ہے تم نے۔" وہ دھاڑے فارحہ سہم کر الگ ہو گئی۔

"چچا جان میں نے سمجھایا ہے۔" اس نے ان کے برہم چہرے کو دیکھا۔

"اب میں سمجھاؤں گا تم باہر جاؤ۔" انہوں نے سنجیدگی سے اسے جانے کو کہا۔

شہرینہ نے روئی روئی آنکھیں اٹھائیں کتنے بدلے ہوئے نظر آئے اس کا دل اور ڈوب گیا۔ فارحہ چلی گئی تھی۔

ابرار احمد نے اب اسے دیکھا جو پنک تلکیے کپڑوں میں صدیوں کی بیمار لگ رہی تھی ان کا دل لرزہ مگر وہ کیا کریں مجبور تھے اپنی پھولوں سی نازک بیٹی کو کبھی تکلیف نہ دی تھی اس نے تو ماں تک کا پیار نہ دیکھا اور پھر مستزاد اس پر یہ ظلم۔

"تمہارے اس طرح احتجاج کرنے سے میں بالکل اپنا فیصلہ نہیں بدلوں گا۔"

"اگر تم تحمل سے سوچو تو تمہارے لیے میں نے بالکل صحیح انتخاب کیا ہے نائل حسن کا۔" وہ اس کے قریب بیٹھے۔

"شہرینہ کو اس وقت کٹھور سے لگے وہ کتنے دور دکھائی دیے صرف آمنہ اور عمر کے آنے سے کیا پاپا اب اس کے نہ رہے وہ اسے اپنی زندگی سے نکالنا چاہتے ہیں۔

"پاپا مجھ سے کیا جرم ہو گیا پلیز پاپا کیوں آپ ایسا کر رہے ہیں۔" وہ گلوگیر لہجے میں بولی۔

"میں تمہیں خوش دیکھنا چاہتا ہوں میرے خیال میں نائل تمہیں خوش رکھے گا۔" انہوں نے بڑے ضبط سے کہا۔

"کان کھول کر سن لو تمہارا پرپوزل ایکسیپٹ کر لیا گیا ہے تمہیں پتہ ہے میں اپنا فیصلہ بدلا نہیں کرتا۔" وہ سخت لہجے میں گویا ہوئے۔

"پھر میں بھی مر جاؤں گی مگر آمنہ بیگم کے بھتیجے سے قطعی شادی نہیں کروں گی امپاسبل۔" اسے بھی ضد ہو گئی۔

"یاد رکھنا شہرینہ کوئی بھی اگر تم نے حرکت کی اپنے آپ کو نقصان پہنچانے کی تو سب سے پہلے میں اپنے آپ کو ختم کر لوں گا۔" ان کا انداز خاصا درشت تھا۔

"جی۔" وہ ہکا بکا رہ گئی۔

"یا تم نے کچھ اور سوچا تو ساری زندگی تمہاری شکل نہیں دیکھوں گا اب فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے نہ کرو گی یا ہاں دونوں صورتوں میں نقصان تمہارا نہیں میرا ہوگا۔" وہ یہ کہہ کر رکے نہیں شہرینہ تو چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپا کر رو دی۔

"پاپا..... پاپا کیوں ایسا کر رہے ہیں میرے پاپا میں کیا کروں۔" وہ چیختے جا رہی تھی تائی امی تو ہول کر آ گئیں آمنہ کو مجرم سمجھ رہی تھی طائشہ خود سامنا کرنے کی ہمت نہیں کر پا رہی تھی شہرینہ تائی امی کے گلے لگ کر خوب روئی۔

"میری بچی کیا کروں کون سمجھائے ابرار کو۔" وہ غمگین ہو گئیں۔

"تائی امی مر جاؤں گی تائی امی مجھے بچا لیں مجھے چھپا لیں۔" وہ جذباتی انداز میں چیخی ابرار احمد کو اس کے رونے دھونے کی آواز آ رہی تھی دل بوجھل اور بے چین ہوا وہ اٹھ کر باہر چلے گئے آمنہ ان کی کیفیت سمجھ رہی تھیں کہ وہ کس کرب ضبط سے گزر رہے ہیں۔

◆◆◆

"بات اعتبار کی نہیں ہے کیوں کہ ابھی معاملہ نازک ہے۔" وہ سنجیدگی سے بولی۔

"آپ ناں بس ڈرتی رہا کریں دیکھئے گا کیسے تیر کی طرح سیدھا کروں گا اسے سارے بل نکل جائیں گے۔"

"نائل کیا بک رہے ہو۔" وہ چیخی

"آپ میں اس وقت انس کو دیکھنے آیا تھا۔"

"مت آیا کرو یہاں پریشانیوں میں اضافہ کر دیتے ہو کس کس کی سنوں بتاؤ میں انسان نہیں ہوں۔ احساسات نہیں رکھتی، میرا ابھی دل ہے، درد مجھے بھی ہوتا ہے، کیوں سب نے مجھے پتھر سمجھ لیا ہے، کیوں آخر کیوں؟" وہ پھر کر روتی ہو بھاگ گئی۔ نائل ہق دق رہ گیا وہ تو حیران تھا کیوں کہ سرمد نے آج تک اسے سکھ کا لمحہ نہیں دیا وہ کیا نہیں جانتا تھا۔

"تم کھڑے کیوں ہو بیٹھو ناں۔" پھوپھو اس کے لئے لوازمات سے سجی ٹرے لئے آئیں۔

"آں ہاں۔" وہ چونک گیا۔

"نائل کیا ہوا یہ طائشہ کدھر گئی۔" اب وہ ٹرے کو سینٹرل ٹیبل پر رکھ کر بولیں۔

"پھوپھو میں چلتا ہوں۔" وہ لمبا سانس بھر کر رہ گیا۔

"ایسے کیسے طائشہ کو بلاتی ہوں۔"

"پھوپھو مجھے ضروری کام سے جانا ہے میں بس انس کو دیکھنے آیا تھا۔"

"انس کو تو شاید بلال لے کر گیا ہے، آج کل سرمد اسلام آباد گیا ہوا ہے تو تنگ بہت کر رہا ہے۔" انہوں نے بتایا۔

"سرمد بھائی اسلام آباد گئے ہوئے ہیں آپی نے نہیں بتایا۔"

"یاد نہیں رہا ہوگا۔" وہ اس کے ہاتھ میں اب پلیٹ تھمانے لگیں۔

"اب سمجھا آپی کو غصہ کیوں ہے یعنی سرمد بھائی کو ابھی بھی کوئی دلچسپی نہیں ان سے۔" وہ یہ سوچ بیٹھا تھا۔

"ارے کھاؤ ناں۔" انہوں نے ٹوکا۔

"میں چلوں گا امی انتظار کر رہی ہوں گی۔" وہ رکا نہیں اور اٹھ گیا آمنہ نے بہت روکا مگر وہ چلتا چلا گیا جیسے آواز نہیں آئی پورچ میں آیا تو شہرینہ اسے لان میں ہی نظر آئی وہ نخوت سے منہ پھیر کر رہ گئی، نائل گاڑی کی جانب بڑھ گیا۔

"شہرینہ ابرار بس کچھ دن خیر منالو بعد میں تو میرے ہی چنگل میں آؤ گی دیکھنا ترسا دوں گا تمہیں تمہارے اپنوں سے، جب پتہ چلے گا اپنوں کی محبت کیا ہوتی ہے۔" وہ خاصے غصے میں گاڑی اسٹارٹ کر کے گیٹ سے باہر نکل گیا۔ سارے راستے منتشر ذہن کے ساتھ وہ سڑکوں پر بے مقصد گھومتا رہا۔

● ● ●

رمضان آئے تھے تو جہاں آراء کے لیے ڈھیروں کام ہو گئے کیوں کہ اس سال وہ تنہا تھیں پچھلے سال تو طائشہ، آمنہ تھیں مگر نائل کی ہدایت کے مطابق خاصا اہتمام کرنا پڑتا دو لوگوں کے لیے بھی اتنی چیزیں ہوتیں کہ بس مگر نائل ٹیبل بھری ہوئی چاہیے۔

"امی کیوں ناں پھوپھو اور آپی کو افطار پر بلالیں کسی دن۔" وہ عشاء کی نماز اور تراویح پڑھ کر آیا تو دیکھا امی

تک کچن میں مصروف تھیں۔

"آمنہ تو آجائے گی طائشہ کا مشکل ہے۔" وہ ریک میں برتن رکھنے لگیں ساتھ ساتھ نائل بھی ان کا ہاتھ بٹانے لگا۔

"سرمد بھائی اسلام آباد گئے ہوئے تھے۔"

"اب تو آ گیا ہے طائشہ فون پر بتا رہی تھی کچھ طبیعت خراب ہے۔" انہوں نے بتایا۔

"بے چاری آپی کی شامت آئی ہوئی ہوگی۔" اس نے دھلے برتن اب کیبنٹ میں رکھے۔

"سوچ رہی ہوں دیکھنے جاؤں انس کو بھی دیکھنے نہیں گئی فون پر ہی پوچھ لیا۔"

"گیا تھا میں آپی خاصی پریشان تھیں۔" وہ اب کاؤنٹر پر چڑھ کر بیٹھ گیا۔

"میری بچی رل گئی ہے۔"

"یہ سب جلد بازی کا نتیجہ ہے میرا انتظار کیا جا سکتا تھا ابو کو بس دوستی نبھانی یاد رہی۔"

"زیادہ بکواس نہیں اب تو ہو گئی کیا بار بار ایک ہی بات کہتے رہتے ہو۔" وہ برا مان گئیں۔

"اچھا چلیئے چھوڑیئے آپ یہ بتایئے کہ آپ نے ابرار انکل سے شادی کی تاریخ کا کہہ دیا ہے۔"

"کیسے بے شرم ہو گئے ہیں آج کل کے بچے لڑکے ذرا جھجھک شرم نہیں۔" وہ کاؤنٹر پر اب کپڑا مارنے لگیں اسے اترنے کا اشارہ کیا تو وہ چیئر گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔

"لو اس میں شرم کی کیا بات ہے میں تو اس لئے پوچھ رہا تھا کہ آپ تو آرام سے بیٹھی ہیں نہ کچھ تیاری کی۔"

"آمنہ اور طائشہ آجائیں کچھ چیزیں ہیں ان سے منگوانی ہیں میں تو بازاروں کے چکر نہیں لگا سکتی۔" وہ کچن سے باہر آ گئیں وہ بھی پیچھے پیچھے آیا۔

"آپی کو آنے دیا سرمد بھائی نے۔" اس نے استہزائیہ کہا۔

"فون کرو پوچھو تو سرمد کی طبیعت۔" انہوں نے اپنے دوپٹہ سے گیلے ہاتھ پونچھے اور فون کے قریب ہی بیٹھ گئیں نائل نے نمبر ڈائل کیا تو دوسری جانب وہی تھی۔

"اوہ تم ہو یہ بتاؤ کتنے دن ہیں یہاں آنے میں۔" اس نے شہرینہ کی متورم آواز سنی تو چونکا جہاں آراء نے اس کے تھپڑ مارا۔

"فضول سے لوگ اونہہ۔" اس نے ریسیور پٹخ دیا۔

"ابرار انکل کی بہت ہی خود سر لڑکی ہے۔"

"سیدھے سیدھے نمبر ملا کر مجھے دے دو کیا بکواس شروع کر دی اس سے۔" انہوں نے سرزنش کی اس نے نمبر ملا کر ریسیور انہیں تھما دیا طائشہ کو بلا دیا تھا جبکہ وہ صوفے پر ہی دراز ہو گیا وہ چاہ رہی تھیں نائل کسی طرح یہاں سے چلا جائے تا کہ طائشہ سے بات کر سکیں۔

"طائشہ سرمد کی طبیعت کیسی ہے۔"

"امی کچھ ٹھنڈ لگ گئی ہے اب تھوڑی بہتر ہے طبیعت۔" اس نے بتایا۔

"آتی میں مگر روزے کے بعد ہمت نہیں ہوتی نائل کے ساتھ آنا نہیں چاہتی۔"

"امی آپ لوگ مجھے اتنا غلط سمجھتے ہیں۔" وہ سیدھا ہو کر بیٹھا۔

"تم اٹھو یہاں سے جاؤ اپنے کمرے میں۔" وہ اس کو ہاتھ مار کر اٹھانے لگیں۔

"آپ کیا سمجھتی ہیں مجھے نہیں پتہ کچھ سب پتہ ہے مجھے آپی پر کیا گزرتی ہے۔"

"طائشہ یہ نائل ادھر ہی بیٹھا ہے۔" وہ بولیں۔

"آپی میں یہاں ہی بیٹھا ہوں آپ کریئے بات۔" اس نے زور سے ہانک لگائی۔

"میں بعد میں کروں گی فون یہ بکے جائے گا۔" انہوں نے ریسیور رکھ دیا۔

"امی آپ نے بات کیوں نہیں کی؟" وہ خفا ہوا۔

"تمہارے سامنے میں باز آئی کرنے سے جانا پڑے گا مجھے کل سرمد کو دیکھنے۔"

"آپ کے دیکھنے جانے سے وہ ٹھیک ہو جائیں گے۔" وہ چڑ گیا۔

"وہ داماد ہے کرنا پڑتا ہے سب کچھ۔"

"آپی کو ذرا بھی خوش نہیں رکھتے ایسے شخص کو۔"

"نائل مزید بولے نا تو اچھا نہیں ہوگا اول فول بولے جاتے ہو ذرا لحاظ نہیں بہنوئی ہے تمہارا اور بڑا۔"

"امی میں بھی اس گھر کا داماد ہوں اور ان کا بہنوئی وہ لحاظ کرلیں گے میرا۔" بات سے بات نکالنے میں تو اس کا جواب نہیں۔

"تم سے کوئی نہیں جیت سکتا اتنا تنگ کیا ہوا ہے تم نے نائل مجھے تو ڈر لگ رہا ہے تم سے۔" وہ کھڑی ہو گئیں۔

"میں سچی اور کھری بات کرتا ہوں اگر میری بہن یا پھوپھو کو تنگ کیا اس لڑکی نے یا سرمد بھائی نے امی واقعی میں کبھی شدید ردعمل رکھوں گا کیوں کہ میں مزید برداشت نہیں کر سکتا۔" وہ درشت لہجے میں بولا۔

"منہ دکھانے کے قابل مت چھوڑنا اپنی بہن کے لیے اور پریشانیاں پیدا کرنا وہ پہلے ہی خوش نہیں ہے تمہارے رشتے سے۔"

"کون سرمد صاحب۔" وہ استہزائیہ ہنسا۔

"امی کل تک بازی ان کے ہاتھ میں تھی اب میرے ہاتھ ہو گی دیکھئے گا زچ کر دوں گا اس گھر کے ایک ایک فرد کو پتہ چلے گا کس سے پالا پڑا ہے۔"

"واقعی نائل تم کوئی فساد کرو گے مجھے تو ہول اٹھ رہے ہیں۔" وہ ڈرتی ہوئی اٹھ گئیں جبکہ نائل اطمینان سے تھا۔

● ● ●

"تم اپنی مرضی سے شاپنگ کر لینا۔" ابرار احمد نے شہرینہ کے آگے ہزار ہزار کے نوٹوں کی گڈی پھینکی تو وہ چونک گئی۔

"صدف کے یا طائشہ کے ساتھ چلی جانا۔"

"مجھے نہیں کرنی شاپنگ اور نہ ہی کسی کے ساتھ جانا ہے۔" وہ روٹھی روٹھی بولی۔

"ابرار احمد نے متوحش ہو کر اسے دیکھا بالکل ہی ایسی حالت بنالی تھی کسی بھی ایکٹوٹیز میں حصہ نہ لیتی تھی اس وقت بھی وہ افطار کے بعد کچن کی صفائی کروا کر آئی تھی۔

"سنو تم چاہے کتنا غصہ دکھا لو میں اپنے فیصلے سے ایک انچ نہیں ہٹوں گا۔"

"ظاہر ہے اب آپ کو میں تھوڑی نظر آؤں گی۔" اس نے آمنہ پر ایک کاٹ دار نگاہ ڈال کر طنز کیا وہ خفیف سی ہو گئیں وہ چائے لے کر آئی تھیں اس کے لیے۔

"شہرینہ تم میرے لاڈ پیار کا ناجائزہ فائدہ اٹھا رہی ہو۔"

"اب لاڈ پیار میرے لیے رہا کب آ تو گئے ہیں آپ کے حصے دار۔" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی تو انہوں نے ایک زوردار طمانچہ اس کے پھول جیسے گال پر جڑ دیا اور وہ بلبلا کر رہ گئی۔

"کیا کر رہے ہیں آپ۔" آمنہ تو گھبرا گئیں جھٹ ہاتھ سے ٹرے سائیڈ ٹیبل پر رکھی۔

"اس سے کہو اگر زیادہ بکواس کی نا تو آج ہی نکاح کر کے روانہ کر دوں گا۔" وہ یہ کہہ کر باہر چلے گئے جبکہ وہ رونے لگی آمنہ نے اسے اٹھانا چاہا مگر وہ جھڑک کر رہ گئی۔

تائی امی چلی آئیں وہ ان کی آغوش میں آ کر خوب روئی ان سے تو سنبھالنا مشکل ہو گیا۔

"ارے میں کہتی ہوں بچی کے ساتھ ایسا کرتے ہیں۔"

"تائی امی میں مر جاؤں گی مجھے بچا لیں۔" وہ سسک رہی تھی۔

آمنہ کی خود سمجھ نہیں آ رہا تھا کیوں کہ وہ تو خود ابرار کو سمجھا سمجھا کر تھک گئی تھیں۔

"ابرار کو سمجھاؤ کہ کیوں زبردستی کر رہا ہے وہ یہ نبھاہ کر لے گی نائل سے وہ خود کافی غصہ والا ہے۔" انہوں نے شہرینہ کے آنسو پونچھے۔

"بھابھی میں تو سمجھا سمجھا کر تھک گئی ہوں۔"

"ہاں آپ کیوں سمجھائیں گی آپ تو خوش ہوں گی راستے سے ہٹی۔" اس نے آمنہ کو ترخ کر جواب دیا تو وہ جز بز ہو گئیں۔

"شہرینہ ایسے مت بولو وہ خود پریشان ہے۔"

"تائی امی جس دن سے یہ آئی ہیں میری لائف اپ سیٹ ہو گئی ہے پاپا مجھ سے دور ہو گئے ہیں۔"

"انہوں نے اور ان کے بیٹے نے دور کیا ہے۔"

"شہرینہ تم غلط سوچ رہی ہو وہ نہیں دور ہوئے۔" آمنہ نے نفی کی۔

"آپ کی ہر بات مانتے ہیں پھر کیوں وہ میری شادی اس ایڈیٹ سے کر رہے ہیں۔"

"اچھا تم خود کو ہلکان نہ کرو میں سمجھاؤں گی اسے۔" انہوں نے تسلی دی مگر بے سود تھی کیوں کہ تاریخ تو رکھی جا چکی تھی ساری تیاریاں ہو رہی تھیں پھر اب انکار کی تو گنجائش ہی نہ تھی وہ روتی رہی آمنہ لب کاٹتی اندر چلی گئیں۔

"آپ ایک بار پھر سوچ لیں آپ شہرینہ کی زندگی کے بارے میں۔" انہوں نے ابرار احمد سے کہا جو خاموشی سے صوفے پر بیٹھے تھے۔

"آمنہ میں نے کہا نا میرا فیصلہ اٹل ہے آئندہ مجھ سے بحث مت کرنا پہلے ہی میں اپ سیٹ ہوں۔" انہوں نے اپنے سر کو ہاتھ میں دبایا۔

"میں تو اس لیے کہہ رہی تھی کہ وہ مجھے۔"

"بس اب کچھ مت بولنا اس لڑکی کو میں نے لاڈ پیار میں پالا اور وہ آج مجھے یہ صلہ دے رہی ہے جیسی ماں ویسی اس کی بیٹی۔" وہ بڑبڑا کر رہ گئے کیوں کہ شہرینہ کی ماں سے ان کی کب بنی تھی ہر وقت لڑائی، جھگڑا وہ پاکستان لانا چاہتے تھے اور وہ انکاری تھی اور پھر ایک دن وہ انہیں اور ان کی بیٹی کو چھوڑ کر ہی چلی گئی مگر انہوں نے شہرینہ سے یہی کہا کہ وہ مر چکی ہے کیوں کہ اس کی ماں ایک بھاری رقم لے کر الگ ہوئی تھی کیوں کہ وہ ان سے فیڈ اپ ہی کب تھی اسے تو اپنی بیٹی کی بھی محبت نہ روک سکی۔

● ● ●

اس دن رات کو افطار کے بعد جہاں آراء سرمد کو دیکھنے آ گئیں کیوں کہ وہ کافی بیمار تھے سب نے ہی ان کا اچھا کہا تھا۔

''کافی عرصے بعد اس گھر میں آئی ہیں۔'' سرمد ان سے سرد مہری سے ملے اور سوتے بن گئے وہ عجیب سا محسوس کر کے رہ گئی تھیں مگر طائشہ کو وہ ایک لمحے کو ان کے پاس نہیں بیٹھنے دے رہے تھے مسلسل آوازیں لگائے جا رہے تھے۔

''بھابھی سرمد بھائی کی بیماری تو آپ کے لیے بھاری پڑ گئی۔'' یاسر نے شرارت سے کہا۔

''لگتا ہے کچھ ایسا ہی ہے۔'' وہ ہلکے سے مسکرائی۔

''امی آپ بیٹھیے میں آتی ہوں۔''

''میں بھی چلوں گی نائل آ گیا ہے ہارن دیئے جا رہا ہے۔'' وہ کھڑی ہوئیں۔

''ارے بھابھی دیر کتنی ہوئی ہے آپ کو۔'' بڑی چچی نے کہا۔

''میں پھر آؤں گی کیوں کہ اس وقت میں جلدی میں آئی ہوں۔'' وہ بولیں۔

انس کو انہوں نے خوب پیار کیا۔

''بھابھی کچھ دنوں کے لیے طائشہ کو بھیج دیں یہ اور آمنہ کچھ تیاری کر لیں گی۔'' انہوں نے سرمد کی امی سے کہا۔

''ہاں بھیج دوں گی سرمد ٹھیک ہو جائے۔''

''امی بیٹھیے نا۔'' طائشہ پھر آ گئی۔

''اب چلوں گی۔''

''آنٹی نائل مسلسل ہارن دیئے جا رہا ہے میں نے کہا بھی اندر آ جاؤ کہنے لگا کہ آپ نے منع کیا ہے۔'' یاسر نے ہنس کر کہا۔

''ہاں میں نے ہی کہا تھا۔'' وہ مسکرائیں۔ وہ سب سے اجازت لے کر چلی گئیں طائشہ کی پھر طلبی ہو گئی ابھی تو اس نے کھانا بھی نہیں کھایا تھا روزہ بھی خالی کھجور سے کھولا کیوں کہ سرمد ہلنے ہی نہیں دے رہے تھے۔

''یہ لڑکا اسے پاگل کر دے گا۔'' امی نے کہا کیوں کہ طائشہ انہیں خود لاغر سی لگی۔

''بھابھی کو لگتا ہے دیکھ کر بے چاری کو تکلیفوں میں مبتلا کیا ہوا ہے۔'' انہوں نے کہا۔

''میں پوچھوں تو جا کر اسے۔'' وہ اب سرمد کے کمرے کی جانب بڑھ گئیں۔

''میں پہلے اسے تو کچھ کھلا دوں میرا بچہ بھوکا ہے۔'' وہ اسے گود میں لے کر کچن میں آئی چاول نکالے۔

''بھابھی آپ تو کھا لیں آپ نے کب کھایا۔'' فارحہ نے اس سے کہا۔

''کھا لوں گی پہلے اسے کھلا دوں۔''

''طائشہ طائشہ جلدی جاؤ سرمد بلا رہا ہے۔'' آمنہ پھوپھو نے کہا وہ تو گھبرا گئی۔

''اف ابھی اسے بھی نہیں کھلایا۔'' وہ خود بھوک محسوس کر رہی تھی سارا دن روزہ اور سرمد کے اتنے کام وہ خود چکر آتے محسوس کر رہی تھی۔

''اسے مجھے دے جاؤ تم جاؤ۔'' انہوں نے انس کو گود سے لیا تو وہ چیخ ہی پڑا مگر وہ تیزی سے اندر آ گئی وہ پانی پینے اٹھے تھے مگر جگ میں پانی نہیں تھا۔

''اندھی ہو نظر نہیں آتا کہ پانی نہیں ہے۔'' وہ دھاڑے عجیب ملگجہ سا ان کا حلیہ ہو گیا شیو بھی بڑھی ہوئی چہرہ پیلا اور کافی نقاہت بھی تھی۔

''جلدی سے وہ پانی لا کر انہیں دینے لگی تو۔'' انہوں نے اس کے ڈرے سہمے چہرے کو دیکھا جہاں ہوائیاں اڑتی محسوس ہوئیں انہوں نے خاموشی سے پانی پینے کے بعد گلاس تھمایا اور دھڑ سے لیٹے سینے میں درد محسوس کر رہے تھے

پھیرنے لگے وہ گھبرا ہی گئی کیوں کہ انہیں نمونیہ کا اٹیک ہوا تھا دس دن سے بستر پر پڑے تھے۔

''بہت درد ہو رہا ہے۔'' وہ ان کے قریب ڈرتے ڈرتے بیٹھی۔

''اف'' وہ کراہے۔

''لائیں وکس کی مالش کر دوں۔'' اس نے دراز سے وکس نکالی ان کی شرٹ کے بٹن کھول کر مساج کرنے لگی تو ...د ایک لمحے کو کھو سے گئے نرم و گداز ہاتھوں نے جب ان کے جسم کو چھوا تو وہ آنکھ کھول کر اسے دیکھنے لگے جو کافی فکر ...نبھی لگی وہ بدستور مساج کرتی رہی انہیں سکون ملا تو آنکھیں موند لیں طائشہ نے ان کی شرٹ کے بٹن لگائے اور ...بل ان کے سینے تک اوڑھایا خود بھی ان کے قریب ہی بیٹھی رہی کیوں کہ ان کے ہاتھوں کے نیچے اب اس کا نرم ...م ہاتھ دبا رہا طائشہ ان کا مضمحل چہرہ دیکھنے لگی کتنے سخت تھے ایک خوبصورت اور لمبے چوڑے تھے اپنے جاہ و جلال ...ے ساتھ وہ اس پر مسلط رہتے اس کی کتنی خواہش ہوتی کہ وہ بھی اس سے چند پیار کے بول بول لیں وہ لب کاٹ کر رہ ...ی اس پر نقاہت سی طاری ہوئی تھکن سے آنکھیں بند ہو گئیں بیک کراؤن سے سر ٹکا دیا وہ بھی نیند کی وادی میں چلی ...ی کچھ ہی منٹ آنکھ لگی ہو گی سرمد کی آنکھ کھل گئی انہوں نے اس کی جانب نگاہ کی جو سو رہی تھی گھنیری پلکوں کی بوجھ ...لے ریلی آنکھیں بند تھیں سرخ نازک ہونٹ آپس میں پیوست تھے بال بکھرے ہوئے چہرے پر پڑے تھے وہ ایک ...ک تک اسے دیکھتے رہے کتنا ان کا خیال رکھتی تھی۔ اسی اثناء میں انس کے رونے کی آواز آئی تو وہ ہڑبڑا گئی تیزی سے ...لڑی ہوئی مگر اتنی اچانک اٹھنے پر سنبھل نہیں پائی کہ لہرا کر گرتے گرتے بچی سرمد بھی گھبرائے۔

''بھابھی بھابھی۔'' فارحہ کی آواز پر وہ پھر سنبھلی۔

''آ جاؤ فارحہ۔'' وہ بیڈ کے کونے پر ہی ٹک گئی۔

''بھابھی جب سے آپ دے کر گئی ہیں روئے جا رہا ہے کھانا بھی نہیں کھایا۔'' وہ انس کو اس کی گود میں دے کر بولی۔

''بھائی جان اب کیسی طبیعت ہے آپ کی۔'' فارحہ نے اس سے پوچھا۔

''پہلے سے بہتر ہے۔'' وہ بولے۔

''چائے لاؤں آپ کے لیے۔''

''ہاں لے آؤ تمہاری بھابھی کو تو فرصت ہی نہیں میرے لیے۔ انہوں نے شکوہ کیا طائشہ نے گردن موڑ کر انہیں ...یکھا سمجھ نہیں پائی وہ سنجیدہ ہیں یا عام سا لہجہ ہے۔

''آپ کے لیے تو اتنی پریشان ہیں صرف کھجور سے روزہ کھولا ہے ابھی تک کھایا بھی نہیں کیوں کہ آپ بار بار نہیں بلائے جو جا رہے تھے۔''

''میری بیوی ہے ظاہر ہے اب اسے ہی بلاؤں گا۔'' وہ ہلکے سے مسکرائے۔

''اچھا بھابھی آپ آ کر کھانا کھا لیں امی نے کہلوایا ہے اور بھائی جان اسٹرونگ سی آپ کے لیے چائے بنا کر لاتی ہوں۔'' وہ مسکراتی ہوئی چلی گئی۔ انس رو رو کر سو چکا تھا اسے تکیہ سیدھا کر کے لٹایا انہوں نے بیٹے پر نگاہ ڈالی ماتھے پر زخم کا نشان تھا جو ٹھیک تو ہو گیا مگر نشان باقی رہا۔

''کھانا کھا کر آؤ۔'' انہوں نے ذرا تحکم بھرے انداز میں کہا۔

''اب بھوک نہیں ہے۔'' وہ بولی۔

''سنو نہ تو میں سنتا نہیں ہوں ابھی لہرا کر گرتے گرتے بچی ہو۔'' انہیں آج پہلی بار اس کا خیال آیا۔

''ڈھیٹ ہوں کچھ نہیں ہو گا مجھے۔'' وہ رکھائی سے بولی۔

’’ہونا بھی نہیں چاہیے میرے بیٹے کی ماں ہو اس لیے بخش دیا ہے ورنہ تم اس قابل تو ہو نہیں کہ تمہیں بخشا جائے۔‘‘

’’آپ کے قابل تو اب بس ایک ہی ہے۔‘‘ روانی سے نکل گیا۔

’’زیادہ بکواس نہیں اچھا سب سمجھتا ہوں تمہارا طنز۔‘‘ وہ برہم ہوئے۔

’’میں نے طنز تو نہیں کیا۔‘‘

’’دیکھو پھر میرا ٹیمپر لوز ہوا نہ تو میں آپے سے باہر ہو جاؤں گا الٹا سید ھا منہ سے نکل گیا تو بس۔‘‘ وہ کروٹ لے کر لیٹے۔

طائشہ اب تیزی سے اٹھ کر باہر آ گئی بے قصور ہوتے ہوئے قصور گردانی گئی ہے پتہ نہیں کب تک بن باس کاٹتی رہے گی۔



تیاریاں ساری ہو گئی تھیں سرمد نے طائشہ کو ایک بار بھی آنے نہیں دیا تھا آمنہ نے دو تین چکر لگا لیے نائل نے بہت غصہ کیا مگر آمنہ نے ہی ڈانٹا رمضان کا آخری عشرہ بھی اختتام پزیر پر تھا نائل نے بڑی زبردست عیدی بھیجنے کے لیے خود ہی تیاری کی آمنہ طائشہ اور شہرینہ کے لیے کیوں کہ وہ سرمد کو دکھانا چاہتا تھا وہ بھی آج ایک اچھی پوسٹ پر ہے اور تنخواہ بھی اس کی کافی زیادہ تھی گاڑی ڈرائیور ملازم بھی تھے اسے کوئی شو آف نہیں کرنی تھی بس بتانے کا مقصد تھا کہ وہ کوئی گرا ہوا نہیں ہے۔

اتنا کچھ وہ لے کر آیا تھا سب ہی حیران تھے۔

’’بیٹا ان سب کی کیا ضرورت تھی۔‘‘ انوار احمد نے نائل سے کہا جو خود ہی لے کر آیا تھا زبردستی حالانکہ جہاں آراء نے منع کیا کہ تم نہ جاؤ۔

’’انکل یہ سب میں اپنی پھوپھو اور آپی کے لیے لایا ہوں۔‘‘ وہ مسکرا کر گویا ہوا۔

’’نائل بھائی یہ خاص سامان بجو کا ہے نا۔‘‘ عمر نے چہک کر کہا وہ کچھ نہ بولا۔

’’ہاں ہاں اسی کا ہے۔‘‘ آمنہ نے تائید کی۔

’’بیٹا پھر بھی اچھا نہیں لگ رہا۔‘‘ ابرار احمد بھی اتنا کچھ دیکھ کر شرمندہ ہوئے۔

’’آپ کیوں کہہ رہے ہیں بھتیجا ہے میرا اور طائشہ کا بھائی۔‘‘ آمنہ نے جھٹ کہا۔

’’اور امی بجو کے ہو۔‘‘ نائل نے عمر کے سر پر چپت لگائی تو وہ ہنس دیا۔

’’آپی سرمد بھائی کی طبیعت کیسی ہے۔‘‘ اس نے فارمیلٹی نبھائی۔

’’اب تو بہتر ہے آفس بھی جانے لگے ہیں۔‘‘

’’سرمد آج ابھی تک آیا نہیں۔‘‘ انوار احمد نے اس سے پوچھا۔

’’ابھی تک تو نہیں آئے اس وقت تک تو آ جاتے ہیں۔‘‘ وہ ساری چیزیں سمیٹنے لگی۔

’’آپی آپ انس کو کہاں چھپا دیتی ہیں۔‘‘ نائل نے اب انس کا پوچھا۔

’’نائل بھائی اس بار واقعی نہیں چھپایا لیجیے۔‘‘ بلال اسے لے آیا۔

’’تمہاری ہی پوری کوشش ہوتی ہے۔‘‘

’’نائل‘‘ طائشہ نے دبی دبی آواز میں گھر کا۔

’’یار ایک بس ہماری آپی ذرا ڈینجر بنی رہتی ہیں۔‘‘

’’حالانکہ یہاں تو ڈینجر کا نشان سرمد بھائی ہیں۔‘‘ عمر نے نائل کے کان میں سرگوشی کی تو طائشہ نے دونوں کو ہی گھورا۔

’’عمر شہرینہ کی چیزیں اس کے کمرے میں دے آؤ۔‘‘

’’اٹھا کر باہر پھینک دیں گی۔‘‘ وہ بولا۔

’’اسے دینے کی ضرورت نہیں ہے بعد میں ساتھ ہی روانہ کر دینا۔‘‘ ابرار احمد سنجیدگی سے گویا ہوئے نائل نے ان کے چہرے کو دیکھا جہاں فکرمندی کی لہریں بھی واضح تھیں۔

’’اچھا اب چلتا ہوں۔‘‘ وہ انس کو گود سے اتار کر کھڑا ہوا۔

’’بیٹھو بیٹا۔‘‘

’’انکل اب چلوں گا امی کو لے کر بازار جانا ہے۔‘‘ وہ سب کو خدا حافظ کہہ کر جانے لگا تو ابرار احمد بھی پیچھے پیچھے ہو لئے۔

’’نائل تم کچھ خیال مت کرنا۔‘‘

’’کس بات کا۔‘‘ وہ انجان بنا۔

’’یہی کہ شہرینہ کے بارے میں۔‘‘ وہ کہتے کہتے رک گئے۔ وہ چپ رہا۔

’’ذرا ضدی ہے مگر مجھے یقین ہے بعد میں ٹھیک ہو جائے گی۔‘‘

’’بعد میں تو ٹھیک کر لوں گا۔‘‘ وہ سوچ کر ہی رہ گیا۔

’’مگر بدتمیز بالکل نہیں ہے۔‘‘ وہ پریشان بھی ہوئے کہ کہیں وہ کچھ غلط نہ سمجھ لے۔

’’انکل میں نے کچھ کہا آپ سے۔‘‘ وہ رکھائی سے کہتا اپنی پینٹ کی جیب سے گاڑی کی چابی نکال کر گیا مگر راستے میں اسے شہرینہ نے روک لیا وہ اس کی گاڑی کے پاس ہی کھڑی تھی ابرار احمد کو اندھیرے کی وجہ سے صاف نظر نہ آیا۔

’’تم نے آخر کیا سوچ کر میرے لیے پرپوزل بھیجا۔‘‘ وہ اس پر چڑھ دوڑی مگر وہ اچانک افتاد پر پریشان ہو گیا۔

’’میں تمہیں جان سے مار دوں گی آئی کل یو۔‘‘ وہ اس پر جھپٹی وہ تو اس کے ہاتھ ہی پکڑ کر رہ گیا دل تو یہ چاہا کہ منہ پر ایک جھانپڑ لگا دے مگر ابھی اختیار نہیں رکھتا تھا ابرار احمد کو آواز آئی تو وہ دوڑ کر آئے۔

’’تم نے پہلے اپنی پھوپھو کو بھیجا پھر بہن کو ایک ایک کا جینا دوبھر کر دوں گی ایڈیٹ نان سینس۔‘‘

’’شہرینہ کیا پاگل پن ہے۔‘‘ ابرار احمد نے اسے بازو سے پکڑ کر کھینچا تو وہ گرتے گرتے بچی۔ نائل کا غصہ کے مارے برا حال تھا دانت پیسنے لگا آنکھوں میں چنگاریاں اٹھنے لگیں۔ مٹھیاں الگ بھینچ لیں ماتھے پر بے کراں تلملاہٹ کا جال بچھ گیا۔

’’پاپا چھوڑیں مجھے اس کا مرڈر کر دوں گی چھوڑ دیں مجھے۔‘‘

’’شہرینہ شٹ اپ۔‘‘ انہوں نے اس کے منہ پر جھانپڑ مارا تو وہ جھنجھنا اٹھی آج پھر پاپا نے مارا۔

’’نائل آئی ایم سوری۔‘‘ انکل شرمندگی کے مارے برا حال تھا نگاہ اٹھا نہیں پائے۔

نائل نے کچھ نہ کہا بس شہرینہ پر ایک غصہ کی نگاہ ڈال کر اپنی گاڑی میں بیٹھا اور زن سے نکل گیا دماغ کھول رہا تھا بس نہیں چل رہا تھا کہ شہرینہ کے منہ پر تھپڑوں کی بارش کر دے اس کا گریبان پکڑا کیسے وہ اس تک بڑھی اب تو اور بھی ضروری تھا کہ وہ اس کی عقل ٹھکانے لگائے۔



’’تم دیکھنا ان دونوں کے چکر میں ہم دونوں پھر رہ جائیں گے۔‘‘ یاسر نے اس سے کہا جو ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھی تھی۔

’’آپ سے صبر نہیں ہوتا۔‘‘ فارحہ نے اس کے اترے چہرے کو دیکھا۔

’’صبر تو ہوتا ہے مگر تم دیکھنا اس سال بھی تایا ابو کو خیال نہیں آئے گا۔‘‘

’’ایک تو میں پریشان ہوں اوپر سے مستزاد آپ اپنی پریشانی مسلط کر دیں۔‘‘

"یار میں تم سے تو ایک بات کہہ رہا ہوں۔" یاسر نے اس کے تنے چہرے کو دیکھا۔

"شہرینہ کی شادی ہو جانے دیں کل یا آج چاند مجھے لگ رہا ہے نظر آ جائے گا۔"

"میرا چاند تو تم ہو۔" وہ اب ترنگ میں آیا۔

"پلیز میں اس وقت بالکل بھی ایسی باتوں کے موڈ میں نہیں ہوں۔"

"تم پر بھی شہرینہ کا اثر ہو گیا ہے۔" وہ چیئر گھسیٹ کر اٹھا۔

"اب آپ کچھ بھی سمجھ لیں۔" اس نے رُکھائی دکھائی۔

"ٹھیک ہے اب آج کے بعد میں نہ تم سے بات کروں گا نہ تم کرنے کی کوشش کرنا جتنا میں تمہارا خیال کرتا ہوں تم ذرا بھی نہیں کرتی ہو۔" وہ آج پہلی بار غصہ میں آ گیا۔

"اب چاہے رخصتی ہو یا نہ ہو مجھے کوئی دلچسپی نہیں کیوں کہ مجھے لگتا ہے تم بھی مجھ سے چڑنے لگی ہو جیسے شہرینہ چڑتی ہے نائل سے۔"

"آپ غلط سمجھ رہے ہیں۔" وہ گھبرا گئی۔

"صحیح سمجھتا ہوں۔" وہ یہ کہہ کر چلا گیا وہ سر ہاتھوں میں تھام کر رہ گئی آنکھوں میں الگ نمی آ گئی کیسے منائے کس سے کہے لب کاٹتی اٹھی طائشہ کی نگاہ اس پر پڑ گئی جو آنکھوں سے نمی صاف کر رہی تھی۔

"فارحہ کیا بات ہے۔" وہ تجسس میں پڑ گئی۔

"بھابھی وہ ناراض ہو گئے ہیں۔" وہ بولی۔

"یاسر" وہ مسکرائی فارحہ نے اثبات میں سر ہلایا۔

"پگلی اس میں رونے کی کیا بات ہے۔"

"بھابھی وہ پتہ ہے کیا کیا کہہ گئے ہیں مجھ سے بات بھی نہیں کریں گے۔" دل تو بے چین ہو گیا۔

"مجھے بات بتاؤ ہوئی کیا۔" اس نے بلیو کاٹن کے سوٹ میں ملبوس فارحہ کو اپنے ساتھ لگا لیا اس نے ان کی ہمدردی پا کر ساری بات بتا دی۔

"اچھا اب سمجھ آیا۔" وہ سننے کے بعد گویا ہوئی۔

"بھابھی اب آپ ہی بتایئے ایسی صورت میں کیسے ممکن ہے۔" وہ بولی۔

"ممکن ہے تم فکر مت کرو ظاہر ہے ایک سال کا عرصہ کافی ہوتا ہے رخصتی تمہاری ہونی چاہیے تھی نائل نے بیچ میں اپنا مسئلہ کھڑا کر دیا۔"

"بھابھی اپ یہ کیا کہہ رہی ہیں۔" وہ حیران ہوئی۔

"میں ابو اور امی سے بات کروں گی۔"

"آپ میرا نام لیں گی۔" اسے شرم بھی آئی۔

"بے وقوف تمہارا کیوں لوں گی۔" اس نے فارحہ کے رخسار پر تھپکی دی۔

"اور ہاں تم بھی یاسر کو اب ناراض مت کرنا فوراً مناؤ تم بیوی ہو اس کی اور تمہارا فرض ہے کہ تم اسے ناراض نہ کرو۔" اس نے ساتھ ہی پیار سے سمجھایا۔

"وہ تو سخت ناراض ہیں۔"

"تمہارے بھائی جان سے زیادہ سخت کوئی نہیں ہو سکتا۔" وہ پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

"بھابھی آپ کتنی اچھی ہیں اور بھائی جان پتہ نہیں کیوں آپ پر غصہ کرتے رہتے ہیں اتنی پیاری ہیں سب کا خیال رکھتی ہیں اور بھائی جان کا کتنا خیال رکھتی ہیں۔" اس نے طائشہ کے ہاتھ تھام لیے۔

"کاش وہ بھی کسی دن یہ کہہ دیں۔" طائشہ نے بس سوچا ہی۔

"تم ایسا کرو یاسر کو ڈھونڈو کدھر ہے کیوں کہ عید پر اپنے پیاروں کو منا لیا جاتا ہے۔"

"بھائی جان بھی آپ کو منا لیں تو کتنا اچھا ہو۔"

"تم دعا کرتی رہا کرو ایک دن وہ بھی مان جائیں گے۔" وہ فارحہ کی بات پر بولی۔

فارحہ اس کا ہاتھ دبا کر چلی گئی وہ لمبی سانس خارج کر کے رہ گئی کتنی بے مقصد اور بے رنگ اس کی زندگی تھی کوئی بھی تو رنگ محبت و اپنائیت اور نہ مان تھا سرمد کی طنزیہ اور دل جلانے والی گفتگو ہر وقت اسے جھڑکنا مگر اپنے مطلب کے لیے استعمال کرنا وہ خوب جانتے تھے اس وقت وہ صرف اپنی کم اہلی پر آنسو بہا لیتی تھی اس کے لیے تو بس انس کی گنجائش بھی بالکل نہ تھی جو صرف ان سے وابستہ تھی یاسر اور فارحہ کو اکثر رشک کی نگاہ سے دیکھتی آمنہ پھوپھو کتنی خوش تھیں ابرار احمد کے سنگ اگر انہوں نے طویل بن باس کاٹا تھا اگر وہ کڑی دھوپ میں رہی تھیں تو آج ان پر چھاؤں تھی جس کی ٹھنڈک میں وہ اور عمر پرسکون اور خوش تھے۔ مگر اس کے حصہ میں تو ابھی تک کچھ نہ آیا دو سال کے عرصے میں وہ بس چند ماہ ان کے پاس رہی وہ بھی بے جان چیز کی طرح اور پھر ڈیڑھ سال کا عرصہ وہ بس انہیں ہی یاد کرتی رہی ان کے بیٹے کی وجہ سے تو وہ جینے کی طرف گامزن ہوئی تھی شاید وہ پتھر کا مجسمہ ہو جاتی اگر اس کے لیے ان کے دل میں محبت نہیں تھی تو انس کے لیے تو ان کے دل میں پیار و محبت کا سمندر تھا۔

کل واقعی چاند نظر آ گیا تو ڈھیروں کام تھے جو اسے کرنے تھے وہ اٹھ گئی۔

● ● ●

شہرینہ کو بلال زبردستی اپنے ساتھ بازار لے کر گیا تھا جبکہ یاسر اور فارحہ میں بھی صلح ہو گئی تھی چچی جان نے ہی تایا ابو سے ضد کر کے دونوں کو بازار بھیجا تھا ورنہ وہ اس طرح گھومنے پھرنے کے خلاف تھے آمنہ بھی ابرار احمد کے ساتھ گئی تھیں اگر بچی تو طائشہ ہی تھی جس پر سرمد کی توجہ ہی نہ تھی۔

"سرمد طائشہ کو تم ایک بار بھی بازار لے کر نہیں گئے۔" امی نے ان سے کہا جو شاید کسی سے ملنے جا رہے تھے۔

"میرے پاس فضول ٹائم نہیں ہے۔" انہوں نے طائشہ پر خونخوار نگاہ ڈال کر کہا۔

"بیٹے کے لیے اتنا کچھ خرید لائے اس کا تمہیں بالکل خیال نہیں۔"

"وہ میرا بیٹا ہے اس کا خیال میں ہی رکھوں گا۔"

"بیٹے یہ بھی تو اس کی ماں ہے اس ناتے ہی اسے لے جاؤ۔"

"اگر اتنا ہی شوق ہو رہا ہے تو اس کے چہیتے بھائی نے بھی تو اتنا کچھ بھیجا ہے اسے ہی استعمال کر لے۔"

"وہ اپنی بہن کے لیے لایا تھا یہ تمہاری بیوی ہے تمہارا بھی فرض ہے۔" وہ غصہ میں آ گئیں۔

"رہنے دیں آپ، آپ کے صاحبزادے کی عقل میں کسی کی نہیں آتی۔" ابو بھی سب سن رہے تھے وہ بول ہی اٹھے۔

"اس معصوم کو کیوں تم نے سولی پر چڑھایا ہوا ہے شکر کرو اتنی اچھی بیوی ملی ہے ذرا اف تک نہیں کرتی تم نے اس پر ظلم کرنے کی کوئی کسر نہیں چھوڑی۔"

"ابو آپ نے میری شادی کر دی یہ اب میری مرضی ہی میں اس سے کس طرح بھی سلوک کروں۔" وہ بولے۔

لہجے میں ان کے چٹانوں کی سی سختی تھی جو سب کو افسردہ اور فکر مند کر دیتی۔

"سرمد اتنے گستاخ مت بنو۔"

"اگر اس سے برداشت نہیں ہوتا تو یہ جا سکتی ہے مجھے نہ پہلے اس سے دلچسپی تھی اور نہ اب ہے۔" وہ باہر کی جانب بڑھے۔

"خیال کرو اس کا تمہارے بچے کی ماں ہے اس نے تکلیفیں اٹھا کر جنم دیا ہے۔ ورنہ تم نے خبر رکھی۔" آج د خاصے جاہ و جلال میں تھے۔

"رکھ تو رہا ہے اس کا بھائی خیال میرا زیادہ ضروری تھا۔"

"بکواس بند کرو۔" ابو کو غصہ آ گیا جبکہ طائشہ تو سیدھی کمرے میں چلی گئی کیوں کہ آج دونوں باپ بیٹے میں ٹھن گئی تھی اسی بات سے وہ ڈرتی تھی۔

"آپ نے مجھ پر اپنی مرضی مسلط کی میری زندگی خراب کی۔"

"بس کرو سرمد۔" امی اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر بولیں۔

"ڈرو سرمد اس بچی کی بددعا سے۔"

"بددعا دے گی تو دونوں صورتوں میں نقصان ہوگا۔" وہ کب ہار مانتے تھے۔

"سرمد تمہیں فیصلہ کرنا ہے زندگی یونہی گزارنی ہے یا اسے خوش رکھنا ہے۔"

"فیصلہ میرا ابھی پھر اٹل ہوگا میں اسے طلاق۔"

"سرمد۔" امی نے ان کے منہ پر طمانچہ مار دیا۔

"ایک لفظ نہیں بولنا اس معصوم کا کیا قصور کہ تم یہ برا لفظ بھی منہ سے نکال رہے ہو شرمندگی ہوتی ہے مجھے پتہ نہیں تمہاری پرورش میں کیا کمی آئی۔" وہ رنجیدہ ہو گئیں۔

جبکہ سرمد لاؤنج سے سیدھے بھناتے ہوئے اپنے کمرے میں آئے وہ پہلے ہی موجود تھی طائشہ ڈر گئی بیڈ سے کھڑی ہو گئی۔

"بہت ہے نا شوق تمہیں ہمدردیاں سمیٹنے کا ہیں بولو۔" انہوں نے اسے بازوؤں سے پکڑ کر ہلا ڈالا اور وہ دھک دھک کرتے دل کے ساتھ بس ان کے آپے سے باہر چہرے کو دیکھنے لگی۔

"اگر برداشت نہیں ہوتا تو دفع ہو جاؤ اس گھر سے اپنی شکل لے کر وہ تمہارا بھائی بہت اکڑ ہے نا وہ کیا سمجھ رہا ہے مجھے دبا لے گا سن لو طائشہ اگر اس نے شہرینہ کے ساتھ کوئی گیم کھیلا نہ تو تمہیں صرف تین لفظ بول کر خارج کر دوں گا اور انس کی صورت سے بھی ترسا دوں گا بتا دینا اسے اچھی طرح مجھ سے ٹکر لینے کی قطعی ضرورت نہیں۔" انہوں نے اسے بیڈ پر دھکا دے دیا اور وہ اتنا روئی اپنی بے بسی پر کہ جیسے کمرے میں آج واقعی آنسوؤں کا سیلاب آ جائے گا سرمد کا موڈ خراب ہو گیا وہ چینج کرنے باتھ روم چلے گئے سارا پروگرام کینسل ہو گیا مائرہ کے ساتھ ان کا لانگ ڈرائیو کا پروگرام تھا وہ چینج کر کے آئے تو وہ سسکیوں سے رو رہی تھی۔

"تم دفع نہیں ہوئیں اپنی شکل لے کر۔" وہ پھر گرجے طائشہ کو بریک پھر بھی نہ لگا۔

"سنا نہیں تم نے۔" وہ اس کے سر پر آ گئے۔

وہ جھٹکے سے اٹھی اور ڈریسنگ روم میں چلی گئی مزید وہ تماشا نہیں بنوانا چاہتی کہ سرمد اس پر زمین ہی تنگ کر دیں۔

وہ ادھر سے ادھر ٹہل رہے تھے موبائل کی بیپ مسلسل ہو رہی تھی نمبر دیکھ بھی لیا مائرہ کا تھا مگر بات نہ کی ان کا موڈ سخت آف تھا اکثر عشاء کی نماز اور تراویح کے بعد وہ نکل جاتے تھے آج بس وہ آفس کا کام لے کر بیٹھ گئے پھر انس کو بھی باہر لے گئے تو ٹائم کا پتہ نہ چلا۔

"مجھ سے ٹکرائے گا او نہہ اسے تو میں بتاؤں گا بہت محبت ہے اپنی بہن سے دیکھتا ہوں کیسے ملتا ہے اس سے بہن کا ہی حشر خراب نہ کر دوں گا۔" وہ مسلسل سوچنے لگے۔

"اگر تم ماتم کر چکی ہو تو باہر نکل آؤ۔" وہ ڈریسنگ روم کے دروازے پر کھڑے ہو گئے وہ صوفے پر دھنسی رو رہی تھی وجود بھی لرز رہا تھا پوری دھان پان سی تھی ہر وقت ڈرتی رہتی تھی اکثر نیند تک سے تو اسے اٹھا دیتے۔

"سنا نہیں تم سے کیا بکواس کر رہا ہوں۔" انہوں نے اس کا دوپٹہ پکڑ کر کھینچا جو آنسو پونچھنے جا رہی تھی۔

"وہ اٹھی دوپٹہ درست کیا آنکھیں سوج کر سرخ ہو گئیں تھیں عجیب ملگجا سا حلیہ ہو گیا وہ ان کے آگے سے گزری تو ایک دم گرتے گرتے بچی کیوں کہ چکر نے پھر اسے سنبھلنے نہ دیا تو وہ چوکھٹ میں ہی گر گئی ان کے قدموں میں وہ بے ہوش پڑی تھی وہ تو بوکھلا گئے۔

"طائشہ آنکھیں کھولو۔" انہوں نے اس کا رخسار تھپتھپایا وہ بمشکل آنکھیں کھول سکی زمین و دیوار ہلتے ہوئے لگے۔

"امی اف امی۔" وہ سسکی۔

سرمد نے اسے بانہوں میں اٹھا کر بیڈ پر لیٹایا نادم ہونا تو جیسے وہ جانتے ہی نہ تھے۔

"ہاں پانی پانی امی۔" اب وہ ہذیانی ہو گئی انہوں نے پانی کا گلاس اٹھایا بوتل سے پانی نکالا وہ سر پٹخ رہی تھی۔ انہوں نے اسے پانی پلایا جو بمشکل دو گھونٹ پی پائی۔

ان کی سمجھ میں نہ آیا کہ امی کو بلائیں وہ انہیں ہی برا بھلا کہیں گی ڈاکٹر کو بلائے مگر ڈاکٹر کا آنا بھی اچنبھے میں مبتلا کرنے لگا ان سے رہا نہ گیا تو امی کو بلا لائے۔

"کیا کر دیا سرمد اسے۔"

"میں نے کچھ نہیں کیا۔" وہ ہاتھ باندھے کھڑے تھے۔

"کچھ تو خیال کرتے۔" انہوں نے طائشہ کے بال سنوارے۔

"میں ڈاکٹر کو لاتا ہوں۔" وہ جانے لگے۔

"مجھے تو کچھ اور ہی کیس لگ رہا ہے۔" وہ فکرمند بھی ہوئیں سرمد ڈاکٹر کو لینے چلے گئے پندرہ بیس منٹ میں ڈاکٹر آیا جس نے بتایا کہ مسلسل بھوکے رہنے سے بی پی لو ہو گیا ہے۔ خوراک رکھنے کی تاکید کی انجکشن لگایا۔

"یہ کھاتی کیوں نہیں ہے۔" الٹا امی سے سوال کیا۔

"سکون سے بیٹھنے کب دیتے ہو۔ تم ایک لقمہ ہی توڑتی ہے اتنی پکار مچاتے ہو اس کے بغیر نہ تمہیں چین ہے اور نہ ہی موجودگی سے۔" وہ مسلسل طائشہ کا سر دبا رہی تھیں۔ وہ انجکشن کے زیر اثر سو رہی تھی۔

"تمہارے کاموں کے لیے خود کو ہلکان کرتی رہتی ہے ایک بچہ ہے اسے بھی بھول جاتی ہے صرف تمہاری وجہ سے کہ تم غصہ نہ ہو مگر تمہیں تو اسے کتاب کا نشانہ بنانے سے فرصت نہیں۔" وہ انہیں شرمندہ کرنا چاہ رہی تھیں۔

"انس کس کے پاس ہے سب تو گئے ہوئے ہیں۔"

"تمہارے ابو کے پاس کھیل رہا ہے میں نے انہیں کچھ نہیں بتایا ورنہ وہ خود ناراض ہوں گے۔" سرمد نے اب طائشہ پر نگاہ ڈالی چہرہ زرد ہو رہا تھا آنکھیں بند تھی اس وقت وہ انہیں بہت معصوم لگی مگر پھر پشت پھیر لی وہ اتنے کمزور نہیں تھے رات تو وہ سوتی رہی انس نے انہیں بہت تنگ کیا بار بار وہ طائشہ کی طرف لپک رہا تھا مگر وہ بالکل بے خبر سو رہی تھی۔

◆◆◆

چاند نظر آنے کے بعد تو طائشہ سے کچھ کام ہی نہ ہوا طبیعت ہی خراب رہی اب بس اتنا ہوا سرمد اس پر بلاوجہ غصہ نہیں کر رہے تھے۔ عید کا پورا دن ایسے ہی گزر گیا نائل تو نہ آیا امی آئیں اس کا بھی کتنا دل چاہا کہ وہ ایک بار تو میکے جائے مگر وہ سرمد سے نہ کہہ پائی طائشہ نے اپنی طبیعت بھی امی سے چھپالی۔ ایک ہفتہ ایسا گزرا کہ پتہ ہی نہ چلا اور شہرین کی شادی کے دن قریب آ گئے۔

”آپ اگر کہیں بھائی صاحب تو سرمد طائشہ کو گھر بھیج دے۔“

”میری بات اس کی سمجھ کب آتی ہے؟“ وہ اخبار پڑھ رہے تھے آمنہ نائل کے گھر جا رہی تھیں۔ سوچا کہ طائشہ کو بھی ساتھ لے لیں۔

”میں کہتی ہوں تم لے آؤ سرمد کو میں سنبھال لوں گی۔“ امی نے ان سے کہا۔

”شاہین تم طائشہ سے کہہ دو تیار ہو جائے آمنہ کے ساتھ چلی جائے گی وہاں جہاں آراء الگ پریشان ہیں کہ شادی کی تیاریاں کرنی ہیں۔“

”بھابھی وہ تو شاید کپڑے دھو رہی تھی۔“

”کیوں؟ آج ماسی کپڑے دھونے نہیں آئی۔“ وہ کاؤچ سے اتر گئیں۔

”ماسی تو بس ڈرائنگ روم کی صفائی کر گئی ہے کپڑے تو نہیں دھوئے۔“ انہوں نے بتایا۔

”آمنہ تم تیاری کر لو میں خود کہتی ہوں طائشہ سے۔“

”امی شہرینہ کے کپڑوں کی آج پیکنگ پوری کر دیں۔“ فارحہ نے ان سے پوچھا۔

”آج تو نہیں کل، تم اور صدف بس لسٹ بنا لو۔“ ساتھ ہی انہوں نے ہدایت دی۔

”امی پہلے یہ کام پورے کر لیتے۔“ وہ بولی۔

”آج آمنہ اور طائشہ میکے جا رہی ہیں۔“ انہوں نے شہرینہ کے دوپٹوں کو تھیلی میں رکھا کچھ چیزیں کارپٹ پر پڑی تھیں انوار احمد پڑھ رہے تھے۔

”طائشہ تم گھر چلی جاؤ۔“ وہ طائشہ کے کمرے میں چلی آئیں۔

”امی میں نے ان سے پوچھا کب ہے۔“ وہ باتھ روم سے باہر آئی۔

”اس سے میں کہہ دوں گی تم تیاری کرو بلکہ ایسا کرنا رک جانا جو کام ہیں وہ کر آنا۔“

”پھر بھی امی وہ پھر غصہ ہوں گے۔“ وہ ڈرتی ہی ان سے اتنا تھی۔

”نہیں ہوگا۔“

”نہیں میں نہیں جاؤں گی کیوں کہ مجھے رہنا یہاں ہے۔ وہاں نہیں میں ان کی خوشی سے جانا چاہتی ہوں۔“ اس نے قطعی لہجہ میں کہا وہ پھر نہیں بولیں کیوں کہ سرمد کے غصہ کا انہیں پتہ تھا۔

آمنہ پھر عمر کے ساتھ چلی گئیں حالانکہ طائشہ کا کتنا دل چاہ رہا تھا رات میں سرمد آئے تو اس نے پہلی بار ان سے ڈرتے ڈرتے پوچھا تو جو انہوں نے حیرت انگیز طور پر ہاں کہہ دیا۔ وہ جھٹ تیار ہوئی اور بلال کے ساتھ دوسرے دن روانہ ہوگئی۔

”آپ کو رہائی مل گئی دیو کی قید سے۔“ نائل نے شوخی سے کہا۔

”بکواس نہیں۔“ اس نے نائل کے تھپڑ مارا۔

وہ اور آمنہ شہرینہ کی چیزوں کی پیکنگ کر رہی تھیں۔ اور وہ وہیں ہال کمرے میں ڈیرہ جمائے بیٹھا تھا۔

”اتنا پیارا آپ کا بچہ ہے آخر یہ گیا کس پر ہے۔“ وہ انس کو سینے پر بیٹھائے لیٹا تھا۔

”غور سے دیکھ کر بتاؤ کس پر گیا ہے۔“ وہ کپڑوں کا جائزہ لینے لگی۔

”آپی اس کی شکل دیو سے نہیں ملتی۔“

”نائل شرم کر لو بہنوئی ہے وہ تمہارا۔“ آمنہ نے سرزنش کی۔

”دیو“ وہ ہنسا۔

”امی اسے چپ کرا لیں ورنہ میں چلی جاؤں گی۔“ طائشہ چڑ کر بولی۔

”اوہو میاں کی برائی برداشت نہیں ہو رہی بیٹا تمہارے بابا ہیں اس قابل۔“

”بس بس رہنے دیں سب سے بیٹھ کر دکھڑے روئے گی میری اتنی برائیاں کرے گی کہ بس۔“ اس نے اب انس کو نیچے اتارا اور اٹھ کر بیٹھا۔

”تمہاری حرکتیں اگر ایسی رہیں تو۔“

”پھوپھو وہ اب ہنگامہ تو نہیں مچا رہی۔“

”ہاں اسے بتا دو تاکہ بعد میں اس کی خبر لے لے۔“ امی ان تینوں کے لیے چائے بنا کر لائی تھی۔

”وہ تو میں پر بھی لوں گا آپ دونوں فکر مت کریں ٹھیک ٹھاک بدلے لوں گا۔“ وہ ارادہ کئے ہوا تھا۔

”نائل اگر تم نے کوئی بھی حرکت کی نا تو یاد رکھنا میں تمہیں معاف نہیں کروں گی۔“

طائشہ نے گھوم کر اسے دیکھا وہ حیران ہوا اس کے درشت انداز پر۔

”کیوں پھر آپ پر سرمد صاحب ظلم توڑنا شروع کر دیں گے۔“

”ویسے میں کم اذیت میں ہوں تم نے ایک اور کھڑی کر دی میرے لیے۔“ وہ تو اب باقاعدہ رونے لگی اب تو بات بات پر آنسو نکل آتے۔

”طائشہ ارے رونے لگیں۔“ آمنہ نے اسے ساتھ لگایا۔

”پھوپھو صرف اس کی ضد کی وجہ سے گھر کا ماحول خراب ہوا ایک لمحہ بھی میری خوشی کا نہیں آیا اب یہ اس نے شہرینہ سے شادی کا شوشا چھوڑ دیا۔“

”یہ سب میں نے آپ دونوں کے لیے کیا ہے۔“ ہم سنجیدہ ہو گیا۔

”ہم دونوں کو سکون سے تو رہنے دیتے نائل میری حیات تنگ ہو گئی ہے وہ مجھے کچوکے لگاتے رہتے ہیں تمہاری وجہ سے۔“ وہ اٹھ کر چلی گئی کمرے میں آ کر اتنا روئی۔

امی اور آمنہ بھی الگ غمزدہ ہو گئیں نائل سیدھا کمرے میں آیا۔

”آپی اگر آپ کے ساتھ یہ مسئلہ ہے تو میں انکار کرتا ہوں شادی سے۔“

”کیا دماغ درست ہی کیا کھیل بنایا ہے تم نے۔“ اس نے اپنی سرخ ہوتی ناک رگڑی۔

”آپ کی خوشی کے لیے میں نہیں کرتا پلیز آپ نہ روئیے۔“ اس نے اسے تھام لیا۔

”پتہ ہے تمہارے انکار سے ابرار انکل کو کتنا دکھ ہوگا اور پھر تم ان کی نظروں میں گر جاؤ گے میرے بھائی مجھے

تمہاری عزت بہت عزیز ہے میں نہیں چاہتی کہ کوئی تمہیں برا کہے۔" اس نے نائل کے ہاتھوں کو تھاما۔

"آپی پھر آپ کی خوشی۔"

"میرے مقدر میں ہوگی تو ضرور ملے گی بس میری تم سے اتنی التجا ہے اگر مجھ سکھ سے دیکھنا چاہتے ہو تو شہرینہ کے ساتھ منفی رویہ مت رکھنا میں جانتی ہوں کہ عدم توجہی کا درد کیسا ہوتا ہے۔" وہ گلوگیر آواز میں بولی تو نائل نے تڑپ کر اسے ساتھ لگا لیا۔

"آپ مجھے وعدے کا پابند نہ کریں اگر اس نے کچھ الٹا سیدھا کیا تو شاید میں بھی کر جاؤں۔"

"نائل وہ کچھ کہے گی تو نا صرف میں بلکہ پھوپھو بھی ابرار انکل کی نظروں میں گریں گے کیونکہ تم ان کے بھتیجے ہو۔" وہ اسے سمجھا رہی تھی۔

"آپ اطمینان رکھیے آپ کی زندگی پر آنچ تک نہیں آئے گی اور دیکھیے گا آپ کے نصیب میں بھی خوشیاں ہوں گی۔" وہ پریقین لہجہ میں گویا ہوا تو طائشہ نے آمین کہا۔

"آپ اب روئیے مت آئیں آپ اپنا کام کریں میں جب تک انس کو سنبھالتا ہوں۔" وہ اسے ریلیکس کرنے کے بعد باہر لے آیا۔

"آپ دونوں کیا خاموش ہیں۔" وہ واپس شیشے کی ٹیبل پھلانگتا صوفے پر لیٹا۔

"پھوپھو آپ یہ سب چیزیں رکھ دیں کھانا لگا لیتے ہیں پھر مجھے جانا بھی ہوگا۔"

آخر اس نے یہاں آنے کی حامی ہی کیوں بھری اچھی بھلی زندگی گزر رہی تھی مگر اسے کیا معلوم تھا کہ ایک نئی مصیبت اسے جکڑنے کو تیار کھڑی ہے اور بھینٹ وہی چڑھائی جائے گی کمرے سے باہر بھی کم نکلتی مگر فارحہ اور تائی امی کی ڈانٹ کی وجہ سے سب کے درمیان بیٹھنا پڑتا اگر آمنہ اس سے مخاطب ہوتی تو اس کا انداز تضحیک آمیز ہو جاتا وہ بس جز بز سی ہو جاتیں۔

"کیوں آخر آپ مجھے فالو کرتی رہتی ہیں وائے۔" وہ چنگھاڑنے لگی۔

"شہرینہ ماں ہے تمہاری۔" تائی امی کو اس کا انداز پسند نہ آیا۔

"میری ممی مر چکی ہیں نہیں ہیں یہ۔" وہ پیر پٹخ کر رہ گئی۔

آمنہ کے ہاتھ میں اس کے لیے ایک خوبصورت گولڈ کا سیٹ تھا جو وہ اسے دکھانے لائیں تھیں۔

"نہیں چاہیے مجھے یہ سب آپ کیا سمجھتی ہیں میں آپ کی جانب مائل ہو جاؤں گی۔" اس نے دوپٹہ اپنے کاندھے پر ڈالا جو جھول رہا تھا۔

"شہرینہ گڑیا میری تم بات تو سنو۔" وہ ہراساں ہو کر بولیں۔

"نہیں سننی آپ کی کوئی بات۔" وہ کارپٹ پر پیر پٹختی روندتی گزر گئی۔

"دیکھا آپ نے بھابھی بدتمیزی کی انتہا۔" بڑی چچی کو ناگوار گزرا۔

"گھر میں دو ہی تو ہیں جو دماغ خراب کیے ہیں ایک سرمد اور ایک یہ۔" تائی امی نے کہا کیوں کہ وہ خود عاجز آئی ہوئی تھیں۔

"مجھے تو ڈر ہی ہے پتہ نہیں کیسے گزارا کرے گی۔"

"چھوٹی بھابھی آپ فکر کیوں کرتی ہیں ٹھیک ہو جائے گی۔" آمنہ نے اطمینان دلایا۔

"مزاج گرم نائل کا بھی کم نہیں ہے جنگ ہی نہ چھڑی رہے ابرار کے بھی کسی کی سمجھ نہیں آ رہی ہے۔" تائی انہ

بکھرے کپڑے اور چیزیں تھیں۔

"میں خود سمجھا سمجھا کر تھک گئی اچھا خاصا لیکچر دیا ہے مجھے اب مزید نہیں بول سکتی۔" آمنہ خود رنجور تھیں۔

"میری تو بس یہ دعا ہے کہ ساتھ خیریت سے شادی ہو جائے یہ لڑکی ہنگامہ نہ کھڑا کر دے۔" وہ تاسف سے گویا ہوئیں۔

"دن کتنے ہیں دس دن ہیں۔" تائی امی کو بس ہر وقت یہی فکر تھی۔ کہ تیاریاں ابھی کافی پڑی تھیں ادھر سے سرمد نے طائشہ پر زندگی تنگ کی ہوئی تھی۔ وہ آخر کیا کیا دیکھیں انہوں نے آمنہ پر نگاہ ڈالی جو پرسوچ انداز میں کاؤچ پر بیٹھی تھیں۔

"آمنہ تم اب سے کوئی بھی بات نہ کرنا۔"

"بھابھی وہ چاہے مجھے ماں نہیں سمجھتی مگر میں تو اسے عمر کی طرح ہی سمجھتی ہوں میرے دل میں اس کے لیے کوئی بغض نہیں۔"

"تم اپنا دل چاہے کتنا صاف کر لو مگر یہ لڑکی کبھی نہیں سدھرے گی کیوں کہ ابرار نے بہت زیادہ سر چڑھایا ہوا ہے۔ یہ تم سے کبھی سیدھے منہ بات نہیں کرے گی۔"

"وہ چاہے مجھ سے نفرت کرتی رہے مگر میں اس سے محبت کرتی رہوں گی ایک دن دیکھیے گا وہ خود میری محبت کی جانب بڑھے گی۔" آمنہ کے لہجے میں ایک یقین اور اعتماد تھا کیوں کہ وہ شہرینہ کو ماں کا پیار دینا چاہتی ہیں وہ عمر اور اس میں کوئی فرق نہیں سمجھتی ہیں۔ کیا ہوا اسے جنم نہیں دیا مگر ممتا کا جذبہ تو تھا جو وہ اس کے لیے رکھتی ہیں۔ انہیں یہاں آئے پانچ ماہ ہو گئے سب ہی ان سے محبت سے پیش آئے بس شہرینہ ہی متنفر رہی جس کا انہیں دکھ اور افسوس تھا بس ہر وقت دعا دیتی کہ وہ انہیں قبول کرے وہ اسے ماں کا حق ادا کر کے دیکھنا چاہتی تھیں۔

• • •

"اگر ہو سکے تو تم طائشہ آج سے ہی اپنی امی کے چلی جاؤ۔" امی نے اسے کہا جو کچن سے فارغ ہونے کے بعد کاؤچ پر بیٹھی تھی۔

"اس وقت امی" وہ حیران بھی ہوئی رات کے گیارہ بجے۔

"وقت کو کیا ہوا ہے بلال کے ساتھ چلی جاؤ دن ہی کتنے ہیں شادی میں۔"

"ان سے پوچھ کر ہی تو جاؤں گی۔" وہ ویسے ہی سرمد سے ڈرتی تھی۔

"سرمد سے کیا پوچھنا میں اور تمہارے ابو اجازت دے تو رہے ہیں۔" وہ بولیں۔

"پھر بھی امی ان کی مرضی کے بغیر تو بالکل نہیں۔" اس نے نفی کی۔

"تیاری بھی تو تم نے نہیں کی بیٹے کی اسے فکر رہتی ... لیے کچھ لایا۔" انہیں افسوس ہوتا۔

"آپ نے بنائے تو ہیں کپڑے۔" وہ مسکرا کر بولی۔

"بیٹا پھر بھی شوہر کی خوشی سے جو بھی کام کر و وہ زیادہ سکون دیتا ہے۔" وہ چپ ہو گئی اور کیا کہتا اس کا بھی دل چاہتا مگر انہیں تو ڈانٹ پھٹکار سے فرصت کب تھی اور پھر آج کل وہ کسی مائرہ نامی لڑکی کے چکر میں الگ پڑے ہوئے تھے۔ کیسے دل پر جبر کرتی تھی جب وہ اس سے مسکرا مسکرا کر گفتگو کرتے شاید اسے جلاتے وہ تو اپنا یہ دکھ کسی سے کہہ بھی نہیں سکتی تھی۔

"بھابھی انس کدھر ہے۔" بلال نے اپنے کمرے سے نکل کر پوچھا۔

"یاسر اور فارحہ کے پاس تھا۔" وہ اٹھی۔

"وہ دونوں کدھر ہیں۔"

"تمہیں کیا فکر ہے آ جائے گا۔" طائشہ کو ہنسی آئی کیوں کہ اسے پتہ تھا وہ دونوں اس وقت لان میں بیٹھے فارحہ خود کہہ کر گئی تھی۔

"بھئی دکھائیے نا آج ویسے ہی یونیورسٹی سے آ کر نہیں دیکھا۔" وہ منمنایا۔

"دیکھ لو اوپر جا کر اب تم خود اسے کیا تنگ کرتے ہو۔" امی کو اپنی بات بیچ میں رہ جانے کا غصہ آیا۔

"امی میں خود اسے دیکھتی ہوں کیوں کہ اسے کچھ کھلایا بھی نہیں ہے۔" وہ اٹھی۔

"تم پھر بھی اپنی تیاری رکھ لو اور سرمد سے تمہارے ابو کہہ دیں گے تمہارے بھائی کی شادی ہے کچھ اس کا احساس بھی کرو طائشہ سر ہلاتی چلی گئی کیونکہ سرمد سے پوچھنا اپنی شامت بلانا تھا انس کو تو اس نے نہیں ڈھونڈا خود کمرے میں آ آج تو کمرے کی چیزیں سمیٹنے کا وقت ہی نہ ملا سرمد کے صوفے پر پڑے کپڑے ڈریسنگ روم میں رکھے ان کا دھلا نا سوٹ نکالا بیڈ شیٹ کو بدلا سائیڈ ٹیبل کو ترتیب سے رکھا۔ انس کے بکھرے کھلونے باسکٹ میں رکھے کھڑکیوں پر پرد برابر کیے وارڈروب کھول کر ابھی کھڑی ہوئی تھی کہ سرمد آ گئے اس نے چونک کر انہیں دیکھا انس ان کی گود میں تھا۔

"ہائے اسے تو کچھ کھلایا بھی نہیں چیخنا شروع کر دیا تو میری خیر نہیں۔" وہ سوچ کر گھبرا گئی۔

"میرا بیٹا آج کیسا ہے۔" وہ اسے بیڈ پر لے کر لیٹ گئے۔

"کھانا کھائیں گے۔" اس نے رک رک کر پوچھا۔

"کھا کر آیا ہوں۔" انہوں نے بس ایک نظر اس پر ڈالی جو تھکی تھکی لگی۔

"چائے پئیں گے۔"

"ہاں چائے لے آؤ۔ اور ہاں اپنا حلیہ درست کر کے میرے پاس آنا۔" انہوں نے اس کے میلے کپڑوں تنقیدی نگاہ سے دیکھا۔ کس لیے کرے جب انہیں دلچسپی ہی نہیں وہ سر جھکا کر نکل گئی وہ انس کے ساتھ کھیل میں لگ گئے مگر کچھ ہی دیر میں صدف بلانے آ گئی وہ جلدی سے اٹھ کر انس کو لئے باہر آ گئے۔

"آپ نے مجھے بلایا ابو۔" وہ ان کے کمرے میں آ گئے انس کو انہوں نے نیچے اتار دیا۔

"ہاں بیٹھو۔" انہوں نے سامنے چیئر پر اشارہ کیا۔ سرمد ان کے سنجیدہ چہرے کو دیکھنے لگے جیسے کوئی خاص ہی بات ہو۔ امی بھی صوفے پر بیٹھی ہول رہی تھیں کہ پتہ نہیں سرمد غصہ میں نہ آ جائیں اور بے چاری طائشہ کی شامت آ ئے۔

"طائشہ کو اس کے میکے بھیج دو بھائی کی شادی میں وہاں سے شرکت کرے گی۔"

"جی" وہ بیٹھے سے کھڑے ہو گئے۔

"ہاں کیوں کہ اس کے بھائی کی شادی ہے بہنوں کو ار[illegible] بہن بھائی ہیں۔" امی نے بھی تائید کی۔

"طائشہ ادھر سے ہی شرکت کرے گی۔" وہ سختی سے گویا ہوئے۔

"ادھر آمنہ ہے ادھر طائشہ کا ہونا ضروری ہے جہاں آراء بھابھی کہاں اکیلے سنبھالیں گی۔"

"ابو اس کا بھائی ایسا افلاطون نہیں ہے کہ میں طائشہ کو بھی بھیج دوں وہ ادھر سے ہی شرکت کرے گی یہ میرا فیصلہ ہے۔" وہ اپنے بالوں میں ہاتھ پھیر کر رہ گئے۔

"سرمد حد ہوتی ہے وہ بچی کچھ نہیں بولتی تو تم اس پر جبر کیے جاؤ۔"

"ابو آپ نے بھی مجھ پر جبر کیا اور شادی کرائی جبکہ یہ لڑکی مجھے ذرا پسند نہیں مگر مجبور ہوں اسے رکھنے پر صرف اپنے بچے کی وجہ سے۔" طائشہ اندر آئی تو لرز گئی۔ وہ ان کے لیے چائے یہیں لے آئی تھی۔

"ورنہ تم کیا کر دو گے ہیں۔" ابو بھی ایک دم برہم ہو گئے۔

"ورنہ میں صرف تین لفظ کہہ کر اسے اس گھر سے نکال سکتا ہوں۔" انہوں نے طائشہ پر سلگتی نگاہ ڈال کر کہا جو در آ چکی تھی۔

"سرمد بس کرو خبردار جو تم نے مکروہ لفظ نکالا بھی۔" امی تو دہل ہی گئیں۔

"آپ لوگ مجھے مجبور نہ کریں ورنہ میرے منہ سے نکل ہی نہ جائے۔"

"سرمد سنبھل کر بولو دوسرا رشتہ قائم ہونے جا رہا ہے شہرینہ کی اس کے بھائی سے شادی ہونے جا رہی ہے۔"

"وہ شادی بھی محض مجھ سے ٹکر لینے کے لیے کر رہا ہے مگر ابو اسے یہ بتا دیئے گا کہ اگر بہن کو بسا دیکھنا چاہتا ہے تو اوقات میں رہے ورنہ پھر میں اسے یہاں ایک لمحے بھی نہیں رکھوں گا۔" وہ یہ کہہ کر تیزی سے نکلے تو طائشہ کے سامنے سے ان کا کاندھا ٹکرایا تو وہ تو سکتے میں ہی تھی کہ چونک گئی۔

"دیکھا آپ نے، ایک ہی بات لے کر بیٹھا ہے کہ میں نے جبر کیا اس پر ارے شکر کرے اتنی خدمت گزار لڑکی اس کی بیوی ہے۔" وہ طائشہ کے حواس باختہ چہرے کو دیکھنے لگے کیوں کہ طائشہ پر تو پہاڑ ٹوٹے سرمد کے انتہائی سخت جملے وہ بس سن سی ہو گئی۔

• • •

دوسرے دن وہ صبح اٹھی تو سرمد پہلے ہی بھنائے ہوئے بیٹھے رات کی باتیں ساری دماغ میں گونج رہی تھیں ساری رات تو شاید وہ سو بھی نہ سکے طائشہ نے ایک سہمی ہوئی نگاہ ان پر ڈالی دل دھک دھک کرنے لگا انس کو چینج کرنے لگی تو وہ صوفے پر لیٹے مسلسل اسے ہی دیکھے گئے۔

"آپ کے لیے ناشتہ یہاں ہی لے آؤں یا ڈائننگ ہال میں آئیں گے۔"

"اس وقت تو تم اپنی شکل لے کر گم ہو جاؤ میری نظروں کے سامنے سے۔" وہ پھنکار کر اٹھے طائشہ لب بھینچ کر رہ گئی دل تو پہلے ہی خوف سے دھک دھک کرنے لگا انس کو لے کر کمرے سے آ گئی انس کو تو نیچے چھوڑا اور خود کچن میں آ گئی جہاں چچی جان موجود تھیں۔

"ارے طائشہ تم آ گئیں ذرا یہ پرت والا پراٹھا پکا دو شہرینہ مانگ رہی ہے۔" وہ اسے دیکھ کر بولیں۔

"میں پکا دیتی ہوں۔" وہ چین رکھ کر برنر جلانے لگی۔

"سرمد بھی تو آفس جائے گا رہنے دو خواہ مخواہ ہنگامہ مچا دے گا۔" چچی جان کو یک دم یاد آیا۔

"مجھے تو نہیں لگتا کہ وہ آج آفس جائے[illegible]" [illegible] بھی پیڑے بنانے میں بدستور مصروف رہی۔

"تم طائشہ رہنے دو۔" [illegible]

"چچی جان آپ اتنا پریشان کیوں ہو رہی ہیں جلدی سے پکا لوں گی آپ جائیے۔" اس نے اب پیڑے میں گھی بھرا۔

"چھوٹی تائی بہت بھوک لگ رہی ہے۔" وہ منمناتی آئی۔

"طائشہ پکا رہی ہے۔"

"مجھے نہیں کھانا ان کے ہاتھ کا۔" اس نے چیخ کر کہا۔

طائشہ کے ہاتھ رک گئے اس نے ایک افسردہ نگاہ ڈالی شہرینہ کے انداز میں حقارت تھی۔

"شہرینہ بری بات ہے ایک تو خیال کر رہی ہے وہ۔"

"خیال کر رہی ہیں یا خوش ہو رہی ہیں کہ اب ان کے بھی دن آئیں گے۔" اس نے طنز میں لگا تیر پھینکا۔

"شہرینہ تم کیوں مجھے ایسا سمجھتی ہو۔" وہ روہانسی سی ہو گئی۔

"نہیں کروایا کریں آپ میرا کام نہ ان سے نہ ان کی پھوپھو سے۔" وہ تیزی سے باہر نکلی تو سرمد سے ٹکرائی انہوں نے شانوں سے تھام لیا وہ آنکھوں میں نمی لیے ہوئے انہیں دیکھنے لگی انداز میں شکایت واضح تھی۔

"کیا ہو گیا خوبصورت سی گڑیا کو۔" انہوں نے اس کے گھنگھریالے بالوں کو سنوارا۔

"آپ مجھ سے بات مت کریں۔" اس نے منہ پھلایا۔

"ناشتہ تو کر لو پہلے شہرینہ۔" چچی جان نے اسے پھر پکارا۔

"سرمد بھائی آپ نے مجھ سے یاد ہے پرامس کیا تھا۔ اس نے یاد دلایا۔

"ہاں یاد ہے دیکھو اب دیکھو تمہارا بھائی کیا کرتا ہے۔" وہ ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھے اسے بھی ساتھ ہی اشارہ کیا۔

طائشہ اتنے میں ان دونوں کے لیے ہی ناشتہ لے آئی۔ سرمد سلائس لیتے تھے جبکہ شہرینہ کے لئے پرت والا پراٹھا

"آپ نے کہا تھا کہ آپ شادی رکوا دیں گے میری۔" وہ طائشہ پر توجہ دیئے بغیر بولی وہ ایک لمحے کو چپ ہو گئے۔

"اب بتائے کب تک کرینگے آپ میرا یہ کام۔"

"زیادہ فضول حرکت کی ضرورت نہیں ہے۔" امی نے شائد سن لیا تھا وہ بول اٹھیں۔

"امی وہ مجھ سے کہہ رہی ہے۔" سرمد ناراض ہوئے۔

"تم چپ رہو یہ بے وقوف لڑکی کچھ بھی کرتی پھرے تم کرتے جاؤ گے ابرار کا غصہ دیکھا ہے۔"

"اگر امی میں اسے اس کے بھائی کے گھر پہنچا دوں ہمیشہ کے لئے تو جب تو رک سکتی ہے۔" وہ سلگ کر اٹھے طائشہ دم سادھے رہ گئی۔

"تم صرف اس کی وجہ سے اپنا گھر برباد کرو گے سرمد اتنے سفاک نہ بنو ایک بچے کے باپ ہو اس معصوم کا سوچو اسکا مستقبل کیا ہوگا۔"

"مستقبل تو اچھا ہی ہوگا اگر میں نے زندگی ہی گزارنی ہے تو اپنی من پسند لڑکی کے ساتھ کیوں نہ۔"

"یہ ہی کسر تھی اس عمر میں ہمارے سروں میں خاک ڈالنا ذرا تم نہیں سوچتے اسکا کیا قصور کیوں اس پر ظلم توڑ رہے ہو۔" انہیں صبح ہی صبح ان کا بولنا برا لگا۔

"تم ہی فساد کی جڑ ہو سارا سامان پیک کرو چھوڑ کر آتا ہوں تمہارے بھائی کے گھر بہت شوق ہے نا تمہیں اس کی شادی میں شرکت کا نکلو تم یہاں سے۔" انکا بس نہ چلا تو طائشہ کا بازو پکڑا اور لے کر کمرے میں آ گئے سب ہی ہکا بکا رہ گئے۔

"اپنی شکل مت دیکھا نا رکھے سنبھال کر تمہارا بھائی سارے ارمان پورے کرنا اس کی شادی کے۔" وہ اس پر چیخ کر بولے وہ سسک کر رہ گئی۔

"انس یہاں ہی رہے گا کیوں کہ تم وہاں سے آئی اکیلی تھیں جاؤ بھی اکیلی بیٹا میرا ہے۔ یہ رہے گا میرے پاس۔" وہ بہت ہی سفاک بنے رہے۔ وہ روتی رہی اور پھر سرمد نے کسی کی نہ سنی اور اسے لئے اس کے میکے چھوڑ گئے۔ مگر انس کو انہوں نے نہ بھیجا وہ تو تڑپ ہی اٹھی اپنی امی کے گلے لگ کر خوب روئی کیوں کہ اب تو ڈر ڈر کر تو وہ عجیب سی ہو گئی تھی بعض اوقات سوتے ہوئے میں چلاتی۔

•••

"امی سارے راستے مجھے سناتے آئے ہیں کہہ رہے ہیں کہ ساری زندگی وہیں رہنا امی میں انس کے بغیر کیسے رہوں گی۔" وہ تکیوں میں چھپائے روئے گئی۔

"نائل نے ہی یہ فساد کھڑا کیا ہے بسا بسایا گھر اجاڑ رہا ہے۔" وہ خود بیڈ پر بیٹھی ہوئی تھیں طائشہ کو مسلسل چپ

کرائے گئیں۔

"نائل کو پتہ نہ چلے ورنہ خواہ مخواہ سرمد سے تو تو میں میں کرے گا۔" وہ اس سے بولیں۔

"میں نے پھر بھی سن لیا ہے۔" وہ پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے اندر آیا۔

"سن لیا تو اچھا کیا تم سے کون چھپا رہا ہے۔" طائشہ تو بپھر ہی گئی۔

"آپی آپ اتنا عرصہ اذیتیں سہتی رہیں اور پھر بھی انکے ساتھ رہیں۔"

"ہاں رہی میں کیوں کہ وہ ہر بار تمہارا طعنہ مارتے ہیں تم نے شہرینہ سے شادی کا سوچ کر میرے لئے زندگی تنگ کر دی۔" وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

"خوش ہو جاؤ تمہاری ضد پوری ہوئی اجڑ گئی تمہاری بہن۔"

"اللہ نہ کرے جو ایسا ہو۔" نائل نے اسے شانوں سے تھاما۔

"ہٹ جاؤ میرے پاس سے میری پرسکون زندگی میں تم نے قدم رکھ دیئے ہیں نائل تم نے مجھ سے میرا بچہ چھین لیا۔" وہ چیخنے لگی بالکل ہی ہذیانی ہو گئی امی سے تو سنبھالنا مشکل ہو گیا نائل نے اسے اپنے ساتھ لگا لیا اس کے دل کی بھی حالت عجیب سی ہو گئی۔

"آپی اپنی خوشی کے لئے میں نہیں کر رہا شہرینہ سے شادی۔"

"میں آپ کو خوش دیکھنا چاہتا ہوں۔" اس کا دل خود پھٹ رہا تھا۔

"ہاں یہ مزید کر کے نا تم سب گھر والوں کو مار دو آمنہ پھوپھو کے لئے مسئلہ پیدا کر دو تا کہ وہ مجھے بالکل ہی زندگی سے خارج کر دیں۔" اس نے نائل کا گریبان پکڑا۔

"تم اور وہ کبھی کسی کے متعلق نہیں سوچتے دونوں صرف اپنے بارے میں سوچتے ہو کسی کی پرواہ نہیں۔" وہ اسے دھکا دے کر بولی۔

"پھر بتائیں میں کیا کروں۔" وہ سر ہاتھوں میں تھام کر رہ گیا۔

"انس کے بغیر میں نہیں رہ سکتی وہ اسے آنے نہیں دینگے۔"

"میں لے کر آتا ہوں کیسے کوئی نہیں آنے دیتا۔" اسے طیش آ گیا۔

"کیا پاگل پن ہے خبردار جو تم وہاں گئے بھی۔ دوسرا ہنگامہ کھڑا کرو گے۔" اس نے ڈانٹ دیا۔

"پھر آپ روئیے تو نہیں مجھ سے آپ کا رونا نہیں دیکھا جا رہا۔" وہ روہانسا سا ہو گیا۔

"یہ تو انس کو یاد کر کے روتی رہے گی پتہ نہیں سرمد کا کیا سوچ بیٹھے ہیں۔" امی نے سرد آہ بھری نائل اندر سے کچھ الگ پر سوچ ہو گیا اس نے اس وقت خاموش رہنا مناسب جانا کیوں کہ طائشہ کو سنبھالنا بھی تو تھا اس نے پورا دن اس کے پاس گزارا آفس تک نہ گیا۔

•••

شادی کے دن قریب آ رہے تھے صرف تین دن تھے شہرینہ کو مایوں میں بیٹھانا تھا نائل کے گھر سے بھی اسی دن مہندی آنی تھی گھر مین سب مصروف تھے سرمد دو دن تک انس کی وجہ سے آفس نہ گئے کیوں کہ اس نے رو رو کر پریشان کیا ہوا تھا وہ خود الگ کھسیائے کمرے میں بھی الگ بے رونقی لگتی ہر وقت طائشہ انکے آگے پیچھے لگی رہتی کتنی بار اس کے متعلق سوچ چکے تھے۔

"تم سے نہیں سنبھلے گا بچہ ادھر دو۔" امی نے روتے ہوئے انس کو ان سے لیا۔

"بخار بھی تو دیکھو کتنا ہو رہا ہے۔"

"سویا نہیں پوری رات۔" وہ آہستگی سے بولے لہجے میں ایک شکستگی تھی جو امی نے بغور نوٹ کی۔

"اس کی ماں کے پاس چھوڑ آؤ۔" انہوں نے اسے تھپک تھپک کر سلانا شروع کیا۔

"اس نے پوچھا ایک بار بھی اسے۔" انہوں نے الٹا الزام دیا۔

"کیسے پوچھ لے کیا کیا تم بول کر تو اسے چھوڑ کر آئے ہو۔" انہیں تو غصہ آ گیا۔

"سرمد بچے ایسے نہیں پلتے ہیں ماں کا ہونا لازم ہے اور یاد رکھنا دوسری لڑکی کبھی دوسری عورت کے بچے کو وہ محبت نہ دے پاتی جو اسے اسکی سگی ماں دیتی ہے تم اگر ایسا منحوس خیال ذہن میں لا رہے ہو تو جھٹک دو۔" وہ انس کو لے کر اٹھیں۔

"اگر دماغ ٹھنڈا ہو جائے تو سوچنا میری باتوں کو اور لے آنا طائشہ کو جا کر۔" وہ یہ کہہ کر رکی نہیں۔

وہ لب کاٹنے لگے کافی دیر سے لاؤنج میں صوفے پر لیٹے تھے اب تو کمرے میں بھی دل نہیں لگتا۔ اسے ہوئے بھی چار دن ہو چکے تھے وہ خود اپنی حالت پر حیران تھے۔ مائرہ مسلسل انہیں موبائل کر کے بلاتی وہ اسے بھی رسپانس نہیں دیتے اس نے چڑ کر کرنا ہی چھوڑ دیا وہ اٹھے اور پھر باہر نکل گئے۔

"دیکھا تم نے کیسے بے کل پھر رہا ہے۔" امی نے چچی سے کہا۔

"غصہ میں کچھ اسے نظر ہی نہیں آتا۔" وہ بھی بولیں۔

"بچہ دیکھو کیسے بخار میں پھنک رہا ہے نہ کچھ کھا رہا ہے نہ پی رہا ہے روئے جا رہا ہے۔"

"آپ ایسا کریں بلال کے ساتھ بھیج دیں۔" چچی جان کو یکدم خیال آیا۔

"بھیج دیا تو غصہ ہو گا ویسے ہی بے چاری ڈرتی رہتی ہے۔"

"بھابھی یہ اونٹ کس کل بیٹھے گا۔"

"میں تو یہ سوچ رہی ہوں شہرینہ نے الگ رنگ دیکھانے ہیں یہاں پر ہم مصیبت میں رہیں گے ادھر نائل اور طائشہ۔"

"آپ دعا کرتی رہیں کہ سب ہنسی خوشی ہو جائے۔" چچی جان نے سانس بھرا۔

"ہوں۔"

"لائیں اسے دیں میں فارحہ کو دے دوں آپ عصر کی نماز پڑھ لیں کہیں وقت نہ نکل جائے۔" انہوں نے انس کو اور فارحہ کو دے آئیں کیوں کہ تھوڑا وہ اس کی پاس سنبھل جاتا تھا یا پھر بلال سے کھیلتا مگر آج تو فارحہ سے بھی نہ سنبھلا

"آپی مجھے دے دیں۔" بلال نے لے لیا۔

"بلال اسے بہت تیز بخار ہے۔"

"بھائی جان کہاں ہیں۔" اسے خیال آیا۔

"گئے ہوں گے مائرہ چڑیل کے" فارحہ نے دانت پیسے۔

"بھائی جان کو شکر ادا کرنا چاہئے بھابھی اتنی خوبصورت ہیں۔" اور وہ مائرہ محترمہ ذرا بھی بھابھی کی پاسنگ نہیں۔

"پتہ نہیں کیا نظر لگی۔" وہ اپنے بالوں کا جوڑا بنا کر کیچر لگانے لگی۔

"بلال ایسا نہیں ہو سکتا کہ مائرہ بھائی کا پیچھا چھوڑ دے۔"

"لگتا ہے بھائی جان نے بتایا نہیں ہے شادی شدہ ہیں۔" بلال نے سوچ کر کہا۔

"تم ایسا کرو کسی دن انس کو دیکھا دو شائد پیچھے ہٹ جائے۔"

"وہ عورت ایسی نہیں کیوں کہ بہت ہی گلیمرائز ہے۔" بلال نے ایک بار سرمد کے ساتھ اسے دیکھا تھا۔

"ہماری بھابھی کا کیا قصور جو وہ یہ دکھ جھیل رہی ہیں۔"

"اگر شہرینہ بجو اپنا رویہ درست کر لیں چھوٹی چچی سے اور بھائی سے پھر بھائی جان بدل سکتے ہیں۔"

"بلال یہ تو ممکن ہی نہیں۔" فارحہ کھڑکی کے پردوں کو برابر کرنے لگی۔

"آپ سمجھایا کریں نا کیا فائدہ ایسا کرنے سے ہنسی خوشی رخصت ہوں۔" بلال کو خود تکلیف دیتا شہرینہ کا رویہ۔

"تم ایسا کرو انس کو بھابھی کے پاس لے جاؤ کیوں کہ جس طرح بھابھی اس کا خیال رکھ سکتی ہیں ویسے تو ہم اور ئی جان بھی نہیں رکھ سکتے۔" فارحہ کو انس کا خیال آیا تو بلال کو بات معقول لگی تو وہ ہتھیلی پر مکہ مار کر رہ گیا۔

• • •

وہ مایوں کے زرد جوڑے میں بیٹھی بھناتی رہی کمرے سے بھی باہر نہیں آئی گھر میں ایک ہڑبونگ مچی ہوئی مہمانوں شور و پکار لان میں ہی خوبصورت ارینجمنٹ کیا گیا لائٹوں اور پھولوں سے لان کو سجایا گیا پورا گھر آج جگمگ کر رہا تھا د جوڑے میں شہرینہ بہت ہی پیار لگ رہی تھی آج نائل کے گھر سے مہندی آئی تھی۔ وہ کچھ نہ کھا رہی تھی نہ ہی پی رہی ں فارحہ الگ منا منا کر تھک گئی ابرار احمد نے ہی پھر اس کے کمرے میں آنے کی ہمت کی سب لڑکیوں کو باہر جانے کا ارہ کیا وہ زمین پر پڑے گدے پر بیٹھی تھی انہیں دیکھ کر ناراضگی سے منہ پھیر لیا اس کا پورا کمرا زرد پھولوں سے عمر نے سجایا پورا کمرہ خوبصورت لگ رہا تھا اس کا خوبصورت وجود اس کے کمرے کی رونق بڑھا رہا تھا۔

"شہرینہ میں تم سے چند ضروری باتیں کرنے آیا ہوں۔" انہوں نے اس کے قریب کھڑے ہو کر کہا طائرانہ نگاہ کمرے پر بھی ڈالی۔

"پاپا آپ نے میرے ساتھ بہت برا کیا۔" وہ روہانسی ہو گئی۔

"میں نے کوئی برا نہیں کیا میری چند باتیں ہیں بلکہ قطعی ہیں انہیں تم اپنے دماغ میں بٹھا کر اس گھر سے رخصت رگی۔" وہ اس کی بات کاٹ کر بولے۔

"اگر تم وہاں اپنی سسرال میں مس بی ہیو کیا یا مجھے ذرا بھی شکایت ملی یا سن گن ملی کہ تم نے نائل یا اس کی امی سے روا رویہ رکھا تو یاد رکھنا میرے دل میں نا صرف بلکہ اس گھر میں جگہ نہیں ہو گی کیوں کہ آمنہ اور طائشہ سے تو میں نے ہارا رویہ برداشت کر لیا اگر تم نے نائل سے کوئی بدتمیزی کی یا جھگڑا تو اچھا نہیں ہو گا۔" وہ اسے وارن کرنے لگے۔

"اور ہاں اگر تم نے کوئی بھی انتہائی قدم اٹھایا تو میں تمہاری شکل تک نہیں دیکھوں گا اور نہ میں تم سے بات کروں گا اگر تم راضی خوشی رہیں تو میں دس بار اپنی بیٹی کو گلے لگاؤں گا اگر تم نے مفاہمت رکھی تو۔"

وہ بس ان کی باتیں سنتی رہی یا پاپا نے اسے کہیں کا نہ چھوڑا وہ کیا کرے اس شخص کو قبول کرے یا پاپا کی باتوں کو۔

"نائل کی ہر بات تم نے برداشت کرنی ہے ذرا بھی بدتمیزی کی کوشش مت کرنا۔"

وہ یہ کہہ کر باہر چلے گئے اور وہ گھٹنوں میں منہ دے کر خوب روئی خوبصورت ہرنی جیسی آنکھوں میں ویرانگی اتر آئی حسن سوگوار ہو گیا کوئی بھی تو دل میں شگوفے نہ پھوٹے نائل کے حوالے سے نہ ہی دل لگی وہ باہر آ گیا۔

دس بجے کے قریب نائل کے گھر سے مہندی آئی تو ہر طرف ہلچل مچ گئی فارحہ نے آج سی گرین شفون جارجٹ کا کام دانی سوٹ پہنا تھا بالوں کو کھلا چھوڑ دیا میک اپ اور جیولری میں وہ کافی خوبصورت لگی یاسر خود وائٹ کرتا شلوار میں وجیہہ و شکیل لگ رہا تھا۔ مگر اس کی نگاہیں تو فارحہ میں الجھ رہی تھیں وہ مہمانوں کو ریسیو کرنے لگی رہی۔ مگر یاسر نے موقع پا کر اس کا ہاتھ پکڑا اور صدا بہار کی باڑ کے پیچھے لے آیا۔

"اُف کیا کر رہے ہیں چھوڑیئے نا۔" اس نے کسمسا کر ہاتھ چھڑایا۔

"کب سے تمہیں قریب سے دیکھنے کو بے قرار ہوں۔" یاسر نے اسے دیوار سے لگا دیا اور خود دونوں ہاتھ ب کھڑا ہو گیا کہ وہ جا نہ سکے۔

"اب دیکھ لیا چھوڑیئے۔" اس نے جھینپ کر کہا۔

"کہاں یار کب دیکھا ہے آج تو بہت ہی خوبصورت لگ رہی ہو۔"

"صرف آج لگ رہی ہوں۔" وہ برا مان گئی۔

"یار وہ تو روز لگتی ہو مگر آج تم مجھے چاروں شانے چت کرنے کے لیے تیار ہو۔" وہ کوئی شرارت کرنے آگے بڑھا اس کے جھمکے کو چھوا اب تو فارحہ کا دل دھڑ دھڑ کرنے لگا۔

"پلیز دیکھیے کوئی بھی آ جائے گا جانے دیں۔"

"فارحہ بھابھی۔" صدف کی آواز آئی۔

"دیکھیے وہ بلا رہی ہے۔" وہ اس کے ہاتھ کے نیچے سے نکل گئی۔

"اس سال خیر منا لو دیکھنا شہرینہ کے بعد تمہارا ہی نمبر ہے۔" وہ زور لگا کر بولا۔

"فارحہ بھابھی انس کو بلا لیں طائشہ بھابھی پوچھ رہی ہیں۔" اس نے فارحہ سے کہا۔

"اچھا میں اندر دیکھتی ہوں شاید عمر نے لیا ہو تھا۔" وہ اندر آ گئی دیکھا واقعی عمر کے پاس تھا۔ سنو انس کو تم بھابھی کو دے آؤ۔

"سرمد بھائی سے پوچھ لیا۔" وہ ڈائننگ ٹیبل پر اسے بٹھائے ہوا تھا۔

"ان سے پوچھا کون ہے جاؤ لے کر۔ بے چارا بچہ الگ پریشان ہے۔" عمر نے انس کو طائشہ کو دے دیا وہ س لوگوں کی موجودگی میں بیٹھی ہوئی اسے مسلسل پیار کیے جا رہی تھی سب حیرانگی سے بھی دیکھنے لگے اس نے بھی آ خوبصورت سی فل کامدانی ساڑھی جو کہ بوتل گرین تھی اس میں وہ بہت زیاد خوبصورت لگ رہی تھی۔

"تم اندر چلی جاؤ اسے لے کر۔" سرمد کی امی نے اس سے کہا۔

"وہ امی اگر" وہ جھجکی۔ "تم سرمد کی فکر مت کرو وہ کچھ نہیں کہے گا۔"

"نہیں امی میں اندر نہیں جاؤں گی۔" وہ بھی آج ذرا غصہ میں آ گئی۔

"جیسے تمہاری مرضی" وہ افسردگی سے گویا ہوئیں۔ اتنے میں شہرینہ کو رسم کے لیے لے آ۔ کر اسٹیج پر وہ بیٹھی ہ تھی نگاہ جھکی رہی کیوں کہ غصہ میں بہت تھی ہاتھوں میں گجرے اس نے نوچ کر پھینک ڈالے۔ طائشہ نے بغور د رسم کے بعد کھانا شروع ہوا وہ اور امی ساتھ بیٹھی ہوئی کھا رہی تھیں۔ طائشہ کی نگاہ سرمد پر پڑی وہ بھی اسے ہی دیکھ لگے مگر اس نے ناراضگی سے منہ پھیر لیا کیوں کہ سرمد کا سرد رویہ نہیں بھولی۔ سرمد وہاں سے ہٹ کر امی کے پاس آیا۔

"امی آپ طائشہ کو روک لیں۔"

"کیا" وہ حیرانگی سے انہیں دیکھنے لگیں کیونکہ انہوں نے انہونی جو کر دی تھی۔

"میں انس کی وجہ سے کہہ رہا ہوں۔" وہ خجل ہوئے۔

"بیوی تمہاری ہے بچہ بھی تمہارا ہے روکو تم۔" وہ سرد مہری سے کہہ کر چلی گئیں۔

طائشہ کو انتظار ہی رہا کہ وہ بھول کر اسے روک لیں مگر کس جذبے کے تحت جب ان کے دل میں کچھ تھا ہی نہیں دل بہت اداس ہونے لگا۔ انس کو وہ لے جا بھی نہیں سکتی تھیں مگر دل پر جبر کیے رہی اولاد کی محبت کیا عجیب ہوتی ہے۔



رات کے آخری پہر ان کی آنکھ کھلی تو ذہن طائشہ کی جانب چلا گیا بیڈ پر نگاہ ڈالی جگہ خالی تھی آج تو انس بھی امی کے پاس ہی تھا کیونکہ بخار جو ہو رہا تھا ان سے سنبھل ہی نہیں رہا تھا۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئے نائٹ بلب کی روشنی جلاتے ہوئے آئے، کھڑکیوں کے پردے ڈوری کھینچ کر ہٹائے، لان کا منظر صاف دکھائی دینے لگا سارا کچھ ایسے ہی پڑا تھا۔ انہوں نے اس جگہ کو دیکھا جہاں طائشہ بیٹھی تھی دل تو اب الاپ ہا تھا بالوں میں ہاتھ پھیرا اعصاب منتشر ہو رہے تھے وہ باہر دیکھے گئے۔

"سرمد اب اسے معاف کر دو وہ تو تمہاری خوشی کے لیے سب کچھ کرنے کو تیار رہتی ہے اور انہوں نے اسے کیا دیا سوائے جھڑکیوں اور طعنوں کے وہ ایک مکمل لڑکی تھی ہر خوبی تھی خوبصورتی سے لے کر خوب سیرتی بھی آج تک زبان پر حرف شکایت نہ لائی اور وہ اسے ہاتھ پکڑ کر چھوڑ آئے انہیں اپنے بچے تک کا خیال نہ آیا جو ان کے بچے کی ماں تھی کیا وہ ٹھیک کر رہے تھے۔ وہ کھڑکی سے ہٹ کر چیئر پر بیٹھ گئے اب تو اندر سے یہ خواہش ہوئی کہ وہ آ جائے وہ اسے سمیٹ لیں کیا وہ ہار گئے تھے، اس کی خاموشی سے شکست کھا گئے تھے، کیا وہ اس کی معصومیت سے پگھل گئے تھے، یا اس کی خدمت ان کا دل جیت لے گئی تھی۔ صبح اٹھے تو عجیب مکدر سی طبعت رہی ٹلنگے کرتے شلوار میں وہ تھکے تھکے لگے ابو نے ان کا خاصا تفصیلی جائزہ لیا وہ خاموشی سے ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھ گئے کچن سے فارحہ اور صدف کی آوازیں آ رہی تھیں انہیں اس پل طائشہ کا خیال آیا جب وہ لپک کر ان کے لیے ناشتہ لاتی کتنا ڈرتی تھی۔

"ناشتہ کرنا ہے لاؤں؟" امی نے ان سے پوچھا۔

"آں ہاں نہیں۔" وہ چونک کر رہ گئے۔

"کر لو ابھی، کیوں کہ پھر رات کی تیاری کرنی ہو گی کسی کو فرصت نہ ہو گی کہ ناشتہ تیار کرتا رہے۔"

"آپ طائشہ سے......" وہ بولتے بولتے رک گئے۔

"وہ تھی تو تمہارے نخرے وہ اٹھاتی تھی مگر تمہیں تو اپنے نخروں سے فرصت نہیں اتنی اچھی بیوی کو ناراض کر کے میکے بٹھا آئے۔"

"وہ خود بھی آ سکتی ہے۔" وہ نگاہ چرانے لگے۔

"کیسے آ جائے کتنی آسانی سے تم نے کہا کہ تین لفظ کہہ کر اسے نکال دوں گا، آئے گی وہ یہاں، بتاؤ؟ شکر کرو صبر والی لڑکی تھی برداشت کر گئی کچھ نہ کہا مگر تمہیں تو بس اپنے باپ کے اصولوں سے اختلاف ہے۔" وہ بولیں۔

"پلیز امی!" وہ ویسے ہی شرمندہ تھے۔

"پتہ ہے انس کو پوری رات بخار رہا ہے۔ بچے کو ماں سے جدا کر کے تم نے اچھا نہیں کیا اگر اسے کچھ ہو گیا تو پچھتاتے پھرو گے۔ اپنا نہیں تو اس معصوم کا خیال کر لو جو ماں کے لیے رو رہا ہے۔" وہ انہیں ان کی غلطی کا احساس دلانے لگیں۔

"وہ سوچ نہیں سکتی؟ آ جائے اپنے بچے کے لیے۔"

"تم اسے وہاں بھیج دو۔"

"نہیں یہ نہیں جائے گا وہ خود آئے۔" انہیں تو بس انا عزیز تھی۔

"سرمد! اب وہ نہیں آئے گی کیوں کہ تم ہاتھ پکڑ کر چھوڑ آئے ہو اب ہاتھ تھام کر بھی تم ہی لاؤ ہم تمہارے معاملے میں نہیں بولیں گے۔"

سرمد سر تھامے رہے کیوں کہ وہ خود کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہے تھے مگر دل سے آواز آ رہی تھی کہ طائشہ بے قصور ہے۔ معاف کر دو وہ کب پرسکون تھے؟ ان چار پانچ ماہ میں اس کے عادی ہو گئے تھے شروع کے چند ماہ ان کے ساتھ رہی اب چند ماہ وہ اٹھ گئے۔

● ● ●

آج بھی اس نے کامدانی شرارہ پہنا تھا جو نائل نے ہی بنوایا تھا حالانکہ اسے شرم بھی آئی مگر نائل نے بڑے مان سے کہا تو وہ چپ ہو گئی پورا اسے پالر سے تیار کروایا وہ خود آج دلہن لگ رہی تھی مگر جب یہ روپ دیکھنے والا ہی اپنا نہیں تو سب بے کار ہے۔

"کیا ہوا آج پھر ان آنکھوں میں سرمد صاحب اتر آئے۔" نائل نے اسے ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑے پایا۔

"بدتمیزی نہیں کرو۔" وہ جھینپ گئی۔

"آپی آج آپ کتنی پیاری لگ رہی ہو دیکھنا سرمد بھائی سارے بند توڑ دیں گے۔" وہ شوخی سے بولا۔

"فضول بکواس نہیں، چلو تیار ہو، کتنی دیر لگاؤ گے؟" اس نے بات کاٹی۔

"زیادہ دیر میں ہی تو مزا آئے گا۔" وہ بولا۔

"زیادہ اتراؤ نہیں جلدی آئیں گے تو آرام بھی کر لیں گے۔" اس نے اپنے ماتھے کی بندیا کو ٹھیک کیا ساتھ ہی اپنا تفصیلی اور تنقیدی جائزہ ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے میں لیا۔

"آرام کا تو سوال ہی نہیں کیونکہ......"

"اچھا بس فضول بکواس نہیں۔" طائشہ نے اس کی دھپ لگائی۔

وہ اپنے کمرے میں آ کر تیار ہونے لگا اس کا بیڈ روم بھی آج پھولوں کا گھر بنا ہوا تھا۔ طائشہ نے ہی ساری سجاوٹ کروائی تھی۔ پنک کلر کے پردے ہر چیز لائٹ پنک سیج بھی پوری سجی ہوئی تھی اصلی پھولوں سے۔

"آج تم آؤ گی میرے جنگل میں دیکھنا شہرینہ ابرار! تمہیں ایسا کر دوں گا کہ نہ تم مجھ سے پیچھا چھڑا پاؤ گی اور نہ ساتھ رہنے کی تمنا رکھو گی۔" اس نے اپنا ڈریس پہنا کریم کلر کا قمیض شلوار اس پر لمبی کوٹی اور صافہ شہزادوں کی طرح لگا امین نے اس کی نظر اتاری اور پھر وہ سب مہمانوں کا قافلہ برات لے کر خوبصورت سے شادی ہال میں پہنچے جہاں برقی روشنیوں سے پورا ہال جگمگ کر رہا تھا سب نے ہی نائل کو ہاتھوں ہاتھ لیا سرمد نے بھی جب اس سے ہاتھ ملایا تو نائل حیرانگی کے سمندر میں غوطہ زن ہو گیا۔ کیوں کہ آج وہ خود بدلے ہوئے تھے۔

"یار! اتنی حیرانگی سے کیا دیکھ رہے ہو؟" سرمد اس سے گلے ملنے کے بعد بولے۔

"اس لیے کہ کل تک تو آپ۔" وہ گنگ رہ گیا۔

"بس سمجھو وہ سرمد کہیں کھو گیا آج اپنا سرمد آیا ہے۔" وہ آج مسکرائے بھی۔

"خوش رہو! انہوں نے دل سے دعا دی۔ نائل تو خوش ہو گیا کہ آج اس کی آپی کے عذاب کے دن ختم ہوئے وہ اس کا ایک نیا روپ دیکھ کر حیران تھا نکاح وغیرہ بھی ہو گیا۔ مگر طائشہ انہیں ابھی تک دکھائی نہ دی خالی کرتا شلوار میں وہ بوجھل بوجھل سے تھے کسی سے بھی پوچھنے کی ہمت نہ ہوئی اب وہ اسٹیج کے پاس آئے جہاں شہرینہ اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ نائل کے پہلو میں بیٹھی تھی۔ وہ کچھ دیر تک ہونق سے رہے مگر کاندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے امی نے پوچھا۔

"کیا بات ہے؟"

"وہ کچھ نہیں۔" وہ سر کھجا کر رہ گئے۔

"کچھ مسئلہ ہے۔" وہ ان کے پریشان انداز پر بولیں۔

"میں طائشہ کو دیکھ رہا تھا مجھے نظر نہیں آ رہی۔" انہوں نے ذرا رک رک کر پوچھا۔

"پنک شرارہ میں جو آمنہ کے پاس بیٹھی ہے۔"

"کیا وہ؟" وہ تو حیرانگی سے اچھل پڑے کیوں کہ کافی دیر سے اسے دیکھ تو رہے تھے انہیں طائشہ کی مشابہت کی بھی لگی، وہ سمجھے کہ اس کی کزن ہو گی۔

"آج لگ بھی بالکل بدلی ہوئی رہی ہے۔" وہ بڑے پیار بھرے انداز میں بولیں۔

"بلاؤں اسے؟"

"نہیں میں چلتا ہوں۔" وہ تو کوے کی سی کیفیت میں ہو گئے وہ ایک خالی ٹیبل پر آئے چیئر کھسکا کر بیٹھ گئے کیوں کہ آج تو انہوں نے طائشہ کو پہلی بار اتنا سجا ہوا دیکھا تھا نگاہ مرکوز تھی اب بھی اس پر، جو ہنس ہنس کر آمنہ سے باتیں کر رہی تھی انہوں نے اب ہمت کی آمنہ چچی کو اشارے سے بلایا۔

"چچی طائشہ سے میں بات کرنا چاہتا ہوں۔" وہ خاصے جز بز بھی ہو گئے۔

"ارے تو کرو اس میں اجازت کی کیا بات ہے۔" وہ خوش ہو گئیں۔

"میں بلاتی ہوں طائشہ کو۔"

"ٹھیک ہے پھر تم ڈریسنگ روم میں......"

"نہیں وہاں بھی نہیں آپ بس اسے باہر بھیج دیں گاڑی میں بیٹھا ہوں۔" وہ کہہ کر رکے نہیں۔

"سرمد! بات تو سنو۔" وہ کچھ سمجھ نہ پائیں۔

بڑی مشکل سے طائشہ کو بلایا جو موویوں اور تصویروں میں گھری نظر آئی۔

"سنو! سرمد باہر گاڑی میں بیٹھا ہے تمہیں بلا رہا ہے۔"

"پھوپھو مگر وہ......" اس کو کچھ سمجھ نہ آیا۔

"طائشہ آج میں نے پہلی بار سرمد کو نادم دیکھا ہے جاؤ خوشی تمہاری منتظر ہی موقع مت گنواؤ، جاؤ شاباش!" انہوں نے اس کا چہرہ تھپتھپایا۔ وہ شرارہ سنبھالتی باہر آئی فٹ پاتھ کے ساتھ سلور گاڑی کا فرنٹ ڈور کھلا نظر آیا لائٹ بھی آن تھی، وہ آ گئی۔

"بیٹھو آؤ!" انہوں نے اس سے کہا۔ وہ کچھ نہ بولی اپنا شرارہ سنبھال کر فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئی دروازہ بند کیا تو سرمد نے گاڑی چلا دی کچھ دیر تک انہوں نے بات نہ کی پھر ایک خوبصورت سے بار کے باہر گاڑی روک دی۔ انہوں نے نگاہ اٹھا کر اس کا روپ دیکھا جو کچھ شرمائی ہوئی تھی دل دھک دھک کر رہا تھا۔

"تم سے میں کس طرح معافی مانگوں کہ تم خوش ہو جاؤ۔"

"جی!" اس نے سر اٹھا کر انہیں دیکھا کیوں کہ اسے اپنی سماعتوں پر یقین نہ آیا۔

"ہاں طائشہ مجھے بتا دو کیوں کہ میں نے آج فیصلہ کیا ہے۔"

"پلیز آگے کچھ مت بولیے گا۔" اس نے سرمد کے لبوں پر ہاتھ رکھ دیا۔

"طائشہ! مجھے بولنے دو۔" انہوں نے اس کا ہاتھ تھام لیا اور ہونٹوں سے لگا لیا۔

"آپ نے مجھے بلا لیا یہی کافی ہے مجھے نہ آپ کی معافی چاہیے اور نہ میں آپ کو شرمندہ دیکھنا چاہتی ہوں
کتنی صلح جو تھی۔

"طائشہ! تمہیں مجھ پر ذرا بھی غصہ نہیں؟" وہ تو سمجھے تھے انہیں طائشہ کی منت سماجت کرنی پڑے گی۔

"نہیں! کیوں کہ مجھے پتا تھا ایک دن آپ مجھے ضرور بلائیں گے۔" وہ بولی۔

"بتاؤ آج چلو گی ناں گھر کیونکہ اب تمہارے بغیر میں ایک پل نہیں رہ سکتا تم نے مجھے اپنا عادی بنا لیا ہے۔ مجھے اور میرے بیٹے کو تمہاری ضرورت ہے، بتاؤ چلو گی نا، آج گھر؟"

"آج تو نہیں" وہ آہستگی سے گویا ہوئی حالانکہ دل تو کہہ رہا تھا کہ ہاں۔

"کیوں آج نہیں؟" وہ چونک گئے۔

"آج میرا گھر میں ہونا ضروری ہے، شہرینہ کے لیے، کیوں کہ امی کہاں کر سکیں گی؟"

"اس کا مطلب ہے یہ سب کچھ جو تم نے تیاری کی ہے ایسی ہی کی ہے میرا کوئی حق نہیں۔" وہ برا مان گئے۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ آپ ہیں تو یہ سب ہے" وہ فوراً گھبرا گئی ایسی بھنور اسی آنکھیں اٹھائیں۔

"آج تم بالکل پہچانی ہی نہیں جا رہی ہو" انہوں نے اس کا روپ دیکھا۔

"یہ نائل ہے زبردستی اتنی تیاری کروائی اتنا بھاری جوڑا اور بیوٹی پالر سے میک اپ، ایسا لگ رہا ہے آج میری بھی شادی ہوئی ہے۔" وہ شرما کر بولی۔

"پھر کیا خیال ہے آج واقعی شادی نہ منالیں۔" وہ ذومعنی بولے تو وہ بلش ہو گئی۔

"آج میں انس کو ساتھ لے جاؤں گی اتنا تیز بخار ہو رہا ہے۔" وہ سر جھکائے ہوئے تھی۔

"اپنی ماں کے فراق میں ہوا ہے انس کے باپ کا بھی کچھ حال اچھا نہیں۔" انہوں نے گاڑی اسٹارٹ کر
آج وہ بہت خوش تھے سب لمحوں میں بدلا تھا۔ آپ صرف دو دن انتظار کریں پھر میں خود آجاؤں گی۔"

"نہیں میں پرسوں لینے آؤں گا کیونکہ کل تو ولیمہ ہے ایک دن اور رہ لو۔" وہ آہستگی سے ڈرائیو کر رہے
طائشہ کا ہاتھ ان کے ہاتھ میں تھا۔

"ٹھیک ہے آجایئے گا۔" وہ آج کتنی خوش تھی اوپر والا آج اسے دل کھول کر نواز رہا تھا اس کا صبر اسے پسند آ گیا تھا
رخصتی کرا کر وہ سب چلے گئے شہرینہ نے خوب رونا مچایا تھا آمنہ نے بھی دل سے دعا دی مگر پھر وہ بھی آبدیدہ ہو گئیں۔ ابرار احمد کی وہ کل کائنات تھی اسے خوب پیار کیا تھا کیوں وہ بہت رو رہی تھی دل پر بھاری بوجھ آن پڑا تھا۔

●●●

"آج تو آپ بہت کھل رہی ہیں۔" نائل نے طائشہ کو چھیڑا۔

"بکومت!" وہ انس کے کپڑے چینج کر رہی تھی خود بھی چینج کر کے آگئی تھی مہمان بھی رخصت ہو چکے تھے شہرینہ کو لاؤنج میں ہی ابھی تک بٹھایا ہوا تھا وہ بھی برابر میں ہی دراز تھا۔

"سرمد بھائی نے بھی مجھے گلے لگا کر پیار کیا۔"

"چلو تمہاری شادی تو خوش قسمت ثابت ہوئی میرا بھلا ہوا۔" اس نے انس کو امی کی گود میں دیا۔

"آپی! یہ محترمہ اتنی خاموش بھی رہی ہیں۔" وہ شہرینہ کی پشت پر چٹکی لے کر بولا تو وہ تلملا گئی مگر ضبط کیا اندر اندر سلگتی رہی۔

"نائل! تمیز سے اچھا!" اس نے سرزنش کی۔

"اسے کتنا ہی سمجھا دوں نہیں سدھرے گا۔" امی نے بھی ذرا خفگی سے کہا۔

"اب دیکھیے گا امی آپ کی بہو آ گئی ہے کون سدھرے گا۔" لہجہ اس کا خاصا پراسرار تھا۔

"طائشہ تم شہرینہ کو کمرے میں چھوڑ آؤ۔"

"خوامخواہ چھوڑ آؤ بیٹھے رہنے دو۔" شہرینہ کو پکڑ کر دوبارہ بٹھا دیا۔

"ٹائم دیکھو تین بج رہے ہیں۔" اس نے کلاک کی جانب توجہ مبذول کرائی۔

"لیکن میرا ارادہ نہیں ہے آج سونے کا۔" اس نے پھر معنی خیز انداز سے کہہ کر شہرینہ کے چٹکی لی وہ سی کر کے رہ گئی اب کے امی نے دیکھ لیا۔

"نائل! سدھر جاؤ کیا حرکت کر رہے ہو؟"

"حرکت میں ہی برکت ہے کیوں شہرینہ نائل!" اس نے جتا کر کہا۔

"طائشہ تم شہرینہ کو لے جاؤ اس کا تو دماغ خراب ہے اس بچی کو بھی تھکا ڈالے گا آمنہ کہہ رہی تھی کہ کچھ بخار ہو رہا ہے دوائی تو فارحہ نے وہیں کھلا دی تھی۔" انہوں نے بتایا۔

"کیا یہ بیمار ہے؟" وہ بیٹھے سے اچھل گیا۔

"کوئی اچنبھے کی بات نہیں ہے اور تم ذرا اپنی حرکتوں پر کنٹرول رکھنا۔" طائشہ نے تنبیہہ کی وہ شہرینہ کو پکڑ کر لے جانے لگی اسی اثناء میں فون کی بیل ہونے لگی۔

"اس وقت کس کا فون ہے؟" نائل تیزی سے اٹھا سی ایل آئی پر نمبر دیکھا کوئی موبائل نمبر تھا۔ اس کے تو کسی دوست کا یہ نمبر نہیں تھا وہ سوچ میں پڑ گیا۔

"ہیلو کون؟" وہ بولا۔

"وہ...... وہ میں...... میں بول رہا ہوں" دوسری جانب سرمد تھے وہ تو نائل کی آواز پر گڑبڑا گئے۔

"یار! میں، میں کیا نام بتاؤ؟" وہ اب چیئر پر بیٹھ گیا۔

"سرمد بول رہا ہوں طائشہ سے بات ہو سکتی ہے۔"

"ارے آپ ہیں میں بھی کہوں کہ یہ نمبر ہے کس کا۔" وہ اب طائشہ پر مسکراتی نگاہ ڈال کر بولا جو اسی کی جانب متوجہ تھی۔

"بات ہو سکتی ہے۔"

"جی یقیناً آپ کی بیگم ہیں۔" وہ ہنسا۔

"آپی! سرمد بھائی کا فون ہے آجائیں بات کر لیں۔"

وہ حیران ہو گئی اس وقت یعنی اب وہ اس کے بغیر ذرا بھی نہیں رہ سکتے۔

"تم کہہ دو صبح کر لوں گی میں فون۔"

"اچھا اب سمجھا، کسی کے سامنے نہیں کر سکتی ہیں آپ کریں میں شہرینہ کو خود لے جاؤں گا۔" اب وہ معنی خیزی سے بولا۔

"جی نہیں ایسی بات نہیں ہے۔" اب اس نے ریسیور رکھ دیا۔

"پھر آپ کیجیے بات میں چلا۔" وہ شہرینہ کا ہاتھ پکڑ کر چل دیا جبکہ امی انس کو لپٹائے اندر لے گئی تھیں وہ تیز تیز چل رہا جبکہ وہ دانت پیس رہی تھی۔ دھڑ سے شہرینہ کو بیڈ پر بٹھایا اور خود چینج کرنے چلا گیا جبکہ اس نے اپنا آنچل اوپر کر کے کمرے کا جائزہ لیا پورا کمرہ پھولوں سے سجا ہوا تھا جس کی خوشبو ماحول کو خواب ناک بنا رہی تھی اس نے نخوت سے منہ پھیر لیا۔

"سنو! اٹھو فوراً چینج کرو کیوں کہ میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں کہ تمہاری جھوٹی تعریفوں میں ٹائم ضائع کروں۔" وہ

کرتے کے بٹن بند کرتے ہوئے بولا۔

''کس نے کہا کہ آپ یہ سب بکواس کریں۔''

''کیا بکواس۔'' نائل نے شہرینہ کے منہ پر طمانچہ جڑ دیا اتنی توہین وہ بھی اس کی بیوی کرے وہ کہاں برداشت شہرینہ تو کانپ گئی۔

''آئندہ مجھ سے اس لہجے میں بات کی تو یاد رکھنا سانس تک نہیں لینے دوں گا۔'' وہ اب اس کے چہرے کو دیکھنے لگا جو میک اپ اور جیولری سے سجا ہوا تھا کتنی مخمور کر دینے والی لگ رہی تھی، سرکش اور بے لگام گھوڑے کی ط بے قابو ہو رہے تھے مگر اس وقت اسے خود پر کنٹرول رکھنا تھا۔

''شہرینہ! تم اس خوش فہمی میں مت رہنا کہ تمہیں گھر جانے دوں گا جب تک تم سدھر نہیں جاتیں اس گھر سے قدم باہر نہیں نکالوگی اور ہاں! اگر تم نے کسی سے بھی میرے متعلق کہا تو تمہیں ہمیشہ کے لیے...... آگے تم سمجھدار ہو۔''

شہرینہ کی سماعتوں میں پاپا کی باتیں گونجنے لگیں جو انہوں نے اسے وارن کر کے بھیجا تھا اگر اس نے کوئی ایسا قدم اٹھایا تو اس کی شکل تک نہیں دیکھیں گے۔ وہ اپنی بے بسی پر پھوٹ پھوٹ کر رو دی کس سے کہے پاپا تک ب گئے اور یہ شخص جو سب کے سامنے اس کا ہے حقیقت میں نہیں۔

''بند کرو رونا دھونا اٹھ کر اپنا حلیہ درست کرو۔'' نائل نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا وہ گرتے گرتے بچی اس کے کپڑ ہینگ کیے ڈریسنگ روم میں تھے وہ خود اسے وہاں تک چھوڑ کر آیا۔ ساری جیولری اٹھا اٹھا کر دہیں پھینکی چوڑیاں ت پورے کمرے میں پھینک دی چینج کرنے کے بعد باہر تو آئی میک اپ ہنوز تھا وہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے اس حرکات و سکنات دیکھ رہا تھا جو بس روئے جا رہی تھی باتھ روم میں گھس گئی، اس کے اندر تو آگ دہک رہی تھی جسے ٹ کرنا تھا جو نہا کر ہی بجھنی تھی وہ آدھے گھنٹے بعد نکلی پر منگ زدہ بالوں سے پانی کی بوندیں ٹپک رہی تھیں۔ نائل مسکرا دیا

''سنا ہے کہ آپ بیمار ہیں۔'' نائل آنکھوں میں شوخیاں سموئے اس کے قریب آ گیا شہرینہ ایک لمحے کو اس اتنے قریب آنے پر تھوڑا گھبرائی مگر جھٹ نخوت سے منہ پھیر لیا۔

''محترمہ! آج کی رات منہ پھیرنے کی رات نہیں ہے بلکہ شوخیاں اور شرارت کی ہے۔'' اب اس نے شہرینہ مکمل اپنے قبضے میں لے لیا گیلے بال اب نائل کو بھی بھگو رہے تھے کیونکہ وہ اس کے بہت ہی قریب تھا۔

''پلیز لیو می!'' وہ کسمسا کر چیخی نائل کے ہاتھ ہٹائے مگر اس پر تو آج ایک نشہ طاری ہو چکا تھا جو وہ بالکل مدہو ہو گیا تھا اسے شہرینہ کا احتجاج بھی نہ سنائی دیا۔

''چھوڑیں مجھے۔'' اب وہ برداشت ہی نہ کر پائی تو چیخ پڑی۔

''سنو تمہارے نخرے برداشت میں بالکل نہیں کروں گا میں کوئی نامحرم نہیں ہوں قانونی اور شرعی طور پر اب میری بیوی ہو کیا سمجھیں؟'' وہ پھر شہرینہ کا ہاتھ گھسیٹ کر بولا تو وہ اس کے سینے سے آ لگی۔

''آج کی رات میری تم ضائع مت کرو کیونکہ میں تمہاری بالکل نہیں سنوں گا۔'' آنکھوں میں اس کی ایک رعب، دھونس اور فتح مندی تھی وہ سہم گئی۔ نائل نے اس کا چہرہ ہاتھوں میں لیا جو خوف سے اسے ہی دیکھ رہی تھی مگر ک چند لمحوں بعد ہی وہ بے سدھ ہو گئی نائل کے آگے کیونکہ وہ ایک بھرپور اور توانا مرد اور وہ کہاں نازک سی اس نے بھی احتجاج بھی کیا مگر وہ سن ہی کہاں رہا تھا۔

●●●

دوسری صبح آمنہ پھوپھو فارحہ اور صدف اسے لینے آئیں جو خاموشی سے بیٹھی تھی اور رنج کا مدانی سوٹ میں ا



ایک تازہ پھول ہی لگی نائل نے کئی بار اچٹتی نگاہ اس پر ڈالی جو بالکل چپ تھی رات کا غصہ ہنوز برقرار تھا۔

''کیا بات ہے بھئی، آپ لوگ اتنا کچھ کیوں لے کر آئے ہیں؟'' نائل نے ڈائننگ ٹیبل پر انواع و اقسام کا ناشتہ دیکھا۔

''اس لیے کہ یہ رسم ہوتی ہے۔'' آمنہ شہرینہ کے آگے پلیٹ رکھتے ہوئے بولیں۔

پھوپھو! آپ نے سوچا ہوگا کہ آپ کی بیٹی کو شاید میں بھوکا مار دوں گا۔'' وہ شہرینہ کی سامنے والی چیئر پر بیٹھا جو دانت پیس رہی تھی نائل اس کی کیفیت سے واقف تھا۔

''اور کیا تم سے کیا بعید، میری بیٹی ویسے ہی بیمار ہے۔''

''اچھا رات تو انہوں نے نہیں بتایا۔'' وہ صاف مکر گیا حالانکہ طائشہ نے بتایا تھا۔

''اب یہ تم سے خود بولتی، تمہیں عقل نہیں تھی؟'' انہوں نے گھورا۔

''ویسے تو بہت بولتی ہیں رات پتہ نہیں کیا ہو گیا کہ ایک لفظ نہ بولیں۔''

''نائل! شرم کر لو کیا بکے جا رہے ہو۔'' طائشہ نے اس کے بال کھینچے۔

اب وہ چپ ہو گیا فارحہ اور صدف جھینپی بیٹھی تھیں۔

''اس لڑکے کی زبان بہت چلتی ہے۔''

''پھوپھو! آپ کی بیٹی سے کم۔'' وہ چائے کا کپ اٹھا کر کھڑا ہو گیا۔

''اتنی دیر سے بے چاری خاموش بیٹھی ہے۔''

''واقعی بے چاری ہی ہے۔'' وہ نیچے اتر کر لاؤنج میں جا کر بیٹھ گیا لاؤنج اور ڈائننگ روم ساتھ ہی تھے آدھے حصے میں دونوں بنے ہوئے تھے۔

''شہرینہ تیار تو ہو ہی چلو اب تم جلدی کرو شام میں پانچ بجے نائل لینے آ جائے گا۔'' پھوپھو خود ہی پروگرام مرتب کر کے بولیں۔

''مجھے نہیں جانا۔'' وہ بس اتنا کہہ سکی کیونکہ آمنہ سے پہلے ہی چڑتی تھی۔

''دیکھا پھوپھو ایک رات میں میری محبت میں ڈوب گئی ہے۔'' وہ دل جلانے والے انداز میں بولا۔

''نائل حد ہوتی ہے۔'' اب طائشہ کی خشمگیں نگاہ اس پر تھی۔

''شیری چاچا جان تمہارے انتظار میں بیٹھے ہوں گے۔''

''کہہ دیا نا کہ نہیں جانا مجھے کہیں بھی بوجھ تھی نکال دیا آ گئی اب سب بھول جائیں۔'' وہ یہ کہہ کر بھاگ گئی سب ہی ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر رہ گئے جبکہ طائشہ کو الگ شرمندگی ہوئی اسے نائل ہی کی کوئی چال لگی جو بڑا مطمئن تھا بلکہ شوخ سی دھن بھی بجا رہا تھا۔ فارحہ نے بہت چاہا کہ وہ چلے مگر اس کی ایک ہی نہ تھی اسے تو پاپا پر غصہ تھا جنہوں نے اسے بوجھ کی طرح اتارا تھا۔

''نائل سچ بتاؤ تم نے شہرینہ سے کچھ کہا ہے۔'' وہ ان سب کے جانے کے بعد اس پر چڑھ دوڑی۔

''میں خواہ مخواہ کچھ کہوں گا۔'' وہ اٹھا حالانکہ سارا کیا دھرا اسی کا تھا۔

''پھر اس نے جانے سے منع کیوں کیا۔''

''اب آپ اس سے پوچھیں کیوں نہیں گئی میں کیوں منع کروں گا۔'' وہ اب اپنے کمرے میں جانے لگا۔

''طائشہ انس رو رہا ہے پہلے اسے دیکھ لو۔'' امی کی آواز نے اس کے قدم روک لیے۔

''جائیے آپ اپنے صاحبزادے کو لیجیے۔'' اس نے اپنے پیچھے آتی طائشہ کو روک دیا۔

”زیادہ بولنے کی ضرورت نہیں تم اسے لے کر آؤ میں شہرینہ کے پاس ہوں۔“ اس نے زبردستی نائل کا بازو پکڑ باہر نکالا کیونکہ اسے پکا یقین تھا نائل نے ہی کچھ دھمکیاں دے کر ڈرایا ہے جب ہی وہ چپ تھی۔

”واہ بچہ آپ کا اور لوں میں......“ وہ چمک کر بولا۔

”ماموں ہو اس کے، لے کر آؤ فوراً۔“ اب وہ ذرا حکمیہ بولی۔ آنکھوں میں بھی ذرا غصہ تھا وہ سر کھجاتا چلا گیا۔ طائشہ نے شہرینہ کو دیکھا جو ٹشوز سے آنکھیں صاف کر رہی تھی وہ صوفے پر بیٹھی تھی جگہ جگہ اب کچھ سوکھے پھول بکھرے پڑے تھے وہ ان پھولوں میں بیٹھی خود ان کا حصہ لگی۔

”شہرینہ گڑیا مجھے بتاؤ نائل نے کچھ کہا جو تم نے منع کر دیا جانے سے۔“ وہ اس کے ہاتھ تھام کر بڑے پیار سے پوچھنے لگی۔

”پلیز لیو می آلون۔“ اس نے ناگواری سے ہاتھ چھڑائے اس کا رویہ نائل سے چھپا نہ رہا وہ انس کو گود میں اٹھائے اندر آ چکا تھا۔

”اے سنو یہاں پر کوئی تمہاری انگریزی نہیں سمجھتا، زیادہ یہ انگریزی کی اکڑ یہاں دکھائی تا یاد رکھنا بری طرح پیش آؤں گا۔“ نائل نے سن لیا تھا۔

”نائل کس طرح بات کر رہے ہو۔“ طائشہ گھبرا گئی۔

”آپی آپ جتنا اس کے نخرے اٹھائیں گی یہ محترمہ اتنا اترائیں گی۔“ اس نے انس کو گود سے اتارا۔

”نائل بس کرو تم نے وہی شروع کر دیا نا مجھے یہی ڈر تھا تم ابرار انکل کو دکھ دو گے ان کی بیٹی کو ٹارچر کرو گے۔“

”آپی یہ اب میری بیوی ہے میری مرضی سے آئے گی، جائے گی۔ جس دن بھی اس نے میرے حکم کی خلاف ورزی کی اس دن اس کا اس گھر میں آخری دن ہوگا۔“ وہ نہایت سخت لہجے میں بولا۔ طائشہ کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں جبکہ شہرینہ نے دھواں دھار رونا شروع کر دیا۔ پاپا کی نصیحت کے مطابق اگر نائل کو ناراض کر کے اس گھر سے آئیں تو تمہاری اس گھر میں جگہ نہیں۔

”نائل تم بہت برا کرو گے۔“ طائشہ نے افسردگی سے کہا۔

”یہی کچھ آپ کے ساتھ بھی تو ہوا آپ نے کہا یا کسی نے کہا کہ سرمد بھائی برا کر رہے ہیں۔“

”سب میرا ساتھ دیتے تھے۔“ وہ بولی۔

غصہ میں کہہ کر باہر نکل گئی۔

”بہت شوق ہے تمہیں ہمدردیاں حاصل کرنے کا۔“ اب وہ شہرینہ پر چڑھ دوڑا۔

”میں نے کچھ نہیں کہا۔“ وہ چیخ ہی پڑی۔

”آہستہ بولو اس کمرے سے ذرا آواز باہر نہ جائے۔“ اس نے آنکھیں نکالیں۔

”اف پاپا کہاں پھنسا دیا۔“ وہ کھسیا گئی۔

”بالکل صحیح جگہ پھنسی ہو سارے کس بل نکال دوں گا پھوپھو سے بدتمیزی آپی سے جلی کٹی۔“

”مجھے تو پہلے ہی پتا تھا ایڈیٹ۔“ وہ بڑبڑائی۔ شہرینہ روتی رہی رات کو ولیمہ تھا میک اپ نے بھی تو اس کی آنکھوں کو ٹھیک نہ کیا منہ اس کا پھولا ہی رہا پاپا سے بھی بات نہ کی گولڈن شرارے میں نظر لگ جانے کی حد تک لگ رہی تھی نائل سب میں چہکتا پھرا جیسے بہت بڑی بازی مار لی ہو اور وہ بس اندر ہی اندر کڑھتی رہی۔

• • •

ولیمے کے دوسرے دن ہی سرمد شام کو طائشہ کو لینے آ گئے آج پہلی بار انہوں نے بڑی خوش کن انداز میں

رکھے تھے نائل کو گلے لگا کر ڈھروں مبارک باد اور دعا دی شہرینہ کو پیار کیا جو بس روٹھی رہی انہوں نے نوٹ بھی کیا۔ وہ ڈائننگ روم میں نائل کے ساتھ بیٹھے تھے۔

”کیا لیں گے سرمد بھائی۔“ نائل نے ان سے پوچھا جو انس کو گود میں لئے بیٹھے تھے۔

”اراس وقت تو بھوک لگی ہے۔“ وہ سادگی سے اور بے تکلف انداز میں بولے۔

”آپی کچھ پکا رہی ہیں پوچھتا ہوں کتنا ٹائم لگے گا۔“

”نائل ایک گلاس پانی مل جائے گا۔“

”ضرور ابھی لایا۔“ وہ جھٹ اٹھ گیا۔

”آپی مسلسل وہ کچھ نا کچھ مانگے جا رہے ہیں جائیے اب پانی مانگا ہے کچھ بھوک بھی لگ رہی ہے۔ اپنا رخ دیکھا آئیں۔“

”بکو مت۔ وہ جھینپ گئی۔

”چلی جاؤ طائشہ میں دیکھ لوں گی سالن۔“ امی ہرا دھنیہ توڑ رہی تھیں اسے ایک طرف رکھا۔

”میں شہرینہ کو کہتا ہوں۔“

”بے وقوف ابھی اس کی شادی کو صرف تین دن ہوئے ہیں۔“

”میری شادی کو بھی تو تین دن ہوئے ہیں میں نے ناشتہ خود نکالا تھا۔“ وہ طائشہ سے بولا۔

”تم سے کوئی نہیں جیت سکتا۔“ وہ دوپٹہ شانوں پر پھیلا کر فرج سے پانی کی بوتل نکالی گلاس میں پانی انڈیلا اور پلیٹ میں رکھ کر ڈرائنگ روم میں آ گئی۔

”تم صرف ایک بار ہی نظر آئی ہو یقیناً نائل نے بھیجا ہوگا۔“ وہ پانی کا گلاس لے کر پینے لگے۔

”کھانا پکا رہی تھی۔“ اس نے گلاس لیا سینٹر ٹیبل پر رکھا اور خود سامنے والے صوفے پر بیٹھ گئی۔

”نظر آ رہا ہے حلیہ بتا رہا ہے تمہارا۔“ انہوں نے اس کا جائزہ لیا جس پر چکنائی کے دھبے لگے ہوئے تھے۔

”سالن بھون رہی تھی برنر اونچا ہے تا بس مجھ پر آ گیا۔“ وہ مسکرائی۔

”یہ بتاؤ اس کی طبیعت اب کیسی ہے۔“ انہوں نے انس کو دیکھا جو کبھی ٹیبل پر چڑھ رہا تھا تو کبھی فلور کشن پر کود رہا تھا۔

”اب تو بہتر ہے دیکھئے کھیل کیسے رہا ہے۔“

”یہی دیکھ رہا ہوں صاحبزادے کافی شرارتی ہو گئے ہیں۔“

”بابا مما۔“ وہ بولا۔

”یہ بولنے لگا۔“ وہ حیران ہوئے انس کے بولنے پر کیونکہ چلنا تو اس نے شروع کر دیا تھا بولتا نہ تھا۔ ”جی تھوڑا تھوڑا نائل نے ہی سکھایا ہے۔“ وہ ہنسی۔

”یار اب تو جلدی چلو کیونکہ مجھے تمہاری یاد آتی رہتی ہے۔“ وہ پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے کھڑے ہوئے ان کے چہرے پر بے قراری اور محبت جھلک رہی تھی طائشہ نے انہیں دیکھا۔

”وہ ایک ہفتے بعد آ جاؤں گی۔“ وہ رک رک کر بولی ساتھ ہی کن انکھیوں سے ان کے چہرے کو دیکھا کہ کہیں غصہ تو نہیں کریں گے۔

”واٹ! ایک ہفتے بعد تم نے کہا تھا کہ ولیمہ کے دوسرے دن آ جاؤں گی۔“ انہیں غصہ آ گیا۔

”اب شہرینہ نئی ہے پھر امی سے کام نہیں ہو رہا ہے کچھ دن کی اجازت بس دے دیں۔“

"ٹھیک ہے رہو میری طرف سے کتنے دن بھی میرا خیال نہیں۔" وہ غصہ میں نکل گئے۔ وہ پیچھے پیچھے لپکی۔ ان کے تو ہاتھ پاؤں پھول گئے کتنے عرصے بعد تو وہ راضی ہوئے تھے۔

"بات تو سنیئے آپ میری۔" وہ پیچھے لپکی۔

"مجھے کچھ نہیں سننا۔" وہ پورچ میں آئے۔ گاڑی کا ڈور کھولا اور بیٹھ کر جا چکے تھے۔ سر پکڑ کر رہ گئی کیونکہ غصہ کے تو وہ پہلے ہی تیز تھے وہ مرے مرے قدموں سے اندر آ گئی اب تو کام بھی نہیں ہو رہا تھا۔ نائل اور امی نے پوچھا تو اس نے کہہ دیا ضروری کام سے جانا تھا مگر رات کو جب وہ سونے لیٹی تو اس نے فون اٹھایا نمبر ملایا ان کے کمرے کا ریسیو بھی انہوں نے ہی اٹھایا۔

"میں طائشہ بول رہی ہوں۔" وہ ڈرتے ڈرتے بولی۔

"میں اس وقت سو رہا ہوں اب فون مت کرنا۔" انہوں نے فون ہی انگیج کر دیا۔ اتنی مشکل سے تو راضی ہوئے تھے نے ناراض کر دیا اب نیند بھی نہیں آئی سوئے ہوئے انس پر نگاہ ڈالی اٹھ کر بیٹھ گئی امی کو بھی نہیں بتایا صبح ہی چلی جائے گی۔

● ● ●

"نائل مجھے گھر چھوڑ آؤ۔" وہ اپنی تیاری کر کے بولی۔ کیونکہ پوری رات بے چین جو رہی تھی۔

"آپ تو ایک ہفتہ رکیں گی۔" اس نے اخبار سے سر اٹھایا۔

"مجھے بس جانا ہے۔" اس نے اب بتانے سے گریز کیا۔

"نائل اب نا پٹ جاؤ گے اچھا۔" وہ جھینپ گئی کیونکہ طائشہ کے چہرے پر اب کئی رنگ تھے۔

"تمہاری شادی ہو گئی اب خوش رہو مجھے بھی رہنے دو اتنے دن سے یہاں ہوں ویسے ہی میرا بچہ اپنے بابا کے لیے بے چین ہے۔"

"اور آپ کے بچہ کی ماں کس کے لیے۔" اس نے پھر چھیڑا۔

"نائل کے بچے۔" اس نے کشن اٹھا کر سر پر مارا۔

"ابھی انتظار کریں بچوں کا کیونکہ آپ کی بھابھی صاحبہ کا ایسا موڈ نہیں لگ رہا۔" اس نے شہرینہ کو دیکھا جو چپ بیٹھی تھی۔

"اچھا بکواس نہیں مجھے چھوڑ کر آؤ امی اس سے کہیں نا۔" اب وہ منتائی۔

"جاؤ نائل جاؤ مجھے لگتا ہے سرمد کچھ رات کو ناراض سا گیا ہے وہ لینے آیا تھا۔"

"اوہ تو یہ بات ہے پھر تو چلیے۔" وہ سیدھا کھڑا ہوا۔ وائٹ کرتا شلوار میں وہ خاصا ڈشنگ لگ رہا تھا شہرینہ کی جیسے بولتی بند تھی۔

"شہرینہ کو بھی لے لیں۔" وہ اپنا بیگ نائل کو تھما کر بولی۔

"جی نہیں امی اکیلی ہوں گی۔" وہ بیگ پکڑ کر بولا۔

"پہلے بھی رہتی تھی جاؤ لے جاؤ مل آئے گی سب سے۔" امی نے بھی تائید کی۔

"امی مجھے فضول وقت نہیں کہ گھنٹوں وہاں بیٹھوں۔" اس نے صاف انکار کیا۔

"ایک رات چھوڑ دو وہاں۔" طائشہ نے کہا۔

"میں ادھر کیا کروں گا۔" اس نے شہرینہ کے چہرے پر نگاہ جمائی جو اسے گھور رہی تھی۔

"جو پہلے کرتے تھے وہ کرنا بے چاری پر اب اتنی پابندی نہ لگاؤ۔"

"آپی آپ کو اتنی اس سے ہمدردی کیوں ہے جبکہ آپ کی پکی دشمن بنی رہی۔"

"میرے خیال میں اب چلو تم بولے جاؤ گے۔" وہ انس کا ہاتھ پکڑ کر امی کو خدا حافظ کہہ کر چلی گئی۔ وہ گھر آئی تو سب نے ہی اس کا پرجوش استقبال کیا نائل کی بھی الگ ویلیو تھی آمنہ تائی امی اور چچی جان نے کہا بھی کہ شہرینہ کو لے آتے۔

"میں نے تو خود کہا وہ خود نہیں آئی۔" نائل نے صفائی سے جھوٹ بولا۔

چھوڑ جانا۔" آمنہ کو نائل کی عادت کا پتہ تھا۔

"پھوپھو ایک دو دن میں میں خود اپنا پروگرام سیٹ کر چکا ہوں نادرن ایریاز یا پھر لندن کا ٹور لگ سکتا ہے آپ برا انکل سے کہہ دیجئے گا شہرینہ کا پاسپورٹ دے دیں۔" اس نے یہ پروگرام لمحوں میں ترتیب دیا۔ طائشہ حیران ہو گئی کیونکہ گھر میں تو اس نے کوئی ذکر نہیں کیا۔

"ہاں پاسپورٹ میں خود دینے آ جاؤں گی۔" وہ پرسوچ انداز میں گویا ہوئیں۔

"اب چلتا ہوں۔" وہ مسکراتا ہوا اٹھا۔

"ارے فارحہ، صدف کدھر گئیں کچھ لے کر ہی آؤ۔" "آنٹی اس وقت میں ناشتہ کر کے چلا تھا آپی کو چھوڑنا تھا آفس کا چکر لگانا ہے۔" اس نے عذر پیش کیا پھر سب سے اجازت لے کر رخصت ہو گیا۔ سب نے ہی طائشہ سے شہرینہ کے بارے میں پوچھا اس نے بتا کر مطمئن کر دیا مگر اندر عجیب بے قراری ہو گئی ایک فکر اسے سرمد کی تھی جو کل ناراض آئے تھے وہ اپنے کمرے میں آ گئی بیگ سائیڈ پر رکھا کمرے کی حالت بھی ابتر تھی سرمد کے کپڑے بیڈ پر پڑے نظر آئے جوتے اور چپل کارپٹ پر دھرے تھے ایش ٹرے میں سگریٹ کے ٹوٹے پڑے تھے وہ اٹھی پہلے تو صفائی کی ساری چیزیں ترتیب سے رکھیں نہا کر فریش ہوئی اس نے کاٹن کا بلیو پرنٹڈ سوٹ پہنا جو اس کی شہابی رنگت کو اجاگر کرنے لگا۔ لمبے بالوں کو لپیٹ لیا کیونکہ حلیہ کافی خراب ہو گیا تھا دوپہر تو ہو ہی گئی تھی کچن میں نہیں دیکھا آمنہ پھوپھو اور فارحہ لگی ہوئی تھیں۔

"وہ میں آج صفائی میں لگ گئی۔" وہ شرمندہ بھی ہوئی انہیں مصروف دیکھ کر۔

"کوئی بات نہیں تم آج ہی تو آئی ہو۔" آمنہ نے مسکرا کر کہا۔

"بھابھی آپ ایسا کریں کھانا لگوا دیں کیونکہ بلال یونیورسٹی سے آ گیا ہے۔" طائشہ پلیٹیں لے کر ڈائننگ روم میں آ گئی جہاں وہ ان کے ساتھ شرارتوں میں لگا ہوا تھا۔

"السلام علیکم بھابھی۔" بلال نے سلام کیا۔

"خوش رہو۔" اس نے دعا دی۔

"آپ رہیں ہم تو رہتے ہی ہیں۔" اس نے معنی خیزی سے کہا تو وہ مسکرا دی۔

"اسے نیچے تو اتار دو۔" طائشہ نے انس کی طرف اشارہ کیا جو ڈائننگ ٹیبل پر کھڑا کود رہا تھا۔

"بھابھی یہ تو بڑا شرارتی ہو گیا ہے۔"

"اب تو بولنے بھی لگا ہے۔"

"یار چاچو شروع کر دو بولنا۔"

"تاچو۔" وہ بولا۔

"اوہ میرا یار۔" اس نے لپک کر انس کو چوما کیونکہ اس نے بلال کی بات فوراً فالو کی۔

کھانے وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد اب طائشہ سرمد کا انتظار کرنے لگی دوپہر میں وہ سو گئی انس بلال کے پاس رہا۔ شام میں پھر وہ کچن میں لگ گئی سب کے لیے چائے بنائی یاسر تو لان میں لے گیا۔ آج وہ آفس سے جلدی

آ گیا تھا مگر سرمد ابھی تک نہ آئے۔ انتظار کرتے کرتے گیارہ بج گئے سب ہی کھانا کھا چکے تھے مگر اس نے نہیں کھایا اس کی ہمت بھی نہ ہوئی کیونکہ اکثر دیر سے کبھی کبھی آ جاتے تھے وہ انس کو لے کر مرے مرے قدموں سے کمرے میں آ گئی انس کو تو اس نے سلا دیا۔ خود بھی اس کے پاس ہی لیٹ گئی پتہ نہیں کس پہر اس کی آنکھ لگی جو کھلی نہیں سرمد آئے اسے دیکھ کر حیرانگی کے ساتھ خوش بھی ہوئے انس اس کے پہلو سے لپٹا سو رہا تھا جبکہ وہ بھی سو رہی تھی انہوں نے جوتے اتار کر زور سے پھینکے تو اس کی آنکھ ہڑبڑا کر کھلی وہ اب چینج کرنے باتھ روم میں چلے گئے۔ وہ نیند بھگا کر اٹھی اس کو سیدھا کر کے لیٹایا اور خود آہستگی سے اٹھ گئی وہ پھر باہر نکلے وارڈ روب سے اپنا سوٹ نکالنے لگے۔

"میں نے نکال دیا ہے آپ کا نائٹ سوٹ۔" وہ جھٹ ڈریسنگ روم سے لے کر آئی جو انہوں نے کھینچ کر لیا ناراض جو تھے۔ جب تک وہ آئے وہ بت بنی کھڑی رہی۔

"کھانا کھائیں گے۔" اس نے رک رک کر پوچھا۔

"نہیں۔" اتنا کہا اور انس کے پاس آ کر لیٹے اسے پیار کرنے لگے۔

"اٹھ جائے گا۔" وہ بولی کیونکہ اسے سلایا ہی مشکل سے تھا۔

"شش، اپ۔" انہوں نے ڈانٹ دیا۔

"اف یہ پہلے جیسے ہو گئے کیا تھا کہ کل آ جاتی میں۔" وہ افسردہ ہو گئی سرمد نے اسے دیکھا۔ جو مرے مرے انداز میں صوفے پر جا کر بیٹھ گئی۔

"ایسے تو بخشوں گا نہیں کل کیوں نہیں آئیں۔" وہ سیدھے ہو کر لیٹ گئے لائٹ بھی آف کر دی۔ طائشہ کی ہمت نہ ہوئی کہ کچھ بولتی پہلے ہی ان کے جھڑکنے پر سہم گئی کیا اس کی خوشیوں کی مدت اتنی کم۔ وہ افسردہ ہو گئی سرمد نے اسے دیکھا۔ جو مرے مرے انداز میں صوفے پر جا کر بیٹھ گئی۔

"امی آج کیا سب نے ناشتہ کر لیا۔" اس نے ان کی بات بدلی۔

"صدف اور قارحہ تو کر چکی ہیں البتہ وہ دونوں پڑے سو رہے ہیں۔" امی نے یاسر اور بلال کے بارے میں مجرم بنی بولی۔

"جب ہی تو قاعدہ اٹھا کر وہاں پڑ کر سو گئیں۔" انہیں پھر غصہ آیا طائشہ نے ایک نظر ان پر ڈالی غصہ اب اس پر بھی تو

"آپ نے ہی ڈانٹ کر چپ کرا دیا تھا۔"

"بہت میری ڈانٹ سے ڈرتی ہو۔" انہوں نے ٹی وی ریموٹ سے آف کر دیا۔

"دیکھئے آپ کو اس دن کی ناراضگی ہے تو سوری جب ہی میں کل آ گئی آپ کا موڈ پھر بھی ٹھیک نہیں ہوا۔" اب وہ منمنائی۔

"تمہیں پتہ ہے موڈ کس طرح ٹھیک کیا جاتا ہے۔" اب وہ ذرا سنجیدگی کے ساتھ ذومعنویت سے بولے تو طائشہ نے فوراً چونک کر سر اٹھایا وہ اسے شوخ لگے۔

"آپ ناشتہ ابھی کریں گے یا کچھ دیر بعد۔" وہ اٹھنے لگی تو انہوں نے ہاتھ گھسیٹ کر اپنے قریب کر لیا۔

"میں نے تم سے ناشتے کے متعلق بات کی ہے۔" انہوں نے اسے قریب کیا تو وہ شرما گئی۔

"بھابھی انس رو رہا ہے۔" قارحہ کی آواز آئی تو اب دونوں ہی چونک گئے۔

"آتی ہوں۔" وہ ہانک لگا کر بولی۔ ان کے قریب سے اٹھنے لگی۔

"میں نے کہا کہ جاؤ۔" وہ اس کے چہرے کو تھام کر گویا ہوئے۔

"دیکھئے آپ کا ہی بیٹا ہے غصہ بھی اسے آپ کی طرح آتا ہے۔" وہ مسکرا کر بولی نگاہیں جھکائے رکھیں۔ آج سرمد بالکل الگ ہی لگے کتنے اچھے لگ رہے تھے وہ ہنستے مسکراتے۔

"اچھا اب مجھ پر ڈال دو کہ مجھ پر گیا ہے۔" وہ برا مان گئے۔

"پورا آپ کی ہی کاپی ہے۔" اس نے اپنا آنچل شانے پر ڈالا جو ڈھلک کر سرمد کے بازو پر آ گیا تھا۔

"پھر ٹھیک ہے بیٹی جو ہو گی وہ تمہاری طرح ہونی چاہیے۔" انہوں نے شوخی سے کہا۔

"جج جی۔" وہ شپٹا گئی۔

"ہاں نا اب چینج آنا چاہیے۔" وہ آنکھوں میں شوخی لئے اس کی جانب بڑھے تو وہ مارے حیا کے سمٹ کر رہ گئی آج وہ مکمل موڈ میں تھے۔

"بھابھی! بھابھی! انس رو رہا ہے۔"

"یار جاؤ ورنہ چیختی رہے گی لو جا کر سارا موڈ خراب کر دیا۔" اب وہ منہ بنا کر رہ گئے طائشہ مسکراتی ہوئی باہر جانے لگی۔

"سنو ناشتہ لے آنا دیر نہیں کرنا۔" انہوں نے ساتھ ہی ہانک لگائی۔ اس نے پندرہ منٹ تو اسے چپ کرانے میں لگائے پھر ناشتہ تیار کر کے اندر لے کر جانے لگی تو امی نے اس کے چہرے پر ایک سکون اور خوشی کی لہر دیکھی طائشہ جھینپ گئی۔

"سدھر گیا ہے۔ بہت شرمندہ تھا اپنے کیے پر۔" وہ اس سے بولیں۔ وہ اندر آئی تو سرمد نہا کر فریش بیٹھے نظر آئے طائشہ نے ٹرے بیڈ پر ہی رکھ دی انس اندر کھیل رہا تھا۔

"اتنی دیر میں آئی ہو۔" انہوں نے سلائس اٹھائے۔

"آپ کے صاحبزادے نے ریں ریں شروع کر دی تھی۔" اب وہ بھی ناشتہ کرنے لگی کہتے ہیں نا جب دل خوش ہو اور اپنا جیون ساتھی راضی ہو جائے تو زندگی اچھی لگنے لگتی ہے۔ یہ طائشہ کے ساتھ تھا اسے ہر طرف پھول کھلتے نظر آئے۔

"شہرینہ کیسی ہے خوش تو ہے۔" انہوں نے اب قدرے توقف بعد پوچھا۔

"وہ ہاں خوش ہے۔" اس نے بتانے سے گریز کیا۔

"خوش تو خیر نہیں ہو گی مجھے خبر ہے نائل سے کتنا چڑتی ہے جتنا پیار سے ہینڈل کرے ٹھیک ہو جائے گی۔ ظاہر ہے اتنی اچانک اس نے دھاوا بول دیا غصہ تو آئے گا۔" وہ سلائس کھاتے ہوئے بولے۔

"جیسے آپ نے۔" طائشہ کے منہ سے روانی میں نکل گیا مگر ساتھ ہی زبان دانتوں تلے دبا لی۔ سرمد کے ہاتھ رک گئے چائے کا کپ واپس رکھا سلائس بھی پلیٹ میں رکھا۔ چہرہ تن گیا وہ ایک لمحے کو خاموش ہو گئے اور ناراضگی سے بیڈ سے اٹھے۔

"وہ سوری میرا یہ مطلب نہیں تھا۔" اب تو وہ گھبرا گئی۔

"طائشہ اگر میں شرمندہ ہوں تو تم ساری زندگی مجھ پر طنز کرتی رہو گی۔" وہ پشت کیے کھڑے تھے۔ حالانکہ وہ اپنے گزشتہ رویوں پر شرمندہ تھے کتنا خود کو لعنت ملامت کیا تھا پھر مائرہ نے انہیں کتنا سمجھایا تھا جب ہی تو انہیں احساس ہوا تھا۔

"سوری آئندہ کچھ نہیں کہوں گی پلیز آپ ناراض نہ ہوئیے گا میں بہت تھک گئی ہوں آپ کے رویوں کو سہتے پلیز آپ ناراض نہ ہوں۔" وہ تیزی سے اٹھ کر آئی۔ اور ان کے پشت سے سر لگا کر بولی۔

"میں کچھ نہیں بولوں گی۔" وہ باقاعدہ اب رونے لگی۔

"ارے طائشہ کیا بے وقوفی ہے میں کوئی ناراض نہیں ہوں۔ اب تمہیں کبھی مجھ سے شکایت نہیں ہو گی۔ جتنی میں نے تم سے نفرت کرنے کی کوشش کی حالانکہ میں کامیاب نہ ہوا جب ہی آج میں تمہاری جانب لوٹ آیا۔ اب دیکھنا

تمہیں صرف پیار محبت ملے گی جو صرف تمہارے لیے اور انس کے لیے ہوگی۔" انہوں نے اسے اپنے حصار میں لیا وہ کتنی پرسکون ہوگئی تھی۔ اپنا مضبوط سائبان پا کر جس کی اتنی جھڑکیاں سنی آج وہ پیار و محبت کی باتیں کر رہے ان کی شہد آگیں گفتگو کانوں میں رس گھول رہی تھی اس نے بے فکری سے آنکھیں موند لیں سرمد نے بھی کانچ لڑکی کو اپنے سینے میں سمولیا۔

• • •

"ایک مہینہ کافی ہوتا ہے سیکھنے کے لیے کیا پکایا ہے یہ۔" وہ چیخ رہا تھا اور وہ سہمی ہوئی کھڑی تھی۔

"کوفتے پکائے ہیں۔"

"ایسے پکتے ہیں تمہارے گھر۔" وہ چیئر گھسیٹ کر اٹھا۔

"نائل ابھی وہ سیکھ رہی ہے اتنی جلدی کیسے آئے گا تم تو اس پر جلادوں کی طرح سوار رہتے ہو۔" جہان آراء بیگم بولیں

"امی آپ اتنی سائیڈ نہ لیا کریں۔" وہ غصے میں آ گیا۔

"تمہارا تو دماغ خراب ہے ایک مہینہ شادی کو ہوا ہے تم نے دو دن بھی اسے بیٹھنے نہ دیا۔"

"یہ ان محترمہ کا گھر ہے اور ساری ذمہ داری اب ان پر عائد ہوتی ہے۔"

"اتنی جلدی اسے کیسے آئے گا آہستہ آہستہ ہی کرے گی خبردار جواب تم نے بولا شہرینہ بیٹی تم جاؤ کمرے میں تھوڑا دیر آرام کرلو بچی صبح سے لگی ہوئی ہے۔" انہوں نے خاموش کھڑی شہرینہ سے کہا اور وہ موقع پاتے ہی اندر بھاگ لی۔

"امی یہ آپ کیا کر رہی ہیں۔" وہ تو بلبلا اٹھا۔

"سنو تم نے نہ اسے میکے جانے دیا یہ کہہ کر منع کر دیا کہ تمہارا گھومنے پھرنے کا پروگرام ہے مجھے تم کتنا شرمندہ کراؤ گے۔ ابرار پوچھ پوچھ کر تھک گئے ہیں بے چارے اب تو پوچھتے بھی نہیں۔"

"انکل کو اب پرسکون ہو جانا چاہیے کباڑ نکال کر۔" وہ رکھائی سے پر تھا۔

شہرینہ اندر بری طرح گھل رہی تھی نائل کی گفتگو ساری سماعتوں سے ٹکرا رہی تھی وہ اب کیا کہتی جب پاپا نے اسے بھلا دیا سب کتنا یاد آ رہے تھے جانے بھی نہیں دیتا فارحہ فون پر بات کرلیتی جو وہ بھی ڈر کی وجہ سے زیادہ نہ کرتی

"یہاں ٹسوے بہانے آ گئیں۔" وہ اندر آ گیا تو جھٹ اس نے آنسو صاف کئے اور ڈریسنگ روم میں گھس گئی

"جاؤ کچن میں امی کام کر رہی ہیں۔"

"نہیں کیا جاتا مجھ سے۔" وہ چیخ ہی پڑی۔

"کرو ہاتھ پیر چلاؤ زبان خوب چلتی ہے میری ماں تمہاری نوکر نہیں کہ تمہیں پکا پکا کر کھلائے۔" وہ دونوں ہاتھ دروازے کی چوکھٹ پر دھرے کھڑا اتھاہ دلچسپی سے اس کے پھولے منہ کو بھی دیکھ رہا تھا۔

"نہ کھلائیں آپ کو کھلا دیا کریں کم از کم میری تو جان سکھ سے رہے۔" اس نے دانت پیسے۔

"کیا مجھ سے بچتی ہو یعنی نائل حسن سے تو جو تمہارا سب کچھ ہے۔" اس نے شہرینہ کا بازو جکڑ لیا وہ تو بلبلا اٹھی۔

"ایڈیٹ چھوڑو مجھے۔"

"واٹ! ایڈیٹ کہا مجھے؟" اس نے اس کے منہ پر ایک طمانچہ جڑ دیا۔

"جان سے مار دیں ایک ہی بار یوں اذیتیں دیتے ہیں مجھے پاپا کے پاس جانا ہے۔" وہ تو بپھر ہی گئی بچوں کی طرح رو دی تنگ آ گئی تھی نائل کے سرد اور اکھڑے رویے سے۔

"تمہارا یہاں رہنا ضروری ہے وہاں جا کر تم پھوپھو اور آپی کے لئے مسئلہ پیدا کرو گی۔"

"نہیں کروں گی پلیز جانے دیں۔" اب وہ التجائیہ بولی۔

"کبھی نہیں اور ہاں یاد رکھنا اگر تم نے جانے کی کوشش کی تو وہ بھی میری مرضی کے بغیر تو ہمیشہ کے لئے نکال دوں گا۔" اس نے وارننگ دی وہ تو بے بس ہوگئی پاپا کی نصیحتیں یاد آ رہی تھیں یہاں سے جاتی ہے تو یہ بے دخل کر دے گا اگر وہاں جائے گی تو پاپا اس کی صورت نہیں دیکھیں گے۔

"اٹھو اپنا حلیہ درست کرو گیارہ بجے سے پہلے مجھے تم فریش نظر آؤ سمجھیں ورنہ پھر تم مجھے جانتی ہی ہو۔" وہ ڈریسنگ روم سے باہر آ گیا وہ بھی تلملا گئی۔

"ہاں تم اب صبح کرنا نکل آؤ باہر اور کچھ ٹھونس لو جا کر کیونکہ ساری رات کروٹیں بدل کر میرے لیے مسئلے پیدا کرو گی۔"

"یو سیلفش۔"

"یہی سمجھ لو۔" وہ دل جلانے والی مسکراہٹ کے ساتھ بولا جواب بیڈ پر لیٹا اسے دیکھ رہا تھا۔ گلابی کپڑوں میں وہ گلابی گلابی سی گڑیا لگ رہی تھی۔ گھنگھریالے سنہری بال ہر نقش خوبصورت تھا اور تو کئی پہروں اس میں کھو جاتا مگر وہ ظاہر کبھی نہ کرتا۔

"میں صرف تمہیں آدھ گھنٹہ دیتا ہوں فوراً کھا کر اور کام سمیٹ کر اندر آنا۔" اس نے تحکمانہ انداز میں کہا تو وہ اس پر تولیہ پھینک کر چلی گئی کیونکہ غصہ بھی تو نکالنا ضروری تھا۔

"شہرینہ! دیکھنا تمہیں ایسا کروں گا کہ تمہیں ہر جگہ صرف میں ہی نظر آؤں گا تمہیں بھی میری طلب ہوگی تو بھول جاؤ گی تم سب اپنے پاپا کو جب تم مجھ میں کھو جاؤ گی۔ وہ کلاک دیکھتا اس کا انتظار کرتا رہا مگر وہ اندر نہ آئی اسے تشویش بھی ہوئی باہر آیا تو ساری لائٹیں آف تھیں۔ لاؤنج سے لے کر ڈائننگ روم تک کی لائٹ آف تھی۔

"گئی کہاں۔" اسے اب فکر ہوئی۔

"شہرینہ! شہرینہ!" اس نے زور سے آواز دی پھر اندر آ کر ڈرائنگ روم کی لائٹ آن کی تو وہ کارپٹ پر ملی اب شہرینہ کا خون خشک ہوگیا۔

"تم سے میں نے کیا کہا تھا تم ادھر آ کر لیٹ گئیں۔" نائل نے خونخوار لہجے میں کہا۔

"مجھے نیند آ رہی ہے۔" وہ بے چارگی سے گویا ہوئی نائل نے اس کی فسوں خیز نگاہوں میں دیکھا جہاں نیند کا ہیولہ تھا کافی جھنجھلائی ہوئی تھی۔

"کمرے میں چلو مجھے تم سے کچھ کام ہے۔"

"دیکھیے اس وقت میں کسی کام کے موڈ میں نہیں ہوں۔ تھک گئی ہوں۔"

"سوچ لو پھر میں کیا کر سکتا ہوں۔" اس نے مسکرا کر وارننگ دی تو وہ مرتی کیا نہ کرتی کہ مصداق اٹھی اور کمرے میں آ گئی۔

"پہلے میری بات مان لیتیں۔" نائل نے کمرے کا دروازہ بند کیا۔

"دیکھیے مجھے صرف ایک دن کے لیے پاپا کے پاس جانے دیں پلیز۔" وہ منت بھرے لہجے میں بولی۔

"سوچوں گا اگر تم ٹھیک ٹھیک کام کرو گی تو میں ایک دن کے لیے نہیں ایک مہینے کے لیے جانے دوں گا۔"

"واقعی" اسے یقین نہ آیا خوشی سے بول اٹھی۔

"ہوں مگر ساتھ ہی میرے حقوق بھی ادا کرتی جاؤ تو پھر اور جلدی سوچوں گا۔" وہ لیٹ چکا تھا شہرینہ نے نگاہیں ترچھی کر کے نائل کو دیکھا ... آنکھیں موند چکا تھا۔ اونہہ خود غرض شخص ہر جگہ اپنا مطلب نکالتا ہے ایڈیٹ، نان

سینس وہ دانت پیسے جا رہی تھی۔ اس کی مسکراہٹ ہی شہرینہ کے دل میں آگ لگا دیتی جسے کسی کی پرواہ نہ تھی پہلے اس نے نائل سے بہت زیادہ تکرار و بحث کی جس پر اس نے کئی بار ہاتھ بھی اٹھایا وہ اپنی بے بسی پر بس آنسو بہا کر جاتی تھی مگر اب خود کو کافی کنٹرول کیا۔ مگر پھر بھی آزلی ہٹ دھرمی عود کر آتی جوابی کروائی نائل اس کے اچھے خاصے حواس خراب کر دیتا، وہ تو کسی سے بھی اس کی شکایت نہ کر سکتی۔ تائی امی اور چھوٹی تائی بھی اس کی نہیں سنتی تھیں۔ آمنہ کا خیال آتے ہی اس کی آنکھوں میں چنگاریاں بھر جاتیں۔

• • •

"تم نائل سے کہتیں کہ شہرینہ کو کچھ دنوں کے لیے یہاں چھوڑ دے۔" ابرار ان سے بولے جو کپڑے تہہ کر رہی تھیں ان کے ہاتھ رک گئے۔

"اب تو دو ماہ سے بھی اوپر ہو گیا ہے اسے دیکھے۔"

"آپ خود کہہ دیتے۔" وہ کپڑے اٹھا کر وارڈ روب میں رکھنے لگیں۔

"حد کرتی ہو داماد ہے میرا میں کس منہ سے کہہ دوں تم کہہ سکتی ہو تمہارا بھتیجا ہے اور پھر تمہاری بات کچھ اور ہے۔" ان کا شہرینہ کو دیکھنے کا بہت دل چاہ رہا تھا۔

"اتنی بار تو کہہ چکی ہوں ویسے بھی گھومنے جانے کا پروگرام ہے ان دونوں کا۔"

"پھر رہنے دو گھوم آئیں تو بعد میں کہہ دینا۔" وہ کروٹ بدل کر لیٹ گئے آمنہ نے انہیں دیکھا بیٹی کے لئے وہ اداس ہو رہے تھے مگر وہ خود نائل سے کہہ کہہ کر تھک چکی تھیں وہ ایک دم ہی اٹھیں کوریڈور میں گئیں کہ نائل سے ہی بات ہو جائے انہوں نے نمبر ڈائل کیا تو اٹھایا شہرینہ نے آمنہ ایک لمحے کو رک گئیں۔

"شہرینہ کیسی ہو گڑیا میں آمنہ بول رہی ہوں۔"

"سوری رانگ نمبر۔" دوسری جانب سے اس نے ریسیور پٹخ دیا تھا وہ لب بھینچ کر رہ گئیں۔ ریسیور ان کے ہاتھ میں تھا طائشہ نے انہیں گم صم دیکھا تو قریب آ گئی۔

"پھوپھو خیریت تو ہے۔"

"آں ہاں۔" وہ چونک کر رہ گئیں۔

"طائشہ میں نے گھر فون کیا تھا شہرینہ نے بغیر بات کئے رکھ دیا۔"

"آپ کہتی تو نائل کو بلا دے۔" وہ ان کے افسردہ لہجے پر افسوس کرنے لگی۔

"طائشہ ابرار شہرینہ کو یاد کر رہے ہیں نائل اسے آنے نہیں دے رہا ہے مجھے اتنی شرمندگی ہو رہی ہے کیا بتاؤں پلیز تم کل جا کر نائل کی تو خبر لو میں تو جا نہیں سکتی۔ جب تک شہرینہ نہ آ جائے ابرار سوچیں گے کہ مجھے بالکل شہرینہ کا خیال نہیں۔" وہ بولیں۔

"آپ اطمینان رکھیے کل ہی میں اس کے جا کر کان کھینچوں گی بہت تنگ کر رہا ہے وہ امی بتا رہی تھیں۔" طائشہ نے بھی بتایا۔

"اچھا تم اس بات کا ذکر کسی سے کرنا نہیں ورنہ پھر سب ہمیں ہی کہیں گے۔"

"وہ سر ہلا کر رہ گئی کیونکہ وہ خود شہرینہ سے کئی بار فون پر بات کر چکی ہے سوائے سرد مہری اور کاٹ دار انداز میں وہ سوچتی ہوئی اندر آئی۔

"جی کیا کہا۔" وہ چونک گئی۔

"میں نے پوچھا کیا بات ہے جو اتنی کھوئی کھوئی سی ہو؟"

"کوئی خاص بات نہیں لائیے اپنا موبائل ادھر دیں۔" اس نے ان کے قریب بیٹھ کر موبائل مانگا۔

"تمہیں اس وقت بارہ بجے کیا ضرورت پیش آ گئی۔" انہوں نے سائیڈ ٹیبل سے موبائل اٹھا کر دیا۔

"نائل کے موبائل پر نمبر ملاؤں گی اس سے بات کرنی ہے۔" وہ نمبر پریس کرنے لگی۔

"میں آج اس کی خبر لوں گی آخر سمجھتا کیا ہے خود کو۔" اس نے اب موبائل کان سے لگا لیا۔ سرمد اس کا دوپٹہ اپنی انگلی پر لپیٹنے لگے۔

"اس وقت کہاں ہو تم۔" "آپی اپنے کمرے میں ہوں۔" نائل کی شوخ آواز ابھری۔

"شہرینہ کدھر ہے۔" وہ بڑے جارحانہ انداز میں اس سے پوچھ گچھ کرنے لگی۔

"میرے لیے چائے بنانے گئی ہے۔ کیوں۔ شہرینہ سے بات کرنی ہے۔"

"مجھے تم سے بات کرنی ہے گدھے۔" وہ دھاڑی سرمد اب سنبھل کر طائشہ کے غصیلی آواز پر حیران رہ گئے۔

"دھیان سے میری بات سنو شرافت سے کل تم شہرینہ کو یہاں چھوڑ کر جاؤ گے اور اگر تم نہیں آئے تو یاد رکھنا پھر میں تم سے بالکل بات نہیں کروں گی۔" اس نے حکم کے ساتھ دھمکی دی اور موبائل آف کر کے رکھ دیا۔

"ہیں ہیں تمہیں بھی اتنا غصہ آتا ہے۔" وہ اس سے بولے۔

"مجھے نا آپ مردوں کی ایک بات بری لگتی ہے کہ ہر بات میں اپنی چلاتے ہیں کبھی بیوی کی بھی سن لیا کریں۔" آج اس نے پہلی بار اس سے شکوہ کیا۔

"آخر ہوا کیا جو تمہیں اتنا غصہ آ رہا ہے۔" وہ زور سے ہنسے۔

"میری تو سمجھ نہیں آ رہا کہ کیا کروں نائل سے تو میں کل پوچھوں گی۔" اب وہ بڑبڑائی سرمد سمجھ گئے کہ نائل سے ہی کوئی تلخ کلامی ہوئی ہے۔

"نائل نے کچھ کہہ دیا ہے۔"

"شہرینہ کو آنے نہیں دے رہا ہے ابرار انکل فکر مند ہو رہے ہیں۔ اس لئے جھاڑ پلانے کو فون کیا تھا۔"

"ارے شہرینہ اس کی بیوی ہے اس کی مرضی بھیجے یا نہ بھیجے۔"

"دیکھا کرنے لگے اس کی طرف داری۔ دماغ ٹھکانے لگا دوں گی میں تو آخر وہ کیوں اس طرح کر رہا ہے۔" وہ تکیہ سیدھا کر کے لیٹی۔

"اگر غصہ کم ہو گیا ہے تو کچھ بولوں میں۔" وہ ہاتھ ٹیک کر لیٹے طائشہ نے اب کروٹ ان کی جانب لی جو شوخ سے لگے اس نے ایسے انداز میں انہیں دیکھا کہ سرمد نے اس کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیئے۔

"اس طرح اگر دیکھو گی تو میں بہک جاؤں گا پھر کہو گی کہ میں پھر مطلب پرست ہوں۔" وہ معنی خیزی سے بولے طائشہ نے ان کا ہاتھ پکڑا۔

"آپ سے میں ایک بات کہوں۔" وہ قدرے توقف بعد گویا ہوئی۔

"ہوں بولو۔" وہ سنجیدگی طاری کر کے گویا ہوئے۔ "نائل آپ والی کہانی دہرا رہا ہے۔"

"کیا مطلب میں سمجھا نہیں۔" وہ اٹھ کر بیٹھے طائشہ نے بھی ساتھ ہی ان کی تقلید کی۔

"شہرینہ نائل کو پسند نہیں کرتی ہے تو اس کی نائل سے نہیں بن رہی ہے اسی لیے بس وہ اسے آنے نہیں دے رہا۔" اس نے رک رک کر کہا انہیں کن انکھیوں سے دیکھا۔

”طائشہ ایک بات کہوں میں تو غلطی پر تھا میں تم پر بلاوجہ ظلم کرتا رہا اتنی ہیرا سی لڑکی میری بیوی بنی امی اور ابو
میرے لیے تمہارا انتخاب کیا میرے دل سے ان کی لیے دعائیں نکلتی ہیں اور پھر سب سے بڑی خوشی کی بات یہ
نے مجھے معاف کر دیا مجھے بھی غلطی کا احساس ہو گیا۔“ وہ نادم تھے۔

”مجھے آپ کی پچھلی کسی بھی بات سے گلہ نہیں مگر مجھے۔“

”اگر تم نائل اور شہرینہ کی طرف سے فکر مند ہو تو فضول ہے کیونکہ ایک دن دیکھنا شہرینہ کو خود اپنی غلطی کا احسا
ہو گا نائل سمجھ دار ہے ہینڈل کر لے گا اور پھر شہرینہ کی پرورش ہوئی ہے باہر اس لیے دونوں میں بن نہیں رہی ہو گی
کیوں فکر کرتی ہو ٹھیک ہو جائے گی جب میں اتنا سخت پتھر جیسا آدمی ٹھیک ہو گیا وہ تو پھر لڑکی ہے ایک دن نائل
محبت کا اعتراف کرے گی۔“ ان کے لہجے میں ایک یقین اور شوق تھا طائشہ مطمئن سی ہو گئی کیونکہ سرمد نے الٹا
سمجھایا ہی تھا ورنہ تو ان کے شدید ردعمل کی متمنی تھی۔

● ● ●

نائل نے آفس سے بیس دن کی چھٹی لی تھی اس کا پروگرام سیٹ ہو چکا تھا شمالی علاقہ جات دیکھنے کی تیار بھی کر
تھی مگر پھر رات کو طائشہ کی دھمکی آمیز فون نے سوچنے پر مجبور کر دیا۔

”پہلے شہرینہ کو ملا لاؤں تا کہ پھر کسی کو اعتراض نہ ہو۔“

”تیاری پوری ہو گئی ہو تو چلو۔“ وہ اپنی ریسٹ واچ کلائی پر باندھ کر بولا۔ وہ بالوں کی پونی ٹیل بنانے م
مصروف تھی نائل نے نگاہ اٹھا کر اس کا عکس آئینہ میں دیکھا تو اس کے قریب آ گیا۔

”یہ کیا بچوں کی طرح بنا لیتی ہو سیدھی سادھی چوٹی بناؤ۔“ اس نے بینڈ نکال دیا شہرینہ تو تلملا ہی گئی۔

”کبھی تو میری مرضی بھی چلنے دیا کریں۔“ وہ روہانسی ہو گئی۔

”زیادہ تر اپنی ہی چلاتی ہو میری کب سنتی ہو۔“ اس کا بازو پکڑ کر کھینچا وہ گرتے گرتے بچی۔

”نان سینس۔“ وہ بڑبڑائی۔

”بہرہ نہیں ہوں سب سنائی دیتا ہے جلدی سے تیار ہو جاؤ ورنہ چھوڑ جاؤں گا اور ہاں صرف آدھا گھنٹہ بیٹھوں
مجھے کہنا نہ پڑے فوراً کھڑی ہو جانا زیادہ معصوم بننے کی کوشش مت کرنا کبھی تم سب کے سامنے رونے لگو۔ رکنے بالکل
نہیں دوں گا اور آ کر تمہاری وہ خبر لوں گا کہ یاد رکھو گی زندگی بھر۔“ وہ سخت لہجے میں وارن کرتا چلا گیا۔

”او مائی گاڈ میں کیا کروں ایسے لے کر جا رہا ہے یہ شخص جیسے سات پشتوں پر احسان کر رہا ہے۔ اگر نہ جاؤں گی
پھر لے کر بھی نہیں لے جائے گا۔“ اس نے تیزی سے ہاتھ چلائے اس نے پنک سوٹ پہنا تھا بالوں کو پیچھے کر کے بینڈ
میں جکڑا اور باہر آ گئی امی سے اجازت لے کر دونوں چل دیئے آج پہلی بار دونوں ساتھ نکلے تھے وہ منہ پھلا۔
فرنٹ سیٹ پر بیٹھی تھی نائل ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ ڈرائیو کر رہا تھا۔

”پھوپھو سے ٹھیک طرح سے ملنا سمجھیں ٹوکنا نہ پڑے۔“

”اُف۔“ وہ چیخی۔

”سنو جو کہا ہے دھیان رکھنا۔“ وہ غرایا وہ چپ رہی جس وقت گھر پہنچے شام کے چھ بج رہے تھے سب ہی موجود
تھے شہرینہ کو سب نے ہی پیار کیا شہرینہ نہ چاہتے ہوئے بھی پاپا کے گلے لگ کر خوب روئی نائل خفیف سا ہو گیا اتنا
تنبیہ کرنے کے باوجود وہ اس کے حکم کی خلاف ورزی کر گئی۔

”پاپا بدلی بدلی نہیں بڑی بڑی لگ رہی ہیں۔“ عمر نے لقمہ دیا وہ اسے گھورنے لگی جبکہ سب ہی ہنس دیئے۔

”اب میری گڑیا واقعی بڑی ہو گئی ہے۔“ انہوں نے اس کا ماتھا چوم لیا۔

”نائل شہرینہ آج تو رکے گی نا۔“ آمنہ نے نائل سے پوچھا۔

”نہیں ہمیں جانا ہے کل ہماری فلائٹ ہے۔“ وہ جھٹ بولی کیونکہ نائل کی نصیحت بھی تو یاد تھی۔

”کہاں جا رہے ہو۔“ انہیں تجسس ہوا۔

”پھوپھو اسلام آباد وغیرہ جا رہے ہیں دس دن کا ٹور ہے۔“ اس نے نہ چاہتے ہوئے بھی بتایا۔

”چلو اچھا ہے ہو آؤ۔“ تائی امی خوش ہو کر بولیں کہ اس طرح شہرینہ بھی ریلیکس ہو گی۔

”پھر بھی ایک دن تو چھوڑ دو۔“ طائشہ نے نائل کو دیکھا جو بالکل اکڑا ہوا تھا۔

”اگر یہ رکنا چاہیں تو مجھے اعتراض نہیں میں چلتا ہوں۔“ وہ ایک دم ہی کھڑا ہو گیا جیسے اسے ان کی بات ناگوار
گزری ہو۔ طائشہ نے بڑی جانچتی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

”بیٹھو تو بیٹا۔“ ابرار احمد بولے جبکہ شہرینہ نے اس کی کیفیت بدلی دیکھ لی دل تو چاہا کہ جانے سے انکار کر دے مگر
پاپا کا خیال کر کے چپ رہی۔

”انکل آپ شہرینہ کو رکھ لیں مجھے اعتراض نہیں۔ میں ذرا جلدی میں ہوں۔“

”پاپا مجھے تیاری کرنی ہے میں پھر آ جاؤں گی ابھی تو بس میں ملنے آئی تھی۔“ وہ رک رک کر بولی۔

”چلو ایسا کرو بعد میں آ جانا۔“ ابرار احمد سمجھ گئے کہ نائل کی مرضی نہیں ہے اس لئے پھر انہوں نے اصرار نہیں کیا
رات کو کھانے پر سب نے ہی روک لیا تھا شہرینہ فارحہ اور صدف سے باتوں میں لگ گئی جبکہ یاسر نے اسے خوب ہی
چھیڑا وہ چڑ بھی گئی۔ بلال نے بھی اسے خوب ستایا مگر نائل کے پاس جا کر بیٹھ گیا۔

رات کو کھانے کے بعد جانے لگے تو شہرینہ کا بالکل دل نہیں چاہ رہا تھا مگر مجبوری تھی آمنہ نے نوٹ کیا تھا وہ
مرجھائی مرجھائی ہے جبکہ نائل کی تو طائشہ نے پورچ میں لے جا کر خبر لینی شروع کر دی۔

”تم یہ بالکل صحیح نہیں کر رہے ہو۔“

”آپی ہمارا پروگرام پہلے ہی سیٹ ہے۔“ اس نے طائشہ کو یقین دلایا۔

”اس کا نہیں تمہارا ہو گا وہ خوش نہیں لگ رہی ہے۔“ اس نے نائل کے بال کھینچے۔

”اف آپی لگتا ہے سرمد بھائی کو گنجا کریں گی۔“

”بکواس مت کرو۔“ وہ جھینپ گئی۔

”بھئی جلدی سے اسے بھیجئے ایک تو آپ کے سسرال والے بولتے بہت ہیں۔ دماغ میں درد کر دیتے ہیں۔“
اس نے منہ بنایا نہایت اکتاہٹ کا مظاہرہ کیا۔

”آپی ویسے فارحہ بھی بری نہیں تھی۔“ اس نے طائشہ کو چڑایا۔

”سدھر جاؤ نائل شہرینہ اتنی پیاری لڑکی تمہاری بیوی ہے قدر کرو اس کی۔“

”صرف شکل خوب صورت ہونے کی وجہ سے قدر تو وہ کرے اتنا خوبصورت بندہ اس کا شوہر ہے۔“ وہ اترایا
ساتھ ہی کالر اکڑائے۔

”اوہو بڑی خوش فہمی ہے۔“ اس نے ایک دھپ لگائی نائل کے وہ قہقہہ لگا کر رہ گیا اتنے میں شہرینہ آ گئی کچھ

تھی نائل نے کئی بار اس کی طرف دیکھا جو بالکل بے نیاز بنی بیٹھی تھی۔

• • •

ان کے جانے کی تمام تیاری مکمل تھی بیچ میں صرف ایک دن تھا نائل نے دو دن پہلے ہی چھٹی لے لی تھی وہ گھر میں تھی، اس کا قطعی موڈ نہیں تھا اس کے ساتھ جانے کا مگر اس کے غصہ کے آگے چپ ہو گئی۔

"شہرینہ بیٹی ذرا دور ہو کر تلو کباب۔" جہاں آراء اسے دیکھنے آئیں کہ اسے مشکل تو نہیں ہو رہی کام کرنے میں جو واقعی جھنجلائی ہوئی کر رہی تھی۔

"جی دور ہو کر کر رہی ہوں۔" اس نے کباب پین سے اتار کر پلیٹ میں رکھے عقب سے نائل آیا اور کھانے لگا وہ چڑھ کر اسٹول پر بیٹھا شہرینہ کو اب ناگواری ہوئی کیونکہ اس کا سامنا کرتے ہوئے ویسے ہی وہ بوکھلا جاتی تھی اور یہ ٹوکتا بھی رہتا تھا۔

"امی پھر بھی ان کبابوں میں آپ والی بات نہیں۔" کباب کھانے کے بعد اس نے نقص نکالا۔

"تمہارا تو دماغ چل گیا ہے بچی صبح سے لگی ہوئی ہے صرف تمہارے لیے اب بھی تمہیں کیڑے نظر آ رہے ہیں۔" وہ اسے ڈانٹنے لگیں۔

"اب آپ دیکھیے مجھے مرچیں پسند ہیں اس میں ذرا بھی نہیں ہیں۔" اس نے منہ بنایا۔

شہرینہ نے ایک سلگتی نگاہ اس پر ڈالی۔

"تم ہی نہیں کھاؤ گے اوروں نے بھی کھانا ہوتا ہے۔ اٹھو یہاں سے نکل کر باہر بیٹھو۔" انہوں نے اسے پکڑ کر اٹھایا۔

"آتا ہوں آپ چلیے۔" وہ کھڑا ہوا۔

"اے سنو تیاری تو مکمل کر لی ہے نا کیونکہ آج پھر تم وارڈروب کھول کر کھڑی ہو جاؤ گی۔"

"آپ کی تیاری پوری کرنی ہے ورنہ میرا ایسا کوئی شوق نہیں ہے۔" وہ تنک گئی مگر ہاتھ ایسا بہکا کہ پین سے تیل اچھل کر اس کے ہاتھ اور پاؤں پر گرا وہ تو چیخ مار کر رہ گئی۔ نائل بھی گھبرا گیا۔

"یا اللہ خیر۔" امی تو سینے پر ہاتھ رکھے اندر آ گئیں شہرینہ کا ہاتھ اور پیر جل چکا تھا وہ سی سی کر رہی تھی۔ آنکھوں میں آنسوؤں کا سیلاب امڈ آیا۔

"ارے جلا لیا نائل تم جہاں رہو گے وہاں کام نہ ضرور خراب ہوتا ہے۔" انہوں نے شہرینہ کا ہاتھ پکڑا اور باہر لے آئیں۔ پیر سے اس نے سلیپر اتارا۔ نرم و نازک پاؤں سرخ انگارہ ہو رہا تھا بایاں ہاتھ جس کی پشت پر بھی کھولن لگی ہوئی تھی کبھی پیر دیکھتی تو کبھی ہاتھ۔ نائل بھاگم بھاگ برنول لے آیا فوراً لگایا مگر وہ جلن اور کھولن سے رو رہی تھی کسی پل چین نہیں آ رہا تھا نائل اس کا ہاتھ تھامے ہوئے تھا۔

"یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے۔" وہ نائل کو بولے گئیں۔

"میری وجہ سے کیوں ہوتا اسے چاہیے تھا دھیان سے تلتی۔" وہ چڑ گیا۔ شہرینہ نے ترحم بھری نگاہ اٹھائی وہ صوفے پر بیٹھی تھی آنکھیں سوج گئیں۔ شکوہ بھری نگاہیں نائل پر ڈالیں مگر وہ نگاہ چرا گیا۔ اس رات تو شہرینہ نے رو رو کر برا حال کر لیا پاپا کو یاد کرتی رہی حالانکہ کل کی فلائیٹ تھی جو نائل کو کینسل کرنی پڑی الٹا اس پر پڑ گئی پوری رات سسکتی رہی۔ نائل سے اس کی سسکیاں برداشت نہ ہوئیں تو بھڑک ہی اٹھا۔

"اب تمہاری آواز نکلی نا تو بالکل لحاظ نہیں کروں گا۔" وارننگ دینے لگا۔

• • •

"پہلے ہی کب لحاظ کرتے ہیں مجھے پاپا کے پاس جانا ہے۔" وہ مچل اٹھی۔

"ہاں تا کہ انہیں بتاؤ کہ میاں اور ساس نے مل کر جلانے کی کوشش کی۔"

"آپ کی امی سے تو نہیں البتہ آپ سے توقع ہے آپ مجھے مار ہی نہ ڈالیں۔" وہ چنگھاڑی۔

"ہاں مجھ سے سب توقع رکھو اپنی کہو تم کیا کرتی ہو۔ ہر وقت دُعا کرتی ہو گی کہ میں مر جاؤں اور تمہاری جان چھوٹے۔"

"اونہہ مجھے کیا ضرورت ہے۔" وہ دوسری جانب کروٹ لے کر لیٹ گئی۔

"پتہ نہیں کیا گناہ کیا تھا میں نے کہ مجھے تم ملے سزا کی صورت کتنی پرسکون تھی پہلے تمہاری پھوپھو نے قبضہ کیا پھر تم نے۔"

"سنو! بکواس ذرا اونچی آواز میں کیا کرو کیا منہ ہی منہ میں بڑبڑاتی ہو شکل اچھی نہیں تو کم از کم بات ہی اچھی کر لیا کرو۔"

"میں ایڈیٹ لوگوں کے منہ نہیں لگا کرتی۔" وہ اٹھ کر جانے لگی۔

"کیا کہا تم نے مجھے......" نائل نے بھنا کر اس کا بازو پکڑ کر اسے اپنے قریب کیا تو شہرینہ سٹپٹا گئی دل دھک دھک کرنے لگا کیونکہ وہ بہت خونخوار لگا۔

"جو آپ نے سنا آپ اس قابل ہی نہیں ہیں کہ آپ سے بات کی جائے۔" اب اس نے نائل پر اٹیک کر دیا اور وہ تو تلملا گیا۔

"دیکھو میں اس وقت تمہارا بالکل خیال نہیں کروں گا تم کتنا چیخو چلاتی ہو اپنے ہاتھ پاؤں کی وجہ سے اس لیے اگر خیریت چاہتی ہو تو اپنا انداز درست کر لو۔"

"یہ دھمکیاں آپ کسی اور کو دیا کریں۔"

"کیا دھمکیاں......" اب تو نائل آپے سے باہر ہو گیا شہرینہ ایک لفظ نہ بول سکی اس جلاد صفت آدمی کے آگے جسے کسی کی پرواہ نہ تھی اس نے اپنی شامت تو خود ہی بلائی تھی۔ وہ ایک دم تاؤ میں آ گیا تھا۔

• • •

"آپ نے کچھ سوچا کہ یاسر اور فارحہ کی اب رخصتی کر دی جائے۔" چچی نے چچا جان سے کہا جو اخبار پڑھنے میں مصروف تھے۔

"آپ سن بھی رہے ہیں یا نہیں۔"

"سن رہا ہوں...... بھائی صاحب اور بھابھی سے ذکر کر دو اچھا ہے یاسر کے فرض سے بھی سبکدوش ہو جائیں۔"

انہوں نے اخبار سائیڈ پر رکھا۔

"یاسر سے پوچھ لینا کیونکہ اس کا ٹور ہے سنگاپور کا۔"

"بعد میں چلا جائے گا۔" وہ بولیں۔

"میں ابھی بھابھی سے ہی ذکر کر دوں کیونکہ اب ضروری ہو گئی ہے رخصتی۔" وہ اٹھ گئیں ہال کمرے میں آئیں دیکھا یاسر اور فارحہ کچھ باتیں کر رہے تھے ایک دم ہی دونوں گھبرا گئے جب کہ فارحہ تو اوپر بھاگ لی۔ یاسر سر کھجاتا رہ گیا۔

"تم یہاں کھڑے کیا کر رہے ہو؟"

"وہ میں کچھ نہیں......" اب وہ کچھ کچھ جھینپا جھینپا تھا۔

"سوچا ہے تمہارے بارے میں بھی کب تک چھپ چھپ کر ملتے رہو گے۔" وہ مسکراتی ہوئی بولیں تو یاسر تو خوش ہو گیا۔

"کیا واقعی امی ابو مان گئے۔"

"بے شرم کیسے بول رہا ہے۔" انہوں نے اس کے چپت لگائی اور وہ لاؤنج میں چلی گئیں یاسر نے اوپر کا قصد کیا فارحہ کے کمرے کا دروازہ کھلا تھا وہ وارڈروب سے کپڑے نکال رہی تھی۔

"آں ہم......" وہ آہستگی سے دروازہ بند کر کے اندر آیا تو فارحہ تو حیران رہ گئی کیونکہ وہ اس کے کمرے میں...... کچھ گھبرائی اور شرمائی ساتھ ہی پسینے بھی چھوٹ گئے۔

"تم اتنی گھبرا کیوں رہی ہو؟" وہ پھیل کر اس کے بیڈ پر لیٹا۔

"آ......آپ اندر کیوں آ گئے؟" اس نے وارڈروب بند کی دوپٹہ اٹھا کر سینے پر ڈالا۔ وہ اس کی گھبراہٹ سے محظوظ ہونے لگا۔

"میری مرضی اور پھر تم قانوناً اور شرعاً میری بیوی ہو کسی نامحرم کے کمرے میں نہیں آیا۔" اب وہ اٹھ کر اس کے قریب آ گیا۔ فارحہ نے تھوک نگلا بار بار دروازے کی جانب دیکھتی۔

"تم اتنی پریشان نہ ہو دروازہ لاک کر کے اندر آیا ہوں۔"

"ہائے نہیں کوئی دیکھ لے گا ابھی برابر میں سے بھائی یا بھابھی آ گئے تو کتنی شرمندگی ہو گی۔"

"یار ایک تو تم ناڈرتی بہت ہو ایک خبر دینے آیا ہوں اب جدائی کے دن بس کم رہ گئے ہیں مجھے اور تمہیں پھر ڈرنے کی ضرورت نہیں پھر ہم تنہائی میں بھی مل سکتے ہیں کوئی ہمیں اعتراض کی نگاہ سے نہیں دیکھے گا۔" یاسر اس کے چہرے کے پیچ وخم میں الجھ کر بولا وہ یاسر کی وارفتہ نگاہ سے پگھلنے لگی۔

"دیکھئے آپ اس وقت چلے جائیں ورنہ میں بے ہوش ہو جاؤں گی۔" وہ پشت پھیر کر کھڑی ہو گئی۔

"پھر ٹھیک ہے میں انتظار کرتا ہوں تم بے ہوش ہو اور میں فائدہ اٹھا لوں۔" وہ معنی خیزی سے ہنسا۔

"کیا کہا آپ نے......" وہ جھٹکے سے گھومی۔

"فارحہ بھابھی دروازہ کھولیں۔"

"ہائے دیکھا کوئی آ گیا۔" وہ تو گڑبڑا گئی اب یاسر بھی کیونکہ باہر اس کی بہن تھی۔

"کھولیے نا جلدی کریں۔"

"یار اسے پہلے چلتا کرو۔" وہ بولا سمجھ نہ آیا کہ کہاں چھپے۔

"صدف میں ابھی کھولتی ہوں چینج کر رہی ہوں۔" اس نے بہانہ بنایا۔

"اچھا میں ابھی آتی ہوں۔" وہ جا چکی تھی۔ دونوں نے سکھ کا سانس بھرا۔

"پلیز آپ چلے جائیں۔" اس نے التجا کی۔

"میری بات کا جواب نہیں ملا۔" وہ بضد ہوا۔

"انتظار کریں مل جائے گا۔" اب فارحہ نے زبردستی اسے باہر دھکا دیا تو یاسر گرتا پڑتا باہر آیا پیچھے سے طائشہ نے کی پشت پر ہاتھ مارا تو وہ اچھل گیا اب تو یاسر جز بز ہو گیا۔

"کیا ہو رہا تھا ہیں......" اس نے آنکھیں گھمائیں۔

"وہ اندر ایک چوہیا آ گئی تھی وہ نکالنے گیا تھا۔" اس نے ہونٹ کا کونا دانت میں دبا کر کہا۔

"چوہیا آ گئی تھی یا چوہا جسے فارحہ نے باہر نکالا ہے۔" طائشہ نے اسے لاجواب کر دیا۔

"بھابھی آپ بھی سمجھا کریں نا۔" وہ سر کھجاتا ہوا نیچے اتر گیا جبکہ طائشہ زور سے ہنسی فارحہ کو اندر آ کر دیکھا جو سرخ رہو رہی تھی۔

"اے لڑکی ٹھیک تو ہو۔" اب وہ بھی شرارتی انداز میں بولی۔

"وہ بھابھی آپ......آپ کب آئیں۔"

"جب یاسر نکلا بے چارہ چوہیا نکالنے آیا تھا خود بھیگا چوہا بن کر نکلا۔"

"زبردستی گھس آئے......میں نے نہیں بلایا۔" اس نے صفائی پیش کی۔

"میں نے کچھ کہا......ارے وہ تمہارا شوہر ہے، وہ جائز حقوق رکھتا ہے......تم اتنا تنگ مت کیا کرو۔"

"میں کرتی ہوں یا وہ......" وہ شرمائے شرمائے لہجے میں گویا ہوئی۔

"ابھی تو تم نے بے چارے کو باہر نکال دیا تمہیں تو اس کی خدمت کرنی چاہیے۔"

"وہ بھابھی ہر کام کا وقت ہوتا ہے جب وہ اور میں ساتھ ہوں گے ساری خدمتیں ان کی کروں گی۔" وہ سر جھکا کر بولی طائشہ نے اس کا ماتھا چوم لیا جو کتنے خوبصورت جذبات رکھتی تھی۔ طائشہ نے ان دونوں کو دل سے دعا دی۔

●●●

اس دن وہ انس کو سلا کر فارغ ہی ہوئی تھی کہ فون کی بیل ہونے لگی اس نے ناگواری سے اٹینڈ کیا۔

"ہیلو......" وہ مارے باندھے بولی۔

"سرمد سے بات کرا دیں۔" ایک نسوانی آواز ابھری۔

"میں مائرہ بات کر رہی ہوں پلیز جلدی بات کرا دیں۔" وہ جھنجھلا کر بولی۔

"وہ تو ابھی نہیں آئے ہیں آفس سے آپ کو کوئی کام ہو تو مجھے بتا دیں۔"

"محترمہ آپ کون ہیں؟" اب ناگواری سے پوچھا گیا۔

"میں ان کی مسز بات کر رہی ہوں۔" اب ذرا جتا کر بولی۔

"اچھا مسز طائشہ......میرا ایک میسج ان تک پہنچا دیجئے گا مجھے کل شیرٹن میں آٹھ بجے ملے میں نے ٹیبل بک کرا لی ہے۔" وہ بولی شاید زیادہ جلدی میں تھی۔

"کل تو شاید وہ نہ آ سکیں۔"

"دیکھئے طائشہ، سرمد میرے کسی کام کو منع نہیں کرتے آپ ان تک میری بات پہنچا دیجئے گا میں انتظار کروں گی۔" اس نے ساتھ ہی یہ کہہ کر لائن کاٹ دی۔ طائشہ کا دل بجھ گیا یعنی سرمد اب بھی اس سے ملتے تھے دل میں پھانس چبھ گئی ان سے باز پرس بھی نہیں کر سکتی کیوں کہ وہ بہت جلد غصے میں آ جاتے ہیں اس لئے صبر کا گھونٹ بھر کر رہ گئی۔ پورا دن اپ سیٹ ہی گزرا رات کو وہ نو بجے تک آ گئے مگر وہ کچھ پوچھتے تو صرف ہوں ہاں کر دیتی سرمد نوٹ تو کر

رہے تھے مگر وہ بھی سوچ میں پڑ گئے کہ ان سے پھر کہاں غلطی ہو گئی۔

وہ ساری پیکنگ کر چکی تھی کیونکہ نائل کا تو ٹور تھا امی پھر اکیلی ہوتیں اس لئے سوچا کہ کچھ دن گھر ہو آئے۔ سرمد سے اس نے سرسری ذکر کر دیا تھا کچھ دن پہلے۔

"تم کہاں کی تیاری کر رہی ہو؟" وہ کسی فائل کی ورق گردانی کرتے اٹھے۔

"امی کے گھر...... نائل اور شہرینہ چلے گئے ہوں گے اس لیے میں رہ آتی ہوں۔" وہ بجھے بجھے انداز میں بولی ان کی جانب نگاہ نہ کی...... بیگ میں انس کے کپڑے رکھ رہی تھی۔

"کل مت جاؤ پرسوں چلی جانا۔"

"آپ کو کیا فرق پڑے گا کل جاؤں یا پرسوں......" ہلکا سا طنز بھی کیا۔ سرمد نے اب بڑی جانچتی نگاہوں سے اسے دیکھا جو ان سے رخ دے کر بات نہیں کر رہی تھی۔

"طائشہ کیا بات ہے تم مجھے مسلسل اگنور کر رہی ہو۔" وہ اس کی سرد مہری پر چڑ گئے۔

"آپ کا وہم ہے ورنہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" اس نے انس کے جوتے اٹھائے۔

"ایک گھنٹے سے میں دیکھ رہا ہوں تم میری جانب بھی نہیں دیکھ رہی ہو ایک تو اتنا تھکا ہوا آیا ہوں الٹا تم مجھے زچ کر رہی ہو۔"

"میں کب کر رہی ہوں...... کہیے اب کیا کروں۔" اس نے ذرا طنز سے کہا۔ انس کے جوتے بھی اس نے بیگ میں رکھے۔

"ادھر آ کر میرے پاس بیٹھو کچھ کہنا ہے مجھے تم سے۔" وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر بولے۔

"مجھے صبح کے لئے پیکنگ کرنی ہے آپ تو صبح ہی نکل جائیں گے میں بلال کے ساتھ چلی جاؤں گی یونیورسٹی جاتے ہوئے چھوڑ جائے گا۔"

"تم صبح بالکل نہیں جاؤ گی پرسوں جا سکتی ہو اور میں آگے کچھ نہیں سننا چاہتا سنا تم نے......" وہ جتا کر بولے تو وہ لب کاٹ کر رہ گئی۔ کیسے وہ مائرہ کے متعلق پوچھے ایک پھانس تھی جو دل میں چبھی ہوئی تھی کسی کام میں دل نہ لگا تو لائٹ آف کر کے صوفے پر جا کر لیٹ گئی۔ آنکھوں میں نمی در آئی سرمد بھی مسلسل کروٹیں بدل رہے تھے انس بھی بے چین ہو رہا تھا۔ انہوں نے اٹھ کر طائشہ پر نگاہ بھی ڈالی مگر اس کے وجود میں جنبش نہ ہوئی سرمد کی سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ آخر ایسی کیا بات ہو گئی ہے کہ وہ اتنی گم صم اور خفا سی ہو گئی ہے صبح اچھا بھلا چھوڑ کر گئے تھے وہ ماتھے پر بازو رکھے لیٹے تھے کہ ان کے موبائل کی بیل ہونے لگی جھٹ موبائل اٹھایا، نمبر اور نام دیکھا مائرہ تھی۔

"اتنی رات کو فون کرنے کی کیا تک بنتی ہے......" وہ اٹھ بیٹھے طائشہ کے کان کھڑے ہو گئے اس نے سوچا ہو نہ ہو مائرہ ہی ہو گی۔

"تم کل آ رہے ہو یا نہیں؟" وہ پوچھ رہی تھی۔

"ہاں ہاں کل کا پروگرام ڈن ہے مگر ایک مسئلہ ہو گیا ہے۔"

"طائشہ کی طرف سے؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں یہی وجہ ہے کل تو وہ اپنے میکے جا رہی ہے۔"

"تم اس سے کہو پرسوں چلی جائے۔"

"کہا تھا میں نے اب تم دیکھو کیا ہوتا ہے تم بے فکر رہو میں آؤں گا ضرور او کے خدا حافظ۔" انہوں نے بات کر کے موبائل رکھ دیا۔

"اونہہ مجھے بھیج کر خود اس کے ساتھ مزے کریں گے پھر مجھے کیوں خوش فہمیوں میں رکھا۔ ہم لڑکیاں بھی عجیب ہوتی ہیں ایک دوسرے کی دشمن ہم خود ہی ہوتی ہیں۔" مائرہ کیسی عورت ہو ایک عورت کے مرد پر قبضہ جمائے بیٹھی ہو وہ عورت جوان کے بچے کی ماں بھی ہے اس کا بھی تمہیں خیال نہیں۔" اسے اپنی حالت پر رونا آیا آنسوؤں کا گولا حلق میں پھنسنے لگا سانس گھٹنے لگی کیوں کہ زور سے رو بھی نہیں سکتی تھی وہ سسکی لے کر رہ گئی اسی اثناء میں انس رونے لگا تو وہ سنبھل گئی سرمد بھی الرٹ ہو گئے۔

"مما مما......" وہ بس اتنا ہی بولتا تھا۔

"کم آن میرا بیٹا کیا ہوا......" سرمد اس کا رخسار تھپکنے لگے مگر وہ تو اٹھ کر بیٹھ گیا اور طائشہ کو تلاش کرنے لگا وہ آنسو صاف کر کے بیڈ پر آئی اسے گود میں لے لیا وہ چپ ہو گیا سرمد نے ایک نظر اس پر ڈالی نائٹ بلب کی مدھم روشنی میں انہوں نے اس کے آنسو دیکھ لیے۔ ان کی کچھ سمجھ نہ آیا کہ کیا کریں وہ پھر وہیں ان کے پہلو میں لیٹ گئی وہ بھی انس کی وجہ سے۔ سرمد نے بھی کوئی بات نہ کی تھی۔

• • •

صبح وہ جلدی ہی اٹھ گئی تھی۔ امی سے پہلے کہہ دیا تھا اب بلال کے انتظار میں تھی کہ کب وہ اپنی تیاری پوری کرتا ہے۔ وہ اپنا سامان لینے کمرے میں آئی تو سرمد گہری سوچ میں گم تھے وہ انہیں دیکھ کر کچھ جھجکی اور تھکی بیگ اٹھانے لگی۔

"تم نے میری رات کی بات نہیں سنی...... کیا کہا تھا میں نے؟" اب وہ برہم ہوئے۔

"میں نے اپنی ساری تیاری کر لی ہے۔" اس نے پشت پھیر کر کہا۔

"کل چلی جانا آج تم کسی قیمت پر نہیں جاؤ گی اب تم مجھے پہلے جیسا بننے پر مجبور نہ کرو طائشہ۔" انہوں نے رنگ دی۔

وہ سہم گئی۔ لیمن کاٹن کے کڑھائی والے سوٹ میں کافی دلکش تک رہی تھی۔ لمبے بالوں کی پشت پر پڑی چوٹی سے اور حسین بنا رہی تھی۔

"اب سارا سامان رکھو...... میرے کپڑے شام کے لیے تیار رکھنا اپنی مرضی سے۔ اور تم بھی ذرا ڈھنگ کا تیار ہو جانا میں ساتھ بجے گھر آ جاؤں گا۔" وہ اپنی ٹائی کی ناٹ لگاتے ہوئے اسے حکم دے رہے تھے پھر اپنی کی چین اور موبائل اٹھا کر تیزی سے باہر نکل گئے۔ طائشہ روہانسی ہو گئی سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے سب کو منع کر دیا کہ ابھی وہ کچھ دن بعد جائے گی کیونکہ آج سرمد کو کہیں جانا ہے۔ پورا دن اس کا ایسے ہی گزر گیا گھر بھی فون کیا شام ہوتے ہی اس نے ساری تیاری کر لی اس نے مسٹرڈ جارجٹ کا سوٹ پہنا تھا نفیس سی باریک کڑھائی ہوئی تھی ہلکا سا میک اپ بھی کیا ساتھ انس کو بھی تیار کر دیا تھا مگر سرمد ابھی نہیں آئے تھے اس نے ان کا بلیک تھری پیس سوٹ نکال دیا جو اکثر رات کے پروگرام میں پہنتے تھے وہ باہر آ گئی چہرے پر حزن و ملال بھی تھا۔

"یار آج تو ہماری بھابھی بڑی لائٹیں مار رہی ہیں۔" یاسر نے چھیڑا تو وہ اسے گھورنے لگی۔

"ہیڈ لائٹس ابھی آئی نہیں ہے" بلال نے معنی خیزی سے سرگوشی کی۔

"شرارتی...... بتاؤں میں......" وہ سمجھ گئی تھی۔

"ویسے کہاں کی تیاری......"

"مجھے خود نہیں پتہ...... آئیں گے تو پتہ چلے گا۔" وہ اوپر چلی گئی۔

"بھابھی لگتا ہے بھائی جان آپ کو بے وقوف بنا گئے ہیں۔" ابھی بلال نے جملہ مکمل ہی کیا تھا کہ سرمد ا
دیکھ کر اس کی گھگھی بندھ گئی۔

"کیا ہو رہا ہے...... ہیں......"

"وہ بھائی جان کچھ نہیں۔" وہ ڈر کر بھاگ گیا جبکہ یاسر نے کچن میں پناہ لی کیونکہ دونوں ڈرتے ؛
تھے۔ سرمد اوپر آئے تو دیکھا وہ اپنے شوز نکال رہی تھی جب اسے سجے سنورے دیکھا تو مسکرا دیئے جبکہ وہ نگاہ

"آج تو بھئی بڑی حسین لگ رہی ہو۔" انہوں نے دل کی گہرائیوں سے تعریف کی۔

"آپ کے کپڑے نکال دیئے ہیں، میں نیچے ہوں۔" وہ بے نیازسی بنی رہی۔

"مجھے اور بھی کام ہو سکتے ہیں تم ادھر ہی رہو۔" گلے سے ٹائی نکال کر پھینکی۔

"انس کو لے کر جانا ہے یا نہیں؟" وہ بدستور انہیں اگنور کر رہی تھی۔

"ظاہر ہے ہمارا بیٹا ہے...... اب ہمارے تین چار بچے تو ہیں نہیں کہ ہم انہیں چھوڑ جائیں مستقبل میں ہو
سکتا ہے۔" وہ شوخی سے کہہ کر باتھ روم میں گھس گئے جب کہ طائشہ تو سرخ پڑ گئی وہ پھر بھی رُکی نہیں نیچے آ گئی۔ کچھ
میں سرمد بھی تیار ہو کر آ گئے۔ آج وہ دونوں پہلی بار ایک ساتھ باہر نکلے تھے سارے راستے وہ چپ ہی رہی شیرٹن
تو طائشہ چونک گئی۔ وہ دونوں اندر چلے آئے مدھم مدھم روشنی، میوزک ایسے ماحول کو خوابناک بنا رہا تھا۔ سرمد کی
میں انس تھا جب کہ وہ ان کے پہلو سے لگی چل رہی تھی۔

"شکر ہے تم آئے تو سہی......" ایک خوبصورت سی لڑکی نے ان کا استقبال کیا۔

"تم بلاؤ اور ہم نہ آئیں۔" وہ مسکرائے۔

"سرمد ہاؤ سویٹ کتنا پیارا ہے تمہارا بیٹا۔" اس نے انس کو گود میں لے کر پیار کیا وہ خود سارا منظر حیرانگی سے
رہی تھی۔

بالکل مجھ پر گیا ہے۔" وہ اترائے۔ جب کہ طائشہ چپ کھڑی تھی وہ سمجھ گئی کہ یہی مائرہ ہے" مگر یہ مجھے ادھر کیوں
لے کر آئے ہیں جب کہ وہ تو صرف انہیں بلا رہی تھی پھر سرمد مجھے لے کر کیوں آئے۔"

"مائرہ یہ طائشہ...... میری زندگی......" اس نے طائشہ کو اپنے حصار میں لے کر تعارف کرایا۔

"ہیلو کیسی ہیں بیٹھیے تو......" اب اس نے طائشہ کو بیٹھنے کا اشارہ کیا وہ خود بھی جدید اسٹائلش سے سوٹ میں
شولڈر کٹ بالوں کے ساتھ اچھی خاصی خوبصورت لگ رہی تھی۔ طائشہ اس کا جائزہ لے رہی تھی سرمد نے ایک
پرانس کو بٹھا دیا جو طائشہ اور ان کے درمیان بیٹھا تھا۔

"سرمد واقعی تم لکی ہو۔ وائف بھی تمہاری خوبصورت ہے اور بیٹا بھی...... نائس کپل......" اس نے کھلے دل سے
تعریف کی۔

"طائشہ یہ میری فرینڈ مائرہ ہیں میرے ساتھ یونیورسٹی میں پڑھتی تھی گذشتہ سال ان کی شادی ہوئی تو لندن
گئیں اس کے شوہر اور ہم میں کافی دوستی تھی اس لئے آج بھی ہماری دوستی برقرار ہے۔" اس نے طائشہ کو
تعارف کرایا۔

"یہ بتاؤ مائرہ ارسلان کب آ رہا ہے۔"

"وہ کل صبح کی فلائیٹ سے آئیں گے پارٹی میں کل بھی رکھ سکتی تھی مگر تمہاری شادی کی سالگرہ گزر جاتی۔"

نے اب ایک کیک اور کارڈ اور کچھ گفٹ طائشہ کو ساتھ ہی پکڑائے تو وہ تو حیران رہ گئی یعنی یہ ٹیبل اس لئے بک کرائی تھی
وہ تو پتہ نہیں کیا کیا سمجھتی تھی بلکہ گھر میں سب ہی سمجھتے تھے وہ تو سمجھتی تھی کہ مائرہ سرمد کے پیچھے لگی ہوئی ہے۔

"ارے طائشہ پکڑیئے نا پتہ نہیں آپ کو پسند آئے گا یا نہیں۔" وہ مسکرائی۔

"شکریہ......" اب ذرا وہ مسکرا کر بولی اور گفٹ تھام لیے۔

"سرمد تمہارے بیٹے کے کچھ گفٹ کل ارسلان لائیں گے۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔" سرمد اب طائشہ کے کھلتے چہرے کو دیکھ چکے تھے وہ سمجھ گئے کہ وہ غلط فہمی کا شکار
رہی۔

اتنے میں کیک اور پرتکلف کھانا کھایا گیا طائشہ تو پورا وقت سوچتی ہی رہی کہ اس نے ان کی شادی کی سالگرہ یاد
رکھی آج تین سال کا طویل عرصہ گزر گیا اور اسے پتہ بھی نہ چلا۔

"تم تو بے وقوف تھے جو اتنی اچھی لڑکی کو ناراض کیے بیٹھے تھے۔"

"آج کل محترمہ مجھے ناراض کیے ہوئے ہیں۔ مجھے وجہ سمجھ آ گئی ہے اب......" وہ مسکرائے طائشہ خجل ہو کر سر جھکا
گئی۔

"آپ آیئے گا نا ہمارے گھر۔" طائشہ نے مسکرا کر دعوت دی۔

"سرمد نے تو کبھی نہیں کہا اب تم نے کہا ہے تو ضرور آؤں گی مگر اپنے میاں کے ساتھ" وہ ہنسی۔ کچھ دیر وہ اور بیٹھے
مگر انس نے پھر تنگ کرنا شروع کر دیا تو انہیں اٹھنا پڑا وہ فرنٹ سیٹ پر بیٹھی تھی گود میں انس سو رہا تھا۔

"تمہاری امی کے گھر چھوڑ دوں؟" وہ ٹرن لیتے ہوئے گویا ہوئے۔

"جی نہیں۔" وہ نفی میں سر ہلا کر رہ گئی۔

"بعد میں مجھے دوش مت دینا کہ جانے نہیں دیا۔" وہ ایک نظر ڈال کر رہ گئے۔ کار سیدھی سڑک پر رواں دواں تھی
ٹریفک بارہ بجے ذرا کم تھا پھر بھی ایک رونق تھی۔

"مجھے گھر جانا ہے بس کہیں نہیں جانا۔"

"واضح کر دو میرے گھر یا اپنے میکے......"

"اپنے گھر۔" وہ دانت پر دانت جما کر بولی۔

وہ گھر آئے تو سب ہی انتظار میں تھے پھر سب اپنے کمروں میں چلے گئے۔ وہ بھی انس کو اٹھا کر اوپر چلے گئے وہ
پیچھے ہی آ رہی تھی انہوں نے آتے ہی چینج کیا۔

"آپ مجھے بتا تو دیتے کہ ہم باہر کیوں جا رہے ہیں۔" وہ چوڑیاں اتارتے ہوئے بولی۔

"سب کچھ میں ہی بتاؤں...... کبھی خود بھی سمجھ لیا کرو۔" وہ بیڈ پر آ کر دراز ہو گئے۔

"آج ہماری شادی کی سالگرہ تھی آپ کو یاد تھا میں تو بھولی ہوئی تھی۔" وہ سرمد پر بھی حیران تھی انہوں نے یاد
رکھا وہ تو انہیں لاپرواہ ہی سمجھتی تھی۔

"اتنا یادگار دن کون بھول سکتا ہے۔" اب وہ معنی خیزی سے مسکرائے۔

"اور کیا میں بھی کیسے بھول سکتی ہوں وہ رات جو عتاب سے گزری ہو۔" وہ نہ چاہتے ہوئے بول اٹھی سرمد خفیف
سے ہو گئے۔

"تم کب تک مجھے احساس دلاتی رہو گی۔" وہ ایک دم سنجیدہ ہو گئے۔

''سوری میرا مقصد یہ نہیں تھا بس ایسے ہی تلخ بات یاد آ گئی۔'' وہ بوکھلا گئی۔

''طائشہ میں نے پہلے بھی کہا تھا تلخ ماضی کو بھول کر اب کی زندگی یاد رکھو جس میں، میں تمہیں پیار کرتا ہوں تم سے محبت کرتا ہوں۔'' وہ اس کا ہاتھ تھام کو بولے تو وہ جواب میں ان کے شانے سے لگ گئی۔

''مجھے معاف کر دیں پتہ نہیں کیسے میرے منہ سے نکل جاتا ہے۔'' اس نے معافی چاہی انہوں نے پھر طائشہ کو اپنا مانا اور مضبوط پناہ کا احساس دلایا تو وہ کسمسا کر رہ گئی کیونکہ سرمد سرتا پا بدل چکے تھے اسے اور چاہیے بھی کیا تھا۔

●●●

دو تین دن بعد وہ آئی تو دیکھا کہ وہ دونوں موجود تھے طائشہ کو امی نے وجہ بھی بتا دی اب وہ نائل کی خبر لے رہی تھی۔

''نائل تم نے سوچا کیا ہے؟'' وہ اس سے استفسار کر رہی تھی۔

''سوچنا کیا ہے میرا سارا پروگرام ان محترمہ نے چوپٹ کر دیا ہے ایک تو چھٹیاں لیں وہ بھی کینسل کروانی پڑیں۔'' وہ غرایا۔

''تمہیں ذرا احساس نہیں نائل وہ کتنا زبردست جلی ہے ابھی اگر انکل دیکھ لیں کہ تم ان کی پھولوں سی نازک بیٹی کا یہ حشر کر رہے ہو تو انہیں کتنا دکھ ہوگا۔''

''یہی تو میں چاہتا ہوں دکھ ہو، جب پھوپھو یہاں تھیں، آپ ادھر تھیں، کس کیفیت سے ہم گزر رہے تھے۔'' وہ ہاتھ اٹھا کر بولا۔

''نائل..... نائل تم اب فساد اٹھاؤ گے پھوپھو بھی خوش ہیں، میں بھی خوش ہوں، تم اپنا انداز بدلو۔''

''آپی سوری یہ میرا اپنا انداز ہے رہی شہرینہ کی بات تو وہ میری بیوی ہے۔''

''چاہے تم اسے جان سے مار دو۔'' وہ تو غصہ میں آ گئی۔

''ابھی تو نہیں سوچا بعد میں عمل بھی کر لوں گا۔'' وہ اطمینان سے کہتا پاؤں ہلا رہا تھا۔

''عقل تو تمہیں جب آئے گی جب تم باپ بنو گے۔ پتہ چلے گا اولاد کی اذیت کیا ہوتی ہے اگر کوئی تمہارے بچے کو اذیت دے تو کیا تم برداشت کر لو گے؟''

''کبھی نہیں میں تو جان سے مار دوں گا۔'' وہ بولا۔

''پھر بس یہی خود پر رکھ کر سوچو اگر تم شہرینہ کو اذیتیں دو گے تو انکل کا بھی یہی ردعمل ہوگا۔ نائل میرے بھائی مت کرو ایسا اس معصوم کا کیا قصور ہے۔''

''واٹ..... معصوم..... یعنی میں ظالم ہوں۔'' اس کے تو سر پر لگی۔

''اور کیا..... تم یہ کیا کر رہے ہو؟ ان تین ماہ میں صرف وہ ایک بار گھر آئی وہ بھی تمہارے ساتھ، اس کا دل نہیں چاہتا ہوگا انکل سے ملنے کو..... نائل میں خود پر رکھ کر سوچتی ہوں مجھے سرمد نہیں آنے دیتے تھے تو میں کیسے تڑپتی تھی، میرے بھائی مت کرو ایسا۔'' وہ روہانسی ہو گئی۔

''آپی لگتا ہے آج آپ اس کی ہی وکالت کرنے آئی ہیں۔'' وہ مان گیا۔

''مجھے تم عزیز ہو نائل..... اتنے اچھے دن مت خراب کرو انجوائے کرو خوش قسمت ہو اتنی خوبصورت لڑکی تمہاری بیوی ہے۔'' شہرینہ ڈائننگ ٹیبل پر پلیٹیں رکھ رہی تھی اس نے بھی دونوں بہن بھائی کی گفتگو بخوبی سنی۔

''میں نے اس کی خوبصورتی سے متاثر ہو کر کوئی شادی نہیں کی پھوپھو اور آپ کو وہ وہاں تنگ کرتی تھی اس لیے

اسے وہاں سے ہٹانا اسی صورت میں ممکن تھا۔'' وہ تیزی سے اٹھا ڈائننگ ٹیبل پر آیا چیئر کھسکا کر بیٹھ گیا۔ شہرینہ نے شکوہ کناں نگاہوں سے اسے دیکھا نائل کی تیز نگاہ اس کے اوپر تھی ایک لمحے کو وہ لرز بھی گئی۔

''طائشہ آ جاؤ کھانا کھا لو۔'' امی نے پکارا جو کہیں سوچوں میں گم بیٹھی تھی۔

''مجھے بھوک نہیں ہے اور میں گھر جا رہی ہوں۔'' اس نے فون پر نمبر ملایا تاکہ بلال کو بلا لے۔

''آپی..... آپی..... کیا اتنی جلدی، صبح ہی تو آئی ہیں۔'' وہ چیئر کھسکا کر تیزی سے اس تک آیا لائن ڈسکنیکٹ کر دی۔

''میں اپنے گھر اچھی..... یہاں آ کر تم نے میرا دماغ گھما دیا ہے۔'' وہ خفگی سے گویا ہوئی۔

''آپی! آپ اس کی وجہ سے ایسا کر رہی ہیں نا ابھی چاہوں تو ساری زندگی کے لیے اسے گھر سے نکال سکتا ہوں۔''

''نائل.....'' طائشہ نے اس کے منہ پر طمانچہ جڑ دیا۔ اور وہ اچانک افتاد پر گنگ رہ گیا امی اور شہرینہ بھی جز بز رہ گئیں۔

''تم اس طرح کر کے کیا ظاہر کرنا چاہتے ہو مذاق بنا لیا ہے تم مردوں نے ہم لڑکیوں کو۔ ذرا بھی احساس نہیں، چاہے کوئی خون کے آنسو روئے کسی کے دل پر کیا گزرے مگر تم مردوں کو اپنی انا کا جھنڈا اونچا کرنا ہوتا ہے۔ ایک کمزور عورت پر حاکمیت جتا کر تم یہ ظاہر کرتے ہو کہ عورت تم مردوں کے رحم و کرم پر ہوتی ہے جو چاہو سلوک کرو کیونکہ بے زبان جانور ہے سارے حقوق تمہارے ہاتھ میں ہیں نا۔'' وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ امی دوڑی آئیں شہرینہ نے بھی ہاتھ روک لیا نائل کی آنکھوں میں خون اتر رہا تھا دانت پیس رہا تھا شہرینہ کا سانس رکنے لگا وہ اس کی طرف بڑھا۔

''دفع ہو جاؤ یہاں سے..... تم اپنی صورت مت دکھانا بہت شوق ہے نا تمہیں اپنے پاپا کے پاس رہنے کا رہو جا کر مگر اس گھر میں اب تمہارے لیے کوئی جگہ نہیں۔'' وہ اسے دھکا دے کر باہر نکل گیا جبکہ شہرینہ تو سناٹے میں آ گئی کیونکہ پاپا کی نصیحتیں اس کے کانوں میں بازگشت کرنے لگیں کہ نائل کو کبھی ناراض کر کے نہیں آنا ورنہ میرے گھر میں جگہ نہیں۔

''دیکھا آپ نے الٹا اسے کہہ کر چلا گیا مجھ پر بس نہ چلا تو اس کے پیچھے لگ گیا یہ اس قابل ہی نہیں تھا کہ اس کی شہرینہ سے شادی ہوتی منہ دکھانے کا نہیں رکھا مجھے۔'' وہ روتے ہوئے بولی جبکہ سارا کھانا ایسے ہی ٹیبل پر دھرا تھا کسی نے بھی نہ کھایا شہرینہ گھٹی گھٹی ڈرائنگ روم میں چلی گئی آنسو بہانا چاہتی تھی اس کے بے دردی بھرے سلوک پر۔ انس پورے گھر میں گھومتا پھر رہا تھا اس کی جانب بھی کسی کی توجہ نہ تھی امی الگ رنجیدہ ہو گئیں۔

●●●

طائشہ کو آئے دو دن ہو گئے تھے نائل اور اس میں کوئی بات چیت نہیں ہو رہی تھی۔ شہرینہ نے بھی اپنا قیام طائشہ کے کمرے میں ہی کر لیا اس کے کسی کام کو بھی ہاتھ نہ لگایا امی تو ماں تھیں وہ نائل کو ایسے تو نہیں چھوڑ سکتی تھیں وہ اسے ناشتہ اور کھانے کا پوچھ رہی تھیں مگر وہ کھا نہیں رہا تھا گھر میں ایک تناؤ سا آ گیا۔ ایسے میں اس دن سرمد آفس سے جلدی ادھر ہی آ گئے گھر میں کچھ رونق ہو گئی تھی انس تو انہیں دیکھ کر خوش ہو گیا وہ لاؤنج میں صوفے پر لیٹے تھے جبکہ انس ان کے ساتھ کھیل رہا تھا۔

''تمہیں کیا ہوا ہے؟'' وہ طائشہ کو بڑی جانچتی نگاہوں سے دیکھنے کے بعد پوچھنے لگے۔

''السلام علیکم سرمد بھائی۔'' اسی وقت نائل بھی آیا تو وہ سنبھل گیے۔

''خوش رہو..... آج جلدی آ گئے؟'' انہوں نے مسکرا کر چھیڑا۔

''آپ بھی تو جلدی آ گئے۔'' الٹا اس نے انہیں چھیڑا تو دونوں ہنس دیے جبکہ طائشہ ہنوز اس کی جانب سے منہ پھلائے رہی۔

''وہ تو میں خاص طور پر جلدی آیا ہوں تمہاری بہن نے مجھے فون کیا تھا کہ لینے آ جاؤں۔''

''آپی ابھی تو صرف دو دن ہوئے ہیں۔'' وہ ہراساں ہو کر بولا۔

''یار دو دن بہت مشکل سے گزارے ہیں کیونکہ یہ جو میرا بیٹا ہے بڑی اچھی شرارتیں کرنے لگا ہے یاد بہت آتا ہے پھر بولتا ہے مجھے بابا۔'' وہ انس کو گدگدانے لگے۔

''بیٹا میں کون ہوں جلدی بتاؤ......'' انہوں نے انس کو پکڑ کر پوچھا۔

''بابا......'' وہ قلقاری مار کر ہنسا۔

''دیکھا کیسے بولتا ہے۔''

''میں اپنا سامان پیک کر لوں، شہرینہ چائے بنا رہی ہے وہ لے آئے گی۔'' وہ اٹھ گئی۔

''سرمد بھائی آپ سے ایک بات کہوں......؟'' نائل نے قدرے توقف کے بعد انہیں مخاطب کیا۔

''ایک نہیں دو کہو۔'' وہ سنجیدہ سے نائل کو دیکھنے لگے۔

''سرمد بھائی چائے آپ کے لیے......'' شہرینہ چہکتی ہوئی آئی پھر نائل کو دیکھ کر سنبھل گئی۔

''تھینک یو گڑیا! ادھر رکھو کہیں یہ انس نہ چھو لے۔'' انہوں نے سینٹر ٹیبل پر ٹرے رکھوائی۔

''یہ کیا ایک کپ...... نائل کے لیے بھی لاؤ نا۔'' وہ ایک کپ دیکھ کر گویا ہوئے۔

''میں آتے ہی چائے نہیں پیتا رک کر پیتا ہوں۔'' وہ اپنا بیگ اٹھا کر کھڑا ہو گیا خاصا بکھرا بکھرا لگا پیشانی پر فکروں کے جال بچھے تھے شہرینہ نے آج پہلی بات ذرا چونک کر دیکھا نہ جانے کیوں دل بھی اداس ہوا۔

''یار بیٹھو تو کیونکہ میں تو بس نکل رہا ہوں۔''

''آپ چائے پیجیے میں چینج کر کے آتا ہوں۔'' وہ مسکراتا ہوا چلا گیا۔

''اے بلی بڑی ہو گئی ہو اب تو۔'' انہوں نے چھیڑا۔

''سرمد بھائی پاپا کیسے ہیں؟'' اس نے ان کی بات اگنور کر کے پوچھا۔

''بالکل فرسٹ کلاس۔ تم ادھر کیا کر رہی ہو بے وقوف وہ چینج کرنے گیا ہے کپڑے وغیرہ نکال کر دو۔'' انہیں نائل کا خیال آیا۔

''وہ میں نے پہلے ہی نکال دیے تھے۔''

''امی میرا وائٹ کرتا شلوار نہیں مل رہا۔'' نائل کی جھنجلائی ہوئی آواز آئی اب شہرینہ کو شرمندگی ہوئی۔

''نکال کر رکھ آئیں تھیں جب ہی وہ مانگ رہا ہے۔ شہرینہ بچپنا چھوڑو، بڑی ہو گئی ہو اب تمہاری شادی ہو گئی ہے۔ شوہر کو مکمل توجہ کی ضرورت ہوتی ہے میری گڑیا یقیناً میری باتوں کا برا نہیں مانے گی۔''

''امی...... امی'' وہ پھر چیخا جبکہ امی عصر کی نماز پڑھ رہی تھیں۔

''جاؤ شاباش آنٹی نماز پڑھ رہی ہیں ان کی نماز میں خلل پڑے گا۔'' انہوں نے پیار سے سمجھا کر اسے بھیجا حالانکہ دو دن سے وہ اس کے کمرے میں نہیں گئی تھی جس وقت وہ کمرے میں آئی وہ پینٹ پر بنیان پہنے بیٹھا تھا نائل نے ایک سلگتی نگاہ ڈالی اس کے ہاتھ کپکپائے وارڈروب سے اس کا استری شدہ کرتا شلوار بیڈ پر ڈالا۔

''تم ابھی تک دفع نہیں ہوئیں یہاں سے۔'' اس نے کپڑے اٹھا کر کہا۔

''میں یہاں جیسے آئی تھی تین ماہ پہلے ویسا ہی کر دیں تو دفع ہو جاؤں گی۔'' وہ تنک گئی۔

''کیا بکواس ہے......'' وہ اس کے قریب آ گیا۔

''بکواس نہیں میں ایسی نہیں تھی جیسی بالکل صاف شفاف تھی آپ ویسا کریں مجھے چلی جاؤں گی۔'' نائل اس کا [...]ب سمجھ چکا تھا۔

''میں پہلے جیسا تھا پہلے تم ویسا کرو پھر میں تمہیں ویسا کر دوں گا۔'' وہ لاجواب کرنے میں تو ماہر تھا۔ باتھ روم کا [...]زہ زور سے بند کیا۔

''بد دماغ شخص اتنا کچھ گزر گیا اور مجھے کہتا ہے دفع ہو جاؤں...... کیسے ہو جاؤں اب تو تم میری نس نس میں اتر [...]ہو چاہے تم سے چھٹکارا بھی پا لوں تو شاید پرسکون نہ رہوں نائل حسن تم نے مجھے توڑ پھوڑ کر رکھ دیا تم نے اتنے ظلم [...]ہیں کہ اب تو میں تم سے بھی شکوہ نہیں کر پاتی کتنی پرسکون تھی میں ایک سال پہلے جرمنی میں...... یہاں آئی تو [...]ے لیے پھانسی کا پھندا تیار تھا مجھے کیا پتہ تھا آمنہ بیگم تم اپنا بدلہ مجھ سے اپنے سر پھرے بھتیجے کے طفیل لو گی۔'' وہ بیڈ [...]بھی پڑی روتی رہی اسے کچھ خبر نہ ہوئی وہ کب نکلا اور کب طائشہ اور سرمد چلے بھی گئے۔

● ● ●

اس کا ہاتھ اور پیر اب بالکل ٹھیک تھے ہلکا سا نشان تھا وہ بھی ایک کریم لگانے سے زائل ہو رہا تھا ان کا ذہنی موڈ [...]اء میں پڑ گیا کیونکہ نائل کا موڈ اب بالکل آف ہو گیا تھا کیونکہ طائشہ اس سے ناراض ہو گئی تھی شہرینہ کو اس کا اندازہ [...] وہ اپنی بہن سے بہت محبت کرتا ہے۔

''بیٹا اپنے کپڑوں کو بدل لو کتنے میلے ہو رہے ہیں۔'' امی نے سوچوں میں غلطاں شہرینہ کو مخاطب کیا جو کتنی [...]جھائی مرجھائی لگتی تھی ہنسنا تو جیسے اسے آتا ہی نہ تھا۔

''جی وہ کپڑے بیڈروم میں ہیں وہ اندر آنے نہیں دے رہے۔''

''عجیب پاگل لڑکا ہے میری سمجھ میں نہیں آتی تم اٹھو اور جا کر نہا کر کپڑے بدلو کتنی عجیب سی لگ رہی ہو ابھی کوئی [...]لنے والا آ گیا تو کیا سوچے گا۔'' انہوں نے پیار سے اس سے کہا تو وہ اٹھ گئی۔

''امی ان کے آنے کا وقت ہو گیا ہے خواہ مخواہ پھر غصہ ہوں گے۔'' وہ اب بہت ڈرنے لگی تھی اس کے غصہ سے۔

''میں دیکھ لوں گی اسے...... تم جاؤ۔''

شہرینہ پھر چلی آئی کمرہ بھی خاصا بکھرا پڑا تھا ان چند ماہ میں وہ خاصی ذمہ دار بھی ہو گئی تھی پہلے سارا کچھ سمیٹا، [...]ا کے کپڑوں کا ڈھیر جو کہ میلے تھے سنگل صوفے پر پڑے تھے انہیں اٹھایا، ڈریسنگ روم میں رکھا، پردے برابر [...]، ڈریسنگ ٹیبل پر پرفیومز اور کاسمیٹک کا سامان بھی بکھرا ہوا تھا اسے ترتیب سے رکھا، بیڈ شیٹ تبدیل کی، وال [...]ال کارپٹ پر سگریٹ کے ٹکڑے، کاغذ بھی پڑے تھے برش لے کر صفائی کی، سارا کچرا ڈسٹ بین میں ڈالا۔ بیڈ کی [...]یڈ دراز کھولی تو اس میں سے اسے ایک مخملی ڈبیہ نظر آئی...... وہ چونک گئی، ہاتھ کانپے بھی مگر پھر ارادہ ملتوی کر دیا اور [...]ز بند کر دی کہ اگر اسے خبر ہو گئی تو تضحیک کا موقع ہاتھ سے جانے نہیں دے گا۔ اس نے اپنے کپڑے وارڈروب [...]ے نکالے آج اس نے سوچا تھا کہ ذرا اہتمام سے تیار ہو جائے شاید نائل کی طبیعت پر اچھا اثر کرے۔ جارجٹ کا [...]ہلا سوٹ نکالا مگر خود ہی رک گئی وہ کیوں اس کے لیے سنگھار کرے جسے اس کی پرواہ نہیں۔ وہ ڈریسنگ ٹیبل کے [...]ئینے میں اپنا سراپا دیکھنے لگی کتنی بے رونق سی ہو گئی ہے خود پر توجہ ہی نہیں دیتی ایسی تو نہ تھی شہرینہ اپنے زعم اور انا کے [...]وں وہ کپڑے لے کر باتھ روم میں چلی گئی کہ کہیں وہ آ نہ جائے مگر قسمت کی خرابی کہ وہ آ گیا کمرے کا نقشہ بدلا

دیکھا تو طبیعت پر ایک خوشگواریت کا احساس ہوا جوتے اتار کر پھر بے ترتیب پھینکے پینٹ سے شرٹ کھینچی اور دونوں ہاتھ ٹکا کر بیٹھ گیا اسی اثناء میں وہ بال تولیے میں لپیٹے نکلی نائل کی نگاہ اٹھی۔ وہ بولا کچھ نہیں۔ چہرے کے گلاب اب دھل کر نکھر گئے، گیلے جسم پر کپڑے چپکے ہوئے تھے وہ اس کے نشیب وفراز میں کھو گیا جبکہ وہ کچھ ہاتھوں سے اپنے بال خشک کر رہی تھی۔

''آج تمہیں خیال آیا اپنا؟'' وہ بولتا ہوا اس کے بالکل قریب آ گیا۔

''آپ نے خود ہی تو کہا تھا کہ میں یہاں نہ آؤں......''

''بہت فرمانبردار ہو ناں کہ میری مانتی جاتی ہو۔'' اس نے شہرینہ کو خود سے قریب کر لیا۔

''تمہاری وجہ سے میں بے چین رہتا ہوں میری بہن روٹھ گئی صرف تم اس کی ذمہ دار ہو۔''

وہ تو بے قابو ہو گیا جبکہ وہ کچھ بول ہی نہ پائی سانس اندر گھٹنے لگی کیونکہ اسے کچھ سوجھائی نہیں دیتا تھا۔

''نکل جاؤ اس کمرے سے سمجھیں تم گیٹ لاس'' وہ دھاڑا تو شہرینہ الٹے قدموں ہراساں سی بھاگی۔ اسے حواس باختہ دیکھا تو متوحش رہ گئیں۔

''شہرینہ کیا ہوا؟'' انہوں نے اسے تھام لیا۔

''امی وہ بالکل ہی میڈ ہو گئے ہیں پتہ نہیں وہ کیوں ایسا کر رہے ہیں۔'' وہ رونے لگی۔ بالوں سے پانی ٹپک رہا تھا دوپٹے سے بے نیاز تھی...... دوپٹہ بھی تو نہ لے پائی تھی۔

''آج میں اس کی خبر لیتی ہوں بہت دماغ خراب ہو گیا ہے۔'' وہ بھی غصہ میں آ گئیں اور سیدھی اس کے کمرے میں آئیں جہاں وہ وسط میں کھڑا تھا۔

''کب تک تماشہ بناتے رہو گے تم اپنا بھی اور اس لڑکی کا بھی...... نائل بس کرو بہت ہو گیا مجھے تم نے پہلے دکھانے کا نہیں چھوڑا پرائی بچی کا تم ناس مار رہے ہو کچھ الٹا سیدھا ہو گیا نا تو یاد رکھنا میں بھی تمہیں معاف نہیں کروں گی۔''

''کیا کیا ہے میں نے...... بتایئے کیا کیا ہے؟ وہ لڑکی...... خون کھولتا ہے اسے دیکھ کر۔ آپی اس کی وجہ سے ناراض ہو گئی ہیں اور یہ معافی بھی نہیں مانگ رہی......''

''غلطی تمہاری ہے معافی وہ کیوں مانگے......'' انہیں اس کی منطق سمجھ نہ آئی۔

''گستاخیاں تو ان سے کی ہیں۔''

''بیٹا اب وہ پہلے جیسی نہیں رہی بدل گئی ہے مت کرو اسے اتنا زچ۔ ابرار کا خیال کرو اس نے ہی لڑائی ختم کر کے اپنی بیٹی تمہیں سونپی اور تم اس کی پھولوں سی بیٹی کا حشر کر رہے ہو آمنہ اور طائشہ خوش تو ہیں اور تمہیں کیا چاہیے مجھے۔'' اب وہ ذرا نرم لہجے میں بولیں۔

''اس لڑکی نے سب کے سامنے میری بے عزتی کی، میرے منہ پر طمانچہ مارا میں سوچتا ہوں تو آپے میں نہیں رہتا۔''

''تم نے کتنے مار لیے بتاؤ وہ اف تک نہ کر سکی تم اسے اس کے باپ سے ملنے نہیں دیتے وہ پھر بھی بحث نہیں کرتی فون تک پر بھی تمہارے ڈر کی وجہ سے بات نہیں کرتی۔''

''اگر آپ کو اس کا اتنا ہی خیال ہے تو میں اسے ہمیشہ کے لیے چھوڑنے کے لیے تیار ہوں۔''

''نائل بند کر اپنی یہ بکواس۔'' وہ چیخیں۔ ''خدا کے قہر سے ڈر مت لے اس بچی کی آہ مت کر اسے تنگ۔ بچے تو خوشگوار زندگی بھی تو گزار سکتا ہے۔ بتا کیا ہے روگ؟''

''امی مجھے آپی کی ناراضگی برداشت نہیں ہوتی ہے۔'' وہ ان کے شانے سے لگ کر بچوں کی طرح رو دیا۔

''اگر ناراض ہے تو جا کر منا لے وہ خود تجھ سے اتنا پیار کرتی ہے چل رومت مرد روتے اچھے نہیں لگتے۔'' ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اسے چپ کرانے کے بعد اس کے لیے چائے بھیجی شہرینہ کے ہاتھ۔ اس بار اس نے شہرینہ کو کچھ نہ کہا کیونکہ وہ خود روئی ہوئی لگی۔ نائل اپنی اس کیفیت سے پریشان بھی ہو جاتا کیونکہ جب وہ سرمد اور ابرار احمد کے بارے میں سوچتا تو دل چاہتا کہ شہرینہ کو اذیتیں دیتا رہے۔

● ● ●

انوار احمد کی رشتے کی بہن کے بیٹے کو آنا تھا گھر میں ہلچل مچی ہوئی تھی کیونکہ ان کا قیام اب اسلام آباد سے کراچی ہو گیا تھا پہلے ان کا بیٹا آ رہا تھا کیونکہ گلشن اقبال میں انہوں نے گھر خریدا تھا وہ اسے ہی سیٹ کرنے آ رہا تھا باقی گھر والوں کو بعد میں آنا تھا انوار احمد کی خالہ زاد بہن تھیں کبھی سالوں میں ہی چکر لگاتی تھیں جبکہ انوار احمد تو کبھی نصیر احمد چلے جاتے تھے مگر اس بار وہ سب ہی آ رہے تھے۔

''یاسر کے برابر والا کمرہ میں نے ٹھیک کرا دیا ہے۔'' تائی امی نے چچی جان سے کہا۔

''اب پتہ نہیں وہ کس طبیعت کا مالک ہے وہ رہ بھی پائے گا یا ہوٹل میں رہے گا۔'' یاسر نے اپنی قیاس آرائی کی۔

''میں نے کہہ دیا تھا زینب سے اعزاز کو یہیں بھیجنا۔'' تائی امی دوپہر کے کھانے پر بھی کافی اہتمام کروا رہی تھیں۔

''لگتا ہے آج بس یہی کہانی چلے گی۔'' صدف نے ناگواری سے کہا۔

''چپ کرو اور جلدی سے روٹیاں پکا لو وہ لوگ آنے ہی والے ہوں گے۔'' چچی جان نے اسے ڈانٹا۔

''امی میرا کل پیپر ہے وہ بھی آخری...... پلیز آپ فارحہ بھابھی سے پکوا لیں۔'' وہ یہ کہہ کر کچن سے نکل گئی۔

''دیکھا اس لڑکی کو جہاں کام کو کہا بہانے بنانے لگی۔''

''ٹھیک ہی تو کہہ رہی ہے امی کل اس کا پیپر ہے آپ فارحہ سے پکوا لیں۔'' یاسر نے بھی صدف کی تائید کی۔

''میں بھیجتی ہوں فارحہ کو وہ پکا لے گی بریانی تو پک چکی ہے دو تین روٹیاں ہی پکانی ہیں۔'' تائی امی بولتی ہوئی چلی گئیں۔

''اب تم بھی نکلو یہاں سے ورنہ اسے کچھ کرنے نہیں دو گے۔''

''بلاوجہ آپ مجھے کہہ رہی ہیں۔'' وہ برا مان گیا۔

''میں کیا آنکھوں سے دیکھتی نہیں ہو نکلو یہاں سے۔'' انہوں نے سلاد کی ٹرے فریج میں رکھی اتنے میں فارحہ دوپٹہ سنبھالتی آ گئی یاسر نے اسے دیکھ کر دائیں آنکھ دبائی تو وہ گھور کر رہ گئی۔

''فارحہ بیٹا جلدی سے روٹی پکا لو سرمد اور اعزاز آنے والے ہیں۔'' انہوں نے اب یاسر کو خشمگیں نگاہوں سے گھورا وہ منہ بناتا چلا گیا اور وہ بھی مصروف ہو گئی روٹیاں وغیرہ پکانے کے بعد فارغ ہوئی تو چچی جان باہر چلی گئیں اتنے میں اس نے پلیٹیں نکالنی شروع کر دیں۔

''ہو گیا تمہارا کام......'' یاسر آ دھمکا۔

''آپ پھر آ گئے......''

''وہ تو میں انتظار میں تھا یہ بتاؤ کہ تمہیں میری ناراضگی کی ذرا پرواہ نہیں۔'' وہ سیریس ہوا۔

''کیسی ناراضگی......؟'' اب وہ انجان بنی۔

''اچھا بتاؤں ابھی......'' وہ شوخ سی شرارت کرنے ہی والا تا کہ عمر نے آ کر اطلاع دی کہ مہمانانِ گرامی آ چکے ہیں۔

''یار تمہیں یہاں خبر ضرور دینی تھی۔'' یاسر کو عمر کی آمد ناگوار گزری۔

’’مجھے تو چھوٹی امی نے بھیجا تھا۔‘‘ وہ مسکرایا۔

’’امی بھی مجھ پر نظر رکھتی ہیں اتنی مصروفیت میں......‘‘ وہ منہ بناتا چلا گیا جبکہ فارحہ کی دبی دبی ہنسی نکلی استے میں آنے والے کا تعارف ہو چکا تھا اعزاز ایک خوبصورت اور اسمارٹ لڑکا تھا انجینئرنگ ڈپلومہ لے کر فارغ ہوا تھا اور ایک اچھی جاب جو کہ اس کی کراچی میں ہی لگی تھی اسی وجہ سے سب کو کراچی ہی آنا پڑ رہا تھا۔ ہنسی مذاق میں کھانا کھا گیا اعزاز کو اپنے یہ سب کزنز بہت پسند آئے اور پھر اتنا خوبصورت سا گھر تو اور ہی متاثر کر گیا۔

’’بیٹا تم ایسا کرو آرام کرو سفر کی بھی تھکان ہوگی۔‘‘ انوار احمد بولے۔

’’انکل بائی ایئر سفر میں کیا تھکان ہاں البتہ کھانا میں نے نہیں کھایا تھا سوچ کر آیا تھا کہ سب کے ساتھ ہی کھاؤں گا۔‘‘ وہ خوش دلی سے مسکرایا۔

یاسر اور اعزاز کی اچھی خاصی بن گئی تھی اب دونوں ہی اپنے کمروں کی جانب جانے لگے تو صدف کو بھوک کی شدت کا احساس ہوا۔

’’فارحہ بھابھی کھانا کھا لیا کیا آپ لوگوں نے؟‘‘ اس نے اپنے کمرے سے ہانک لگائی اعزاز نے آواز کی سمت دیکھا مگر کوئی دکھائی نہ دیا۔ وہ کمرے میں لیٹا تھا آواز اسے صاف سنائی دے رہی تھی۔

’’فارحہ بھابھی کہاں ہیں آپ......‘‘ اب وہ چیختی ہوئی آئی کمرے کے آگے سے سبز رنگ کا ہیولا گزرا تو اعزاز تجسس کے مارے اٹھا اور کھڑکی کے پاس آ گیا جہاں سے کوریڈور صاف نظر آ رہا تھا کچن کا آدھا حصہ بھی اس کی نظر کے سامنے تھا جہاں وہ پشت پھیرے کھڑی تھی اس کے ساتھ طائشہ بھابھی بھی تھیں۔

’’اتنی زوردار بھوک لگی ہے کیا بتاؤں۔‘‘ وہ نہایت نقاہت سے گویا ہوئی۔ اب بھی اعزاز کو شکل نہ نظر آئی۔

’’کھا لو خود ہی نکال کر میرا بچہ رو رہا ہے ورنہ میں نکال دیتی۔‘‘ وہ یہ کہہ کر جا چکی تھیں جبکہ وہ کچن میں کھڑی پڑ کر رہی تھی اعزاز کی پوری کوشش تھی کہ دیکھے تو اتنی پیاری آواز کی مالک ہے کون۔

صدف ٹرے میں سارے لوازمات نکال کر ڈائننگ ٹیبل پر آ گئی ابھی اس نے چمچ منہ میں رکھا ہی تھا کہ فون کی بیل ہوگئی۔

’’فارحہ بھابھی فون تو اٹینڈ کر لیں۔‘‘ وہ پھر ہانکی مگر کوئی ہوتا تو اٹھاتا اب وہ تیزی سے اٹھی بالوں کو جھٹکا دیا کوریڈور میں رکھے ٹیلی فون اسٹینڈ تک آ گئی اب اعزاز کو چمپئی رنگ والی یہ لڑکی صاف نظر آئی وہ ایک لمحے کو کھو گیا۔

’’ارے تم ہو شہرینہ۔‘‘ وہ اب وہیں رکھی چیئر پر بیٹھ گئی۔

’’کیسی ہو تم؟‘‘

’’ہاں ہاں کوئی آیا ہے میں نے ابھی دیکھا نہیں کہ کون ہے۔‘‘ وہ اسے بتا رہی تھی اعزاز سمجھ گیا اس کے متعلق ہی باتیں ہو رہی ہیں۔

’’کہاں بھئی......کل آخری پیپر ہے کھانا کھا رہی تھی کسی نے پوچھا بھی نہیں۔‘‘ اس نے اس سے شکایت کی۔

’’تم ہی آ جاؤ نا۔‘‘

’’اب بھی نہیں بدلے تم سے شادی کے بعد......مگر تم تو بدل گئی ہو۔‘‘ وہ ہنسی۔

’’فارحہ بھابھی کو میں خود دس آوازیں دے چکی ہوں ابھی یاسر بھائی بلاتے نا تو فٹ سے نکل آتیں۔‘‘ وہ بولی۔

’’ٹھیک ہے میں فون کروا دوں گی۔‘‘

’’تم چچا جان سے بات کرو گی؟‘‘ اس نے رک رک کر پوچھا کہ شاید وہ خواہش ظاہر کرے۔

’’تو پھر خدا حافظ۔‘‘ اس نے بات کر کے رکھ دیا اعزاز نے ساری گفتگو سنی اب وہ پردے کی اوٹ سے مسلسل دیکھے گیا جو خاصے فری انداز میں کھا رہی تھی۔ وہ مسکرا دیا اسے یہ لڑکی نہ جانے کیوں دل کے قریب لگی حالانکہ پہلی نظر کا قائل نہ تھا پھر بھی کوئی بات تھی جو اسے منفرد ظاہر کرتی ہے سب سے ہی ملا تھا یہ نظر نہ آئی ویسے بھی گوہر نایاب تو کبھی کبھی ہی ملتا ہے وہ بیڈ پر آ کر لیٹ گیا کمرے کا جائزہ لیا۔

نفاست سے سجا ہوا تھا بیڈ بھی اسٹائلش......ایک رائٹنگ ٹیبل، ایک چھوٹا صوفہ، وارڈروب میں ہی قد آدم آئینہ ہر دیوار گیر ٹیبل پر کافی کچھ دھرا تھا۔ اس نے بس لیٹے لیٹے جائزہ لیا ایک سائیڈ پر کمپیوٹر رکھا تھا۔ ڈھیروں سی ڈیز اور ہر ایک بڑا ڈیک جو کہ سی ڈیز سے ہی چلتا تھا وہ ہر چیز کا بغور جائزہ لے رہا تھا۔



دوسرے دن وہ پیپر دے کر آئی تو آتے ہی بیگ پھینکا گلے سے دوپٹہ اتار کر اچھالا اور زور سے چیخی۔

’’میں آج آزاد ہو گئی......‘‘ وہ بولتی ہوئی کاؤچ پر بیٹھی تو اب تو شرمندگی کے مارے آواز دب گئی اس کی سچویشن بھی خراب تھی جھٹ دوپٹہ گلے میں ڈالا وہ بڑی محظوظ نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا کیونکہ صدف خوشی میں یہ بھی نہ دیکھ پائی کہ کوئی ہال میں موجود ہے بیگ بھی اس کے قریب پڑا تھا۔

’’کس نے قید کیا ہوا تھا آپ کو......‘‘ وہ مسکرایا۔ انداز میں ایک شوخی نمایاں تھی۔

’’وہ......وہ نہیں تو......‘‘ اب وہ شرمندگی کے مارے اپنے کمرے میں بھاگ لی کیونکہ حرکت ہی بڑی دلچسپ کر گئی تھی۔

’’یہ کون ہے جو مجھے خبر نہ ہوئی......ارے کہیں زینب آنٹی کے بیٹے تو نہیں ہیں یہ تو کافی ڈیشنگ......‘‘ وہ چینج کرنے کے بعد سوچے جا رہی تھی آج ویسے بھی اس کا فائنل ایئر کا لاسٹ پیپر تھا اس نے سوچا تھا کہ خوب آرام کرے گی مگر ان دو چمکتی آنکھوں نے سارا سیٹ اَپ، اَپ سیٹ کر دیا۔ سردی بھی شروع ہو گئی تھی اس لیے مغرب کی اذان ہو گئی بھوک بھی لگی وہ چٹیا بنا کر کمرے سے باہر آ گئی۔

’’تم کس کے ساتھ آئیں؟‘‘ بلال نے اس سے پوچھا۔

’’سرمد بھائی چھوڑ کر گئے ہیں وہ تو میں نے اپنی فرینڈ کے موبائل سے فون کر کے سرمد بھائی کو بلا لیا ورنہ تم نے تو یونیورسٹی میں دھکے دلوانے تھے۔‘‘ وہ ٹی وی کا ریموٹ لے کر بیٹھ گئی کیونکہ آج تو مکمل آزادی ملی ہے۔

’’میں اسلامک اسٹڈیز کے ڈپارٹمنٹ میں تھا وہاں پیپر لے رہا تھا تم انتظار تو کرتیں۔‘‘ وہ بولا۔

’’تمہیں پتہ تھا آخری پیپر ہے اور پھر سوشل ورک کا پیپر ہوتا بھی کتنا آسان ہے۔‘‘

’’جب ہی آج میں نے پانچ لڑکیاں پکڑی ہیں......توبہ اتنی صفائی سے نقل کر رہی تھیں۔‘‘ بلال نے اب گفتگو میں اعزاز کو بھی شامل کر لیا جو ادھر ہی موجود تھا۔

’’جھوٹ کم بولو نقل تم لڑکے کرتے ہو۔‘‘ وہ کھسیا گئی۔

’’محترمہ تمہارے کلاس کی کوئی لڑکی تھی۔‘‘ وہ بضد تھا کہ وہ مان جائے۔

’’یاد کر کے نہیں آئی ہوگی۔‘‘ اسے اعزاز کے سامنے آکورڈ لگا۔

’’پتہ ہے اپنی قمیض کی آستین سے میرے سامنے نکالے تھے پھرے۔‘‘

’’توبہ ہے بلال تم یہی دیکھتے رہے کہ وہ کہاں کہاں سے نکال رہی ہیں......‘‘ صدف روانی میں بول گئی مگر جب احساس ہوا تو بری طرح شرمندہ ہو گئی۔

"یہی ہوتا ہے سوچ سمجھ کر نہ بولنے کا نتیجہ......" فارحہ کی خشمگیں نگاہوں نے اسے ٹوکا۔
"ویسے تم مان لو تم لڑکیاں بھی ماہر ہو نقل کرنے میں۔"
"میں نا تمہاری شکایت تایا ابو سے کروں گی کہ تم پیپر لینے کے بہانے لڑکیوں کو تکتے ہو۔" اب اس نے
"دماغ خراب تو نہیں ہے تمہارا پیپر ہم خود نہیں لیتے ہمارے اساتذہ ڈیوٹی لگاتے ہیں۔" وہ لڑنے کو تیار ہو
"تم ہی آگے آگے ہو گے نا کہ مجھ سے بھی کچھ کام کروالیں۔"
"ایک تو یہ لڑکیاں ہم لڑکوں سے جلتی بہت ہیں، کیوں اعزاز بھائی؟" اس نے اعزاز سے تائید چاہی تو وہ
دیا جبکہ وہ اس پر ایک خونخوار نگاہ ڈال کر اٹھی ریموٹ بلال کے اوپر پھینکا جو اس نے تو نہیں البتہ اعزاز نے کیچ کر
"آج تو میں نے خود چار لڑکیوں کو پکڑا ہے پتہ ہے کیا ڈرامہ رچایا انہوں نے الٹا مجھ پر الزام لگایا کہ میں
کرنے کے لیے دیا ہے...... توبہ ہے جھوٹ کی بھی...... وہ تو میں اکڑ گیا کچھ سر نے بھی ساتھ دیا ورنہ اس لڑ
پھنسوانے کے پورے آثار پیدا کر دیئے تھے۔" وہ اعزاز کو ساری تفصیل بتا رہا تھا۔
"بلال ایک بات بتاؤ تم بڑے ہو یا یہ بڑی تھیں؟"
"کون صدف...... صرف مجھ سے ایک سال چھوٹی ہے...... بڑی لگتی ہے نا۔" وہ اترایا فخر سے۔
"نہیں بلکہ تم سے بہت چھوٹی لگتی ہیں...... میں سمجھا کہ اسکول میں پڑھتی ہیں وہ تو آج میں نے کالج کے یونیفارم میں دیکھا تو حیران رہ گیا۔" اب وہ ذرا شرارت سے گویا ہوا۔
"پتہ ہے ہر وقت بچی بنی رہتی ہے میں کہتا ہوں کب بڑی ہو گی۔ ہماری شہرینہ آپی تو خیر سے بڑی ہوئیں۔" وہ
"شہرینہ کون...... ارے وہی تو نہیں ابرار انکل کی فارنر بیٹی۔" اسے یک دم یاد آیا کل صدف کسی شہرینہ
سے بات کر رہی تھی۔
"جی وہی ہیں خیر سے آٹھ ماہ پہلے شادی ہو گئی ہے ایک ان کی ناک پر غصہ بیٹھا رہتا تھا مگر مجھ سے ان کی بنتی تھی۔" وہ اسے مفصل طریقے سے بتانے لگا۔
"بلال اگر باتیں کر چکے ہو تو شہرینہ کے گھر چکر لگا آؤ تمہارے متعلق پوچھ رہی تھی۔" صدف نے آ کر اسے
"ارے ہاں جانا تو تھا آمنہ چچی کچھ ان کے لیے بھجوا رہی تھیں۔" اسے یاد آیا۔
"یار مجھے بھی کسی دوست سے ملنا ہے جب تک امریکہ ساتھ رہے تو ملتے رہے یہاں پاکستان آنے کے بعد کبھی ملے ہی نہیں۔" اعزاز کو بھی اپنے دوست سے ملنے جانا تھا کراچی کے راستے اسے زیادہ پتہ نہ تھے پھر وہ کو
یہاں آیا تھا دوسری بار آنے کا اتفاق تھا مگر ان سب سے وہ پہلی بار ملا تھا۔
"ٹھیک ہے آپ تیار ہوں میں آمنہ چچی کے پاس سے ہو کر آتا ہوں۔" بلال سرعت سے اٹھا۔
"سنیئے ایک کام کر دیں گی......؟" اعزاز نے اسے جھجکتے ہوئے پکارا تو وہ تو رک گئی۔
"آپ میرے کپڑے پریس کر دیں گی؟"
"جی کر دوں گی لائیے۔" وہ سر ہلا کر بولی۔
"ابھی لایا......" اعزاز جلدی سے اپنی بلیو جینز کی پینٹ اور لائٹ سی گرین ٹی شرٹ لے آیا۔
"اتنی موٹی پینٹ......" اس نے تھوک نگل کر کہا۔
"کیوں...... کیا نہیں کر سکتیں آپ؟" وہ سمجھ گیا کہ وہ گھبرا رہی ہے جینز کی پینٹ پر استری کرنے سے۔
"نہیں ایسی بات نہیں لائیے کر دوں گی۔" اس نے مارے باندھے کہا اور لے کر اندر کی طرف چلی گئی۔

"آنٹی میں اپنے دوست سے مل آتا ہوں یہیں کراچی میں رہتا ہے۔" اس نے تائی امی سے کہا۔
"ہاں چلے جاؤ مگر بیٹا رک مت جانا۔"
"آجاؤں گا......"
اتنے میں صدف نے اسے کپڑے لا دیئے جو اس نے جلدی سے جا کر بدلے کافی اچھی استری کی تھی وہ مرعوب
جس وقت وہ گھر سے نکلے تو صدف نے بلال سے کہا۔
"شہرینہ کو آنے کا کہہ دینا۔"
"کہہ دوں گا۔" وہ دونوں اب چلے گئے تھے گھر کا ایڈریس ابھی تک اعزاز نے اسے نہیں دیا تھا۔
"ایسا کرتا ہوں پہلے میں یہ سامان شہرینہ بجو کے دے دوں پھر واپسی میں ہم آرام سے ڈھونڈتے رہیں گے اس
ج مسئلہ نہیں ہوگا۔" وہ گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے بولا۔
"جو تم مناسب سمجھو۔" اعزاز سڑک پر دوڑتی بھاگتی گاڑیوں کو دیکھ رہا تھا پورا کراچی جگمگا رہا تھا اس نے ویسے بھی
ا تھا کہ کراچی ہر وقت روشنیوں میں نہایا رہتا ہے۔
وہ گاڑی پورچ میں لے کر آیا وہ اترا مگر اعزاز نہیں اترا۔
"ارے آپ بھی آیئے نا......" بلال نے کہا۔
"یار اچھا نہیں لگ رہا مجھے کہاں پہچانتے ہوں گے اور ویسے بھی تمہاری رشتے داری ہے میری کہاں۔" اسے کچھ
انہ لگا۔
"ارے آیئے چچا کی فارنر بیٹی سے نہیں ملیں گے۔" اس نے شرارتی انداز میں کہا تو اس نے بلال کے سر پر
ت لگائی وہ اسے زبردستی اندر لے آیا۔ خوبصورت سا بنگلہ تھا بڑا صاف ستھرا سا۔ ہر چیز قرینے سے رکھی ہوئی تھی۔
"آپ ادھر بیٹھیے کیونکہ تین بندے اس گھر میں رہتے ہیں ڈھونڈنا پڑتا ہے۔" وہ اسے ڈائننگ ہال میں بٹھا کر
رکی جانب بڑھا تو نائل سے ملاقات ہو گئی۔
"آ گئے تم......" اس نے بلال کے ہاتھ میں شاپرز دیکھے بڑے تنقیدانہ انداز میں۔
"جی میں شہرینہ بجو کے لیے یہ لایا تھا آمنہ آنٹی نے ان کے لیے یہ سب بھیجا ہے۔"
"سنو تمہاری شہرینہ بجو کو سب کچھ کھانے کو ملتا ہے پھر انہوں نے یہ سب کیوں بھیجا۔" وہ اتنے ڈھیر سارے
ٹ دیکھ کر تنک گیا۔
"گھر میں پڑے پڑے سڑ رہے تھے سوچا کہ یہاں بھجوا دیں۔" اب وہ جل گیا۔
"پھر تم باہر جاتے ہوئے پھینک دینا گھر پر ایک ٹرک کھڑا ہوگا اس میں۔" وہ بولتا ہوا ڈائننگ ہال میں آ گیا۔
"مجھے یہ بتائیے کہ شہرینہ بجو کدھر ہیں۔" وہ اب متلاشی نگاہوں سے دیکھنے لگا۔
"امی کے ساتھ پڑوس میں گئی ہے۔" اب نائل نے صوفے پر بیٹھے شخص کی پشت کو سوالیہ انداز میں دیکھا پھر
ل سے مخاطب ہوا۔
"یہ کون ہیں؟" وہ سرگوشی میں بولا مگر سرگوشی اتنی واضح تھی کہ اعزاز کے کانوں نے بخوبی سن لیا۔
"یہ ہمارے کزن ہیں اسلام آباد سے آئے ہیں اب یہیں کراچی میں رہیں گے کیونکہ ان کی جاب یہاں لگ گئی ہے۔" بلال نے ساتھ ہی مکمل تعارف پیش کیا۔
"اعزاز بھائی یہ نائل بھائی ہیں۔" اس نے عقب سے ہی پکارا اعزاز سیدھا ہو کر کھڑا ہوا سامنے نائل کو دیکھ کر تو

ورطہ حیرت میں رہ گیا۔

"تم......"

"تم......" نائل نے بھی کہا۔

"یار تیرے لیے ہی آج میں نکلا تھا تو ایسے ملے گا میں نے سوچا بھی نہیں تھا۔" اب اعزاز لپک کر اس کے گلے سے لگ گیا دونوں ہی گرم جوشی سے ملے۔

"لیں بھئی اعزاز بھائی آپ کا تو کام ہو گیا۔" بلال کو بھی حیرانگی تھی۔

"یار مجھے یہ بتا کہ تو نے رابطہ کیوں نہیں کیا دوبارہ، میں انتظار ہی کرتا رہا۔" اعزاز بولا۔

"یار یہاں ابو کا انتقال ہوا پھر بہن کی شادی ہوئی بس پھر تم سے رابطہ نہ کر سکا بس سمجھو کرائیسز میں رہا۔" وہ اسے ڈرائنگ روم میں لے گیا دونوں آج کافی طویل عرصے بعد ملے تھے امریکہ میں دونوں ہی روم میٹ تھے اور ایک دوسرے کے جگری دوست۔ اعزاز اسلام آباد میں رہتا تھا اور یہ کراچی میں۔ دونوں کی دوستی وہیں تو ہوئی تھی۔ کافی دیر تک باتیں کرتے رہے امی اور شہرینہ بھی آ گئی تھیں ان سے بھی اس کا تعارف کرایا اعزاز نے شہرینہ کو پہلی بار دیکھا تھا بالکل فارنر ہی لگی۔

• • •

"لو دوست تو ان کا بغل میں نکلا۔" یاسر نے کہا۔

"ہاں میں خود حیران ہوں نائل سے بس امریکہ میں ہی ملاقات رہی اس نے اپنا کوئی کانٹیکٹ نمبر ہی نہ دیا۔"

"ویسے اعزا ایک بات کہوں اتنے ثقیل بندے سے تمہاری بن کیسے گئی۔"

"جیسے مجھ سے اس کی بن گئی۔" اعزاز نے ہنس کر کہا۔

"انتہا سے زیادہ بد دماغ ہے کسی کو خاطر میں نہیں لاتا۔"

"اچھا مگر مجھے تو ایسا نہیں لگا۔" سن کر حیران ہوا۔

"یاسر بھائی اب تو وہ ایسے نہیں رہے۔" عمر کو بری لگی نائل کی برائی۔

"سب سے زیادہ جولی دوستوں میں نائل ہی تھا تم لوگ اس کے متعلق اس طرح کہہ رہے ہے مجھے سن کر حیرانی ہو رہی ہے۔" اسے یقین نہ آیا۔

"یاسر بھائی ان کا یہ انداز بھی کسی وجہ سے ہی بدلا تھا آپ بھول رہے ہیں۔" بلال نے یاد دلایا تو وہ لب بھینچ کر رہ گیا۔

"اعزاز بیٹا تمہاری ماں کا فون آیا ہے بات کر لو۔" انوار احمد ان کے درمیان آ کر بولے تو سارے الرٹ ہو گئے۔ اعزاز فون سننے اٹھ گیا جبکہ بلال نے یاسر کو منع کیا کہ نائل کی کوئی برائی نہ کریں ان کے دوست ہیں۔ جب اعزاز بات کر کے آیا وہ بھی خاموش ہو گئے۔

"اگلے ہفتے سب لوگ آ رہے ہیں۔" وہ بولتا ہوا آیا۔

"اعزاز بھائی گھر تو آپ کا بڑا شاندار ہے اور آپ نے ڈیکوریٹ بھی بہت ہی خوبصورت کیا ہے۔" عمر نے ستائشی انداز میں کہا۔

"باقی کی ڈیکوریشن تو امی ہی کریں گی۔" وہ بولا۔

یاسر تو اٹھ کر باہر چلا گیا بلال کو بھی کسی دوست سے ملنا تھا وہ نکل گیا جبکہ عمر اپنے کمپیوٹر روم میں چلا گیا اب اس نے تھا سوچا کہ نائل کو ہی فون کرے کیونکہ سب ہی اس کے متعلق کچھ عجیب عجیب باتیں کر رہے تھے۔ جو صرف نائل

ہی معلوم ہو سکتا تھا کہ اصل وجہ کیا ہے۔

"ارے اس کے امتحان کیا ختم ہوئے کہ ہمارے تو کسی کام کی نہیں۔"

"چچی جان کچھ دن تو آرام کرنے دیں۔" طائشہ نے سائیڈ لی اعزاز ان دونوں کی گفتگو سن رہا تھا جو مسلسل صدف کو سخت سست کہہ رہی تھیں۔

"ہاں اور تم سر چڑھالو کوئی بچی نہیں ہے شہرینہ سے دو سال چھوٹی ہے اسے دیکھو کیسے گھر سنبھال لیا ناں۔"

"چچی جان جب سر پر پڑے گی سب سنبھال لے گی۔" وہ مسلسل ان کا غصہ ٹھنڈا کر رہی تھی۔

"بھابھی میں نائل سے ملنے جا رہا ہوں۔" اس نے ان کے درمیان آ کر مداخلت کی۔

"کھانے سے پہلے تو آ جاؤ گے؟" طائشہ کے بجائے چچا جان نے پوچھا۔

"آنٹی اس دن تو میں زبردستی آ گیا تھا شاید وہ مجھے اتنی جلدی نہ آنے دے۔" وہ بولا۔

"مجھے تو حیرانگی ہے تم اتنے سلجھے ہوئے لڑکے اس ناکارہ دوست کے دوست کیسے بن گئے جس کی ناک پر غصہ مکھی کی طرح بیٹھا رہتا ہے۔"

"بھابھی مجھے تو وہ ایسا نہیں لگتا۔" اعزاز کو طائشہ کے کہنے پر ہنسی آئی۔

"اچھا تم جاؤ فون کر دینا گھر کیونکہ وہ کہہ رہے تھے کہ تمہارے ساتھ کھانا کھائیں گے۔"

"سرمد بھائی کی بات کر رہی ہیں نا......؟" تصدیق کے لیے پوچھا۔

"ہاں انہی کی بات کر رہی تھی۔" طائشہ اس کے پوچھنے پر مسکرائی کیونکہ اس نے سرمد کا نام نہیں لیا تھا۔

"پھر میں کل چلا جاؤں گا۔"

"ارے نہیں تم جاؤ ان کا بھی پتہ نہیں کہ دیر سے ہی آئیں۔" طائشہ نے جھٹ منع کیا۔

پھر وہ ان سب سے اجازت لے کر نکل گیا راستوں کا اندازہ تو ایک ہفتے میں ہو گیا تھا کیونکہ جاب بھی جوائن کر لی تھی اب سب کچھ مانوس سا لگنے لگا تھا جس وقت وہ گھر پہنچا آٹھ بج رہے تھے نائل آفس سے آ چکا تھا اعزاز نے شکر ادا کیا تھا کہ وہ مل گیا۔

"یار میں آج بہت الجھن کا شکار ہوں۔" اعزاز اور وہ ڈائننگ روم میں بیٹھے تھے۔

"تم ابھی کچھ دیر اور الجھن کا شکار رہو میں ذرا اپنی زوجہ سے کہہ آؤں کہ کچھ کولڈ ڈرنک پہنچا دیں کیونکہ کھانے میں تو ابھی ذرا ٹائم لگے گا۔" نائل باہر آ گیا۔

"مجھے یہ تو بتا دو کہ ادھر سب تم سے اتنے خائف کیوں ہیں تمہیں تو خطرناک انسان کہتے ہیں۔" وہ ساری تفصیل جاننا چاہتا تھا۔

نائل نے پھر ساری تفصیل بتائی کہ کیا حالات تھے اور وہ کیوں اتنا خود سر ہو گیا کیوں غصے میں رہتا ہے۔ ابھی وہ بات ہی کر رہے تھے کہ شہرینہ کولڈ ڈرنک لیے اندر آ گئی وہ بلیو کاٹن کے پرنٹڈ سوٹ میں چوٹی بنائے سادہ سی خاصی پر وقار لگی اعزاز نے اس کا بغور جائزہ لیا۔

"یار میری سمجھ نہیں آ رہا کہ میں تمہارے رشتے سے بات کروں یا اپنی کزن سمجھ کر۔" وہ گومگو کی کیفیت میں مبتلا بولا جبکہ شہرینہ گلاس دونوں کے ہاتھوں میں تھما چکی تھی۔

"سو لو اگر تم کزن کے رشتے سے بات کرو گے تو ابھی ہاتھ پکڑ کر نکال دوں گا کیونکہ مجھے نہیں پتہ تھا کہ تم ان کے رشتے دار نکلو گے۔"

"یار عجیب آدمی ہو...... آپ بیٹھیے تو کھڑی کیوں ہیں......" اعزاز کو اس کا یوں کھڑا رہنا اچھا نہ لگا۔

"مجھے ابھی کام ہیں۔" وہ تیزی سے چلی گئی جبکہ اعزاز نے اب اس کی خبر لی۔

"یعنی تم بھابھی سے بدلے لے رہے ہو۔"

"یار مجبوری ہے۔" اس نے صوفے کی پشت سے سر ٹکا دیا۔

"پاگل آدمی خوش رہو اتنی حسین ترین تمہاری بیوی ہے سب سے خوبصورت پیس تو تم نے چرا لیا اس خاندان کا۔" اس نے نائل کی قسمت پر رشک کیا۔

"لعنت ہو تیری سوچ پر۔" اس نے اپنے پیچھے سے کشن اٹھا کر نائل کو مارا تو کولڈ ڈرنک کا گلاس اس کے اوپر ہی اوندھ گیا۔

"اویار......" وہ تو اچانک افتاد پر گھبرا گیا اس کی پوری شرٹ اور پینٹ خراب ہو گئی۔

"اب تو نے بڑھایا ہے کام اپنی بھابھی کے لیے۔" نائل کپڑے جھاڑ کر اٹھا شہرینہ کو بلایا کہ یہاں کی صفائی کرے۔ کولڈ ڈرنک کارپٹ اور صوفے پر بھی گری تھی جبکہ اعزاز شرمندہ بھی ہوا۔

"سوری بھابھی اصل میں یہ بولتا بہت برا ہے اس کی مجھے درگت بنانی پڑتی ہے۔"

"اب تم درگت بنانے کا طریقہ اسے مت بتا دینا ورنہ آج ہی سے مجھ پر مشق شروع۔" وہ شہرینہ پر نگاہ ڈال کر بولا جو بس چپ ہی رہی۔

جب تک شہرینہ نے صفائی کی وہ چینج کر کے آ گیا۔ وہ لاؤنج میں بیٹھ گیا خوب ہنسی مذاق کر رہے تھے شہرینہ نے آج نائل کا نیا روپ دیکھا جو اسے اچھا بھی لگا کیونکہ ہنستا مسکراتا وہ کم ہی تھا کھانا بھی ان لوگوں نے خوب ہنسی مذاق میں کھایا جبکہ اس کا تو دل ہی نہ چاہا امی نے کہا بھی مگر طبیعت کچھ بوجھل سی ہو رہی تھی کچن کے سارے کام نمٹانے میں لگ گئی ایک مہمان کے لیے بھی کافی انتظام کرنا پڑا تھا۔ اب تھوڑا تھوڑا اسے پکانا آ گیا تھا نائل پھر بھی نقص نکالنے سے باز نہ رہتا۔

"گھر شفٹ ہو جاؤں گا تو تم بھابھی کو لے کر آنا۔" اعزاز نے کہا۔

"وہ کہیں مستقبل میں اصل گھر بسانے کا تو ارادہ نہیں۔" وہ معنی خیزی سے پوچھنے لگا۔

"ہو بھی سکتا ہے کیوں کہ دونوں بڑی بہنوں کی شادی تو ہو گئی ہے ایک چھوٹی بہن ہے وہ بھی 7th میں پڑھ رہی ہے امی کو کچھ کچھ احساس ہونے لگا ہے میں شادی کر لوں۔" اعزاز کی ذہن کی اسکرین پر چھم سے صدف آ گئی۔

"ویسے نائل میری یا تمہاری عمر تو نہیں ہے شادی کی پھر بھی تمہاری ہو گئی۔"

"دراصل مجھے اپنی پھوپھو کی راہ سے کانٹا نکالنا تھا اس لیے مجھے یہ جلدی شادی کرنی پڑی۔" اس نے جان بوجھ کر شہرینہ کو سنایا وہ دانت پیسنے لگی۔

"ہیں...... ہیں......" اعزاز اچھل گیا۔

"ہاں یار پھوپھو میری بے چاری کب تک برداشت کرتیں اس لیے سوچا کہ وہاں سے فساد کی جڑ کو نکال کر یہاں دبا لیا جائے۔"

شہرینہ ان کے درمیان بیٹھی جھٹکے سے اٹھ کر تلملاتی اندر چلی گئی اعزاز الگ شرمندہ ہو گیا نائل کو اعزاز نے خوب برا بھلا کہا مگر وہ ہنستا ہی رہا۔

• • •

اعزاز کی امی ابو اور بہن آ چکے تھے وہ سب اپنے نئے گھر میں بھی سیٹل ہو گئے تھے دن پر لگا کر اڑ رہے تھے دونوں

شادی کو سال ہونے والا تھا ابرار احمد ابھی تک اس سے ملنے نہ گئے تھے دل میں ایک پھانس سی چبھ گئی تھی کہ اپنی بیٹی پر انہوں نے ظلم کیا تھا کیونکہ نائل کا موڈ اب بھی درست نہ ہوا تھا وہ لیے دیئے ہی رہتا آتا بھی نہ تھا شہرینہ کو صرف ساتھ لاتا اور ساتھ ہی لے جاتا۔ آمنہ اگر کچھ کہتیں تو وہ اس ٹاپک پر بات ہی نہ کرتا طائشہ اس سے ابھی تک بات نہ کر رہی تھی۔

"ان لوگوں نے نہیں سوچا ہمارے متعلق یہ اسی طرح ہمیں بوڑھا کر دیں گے۔" وہ نہایت غم زدہ لہجے میں کہہ رہا تھا اور وہ چپ تھی۔

"تمہارا بالکل دل نہیں چاہتا کہ تم میرے تمام کام آزادی سے کرو میں اور تم یوں ڈر ڈر کر نہ ملیں۔" وہ دروازے کی چوکھٹ پر ہاتھ رکھے کھڑا تھا۔

"کیا تم صرف اسی پر خوش ہو فارحہ کچھ جذبات و احساسات ہوتے ہیں وہی سب کچھ ہوتے ہیں میرا دل نہیں چاہتا کہ میں بھی سرمد بھائی کی طرح لائف گزاروں۔ لگتا ہے یہ بزرگ ہمیں بھول ہی گئے ہیں دیکھنا اگر میں گھر سے چلا گیا نا تو آؤں گا بھی نہیں۔" وہ خاصا غصہ ہو رہا تھا۔

"یہ کیا کہہ رہے ہیں......" فارحہ تو ڈر گئی۔

"ٹھیک کہہ رہا ہوں میں...... تایا ابو پتہ نہیں کیا سوچ بیٹھے ہیں اس نائل کو دیکھا ہنگامہ کر کے شادی تو کر لی کیا بات ہے اس کی۔" اسے نائل پر رشک آیا۔

"کوئی انہیں اچھا تو نہیں کیا شہرینہ کب خوش ہے ان کے ساتھ...... ساتھ لاتے ہیں اور لے جاتے ہیں بتایئے سکون ہے وہ؟" فارحہ کو یاسر کی بات پسند نہ آئی۔

"یہ شہرینہ کی سوچ کا اثر ہے اسے قبول کر لینا چاہیے ہر لڑکی کی شادی ہوتی ہے اچھا قابل اور خوبصورت شخص ہے دل کیوں بے سکون رہتی ہے۔"

"آہ کتنی آسانی سے آپ نے نائل کی سائیڈ لے لی۔" اس نے یاسر کے ہاتھ چوکھٹ سے ہٹائے اور کمرے سے باہر آ گئی۔

"دیکھو میں بالکل عام لہجے میں بول رہا ہوں شہرینہ سراسر قصوروار ہے کیوں وہ ہنگامے کر رہی ہے آرام سے بیٹھے خواہ مخواہ ابرار چچا کو تنگ کیا ہوا ہے۔" وہ فارحہ کے بدلتے انداز کو دیکھنے لگا۔

"آپ مردوں کو عورتیں ہی قصوروار نظر آتی ہیں آپ مرد تو بہت پارسا ہیں سیدھے ہیں سارے کام خراب عورتیں کرتی ہیں آپ اتنے ہی لاچار ہوتے ہیں نا مجھے خبر نہیں ہے کہ نائل حسن کیا سلوک کرتا ہے شہرینہ کے ساتھ......!" وہ بھی بھڑک اٹھی۔

"یہ شہرینہ کی بے وقوفی ہے جو تمہیں بتاتی ہے۔ اپنی پرسنل لائف کسی سے ڈسکس نہیں کرتے۔" یاسر نے نہایت رکھائی سے کہا۔

"وہ کزن ہے، بہن ہے میری۔ مجھ سے ہی کرتی ہے ساری باتیں اگر بتاؤں نا نائل حسن کی باتیں تو آپ دنگ رہ جائیں۔" وہ آنکھیں نکالے کھڑی تھی۔

"دماغ خراب ہے اس کا اور ساتھ ہی تمہارا بھی اگر اس کا سایہ تم پر پڑتا رہا نا تو تم بھی اسی کی طرح ہو جاؤ گی۔"

"آپ بھی مجھے اس وقت نائل حسن جیسے ہی لگ رہے ہیں اپنی غرض کے......" وہ ایک طنز کا تیر اچھال کر جانے لگی تو یاسر نے اس کا بازو اپنی کھردری انگلیوں سے پکڑ لیا۔

"میں تمہیں نائل حسن لگ رہا ہوں تو تم شہرینہ جیسی مت بنو ورنہ میں بھی مرد ہوں کہیں واقعی اس جیسا بن گیا تو تمہارے لیے مسئلہ ہو جائے گا۔" انداز اس کا خاصا جارحانہ لگا فارحہ بے چاری سہم گئی لب کپکپا گئے دل کی دھک بڑھ گئی کیونکہ آج یاسر کا اس نے نیا روپ دیکھا اسے رونا آیا جو ہر وقت پیار و محبت کی پھوار برساتا رہتا وہ آگ برسا رہا تھا وہ روتی ہوئی بھاگ لی۔ آج طائشہ نے پھر ان دونوں کی تلخ کلامی سن لی تھی وہ سمجھ تو گئی یاسر کیوں اکھڑا اکھڑا ہے۔

"نائل تم نے واقعی مجھے منہ دکھانے کا نہیں چھوڑا۔" وہ تاسف سے سوچ کر رہ گئی اس کی خود سمجھ نہیں آ رہا کیسے سب کچھ صحیح کر دے اسے رونا آ گیا۔

● ● ●

فارحہ کی تو دنیا ہی الٹ گئی کیونکہ جو دل کا مکین ہے وہ ہی روٹھ گیا کس سے کہے امی سے بات کرے مگر شرم مانع رہا کہیں بھی دل نہیں لگا طائشہ اس کی کیفیت سے باخوبی آگاہ تھی اس نے خود ہی ابو سے بات کرنے کیونکہ ہر بار ان دونوں کی رخصتی رہ جاتی تھی کسی نہ کسی وجہ سے پھر شہرینہ کا مسئلہ اٹکا ہوا تھا نائل اسے آنے نہیں دے رہا تھا جب تک وہ شامل نہیں ہوگی خوشی میں میں کیسے...... اور ویسے اچھا بھی نہیں لگتا...... وہ کشمکش و پیچ میں مبتلا سرمد سے کہے۔ مگر پھر نائل کا ذکر ہوگا تو وہ کچھ تلخ بھی ہو جائیں گے۔

"وہ لاؤنج سے گزری تو ٹی وی پر جواد احمد کا سونگ "بن تیرے کیا ہے جینا" بج رہا تھا۔

فارحہ نے چونک کر یاسر کو دیکھا جو گانے میں مگن تھا مگر دھانی کلر کے آنچل کو دیکھ کر متوجہ ہو گیا وہ نظر پھیر کر چلی گئی اسے آج یاسر کی آنکھوں میں حسرت، افسردگی اور شکوہ نظر آیا جواد احمد کی آواز پورے گھر میں گونج رہی یاسر کے دل کی عکاسی کر رہا تھا یہ گانا۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی کیونکہ اب تو آنسو سہارا لگے رو چکنے کے بعد وہ باہر آئی تو وہ غائب تھا ٹی وی بھی بند تھا عجیب ملال کی کیفیت ہو گئی۔

"فارحہ بھابھی شہرینہ کے گھر چل رہی ہیں؟" صدف نے گم صم کھڑی فارحہ کو مخاطب کیا۔

"میرا دل نہیں چاہ رہا تم چلی جاؤ۔" صدف نے بغور اسے دیکھا جس کی آنکھوں میں سرخی تھی، جو اس بات کی غمازی کر رہی تھی کہ وہ روتی رہی ہے۔

"اس نے فون پر بہت کہا ہے۔"

"کہا نا چلی جاؤ تم میرا دل نہیں چاہ رہا ہے۔" وہ تیز لہجے میں کہتی اندر چلی گئی۔

وہ سوچ میں پڑ گئی کہ آخر اسے ہوا کیا کشمکش میں پڑ گئی مگر اسے تو جانا تھا کیونکہ شہرینہ یاد جو کر رہی تھی اس نے کہ آمنہ چچی سے چلنے کے لیے کہتی ہے۔

"چچی جان آپ چل رہی ہیں شہرینہ کے؟" وہ عمر کے کپڑوں کو استری کر رہی تھیں۔

"میرے پاس تو آج ٹائم نہیں ہے تم ایسا کرو عمر کے ساتھ چلی جاؤ کیونکہ میں اور بھابھی زینب آپا کے جا رہے ہیں۔"

"کوئی بھی نہیں جا رہا ہے میرے ساتھ۔" وہ منہ بنا کے رہ گئی۔

"بیٹا تم اور فارحہ چلی جاؤ اچھا ہے وہ بھی خوش ہو جائے گی۔" انہوں نے عمر کی شرٹ ہینگر کی اور وارڈروب لاک میں ہینگر کو لٹکایا۔

"ارے ہاں یاد آیا زینب آپا نے شہرینہ کو بھی تو کہا ہوگا میلاد اور قرآن خوانی کا......"

"زینب آنٹی کے بیٹے پہلے ہی کہہ آئے ہوں گے کیونکہ نائل بھائی تو ان کے دوست ہیں وہ کوئی ہمارے

تھوڑی کہنے گئے ہوں گے۔"

آمنہ نے چونک کر اس کی جانب رخ کیا تو صدف ایک دم خجل ہو گئی۔

"رہنے دو کوئی نہیں جا رہا ہے۔" وہ کھسیا گئی۔

"تم عمر کے ساتھ چلی جاؤ کالج سے آ چکا ہے۔" انہیں اس پر ترس آیا۔

"رہنے دیں کل تو ملاقات ہو ہی جائے گی زینب آنٹی کے گھر۔" اس نے پھر خود ہی جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا وہ مسکرا کر رہ گئیں۔

زینب یہاں شفٹ ہوئیں تو سب ہی رشتے داروں کو نئے گھر کی خوشی اور اعزاز کی جاب کی خوشی میں میلاد اور قرآن خوانی میں بلایا اتنی جلدی انہوں نے یہاں گھر سیٹ کیا تھا۔ کیونکہ انعام انکل نے اٹھارہ سال جدہ میں گزرے تھے اس لیے پیسہ ٹھیک ٹھاک جمع کر لیا تھا پھر بیٹیاں بھی اچھی جگہ شادی ہو کر گئیں اعزاز کو بھی انہوں نے اعلیٰ تعلیم امریکہ میں دلوائی جو آج ایک قابل انجینئر بن چکا تھا اعزاز سے چھوٹا فراز میٹرک سے فارغ ہوا تھا اس کو ڈاکٹر بنانے کا ارادہ تھا کچھ وہ ذہین بھی بہت تھا۔

صدف کا جانا تو رہ گیا البتہ اس دن اعزاز آ گیا اس کی شوخ نگاہوں نے صدف کا طواف کرنا شروع کر دیا تو وہ کھسیا گئی۔

"آنٹی اگر ان سب کو آج ہی بھیج دیں گھر تو رونق لگ جائے گی۔" اس نے رک رک کر کہا۔

"بیٹا یہ کہاں آج نہیں جا سکتے کیونکہ صدف اور فارحہ کی کچھ طبیعت خراب ہے بلال اور عمر کہہ رہے تھے جانے کو۔" تائی امی نے کہا۔

"وہ امی نے کہا تھا کہ فارحہ اور صدف کو بھی کہہ دوں۔"

"زینب سے کہنا کل صبح سے آ جائیں گی۔" وہ جان بوجھ کر منع کر رہی تھیں۔

"جیسے آپ کی مرضی۔ وہ افسردہ ہو گیا۔

"ارے صدف...... کدھر گئی لڑکی؟" انہوں نے اب صدف کو پکارا۔

"آنٹی میں اب چلوں گا...... مجھے کہیں ضروری جانا ہے۔"

"کچھ کھائے بغیر بالکل نہیں جاؤ گے۔" انہوں نے پیار بھری ڈانٹ پلائی۔ پھر صدف کو پکارا تو وہ اسپاٹ چہرے کے ساتھ چلی آئی۔

"بیٹا کچھ کھانے کو لاؤ اعزاز کے لیے کتنی دیر سے بیٹھا ہے۔"

"تائی امی! کباب تل رہی تھی، چائے بنا لی ابھی لا رہی ہوں۔" وہ ماتھے سے پسینہ صاف کر کے بولی اعزاز نے اس کا جائزہ لیا اچھی بھلی تو تھی پھر انہوں نے کیوں کہا کہ طبیعت خراب ہے۔

"جاؤ جلدی لاؤ اعزاز بیٹا تم بیٹھو میں ذرا ابھی آئی۔" وہ اٹھ کر اندر چلی گئیں وہ ہال میں بیٹھا تھا سیدھا اٹھ کر جلدی سے کچن میں آیا تو وہ پلیٹوں میں کباب رکھ رہی تھی۔

"آنٹی کہہ رہی تھیں کہ آپ کی طبیعت خراب ہے۔"

"جی ہاں کل سے نزلہ ہو رہا ہے...... کیوں آپ دوائی دیں گے۔" اس نے مذاق میں اڑائی۔

"جی دل تو یہی چاہ رہا ہے۔" اس نے ذرا لہجہ کو خوابیدہ بنایا تو صدف کے ایک لمحے کو ہاتھ کانپے، دل کی رفتار میں اضافہ ہو گیا۔

''وہ میرا مطلب تھا کہ آپ سب کزنز ہمارے گھر جمع ہوتے تو مزا آجاتا۔'' اس نے جھٹ بات گھما دی۔

''کل کا انتظار کرلیں مزا ہی مزا ہوگا۔'' اس نے ٹرے اٹھا کر کاؤنٹر پر رکھی اعزاز نے اس کی سلیقہ مندی کو سرا انداز میں دیکھا ایک کباب اٹھا کر منہ میں رکھا۔

''چلتا ہوں کسی دن فرصت سے کھاؤں گا۔'' وہ تیزی سے کہتا نکل گیا صدف کو غصہ تو بہت آیا ایک تو نزا اسے امی نے اٹھایا دل نہیں چاہ رہا تھا کچھ موڈ خراب تھا کوئی بھی شہرینہ کے لے کر نہیں گیا تھا اور وہ صرف ایک کبا کھاتا ہوا چلا گیا۔

● ● ●

''آپ چالاک کتنے ہیں بڑا کمرہ خود نے لے لیا۔'' فراز نے اس سے کہا جو شیو بنا رہا تھا کمرہ واقعی کافی وسیع ہر چیز خوبصورت تھی۔ فرنیچر سے لے کر کارپٹ اور پردوں تک اعزاز نے خود اپنی مرضی رکھی تھی۔

''تم ہو بھی تو مجھ سے چھوٹے۔'' وہ باتھ روم کے دروازے میں کھڑا بولا۔

''یہ خوب رہی...... ہوں بھی چھوٹا۔ ہر جگہ ہم چھوٹے ہی مارے جاتے ہیں یہ دیکھیں امریکہ میں آپ نے سال گزارے اور ابو مجھے کسی طور پر نہیں بھیج رہے۔'' وہ لپٹا ہوا مسلسل اس سے شکایتیں کر رہا تھا۔

''ابھی بڑے تو ہو جاؤ میٹرک کیا ہے ابھی تم نے میڈیکل جوائن کرنا ہے پھر اس کے بعد تم نے اور محنت کرنی کم از کم چھ سال بلکہ آٹھ سال تک باہر نہیں جا سکتے۔''

''پھر تو بھائی میں بوڑھا ہو جاؤں گا۔'' وہ منمنایا۔

''ہاں مجھ سے پہلے بوڑھے تم ہی تو ہو گے۔'' وہ ہنسا شیو کرنے کے بعد وہ کاندھے پر تولیہ ڈال کر اپنا استری وائٹ کرتا شلوار اٹھا کر جائزہ لینے لگا۔

''یار بھائی مجھ سے نہیں پڑھا جائے گا یہ سب ڈاکٹر بن کے میں نے کیا کرنا ہے۔'' وہ تیزی سے اٹھا۔

''کچھ مت کرنا گھر میں بیٹھے رہنا۔'' اس نے اب چھیڑا۔

''پتہ ہے ابرار انکل کا عمر بھی یہی جوائن کرے گا ارے تم اس بچے کو دیکھو کتنا ذہین ہے ہر وقت پڑھتا رہتا۔

''جب ہی گھس گیا ہے۔'' اس نے ہنس کر کہا۔

''میرے خیال میں تم نے آج بکواس کرنی ہے۔ جلدی تیاری پکڑو کیونکہ مہمان آنے والے ہیں مجھے سامان وغیرہ لینے مارکیٹ جانا ہوگا۔'' اس نے اب باتھ روم کا رخ کیا یک دم پھر یاد آیا۔

''نائل اور اس کی مسز آئیں گے تم ذرا تمیز کے دائرے میں رہ کر ریسیو کرنا سمجھے کبھی اس سے بھی بکواس شرو دو۔'' اس نے ساتھ ہی تنبیہ کی۔

''چلو آج انہیں بھی دیکھ لوں گا تصویر میں تو دیکھا ہی تھا آج لائیو دیکھوں گا آخر ہیں کیا چیز جس کی ہر تعریفیں کرتے رہتے ہیں۔'' وہ بڑبڑاتا ہوا نکل گیا۔ اعزاز جلدی جلدی باتھ لینے کے بعد تیار ہو گیا وائٹ کرتا میں لمبا چوڑا اعزاز کافی ڈیشنگ لگ رہا تھا۔ ساری مہمان خواتین آچکی تھیں بڑے کمرے میں قرآن خوانی تھی۔ ''انوار ولا'' سے بھی تمام لوگ آگئے تھے آج ویسے بھی چھٹی تھی اس لیے آج کا دن منتخب کیا کہ سب لوگ آ جائیں اعزاز بالوں میں ہاتھ پھیرتا ہوا اندر آیا تو اس نے صدف کو متلاشی نگاہوں سے دیکھا جو امی کے پہلو میں نظر آئی۔ لیمن کلر کے پلین کاٹن کے کڑھائی والے سوٹ میں اپنے وجیہہ سراپے کے ساتھ اعزاز کو۔

◆◆◆

اپنے دل میں اترتی محسوس ہوئی اسے اپنی یہ حرکت اچھی نہ لگی مگر جب اس پر اس کی چھوٹی بہن عفرا کی نگاہ پڑی وہاں سے ہٹ کر باہر پورچ میں آ گیا۔ کیونکہ نائل کا انتظار تھا جو ابھی تک نہیں آیا فون بھی کیا پتہ چلا نکل چکا ابھی اس نے اندر کی جانب نگاہ دوڑائی ہی تھی کہ گیٹ سے سلور لینڈ کروزر داخل ہوئی نائل اور شہرینہ تھے۔

''السلام علیکم بھابھی۔'' اعزاز اسے بھابھی ہی کہتا شہرینہ نے آہستگی سے سلام کو جواب دیا وہ کاسنی کپڑوں میں ن اداس لگی۔

''یار تمہیں پتہ ہے خواتین کی تیاریوں کا۔''

''ارے جھوٹ تو نہ بول بھابھی بالکل سادی سی ہیں مجھے تو نہیں لگتا کہ انہوں نے دیر لگائی ہو البتہ تمہیں دیکھ کر ازہ ہو رہا ہے۔'' اعزاز نے اسے بھی کرتے شلوار میں ملبوس ہی دیکھا تو پھر بھی ٹوک گیا۔

''بھابھی ویسے بتایئے دیر کس نے لگائی؟'' وہ تینوں اب اندر آ گئے۔

''میں تو تیار ہو گئی تھی یہ ہی کہیں کام سے گئے ہوئے تھے اس لیے دیر ہو گئی پھر کوئی ملنے والا آ گیا۔'' اس نے سچ بتا

-

''دیکھا بچا لیا تمہیں بھابھی نے۔'' وہ ہنسا۔

نائل کو وہ اپنے کمرے میں لے گیا جبکہ شہرینہ ہال میں آ گئی سب نے ہی اسے خوش ہو کر سلام کا جواب دیا وہ رحہ کے برابر میں جا کر بیٹھ گئی قرآن خوانی کے بعد میلاد ہوا وہ بھی صدف اور عفرا نے پڑھا مغرب سے پہلے میلاد ی ختم ہو گیا چند خاص خاص ہی لوگ تھے گھر کافی بڑا تھا مگر ایک دم بھر گیا تھا اس لیے کچھ لوگ لان میں بچھی کرسیوں ں جا کر بیٹھ گئے۔

''تم لوگ بالکل نہیں آتی ہو۔'' شہرینہ نے فارحہ سے ناراضگی سے کہا۔

''تم آجاتیں نا......'' وہ بولی۔

''مجھ پر پابندی نہ ہوتی تو فوراً آجاتی۔'' اب اس نے سنایا طائشہ کو جو انس کو پانی پلانے جا رہی تھی۔ کچن میں مگر خفیف سی ہو گئی وہ جلدی سے انس کو پانی پلانے کے بعد باہر آ گئیں تو نائل اندر آ گیا طائشہ سے ملنے کیوں کہ بات نہیں کر رہی تھی۔

''آپی انس کو ادھر دیں۔'' وہ انس کو گود میں لینے لگا۔

''رونے لگے گا چھوڑو اسے۔'' اس نے رکھائی سے کہا۔

''آپی کیا ہوا ہے؟'' وہ جزبز ہو گیا کیونکہ طائشہ نے اس کا ہاتھ جو جھٹک دیا تھا۔

''عمر ادھر آؤ۔'' طائشہ نے دور کھڑے عمر کو پکارا تو وہ آ گیا۔

''انس کو اس کے بابا کو دے آؤ۔''

عمر اسے گود میں اٹھا کر لے گیا جبکہ وہ حسرت بھری نگاہوں سے بس دیکھتا رہ گیا کچھ بول نہ سکا کہ سب میں تماشا نہ بنے گا۔

نو بجے کھانا کھایا گیا کچھ مہمان رخصت ہو چکے تھے مگر ابھی یہ سب موجود تھے نائل بھی جانے کے لیے پر... تھا مگر اعزاز نے اسے روکا۔

"آنٹی اب اس سے کہیں مجھے جانے دے۔" نائل نے زینب کو امداد طلب انداز میں پکارا۔

"ارے بیٹا جلدی کیا ہے، چلے جانا۔"

"ہاں امی یہ آدمی نا بس اپنی کرتا ہے سنتا کب ہے کسی کی۔"

شہرینہ مسلسل اسے دیکھے جا رہی تھی کہ کب جانے کو کہے کیونکہ اگر لاپرواہ ہو گئی تو گھر جا کر الٹا اسے ہی مو... ٹھہرائے گا کہ تمہیں جانے کی فکر ہی نہ تھی۔

"اعزاز یار! اب واقعی جانے دے امی انتظار کر رہی ہوں گی کیونکہ انہیں مجھ سے زیادہ اپنی بہو کی فکر رہتی... وہ کھڑا ہو گیا تھا۔

"پھر بتاؤ کب آؤ گے؟"

"یار تم ابھی چھڑے چھانٹ ہو آ سکتے ہو میں اپنی شادی شدہ لائف سے ذرا مشکل سے ٹائم نکال پاؤں گا..." مسخرے پن سے گویا ہوا۔

"کیا بکواس ہے۔" اعزاز جھینپ گیا۔

"نائل بھائی اپنے برادر بھی بس اس سال بیچلر رہیں گے دیکھیے گا جلدی ہی دولہا بنیں گے۔" فراز نے لقمہ د...

"اسے زیادہ پتہ ہے رشتے پکے تو یہی کرتا ہے نا۔" اعزاز نے فراز کے دھپ لگائی۔

"دو تین میں نے آج پسند کر لی ہیں۔"

"چل تیری ایک نہیں دو تین کرائیں گے شادی۔" نائل نے شوخی سے کہا۔

"نائل بھائی، شہرینہ پوچھ رہی ہے کہ کب تک چلنا ہے؟" صدف ان لوگوں کے درمیان آ کر پوچھنے لگی تو... بات رہ گئی۔

"کہو کہ فوراً آ جاؤ میں ریڈی ہوں۔" وہ پاکٹ سے کی رنگ نکال کر بولا۔ اعزاز نے صدف کو بغور دیکھا ایک... کو کھو بھی گیا وہ تو چلی گئی مگر وہ سکتے میں رہا۔

"اے کہاں......" نائل نے اس کے دھپ لگائی تو اچھل گیا۔

"بیٹا سمجھ گیا میں آ تو تم گھر، خبر تمہاری لوں گا میں۔" وہ معنی خیزی سے گویا ہوا۔

"نائل بھائی میں تو شروع میں ہی سمجھ گیا تھا جب بائی لیگ کر انہیں پلیٹیں پکڑا رہے تھے۔"

"فراز پٹ جاؤ گے میرے ہاتھوں سے۔" وہ بری طرح جھینپا تھا۔

"بیٹا پٹوں گا تو میں تمہیں، کہیں پہ نگاہ اور کہیں پہ نشانہ۔" وہ ہنسا۔

دونوں اور ہنسی مذاق کرتے مگر پھر آمنہ نے آ کر نائل کو پکڑ لیا جو بس اکتاہٹ کا شکار ہو گیا کیونکہ وہ اسے... کہہ رہی تھیں۔

"کیا حشر کر دیا ہے نائل تم نے اس کا!"

"کس کا......" وہ انجان بنا۔

"بننے کی ضرورت نہیں ہے شہرینہ کے بارے میں پوچھ رہی ہوں۔"

"اوہ اچھا! اس کے بارے میں، ابرار انکل کی بیٹی کا دماغ درست کر دیا ہے میں نے۔ میرے بغیر تو وہ...

نہیں لیتی۔"

"دل تو یہ چاہ رہا ہے کہ تمہارا سر توڑ دوں اتنی کمزور لگ رہی ہے وہ۔"

"اچھا غور نہیں کیا اب جا کر غور سے دیکھوں گا ویسے آپ نے بتا کر اچھا نہیں کیا کیونکہ اس کی ہی خیر نہیں ہو گی آپ کو میرے متعلق تو پتہ ہی ہے۔"

"نائل نائل کیوں کر رہے ہو ایسا۔" انہوں نے دبے دبے لہجے میں ڈانٹا۔

"پھوپھو ابھی مجھے جانے دیں دیر ہو رہی ہے۔" وہ یہ کہہ کر اعزاز کی طرف بڑھا اس کے امی اور ابو سے اجازت لی پھر شہرینہ کو لے کر نکل گیا مگر آمنہ کو ایسا لگا ان کا دل مٹھی میں لے لیا ہو کسی نے۔ وہ ابرار احمد کی سامنے ویسے ہی شرمندہ تھیں۔

● ● ●

"بابا پلیز ایک بار تو مجھے بھی باہر بھیج دیں۔" وہ آج ابرار احمد سے ضد کرنے لگا۔

"بیٹا آپ اپنی ڈاکٹری پوری کر لو اسپیشلائزیشن کے لیے باہر بھیجوں گا تمہیں۔" انہوں نے عمر سے کہا ان کی خواہش تھی کہ عمر ایک قابل سرجن بنے کیونکہ وہ تو خود نہ بن سکے۔

"بابا آٹھ سال لگیں گے۔" اس نے منہ بنایا۔

"دماغ تو خراب نہیں ہے تمہارا جسے دیکھو باہر جانے کی پڑی رہتی ہے ملتا کیا ہے وہاں جا کر۔" آمنہ نے جل کر کہا۔

ابرار احمد خفیف سے بھی ہوئے اور کچھ شرمندہ بھی کیونکہ انہیں لگا کہ وہ ان پر طنز کر گئی ہیں۔ وہ پہلو بدل کر اٹھ گئے آمنہ کو بھی احساس ہو گیا۔

"مجھے پتہ ہے آپ کیوں کہہ رہی ہیں۔" عمر بھی کھڑا ہو گیا۔

"عمر فضول بحث نہیں کرو ابھی تمہیں پڑھنا ہے یہ سب بعد کی باتیں ہیں چلو جاؤ یہاں سے۔" اب انہوں نے ناراض انداز میں ڈانٹا تو منہ بسورنے لگا ابرار احمد نے پیار بھری نگاہ ڈال کر اسے اپنے ساتھ لگا لیا۔

"پاپا امی مجھے شروع سے ایسے ہی ڈانٹتی ہیں وہ تو نائل بھائی سائیڈ لے لیتے تھے ورنہ امی کی پوری کوشش ہوتی کہ مجھے بس پڑھاتی رہیں۔" آج وہ دل کھول کر آمنہ کی شکایت کرنے لگا۔

"بیٹا آپ کا ہے نا تو ضدیں بھی شاہانہ ہی ہیں اس کی نائل سے ضد کر کے پتہ نہیں کیا فرمائشیں کرتا رہتا تھا دو کمپیوٹر نائل نے صرف اس کو لا دیئے۔" وہ بتانے لگیں۔

ویسے پاپا نائل بھائی بڑے سخی دل ہیں۔" وہ خوشی سے بولا۔

ابرار احمد کے چہرے پر ایک رنگ آ کر گزر گیا نائل تو پھر بھی نہ بدلا تھا انہیں شہرینہ کا خیال آتا رہتا جس کے ساتھ وہ اچھا نہیں کر رہا تھا آمنہ صوفے سے کھڑی ہوئیں اور ان کے قریب چلی آئیں وہ سمجھ گئی تھیں شہرینہ کا خیال آ گیا ہے۔

"کہہ رہے تھے کہ فرسٹ ایئر میں اگر مارکس اچھے آئے تو زبردست گفٹ ملے گا۔" وہ بتا رہا تھا جبکہ وہ چپ ہی رہے۔

"عمر تم اب جاؤ کمرے میں ویسے ہی کالج سے ابھی آئے ہو آرام کرو پھر تمہیں پڑھنا بھی ہو گا۔" انہوں نے عمر کو اٹھایا کیونکہ وہ خود ایک ٹیچر تھیں مگر جب سے یہاں آئی تھیں وہ چھوڑ چکی تھیں وہ عمر کی پڑھائی کی طرف سے فکرمند رہتیں۔

"ابرار میں آپ سے ایک بات کہوں......؟" وہ ان کے پہلو میں آ کر بیٹھیں۔

انہوں نے سر جھکائے سر ہلایا۔

"شہرینہ کے ساتھ آپ نے بہت برا کیا ہے وہ بہت خائف ہو گئی ہے آپ سے۔"

”بس آمنہ! تم میری یہ غلطی بار بار مت دہرایا کرو میں تو یہ لڑائی ختم کرنا چاہتا تھا مجھے کیا معلوم تھا کہ نائل رہے گا مگر مجھے اس سے پھر بھی کوئی شکوہ یا گلہ نہیں کیونکہ مکافاتِ عمل تو ہو کر رہتا ہے۔ میں نے تمہارے سا نہیں کیا، سرمد نے طائشہ کے ساتھ اب تو بازی اس کے ہاتھ آئی ہے۔“ ان کے لہجے میں ایک افسردگی اور کرَ نمایاں تھی آمنہ لب بھینچ کر رہ گئیں کیونکہ وہ خود ان کے سامنے شرمندہ تھیں نائل بھتیجا تو انہیں کا ہے پھر بھی ا سے ذرا بھی اکھڑے نہ رہتے وہ آمنہ کا اسی طرح ہی خیال کرتے ان کی آنکھوں میں نمی جھلملانے لگی۔

”ابرار میں بہت شرمندہ ہوں کیا کروں وہ کسی کی نہیں سنتا۔ بھابھی تک پریشان ہیں طائشہ الگ اس سے ہے بات تو در کنار اس نے جانا تک چھوڑ دیا اور میں اس لیے نہیں جاتی کہ بیٹی پہلے خوشی خوشی یہاں آئے تو ب لگے گا۔“ وہ رو دیں۔

”آمنہ...... آمنہ! کیا کر رہی ہو......“ انہوں نے آمنہ کو بازوؤں سے تھاما۔

”نائل نے مجھے آپ کے سامنے سر اٹھانے کا نہیں رکھا وہ......وہ......“

”بس آمنہ ایک لفظ...... کچھ نہیں بولنا آگے وہ میری بیٹی کا سب کچھ ہے میں اپنی بیٹی کو خوش دیکھنا چاہتا ہ اگر اسے نہیں بھیجتا یہاں تو کوئی بات نہیں شہرینہ خوش رہے۔“ وہ مغموم سے بولے آمنہ حیران رہ گئیں کہ وہ نائ متعلق کچھ سننا نہیں چاہتے بیٹی دے کر باپ مجبور اور بے کس ہو جاتا ہے انہیں ابرار آج تھکے تھکے لگے۔

”میں کل ہی نائل کو پوچھوں گی جا کر......“ انہوں نے فیصلہ کر لیا۔

”آمنہ تم ایک لفظ اس سے نہیں بولو گی جو تھوڑا بہت بھرم ہے وہ نہ ٹوٹ جائے۔ تم اس طرح نہیں کرو گی۔“ ا نے روکا وہ بس کسمسا کر رہ گئیں۔ دل تو یہ چاہ رہا تھا کہ نائل کی طبیعت صاف کر دیں۔

”آمنہ چچی...... آمنہ چچی۔“ صدف کی آواز آئی تو وہ سنبھل گئیں جلدی سے کمرے سے باہر آئیں۔

”چچی جان کوئی جویریہ آئی ہے آپ کو پوچھ رہی ہے۔“ اس نے بتایا۔

”جویریہ......“ وہ زیرِ لب بولیں ذہن پر زور دیا پھر اس کی ہمراہی میں ڈرائنگ رم میں آئیں تو وہ بڑی مضمحل بیٹھی نظر آئی۔

”اوہ تم ہو......“ انہوں نے جویریہ کو پیار کیا۔ جویریہ ان کی اسٹوڈنٹ تھی اور ان سے کچھ اٹیچ بھی زیادہ تھی۔

”مس آپ کا ایڈریس بڑی مشکل سے ملا ہے، بہت تگ و دو کر کے آئی ہوں۔“ وہ ان کے مل جانے پر فوا ت سے گویا ہوئی۔

”کالج سے لیا ہو گا ایڈریس؟“ وہ اس کے سامنے والے صوفے پر بیٹھ گئیں۔

”پرنسپل سے لیا پھر آپ کے پہلے والے گھر گئی پتہ چلا آپ اپنی سسرال میں رہتی ہیں۔ آپ کی بھابھی تھیں گھر انہوں نے ہی چوکیدار کے ساتھ یہاں بھیجا ہے۔ مس میں ڈرتے ڈرتے یہاں آئی ہوں۔“ وہ خاصی گھبرائی ہوئی لگی۔

”میرے ساتھ میرے خوشحال بابا آئے ہیں گاڑی تو آپ کے پرانے والے گھر کے پاس کھڑی ہے۔ مس چھپ کر آئی ہوں۔“ وہ بہت آہستگی سے بولی آمنہ کو اپنی یہ معصوم سی اسٹوڈنٹ شروع سے اچھی لگی ہے اس لیے ان سے ساری گھریلو باتیں بھی کر لیتی تھی۔

”مس آپ نے کالج چھوڑا تو میں نے بھی کالج چھوڑ دیا۔“

”ہیں...... مگر کیوں بیٹا! یہ تم نے غلط کیا میں نے تو کالج اس لیے چھوڑا کہ میرے ہسبنڈ اب پاکستان آ گئے تو انہوں نے مجھے منع کر دیا اس لیے بھی جوائن نہ کیا۔“ انہوں نے اپنی توجیہہ ساتھ پیش کی۔

”مس میرا پڑھائی سے دل اچاٹ ہو گیا میرے ڈیڈی نے میری اسٹیپ مدر کے کہنے میں آ کر کالج بھی چھڑا دیا وہ نہیں چاہتیں کہ میں باہر کی دنیا دیکھوں مس میں بہت مشکل میں گرفتار ہوں۔“ وہ ان کے آگے رو دی۔

”جویریہ...... جویریہ بیٹا رو نہیں۔“ انہوں نے اسے اپنے گلے سے لگایا وہ اب ہچکیوں سے رو دی۔

”مس میری شادی کر رہے ہیں ڈیڈی ممی کے بھتیجے سے۔ مس مجھے اس سے بہت ڈر لگتا ہے اتنا بڑا ہے وہ مس بہت بڑا ہے۔“

”ابھی تم تو خود چھوٹی ہو شادی کی اتنی جلدی کیا ہے۔“ وہ خود حیران ہوئیں۔

”ڈیڈی کو میرا بالکل خیال نہیں مس وہ ڈیڈی کو بے وقوف بنا رہی ہیں میں نے ان کی اور ان کے بھتیجے فرحان کی گفتگو سنی ہے ڈیڈی کو میں بتاتی بھی ہوں تو وہ یقین نہیں کرتے۔ مس میں ان دنوں بہت پریشان ہوں ابھی تو میرا انٹر بھی پورا نہیں ہوا ہے وہ میری شادی کے پیچھے لگ گئے ہیں۔“ وہ رو رہی تھی۔

اتنے میں صدف اس کے لیے کچھ لوازمات اور کولڈ ڈرنک لے آئی دیکھا تو وہ آمنہ کے گلے لگے رو رہی تھی۔ صدف نے آمنہ سے اشارے سے پوچھا بھی مگر انہوں نے بس چپ رہنے کا اشارہ کیا۔

”جویریہ اس طرح روتے تھوڑی ہیں شاباش خاموش ہو جاؤ......“

”مس میں شادی بالکل نہیں کروں گی مر جاؤں گی زہر کھا لوں گی مگر میں شادی بالکل نہیں......“ وہ ہذیانی ہو گئی۔ آمنہ نے بڑی مشکل سے اسے چپ کرایا، کولڈ ڈرنک کے دو تین سپ دلوائے تاکہ وہ کچھ بہتر ہو۔

”ابھی تم کیسے آ گئیں......؟“

”ڈیڈی کل فرانس گئے ہیں اور ممی باہر نکلی ہیں میں فوراً ڈرائیور کے ساتھ آئی ہوں۔ ڈرائیور خوشحال بابا بہت اچھے ہیں وہ ہی تو آپ کے بعد مجھے بہلاتے رہتے ہیں۔“ وہ سر جھکائے بولی صدف بھی حیرانگی سے سنتی گئی۔ پھر وہ باہر اٹھ کر آ گئی کیونکہ بلال کے شور کرنے کی آواز آئی تھی۔

”یہ باہر لان میں کون بیٹھا ہے؟“ اس نے صدف سے پوچھا۔

”آمنہ چچی کی کوئی اسٹوڈنٹ ہے، اس کا ڈرائیور ہے۔“

”اسٹوڈنٹ کے ڈرائیور کا یہاں کیا کام؟“ وہ کچھ سمجھا نہیں۔

”ارے وہ اس کے ساتھ آئی ہے تم تو جراح کرنے لگتے ہو اندر بیٹھی ہے آہستہ بولو۔“ ساتھ اس نے بلال کو سرزنش کی۔

وہ پھر چپ ہو گیا لاؤنج میں آ کر بیٹھ گیا۔ ٹی وی فل آواز میں آن کر دیا آواز گونجنے لگی۔

”بلال آواز تو آہستہ کر لو۔“ وہ چیخ کر بولی۔

”تم روئی لگا لو کان میں، میں تو ایسے ہی دیکھوں گا۔“ وہ اب کاؤچ پر جوتوں سمیت لیٹ گیا۔

”تائی امی سے شکایت کرتی ہوں تمہاری......“ وہ پیر پٹختی چلی گئی اور وہ چینل پر چینل بدلتا رہا۔ اتنے میں آمنہ اور جویریہ ڈرائنگ روم سے نکلیں۔ جویریہ نے ٹی وی کی آواز پر نگاہ اٹھا کر دیکھا، بلال نے آواز دھیمی کر دی اور اٹھ بیٹھا۔ وہ نازک سی چھوٹی سی لڑکی جو سبز کپڑوں میں روتی ہوئی جا رہی تھی وہ اچنبھے میں پڑ گیا۔

”اب تم رونا بالکل نہیں، میں تمہیں فون کروں گی۔“ وہ اسے تسلی دینے لگیں اور وہ باہر نکل گئی۔ بلال دیکھنے کے اشتیاق سے گلاس وال کے پاس آیا تو وہ ڈرائیور کے ساتھ باہر نکل چکی تھی۔ آمنہ اندر آئیں تو وہ ہٹ گیا۔

”چچی جان یہ رو کیوں رہی تھی؟“ اس سے رہا نہ گیا۔

"بس ایسے ہی رو رہی تھی۔"

"ایسے ہی کوئی نہیں روتا کوئی تو وجہ ہوگی۔" وہ پھر مطمئن نہ ہوا۔

"بے چاری اکلوتی ہے اپنے باپ کی مگر سلوک وہ سوتیلوں جیسا کر رہا ہے۔ اسی وجہ سے رو رہی تھی۔" انہوں پھر بھی اسے تفصیل سے نہ بتایا۔

• • •

جہاں آراء کی تین دن سے کافی طبیعت خراب تھی، جوڑوں کے درد اور پھر بلڈ پریشر سے بھی۔ وہ اور کمزور تھیں۔ شہرینہ تو بالکل ہی بوکھلا گئی سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے اوپر سے نائل کی لرزہ دینے والی آواز اس کے اوسان خطا کر دیتی وہ اس سے اب تو کچھ کہہ بھی نہیں سکتی اور اگر کبھی جل کر کہہ بھی دیتی تو پھر اس کی اچھی خاصی وہ خبر لیتا۔

"امی کو دوائی دی تم نے......؟" وہ ان کے پاس بیٹھا تھا تو شہرینہ ان کے لیے کھانا لائی تھی مگر اس کے اچانک پوچھنے پر تھوڑی ڈری تھی۔

"وہ میں ابھی دینے والی تھی سوچا کہ پہلے کھانا کھالیں۔"

"تم آخر اتنا الٹا کیوں سوچتی ہو...... میں امی کی طرف سے بالکل بھی غفلت نہیں دیکھ سکتا۔"

"مین دوائی خود بھی کھا سکتی ہوں اس پر کیا غصہ کر رہے ہو۔" انہوں نے نائل پر خشمگین نگاہ ڈالی جو چیئر پر مسلسل شہرینہ کو گھور رہا تھا۔

"امی آپ کا خیال یہ رکھے گی......"

"میں خود بھی رکھ لوں گی وہ بچی اور کیا کیا کرے گی میرے بیمار پڑنے سے وہ تو پریشان ہو گئی ہے۔ نائل میں کہے دیتی ہوں کل تک اگر تم نے کسی ماسی کا بندوبست نہیں کیا تو یاد رکھنا میں بات نہیں کروں گی۔" اب انہوں نے کرخت انداز میں کہا۔

"امی مگر وہ کام کب اچھا کرے گی۔"

"شہرینہ کچن دیکھے گی وہ صفائی ستھرائی کرے گی تمہارے دس کام ہوتے ہیں اس بچی کو تو ابھی کچھ آتا بھی نہیں۔"

"آپ بچی کہہ کہہ کر اس کا دماغ میں اور بٹھا دیں کہ وہ واقعی بچی ہے۔" وہ تنک گیا۔

"شادی شدہ ہے کوئی منی نہیں رہی ہر چیز آنی چاہیے۔"

"اتنا کرتی تو ہے اور تم کیا چاہتے ہو......" انہوں نے ٹرے سائیڈ ٹیبل پر رکھ دی۔

"میں چاہتا ہوں کہ وہ سارے کام خود کرے آپ بالکل نہ کریں۔"

"میں ویسے بھی کب کرتی ہوں، سارے کام وہی کرتی ہے۔" انہوں نے کہا۔

"ہر وقت منہ بسورے رہتی ہے دیکھتی ہیں آپ......"

"سب تیری وجہ سے ہے اپنا رویہ درست کر لے اتنی پیاری لڑکی ہے مت کر اسے تنگ نائل۔ خیال کر اس کا مت سزا دے اسے۔" اب وہ ملتجی لہجے میں گویا ہوئیں تو نائل پہلو بدل کر رہ گیا۔

"یہ سزا اس نے خود تجویز کی ہے پھوپھو سے یہ معافی مانگ لے میں بھی بخش دوں گا۔" اب وہ ذرا جا کر کیونکہ وہ اندر آ چکی تھی۔

"کہو معافی مانگو گی؟" اس نے شہرینہ کا راستہ روکا۔

"امپاسبل......" وہ ٹرے اٹھا کر تیزی سے نکل گئی۔ جہاں آراء بیگم نے نائل کو دیکھا جو ذرا سنجیدہ سا ہو گیا۔

"آپ دوائی وقت پر لے لیں پھر کل آپ کو میں ڈاکٹر کے پاس لے جاؤں گا۔" وہ پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے تھا۔ انہوں نے کروٹ لے لی کیونکہ نائل پر کسی بات کا اثر نہیں ہو رہا تھا وہ تو بس یہی دعائیں کرے جا رہی تھیں کہ نائل شہرینہ کو سچے دل سے اپنا لے۔

"کھانا کھایا تم نے؟" اس نے شہرینہ سے پوچھا جو غصے میں بھری بیٹھی تھی۔

"آپ کو تو پکا ہوا مل جاتا ہے آپ کھالیں۔" جل کر جواب دیا۔

"ظاہر ہے پکا ہوا ملے گا تو کھاؤں گا اگر ایک دن بھی پکا ہوا نہیں ملا اس دن تمہاری شامت ہے۔" وہ دل جلانے والے انداز میں بولا تو وہ منہ پھیر کر رہ گئی۔

"بتاؤ پھوپھو سے معافی مانگو گی یا نہیں۔" وہ اٹھ کر اس کے قریب ہی براجمان ہو گیا۔

"کبھی نہیں مانگوں گی...... سمجھے آپ......"

"سوچ لو فائدہ تمہارا ہی ہوگا میرا انداز اور رویہ بھی تمہارے ساتھ بدل جائے گا۔" وہ ذرا معنی خیزی لیے ہوئے اسے دیکھنے لگا تو شہرینہ نے منہ گھما لیا۔

"مجھے کیا کرنا ہے آپ کے بدلے انداز اور رویے سے آپ کا تو کام نکل رہا ہے نا مجھے کیا فرق پڑے گا۔"

"فرق تو خیر پڑے گا خوش رہو گی۔"

"بڑی خوش فہمی ہے کہ میں آپ کے ساتھ خوش رہوں گی۔ سنیے مسٹر نائل حسن مجھے کل بھی آپ سے نفرت تھی اور آج بھی ہے اور کرتی رہوں گی۔" وہ جھٹکے سے کھڑی ہوئی۔

"مجھے کون سا تم سے محبت ہے۔" نائل نے ہاتھ کھینچ کر دوبارہ اپنے قریب بٹھا لیا اور وہ گری بھی اس کے سینے پر ہی وہ سنبھلتی کہ اس نے کاروائی شروع کر دی۔

"پلیز لیو می آلون......" وہ روہانسی ہو گئی۔

"سنو تم نے جو کہا ہے کہ مجھ سے نفرت کرتی ہو، کرتی ہو گی مگر ایک دن ایسا وقت آئے گا کہ تم صرف میرے لیے تڑپو گی۔" وہ وثوق سے بولا۔

"ایسا کبھی نہیں ہوگا جو شخص مجھے ٹارچر کرتا رہتا ہے اس کے لیے تڑپوں بلکہ میں تو موت کی دعا کروں گی۔" وہ غصے سے بول گئی نائل نے جھٹکے سے اسے چھوڑا تو وہ گرتے گرتے بچی۔

"تم سے امید بھی یہی ہے بے وقوف لڑکی لیکن اگر ایسا ہوا تو نقصان تمہارا ہوگا کیونکہ نائل حسن نے کبھی ہار نہیں مانی ہے کیا سمجھیں تم۔" اب وہ اس کا بازو پکڑ کر اٹھانے لگا کیونکہ آج پھر نائل پر دورہ پڑا تھا اور وہ تو چیختی رہی مگر نائل تو جیسے بالکل پتھر ہو گیا اسے نہ شہرینہ کی سسکیوں سے ڈرایا اور نہ ہی آہ و بکا نے روکا۔ جب وہ اسے چیلنج کرتی تو وہ تو جلبلا اٹھتا۔

• • •

"طائشہ تمہاری امی کی طبیعت خراب ہے آمنہ چچی بتا رہی تھیں۔" سرمد آفس سے آنے کے بعد سیدھے اپنے کمرے میں آئے تھے وہ لیٹی ہوئی تھی کیونکہ آج ذہن و دل اداس تھا۔

"جی تین چار دن سے ہے۔" وہ اٹھ بیٹھی۔

"پھر چلتے ہیں دیکھنے کو کافی دن بھی ہو گئے ہیں تم نے بھی جانے کا نام نہیں لیا۔" وہ شرٹ کو پینٹ سے باہر نکال کر اٹھے اپنے کپڑے اٹھائے چینج کرنے کے لیے۔

"آپ ہی کو پھر اچھا نہیں لگتا۔" وہ ذرا خفگی سے بولی۔

"اب میں نے یہ بھی نہیں کہا کہ تم بالکل ہی نام نہ لو۔" وہ ایک نظر ڈال کر چینج کرنے چلے گئے۔ اتنے میں وہ چکی تھی تا کہ کھانے کا پوچھ سکے۔

"ایسا کرتے ہیں ابھی چلتے ہیں کھانا ہم باہر کھالیں گے۔" انہوں نے کرتے کے بٹن بند کیے اور ڈریسنگ سے برش اٹھا کر کرنے لگے۔

"میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔" اس نے اپنی نمی چھپائی۔

"ہیں...... تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں خیریت تو ہے کیا ہوا......" وہ تیزی سے اس کے قریب چلے آئے۔ ذرا سے لگے طائشہ جھینپ سی گئی۔

"بس سر میں درد ہو رہا ہے۔"

"میں سمجھا کہ تم کوئی خبر سنانے والی ہو۔" وہ مسکرائے۔

"جی......" وہ اب حیرت سے آنکھیں پھیلا کر رہ گئی۔

"یار میں کچھ اور سمجھ رہا تھا۔"

"بہت غلط سمجھنے لگے ہیں یہ بتایئے کھانا لاؤں۔" وہ اب اٹھی۔

"میں نے تم سے کہا نا کہ گھر چلتے ہیں تم فوراً تیار ہو جاؤ انس کو بھی کر لو واپسی میں ذرا گھوم آئیں گے تا کہ تمہار طبیعت ٹھیک ہو جائے۔"

"میں نہیں جانا چاہتی گھر......" اب ذرا منمنا کر بولی اصل وجہ تو نائل تھا۔

"طائشہ خیریت تو ہے؟" اب وہ مشکوک ہوئے۔

"امی کی میں نے طبیعت فون پر پوچھ لی تھی ہم گھر نہیں جائیں گے۔" بلاوجہ آنکھ میں آنسو آ گئے۔

"طائشہ ادھر میری جانب دیکھو......"

"پلیز مجھ سے آپ کچھ نہیں پوچھئے گا میں اندر سے گھل رہی ہوں۔" وہ رو دی۔

"طائشہ کیا پاگل پن ہے سنبھالو خود کو...... کیا بات ہے؟" اب وہ بھی فکر مند ہو گئے۔ طائشہ کو اپنے حصار میں لے لیا۔

"ہم سے بہت بڑی غلطی ہوئی ہے نائل نے ہمیں تنگ کر کے رکھا ہوا ہے۔"

"کیا بات ہے مجھے اصل بات بتاؤ ناراضگی ہے نا نائل سے تمہاری۔" انہوں نے اس کا چہرہ اٹھایا جو رو رو کر سرخ ہو گیا تھا۔

"وہ...... وہ کسی کی نہیں سن رہا ہے اپنی کرے جا رہا ہے۔"

"کرنے دو اپنی کب تک کرے گا ایک دن احساس ہو گا جیسے مجھے ہوا۔" وہ سمجھ گئے تھے پھر اسے بھی سمجھانے لگے۔

"آپ کی بات اور تھی آپ صرف مجھ سے ہی تو ناراض تھے گھر والوں سے تو ٹھیک تھے۔"

"طائشہ تم بھول گئی ہو نائل سے میری کتنی تلخ کلامی رہی ہے میں نے ہر بار تمہیں طعنہ نائل کا ہی مارا پھر بھی وہ میرا لحاظ کرتا تھا۔"

"مگر وہ ابرار انکل سے ٹھیک طرح سے بات نہیں کرتا، شہرینہ کو سال ہونے والا ہے وہ اسے آنے نہیں دیتا۔"

"یہ بھی ایک صورت میں ممکن ہے۔" انہوں نے اسے بیڈ پر بٹھایا۔

"کس صورت میں ممکن......؟" وہ بے قرار ہو گئی۔

"اگر شہرینہ بالکل تمہارے طرح بن کر نائل کا دل جیت لے تو دیکھنا نائل پگھل جائے گا اسے تو تمہاری مثال لینی چاہیے۔" وہ تو ویسے طائشہ کی خوبیوں کے معترف تھے جو ان سے بالکل بحث نہیں کرتی تھی۔

"تم فکر نہ کرو میں شہرینہ کو سمجھاؤں گا تمہاری بات تو نہیں سنے گی کیونکہ تم ہو جاتی ہو اس کی نند اور پھر وہ غلط ہی لے گی اس لیے میں بڑا بھائی بن کر سمجھاؤں گا نا تو دیکھنا پھر سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔"

"وہ مان لے گی آپ کی بات......؟" اس نے بے یقینی سے پوچھا۔

"کیوں نہیں مانے گی۔ ویسے بھی طائشہ کہتے ہیں کہ جب لڑکا اور لڑکی کی شادی ہوتی ہے تو وہ مضبوط رشتے کی بنیاد رکھتے ہیں اس رشتے سے کئی لوگ وابستہ ہوتے ہیں اور اس رشتے میں ایک کو اپنا مزاج نرم رکھنا پڑتا ہے کیونکہ فریق اگر دونوں تیز مزاج کے ہوئے تو کبھی نہیں بنتی ہے اور اب دیکھو میں گرم مزاج اور تم نرم مزاج تم نے اپنی نرمی اور صبر سے میرا دل جیت لیا۔ وہ طائشہ کے ہاتھ تھام کر بولے تو وہ سر جھکا کر رہ گئی۔

"شہرینہ تو شروع سے نائل کو پسند ہی نہیں کرتی ہے۔"

"سال ہونے والا ہے دونوں کی شادی کو۔ ساتھ رہ کر محبت ہو گئی ہو گی ابھی ایک ہفتے کے لیے شہرینہ یہاں رہنے آ جائے تو دیکھنا اس کا دل نہیں لگے گا۔" وہ مسکرائے۔

"آپ جو سمجھ رہے ہیں ان دونوں میں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" وہ کھسیا گئی۔

"ویسی بات تو ہے نا وہی کافی ہے۔" وہ ہنسے تو طائشہ بھی ان کی بات سمجھ کر ہنسی۔

"وہ دونوں مجھے ایسے لگتے ہی نہیں۔"

"اب کیا ایسا کروں کہ تم سمجھ جاؤ میرے خیال میں، میں نا نائل سے پوچھتا ہوں کہتا ہوں کہ تمہاری بہن کو تمہاری بہت فکر ہے۔"

"جی نہیں ایسی بات نہیں ہے۔" وہ خجل ہو گئی۔

"اب تم اٹھو منہ دھو کیونکہ پورا منہ سوجا لیا ہے خوبصورت سا۔ تیار ہو میرے لیے اور میرے بیٹے کو بھی تیار کرو کیونکہ میرا موڈ باہر جانے کا ہو رہا ہے۔" وہ اسے گدگدیاں کر کے اٹھانے لگے وہ ان کے حملہ کرنے پر بدک کر کھڑی ہوئی۔ وہ تیار ہو کر سب سے اجازت لے کر آ گئے۔ جس وقت وہ آئے شہرینہ امی کو دوائی کھلا رہی تھی جبکہ نائل کسی سے فون پر بات کر رہا تھا۔

"امی اتنی کمزور ہو گئی ہیں آپ۔" طائشہ انہیں دیکھ کر افسردہ ہو گئی۔

"اب تو کافی بہتر ہوں شہرینہ تو مجھے بیڈ سے اترنے ہی نہیں دیتی۔" وہ شہرینہ کا ذکر پیار بھرے لہجے میں کر رہی تھیں۔

"کیسی ہو گڑیا؟" سرمد نے اس کے چپت لگائی۔

"زندہ ہوں۔" تلخی سے بولی۔

"ہونا بھی چاہیے زندہ کیونکہ ابھی تمہاری عمر ہی کیا ہے۔ وہ اسے چھیڑنے لگے۔

"اور سناؤ نائل تم کیسے ہو؟" اب انہوں نے نائل سے پوچھا جو ان کے ساتھ والی چیئر پر بیٹھ گیا۔

"بالکل پرفیکٹ......" اس نے انس کو گود میں اٹھا لیا جو کھیل میں لگا ہوا تھا۔

"شہرینہ تو کہہ رہی ہے کہ زندہ ہوں تم کہہ رہے ہو پرفیکٹ......"

"دراصل سرمد بھائی مجھے دیکھ کر زندہ ہے یہ......" اس نے بات ہنسی میں اڑائی۔

"سرمد بھائی کھانا کھائیں گے آپ؟"

"سرمد بھائی صرف آپ سے پوچھا جارہا ہے۔" نائل نے پھر ٹوکا۔

"یار اب پھر تمہارے رشتے سے پوچھ رہی ہے کیونکہ میں ہوں تمہارا بہنوئی۔"

"جی نہیں آپ میرے بھائی ہیں مجھے نہیں رکھنا کوئی اور رشتہ......" اس نے جھٹ کہا طائشہ اور امی تو سن ہو کر رہ گئیں

"شہرینہ بیٹا جن سے ہم وابستہ ہوتے ہیں نا تو ان رشتوں کا بھی خیال رکھتے ہیں۔" انہوں نے مدبرانہ انداز میں سمجھایا۔

"جو اس قابل ہوں ان سے رشتے برقرار رکھے جاتے ہیں۔" اس کی جنگ تو نائل سے تھی۔

کیا باتیں لے کر بیٹھ گئیں انس آؤ بیٹا شہری آنٹی سے پوچھو کہ کب آرہی ہیں گھر۔" انہوں نے بات کا رخ گھما دیا۔

"انس بیٹا آپ کی شہرینہ آنٹی ذرا مصروف خاتون ہیں حالانکہ میں روز کہتا ہوں خود ہی منع کر دیتی ہے۔" اس نے صاف جھوٹ گھڑا۔

"امی لوگوں سے کہیں کم جھوٹ بولا کریں۔" طائشہ سے اس کا جھوٹ برداشت نہ ہوا۔

"سرمد بھائی اپ اپنی بیگم سے یہ پوچھ کر بتا دیں کہ وہ اپنے بھائی سے کب تک ناراض رہیں گی۔" اس نے الٹا اٹیک کیا۔

"مجھے ضرورت نہیں ہے تم سے بات کرنے کی......" اب وہ ڈائریکٹ بولی۔

"پلیز آپی آپ اتنا غصہ تو کبھی نہیں کرتی ہیں۔"

"میں صرف امی کو دیکھنے آئی ہوں تم سے ملنے نہیں آئی ہوں سمجھے تم۔" وہ اب کھڑی ہو گئی۔

"یار کیا بات ہے میری باتوں کا ذرا تم پر اثر نہیں ہوا۔" انہوں نے طائشہ سے کہا۔

"مجھے اس سے بات بالکل نہیں کرنی ہے آپ شہرینہ سے کہیں وہ تیاری کر لے میں اسے لینے آئی ہوں۔" وہ ضدی بن گئی۔

"آپی بالکل نہیں امی کی ابھی طبیعت خراب ہے۔" وہ تو بھنا گیا۔

"پھر ٹھیک میں دو تین دن میں لے جاؤں گی۔" وہ بولی کیونکہ امی کی طبیعت بھی ٹھیک نہیں تھی۔

"آنٹی آپ ایسا کریں ہمارے گھر چلیں۔" سرمد بولے۔

"سرمد بیٹا نہیں اپنی جگہ پر ہی عادت ہے ٹھیک ہو جاؤں گی تو آؤں گی ضرور بلکہ شہرینہ کو ساتھ لاؤں گی۔" خوش ہو کر بولیں۔

کچھ دیر وہ اور بیٹھے پھر وہ اٹھ گئے۔ سرمد اس کو لے کر باہر نکل گئے وہ نائل کے پاس آئی۔

"نائل اب بھی تمہیں موقع دیتی ہوں اپنا رویہ درست کرو اور شہرینہ کو کچھ دنوں کے لیے گھر چھوڑ دو۔"

"آپی سوری یہ میں نہیں کروں گا جب تک وہ پھوپھو سے معافی نہیں مانگے گی وہ اس گھر میں قدم تک نہیں رکھے گی۔" وہ قطعی لہجے میں بولا۔

"پھر ٹھیک ہے مجھ سے آئندہ توقع مت رکھنا۔" وہ یہ کہہ کر چلی گئی جبکہ وہ ہتھیلی پر مکہ مار کر رہ گیا کیونکہ طائشہ آپی کے ارادوں کو متزلزل کرنے آجاتی تو وہ ڈھیلا پڑنے لگتا۔

● ● ●

"تم سیٹ تو ہو گئے ہو جاب پر۔" انعام علی نے اس سے پوچھا جو اخبار کے مطالعے میں منہمک تھا۔

"جی ابو بالکل سیٹ ہو گیا اتنی زبردست پوسٹ جو میری مرضی کے مطابق ملی ہے۔" وہ خوشی سے بھرپور آواز میں گویا ہوا۔

"بھائی میرا ایڈمیشن تو ابھی تک نہیں ہوا۔" عفرا نے منہ بسورا۔

"ہو جائے گا کچھ دنوں کی بات ہے میں نے بات کی ہوئی ہے اور پھر 7th کلاس میں تم فرسٹ آئی ہو تمہیں تو آسانی سے ملے گا۔"

"یہ تو گھبرا رہی ہے کہ نیا نیا اسکول...... میں کیسے پڑھوں گی۔" زیب نے عفرا کو دیکھا جو ہر وقت ان کا سر کھاتی رہتی ہے۔

"ایڈمیشن ہو جائے پھر دیکھنا پڑھ بھی لوگی۔"

"آپ کی وجہ سے ہم سب کو اتنی مشکلات درپیش آرہی ہیں۔" فراز کب چپ رہتا اس نے اپنی مداخلت ضروری سمجھی۔

"ظاہر ہے اس کی جاب یہاں لگی ہے تو ہم سب کی یہاں آنا ہی تھا۔" زینب نے اس کے دھپ لگائی۔

"ایک تو سب ان کی مانتے بہت ہیں میری تو کسی کو پرواہ ہی نہیں۔ مجھ سے نہیں پڑھا جاتا یہ ڈاکٹری نامہ۔" وہ جھنجھلایا ہوا بولا۔

"اچھا یہ وجہ ہے۔" اعزاز کو ہنسی آئی۔

"وجوہات تو بہت سی ہیں آپ کی وجہ بتا دوں سب کو۔ یہ جو اچھل رہے ہیں ابھی بیٹھ جائیں گے۔" اس نے معنی خیز سی وارننگ دی تو وہ اس سے گھورنے لگا۔

انعام علی اور زینب بھی چونک گئے جبکہ اعزاز تو بری طرح خجل ہو گیا تھا اس کی سمجھ نہ آیا کہ کیا کرے کہ فراز اپنی چونچ بند رکھے۔

"ابو یہ نا بہت بولنے لگا ہے اس کی ناک میں مار لگاؤں گا۔"

"اچھا پھر امی نصیر انکل کی نا......"

"فراز سدھر جاؤ واقعی میں نا تمہیں پنکھے سے لٹکا دوں گا۔" اعزاز تو گھبرا گیا کہ کہیں اپنی بے وقوفی کی وجہ سے سب بتا نہ دے۔

"ہاں ہاں لٹکائیے بولوں گا میں پھر بھی۔"

"کیا کہہ رہا ہے یہ......" زینب بھی کچھ تجسس کے مارے بولیں۔

"وہ امی کچھ نہیں۔" اعزاز نے اخبار تہہ کیا اور ٹیبل پر ڈالا۔

"بھائی میرا ایڈمیشن کب تک ہو گا؟" عفرا نے پھر دہائی دی۔ زینب نے اسے ڈانٹ دیا تو وہ روہانسی ہو گئی جبکہ اعزاز نے اسے پیار کر کے یقین دلایا کہ اس ویک تک ہو جائے گا۔

"ہماری بیٹی اس لیے بھی ایڈمیشن کا کہہ رہی ہے کہ اس کی ساری فرینڈز جو چھوٹ گئی ہیں۔" انعام علی نے عفرا کو شانے سے لگایا سب سے چھوٹی تھی پھر تھی بھی سب کی لاڈلی بڑی بہنوں کی الگ اور پھر اعزاز بھی بہت لاڈ اٹھاتا تا اس لیے تھوڑی ضدی بھی تھی۔ فراز سے اس کی اکثر لڑائی رہتی جو اسے تنگ کرتا رہتا۔

"عفرا تم ایسا کرو نصیر انکل کی صدف ہیں نا ان کو فرینڈ بنا لو۔" فراز نے اعزاز کو دیکھ کر آنکھ دبائی تو وہ اسے آنکھوں کے اشارے سے منع کرنے لگا۔

"اتنی بڑی ہیں مجھ سے ان کو کیوں فرینڈ بناؤں۔" وہ معصومیت سے بولی۔

"فرینڈ بنانے کے لیے عمر ضروری نہیں ہوتی تم اس کو دوست بنالو کیونکہ بچکانہ حرکتیں وہ بھی کرتی ہیں اور تم بھی"

"تم نے کیا دیکھ لیں بچکانہ حرکتیں۔" اعزاز نے اچنبھے سے پوچھا۔ جبکہ زینب اعزاز کا جائزہ لینے لگیں دلچسپی سے اس کے متعلق پوچھ رہا تھا۔

"اسی دن جب ہمارے گھر میلاد اور قرآن خوانی تھی سرمد بھائی کے بیٹے کے ساتھ بچوں کی طرح کھیل رہی تھیں۔" فراز نے بتایا۔

"زینب تمہارا بیٹا تو ہر ایک پر بہت نگاہ رکھ رہا ہے۔"

"ابو پورے گھر میں وہی شور مچا رہی تھیں اور پتہ ہے آٹھ پلیٹیں اور تین گلاس انہوں نے توڑے۔"

"ہیں...... ہیں...... تم نے کب دیکھ لیا۔" وہ حیران ہوئے۔

"بھائی کے سامنے ہی توڑے تھے بے چاری کے پیر بھی زخمی ہوئے بھابھی نے برنال لگایا تھا۔"

"فراز جب تم بولتے ہو چھپر پھاڑ کر بولتے ہو اگر تم یہ فضول باتوں سے بچا کر اپنا قیمتی وقت پڑھائی پر صرف کرو تو کچھ کام بھی آئے۔" اعزاز تو بری طرح شرمندہ ہو رہا تھا کیونکہ ابو اور امی کے پرسوچ چہرے وہ دیکھ چکا تھا۔

"امی ڈرائنگ روم کی جو فینسی لائٹ ہے وہ بھی ان سے ٹوٹی تھی آپ خواہ مخواہ فراز بھائی پر شک کر رہی تھیں۔" عفرا کو بھی یک دم یاد آیا۔

"امی ویسے یہ نصیر انکل کی بیٹی کچھ دماغی طور پر صحیح نہیں لگ رہی ہیں۔"

"امی میں ذرا باہر جا رہا ہوں واپسی میں نائل کے چکر لگاؤں گا آپ فکر نہیں کریئے گا۔" اعزاز نے اب اٹھ جانے میں ہی عافیت جانی۔

"نائل بھائی کے کیوں بھائی مجھے نصیر انکل کے لے چلیں بہت دن ہو گئے مجھے گئے ہوئے۔" عفرا تو اس کے جانے کا سن کر مچل اٹھی۔

"عفرا مجھے کہیں اور بھی جانا ہے۔" حالانکہ دل تو کہہ رہا تھا کہ ایک نظر اسے ہی دیکھ لے جواب دل کے نہاں خانوں میں بس چکی ہے بس ایک دیدار ہو جائے کیونکہ بیس دن پہلے ہی تو ملا تھا ان کے گھر جب وہ کہیں سے آ رہی تھی۔

"نہیں مجھے جانا ہے بس......" وہ ضد کرنے لگی۔

"اچھا چلو۔" وہ نہ چاہتے ہوئے بھی راضی ہوا۔

"بھائی دل تو بس ان کی دید کو تڑپ رہا ہوگا۔" فراز کان میں سرگوشی کرنے لگا۔

"تمہاری نا میں آ کر خبر لوں گا بہت بکواس آ گئی ہے۔" اس نے کڑے تیوروں سے گھورا۔

● ● ●

اس نے سارے طریقے اپنا لیے کہ کسی طرح وہ اس سے راضی ہو جائے مگر وہ تو اس کی کوئی بات سننے کو تیار ہی نہ تھا کتنی بار رو بھی چکی اس کے آگے مگر یاسر کو بے درزیدہ نگاہوں سے دیکھ کر رہ جاتی۔ وہ مرجھائی مرجھائی رہتی چچی جان نے اسے مخاطب کر لیا جو سوچوں میں گم نظر آئی۔

"فارحہ......" انہوں نے پکارا۔

"فارحہ بیٹی......" لہجہ ان کا شہد آگیں تھا۔

"جی چچی جان......" وہ ہڑبڑا کر رہ گئی۔

"کیا بات ہے بیٹی اتنی خاموش خاموش کیوں ہو۔" وہ تفتیشی انداز میں پوچھنے لگیں۔

"و...... نہیں تو...... وہ ابھی نہا کر آئی تو سستی سی ہونے لگی۔" وہ سنبھل کر بیٹھ گئی۔

"میں پھر صدف سے کہہ دیتی ہوں تم آرام کرو۔"

"چچی جان کوئی کام تھا...... آپ کہیے نا......" وہ بولی۔

"خاص نہیں یاسر کے کمرے کی صفائی کروانی تھی بیڈ کور وغیرہ کیونکہ ماسی کو منع کر کے گیا ہے اس کی چیزیں بہت ادھر ادھر ہو جاتی ہیں۔"

"کر دوں گی آپ صدف سے نہ کہیے۔" وہ بال سمیٹ کر کھڑی ہو گئی۔ اس کا خود کا کمرا ابھی تو چمک رہا تھا۔

"ظاہر ہے تمہیں ہی کرنا چاہیے تم اس کی بیوی ہو۔" انہوں نے اس کا رخسار تھپتھپایا تو وہ جھینپ کر سر جھکا کر رہ گئی۔

"کب تک نام کی بیوی رہے گی۔" وہ بس افسردگی سے سوچ کر رہ گئی۔

"آج کل اسے بات بات پر غصہ آنے لگا ہے بالکل سرمد والی عادت آ گئی ہے ایک تو سدھر گیا اب اس پر رنگ چڑھ گیا۔" وہ تاسف سے گویا ہوئیں۔

"صبح آفس بھی بغیر ناشتے کے گیا ہے پتہ نہیں کیا ہو گیا ہے اسے وہ تو خود ہنسی مذاق کرتا رہتا تھا اب تو بالکل سنجیدہ ہو گیا ہے۔"

"میں صفائی کر آتی ہوں۔" وہ اب آنکھیں چرا کر اپنے کمرے سے نکل گئی جبکہ وہ بڑی جانچتی نگاہوں سے اس کا جائزہ لینے کے بعد متوحش سی ہو گئیں۔

فارحہ نے اس کے کمرے کو بالکل ترتیب سے کر دیا تھا بیڈ کورز وغیرہ تک بدل دیئے اس کی فائلز اور پیپرز کمپیوٹر ٹیبل پر سیٹ کیے صحیح کیا وہ صفائی کرنے کے بعد کمپیوٹر کے آگے چیئر پر بیٹھ گئی جس پر وہ بیٹھ کر گھنٹوں کام کرتا تھا چائے بھی بار بار اسی سے ہی کہتا کہ بنا کر بھیجے۔ اب تو اس نے اسے مخاطب کرنا تک چھوڑ دیا ہے۔ آنکھوں میں نمی در آئی وہ اٹھنے لگی تو قدموں کی آہٹ پر چونک گئی۔ اب جو نگاہ اٹھائی پلٹنا بھول گئی کیونکہ وہ بکھرا بکھرا کھڑا تھا۔ شرٹ کے دو بٹن کھلے تھے بال بھی الجھے لگے ہاتھ میں آفیشل بیگ تھا اس نے نخوت سے دیکھ کر بیگ رائٹنگ ٹیبل پر رکھا پھر کمرے کا جائزہ لیا جو نکھرا ہوا تھا سمجھ گیا اس نے ہی صفائی کی ہے۔

"صفائی کرنے آئی تھی۔" وہ ڈرتے ہوئے بولی۔

یاسر نے پھر بھی اس کی جانب توجہ نہ دی وارڈروب سے کپڑے نکالنے لگا کیونکہ آج تو کچھ طبیعت بھی بھاری ہو رہی تھی۔

"چائے پئیں گے لاؤں زبردست سی بنا کر۔" وہ مسکرائی بشاشت ظاہر کر کے۔

"زہر ہو تو وہ لا دو تو مہربانی ہو گی تا کہ تمہارا پیچھا چھوٹ جائے مجھ سے۔" انتہائی کاٹ دار لہجے میں شعلے اگلے۔

"اللہ نہ کرے کہ ایسا ہو میں تو مر جاؤں گی۔" وہ دھک کر رہ گئی۔

"لیکن جس طرح کا تمہارا انداز ہو گیا ہے لگتا ایسا ہی ہے تمہیں صرف دوسروں سے دلچسپی ہے جس سے تمہاری زندگی وابستہ ہے اس کی تمہاری نظر میں کوئی اہمیت نہیں۔" وہ پھنکارا۔

"آپ بالکل غلط سمجھ رہے ہیں میں صرف نائل جس کی خامیاں بتا رہی تھی۔"

"بس فارحہ بس...... تم پھر نائل کا ذکر کر کے میرا میٹر گھما دو گی کبھی تم نے شہرینہ کو سمجھانے کی کوشش کی ہے۔"

"سمجھایا اسے جاتا ہے جو سمجھ جائے کیونکہ وہ شروع سے اپنی کرتی آئی ہے۔" وہ بولی۔

"تم بھی اسی کی کزن اور بہن ہو تم بھی اپنی کر رہی ہو ٹھیک ہے کرو میں تم سے نا کوئی شکوہ کروں گا نہ ہی گلہ اور نہ

ہی اب مجھے یہ دلچسپی ہے کہ تم مکمل میری بنتی ہو یا زندگی بھر یونہی نام پر بیٹھی رہو گی۔" اس نے ذرا ترش و تلخ ا
بولا تو فارحہ لب کاٹنے لگی۔

"آپ جو مجھے غصہ دکھا رہے ہیں میں تو کچھ نہیں کر سکتی۔" وہ روہانسی ہو گئی۔

"میں تم سے کہہ بھی نہیں رہا جو لڑکی مردوں کو برا کہے اس سے بعد میں کیا بعید تم پھر مجھ سے الجھتی ہی رہو
لیے اب میرے دل میں تمہارے لیے کوئی جگہ نہیں۔" یاسر نے یہ بھی بڑے ضبط و تحمل سے کہا جبکہ دل تو بس اب
لیے ہمک رہا تھا اور وہ زار زار رونے لگی۔

"فارحہ پہلے تو میں تمہارے لیے محبت کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر تھا مگر اب اس سمندر میں ٹھہراؤ آ گیا ہے اس
رخ بدل لیا ہے خوش ہو جاؤ اب کبھی تمہیں تنگ نہیں کروں گا۔"

"نہیں ایسا مت کہیں پلیز ایسا مت کہیں۔ میں مر جاؤں گی۔" وہ یاسر کی پشت سے لگ گئی وجود ہچکیوں کی زد میں
"مت کہیں ایسا......"

یاسر ایک لمحے کو ڈگمگایا کیونکہ وہ بری طرح رو رہی تھی آنکھوں سے آنسو سیلاب کی طرح نکل رہے تھے۔

"میں آپ کے بغیر نہیں رہ پاؤں گی پلیز مجھ سے منہ نہ موڑیے۔" وہ ہاتھ جوڑنے لگی۔

"تم تو یہی چاہتی تھیں اب کیوں روتی ہو بتاؤ...... کیوں...... خوش ہو جاؤ یاسر سے جان چھوٹی۔" اس نے
کو شانوں سے تھام لیا۔

"آپ کی ناراضگی مجھے لمحہ لمحہ مار رہی ہے اندر سے گھل رہی ہوں آپ کی نفرت کی آگ میں جل جاؤں گی میرا
ختم ہو جائے گا۔ مجھے جلنے سے بچا لیں دیکھیں مجھ سے منہ نہ موڑیے۔" یاسر کو اس وقت اس پر ٹوٹ کر رحم آیا اور پیا
آیا جو مسلسل اس کے آگے گڑگڑا رہی تھی صرف اسے منانے کے لیے اور وہ اس کی سرد مہری کی وجہ سے دور ہی تھی۔

"تم اس قابل ہی نہیں ہو۔" اس نے اس کے شانوں پر اپنے ہاتھوں کی شدت بڑھا دی تو وہ سہم گئی۔

"فارحہ اگر صفائی ہو گئی ہو تو آ جاؤ۔" چچی جان بولتی ہوئی اندر آ گئیں کیونکہ دروازہ کھلا تھا۔ دونوں کو اس پوز
میں دیکھا تو یاسر سٹپٹا گیا جبکہ فارحہ الگ شرم و خفت کے مارے پشت پھیر کر آنسو صاف کرنے لگی جبکہ انہوں
دونوں کو دیکھ لیا۔

"کیا ہوا ہے فارحہ بتاؤ؟" وہ گھبرا گئیں۔

یاسر سے سر نہ اٹھایا گیا وہ رائٹنگ ٹیبل کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو گیا۔

"بتاؤ فارحہ اس نے کچھ کہا ہے جلدی بتاؤ۔" وہ دونوں کو تشویش بھرے انداز میں دیکھنے لگیں۔ فارحہ نے نفی سے سر ہلا

"کچھ تو ہے تم رو کیوں رہی ہو؟ تم بتاؤ یاسر کیا کہا ہے تم نے کہ وہ رونے لگی۔"

"امی میں نے کچھ نہیں کہا ہے یہ خود رو رہی تھی میں تو خود پوچھ رہا تھا۔" اس نے بات بنائی۔

"دیکھو مجھ سے جھوٹ نہیں...... جلدی بتاؤ یاسر ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں۔" اب انہوں نے وارننگ دی۔

"امی اگر آپ پوچھ ہی رہی ہیں تو سچ بات بتا دوں بلکہ اصل وجہ۔" وہ ذرا لہجے میں نرمی لا کر بولا اور فارحہ کو د
جو باہر جانے لگی۔

تم کدھر جا رہی ہو ابھی میں نے بات پوری نہیں کی ہے۔" اس نے اسے روکا۔

"مجھے کام ہے۔" وہ بھاگتی ہوئی چلی گئی جبکہ وہ بس سوچ میں پڑ گئیں اب انداز ان کا بڑا مشکوک تھا کیونکہ ا
نے ان کا ہاتھ پکڑ کر چیئر پر بٹھا دیا۔

"مجھے جلدی سے پہلے یہ بتاؤ فارحہ کو تم نے رلایا ہے نا......!" وہ سخت ہو گئیں۔

"میں کیوں رلاؤں گا بلکہ اس نے مجھے رلایا ہوا ہے۔"

"یاسر بات گھمانے کی ضرورت نہیں ایک تو ہم پہلے ہی سب پریشان ہیں۔" وہ سنجیدگی سے گویا ہوئیں۔

"امی آپ اور ابو کو کبھی یہ خیال نہیں آیا کہ میرے بارے میں بھی سوچیں۔"

"اوہ اب سمجھی۔" وہ پوری بات سمجھ گئیں۔

"سب چاہتے ہیں کہ شہرینہ کا مسئلہ حل ہو جائے تو کوئی خوشی کرتے ہوئے اچھا بھی لگے گا۔"

"آپ اس کی وجہ سے میرا چاہے نقصان کروا دیں۔" وہ چڑ گیا۔

"یاسر صبر سے...... اب دیکھو اگر ہم تم دونوں کی رخصتی کریں گے تو نائل اسے بالکل نہیں آنے دے گا۔ ویسے ہی وہ آنے نہیں دیتا گھر میں اتنی بڑی خوشی ہو گی ابرار کو بار بار اپنی بیٹی کا خیال آئے گا۔ بیٹے کچھ انتظار کرو میں چاہتی ہوں تمہاری شادی میں سب شرکت کریں اور شہرینہ اس وقت بہت بڑا مسئلہ ہے۔" انہوں نے مفصل طور پر سمجھایا۔

"اس سر پھری لڑکی کے کچھ سمجھ نہیں آئے گا خواہ مخواہ سب کو پریشان کیا ہوا ہے سیدھے سیدھے راضی خوشی رہے نائل کے ساتھ ہر طرح کی آسائش دی ہوئی ہے پھر بھی اس نے نائل کو تنگ کیا ہوا ہے۔"

"وہ ذرا ضدی ہے نا پھر ابرار نے آمنہ کو لا کر وہ سمجھتی ہے کہ اسے بھلا دیا ہے اس لیے وہ ایسی ہو گئی ہے۔"

"یہ اچھی ہے اس نواب زادی کا انتظار کرو کب وہ محترمہ ٹھیک ہوتی ہیں چاہے ساری زندگی وہ ایسے ہی گزار دے اور میں چاہے ایسے ہی گزر جاؤں۔" وہ ایک دم تلملا گیا۔

"سمجھنے کی کوشش کرو۔" وہ اس کے چہرے کو دیکھنے لگیں جو بری طرح برہم لگا۔

"مجھے نہیں سمجھنا اگر آپ لوگوں نے بعد میں مجھ سے کہا کہ رخصتی کا تو سوری امی اس وقت میں بالکل نہیں کروں گا کیونکہ شہرینہ کو جب ہم سے کسی کا خیال نہیں تو آپ لوگ کیوں کر رہے ہیں۔"

"وہ اس گھر کی بیٹی ہے شادی کے بعد بیٹیاں بھولنے کی تو نہیں ہوتیں۔ ایک دن جب صدف کی ہو گی تو بتاؤ تم بھلا دو گے اسے...... ہیں......؟" انہوں نے اسے لاجواب کرنا چاہا۔

"صدف! اس کی طرح نہیں ہے، سمجھدار ہے۔" وہ بولا۔

"فرض کریں آپ ابھی صدف کا کہیں سے پرپوزل آ جائے اور وہ جلدی کرنا چاہے اور لڑکا بھی اچھا ہو تو آپ کیا صدف کی عمر اسی طرح گنوا دیں گے اسی طرح فارحہ کا بھی سوچیں بیٹی اس گھر کی وہ بھی ہے۔" وہ کپڑے اٹھا کر واش روم میں گھس گیا چچی جان نے اپنا سر ہی پیٹ لیا کیونکہ یاسر اس وقت کچھ نہیں سمجھ رہا تھا بات بھی اس نے معقول کی تھی مگر پھر بھی وہ چاہ رہی تھیں کہ شہرینہ کا معاملہ سیٹ ہو جائے تو اچھا ہے۔

● ● ●

"کیا بات ہے ابھی تک تم نے کھانا نہیں کھایا۔" نائل نے کمرے میں آ کر اس سے پوچھا جو کروٹ لیے لیٹی تھی۔

"میرا دل نہیں چاہ رہا ہے۔" اس نے کڑوا سا منہ بنایا۔

"امی تمہاری وجہ سے نہیں کھا رہی ہیں اور تمہیں پتہ ہے ان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔"

"میری بھی کافی دنوں سے طبیعت ٹھیک نہیں ہے...... نہیں دل چاہ رہا میرا کچھ کھانے پینے کو نہ کچھ کرنے کو۔" اس نے اب تیزی سے کہا۔

"دیکھو میں اس لہجے کا عادی نہیں ہوں ایک منٹ کے اندر اندر باہر آؤ ورنہ پھر تم جانتی ہو میرا غصہ۔" وہ اسے

وارن کرکے چلا گیا اور وہ پیچ و تاب کھاتی اٹھی۔

"ایڈیٹ بالکل احساس نہیں کسی کا بھی اپنی پڑی رہتی ہے۔" وہ بڑبڑاتی باہر آئی دو تین دن سے ویسے ہی کچھ طبیعت ٹھیک نہیں تھی تھک بھی جلدی جاتی چہرے پر بھی زردی کھلی لگی ملگجے حلیے سے وہ بیٹھ گئی۔

"نائل تم باز نہیں آئے نا۔" جہاں آراء بیگم اس کی کیفیت نوٹ کر رہی تھیں جو ڈھیلی ڈھیلی تھی۔

"امی آپ کھائیے میں زبردستی بلا کر لایا ہوں فضول کے نخرے۔" وہ سالن کا ڈونگا اٹھانے لگا۔

"نائل واقعی اس کا دل نہیں چاہ رہا ہے اٹھو شہرینہ تم اندر جاؤ۔" انہوں نے شہرینہ کو اٹھا دیا جو کہ تشکر بھرے میں انہیں دیکھنے لگی وہ تیزی سے چلی گئی۔

"امی آپ نے یہ اچھا نہیں کیا۔" وہ ہاتھ روک کر بیٹھ گیا۔

"وہ واقعی ٹھیک نہیں ہے تم کیا سمجھ رہے ہو وہ نخرے دکھا رہی ہے وہ بالکل نہیں دکھا رہی ہے آج دوپہر بھی سو رہی مگر ابھی سارے کام زبردستی کیے صرف تمہاری وجہ سے کوئی بات ہے جب ہی وہ اتنی زرد بھی ہو رہی ہے۔" وہ سوچ کر رہ گئیں۔

"ہر وقت اپنے پاپا کو جو یاد کرتی رہتی ہے میں بھی ایسے تو جانے نہیں دوں گا۔"

"اب کوئی ڈانٹ ڈپٹ نہیں کل تم اسے ڈاکٹر کے لے کر جاؤ گے۔"

"واٹ! وہ صرف کھانا نہیں کھا رہی تو میں ڈاکٹر کے پاس لے جاؤں۔" حیرانگی سے کھڑا ہوا۔

"رہنے دو میں خود ہی لے جاؤں گی تم صبح گیارہ بجے گاڑی بھیج دینا۔"

"مگر امی وہ کیوں......؟"

"مجھ سے بحث مت کرو کھانا کھاؤ جلدی سے۔" وہ اٹھ کر ٹیبل سے برتن اٹھانے لگیں وہ بھی برائے نام کھا کر اور پھر فون کرنے لگا اعزاز کو کافی دنوں سے اس کی بات بھی نہیں ہوئی تھی اس کی طرف جانے کا ارادہ تھا مگر شہرینہ نے طبیعت خرابی کا کہہ کر موڈ خراب کر دیا۔

"تم کیا سمجھ رہی ہو کہ اس طرح کر کے میری توجہ حاصل کر لو گی تو یہ تمہاری خام خیالی ہے۔"

"مجھے نہ آپ کی توجہ کی ضرورت ہے اور نہ ہی کسی اور کی یہ آپ اچھی طرح دماغ میں بٹھا لیں اور نہ کبھی یہ ہو گا کہ مجھے آپ کی ضرورت پڑے۔" وہ زور دے کر بولی تو نائل نے اس کی جانب دیکھا جو اس وقت بھوکی شیرنی لگی مٹھیاں بھینچ رہی تھی مگر اسی وقت اسے پتہ نہیں کیا ہوا وہ واش روم میں بھاگی نائل اب تشویش میں پڑ گیا۔ وہ گرے گرے انداز میں آ کر واپس بیٹھ گئی نائل نے اب قدرے بغور اس کا جائزہ لینا شروع کیا کیونکہ آنکھوں سے آنسو نکل رہے تھے وہ ایک لمحے کو ڈگمگایا مگر پھر جلدی سخت بن گیا۔

"کب سے ہو رہی ہے تمہاری طبیعت خراب۔" اس نے پوچھا۔

"جس دن سے آپ سے میری شادی ہوئی ہے ٹھیک ہی کب ہوں لمحہ لمحہ مر رہی ہوں نائل حسن بس کر دو اپنے کی شدت ایسا نہ ہو کہ ساری زندگی پچھتانا پڑے پھر تمہیں معافی بھی نہ ملے۔" وہ دھاڑی۔

"میں نے آج تک پچھتانا نہیں سیکھا بلکہ مضبوط اور اٹل ارادوں کا ہوں تم کیا چیز ہو شہرینہ دیکھنا تمہارا غرور ایک دن میں ہی توڑوں گا پچھتانا مجھے نہیں تمہیں پڑے گا کیا سمجھیں۔" وہ رعونت بھرے لہجے میں بولا تو شہرینہ نے نفرت سے منہ پھیر لیا کیونکہ عجیب مزاج چڑچڑا ہو گیا تھا بار بار رونا آ رہا تھا پاپا کو کئی بار یاد کر کے رو چکی تھی۔

"صبح ڈاکٹر کے پاس میں لے کر جاؤں گا آخر تمہارے ساتھ ایسا کون سا مسئلہ ہے کہ تم نے کھانا پینا تک

وہ بیڈ پر تکیہ درست کر کے لیٹا۔

"نہیں جانا مجھے ڈاکٹر کے پاس اچھا ہے مر جاؤں جان تو آپ کی چھوٹے گی پھر ہی آپ کو سکون آئے گا۔"

"اتنی آسانی سے تمہیں مرنے تھوڑی دوں گا حساب کتاب برابر کرنا ہے جو تمہاری طرف نکلتے ہیں۔" وہ بولا شہرینہ دانت پیس کر رہ گئی بس نہیں چل رہا تھا کہ نائل حسن کو وہ جان سے مار ڈالے جس نے اس کی آزادی تک سلب کر لی نہ ہنسنے دیتا اور نہ ہی رونے دیتا کبھی وہ اس کی طرف مائل بھی ہوتی تو نائل ایسی تلخ بات کہتا کہ سارے خوش کن خیالات بھک سے اڑ جاتے پوری رات وہ کڑھتی رہی مگر طبیعت میں بے چینی رہی نائل نے دو لفظ بھی ہمدردی میں نہ کہے اس کی بے رخی پر دل رو دیا مگر گلہ بھی نہیں کر سکتی کیونکہ الٹے دماغ کا تھا کیا پتہ رات کو ہی ہنگامہ مچا دیتا۔

صبح وہ بڑی مشکل سے اٹھی عجیب نقاہت سی ہو رہی تھی پہلے جلدی سے جا کر کچن میں جا کر کھانا کھایا کیونکہ ایسا لگ رہا تھا کہ ابھی وہ لہرا کر گر جائے گی جہاں آراء اس کی حرکات و سکنات دیکھتی رہیں وہ اتنی منہمک تھی کہ نائل اس کے سر پر پہنچ گیا۔

"آ گئیں نا اپنی اوقات میں۔" وہ کچن میں ہی چلا آیا جبکہ شہرینہ خجل ہو گئی وہ سلائس کھا رہی تھی رک کر اسے سننے لگی۔

"دوپہر میں گیارہ بجے تک آ جاؤں گا تم تیار رہنا اچھا۔" وہ اسے تحکم بھرے لہجے میں کہتا چلا گیا۔

"ناشتہ تو کرتے جاؤ۔" امی نے اسے جاتے دیکھا۔

"اس وقت ناشتے کی مجھے نہیں آپ کی بہو کو ضرورت ہے۔" وہ طنز میں کہتا نکل گیا۔ شہرینہ نے سلائس واپس پلیٹ میں رکھے ایک تو وہ بھوکی تھی اس پر بھی وہ جلی کٹی سنا گیا۔

"کیسے انسان ہو نائل حسن تمہیں کسی کی تکلیف کا واقعی احساس نہیں۔" وہ بجھی بجھی ہو گئی۔

"تم نائل سے تو پوچھ لیتیں۔" امی کو بھی ناگوار گزرا۔

"مجھے اتنی بھوک لگی پھر ویسے بھی وہ تیار ہو رہے تھے میں نے سوچا کہ جب آئیں گے میں تیار کر دوں گی ناشتہ۔" اب افسوس کے ساتھ شرمندگی نے گھیر لیا۔

"چلو آئندہ خیال رکھنا کیونکہ عزیز تم بھی ہو مجھے اور وہ بھی۔" انہوں نے شہرینہ کے سر پر ہاتھ پھیرا تو وہ چپ رہی کیونکہ وہ اس کا اتنا خیال رکھتی تھیں وہ متحیر رہ جاتی کہ وہ ماں نائل کی ہیں لیکن ساتھ اس ہی کا دیتی ہیں۔

• • •

آج سے آمنہ نے تہیہ کر لیا تھا کہ شہرینہ کو وہ زبردستی لے کر آئیں گی کیونکہ فون پر جہاں آراء سے معلوم ہوا تھا کہ کچھ ٹھیک نہیں ہے اسی وقت سے فکر لگ گئی وہ تیار ہو گئی تھیں انہوں نے سوچا کہ نائل کے پیچھے جا کر لے آئیں گی ورنہ پھر وہ ہنگامہ کر دے گا ابرار احمد کو انہوں نے نہیں کہا ورنہ وہ منع کر دیتے۔

"بلال بیٹا! تم کہیں جا تو نہیں رہے۔" انہوں نے کوریڈور سے گزرتے بلال سے پوچھا۔

"نہیں تو۔" اس نے ان کی تیاری دیکھی۔

"شہرینہ سے ملنے جا رہی ہوں تم ساتھ چلو عمر کو میں نے بتایا نہیں ہے ورنہ پڑھائی چھوڑ کر آ جائے گا۔"

"ٹھیک ہے چلتا ہوں آپ نکلیے میں ذرا اپنا والٹ وغیرہ لے لوں۔" وہ اندر چلا گیا۔ آمنہ نے اپنی دونوں جیٹھانیوں سے پہلے ہی ذکر کر دیا تھا پھر بھی جانے سے پہلے اجازت لینے پورچ میں آ گئیں مگر پھر ٹھٹھک گئیں سامنے سے جویریہ آ رہی تھی۔

"السلام علیکم مس۔" وہ کامنی سی لڑکی چکن کے کنٹراسٹ ریڈ اور اورنج سوٹ میں کافی دلکش لگی آمنہ نے ساتھ لگا

کر اسے پیار کیا۔

''مس آپ کہیں جا رہی تھیں؟'' وہ کچھ افسردہ ہوئی۔

''ہاں جا تو رہی تھی آؤ تم اندر۔'' انہوں نے اس کا ہاتھ پکڑا۔

''میں پھر آ جاؤں گی یا فون کر لوں گی۔'' جویریہ کو کچھ اچھا نہ لگا کیونکہ اس کی آمد بھی غیر متوقع ہوئی وہ تو پاپا باہر نکلے تو اس نے موقعے کا فائدہ اٹھایا۔

''ارے آؤ کیا بعد میں آؤ گی شاباش چلو۔''

''چچی جان آئی ایم ریڈی۔'' بلال اس تیزی سے گلاس ڈور کھول کر باہر نکلنے کی تیزی دکھائی کہ جویریہ سے بڑی زبردست ٹکر ہوئی وہ تو کراہ کر رہ گئی۔

''سوسوری......'' بلال الگ شرمندہ ہو گیا وہ تو اگر بلال کو ہی نہ پکڑتی تو ضرور پاؤں پائے دان سے رپٹ کہ وہ گر جاتی۔

''میں ہی کچھ جلدی میں تھا...... چوٹ تو نہیں لگی۔'' جویریہ ناک پکڑے ہوئے تھی کیونکہ اس کا منہ بلال کے کاندھے سے ٹکرایا تھا۔

''جویریہ بیٹا آر یو اوکے؟'' اب آمنہ نے اس کا ہاتھ پکڑا اور ہال کمرے میں ہی لے آئیں اسے بٹھایا جبکہ بلال بڑی دلچسپی سے آج اس لڑکی کو دوسری بار دیکھ رہا تھا جو سوں سوں کر رہی تھی۔

''مس میں بعد میں آؤں گی۔'' وہ درد سے کراہ رہی تھی۔

''چچی جان انہیں لگتا ہے زبردست چوٹ لگی ہے مجھے اگر الہام ہوتا کہ کوئی پھولوں کی ڈالی آگے ہے تو جاتا۔'' وہ ذرا شرارتی ہوا تو آمنہ نے مسکرا کے اسے دیکھا جبکہ وہ جھینپ گیا۔

''میرے خیال میں بلال کچھ دیر میں چلیں گے مگر عمر کو بھنک نہ پڑ جائے۔''

''مس میں واقعی بعد میں آ جاؤں گی وہ تو میں صرف آپ کو دیکھنے آئی تھی۔''

''کیوں تمہاری شادی کی ڈیٹ فکس ہو گئی؟'' انہوں نے پوچھا۔

''یہی تو بتانے آئی تھی۔'' وہ بولی جبکہ بلال اب چونک گیا اتنی سی لڑکی کی شادی، حیرانگی کے سمندر میں اس غوطہ لگایا۔

''مس اس مہینے کی پچیس تاریخ رکھی ہے دیکھیے گا مس اس دن شاید......''

''ہشت...... بری بات آگے کوئی غلط بات نہیں۔'' آمنہ نے درمیان میں ہی ٹوک دیا۔

''پھر آپ ہی بتائیے کیا کروں اس چیپ شخص سے شادی کر لوں۔ مس وہ بہت واہیات گفتگو کرتا ہے میں ڈیڈی کو بتاتی بھی ہوں مگر انہیں یقین ہی نہیں آتا۔'' اب وہ بلال کی موجودگی کو فراموش کر کے انہیں بتائے جا رہی تھی بلال تو سب بڑے غور سے سنتا رہا۔ آمنہ نے ایک سرزنش بھری نگاہ ڈالی مگر وہ انجان بنا رہا۔

''تم بس کوئی بھی غلط قدم نہیں اٹھانا اب اگر تمہارے ڈیڈی نے تمہاری شادی پکی کر دی ہے تو تم راضی ہو جاؤ تم اس شخص کو پیار محبت سے راہ راست پر لانا۔ دیکھنا تم اتنی پیاری ہو وہ تمہارے آگے ہار جائے گا۔'' وہ اسے سمجھانے لگیں مگر جویریہ تو یہ کسی پل تسلیم ہی نہیں کرنا چاہتی تھی وہ فرحان جیسے مکروہ شخص کی ہوس زدہ نگاہوں کو خوب سمجھتی تھی۔

''مس وہ اس قابل نہیں ہے اس کی گندی نگاہیں......'' جویریہ نے جھرجھری لی۔

''تم خود پر اعتماد رکھو۔''

بلال صوفے میں دھنسا بیٹھا تھا صدف کا گزر ہوا تو بلال کو موجود پایا۔

''آپ دونوں گئے نہیں۔'' وہ بولتے بولتے رک گئی کیونکہ جویریہ آج پھر آئی ہوئی تھی۔

''صدف تم ذرا پانی لانا......''

''مس میں اب چلوں گی خوشحال بابا انتظار کر رہے ہوں گے پھر ڈیڈی اور ممی کو تشویش نہ ہو ایک آپ ہی تو میرا ہیں اگر یہ بھی چھن گیا تو میں کہاں جاؤں گی۔'' وہ کھڑی ہو گئی۔ آمنہ نے بہت روکا مگر وہ ان کے رخسار پر پیار کر چلی گئی۔ آمنہ ورزیدہ نگاہ ڈال کر رہ گئیں۔

''چچی جان اس کے ساتھ مسئلہ کیا ہے؟'' بلال کو اب زیادہ دلچسپی ہوئی۔

''کوئی نہیں تم اب چلو۔'' انہوں نے ڈانٹ دیا۔

''پھر بھی پتہ تو چلے۔''

''تم نے ساری گفتگو تو سنی ہے۔'' انہوں نے اس کے چپت لگائی دونوں اب گاڑی میں بیٹھ چکے تھے۔ ایک تو جہ لیا جس وقت وہ گھر پہنچے شہرینہ تیار ہی ملی۔

''کیسی ہو شہرینہ......؟'' آمنہ نے اس کا چہرہ ہاتھوں میں لے کر پیار کیا۔

''ٹھیک نہیں ہے نائل نے آنے کا کہا تھا ابھی تک تو آیا نہیں۔'' جہاں آراء نے کہا۔

''پھر ٹھیک ہے میں اسے گھر لے جاتی ہوں۔'' آمنہ بولی۔

''نہیں میں گھر نہیں جاؤں گی۔'' وہ جھٹ بولی کیونکہ نائل کی دھمکیاں تو بازگشت بن کر گونجنے لگیں۔

''شہرینہ چلی جاؤ نا اچھا ہے ذرا طبیعت بہل جائے گی۔''

''امی وہ نائل......'' وہ منمنائی۔

''نائل کو میں دیکھ لوں گی میں کہہ دوں گی کچھ دن رہ آؤ پھر لے آئے گا۔'' وہ آج تہیہ کیے ہوئے تھیں کہ نائل سے بالکل نہیں ڈریں گی۔

''شہرینہ بجو آپ کو چچا جان بہت یاد کر رہے ہیں پتہ نہیں کیا کیا سوچے بیٹھے ہیں کہ شہرینہ آئے گی تو یہ کروں گا وہ کروں گا۔'' بلال نے بھی اسے بتایا۔ پاپا کا ذکر سن کر تڑپ ہی اٹھی ان کے سینے سے لگنے کو دل مچل رہا تھا وہ ان کی آغوش میں رہنا چاہتی تھی۔

''چلو گی شہرینہ؟'' آمنہ نے بڑے مان سے پوچھا وہ ایک لمحے کو چپ ہو گئی کیا کرے نائل کا خیال کرے یا پاپا کا نائل نے ابھی تک کوئی خوشی نہ دی اور پاپا تو دیکھ کر وہ خوش ہو جائے گی کئی راتوں کی بے چین نیندوں کی ماری ہے وہ پر سکون نیند سونا چاہتی ہے فارحہ اور صدف کوئی بھی تو نہیں آتی۔ تائی امی، چھوٹی تائی، تایا ابو، چھوٹے تایا، سب ہی ایک ایک کر کے یاد آئے اور طائشہ کا بھی مبہم سا خیال آیا صرف اس کی وجہ سے وہ نائل سے ناراض تھی اور اس نے مائشہ سے تو سیدھے منہ بات تک نہ کی۔

''بتاؤ شہرینہ......'' آمنہ نے اس کا ہاتھ پکڑا۔

''جاؤ بیٹی تم نائل کی فکر نہ کرو میں اس کی ماں ہوں سنبھال لوں گی۔'' جہاں آراء نے اسے اطمینان دلایا وہ جانا بھی چاہ رہی تھی مگر پاپا کی حسرت لیے وہ جانے کے لیے رضامند ہو گئی جلدی جلدی پیکنگ کی کہ کہیں نائل آ کر اسے نہ روک دے اور وہ جہاں آراء کو خدا حافظ کہہ کر جانے کو تیار تھی۔

''بھابی نائل سے کہیے گا کہ رات کو اگر ہو سکے تو چکر لگا لے ورنہ میں فون کروں گی۔'' آمنہ نے ان سے کہا اور پھر

شہرینہ کو لے کر وہ روانہ ہو گئیں۔

● ● ●

وہ ابرار احمد کے گلے لگ کر خوب روئی کہ اس نے اپنی طبیعت خراب کر لی بڑی مشکل سے اسے سنبھالا کیونکہ ایک طویل عرصے بعد وہ آئی تھی اور پرسکون بھی لگی آمنہ نے اس کا مضمحل چہرہ دیکھا جو کچھ گم صم سی تھی۔ وہ دونوں اب مشترکہ کمرے میں قیام پذیر تھیں۔

"تم سناؤ یاسر بھائی کا انتظار کب ختم کر رہی ہو!" شہرینہ نے اسے چھیڑا۔

"مجھے کیا پتا، یہ تو بڑوں کو سوچنا چاہیے۔" وہ آہستگی سے گویا ہوئی۔

"ہاں یہ بھی تم نے ٹھیک کہا میرے خیال میں فارحہ تمہارے اور یاسر بھائی کے نکاح کو دو سال سے اوپر ہو گئے ہوں گے۔"

"ہاں حیرت ہے تمہیں احساس ہے۔" وہ تلخ سی ہو گئی۔

"فارحہ تم کیا سمجھ رہی ہو اگر شادی ہو گئی ہے تو سب کو بھول گئی ہوں۔" وہ تیزی سے بولی جبکہ فارحہ اٹھ کر بیٹھ

"شہرینہ کبھی تم نے سوچا ہے کہ تم صحیح کر رہی ہو یا غلط۔"

"بات تمہاری کر رہی ہوں تم میری کہاں لے کر بیٹھ گئیں۔" وہ بھی چڑ گئی۔

"لیکن میں صرف تمہاری بات کروں گی کیونکہ شہرینہ صرف تمہاری وجہ سے یاسر مجھ سے ناراض ہیں جو کچھ رہی ہو نائل حسن کے ساتھ......!" فارحہ نے اسے احساس دلایا۔

"کیا کر رہی ہوں میں نائل حسن کے ساتھ۔" وہ سمجھی نہیں۔

"یہی کہ تمہاری اب اس سے شادی ہو گئی ہے تم نائل حسن کے ساتھ ہنسی خوشی رہو۔"

"فارحہ خوش وہاں رہا جاتا ہے جہاں آپ کو آپ کا سب کچھ خوش رکھے نائل حسن نے ایک دن بھی مجھے خوشی نہیں دی۔"

"شہرینہ! نائل حسن مرد ہے تمہیں ہی کمپرومائز کرنا ہوگا کیونکہ لڑکی دوسرے گھر جاتی ہے اس کی شادی پورے گھرانے سے ہوتی ہے۔" آج اسے سمجھانے کا تہیہ کیا ہوا تھا۔

"میں کمپرومائز کروں اور کتنا کروں پل پل اذیتیں دی ہیں مجھے۔ میں اگر کمپرومائز کر بھی لوں وہ کرلے گا سے؟" وہ رونے لگی۔

"پھر بھی تمہیں ہی کرنا ہے کیونکہ تم عورت ہو تم سے کئی لوگ وابستہ ہیں شہرینہ ابرار چچا کے متعلق سوچو ہم سب کے متعلق سوچو تم اگر وہاں اسی طرح ہنگامہ کرتی رہو گی تو بتاؤ کوئی یہاں چین سے رہے گا ساری خبریں رہتی ہیں تمہارا"

"وہ ہی کرتا ہوگا۔" شہرینہ نے دانت پیسا۔

"شہرینہ تم اتنے نخوت سے نائل حسن کا نام مت لو وہ تمہارا شوہر ہے۔"

"فارحہ میں چھٹکارا چاہتی ہوں نہیں رہنا مجھے اس کے ساتھ، کبھی بھی میں نے اس شخص کو خوش نہیں دیکھا اوقات تو مجھے وہ سائیکی لگتا ہے۔" وہ واقعی نائل سے بہت ڈری ہوئی تھی۔

"میں یہاں آ تو گئی ہوں مجھے پتہ ہے ایک حشر برپا کیا ہوگا امی پر غصہ کر رہے ہوں گے کیونکہ بغیر بتائے آ گئی ہوں۔" اسے رہ رہ کر جہاں آرا کا خیال آیا۔

"اول تو تمہیں آنا نہیں چاہیے تھا۔"

"واٹ......! کیا کہہ رہی ہو مجھے پاپا سے ملے صدیاں گزر گئیں اور تم کہہ رہی ہو مجھے آنا نہیں چاہیے تم تو سب کے درمیان رہتی ہو تمہیں کیا معلوم محبت کا۔"

"ہاں مجھے کیا معلوم محبت کا تم کیا سمجھ رہی ہو اذیتیں تم ہی سہہ رہی ہو، ہیں بولو......!" فارحہ کو آج بہت غصہ آ رہا تھا۔

"میں بھی بے رخی کی اذیتیں سہہ رہی ہوں تم سے حوالے طنز کا تیر جو یاسر مجھ پر برساتے رہتے ہیں تم کیا سمجھتی ہو میں بہت خوش ہوں شہرینہ فرق صرف اتنا ہے تم نائل حسن کی عملی اذیتیں سہتی ہو اور میں یاسر کی سرد مہری اور بے نیازی کی۔ وہ بھی اس لیے کہ تمہاری سائیڈ لیتی ہوں اور وہ اس سے چڑتے ہیں کیونکہ وہ کہتے ہیں ہر حال میں لڑکی کو ہی جھکنا پڑتا ہے نائل حسن کو وہ قصوروار نہیں ٹھہرا رہے بلکہ وہ تمہیں ٹھہرا رہے ہیں۔" فارحہ آج پھوٹ پھوٹ کر رو دی اور شہرینہ سکتے کی کیفیات میں رہی دماغ سن ہو گیا کانوں میں سائیں سائیں ہونے لگی۔

"فارحہ میری بات سنو!" شہرینہ میں لمحوں میں حرکت ہوئی اور اس نے فارحہ کو اپنے گلے سے لگا لیا آج پہلی بار اس نے فارحہ کو روتے دیکھا دل ڈوبنے لگا۔

"پلیز فارحہ میری بات تو سنو اوپر کرو چہرہ۔"

"نہیں شہرینہ اب میں تمہاری کوئی بات نہیں سنوں گی کیونکہ تم صرف اپنی کرتی ہو تمہیں صرف اپنا خیال ہے جبکہ مجھے تم سب کا کیونکہ میں سب کو خوش دیکھنا چاہتی ہوں چاہے میرا نقصان ہو جائے۔" اس نے جلدی سے آنسو پونچھے۔

"میں یاسر بھائی سے بات کروں گی۔"

"خبردار جو تم نے کوئی بات کی ان سے جو رہا سہا بھرم ہے وہ بھی توڑ دو گی۔" اس نے ڈانٹ دیا۔

"میری وجہ سے تم دونوں میں جو لڑائی ہو گئی ہے۔" وہ روہانسی ہو گئی۔

"اگر تم اپنے رویوں کی معافی مانگو آمنہ چچی سے اور نائل حسن سے تو میری لڑائی بھی ختم ہو جائے گی۔" وہ بولی۔

"فارحہ یہ کبھی بھی ممکن نہیں ہے۔" سخت بن گئی۔

"پھر ٹھیک ہے کرو اپنی مرضی مگر شہرینہ میری ایک بات یاد رکھنا جس سے لڑکی کی ذات وابستہ ہوتی ہے جب تک وہ اس کے ساتھ سنسیئر نہیں ہوگی اور نہ ہی اس کے اصولوں کو اپنائے گی تو وہ لڑکی کبھی خوش نہیں رہتی۔"

"مجھے بددعا دے رہی ہو۔" وہ حسرت بھرے انداز میں گویا ہوئی۔

"بددعا نہیں ہے یہ میں تمہیں سمجھا رہی ہوں میری ہر وقت بس یہی دعا ہے کہ تمہیں نائل حسن سے محبت ہو جائے۔ بس میں یہی چاہتی ہوں۔"

"فارحہ مجھے اس سے محبت ہے۔" وہ رک رک کر بولی۔

"کیا!" فارحہ چونک گئی۔

"ہاں فارحہ! جب بھی میں ان کے متعلق اچھا سوچتی ہوں وہ ایسی بات کر دیتے ہیں پھر مجھے غصہ آ جاتا ہے اور میں ان سے لڑنے لگ پڑتی ہوں۔" اس نے دبی دبی آواز میں اعتراف کیا مگر فارحہ پر تو حیرت سوار ہو گئی کیونکہ شہرینہ کے کسی بھی انداز سے نہیں لگا کہ وہ نائل کو پسند کرتی ہو۔

"پھر تم اس کی باتیں کیوں نہیں مانتی ہو؟"

"مجھے ضد چڑھ جاتی ہے وہ چاہتے ہیں کہ میں تمہاری آمنہ چچی سے معافی مانگوں جب ہی وہ مجھے قبول کریں گے یہ میں کبھی کروں گی نہیں اور نہ ہی میں نائل سے یہ کہوں گی کہ میں ان سے محبت کرنے لگی ہوں۔"

"شہرینہ! بے وقوفی والی باتیں مت کرو۔ کیوں اپنی اتنی خوبصورت زندگی کو برباد کرتی ہو۔ شیری یہ خوبصورت

دن کبھی لوٹ کر نہیں آئیں گے۔"

"نہ آئیں مگر میں آمنہ بیگم کو کبھی ممی کے روپ میں قبول نہیں کروں گی پاپا ہر فیصلہ کر لیا وہ اب مجھ سے پہلے بھی نہیں ملے۔"

"یہ تمہارا وہم ہے تم اپنی غلطی مان لو تو سب کچھ ویسا ہی ہے۔" فارحہ نے اب اسے اور طریقہ سے سمجھانا چاہا۔ رات دونوں ہی رات بھر باتیں کرتی رہی تھیں جو شہرینہ کے دماغ میں آئیں اور نہیں بھی کیونکہ اپنی ضد کی وجہ سے ماننے کو تیار نہ تھی۔

● ● ●

"یار چہرے پر واقعی تیرے بارہ ہی بج رہے ہیں۔" اعزاز نے اسے کولڈ ڈرنک کا گلاس پکڑایا۔

"تم سے پوچھوں گا جب تمہاری شادی ہو گی کہ بارہ اور تیرہ کیسے بجتے ہیں۔" وہ اسے گھورنے لگا۔

"شہرینہ بھابھی پہلی بار میکے رہنے گئی ہیں تمہارا یہ حال ہے تو یار لے آؤ۔" اس نے مشورہ دیا۔

"اپنا مشورہ اپنے پاس رکھو جب بھی بولنا فضول ہی بولنا۔" تائل نے کولڈ ڈرنک پینے کے بعد گلاس سائیڈ ٹیبل پر رکھا۔

"ویسے میرا ارادہ ہے جانے کا چلنا چاہو تو چلو۔"

"مجھے پتہ ہی کیوں دوڑ دوڑ کر جاتے ہو۔" وہ معنی خیز ہوا۔

"یار کیا بکواس ہے!" وہ جھینپ گیا۔

"مسٹر بکواس نہیں ہے میں نے سب اس دن اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کیسے آنکھوں میں چمک آ گئی تم چہرے کا رنگ ہی بدل گیا۔"

"میرے خیال میں تم نے واقعی بھابھی کا جانا زیادہ ہی دل و دماغ پر لے لیا۔" وہ گلاس رکھ کر بولا۔

"دل، و دماغ پر تو تم نے لے لیا صدف کو۔" تائل نے جھٹ نام بھی لے دیا۔

"کون صدف......؟" اب اعزاز نے انجان بننے کی ایکٹنگ کی۔

"صدف نصیر احمد یعنی تمہارے انکل نصیر احمد کی چھوٹی دختر نیک اختر اور بتاؤں میری بیگم شہرینہ تائل کے چھوٹے تایا کی بیٹی اور بتاؤں......!" اب وہ شوخی سے بولا تو اعزاز بری طرح جھینپ گیا۔

"ہاں شرماؤ! ابھی صدف کا ذکر کیا ہے جب ہی چہرہ تربوز ہو رہا ہے وہ بھی سرخ والا۔"

"تائل سدھر جا بکواس نہ کر۔" اعزاز نے اس کے کشن اٹھا کر مارا۔

"میں تو یہ سوچ رہا ہوں جب وہ مکمل تیرے قبضے میں ہو گی تو، تُو تو گیا کام سے۔"

"تو گیا کام سے جو میں جاؤں گا۔" اس نے الٹا اس سے سوال کر ڈالا۔

"اور کیا صرف تین دن ہوئے ہیں اسے گئے مگر ایسا لگ رہا ہے تین صدیاں گزر گئی ہیں۔"

"دیدار کر آؤ۔" اس نے معقول مشورہ دیا۔

"وہ میری اپنی ہے جب دل چاہے دیدار کر لوں گا نہ مجھے کسی کا ڈر ہے تم اپنی فکر کرو کیونکہ تمہیں ذرا پریشانی ہو گی اپنی والی کے دیدار کی۔" تائل ہنسا۔

"ہاں ہنس لو بلکہ مذاق اڑا لو کیونکہ ابھی میں مجبور ہوں۔"

"دیکھا اُگلا نہ...... کیسے انجان بن رہا تھا۔" وہ بولا۔

"جب ساری تم نے کہانی سنا دی تو اب کیا چھپاؤں ایک تو چالاک شروع سے ہو یاد ہے وہ لڑکی جو تمہارے پیچھے

تھی یونیورسٹی میں۔" اعزاز نے یاد دلایا۔

"یار وہ بس ضروری تھا اگر میں اس لڑکی کی طبیعت صاف نہ کرتا تو مجھے یونیورسٹی سے نکلوا دیتی اور تمہیں پتہ ہے امریکن یونیورسٹی سے چار پانچ لڑکے صرف اس سنہری لڑکی کی وجہ سے نکلے تھے۔" اسے اپنا امریکہ والا واقعہ یاد آیا جب دونوں ساتھ پڑھتے تھے اور ایک فارنر لڑکی تائل کے پیچھے لگ گئی تھی۔

"وہ تو میں اور بھی مزہ چکھا سکتا تھا اگر اس کا بوائے فرینڈ نہ آتا تو۔"

"تائل یہ گوری میم تو یار اچھا خاصا بندہ خراب کر دیں۔" اعزاز کو 'جیسی' یاد آ گئی جو اس کی بھی امیدوار تھی۔

"تم دونوں آج باتیں ہی کرتے رہو گے یا کچھ کھاؤ گے بھی۔" زینب ان کے پاس ہی چلی آئیں دونوں کی باتیں پھر رک گئیں۔

"آنٹی میں تو آفس سے آتے ہی کھا لیتا ہوں اس لیے میں تو کھا کر آیا ہوں۔" تائل نے کہا۔

"تم سے پوچھ بھی کون رہا ہے چل اٹھ۔"

"یار اعزاز واقعی میں نہیں کھاؤں گا۔" اس نے منع کیا۔

"امی اصل میں شہرینہ بھابھی آج کل میکے رہنے آئی ہوئی ہیں نا تو اس نے یہ حال کر لیا۔" اعزاز نے چھیڑا۔

"آنٹی آپ اس کی بھی شادی کر دیں۔"

"یار یار کیا ہو گیا۔" اعزاز تو اچانک افتاد پر پریشان ہو گیا۔

"سوچا ہوا ہے اس کی بہنیں اس عید کے بعد آئیں گی تو اس کی منگنی تو کر ہی دینی ہے۔"

"آنٹی کوئی لڑکی دیکھی ہے؟" تائل نے اعزاز کے چٹکی لے کر پوچھا۔

"دیکھی تو نہیں ہے دیکھو بہنوں کو کون پسند آتی ہے۔" وہ بولیں حالانکہ ان کی نظریں تو صدف پر تھیں مگر ابھی کوئی بھی فیصلہ اتنی جلدی نہیں کرنا چاہتی تھیں سب جمع ہوں تو کوئی فیصلہ بھی کیا جائے۔

"امی عفرا کدھر ہے۔" اعزاز نے جان بوجھ کر مداخلت کی تاکہ امی روانی میں کچھ اور ہی منہ سے نہ نکال دیں۔

"اپنے کمرے میں ہے پڑھ رہی ہے اس کا اسکول میں بالکل دل نہیں لگ رہا ہے مجھ سے کہہ جا رہی ہے واپس اسلام آباد چلیں۔"

"اتنی جلدی تھوڑی دل لگتا ہے۔"

"ہر کوئی تمہاری طرح تھوڑی ہے۔" تائل نے اس کے دھپ لگائی وہ تو خجل ہو گیا آنکھوں آنکھوں میں اسے ڈانٹنے لگا۔

"تم لوگ جب کھاؤ کھانا بتا دینا میں ذرا فراز سے کہتی ہوں کہ وہ بشریٰ اور نیلم کو فون کرے اتنے دن سے ان سے بات ہی نہیں ہوئی۔" وہ اپنی دونوں بیٹیوں کو یاد کرنے لگیں۔

"امی انٹرنیٹ پر لگا دے فراز سے کہیں۔"

"مجھے الجھن ہوتی ہے میں فون پر کروں گی۔" انہیں فون پر بات کرنا مناسب لگتا۔

"تائل ایک بات کہوں میں تم سے......؟" اعزاز نے قدرے توقف کے بعد اسے مخاطب کیا۔ وہ اعزاز کی جانب متوجہ ہوا۔

"اگر تم شہرینہ بھابھی کو خوش رکھو، میرا مطلب ہے کہ اپنے......"

"اعزاز بس ایک لفظ نہیں کہنا کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ تم ان کی طرفداری کرو۔"

"تائل میں تو اس لیے کہہ رہا تھا کہ تم نے دیکھو اپنی حالت کیا کر لی ہے۔"

"بری حالت اس وقت ٹھیک ہوگی جب شہرینہ پھوپھو سے معافی مانگے گی۔" اس کا چہرہ ایک دم سپاٹ ہو اعزاز نے پھر مناسب نہ سمجھا نائل کو چھیڑنا کیونکہ ماتھے پر فکروں کا جال بھی نمایاں لگا۔

● ● ●

"بھائی صاحب میں بہت پریشان ہوں کیا کروں!" ابرار احمد ان کے سامنے مضمحل سے بیٹھے تھے۔

"تم باہر ہی معاملہ رفع دفع کرو شہرینہ کو بالکل خبر نہیں ہونا چاہیے۔" انوار احمد الگ متفکر سے ہوئے کیونکہ سب شہرینہ کی طرف سے پریشان تھے اوپر سے مستزاد...... شہرینہ کی فارنر ماں...... آ گئی پاکستان جس نے آ ابرار احمد کا پیچھا لے لیا کہ وہ شہرینہ کو لینے آئی ہے۔

"بھائی صاحب کب تک بات چھپے گی میں نے اسے یہ بھی بتایا کہ اس کی شادی ہوگئی ہے وہ یقین نہیں کر رہی۔"

"تم نے ہمارے لیے مشکلات پیدا کر دی ہیں آمنہ کو تم یہاں اٹکا کر چلے گئے وہاں تم نے الگ کی ہوئی نقصان کس کا ہوا تمہاری بیٹی بھی تم سے متنفر اور آمنہ الگ افسردہ ہوگی۔"

"میں نے آمنہ سے کچھ نہیں چھپایا سب بتا دیا ہے۔"

"تم اس عورت سے لے دے کر معاملہ رفع دفع کرو کیونکہ شہرینہ کو اگر پتہ لگا تو وہ کہیں جانے کے لیے تیار جائے اور تمہیں نائل کا پتہ ہی ہے۔"

"شہرینہ کو تو میں سوچ رہا ہوں خود چھوڑ آؤں گا اور نائل کو بھی بتا دوں گا وہ ہی شہرینہ کو ہینڈل کر لے گا۔" شہرینہ کو کسی طور کھونا نہیں چاہتے تھے کیونکہ انہیں خبر تھی وہ ان سے ناراض ہے اگر کوئی بغیر سوچے سمجھے قدم اٹھا لیا تو کچھ نہ کر پائیں گے۔

"تم دو دن کے اندر جلدی یہ نمٹاؤ۔" انوار احمد نے انہیں حکم دیا وہ پرسوچ انداز میں اٹھ کر باہر آ گئے سامنے شہرینہ گلاس ڈور کھول کر باہر لان میں جا رہی تھی انہیں کمزور سی بیٹی کی فکر بھی ہوئی کیونکہ دن بدن مرجھائی جا رہی تھی یہاں آ کر بھی خوش نہ تھی۔

شہرینہ کا دل اداس ہو رہا تھا دس دن ہو گئے تھے نائل کا کوئی فون ہی نہ آیا وہ منتظر ہی رہی پورچ کی سیڑھیوں بیٹھ گئی موسم صبح سے ابر آلود ہو رہا تھا مگر بارش کا کوئی امکان نہ تھا عمر لان میں پڑے جھولے میں جھول رہا تھا ساتھ بھی تھا جو خوب قلقاریاں مار رہا تھا ایک دم عمر کی نگاہ کاسنی کپڑوں میں اداس سی شہرینہ پر پڑے تو وہ اٹھ کر آ گیا اس نے پیچھے چھوڑ دیا وہ کھیل میں لگا رہا۔

"بجو! کیا سوچ رہی ہیں؟" وہ اس سے مخاطب ہوا۔

"کچھ نہیں۔" اس نے ناگواری سے منہ پھیر لیا عمر کو اس کا ناراض انداز بہت ہی اداس کرتا۔

"بجو! اگر آپ مجھے اپنا بھائی نہیں سمجھتیں تو ہم دوست تو بن سکتے ہیں۔" وہ بڑی مایوسی سے گویا ہوا شہرینہ اس کی آنکھوں میں دیکھا جو اسی کی منتظر لگیں۔

"بجو! میں آپ کا چھوٹا بھائی ہوں مجھے اپنی بہن کی ضرورت ہے آپ یہ کیوں سمجھتی ہیں کہ امی اور میں نے آ پاپا کر قبضہ کر لیا ہے بجو پاپا آپ سے ہی زیادہ محبت کرتے ہیں مجھ سے تو انہیں ہے بھی نہیں کیونکہ آپ ان کے پا رہی ہیں جبکہ میں نے تو اب دیکھا ہے چھوٹا تھا صرف امی کو ہی دیکھا مجھے تو پتہ بھی نہیں تھا باپ کی محبت کیا ہوتی اسی لیے پاپا کو بھی مجھ سے محبت نہیں ہے بلکہ آپ سے ہے۔" وہ آج بڑا سنجیدہ لگا۔ شہرینہ لب بھینچ کر رہ گئی۔ عمر حسرت و یاس سے بولا تھا۔

"بجو! پلیز آپ امی سے نہیں تو مجھ سے تو دوستی کر لیں پلیز۔" اس نے شہرینہ کے آگے ہاتھ پھیلایا۔

"آپ بھائی نہیں تو صرف دوست سمجھ کر دوستی کر لیں۔"

وہ تڑپ ہی گئی کتنی محبت و اپنائیت اس کی آنکھوں اور لہجے میں تھی وہ عمر کی باتوں میں سکتے میں آ گئی کیا وہ دوستی کر لے، عمر اور اس کے باپ ایک ہی تھے وہ اس سے واقعی دوستی کر لے۔

"پلیز بجو! مان جائیں نا مجھے ایک بہن چاہیے۔" وہ بڑے مان سے اس کے ہاتھوں کو پکڑنے لگا۔

"سر کھا لیتے ہو تم تو...... ٹھیک ہے ٹھیک ہے دوستی آج ہم دونوں میں۔"

"ہیں واقعی......!" وہ حیرت و انبساط سے بولا۔

"ہاں بھئی لاؤ ہاتھ ملاؤ جلدی سے۔" اس نے عمر کا ہاتھ تو پکڑ کر ملایا ساتھ ہی اس کے بال بگاڑ دیئے وہ خوشی سے جھوم اٹھا۔

"ہاں اب جلدی سے بتایئے منہ کیوں سوجھا ہوا ہے؟"

"تمہارا ہوگا میرا کیوں ہوتا۔" وہ کھڑی ہوگئی نگاہ اس کی اس پر تھی جو لان میں اب بال سے کھیل رہا تھا۔

"اب سمجھا نائل بھائی یاد آ رہے ہیں۔" اس نے چھیڑا۔

"اب وہ اتنے اچھے بھی نہیں کہ انہیں یاد کیا جائے۔" چپل اتار کر گھاس پر چہل قدمی کرنے لگی عمر بھی اس کے ساتھ کرنے لگا موسم بہت ہی دلکش ہو رہا تھا۔

"ویسے میں آج رات کو ان کے پاس جاؤں گا کہیے کچھ کہلوانا تو نہیں ہے۔"

"ہاں اتنا کہہ دینا موبائل آن رکھا کریں کیا آف کر کے رکھتے ہیں۔" اس نے کہا کیونکہ کئی بار دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر اس کے موبائل پر کال کیا جو آف ہی ملا۔

اب وہ تھک گئی تو جھولے پر بیٹھنے ہی لگی کہ ایک دم زور کا چکر آیا سر گھومنے لگا عمر نے فوراً تھام لیا مگر شہرینہ کی عجیب حالت ہوگئی۔

"بجو...... بجو!" وہ چیخنے لگا مگر وہ تو بے سدھ تھی اتنے میں وہ آمنہ کو بلا لایا۔ ابرار احمد بھی آ گئے ذرا سی دیر میں گھر میں شور مچ گیا اسے کمرے میں ابرار احمد ہی لائے۔ آمنہ نے اسے پانی پلایا بڑی تائی امی اور چھوٹی تائی بھی متفکر سی ہو گئیں کیونکہ ان دس دنوں میں بھی اس کے چہرے کی رونق نہ بحال ہوئی تھی کھانا بھی برائے نام کھاتی۔

"کیسی ہے اب میری بیٹی!" ابرار احمد نے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔

"جی پاپا! ٹھیک ہوں۔" وہ نقاہت سے بولی دل تو پہلے ہی ڈوب رہا تھا ابرار احمد کو رہ رہ کر پچھتاوا ہو رہا تھا کہ انہوں نے اپنی پھولوں سی نازک بیٹی کے ساتھ اچھا نہیں کیا۔

"لو شہرینہ! یہ جوس پی لو۔" آمنہ اس کے لیے موسمی کا جوس لائی تھیں۔

"مجھے نہیں پینا!" اس نے نفرت سے منہ موڑ لیا۔

"شہرینہ پیو یہ طبیعت سنبھلے گی۔" تائی امی نے کہا۔

"تائی امی دل نہیں چاہ رہا میرا بس نہیں پینا مجھے کچھ بھی۔" ایک دم ہی چیخ پڑی آمنہ جز بز سی ہٹ گئیں ابرار احمد نے ان کے دھواں ہوتے چہرے کو دیکھا جو لب کاٹ رہی تھیں۔

"ہر بات میں یہ لڑکی ضد کرتی ہے لاؤ آمنہ میں پلاؤں گی اسے۔" انہوں نے گلاس لے لیا اس کے سرہانے بیٹھ گئیں زبردستی اسے دو گھونٹ پلایا جو اس نے برے برے منہ بنا کر پیا۔

ابرار احمد رات گئے تک اس کے پاس ہی بیٹھے رہے اور وہ بھی انہیں اٹھنے نہیں دے رہی تھی عمر نے رشک سے دیکھا شہرینہ نے اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سوگواریت دیکھی۔

• • •

''تم آج ہی شہرینہ کو کسی ڈاکٹر کو دکھاؤ بالکل کمزور اور پیلی ہوئی جا رہی ہے۔'' ابرار احمد نے ان سے کہا جو جانے کے لیے تیار ہو رہے تھے۔

''وہ میرے ساتھ کب جائے گی۔'' آمنہ نے ان کا ہینگ کیا ہوا کوٹ نکالا اور انہیں پہننے میں مدد دی۔

''میں چاہتا ہوں آمنہ کہ تم ہی اس کی ہر ضرورت اور تکلیف کا خیال کرو اسے ماں کی کمی محسوس نہ ہو۔''

''اگر اسے اپنی اصلی ماں کا پتہ چل گیا تو......'' وہ بولتے بولتے رک گئیں۔

''یہ میں کبھی ہونے نہیں دوں گا اس عورت نے مجھے سوائے تنگ کرنے کے کچھ نہیں کیا پتہ نہیں اس وقت مجھے کیا ہو گیا تھا اور پھر شہرینہ کی پیدائش......ارے وہ تو ماں بننے کے لائق ہی نہیں تھی۔'' انہیں ایک دم غصہ آیا۔

''جب شہرینہ کو اس کی ضرورت تھی اس وقت وہ چھوڑ کر چلی گئی اور مجھ سے طلاق لے کر شادی رچالی جب خیال نہیں آیا اب حقدار بن کے آ گئی۔'' وہ مٹھیاں بھینچ کر رہ گئے۔

''تم آج ہی اسے لے کر جاؤ اور میں اسے خود چھوڑ کر آؤں گا کیونکہ نائل تو لینے آئے گا نہیں۔''

''ابھی اسے دن ہی کتنے ہوئے ہیں۔''

''آمنہ اگر بیٹا کو پتہ چل گیا نا وہ یہاں پہنچ جائے گی میں جانتا ہوں نائل تو ہینڈل کر لے گا کیونکہ کچھ شک نہیں شہرینہ اس مکار عورت کے جھانسے میں آ جائے اور اپنی ماں کی طرح وہ بھی غلط قدم اٹھا لے۔'' وہ بس اسی وجہ سے ڈر رہے تھے۔

وہ تو آفس چلے گئے آمنہ نے اپنی بڑی جیٹھانی سے ہی کہا کہ وہ اسے ڈاکٹر کے پاس لے چلیں کیونکہ وہ ان کی سنے گی ہی نہیں پھر وہ بڑی امی کے کہنے پر راضی ہوئی جانے کے لیے جب اسے خوش خبری دی گئی وہ تو ساکت ہو گئی کیا ہو گیا اسے خبر ہی نہ ہوئی گھر آ کر کمرے میں بند ہو گئی سمجھ نہ آیا خوش ہو یا غصہ کرے۔

طائشہ نے سنا تو اس نے بے اختیار اس کا ماتھا چوم لیا وہ جھینپ سی گئی طائشہ نے فون کر کے گھر خبر دے دی امی کو انہیں بھی یقین نہ آیا تھا وہ آپ ہی آپ مسکرا رہی تھی کہ بلال نے اسے ہلایا۔

''کیا بات ہے بڑی خوش نظر آ رہی ہیں؟''

''وہ تو میں اب رہتی ہوں۔'' طائشہ کوریڈور میں رکھے فون کو ڈائل کرنے لگی کہ نائل کو بھی بتا دے۔

''خوش تو وہ بھی رہتے ہیں لگتا ہی نہیں ہے کہ یہ ہی ہمارے خطرناک سے بھائی جان ہیں۔'' وہ ہنسا۔

''اب وہ بالکل ایسے نہیں ہیں سب سے ہی ہنسی مذاق بھی کرتے رہتے ہیں۔''

''بھابھی ضرورت سے زیادہ کرتے ہیں۔'' وہ بولا۔

طائشہ نمبر مسلسل ری ڈائل کیے جا رہی تھی مگر وہ نہ اپنے آفس میں اٹینڈ کر رہا تھا اور نہ ہی موبائل پر۔

''اٹھا ہی نہیں رہا ہے فون۔''

''میں گھر چلا جاؤں اگر کوئی میسج ہو تو......!'' بلال نے اس کی اب جھنجھلاہٹ دیکھی۔

''نہیں بات تو گھر میں نے کر لی ہے بس نائل سے کرنا چاہ رہی تھی۔'' وہ اب شہرینہ کے کمرے میں چلی آئی کیونکہ ابھی تک ان دونوں کی بات نہیں ہوئی۔ شہرینہ لیٹی ہوئی تھی مگر لگتا تھا ساتھ ہی گہری سوچ میں بھی تھی۔

''شہرینہ جاگ رہی ہو یا سو رہی ہو؟'' وہ اس کے قریب ہی بیٹھ گئی۔

شہرینہ نے پھر بھی اس کی جانب رخ نہ کیا وہ سرد مہر بنی رہی کیونکہ نائل کی وجہ سے اس سے بھی ناراض تھی مگر طائشہ تو خود نائل سے ناراض تھی نہ ہی اس نے کوئی چکر لگایا صرف شہرینہ کی وجہ سے کہ نائل، شہرینہ سے جو سخت سلوک روا رکھا ہوا تھا۔

''مجھے پتہ ہے تم مجھ سے بات کرنا تک پسند نہیں کرتی ہو مگر پھر بھی شہرینہ تم مجھے چھوٹی بہنوں کی طرح عزیز ہو۔ نائل سے زیادہ مجھے تمہارا خیال ہے کیونکہ میں سمجھتی ہوں تم پر بھی وہی گزرتی ہوگی جو مجھ پر گزرتی تھی سرمد کے غصے کی وجہ سے میں بھی ڈرتی رہتی تھی۔'' وہ آہستہ آہستہ بولتی گئی شہرینہ سب سن رہی تھی۔

''مگر میں بس اتنا کہنا چاہوں گی کہ عورت کو سیکری فائز کرنا پڑتا ہے مرد میں انا ہوتی ہے وہ کبھی نہیں جھکتا وہی عورت سے چاہتا ہے اس کے لیے اپنی ہستی تک مٹا دے مگر مرد کو کبھی نہیں خیال آتا نائل کو میں جانتی ہوں اچھی طرح وہ شروع سے ایسا نہیں ہے۔'' طائشہ کی آواز میں افسردگی پنہاں تھی۔

''پلیز بھابھی! میں اس موضوع پر بالکل بات نہیں کرنا چاہتی۔'' اس نے ناگواری سے کہا۔

''شہرینہ اگر میں تمہیں نائل کے متعلق نہیں بتاؤں گی تو تمہیں کیسے پتہ چلے گا کیونکہ اب تم جن مراحل سے گزر رہی ہو اس کے لیے تمہیں بتانا ضروری ہے۔''

''کیوں......آپ کو صرف اس وجہ سے میرا خیال آیا کہ میں اب جس کنڈیشن سے گزر رہی ہوں کہ کہیں آپ لوگوں کا نقصان نہ ہو جائے۔'' اس نے طنز کیا۔

''شہرینہ ایسی بات نہیں تم پلیز مجھے غلط نہ سمجھو میں نے ہمیشہ تمہارا اچھا چاہا ہے اور چاہتی رہوں گی تم چاہتی ہو نا کہ نائل رویہ درست کر لے......؟''

''مجھے نہیں ضرورت اس کی کہ وہ میرے ساتھ ٹھیک رہیں یا نہیں کیونکہ جب ہم میں انڈر اسٹینڈنگ نہیں تو میرے خیال میں ہمیں سپریشن لے لینی چاہیے۔'' اس نے بڑے ضبط سے کہا حالانکہ اب تو بس نائل کی عادت ہو گئی تھی وہ جب سے یہاں آئی تھی بس بے چین رہی۔

''شہرینہ یہ کیا کہہ رہی ہو تم......!'' طائشہ دھک سے رہ گئی۔

''ہاں بھابھی! اب میں تنہا نہیں ہوں میرے ساتھ اب کوئی اور ہے مگر میں نے یہ بھی سوچا ہے کہ نائل حسن کی کوئی بھی نشانی اپنے پاس نہیں رکھنا چاہتی ہوں اس لیے میں اسے۔''

''نہیں شہرینہ تم ایسا بالکل کچھ نہیں کرو گی تم میری بات سنو......!''

''اب میں کسی کی نہیں مانوں گی کیونکہ پہلے سب نے اپنی چلائی اب میں اپنی چلاؤں گی کوئی مجھے نہیں روکے گا حتیٰ کہ نائل حسن بھی کیونکہ میں واپس اب بالکل نہیں جاؤں گی۔'' اس کا لہجہ قطعی اور اٹل تھا طائشہ تو گھبرا گئی۔

''شہرینہ اس طرح تم گناہ کرو گی۔''

''اس وقت گناہ اور ثواب کہاں چلا گیا جب نائل حسن نے پل پل مجھے اذیتیں دیں انہیں خبر ہے گناہ اور ثواب......بیوی کے ساتھ کس طرح رہا جاتا ہے کبھی اسے بھی بتایا کسی نے۔'' وہ اٹھ بیٹھی۔

''میں بتا رہی ہوں نا نائل شروع سے ایسا نہیں ہے وہ تو بہت شوخ لڑکا تھا۔''

''بس بھابھی! نو آرگومنٹس میں بالکل اس کے متعلق نہیں سنوں گی میں لمحہ لمحہ مری ہوں کسی نے میرا خیال نہیں کیا اور اب میں بالکل اس کا خیال نہیں کروں گی جلد اپنا پیچھا چھڑا لوں گی اس مصیبت سے بھی۔'' وہ آج اتنی کٹیلی لگی کہ طائشہ تو ہق دق رہ گئی اسے شہرینہ سے اس حد کی امید نہیں تھی کہ وہ صرف نائل سے بدلے کے لیے اپنا تک نقصان کر لے گی وہ کیسی ماں تھی اسے اپنے بچے سے محبت تک نہیں تھی وہ جو ابھی اس دنیا میں آیا نہیں وہ اسے قتل کرنے کا سامان

کرر ہی تھی اس نے لمحوں میں فیصلہ کیا کہ وہ نائل کو بتا دے کہ وہ اسے یہاں سے لے جائے اپنی نگرانی میں رکھے کم از کم وہ کوئی بھی انتہائی قدم اٹھانے سے باز رہے گی کیسے وہ اپنے بھائی کو برباد ہوتے دیکھ لے اب اسے دونوں کو بچانا تھا۔

● ● ●

"بھائی آج پتنگ اڑانے چلیں اوپر؟" فراز نے اعزاز سے کہا جو کمپیوٹر پر بیٹھا کام کر رہا تھا۔

"یار تم اڑا لو مجھے بہت کام ہیں۔"

"بھائی آپ یہاں آ کر مجھے بالکل اگنور کر رہے ہیں۔" وہ اس کے قریب چیئر گھسیٹ کر بیٹھا۔

"یار میری جاب بھی تو دیکھو کتنی ٹف ہے اچھا وہ جو ریک میں بک رکھی ہے اسے اٹھا کر دو۔" وہ مسلسل کی بورڈ بٹن چلائے جا رہا تھا۔

"میں نہیں اٹھا رہا خود اٹھایئے۔" وہ اکتاہٹ سے بولا۔

اعزاز نے اپنے آئی گلاسز کے اوپر سے اس کی جھنجھلائی صورت دیکھی جو برے برے منہ بنا رہا تھا۔

"تم اب بڑے ہو جاؤ کیونکہ تم نے ڈاکٹر بننا ہے۔"

"نہیں ضرورت مجھے بڑے ہونے کی۔" وہ بچوں کی طرح روٹھ کر بولا۔

"تم یہ کیوں نہیں کرتے کہ انوار انکل کے چلے جاؤ وہاں عمر ہے بلال ہے ان کے ساتھ اڑا لو مل کر۔"

"جی باز آیا عمر کو دیکھو تو ہر وقت پڑھتا رہتا ہے اور رہے بلال بھائی آپ کی طرح ہر وقت کمپیوٹر پر پائے جاتے ہیں۔" اب بک اٹھا کر اس کے ہاتھ میں دی۔

"تم بھی پڑھائی شروع کر دو۔" اس نے مشورے سے نوازا۔

"بھائی آپ کو پچھلے سال بسنت یاد ہے پوری رات ہم دونوں نے خوب گڈیاں اڑائی تھیں۔" فراز کو اسلام آباد کی بسنت یاد آئی۔

"جب یار میں جاب لیس تھا اب میں ایک اعلیٰ عہدے پر فائز ہوں۔" وہ چیئر سے ٹیک لگا کر بولا۔

"آپ کا دل نہیں اکتاتا یہ سب کر کے؟"

"نہیں بالکل نہیں۔" وہ مسکرایا پھر فراز کے چپت لگائی۔

"مگر آپ نے میرے ساتھ آج پتنگ اُڑانی ہے اب آپ دیکھیے آج اسلام آباد میں بسنت ہے اور کراچی میں پتہ ہی نہیں چل رہا۔" اسے بس یہی قلق ہوا۔

"تم سیلیبریٹ کر لو عمر اور بلال کو بلا لو۔"

"پھر آپ نائل بھائی کو بلا لیں بلکہ ایسا کرتے ہیں آج رات ہم سب اپنے گھر میں ہی بسنت کا اہتمام کرتے ہیں وہاں نہیں تو یہاں ہی سہی۔" فراز نے خوش ہو کر اپنا پروگرام ترتیب دیا اعزاز کو معقول لگا اس نے پھر اثبات میں سر ہلایا۔

"ٹھیک ہے تم سب کو بلا لو ارینجمنٹ بھی تم ہی کرنا۔"

"یہ ڈیفائن کر دیں سب میں کون کون شامل ہوں۔" وہ معنی خیزی سے بولا تو اعزاز نے اس کے سر پر چپت ساتھ ہی کان کھینچا۔

"سب کو کہا ہے کسی ایک کو نہیں کہا۔"

"پھر بھی بتا تو دیں تاکہ خاص طور پر انہیں ہی کہوں۔" وہ تنگ کیے جا رہا تھا۔

"پھر ٹھیک ہے ایک کارڈ چھپوا لو اور ہاتھ میں تھما دینا کہ آپ کی شرکت بہت ضروری ہے۔"

"ارے کارڈ تو چھپیں گے مگر انتظار کریں بشریٰ اور نیلم آپی آئیں گی جب ہی۔" وہ ہنسا۔

"فراز تم بہت آگے جا رہے ہو۔" اعزاز نے اس کا کان کھینچا۔

"آپ کے فیوچر پلان بتا رہا ہوں کیونکہ ایک نا ایک دن تو کارڈ چھپیں گے ہی سہی اور پھر آپ کے نام کے صدف نصیر احمد ہوگا۔" وہ زور سے بولا تو اعزاز نے ایک دھموکا جڑ دیا۔

"آہستہ بکو......!"

"آہا آپ دونوں یہاں ہیں۔" عفرا اچھلتی ہوئی آئی۔

"تم کدھر تھیں۔" اعزاز نے اس کی پونی کھینچی۔

"میں لان میں تھی پانی دے رہی تھی پودوں کو۔"

"عفرا ایک بات بتاؤ اگر بھائی کی شادی ہم......"

"فراز اب پٹو گے تم۔ تم سے جو کہا ہے وہ کرو رات کا پروگرام سیٹ کر لو سب کو بلا لاؤ جب تک میں اپنا کام کر لوں۔"

"کون سا پروگرام بھائی!" عفرا کو بھی تجسس ہوا۔

"فراز سے پوچھو اور فوراً میرا کمرہ خالی کرو کیونکہ مجھے بہت ضروری کام کرنا ہے۔"

"آپ نائل بھائی کو ضرور بلا لیں مزا آئے گا۔" فراز ہانک لگاتا چلا گیا۔ اس نے سر ہلا دیا۔ اعزاز نے کچھ دیر کیا پھر نائل کو فون کیا مگر یہ چھپا گیا کہ اور لوگوں کو بھی بلایا ہے کیونکہ کچھ شک نہیں سن کر منع کر دے وہ اس کی نفرت تھا اسے کتنی نفرت تھی ان سب سے اعزاز نے سوچا تھا کہ وہ نائل اور شہرینہ میں صلح کرا کر رہے گا کیونکہ جب ہی کا معاملہ بھی صدف سے سیٹ ہوگا ورنہ خواہ مخواہ نائل طنز ہی کرے جائے گا۔ فراز نے بھی سب کو جا کر دعوت دی جو سب نے قبول بھی کر لی تھی کیونکہ اس بہانے ذرا مل بیٹھنے کا بہانہ بن گیا تھا پھر کوئی بھی انجوائے منٹ نہ ہوئی تھی رنے ذرا منع کیا مگر پھر فراز کے زور دینے پر راضی ہونا پڑا اور نہ دل تو ہر چیز سے اس کا اچاٹ ہو چکا تھا۔

● ● ●

شہرینہ تمہیں بھی جانا چاہیے۔" ابرار احمد نے اس سے کہا جو ہر وقت لیٹی رہتی تھی۔

"پاپا میرا دل نہیں چاہ رہا۔" اس نے منہ بنایا۔

"بیٹا! ایسے تھوڑی اپنے آپ کو قید کرتے ہیں بیٹا انجوائے کرو اور تمہیں پتہ ہے تمہاری صحت کے لیے بھی اب ضروری ہے۔" انہوں نے شہرینہ کو ساتھ لگایا وہ بچوں کی طرح رو دی۔

"اب بالکل بچوں کی طرح رونے کی ضرورت نہیں کیونکہ اب تم خود بڑی ہو گئی ہو۔ میں نے نائل سے بات کی وہ تمہیں لینے آئیگا۔"

"پاپا میں بالکل نہیں جاؤں گی ان کے ساتھ پاپا وہ آپ سے ملنے بھی نہیں دیتے۔"

"مگر اب ملنے دے گا تم بس جاؤ سب لوگوں کے ساتھ انجوائے کرو اٹھو ہری اَپ۔"

"پاپا میرا دل نہیں کر رہا۔" وہ روہانسی ہوئی۔

"بجو! فوراً اٹھیے کیونکہ اگر آپ نے منع کیا نا تو یاد رکھیے گا میں آپ کو اٹھا کر لے جاؤں گا۔" عمر نے آ کر شوخی سے کہا ابرار احمد۔

◆ ◆ ◆

"شہرینہ......! تمہیں بھی جانا چاہئے۔" ابرار احمد نے اس سے کہا جو ہر وقت لیٹی رہتی تھی۔
"پاپا......! میرا دل نہیں چاہ رہا۔" اس نے منہ بنایا۔
"بیٹا......! ایسے تھوڑی اپنے آپ کو قید کرتے ہیں۔ بیٹا......! انجوائے کرو اور تمہیں پتہ ہے تمہاری م
لئے بھی اب ضروری ہے۔" انہوں نے شہرینہ کو ساتھ لگایا۔ وہ بچوں کی طرح رو دی۔
"اب بالکل بچوں کی طرح رونے کی ضرورت نہیں کیونکہ اب تم خود بڑی ہو گئی ہو۔ میں نے نائل سے
ہے وہ تمہیں لینے آئے گا۔"
"پاپا......! میں بالکل نہیں جاؤں گی ان کے ساتھ۔ پاپا......! وہ آپ سے ملنے بھی نہیں دیتے۔"
"مگر اب ملنے دے گا۔ تم بس جاؤ سب لوگوں کے ساتھ انجوائے کرو، اٹھو۔ ہری اَپ......!"
"پاپا......! میرا دل نہیں کر رہا۔" وہ روہانسی ہوئی۔
"بجو......! فوراً اُٹھیے کیونکہ اگر آپ نے منع کیا ناں تو یاد رکھیے گا میں آپ کو اُٹھا کر لے جاؤں گا۔" عمر
شوخی سے کہا۔ ابرار احمد ہنس دیئے۔
"میں بالکل نہیں جاؤں گی۔"
"بیٹا......! بھائی کہہ رہا ہے۔ جاؤ اٹھو......!" انہوں نے اب شہرینہ کو پکڑ کر اٹھایا۔
"مجھ سے تو آپ اچھی ہیں۔ پاپا آپ سے محبت کتنی کرتے ہیں۔" عمر لہجے میں آہ بھر کر بولا۔
"پاپا......! آپ اس سے محبت کیوں نہیں کرتے......؟ یہ بھی تو آپ کا بیٹا ہے۔" شہرینہ کو اب عمر بہت عز
تھا۔
"ارے......! اس سے تو مجھے الگ محبت ہے۔ تم اب ہو گئی ہو پرائی، مہمان ہو ناں اس لئے خیال کرتا ہوا
"ورنہ آپ کو مجھ سے محبت نہیں......؟" اس نے مصنوعی خفگی سے کہا۔
"بجو......! یہ ایک طویل بحث ہے۔ بعد میں کیجئے گا۔ چلئے جلدی سے میرے ساتھ۔" وہ اسے زبردستی
اور وہ نہ نہ کرتی رہی۔
سب لوگ ہی اب روانہ ہو چکے تھے سوائے بزرگ حضرات کے۔ نوجوان پارٹی نے اعزاز کے گھر وہ دھما
مچادی۔ شہرینہ تو زینب آنٹی کے پاس جا کر بیٹھ گئی۔ فارحہ اور اس میں بھی الگ ناراضگی تھی۔
"تم لوگ آ گئے اچھا لگ رہا ہے۔" زینب سب کے آنے سے بہت خوش ہوئیں۔
"آنٹی......! بشریٰ باجی اور نیلم باجی سال میں ہی چکر لگاتی ہوں گی......؟" فارحہ نے پوچھا۔
"ہاں......! جب بھی آتی ہیں عفرا کی چھٹیوں میں آتی ہیں کیونکہ ورنہ وہ بچوں کے ساتھ لگی رہتی ہے۔"
"کتنے بچے ہیں ان دونوں کے......؟"
"بشریٰ کے تو دو بیٹے ہیں جبکہ نیلم کی صرف ایک بیٹی ہے تین سال کی۔ پچھلے سال تو آئی تھیں مگر اس بار
ہیں کہ اعزاز کی کہیں بات چلائیں تو ہم آئیں گے۔ اعزاز کہہ رہا ہے کہ وہ دونوں پہلے آ جائیں پھر ہی کہیں

یے گا۔ شہرینہ تم لیٹ جاؤ۔" زینب کی نگاہ اس پر پڑی جو عجیب اُکتاہٹ کا شکار لگی۔ فارحہ نے بھی پہلو بدلا۔
"آنٹی......! آپ نے اعزاز بھائی کے کمرے کو بہت خوبصورت ڈیکوریٹ کیا ہے۔" صدف نے آج پورے
گھر کا جائزہ لیا۔
"امی......! دیکھیے گا جا کر چیزیں جگہ پر تو ہیں۔" فراز فریج سے کولڈ ڈرنک کی بوتل لینے آیا تھا۔ اس نے
صدف کی بات بھی سن لی۔
"کیا مطلب ہے، میں کوئی چور ہوں......؟" وہ برا مان گئی۔
"اور کیا، چور ہی ہیں آپ......!" اس نے لقمہ دیا۔ صدف نے فراز کو گھورا۔
"آنٹی......! دیکھئے ناں آپ، فراز کیا کہہ رہا ہے۔"
"فراز......! بری بات ہے۔"
"امی......! مجھے پتہ ہے کیا بری بات ہے اور کیا نہیں مگر پھر بھی چیزیں ضرور چیک کر لیجئے گا۔ پچھلی بار آپ نے
آٹھ پلیٹیں توڑی تھیں۔"
"وہ بھی اعزاز بھائی کی وجہ سے، وہ ٹکرائے کیوں مجھ سے......؟" وہ شرمندگی سے بولی۔
"فراز......! کیا بدتمیزی ہے......؟ چپ نہیں ہو گے۔" اب زینب نے سرزنش کی اور وہ کولڈ ڈرنک کی بوتل اور
گلاس لے کر اوپر جانے لگا۔
"آپ خواتین بھی آ سکتی ہیں بڑا مزہ آ رہا ہے۔ عمر اور اعزاز بھائی میں مقابلہ جاری ہے۔" وہ ان لوگوں کو کہہ کر
سیڑھیاں پھلانگتا چلا گیا۔
"چلیں اوپر......؟" صدف کو بھی اب اشتیاق ہوا۔
"تم چلی جاؤ میں یہاں بیٹھی ہوں۔"
"ارے بچیو......! جاؤ ابھی اٹھو چلو۔" انہوں نے اب جلدی سے اٹھایا جوان دونوں کو مانتے بنی۔ شہرینہ نے
کسلمندی سے انکار کر دیا۔
اوپر سے کچھ ہی دیر میں اعزاز اُتر آیا۔ ساتھ ہی نائل بھی تھا۔ دونوں باتیں کرتے آ رہے تھے۔ لاؤنج میں آئے تو
شہرینہ چونک گئی۔
"یار......! مجھے جانا ہے، امی اکیلی ہیں۔ اگر شہرینہ ہوتی تو مجھے فکر نہیں تھی۔" نائل کی پشت تھی اس نے شہرینہ کو
نہیں دیکھا۔
"تم فون کرو جلدی سے۔" اعزاز نے اس کا ہاتھ گھسیٹ کر کارڈلیس پکڑایا وہ گھوما تو نگاہ جیسے پلٹنا بھول گئی تھی۔
وہ دُشمن جاں سامنے ہی تھی۔ شہرینہ نے نگاہ چرا لی۔ نائل نے کارڈلیس واپس اعزاز کو دے دیا کیونکہ فون کرنے کا
ارادہ ترک کر دیا۔
"شہرینہ بھابی......! آپ ہی اسے روکئے، جانے کے لئے پَر تول رہا ہے۔" اعزاز یہ کہہ کر کچن میں چلا گیا۔
جبکہ نائل کھڑا تھا اور وہ لب کاٹ رہی تھی خوش خبری سننے کے بعد سے تو دل بھی مچلا تھا مگر انا آڑے تھی، وہ اُٹھنے لگی۔
"تم بھی یہاں آئی ہو میرے دُشمنوں کے ساتھ۔" وہ اس کا جائزہ لینے لگا جو لائٹ بلیو کپڑوں میں بالوں کی چوٹی
بنائے اپنے سادہ سے سراپے کے ساتھ دل میں اُتر جانے کی حد تک حسین لگی۔
"دُشمن تو میں بھی ہوں آپ کی۔" اس نے طنز کیا۔

"مگراب دُشمن نہیں رہی کیونکہ اس خوشخبری کے بعد سے تو......"

"اونہہ سیلفش......!"

"اب میں تمہیں سیلفش بن کر بتاؤں گا کیونکہ اب میری نظر میں تمہاری نہیں بلکہ اس کی اہمیت ہے۔" ا
شہرینہ کو جلایا۔

"میں تاں......دیکھیئے گا۔"

"نائل......! کرلی بات......؟" اعزاز نے اس سے پوچھا جواب قدرے فاصلے پر کھڑا تھا کیونکہ وہ شہرینہ
سخت بات کہنے والا تھا۔

"نہیں یار......! مجھے جانا پڑے گا۔ امی کی ویسے بھی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔" اس نے شہرینہ کو جتایا جو سپارہ
لئے ہوئے تھی۔

"طائشہ بھابی......! ہیں تو ان کے پاس۔"

"نہیں......! آپی نہیں گئی ہیں، مجھے جانے دو۔" اب وہ رُکنا نہیں چاہتا تھا۔

"شہرینہ بھابی......! آپ بھی جارہی ہیں اس کے ساتھ......؟" اعزاز نے جان بوجھ کر پوچھا۔

"میں کسی کو لے جانے کے لئے نہیں آیا سمجھے، اور ہاں مجھے پہلے بتا دیتے کہ تم نے کن کن لوگوں کو
ہے......؟" اب اس نے اعزاز کی خبر لی۔

"اور اعزاز بھائی......! آپ نے مجھے بھی نہیں بتایا کہ آپ نے انہیں بھی بلایا ہے۔" شہرینہ نے بھی حساب
کیا۔

"ارے یار......! آپ دونوں میں تو تکرار شروع ہوگئی۔"

"تکرار میں نہیں آپ کے دوست کرتے ہیں۔ پتہ نہیں کس بات کی اکڑ ہے۔" اس نے سلگتی نگاہ ڈالی جبکہ
غصے سے مٹھیاں بھینچنے لگا اس وقت وہ کسی کے گھر میں کوئی ہنگامہ نہیں کرنا چاہتا تھا خواہ مخواہ پھر بدمزگی ہوگی۔

"بھابی......! اکڑ تو بیچارے میں نہیں ہے۔" اعزاز نے نفی کی۔

"مجھے ہی تو ساری ان کی خبر ہے، بیچارے کیسے ہیں......؟" اس نے طنز کیا۔

"تم یہاں تماشا نہ ہی بناؤ تو اچھا ہے ورنہ تمہیں میری خبر ہے۔" نائل نے رعونت سے کہا۔

"میں آپ کے گھر میں نہیں بیٹھی کہ جب دل چاہا جھڑک دیا جب چاہا مطلب نکال لیا۔"

"شٹ اَپ......!" وہ دھاڑا کیونکہ اعزاز کے سامنے وہ ایسی باتیں کسی طور برداشت نہیں کرسکتا۔

"نائل......! نائل......!" اعزاز تو گڑبڑا گیا۔

"اصلیت بتا رہی ہوں میں آپ کی، کتنے سیلفش ہیں، یو آر ویری......"

"شٹ اَپ......! شٹ اَپ......! ایک لفظ مت نکالنا منہ سے، سمجھی تم......؟" اس نے کسی کا بھی خیال کئے بغ
اس کے منہ پر طمانچہ جڑ دیا۔ اعزاز تو ہکا بکا رہ گیا جبکہ وہ تضحیک کے مارے بے سدھ ہوگئی۔ نائل نے یہاں بھی لحاظ
کیا۔

"اگر آئندہ تم نے فضول بات کی ناں تو یاد رکھنا تم کیا کرسکتا ہوں میں......؟" وہ ہنکار کر لمبے لمبے ڈگ بھرتا با
نکل گیا جبکہ شہرینہ نے رو رو کر گھر میں شور کردیا سب ہی جمع ہوگئے۔ اعزاز کو الگ خفت اور شرمندگی کے مارے کچ
بولا نہ گیا کیونکہ اس نے ہی نائل کو بلایا تھا۔ اسے ان دونوں کے درمیان خلیج پتہ تھی مگر اعزاز نے سوچا کہ شاید نائل

ں آئے تو وہ شہرینہ کو منا لے اب اسے کیا پتہ تھا الٹی آنتیں گلے پڑیں گی شہرینہ کی طبیعت خراب ہوگئی تھی۔ فارحہ
سل اس کا سر سہلا رہی تھی جبکہ زینب آنٹی نے گلوکوز گھول کر پلایا مگر اس کی طبیعت کسی طور نہ سنبھلی۔ سب کا سارا
رام بھی خراب ہوا پھر زینب آنٹی اور انعام احمد ہی اسے گھر چھوڑ کر آئے کیونکہ وہ خود اس کی کنڈیشن سمجھتے تھے۔

● ● ●

شہرینہ کی واقعی خاصی طبیعت خراب ہوگئی تھی۔ سب کے ہی ہاتھ پاؤں پھول گئے کیونکہ ڈاکٹر نے اسے ذہنی
ن کے لئے کہا تھا وہ مسلسل روئے جارہی تھی کسی طور اسے قرار نہیں آرہا تھا۔ مسلسل ضد کئے جارہی تھی کہ وہ اس
یت سے جان چھڑانا چاہتی ہے آمنہ اور طائشہ تو متفکر سی ہوگئیں۔

"پھوپھو......! یہ تو وہ اچھا نہیں کرے گی۔" طائشہ لب کاٹ رہی تھی۔

"نائل بھی بس کسی کی نہیں سن رہا۔ پتہ ہے شہرینہ کی کیا حالت ہے، اگر کچھ اور ہوگیا تو میں تو خود کو معاف نہ کر
ں گی کیونکہ ابرار کی جان ہے شہرینہ میں نائل ہے تو میرا بھتیجا کیا سوچتے ہوں گے کہ کیسا ہے......؟" ان کا لہجہ
ت اور مدافعانہ تھا۔

"پھوپھو نائل کو بتانا ضروری ہے ورنہ اگر اس نے کچھ اپنا نقصان کرلیا تو الگ اس کی جان کو بھی خطرہ ہوگا۔"
ئشہ نے ان سے کہا جو گہری سوچ میں تھیں۔

"تم ایسا کرو خود جا کر بات کرو کیونکہ فون پر ٹھیک نہیں ہے۔"

"میرا تو اس سے بات کرنے کو بھی دل نہیں چاہتا۔" اسے الگ غصہ تھا نائل پر جس کی وجہ سے یہ سب دیکھنا پڑ رہا
ا۔

"مگر اس وقت اس سے بات کرنا ضروری ہے۔ میں تو جا نہیں سکتی شہرینہ کو چھوڑ کر۔"

"ٹھیک ہے پھر میں ابھی جاتی ہوں کیونکہ ان کے آنے سے پہلے آجاؤں گی۔ ان کے سامنے نائل سے بات نہ
کرپاؤں گی۔" طائشہ کی سمجھ میں آیا۔

وہ جلدی جلدی تیاری کر کے بلال کے ساتھ ہی نکلی انس کو اس نے چھوڑ دیا تھا تھوڑی دیر کے لئے ہی جانا تھا
کیونکہ نائل چھ بجے تک تو آفس سے آجایا کرتا ہے بلال اسے چھوڑ کر چلا گیا تھا اسے کہیں کسی سے ملنے جانا تھا۔

"میں تم سے ضروری بات کرنے آئی ہوں۔" طائشہ نے اسے دیکھا جو باتھ لینے کے بعد خاصا فریش لگ رہا
تھا۔

"آپ ضروری بات ہی کرنے آسکتی ہیں کیونکہ میں تو آپ کا کچھ لگتا نہیں ہوں۔" وہ آستین فولڈ کر کے چیئر پر
بیٹھا۔

"زیادہ فضول بولنے کی ضرورت نہیں ہے۔" اس نے ڈانٹ دیا۔

"ایک تو آپ ابھی تک مجھ سے ناراض ہیں۔"

"نائل میں جو تم سے کہہ رہی ہوں اسے غور سے سنو کیونکہ تمہیں کسی کی ناراضگی کی کب پرواہ ہے اپنی چلائے جاؤ
چاہے کسی کی جان چلی جائے۔" اس نے طنز کا وار کیا۔

"کس کی جان جارہی ہے......؟" وہ استہزائیہ ہنسا۔

"شہرینہ کی خبر ہے تمہیں......؟"

"کہی تھی خبر بڑی خوش کن خبر ہے خیر سے آپ پھوپھو بننے والی ہیں۔" اس نے پھر مذاق میں اُڑائی۔

"نائل......! تم کسی طرح بھی شہرینہ کو گھر لے آؤ۔"

"سوری......! وہ خود گئی ہے میں تو کسی طور نہیں لاؤں گا۔" اب وہ اکڑ گیا۔

"بیٹھے رہو تم اکڑے ہوئے چاہے شہرینہ کچھ اُلٹا سیدھا کر لے۔" اس نے واضح بولنے سے گریز کیا مگر تو ضروری تھا۔

"میں سمجھا نہیں آپی......!" وہ ماتھے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

"وہ اس معصوم کی زندگی ختم کرنے پر تلی ہوئی ہے۔" وہ آہستگی سے بولی۔

"کیا وہ ایسا کر لے گی، میں جان سے مار دوں گا شہرینہ کو اگر اس نے ایسی کوئی بھی غلط حرکت کی ناں تو اس گھر کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں گا۔" وہ تو بتھے سے اکھڑ گیا۔

"وہ تو تم نے پہلے بجائی ہوئی ہے۔" اس نے طنز کا تیر پھینکا۔

"اگر تم اسے صحیح سلامت دیکھنا چاہتے ہو تو فوراً اسے گھر لے آؤ کیونکہ پھوپھو بہت پریشان ہیں۔ وہ ابرار کے پیچھے لگی ہیں۔"

"بے وقوف لڑکی کبھی نہیں سمجھے گی کیا ہوتی ہے محبت۔" وہ تلملا ہی گیا۔

"تمہیں پتہ ہے محبت کیا ہوتی ہے جو تم اسے کہہ رہے ہو......؟"

"مجھے تو پتہ ہے اب میں بتاؤں گا محبت کیا ہوتی ہے۔ اس سے کہہ دیجئے گا اگر اس نے میری امانت کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی ناں تو اس پر زندگی تنگ کر دوں گا پھر وہ نہ جی سکے گی اور نہ ہی مر سکے گی۔" اب وہ سفاک ہو گیا۔

نائل کے تنے ہوئے اعصاب کی جھلک ماتھے پر نمایاں تھی جو طائشہ سے چھپی نہ رہ سکی۔

"اگر تم چاہتے ہو کہ اس کی دیکھ بھال کر سکو تو لے آؤ کیونکہ وہاں وہ کسی کی نہیں سن رہی ہے۔"

"طائشہ......! بلال آ گیا ہے۔" امی بھی اندر ہی اس کے کمرے میں آ گئیں۔

"ہاں......! میں آتی ہوں۔" وہ اب کھڑی ہو گئی جانے کے ارادے سے۔

"اگر اسے لینے آؤ تو ذرا اپنی اکڑ اور ضد یہاں چھوڑ کر آنا کیونکہ ہر وقت تمہارا کوئی لحاظ نہیں کرے گا اور پھر شہرینہ کے ساتھ بھی نرمی سے پیش آنا ہے۔" ساتھ ہی وہ نصیحت بھی کرنے لگی جو اس نے بس سر جھکا کر سنی۔

"امی......! شہرینہ کا ذرا خیال رکھئے گا تھوڑی چڑچڑی ہو رہی ہے۔"

"ماں بن کر وہ ہم پر کوئی احسان نہیں کر رہی ہے۔"

"ہاں احسان نہیں کر رہی ہے تم مردوں کو تھوڑی اس بات کا خیال آتا ہے رکھو تم اپنی انا کو مقدم کیونکہ مرد ہو بھی کر دو کوئی تمہیں کچھ کہے گا تھوڑی۔" وہ تلخ ہو گئی۔

"پلیز آپی......!"

"سنو......! دماغ میں بٹھا کر آنا اور دل میں اس کی محبت رکھ کر آنا جو تمہاری ذات سے وابستہ ہے اگر زندگی چاہئے تو ساری اکڑ اور ضد چھوڑ کر آنا۔" وہ یہ کہہ کر باہر نکل گئی جبکہ وہ سر ہاتھوں میں تھام کر رہ گیا اسے شہرینہ سے اس انتہا کی توقع نہیں تھی وہ اتنی اس سے نفرت کرتی تھی کہ وہ اس معصوم کو صرف اس کی وجہ سے قتل کر رہی تھی۔ شہرینہ پہلے تو میرے دل میں گنجائش نکل رہی تھی مگر اب تم سے مجھے نفرت ہونے لگی ہے کیا کوئی ماں اپنے بچے کو قتل کرنا چاہے گی مگر شہرینہ کیسی ماں تھی اس کے دل میں ممتا کے سوتے نہیں پھوٹے کیا، اسے ذرا بھی احساس نہیں

ہے ... وہ مقدس درجے پر فائز ہونے جا رہی ہے۔ ماں تو اپنی اولاد کے لئے ساری تکلیفیں جھیلتی ہے پھر شہرینہ کیوں ... سنگدل ہو رہی تھی۔ اس کا غصہ وہ ایسے نکالے گی نہیں شہرینہ! میں تمہیں ایسا نہیں کرنے دوں گا۔ تمہیں اتنی آسانی سے تو نہیں چھوڑوں گا اب تو اور ضروری ہو گیا ہے کہ تمہیں تڑپایا جائے۔ دیکھنا پھر کیسے تم مجھ سے بخشش کی التجائیں کرو گی۔ اس وقت میں تمہیں آزاد کر دوں گا مگر اپنی امانت لے کر پھر تمہیں تمہارے حال پر چھوڑ دوں گا۔

● ● ●

شہرینہ نے چیخ چیخ کر گھر سر پر اُٹھایا ہوا تھا آمنہ اور ابرار سے سنبھالنا مشکل ہو رہا تھا۔ یاسر کا اس کے کمرے سے گزر ہوا تو وہ بھی رُک کر اندر آ گیا۔

"پاپا......! مجھے یہاں نہیں رہنا۔ پاپا......! واپس چلئے جرمنی۔" وہ بچوں کی طرح مچل رہی تھی۔

"میرے بچے......! اب ہم نہیں جا سکتے۔"

"کیوں پاپا......! پہلے بھی تو رہتے تھے۔ پاپا......! مجھے ڈر لگتا ہے نائل حسن سے۔ پاپا......! وہ لے جائے گا مجھے۔ پاپا......! اب تو وہ ضرور لے جائے گا۔" وہ روئے جا رہی تھی۔

"چچا جان......! کیا بات ہے......؟" یاسر نے پوچھا۔

"ضد کرے جا رہی ہے یہاں نہیں رہوں گی۔" وہ غمگین تھے۔

"آپ اس کے سامنے سے ہٹ جائیں اور چچی جان آپ بھی۔" یاسر نے اب ان سے بھی کہا شہرینہ کروٹ لیے روئے جا رہی تھی۔

یاسر نے اشارے سے کہا میں سنبھال لوں گا آپ اطمینان رکھیں آمنہ اس کے لئے دُودھ لائیں تھیں جو اس نے بالکل نہیں پیا تھا۔ دونوں ہی تھکے تھکے قدموں سے نکل گئے یاسر بھی ابرار احمد کے پیچھے چلا آیا۔

"آپ نے اس اس کی ممی کے بارے میں تو نہیں بتایا۔" اس نے پوچھا۔

"سوچ رہا ہوں بتا دوں، کیا پتہ اسی طرح سنبھل جائے۔"

"اگر وہ ساتھ جانے کے لئے ضد کرنے لگی تو......؟" یاسر کو دھڑکا لگا۔

"نہیں جائے گی۔ نائل سے میں بات کروں گا کہ اسے لے جائے۔" وہ بولے حالانکہ دل تو نہیں چاہ رہا تھا مگر مجبوری میں برداشت کرنا تھا۔

"یہ آپ نے بالکل ٹھیک فیصلہ کیا ہے۔" اس نے اتفاق کیا۔

"آپ اب بے فکر ہو جائیں برین واشنگ اس کی ضروری ہے۔" یاسر اندر آیا تو وہ سر گھٹنوں میں دیئے بیٹھی تھی۔

"ہاں تو محترمہ......! کیسی ہو......؟ بڑا ہنگامہ مچایا ہوا ہے۔" یاسر چیئر اس کے بیڈ کے قریب رکھ کر بیٹھا۔

"عجیب لڑکی ہو شادی ہو گئی مگر بڑی ابھی تک نہیں ہوئیں۔"

"آپ تو مجھ سے بات ہی نہ کریں۔" غرا کر کہا۔

"دیکھو شہرینہ......! یہ جو تم نے رونا دھونا مچایا ہوا ہے کچھ اچھا نہیں لگ رہا ہے اور پھر لڑکیوں کو تو تحمل سے رہنا چاہئے۔"

"سب ہم کریں اور آپ مرد صرف حکم چلائیں اور طنز کریں......؟" اب اس کا نزلہ یاسر پر گرا، وہ خفیف سا ہو گیا۔

"مجھے سمجھانے آ گئے۔ کبھی خود پر غور کیا ہے آپ نے کیا کیا ہوا ہے......؟" وہ تڑخ کر بولی۔

"شہرینہ میں نے ایسا کیا کر دیا......؟" وہ سمجھا نہیں یا پھر وہ انجان بن رہا تھا۔

"فارحہ کا کیا قصور ہے......؟ اس سے آپ نے صرف اس وجہ سے بات کرنا بند کر دی کہ اس نے میری [سائیڈ] لے لی اور آپ نائل حسن کے طرفدار بن گئے ہم لڑکیاں چاہے کتنے ہی کرائسز سے گزر جائیں مگر آپ ہم لڑ[کیوں کو] کبھی نہیں سمجھتے۔"

"شہرینہ......! اس وقت میں ایسی کوئی بات کرنے نہیں آیا۔" اس نے اسے ٹوکا۔

"مگر میں کروں گی، فارحہ کو آپ کس بات کی سزا دے رہے ہیں......؟"

"اسے سزا میں اس وقت تک دیتا رہوں گا جب تک تم نائل کے ساتھ تحمل سے نہیں رہ سکتی۔"

"میری وجہ سے آپ اسے بھی اسی طرح اگنور کریں گے۔" اسے اب یاسر پر حیرانی ہوئی کیونکہ وہ تو فارحہ [سے] اتنی محبت کرتا تھا اس کی بے رخی نہیں دیکھ پاتا تھا۔

"ہاں......! اس وقت تک کروں گا جب تک تم نہیں سدھر جاتیں۔" اب وہ کھڑا ہو گیا کیونکہ وہ تو اسے سمجھ[انے] آیا تھا اُلٹا اس نے اس کا ذکر نکال لیا تو حلق میں کڑواہٹ گھل گئی۔ فارحہ کو ناراض کر کے وہ کب پرسکون تھا۔ [وہ] کشمکش کا شکار تھا۔ اسے منائے یا پھر نہیں منائے کیونکہ سب ان دونوں کو بھول ہی گئے تھے اور صرف شہرینہ کی وجہ [سے] وہ چپ چاپ کمرے سے باہر نکل گیا۔

"تمہیں کیا ہوا......؟" تائی امی نے مشکوک انداز میں اسے دیکھا۔

"کچھ نہیں......! شہرینہ رو رہی تھی اس کے پاس تھا۔" وہ مضمحل سا لگا۔

"فارحہ کدھر گئی اسے کہو وہ چلی جائے گی۔"

"پتہ نہیں میں نے فارحہ کو نہیں دیکھا۔" وہ سنجیدہ تھا وہ مزید کچھ کہتیں وہ فوراً اوپر اپنے کمرے میں چلا گیا۔ اب فضول وہ کہیں آتا جاتا بھی نہ تھا۔

"اب کیسی ہو شہرینہ......!" وہ اس کی طبیعت پوچھنے چلی آئیں۔

"بڑی امی اب کچھ ٹھیک ہے۔" وہ بولی۔

"آرام کرو تم، زیادہ سوچنے کی ضرورت نہیں ہے اور تم بے فکر ہو جاؤ کہ نائل تمہیں یہاں سے لے کر جائے [گا] کوئی نہیں جانے دے گا۔" انہوں نے اطمینان دلایا تو وہ خوش ہو گئی کہ کوئی تو اس کے ساتھ ہے انہیں ہی ہر بات [بتا] دیتی تھی۔ آمنہ سے مخاطب ہونا اپنی توہین سمجھتی تھی وہ بھی زیادہ ترد و نہ کرتی تھیں بس چپ ہو جاتی تھیں۔

"فارحہ کو میں بھیجتی ہوں پتہ نہیں کہاں رہتی ہے یہ لڑکی......؟" وہ چلی گئیں۔

اب شہرینہ انہیں کیسے بتاتی کہ وہ اس سے بات نہیں کر رہی ہے اس لئے وہ اس کے پاس ہی نہیں آتی حالا[نکہ] شہرینہ کا دل نہیں لگ رہا تھا مگر پاپا کی وجہ سے وہ جانا نہیں چاہتی تھی ورنہ پھر نائل اسے یہاں آنے نہیں دے گا مگر [اس] نے تہیہ کیا ہوا تھا کہ وہ نائل کی کوئی بھی نشانی اپنے پاس نہیں رکھے گی۔

● ● ●

"بی بی ہمارا بیٹی بہت بیمار ہے۔" خوشحال بابا آمنہ کے آگے رو رہے تھے۔

"کب سے ہے وہ ہاسپٹل میں......؟" وہ خود پریشان ہو گئی تھیں۔

"دو دن سے بیہوش ہے ڈاکٹر کہتے ہیں جان کو خطرہ ہے زیادہ مقدار میں گولیاں کھایا ہے۔" وہ اپنے رومال [سے] آنسو پونچھنے لگے۔

آمنہ اور وہ لان میں ہی بیٹھے تھے ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کریں کیونکہ شہرینہ کو بھی نہیں چھوڑ کر جا [سکتی تھیں] مگر جویریہ بھی زندگی و موت کی کشمکش میں تھی۔ ساری پریشانیاں کیا ان کے مقدر میں لکھ دی گئی تھیں۔

"آپ بیٹھیے میں آتی ہوں۔" وہ اُٹھ کر آ گئی تھیں۔

"بھابی......! وہ میری اسٹوڈنٹ تھی ناں جویریہ......؟ جو یہاں آ بھی چکی ہے۔" انہوں نے اپنی جیٹھانی کو بتایا۔

"ہاں......! کیا ہوا......؟ خیر تو ہے......؟" وہ انہیں حواس باختہ دیکھ رہی تھیں۔

"اس کی شادی اس کے والد، اپنی دوسری بیوی کے بھتیجے سے کر رہے تھے، جویریہ نے خاص شادی والے دن ہی کوئی زہر آور گولیاں کھالی ہیں۔ وہ دو دن سے بیہوش پڑی ہے آئی سی یو میں مجھے بتانے آئے ہیں۔"

"تم دیکھنے چلی جاؤ۔"

"مگر بھابی......! میں شہرینہ کو بھی نہیں چھوڑ سکتی۔" وہ بہت ہراساں ہوئیں۔

"تم اس کی فکر نہ کرو جا کر دیکھ آؤ اللہ خیر کرے بڑی پیاری بچی تھی۔" وہ بھی جویریہ سے مل چکی تھیں۔ انہیں یہ چھوٹی سی لڑکی اچھی لگی تھی۔

آمنہ نے ابرار احمد کا بھی انتظار نہ کیا اور چلی گئیں۔ مغرب تو ہو ہی گئی تھی جس وقت وہ ہاسپٹل پہنچیں۔ ابھی وہ کوریڈور میں آئی ہی تھیں کہ ایک شخص مسلسل رو رہا تھا۔

"صاب......! یہ بی بی کی مس ہیں۔"

"اوہ......! آپ آ گئیں۔" جویریہ کے ڈیڈی توقیر نثار نے خوشی سے کہا۔

"وہ آپ کو ہی یاد کر رہی ہے دو بار ہوش میں آئی تھی۔ ڈاکٹرز نے کہا کہ یہ جسے یاد کر رہی ہیں انہیں بلا لیں۔" وہ بھی بے حال تھے ان کی پوری کائنات داؤ پر لگی تھی۔ انہیں کیا پتہ تھا ان کی بیٹی ایسا کر گزرے گی وہ اپنی نئی نویلی بیوی کے جھانسے میں ایسے آئے کہ اپنی معصوم بیٹی کو اگنور کر گئے۔ وہ تو شکر ہوا انہیں حقیقت جلد پتہ چل گئی ورنہ وہ انجانے میں کیا کرنے جا رہے تھے۔

"اس نے کھا کیسے لی......؟" آمنہ نے شیشے کے پار جویریہ کو مشینوں کے درمیان دیکھا ڈرپ وغیرہ لگی تھی اور وہ معصوم لڑکی دنیا و مافیہا سے بے خبر ہونٹوں کو پیوست کر کے بے سدھ پڑی تھی جیسے اس وجود میں کبھی زندگی ہی نہ تھی۔

"مجھے سزا ملی ہے میری بیٹی نے اپنے اوپر جھیل لی۔ میں نے اس کی کوئی بات نہ مانی۔" وہ رونے لگے۔

"آپ پریشان نہ ہوں ٹھیک ہو جائے گی۔" آمنہ کو خود سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ ان سے اور کیا کہیں۔ وہ یاسر یا بلال کو ہی ساتھ لے آتیں مگر وہ اتنی جلدی میں آئیں کہ انہیں خیال ہی نہ آیا۔

"ہوش آ چکا ہے۔ ان کی مس کو بلا لیا......؟" ڈاکٹر نے اندر سے آ کر پوچھا۔

"جی ڈاکٹر......! میں ہوں۔" آمنہ جلدی سے آگے آئیں۔

"آپ بس مل سکتی ہیں یہ بھی ہم مجبوری میں کہہ رہے ہیں کیونکہ وہ بہت مچل رہی ہیں ڈرپ وغیرہ دو بارہ نکال دی ہے۔" ڈاکٹر جاوید نے ان سے کہا اور خود پھر آگے بڑھ گیا پھر ایک نرس اس کی دیکھ بھال کے لئے اندر موجود تھی۔

"میری بیٹی نے بہت دُکھ سہے ہیں اب بس وہ آپ ہی کو دیکھ کر ٹھیک ہو سکتی ہے۔" وہ گلوگیر آواز میں بولے۔ آج تو وہ ٹوٹ پھوٹ گئے تھے۔ فرحان کی حرکت تو دیکھ لی ورنہ تو اپنی بیٹی کو آج کھو دیتے اور ساری زندگی بلیک میل ہوتے رہتے۔ ان کی بیوی کے بھی اسرار و رموز کھلے وہ تو اس کے حسن میں اتنے اندھے تھے کہ غلط کو بھی صحیح کہہ رہے تھے۔

آمنہ اندر اس کے پاس تھیں جو پھر بے ہوش پڑی تھی۔ ان کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے۔ وہ انہیں بالکل

بیٹیوں کی طرح عزیز تھی۔ کالج میں بھی وہ گھنٹوں ان سے ساری اپنے گھر اور دل کی باتیں کرتی۔ آمنہ بھی اسٹوڈنٹ کے ساتھ کافی فرینک تھیں۔ پورے کالج میں ان کا اخلاق مشہور تھا جو ہر ایک سے خوشدلی سے ملتی تھیں وہ کچھ دیر اس کے پاس رُکی پھر باہر آئیں۔ آنکھوں میں نمی تھی، دل سے دُعا ہی کر رہی تھیں۔

''میرے مالک......! اس کی جان بخش دینا، ابھی تو اس نے کچھ بھی نہیں دیکھا۔''

آمنہ نے پرس سے موبائل نکال کر گھر فون کیا کہ یاسر یا بلال کو ہاسپٹل بھیج دیں انہوں نے ہاسپٹل اور فلور بتایا تھا۔ اب وہ کوریڈور میں رکھے صوفے پر فکر مندی سی بیٹھی تھیں کیونکہ ان کی ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ خود جائیں۔ کم از کم سے اپنا کوئی آجائے گا تو دل کو تسلی رہے گی۔

''آمنہ چچی......! آپ ٹھیک تو ہیں......؟'' بلال تیزی سے لفٹ سے باہر آیا تو دیکھا آمنہ وہیں تھیں۔

''آ گئے تم......! میرے تو ہاتھ پاؤں پھول رہے ہیں۔ سمجھ نہیں آتا کہ کیا کروں......؟''

''میں ابھی گھر آیا تھا امی نے مجھے بتایا تو فوراً ہی نکل پڑا۔'' وہ ان کے ہاتھ تھام کر بولا۔ ان کے ہاتھ بہت ٹھنڈے ہو رہے تھے۔

''کہاں ہے جویریہ......؟'' اب تو دل بھی بے چین ہوا کیونکہ اتنی چھوٹی لڑکی پہلے ہی پریشان تھی اس پر مستزاد کہ اس نے خودکشی کرنے کی کوشش کی تھی اور وہ موت وزندگی سے جنگ لڑ رہی تھی۔ آمنہ اسے آئی سی یو کے سامنے لے آئیں۔ بلال کی نظر پڑی تو دل دھک سے رہ گیا۔ وہ بالکل بے سدھ تھی۔ جویریہ کے والد توقیر صاحب مضطرب سے کونے میں کھڑے تھے۔ آمنہ نے پھر اس کا تعارف کرایا۔ بلال نے انہیں تسلی ہی دی۔ رات گیارہ بجے تک وہ رہیں جب اسے مکمل ہوش آ گیا تو آمنہ پھر ملنے گئیں اور جویریہ انہیں دیکھ کر روتی گئی۔

''مس......! دیکھا میں نے کہا تھا میں مر جاؤں گی اس سے شادی نہیں کروں گی۔''

''اب میری بیٹی کو کوئی تنگ نہیں کرے گا۔'' توقیر نثار نے تڑپ کر اپنے جگر کے ٹکڑے کے ہاتھ چوم لئے۔

''جویریہ......! اب تمہیں کوئی تنگ نہیں کرے گا اور تم ٹھیک بھی جلدی ہو گی۔'' آمنہ نے اس کے بالوں میں پیار سے ہاتھ پھیرا وہ مغموم سی ہو گئی۔ بلال ہونٹوں پر دائیں ہاتھ کی مٹھی رکھے بس اسے آنکھوں میں جذب کرتا رہا۔ جو پتہ نہیں اندر آ گئی کہ خود سمجھ نہ پایا۔ اس نے ہزاروں لڑکیاں یونیورسٹی میں دیکھی اور ملتا تھا مگر اسے جویریہ کا حجاب اور شرم ہی تو کر گیا۔ آنکھوں میں بھی ایک حیا تھی، بالکل پاکیزہ اس کا سراپا تھا وہ خود حیران تھا کہ وہ کبھی کسی سے متاثر بھی ہوگا۔

''اچھا میں چلتی ہوں کل پھر آؤں گی۔'' آمنہ نے تسلی دی۔

''پلیز......! نہیں جائیں۔'' اس نے ان کا ہاتھ پکڑا۔

''جویریہ......! مجھے جانا ہے میری بھی ایک بیٹی ہے بالکل تمہاری طرح۔ وہ بھی کچھ بیمار ہے اسے چھوڑ کر آئی میں کل پھر آؤں گی تم فکر مت کرنا۔'' انہوں نے جویریہ کے ماتھے پر پیار کیا جویریہ کی نگاہ بلال پر بھی پڑی تھی دیکھ کر ہی رہ گئی مخاطب نہ کیا۔

آمنہ پھر توقیر نثار سے اجازت لے کر رخصت ہو گئیں کیونکہ وہ ابرار احمد کو بھی بتا کر نہیں آئی تھیں وہ تو ان کا گھبرایا تو گھر سے بلا لیا بلال کو ورنہ وہ خود دل کی بہت کمزور تھیں۔



''آپا......! نائل بھائی آئے ہیں۔'' صدف ڈائننگ ٹیبل صاف کر رہی تھی سب کھانے سے فارغ ہو چکے تھے

''میں شہرینہ کو لینے آیا ہوں۔'' وہ انتہائی کھردرے لہجے میں بولا۔ فان کلر کے کرتا شلوار میں وہ کافی وجیہہ شکیل لگ رہا

''وہ تو اپنے کمرے میں ہیں۔'' صدف اب ڈر گئی کیونکہ وہ بہت ہی سپاٹ انداز میں لگا۔

''آمنہ چچی......!'' اس نے آواز لگائی کیونکہ نائل اندر کی جانب بڑھا پتہ تو تھا ہی اس کا کمرہ کون سا ہے اتنے میں سب ہی آ گئے کیونکہ رات کے کھانے کے بعد تو سب ہی گھر میں موجود ہوتے ہیں۔

''اٹھو اور فوراً میرے ساتھ چلو۔'' اس نے شہرینہ کو آنکھوں میں چنگاریاں لئے دیکھا وہ تو سراسیمگی سے بول بھی نہ پائی کیونکہ نائل کی آمد غیر متوقع تھی۔

''م......میں نہیں جاؤں گی۔ مجھے نہیں جانا آپ کے ساتھ۔'' وہ بیڈ سے اُتر کر کھڑی ہو گئی۔

''تمہاری تو ایسی کی تیسی......!'' اس نے شہرینہ کا بازو پکڑ لیا اور گھسیٹا۔

''نائل کیا حرکت ہے چھوڑو اسے۔'' طائشہ نے اسے گھرکا۔

''پلیز آپی......! آپ بیچ میں کچھ نہیں بولیں گی کیونکہ بات اب صرف ان محترمہ تک محدود نہیں ہے بلکہ کسی اور کی زندگی کا بھی مسئلہ ہے اور مجھے اس پر بالکل اعتبار نہیں کب وہ اسے نقصان پہنچا دے۔ میں یہ ہونے نہیں دوں گا۔'' وہ نہایت کڑوے لہجے میں بولا۔

''شہرینہ اب سمجھ گئی کہ ضرور طائشہ نے ہی بتایا ہے اس نے گھور کر طائشہ کو دیکھا جو نگاہ چرا گئی۔

''بتا دیا آپ نے۔ بہت دُکھ ہو رہا ہے ناں میں اس طرح کروں گی۔'' اس نے چیخ کر کہا۔

''دُکھ انہیں نہیں مجھے ہوگا کیونکہ وہ اولاد میری ہے اگر تم نے زیادہ بکواس کی ناں اچھا نہیں ہوگا۔'' وہ ہاتھ پکڑ کر گھسیٹنے لگا۔ وہ گرتے گرتے بچی۔

''نائل......! چھوڑو اسے تمہیں خبر ہے کتنی تکلیف میں ہے۔''

''پھوپھو......! ہٹ جائیں آپ آگے سے کیونکہ اس گھر کا کوئی فرد اس قابل نہیں کہ اس سے عزت سے بات کی جائے۔'' وہ باہر آ گیا مگر انوار احمد نے اسے روک لیا۔

''نائل بیٹا......! میری بات تو سنو۔'' انہوں نے ذرا آہستگی سے کہا۔

''انکل......! میں آپ کی اور نصیر انکل کی بہت عزت کرتا ہوں پلیز آپ مجھے مت روکیے۔''

''بھائی صاحب......! آپ جانے دیں نائل کو مت روکیے۔'' ابرار احمد نہایت سنجیدگی سے گویا ہوئے۔

''پاپا......! آپ کیا کہہ رہے ہیں......؟'' شہرینہ کو یقین نہ آیا کہ پاپا بھی اسے نہ روکیں گے۔

''نائل تمہارا شوہر ہے کچھ غلط نہیں کر رہا ہے چلی جاؤ۔'' وہ اس کی طرف دیکھنے سے گریز کرنے لگے کیونکہ وہ خود چاہتے تھے چلی جائے کیونکہ اس کی ماں ٹینا، شہرینہ سے ملنے کے لئے پر تول رہی تھی کسی دن بھی اگر گھر آ گئی تو وہ تو شہرینہ کے سامنے بھی جھوٹے ہوں گے انہوں نے شروع سے اس سے کہا تھا کہ تمہاری ماں مر چکی ہے۔

''پلیز نہیں......! یہ مجھے اذیتیں دیتے ہیں، مارتے ہیں، نہیں پاپا......!'' وہ روئی نائل نے اس کی بھی پرواہ نہ کی ابرار نے جب اجازت دے دی تو کسی کی ہمت نہ ہوئی روکنے کی۔

نائل نے اسے فرنٹ ڈور کھول کر بٹھایا شہرینہ خوب رو رہی تھی اور وہ ڈرائیو کر کے بڑے گیٹ سے گاڑی لے کر اڑاگر جب اسپیڈ تیز کی تو خود ہی شہرینہ کا خیال کر کے رفتار کم کر دی ہچکیوں سے روتی رہی۔ پاپا کا رویہ اسے دُکھ دینے لگا وہ بھی اتنے سخت بن گئے انہیں شہرینہ کا خیال ہی نہ آیا۔ نائل خود حیران تھا کہ آخر ابرار احمد نے اس سے سخت بات بھی نہیں کہی اور نہ روکا۔ گھر جب آیا تو شہرینہ کو بازو سے پکڑ کر باہر نکالا اس کا ڈوپٹہ پیروں میں اُلجھا، گرتے گرتے بچی مگر نائل نے اسے فوراً تھام لیا اور وہ اس کے گلے سے لگ کر خوب روئی اس وقت وہ بھول گئی کہ یہ ظالم ہے اور

اب اسی کی پناہ میں ہے۔ وہ آہستگی سے اندر لایا۔ امی نے جلدی سے اسے تھام لیا۔

''شہرینہ......! میری بچی......!'' انہوں نے جھٹ اسے گلے لگا لیا جو سسک رہی تھی۔

''امی......! اس پر آپ پوری نظر رکھیے گا۔ مین گیٹ پر بھی ایک گارڈ رکھ دوں گا۔ گھر میں دو ملازم ہوں گے جو اس پر نگاہ رکھیں گے کہ یہ کوئی بھی اُلٹی سیدھی حرکت کرنے کی کوشش نہ کرے۔'' وہ اب کٹھور بنا کیونکہ اب سوال اس کا نہیں بلکہ اس کے بچے کا تھا جب سے پتا چلا تھا وہ بھی اس عہدے پر فائز ہو گا تو دل کتنا خوش ہوا۔ اس نے سوچا کہ اس کی سزا میں بھی ترمیم کر دے گا مگر جب یہ سنا کہ وہ کچھ اور پلان کیے بیٹھی ہے اس وقت سے وہ کڑے وقت سے گزرا۔

''دماغ تو ٹھیک ہے تمہارا......؟ اس پر کیوں نگاہ رکھوں۔''

''امی کیونکہ آپ جانتی ہیں ناں اس کے متعلق کیا کرنے کا سوچ رہی تھی۔ عقل ٹھکانے نہیں لگا دوں گا اس نے خواب میں بھی ایسا سوچا تو جان سے نہیں مار دوں گا۔'' وہ ڈوپٹہ اس پر اچھال کر کچن میں پانی پینے چلا گیا۔ دل میں ایک جنگ تھی جو ہو رہی تھی جبکہ شہرینہ ان کے پہلو سے لگی بیٹھی روئے گئی نائل پانی اس کے لئے بھی لے کر آیا۔

''لو پیو پانی۔'' اس نے گلاس بڑھایا۔

''نہیں پینا مجھے۔'' اس نے اس کا ہاتھ جھٹکا۔

''یہ میں تمہارا خیال کر کے نہیں پلا رہا بلکہ کسی اور کا خیال کر کے پلا رہا ہوں۔ میرا اب منہ مت کھلواؤ جلدی سے یہ ماتم بند کرو تمہیں میں آدھا گھنٹہ دیتا ہوں جب تک میں باہر سے آتا ہوں تم مجھے فریش دکھائی دو۔'' اب اس نے سخت آڈر دیا۔ امی بس چپ ہی رہیں کیونکہ ان دونوں کے معاملے میں بول بھی نہیں سکتی تھیں کیونکہ شہرینہ کی اگر سن لی تو وہ پھر اور اکڑ ے گئی۔

''امی......! میں ابھی آ رہا ہوں۔'' وہ کی چین اُٹھا کر باہر نکل گیا۔

''شہرینہ......! خاموش ہو جاؤ بیٹا......!''

''امی......! مجھے نہیں رہنا یہاں، وہ مجھے مارتے ہیں۔''

''اچھا......! چلو تم اس کے ساتھ مت رہنا میرے ساتھ میرے کمرے میں سونا ٹھیک ہے۔'' انہوں نے اس کے آنسو خشک کیے۔ وہ ان کا خیال کر کے چپ ہو گئی، کیونکہ وہ تو خود اسی کے دلجوئی کرتی تھیں نائل کو بھی اس کی وجہ سے ڈانٹ دیتی تھیں۔

''پہلے مجھے بتاؤ تم نے ایسا کرنے کے بارے میں سوچا بھی کیوں......؟'' انہوں نے شہرینہ کے بال سنوارے۔

''مجھے نہیں پتہ میں نے ایسا کیوں سوچا......؟'' وہ سر جھکائے دھیمی آواز میں گویا ہوئی۔

''آئندہ یہ خیال بھی مت لانا۔ پتہ ہے تم ایک بہت بڑا جرم کرنے جا رہی تھیں اس لئے نائل تمہیں یہاں لے آیا کہ کہیں اگر تم نے کوئی غلط قدم اُٹھا لیا تو نا صرف تمہاری جان کو بھی خطرہ ہو گا......'' وہ اسے سمجھا رہی تھیں۔

''چلو اٹھو اندر چلو۔ آرام کر داب۔ کھانا کھا لیا یا کھاؤ گی......؟''

''کھا کر آئی ہوں۔'' وہ اٹھی کیونکہ دماغ ہی رو رو کر درد کرنے لگا۔ آنکھیں سوجھ گئیں، عجیب نقاہت ہونے لگی وہ امی کے کمرے میں آ کر ان کے بیڈ پر لیٹ گئی۔ نائل کی سنگدلی اور سرد مہری پر رونا ہی آیا۔ وہ اب بھی تو نہیں بدلا وہ بدلی ہاں بدل تو گئی ہے نائل سے محبت کرنے لگی ہے حالانکہ وہ اس سے سخت رویہ رکھتا ہے اس کے باوجود اسے محبت ہو گئی مگر کیوں وہ تو اس سے نفرت کرتا ہے جب ہی تو سیلفش بن گیا۔

● ● ●

''شہرینہ تو گھر چلی گئی ہے۔'' تائی امی نے زینب کو بتایا جو اسے ہی ملنے اور دیکھنے آئی تھیں۔

''میں تو اس دن ڈر گئی تھی۔''

''یہاں بھی سب ہی پریشان تھے رات نائل آ کر لے گیا۔'' وہ سب ہال کمرے میں جمع تھے کل سے سب ہی سردہ بھی تھے۔

فارحہ سب کے لئے چائے بنا کر لائی تھی اور سرو کرنے لگی۔ اعزاز پرسوچ انداز میں بیٹھا تھا جبکہ عفرا، انس سے کھیل میں لگی ہوئی تھی۔ فراز، عمر کے کمرے میں تھا وہ یہاں بڑوں کے درمیان بیٹھا تھا۔

''اعزاز بھائی......! چائے تو لے لیں۔''

''چائے کا موڈ نہیں ہے۔'' وہ چونک کر بولا۔

''چلیے ٹھنڈا لے آتی ہوں۔''

''ارے فارحہ نہیں......'' اس نے تکلف سے کہا۔

''صدف سے کہو وہ کولڈ ڈرنک لے آئے گی اس لڑکی کو آئے جائے کی خبر ہی نہیں رہتی۔''

''ارے آنٹی......! آپ اتنا پریشان کیوں ہو رہی ہیں میں کوئی مہمان تھوڑی ہوں۔'' اسے شرمندگی ہوئی۔

''بھابی......! یہ آفس سے آتے ہی کچھ نا کچھ کھاتا ضرور ہے اور آج تو یہ پانچ بجے ہی آ گیا تھا۔'' زینب بھی بولیں۔

''میں خود نکال کر پی لوں گا آپ پریشان نہ ہوں۔'' وہ مسکراتا ہوا اُٹھ گیا فارحہ ٹرے کچن میں لے آئی دیکھا تو صدف کچھ کھانے میں مصروف تھی چوڑے سے بنے سنگ مرمر کے سلیب پر چڑھی بیٹھی تھی اعزاز پر نگاہ پڑی تو خجل ہو گئی۔

''او ہو کھایا جا رہا ہے۔'' اعزاز کو ہنسی آئی اس کے بیٹھنے پر۔

''آپ بھی کھا لیں۔'' اس نے آفر کی۔

''صدف تم کولڈ ڈرنک نکال کر اعزاز بھائی کو دے دینا میں باقی لوگوں کو چائے دینے جا رہی ہوں۔'' وہ اور کپس چائے لے کر چلی گئی۔

''ہاں تو کیا کہہ رہی تھیں، آپ بھی کھا لیں، لائیے کیا کھا رہی ہیں؟'' اعزاز آنکھوں میں شوخیاں لئے اس کے قریب آیا۔ اس کے ہاتھ سے چمچ لیا۔ یہ دیکھے بغیر کہ وہ کیا کھا رہی ہے چمچ بھر کر کھا لیا اور صدف حیرانگی سے اسے دیکھتی رہ گئی۔

''او ہو چھولے کھا رہی ہیں ذائقہ تو زبردست ہے۔'' وہ اور تعریفیں کر کے دوسرا چمچ بھر کر کھا چکا تھا۔

''یہ کیا کر رہے ہیں آپ......!'' اس نے چمچ چھین لیا۔

''اب آپ نے کہا کہ کھا لیں، کھا لیا۔'' وہ پاس رکھا پانی کا گلاس بھی اُٹھا کر پینے لگا مگر اس بار صدف نے اس کا ہاتھ جھٹک دیا۔

''میرا جھوٹا کھا لیا اور پی بھی رہے ہیں۔'' وہ نیچے اُتر گئی۔

''اچھا جھوٹا تھا کیوں آپ کو کوئی بیماری ہے......؟'' اس نے مذاق میں کہا تو وہ گھور کر رہ گئی۔

''خدا نہ کرے جو بیماری ہو۔'' وہ برا مان کر بولی۔

''تو پھر کیا ہوا جھوٹا کھا لیا مجھے تو کھانے سے مطلب ہے۔'' وہ معنی خیزی سے بولا تو صدف کو اس کے لہجے میں عجیب طرح کی ترنگ محسوس ہوئی وہ ٹھٹک گئی۔

''چلیے یہ بتائیے رزلٹ کب تک آ رہا ہے آپ کا......؟''

''آ جائے گا کسی دن بھی۔'' وہ فریج سے پیپسی کی بوتل نکالنے لگی۔

"آگے مزید پڑھیں گی یا بس خیرباد کہہ دیں گی۔" اعزاز نے پوچھا کیونکہ پھر ہی وہ کچھ اپنا پروگرام ترتیب دے سکتا
"گریجویشن ہی کرلیا کافی ہے کمپلیٹ ہوگیا تو بس آگے پڑھنے کا قطعی موڈ نہیں۔" وہ گلاس میں پیپسی نکال کر اسے دینے لگی جو اس نے لے لی۔

"سوچ لیں پڑھ لیں کچھ وقت تو ہے آپ کے پاس۔"

"کیا مطلب ہے وقت ہے......؟" وہ سمجھی نہیں۔

"کچھ نہیں ایک تو آپ سمجھدار نہیں ہیں بہت مشکل ہوگی۔" وہ زیرلب بولا۔

"جی......کیا کہا......؟" اس نے پھر بھی سن لیا۔

"کچھ نہیں بس یہ کہہ رہا تھا آگے بھی پڑھ لیں آپ کے کام آئے گا۔"

"آخر آپ کو میری پڑھائی سے اتنی دلچسپی کیوں ہے......؟" صدف اب ذرا اکڑے تیوروں سے پوچھنے لگی۔

"کیونکہ مجھے پڑھنے کا بہت شوق تھا اب آپ تو جانتی ہی ہیں نائل اور میں نے چار سال امریکہ میں گزار صرف پڑھائی کی وجہ سے۔" وہ بتانے لگا۔

"میرے خیال میں انسان کو فارغ نہیں رہنا چاہئے۔" اس نے سادگی سے کہا۔

"مگر میرا قطعی موڈ نہیں ہے پڑھنے کا، میں نے پہلے ہی ابو سے کہہ دیا تھا۔" اس نے بتایا ساتھ ہی پلیٹیں اٹھا سنک میں رکھ کر دھونے لگی۔

"میرے لئے خطرہ ہوگا پھر تو بشریٰ آپی اور نیلم بجو کو جلدی بلانا پڑے گا کہیں ان محترمہ کے گھر والے کہیں اور دیں اور میں صرف خالی رہ جاؤں۔" اعزاز نے سوچا۔

"واہ واہ کیا پیا جا رہا ہے یہاں وہ بھی ان کے ساتھ......؟" فراز نے معنی خیزی سے چھیڑا کہ اعزاز نے فراز بال کھینچے۔

"تم بھی پیو گے تو نکال کردوں۔" صدف نے بوتل کھولی۔

"نہیں......! آپ انہیں ہی دیجئے۔"

"صدف باجی......! مجھے دے دیں کیونکہ میرا پڑھ پڑھ کر دماغ خشک ہوگیا ہے۔" عمر سلپ پر چڑھ کر بیٹھا۔

"یہ آمنہ آنٹی کدھر ہیں......؟" اعزاز کو یکدم یاد آیا۔

"امی کی ایک اسٹوڈنٹ بیمار ہے اسے دیکھنے ہاسپٹل گئی ہیں بلال بھائی کے ساتھ۔" عمر نے تفصیل سے بتایا

"بیچاری مرتے مرتے بچی ہے۔" وہ تاسف سے بولا۔

"خیریت......! کیا واقعی سیریس کنڈیشن تھی......؟"

"اعزاز بھائی ان کی شادی ان کے ڈیڈی کسی غلط آدمی سے کر رہے تھے انہوں نے خودکشی کی کوشش کی بس ان کی زندگی تھی بچ گئیں۔" عمر نے اعزاز کو اب مکمل معلومات دیں۔

"اب تو خطرے سے باہر ہے شاید کل گھر شفٹ ہوجائے۔" صدف بولی۔

"آؤ فراز......! ہم دونوں اندر چل کر پئیں گے۔" عمر پیپسی کی بوتل لے کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔

"صدف......! اگر آپ کی زندگی میں تبدیلی آجائے تو کیا کریں گی......؟"

"اب تو اس گھر میں سب کی زندگیوں میں اچانک ہی تبدیلیاں آتی ہیں شہرینہ کو دیکھ لیں پچھلے سال جرمنی آئی تھی اور آج اس کی شادی ہوگئی۔ ہمارے سرمد بھائی جو کل اتنے غصے والے تھے اور آج اتنے اچھے ہوگئے ہیں!

حیران ہیں بس اب تو عادی ہو گئے ہیں ہم اچانک تبدیلیوں کے۔" صدف نے عام سے لہجے میں کہا تو اعزاز اس کے اتنے مفصل طور پر بولنے پر حیران ہوا وہ تو سمجھتا تھا وہ واقعی لاپرواہ سی لڑکی ہے مگر وہ تو ہر بات گہرائی سے سوچتی ہے۔

"پھر بھی صدف اچانک ہی آپ کی زندگی بدل جائے۔"

"بدلتی ہے تو بدل جائے ویسے میں اتنی خاص ہوں نہیں کہ تبدیلیاں آئیں۔" وہ تمسخر سے ہنسی۔

"کیا پتہ کسی کے لئے آپ بہت زیادہ خاص ہوں۔" وہ ترنگ میں بولا۔

اب صدف نے تیکھے چتونوں سے اسے دیکھا تو اسے اعزاز کی آنکھوں میں کچھ اور ہی نظر آیا وہ گھبرا گئی فوراً ہی سنبھل گئی۔

"میرے خیال میں، میں چلوں کیونکہ آپ جس قسم کی گفتگو کر رہے ہیں میرے سر پر سے گزر رہی ہے اتنی ثقیل باتیں نہ کیا کریں۔" وہ جانے لگی۔

"اگر میں نے آسان باتیں کیں تو آپ گھبرا تو نہیں جائیں گی۔" اعزاز نے گلاس خالی کر کے اسے تھمایا۔

"جی......کیا کہا......؟" وہ چونکی۔

"یہی صدف......! کہ آپ میرے لئے بہت خاص ہیں بس آپ یہ بتا دیں میں بھی آپ کے لئے کتنا خاص ہوں۔" اس نے جلدی سے اپنا مدعا بیان کر دیا صدف تو سٹپٹا گئی، ہاتھوں میں پسینہ آگیا، دل کی لے بدلی کیونکہ اعزاز کا اس نے آج بدلا روپ دیکھا یا پھر اس نے نوٹ ہی آج کیا وہ ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گئی۔

"پلیز صدف......! یہ سوچ کر مجھے ضرور بتایئے گا کہ میں آپ کے لئے کتنا خاص ہوں کیونکہ آپ میرے لئے اول روز سے خاص ہو گئی ہیں میں منتظر رہوں گا مجھے جواب دیجئے گا۔" وہ اسے حیران و پریشان کر گیا وہ تو سکتے میں آگئی۔ اعزاز کی محبت سے چور باتیں اس کے جذبات سارے آج عیاں ہو گئے وہ لمبی سانس بھر کر رہ گئی پھر اس کی ہمت ہی نہ ہوئی اعزاز کا سامنا کرنے کی فوراً کمرے میں چلی گئی۔

یہ کیا ہو گیا وہ تو سمجھی تھی اعزاز ایسے ہی باتیں کر رہا ہے مگر اس کے پیچھے کچھ اور بات تھی فراز کی معنی خیز باتیں یاد آئیں تو بری طرح بلش ہو گئی، دل خوش بھی ہوا کہ کسی کی تو منظورِ نظر تھی اسے شرم بھی آئی کیسے اعزاز نے اس کے ہاتھ سے چھین کر کھایا اسے اور ہی شرم آئی یعنی وہ اسے چاہ رہا تھا اور وہ بیگانہ بنی رہی کیوں وہ سمجھ نہ پائی محبت تو وہ الوہی جذبہ ہے جو ہر کوئی رکھتا ہے پیار تو وہ کسی خاص ہستی سے کرتا ہے جو اسکے دل کا مکین ہو محبت اگر عشق مجازی ہو تو دل کی حالت ہی دوسری ہوتی ہے اسے پکڑے جانے کا ڈر ہوتا ہے کہیں کسی کو خبر نہ ہو جائے اور وہ اس صفت سے بالکل بے بہرہ تھی مگر آج اعزاز نے اظہار کر کے اسے سوچنے پر مجبور کر دیا۔

"مجھے بتایئے گا ضرور میں آپ کے لئے کتنا خاص ہوں۔" کیونکہ اس کے لئے تو خاص تھی۔ اس نے شرما کر چہرہ ہاتھوں میں چھپا لیا کیونکہ دھک دھک کرتے دل نے پریشان ہو گئی۔ لمحوں میں اس کی کیفیت بدلی اور سارا منظر اسے بدلا ہوا لگا۔ وہ بھی صرف اعزاز کے احساس دلانے پر ورنہ تو وہ شاید ایسی اوٹ پٹانگ حرکتیں کرتی رہتی۔



دل کی دھڑکن کہتی ہے آج کچھ ہونے والا ہے۔
میرے حضور آج ضرور دال میں کچھ کالا ہے۔

احمد جہانزیب کی فل آواز کمرے میں گونج رہی تھی اور وہ لیٹا جھوم رہا تھا تصور بس جاناں لئے ہوئے۔ گانے کے بول ایسے تھے کہ وہ بالکل ہی کھویا ہوا تھا۔

"بھائی واقعی دال میں کالا ہے ناں...... میں امی کو بتا کر آتا ہوں۔" فراز نے اس کے کان میں چیخ ک
اعزاز تو ہڑبڑا ہی گیا۔

"اُف فراز......! ڈرا کر رکھ دیا۔" اس نے ذرا برہم لہجے میں کہا۔

"تم یوں مجھے چھونا نہیں
تم نے مجھے ابھی جانا نہیں۔"

فراز نے بھی احمد جہانزیب کی آواز میں آواز ملا کر لہک کر گایا تو اعزاز نے سی ڈی پلیئر بند کر دیا۔

"اتنا اچھا تو گانا ہے دال میں کچھ کالا ہے۔" وہ تعریف کئے بنا نہ رہ سکا۔

"اس وقت تو تم آئے بالکل غلط ٹائم پر ہو۔"

"کیوں کالی دال والی یاد آ رہی ہے......؟" اس نے چھیڑا۔

"فراز ہر وقت مذاق اچھا نہیں لگتا۔" وہ بڑا بن گیا۔

"بھائی......! میں آپ سے ہمیشہ دوستوں کی طرح رہا ہوں اس لئے رُعب وغیرہ مجھ پر نہ ڈالیں ہاں قریب میں آپ ان پر ڈال سکتے ہیں جن کی وجہ سے دال میں کالا ہے۔" وہ پھر بھی بولنے سے باز نہ آیا تو اعز اس کے دھپ لگائی۔

"بدتمیز......! اگر ابھی امی کو پتہ چل گیا تو کتنی شرمندگی ہوگی۔" اس نے سی ڈی پلیئر کا ریموٹ اُٹھا کر اوپر

"کیوں ایسے تو کام نہیں چلے گا امی اور ابو کو پتہ تو چلے تاکہ بات آگے بڑھے کیونکہ بشریٰ آپی اور نیلم بجو ہے آنے کا عفرا کی چھٹیوں میں۔" فراز نے بتایا۔

"چلو یہ ٹھیک رہے گا پھر ہی بات ہوگی مگر تم اپنی ناں چونچ بند رکھنا بہت فضول بولنے لگے ہو۔" ساتھ یہ تنبیہ بھ

"میں اب چلتا ہوں سمسٹر ہونے والے ہیں ابو کے سخت آرڈر ہیں کہ یہ تمہارے کلیئر ہوں ورنہ خیر نہ میری۔" وہ دوبارہ احمد جہانزیب کو پلے کر کے چلا گیا۔

اعزاز دوبارہ سے گانے کی شاعری میں کھو گیا کیونکہ جس دن سے اس نے صدف سے بات کی تھی اس سرشاری کی کیفیت طاری ہو گئی کیونکہ صدف کی آنکھوں کو اس نے پڑھ لیا جس میں اقرار اور اثبات تھا۔ وہ کچھ سی ڈی پلیئر آف کر کے باہر آ گیا۔

"عجیب ہیں یہاں کے لوگ بھی۔" زینب پڑوس سے ہو کر آئی تھیں۔

"کون سے لوگ امی......!" اعزاز نے تجسس سے پوچھا۔

"پڑوس میں گئی تھی عجیب عجیب سوالات کہ اسلام آباد سے کیوں آ گئیں؟ ارے ہمارے بیٹے کی جاب کراچی میں تھی تو ہمیں اس لئے یہاں آنا پڑا اور پھر وہاں کون سا ہمارے رشتے دار تھے اب یہاں آ گئے تو اپنے لوگ تو ہیں جب دل چاہا مل لئے۔" وہ بول رہی تھیں اعزاز ان کے قریب بیٹھ گیا۔

"کسی نے کچھ کہہ دیا......؟"

"ارے......! کہتے کیا اُلٹا مجھ سے پوچھنے لگیں بیٹا کتنا بڑا ہے۔"

"آپ بتا دیتیں۔" وہ ہنسا۔

"ایسے ہی بتا دیتی میں سمجھ گئی کہ محترمہ کے ارادے کچھ اور ہیں میں باز آئی پڑوسیوں سے ملنے سے۔" انہیں کر افسوس ہوا کہ وہ کیوں چلی گئیں۔

"وہ عفرا ہر وقت روتی رہتی ہے کہ میں اکیلی رہتی ہوں کم از کم آپ نصیر انکل کے گھر کے قریب لیتی تو بوریت تو ن۔" وہ اُٹھ گئیں۔

"بشریٰ اور نیلم آئیں تو میں تمہاری کہیں بات چلاؤں تاکہ لوگوں کی نگاہ تو تم پر نہ رہے۔ بتاؤ کیا زمانہ آ گیا ہے مطلب کے علاوہ بات ہی نہیں کرتے۔"

"امی......! امی اتنی جلدی کیا ہے......؟" اب وہ گھبرا گیا۔

"کیونکہ جلدی اس لئے ہے کہ مجھے بھی ذرا اطمینان رہے گا اور پھر عمر ہے کہ تمہاری شادی ہو جائے۔"

"میرے خیال میں امی......! جسے آپ پسند کریں گی اس کی عمر نہ ہوگی۔" وہ ہم کلام ہوا زینب نے سن لیا اب کو دیکھا تو وہ سر کھجانے لگا۔

"کس کی بات کر رہے ہو تم......؟" اب وہ اس کی جانب متوجہ ہوئیں۔

"کسی کی بھی نہیں۔" اس نے وہاں سے بھاگ لگائی کیونکہ منہ سے روانی میں نکلا اب سنبھلنا مشکل لگا وہ کچھ چنے لگیں کہ اعزاز نے کس کا ذکر کیا ہے یہ تو انہوں نے سوچا تھا کہ اس کی پسند کو مدنظر رکھ کر ہی کوئی بات کریں گی وہ پرس اُٹھا کر جانے لگیں تو فراز کے کمرے سے ٹی وی چلنے کی آواز آئی۔

"یہ تم پڑھائی کر رہے ہو۔" انہوں نے اسے گھورا۔

"وہ امی ابھی میں نے کمپیوٹر پر سی ڈی لگائی ہے تھوڑی سی فلم ہے وہ رہ گئی تھی۔"

"فراز فراز سنجیدہ ہو جاؤ تمہارے ابو کو خبر ہوگی تو وہ خفا ہوں گے۔" انہوں نے کمپیوٹر کو آف کر دیا۔

"پلیز امی......! تھوڑی سی......" اس نے مسمسی صورت بنائی۔

"عمر پڑی ہے ان کاموں کے لئے پڑھائی کرو۔" وہ اسے وارن کر کے چلی گئیں۔

فراز نے صرف منہ بنایا کیونکہ وہ اچھی خاصی ڈانٹ پلا دیتی تھیں۔ وہ اُکتا کر کمرے سے نکل آیا اعزاز کو ڈھونڈا ہاں کہیں نظر نہ آیا۔ لان میں جھانکنے لگا جہاں اندھیرا ہی لگا ہلکی روشنی تھی لان میں مگر اس نے باہر نکل کر نہ دیکھا اب وہ لائبریری کی طرف آیا وہاں بھی نہیں تھا۔

"امی......! بھائی کدھر گئے ہیں......؟"

"باہر نکلا ہے۔" وہ کچن سے ہی ہانک لگا کر بولیں۔

"یہ اچھے ہیں جب دل چاہا باہر نکل گئے ابھی تو امی میں نے پورا کراچی بھی نہیں دیکھا سب سے پہلے سمندر......" وہ افسوس کرنے لگا۔

"تم سمسٹر سے فارغ ہو لو تو گھوم پھر لینا۔" انہوں نے کہا۔

"کیسے گھوم پھر لوں گا وہ اپنی شادی کا چکر نکال لیں گے۔"

"کس کی بات کر رہے ہو......؟" اب وہ کچن سے چلی آئیں جو ڈائننگ ٹیبل کی چیئر پر بیٹھا تھا۔

"بھائی کی اور کس کی اور پتہ ہے انہوں نے لڑکی بھی اپنے لئے پسند کر لی ہے۔" وہ بولے جا رہا تھا جبکہ اعزاز نے منع بھی کیا تھا۔

"لڑکی پسند کر لی مگر مجھ سے تو اس نے ایسا کچھ نہیں کہا۔" انہیں یقین نہ آیا۔

"آپ سے وہ کہیں گے بھی نہیں وہ تو میں سمجھ گیا کہ وہ ان محترمہ میں انٹرسٹڈ ہیں۔"

"ارے نام تو بتاؤ۔" زینب کو بے زاری سی ہوئی اس کی تمہید باندھنے پر۔

"امی......! ابھی تک ابو نہیں آئے......؟" اعزاز باہر سے ہی اندر آیا تو ان کی بات درمیان میں رہ گئی۔

"فراز......! تم نام بتاؤ اس کا۔" وہ اعزاز کو نظر انداز کر گئیں۔

"آپ بھائی سے پوچھ لیجئے گا کیونکہ نام ان کے منہ سے زیادہ اچھا لگے گا۔" وہ وہاں سے کھسک لیا جبکہ اعزاز چونک

"اعزاز......! کون لڑکی ہے جسے تم پسند کر چکے ہو اپنے لئے......؟" اب انہوں نے بھی تہیہ کر لیا کہ

چھوڑیں گی۔

"امی......! لگتا ہے آپ کو میرا فعل پسند نہیں آیا......؟" وہ بھی مرے مرے لہجے میں گویا ہوا۔

"جب تم نام نہیں بتاؤ گے کیسے پتہ چلے گا کہ تمہارا فعل اچھا ہے یا نہیں۔"

"امی......! نصیر انکل کی صدف ہے مگر ابھی میں نے سوچا ہے اگر آپ کو نہیں پسند تو رہنے دیں۔" وہ چپ ہو

"اوہ صدف ہے میں تو ڈر گئی پتہ نہیں تم نے کس کو پسند کر لیا۔" انہوں نے تشکر بھرے لہجے میں کہا۔ اعزاز

حیرانگی سے ان کے مسکراتے چہرے کو دیکھا۔

"سوچا تو میں نے بھی تھا مگر پھر چپ ہو گئی کہ پہلے سب سے مشورہ کروں گی پھر ہی بات آگے بڑھاؤں گی

ذرا مطمئن ہوئیں۔

"ٹھیک ہے آپ مشورہ کر لیں مجھے کوئی اعتراض نہیں۔" وہ بجھا بجھا ہو گیا۔

"صاحبزادے آپ کی پسند ہمارے لئے زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ تم اتنا دل چھوٹا نہ کرو۔" انہوں نے ا

چپت لگائی تو وہ جھینپ گیا وہ تو سمجھا کہ امی کو کہیں ناگوار نہ گزرا ہو مگر پھر ان کی رضامندی دیکھی تو وہ اور خوش ہو گیا۔

● ● ●

جویریہ اب روبصحت تھی کیونکہ ڈیڈی کی مکمل توجہ اور محبت سے وہ ٹھیک ہو گئی تھی انہوں نے اپنی بیگم کو ڈائی ور

دے دی تھی کیونکہ اب ان کے ارادے خطرناک تھے وہ اپنے بھتیجے کے ساتھ مل کر انہیں بھی مارنے کے چکر میں تھ

وہ تو ایک دن انہوں نے تمنا بیگم کی گفتگو سن لی جو کسی سے قتل کی بات کر رہی تھیں بس اسی دن انہوں نے فیصلہ کیا

ان کے فیصلے سے پہلے ہی جویریہ نے خودکشی کرنے کی کوشش کی کہ وہ کسی صورت فرحان سے شادی نہیں کرے گی

دوبارہ انہوں نے تمنا بیگم کی گفتگو سنی کہ وہ جویریہ کے مرنے کا انتظار کر رہی تھیں تاکہ پھر وہ توقیر نثار کو راستے سے

سکیں مگر یہ نوبت آنے سے پہلے ہی انہوں نے تمنا بیگم کو راستے سے ہٹا لیا۔ انہوں نے خوب واویلا مچایا جو جھوٹا تھا

کی گریہ وزاری نے اثر نہ کیا اور توقیر نثار نے انہیں سند پکڑا کر گھر سے نکل جانے پر مجبور کر دیا۔

"بیٹا......! تم کالج جوائن کر لو۔" انہوں نے جویریہ سے کہا جو گم صم سی بیٹھی تھی۔

"ڈیڈی......! میرا پڑھائی کو بھی دل نہیں چاہتا۔ مس تھیں تو دل بھی لگتا تھا۔"

"بیٹا......! پڑھائی کے لئے ٹیچر کا اچھا ہونا تو ضروری نہیں۔ تمہیں ابھی بہت پڑھنا ہے میں اپنی بیٹی کو ا

اونچے مقام پر دیکھنا چاہتا ہوں۔" انہوں نے جویرہ کو شانے سے لگایا۔

"پلیز ڈیڈی......! مجھ سے پڑھنے کو نہ کہیں میرا دل نہیں کرتا۔" وہ روہانسی ہو گئی۔

"اچھا چلو نہیں کہتا تم یہ کیا کمرے میں بند پڑی رہتی ہو، نکلو باہر ہنسو بولو۔"

"کس سے ہنسوں بولوں......؟ دیواروں سے یا چھتوں سے یا پھر اس کمرے کے فرنیچر سے......؟" وہ پیار

کے بعد سے چڑچڑی ہو گئی۔

"آپ سے کتنا بولوں......؟ سارا دن آپ آفس میں اور میری فرینڈز وہ ہیں ہی نہیں کیونکہ مس آمنہ ہی میری

بھی تھیں۔" اس کی آواز میں ایک مایوسی اور معصومیت بھی تھی۔

توقیر نثار نے جویریہ کو دیکھا جو کتنی کمزور اور سپید ہو گئی تھی۔ چہرے کی بھی رونق ماند تھی، ابھی تو وہ بہت چھوٹی تھی

کے چہرے کے غازے ماند تھے، آنکھوں کی جوت بجھی تھی، چہرے کی شادابی کہیں کھو گئی تھی اور اس کے قصوروار وہ

ابھی تو اس کے کھیلنے کے دن تھے، انہوں نے کیا جرم کر دیا کہ اس کی ہنستی کھیلتی زندگی کو آگ لگا دی، وہ نہ ہنستی اور

بولتی، شکوہ تو درکنار وہ پچھلی کوئی بات تک نہ کرتی۔

"ڈیڈی......! آپ رو رہے ہیں۔" جویریہ نے تڑپ کر ان کے ہاتھ پکڑے۔

"میں نے اپنی بیٹی کی شخصیت تک مجروح کر دی، کتنی معصوم ہے میری بچی۔"

"ڈیڈی......! میں آپ سے کوئی شکوہ تو نہیں کر رہی بلکہ میں نے آپ کے ساتھ برا کیا، میری وجہ سے آپ نے

کو ڈائی وورس دی۔"

"مت کہو اسے ممی......وہ اس قابل ہی نہیں تھی کہ وہ تمہاری ماں بنتی۔" انہوں نے اس کی بات کاٹ دی۔

"ایسی مکار عورت کے جھانسے میں آ گیا اور میں تمہیں بھول گیا۔ میری بیٹی اپنے باپ کو معاف کر دینا۔"

"پلیز ڈیڈی......! آپ روئیے نہیں، مجھے کوئی گلہ یا شکوہ نہیں، آپ کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا یہی بہت ہے اور

کہتے ہیں ناں اگر کوئی اپنی غلطی مان لے تو اسے بار بار اس کا احساس مت دلاؤ ویسے بھی وہ ضمیر کے بوجھ تلے ہوتا

ہے۔" آج وہ کتنی گہری اور بڑی باتیں کر رہی تھی۔ توقیر نثار نے اسے اپنے گلے سے لگا لیا۔ وہ بھی رو دی۔ وہ اپنے

ڈیڈی کو نادم نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔ وہ تو ان کا سر فخر سے اونچا ہی دیکھنا چاہتی ہے۔

"آج کے بعد آپ بالکل کوئی بھی بات نہیں دہرائیں گے کیونکہ ڈیڈی جو گزر گیا گزر گیا، کوئی فائدہ نہیں سوچنے

سے اور پھر یہ کاتب تقدیر نے لکھا تھا اسی طرح ہونا تھا بس ہمارا امتحان ہوتا ہے۔" اس نے الٹا انہیں سمجھایا وہ اس کا سر

تھپتھپا کر رہ گئے۔

"آپ کو یہ لگتا ہے کہ میں کمرے میں بند رہتی ہوں اب آپ ہی بتائیے میں کیا کروں۔ کچن کے ملازم صفائی

کے لئے ملازم حتیٰ کہ فون اٹینڈ کرنے کے لئے ملازم، میرے لئے الگ سے ایک ماسی، بتائیے اتنے لوگوں کے

درمیان میں اور کیا کروں ہر چیز فوراً حاضر ہو جاتی ہے۔" وہ بشاشت ظاہر کر کے اٹھی۔

"ایسا کرو تم اپنی مس کے گھر چکر لگا لیا کرو۔"

"ڈیڈی......! اگر آپ اجازت دیں تو ان سب کو انوائٹ کر لوں۔" اس نے پوچھا۔

"شیور شیور......! کیوں نہیں......؟ فوراً انوائٹ کرو، تمہیں ایک ماہ گزرنے کے بعد خیال آ رہا ہے۔" وہ بھی

خوش ہوئے۔

"پھر میں آج ہی بلکہ ابھی خوشحال بابا کے ساتھ جا رہی ہوں۔" فوراً ہی آمنہ کے نام سے اس میں برقی رو دوڑی، جھٹ

تیار ہوئی، ٹراؤزر اور اس پر پنک ٹی شرٹ کا کنٹراسٹ تھا، وہ زیب تن کیا، شولڈر کٹ بالوں کی پونی بنائی، چھوٹی سی جویریہ آج

کھلی کھلی لگی۔ چہرے پر آمنہ کے نام سے رونق آئی، ڈیڈی سے کہہ کر فوراً روانہ ہو گئی۔ جس وقت گھر پہنچی شام کے پانچ بج

رہے تھے۔ لان میں صدف، انس کے ساتھ کھیل رہی تھی، عمر اور بلال ریکٹ کھیل رہے تھے، گاڑی کے ہارن پر سب متوجہ

ہوئے۔ بلال کی تو آنکھوں میں شوخیاں در آئیں کیونکہ ایک ماہ بعد اس نے دیکھا تھا آج وہ پہلے سے کافی اچھی لگی۔

"آمنہ آنٹی......؟ہاں ہیں آؤ تم......!" صدف نے جواب دیا فہمائشی نگاہ بلال پر ڈالی جو بالکل ہی کھو گیا۔ صدف اسے لے کر اندر چلی گئی بلال کا اب دل ہی نہ لگا۔

"بلال بھائی......! گیم آپ درمیان سے چھوڑ کر جا رہے ہیں۔" عمر نے دہائی دی۔

"یار......! بس ابھی آیا۔ مجھے کچھ کام یاد آ گیا ہے۔"

"تاچو تاچو میں بھی۔" انس توتلی زبان میں بولتا اس کی ٹانگوں سے لپٹ گیا۔ اسے گود میں اٹھا کر اندر لے لاؤنج میں تو نظر نہ آئیں ضرور ڈرائنگ روم میں ہو گی۔

"بلال......! انس کو مجھے دے دو کپڑے کتنے گندے کر لئے اس نے۔" طائشہ نے بلال کو دیکھا تو انس کو بلایا

"گملوں کی مٹی نکال رہا تھا اتنا منع کیا مگر سن ہی نہیں رہا تھا۔" وہ بولا۔ طائشہ انس کا ہاتھ پکڑ کر اندر کمرے میں لے گئی

وہ ڈرائنگ روم کے آگے ٹہلنے لگا تو صدف نے اب مشکوک انداز میں دیکھا۔ وہ کچھ خجل ہوا، سر کھجاتا کمرے میں جانے لگا۔

"تمہیں کیا ہوا کہ اندر آ گئے......؟ ابھی تو کھیل رہے تھے۔" صدف نے ذرا معنی خیزی سے اس کا جائزہ لیا۔

"مرضی میری......! تمہیں کیا تکلیف ہے......؟" وہ ذرا اکڑ کر بولا۔

"سنو......! تکلیف مجھے نہیں تمہیں ضرور لگتی ہے کیونکہ میں دیکھتی ہوں جویریہ کے آنے سے تم پر بڑا روپ آجاتا ہے

"جب بولنا فضول ہی بولنا، میں انس کو لے کر آیا تھا۔" وہ کھسیا کر اوپر اپنے کمرے میں جانے لگا تو آمنہ ڈرائنگ روم سے باہر آ گئیں۔

"مس......! آپ کو جب ٹائم ہو مجھے فون پر بتا دیجئے گا، میں فون کروں گی۔" وہ چلتے چلتے بول رہی تھی۔

"بیٹا......! ویسے اس کی ضرورت نہیں۔"

"مس......! یہ میری خوشی ہے اگر آپ سب آئیں گے تو......" وہ بضد تھی کہ وہ اس کی دعوت قبول کر لیں۔ بلال سیڑھیوں پر ہی رُک گیا کیونکہ شوق دیدار بھی تو ضروری تھا جبکہ وہ بے نیاز سی لگی جیسے بس مس سے ہی کام ہے اطراف کے لوگ اس کے لئے اہمیت ہی نہیں رکھتے۔

"میں اپنے ہسبنڈ سے ذکر کروں گی۔ اگر وہ ایگری ہوئے تو تمہاری آفر ڈن ہے۔" آمنہ نے اس کا رُخسار چوما۔

"میں چلتی ہوں۔" وہ گلاس ڈور کھولنے کے لئے آگے بڑھی تو بلال نے فوراً جا کر کھول دیا۔

"یاد آیا مس......! آپ کی بیٹی بھی تو ہے جن کی شادی ہو گئی تھی، انہیں بھی ضرور لایئے گا۔"

"وہ تو اپنی سسرال میں ہے اور پھر اس کی کچھ کنڈیشن ایسی نہیں ہے کہ وہ آ سکے، اس کی جانب سے میں سوری کرتی ہوں۔" آمنہ نے اسے بتایا اور ساتھ ہی معذرت کی۔

"خیریت تو ہے مس......! کیا ہوا انہیں......؟" وہ چونک کر پوچھنے لگی۔

جبکہ بلال کے ہونٹوں پر مسکراہٹ رینگ گئی اس کی معصومیت سے کہنے پر جو ان کی جانب متوجہ تھی۔

"خیریت ہی ہے، ایسی کوئی بات نہیں ہے میں بعد میں بتاؤں گی۔" انہوں نے اب بلال کے سامنے بات کرنے سے گریز کیا۔ وہ بلال کے چہرے کے رنگ دیکھ چکی تھیں مگر وہ اسے ٹوک کر خجل نہیں کرنا چاہتی تھیں، وہ نوٹ تو کر چکی تھیں مگر آج مکمل یقین ہو گیا کہ بلال جویریہ کو کچھ زیادہ ہی اہمیت دیتا ہے۔

● ● ●

ابرار احمد اس دن نائل سے ملنے آ گئے تا کہ اس سے بات کر سکیں کہ وہ شہرینہ کو ہینڈل کر لے گا۔ وہ اس کا

ہوئے انتظار کر رہے تھے۔ شہرینہ ان سے ناراض تھی، کمرے میں بند ہو گئی مگر انہوں نے اس کا بھی برا نہ منایا ان کی اولاد تھی، کب تک ناراض رہے گی خود ہی آئے گی ان کے پاس۔

"بھابی......! نائل کو آج ہی دیر ہو گئی ہے یا......؟" ابرار احمد اب ذرا بےزار سے لگے۔

"آفس سے تو سات بجے تک آ گیا تھا، باہر نکلا تھا کچھ دوائیاں لانی تھیں، میری اور شہرینہ کی۔" انہوں نے بتایا۔

"شہرینہ اب ٹھیک تو ہے......؟" انہوں نے پوچھا۔

"ہاں......! اب تو ٹھیک ہے، میں بلاتی ہوں اسے۔" وہ اُٹھیں۔

"رہنے دیں بھابی......! میں صرف نائل سے کچھ ضروری باتیں کرنے آیا ہوں اور میں نہیں چاہتا کہ شہرینہ کی موجودگی میں کہوں۔" وہ پژمردہ لہجے میں بولے۔

کچھ دیر بعد نائل آ گیا۔ انہیں دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ دوائی کے شاپر زامی کو دیئے۔ اس نے جھٹ سلام بھی کیا، انہوں نے جواب میں ڈھیروں دُعائیں دیں۔ امی شاپرز لے کر اندر چلی گئیں تا کہ وہ شہرینہ کو اس کی دوائیں دے سکیں۔

"نائل......! میں تم سے کچھ ضروری بات کرنے آیا ہوں۔" وہ تھکے تھکے سے بولے۔

"انکل......! آپ شہرینہ کو لینے آئے ہیں تو میں اسے نہیں بھیج سکتا۔" اس نے انتہائی سرد مہری اور رکھائی سے کہا۔

"میں شہرینہ کو لینے نہیں آیا بلکہ تمہیں کچھ بتانے آیا ہوں۔ پلیز نائل......! تم ذرا توجہ سے سن لو۔" اب وہ منت کرنے لگے، نائل کی کوئی ان سے پرخاش نہ تھی بس ان کی بیٹی نے اور ضدی بنا دیا۔

"نائل......! شہرینہ کی ماں یہاں پاکستان آ گئی ہے۔" وہ تمہیں باندھے بغیر گویا ہوئے۔

"شہرینہ کی ماں......!" وہ حیران ہوا۔

"ہاں......! اس کی ماں، کیونکہ میں نے شہرینہ کو شروع سے کہا کہ تمہاری ماں مر چکی ہے مگر آج وہ پاکستان میں ہے اور وہ شہرینہ سے ملنے کے چکر میں ہے میں نے تمہیں اس لئے تو شہرینہ کو لانے پر نہیں روکا کیونکہ نائل میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر اس کی ماں یہاں آ جائے تو تم نے بڑے تحمل سے اسے سنبھالنا ہے۔"

شہرینہ جو پاپا سے ملنے کے لئے ڈرائنگ روم میں آ رہی تھی مگر پاپا کی آتی آواز پر رُک گئی اور اس نے کیا سنا تھا، اس کی ماں زندہ ہے وہ خوش بھی ہوئی۔

"وہ بضد ہے کہ شہرینہ سے ایک بار اسے ملوا دوں، مجھے پتہ ہے شہرینہ جانے کے لئے ضد کرے گی اور میں روک نہیں پاؤں گا تم ہی بس شہرینہ کو روک سکتے ہو۔" وہ بہت بکھرے ہوئے تھے۔ نائل تو سن کر ہی سوچ میں پڑ گیا۔

"تم بس خیال رکھنا کیونکہ میں اپنی بیٹی سے بہت محبت کرتا ہوں، میں اسے جانے نہیں دوں گا۔"

"انکل......! آپ اطمینان رکھیے، پاسپورٹ اس کا میرے پاس ہے آپ سے ہی مانگا تھا میں نے، یاد ہے......؟" اس نے یاد دلایا۔

"ہاں......! تمہیں لندن وغیرہ جانا تھا اس لئے دیا تھا۔" انہوں نے ہی تو شہرینہ کا پاسپورٹ دیا تھا۔

شہرینہ ساری باتیں سن رہی تھی لیکن اندر نہیں گئی۔ دل میں تو عجیب بیقراری ہو گئی کہ اپنی ماں کو تو دیکھے شاید وہ ہی اسے بچا لے۔

"وہ تو رہ گیا جانے سے کیونکہ شہرینہ کا پاسپورٹ دوسرا بنے گا ہسبنڈ کے نام سے۔" وہ بتانے لگا۔

"مگر اس کی ماں ایسی ہے اسے کسی بھی طریقے سے لے جائے گی۔"

"وہ نہیں لے جاسکتی ہیں شہرینہ اب میری بیوی ہے وہ کچھ نہیں کرسکیں گی۔" اس نے انہیں یقین دلایا ابرار مطمئن ہوئے کیونکہ نائل کو بتا کر ان کے دل کا بوجھ بھی ہلکا ہوگیا۔ شہرینہ لب کاٹتی واپس اپنے بیڈروم میں چلی گئی۔

"آپ نے انہیں ڈائی وورس نہیں کی۔" اس نے اب ابرار احمد کو دیکھا جو مضطرب بیٹھے تھے۔

"مجھ سے اس نے بھاری رقم لے کر ڈائی وورس لی ہے شہرینہ کو اس نے اس وقت چھوڑا جب وہ چند ماہ کی تھی نائل وہ اس قابل ہی نہیں کہ شہرینہ کی ماں کہلائے ذرا اسے میری بچی کا خیال نہ آیا۔" وہ سوچ کر رہ گیا۔

"آپ انکل روئیے نہیں وہ شہرینہ کو نہیں لے جاسکتی ہیں میں ہوں ناں، آپ اطمینان رکھئے۔" آج اس نے پہلی بار ابرار احمد کو دلاسہ دیا ورنہ ہر بار ان سے لڑائی کے موڈ میں ہی ملا ابرار احمد اور بھی اس سے پچھلی باتیں کر رہے امی بھی آگئی تھیں انہوں نے بھی سنا تو رنجوری ہوگئیں کیونکہ ابرار رو رہے تھے۔

● ● ●

"پاپا نے پھر مجھ سے جھوٹ کیوں بولا کہ میری ممی مر چکی ہیں......؟" دو دن سے مسلسل یہی سوچ جاری تھی۔

"میں ملوں گی اپنی ماں سے، دیکھتی ہوں کیسے روکتا ہے مجھے کوئی۔" وہ ارادہ کر چکی تھی، ذہن و دل میں جنگ رہی تھی مگر وہ بس دل کا کہا مان رہی تھی، ٹیلی فون سیٹ کو گود میں لئے مسلسل ڈائل کرے جا رہی تھی مگر کوئی ریسیو ہی نہیں کر رہا تھا۔ لگتا تھا آج کوئی گھر میں ہے ہی نہیں، عجیب اُلجھن میں تھی، کسی سے کہہ بھی نہیں سکتی تھی۔ خواہش تو بس تھی ممی کو دیکھ لے ماں کیسی ہوتی ہے وہی جس نے اسے جنم دیا وہ اتنے عرصے سے بے خبر رہی اور وہ یہی سمجھتی رہی اس کی ماں ہے ہی نہیں۔

"تم ٹیلی فون لے کر کیوں بیٹھی ہوئی ہو......؟" نائل نے اسے سوچوں میں غلطاں پایا تو وہ ٹی وی آف کر کے اس کے قریب چلا آیا۔

"جی وہ......" اب حواس باختہ سی ہوگئی۔

"کسے کر رہی ہو جو ابھی تک مل نہیں رہا......؟"

"کسی کو بھی نہیں۔" وہ سہم کر رہ گئی۔ جلدی سے ٹیلی فون سیٹ واپس سائیڈ اسٹینڈ پر رکھ دیا۔ لگتا تھا نائل سمجھ گیا تھا۔ جلدی سے ری ڈائل کا بٹن دبایا تو سی ایل آئی پر اس کے گھر کا نمبر آگیا۔

"ہوں......! تو گھر فون کیا جا رہا تھا......؟" اب اس نے ڈائل کر دیا اتفاق سے فون اُٹھایا عمر نے ہی۔

"عمر......! یار کیسے ہو......؟" وہ عمر سے بات کرنے لگا۔

"اچھا تو آپ کرے جا رہے ہیں۔" وہ ذرا ناراضگی سے بولا۔

"میں نے ابھی کیا ہے۔" اب نائل نے گھبرائی ہوئی شہرینہ پر نگاہ ڈالی جو اُٹھنے لگی مگر نائل نے ہاتھ بڑھا کر اس کا راستہ روک لیا تا کہ وہ بات کر لے۔

"میں تین چار بار اُٹھا چکا ہوں مگر میری آواز سن کر کوئی لائن ڈسکنیکٹ کر دیتا ہے۔"

"بے وقوف......! تم فوراً سی ایل آئی پر دیکھتے نمبر کس کا تھا۔" وہ نگاہ اس پر ہی مرکوز کئے رکھا شہرینہ لب کاٹنے لگی کیونکہ اتنی دیر سے مسلسل وہ ہی لائن کاٹے جا رہی تھی۔

"یہ میں نے نہیں دیکھا۔"

"یہ بتاؤ گھر میں خیریت تو ہے......؟"

"سب خیریت ہے۔ امی اور فارحہ آپی اور صدف باجی امی کی اسٹوڈنٹ تھی ناں جویریہ اس کے گھر گئی ہیں۔ انہوں نے تفصیل بتائی۔

"کہیں تمہاری بات پکی کرنے تو نہیں گئیں......؟" نائل نے چھیڑا۔

"مجھ سے وہ بڑی ہی ہیں کیونکہ میرے ساتھ ان کا کپل نہیں بنتا البتہ بلال بھائی کے ساتھ بن سکتا ہے۔"

"واہ بیٹے واہ......! خوب تم نے کپل بنائے ہیں۔" وہ ہنسا۔

"اچھا یہ بتاؤ ابرار انکل ہیں، ان سے شہرینہ بات کرے گی۔"

"نہیں مجھے نہیں کرنی بات۔" اب تو وہ گڑبڑا گئی۔

"ابھی تو تم گھر ہی کر رہی تھیں یقیناً اپنے پاپا سے بات کرنا چاہ رہی تھیں۔"

"نائل بھائی پاپا گھر میں نہیں ہیں۔" دوسری جانب سے پھر عمر چیخا۔

"پھر تو خدا حافظ نہیں ہیں تو۔" نائل نے پھر ریسیور رکھ دیا۔

"تم اور اپنے پاپا سے بات نہیں کرنا چاہتیں پھر ٹھیک ہے تمہاری مرضی میری جانب سے کوئی پابندی نہیں ہے۔" ٹانگیں پھیلا کر بیٹھا تو شہرینہ کا جانے کا راستہ ہی بند کر دیا۔

"مجھے جانا ہے ہٹائیے پاؤں۔" اسے بہت غصہ آ رہا تھا اس نے سوچا تھا کہ فارحہ یا صدف سے ہی ممی کے متعلق معلومات لے گی۔

"تمہیں اتنا غصہ کیوں آ رہا ہے......؟"

"مصیبت جو گلے پڑ گئی ہے مجھے میری مرضی سے رہنے نہیں دیتے ہیں۔"

"تم پر نظر رکھنا ضروری ہے کیونکہ کیا پتہ کس وقت تم کیا کارروائی کر جاؤ کیونکہ مجھے تمہاری نہیں اپنی امانت کی فکر ہے۔" اس نے دل جلانے والے انداز میں کہا تو وہ تنگ ہی گئی۔

"ابھی اگر میں چاہوں ناں تو......"

"ایک لفظ نہیں بولنا فضول۔" نائل نے ہاتھ اُٹھا کر وارن کیا۔

"اگر ایک خراش بھی آئی ناں تو یاد رکھنا زندہ میں تمہیں بھی نہیں چھوڑوں گا۔ جب تک تم اسے میرے حوالے نہیں کر دیتی ہو۔ اس وقت میں تمہیں کہیں جانے نہیں دوں گا پھر چاہے کہیں چلی جانا۔ مجھے بس اس کا انتظار ہے تم ہو ہی نہیں اس قابل کہ تم ماں بنو کیونکہ تم جیسی خود سر عورتیں ماں بننے کے لائق ہوتی ہی نہیں ہیں مگر اب تو یہ غلطی ہو گئی ہے، ورنہ آئندہ کے لئے تم کبھی میرا انتخاب نہ ہوگی۔" اس کی آواز میں شعلوں کی لپک تھی، آنکھوں میں خون کے ڈورے واضح ہو گئے، اس وقت کتنے ضبط سے تھا۔

"دیکھنا میں اپنی ممی سے مل کر اس مصیبت سے چھٹکارا حاصل کر لوں گی پھر دیکھتی ہوں تم مجھے کیسے روکتے ہو۔"

"کیا ممی......؟ کون ممی......؟" اب نائل بھی چونکا کہ وہ کیا کہہ رہی تھی کیونکہ اس نے بات ہی ایسی کہہ دی کہ اس کے دماغ پر جا لگی۔

"میں نے پاپا کی اور آپ کی ساری گفتگو سنی ہے۔ دیکھئے گا میں اپنی ممی سے ملوں گی، کوئی نہیں روک سکتا مجھے۔" اس نے بھی اٹل لہجے میں کہا۔

"سن لی ہیں تو سن لو مگر میں تمہیں ان سے ملنے نہیں دوں گا۔"

"میں پولیس میں آپ کے متعلق رپورٹ لکھوا دوں گی۔" اب اس نے وارننگ دی۔

"شوق سے لکھوانا سمجھیں، مگر یہ ذہن میں رکھ کر کہ یہ جرمنی نہیں ہے۔" اس نے احساس دلایا کہ وہ کتنی مجبور و بے

بس ہے۔

"میں ممی سے کہوں گی مجھے یہاں سے لے جائیں۔" وہ رو دی۔

"ملو گی تو جاؤ گی ناں تم یہاں سے۔" نائل نے اس کا بازو پکڑ کر کہا وہ کراہ کر رہ گئی کیونکہ جب وہ غ
تو اس کا بی ہیوئر نہایت سخت ہوتا۔

"مجھے جانا ہے اور جاؤں گی۔ نہیں رہنا مجھے یہاں۔" وہ چیخی۔

"آواز نیچی کرو، یہ جرمنی نہیں پاکستان ہے، یہاں کوئی تمہاری مدد کو نہیں آئے گا۔" وہ دھاڑا، امی تیزی
کمرے سے چلی آئیں وہ عشاء کی نماز پڑھ رہی تھیں، ان دونوں کی آوازیں مسلسل آ رہی تھیں۔

"نائل......! یہ کیا ہو رہا ہے......؟" انہوں نے اسے ڈانٹا۔

"سمجھا رہا ہوں آپ کی بہو کو۔" اس نے شہرینہ کو صوفے پر پٹخا تو وہ گرتے گرتے بچی۔

"کیا حرکت ہے یہ نائل......! تمہیں خبر ہے کس حالت میں ہے اور تمہیں بالکل پرواہ نہیں۔" انہوں نے
پکڑا کیونکہ نائل نے دھکیلا ہی زور سے تھا مگر اس وقت وہ بھنایا ہوا تھا وہ رو رہی تھی۔

"تم ناں یقیناً اس کی جان لو گے کچھ تو رویہ بدلو نائل......! وہ تخلیق کے مراحل سے گزر رہی ہے۔"

"احسان نہیں کر رہی ہے مجھ پر ہر لڑکی شادی کے بعد گزرتی ہے یہ کیا سمجھ رہی ہے کہ یہ ہی دُنیا کا انوکھا
رہی ہے۔" وہ سفاک بن گیا انداز بھی کاٹ دار اور کٹیلا تھا۔

"تمہیں کچھ خبر نہیں کہ کیا تکلیفیں ہوتی ہیں۔ تمہیں بس اپنے غصے اور رعب کے آگے کچھ نظر نہیں آتا۔"

"ہاں......! مجھے نظر نہیں آتا کچھ مگر یہ ضرور نظر آتا ہے کہ یہ میرے بچے کو جنم دے گی اس کے آتے ہی
گھر سے ناطہ نہ ہوگا، مجھے نہیں ضرورت اس کی۔" وہ یہ کہہ کر بیٹھا، دماغ کھول رہا تھا۔

"ہاں کیوں ضرورت ہوگی سب مرد یہیں خود غرض بن جاتے ہیں۔" شہرینہ کے دل پر گھونسہ پڑا، کتنی آ
یہ بات کہہ دی۔ وہ اس سے کیسے کہے نائل حسن تم اپنے جاہ و جلال کے باوجود میرے دل میں بس چکے ہو گر
کے آگے میں اپنا آپ ہارنا نہیں چاہتی مگر قدرت نے اسے مجبور کر دیا کہ وہ اب اس کے رحم و کرم پر تھی۔

"شہرینہ......! تم نائل کو غلط سمجھ رہی ہو۔"

"امی......! میں صحیح سمجھی ہوں مجھے بھی نہیں رہنا ان کے ساتھ، مجھے ممی کے پاس جانا ہے۔"

"اگر اپنی ممی کے پاس جانا ہے تو تمہیں مجھ سے ایک کانٹریکٹ کرنا پڑے گا۔" نائل کے دماغ میں لمحول
لپکا تو بول اٹھا۔

شہرینہ نے حیرانگی کی تصویر بنے بدلتے ہوئے نائل کے انداز کو دیکھا۔

"تم میرے بچے کو مجھے دینے کے بعد ہی جاؤ گی پھر بعد میں تمہیں اس سے کوئی واسطہ نہیں رکھنا ہوگا۔"
پینترا بدلا۔

"ٹھیک ہے میں ایگری ہوں۔" وہ جھٹ مان گئی کیونکہ اس وقت بس ممی ہی نظر آئیں کہ اسے ان کے
تھا، وہ بابا کے پاس بھی نہیں رہے گی۔

"نائل......! کیا بک رہے ہو......؟" امی تو تڑپ ہی اُٹھیں۔

"امی......! اب اسے ایسے ہی ہینڈل کیا جا سکتا ہے۔" وہ پشت پھیر کر کھڑا ہوا۔

شہرینہ نے خوشی خوشی رضامندی دے دی جبکہ امی نے تو سر پیٹ لیا کہ وہ کتنی بے وقوف لڑکی تھی؟

دیکھے گی تو اس کے سارے ارادے ریت کی طرح پھسل جائیں گے پھر اسے اپنی ماں بھی نظر نہیں آئے گی مگر یہ اس کٹھور ماں کے لئے اتنا تڑپ رہی ہے جو اس کا خیال کئے بغیر کسی اور سے شادی رچا بیٹھی تھی۔ کیا شہرینہ بھی اپنی ماں کا سبق دہرائے گی، وہ سینے پر ہاتھ رکھ کر رہ گئیں، وہ شہرینہ کو یہ کبھی نہیں کرنے دیں گی، وہ اپنے بیٹے اور بہو کو ہمیشہ ساتھ ہی دیکھنا چاہتی تھیں۔

● ● ●

"یار......! تمہیں نہیں پتہ اتنے مسائل ہو گئے ہیں، میں کیا کروں......؟" نائل آج اعزاز کے گھر آیا ہوا تھا۔

"تم شہرینہ بھابی کو پیار سے ہینڈل کرو۔"

"یار......! وہ اس قابل ہی نہیں ہے۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"نائل......! تم کر دو تو عمل دیکھنا، شہرینہ بھابی کو خود ہی اپنی غلطی کا احساس ہوگا۔"

"یار......! اس وقت اسے صرف اپنی ماں نظر آ رہی ہے اور مجھے پتہ ہے وہ اس سے مل کر وہی کرے گی جو ابرار انکل کی زندگی پر بھی اثر ڈالے گی۔"

"تم نے بتایا ابرار انکل کو شہرینہ بھابی کے متعلق......؟" وہ نائل کے پریشان حالی پر افسوس سے دیکھنے لگا۔

"انہیں میں نے فون پر بتا دیا ہے وہ کہہ رہے تھے کہ میں شہرینہ کو کسی طور ملنے نہ دوں کیونکہ شہرینہ کی ماں نے ساری معلومات حاصل کر لی ہیں وہ کسی دن بھی گھر پہنچ سکتی ہے۔"

"پھر تو تم ایسا کرو کہ شہرینہ بھابی کو یہاں چھوڑ دو۔"

"او یار......! نہیں کر سکتا۔ امی مجھ پر آج کل بہت غصہ کر رہی ہیں، خفا لگ ہیں۔" وہ لب کاٹ کر رہ گیا۔

"شہرینہ کی سمجھ میں میری بات نہیں آ رہی۔"

"تم نے اپنی زندگی خود ارزاں بنائی ہے یار......! میرے اپنے انداز میں تھوڑی مٹھاس لاؤ یہ کیا ہر وقت ہی مر جاؤں یا مار دوں والا انداز رکھے ہوئے ہو۔"

"یہ میں خود رکھتا ہوں وہ مجھے غصہ دلاتی ہے۔" اسے اعزاز کے کہنے پر غصہ آیا۔

"تمہیں پتہ ہے میاں بیوی کا رشتہ بہت کلوز ہوتا ہے اس میں ناراضگیاں اور تلخیاں اور لڑائیاں بھی ہوتی ہیں یہ آدمی پر ڈپینڈ کرتا ہے کہ وہ کیسے ہینڈل کرتا ہے۔" اعزاز نے بڑی سمجھداری سے اسے سمجھایا۔

"ابھی تیری شادی ہوئی نہیں ہے مگر بول ایسے رہا ہے کہ جیسے چار پانچ سالہ تجربہ ہے۔" نائل کو ہنسی آ گئی۔

"تمہیں دیکھ دیکھ کر ہو گیا ہے اس لئے مجھے پریشانی نہیں ہوگی۔" وہ نائل کے شانے پر ہاتھ مار کر بولا جو صوفے پر دراز تھا۔

"کب ہو رہی ہے شادی......؟" اس نے پوچھا۔

"ابھی پرپوزل گیا نہیں ہے کہ شادی ہو۔"

"کب بھیجے گا پرپوزل......؟"

"دونوں بڑی بہنیں آ رہی ہیں اگلے مہینے، بس سمجھو کہ بات پکی بلکہ ہو سکتا ہے شادی ہی ہو جائے۔" اعزاز نے پروگرام بتایا۔

"بیٹے......! آپ کچھ جلدی نہیں کر رہے کیونکہ لڑکیوں کو ذرا سمجھدار ہونا چاہئے۔ میری مثال تمہارے سامنے ہے۔" نائل نے اسے جتایا۔

"وہ خاصی سمجھدار ہے میں نے اچھی طرح پرکھ لیا ہے اور سب سے بڑھ کر تحمل مزاج بہت ہے۔"

"واہ بھئی واہ......! کتنے ذہین ہو تم......!" نائل تیزی سے اٹھ کر بیٹھا کیونکہ اعزاز کے چہرے پر آج الگ رنگ تھا جو صدف کے سحر میں کھویا بولا۔

"کبھی غرور نہیں کیا۔" اعزاز نے اس کی برابر میں ہی دھرنا دیا۔

"چلو تم خوش قسمت ہوئے، ویسے ان کے گھر میں ایک لڑکی اور ہے سمجھدار سی، مجھے اسے دیکھ کر رشک آتا ہے"

"کون ہے......؟ کس کی بات کر رہے ہو......؟" وہ سمجھا نہیں حیرانگی سے نائل کو دیکھنے لگا۔

"فارحہ......! یار......! بس مجھ سے ناں دیر ہوگئی۔"

"نائل......! خدا سے ڈر۔ بس کر کسی کی وہ بیوی ہے اور جس کی وہ بیوی ہے ٹوٹ کر محبت کرتا ہے اسے۔" ا کے لئے یہ بات کسی اچنبے کا باعث تھی۔

"پتہ ہے کسی کی بیوی ہے وہ مگر یار......! بس شہرینہ کا انتخاب میں نے کرلیا۔"

"تمہارا ناں دماغ خراب ہوگیا ہے نائل......! اتنے شدت پسند مت بنو۔ شہرینہ بھابی ہر لحاظ سے اچھی ہ سب سے بڑھ کر تم دونوں کا خوبصورت ترین کپل ہے۔ اب گھامڑ آدمی آنکھوں سے غصے کی پٹی اُتارو کیونکہ زند صرف ایک بار ملتی ہے اسے اچھے طریقے سے گزارو کیوں تو اپنی اور شہرینہ بھابی کی زندگی میں کانٹے بھر رہا ہے......؟ وہ آج بگڑ گیا۔

"تمہیں نہیں پتہ اعزاز......! اس وقت میں کتنے کرب وضبط سے گزر رہا ہوں۔ کیا میرا دل نہیں چاہتا کہ میں محبت سے پر زندگی گزاروں......؟" وہ افسردہ ہوگیا۔

"یار......! میرے تم گزار سکتے ہو مگر تم خود میں سے یہ "میں" نکال دو۔ دیکھنا تمہیں خود بخود اچھا لگے گا حالانکہ مجھے بات تو نہیں کرنی چاہئے مگر پھر بھی مجھے کہنے میں کوئی عار محسوس نہیں ہو رہی ہے کہ تم نائل اس وقت شہرینہ بھابی کا خیال رکھو، وہ صرف تمہارے لئے تکلیفیں اُٹھا رہی ہیں۔ پلیز نائل......! میرے بھائی......! تم بس کول کرو خود کو۔" اعزاز نے اس کی پشت پر ہاتھ رکھا۔

"نہیں یار......! وہ اس قابل نہیں کہ اسے محبت و پیار سے روکا جائے۔ تمہیں نہیں خبر وہ کیا کرنے جا رہی تھی۔" ا سخت کبیدگی اور جھنجھلاہٹ سے بولا۔

"مجھے سب خبر ہے کیا کرنے والی تھیں۔" وہ سر جھکا کر بولا حالانکہ اتنی نجی قسم کی گفتگو پہلی بار اس سے کر رہا تھا۔

"پھر بھی میں خود کو کول کرلوں تمہیں اس بات سے اندازہ لگاؤ کہ وہ مجھ سے اتنی شدید نفرت کرتی ہے کہ ا نقصانات کرنے پر تلی ہے۔"

"پھر بھی نائل......! اس وقت تمہیں ضبط و تحمل سے رہنا ہے کیونکہ ابرار انکل کی وہ بیٹی ہے تمہیں بس اس بات خیال رکھنا ہے پتہ ہے تم پر جان چھڑکتے ہیں۔"

"بس رہنے دو مجھے پتہ ہے کون کیسا ہے۔ آج ان کی بیٹی میرے پاس ہے تو وہ مجھ پر جان چھڑکنے لگے۔ اس گ کے کسی فرد کا مجھے اعتبار نہیں۔" وہ پھر اکڑ گیا۔

"ایسا مت کہو۔ تم اس گھر میں سب کے لئے اہمیت رکھتے ہو سب سے بڑھ کر جس کے لئے تم سب کچھ ہو تم ا کی زندگی کے لئے ضروری ہو۔"

"اعزاز......! مجھے خوش فہمی میں مبتلا مت کرو۔" اس نے نفی کی۔

نہیں نائل......! تمہیں بعد میں میری باتیں یاد آئیں گی پھر ہی شہرینہ بھابی کو بھی زندگی لگے گی۔ تمہیں صبر کرنا پڑے گا۔" نائل اس کی باتیں سن رہا تھا کیونکہ وہ شہرینہ سے تو محبت کرتا ہے اور پھر جب سے وہ تحقیق عمل سے گزر رہی تھی صرف اس کے لئے جب وہ جیتا جاگتا وجود ان کے درمیان آئے گا تو کتنی خوشی ہوگی۔ سے پورا وقت سمجھاتا ہی رہا اس دوران وہ بس چپ کی مہر ثبت کئے بیٹھا رہا۔

● ● ●

"طائشہ......! کیا بات ہے، خاموش کیوں ہو......؟" سرمد اسے دیکھ رہے تھے وہ گم صم بیٹھی تھی۔

"ارے......! میں نے تم سے پوچھا ہے کہاں گم ہو میں تو یہاں ہوں۔" وہ معنی خیزی سے کہہ کر اس کے قریب گئے۔

"میں بہت پریشان ہوں۔" وہ روہانسی ہوگئی۔ سرمد نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"جس دن سے نائل کی شادی ہوئی ہے تمہیں پریشان ہی دیکھ رہا ہوں آخر تم نے اتنا مسئلہ کیوں بنا دیا ہے۔" وہ رک کر گویا ہوئے۔

"آپ کو نہیں پتہ ہے وہاں شہرینہ کیا کر رہی ہے۔ امی بتا رہی تھیں شہرینہ جان بوجھ کر ایسا کام کرتی ہے کہ نائل ہے۔"

"وہ پاگل لڑکی ہے اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا ہے جب ماں بنے گی ناں تو پتہ چلے گا کیا ہوتی ہے بچے کی محبت۔" وہ س کے زانو پر سر رکھ کر بولے جو بیک کراؤن سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔

"جب مجھے پتہ چلا تھا کہ میں ماں بننے والی ہوں تو پتہ ہے مجھے الگ ہی خوشی تھی ایک سرشاری کا احساس رہتا تھا ں بھی کچھ اہمیت رکھتی ہوں۔"

"تو اور کیا یہاں میرے دل میں رکھتی تو تھیں محبت۔" انہوں نے طائشہ کا ہاتھ اپنے سینے پر رکھا۔

"تم وہاں تھیں مگر میں بڑے انتظار کے کٹھن مراحل سے گزر رہا تھا۔"

"جب ہی اسے دیکھنے بھی نہیں آئے۔" اس نے ہلکا سا شکوہ کیا۔

"وہ اس لئے نہیں آیا تھا کہ میرا بیٹا مجھے کمزور کر دے گا بس تھوڑا غصہ تھا مگر جب یہاں اپنے گھر میں اسے دیکھا تو ں گیا۔ پتہ ہے طائشہ وہ دن بہت خوبصورت تھا میں نے اتنے کھلونے جمع کئے تھے اپنے بیٹے کے لئے۔"

"مجھے بھی خوشی تھی کہ آپ نے بیٹے کی وجہ سے ہی مجھے بخش دیا۔" وہ ان کی آنکھوں میں دیکھ کر بولی۔

"طائشہ کچھ بیٹے کی وجہ سے کچھ تمہاری سادگی اور معصومیت نے ہی تو مجھ جیسے سخت گیر شخص کو بدل دیا۔" انہوں ں کا ہاتھ اپنے ہونٹوں سے لگایا تو طائشہ بلش ہوگئی۔

"اب تم پریشان نہ ہو شہرینہ بھی بعد میں ٹھیک ہو جائے گی۔" انہوں نے یقین دلایا۔

"مما......! مما......!" انس دوڑتا ہوا دروازہ کھول کر اندر آیا تو طائشہ گڑبڑا گئی۔ سرمد کا سر ہٹانے لگی اپنی گود سے ابھی جمے رہے۔

"میرے تانس ہے۔" وہ بیڈ پر ہی آ گیا اور سرمد کے سینے پر چڑھ گیا۔

"اُف میرے باپ......! آہستہ۔" وہ اسے تھام کر بولے مجبوراً انہیں اُٹھنا ہی پڑا۔

"مما......! مما......! تاچو نے مارا۔" وہ اپنی توتلی زبان میں بول لیتا تھا توڑ توڑ کر الفاظ۔

"سارے رومانس کا ناں خانہ خراب کر دیا اس نے۔" وہ انس کو چوم کر بولے۔

"بابا......! باہر...... باہر۔" مسلسل وہ کودے بھی جا رہا تھا۔

"نہیں بیٹا......! آج نہیں تم سو جاؤ صبح چلیں گے۔" انہوں نے اسے اپنے قریب ہی لٹایا مگر نگاہ طائ مسکرا رہی تھی۔

"نہیں......! سونا نہیں نہیں۔" وہ اُٹھ بیٹھا۔

"یار......! آج لگتا ہے واقعی یہ نہیں سوئے گا میرا پروگرام خراب کرے گا یہ۔" وہ معنی خیزی سے طائ لگے جو مسکرا کر اُٹھنے لگی۔

"آپ کام کریں اپنا جا کر میں اسے سلا دوں گی۔"

"سنو......! مجھے جو کام کرنا ہے تم اچھی طرح جانتی ہو۔" وہ ذرا خفگی سے گویا ہوئے۔

"میں جا تو رہی ہوں آپ کو ڈسٹرب نہیں کروں گی آؤ بیٹا......! ادھر۔" وہ اس کو لئے بڑھی تو انہو ں ہاتھ پکڑا اپنے پہلو میں ہی گرا لیا وہ تو سٹپٹا ہی گئی کیونکہ انس ان دونوں کے درمیان تھا جو اب بیڈ پر کود ر ہا تھا۔

"کیا ہے چھوڑیں......!"

"نہیں......! ابھی کیا کہہ رہی تھیں کہ تم باہر جا رہی ہو پتہ ہے ناں تمہیں میرے غصے کا میٹر گھوم جاتا ہے

"اچھا معاف کر دیں جواب کچھ کہوں اب تو چھوڑیں اس کا خیال کر لیں۔" وہ ہراساں ہو گئی۔

"ابھی معاف کر دیں اس کی وجہ سے کر رہا ہوں ورنہ اچھی طرح تمہاری خبر لیتا۔" انہوں نے اسے طائشہ نے تشکر بھرے انداز میں انہیں دیکھا۔

"آؤ بیٹا......! آپ کے بابا کام کریں گے۔"

"نہیں......! اب اسے رہنے دو میرا شیر میرے پاس رہے گا تم اچھی سی چائے بنا کر لاؤ۔" انہوں نے ا میں دبوچا۔

"مگر آپ سے ایک بات کہنی تھی۔"

"یار......! اب تم نے نائل اور شہرینہ کی کوئی بات نہیں کرنی ہے کیونکہ مجھے اپنا دو... یاد آ جاتا ہے تم سے خ رکھا تھا۔" وہ شرمندگی سے بولے۔

"آپ اپنی بات کہاں بیچ میں لے آئے ہیں۔ بس یہ کہنا چاہتی ہوں کہ آپ شہرینہ کے بڑے ہ آپ اسے سمجھا سکتے ہیں۔"

"دیکھو جو اس کی کنڈیشن ہے اس میں اگر آمنہ چچی اسے سمجھائیں تو زیادہ اچھا ہے کیونکہ جو باتیں تم اور گی میں بولوں گا تو اچھا نہیں لگے گا۔" انہوں نے مفصل انداز میں اسے بتایا۔

"پھوپھو سے وہ کب بات کرتی ہے پھر آپ کو پتہ ہے اس کی ممی پاکستان آئی ہوئی ہیں۔ ایسی صور پھوپھو کی اہمیت اس کی نظر میں کوئی نہیں ہوگی۔"

"اس کی ممی کا مسئلہ حل ہو رہا ہے اتنی بھاری رقم مانگی ہے انہوں نے ابرار چچا سے مگر ابرار چچا نے پورا اسٹا تیار کروایا ہے کہ وہ پلٹ کر دوبارہ پاکستان نہیں آئیں گی۔"

"انہوں نے اپنے سیکنڈ شوہر سے بھی ڈائیوورس لے لی ہے دو بیٹے ہیں وہ انہی کے ساتھ ہیں۔"

"یار......! مجھے حیرانگی ہوتی ہے کہ یہ... لڑکیاں شادی بیاہ کو کھیل کیوں سمجھتی ہیں۔ اب بتاؤ شہرینہ کو الگ اور اب دو بیٹوں کو باپ سے چھین لیا۔ بتاؤ وہ نہ ہی اچھی بیوی ثابت ہوئی ہیں اور نہ ہی ماں۔" تاسف سے بو

ایسی عورتوں کو ماں بننے کا حق ہی نہیں دینا چاہئے۔ ذرا احساس نہیں کرتی ہیں، بچوں کی الگ شخصیت خراب ہے۔"

یہی تو مجھے شہرینہ کی فکر ہوتی ہے۔" طائشہ پھر فکر مند ہوئی۔ انس نے اب زیادہ کودنا شروع کیا تو ان دونوں کی درمیان میں رہ گئی۔

"ارے گر جاؤ گے انس......!" طائشہ نے روکا کیونکہ ان کی گفتگو کا سلسلہ جو ٹوٹ گیا۔

تم چائے لاؤ جلدی سے، جب تک میں اسے سلانے کی کوشش کرتا ہوں۔" وہ اسے باہر بھیجنے لگے اسے بھی ہی تھی۔

●●●

اعزاز نے بہت دنوں بعد اس طرف کا رُخ کیا تھا کیونکہ صدف سے اسے جواب چاہئے حالانکہ آنکھوں میں تو ہی نظر آیا پھر بھی منہ سے اقرار ضروری تھا۔ وہ آفس سے آنے کے بعد سیدھا یہیں آیا تھا، دن میں تو ٹائم ہی نہ تھا۔ ہی ضد کر کے اسی کے ساتھ آئی تھی وہ بلال اور یاسر کے ساتھ بیٹھا باتیں کر رہا تھا مگر صدف ایک بار بھی نظر نہ آئی۔

"میرا ایم اے کمپلیٹ تو ہونے والا ہے۔" بلال نے اسے بتایا۔

"انگلش میں ایم اے کر رہے ہو ناں......؟" اعزاز نے تائیدی پوچھا۔

"جی اس کے بعد تو ابو کہنے لگے کہ بھائی جان کے آفس کے کاموں میں لگنا۔"

"اچھا ہے تمہیں بھی آ جائے گا یہ سب بھی۔"

"ایم اے کے بعد میں پاکستان ٹور پر جاؤں گا کیونکہ کافی عرصہ ہو گیا کہیں آئے گئے۔" بلال صوفے کی پشت ٹیک لگائے بولا۔

"میرے ساتھ ہانگ کانگ چلنا ہے......؟" یاسر نے کسی فائل کی ورق گردانی سے نظر اُٹھا کر کہا۔

"آپ بزنس ٹور پر جائیں گے میں وہاں نہیں جا سکتا۔ میرا پروگرام پاکستان ٹور کا ہے۔" اس نے صاف انکار کر دیا۔

"یاسر......! تم کچھ زیادہ مصروف نہیں ہو گئے ہو بزنس میں......؟" اعزاز کا انداز ذرا تشویش بھرا تھا۔

"خالی آدمی ہوں بلکہ بیکار آدمی، یہی کچھ کر سکتا ہوں۔" لہجے میں ایک طنز بھی تھا۔

"یہ تو تم نے غلط کہا کسی کے لئے تو بہت خاص آدمی ہو۔" اس نے چھیڑا۔

"اعزاز......! تمہیں نہیں پتہ جو ہم سمجھ رہے ہوتے ہیں ناں وہ نہیں ہوتا۔" اس نے فائل بند کی۔

"میں بالکل صحیح سمجھ جاتا ہوں کیونکہ تمہارا چہرہ کچھ اور بتا رہا ہے۔"

"مجھے پتا ہے کیوں ان کا چہرہ بتا رہا ہے کچھ اور۔ فارحہ آپی سے ان کی لگتا ہے کھٹ پٹ ہو گئی ہے۔" بلال نے مداخلت کی۔

"جی نہیں......! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" وہ اب فائل لے کر کھڑا ہوا۔

"یاسر......! بات تو سنو......!"

"اعزاز......! مجھے ذرا کسی سے فون پر بات کرنی ہے۔" وہ رکھائی سے کہتا چلا گیا جبکہ بلال نے اعزاز کو دیکھ کر ی میں شانے اُچکائے۔

"میں بھی چلتا ہوں، ہاں انور انکل اور نصیر انکل سے مل لوں۔" اعزاز بھی کھڑا ہوا کیونکہ صدف کے ملنے کے تو کس ہی نہ تھے۔ وہ کوریڈور میں آیا تو شاید اس کی لگن سچی تھی۔ صدف، انس کا ہاتھ پکڑے آ رہی تھی۔ لائٹ پنک

کپڑوں میں وہ خود بھی پنک ہی لگی، شولڈر کٹ بال پشت پر پھیلے تھے۔

"شکر ہے آپ مجھے تو نظر آئیں۔" اعزاز نے بے تابی سے کہا تو وہ گھبرا گئی۔

"وہ میں اسے سرمد بھائی کے پاس چھوڑنے جا رہی ہوں، باہر ہیں لان میں۔" اس نے اعزاز کے چہرے کو دیکھ لیا تھا جہاں بہت کچھ تھا۔

"صدف......! میں آپ سے جواب لینے آیا ہوں۔"

"دیکھئے آپ پتہ نہیں کیا کہہ رہے ہیں، کون سا جواب......؟" اس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری تو اس کا ہاتھ چھڑا کر باہر دوڑ لگائی۔

"آپ بنیں مت صدف......! جانتی ہیں میں کون سے جواب کی بات کر رہا ہوں......؟" وہ اس کے قریب آیا، اب وہ تو بدک کر پیچھے ہٹی۔

"میں نہیں جانتی نہ ہی میرے پاس جواب ہے۔" اب وہ بھاگنے کے لئے پر تولنے لگی تو اعزاز نے اس کا لیا۔ اب تو صدف کے جسم میں سنسنی دوڑ گئی۔ سارا خون چہرے پر آ گیا۔ دل کی رفتار تیز ہو گئی۔ ٹانگوں میں جیسے نہ ہو۔ آواز بھی اندر دب گئی۔

"آپ کو میرا جواب دینا ہو گا ورنہ پھر شاید میں مر جاؤں۔"

"اللہ نہ کرے......!" جھٹ اس کے ہونٹوں پر بے اختیار ہو کر ہاتھ رکھا مگر شرما کر فوراً ہٹا بھی لیا۔ اب نہ اٹھا پائی۔

"صدف......! مجھے جواب مل گیا آج۔" اس نے اس کا ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھ میں دبایا تو وہ اس کا چہرہ جہاں الوہی چمک تھی رنگ ہی کچھ اور تھا۔

"پلیز......! ہاتھ چھوڑیئے، کوئی بھی آ جائے گا۔" اس نے کسمسا کر چھڑایا۔

"ایک شرط پر اگر مجھ سے وعدہ کرو۔"

"کیسا وعدہ اور شرط......؟" وہ سمجھی نہیں۔

"مجھے تم سے بہت ڈھیر ساری باتیں کرنی ہیں۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ تم میرے ساتھ کل باہر چلو گی۔"

"کل باہر...... مگر یہ ممکن نہیں۔" وہ گھبرائی۔

"اس کی تم فکر نہیں کرو میں ممکن کر لوں گا بس تم نے تیار رہنا ہے۔" وہ خوش ہو کر بولا۔

"تیار نہیں کیونکہ تمہیں سب مڑ مڑ کر دیکھیں گے زیادہ تیار نہیں ہونا کیونکہ میرے علاوہ تمہیں کوئی نہ دیکھے۔" جلدی وہ آپ سے تم پر آیا تھا، لہجے میں بھی سرشاری تھی۔ صدف شرما کر رہ گئی۔

"بس اسی طرح شرماتی رہنا کیونکہ اچھی لگتی ہو۔"

"بھائی...... بھائی......!" عفرا کی آواز تھی۔

دونوں ہی بوکھلا گئے۔ صدف باہر لان میں بھاگ لی جبکہ اعزاز، انوار انکل کی طرف بڑھا جو اپنے کمرے تھے۔ عفرا بھی انہی کے ساتھ موجود تھی۔ اعزاز نے کھڑے کھڑے ان سے باتیں کیں پھر سب سے اجازت چاہی۔

•••

"ڈیڈی......! اتنے سارے لوگ ہیں ان کے گھر میں، اتنا مزہ آتا ہے۔" جویریہ خوش ہو کر بتا رہی تھی اس کی باتیں سن رہے تھے۔

"ڈیڈی......! میرا دل چاہتا ہے کہ کاش میں بھی انہی کی بیٹی ہوتی مثلاً مس آمنہ کی۔" وہ معصومیت سے بول رہی تھی اب تو وہ ہر وقت ہی خوش نظر آتی اور انہیں کیا چاہئے تھا، ان کی بیٹی زندگی کی طرف لوٹ آئی تھی۔ توقیر نثار نے اس کا ماتھا چوم لیا۔

"ڈیڈی......! میرا دل بس چاہتا ہے کہ انہی لوگوں کے درمیان رہوں۔"

"لگتا ہے ہماری بیٹی کو کچھ زیادہ ہی خوش ہے۔"

"جی......! مگر ڈیڈی......! میں ہر وقت بھی تو نہیں جا سکتی حالانکہ مس نے کہا ہے جب دل چاہے آ جایا کرو۔" وہ صوفے پر اپنے پاؤں اوپر کئے بیٹھی تھی۔

"جب کہا ہے تو چلی جایا کرو۔" انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

"مس اس دن کی آئی ہوئی ہیں جب میں نے انہیں گھر انوائٹ کیا تھا۔"

"تم چلی جاؤ ناں، اگر دل چاہ رہا ہے تو ورنہ بولتی ہی رہو گی۔"

"ٹھیک ہے ڈیڈی......! میں خوشحال بابا کے ساتھ جا رہی ہوں۔" وہ فوراً ہی کھڑی ہو گئی۔ بلیک ٹراؤزر اسٹائلش سا اس پر لمبی قمیص ریڈ کلر کی اور گلے میں بلیک ہی اسکارف تھا وہ خوشحال بابا کے ساتھ ان کے گھر ہی چلی آئی۔ اسے عجیب بھی لگ رہا تھا کہ جب دل چاہا ان کے گھر آ جاتی ہے وہ گلاس ڈور کھول کر اندر چلی آئی بڑی بیل کی ٹنگ ٹنگ ماحول میں ارتعاش پیدا کر رہی تھی۔

"السلام علیکم آنٹی......!" کچن سے نکلتی تائی امی نظر آئیں تو اس نے جھٹ سلام کر دیا۔

"جیتی رہو۔ ارے وہاں کیوں کھڑی ہو......؟" انہوں نے مسکرا کر کہا۔

"وہ میں مس آمنہ سے ملنے آئی ہوں۔" وہ جھجکتی ہوئی بولی۔

"وہ سب تو گئے ہوئے ہیں۔" انہوں نے بتایا۔

"شہرینہ کے گئے ہیں۔ ارے تم آؤ تو کیا ہوا۔ اگر آمنہ نہیں ہے تو ہم باقی لوگ تو ہیں۔"

"وہ آنٹی......! میں پھر آ جاؤں گی۔" وہ اُداسی سے گویا ہوئی۔

"اب آ گئی ہو تو بالکل نہیں جاؤ گی بیٹھو ادھر۔" انہیں یہ لڑکی شروع سے پسند آئی تھی بالکل بھی کسی چالاکی سے عاری لگی آنکھوں میں ہر وقت معصومیت اتنی چھوٹی لڑکی تھی مگر ادب سب کا کرتی تھی وہ ہال کمرے میں ہی کاؤچ پر بیٹھ گئی۔

"آمنہ کی بیٹی ہے ناں شہرینہ، کچھ بیمار ہے، اسے ہی دیکھنے گئے ہیں سب۔"

"میں نے کبھی دیکھا نہیں ہے مس کی بیٹی کو۔" وہ معصومیت سے بولی۔

"چلو کسی دن آئے گی دیکھ بھی لو گی۔" یہ بتاؤ چائے پیتی ہو......؟"

"آنٹی......! میں چائے نہیں پیتی۔ تکلیف نہ کریں۔" جویریہ نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"امی کب تک آئیں گے یہ سب......؟" بلال اوپر سے اتر کر آیا مگر نگاہ جب جویریہ پر پڑی تو دل بلیوں اُچھل پڑا۔

"دیر سے ہی آئیں گے تم چلے جاؤ ناں......!" بلال نے جویریہ کو اپنی نگاہوں کے رنگ میں لیا وہ گھبرا گئی۔

"تم ادھر آ کر بیٹھو میں ذرا سالن دیکھ لوں جل نہ جائے۔" وہ عجلت میں کہتی اندر چلی گئیں۔

"ہاں تو جویریہ آپ اب کیسی ہیں......؟" بلال نے مسکرا کر پوچھا۔

•••

"اب تو ٹھیک ہوں۔ میں مس سے ملنے آئی تھی۔" وہ بلال کی وارفتہ نگاہوں سے پزل ہوگئی۔

"یہ میں نے کب کہا کہ مجھ سے ملنے آئی تھیں۔" اس نے معنی خیزی سے چھیڑا تو وہ جز بز ہوگئی۔

"جویریہ! آپ پڑھائی کیوں شروع نہیں کر دیتی ہیں۔"

"میرا اب دل نہیں چاہتا۔"

"یہ کیا بات ہوئی دل نہیں چاہتا۔" وہ پہلو بدل کر بیٹھا۔

"مس تھیں تو میں اس وقت دل لگا کر پڑھ لیتی تھی اب وہ نہیں تو سوچا ہی نہیں کہ دوبارہ اپنی اسٹڈی کروں۔"

"آمنہ آنٹی تو اب بزی ہوگئی ہیں اس لیے انہوں نے چھوڑ دیا ورنہ وہ ضرور پڑھاتیں۔"

"اگر وہ ہوتی تو میں بھی ضرور پڑھتی۔" اس نے بھی ترکی بہ ترکی کہا۔

"ابھی تو آپ کے پاس موقع ہے بعد میں پھر نہیں ملے گا خواہ مخواہ آپ مجھے دوش دیں گی۔"

"جی...... آپ کو......؟" حیرانگی سے ایک دم ہی بولی۔

"وہ میرا مطلب ہے کہ اسٹڈی آپ کو ضرور کرنی چاہیے۔"

"لو بیٹا! میں تمہارے لیے بنانا شیک بنا کر لائی ہوں۔" امی آگئیں تو بلال نے شکر ادا کیا کہ بات دب گ

"آنٹی میں بس چلوں گی۔"

"خبردار جو تھیں پی کر جاؤ گی کتنی کمزور سی پہلے ہی ہوگئی ہو۔" انہوں نے پیار سے ڈانٹا تو جویریہ کو ان ک بھی اچھی لگی۔

"اب تو آنٹی! میں موٹی ہو رہی ہوں۔" وہ ہنسی۔

"اگر یہ موٹی ہیں تو موٹے تو پھر کہیں گے ہم دبلے ہیں۔" بلال کا انداز فہمائشی تھا۔

"تم ادھر بیٹھے ہوا ایسا کرو فون کر دو کہ وہ لوگ کب آئیں گے؟"

"امی! میں بھی وہیں جا رہا ہوں کیونکہ سب جمع ہیں۔" وہ بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگا۔

"میں بھی آجاؤں گی دیکھنے شہرینہ کو تمہارے ابو آجائیں گے تو۔"

"مس جویریہ! آپ چل رہی ہیں؟" اس سے بلال نے پوچھا۔

"نہیں میں تو نہیں جاسکتی۔" اس نے منع کر دیا کیونکہ نئے لوگوں میں جانا اسے معیوب سا لگا۔

"چلیں پھر کبھی فرصت میں چلیں گے۔" اس نے جویریہ کے کان میں سرگوشی کی۔

جویریہ نے اب خشمگیں نگاہ اس پر ڈالی وہ جوس پی کر جلدی سے نکل گئی کیونکہ بلال کی شوخ نظروں سے لگنے لگا تھا۔

• • •

"یار نائل! کچھ کرو تو۔" اعزاز مسلسل بے چینی سے پہلو بدل رہا تھا۔

"کرتا ہوں کچھ تم صبر کرو۔" وہ اس کے پاس سے اٹھ گیا سب ہی اس کے گھر میں جمع تھے کیونکہ شہرینہ کی کچھ بیعت خراب ہوگئی تھی سب ہی دوڑے آئے تھے۔

"میں باہر پورچ میں ہوں تم بس وہیں بھیج دینا۔" وہ پینٹ کی جیب سے رنگ نکال کر بولا۔

"یہ ٹھیک ہے پہلے میں کمرے میں تو دیکھوں جا کر کہ وہ بیٹھی کس طرف ہے۔" وہ اسے تسلی دے کر اب اپنے کمرے میں چلا آیا۔ فارحہ، صدف اور عمرا اسے گھیرے بیٹھے تھے۔ جس وقت اس نے کمرے میں قدم رکھا تھا شہرینہ نے نخوت سے منہ پھیر لیا۔

"نائل بھائی! بجو کچھ کمزور نہیں ہوگئی ہیں۔"

"او یار کمزور تو مجھے کہیں سے نہیں لگ رہی ہیں۔" وہ وارڈ روب کھول کر تلاش کرنے لگا۔

"انہیں کب کمزور لگوں گی؟" شہرینہ نے دانت پیسے۔

"شہرینہ! نائل بھائی مذاق کر رہے ہیں۔" فارحہ نے اسے ٹوکا۔

"تمہیں نہیں پتہ ان کا مذاق بھی کیسا ہوتا ہے۔" وہ ناک سکوڑ کر رہ گئی۔

"تم سے اچھی کم از کم فارحہ ہیں کم از کم میرا مذاق تو سمجھیں۔" اب وہ ذرا ترنگ میں گویا ہوا فارحہ کو اپنی نگاہوں کی رینج میں لیا تو وہ جھجک گئی شہرینہ کو نائل کی یہ حرکت آگ لگا گئی۔

"آپ کو میں بھی خوب سمجھتی ہوں مفت کی مل گئی ہوں۔"

"ویسے نگاہ میری کسی اور پر تھی تم تو خواہ مخواہ بیچ میں آئی ہو۔" وہ دراز سے اب والٹ نکالنے لگا مگر فارحہ کو دیکھنے سے گریز نہ کیا۔

"میں ابھی آتی ہوں۔" فارحہ کو اچھا نہ لگا نائل کا انداز اور پھر شہرینہ کا تپنا اس نے اٹھنے میں ہی عافیت جانی۔

"فارحہ......! آپ گھبرایئے نہیں میں خود جا رہا ہوں۔" وہ بالوں کو ہاتھ سے سنوارتے لگا فارحہ رک گئی۔ کیونکہ وہ ہر ایک کے ایکسپریشن بھانپ لیتا تھا۔

"صدف......! آپ کو پھوپھو بلا رہی ہیں جلدی سے آیئے۔" وہ یہ کہتا ہوا نکلا۔ صدف نے فوراً ہی دوڑ لگائی جیسے ہی باہر آئی نائل نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا وہ گھبرا گئی۔

"صدف! اعزاز باہر گاڑی میں آپ کا انتظار کر رہا ہے۔"

"اعزاز!" وہ زیر لب گویا ہوئی۔

"جی! وہ انتظار اس لیے کر رہا ہے کہ آپ سے ملنے کے لیے کہا تھا نا۔ آپ کے گھر سے لینا تو مناسب نہ تھا اس لیے میں نے اسے یہاں بلایا ہے۔" نائل نے اس کا ہاتھ چھوڑا۔

"مگر سب......"

"آپ سب کی فکر نہ کریں اگر کوئی پوچھے گا تو میں سنبھال لوں گا۔ فوراً جایئے وہ ہارن دے رہا ہے۔" نائل نے ہارن کی آواز پر اور الرٹ کیا۔

"آپ کو انہوں نے......"

"مجھے سب خبر ہے اعزاز میرا دوست ہے اس کی اور میری کوئی بات چھپی نہیں ہے۔ اعزاز اچھا انسان ہے آپ کو اس کا دل توڑنا نہیں چاہیے۔" وہ ذرا مسکرا کر بولا تو صدف جھینپ گئی کیونکہ اسے نائل سے بھی شرم آئی۔

"میرے خیال میں جایئے ورنہ وہ ہارن دے دے کر سب کو خبر نہ کر دے۔"

صدف اپنا آنچل سنبھالتی تیزی سے نکلی دل بھی گھبرا رہا تھا کہیں کسی کو خبر نہ ہو جائے۔ مگر وہ اعزاز کی بات رد نہیں کر سکتی جس نے اپنی محبت کا یقین دلایا تھا۔

"تھینکس گاڈ تم آ گئیں میں تو سمجھا تھا کہ تم بہانہ کر دو گی۔" صدف فرنٹ ڈور کھول کر بیٹھی تو وہ ٹھٹک کر اسے دیکھنے لگا۔

"پتہ ہے مجھے نائل بھائی کے سامنے کتنی شرم آ رہی تھی آپ نے ان سے بھی کہہ دیا۔" اس نے خفگی ظاہر کی۔ اس نے گاڑی اسٹارٹ کی اور باہر آ گیا۔ گاڑی کول تارکی سڑک پر بھاگ رہی تھی ٹریفک کا بھی ہجوم تھا۔ دس بجے رات کو کراچی میں ٹریفک رواں دواں رہتی ہے۔

"بتاؤ کہاں چلیں؟"

"آپ کی مرضی کہیں بھی چلیں۔" اس نے ونڈ اسکرین سے باہر نگاہ جمائے رکھی۔

"سوچ لو اگر مرضی پر چھوڑا تو کہیں بھی لے چلتا ہوں۔" وہ معنی خیز ہوا۔

"میرا مطلب ہے کہ آپ کو جو جگہ زیادہ مناسب لگتی ہے وہاں چلیے۔ ورنہ پھر گاڑی میں چلتے ہیں۔" وہ جلدی سے بولی۔

"گاڑی چلاتے ہوئے تو تم سے بات ہی نہیں کر سکتا۔" اب اس نے گاڑی لا کر جس ریسٹورنٹ کے آگے روکی۔

"ادھر کیوں بھئی!" وہ چونکی۔

"سب سے زیادہ خوابناک ماحول ہے۔ اکثر نائل اور میں یہاں آتے ہیں۔ آج تمہارے ساتھ اس ماحول میں بات کروں گا۔" وہ دونوں گاڑی سے اترے اس نے لاک کیا اور اندر آ گئے ایک کونے والی ٹیبل منتخب کر کے بیٹھ گئے۔ کھانا تو وہ لوگ کھا کر آئے تھے تو پھر سوپ کا اس نے آڈر کر دیا۔

"صدف! پتہ ہے میں تمہیں یہاں کیوں لایا ہوں؟" وہ صدف کے خوبصورت سراپے پر نگاہ ڈال کر بولا جو اس کی جانب متوجہ ہو گئی۔

"بتایئے کیوں لائے؟" اس نے نگاہ جھکا لی۔

"اگر تم نا مجھ سے اس طرح شرماتی اور گھبراتی رہیں تو کر چکا میں بات تم سے۔" وہ کچھ چڑ گیا اتنے میں ویٹر دونوں کے آگے سوپ لا کر رکھ دیا۔ کچھ دیر تک دونوں کے درمیان خاموشی رہی۔ صدف پیالے میں چمچ ہی چلاتی رہی۔ اطراف میں ہلکا ہلکا میوزک ماحول کو اور پرفسوں بنا رہا تھا۔ لوگوں کی ہلکی ہلکی سرگوشیاں جو سمجھ نہیں آ رہی تھیں۔

"صدف تم میرا ساتھ دو گی۔"

"جی۔" وہ کچھ سمجھی نہیں جبکہ وہ تو اب تن، من، دھن سے اس کے ہونے کو تیار تھی پھر وہ یہ کیا کہہ رہا ہے۔

"میرا مقصد ہے کہ اگر تم نائل اور شہرینہ میں صلح کروانے میں میرا ساتھ دو۔"

"نائل بھائی اور شہرینہ میں......" وہ چونک گئی۔

"ہاں صدف! میں چاہتا ہوں کہ ہم دونوں مل کر ان دونوں کو سمجھائیں۔ کچھ ایسا کریں کہ یہ دونوں ایک ہو جائیں۔"

"نائل بھائی نے کچھ کہا ہے؟" اس نے قدرے توقف کے بعد پوچھا۔

"اس کے تو فرشتوں کو بھی نہیں پتہ کہ میں تمہیں کس لیے لے جا رہا ہوں۔ تم سے گھر میں بات ہو نہیں سکتی تھی۔ مجھے نائل کا سہارا لینا پڑا مگر اس بات کے بارے میں وہ لاعلم ہے اور میں چاہتا ہوں وہ لاعلم ہی رہے۔" اعزاز نے سنجیدگی سے صدف کو دیکھا جو اسے کسی سوچ میں ڈوبی لگی۔

"آپ بتایئے یہ کیسے ممکن ہے؟ میں خود چاہتی ہوں کہ شہرینہ، آمنہ آنٹی کو ماں سمجھے۔ مگر وہ پتہ نہیں کیوں اپنے پہ جرم کر رہی ہے۔"

"یہ بھی تم نے خوب نکالی بات آمنہ آنٹی والی۔" اسے یاد آیا۔

"شہرینہ بھابھی کو خبر ہے ان کی مدر کیا کر رہی ہیں جن سے وہ ملنے کو بے تاب ہیں۔"

"اسے تو نہیں پتہ مگر ہم سب کو خبر ہے۔ وہ ابرار چچا سے ایک کثیر رقم لے کر شہرینہ سے تعلق توڑنے پر راضی ہوئی ہیں۔"

"اور تمہیں خبر ہے وہ کیا چاہتی تھیں شہرینہ بھابھی کا ابارشن کروا کر واپس جرمنی لے جائیں گی اور ان کی وہاں کسی جاننے والے سے شادی کریں گی جب ہی تو ابرار انکل نے انہیں رقم دی ہے تا کہ وہ شہرینہ بھابھی سے نہیں ملیں گی۔"

"مجھے اتنی زیادہ بات نہیں پتہ آپ کے منہ سے سن رہی ہوں۔" وہ حیران بھی ہوئی۔

"یہ مجھے نائل نے بتایا ہے۔ اسے ابرار انکل نے ساری معلومات دی ہیں تا کہ اگر شہرینہ بھابھی ان سے ملنے کے لیے بے تاب ہوں تو وہ انہیں بتا سکتیں یہ سب۔ اب تم بتاؤ کیسے نائل برداشت کر لے گا کہ کوئی اس کی زندگی کے ساتھ کھیلے۔" وہ بولتے بولتے چپ ہو گیا۔

"مجھے تو سن کر ہی حیرانگی ہوتی ہے، وہ کیسی ماں ہیں جو اپنی بیٹی کو برباد کرنے پر تلی ہیں۔" صدف کو افسوس ہو رہا تھا اور شہرینہ کی بے وقوفیوں پر حیرت بھی تھی۔

"صدف! تم نے بس یہ کرنا ہے کہ شہرینہ کو کسی طرح بھی یہ بریف کر دو کہ نائل تم سے محبت کرتا ہے۔"

"مجھ سے۔" وہ تیزی سے بولی۔

"ارے میرا مطلب ہے شہرینہ بھابھی سے۔" وہ ہنس دیا صدف کو بھی ہنسی آ گئی۔

"تم سے تو اب میں ہی محبت کرتا ہوں۔" وہ رومینٹک ہو گیا صدف اس کے بہکنے پر ذرا بوکھلا گئی۔

"میرے خیال میں اب چلیے۔ سب نے مجھے ڈھونڈنے کے لیے اعلانات کروا دیئے ہوں گے۔"

"ایسا کچھ نہیں ہو گا میں ابھی نائل کو رنگ کرتا ہوں۔" اعزاز نے اپنا موبائل نکالا اور نائل کا نمبر ملایا تو اس نے پک کر لیا۔

"ہاں یار! بتاؤ گھر میں کیا حال ہے؟" وہ پوچھ رہا تھا جبکہ صدف دلچسپی سے سننے لگی۔

"گدھے اور کتنی دیر رہے گا باہر جلدی گھر آ۔" وہ چیخا۔

"بس آ رہا ہوں مجھے یہ بتا دو کہ صدف کو کوئی ڈھونڈ تو نہیں رہا۔"

"ڈھونڈ تو نہیں رہا البتہ میری زوجہ نے کئی بار پوچھا۔ ہر بار میں نے ڈانٹ کر چپ کروایا۔ اب تم فوراً آ جاؤ کیونکہ مجھے لگتا ہے رومینٹک ہو کر کچھ اظہارِ محبت ہو رہا ہو گا۔" نائل کی شوخ سے آواز پر اعزاز قہقہہ لگا کر رہ گیا۔

"یار! اس کی تو ابھی نوبت ہی نہیں آئی ہے۔"

"اور بعد میں کھل کر بلکہ عملی طور پر اظہار کرنا۔"

"بے ہودہ انسان! آ رہا ہوں چیخ تو مت۔" اعزاز نے جھینپ کر خدا حافظ کہا اور موبائل آف کر دیا۔

"میرے خیال میں واقعی چلو کیونکہ مسلسل وہ شہرینہ بھابھی کو ڈانٹے جا رہا ہے کیونکہ وہ تمہارے متعلق ہیں۔" اب وہ کھڑا ہوا ویٹر آیا تو بل پے کیا دونوں نے سوپ کو ہاتھ تک نہ لگایا تھا۔ وہ بھی کھڑی ہو گئی۔ آ گئے۔ اب ٹریفک تھوڑا کم لگا ایک گھنٹہ دونوں کو لگا۔

"تم سے جو میں نے کہا ہے تم نے فوراً عمل کرنا ہے۔ میں نائل کو سدھارنے کی کوشش کروں گا۔ کیونکہ شادی میں ان دونوں کو ایک ساتھ ہنستا مسکراتا دیکھنا چاہتا ہوں۔" وہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ چکا تھا صدف لوؤں تک سرخ ہو گئی۔

"تم میری طرف سے بے فکر رہنا میں بہت محبت کرنے والا ہوں۔"

"پلیز۔" وہ شرما کر اتنا ہی کہہ سکی۔

"ارے یار! میں تو حقیقت بتا رہا ہوں۔" اسے صدف کا شرمانا اچھا لگا۔

"دیکھ کر گاڑی چلایئے۔" اس نے اسے ٹوکا تو وہ صدف پر پیار بھری نگاہ ڈال کر رہ گیا۔

"ایسا کرو آگے پڑھائی شروع کر دو۔"

"قطعی نہیں میرا دل بالکل نہیں چاہ رہا ہے اب تو بالکل بھی نہیں۔" وہ سر جھکا کر رہ گئی۔

"یار! ایک سال کا عرصہ لگ سکتا ہے شادی میں کیونکہ اب نائل اور شہرینہ بھابھی کی صلح میں۔" وہ گاڑی بولا مگر متوجہ وہ اسی کی جانب تھا۔

"کچھ بھی ہو مجھے آگے پڑھنا ہی نہیں ہے۔"

"اجازت دے رہا ہوں حالانکہ میرا تو دل یہ کر رہا ہے کہ اب دوری نہ رہے۔"

"دیکھ کے دیکھ کے موڑ......" صدف نے اس کا بازو پکڑا تو وہ اور ہی بہک گیا۔ جھٹ اس نے ہاتھ آنکھوں میں شوخیاں لیے بس اسے دیکھ کر ہی رہ گیا۔ وہ بہت خوش تھا اس نے جو سوچا تھا وہ ہو گیا۔ صدف نے بات سمجھ لی اسے خود پر رشک آیا کہ اس نے ایک اچھی لڑکی کو پسند کیا۔ جب دل کا دلبر اپنا پسندیدہ ہو تو ہر سمت ہی رقصاں رہتی ہیں یا پھر جب دل کا موسم اچھا ہو تو سارے منظر اچھے لگتے ہیں یہی اعزاز کے ساتھ تھا۔

● ● ●

"مجھے پاپا سے ملنا ہے۔" وہ نائل سے بولی جو لیٹنے کی تیاری کر چکا تھا۔

"اس وقت...... پونے بارہ بجے؟" اس نے تمسخرانہ انداز میں اسے دیکھا جو اس سے قدرے فاصلے کراؤن سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔

"مجھے کل صبح پاپا سے ملنا ہے۔"

"دیکھو تم زیادہ سے زیادہ آرام کرو ادھر ادھر تمہارا آنا جانا ممنوع ہے۔" وہ سیدھا ہو کر لیٹا۔

"مگر مجھے پاپا سے ملنا ضرور ہے پلیز مجھے صرف ایک بار ملنے دیں کل بھی پاپا نہیں آئے تھے۔" وہ التجا لگی۔ اب نائل نے اس کی طرف کروٹ لی جو عجیب زردی ہو رہی تھی ویسے بھی جس دور سے وہ گزر رہی تھی اس کا خوش رہنا ضروری تھا جو ہر بار ڈاکٹر کی ہدایت ہوتی۔

"میں صبح دیکھوں گا۔" اس نے ٹالا۔

"دیکھوں گا نہیں مجھے آپ چھوڑ دیجیے گا۔" اس نے چبا کر کہا۔

"شہرینہ! تم فضول میں ضد کر رہی ہو۔ پتہ ہے تمہیں کتنی احتیاط بتائی ہے اور میں نہیں چاہتا کہ کوئی

سمجھانے لگا۔ ...وہ کچھ دبے لہجے میں

...ہو۔" وہ پیچ و تاب کھانے لگی۔

"آپ کو میری تھوڑی پرواہ ہے بلکہ اس کی پرواہ ہے۔"

"شٹ اَپ شہرینہ!" وہ تو اشتعال میں آ گیا کیونکہ ہر بار وہ اسے مشتعل کر دیتی تھی۔

"ٹھیک تو کہہ رہی ہوں جیسے آپ کو خیال ہے، میں بھی تو اپنے پاپا کی بیٹی ہوں مجھے ان سے ملنا ہے۔" وہ رو دی نے بازو پر سر رکھ لیا۔

"میں کہہ دوں گا ان سے وہ تم سے ملنے آ جائیں گے۔" وہ ذرا نرمی سے پیش آیا۔

"نہیں مجھے وہیں جانا ہے۔" وہ اٹل انداز میں تھی۔

"مجھے پتہ ہے تمہیں کیوں جانا ہے اپنی ممی سے ملنا ہے۔" وہ سمجھ تو گیا تھا۔

"میری ممی ہیں۔ ہاں مجھے ملنا ہے دیکھنا ہے۔ کہاں ہیں وہ پلیز آپ ایک بار ملوا دیں۔"

"شہرینہ! تم فضول کی ضد کر رہی ہو کیونکہ جس قسم کی وہ ہیں وہ تو تمہاری ماں کہلانے کے لائق ہی نہیں ہیں۔"

"اف ایک لفظ بھی نہیں بولیے گا ممی کے متعلق۔ وہ میری ماں ہے میں اس کے وجود کا حصہ ہوں۔"

"سنو گی تم اپنی سگی ماں کی باتیں۔ بتاؤں ایک ایک لفظ جو انہوں نے مجھ سے کہا۔" وہ بھی ایک دم بپھر ہی گیا اور ...ینہ نے اپنے بازو سے سر اٹھایا۔

"میری ممی سے آپ ملے ہیں۔ بتایئے آپ ملے کیسی ہیں وہ؟ بتایئے۔" وہ اس کے قریب آ گئی اور نائل کے ...پر ہاتھ رکھ کر بے قراری سے پوچھنے لگی مگر اس نے نائل کی بات پر غور ہی نہ کیا۔

"شہرینہ تم اپنی ممی کی پوری کاربن کاپی ہو۔ وہ بھی حسین ترین ہیں ایک ایک نقش تمہارا ان سے ملتا ہے مگر ان کی ...یں تک ایک جگہ پر جا کر تم سے ملنے لگیں۔" اس نے شہرینہ کا ہاتھ تھام لیا جو سرد ہو رہا تھا۔ اس کے چہرے پر ...ئیاں تھیں۔ آنکھوں سے اشکوں کی لڑیاں بہہ رہی تھیں۔

"میں ان کی طرح ہوں ممی کی طرح......" وہ خوش ہو گئی۔

"زیادہ خوش ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اپنی ممی کے خیالات سنو گی تو دنگ رہ جاؤ گی کیونکہ میں خود سکتے میں آ ...یا تھا۔" نائل نے بیک کراؤن سے ٹیک لگا لی جبکہ شہرینہ اسے بس تکے گئی جو بہت ہی سنجیدہ لگا۔

"تمہاری ممی نے تمہارے پاپا سے ایک رقم لے کر ڈائی وورس لی پھر اپنے کسی بوائے فرینڈ سے شادی کر لی تھی۔ ...ب تم صرف چند ماہ کی تھیں۔ تمہاری ممی کی اس آدمی سے بھی نہ بنی۔ دو بیٹے ہیں ان سے بھی۔ اب جب سب کچھ ختم ...گیا تو پاکستان آ گئی کہ تم سے ملیں گی اس وقت کہاں تھی جب وہ تمہیں روتا بلکتا چھوڑ کر گئی تھیں۔" وہ بول رہا تھا ...ہرینہ تو سناٹے میں آ گئی یہ کیا سنا ممی نے پاپا سے ڈائی وورس لے کر دوسری شادی کر لی۔ اس کا خیال کیے بغیر اتنی بے ...س تھی اس کی ماں۔ اس کے وجود میں جیسے جان ہی نہ ہو۔

"جب انہیں پتہ چلا کہ تمہاری شادی ہو گئی ہے اور تم تخلیق کے مراحل سے گزر رہی ہو تو انہوں نے ایک گیم کھیلا ...کہ وہ تمہیں ساتھ لے جائیں گی۔ تمہارا ابارشن کروا دیں گی۔ میں گوارا کر لیتا یہ سب وہ تو بے حس ہیں لیکن شہرینہ میں بے حس نہیں ہوں۔ اپنی اولاد کو میں قتل کروا دوں؟ کبھی نہیں۔ بتاؤ کروا لیتیں تم؟ ہاں تم شوق سے کرواتیں۔" وہ بجھے بجھے لہجے میں بولا۔ شہرینہ کے ارمانوں کا محل دھڑام سے گرا۔ یہ کیا اس کی ماں ایسی تھی پہلے اپنی زندگی برباد کی اور اب ...ں کی کرنے چلی تھی اسے سماعتوں پر یقین نہ آیا۔

"اور اب تم سے چھٹکارا حاصل کروانے کے لیے اس نے ابرار انکل سے ایک کثیر رقم لی ہے کیونکہ ابرار انکل کو تم

اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہو وہ تمہیں اس دلدل میں نہیں پھنسنے دینا چاہتے جس میں تمہاری ممی پھنسی ہیں۔" ابرار نے اسے شانوں سے تھاما۔

"بتاؤ ملو گی تم اب بھی اپنی ماں سے، جاؤ گی ان کے ساتھ واپس ان کے ملک میں؟" اس نے ساتھ ہی
"نہیں نہیں۔" اور وہ اس کے سینے پر ہی بے ہوش ہو گئی اتنا جانکاں صدمہ تھا اتنی جلدی ماں کا بھرم ٹوٹا۔ تو دیکھا بھی نہیں اور وہ ایسی نکلی۔

"شہرینہ! آنکھیں کھولو شہرینہ!" وہ تو ہڑبڑا ہی گیا۔ اسے سیدھا لٹایا جو بے سدھ سی لگی۔
"امی! امی!" وہ گھبرا کر امی کو ہلانے لگا۔ وہ بھی چلی آئیں دیکھا تو وہ بھی بوکھلا گئیں۔ کیونکہ شہرینہ پر چھینٹے بھی مارے مگر اس میں کوئی حرکت نہ ہوئی۔

"تم نے کچھ کہا نائل اسے؟" اب وہ اسے کڑے تیوروں سے گھورنے لگیں۔
"نہیں امی میں نے کچھ نہیں کہا مجھ سے تو نارمل بات کر رہی تھی۔" وہ بھی نادم ہوا کیونکہ آج ساری آشکار کر دی تھی۔ وہ یہ صدمہ نہ برداشت کر سکی۔

"فوراً اسے ہاسپٹل لے کر چلو۔" انہوں نے نائل کو حکم دیا۔ آناً فاناً اسے ہاسپٹل لے کر گئے اتنی رات کو بھی نہیں ملتے مگر اس کا جس ہاسپٹل سے کانٹیکٹ تھا وہاں فوراً ٹریٹمنٹ دی گئی۔ بس وہ چکرا کر بے ہوش ہو ڈرپ وغیرہ لگا دی تھی ایک رات وہیں رکی۔ نائل نے وہ رات ذہنی کوفت میں گزاری۔ امی تو اس کے سرہانے بیٹھی رہیں کیونکہ انہیں وہ بہت عزیز تھی۔ نائل کی تو دنیا ہی ڈول گئی اس سے قلب کا رشتہ تھا۔ پھر وہ اس کے سب برداشت کر رہی تھی۔ صبح ہی وہ ڈسچارج ہو کر گھر آ گئی۔

● ● ●

ایک ہفتے تک وہ بالکل ہی چپ رہی کیونکہ اپنی ممی کو ملنے کے لیے بے تاب ہو رہی تھی۔ مگر جب یہ سب پتہ چلا تو کتنا رونا آیا۔ کیا ایسی سگی مائیں ہوتی ہیں جو اپنے بچوں کو چھوڑ جاتی ہیں۔ اس کا کیا قصور تھا جو محبت نہ رکھا۔ اس کا اب سگے رشتوں سے اعتبار ہی اٹھ گیا اور اس کی ماں اس کے لیے ایسا سوچ رہی تھی۔ وہ کیسے برداشت کر لیتی کہ اس کے وجود کے حصے کو اس سے جدا کر دے کوئی۔ وہ تو سفاک ماں ہو سکتی تھیں مگر وہ نہیں تھی۔ وہ ایسا نہیں کرے گی اس کی شخصیت بالکل خراب نہیں کرے گی۔ اس کے پاپا نے اسے ٹوٹ کر چاہا اسے محبت دی انہیں بھی غلط سمجھتی رہی اور سب کو دشمن سمجھتی رہی۔ نائل کو اس نے ہرٹ کیا کتنا غلط کرتی رہی۔ اگر نائل اسے اپنی زندگی سے نکال دے۔ نہیں ایسا وہ ہونے نہیں دے گی وہ اپنے بچے کو باپ کے سائے سے بالکل محروم نہیں کرے گی۔

"کیا سوچ رہی ہو شہرینہ؟" امی نے اس کے پیار سے بال سنوارے۔
"کچھ نہیں۔" آنکھوں میں نمی بھی آ رہی تھی۔
"میری بیٹی زیادہ سوچو نہیں لیٹ جاؤ۔"
"جی اچھا۔" وہ فوراً سعادت مندی سے لیٹ گئی کیونکہ یہ ہی تو شفیق ہستی تھیں۔ نائل کی ماں تھیں مگر وہ محبت سے بھی اسی طرح کرتی تھیں۔ کیا سگے رشتوں کے علاوہ بھی یہ دل کے قریب رہنے والے بھی بہت کچھ ہوتے ہیں۔ ضروری نہیں جو سگے ہوں وہ ہی آپ سے محبت کرتے ہیں۔ آج اسے ساری سمجھ آ گئی کیونکہ بہت بڑی ٹھوکر کھا کر ہی آنکھوں میں مرچیں بھر گئیں۔

"اپنے پاپا سے ملو گی نا آج آئیں گے وہ۔" انہوں نے بتایا۔

"امی! میں کیا بری لڑکی ہوں؟" اس نے اچانک ہی سوال کر دیا۔
"کس نے کہا؟" وہ مسکرا کر اسے دیکھنے لگیں۔
"نائل کہتے ہیں میں بہت بری لڑکی ہوں۔"
"وہ تو پاگل ہے۔ ارے تم تو بہت ہی پیاری لڑکی ہو۔" انہوں نے اس کا ماتھا چوم لیا۔
"میں نے آپ کا دل دکھایا، آپ کو تنگ کیا ہر وقت لڑتی رہی۔" آج وہ بہت ندامت محسوس کر رہی تھی۔
"یہ تمہیں آج کیا ہو رہا ہے؟ بالکل فضول بات نہ سوچو کیونکہ پھر طبیعت خراب ہو گی۔" انہوں نے اس کی بات ٹال دی۔ ہولے ہولے اس کے سر میں ہاتھ پھیرنے لگیں۔
"ایسا کرو تم اپنے کپڑے بدلو۔ میلی میلی لگ رہی ہو۔ پھر ابرار آئیں گے تو ان سے اچھے موڈ میں ملنا۔" شہرینہ نے ان کی بات مانی۔ خود فریش ہونے چل دی۔ امی باہر آ گئیں۔ آج تو انہیں شہرینہ کی بات بہت کچھ بدلی لگی تھی۔ انہیں خوشی بھی ہوئی کہ وہ سب محسوس کرنے لگی ہے۔

● ● ●

وہ نہا کر فریش ہو گئی تھی اس نے بلیو پرنٹڈ سوٹ زیب تن کیا۔ آج تو دل بننے سنورنے کو چاہ رہا تھا۔ ساری ضرورت دھو دی تھی۔ ڈریسنگ ٹیبل کے آگے کھڑی اپنے بالوں میں برش کر رہی تھی۔ پرمنگ والے بال اب ختم ہو چکے تھے۔ اور بڑھ بھی کافی گئے تھے۔ ایک چوٹی بنا لی تھی۔ لائٹ سا میک اپ کیا خود پر طائرانہ نگاہ ڈالی۔ آج تو چھب ہی نرالی تھی۔ اس نے شرما کر نگاہ نیچے کر لیا اور لب آپ ہی آپ مسکرا اٹھے۔ صرف ایک شخص کی وجہ سے کتنا بدل گئی۔ اسے نائل کا خیال آیا جواب تو اس سے بات بھی کم کر رہے تھے۔
"تمہارے پاپا آ گئے ہیں بلا رہے ہیں۔" نائل نے اندر آ کر اسے اطلاع دی جبکہ وہ سرد مہر سا لگا۔ وہ کڑھ کر رہ گئی کیونکہ وہ خود میں اتنی محو تھی کہ نائل کی آمد کی خبر نہ ہوئی۔
"جی اچھا آ رہی ہوں ابھی۔" وہ اپنا دوپٹہ بیڈ سے اٹھانے آگے بڑھی کیونکہ اب تو اسے شرم سی آنے لگی تھی۔
"اگر تم جانا چاہو تو میری طرف سے کوئی پابندی نہیں ہے۔" وہ بولا تو شہرینہ ٹھٹھک کر رک گئی۔" مگر اس بات کا خیال رکھنا کہ تمہارے پاس میری امانت ہے۔" وہ اب کٹھور ہی لگا۔ شہرینہ نے بری طرح لب کچل ڈالے یعنی نائل کو وہ نظر نہیں آ رہی تھی۔ اسے رونا آیا اس کی سنگدلی پر وہ تو سوچ رہی تھی کہ اس نے اپنے تمام رویوں کی معافی مانگ لے گی مگر اس نے کہا بھی تو صرف یہی۔ وہ گرتے گرتے بچی نائل نے جھٹ تھام لیا۔ اس نے نائل کو دھکا دے دیا۔ اسے اب وہ خود غرض ہی لگا۔ مرے مرتے قدموں سے پاپا کے پاس چلی آئی۔ سیدھی گلے سے لگ گئی اور ہچکیوں سے رو دی۔ آمنہ بھی انہی کے ساتھ آ گئی تھیں۔
"شہرینہ مائی چائلڈ! طبیعت خراب ہو جائے گی سنبھالو خود کو۔" ابرار احمد نے اس کا سر تھپتھپایا۔
"پاپا! میں اکیلی رہ گئی۔ پاپا میں آپ سے بھی دور چلی گئی۔"
"نہیں میری بچی! کیوں ہوئی تم اکیلی، سب ہی ہیں تمہارے پاس۔" انہوں نے اس کا ماتھا چوم لیا۔
"آپ اسے لے جائیں ملوانے کے لیے ورنہ رو رو کر اپنی طبیعت خراب کر لے گی۔" آمنہ نے ان کے بازو پر ہاتھ رکھا۔

"شہرینہ! اپنی ممی سے ملو گی نا۔ چلو آج میں تمہیں ملوانے لے چلتا ہوں۔" انہوں نے شہرینہ کی طرف دیکھا جس کا چہرہ رو رو کر متغیر ہو گیا مگر جیسے انہوں نے یہ کہا وہ چونک گئی۔

"میں نے نائل سے فون پر کہہ دیا تھا۔ اس کی اجازت ہے۔"

"مگر پاپا! مجھے نہیں ملنا۔" وہ پشت پھیر کر بولی۔

"نہیں ملنا۔" ابرار احمد آمنہ کی جانب دیکھنے لگے حیرانگی سے۔ وہ بھی چونکے بنا نہ رہ سکیں کہ وہ تو اتنا خوش تھی۔

"ہاں پاپا! مجھے نہیں ملنا اور نہ ہی دیکھنا۔ مجھے بس آپ کے ساتھ رہنا ہے۔" اس نے بڑے ضبط سے کہا۔

"شہرینہ! میرے بچے تم تو خود ملنے کو بے چین تھیں پھر یہ تمہارا فیصلہ......"

"ہاں پاپا! میں نے فیصلہ بالکل درست کیا ہے جو ماں اپنی بیٹی کو برباد کرنے پر تلی ہو، جس نے پہلے اپنی برباد کی، اب میری زندگی برباد کرنے والی تھیں۔ وہ تو شکر ہے مجھے پہلے پتہ چل گیا ورنہ پاپا میں تو بے وقوفی میں بات مان لیتی تو کیا ہوتا۔" اس نے ان کے ہاتھ تھامے۔

"تمہیں یہ سب......" وہ بولتے بولتے رک گئے۔

نائل بھی وہیں آ گیا مگر شہرینہ کی پشت تھی اس کی طرف اس لیے وہ دیکھ نہ پائی۔ وہ بھی سب سن رہا تھا شہرینہ کی گفتگو۔

"پاپا! مجھے سب پتہ ہے۔ اب یہ مت پوچھیے گا کیسے پتا چلا۔ وہ تو میں شکر ادا کر رہی ہوں کہ مجھے پتہ چل گیا پاپا میں انجانے میں غلطی کر دیتی تو میں نائل کے ساتھ بھی جرم کرتی۔" وہ شرمندگی سے گویا ہوئی۔

"پاپا! ممی نے دوسری شادی کر لی۔ جب انہیں آپ کا اور میرا خیال نہیں تو میں کیوں پرواہ کروں۔ آپ ان کو کہہ دیں، شہرینہ ان کی نہیں صرف آپ کی بیٹی ہے۔" وہ پھر ان کے سینے سے لگ گئی۔

"شہرینہ! وہ بہت اصرار کر رہی ہے تم ایک بار مل لو۔"

"نہیں پاپا! آپ ان سے کہہ دیں کہ شہرینہ نے ملنے سے انکار کر دیا ہے۔ وہ میرے لیے پہلے ہی مر چکی تھیں جب وہ مجھے چھوڑ کر چلی گئی تھیں۔" وہ رو رہی تھی کیسے مان ٹوٹا تھا۔ سگی ماں اس کی ایسی تھی۔ شرمندگی ہو رہی تھی ماں کہتے ہوئے۔ ایک ماں آمنہ تھیں جنہیں اس نے کبھی وہ درجہ ہی نہ دیا۔

"پلیز پاپا! ان سے کہیں اس ملک سے چلی جائیں۔ یہاں شہرینہ نہیں بلکہ اب مسز شہرینہ نائل رہتی ہے۔ وہ دنیا میں بہت خوش ہے کیونکہ وہ ان کی طرح کی ماں نہیں ہے کہ وہ اپنے بچے کو صرف ان کی وجہ سے اپنی زندگی نکال دے۔"

نائل کا حیرت سے منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ یہ کیا اس کی سماعتیں سن رہی تھیں۔ شہرینہ کا نیا روپ دیکھنے کو ملا یعنی رات میں اس کی عقل میں سب آ گیا۔

"شہرینہ! ادھر بیٹھو آ کر طبیعت خراب ہو جائے گی تمہاری۔" آمنہ نے اسے پکڑ کر صوفے پر بٹھا دیا جو رو رہی تھی اس نے اب آمنہ کو جھڑکا بھی نہیں بلکہ ان کے شانے سے لگ گئی۔ اسے ایک طمانیت کا احساس ہوا۔ شفقت پا کر وہ اور رو دی گئی۔

"آپ کا میں نے دل دکھایا تھا۔ دیکھیے آج میں بھی دکھی ہو گئی۔"

"نہیں شہرینہ! ایسا مت کہو میں تو تمہیں خوش دیکھنا چاہتی ہوں۔" انہوں نے شہرینہ کا ہاتھ چوم لیا۔ جس انہیں قبول کر لیا تھا جو تلافی کر رہی تھی۔

"مجھے معاف کر دیں۔ میری ماں وہ نہیں آپ ہیں جو مجھے محبت کی پاش نظروں سے ہی دیکھتی ہیں۔ ماں کا

میرا بہت خیال رکھتی ہیں۔ مجھ سے بہت محبت کرتی ہیں۔" وہ سر ان کے گھٹنوں پر رکھ کر رو
...نے آپ میں دیکھا۔

ابرار احمد، نائل اور خود آمنہ پر شادیٔ مرگ طاری ہو گیا۔ یہ اتنی جلدی شہرینہ نے خود کو بدل لیا۔ سب ورطۂ حیرت ...پڑ گئے کسی کو یقین نہیں آ رہا تھا۔

"شہرینہ! میری بچی......!" آمنہ نے اسے گلے سے لگا لیا۔ ابرار احمد کی خود آنکھوں سے آنسو آ گئے۔ یہ آنسو ...ی کے تھے اس لیے کہ انہیں دنیا کی اولین خوشی ملی۔

"بس شہرینہ! اتنا مت رو طبیعت خراب ہو جائے گی ویسے ہی تم ٹھیک نہیں ہو۔" انہوں نے چپ کرایا جو الٹا ان کے ...لے لگی ہوئی تھی۔

"نہیں مجھے بس رونے دیں۔ میں آپ کی بیٹی ہوں مجھے اپنے سے الگ مت کریں۔" وہ بچوں کی طرح ضد کر ...ی تھی۔

"نائل! پانی لے کر آؤ جلدی سے۔" انہوں نے نائل کو حکم دیا جو خود بہت خوش تھا۔ شہرینہ نے نائل کا نام سنتے ہی ...نک کر سر اٹھایا یعنی اس نے بھی سب دیکھ لیا۔ اسے اور خفت محسوس ہوئی۔ اسی نے تو اس کی آنکھیں کھولی تھیں ورنہ ...ہ تو اپنے اتنے پیاروں کو ناراض کیے ہوئے تھی۔

نائل پانی لے آیا جو آمنہ نے شہرینہ کو پلایا۔ اتنے میں امی بھی آ گئیں۔ وہ رات کے لیے کھانے میں مصروف تھی۔ فراغت پاتے ہی آ گئی تھیں مگر جب وہاں منظر دیکھا تو متحیر رہ گئیں۔

"نائل! میں اپنی بیٹی کو کچھ دنوں کے لیے گھر لے جا رہی ہوں۔ اب تمہیں کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔" آمنہ نے اسے جتایا تو وہ ہلکے سے مسکرا دیا۔

"وہ پھوپھو اصل میں......"

"بس ایک لفظ نہیں بولنا کیونکہ وہ تمہاری بیوی بعد میں، ہماری بیٹی پہلے ہے۔" انہوں نے اسے ڈانٹ دیا۔

"نہیں میں نہیں جاؤں گی ابھی۔" وہ منمنائی۔

"شہرینہ! تم اس سے بالکل نہ ڈرو اس کے میں کان کھینچوں گی۔"

"آپ الگ کھینچتی ہیں اور آپی الگ۔" وہ سنگل صوفے پر بیٹھ گیا۔ شہرینہ اس کی جانب دیکھنے سے گریز کر رہی تھی کیونکہ انہیں نائل پہلے مقدم تھا اسی کی وجہ سے ہی شہرینہ کی عزت تھی۔

"انکل! میں منع نہیں کر رہا۔ وہ میں اس لیے کہہ رہا تھا کہ یہ اگر وہاں بد احتیاطی کریں گی تو پھر کہیں بیمار نہ ہو جائے۔"

"اچھا زیادہ باتیں نہ بناؤ۔ خوب سمجھتی ہوں تمہیں۔ بے فکر رہو تمہاری بیوی کو پاؤں تک نہیں اتارنے دیں گے نیچے۔" آمنہ اس کا مطلب سمجھ گئی تھیں۔

"وہ پھوپھو! یہ بات نہیں ہے۔" وہ خجل ہو گیا۔

"پھر بھی آمنہ! آج نہیں پھر کبھی نائل خود چھوڑ جائے گا اسے۔"

"یہ کیا بات انکل نے مگر انکل! مجھے اعتراض نہیں، شہرینہ اگر جانا چاہے تو مجھے بالکل اعتراض نہیں۔" وہ بولا شہرینہ اٹھ کر باہر جا چکی تھی کیونکہ دل ایک دم ہی اداس ہو گیا۔ نائل کو اس کا ذرا بھی احساس نہیں۔ پھر کیوں وہ بے رخی ...ت رہا ہے۔ وہ تکیوں میں منہ چھپا کر رو دی۔ اتنے میں نائل بھی آ گیا۔

"میں نے تم سے کہا تھا کہ چلی جاتا۔"

"نہیں جانا مجھے۔ نہیں جانا۔" وہ چیخی تو نائل چپ ہو گیا۔ پتہ تھا اس وقت وہ منتشر ہے اس لیے زیادہ مناسب نہ سمجھا وہ باہر آ گیا۔ وہ نائل کی بے نیازی پر کڑھتی رہی۔ وہ تو اب اس سے دوستی کرنا چاہتی ہے کیوں اس کے دل کی بات نہیں سمجھ رہا۔

● ● ●

گھر میں لگتا تھا خوشیاں لوٹ آئی ہیں۔ ہر جگہ بہار ہی لگی۔ آمنہ الگ سرشار تھیں کیونکہ شہرینہ نے انہیں درجہ دے دیا تھا۔ جبکہ شہرینہ کی سگی ماں نے خوب احتجاج کیا مگر جب شہرینہ کی تمام باتیں بتائی گئیں تو پھر وہ چپ مجبور ہو گئیں۔ سب نے ہی شکر ادا کیا ورنہ شہرینہ کو تباہ کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی۔

"آمنہ! زینب کے چلو کسی دن۔" ان کی بڑی جیٹھانی نے کہا۔

"جی بھابھی! ایسا کریں آج ہی چلیں کیونکہ مجھے شہرینہ کو دیکھنے بھی جانا ہوگا۔" وہ عمر کا ناشتہ بنا رہی تھیں۔

"زینب کی دونوں بیٹیاں آ گئی ہیں امریکہ سے۔" انہوں نے بتایا۔

"صدف نے مجھے رات بتایا تھا۔" وہ ٹوسٹ سینک رہی تھیں۔

"کھانے کے بعد رات کو چلیں گے کیوں شاہین!" انہوں نے اپنی دیورانی سے بھی پوچھ لیا۔ تینوں ہی اس پر متفق ہو گئیں۔

"امی! آج میرا کالج جانے کا موڈ نہیں ہے۔" عمر منہ بسورتا ہوا آیا۔

"لڑکے! پاگل تو نہیں ہو گئے۔ ابھی تمہارے پاپا کو خبر ہوئی نا تو خفا ہوں گے۔" انہوں نے اس کا ناشتہ کے اس کے ہاتھ میں ٹرے پکڑائی۔

"اتنی نیند آ رہی ہے۔" وہ جمائی لینے لگا۔

"کیوں رات بھر کمپیوٹر لگائے رہتے ہو؟" انہوں نے ڈانٹا۔

"میں نہیں بلال بھائی لگائے ہوئے تھے، انگلش فلم دیکھ رہے تھے۔" وہ ٹرے ڈائننگ ٹیبل پر رکھ کر بولا جہاں بلال پہلے ہی ناشتہ کر رہا تھا۔

"ہاں مجھ پر رکھ دو۔ آمنہ آنٹی یہ خود جاگ رہا تھا میں نے کہا بھی کہ تم جا کر سو جاؤ۔" بلال کو بھی غصہ آیا اس الزام رکھنے پر۔

"اچھا بس بس لڑو مت، سمجھتی ہوں میں اسے بھی اور تمہیں بھی۔" معنی خیزی سے بلال کو دیکھ کر مسکرائیں تو وہ چپ ہو گیا۔

"امی! بلال بھائی نا وہ ہے نا آپ کی......"

"عمر! عمر! اٹھو دیر ہو رہی ہے تمہیں۔ میں پھر نہیں چھوڑوں گا کالج۔" بلال تو سٹپٹا گیا کہ کہیں آمنہ کے سامنے یہ بک ہی نہ دے۔

"امی! آپ میری پہلے بات سنیے۔" عمر مچل گیا۔

"آمنہ آنٹی! آپ کا اس کا بیگ لے آئیں کیونکہ اس نے تو دیر لگانی ہے۔ پھر پریڈ اس کا مس ہوگا الزام مجھے دے گا۔ اٹھو فوراً۔" اب بلال نے اسے اٹھایا۔

"بلال بھائی! ناشتہ تو کرنے دیں۔" وہ چیخا۔

"آمنہ خوب سمجھتی تھیں عمر کیا کہنے والا ہے اور بلال کیا چھپا رہا ہے کیونکہ وہ تو اسی دن بھانپ گئی تھی۔

وہ ڈائننگ ٹیبل پر برتن اٹھانے لگی۔ فارحہ نے آ کر ان کی مدد کی۔ صفائی وغیرہ کرنے تو ماسی آتی تھی۔ کچن کے سارے کام یہ لوگ خود کرتی تھیں۔

"کیا بات ہے؟ آج یاسر کو اٹھنا نہیں ہے۔" چھوٹی چچی بولیں۔

"صدف سے میں نے کہا بھی اٹھا دے۔"

"چچی جان! وہ خود پڑی سو رہی ہے۔" فارحہ نے سنک میں برتن جمع کرنے شروع کر دیئے۔

"توبہ ہے اس لڑکی سے میں عاجز ہوں۔ امتحان کیا ختم ہوئے سوتی رہتی ہے۔" وہ اب اسے اٹھانے خود ہی چلی گئیں۔

"کیا بات ہے یاسر! اٹھنا نہیں ہے۔ اٹھو پھر دیر ہو جائے گی۔" انہوں نے پردے ہٹانے شروع کر دیئے۔

سستی سے پھر پڑا رہا۔

"یاسر! کیا بات ہے؟ تم کہہ رہے تھے کہ صبح اٹھا دینا جلدی کہیں جانا تھا؟" اب انہوں نے اس کا سوٹ وارڈروب سے نکالا۔

"امی! دل نہیں چاہ رہا اٹھنے کو۔" اس نے لیٹے لیٹے انگڑائی سی لی۔

"ایک وہ صدف سستی سے پڑی ہوئی ہے ایک تم۔ بس بہت ہو گئی۔ تمہاری میں کب تک خبر رکھوں۔ شہرینہ فارغ ہو لے تمہاری رخصتی کا کہنا ہے۔ مجھ سے نہیں ہوتے تمہارے اتنے کام۔" انہوں نے اس کی طرف دیکھا۔

"امی! اب آپ بھول جایئے رخصتی وغیرہ۔ ایک لڑکی نے پورے گھر کو نچا دیا اس کی سب کو فکر تھی۔"

"یاسر! تمہیں پتہ ہونا چاہیے شہرینہ کس انتشار سے گزری ہے۔ اب تو شکر ادا کر رہے ہیں یہ بیل منڈھے تو چڑھی۔"

"امی! سب سے کہیے۔ آپ اسی کی فکر کریں مجھے اب کوئی خواہش نہیں کیونکہ میں نے اب تہیہ کر لیا ہے کہ میں باہر چلا جاؤں گا۔"

"دماغ خراب ہو گیا ہے تمہارا تو۔ جس کا جو دل چاہتا ہے وہ کرتا جاتا ہے، سرمد نے کتنا پریشان کیا، شہرینہ نے سکون سے رہنے نہ دیا اور اب تم پریشان کرنے چلے۔"

"بس میں نے جو کہہ دیا میرا فیصلہ اٹل ہے۔" وہ کمبل پھینک کر باتھ روم میں گھسا۔

"بات کرتی ہوں میں تمہاری بھی۔ ہاتھوں سے نکلے جا رہے ہو۔ اب نیا فساد تم کھڑا کرنا۔"

"امی! فساد میں نہیں کرتا۔" وہ باہر نکل کر بولا۔

"بہرحال اس میں فارحہ کا تو کوئی قصور نہیں جو تم اس بچی کو سزا دے رہے ہو۔

"دل تو یہ چاہتا ہے آپ کی اس بچی کو جان سے مار دوں۔ جو بس سب کی پرواہ کرتی رہتی ہے۔ میرا ذرا احساس نہیں۔" اس نے دانت پیسے۔

"دماغ تو ٹھیک ہے کیوں مارو گے جان سے؟"

"کیونکہ اس نے آج کل میری جان نکالی ہوئی ہے۔ میری طرف دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتی۔"

"میں تمہیں نہیں دیکھتی کیسے اسے جھڑک دیتے ہو۔ وہ لڑکی صبر والی ہے بالکل حرف شکایت نہیں لگاتی۔" وہ تاسف سے گویا ہوئیں۔

"مگر مجھے اس سے بہت شکایتیں ہیں آخر وہ سمجھتی کیا ہے؟"

"یاسر! اس وقت تم بہت غصے میں ہو اور صبح صبح میں ہنگامہ نہیں چاہتی۔ تم جلدی سے تیار ہو کر باہر آؤ۔" دے کر چلی گئیں۔ یاسر نے باتھ روم کا دروازہ دھڑ سے بند کیا کیونکہ اسی پر غصہ نکال سکتا تھا۔

● ● ●

اس عید کے بعد بھابھی! فارحہ کی رخصتی کر دیں۔" انہوں نے اپنی جیٹھانی سے دوٹوک انداز میں کہا۔

"شاہین! تھوڑا صبر تو کر لو شہرینہ کا خیال کر لو۔"

"وہ تو ٹھیک ہے مگر پھر بھی آپ پکی بات کریں۔ کب تک بچے اسی طرح زندگی گزاریں گے۔"

"یہ تمہیں ہوا کیا ہے آج؟ ابھی تو ہم زینب کے جا رہے ہیں۔" وہ سب تیار کھڑی تھیں۔

"مجھے خیال آیا تو اس لیے میں نے ذکر کر دیا۔" وہ بہت رنجور تھیں کیونکہ انہیں یاسر کی فکر تھی جو بہت غصہ کرتا تھا۔

"بھابھی! یہ تو فرصت سے کرنے والی بات ہے۔ آپ آ کر کریئے گا۔" آمنہ نے ان سے کہا جو کچھ مضطرب رہی تھیں پھر خاموش ہی ہو گئیں کیونکہ ہر بار وہ بات اٹھاتی تھیں۔ مگر پھر کوئی نا کوئی وجہ ہو جاتی کہ پھر دب جاتی۔

وہ تینوں زینب کی دونوں بیٹیوں سے ملنے جا رہی تھیں۔ دونوں ایک ہی ملک میں رہتی تھیں۔ آتی وہ ہمیشہ عزا چھٹیوں میں ہی تھیں۔

"آنٹی! اور کزن کو بھی تو لے کر آتی آپ ہم مل ہی لیتے۔" نیلم نے ان سے کہا جو اپنی دو سالہ بیٹی انعم کو لیے تھی۔

"ہم تو بس جلدی میں آئے ورنہ صدف تو کہہ رہی تھی۔ مگر پھر رک گئی کیونکہ عمر اور بلال کے کوئی دوست آ گئے تو ر پڑا چائے پانی کے لیے۔" انہوں نے عذر پیش کیا۔

"ہم تو آپ سے کافی عرصے بعد مل رہے ہیں ایک آدھ بار کراچی آئے ہوں گے۔" بشریٰ کو یاد آیا وہ لوگ اہل پڑھتی تھیں۔

"مگر مجھے تو تم دونوں ہی یاد تھیں البتہ اعزاز، فراز اور عفرا کو پہلی بار ہی دیکھا، سمجھو چھوٹے ہی تھے۔" تائی ال بولیں۔

"اب ہم آئے ہیں تو اعزاز کی بات پکی کر کے جائیں گے۔" نیلم خوش ہو کر بولی۔

"بجو! جلدی کریئے گا کیونکہ پھر آپ اگلی بار پر ٹال دیں گی۔" فراز نے شوخی سے کہا۔

"پھر تو زینب نے لڑکی دیکھ لی ہو گی؟" اب چچی جان کو بھی ذرا تجسس ہوا۔

"ابھی تو نہیں دیکھی۔" وہ صاف چھپا گئیں۔ اشاروں کنایوں میں بھی نہ بتانا چاہ رہی تھیں۔

وہ کچھ دیر اور بیٹھی تھیں مگر پھر گیارہ بجے سے پہلے ہی اٹھ گئی تھیں۔ انہیں بھی گھر آنے کی دعوت دی جو بشریٰ ال نیلم نے خوش دلی سے قبول کر لی تھی۔ اعزاز ہی انہیں چھوڑ کر آیا تھا۔

"اعزاز! تین چار تصویریں لڑکیوں کی میں بھی لائی ہوں۔ تم دیکھ لینا۔" نیلم نے اعزاز سے کہا جو ابھی آ کر بیٹھا تھا۔

"بجو! کس لیے لائی ہیں؟" وہ انجان بنا۔

"ہمیں سب خبر ہے۔ امی نے ہمیں سب بتا دیا ہے۔ تم لو فوراً دیکھو یہ تصویریں۔" اس نے لفافہ اسے پکڑایا۔

"سوری بجو! میں ان تصویروں کو نہیں دیکھ سکتا۔" اس نے صاف انکار کر دیا۔

"دیکھا امی! ذرا اسے بہنوں کا خیال نہیں۔" وہ روہانسی ہو گئی۔

"بجو! مجھے ہے آپ دونوں کا خیال مگر ضروری ہے کہ آپ امریکہ کی لڑکیاں دیکھیں۔"

"اعزاز وہاں تمہارا کیریئر بنے گا۔" نیلم کو اس کی زیادہ فکر تھی۔

"بجو یہاں میں بالکل سیٹ ہوں۔ جاب بھی اچھی ہے اور ساری فسیلیٹیز مجھے میسر ہیں۔" وہ بولا تو نیلم کو غصہ ہی آ گیا۔

"بجو! ہم نے غلط ہی کیا یہاں آ کر۔" اسے بس اپنی پرواہ ہے۔

"میں اپنی پرواہ نہیں کر رہا۔ آپ سب کی پرواہ کر رہا ہوں۔ امی کو میں نے اپنی پسند بتا دی ہے آپ ان سے پوچھ لیجیے گا۔" وہ تیزی سے بولا۔

"کیا امی! اس نے آپ کو بتا دیا تھا پہلے۔ آپ کم از کم مجھے تو بتا دیتیں۔ پتہ ہے عدنان کے دوست کی بہن کی تصویر بھی لائی ہوں۔ میں تو کہہ کر آ گئی کہ اس سے کروں گی اعزاز کی شادی۔"

"اپنی مرضی سے سب سیٹ کر لیا جسے زندگی گزارنی ہے اس سے پوچھنے کی کوشش نہ کی۔"

"ارے کیا بحث ہو رہی ہے۔ نیلم! تم خواہ مخواہ اس کے پیچھے لگ رہی ہو۔ اس کی تو پسند پوچھ لو۔" بشریٰ کو نیلم کی زبردستی والی عادت پسند نہ آئی۔

"ہاں اب تم بھی اس کی سائیڈ لو۔ مجھے نہیں رہنا کل ہی میں روانہ ہو جاؤں گی۔" وہ تلملاتی اٹھ گئی جبکہ اعزاز نے لمبی سانس بھری۔

"اعزاز! تم ہمیں بتا تو دیتے۔" بشریٰ نے اس کا ہاتھ پکڑا۔

"پہلے سے شور کر دیتا، اچھا لگتا اس طرح۔ آپی! تمام کام سوچ سمجھ کر کیے جائیں تو اچھے رہتے ہیں۔" اس کی کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کیونکہ نیلم ناراض ہو گئی تھی۔

"آپ لڑکی کو دیکھنے کے بعد ہی کوئی فیصلہ کیجیے گا۔"

"ابو کہاں ہیں امی؟" نیلم پھر کمرے سے نکل آئی۔

"بجو! میری بات تو سنو۔" اعزاز اس کے پیچھے دوڑا جو مکمل ناراض ہو گئی۔

"نہیں سننی مجھے، اپنی کرو مرضی، اب مجھ سے کچھ مت کہنا۔"

"ٹھیک ہے نہیں کہوں گا مگر یہ ضرور یاد رکھیے گا کہ یہ رشتے زبردستی نہیں جوڑے جاتے۔ اس میں دل و ذہن کی آمادگی ضروری ہے۔ اگر آپ کو اس بات کا افسوس ہے کہ آپ کی بے عزتی ہو گی تو ٹھیک ہے میں تیار ہوں۔ آپ عدنان بھائی کے دوست کو رضامندی دے دیں مگر شاید میں اس لڑکی کو وہ خوشی نہ دے سکوں جو ایک شوہر اپنی بیوی کو دیتا ہے۔" اور افسردگی سے کہتا چلا گیا۔ نیلم چپ ہو گئی زینب اور بشریٰ ایک دوسرے کی شکل دیکھ کر رہ گئیں۔

"نیلم! زندگی اس نے گزارنی ہے۔ کیا ہو جائے گا اگر ہم اس کی پسند کی لڑکی سے کر لیں گے تو۔" بشریٰ نے سمجھایا۔

"مجھے بہت افسوس ہے اعزاز کی باتوں کا۔" نیلم کسی طور پر ماننے کو تیار نہ تھی۔

"تم اسے سمجھو اچھا لگے گا۔ تم زبردستی شادی کر دو کیا فائدہ دونوں دو سمتوں میں سفر کریں۔ اور ہاں وہ لڑکی ضرورت سے زیادہ موڈی ہے اعزاز کبھی پسند نہیں کرے گا۔"

"سب ایڈجسٹ ہو جاتی ہیں شادی کے بعد۔" وہ مسلسل نفی کرتی گئی۔

"بہر حال میں تمہیں یہ نہیں کرنے دوں گی۔" اب بشریٰ، اعزاز کی ڈھال بن گئی۔ زینب تو بس ان بہنوں کی گفتگو سنے گئیں۔ انہیں پتہ تھا اعزاز، صدف کو پسند کرتا ہے۔ وہ تو دونوں بہنوں کی وجہ سے رکا ہوا تھا وہ پہلے ہی اس کی منگنی کر دیتیں تو۔ پھر نیلم ہنگامہ نہ کرتی۔

● ● ●

"عشق نے یار نکما کر دیا۔"

"بکو نہیں۔" اعزاز نے منہ بنایا۔

"پھر یار! میرے اب تم منہ ہی ایسا بنائے ہوئے ہو۔" نائل نے اس کے شانے پر ہاتھ مارا۔ اعزاز اس سے ملنے آیا ہوا تھا کیونکہ اس سے ہی کہہ کر دل کا بوجھ ہلکا کر سکتا تھا۔

"نیلم بجو نے ٹانگ اڑا دی یار! میں نے صدف کو یقین دلایا ہے۔ میں کیسے اسے توڑ دوں؟" وہ روہانسا ہوا

"وہ ٹوٹ جائے گی نائل! پھر کبھی وہ کسی پر اعتبار نہیں کرے گی اور میں نہیں چاہتا کہ نہ صرف اعتبار کھو دوں اسے بھی کھو دوں۔"

"تم نے دوٹوک کہا کیوں نہیں کہ تمہاری پسند صدف ہے۔" اسے بھی اعزاز کی حالت پر ترس آیا۔

"کیسے کہتا وہ تو لڑنے لگیں الٹا مجھ سے۔ میری سنی ہی کب؟ میں نے صرف امی کو اس لیے روک کے رکھا کہ دونوں بہنیں آ جائیں۔"

"پھر تمہارا کیا فیصلہ ہے؟" نائل نے پوچھا۔

"یار! میں بجو کو بھی مایوس نہیں کر سکتا اور نہ صدف کو کھو سکتا ہوں۔"

"تو پھر کیا دونوں سے شادی کرو گے؟" وہ مسخرے پن سے بولا۔

"صرف ایک کروں گا۔ وہ بھی صرف صدف سے۔" وہ آنکھوں کی نمی صاف کر کے بولا۔

"میں آنٹی سے کہوں گا بلکہ تمہاری سپورٹ کروں گا۔"

"نائل نہیں تم کچھ نہیں بولو گے۔" اس نے منع کر دیا۔

"پھر ایسا کرو صدف کو بتا دو۔"

"تاکہ وہ سنتے ہی خود مر جائے یا مجھے مار دے۔"

"اچھا سوچتے ہیں بلکہ کچھ کرتے ہیں۔ تم اپنا مجنوؤں والا انداز بدلو۔ میں تمہارے لیے زبردست سی چائے کرلاتا ہوں۔"

"چائے میں خود ہی لے آئی ہوں۔" امی ٹرے میں چائے کے کپ اور چند لوازمات کھانے کے لیے لائیں۔

"شہرینہ کہاں ہے؟" اس نے ٹرے سینٹر ٹیبل پر رکھی۔

"آنکھ لگ گئی ہے۔ میں دیکھنے گئی تھی اسے کمرے میں۔" انہوں نے بتایا۔

"شہرینہ بھابھی کیسی ہیں اب؟"

"اب تو بالکل ٹھیک ہے وہ۔" امی خوش ہو کر بولیں۔ "اور بیٹا! تمہارے گھر تو سب ٹھیک ہیں؟"

"اس کی دونوں بڑی بہنیں امریکہ سے آئی ہوئی ہیں۔" نائل نے بتایا۔

"اچھا، کیسی ہیں؟ ٹھیک تو ہیں؟"

"بالکل ٹھیک ہیں۔ آپ آنٹی آئیے گا نا اسی بہانے مل لیں گی ان سے بھی۔" اعزاز نے ان سے کہا۔

"ہاں آؤں گی کسی دن بھی۔" مسکرا کر بولیں پھر وہ کچھ دیر بعد ہی اٹھ گئیں۔

"تمہیں ایک بات تو بتانا بھول گیا۔" نائل نے کباب اس کی پلیٹ میں ڈالا۔

"ہاں بتاؤ۔" وہ اب ہمہ تن گوش ہو گیا۔

"شہرینہ نے آمنہ پھوپھو کو قبول کر لیا ہے۔"

"ہیں کیا؟" وہ تو اچھل ہی پڑا۔

"ہاں یار! بس سمجھو شہرینہ کی آنکھیں کھل گئی ہیں بلکہ میں نے کھولی ہیں۔"

"یار! کیسے؟" اعزاز انہونی سن کر حیران ہو گیا۔

نائل نے پھر ساری تفصیل اسے بتا دی۔ وہ تو انگشتِ بدنداں ہو گیا۔ خوشی بھی ہوئی کہ اس کے دوست کی زندگی اب پھولوں سے بھری ہو گی اس نے نائل کو گلے سے لگا لیا۔

"یہ بتاؤ شہرینہ بھابھی سے تیری بن گئی؟"

"یار! پتہ نہیں کیوں مجھے اب شہرینہ سے وہ خوشی ہی نہیں ہو رہی۔ اگر وہ مجھے یہ حالت ہونے سے پہلے قبول کرتی تو شاید میں خوش ہوتا۔" اس کے چہرے پر حزن و ملال بھی تھا۔

"نائل! اب بے وقوفی مت کرو۔ انہوں نے اپنی غلطی مان لی پھر تمہاری شرط بھی یہی تھی کہ وہ آمنہ آنٹی کو قبول کر لیں۔"

"یار کیا لے کر بیٹھ گئے تم کھاؤ یہ شہرینہ نے بنائے ہیں کباب۔" وہ روانی میں بول گیا۔

"خوشی ہوئی یا افسوس ان کے بنانے پر۔" اعزاز نے لقمہ دیا تو نائل اس کی پشت پر گھونسہ مار کر رہ گیا۔

"شہرینہ بھابھی کافی سگھڑ ہو گئی ہیں لگتا ہے۔"

"بس رہنے دو سگھڑ ہو گئی ہے۔" وہ تمسخر سے بولا۔

"تم نا پاگل ہو۔ اب کوئی خود کو ختم کر لے کہ تم سے وہ محبت کرتا ہے۔" اعزاز کو اس کی یہ بات پسند نہ آئی شہرینہ کے مذاق اڑانے کی۔

"میرے لیے یہی کافی ہے کہ تم مجھ سے محبت کرتے ہو۔" نائل سنجیدگی سے مخاطب ہوا۔

"او یار! میں کسی کی امانت ہوں خیانت نہ کر۔" وہ شوخی سے گویا ہوا تو نائل نے زور سے قہقہہ لگایا۔

"ترس آ رہا ہے صدف پر جس کے سر پر تم مسلط ہو گے۔"

"کیوں ترس کیوں آ رہا ہے؟" اعزاز نے چائے کے سپ لیے۔

"اس لیے کہ تم بولتے بہت ہو۔ بے چاری کے سارا وقت کان ہی کھاتے رہو گے۔"

اعزاز نے اس کے مکا جڑ دیا۔ وہ بلبلا اٹھا۔ دونوں میں دھینگا مشتی چلتی رہی اور ڈرائنگ روم کا حشر نشر کر دیا۔

● ● ●

وہ لیٹا ہوا تھا۔ شہرینہ کی ہمت نہیں پڑ رہی تھی اس سے بات کرنے کی کیونکہ نائل کا ایک ہاتھ پیشانی پر دھرا تھا آنکھیں بھی بند تھیں مگر دایاں پیر مسلسل ہل رہا تھا۔ اس نے لب کاٹے، آپس میں ہاتھ جکڑے ہوئے تھی۔

"سنیے گا۔" اب اس نے ساری ہمتیں جمع کر کے مخاطب کیا۔

نائل میں پھر بھی جنبش نہ ہوئی۔ ایسا بن گیا جیسے سنا نہ ہو۔

"مجھے گھر جانا ہے۔" وہ ایک دم ہی اس کے پہلو میں بیٹھ گئی۔

"کون سے گھر؟" نائل نے چونک کر پیشانی سے ہاتھ اٹھایا۔

"آج عمر کا برتھ ڈے ہے۔" وہ رک رک کر بول رہی تھی کیونکہ اس دن کے بعد سے وہ نائل سے بات کرتی۔

"عمر کا برتھ ڈے؟" نائل اٹھ کر بیٹھ گیا۔ پچھلے سال آمنہ پھوپھو اور عمر ادھر ہی تھے۔ نائل نے ایک بڑ برتھ ڈے سیلیبریٹ کیا تھا۔

"اس کا فون آیا تھا اور امی نے بھی بلایا ہے۔" وہ خاصی جھجک کر بولی۔

"تمہاری امی وہاں کہاں سے آ گئیں؟" اس نے استہزائیہ کہا۔

"نائل! آپ ہر بار مجھے شرمندگی کا احساس کیوں دلاتے ہیں۔" وہ برا مان گئی۔

"تمہیں بھی ہوتا ہے شرمندگی کا احساس، حیرت ہے۔" اس نے اب شہرینہ کو بغور دیکھا جو اس کے بیٹھی تھی۔

"اگر آپ کو اسی طرح طنز کرنا ہے تو نہیں جاتی میں۔ آپ کا موڈ ٹھیک نہیں ہے۔" وہ خفگی سے کہتی اٹھنے نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"شہرینہ! تم ان تلخ باتوں کو بھلا دو گی جو تم نے کی تھیں؟"

"میں نے تو بھلا بھی دیا۔" وہ لب کاٹنے لگی مگر نائل کو دیکھنے سے گریز کیا۔

"مگر میں نے نہیں بھلایا جیسے ہی میرا بچہ تم میرے حوالے کرو گی اسی دن سے تم آزاد ہو گی۔ پھر تمہاری کرنا۔" اس نے شہرینہ کو جلایا۔ واقعی وہ تنگ ہی گئی۔

"میں اسے آپ کے حوالے کبھی نہیں کروں گی کیونکہ وہ میرا بچہ ہو گا۔" وہ تو دانت پیسنے لگی۔

"شہرینہ! مت بھولو تم اسے قتل کرنے کے درپے تھیں۔"

"جب میں پاگل تھی مگر اب میں ہوش میں ہوں۔" وہ یہ کہہ کر اپنا ہاتھ جھٹکے سے چھڑا کر بولی۔

"سوچ لو، تم نے شروع سے اسے قبول نہیں کیا تھا۔"

"قبول تو میں نے آپ کو بھی نہیں کیا تھا نائل حسن! ہر کام آپ نے میری مرضی کے خلاف کیا۔ مگر اب کو اپنی مرضی نہیں کرنے دوں گی۔" آنکھوں میں اس کے چنگاریاں در آئیں۔

"تمہاری تو ایسی کی تیسی۔" اس نے شہرینہ کا ہاتھ پکڑ کر خود سے قریب کر لیا۔ اب تو اس کے حواس خراب نگاہیں جھکا لیں۔" ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگی۔

"دیکھتا ہوں تم کیسے مجھے روکتی ہو۔ تمہیں ہمیشہ کے لیے اس سے دور کر دوں گا جیسے تمہیں تمہارے پاپا سے ترسا دیا تھا۔ اسی طرح اس سے ملنے سے بھی تمہیں ترسا دوں گا۔" نائل کو تو گزشتہ باتیں ہی نہیں بھولتی تھیں۔

"یہ میں نہیں ہونے دوں گی سنا آپ نے۔" وہ چیخی۔

"آہستہ بولو سمجھیں۔" وہ غرایا کیونکہ امی کے آنے کا احتمال تھا۔

"پلیز نائل! آپ ایسا مت کریں پلیز۔" وہ اس کے سینے سے لگ کر بلک بلک کر رو دی۔ نائل نے کرب برداشت کیا کیونکہ غصہ اس کی سرشت میں شامل تھا۔ مزاج چڑچڑا ہو گیا تھا اتنے کرائسز سے۔ اچھی بات بھی

بھی نہ لگتی۔ اس نے شہرینہ کو اپنی بانہوں میں جکڑ لیا۔ وہ کب ایسا چاہتا ہے مگر وہ مجبور تھا۔ وہ سسکیاں لے رہی تھی اس نے شہرینہ کے ہلتے وجود کو پکڑا۔

"کیا پاگل پن ہے۔ کیوں رو رہی ہو؟" اس نے درشت لہجے میں سرزنش کی۔

"پلیز آپ ایسا مت کریں، نہیں کریں۔" وہ ہذیانی ہو گئی۔

"میں کروں گا ایسا ہی کیوں کہ تمہارا اور میرا گزارہ نہیں ہو سکتا۔ تم اپنی زندگی گزارنا، میں اپنی گزاروں گا۔" وہ ت پھیر کر گویا ہوا۔

"سیلفش انسان! اس قابل ہی نہیں ہو کہ تم سے کوئی بات کی جائے۔ میری شخصیت خراب کر دی، مجھے برباد کر اور اب کہہ رہے ہو کہ تمہارا گزارا نہیں ہو سکتا۔ پھر اس ننھے وجود کو کیوں اس دنیا میں لائے۔" وہ چیخی۔

"تمہاری ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے جو صرف اپنے متعلق سوچتی ہے۔" وہ جھٹکے سے گھوما۔

"چند ماہ اور جھیل لو۔ پھر تو تم پر اس کا بھی بوجھ نہیں ہو گا۔ آزاد ہو گی تم کیونکہ تم بالکل اپنی ماں کی طرح ہو۔"

"نہیں ہوں میں اپنی ماں کی طرح، نہیں ہوں۔" وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

نائل کو اس کی آہ وزاری کی بالکل پرواہ نہ تھی۔ وہ تیزی سے باتھ روم میں گھس گیا۔ شہرینہ کو جدا کر کے وہ کب ارہ سکے گا۔

• • •

"ابو! میں اتنی تصویریں لائی ہوں ان کا کیا ہو گا؟" نیلم منہ بسورے بیٹھی تھی۔

"آپی! آپ صرف ایک تصویر لائی ہیں۔" فراز نے اپنی مداخلت ضروری سمجھی۔

"تم سے میں نے کہا کہ بیچ میں بولو؟" نیلم کو نہایت ناگوار گزرا۔

"میں تو آپ کی تصحیح کر رہا ہوں۔" اس نے زبان دانتوں میں داب لی کیونکہ نیلم کی خونخوار نظریں اب اس پر مرکوز ں۔ فراز نے پھر کھسک جانے میں ہی عافیت جانی۔

"بتائیے ابو! مجھے، کیا جواب دوں گی میں عدنان کو۔"

"آپی! اگر آپ اسی طرح ضد پر اڑی رہیں تو آپ نہ صرف میرے ساتھ برا کریں گی بلکہ اس لڑکی کے ساتھ جسے میں نے دیکھا تک نہیں۔" اعزاز روز روز کی چخ چخ سے تنگ آ گیا تھا۔

"دیکھ لو تصویر روز کہتی ہوں۔"

"سوری آپی! میں نے نہ کر دیا تو کر دیا بس۔" وہ پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈال کر کھڑا ہو گیا۔ چہرے پر بھی ت تھی۔

"ٹھیک ہے میں پھر اس شادی میں نہیں بیٹھوں گی۔" نیلم بھی ضد پر اڑ گئی۔

"تم بہن، بھائی بس اسی طرح لڑتے رہنا۔ نہ وہ مان رہا ہے اور نہ یہ۔" زینب کو بھی غصہ آ گیا۔

"امی آپی بلاوجہ کی ضد کر رہی ہیں اگر ایک بار صدف کو دیکھ لیں، مل لیں تو کوئی رائے قائم کریں۔"

"مجھے نہیں ملنا اور دیکھنا۔" اس نے ناک چڑھائی۔

"نیلم! تمہیں اچھا لگے گا کہ اعزاز اس لڑکی پر توجہ نہیں دے گا تو۔ دکھ کسے ہو گا اس لڑکی کو۔"

"بجو! فریال بہت خوبصورت ہے۔ خود ہی توجہ دے گا۔" نیلم کو جیسے پکا یقین تھا۔

"آپی! میری نظر میں خوبصورتی کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ میں دلوں کے رشتوں کو مانتا ہوں۔ اور آپ اب مزید

بحث نہ کریں تو بہتر ہی کیونکہ میں کروں گا اپنی ہی۔" وہ سختی سے بولا۔

"اونہہ، تم تو بے وقوفی کر رہے ہو۔ میں تمہارا کیریئر بنانا چاہ رہی ہوں۔ وہاں ایک لمبا چوڑا افریال کا بزنس۔ اکلوتی بہن ہے وہ عدنان کے دوست کی۔ تم عیش کرو گے۔" نیلم کو تو بس چمک ہی نظر آ رہی تھی۔

"مجھے کوئی سروکار نہیں اس کے بزنس سے نہ کیریئر سے کیونکہ میں یہاں بہت عیش میں ہو؟ مغربی طرز کی لڑ یہاں ایڈجسٹ نہیں کرتی ہیں۔ ایک مثال امی! آپ کے سامنے ہی ہے شہرینہ کی۔" اعزاز کو ایک دم ہی شہرینہ کا خیا

"ویسے بات اعزاز نے بالکل ٹھیک کہی ہے۔ کب وہ ایڈجسٹ ہوئی یہاں پاکستان میں۔ نائل کا ناک کر کے رکھا ہوا ہے۔" زینب نے بھی اتفاق کیا۔

"آپی! میں خوشگوار لائف چاہتا ہوں ٹینشن نہیں کیونکہ میں اس لڑکی کے ساتھ خوش نہیں رہ سکتا۔ آپ آ بعد اس پر بات بالکل نہیں کریں گے۔" اعزاز نے ساتھ ہی تنبیہہ بھی کر دی۔

"ٹھیک ہے بس میں بھی اب یہاں نہیں رکوں گی۔ ابو! میری سیٹ کنفرم کرا دیں۔ میں اسی ہفتے واپس گی۔" وہ روٹھ کر بولی۔ اعزاز تاسف سے اسے دیکھ کر رہ گیا۔ زینب اور بشریٰ بھی خاموش ہو گئیں۔ اس دورا احمد کچھ نہ بولے کیونکہ دونوں ہی فریق غصے میں تھے۔

"آپ کہیں نہیں جائیں گی سنا آپ نے۔" اعزاز نے تیز لہجے میں کہا۔

"تم بساؤ اپنا گھر میں اب یہاں نہیں رکوں گی۔" وہ تو باقاعدہ رو دی کیوں کہا سے اعزاز سے یہ امید نہیں

"گھر بھی بساؤں گا اور آپ کے سامنے۔ کیوں اپنی بھابھی کو اس گھر میں رخصت کرا کر نہیں لاؤں گا نے نیلم کو شانوں سے تھاما۔

"ہٹو میری پاس سے۔ تم سب ایک ہو گئے اور مجھے الگ کر دیا۔ اور تو اور بجو بھی تمہارے ساتھ مل گئ خاصی روہانسی ہو گئی۔

"بجو بھی کافی تصویریں لائی تھیں۔ میں نے پہلے ہی انہیں اپنا فیصلہ سنا دیا۔ اس لیے انہوں نے ضد نہ مسکرایا۔

"مجھے اب رہنا ہی نہیں یہاں۔" وہ پیر پٹختی اندر چلی گئی۔

"بیٹا! آپ نے اپنی بہن کو ناراض کر دیا۔" ابو نے اس سے کہا جو پرسوچ کھڑا تھا۔

"ان کی ناراضگی میں دور کر لوں گا۔" اس نے تسلی دی۔

"کیا طے پایا آپ کی شادی سدف سے ہو گی یا فریال سے؟" فراز پھر لقمہ دینے چلا آیا۔

"میرے خیال میں ابو! فریال کی فراز بھائی سے کروا دیتے ہیں۔" عفرا کو بھی شرارت سوجھی۔

"وہ تو میں کر لوں گا۔ بس یہ بتا دو کہ مجھے گھر میں رہنا ہو گا یا آفس میں۔" وہ بولا۔

"سدھر جاؤ فراز! ابھی سن لیا نا نیلم نے خیر نہیں۔" بشریٰ نے ہنس کر کہا۔

"بجو! ویسے میں نے فریال کی فوٹو دیکھی ہے۔ اپنے بھائی کے حساب سے تو وہ بالکل ٹھیک ہیں مگر آ کمو فالٹ لگتا ہے۔" وہ بڑے پرسوچ انداز میں بولا۔

"ویسے بھائی! دو کر لیں آپ، ایک یہاں ایک وہاں۔ آپ کے ادھر بھی بچے، ادھر بھی بچے۔"

"فراز!" اب اعزاز نے اس کا کان پکڑا تو وہ سی سی کرنے لگا۔ سب ہی قہقہہ لگا کر رہ گئے اس کی شرارت پر۔

● ● ●

"شہرینہ کی ڈلیوری کے دن قریب آ رہے تھے۔ پھوپھو کہہ رہی ہیں کہ میں وہاں رہ لوں جا کر۔" طائشہ نے سرمد سے کہا جو کسی فائل پر نظریں کیے بیٹھے تھے۔

"کہاں رہ لوں جا کر؟" انہوں نے اس کی بات سنی نہیں شاید یا جان بوجھ کر انجان بنے۔

"اگر آپ کچھ دیر کے لیے یہ بند کر دیں تو میری بات آپ مکمل سمجھ سکیں گے۔" وہ کھسیا گئی۔

"یار! اس وقت نا میں بہت بزی ہوں کیونکہ ہمارے صاحبزادے نے اس کے صفحے ادھر ادھر کر دیئے ہیں۔ میں وہ ٹھیک کر رہا ہوں۔" وہ بدستور مصروف بولے کل بھی آپ نے نہیں سنی میری بات۔ صبح کرنے لگی تو کہنے لگے کہ دیر ہو رہی ہے! اور اب پھر یہ لے کر بیٹھ گئے۔" وہ ان کے قریب سے اٹھی۔

"اچھا اچھا ناراض کیوں ہوتی ہو؟ کہو سن رہا ہوں۔" انہوں نے فوراً اس کا ہاتھ پکڑ کر روکا جواب ناراض ہو گئی۔

"نہیں آپ اپنا کام کریئے۔ بعد میں مجھے مت بلایئے گا۔" وہ انہیں دھمکی دے کر بولی۔

"ارے! سنو میں بلاؤں گا ظاہر ہے تمہیں ہی تو کیا محلے والے کی بیگم کو بلاؤں گا۔ وہ معنی خیزی سے مسکرائے تو طائشہ نے خفگی سے انہیں دیکھا۔

"محلے والوں کی بیگم کو بلایا نا تو بچیں گے نہیں آپ۔" وہ ہنسی۔

"اچھا اب کہو تم کہاں رہنے کی بات کر رہی تھیں؟" انہوں نے فائل بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر رکھی اور تکیہ لے اونچا کر کے دراز ہو گئے۔

"شہرینہ کی ڈلیوری کے دن قریب آ رہے ہیں۔ پھپھو کہہ رہی ہیں کہ میں وہاں جا کر رہ لوں۔" وہ ان کی آستین کے بٹن کو کھول بند کرتے ہوئے بولی۔

"کیوں وہاں کیا کرو گی جا کر؟" وہ سیدھے ہوئے۔

"کچھ کام وغیرہ ہی کروا لوں گی کیونکہ آپ کو پتہ ہی ہے نائل کا باپ بن رہا ہے مگر منہ سیدھا نہیں۔"

"بالکل میری طرح ہے نا۔" وہ برجستہ بولے۔

"کس نے کہا آپ کو کچھ؟" طائشہ کو ناگوار لگا ان کا یہ کہنا۔

"یار! دیکھو جب وہاں انس کی پیدائش ہونے والی تھی جو سچویشن نائل کے ساتھ ہے وہ میری بھی تھی مگر فرق صرف یہ ہے کہ اس کی بیوی اس کے قریب ہے جبکہ تم اس دوران میری قریب نہ تھیں۔" سرمد نے اسے دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"آپ کی اور میری بات دوسری ہے۔" وہ نگاہ چرانے لگی۔

"نہیں طائشہ! بات وہی ہے مگر وہاں غلطی پر شہرینہ ہے جبکہ یہاں میں غلطی پر تھا۔" انہوں نے طائشہ کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا۔

"شہرینہ بھی بس بے وقوف ہے۔ کیا ضرورت ہے اسے نائل سے الجھنے کی۔ خواہ مخواہ ہنگامہ کیا اس وقت جب نائل کی ماں پاکستان آئی نائل کو یہی تو غصہ تھا۔ کیا کیا نہ اس نے سوچا تھا جبکہ وہ بچے کو بھی......" وہ کہتے کہتے رک گئی۔

"چلو چھوڑو۔ ہم بھی کیا باتیں لے کر بیٹھ گئے؟ تم اپنے جانے کو کہہ رہی ہو۔ چلی جاؤ مگر صرف دو دن۔" انہوں نے جھٹ سے بات ہی بدل دی۔

"صرف دو دن، میں تو کہہ رہی تھی کہ جب تک شہرینہ کی......"

"تم جب ہی واپس آنا چاہتی ہو جب مکمل پھوپھو بن جاؤ۔ مگر یار اس پھوپا کا بھی خیال کر لو۔ میں کیسے رہوں گا

تمہارے بغیر؟" وہ شوخی سے بولتے ہوئے اس کے بالوں کو کھینچنے لگے۔

"جیسے پہلے رہتے تھے اسی طرح رہیں۔" وہ بال چھڑانے لگی۔

"پہلے میں زیادہ تر مائرہ کے ساتھ رہتا تھا۔ اگر اجازت ہو تو اتنے دن اس کے ساتھ نہ گزار لوں۔" وہ چھیڑنے لگے۔

"کچھ خبر ہے جناب کو۔ مائرہ شادی شدہ ہے اور میرے خیال میں اب امریکہ جا چکی ہے۔"

"اچھا یہ تمہیں کس نے بتایا؟" وہ حیرانگی کی ایکٹنگ کرنے لگے۔

"بھول گئے کل رات تین بجے فون کس کا آیا تھا؟" اس نے یاد کرایا۔

"اوہ بھول گیا۔" وہ ہنس دیئے۔

"ویسے اس مائرہ کو عقل ہے کچھ رات کے تین بجے فون کر کے ڈسٹرب کر دیتی ہے ہمیں۔" وہ معنی خیز اسے دیکھنے لگے تو طائشہ انہیں گھورنے لگی۔

"آپ کے صاحبزادے کی ریں ریں کتنی ہو رہی تھی اس وقت۔"

"اب کدھر ہے انس؟" انہیں یاد آیا۔

"عمر کے ساتھ ہے۔ پتہ نہیں کیا کھیل رہے ہیں دونوں۔" طائشہ نے اٹھ کر وارڈروب کھولی۔

"طائشہ! ہمارا انس کتنے سال کا ہو گیا ہے۔"

"ڈھائی سال کا ہو گیا ہے۔" وہ کپڑے نکالتے ہوئے بولی۔

"پھر تو ٹھیک ہے۔" وہ ایک دم ہی کھڑے ہو گئے۔

"کیا مطلب ہے آپ کا؟" طائشہ نے گھبرا کر انہیں دیکھا۔

"یار وہ سوچ رہا ہوں کہ......" وہ سر کھجانے لگے۔

"انس کی سالگرہ میں ابھی ٹائم ہے۔ آپ آرام سے بیٹھیے۔ میں اپنا سامان رکھ رہی ہوں۔"

"یار! میں تو اس لیے کہہ رہا تھا کہ......" وہ اس کے قریب آ گئے اور اپنی بانہوں میں لے لیا۔

"کیا ہے مجھے ابھی بہت کام کرنا ہے۔" وہ کسمسائی۔

"تم نے واقعی جانے کا فیصلہ کر لیا ہے۔" وہ اس کا دھیان ہٹانے لگے جو مکمل ان کے ہاتھوں کو ہٹانے میں مصروف تھی۔

"بھابھی! بھابھی!" صدف کی آواز پر اب سرمد سنبھل کر دور ہو گئے جبکہ طائشہ بری طرح حواس باختہ تھی۔

"آ جاؤ صدف! اس نے بکھرے بال کان کے پیچھے اڑسے۔

"آپ کو آمنہ چچی بلا رہی ہیں۔"

"آتی ہوں" وہ وارڈروب بند کر کے بولی۔

"میں ابھی آتی ہوں کپڑے وغیرہ رکھوں گی آ کر۔"

"اچھا زیادہ دن لگانے کی ضرورت نہیں ہے۔ انس کے بغیر میرا دل نہیں لگے گا۔" سرمد اب سنجیدہ تھے انہیں طائشہ کے جانے کی بات پسند نہیں آئی تھی۔

"انس کو آپ رکھ لیں۔"

"مجھے اس کے ساتھ اس کی ماں کی بھی ضرورت ہے۔" وہ نارمل سے صوفے پر جا کر دراز ہو گئے۔ طائشہ

ردگی سے دیکھ کر رہ گئی کیونکہ وہ تو مجبوری کے تحت جا رہی تھی۔ مگر سرمد کی مکمل اجازت کے بغیر تو اسے بھی جانا اچھا ں لگ رہا تھا۔

مبح وہ جانے کے لیے تیار ہو چکی تھی۔ سرمد ناشتہ کیے بغیر ہی چلے گئے موڈ ان کا سخت آف تھا۔ طائشہ کو الگ بے لگ گئی بیگ وغیرہ اس نے تیار کر لیا تھا۔ یاسر اسے چھوڑنے جا رہا تھا۔

"کیا بات ہے کب جاؤ گی یاسر انتظار میں بیٹھا ہے؟" امی نے اسے کہا جو مضطرب سی لب کچل رہی تھی۔

"وہ امی اگر میں کچھ دن بعد چلی جاؤں۔" وہ رک رک کر گویا ہوئی۔

"طائشہ! اس وقت شہرینہ کے پاس کسی ایک کو ہونا ضروری ہے۔ آمنہ تمہیں پتہ ہے عمر کی پڑھائی کی وجہ سے منع ہی ہے۔ تم ہی مناسب ہو جانے کے لیے پھر نائل کی بھی تو تم بہن ہو۔"

"وہ تو ٹھیک ہے امی! مگر وہ تو ناراض ہو گئے ہیں ناشتہ کیے بغیر چلے گئے۔ مجھ سے بات تک نہیں کی۔ بس انس باتوں میں لگے رہے۔" وہ روہانسی ہو رہی تھی۔

"سرمد کا تو دماغ خراب ہے۔ وہ کہاں ان باتوں کو سمجھے گا۔ تم جاؤ سمجھا دوں گی آ جائے گا شام میں۔" انہوں طائشہ کو تسلی دی جو اپنے سامان کے ساتھ لاؤنج میں ہی بیٹھی تھی۔

"بھابھی! ریڈی ہیں آپ۔ انس میرے پاس ہے۔" یاسر گلاس ڈور کھول کر اندر آ چکا تھا۔

"ہاں ہاں تیار ہوں جاؤ طائشہ!" انہوں نے طائشہ کے شانے پر تھپکی دی۔

اتنے میں آمنہ اور چچی جان بھی آ گئیں۔ وہ سب کو خدا حافظ کہہ کر آ گئی تھی مگر دل اس کا سرمد کی طرف ہی لگا انس تو کھیل میں لگ گیا۔ جہاں آراء نے اس سے پوچھا بھی اس نے طبیعت خرابی کا بہانہ کر دیا۔

"جب سے آیا ہوں آپ کو نوٹ کر رہا ہوں کہ آپ چپ چپ سی ہیں۔ نا ہی مجھے آپ نے ڈانٹا اور نہ نصیحتیں" نائل اس کے سامنے آ کر بیٹھا جو انس کو گھٹنے پر لٹائے سلانے کی کوشش کر رہی تھی۔

"تم سے تو کچھ کہنا ہی فضول ہے اس لیے میں نہیں نصیحتیں کرتی۔" اس نے منہ سے بتایا۔

"آپی! آپ مجھ سے اب تک ناراض ہیں۔" اس نے نگاہ اس کی جانب کی۔

"ناراضگی کی وجہ بھی تم بہتر جانتے ہو میری۔"

"اب تو ٹھیک رویہ رکھا ہوا تھا میں نے اس کے ساتھ۔" وہ جھنجھلا کر بولا۔

"ابھی کچھ دیر پہلے تم کیا اسے ڈانٹ رہے تھے ہیں بولو۔"

"آپ نے دیکھا نہیں ہل کر پانی نہیں پیتی الٹا امی سے لا لا کر چیزیں دیتی ہیں۔" نائل کو اس کی ناز برداریاں ت نہیں ہو رہی تھی جو امی کر رہی تھیں۔

"تم اس کی کنڈیشن دیکھو۔ اس سے اٹھنا بیٹھنا مشکل ہو رہا ہے۔"

"احسان نہیں ہے مجھ پر۔" وہ نہایت نروٹھے پن سے بولا۔

"ہاں نہیں کہاں احسان لگے گا بے وقوف لڑکے! وہ صرف تمہارے لیے اتنی تکلیفیں برداشت کر رہی ہے۔" نے اس کے سر پر چپت لگائی۔

"ایک احسان میں اور کروں گا اس پر جو ساری زندگی یاد رکھے گی۔"

"نائل! اسد مر جاؤ بس کرو اب۔ وہ بے چاری تم سے کچھ کہتی تک نہیں ہے اور تم بلاوجہ اسے تنگ کیے جا رہے ہ اشتعال میں آ گئی۔

"پہلے تو بہت کچھ کہہ گئی ماں کی محبت میں۔ کیا کچھ نہیں کہا اس نے۔ جسے وہ ممی کہے جا رہی تھی خبر ہے آپ
پلان کیے بیٹھی تھی اس کی ماں۔"

"بس نائل! گزری باتوں کو چھوڑو اور تم دعا کرو کہ شہرینہ ٹھیک رہے کیونکہ ڈاکٹر اس کی کنڈیشن سے مطمئن
ہے۔ بہت ویک ہے وہ۔ خیال کرو اس کا۔"

"کتنا کروں؟ کھانے پینے میں، میں نے کوئی تنگی نہیں رکھی۔"

"کچوکے لگا لگا کر اسے کھلاتے ہو۔ وہ ٹھیک رہے گی۔ روتی رہتی ہے وہ۔"

"دیکھیے گا آئندہ بھی روئے گی۔" وہ تو سنگدل ہو گیا تھا طائشہ کو اس پر خوف آیا۔

"نائل! ایسا نہ ہو تمہیں رونا پڑے۔" اس کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

"وہ دن کبھی نہیں آئے گا۔" وہ پر یقین تھا۔

"تم سے تو بولنا ہی فضول ہے۔" وہ بھی تھک کر چپ ہو گئی۔

طائشہ! سرمد آئے ہیں۔" امی کی آواز باہر سے آئی تو وہ چونک گئی کیونکہ اس نے ان کے فون کا انتظار جو
تیزی سے انس کو بیڈ پر لٹایا۔

نائل اس کی بے قراری دیکھ رہا تھا۔ سرمد کے آنے سے کیسی کھل اٹھی تھی۔ کہاں چپ چپ رہنے کی یہ عادت
تھی اسے اپنی بہن پر رشک آیا کیونکہ اس نے اتنے دکھ اٹھائے تھے۔ اب سکھ ہی سکھ مل رہے تھے۔ اس نے د
دعا کی کہ اس کی یہ خوشی ہمیشہ قائم رہے۔

"سرمد بھائی! آپ اور اس وقت؟" نائل کو حیرانگی ہوئی کیونکہ ساڑھے بارہ بج رہے تھے۔

"یار! بیوی اور بچے سے ملنے کے لیے سب وقت اچھے لگتے ہیں۔" انہوں نے مسکرا کر طائشہ کو دیکھا جو
گئی تھی۔

"آپی کے بغیر آپ کا بالکل دل نہیں لگتا؟"

"برادر! جب تمہاری بیوی اور بچہ میکے رہنے جائیں گے، تمہارا بھی دل نہیں لگے گا دوڑ کر جاؤ گے۔" انہوں
نائل کو دیکھا تو وہ سر کھجا کر رہ گیا۔

"سرمد بھائی! ایک بات کہوں۔ بیوی کے لیے تو نہیں کم از کم بچے کے لیے دوڑ کر ضرور جاؤں گا۔" اس
سرمد ایک لمحے کو خفیف سے ہوئے۔ طائشہ بھی جز بز سی ہو گئی۔

"اس کا تو دماغ خراب ہے۔"

"ہاں میرا دماغ خراب ہے۔ چلتا ہوں یہاں سے۔" وہ ہنستا ہوا چلا گیا۔

"نائل اب بھی ویسا ہی ہے۔" وہ نائل کو جاتے دیکھ کر گویا ہوا۔

"مجھے تو نہیں لگتا کہ یہ بعد میں بھی ٹھیک ہو۔" طائشہ کو تو بس یہی فکر کھائے جا رہی تھی۔

"اس کی گارنٹی دیتا ہوں بعد میں میری طرح کا ہو جائے گا، بیوی کا مرید اور بچے کا دیوانہ۔" انہوں نے
کہا۔

"یہ بتائیے، صبح تو جناب کا موڈ بڑا خراب تھا۔"

"یار! وہ تو تمہیں ڈرانے کے لیے تھا مگر آ کر دیکھا تو تم تھی نہیں۔ پھر امی نے بتایا۔ پھر کچھ تم پر رحم آیا
آیا۔" انہوں نے طائشہ کا چہرہ اپنے گرم ہاتھوں میں تھاما۔

"اوہوں، کچھ تو خیال کریں۔" اس نے گھورا۔

"تم میرا خیال نہ کرنا۔ یہ بتاؤ میرا لخت جگر کدھر ہے۔" وہ اب انس سے ملنے کو بے تاب ہوئے۔

"ابھی سلایا ہے۔" وہ بولی۔

"مجھے کب سلاؤ گی؟" وہ پھر موڈ میں آ گئے۔

"رکنے کا ارادہ ہے؟" طائشہ نے انہیں بڑی جانچتی نگاہوں سے دیکھا۔

"بالکل نہیں۔ بس چند گھنٹے گزاروں گا، تم سے باتیں کروں گا، پھر چلا جاؤں گا۔" وہ اب طائشہ کے ہاتھ کو پکڑ کر
لے۔

"کھانا کھائیں گے؟" اس نے پھر پوچھا۔

"کھانا تو کھا لیا۔ فارحہ نے پالک گوشت پکایا تھا۔ بس اپنی پسندیدہ ڈش کے آگے بیٹھ گیا۔ رج کر کھا کر آیا
ں۔"

"یار! مجھے انس کو تو دیکھنے دو۔" وہ پھر بولے۔

"چلیے اندر۔" سرمد طائشہ کی کمر میں بازو حمائل کیے چلے گئے۔

نائل رشک بھرے انداز میں ان دونوں کو دیکھ رہا تھا۔ ساری گفتگو بھی اس نے ڈرائنگ روم کی کھڑکی سے
ی۔ اسے یہ شدت سے خواہش ہوئی کہ شہرینہ اور اس میں بھی اس طرح محبت ہوتی۔ پھر زندگی پھولوں کی طرح
تی۔ وہ روٹھتا تو وہ مناتی اور کبھی وہ روٹھتی تو وہ مناتا۔ آخر وہ کیوں خوش کن زندگی نہیں گزار سکتا۔ شہرینہ کی ہٹ دھرمی
نخوت زدہ لہجے نے اسے آج ایسا کر دیا تھا اور اب وہ بالکل بدل گئی تھی تو وہ اسے رحم کے قابل تک نہ سمجھتا تھا۔

• • •

"امی! نیلم آپی کو کیا ہو گیا ہے؟ اتنی گم صم بیٹھی ہیں۔" اعزاز کو تشویش ہوئی۔

"عدنان کا فون آیا تھا۔" وہ بدستور پیاز چھیلنے میں مصروف تھیں۔

"خیریت تو ہے ٹھیک ٹھاک تو ہیں۔" وہ بھی فکر مند ہوا۔

"ہاں ٹھیک ٹھاک ہے۔ بس زیادہ فکر کی بات نہیں۔ تمہارے لیے تو بالکل نہیں۔" زینب ذرا مسکرا کر گویا ہوئیں۔

"پھر بھی امی پتہ تو چلے آخر ہوا کیا ہے آپی اور اتنی خاموش۔" اسے یہ بات ہضم نہیں ہو رہی تھی۔

"عدنان نے فون پر کہا ہے کہ فریال نے اپنے پسند کے لڑکے سے منگنی کر لی ہے اس لیے وہ اعزاز کے پیچھے نہ
لے۔"

"او آئی سی۔" اسے خوشی بھی ہوئی کہ بلا ٹلی۔

"وہ مسلسل جانے کی رٹ لگائے ہوئے ہے۔"

"اچھا میں سنبھالتا ہوں انہیں۔" وہ کاؤچ سے کھڑا ہوا۔

"مجھے پتہ ہے مانے گی نہیں۔ وہ تو چاہ رہی تھی کہ تمہاری منگنی کے بعد چلی جاتی۔"

"ابھی تو آپی کا موڈ درست نہیں۔ میں دیکھتا ہوں۔" وہ اس کے کمرے میں آ گیا جو اپنی گول مٹول سی بیٹی انعم کو
پڑے پہنا رہی تھی۔ بیڈ پر اس کا کافی سامان بھی پھیلا ہوا تھا۔

"آپی! آج ہم سب ڈنر باہر نہ کریں۔" وہ کہنی ٹکا کر اس کے قریب ہی دراز ہوا جو اب انعم کی پونی بنانے لگی
ی۔

”خوش ہو جاؤ بلا ٹلی۔ کرو اپنی پسند کی لڑکی سے شادی۔ میں تو ویسے بھی اب یہاں نہیں رکنے والی۔ تم ر گئے اور مجھے ایک طرف کر دیا۔“ اس نے شکوہ کیا۔

”یہ آپ کی سوچ ہے ورنہ ایسا بالکل نہیں ہے۔ آپی! آپ سے ایک بات کہوں؟“ اس نے بری جانچتی نگاہوں سے نیلم کے سنجیدہ اور تپے چہرے کو دیکھا۔

”پتہ ہے آپی! بعض باتیں بلکہ خواہشات ایسی ہوتی ہیں جو ہم کتنا چاہیں پوری ہو جائیں وہ بالکل نہیں ہیں۔ یہی کچھ آپ کے ساتھ بھی ہوا۔ میں آپ کا دل نہیں توڑنا چاہتا تھا۔ ایک پل کو میں راضی بھی ہو گیا تھا مگر آپ سوچیے اس میں صدف کا کیا قصور؟ میں تو اس سے وعدہ کر چکا ہوں حالانکہ وہ لڑکی بالکل بھی بے باک نہیں۔ جب بھی مجھ سے ملی نگاہیں نیچے ہی کیے ملی۔ اظہار اس کی طرف سے نہیں میری طرف سے ہوا ہے۔ آپ صدف نہیں کہہ سکتی ہیں۔“ اعزاز بڑے ناپ ناپ کر بول رہا تھا۔ نیلم نے انعم کو تیار کر کے باہر بھیجا اور خود سوچ میں گم گئی۔

”آپ کو پتہ ہے آپی! ابرار انکل کی بیٹی شہرینہ جرمنی کی پیدائش ہے۔ پرورش بھی اس کی وہی ہوئی ہے مگر نائل سے اس کی شادی ہوئی تو سوائے ان میں لڑائیوں کے کچھ نہ ہوا اور اب بھی شہرینہ اسے شاید دل سے قبول نہ پائی ہے۔ اگر میں فریال سے شادی کر لیتا تو کیا میں یا وہ خوش رہتے۔ آپ سب خوش رہتے۔ گھر میں آئے جھگڑے ہوتے۔ میں کسی صورت امریکہ نہیں جاتا اور وہ کسی صورت یہاں نہیں رہتی۔ کیا آپ سب خوش ہو بکھرا دیکھ کر؟“ اعزاز نے نیلم کے ہاتھ تھامے۔ اس نے اعزاز کی ایک ایک بات بغور سنی۔ یہ تو اس نے سوچا اگر ہو جاتی شادی تو سوائے کل کل کے کچھ نہ ہوتا۔ فریال کا اسے پتہ تھا تھوڑی مغرور سی بھی تھی۔ نیلم تو چاہ کہ شادی کر کے اس کا بھائی وہاں، ان دونوں بہنوں کے پاس تو رہے گا۔

”آپی آپ پلیز ناراض ہو کر نہ جائیے۔ مجھے آپ اور بجو بہت عزیز ہیں۔“ وہ افسردگی سے گویا ہوا۔

”اعزاز! میرے بھائی میں شاید خود غرض ہو گئی تھی کہ اس بہانے تم وہاں رہو گے۔“ نیلم نے اس کے سر سے ہاتھ پھیرا۔ ”مجھے اپنے بھائی کی خوشی بلکہ اس گھر کی خوشی عزیز ہے۔“

”تھینک یو آپی!“ وہ مسکرا دیا۔

”اوہو بھئی! آپ دونوں یہاں ہیں۔“ فراز اچھلتا ہوا آیا۔ ساتھ ہی اس کے بشریٰ کے دونوں بیٹے فہد تھے۔

”ارے آپی! آپ رو رہی ہیں۔ اب سمجھا عدنان بھائی یاد آ رہے ہیں۔ اس نے چھیڑا۔

”ماروں گی فراز میں تمہیں۔“ روتے روتے بولی۔

”آنٹی! ماموں جان نے مارا ہے۔“ چار سالہ فہد بولا۔

”مجال میری کہ میں ماروں۔“ اعزاز نے نیلم کے آنسو اپنے رومال سے پونچھے۔

”یہ بتاؤ کب چلنا ہے صدف کا رشتہ لینے؟“

”ہیں، یہ کیا سن رہا ہوں؟ بجو! جلدی آئیں امی کہاں ہیں؟“ فراز بے ہوش ہونے کی ایکٹنگ کرنے لگا۔

”اعزاز! اسے اٹھا دو یہاں سے ورنہ سر توڑ دوں گی اس کا میں۔“ وہ ساتھ ہی خجل بھی ہو رہی تھی۔

”آپی! اجازت ہے بے کار چیزیں توڑ ہی دینی چاہئیں۔“ اعزاز نے شرارت سے کہا تو فراز آنکھیں مچ گیا۔

”جی، میں بے کار ہوں۔ ٹھیک ہے ابھی صدف جی کو فون کر کے کہتا ہوں کہ اعزاز صاحب امریکہ روانہ ہو رہے ہیں۔“

”فراز زیادہ بکواس نہیں۔“ نیلم نے وارننگ دی۔

”اعزاز! صدف کو لے کر وہاں آئے گا کیوں اعزاز؟“ اس نے اعزاز کو مخاطب کیا۔

”جی بالکل آؤں گا۔“ وہ خوش دلی سے بولا۔

”ہنی مون وہاں ہی منایئے گا۔“ فراز نے پھر لقمہ دیا۔

”ظاہر ہے تم نے تو ہڈی بنے رہنا ہے۔ اعزاز! تم وہاں ہی آنا۔“ نیلم نے اعزاز کے شانے پر ہاتھ رکھا۔

کچھ ہی دیر میں یہ خبر زینب انعام احمد اور بشریٰ کو بھی ہو گئی کہ نیلم مان گئی ہے۔ گھر میں لگتا تھا خوشیوں کی بارات اتر آئی ہے۔ جلد ہی ان کا ارادہ تھا کہ پرپوزل لے کر جائیں گے کیونکہ بشریٰ اور نیلم کو آئے دو ماہ سے اوپر ہو گیا تھا۔ دونوں کے شوہر عدنان اور مرتضیٰ بلا رہے تھے۔ سب کی ہی متفقہ رائے سے یہ طے پایا کہ منگنی یا نکاح کر دیا جائے کیونکہ اگلے تین سال تک بشریٰ اور نیلم کے آنے کے چانسز نہیں تھے۔

● ● ●

دنوں نے پر لگا کر اڑنا تھا اور اڑ گئے۔ شہرینہ بیٹھی یہی سوچ رہی تھی کہ ایک سال ہو گیا تھا دونوں کو اس بندھن میں بندھے ہوئے۔ شہرینہ میں کافی تبدیلیاں بھی آ گئی تھیں۔ پہلے وہ نائل کو خاطر میں نہ لاتی تھی مگر اب وہ اس سے روبرو ہو کر بات کرتی تھی۔

”امی مجھے آفس کی طرف سے ایک میٹنگ اٹینڈ کرنے ہانگ کانگ جانا ہے۔“ نائل نے ان سے کہا جو عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد جائے نماز تہہ کر رہی تھیں۔

”تم کچھ دن اور رک جاؤ۔“ وہ اب شہرینہ پر پڑھ کر دم کرنے کے بعد بولیں۔

”میں نہیں رک سکتا کیونکہ باہر کی میٹنگ میں ہی اٹینڈ کرتا ہوں۔“ وہ بے زاری سے نیچے فلوکشن پر بیٹھا۔

”تم نے بتایا نہیں کہ گھر میں کچھ پرابلم ہے۔“ اب طائشہ نے ذرا سختی سے کہا۔

”آپی! میں پرسنل پرابلم آفس میں شیئر نہیں کرتا۔“ نگاہ اس نے تکلیف میں بیٹھی شہرینہ پر ڈالی جو اس کے ساتھ والے صوفے پر پاؤں اوپر کیے بیٹھی تھی۔

”تمہیں یہاں ہونا ضروری ہے کسی وقت بھی ضرورت پڑ سکتی ہے۔“

”ضرورت میری نہیں ڈاکٹرز کی ہوتی ہے۔“ وہ کب چپ ہوتا تھا ترکی بہ ترکی بحث کرتا تھا۔

”بہرحال تم نہیں جا سکتے شہرینہ کے دن قریب ہیں۔ شوہر کو بیوی کے پاس ہونا چاہیے۔“

”سرمد بھائی تھے اس وقت آپی کے پاس؟“ وہ کہاں سے کہاں بات گھما کر بولا۔

”نائل! بات تمہاری ہو رہی ہے۔ میری کہاں سے بیچ میں آ گئی؟“ طائشہ کو غصہ آیا۔

”مجھے ضروری جانا ہے اور جاؤں گا۔“ وہ اڑیل گھوڑے بنے بولا۔

”امی! انہیں جانے دیں۔ سرمد بھائی کے بدلے اب یہی نکالیں گے۔“ شہرینہ نے روہانسی ہو کر کہا۔

”تم چپ رہو۔ تم سے بات نہیں ہو رہی ہے۔“ اس نے اب آنکھیں نکال کر کہا۔

”بات تو میری ذات سے متعلق ہے۔ بے کار چیز ہوں میری آپ کی نظر میں کہاں اہمیت۔ آپ کو اپنی اولاد چاہیے مل جائے گی اگر بچ گئی تو۔“

”شٹ اَپ۔“ اس نے ذرا بھی لحاظ کیے بغیر اس پر ہاتھ اٹھا لیا۔

"خبردار جو تم نے بکواس کی تو اگر اسے کچھ ہوا نا، یاد رکھنا شہرینہ! زندہ تمہیں بھی نہیں چھوڑوں گا۔" وہ شعلہ تھا اور وہ بے دم ہو گئی تھی۔

"نائل! حد ہوتی ہے بدتمیزی کی۔" طائشہ تو بلبلا اٹھی۔ امی الگ فکرمند ہو گئیں کیونکہ شہرینہ کی حالت بگڑ

"نائل! ذرا احساس نہیں تجھے۔" وہ تو رونے لگیں۔ نائل بھی گھبرا گیا کیونکہ شہرینہ بے ہوش ہونے کے قریب تھی۔ لمبے لمبے سانس لے رہی تھی۔ طائشہ نے اسے بڑے صوفے پر لٹایا مگر وہ تو مچل مچل جا رہی تھی۔

"نائل! اگر کچھ الٹا سیدھا ہوا نا۔ یاد رکھنا تجھے میں بخشوں گی نہیں۔ ہٹ جاؤ میری نظروں کے سے۔" انہوں نے نائل کو دھکیلا جو اب شہرینہ کے قریب آ رہا تھا۔

"منہ کیا دیکھ رہے ہو گاڑی نکالو۔ اس کی حالت ٹھیک نہیں ہے۔" طائشہ نے شہرینہ کے ساکت وجود کو چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔ جلدی جلدی اس نے گاڑی باہر نکالی۔ شہرینہ کے نحیف وجود کو اپنی بانہوں میں جو بے ہوش تھی۔ نائل کے سینے میں اس کا منہ تھا چہرہ زرد ہو رہا تھا۔ اپنے غصے کے آگے تو اسے کچھ نظر نہیں آ جلدی سے اسے ہاسپٹل لے کر پہنچے۔ ہاتھوں ہاتھ اسے انتہائی نگہداشت میں لے جایا گیا کیونکہ اس کی سانس رک رک کر چل رہی تھی۔ نبض بھی ڈوب رہی تھی۔ دو زندگیوں کا سوال تھا۔ آکسیجن کے سہارے اس کا سانس بحال رہا تھا۔ وہ ہتھیلی پر مکہ مار کر رہ گیا۔

"دیکھا انجام تم نے ہر وقت اس پر برستے رہے اور وہ بے چاری اب تو بولتی بھی نہیں ہے۔" امی نے نائل سے دیکھا جو نادم کھڑا تھا کوریڈور کے باہر۔ طائشہ نے ابھی گھر فون نہیں کیا تھا کیونکہ ابرار احمد کو پتہ چلتا تو کتنی ہوتی کہ ان کی بیٹی کو اس حال میں نائل نے پہنچایا ہے۔

"حد ہوتی ہی انتقام کی وہ معصوم اب کس تکلیف سے گزر رہی ہے صرف تیری اولاد کے لیے اور تمہارے ٹھکانے نہیں نائل اگر شہرینہ کو یا اس کے بچے کو کچھ ہوا نا تو ساری زندگی میں تجھ سے بات نہیں کروں گی۔"

"پلیز امی! ایسا تو نہ بولیں۔ میں نے ایسا تو نہیں چاہا تھا۔" وہ تو تڑپ ہی اٹھا۔

"اور کیسا چاہا تھا؟ مر جائے وہ یا تمہارے آگے گڑگڑاتی کہ اس کا قصور معاف کر دو۔" آج تو مکمل بپھری تھیں کیونکہ انہیں بار بار شہرینہ کا خیال آ رہا تھا۔

"آپی! مجھے معاف کر دیں۔ سمجھائیں امی کو شہرینہ میری بھی کچھ ہے۔"

"تم نے سمجھا ہی کب اسے اپنا۔ ارے پیار محبت سے کسی کا دل جیتا جاتا ہے ایسا کون کرتا ہے کہ اس پر زندگی تنگ کر دو۔" طائشہ نے بھی نخوت سے منہ پھیر لیا۔ اس وقت نائل کی حالت ایسی تھی کاٹو تو لہو نہیں۔ وہ شہرینہ کو دکھ دینا چاہتا تھا۔ بس اسے شہرینہ کی حقارت آمیز باتیں یاد آتی تو وہ خود پر قابو نہ پا پاتا تھا۔ مسلسل وہ بکھرے بال ادھر سے ادھر ٹہل رہا تھا۔ کل اسے ہانگ کانگ کے لیے روانہ بھی ہونا تھا مگر وہ سب بھی وہ بھول چکا تھا۔

"پیشنٹ کے ہسبینڈ کون ہیں؟" ایک فی میل ڈاکٹر باہر آئی تو ان سے مخاطب ہوئی۔

"جی میں ہوں۔" وہ فوراً دوڑا آیا۔

"آپ کو سگنیچر کرنے ہوں گے۔"

"مگر کیوں؟" امی کا دل کانپ گیا۔

"دیکھیے بی بی! آپ کی مریضہ کی کنڈیشن ایسی ہے کہ ہم تمام کام مکمل چاہتے ہیں کیونکہ بعد میں لوگ پھر کرتے ہیں۔" وہ خاصی سنجیدہ تھی مگر نائل کی تو اب دنیا لٹی۔ واقعی طائشہ ٹھیک کہتی تھی۔ شہرینہ کی کنڈیشن ٹھیک نہیں

"مگر آپ ایسا کیوں کہہ رہی ہیں؟" اس نے کانپتی آواز سے پوچھا۔

"یہ ضروری ہے۔ مریضہ کافی ویک ہیں۔ ہم زندگی کی گارنٹی نہیں دے سکتے۔ باقی آپ اللہ سے دعا کریں کیونکہ انہیں سانس رک رک کر آ رہا ہے۔ جو دونوں کے لیے مسئلہ پیدا کرے گا۔"

"دیکھا نائل! ہو گیا نا وہ...... اگر شہرینہ کو کچھ ہوا نا میں تجھ سے بات نہیں کروں گی۔" انہوں نے نائل کا گریبان پکڑ لیا۔ طائشہ نے جھٹ انہیں سنبھالا۔

"دیکھیے بی بی! آپ اس طرح بی ہیو نہ کریں۔ آپ دعا کریں اور مسٹر! آپ جلدی یہ فارم فل کریں کیونکہ دیر نہ ہو جائے۔" وہ بولی نائل نے لرزتے ہاتھوں سے سائن کیے کیونکہ ایسا لگ رہا تھا کہ اب سب کچھ اس سے دور ہوتا جا رہا ہے۔ دماغ میں سائیں سائیں ہو رہی تھی، آنکھوں میں دھواں سا بھر گیا ہو، آواز اندر گھٹ گئی ہو، وجود میں جیسے جان نہ ہو، وہ ندامت کی عمیق گہرائیوں میں گھر گیا۔ اپنے ہاتھوں ہی وہ اپنا بسا بسایا گھر اجاڑ رہا تھا۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر رو بھی تو نہیں سکتا تھا۔ لوگ اسے بڑی فہمائشی انداز میں دیکھ رہے تھے جو پلر سے سر ٹیکے ہوئے تھا۔ بلیک پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ تھے۔ لب بھینچے ہوئے تھے۔ طائشہ کی گود میں انس تھا جو بری طرح گھبرا رہا تھا کیونکہ گھر میں کس کے پاس چھوڑتی اس لیے ساتھ ہی لے آئی۔ ایک دم اسے سرمد کا خیال آیا۔

"نائل مجھے اپنا موبائل دو۔" اس نے نہایت ترش لہجے میں مخاطب کیا۔

"آں ہاں۔" وہ چونک کر سیدھا ہوا اور جیب سے موبائل نکال کر اسے دے دیا۔ وہ سرمد کو فون کرنے چلی گئی تا کہ وہ ہوں گے پاس تو انس کو ہی لے جائیں گے۔ گھر میں وہ ابھی کسی کو خبر نہیں کرنا چاہتی تھی۔

●●●

"او ہو جناب نے کیسے کال کر لی؟" سرمد اس وقت رات کا کھانا کھا رہے تھے۔ آج ویسے بھی کچھ جلدی آ گئے تھے۔

"آپ آج جلدی آ گئے ہیں کیا آفس سے؟" طائشہ کو ان کے کھانے کی آواز بھی آ رہی تھی۔

"ہاں یار! کام نہیں تھا بس اس لیے آ گیا۔ تم سناؤ کیسی ہو کب آ رہی ہو؟" وہ بولے۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں۔ آپ کیا اس وقت ہاسپٹل آ سکتے ہیں؟"

"طائشہ! خیریت تو ہے۔" وہ اس کا پریشان لہجہ بھانپ گئے۔

"شہرینہ ہاسپٹل میں ہے۔ آپ بس جلدی آ جائیے۔ گھر میں کسی کو خبر نہیں کریئے گا۔"

"طائشہ! کوئی سیریس بات ہے؟" وہ ڈائننگ ٹیبل سے اٹھ گئے۔

"جی کچھ ایسی ہی ہے۔ آپ ہاسپٹل پہنچ جائیے۔ ہاسپٹل تو آپ کو پتہ ہی ہے۔" اب طائشہ کی بھرائی ہوئی آواز آئی۔

"اچھا آتا ہوں تم پریشان نہ ہو۔" انہوں نے تسلی دی۔

"بس جلدی آئیے مگر گھر میں کسی کو نہیں بتائیے گا اچھا، اللہ حافظ" ساتھ ہی موبائل آف کر چکی تھی۔

سرمد اب متوحش سے ہو گئے۔ پتہ تو تھا کہ شہرینہ کی ڈلیوری میں وقت ہے مگر اتنی جلدی وہ بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگے۔

"کیا ہوا کھا چکے تم؟" امی ان کے لیے گرم گرم روٹی پکوا کر لائی تھیں۔

"وہ امی! مجھے اتنا ہی کھانا تھا۔"

"جس دن سے تمہاری بیوی گئی ہے، ٹھیک سے کھانا ہی نہیں کھاتے۔" خفگی سے گویا ہوئیں۔

"امی! واقعی میں کھا چکا ہوں۔ ایک ضروری کال آ گئی ہے۔ ابھی وہی سن رہا ہوں۔" وہ کی رنگ ڈائننگ ٹیبل

سے اٹھانے لگے۔

''واپسی میں طائشہ اور انس کی بھی خبر لے آنا۔ صبح تو طائشہ سے شہرینہ کی خبر لے لی تھی میں نے اور وہاں اگر ہو تو انس کو لے آنا۔ تمہارے ابو کو وہ بہت یاد آ رہا ہے۔'' وہ ساتھ ہی انہیں ہدایتیں دینے لگیں۔ وہ سر جھکائے سر ہلاتے رہے۔ جلدی سے وہ پھر ہاسپٹل پہنچے۔ وہاں جا کر ہی انہیں سمجھ آیا مگر طائشہ نے ان سے کچھ بھی نہ چھپایا سب بتا دیا۔

''یار! ایک دم جذباتی تھوڑی ہوتے ہیں۔''

''سرمد بھائی! پتہ نہیں مجھے کیا ہو جاتا ہے؟'' وہ ان کے گلے سے لگ کر بچوں کی طرح رو دیا۔

''کم آن نائل! بہادر بنو باپ بننے جا رہے ہو۔ یہ بچوں والی حرکتیں چھوڑو۔'' وہ اسے سمجھانے لگے۔

''اس کی کچھ سمجھ نہیں آتا۔ اپنی کرتا ہے دیکھا انجام۔''

''بس طائشہ۔ اسے مزید شرمندہ تو نہ کرو۔'' انہوں نے طائشہ کو ٹوکا۔

''یہ ہوتا ہے شرمندہ ضد کر کے شادی کر لی اس سے۔ اگر وہ سنبھالی نہیں جاتی تو شادی کیوں کر لی۔'' اسے تاؤ آئے جا رہا تھا۔

''اچھا بس بس دعا کرو تم سب۔'' انہوں نے نائل کی پشت پر ہاتھ پھیرا اور طائشہ کو اشارے سے چپ کرایا۔ شہرینہ زندگی و موت کے درمیان تھی۔ کسی بھی پل کچھ بھی ہو سکتا تھا۔ امی تو باقاعدہ جائے نماز بچھائے ہوئے تھیں۔ ویٹنگ روم میں اور لگ بھی انہیں اتنی رقت سے روتے ہوئے دیکھ رہے تھے جو شہرینہ کی زندگی کی دعا مانگ رہی تھیں۔ نائل کے لبوں پر الگ تھی دعا کیونکہ ایک لطیف جذبہ تو وہ بھی رکھتا تھا مگر اپنی انا اور ضد کے آگے وہ اسے بھی چھپائے ہوئے تھا۔ سرمد کی گود میں انس تھا جو اب سو چکا تھا۔ طائشہ الگ آیۃ الکرسی اور درود شریف کا ورد کر رہی تھی شاید سب کی دعائیں ہی تھیں کہ مستجاب ہوئی اور شہرینہ موت کو شکست دے کر واپس زندگی کے دروازے سے اندر آ گئی تھی۔ ایک خوبصورت سے بیٹے کو اس نے جنم دیا تھا۔ مگر ابھی خود اتنی کمزور تھی کہ بمشکل ہی آنکھیں کھول پائی تھی مگر خطرے کی بات نہ تھی۔ ڈاکٹرز نے جب یہ خبر دی تو نائل تو خوشی سے گنگ آواز کے ساتھ فوراً سجدے میں چلا گیا، امی نے کئی نوافل ادا کر ڈالے، طائشہ سرمد کے بازو سے سر ٹیک کر شکر کرنے لگی، دوبارہ سے سب کے چہروں پر شادابی لوٹ آئی۔

''یار! مبارک ہو آج والد صاحب کے عہدے پر فائزہ ہو گئے۔'' سرمد نے اسے شرارت سے کہا تو وہ خوشی سے مسکرا دیا۔

گھر میں بھی سب کو خبر دے دی گئی۔ ابرار احمد آمنہ کو لے کر فوراً پہنچے اور پھر ایک قافلہ ہاسپٹل کے کوریڈور میں تھا۔ مگر ابھی شہرینہ سے ملنے کسی کو بھی نہیں دیا تھا۔ بچہ ان سب کے درمیان تھا۔ نائل تو اسے دیکھ کر پھولے نہیں سما رہا تھا ایک ایک نقش اس نے نائل کا چرایا تھا۔ امی تو پوتے کو بار بار چومے جا رہی تھیں۔ کہتے ہیں ناں اولاد کی اولاد زیادہ پیاری ہوتی ہے یہی حال ابرار احمد کا تھا، بیٹی کی اولاد تو انہیں اور ہی پیاری لگی ہر ایک کے چہرے پر خوشی امڈی پڑ رہی تھی۔ تایا ابو چھوٹے تایا سب ہی وہاں موجود تھے۔ طائشہ نے کئی بار نائل کو اکیلے میں سمجھایا کہ وہ شہرینہ سے اپنا رویہ درست رکھے کیونکہ ابھی وہ حساس ہو گی۔ اس نے بس سر ہی جھکا لیا کیونکہ بحث ایسے موقعے پر کچھ صحیح نہیں تھی۔



دوسرے دن ڈاکٹرز نے شہرینہ کو خطرے سے باہر کہا تو پھر سب کو ملنے کی اجازت دے دی۔ صبح سے ہی سب ملنے آتے گئے۔ آمنہ نے تو شہرینہ کو خوب لپٹا کر پیار کیا کیونکہ آج مدتوں بعد تو وہ کھل کر مسکرائی تھی۔ عمر بار بار ننھے کو گود میں اٹھائے جا رہا تھا کیونکہ وہ خود ماموں جو بن گیا تھا۔ نائل ابھی تک اسے دیکھنے نہیں آیا تھا حالانکہ شہرینہ کی

نگاہیں بار بار دروازے تک جاتی تھیں مگر ہر بار مایوسی ہوتی۔

''بھابھی! آج تو میں رک جاؤں گی شہرینہ کے پاس۔'' آمنہ نے جہاں آراء سے کہا جو تسبیح پڑھ رہی تھیں۔

رکنے کو تو طائشہ بھی کہہ رہی ہے۔''

''اسے رہنے دیں کیونکہ انس تنگ کیے جا رہا ہے۔ اس کے بغیر رکے گا نہیں ایسا کریں اسے گھر بھیج دیں آج۔'' انہوں نے کہا۔

''بھابھی! ابھی تو پوری رات میرے پاس رہی ہیں۔'' شہرینہ نے کہا۔

''تمہاری سب کو فکر جو تھی۔ اب دیکھو میری بیٹی کتنی اچھی لگ رہی ہے۔'' آمنہ نے ایک بار پھر اس کی پیشانی چوم لی۔ شہرینہ نے انہیں دیکھا کہ یہ اس کی سگی ماں نہیں تھیں۔ مگر سگوں سے بڑھ کر پیار کر رہی تھیں۔ ایک وہ ماں تھی جو بالکل احساسات اور جذبات سے عاری تھی۔

''امی میں اسے سنبھالوں گی کیسے؟'' اس نے ننھے گڈے کو دیکھا جو اس کے پہلو میں دبکا سو رہا تھا۔

''سنبھال ہی لو گی۔ ایسا کرو نائل کو زیادہ سنبھالنے کو دینا کیونکہ انس کو اس نے بہت کھلایا ہے۔'' آمنہ نے ہنس کر کہا۔

''انہیں دوں، ہر وقت تو غصہ کرتے رہتے ہیں۔ یہ رو دے گا تو الٹا مجھ پر ناراض ہوں گے۔'' وہ منہ بسورنے لگی۔

''اب ایسا نہیں کرے گا کیونکہ اپنی اولاد سب کو پیاری ہوتی ہے۔'' جہاں آراء بولیں۔ شہرینہ کو ایک دم ہی خیال آیا کہ وہ اس سے بچے کو الگ کرنے کا کہہ رہا تھا اور اسے ہمیشہ کے لیے......... ''نہیں.........'' وہ فوراً گھبرا گئی۔

''نہیں وہ ایسا نہیں کر سکتے۔'' ایک دم ہذیانی ہو گئی

''شہرینہ! کیا ہوا میری بچی؟'' دونوں ہی گھبرا گئیں۔

''مجھ سے وہ اسے چھین لیں گے۔''

''کون چھین لیں گے؟'' آمنہ نے اس کے ہراساں چہرے کو دیکھا۔

''نائل کہہ رہے تھے کہ وہ اسے اپنے پاس رکھیں گے اور خود مجھے چھوڑ دیں گے۔''

''کر کے تو دیکھے وہ ایسا۔ عقل ٹھکانے لگا دوں گی اس کی۔'' آمنہ نے اسے اپنے گلے سے لگا لیا۔ جواب رونے لگی تھی۔ کتنی سفید سی ہو گئی تھی، آنکھوں میں حلقے ہو گئے تھے، چہرہ بھی مرجھا گیا۔ بڑی مشکل سے انہوں نے اسے سنبھالا تھا۔ دوپہر کے بعد وہ چلی گئی تھیں۔ امی بھی جانا چاہ رہی تھیں۔ طائشہ نے فون کر کے کہا تھا کہ کھانے کا سامان وہ نائل کے ہاتھ بھیج رہی ہے مگر اس کا بھی پتہ نہیں تھا۔ وہ پھر فکرمندی سے اٹھیں تو اتنے میں وہ باسکٹ لیے آ گیا۔ ٹائر پنکچر ہو گیا تھا وہ صحیح کرانے میں دیر لگی ہے۔'' نائل جواب تو امی کو دے رہا تھا مگر نگاہ بیڈ پر دراز شہرینہ پر تھی جو کروٹ لیے لیٹی تھی۔ ایک ہاتھ سے وہ بچے کے ہاتھ کو پکڑے ہوئے کھیل رہی تھی۔

''میں یہ گرم کر کے لاتی ہوں۔ سوپ شہرینہ کو دینا ہے۔'' وہ برتن لے کر باہر چلی گئیں۔ شاید وہ خود بھی نائل کو معافی تلافی کا موقع دینا چاہتی تھیں۔

نائل کمرے کے وسط میں کھڑا تھا۔ کمرہ خاصا کشادہ تھا اور صاف ستھرا بھی ہر چیز قرینے سے رکھی تھی۔ ایک بینچ، دو چیئرز، ایک کاؤنٹر اور دو ٹیبل تھیں۔ اس نے اطراف کا جائزہ لیا۔ پھر آہستگی سے چلتا ہوا اس کے بیڈ کے قریب آیا۔ وائٹ ململ کے کرتے شلوار میں ہلکی ہلکی شیو اس کی شخصیت کو اور نمایاں کر رہی تھی۔

''کیسی ہو؟'' وہ بیڈ پر ہاتھ ٹکا کر اس سے مخاطب ہوا مگر شہرینہ نے جواب نہ دیا۔



"میں پوچھ رہا ہوں اب طبیعت کیسی ہے......؟" نائل کو جواب نہ پا کر غصہ تو آیا مگر ضبط کیا کیونکہ اب
نہیں چاہتا تھا۔

"زندہ بچ گئی ہوں بلکہ دونوں ہی بچ گئے ورنہ تو آپ مجھے زندہ نہیں چھوڑتے۔" اس کے لہجے میں
تھی۔نائل جز بز سا ہو گیا۔

"سب کی دُعائیں ہیں جو تم بھی بچ گئی ہو۔" وہ دل جلانے والی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

"ورنہ آپ کی تو دُعا ہو گی کہ آپ کا بچہ بچ جائے، میں نہ بچوں۔" وہ آج اس پر طنز کئے جا رہی تھی شاید ماں
غرور تھا یا پھر اس میں ایک ہمت آ گئی تھی۔

"دیکھو اس وقت میں کسی بھی لڑائی کے موڈ میں نہیں ہوں۔" اس نے بچے کو گود میں اُٹھانا چاہا۔

"اس سے پہلے کیا میں موڈ میں ہوتی تھی......؟" وہ اکڑ گئی پر فسوں آنکھوں میں چنگاریاں تھیں جو باہر نکل
رہی تھیں۔

"میرے خیال میں ابھی بھی تمہارا دماغ درست نہیں ہوا ہے۔ کچھ دن صبر کر لو۔ آزاد ہو گی تم جو دل چاہے
اس کے بارے میں سوچنا بھی نہیں۔" اس نے بچے کو اُٹھا کر پیار کیا۔

"میں ایسا کرنے نہیں دوں گی۔" وہ تیزی سے اُٹھی تو چیخ ہی پڑی۔

"آں......" نائل فوراً لپک کر قریب آیا۔

"کیا پاگل پن ہے آرام سے لیٹو تم۔" اس نے بچے کو واپس اس کے پہلو میں لٹایا مبادا وہ مشتعل نہ ہو جائے

"مت ہاتھ لگائیں مجھے، ہٹ جائیں یہاں سے۔" اس نے نائل کے ہاتھ جھٹکے بال بکھر کر چہرے پر جھو
لگے اور خوب رو دی۔

"نائل...... ! جاتے ہوئے یہ سب لے جانا۔" امی بولتی ہوئی اندر آئیں تو اسے روتا ہوا پایا۔ اب ان کی کڑی
خشمگیں نگاہیں نائل پر تھیں جو شرمندہ کھڑا تھا۔

"نائل......! باز نہ آنا۔ تم اس کی دلجوئی کرو اُلٹا رُلا دیا۔"

"میں تو......" اس سے صفائی میں بھی کچھ نہ بولا گیا۔

"امی......! یہ مجھ سے میرے بیٹے کو چھیننے کی باتیں کر رہے ہیں۔" وہ روتے ہوئے بولی۔

"نائل......! نکل جاؤ یہاں سے۔ اس قابل ہی نہیں ہو کہ تم سے پیار کی زبان میں بھی بات کی جائے۔ نکل
یہاں سے۔"

انہوں نے نائل کو جانے کا حکم دیا تو وہ تیزی سے نکل گیا انہوں نے شہرینہ کو بڑی مشکل سے چپ کرایا۔

شہرینہ چار دن ہاسپٹل رہنے کے بعد ڈسچارج ہو کر گھر آ گئی تھی۔ اب ایک ننھے وجود کی آوازیں گھر میں گونج
تھیں۔ بچے کا نام بھی امی نے خود رکھا، ارسل۔ آمنہ اور ابرار مسلسل اسے دیکھنے آتے رہتے تھے۔ طائشہ بھی چکر لگا لیتی

● ● ●

"تم اُداس کیوں بیٹھی ہو......؟" تو قیر نثار نے اپنی لاڈلی بیٹی کو دیکھا جو منہ پھلائے اپنے بیڈ پر دراز تھی۔

"آپ کو اس سے کیا میں اُداس بیٹھوں۔" جویریہ نے منہ بنایا۔

"ارے ارے......! ہماری بیٹی لگتا ہے ہم سے سخت خفا ہے۔" وہ تو ساتھ ہی گھبرا گئے اور اسے اپنے شانے سے
لگا لیا۔

"ڈیڈی......! ہم اتنے بڑے گھر میں رہتے ہیں۔ لیکن ہم صرف دو پرسن، بارہ، چودہ ملازم۔ ڈیڈی......! اکیلے
میں دل نہیں لگتا۔" اس نے ان سے شکوہ کیا۔

"تم پڑھائی بھی شروع نہیں کرنا چاہتی ہو، اکیلے گھر میں تمہارا دل نہیں لگتا۔ اب بتاؤ کہ تم کیا کرو گی......؟" وہ
بھی گہری سوچ میں ڈوب گئے۔

"ڈیڈی......! مس آمنہ کا گھر بھرا پڑا ہے۔ سب ایک ساتھ رہتے ہیں۔ کاش میں بھی اسی گھر کی فرد ہوتی۔"
جویریہ کے لہجے میں ایک حسرت تھی۔ تو قیر نثار نے بیٹی کو چونک کر دیکھا جو آج خاصی افسردہ سی لگی۔ چہرے پر بھی ایک
مایوسی پنہاں تھی۔

"تم ایسا کیوں نہیں کرتی ہو کہ اپنی پھوپھو کے پاس لندن جاؤ۔" انہیں یہی مناسب لگا۔

"پھوپھو کے جا کر کیا کروں گی وہاں بھی کب دل لگتا ہے۔ پھوپھو خود جاب کرتی ہیں پھر سونی اور افشاں مجھ سے
کتنی چھوٹی ہیں ان سے بات کرنے میں مزہ نہیں آتا۔"

"پھر بھی کچھ دن رہ آؤ، بیماری کے بعد سے تم کہیں باہر بھی نہیں گئی ہو۔" وہ چاہتے تھے کسی طرح بھی جویریہ کا دل
تو بہلے۔

"میرا دل نہیں کرتا۔"

"ویسے ہمارے بیٹے کا کیا دل کر رہا ہے چلو ڈیڈی کو بتاؤ۔" وہ اس کے دونوں ہاتھ تھام کر پوچھنے لگے۔

"میرا......میرا دل چاہ رہا ہے کہ کچھ دیر مس آمنہ سے مل آؤں۔" وہ سر جھکا کر ذرا آہستہ آہستہ بولی۔

"اصل بات یہ تھی چلو آج ہم خود لے کر چلیں گے۔"

"کیا واقعی ڈیڈی......!" اسے تو یقین نہ آیا۔

"ہاں فوراً تیار ہو چلتے ہیں آخر میں بھی تو دیکھوں ایسا ہوا کیا ہے کہ میری بیٹی بس ہر وقت وہاں جانے کے لئے
بے تاب رہتی ہے۔" وہ اسے شرارت سے دیکھنے لگے تو جویریہ جھینپ گئی۔

جلدی سے وہ تیار ہوئی بلیو جینز کی پینٹ اور بلیو ہی شرٹ پہنی تھی بالوں کو کیچر میں قید کیا اور سینڈل پہن کر باہر
آ گئی۔ تو قیر نثار بھی تیار ہی لاؤنج میں بیٹھے تھے۔

"سلمٰی رات کا کھانا ہم باہر کھائیں گے تم کام ختم کر کے خوشحال بابا کو بتا کر چلی جانا۔" تو قیر نثار نے ساتھ ہی
جاتے ہوئے ہدایات دیں وہ تو کام کم ہونے پر خوش ہو گئی۔

جویریہ آج کافی عرصے بعد اپنے ڈیڈی کے ساتھ باہر جا رہی تھی وہ انہیں راستہ بتاتی جا رہی تھی اتنے میں وسیع و
عریض بنگلے کے آگے انہوں نے گاڑی روک دی۔

جویریہ اُتر کر واچ مین کے پاس آئی گیٹ کھلوایا اور پھر اتنے میں وہ دونوں اندر تھے۔ تو قیر نثار کافی جھجک رہے
تھے کیونکہ وہ تو تجسس کے مارے آئے تھے آخر ان کی بیٹی کا دل اتنا کیوں لگتا ہے۔

"ارے آپ......!" بلال لان میں انس کے ساتھ کھیل رہا تھا جب اس کی نگاہ پڑی۔

"مس آمنہ ہیں......؟" جویریہ نے اسے دیکھ کر کڑوا سا منہ بنایا کیونکہ بلال کی آنکھیں اسے دیکھ کر
تھیں۔

"سب ہی ہیں ارے انکل آپ......! السلام علیکم......!" بلال نے جھٹ انہیں سلام کیا۔ دونوں نے
پھر وہ دونوں کو لے کر اندر آ گیا۔ ڈرائنگ روم میں بٹھا دیا۔

"آمنہ چچی آپ کی اسٹوڈنٹ جویریہ آئی ہے۔" بلال نے کچن میں آ کر انہیں اطلاع دی۔

"بڑے دن بعد آئی ہے۔"

"اس کے ڈیڈی بھی آئے ہیں۔" بلال نے ساتھ ہی اطلاع بھی دی۔

"پھر ٹھیک ہے تم بیٹھو جا کر بلکہ ایسا کرو اپنے چچا جان کو بھی کہو وہ بھی بیٹھیں میں آتی ہوں۔" وہ عمر
سینڈوچ بنا رہی تھیں جو ان سے فرمائش کر کے گیا تھا۔

بلال تیزی سے اندر چلا گیا۔ ابرار احمد بھی آ کر بیٹھ گئے۔ آمنہ لوازمات سے پر ٹرالی تیار کر کے ڈرائنگ
لے آئیں تھیں۔

"میری بیٹی تو بس آپ کی ہی مالا جپتی رہتی ہے۔" توقیر نثار بولے۔

"آپ کی بیٹی ہے ہی اتنی پیاری۔" آمنہ نے جویریہ پر شفقت سے پر نگاہ ڈالی۔ وہ سب کو لوازمات سر
تھیں۔

"جویریہ بیٹا......! آپ پڑھائی شروع کر دو ناں۔"

"مس......! آپ اگر ہوتیں تو پڑھائی کرتی۔"

"ارے مس نہیں ہیں تو کیا ہوا......؟ جب بھی ہیلپ لینی ہو آپ ادھر آ جایا کریں۔" آمنہ کے بجائے بلال
جواب دیا۔ آمنہ اسے بڑی جانچتی اور تفتیشی نگاہوں سے دیکھنے لگیں۔

"جویریہ بیٹا......! بلال کا آئیڈیا برا نہیں ہے۔" ابرار احمد بھی گویا ہوئے۔

"انکل......! میرا پڑھنے کو ہی دل نہیں چاہتا۔" وہ افسردگی سے بولی۔

"چچا جان......! یہ بالکل صدف کی طرح ہے اس کا بھی پڑھنے کو دل نہیں چاہتا۔" بلال نے جویریہ کو بڑی
نگاہوں سے دیکھا۔

"بہن......! آپ ہی سمجھایئے شاید آپ کی مان جائے۔ میں لندن بھیج رہا ہوں اس پر اعتراض ہے۔" تو
جویریہ کی طرف سے کافی پریشان تھے۔

"اس کا ایک حل ہے میں بتاؤں گی جویریہ کو۔" اب انہوں نے ذرا معنی خیزی سے جویریہ کو دیکھا جو چپ
تھی کیونکہ بلال کی دلچسپ نگاہیں جو اس کا احاطہ کئے ہوئے تھیں آمنہ بلال کو اچھی طرح بھانپ گئی تھیں۔ وہ
ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہے کہ اسی دوران زینب، انعام احمد اور اپنی دونوں بڑی بیٹیوں سمیت آ گئے۔ توقیر نثار
پھر اجازت چاہی مگر آمنہ نے جویریہ کو روک لیا کیونکہ اس کا جانے کو دل نہیں چاہ رہا تھا۔

"شہرینہ کو دیکھتے ہوئے ہم ادھر ہی آئے ہیں۔" زینب بولیں۔

"آنٹی......! شہرینہ کا بیٹا تو بہت ہی پیارا ہے۔" نیلم نے خوش دلی سے تعریف کی کیونکہ وہ خود اس سے
ملی تھی۔

"ابرار انکل کی بیٹی بھی تو شاندار ہے بالکل فارن لگتی ہے۔" بشریٰ نے تائید چاہی۔

"یہ تو آپ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں بشریٰ باجی......!" بلال نے اتفاق کیا۔

"مگر جب وہ اردو بولتی ہیں تو حیرانگی ہوتی ہے۔"

"ظاہر ہے مشرقی مرد سے میری بیٹی کی شادی ہوئی ہے اردو تو آئے گی۔" ابرار احمد بلال کے جواب میں
لے۔

"ویسے انکل......! شہرینہ سے اپنا بیٹا بالکل نہیں سنبھل رہا تھا۔"

"ابھی دن ہی کتنے ہوئے ہیں۔ بمشکل پندرہ دن اب پڑتے پڑتے عادت پڑے گی۔" زینب نے نیلم کی بات
کہا۔

کچھ دیر اور شہرینہ اور نائل سے متعلق باتیں ہوئیں پھر زینب اور انعام احمد اصل موقف پر آئے کیونکہ وہ آج
زاز کا پروپوزل لے کر آئے تھے گھر میں تمام ہی بڑے موجود تھے اس لئے متفقہ فیصلے سے ہی یہ پرپوزل قبول کیا
یا۔

"مگر انعام یہ تو بہت مشکل ہے۔" نصیر احمد گہری سوچ میں پڑ گئے۔

"ارے نصیر بھائی......! آج کے دور میں کچھ مشکل نہیں۔ پھر بشریٰ اور نیلم کے اگلے ہفتے فلائٹ ہے۔ ہم
اہتے ہیں یہ کام جلد ہو جائے۔" انعام احمد انہیں بتانے لگے۔

"مگر ایک ہفتے میں شادی...... انعام وہ بھی لڑکی...... بہت مشکل ہے۔" بڑی تائی امی بولیں۔

"اوہ......! آپ نے بھی انہیں مشکل میں ڈال دیا۔ آنٹی ایسا کریں منگنی کر دیں اب تو ٹھیک ہے۔" نیلم نے اب
ن کا پریشان چہرہ دیکھا تو بولی۔

"ہاں یہ ہو سکتا ہے۔" صدف کی امی فوراً خوش ہو گئیں۔

"چلئے تو پھر منہ تو میٹھا کرا دیں اور ہم صدف کا بھی کروائیں گے۔" بشریٰ کو جلدی تھی انوار احمد نے بلال سے
ٹھائی لانے کو کہا کیونکہ اتنی خوشی کی خبر پا کر تو اب مٹھائی ضروری تھی۔

ادھر صدف نے سنا تو دل دھک دھک کرا تھا کیونکہ کافی عرصے سے اعزاز سے کوئی بات ہی نہ ہوئی کہ پتہ چلتا
کہ اس کے گھر والوں کا کیا ارادہ ہے۔

"تم ادھر بیٹھی ہو، سب وہاں بلا رہے ہیں۔" فارحہ اس کے کمرے میں اسے بلانے آئی جو مارے حیا کے چھپی
بیٹھی تھی۔

"فارحہ بھابی......! اتنی جلدی یہ سب......" اس کی آواز بھی حیرانگی سے گنگ تھی۔

"قسمت میں جو لکھا ہوتا ہے اتنی جلدی ولدی کچھ نظر نہیں آتا۔ آؤ چلو سب بلا رہے ہیں۔" اس نے صدف کا
تھ پکڑ کر اٹھایا۔

"مجھ سے چلا بھی نہیں جائے گا سب موجود ہیں وہاں۔" صدف کے ہاتھ پیروں سے پسینے چھوٹ رہے تھے۔

"اعزاز نہیں ہے تو تم اتنا گھبرا رہی ہو۔"

کچھ ہی دیر میں نیلم اور بشریٰ وہیں چلی آئیں اب صدف اپنے بیڈ کے کونے پر ہی ٹک گئی۔

"لگتا ہے بھابی صاحبہ کو شرم بہت آتی ہے۔" نیلم نے اس کا چہرہ اوپر کیا کیونکہ صدف اسے بھی پسند آئی تھی۔
لڑکی ہی موٹی سی بالکل اسے اعزاز کے لئے اچھی لگی۔

"ایک سال بعد تو شادی ہی ہو جانی ہے تمہاری، ابھی کہہ کر جا رہی ہوں ہمارا آنا تو اتنی جلدی مشکل ہوگا۔ میں

نے اعزاز سے کہہ دیا شادی کے فوراً بعد ہنی مون منانے وہیں آجائے۔" بشریٰ نے اس کی کلائی میں ایک بریسلیٹ پہنا دیا وہ اور ہی جھینپ گئی۔

"افسوس تو ہمیں ہوگا کہ بھائی کی شادی اٹینڈ نہ کرسکیں گے۔"

"ایسا کریں آپ کہ جب آپ لوگوں کا آنا ہوگا، جب شادی کی ڈیٹ رکھ لیجیے گا۔" طائشہ بھی وہیں آگئی تھی۔

"تین سال کا عرصہ لگے گا اور ہم اپنے بھائی پر یہ ظلم نہیں کرسکتے۔ کم از کم جب ہم وہاں سے آئیں گے تو چنو منو ہی جائے گا۔" نیلم نے شرارت سے کہا تو صدف تو شرم کے مارے سر نہ اُٹھا پائی۔

زینب بھی وہیں آگئیں اور بڑی تائی اور چھوٹی اور آمنہ بھی آگئیں۔ زینب نے بھی ایک سونے کا کڑا پہنایا۔ نصیر احمد نے منگنی کا منع کا دیا تھا کہ بس بڑوں میں بات ہوگئی ضروری نہیں کہ رسم وغیرہ کی جائے مگر نیلم نہیں مانی تھی۔

"فارحہ ان سب کو دیکھ کر باہر آگئی کیونکہ نکاح کو تین سال کا عرصہ ہونے والا تھا اور ابھی تک اس کی رخصتی میں پڑی تھی۔ یاسر نے اس سے بات تو دور کی بات، دیکھنا تک چھوڑ دیا تھا۔ بے اختیار آنکھوں میں آنسو آ... جلدی جلدی کوریڈور میں کھڑی صاف کررہی تھی مگر طائشہ کی نگاہ پھر بھی پڑ گئی۔

●●●

بشریٰ اور نیلم ایک ہفتے ہی میں چلی گئیں۔ دونوں خوب روتی دھوتی رُخصت ہوئی تھیں۔ ساتھ ہی ا... ہدایتیں دے کر رُخصت ہوئی تھیں کہ شادی کی موی ضرور بھجوا دینا تا کہ ہم شادی ہی دیکھ لیں گے۔

"امی......! میں ذرا نائل کی طرف جارہا ہوں۔" اعزاز آستین کے بٹن بند کرتا کمرے سے باہر آیا۔

"جلدی آجانا۔" انہوں نے ساتھ ہی سرزنش کی۔

"اوکے......!" وہ سر کو خم دے کر سعادت مندی سے گویا ہوا۔

"امی......! یہ نائل بھائی کے بہانے اپنی ان کا دیدار کرنے جارہے ہیں۔" فراز لاؤنج میں بیٹھا اپنے کورس کی کتابیں پڑھ رہا تھا کہ اس نے اعزاز کی تیاری کو بڑی تنقیدی نگاہوں سے دیکھا۔

"بکو مت فضول۔" اس نے فراز کے چپت لگائی۔

"مجھے تو لگ رہا ہے محترمہ وہاں ہوں گی جب ہی اتنی تیاریوں کے ساتھ جارہے ہیں۔"

"تمہیں بڑی خبریں رہتی ہیں۔" اعزاز نے اب اسے گھورا۔

"فراز......! لحاظ کرلیا کرو بڑا بھائی ہے۔ کیا ہر وقت اس کی ٹوہ میں لگے رہتے ہو۔" زینب نے بھی اب ڈانٹا۔

"میں تو قیاس آرائی کررہا تھا۔"

"اعزاز......! تم جاؤ اور جلدی آنے کی کوشش کرنا۔"

"اپنی قیاس آرائیاں ناں اپنے پاس رکھا کرو۔" اعزاز اس کے سر پر چپت لگاتا ہوا باہر نکل گیا۔ اب تو جب سے صدف اس کے نام ہوئی تھی ہر وقت خوش کن خیالوں میں رہتا۔ کتنا عرصہ ہوگیا تھا اسے دیکھے ہوئے۔ اب تو ادھر بھی جاتے ہوئے جھجک آتی کیونکہ عمر اور بلال اتنا چھیڑتے کہ اسے کھسک جانے میں عافیت لگتی۔

"ابھی وہ اندر ہی آیا تھا کہ زوردار بچے کے رونے کی آواز آئی۔ اطراف میں دیکھا کوئی نہیں تھا۔

"ہیلو ہیلو......!" اعزاز نے دروازہ بجایا۔

"کون......؟" نائل کچن سے برآمد ہوا۔

"اوہ......! تم ہو......؟"

"یہ آخر اتنے رونے کی آوازیں، کیا جڑواں بچے ہیں......؟" اعزاز نے چھیڑا۔

"نہیں یار......! شہرینہ سلانے کی کوشش کررہی ہے۔"

"ایسے اتنی زور سے مار مار کر سلاتے ہو تم دونوں بچے کو۔" وہ دھڑ سے صوفے پر بیٹھا ساتھ ہی اطراف کا جائزہ لیا۔

"میں ابھی آیا، تم بیٹھو۔" وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھا۔ اندر آیا تو دیکھا شہرینہ ادھر سے اُدھر ٹہلا ٹہلا کر چپ کرا رہی تھی۔

"کیا کررہی ہو تم جو مسلسل رو رہا ہے......؟" نائل نے دو ماہ کے ارسل کو اس کی گود سے لیا جو رو رو کر ادھ موا ہو چکا تھا۔

"چپ کرا رہی ہوں اور کیا کررہی ہوں......؟" وہ خاصی اُکتائی ہوئی تھی۔

ارسل فوراً نائل کی گود میں آتے ہی چپ ہوگیا۔ شہرینہ کو حیرانگی بھی ہوئی اس نے بغور اب ارسل کو دیکھا۔

"ہیں......! یہ آپ کے پاس کیسے چپ ہوگیا......؟"

"یہ جو گلے میں بڑا لاکٹ ہے اسے سائیڈ پر کرو، وہ اس کے چبھ رہا تھا۔" اس نے شہرینہ کے گلے میں بڑے سے لاکٹ کو سائیڈ پر کیا۔

"اُف میری تو کمر میں پین ہونے لگا۔" وہ اب لیٹنے کا قصد کرنے لگی۔

"فوراً باہر آؤ، چائے بناؤ، اعزاز آیا ہے۔" وہ ارسل کو گود میں لے کر جانے لگا۔

"وہ امی سے کہہ دیں۔" اس نے تھکن ظاہر کی۔

"سنو......! امی تمہاری نوکر نہیں ہیں۔"

"اور میں آپ کی نہیں ہوں۔" پھر چھڑ گئی دونوں میں، نائل نے دانت پیسے۔

"اس وقت میرا موڈ خراب نہ کرو، فوراً آؤ۔" اس نے تحکم بھرے لہجے میں کا تو مرتی کیا نہ کرتی کے مصداق پیر پٹختی باہر آئی۔

اعزاز نے جھٹ اسے سلام جھاڑ جو جواب دیئے بغیر کچن میں گھس گئی۔

"خیریت تو ہے......؟ کہیں میں نے تم دونوں کو ڈسٹرب تو نہیں کردیا......؟" وہ آہستگی سے بولا۔

"ایسی بات نہیں ہے۔ تم سناؤ منگنی کے بعد بڑے خوش نظر آنے لگے ہو۔" نائل ارسل کو گود میں لئے بیٹھا تھا جو اب اعزاز کو بھی دیکھ رہا تھا۔

"ظاہر ہے، خوشی کی بات ہی ہے۔" وہ اترایا۔

"برادر......! شادی ہوجانے دو پتہ چلے گا تمہیں آٹے دال کا بھاؤ۔"

"اس کا پتہ مجھے ابھی بھی ہے۔" اعزاز نے بات ہنس کر اڑائی۔

"یہ بتاؤ دیدار ہوا محترمہ کا......؟"

"یار......! دل تو بڑا چاہ رہا ہے ایک بار تو ہوجائے مگر کیا کروں......؟" بڑی حسرت سے بولا۔

"شہرینہ......! شہرینہ......! دیکھو ہم آگئے۔" صدف کی زوردار آواز آگئی۔

"اوہ......! آ گئی تیری والی۔" نائل نے ٹہوکا مارا۔

"بجو......! بجو......!" عمر بھی پکارتا آیا۔ سب ہی اندر آ چکے تھے۔ اعزاز کی نگاہ تو پنک کپڑوں میں ملبوس رہ پر تھی جواب طائشہ کے پیچھے چھپ چکی تھی۔

"اوہو......! تو آپ بھی آئے ہیں......؟" بلال نے معنی خیزی سے آنکھیں گھمائیں۔

"کیونکہ اسے الہام ہوا تھا تم سب بھی آنے والے ہو۔" نائل نے اب اعزاز کے ہاتھ مار کر کہا۔ اتنے جہاں آراء بھی آ گئیں۔ ان کو سب نے سلام کیا، نوجوان پارٹی پوری آئی تھی سوائے یاسر کے، جواب گھر میں ہی تھا۔

"لاؤ اسے تو دکھاؤ مجھے۔" طائشہ نے جھٹ بھتیجے کو نائل کی گود سے لے لیا۔

صدف سیدھی کچن میں بھاگ لی کیونکہ اعزاز کی شوخ نظروں کے حصار اسے کہیں چھپنے ہی نہیں دے رہا تھا۔

"نائل......! کب بھیج رہے ہو شہرینہ کو رہنے......؟ دو ماہ کا ہو گیا ہے اب تو ارسل بھی۔"

"آپی......! اس سے سنبھالا تو جا نہیں رہا اگر کچھ الٹا سیدھا کر دیا تو مجھے ہی پریشانی ہو گی۔"

"نائل......! تمہارا دماغ تو درست ہے۔ شہرینہ ماں ہے اس کی، بہتر طور پر اسے سنبھال سکتی ہے۔" طائشہ کا یہ عذر پسند نہ آیا۔

"میری تو مانتا ہی نہیں ہے، تم ہی سمجھاؤ۔" جہاں آراء بھی نالاں تھیں۔ اتنے میں شہرینہ سب کے لئے ہی چا بنا کر لائی، عجیب بکھرا ہوا حلیہ ہو رہا تھا جیسے برسوں سے کپڑے نہیں بدلے۔

"شہرینہ......! کیا حلیہ بنایا ہوا ہے تم نے......؟" طائشہ نے اس کا جائزہ لینے کے بعد کہا۔

"بھابی......! یہ مجھے کچھ کرنے ہی نہیں دیتا ہے۔" وہ منہ بسورنے لگی۔

"بے وقوف......! اپنا حلیہ تو درست کر لیا کرو۔" صدف نے بھی فہمائشی نگاہوں سے جائزہ لیا۔

"ہاں......! تم سے پوچھوں گی بعد میں کیسے درست رکھتی ہو۔" شہرینہ چڑ گئی۔

جبکہ نائل نے کھانسنا شروع کر دیا کیونکہ اعزاز کو خود ہنسی آئی تھی۔ صدف نے جب سب کو ہنستے دیکھا تو وہ ٹر میں سے چیچ اٹھا کر اعزاز کو مار کر بھاگ لی۔

"یار......! نشانہ پرفیکٹ تھا۔" نائل نے زوردار قہقہہ لگایا۔

"اعزاز بھائی......! آپ کی خیر نہیں۔" عمر نے شرارت سے آنکھیں گھمائیں۔

وہ سب ہنسی مذاق کرتے رہے۔ صدف اندر بیٹھی رہی۔ اعزاز کی وجہ سے جو مسلسل اسے دیکھے ہی جا رہا تھا۔ تو احساسات ہی بدل گئے تھے۔ وہ ہنس دی۔

• • •

"دیکھو فون مت بند کرنا۔" دوسری طرف اعزاز تھا اور وہ کان سے ریسیور لگائے ساکت کھڑی تھی کیونکہ رات کے بارہ بجے اس نے فون کیا تھا۔ کوئی کوریڈور میں نہ تھا، اُٹھانا صدف کو ہی پڑا۔

"اتنی دیر سے آپ کر رہے تھے فون......؟" ایک نشاط آگیں چیخ لبوں پر آتے آتے رُک گئی۔

"یار......! اور کیا، پتہ نہیں کون کون ریسیو کر رہا تھا۔" اعزاز نے ہنس کر کہا۔

"اگر ابھی کوئی سی ایل آئی چیک کر لیتا۔"

"کر لیتا، مجھے کوئی مسئلہ نہیں، فوراً تمہارا ہی نام لیتا۔" وہ شوخ ہوا۔

"اچھا میرا نام لیتے تا کہ پھر مجھے تنقیدی نگاہوں سے دیکھتے۔" صدف اب وہاں رکھی چیئر پر بیٹھ گئی۔

"اب تو میری نگاہوں سے تمہیں دیکھے۔ اچھا یاد آیا کل تم نائل کے گھر مجھ سے اتنا چھپ کیوں رہی تھیں......؟ کتنا بے تاب تھا میں تمہیں دیکھنے کے لئے اور فوراً مجھ سے بچنا شروع کر دیا۔"

"آپ بھی تو لحاظ نہیں کر رہے تھے۔ میرا ریکارڈ کتنا لگایا تھا، آپ کی وجہ سے سب سمجھ رہے تھے کہ میں نے فون کر کے شاید آپ کو بلا لیا تھا۔"

"یار......! تم نے تو کبھی مجھے فون ہی نہیں کیا۔ کر سکتی ہو تو کر لیا کرو۔" وہ اسے کہتا تھا مگر وہ نہ کرتی تھی۔

"مجھے اچھا نہیں لگتا۔" اس نے شرمگیں لہجے میں آہستگی سے کہا۔

"بس یہ بتا دو میں تو اچھا لگتا ہوں ناں......؟" اعزاز ذرا ترنگ میں آ گیا۔

"صرف یہ پوچھنے کے لئے آپ نے فون کیا ہے......؟" وہ اس کی اتنی لگاوٹ سے بولنے پر جھینپ گئی۔

"اس لئے تو نہیں بس تمہاری آواز کو ترس گیا تھا، پھر تم سے بات بھی تو کتنے عرصے سے نہیں ہوئی۔" وہ لگتا تھا فارغ ہی ہے جب ہی بڑے آرام سے گفتگو کر رہا تھا۔

"دیکھئے اس وقت اتنی رات گئے اچھا نہیں لگ رہا۔ اگر کوئی آ گیا تو بس۔" اب صدف نے اطراف میں نگاہ دوڑائی کیونکہ آہٹ قریب سے سنائی دے رہی تھی۔

"مجھے لگتا ہے کوئی آ رہا ہے۔"

"دیکھو صدف......! تم فون نہیں رکھو گی۔"

"پلیز آپ سمجھئے ناں سرمد بھائی......!" اس نے ریسیور پٹخ دیا۔

"سرمد کچن میں جاتے نظر آئے جب اس پر نگاہ پڑی تو چلے آئے کیونکہ صدف اب ذرا پریشان سی بیٹھی تھی کہ کہیں اعزاز ناراض نہ ہو گئے ہوں۔

"صدف......! کیا بات ہے تم ادھر کیوں بیٹھی ہو......؟" انداز ان کا خاصا مشکوک تھا۔

"وہ کچھ نہیں، شہرینہ کو فون کرنے آئی تھی مگر اس کا لگتا ہے فون انگیج ہے۔" وہ تو شپٹا ہی گئی۔

"دماغ تو درست ہے بارہ بجے اسے فون کرو گی......؟" انہوں نے اسے ٹوکا۔

"وہ اب نہیں کر رہی۔" وہ تیزی سے کمرے میں چلی گئی کیونکہ وہ سرمد کے اتنے پراسرار انداز سے ڈر گئی تھی مگر اپنے کمرے میں ٹہلے جا رہی تھی تا کہ سرمد کے جانے کے بعد فون کرے کہیں اعزاز ناراض نہ ہو گئے ہوں پھر وہ بات ہی نہ کرے۔ وہ باہر نکل کر آئی کچن کی لائٹ آف تھی۔ وہ جا چکے تھے، جلدی سے اس نے فون ملایا۔

"پتہ تھا تم کرو گی ضرور۔" دوسری جانب اعزاز منتظر بیٹھا تھا۔

"آپ ناراض تو نہیں ہیں، میں نے فون رکھ دیا تھا......؟" صدف نے رُک رُک کر پوچھا۔

"نہیں، بالکل نہیں۔ کیونکہ غرض میری ہے تمہاری نہیں۔" وہ کھنکتے لہجے میں گویا ہوا۔

"صدف......! یہ بتاؤ کہ جب سے تم مجھ سے منسوب ہوئی ہو یہ بتاؤ تمہاری کیا فیلنگ ہیں......؟"

"آپ یہ کیا پوچھ رہے ہیں......؟" صبیح چہرے پر فوراً گل رنگ بکھر گیا۔

"یار......! نائل نے کہا تھا کہ میں یہ سوال تم سے ضرور پوچھوں۔" ذرا کھسیایا۔

"ان سے آپ یہ کسی دن پوچھ لیجئے گا کہ آپ جب سے ایک عدد بچے کے والد محترم بنے ہیں ان کی کیا فیلنگ ہیں......؟" صدف نے جھٹ بے تکا سوال کر ڈالا۔

"وہ پھر مجھ سے یہ سوال نہیں پوچھے گا۔"

"آپ دونوں کس قسم کی باتیں کرتے رہتے ہیں......؟" اب وہ ذرا تیز لہجے میں اعتراض کرنے لگی۔

"میں نہیں وہ مجھے ٹپس بتاتا رہتا ہے۔" اعزاز نے بھی اسی کے انداز میں جواب دیا۔

"آپ بھی کبھی انہیں ٹپس دے دیا کریں کہ بس کریں شہرینہ پر تشدد ابھی تک وہ گھر نہیں آئی ہے۔"

"صدف......! یاد ہے میں نے اور تم نے کیا کہا تھا ان دونوں میں صلح ہم دونوں کرائیں گے۔" اعزاز کو [illegible] لار جس ریسٹورنٹ میں کی گئی باتیں یاد دلائیں۔

"ایک بات کہوں مشکل ہے جو شہرینہ کے دماغ میں آئے۔ میں نہیں کر سکتی یہ سب اگر آپ میں ہمت [illegible] آپ ہی کریں۔ اپنے دوست نائل حسن کی برین واشنگ۔" صدف کو خود جھنجلاہٹ ہو گئی تھی کیونکہ دونوں ہی [illegible] ہوئے ہیں۔

"صدف......! تم یہ غلط کر رہی ہو۔ ہم دونوں مل کر ہی کر سکتے ہیں۔" وہ صدف کے ایک دم جواب [illegible] بولا۔

"ابھی ہماری منگنی ہوئی ہے، ایسے مشکل ہے۔" بے ساختگی سے کہہ گئی۔

"اچھا سمجھا تمہارا مقصد ہے کہ شادی کے بعد چاہتی ہو کہ ہم دونوں مل کر کریں ان دونوں کی برین واشنگ" اس نے اب صدف کو معنی خیزی سے چھیڑا۔

"جی میرا یہ مقصد نہیں ہے۔" وہ تو خجل ہو گئی، شرم ڈھیروں غالب آ گئی۔

"نہیں......! میں تمہارا مقصد سمجھ گیا ہوں یار......! ابھی ذرا تمہیں انتظار کرنا پڑے گا کیونکہ کچھ تیاریاں بھی [illegible] ہیں۔"

"ٹھیک ہے کریئے آپ تیاریاں خدا حافظ......!" صدف سے اس سے آگے نہ سنا گیا تو ریسیور رکھ دیا۔ دل دھک دھک کر اٹھا تھا، کانوں کی لوؤں تک سرخ ہو گئی۔ اسے سوچ کر ہی گھبراہٹ ہوئی۔ لمبے لمبے سانس [illegible] رہی تھی کہ پھر فون آیا۔ اس بار اس نے بیل کی آواز آہستہ کر دی تا کہ کوئی اٹھا ہی نہ سکے جب سے اعزاز سے منسوب ہوئی تھی وہ تو گھبراہٹ کے مارے اعزاز کے بارے میں سوچ نہ پاتی کیونکہ وہ بہت ہی شرارتی ہو گیا تھا اس کے معنی خیز جملے تو اور اسے رات بھر سونے نہ دیتے۔

• • •

اسے اپنی زندگی پھیکی اور بے رنگ لگتی تھی کچھ بھی تو اچھا نہ لگتا تھا اگر محبوب روٹھا ہوا اور محبوب اگر ہو مجازی خدا وہ ناراض ہو تو پھر تو دُنیا کی رنگینیوں میں بھی دل نہیں لگتا۔ ہر جگہ سے ویرانگی لگتی، دل کی دُنیا اُجڑی گئی، راتوں کو نیند نہ آتا، دن کو سکون نہ ملتا کیونکہ جب تک وہ مجازی خدا محبوب راضی نہ ہو تو بے کل ہی رہتا دل۔

وہ لان میں بیٹھی تھی اور اسی جگہ پر بیٹھی تھی جہاں اکثر یاسر اور وہ ساتھ ہوتے تھے۔ نگاہ فارحہ کی آسمان [illegible] چمکتے چودھویں کے چاند پر تھی جو آب و تاب سے چمک رہا تھا لیکن پتہ نہیں کیوں اسے بھی وہ اُداس ہی لگا۔ اپنی [illegible] اندھیرے حصے میں بیٹھی تھی جہاں کسی کی نظر شاذ و نادر ہی پڑتی تھی۔ دھانی دوپٹہ آدھا اس پر اور آدھا گھاس پر [illegible] یاسر بھی ادھر ہی بیٹھنے آ رہا تھا۔ جب نگاہ پڑی فارحہ پر وہ رک کر کھڑا ہو گیا۔ فارحہ کو آہٹ ہوئی تو جھٹ چونک کر [illegible] نگاہ جہاں تھی وہاں رہ گئی کیونکہ وہ وائٹ کرتے شلوار میں سینے پر بازو لپیٹے کھڑا تھا وہ محو ہو گئی۔

یاسر خفگی سے مڑنے لگا۔

"سنیے یاسر......!" فارحہ نے پہلی بار اسے نام لے کر مخاطب کیا۔ اس کے بڑھتے قدم رُک گئے۔

"پلیز میری بات سنیے......!" لہجہ پست اور مدافعانہ تھا۔

"فارحہ......! اب کچھ باقی نہیں بچا کہ کچھ سنا جائے۔" انداز تلخ اور رکھائی والا تھا۔

"مگر کچھ باتیں ہوتی ہیں جو سننا ضروری ہوتی ہیں کیا پتہ اس میں ہی آپ کا جواب ہو۔"

"جواب تو تم بہت پہلے دے چکی ہو جب تم نے شہرینہ کی طرفداری کی تھی۔"

"میں نے اس کی طرفداری نہیں کی تھی۔" وہ تڑپ کر اس کے سامنے آ گئی۔ یاسر نے مرجھائی ہوئی فارحہ کو چاند کی دودھیا روشنی میں دیکھا۔

"تم لڑکیاں صرف مردوں کو دوش دیتی ہو اپنے اُوپر کبھی نظر ثانی نہیں کرتی ہو۔"

"یاسر......! آپ کیوں شہرینہ کی وجہ سے اپنی اور میری زندگی برباد کرتے ہیں......؟ کیوں ہم اس کی وجہ سے اپنا نقصان کریں......؟" اس کی آنکھوں میں نمی در آئی۔

"نقصان تو اب ہو چکا فارحہ......! اور بہت بڑا، کیونکہ یہ نقصان ہمارے بزرگوں نے کیا ہے تمہیں اور مجھے ایک دوسرے سے باندھ کر۔" اس نے دانت پیسے۔

"آپ سے پوچھ کر یہ رشتہ جوڑا تھا، زبردستی نہیں کی تھی۔" وہ تلخ ہو گئی۔

"ٹھیک ہے پھر توڑوں گا بھی میں اپنی مرضی سے۔" وہ نہ چاہتے ہوئے بھی بول گیا۔

"جی......جی......؟" فارحہ تو حیرانگی سے گنگ رہ گئی کیونکہ یاسر نے اتنی بڑی بات کتنی آسانی سے کہہ دی۔

"ہاں......! کیونکہ سب بہت ضروری ہے اپنے ساتھ تمہارے ساتھ بھی یہ ظلم نہیں ہوتے دیکھ سکتا۔ میں کچھ ماہ بعد امریکہ چلا جاؤں گا شاید ہمیشہ کے لئے۔"

"نہیں......! آپ اس طرح نہیں کر سکتے نہیں کر سکتے۔" اس کی خواہشوں اور ارمانوں کا محل دھڑام سے گرا۔

"آہستہ بولو تم......! کیا تماشہ بنا رہی ہو۔" اس نے فارحہ کو شانوں سے پکڑ کر جھنجھوڑا حالانکہ اس وقت اسے فارحہ پر بہت ترس آ رہا تھا۔

"تماشا آپ بنانے والے ہیں میرا۔" اس نے یاسر کے ہاتھ جھٹکے۔

"یہ قصہ ہی ختم کر دوں گا تو یہ تماشہ بھی ختم ہو جائے گا۔" وہ پشت پھیر کر کھڑا ہو گیا۔

"آپ سارے مرد ایک سے ہوتے ہیں نائل حسن والی ساری خوبیاں ہیں جو کوٹ کوٹ کر بھری ہیں۔"

"خبردار جو تم نے مجھے اس سے ملایا تو، سنا تم نے۔" وہ تلملا کر مڑا، فارحہ سراسیمگی سے دیکھنے لگی۔

"اور سنو......! مجھے اب تم پر کبھی ترس نہیں آئے گا۔ تمہاری بھی یہی خواہش تھی ناں، میں تنگ نہ کروں، ٹھیک ہے اب آرام سے رہنا۔"

"آپ کتنا غلط سمجھے میری شرم اور گھبراہٹ کو۔" کتنا بیدردی سے وہ بولا فارحہ تو سکتے میں آ گئی۔

"کچھ بھی ہو مجھے تمہاری پرواہ نہیں بلکہ کسی کی بھی نہیں۔" وہ یہ کہہ کر اندر گلاس ڈور کھول کر چلا گیا۔

فارحہ تو وہاں سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔ کتنی آسانی سے وہ سارے واسطے، رشتے، دل کا تعلق رد کرتا چلا گیا۔ کیا وہ بھلا پائے گا اپنی اس بچپن کی محبت کو جو ایک مضبوط رشتے میں بندھ گئی تھی۔ ٹھیک کہتے ہیں یہ رشتہ جتنا مضبوط ہوتا ہے کمزور بھی اتنا ہی ہوتا ہے۔ ذرا سی ٹھیس سے چکنا چور ہو جاتا ہے بالکل اسی طرح یاسر بھی سب کچھ ریزہ ریزہ کر گیا تھا۔ اسے ذرا بھی اپنے اور فارحہ کے سچے جذبوں کا احساس تک نہ تھا کیونکہ وہ اتنا سخت دل ہو گیا تھا، کیوں کر رہا تھا وہ صرف

اتنی سی بات کو اس نے ایشو بنایا تھا کسی اور کی وجہ سے ان دونوں کے دلوں میں دراڑ پڑ گئی، خلا آ گیا، وہ قصو... ہوتے ہوئے بھی موردِ الزام ٹھہرائی گئی۔

''فارحہ......! کیا ہوا ہے......؟ کیوں رو رہی ہو......؟'' طائشہ اسے ڈھونڈتی ہوئی آئی تو اسے گھٹنوں... پایا۔

''بھابی......! وہ سب کچھ ختم کر گئے ہیں، وہ جا رہے ہیں۔''

''کون جا رہا ہے......؟ بتاؤ مجھے۔'' طائشہ نے اسے اٹھا کر اپنے شانے سے لگا لیا۔

''بھابی......! یاسر امریکہ جا رہے ہیں مجھ سے رشتہ توڑ کر۔''

''ارے وہ مذاق کر رہا ہوگا۔'' طائشہ کو بھی ہوا تو اچنبھا مگر اسے تسلی دی۔

''وہ مذاق نہیں کر رہے تھے ٹھیک کہہ رہے تھے بھابی......! وہ ذرا سی بات پر ناراض ہیں۔'' وہ بتانے لگی۔

طائشہ نے اسے اندر لے جانے کے بجائے لان میں پڑی کرسی پر بٹھایا۔

''مجھے اب بتاؤ اصل بات کیا ہے تم دونوں میں کہ یہ دوری آ گئی......؟'' طائشہ نے اس کے ہاتھ تھام کر... کیونکہ فارحہ رو رو کر نڈھال ہو گئی تھی۔

فارحہ اس کی ہمدردی پا کر سب کچھ اسے بتانے لگی کیونکہ اب اسے بھی ہمدرد لگی۔ طائشہ بغور سنتی گئی۔ جب... کچھ بتا چکی تو وہ بھی سوچ میں پڑ گئی۔

''مجھے نہیں پتہ تھا یاسر بھی نائل کے دماغ کا نکلے گا۔''

''بھابی......! کرتی شہرینہ ایسی باتیں ہیں وہ مجھے کہتے رہتے ہیں اب آپ ہی بتائیے شہرینہ کو... سمجھائے......؟ کیونکہ میری شہرینہ سے بھی لڑائی ہو چکی ہے یاسر کی وجہ سے۔''

''اچھا اچھا......! تم رو رو کر ہلکان نہ ہو مجھے ہی کچھ کرنا پڑے گا۔'' اب اس نے پرعزم لہجے میں کہا کہ اسے... اٹھانا پڑے گا۔

''بھابی......! کیا ہم لڑکیاں اتنی مجبور اور بے بس ہوتی ہیں کہ اپنی صفائی میں کچھ نہیں کہہ سکتی ہیں......؟ اور... ہمیں روندتے ہوئے چلے جاتے ہیں۔ کیا ہمارے احساسات نہیں ہوتے......؟ ہمیں درد نہیں ہوتا......؟ ہما... جذبات نہیں ہوتے......؟'' وہ اس سے شکوہ کرنے لگی۔

''ہاں فارحہ......! ہم لڑکیاں ایسی ہی ہوتی ہیں۔ میں تمہارا درد سمجھتی ہوں کیونکہ اس دور سے میں بھی گز... ہوں۔ میں نے بھی تمہارے بھائی کی بے اعتنائی سہی، ان کی جلی کٹی، کڑوی کسیلی سنی ہے، طعنے سنے ہیں جو انہوں... مجھے نائل کے حوالے سے دیئے ہیں۔'' طائشہ کو بھی اپنا تلخ سا ماضی یاد آ گیا جب سرمد کی بے حسی برداشت کی تھی۔

''آپ کو دیکھ کر تو مجھے حیرت ہوتی تھی آپ کتنے تحمل سے رہتی تھیں مگر بھابی......! شاید مجھ سے برداشت نہیں... رہا آپ جیسا مجھ میں ظرف نہیں ہے۔'' وہ روتے ہوئے بولی۔

''تم رو نہیں میں یاسر سے بات کروں گی بلکہ ابو سے اور امی سے اور چچا جان، چچی جان سے بھی بات کروں... کہ تمہاری رخصتی ضروری ہے ورنہ یاسر واقعی کوئی قدم نہ اُٹھا لے۔'' طائشہ نے اس کا چہرہ اپنے آنچل سے صاف... کے اسے تسلی دی، فارحہ کو بھی اطمینان ہوا کہ کم از کم طائشہ ہی کچھ کرے گی۔

●●●

''امی......! میں نے سوچا ہے کہ ہمیشہ کے لئے اب اس گھر سے چلی جاؤں۔'' شہرینہ ننھے ارسل کو ان کی گود...

...تے ہوئے بولی مگر انہوں نے چونک کر اسے دیکھا جو انہیں خاصی ملول سی لگی۔

''یہ کیا کہہ رہی ہو تم......؟'' انہیں اس کی دماغی حالت پر شبہ بھی ہوا۔

''میں ٹھیک کہہ رہی ہوں کیونکہ نائل کے لئے میں اب کوئی اہمیت نہیں رکھتی، ان کی امانت انہیں دے کر میں چلی ...وں گی۔''

''...لگی......! یہ کیا کہہ رہی ہو اور کتنی آسانی سے......؟ رہ پاؤ گی تم اپنے وجود کے حصے کے بغیر......؟ بتاؤ۔'' وہ تو ...گھبرا ہی گئیں۔

''میں نے فیصلہ کر لیا ہے کیونکہ امی......! نائل کی خوشی کے لئے یہ بہت ضروری ہے۔ میں نے ہر بار ان کا دل ہی ...ٹھایا اپنی ہٹ دھرمی سے۔ وہ ٹھیک ہی کہتے تھے دیکھنا شہرینہ......! تمہیں میں ایسا کر دوں گا کہ تم سانس بھی میرے ...بغیر نہ لے پاؤ گی۔'' وہ سر جھکائے آج اعترافات کر رہی تھی۔

''واقعی میں شاید ان کے بغیر سانس بھی نہ لے پاؤں گی مگر امی......! مجھے ان کی زندگی سے چلے ہی جانا چاہئے۔ ...ن کا بیٹا میں انہیں سونپ کر جاؤں گی۔'' کس دل سے اس نے یہ سب آسانی سے کہہ دیا ورنہ دل تو چیخ چیخ کر دہائی ...دے رہا تھا کہ یہ سب نہ کرو۔

''شہرینہ......! میری بچی......! کیسی باتیں کر رہی ہو تم......؟ نائل نے کچھ کہا تم سے......؟'' وہ ارسل کو بیڈ پر لٹا ...کر اس کے قریب آ گئیں۔

''وہ کیا کہیں گے......؟ کچھ کہنا تو دور کی بات، میری طرف دیکھنا تک چھوڑ دیا ہے۔'' وہ لب کاٹنے لگی۔

''پلیز امی......! آپ مجھے روکیں گی نہیں کیونکہ میں نے فیصلہ کر لیا ہے۔'' وہ جانے لگی جبکہ امی تو ہکا بکا سی رہ گئیں۔

''شہرینہ......! آخر بات کیا ہوئی ہے......؟ کچھ تو پتہ چلے کہ تم نے ایسا سوچا......؟''

''اب تو کوئی بات ہی نہیں ہے کیونکہ جتنے حصے میں میرے دُکھ تھے وہ اٹھا لئے اور جو میں نے آپ کو اور نائل کو ...دیئے ہیں ان سب کا ازالہ اس طرح کرنا چاہتی ہوں کہ مجھے اب یہاں رہ کر مزید ٹینشن نہیں پیدا کرنا کیونکہ مجھے لگتا ...ہے کہ نائل کو میرا وجود اس گھر میں پسند نہیں۔'' خاصی مضطرب سی بول رہی تھی۔ چہرے پر بھی واضح پژمردگی تھی۔

''میں تمہیں نہیں جانے دوں گی۔ اپنے بچے کا خیال کرو۔ نائل کو تم یوں غلط سمجھ رہی ہو۔''

''میں تو اب انہیں ہی صحیح سمجھتی ہوں بلکہ میں غلط تھی اور ہوں۔'' لہجے میں اس کے مایوسی اور افسردگی تھی جو چہرے ...پر بھی عیاں تھی۔

''شہرینہ......! اگر تم مجھے اپنی ماں سمجھتی ہو تو میں تم سے کچھ کہوں......؟'' لہجے میں ان کے مان تھا۔

''جی کہئے امی......! آپ ہی کو دیکھ کر تو پتہ چلا ماں کیسی ہوتی ہے اور ایک میری ماں تھی جو کیسی نکلی۔'' بولتے ...بولتے آواز بھرا گئی۔

''آپ کی ہر بات میرے لئے ایک حکم کا درجہ ہے، بولیے آپ مجھ سے۔'' شہرینہ نے ان کے ہاتھ تھام لئے اور ...ہمہ تن گوش ہو گئی۔

''کیا تم نائل سے معافی مانگ کر صلح نہیں کر سکتی ہو......؟'' وہ نگاہ چرا کر گویا ہوئیں۔

''میں معافی مانگ لوں ان سے......؟ کیا وہ معاف کر دیں گے......؟'' اس نے اُلٹا ان سے سوال کر دیا۔

''ہاں......! مجھے یقین ہے۔ نائل دل کا برا نہیں ہے۔ مانتی ہوں غصے کا تیز ہے مگر محبت بھی وہ ٹوٹ کر کرتا ہے اور

اب تو تم اس کے بچے کی ماں ہو، کیسے نہیں معاف کرے گا......؟" وہ وثوق سے گویا ہوئیں۔

"اور آج کے بعد وعدہ کرو جانے کا نام کبھی نہیں لوگی۔"

"آپ یہ وعدہ مجھ سے نہ لیں۔" وہ پشت پھیر کر کھڑی ہوگئی۔

"شہرینہ......! اپنے بچے کی خاطر وعدہ کرو کیونکہ تم چاہو گی کہ اسے ماں اور باپ سے الگ کر کے اس کا خراب کرو، تم تو خود جانتی ہو ماں کی محبت کیا ہوتی ہے۔ بس تمہیں یہی سوچ کر ہی ارسل کا خیال کرنا ہوگا۔"

"امی......! مجھے مشکل میں نہ ڈالیں کیونکہ میں نائل کی رضامندی کے بغیر تو کچھ نہیں کرسکتی۔"

"تم بس یہ کرو نائل کا خیال رکھو۔ دیکھنا وہ پھر خود ہی پہل کردے گا۔" وہ اسے سمجھانے لگیں۔ شہرینہ گئی۔ یہی سب تو کافی عرصے سے کر رہی تھی مگر ناکام ہی رہی۔

"امی......! امی......!" نائل کی چیختی ہوئی آواز آئی تو دونوں ہی چونک گئیں۔ شہرینہ فوراً ارسل کو چیک کر پر جھک گئی۔

"امی......! بھئی کہاں ہیں......؟" وہ پھر پکارتا ہوا اندر آیا۔

"آہستہ......آہستہ پکارو۔" انہوں نے اشارے سے چپ کرایا کیونکہ ارسل نائل کی آواز پر اُٹھنے لگا تھا آنکھ کھولی۔

"یہ بتایئے باہر کا گیٹ کیوں کھلا تھا......؟" وہ خاصا برہم ہو رہا تھا۔

ماسی گئی تھی ابھی کچھ دیر پہلے، مجھے خیال نہیں رہا بند کرنے کا۔" وہ آہستگی سے بولیں۔ نائل انہی کے بیڈ کیونکہ ارسل وہیں سو رہا تھا۔

"خیال رکھا کریں حالات کا کچھ بھروسہ نہیں ہے۔" وہ خاموش سی شہرینہ پر نگاہ ڈال کر بولا جو ارسل کے کرنے کے بعد تھپکیاں دے کر سلانے لگی۔

"تم آج اتنی جلدی کیسے آگئے......؟" انہیں حیرانگی بھی ہوئی۔

"کام زیادہ نہیں تھا پھر سوچا کہ اپنے بیٹے کے ساتھ کچھ وقت ہی گزار لوں گا۔"

"بیٹے کے ساتھ......؟ کچھ بیوی کے ساتھ بھی وقت گزار لیا کرو۔" وہ عامیانہ انداز میں بولیں۔

شہرینہ نائل پر نگاہ ڈال کر جھینپ گئی جو بغور اس کا ہی جائزہ لے رہا تھا۔

"اتنا فالتو وقت نہیں ہے میرے پاس۔" وہ سیدھا ہو کر لیٹا۔

"اس کے پاس تمہارے لئے فالتو وقت ہے جو تمہارے اتنے کام کرتی ہے اور تمہارے بچے کو بھی پالتی

"تو نہ کرے میں کون سا فورس کرتا ہوں۔" اس نے سرد مہری سے کہا۔

"ہاں انہیں میری کیا پرواہ، ان کا بچہ انہیں تو مل گیا ناں......!" وہ طنز سے بولتی باہر چلی گئی۔ نائل ہو گیا۔

"حد ہوتی ہے نائل......! کسی کو تنگ کرنے کی۔" امی تو چراغ پا ہوگئیں۔

"اب میں کون سا تنگ کرتا ہوں، پوچھئے اپنی لاڈلی سے، میں نے تو کچھ کہنا تک چھوڑ دیا ہے۔" وہ بھی

"کچھ کہنا چھوڑ دیا، بیوی ہے تمہاری، خود سے نہیں آئی ہے تم زبردستی لائے تھے۔"

"یہ سب میں نے مجبوری میں کیا تھا پھوپھو......! اور آپ کے سکون کے لئے۔"

"اب تو وہ دونوں سکون سے ہیں تم اسے بھی بخش دو۔" وہ خاصی غصیلی آواز میں بول رہی تھیں۔ شہرینہ

زیں آ رہی تھیں جو ان کے کمرے کے باہر تو کھڑی تھی۔

"اب تو بخشا ہوا ہے سکون تو کیا شکایت ہے اسے مجھ سے......؟" وہ ارسل کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگا۔

"غور کرو خود پر کیا شکایت ہوسکتی ہے میں اور کیا کہوں......؟" وہ یہ کہہ کر باہر نکل گئیں۔ شہرینہ ایک دم بوکھلا گئی، ندگی الگ ہوئی کہ وہ ان کی گفتگو سن رہی تھی۔

"تم اپنا رویہ نارمل رکھنا اسے تو اب میں درست کروں گی۔" انہوں نے شہرینہ کو تسلی دی۔

"امی......! یہ تو بتادیں پکایا کیا ہے......؟" اب وہ جھنجلایا ہوا باہر آیا۔

"پوچھو اپنی بیوی سے پکاتی اب یہی ہے۔" وہ اسے جواب دیئے بنا گزر گئیں۔

"نائل نے ایک بھرپور جائزہ شہرینہ کا لیا جو بالوں کی چوٹی بنائے پلین جارجٹ کے سوٹ پر پرنٹڈ دوپٹہ لئے ے کافی حسین لگی۔ اسے نائل سے گھبراہٹ بھی ہوئی۔

"آ......آپ کھانا کھائیں گے......؟" اس نے ڈرتے ڈرتے پوچھ ہی لیا۔

"میں نے پوچھا ہے پکایا کیا ہے......؟" اب ذرا لہجے کو نرم بنایا تو شہرینہ کی جان میں جان آئی۔

"دال چاول پکائے ہیں۔" ہلکے سے مسکرائی کیونکہ لڑائی تو اب وہ چاہتی ہی نہیں تھی۔

"دال چاول کا تو موڈ نہیں ہے۔" وہ کھجانے لگا۔

"آپ کہیں تو کچھ اور پکادوں۔" اس نے جلدی سے کہا کیونکہ نائل کی خوشنودی کے لئے تو کچھ بھی کرنے کو تیار ہے۔

"کچھ اور نہیں، رہنے دو موڈ نہیں۔"

اتنے میں ارسل کے رونے کی آواز آئی تو دونوں ہی چونک گئے۔ وہ اندر کی جانب بڑھی تو نائل نے روک دیا۔

"تم چائے بنا کر لاؤ میں لے لیتا ہوں اسے۔" وہ ارسل کو لینے چلا گیا۔

شہرینہ تو حیران رہ گئی کہ نائل نے ذرا بھی جلی کٹی اسے نہ سنائی شاید وہ اس کی سزا میں ترمیم کردے گا۔ اب اس نے سوچ لیا کہ نائل کا دل جیتنا ہے چاہے اسے کچھ بھی کرنا پڑے۔

● ● ●

"یاسر امریکہ جانے کی تیاری کر رہا ہے۔" چھوٹی چچی نے انوار احمد کو اطلاع دی۔

"ابھی رُخصتی تو باقی ہے اسے جانے کی کیا جلدی ہے......؟" وہ استفسار کرنے لگے۔

"بھائی صاحب......! وہ اور کتنا رُکے......؟ نکاح کو بھی ان کے تین سال کا عرصہ ہونے والا ہے۔"

"شاہین......! بچے گھر ہی کے ہیں اتنی جلدی بھی ضروری نہیں کہ رُخصتی کردی جائے۔"

"بھائی صاحب......! اب کافی عرصہ ہوگیا ہے کہ رُخصتی ضروری ہوگئی ہے۔" نصیر احمد بھی گویا ہوئے۔

"پھر بھی تھوڑا وقت دو۔" وہ گہری سوچ میں ڈوب گئے یا شاید وہ اہمیت نہیں دے رہے تھے۔

"وقت کی کیا ضرورت ہے دونوں بچے گھر ہی کے ہیں۔" فاخرہ بیگم کو بھی اعتراض ہوا۔

"بھائی صاحب......! ہم ساتھ ہی صدف کی بھی شادی کرنا چاہ رہے ہیں۔ اچھا ہے دونوں کام ایک ساتھ ہو جائیں۔" نصیر احمد نے اصل بات سے آگاہ کیا۔

"ٹھیک ہے پھر جیسے تم لوگوں کی مرضی۔ یاسر سے کہو کہ ابھی امریکہ جانا ڈیلے کردے۔" وہ گویا ہوئے۔ انہیں یہ بات معقول لگی وہ دونوں بہن بھائی کے فرض سے سبکدوش ہوجائیں گے۔

"ٹھیک ہے یہ تو میں کہہ دوں گی۔" شاہین تو خوش ہو گئیں۔

"نصیر......! پھر تم زینب اور انعام سے بات کر لو کہ وہ اعزاز اور صدف کی شادی کے لئے راضی ہوا ہے۔"

"زینب اور انعام سے جا کر بات کی جائے گی کیونکہ کہیں وہ بشریٰ اور نیلم کا انتظار نہ کریں۔"

"ارے شاہین......! وہ منع تو کر کے گئی تھیں دونوں کا اتنی جلدی مشکل ہو گا اب آنا پاکستان۔" فاخرہ نے دلایا۔

"پوچھ لینے میں حرج نہیں ہے۔" انوار احمد بولے۔

سب ہی خاموش ہو گئے۔ شاہین تو فوراً یاسر کو بتانے چلی گئیں تا کہ وہ خوش ہو جائے۔ وہ کمرے میں دیکھا یاسر کمپیوٹر پر بیٹھا تھا۔

"یاسر......! کچھ ضروری کام کر رہے ہو......؟" انہوں نے بڑے پیار سے اس کے سر کے بالوں پھیرا۔

"جی......! کچھ ڈاکومنٹس ہیں وہ ای میل کر رہا ہوں۔" اس نے بدستور مصروف کہا۔

"مجھے تم سے بہت ضروری بات کرنی ہے۔" وہ بڑی معنی خیزی سے مسکرائیں تو یاسر نے صرف ایک کیونکہ وہ کافی خوش بھی نظر آئیں۔

"تھوڑی دیر بس یہ کمپلیٹ کر لوں پھر وہ ضروری بات بھی سنتا ہوں۔"

"اچھا میں تمہارے لئے کچھ کھانے کو لے آؤں۔" وہ جانے لگیں۔

"امی......! امی......!" اس نے کی بورڈ پر انگلیاں چلاتے ہوئے انہیں پکارا۔

"میں کھانا وغیرہ کھا کر بیٹھا ہوں آپ بیٹھیے میں کچھ بھی کھانے کے موڈ میں نہیں ہوں۔" وہ پہلے سے ہو گیا تھا۔

"جی کہئے وہ کیا ضروری بات ہے......؟" وہ بشاشت سے پوچھنے لگا۔

"یاسر......! تمہارے تایا ابو اب فارحہ اور تمہاری رُخصتی کا کہہ رہے ہیں۔" انہوں نے بات ہی گھما کر پتہ سن کر مشتعل نہ ہو جائے۔

"امی......! اب خاصی دیر ہو چکی ہے میری ساری تیاری کمپلیٹ ہے جانے کی ان سے کہئے اپنی بیٹی کو رکھئے۔" وہ ذرا سرد مہری سے بولا۔

"یاسر...... کیا کہہ رہے ہو......؟" وہ متعجب رہ گئیں۔

"امی......! میں ٹھیک کہہ رہا ہوں۔ میری اب ایسی کوئی خواہش نہیں ہے کہ یہ سب ہو اور پھر فارحہ سے اب کوئی دلچسپی نہیں ہے۔" کتنی آسانی سے اس نے یہ کہہ دیا۔

"کیا بک رہے ہو تم......! ہوش میں تو ہو......؟" وہ بیٹھے سے کھڑی ہو گئیں۔

"اس لڑکی کا کیا قصور ہے جو تم سے وابستہ ہے......؟ اسے کس بات کی سزا دے رہے ہو......؟"

"اسی کا تو سارا قصور ہے۔ سارے جہان کی سائیڈ لیتی ہے ایک میں ہی اس کے لئے اہمیت نہیں رکھتا۔ میں بھی وابستہ نہیں رکھنا چاہتا، گزارے اپنی مرضی سے اپنی زندگی۔" وہ یہ سب حالانکہ بڑے ضبط سے کہہ رہا دل کے اندر تو وہ بچپن سے لے کر اب تک رچی بسی تھی، آتی جاتی سانسوں کی ڈور تھی، نسوں میں ڈورتا ہوا

ں کے شفاف آئینوں میں صرف اس کی شبیہہ تھی پھر اس نے یہ سب کتنی آسانی سے کہہ دیا، وہ خود حیران تھا۔

"تم اس کے ساتھ یہ نہیں کر سکتے۔" متفکر سی بولیں۔

"سوری امی......! آپ تایا ابو سے کہہ دیں مجھے نہیں کروانی رُخصتی۔" وہ پشت پھیر کر بولا بار بار بالوں میں ہاتھ رہا تھا اپنے ایکسپریشن چھپانے کی کوشش کر رہا تھا۔

"بیٹے......! تم یہ بہت برا کرو گے فارحہ کے ساتھ، اسے جیتے جی مار دو گے۔"

"مار تو وہ چکی ہے مجھے۔" وہ چیخا

"تم بڑوں کی لاپرواہی کی سزا اسے کیوں دے رہے ہو......؟ وہ تو نہیں روکے ہوئے تھی رُخصتی۔ جب تک ہم کوئی فیصلہ نہیں دیتے وہ بول سکتی تھی۔" انہیں یاسر پر بہت افسوس ہو رہا تھا جو فارحہ کو ہی قصوروار گردان رہا تھا۔

"ٹھیک ہے آپ بڑے فیصلے کرتے رہئے، مجھے اب کوئی سروکار نہیں۔ میں ویسے بھی اگلے ہفتے تک جا رہا اس نے ویسے ہی ساری تیاری کر لی تھی۔

"یاسر......! میرے بیٹے......! مت کر ایسا۔ بھائی صاحب کیا سوچیں گے اور فارحہ کا کیا ہو گا......؟" وہ اس کی ماجت کرنے لگیں۔

"مجھے کسی کی پرواہ نہیں۔ ان سے کہیے اپنی بیٹی کو سنبھال کر رکھیں۔" لہجے میں س کی تھکن تھی۔

"یاسر......! مت بول ایسا۔"

"پلیز امی......! اب آپ مجھ سے کچھ مت کہیے گا میں نے بہت، برداشت کیا ہے۔ کڑے ضبط سے گزرا ہوں ہوئی میری پرواہ۔ سارے جہان کا اسے درد رہتا ہے ہمیشہ اس نے مجھے اگنور کیا۔"

"بیٹے......! وہ شرم میں ایسا کرتی تھی۔" وہ مسلسل فارحہ کی سائیڈ لیے جا رہی تھیں۔

"یہ شرم نہیں بلکہ مجھ سے بچتی تھی۔ اب تو میں تنگ نہیں کرتا۔" اس نے انہیں دیکھا جواب رو رہی تھیں۔

"صدف کی شادی تم دونوں کی رُخصتی کے ساتھ کرنی تھی تم تو مسئلہ کھڑا کر رہے ہو۔"

"آپ میری وجہ سے صدف کی شادی نہیں ڈیلے کریں گی کیونکہ مجھے آنے میں ایک دو سال لگ سکتے ہیں۔" نے ایک اور دھماکہ کیا۔

"اتنا عرصہ......؟" وہ سن کر لڑکھڑائیں۔

"یہ تو میں مختصر وقت بتا رہا ہوں اس سے اوپر بھی ہو سکتا ہے آپ بس صرف صدف کی شادی کے بارے میں چئے اور ہاں میرا انتظار بالکل نہیں کریئے گا آپ سب۔ مجھے جب آنا ہو گا آ جاؤں گا۔" یاسر کی بھی آنکھوں میں ای نمی جھلملا رہی تھی جو ان سے چھپی نہ رہ سکی۔

"فارحہ کا یہاں کیا ہو گا......؟"

"جیسے پہلے رہتی تھی سارے جہان کی پرواہ کرتی ہوئی ویسے ہی رہے گی۔" وہ نہایت سنجیدگی سے گویا ہوا۔ دل کی ت الٹ گئی کی، کتنا بڑا فیصلہ کر لیا تھا صرف فارحہ کی وجہ سے جو بس شہرینہ کی سائیڈ لے رہی تھی۔ وہ پھر مزید کچھ نہ لیں کیونکہ یاسر نے اٹل فیصلہ دے دیا تھا ضد کرنا فضول تھا اگر غصے میں انتہائی قدم اٹھا لیا تو کیا کریں گی۔ تھکے تھکے از میں اٹھیں یاسر کو اپنی ماں پر بہت ترس آیا مگر وہ بھی مجبور تھا۔



جس نے بھی سنا سب پریشان ہو گئے۔ نصیر احمد نے بھی کافی سمجھایا مگر وہ رُکنے کو بالکل تیار نہ تھا۔ شاہین کا رو رو

کر برا حال تھا۔ انوار احمد الگ شرمندہ تھے کیونکہ وہ ہی تو کوئی رضامندی نہیں دے رہے تھے ان دونوں کی اور آج یہ دن دیکھنا پڑا۔ مگر ان سے کسی نے کہا نہیں پھر بھی وہ سمجھ گئے۔ فاخرہ بیگم کی بھی حالت ابتر تھی جوان جوادھ موئی ہوگئی تھی، نہ کھاتی، نہ پیتی۔

"یاسر......! تم یہ بالکل ٹھیک نہیں کر رہے ہو۔" طائشہ نے اسے آڑے ہاتھوں لیا۔

"بھابی......! ہمارے بڑے جب ٹھیک کر رہے تھے نکاح کر کے بھول گئے۔" وہ اپنی پیکنگ میں لگا ہوا

"تم تو یاسر......! سمجھدار ہو، شہرینہ کا مسئلہ جو تھا۔"

"وہ مسئلہ حل ہوا۔ وہ اب بھی وہی ہے اسے پرواہ ہے اس کی وجہ سے کسی کی زندگی خراب ہو رہی ہے شہرینہ پر بھی غصہ تھا۔

"تم شہرینہ کی سزا فارحہ کو دو گے......؟"

"مجھے مجبور بھی اسی نے کیا ہے کہ میں کروں۔" اب وارڈروب کی طرف بڑھا۔

"بھول پاؤ گے تم فارحہ کو یا وہ زندہ رہ پائے گی تمہارے بغیر۔"

"اسے بھلانے کے لئے تو جا رہا ہوں۔" اس نے اپنے ہینگر شدہ کپڑے بیڈ پر ڈالے۔

"یاسر......! فارحہ مر جائے گی۔" طائشہ کی پوری کوشش تھی وہ رک جائے۔

"میں بھی پل پل جیا اور مرا ہوں جیسے میں عادی ہو گیا ہوں۔ وہ بھی عادی ہو جائے گی اور پھر اس نے ا سے ملایا تھا کہ میں بھی اسی طرح کا ہو گیا ہوں۔ ٹھیک ہے میں پھر بن کر بھی دکھاؤں گا۔" اس کا لہجہ درشت تھا یاسر کو دیکھ کر حیران تھی کہ وہ تو ہنسنے ہنسانے والا لڑکا تھا وہ کیسے اتنا سفاک بن گیا۔

"نائل کو کوئی اچھا کہتا ہے جو تم اس کے نقش قدم پر چلو گے۔"

"فارحہ نے مجھے ضد دلائی ہے اب مجھے کچھ نظر نہیں آ رہا بھابی......! اب مجھے آپ کچھ نہ کہیں۔ میں اس سے نکل کر جانا چاہتا ہوں۔" وہ روہانسا ہو گیا۔

"تم جاؤ ضرور یاسر......! مگر فارحہ کو ہمیشہ یاد رکھنا۔ وہ تم سے وابستہ ہے اگر اسے زندہ دیکھنا چاہتے ہو تو ضرور آنا۔" وہ افسردگی سے بولی۔

"بھابی......! آپ دعا کریئے گا شاید آ جاؤں۔" وہ بھی رنجور تھا ذہن و دل اتنا منتشر ہوا تھا کہ اتنی بڑی اب اسے بے معنی لگی تھی۔

"یاسر......! تم فارحہ سے محبت کرتے ہو ناں......؟"

"پلیز بھابی......! اس لطیف جذبے کا نام نہ لیں کیونکہ میں فارحہ سے اس کا اظہار کرتا ہی رہا ہوں۔ یقین نہیں یا پھر وہ مذاق سمجھتی ہے اس لئے اب محبت بھی بے معنی سی لگ رہی ہے جیسے میں فارحہ پر زبردستی مسلط ہوں۔ اب میں خود پیچھے ہٹ رہا ہوں اگر کبھی اس نے مجھ سے مطالبہ کیا کہ مجھے وہ......"

"یاسر......! بس، جذبات میں آ کر اتنا تاریک جملہ مت نکالنا۔ مجھے پتہ ہے نارسائی کا کرب کیا ہوتا ہے مجازی خدا کی بے نیازی اور سرد مہری خون کے آنسو رلاتی ہے۔"

"بھابی......! سمجھئے سرمد بھائی کے ساتھ مکافات عمل ہو رہا ہے انہوں نے آپ کو دکھ دیئے اب ان کی کرب سے گزرے گی تو اندازہ ہوگا۔"

"بند کرو بکواس اپنی، تم ان کا بدلہ فارحہ سے لو گے......؟ افسوس ہو رہا ہے مجھے تم پر یاسر......!" وہ لب کاٹ

ی کیونکہ یاسر کی سخت باتوں نے اسے دکھ دیا تھا۔ فارحہ تو اسے بہت عزیز تھی۔ وہ کتنا اس سے محبت کرتی تھی اور وہ یاں کی سزا دے کر جا رہا تھا۔

طائشہ آ کر سر پکڑ کے بیٹھ گئی کیونکہ وہ خود پریشان ہو گئی تھی۔ سرمد نے اسے شاکی نگاہوں سے دیکھا۔ وہ ٹی وی دیکھ رہے تھے۔

"جانم......! کیا ہوا......؟" وہ اس کے قریب آ گئے۔

"کچھ نہیں......!" اس نے جھٹ بات بنائی۔

"کچھ تو ہے تم اور اتنی پریشان، ذرا چہرہ دکھانا۔" انہوں نے اس کا چہرہ شہادت کی انگلی سے اٹھایا۔

"پلیز......! اس وقت میں کسی بھی بات کے موڈ میں نہیں ہوں چھوڑ دیئے مجھے۔" وہ ان کا ہاتھ جھٹک کر وارڈروب کھولنے لگی۔

سرمد تو حیران رہ گئے طائشہ کے برہم چہرے کو دیکھ کر کیونکہ وہ کافی پریشان لگ رہی تھی اور اب تو انہیں اس کا خاموش رہنا تک برداشت نہیں ہوتا تھا۔

"دیکھو مجھے اصل بات بتاؤ کہ ہوا کیا ہے......؟ کہ تم اتنی ڈسٹرب لگ رہی ہو۔" وہ اس کے آگے آ کر کھڑے ہو گئے جو وارڈروب سے کپڑے نکال رہی تھی۔

"مجھے کچھ دنوں کے لئے گھر جانا ہے۔" اس نے انہیں بتانے سے گریز ہی کیا۔

"مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی ہے......؟ بتاؤ طائشہ......!" وہ اسے وارفتگی سے دیکھ رہے تھے جو مسلسل لبوں پر زبان پھیرے جا رہی تھی اندر کا درد چھپانے کی کوشش کر رہی تھی۔

"وہ یاسر جا رہا ہے ناں تو مجھے فارحہ کا خیال آ رہا ہے۔" نہ چاہتے ہوئے بھی بتا دیا۔

"طائشہ......! یاسر اگر جا رہا ہے تو جانے دو اور رہی فارحہ کی بات، اس کا مجھے اندازہ ہے وہ فارحہ سے بہت محبت کرتا ہے دیکھنا ایک سال بھی نہ رک کے گا لوٹ کر آئے گا۔" وہ اسے بتانے لگے طائشہ تو حیران رہ گئی کہ سرمد کو غصہ ہوتا ہے بلکہ اب تو وہ کافی کول مائنڈ ہو گئے تھے۔

"تم اپنے ذہن پر بوجھ مت ڈالو اور فارحہ کو بھی تم سمجھاؤ۔" انہوں نے اس کے ہاتھوں کو تھاما۔ طائشہ نے پھر کچھ نہ کہا کیونکہ فارحہ کو بھی اب اسے ہی سنبھالنا تھا جو رو رو کر ہلکان ہو گئی تھی۔

"مجھے آپ ایک دو دن کے لئے امی کے ہاں چھوڑ آئیں۔"

"خیریت......؟ کیوں بھئی......! جو تمہیں جانے کی پڑ گئی۔" اب وہ ایک دم چونک گئے۔

"اپنے بھتیجے کو دیکھنے کو دل چاہ رہا ہے اس لئے بھئی......!" وہ جھٹ بولی۔

"ایسا کرتے ہیں ہم دونوں ہی ساتھ چلیں گے رہنے کی بات مت کرو میں اداس ہو جاتا ہوں پھر میرا دل بھی نہیں لگتا۔"

"مائرہ سے دل لگا لیں۔" طائشہ نے اب شرارت سے کہا۔

"اے سنو......! وہ کسی اور کا دل لگاتی ہے اور میرا صرف تم سے لگتا ہے۔" وہ شوخ سے شرارت کر گئے تو طائشہ انہیں گھورنے لگی۔

"کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیں۔"

"کتنے تو پہلے ہی جانے دیئے طائشہ شادی کے شروع دن تو میں نے بالکل بھی انجوائے نہ کیا چند ماہ بعد تمہیں

چھوڑ آیا تمہارے میکے۔'' وہ واپس لیٹ گئے۔

''ناک پر غصہ تو جو بیٹھا رہتا تھا۔''

''اب تو پیار بیٹھا رہتا ہے ناک پر تم ہی اِگنور کر دیتی ہو۔'' انہوں نے طائشہ کا آنچل اُنگلی پر لپیٹا۔

''اب بھی نظر آ رہا ہے مگر مجھے آپ کے اس خطرناک پیار سے ڈر لگتا ہے۔'' وہ اُٹھے تو طائشہ تیزی سے ... سرمد قہقہہ لگا کر رہ گئے کیونکہ طائشہ ہی تو ان کی زندگی سے اور ان سے وابستہ تھی انس جس میں ان کی جان ... اور اب کی زندگی میں ان کے کتنا فرق تھا پہلے وہ اکیلے رہتے تھے کسی سے بات چیت نہ کرتے تھے مگر اب ... ان کی زندگی ہی بدل دی تھی سارے لوگوں سے گھل مل گئے تھے ہر وقت ناراض رہنے والے سرمد اب ... ہو گئے تھے پچھلی تلخ باتوں کو سوچتے ہیں تو شرمندگی اور خفت ہوتی کہ طائشہ کو کسی پل چین سے نہ رہنے دیا تھا۔

●●●

یاسر سب کو افسردہ چھوڑ گیا تھا۔ فارحہ سے تو اس نے بات تک نہ کی تھی کیونکہ کہیں وہ اس کے ارادوں کو ... کر دے۔ امی کتنا اس کے گلے لگ کر روئی تھیں مگر جاتے وقت وہ تایا ابو سے گلے نہ ملا کیونکہ اسے وہی تو ... کے رشتے کی دراڑ لگے جنہوں نے کبھی کسی کے متعلق نہ سوچا شروع سے لے کر اب تک خود فیصلے کئے۔ ا... شادی آمنہ چچی سے، پھر سرمد بھائی کی شادی طائشہ بھابی سے اور اب اس کا اور فارحہ کا نکاح کتنا کہا تھا امی ... کہ رُخصتی بھی ساتھ کریں مگر وہ تو اپنی ایک بات پر ڈٹے رہے کہ اتنی جلدی نہیں ایک سال بعد کریں گے ... سال گزر گئے پھر بھی ان دونوں کے متعلق نہ سوچا تھا۔ اب صدف اور اعزاز کی شادی کی تیاریاں ہو رہی تھیں ... گھرانوں میں مصروفیت چل رہی تھی۔ شہرینہ گم صم بیٹھی سب کچھ سوچ رہی تھی کیونکہ یاسر سے بھی وہ ملنے نہ ... صرف نائل کی وجہ سے کہ وہ اجازت دے گا تو جب ہی اس گھر میں قدم رکھے گی۔

''شہرینہ......! تمہارا فون ہے۔'' نائل نے کارڈلیس اسے تھمایا جو چونک گئی۔

''جی......؟'' اس نے یہ کہہ کر کارڈلیس کان سے لگایا دوسری جانب صدف تھی۔

نائل ٹی وی کی آواز آہستہ کر کے اس کی گود سے ارسل کو لے کر چلا گیا تاکہ وہ آرام سے بات کر سکے۔

''صدف......! سب کیسے ہیں......؟'' اس نے پوچھا۔

''یہاں تو سب ٹھیک ہیں یہ بتاؤ کہ تم کب آ رہی ہو......؟ اب تو ارسل بھی چار ماہ کا ہو چکا ہے۔ کب اسے لے کر آؤ گی......؟''

''صدف......! جب تک نائل خود منہ سے نہیں کہیں گے میں جب تک نہیں آؤں گی۔'' وہ آہستہ آواز ... رہی تھی مگر نائل نے اندر آتے ہوئے پھر بھی سن لیا۔

''ارے......! تم خود کہو ناں اور پھر یہاں پر سب اتنے مصروف ہیں پھر شادی کی تیاریاں ہو رہی ہیں ... آ جاتیں تو مزہ آتا۔'' وہ بڑی خوشی خوشی بتا رہی تھی۔

''میرا بھی دل تو چاہتا ہے یاسر بھائی سے بھی نہیں مل سکی، وہ بھی چلے گئے۔''

''ہاں شہرینہ......! وہ بہت افسردہ سے گئے ہیں۔ فارحہ بھابی الگ روتی رہتی ہیں انہیں یاد کر کے۔'' ... افسردہ ہو گئی۔

''فارحہ تو مجھ سے بات تک نہیں کرتی ہے ظاہر ہے میں ہی قصوروار ہوں اس کی بات نہ مانی اور ضد کرتی ... صدف مجھے فارحہ کی باتیں یاد آتی ہیں۔'' شہرینہ کی آواز میں بھی لرزہ تھا۔ نائل لاؤنج کے باہر ہی کھڑا اس ...

... اسے شہرینہ پر بہت رحم آیا جو بالکل ہی بدل گئی تھی۔ اب اس سے جھگڑنا تک چھوڑ دیا تھا۔

''امی اور عمر کیسے ہیں......؟ اور پاپا کسی نے بھی چکر نہیں لگایا۔''

''آمنہ چچی کہہ تو رہی تھیں کہ ابرار چچا تو تمہیں یاد کرتے رہتے ہیں ارسل کو تو بہت ہی مس کرتے ہیں۔''

''صدف......! پاپا سے کہنا مجھ سے ملنے تو آ جائیں۔''

''اچھا کہہ دوں گی، تم بھی آنے کی کوشش کرنا۔'' صدف نے الٹا اس سے کہا۔

''اگر نائل کی اجازت ہوگی تو ضرور آؤں گی کیونکہ ان کی مرضی کے بغیر اب میں کوئی کام نہیں کرتی ہوں۔''

''اوہو......! بڑی پیاری بچی ہو گئی ہو۔'' صدف نے معنی خیزی سے چھیڑا۔

''اور کیا......؟ تم یہ بتاؤ کہ اعزاز بھائی سے کتنی باتیں کرتی ہو......؟''

''بالکل بھی نہیں......!'' وہ صاف چھپا گئی۔

''جھوٹ تو نہ بولو۔ اعزاز بھائی نائل کے دوست ہیں، وہ سب بتا دیتے ہیں۔'' شہرینہ بھی اب تنگ کرنے لگی۔

''سچ کہہ رہی ہوں اب تو بات ہی نہیں ہوتی۔''

''چلو کچھ عرصے بعد طویل باتیں کرنا جو وہ صرف تمہاری سنیں گے۔'' وہ ہنسی۔

نائل نے اب اندر قدم رکھ دیا تھا بلیک ٹراؤزر پر ڈھیلی سی ٹی شرٹ پہنے ہوئے تھا۔ اپنی ڈشنگ پرسنلٹی سمیت ... کے دل میں اُتر چکا تھا۔

''تم آنے کی کوشش کرنا کیونکہ یہاں شاید تم ہی فارحہ بھابی کو ریلیکس کر سکو۔''

''اچھا گھر میں سب کو سلام کہنا۔ خدا حافظ......!'' اس نے کارڈلیس آف کر کے رکھ دیا۔

نائل بڑی گہری اور جانچتی نگاہوں سے اب اس کا جائزہ لینے لگا۔ شہرینہ ایک لمحے کو گھبرائی تھی۔ کن انکھیوں سے دیکھا جو اس کے ہی قریب چلتا ہوا آیا۔ ارسل کو وہ امی کو دے آیا تھا۔ شہرینہ اس کے قریب سے گزرنے لگی تو اس ... بالکل اچانک ہی اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

''تمہیں میری اجازت کی کب سے ضرورت پڑ گئی......؟'' لہجے میں اس کے ایک طنز تھا۔

''آپ کی اجازت سے ہی تو مجھے ہر کام کرنا ہے۔''

''اچھا کس نے سبق دیا تمہیں یہ شہرینہ صاحبہ......!'' اس نے تمسخر اُڑایا۔

''کچھ سبق ایسے ہوتے ہیں کہ جو ہمیں کوئی نہیں دیتا بلکہ وہ ہمیں خود پڑھنا آ جاتا ہے۔'' وہ اپنا ہاتھ چھڑا کر گویا ہوئی۔

''پہلے کسی نے سبق نہیں دیا تھا آج تمہیں اچانک ہی خیال آیا۔'' وہ اسے جان بوجھ کر طیش دلانا چاہ رہا تھا کہ وہ پھر اس سے جھگڑا کرے جو صرف پوز کر رہی ہے یا واقعی اس نے خود کو بدل لیا ہے۔

''بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں جو ہمیں بعد میں جا کر سمجھ آتی ہیں کیونکہ جب ضد اور خودسری سوار ہوتی ہے تو اچھی بھی بری لگتی ہے۔ بالکل میرے ساتھ بھی ایسا ہوا اچھے اور سچے لوگوں کو ہمیشہ اپنا دُشمن سمجھا جب میں ماں بنی تو خود مجھ میں تبدیلی آ گئی۔ شاید ماں بن کر لڑکی میچور ہو جاتی ہے اسے پھر سمجھ آتی ہے۔ اچھا اور برا کیا ہوتا ہے کیونکہ بھی تو اپنی اولاد کی اچھے طریقے سے تربیت کرنی ہوتی ہے۔'' وہ بڑے رُک رُک کر بول رہی تھی نائل تو اس کا ... روپ اور ایسی گہری باتیں سن کر گنگ رہ گیا کہ وہ نہ صرف خود بدلی ہے بلکہ سوچیں تک بدل گئی ہیں اسے ایک ... خوشی بھی ہوئی۔

''آپ سے میں نے ہمیشہ جھگڑا کیا، سب سے بدتمیزی کی پھر بھی آپ نے مجھے اپنے گھر میں رکھا ورنہ آپ کا کیا

تھا، ہاتھ پکڑ کر باہر کر سکتے تھے مجھے جو اپنے ہسبنڈ کی عزت نہیں کرتی۔ اس لڑکی کی کوئی جگہ نہیں۔" اس کی آ‌ہ
ہلکی سی نمی آ گئی۔

"میری ماں جس نے مجھے جنم دیا وہ میرا خیال کئے بغیر مجھے چھوڑ گئی اپنی سگی اولاد کو اور ایک وہ ماں جس
جنم نہیں دیا، وہ مجھ سے اتنی محبت کرتی ہے جو محبت مجھے اپنی سگی ماں سے ملنی چاہئے وہ محبت مجھے سوتیلی ماں
میں تو اتنی محبتوں کی حقدار بھی نہیں ہوں سب نے ہی مجھے محبت دی۔ آپ کی امی وہ بھی تو ماں ہیں، ہمیشہ
انہوں نے۔"

"تم نے لگتا ہے کہ کمپرومائز کر لیا ہے......؟" نائل نے اس کا کملایا چہرہ دیکھا۔

"کمپرومائز نہیں بلکہ میں نے زندگی کو قریب سے دیکھا ہے۔ کون اپنا ہے اور کون پرایا کیونکہ جنہیں ہم
ہیں وہ ہمارے ہوتے نہیں ہیں۔" اس نے ایک حسرت بھری نگاہ اس پر ڈالی جو اسے ہی تک رہا تھا۔

"جنہیں ہم سمجھتے ہیں وہ ہمارے ہوتے نہیں تو وہ انہیں کیسے یقین آئے کہ وہ ان کے ہیں......؟" وہ
ہی بول گیا۔

"یہ ان کا مسئلہ ہوتا ہے کہ وہ کیسے یقین دلائیں کیونکہ میں نے تو سب کو یقین دلا دیا ہے کہ میں ان کی ہوں
ہیں۔" وہ اس کے آگے سے ہٹ گئی کیونکہ نائل کا لہجہ اب ایک دم ہی بدلا تھا جو شہرینہ کو بڑی لگاوٹ سے دیکھ رہا تھا۔

"تو یہ تو بتاتی جاؤ کہ تم نے سب سے میں کس کس کو یقین دلایا ہے تم ان کی ہو۔" اس نے پیچھے سے
میں ہانک لگائی تو شہرینہ جھینپ گئی۔

"جو میرے اپنے ہیں وہ مجھے اپنا سمجھتے ہیں ان سب کو ہی بتا دیا ہے۔" وہ تیزی سے کہہ کر بھاگ لی
کے قریب رُکنے کی اس میں تاب نہ تھی۔ اس کے لامتناہی سوالات جن کے اب اس کے پاس جواب بھی نہ
کہیں وہ ہار ہی نہ جائے اور پھر وہ اس کا تمسخر اُڑانے لگے۔ کہیں وہ بھرم نہ کھو دے جو نائل اور اس کے درمیان

● ● ●

"امی......! بجو اور آپی سے پوچھا تو جا سکتا ہے کہ وہ آئیں گی......؟" فراز کو بڑی فکر تھی۔

"پوچھ لیا ہے۔ دو سال سے پہلے تو دونوں نہیں آسکتی ہیں کہہ رہی تھیں کہ اعزاز اور صدف کو وہیں بھیج د
زینب آج کل شادی کی تیاریوں میں لگی ہوئی تھیں کیونکہ سارے کام انہیں ہی کرنے تھے۔ عفرا اتنی بڑی نہ
تیاریوں میں ان کا ہاتھ بٹاتی۔

"پھر امی......! آپ اتنی تیاریاں کیسے اکیلی کریں گی......؟" فراز کو ان کی بہت فکر تھی جو مسلسل بازار
چکر اکیلے ہی لگاتی تھیں۔

"میں نے سوچا ہے کہ شادی اور ولیمے کا جوڑا صدف اپنی پسند سے لے لے گی، پیسے دے دوں گی۔"

"وہ اپنی پسند کا کیوں لیں......؟ بھائی کی پسند کا لینا چاہئے۔ آخر دیکھیں گے تو یہی ناں......؟"

اعزاز نے اب کڑے تیوروں سے اسے گھورا جو منہ میں آتا ہے بولے جاتا ہے۔

"اس کی بھی پسند سے میں نے صدف کی شاپنگ کی ہے اب دو جوڑے وہ اپنی پسند سے لے لے گی۔"
نے ایک نگاہ مسکراتے ہوئے اعزاز پر ڈالی جو کارپٹ پر رکھے فلور کشن پر سر رکھے لیٹا تھا۔

"رہی پیکنگ، وہ میں شہرینہ کو یا پھر عائشہ کو بلا کر کروا لوں گی۔"

"امی......! شہرینہ بھابی تو کوری ہیں ان کاموں میں، سوئی میں دھاگہ تو ڈالنا آتا نہیں ہے۔" فراز جھٹ

"نہیں نہیں......! اب آ گیا ہے، نائل بتا رہا تھا۔" اعزاز نے اس کی بات کاٹی۔

"تم سے وہ ایسی باتیں کرتا ہے......؟" وہ حیران ہوئیں۔

"امی......! نائل سے میری اور اس کی کوئی بات چھپی نہیں ہے اور شہرینہ بھابی اور نائل کی لڑائیاں تو میں نے خود
بھی ہیں اور اب تو وہ کہہ رہا ہے کہ شہرینہ بھابی کافی ٹھیک ہو گئی ہیں۔" وہ اُٹھ کر بیٹھا۔

"اس بچی کی بھی پرابلم تھی جب ہی وہ ذرا خود سر تھی۔ آمنہ تو اسے بہت پیار کرتی ہے۔ میں نے تو کبھی یہ نہیں
کہا کہ وہ اسے سوتیلی اولاد سمجھتی ہو۔"

"اب ان کی خود اولاد ہو گئی ہے ناں جب ہی ٹھیک ہو گئی ہیں۔" اعزاز نے آہستگی سے کہا۔

"بہت بولنا آ گیا ہے تمہیں بھی، اٹھو یہاں سے جاؤ اپنے اپنے کمروں میں۔"

"امی......! کیا کر رہا ہوں، بیٹھا ہی تو ہوں۔" اعزاز نے منہ بنایا۔

"امی کا مطلب ہے آپ صدف بھابی سے کچھ دیر فون پر باتیں کر لیں۔"

"فراز......! کسی دن ناں تمہاری مار لگاؤں گا، بہت بکنے لگے ہو۔" اسے امی کے سامنے شرمندگی سی بھی ہوئی
کیونکہ ایک بار وہ بات کرتے ہوئے بھی پکڑا گیا تھا۔

"چلئے باتیں بعد میں کریئے گا، آپ ایسا کریں یہ پوچھ لیں کہ سوئی میں دھاگہ ڈالنا آتا ہے......؟" وہ مسخرے
پن سے یہ کہہ کر بھاگ گیا۔ زینب تو جنے لگیں۔

"واقعی اعزاز......! صدف کو سوئی میں دھاگہ ڈالنا نہیں آتا......؟" وہ سمجھیں کہ واقعی ایسا ہو۔

"امی......! مجھے کیا پتہ ہے۔ میں ایسی باتیں نہیں کرتا۔" وہ کھسیا گیا۔

"پھر کیسی باتیں کرتے ہو......؟" وہ معنی خیزی سے پوچھنے لگیں۔

"یہ کرتے ہیں کہ صدف میں اب اتنا طویل انتظار نہیں کر سکتا، جلدی آ جاؤ۔" فراز کی عقب سے آواز آئی تو
اعزاز تو اُچھل گیا۔

"تمہاری ایسی کی تیسی۔" وہ مارنے کو لپکا مگر وہ جا چکا تھا مگر عفرا سے اس کی زوردار ٹکر ہو گئی۔

"اوئی امی......!" وہ چیخی۔

"سوری میری گڑیا......! کہاں لگی......؟" اعزاز بھی گھبرا گیا جو سر پکڑے کھڑی تھی۔

"کیا ہے بھائی......! اتنی زور سے لگی ہے آپ کی کہنی۔"

"سوری سوری......!" وہ اسے اپنے حصار میں لے کر بیٹھ چکا تھا۔

"آپ کا فون آیا تھا نائل بھائی تھے۔" وہ ماتھے کو سہلاتے ہوئے بولی۔

"ہولڈ پر ہے......؟" اس نے پوچھا۔

"پوچھ رہے تھے میں نے کہا کہ آپ باہر گئے ہیں مجھے کیا پتہ تھا آپ ادھر ہیں۔"
وہ اب زینب کے پہلو میں جا کر بیٹھ گئی۔ وہ بھی ماتھے پر اپنا آنچل پھونک کر لگانے لگیں۔

"چلو میں کر لوں گا تم اب ناراض نہ ہو۔"

"باہر لے کر چلیں مجھے آئس کریم کھلانے۔"

"لڑکی......! مر دگی اتنی سردی میں......؟" اعزاز نے اس کے چپت لگائی۔

"امی......! کہئے ناں، یہاں پر تو اب مجھے کہیں لے کر ہی نہیں جاتے ہیں وہاں وہ سب کتنے مزے کرتے ہیں۔"

"وہ سب کون......؟" وہ انجان بنا۔
"صدف باجی کے گھر والے۔ کہیں نا کہیں جاتے رہتے ہیں بلال بھائی سب کو لے کر۔"
"اچھا چلو تو پھر اسی بات پر تم بھی چلو۔" اس نے اپنی بہن کو خوش کیا۔
"تو چلیے......!" جھٹ وہ اپنی تکلیف بھول کر تیار ہو گئی۔ زینب کو ہنسی آ گئی۔
"واپسی میں ہم صدف باجی سے بھی ملنے جائیں گے۔" وہ چہکنے لگی۔
"وہ تم اس کے ساتھ نہیں جاؤ گی۔" زینب نے تنبیہہ کی۔
"امی......! میں باہر کھڑا ہو جاؤں گا۔" اعزاز نے مسکرا کر کہا۔
"جیسے سب تمہیں باہر کھڑے ہی ہونے دیں گے۔ خبردار جو تم وہاں گئے۔ شادی میں دن ہی کتنے ہیں۔"
"کتنے ہیں امی......!" اس نے رازداری سے پوچھا۔
"شرارتی......! سب سے زیادہ تو تمہیں پتہ ہوں گے۔" انہوں نے اعزاز کے دھپ لگائی۔ وہ جھینپ گیا۔
وہ عفرا کو لے کر باہر چلا گیا۔ راستے میں اس نے گاڑی روک دی کیونکہ آئس کریم دونوں نے اندر ہی بیٹھ کر
پھر وہ نائل سے ملنے کے لئے اس کے گھر چلا آیا۔
"تم کبھی میرے گھر نہ آنا۔ مجھے ہی آنا پڑتا ہے۔" اعزاز نے خفگی سے کہا۔
"یار میرے......! تم ہو ابھی فارغ، بعد میں تو تمہیں بھی فرصت نہیں ملے گی آنے کی۔" نائل نے معنی خیز
چھیڑا تو وہ گھور کر رہ گیا۔
عفرا تو ارسل کے ساتھ لگ گئی۔ ویسے ہی وہ اپنی بہنوں کے بچوں کے ساتھ مل جاتی تھی۔
"یہ بتاؤ فون کیوں کیا تھا......؟" اس نے پوچھا۔
"یہ پوچھنے کے لئے کہ زندہ ہو یا نہیں۔"
"بس یار......! ابھی تو زندہ ہوں۔" وہ ہنسا۔
"یہ بتاؤ شہرینہ بھابی سے صلح ہو گئی تیری......؟" وہ آہستگی سے پوچھنے لگا۔
"سمجھو ہو گئی ہے۔" وہ اندر آتی شہرینہ پر نگاہ ڈال کر بولا جو ان کے لئے کھانے کے لئے لائی تھی۔
"ارے بھابی......! میں کھا کر آیا ہوں وہ تو عفرا کے ضد کرنے پر گھمانے لے کر نکلا تھا۔" وہ اتنا کچھ ا
اقسام کی چیزیں دیکھ کر شرمندہ ہوا۔
"عفرا تو پہلی بار آئی ہے ناں......؟" وہ ٹرے سینٹر ٹیبل پر رکھنے لگی۔
"لگتا ہے آپ نے خود بنایا ہے......؟" اس نے ستائشی انداز میں اتنا کچھ دیکھا۔
"بس تھوڑا بہت بنا ہی لیتی ہوں امی کی مدد سے۔" اس نے کباب عفرا کی پلیٹ میں رکھے۔
"یار......! بھابی تو بہت سگھڑ ہیں۔"
"تمہاری والی بھی کم سگھڑ نہیں ہے۔" نائل کے انداز میں طنز تھا۔
"صدف کو تو پھر بھی کافی کچھ بنانا آتا ہے بس میں ہی ایسی تھی مگر پھر بھی سیکھ لیا ہے۔ یہ الگ بات ہے ان
معیار پر نہیں اُترتا۔"
"ظاہر ہے معیار پر کیسے اُترے گا اتنی بری چیزیں کھا کر۔" نائل نے اسے زچ کیا۔
"یار......! ایسا تو نہ بول۔ سب کچھ اتنا مزیدار ہے۔" اعزاز کو نائل کی بات ناگوار گزری۔

"اس کی تو آنکھ تلے کچھ نہیں آتا بیچاری بچہ بھی سنبھالتی ہے اور اس کے لئے اتنا کچھ بناتی ہے مجھے تو کرنے نہیں
دیتی ہے۔" امی نے نائل کی بات سن لی تھی اس لئے اندر چلی آئیں۔
"ایک تو میری امی کو مجھ سے اختلاف رہتا ہے اب ان کو صرف اپنی بہو پیاری ہے۔" وہ ناراضگی سے بولا۔
"امی کا مطلب یہ تو نہیں ہے وہ تو تمہیں بتا رہی ہیں۔" شہرینہ نے اس کا موڈ دیکھا جو اب آف ہو گیا تھا۔
"تم خوش ہو جاؤ تمہاری تعریفیں کرتی رہتی ہیں برا تو میں ہوں۔"
"یار نائل......! کیا ہو گیا ہے......؟ بچوں کی طرح بی ہیو کر رہے ہو۔" اعزاز کو ان کی تلخ کلامی سے اُلجھن ہوئی۔
"میں بچوں کی طرح بی ہیو کر رہا ہوں میری برائیاں سب کو نظر آتی ہیں۔ کبھی دوسروں پر بھی تنقیدی نگاہ ڈال لیا
کریں۔" اس نے سلگتی نگاہ شہرینہ پر ڈالی تو وہ سہم گئی تو پھر اعزاز کے سامنے شرمندگی الگ ہوئی۔
"اس سے تو کچھ کہنا ہی بیکار ہے۔ احساس نہ دلاؤں آئے گئے کے سامنے اس کی برائیاں کرتا رہتا ہے۔"
"امی......! آپ خاموش ہو جائیں پلیز......!" وہ تو ہراساں ہو گئی۔
"خوش ہو جاؤ تم مظلومیت کا لیبل لگائے پھرتی ہو۔" نائل غصے میں اُٹھ کر باہر نکل گیا۔ اعزاز بھی پیچھے دوڑا۔
اسے سمجھایا، بڑی مشکل سے وہ ٹھنڈا ہوا۔ اعزاز کو اپنا آنا ہی برا لگا کہ نہ وہ آتا اور نہ اس طرح لڑائی ہوتی۔



صدف کی شادی کی تیاریاں مکمل ہی ہو چکی تھیں اور پندرہ دن کا عرصہ تھا کارڈ وغیرہ ابھی بانٹنے سے رہتے تھے
یاسر کا فون آتا رہتا تھا مگر فارحہ سے بات کرنے کی وہ کبھی خواہش ظاہر نہ کرتا تھا اور وہ کڑھتی رہتی تھی کسی کام میں دل
نہ لگتا تھا۔ طائشہ اور آمنہ ہی اسے سمجھاتی رہتی تھی تسلیاں دیتی تھیں مگر وہ کب چپ ہوتی تھی۔
"فارحہ......! میری بچی......! کیوں ایسی حالت کر لی ہے......؟" بڑی چچی نے اسے اپنے گلے سے لگایا جو بیڈ
پر گھٹنوں میں منہ دیئے بیٹھی تھی۔
"نہ کر میری بچی......! ایسا میرا دل دکھتا ہے تجھے دیکھ کر۔ میرے بیٹے کی تو اولین خوشی ہے مگر شاید ہم سے ہی
بھول ہو گئی جو اس کی طرف توجہ نہ دے پائے۔"
"چچی جان......! مجھ سے غلطی ہوئی ہے وہ تو ٹھیک تھے میں ہی ان سے لڑی اور وہ میری وجہ سے گئے ہیں۔"
اسے سارا قصور اپنا ہی لگا۔
"وہ تو تم سے بہت محبت کرتا ہے دیکھنا لوٹ کر آئے گا۔"
"نہیں وہ نہیں آئیں گے نہ مجھ سے محبت کرتے ہیں جب ہی تو مجھ سے بات کرنا تک چھوڑ دی تھی نہ میری طرف
دیکھتے تھے۔ میں ہی بری ہوں جو ان کا خیال نہ رکھ پائی۔"
"نہ تم بری ہو اور نہ وہ تم سے نفرت کرتا ہے بلکہ تم دونوں تو بنے ہی ایک دوسرے کے لئے ہو بس یاسر کو تھوڑی ضد
تھی غصہ تھا جب وہ اترے گا تو دیکھنا آ کر سب سے معافیاں مانگے گا تو اتنی آسانی سے معاف مت کرنا بہت رلا رہا
ہے ناں وہ تجھے خوب تنگ کرنا اسے بھی۔" وہ بھی بولتے بولتے رو دیں ان کی اولاد تھیں وجود کا حصہ تھا آنکھوں کی
ٹھنڈک تھی دل کا چین تھی ہر وقت چہکنے ہنسانے والا ان کا بیٹا تھا ایک دم ہی وہ بے رنگ ہو گیا تھا۔
"چچی جان......! میں مر جاؤں گی انہوں نے اگر مجھے معاف نہیں کیا تو۔"
"تمہاری کوئی غلطی نہیں تھی غلطی ہماری ہے جو ہم تم دونوں کا نکاح کر کے بھول گئے کہ وہ بھی کچھ چاہتا ہے میں
نہ اس پر توجہ نہ دے پائی۔" انہیں رو رہ کر اپنی غلطی کا احساس ہو رہا تھا کیونکہ وہ تو یہی سمجھیں کہ نکاح کر دیا تو سب کچھ

ہو گیا مگر انہیں کیا خبر تھی ان کا بیٹا اتنا دیوانہ ہے۔ فارحہ کا وہ خود بھی تو فارحہ کو چاہتی تھیں۔

"ارے یہ آپ دونوں بیٹھی رو رہی ہیں۔" آمنہ شاہین کو ڈھونڈتی اندر آ گئی تھیں جب دونوں کو رو۔ حیران رہ گئیں۔

"آمنہ......! میں تو اسے چپ کرا رہی تھی۔ بالکل اس نے خود کو ایک جگہ قید کر لیا ہے۔"

"فارحہ......! کتنا میں نے بھی سمجھایا ہے اور طائشہ نے بھی، بیٹا......! اس طرح رونے سے کیا حاصل۔ تم، بس دُعا کرو، دیکھنا یاسر جلد آئے گا۔" آمنہ نے اس کے بال سمیٹے۔

"آمنہ آنٹی......! میرا کسی چیز میں بھی دل نہیں لگتا۔" وہ اور بلک بلک کر رو دی۔

"بے وقوف لڑکی......! اس طرح تم کرو گی تو بتاؤ سب کو ہی دُکھ ہو گا۔ بھابی کیا سوچیں گی اور یہ چھوٹی ب کی اب تم امانت ہو۔ بتاؤ وہ اپنے بیٹے کو کیا جواب دیں گی کہ انہوں نے اس کی بیوی کا خیال نہیں رکھا۔"

"مگر آنٹی......!"

"اگر مگر کچھ نہیں، شاباش اٹھو، چینج کرو خود کو بیٹا......! اس طرح رونے دھونے سے کچھ نہیں ہو گا۔ سو۔ کے کچھ نہیں، تم خود کو مضبوط کرو سب کی خوشی کے لئے خوش رہو اور پھر دیکھو صدف کو اس کا تو بھائی گیا ہے۔ نہیں چاہ رہا ہے کہ اس کی شادی پر وہ موجود ہو دونوں بہن بھائی ہیں وہ۔ تم بڑی بن کر صدف کا مان بڑھا۔ طرف سے بھی اور اپنی طرف سے بھی تا کہ اسے احساس نہ ہو کہ وہ اپنے بھائی کی کمی محسوس کرے۔" آمنہ آ۔ بڑے مفصل انداز میں سمجھا رہی تھیں جبکہ شاہین اپنے آنسو پونچھ رہی تھیں۔

"یاسر آ جائے دیکھنا اس کی خبر میں لوں گی کہ اتنی پیاری لڑکی کو چھوڑ کر وہ کیوں گیا......؟"

"آمنہ......! مجھے یقین ہے اس کا دل نہیں لگ رہا ہے فون پر بھی اُکتایا ہوا سنائی دیتا ہے دیکھنا جلدی آ۔ گا۔" وہ وثوق سے بولیں۔

"پھر بھابی......! ہم بالکل دیر نہیں کریں گے۔ فوراً ان دونوں کی رُخصتی کی تیاری کریں گے تا کہ پکا کام ہ۔ ہی نہ پائے۔"

آمنہ نے معنی خیزی سے کہا تو فارحہ نے شرما کر سر جھکا لیا۔

"ہماری تو خواہش تھی دونوں بہن بھائی ساتھ نمٹ جاتے مگر اس نے بیچ میں اپنے جانے کا نکال لیا۔" ا۔ زدہ لہجے میں بولیں۔

"اصل میں بھابی......! وہ غصے میں گیا ہے ایک تو ان لڑکوں کے غصے سے ہم پریشان ہیں پہلے سرد تھا۔ ہوئے تو نائل نے وہ تیور اپنا لئے، ابھی تک اس کے دماغ ٹھکانے نہیں ہیں اور اب یہ یاسر پر بھی اثر ہو گیا۔"

آمنہ تاسف سے آہ بھر کر رہ گئیں۔

"شہرینہ کی الگ فکر رہتی ہے۔ بچہ بھی اس کا چار پانچ ماہ کا ہو گیا ہے ابھی تک نائل آنے نہیں دے رہا۔ شہرینہ بھی کتنی بدل گئی ہے۔ ابرار الگ اسے یاد کرتے رہتے ہیں مگر منہ سے کبھی نہیں کہتے کہ نائل اسے نہیں بھیج۔"

"آمنہ......! نائل نے بھی فضول ہی اکڑ بیٹھا رکھی ہے۔ اب بس بھی کرے ہم نے یہ لڑائی ختم کرنے کو۔ شادی کی تھی وہ ابھی تک بھرا بیٹھا ہے۔"

"فون پر بھابی بتا رہی تھیں کہ دو دن پہلے بھی پتہ نہیں نائل کو بہت غصہ آیا تھا شہرینہ تو چپ سنتی رہی۔"

"آنٹی......! شہرینہ کو بھی اپنے رویے میں لچک پیدا کرنی چاہئے۔ نائل بھائی اُن کے شوہر ہیں، کچھ ن

م کا بھی رشتہ ہوتا ہے۔" فارحہ نے کہا کیونکہ اصل لڑائی ہی یاسر کی اس سے اسی وجہ سے ہوئی تھی۔

"اب کہاں کر رہی ہے بیچاری پر خواہ مخواہ گرم ہوتا رہتا ہے۔"

"پہلے تو بہت کچھ کرایا دے اپنا مس کیرج تک کروانے پر تلی ہوئی تھی۔" اسے تو خود شہرینہ پر غصہ تھا۔

آمنہ لب بھینچ کر رہ گئیں جبکہ شاہین نے حیرت سے اسے دیکھا جو شہرینہ کے لئے کتنی کڑواہٹ رکھتی تھی۔

"آپ کو بتاؤں میری اور یاسر کی لڑائی کی وجہ بھی یہی تھی۔ میں نے بس شہرینہ کی سائیڈ لے لی اور نائل حسن کو برا دیا بس انہیں غصہ آ گیا کہ تم نے اس کی سائیڈ کیوں لی......؟" سمجھاؤ شہرینہ کو کہ وہ غلط کر رہی ہے جبکہ آنٹی نائل اس پر تشدد تک کرتے تھے بتائیے میں اپنی بہن کو اس طرح دیکھ سکتی تھی اس دن ہم میں بہت بحث ہوئی تھی اسی ے انہوں نے مجھ سے بات تک کرنا چھوڑ دی اور مجھے ہی سزا دینے کو وہ امریکہ گئے ہیں۔" فارحہ تو پھٹ پڑی وہ دونوں تو ہکا بکا رہ گئیں کہ اتنی خاموش رہنے والی لڑکی اتنا کچھ دل میں چھپائے ہوئے تھی۔

"شہرینہ کو میں نے بہت سمجھایا مگر اس کی سمجھ میں بالکل نہیں آیا بتائیے چچی جان......! آپ اس میں میرا کیا ر......؟ وہ اگر کچھ کر رہی ہے تو مجھے سزا دی انہوں نے میرے تو بس میں بھی نہ تھا۔ انہوں نے کبھی نائل حسن کو برا ہمیشہ شہرینہ کو کہا۔" وہ رو دی اب ان کی سمجھ آئی کہ یاسر کے غصے کی وجہ ورنہ تو وہ کچھ اور ہی سمجھ رہی تھیں۔ آمنہ ندامت سے سر جھکا کر رہ گئیں کیونکہ نائل ان کا بھتیجا اور شہرینہ ان کے شوہر کی بیٹی دونوں ہی ان کے لئے اہمیت ے تھے۔ انہیں لگا کہ جیسے وہ ہی اُس فساد کی کارن ہوں ان سے تو کچھ بولا بھی نہ جا رہا تھا، افسردگی سے اُٹھ گئیں چچی جان اسے گھنٹوں سمجھاتی رہیں۔

● ● ●

نائل کا ایک ہفتے تک تو موڈ خراب رہا مگر پھر ایک دن امی نے اس کی اچھی خاصی خبر لی تو ان سے وہ معافیاں ما رہا کیونکہ لڑائی بھی تو وہی نکالتا تھا۔

وہ اندر کمرے میں آیا تو دیکھا شہرینہ ارسل کو سلانے کے بعد اس کے کپڑے تہہ کر کے باسکٹ میں رکھ رہی تھی۔ ب تو وہ بالکل ہی گھریلو سی ہو گئی تھی۔ ہر وقت کسی نا کسی کام میں لگی رہتی تھی صرف نائل کی جھڑکیوں کی وجہ سے۔

نائل ارسل کے قریب آہستگی سے لیٹا تا کہ وہ اُٹھ نہ جائے جبکہ شہرینہ اب نائل کا نائٹ سوٹ نکال کر لائی تھی۔

"آپ چینج کر لیں یہ سوٹ نکال دیا ہے میں نے۔" وہ آہستگی سے گویا ہوئی۔

نائل بڑی غور سے اس کا جائزہ لے رہا تھا جو لائٹ پرپل سوٹ میں سادہ سی تھی کافی حسین لگ رہی تھی، نگھریالے بال لمبے بھی ہو گئے تھے، ہر وقت چوٹی بنائے رکھتی تھی، دودھیا رنگت اس کی ہر وقت چمکتی رہتی تھی، ل فا رز لگتی تھی، سارے نین نقش اس نے اپنی ماں سے چرائے تھے۔ ایک نظر اس نے پھر ارسل پر ڈالی جو رنگت ما تو سرخ و سفید تھا مگر نقش سارے نائل کے تھے، کالے بال، بڑی بڑی آنکھیں۔

"آپ چینج کر لیں۔" شہرینہ اب ذرا قریب آ کر بولی تو وہ چونک گیا۔

"اچھا......!" وہ ایک جست میں اٹھا مگر وہ شہرینہ کے قریب آ گیا۔

"مجھے ایک بات تو بتاؤ کہ تم نے کس کس کو یقین دلایا ہے کہ تم ان کی ہو۔" اس نے غیر متوقع سوال کر دیا وہ تو ایک لمحے کو ٹپٹا گئی۔

"ج......جی......؟"

"مجھے جلدی بتاؤ کہ کس کس کو یقین دلایا ہے کہ تم ان کی ہو......؟" اب وہ رعونت بھرے لہجے میں بولا تو وہ گھبرا گئی۔

”جو میرے اپنے ہیں انہیں۔“ وہ نگاہ چرا گئی۔

”اپنے میں میں بھی آتا ہوں یا نکال دیا مجھے......؟“ وہ سپاٹ انداز میں بولا تو وہ سمجھی نہیں۔ اس کا سنجیدہ ہے یا مذاق کر رہا ہے۔

”میں کیا پوچھ رہا ہوں......؟ میں بھی آتا ہوں اپنوں میں یا نکال دیا مجھے......؟“

”آپ یہ خود سوچیں کہ آپ نے نکال دیا ہے یا نہیں......؟“ اس نے سوالیہ نگاہ اُٹھائی۔

”سوچا تو تھا کہ نکال دوں مگر پھر یہ سوچا کہ میرے بیٹے کو دوسری ماں ٹھیک نہیں رکھ سکے گی پھر وہ بھی خودسر ہو جائے گا بڑے ہو کر کہ اسے ماں نہیں سمجھے گا۔“ وہ طنز سے باز نہ آیا۔ لب کچل کر رہ گئی۔

”پلیز......! آپ اس طرح کی باتیں نہ کریں۔“ وہ شرمندہ سی بولی کیونکہ آمنہ کو اس نے کتنا ستایا تھا۔

”کس طرح کی باتیں کروں مجھے بتاؤ تم......؟“ نائل نے اچانک ہی اس پر حملہ کر دیا۔ شہرینہ تو اس کے میں لہرا گئی کیونکہ نائل کی آنکھوں میں آج الگ ہی رنگ تھا شوخی و شرارت کا۔ اسے یقین نہ آیا۔

”سمجھ نہیں آ رہا کہ تم سے میں کیسے بات کروں اور کیسے کیا کہوں جو میں کہنا چاہتا ہوں......؟“

اب اُس نے اس کے شانوں پر اپنے مضبوط ہاتھ رکھے وہ تو پگھل ہی گئی اس کے ہاتھوں میں جس میں اور اپنائیت کا رچاؤ تھا جو ایک جادو سا لگا۔ پل میں اس کے احساسات بدلے۔ وہ ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم کے مصداق نائل کا چہرہ تکتی رہی۔

”یہ بتاؤ محبت کرتی ہو مجھ سے......؟“

”لو، انگریزی میں یہی کہتے ہیں ناں......؟“ وہ مسکرایا تو شہرینہ بھی کھل اٹھی۔

”کیوں مجھے کرنا چاہئے آپ سے یا نہیں......؟ کیونکہ آپ نے......“

”بس......! آگے کچھ نہیں کہنا۔“ نائل نے اس کے نازک لبوں پر اُنگلی رکھ دی۔

”بہت ستایا ہے آپ نے مجھے۔“ وہ پھر بھی شکوہ کرنے سے باز نہ آئی۔

”حساب برابر تو تم بھی کر دیتی تھیں وہ بدو لڑی ہو مجھ سے۔“ اس نے اب شہرینہ کا بازو پکڑا جو حسن و رعنائی کا جاگتا مجسمہ تھی جس کی بکھراں خوبصورتی میں کھو گیا۔

”مجھے آپ کی پابندیوں پر غصہ آتا تھا۔“ اب اس نے اس کی محویت توڑ کر خفگی دکھائی۔

”اے سنو......! تم پر پابندیاں ضروری تھیں کیونکہ تم نے میرے بچے کو مارنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی“ اس نے سوئے ہوئے ارسل پر پیار بھری نگاہ ڈالی۔

”مجھے بس اسی بات پر غصہ آتا تھا۔“ وہ اسے بڑی لگاوٹ اور وارفتگی سے دیکھ رہا تھا۔

”اچھا بس لڑائی ختم۔ بس یہ اور بتا دو کہ یہ سب تبدیلیاں تم میں آئیں کیسے......؟ کیونکہ میں حیرانگیوں میں ہوں۔“

”بس یہ سب اچانک ہی ہوا بلکہ اس وقت ہوا جب آپ نے کہا کہ بچے کو چھین لیں گے۔“

”تم نے سوچا کہ کمپرومائز کر لوں......؟“ اب اس نے تاک کر کہا۔

”جی نہیں......! ایسی بات نہیں ہے، دل سے آپ کو قبول کیا ہے، مانا ہے پھر میں نے آپ کی امی کو اتنی محبت کرتے دیکھا تو بس میرے دل میں آپ کی جگہ بن گئی۔“ وہ سر جھکا کر اعتراف کرتی نائل کو بہت اچھی اور اپنی اپنی لگی۔

”صرف امی کی وجہ سے مجھے بخش دیا......؟“

”پلیز......! آپ ہر بات کا اُلٹا مطلب مت لیں۔ میں بالکل سچے دل سے کہہ رہی ہوں کیونکہ چاہنے تو آپ کو میں شادی کے بعد ہی لگی تھی بس جب آپ غصہ کرتے تھے، مجھے جھڑکتے تھے تو فوراً میرا دل آپ کی طرف سے بددل ہو جاتا تھا اسی لئے آپ کو میں اُلٹا سیدھا کہہ بھی دیتی تھی۔ بعد میں مجھے افسوس بھی ہوتا تھا۔“ وہ ندامت سے بولی، نگاہ تو جھکی ہوئی تھی کیونکہ نائل کے وہ حصار میں تھی جو مکمل اسی کی جانب متوجہ تھا۔

”میں سمجھا کہ تم نے سوچا کہ کیا فائدہ لڑنے کا......؟ کمپرومائز کر لوں۔“ وہ اسے تنگ کئے جا رہا تھا۔

”ایسی بات نہیں ہے۔ میں نے تو محبت و پیار کو شادی کے بعد جانا ماں کی محبت جو آپ کی امی سے ملی پھر آپ کی پھپھو جو میری ماں ہیں ان سے مجھے سچا پیار ملا، ایک بھائی جسے میں نے ہمیشہ برا کہا پھر اتنے ڈھیر سارے لوگ جو میرے اپنے ہیں۔“

”اور میں نہیں ملا......؟ بتاؤ......!“ اس نے شہرینہ کا چہرہ اوپر اُٹھا کر مخمور لہجے میں پوچھا تو وہ شرما گئی کیونکہ بے اختیار وہ ایک معنی خیز شرارت کر گیا تو وہ بلش ہو گئی۔

”آپ سے تو اب یہ زندگی وابستہ ہے۔ آپ کی زندگی میں آ کر تو مجھے رشتوں کی پہچان ہوئی ہے۔ میری سگی ماں جسے میں نے کبھی نہیں دیکھا اچھا ہے نہیں دیکھا، مجھے کوئی افسوس بھی نہیں۔“ وہ بڑے فریش انداز میں بولی۔

”نہیں شہرینہ......! تمہاری ماں بھی بری نہیں تھی، انہیں بھی حالات نے برا بنایا کیونکہ ان کی پہلی شادی کامیاب نہ گزری پھر دوسری بھی ایسی ہی گزری۔ بس وہ تم پر اپنا داؤ چلانا چاہ رہی تھیں، ویسے بھی ویسٹرن لڑکیاں بہت کم گھر بسا پاتی ہیں۔“

”بس یہی اثر میری ماں میں بھی تھا جس نے شادی کو کھیل ہی جانا۔“ اس نے نائل کی بات کاٹی۔ کتنا دل دُکھا تھا، کتنی ٹوٹ گئی تھی کہ اس کی ماں نے اس کی قیمت لگائی تھی اسے چھوڑنے کی، وہ کتنی پاگل تھی کہ اس کے پاس جا رہی تھی۔

”میں نے کبھی سوچا ہی نہ تھا کہ زندگی میری ایسی اچانک ہی بدلے گی۔ میں یہاں آئی پھر آپ سے شادی ہوئی اور پھر ارسل، سمجھئے اصل زندگی ہماری تو اب شروع ہوئی ہے۔ اس کی ہم اچھی تربیت کریں گے تو یہ آگے جا کر ہمارا ہی نام روشن کرے گا۔“ وہ کتنی بڑی اور گہری باتیں کر رہی تھی، نائل تو بس حیرانگی سے سنتا جا رہا تھا۔ آج اسے شہرینہ پر بہت ہی پیار آ رہا تھا جس نے اس کا دل جیت لیا تھا آج وہ سرخرو ہو گیا تھا۔ ایک خودسر لڑکی کو بدلنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اس میں احساسات کے اور پیار کے جذبات اُبھارے تھے جو کل تک اس سے نفرت کرتی تھی اور آج اس کی محبت میں پور پور ڈوب چکی تھی۔ کتنی پراثر باتیں کر رہی تھی، وہ تو اسے لاپرواہ ہی سمجھتا مگر آج اس نے شہرینہ کا نیا روپ دیکھا۔

”شہرینہ......! تم اتنا کچھ سوچتی ہو......؟“ وہ چونک کر بولا۔

”یہ سب آپ کی صحبت کا اثر ہے جس نے مجھے بدل دیا۔“ وہ ہنسی۔

”بدل تو تم نے بھی مجھے دیا ہے جان نائل......!“ اب وہ ذرا ترنگ میں بولا تو شہرینہ تو گھبرا ہی گئی کیونکہ اس کی آنکھوں میں شوخیاں اور محبت کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔

”آج میں تمہیں بتا رہا ہوں پہلی نگاہ میں ہی مجھے اچھی لگی تھیں جب تمہیں دیکھا تھا مگر یہ کبھی نہیں سوچا تھا کہ شادی بھی کروں گا، وہ بھی تم سے۔ ابرار انکل بہت اچھے ہیں، میں ان سے بھی روڈ رہتا ہوں، ان کی بیٹی کو بھی یہاں قید کر کے رکھا ہوا ہے، ان کی شکل تک سے ترسایا ہوا ہے۔“ اس نے اب شہرینہ کی ناک پر شہادت کی اُنگلی ماری تو وہ اسے گھورنے لگی۔

”دل نہیں چاہتا تمہارا کسی سے ملنے کو بھی......؟“

''آپ کی وجہ سے نہیں بولتی تھی کیونکہ اب تو دل میں تہیہ کرلیا ہے آپ کی مرضی سے تمام کام کرنے ہیں کیونکہ آپ کو خوش رکھوں گی تو سب مجھ سے بھی خوش رہیں گے پھر میں تو غلط ہی کرتی آئی ہوں۔'' اس نے مکمل اعتراف وہ غلطی پر تھی۔

''اوہو......! بڑی میاں کی فرمانبردار ہو رہی ہو......؟'' وہ تو شہرینہ کی باتوں پر سکتے میں آ گیا۔

''کیوں نہیں ہونا چاہئے مجھے......؟ بتایئے آپ کو ہی مجھ سے شکایت رہتی تھی کہ میں آپ کی کوئی بات مانتی۔'' اس نے نائل کی پرشوخ نگاہوں میں ایک نظر دیکھا جہاں ساری محبتیں جمع تھیں۔

''شکایت تو مجھے تمہاری ضد پر ہوتی تھی۔'' اس نے اب اس کا مکمل جائزہ لیا جو سادہ سے سراپے میں تھی۔

''اب تو وہ بھی چھوڑ دی، خوش نہیں ہیں آپ......؟'' اس نے تائید چاہی۔

''آج ہی تو میں بہت خوش ہوں کہ ایک لڑکی کو میں نے سدھار دیا جو بہت ہی ضدی اور مغرور تھی۔'' اس نے چھ

''جی نہیں......! سدھارا مجھے میرے بیٹے نے ہے، اسی نے تو مجھے بتایا ہے اپنائیت کیا ہوتی ہے، محبت کیا ہے۔'' وہ سوئے ہوئے ارسل کے قریب آ کر بولی۔

''اچھا جی......! میں کس کھاتے میں جاتا ہوں......؟'' اس نے مصنوعی خفگی دکھائی۔

''دل کے کھاتے میں جاتے ہیں جہاں اب آپ اور آپ کا بیٹا ہی رہتے ہیں۔'' اس نے ذرا جھینپ کر کہا کو ساعتوں پر یقین نہ آیا ہو، بار بار پلکیں جھپک رہا تھا۔ شہرینہ نے اس کے قریب آنے پر اسے ایک ہلکا سا دھکا کیا۔ وہ گرنے کی ایکٹنگ کر کے اس کے پہلو ہی میں گرا مگر شہرینہ اب اس کے قبضے میں آ چکی تھی جو موم کی پگھل کر نائل کو جلا گئی کیونکہ اب اسے روکنا بھی مشکل ہو رہا تھا۔ اسی اثناء میں ننھے ارسل نے رونا شروع کر شہرینہ نے اپنی جان بخشی پر ارسل کو تشکر بھرے انداز میں جھٹ چوما۔

''اے تجھے ابھی اُٹھنا تھا......؟'' نائل بھی شہرینہ کی پشت سے اُچک کر ارسل کو دیکھنے لگا۔

ارسل کیا خاموش ہوتا چیخنا شروع کر دیا۔ شہرینہ سے سنبھالنا بھی مشکل ہوا۔ کبھی نائل لے کر اسے ٹہلاتا مگر نے نہ چپ ہو کر دیا، اتنے میں امی آ گئیں۔

''ہائے ہائے......! کیا کر دیا میرے بچے کو......؟'' انہوں نے آتے ہی اسے گود میں لے لیا۔

''خیال تو کیا کرو اس کی فیڈ کا۔'' وہ بڑبڑاتی ہوئیں ارسل کو لے گئیں۔ اب وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔

''آپ سے اُٹھا ہے وہ۔'' وہ خفگی سے بولی۔

''اے مجھ سے نہیں تم سے اُٹھا ہے۔'' وہ بھی اسے الزام دینے لگا۔

''جی نہیں......! آپ نے اُٹھایا ہے۔'' وہ تیکھے چتونوں سے اسے دیکھنے لگی۔

''تمہاری تو ایسی کی تیسی، ابھی بتاتا ہوں۔'' وہ اس کے پیچھے دوڑا جبکہ شہرینہ اسے جل دے کر باہر بھاگ گئی تھی، وہ بھی پیچھے ہی آیا مگر وہ اسے ٹھینگا دکھاتی اب امی کے کمرے میں گھس گئی کیونکہ ارسل کے دُھواں دھار رونے کی آواز اب بھی آ رہی تھی۔

● ● ●

''کتنے کام کرنے کو ہیں مگر دن ہیں کہ ختم ہوئے جا رہے ہیں۔ بتاؤ کل ہی کی بات ہے شہرینہ کی شادی ہوئی اب اچانک صدف کی بھی آ گئی۔'' فاخرہ بیگم بول رہی تھیں۔

''بھابی---! شہرینہ کی شادی کو بھی ڈیڑھ سال ہو گیا ہے ابھی کی بات لگتی ہے۔'' آمنہ نے ان کی تائید کرتے ہوئے کہا۔

''سب صدف کے جہیز کی چیزوں کی لسٹ بنا رہی تھیں اور کیا کیا آنا ہے اور کیا کم ہے، لکھ طائشہ ہی رہی تھی۔ ...دوں کی تو ساری پیکنگ طائشہ اور آمنہ نے مل کر کی تھی۔

''یاد آیا آمنہ---! ذرا نائل سے اب تو کہہ دو کہ صدف کی شادی میں شہرینہ کو رہنے ہی بھیج دے۔ ہم تو ترس گئے ...بچی کو دیکھنے کو اور اس کے بچے کو۔'' شاہین نے ان سے کہا جو ٹھٹک سی گئیں۔

''بھابی---! اب میں خود جا کر ہی لے کر آؤں گی کیونکہ نائل کا آپ کو پتہ ہی ہے خواہ مخواہ شادی کا گھر ہے میں نہیں ...ہی کہ کوئی بدمزگی ہو جائے پہلے ہی ہم سب یاسر کی وجہ سے فکرمند ہیں۔'' انہوں نے اپنی چھوٹی جیٹھانی سے کہا۔

''بہار نے بھی بالکل ہی شہرینہ سے کنارہ کشی کر لی ہے اب بچی نے ایسا بھی کیا کر دیا کہ اس سے فون تک پر ...نہیں کرتا۔'' فاخرہ بیگم کو ہر وقت شہرینہ کا خیال رہتا کیونکہ وہ سب سے زیادہ قریب بھی ان سے ہو گئی تھی۔

''نہیں میں خود سمجھا کر تھک گئی، کہتے ہیں کہ نائل چھوڑ کر جائے گا شہرینہ کو تو میں اسے گھر آنے دوں گا۔'' آمنہ ...نے لسٹ پر ایک طائرانہ نگاہ ڈال کر کہا۔

''پھوپھو---! آج میرا جانے کا ارادہ ہے آپ بھی نہ جایئے۔ میں خود لے کر آؤں گی اور دماغ ٹھکانے نائل ...کے میں ہی لگا سکتی ہوں۔'' طائشہ نے ان کی گفتگو سننے کے بعد لب کھولے۔

''طائشہ---! اب تم ضد مت کرنے لگ جانا۔ مجھے ویسے ہی تمہارے بھائی سے ڈر لگتا ہے، ناحق وہ شہرینہ پر ...ہوگا۔''

''امی---! آپ فکرمند نہ ہوں، نائل میرا ہی بھائی ہے ایسا کچھ کرے گا ناں تو دیکھئے گا میں کیا کرتی ہوں۔'' وہ ...ہیں اطمینان دلا کر بولی۔

''چچی جان---! لسٹ تو میں نے بنا دی ہے باقی کی چیزوں کی میں رات کو بنا دوں گی۔'' اس نے اب ڈائری ...شاہین کے ہاتھ میں دی۔

''مہمانوں کی لسٹ بھی تمہیں ہی بنانی ہوگی۔'' شاہین کو یاد آیا۔

''چچی جان......! لسٹ مہمانوں کی یہ بنائیں گے، سرمد۔'' وہ بولی۔

''آمنہ---! تم اپنی اسٹوڈنٹ جویریہ کو بلانا مت بھولنا، بڑی پیاری بچی ہے معصوم سی۔'' فاخرہ بیگم کو وہ کچھ زیادہ ہی پسند آئی تھی۔

''پھوپھو---! آپ اسے روز شام میں بلایا کریں ناں اس کا بھی دل لگتا ہے یہاں۔'' طائشہ نے بھی تائید کی۔

''گھر میں اکیلی ہے ناں یہاں پر سب ہوتے ہیں اس کا یہاں بہت دل لگتا ہے۔'' آمنہ نے پیار بھرے انداز میں جویریہ کے بارے میں بتایا۔

''ہاں---! تم فون پر کہہ دینا کافی دن سے وہ نہ آئی اور نہ ہی فون کیا۔'' فاخرہ بیگم کو کچھ زیادہ ہی بے تابی تھی اس سے ملنے کی۔

''بھابی---! لگتا ہے جویریہ آپ کو کچھ زیادہ ہی پسند آئی ہے۔'' آمنہ معنی خیزی سے بولیں۔

''ہاں بس پتہ نہیں کیوں مجھے اچھی لگتی ہے، زیادہ تو بولتی ہی نہیں ہے، ہوں ہاں سے زیادہ۔'' انہیں اس دن کی باتیں یاد آ گئیں جب سب شہرینہ کو دیکھنے گئے تھے وہ اور بلال گھر میں تھے۔

"ٹھیک ہے آج ہی میں فون کر کے بلالوں گی۔"

"فون کر کے نہیں تم گھر جاؤ بلال کو یا عمر کو لے کر۔ کہیں بیمار ہی نہ ہو۔ ویسے ہی اتنی بیمار پڑی تھی۔" انہیں زیادہ ہی فکر تھی۔ آمنہ انہیں گہری نگاہوں سے دیکھنے کے بعد کچھ سوچنے لگیں مگر ابھی لب کھولنے سے اجتناب

طائشہ اُٹھ کر چلی گئی، باقی کا کام وہ تینوں خواتین دیکھنے لگیں۔

"تم کدھر سے آ رہے ہو اتنے پریشان سے......؟" طائشہ نے بلال کو دیکھا جو تھکا ہوا نظر آ رہا تھا۔

"سچ بھابی......! یاسر بھائی ایسے غلط وقت پر گئے ہیں، سارے کام مجھ پر آن پڑے ہیں۔" یونیورسٹی چھٹیاں ہو رہی ہیں اس صدف کی وجہ سے۔" وہ خاصا بیزار سا لگا۔

"اب کیا صدف خود اپنی شادی کی تیاریاں کرے۔" وہ ہنس کر بولی۔

"میں یاسر بھائی کی بات کر رہا ہوں جو امریکہ جا کر بیٹھ گئے، کم از کم بعد میں چلے جاتے، پتہ ہے ابو اور کے ساتھ پوری مارکیٹ گھوما ہوں فرنیچر کے لئے مگر ان دونوں حضرات کو پسند ہی نہیں آ رہا۔" وہ اب کا ڈھیر چکا تھا کیونکہ ٹانگیں درد کرنے لگی تھیں، چل چل کر اور سارے راستے وہ بھناتا ہی رہا مگر ہر بار ابو سے زبردستی پڑتی جو اسے اور کھولا دیتی تھی مگر چپ کی مہر ثبت کئے چلتا گیا۔

"پتہ ہے صبح گیارہ بجے کا گیا ہوا تھا اب بھیجا ہے مجھے گھر چھ بجے شام۔"

"کھانا کھاؤ گے، لگا دوں......؟" وہ مسکرا کر بولی کیونکہ اس وقت وہ خاصا آگ بگولہ ہو رہا تھا۔

"لنچ ہم نے باہر ہی کیا تھا اب بس چائے پلا دیں مگر کڑک سی کیونکہ اب میں بہت تھک گیا ہوں بالکل جاؤں گا، کوئی کتنا ہی کہہ دے کہ چلو۔" وہ چڑا ہوا تھا۔

"ارے بلال......! آ گیا میرا بیٹا......!" آمنہ اسے دیکھ کر خوش ہو گئیں۔

"آمنہ آنٹی......! اس وقت میں کہیں بھی جانے کے موڈ میں نہیں ہوں۔ شادی ان محترمہ کی ہو رہی بیل مجھے بنا دیا ہے۔" وہ بڑبڑایا۔

"ابھی پھوپھو نے جانے کو کب کہا ہے......؟" طائشہ نے حیرانگی سے کہا۔

"لیکن آنٹی کا انداز بتا رہا ہے اور ان کی تیاری بھی بتا رہی ہے کہ یہ مجھے کہیں لے جانے کو بضد ہیں۔" آمنہ کو جارجٹ کے اسکائی بلیو کپڑوں میں دیکھا جس پر صرف انہوں نے لائٹ سی لپ اسٹک ہی تو لگائی تھی۔

"بھابی......! پلیز آپ چائے بنائیں، سر دُکھ رہا ہے میرا۔" اس نے اپنے جوگرز اُتار کر سائیڈ پر رکھے مزید چلنے کو ہی نہ کہہ دیں۔

"ٹھیک ہے تم تھکے ہوئے ہو تو رہنے دو۔ میں عمر کو ہی لے جاتی ہوں میں تو تمہارا خیال کر کے ہی کہہ وہ معنی خیزی سے ذرا مسکرائیں۔ بلال نے تیکھے چتونوں سے چونک کر انہیں دیکھا۔

"اچھا ہے کہ آپ میرا خیال نہ کریں کیونکہ واقعی میں تھکا ہوا ہوں۔" اب اس نے کشن اٹھا کر سر کے ویسے بائی داوے آپ جا کہاں رہی ہیں......؟" اب اسے تجسس ہوا کہ پوچھے تو آخر تیاری کہاں کی ہے۔

"جب تم نے منع کر دیا تو بتانے سے فائدہ۔ تم آرام کرو عمر اپنے پاپا کے ساتھ کہیں گیا ہے آتا ہی ہو گا گی۔" اب انہوں نے جان بوجھ کر سسپنس رکھا۔

"ارے آمنہ......! تم گئی نہیں، یہ تو آ گیا ہے۔" فاخرہ بیگم ہال کمرے سے ادھر ہی آ گئیں۔

♦♦♦

"آپ کے صاحبزادے نے پہلے ہی منع کر دیا۔ عمر آ جائے اسے لے جاؤں گی۔ سوچا ہے واپسی میں درزی بھی چکر لگا کر آ جاؤں گی کپڑے سیے یا نہیں۔" انہوں نے ان سے کہا۔ اب بلال کے کان کھڑے ہوئے اتنے ہی بلال کے لیے چائے بنا کر لے کر آ چکی تھی جو اس نے جھٹ لے لی۔

"ارے تم اس کے ساتھ جاؤ پھر گاڑی کا مسئلہ ہو گا۔ کم از کم یہ چلا تو لے گا۔ ورنہ پھر تمہیں ٹیکسی میں جانا پڑے گا پھر عمر کو کب پتہ ہے جویریہ کا گھر۔"

"کک......کیا جویریہ کے گھر!" بلال کے ہاتھ سے چائے گرتے بچی۔ طائشہ نے فہمائشی نگاہ اس پر ڈالی جو تھوڑا بھی ہوا مگر خود کو قابو میں رکھا۔ آمنہ کو اس کی حالت پر ہنسی آئی۔

"بلال۔ شرم تو نہیں آتی منع کرتے ہوئے چچی کو اب یہ ٹیکسیوں میں دھکے کھاتی پھریں گی۔ اچھا لگے گا گھر میں گاڑیاں موجود ہوتے ہوئے۔" انہوں نے اب اسے اچھی خاصی ڈانٹ پلائی۔

"امی میں نے منع کب کیا ہے؟ خود ہی پہلے سے منع کر چکی ہیں میں تو ویسے بھی ہر گھڑی تیار کامران ہوں جویریہ کے جانے کو۔" آخر کا لفظ آہستگی سے بولا جو آمنہ اور طائشہ کی سماعتیں سن چکی تھیں۔

"نہیں تم آرام کرو اتنا ضروری بھی نہیں ہے جانا۔ میں عمر کو لے جاؤں گی۔" آمنہ لب بھینچ کر ہنسی روکنے لگیں۔

"آنٹی! آپ خواہ مخواہ عمر کو تنگ کریں گی چلیے میں تیار ہوں بس۔" جھٹ جوگرز اٹھا کر وہ پہننے لگا۔

"آئندہ اگر منع کیا نا تو بہت مار لگاؤں گی۔" فاخرہ بیگم اسے وارننگ دیتے ہوئے چلی گئیں۔ طائشہ اس کی حرکات و سکنات دیکھ رہی تھی۔ آنکھوں ہی آنکھوں میں آمنہ سے پوچھا بھی انہوں نے مگر وہ شانے اچکا کر رہ گئیں، کیونکہ بلال ابھی کچھ دیر پہلے ہی انکاری تھا۔

●●●

"بیٹا! ایک فون تو کر سکتی تھیں تم؟" آمنہ نے ذرا خفگی سے اس سے شکوہ کیا۔

"مس آپ کو میں کرتی فون مگر وہ ڈیڈی نے آناً فاناً تیاری کر لی بس رہ گیا۔" وہ شرمندہ بھی ہوئی کیونکہ وہ خود انگلینڈ جانے سے پہلے انہیں فون کرنا چاہ رہی تھی مگر کر نہ پائی۔

"سوری مس! آئندہ خیال رکھوں گی۔" وہ اترے چہرے کے ساتھ بولی۔

"آئندہ آپ کو واقعی خیال رکھنا ہے کیونکہ آپ پورے ایک ماہ بائیس دن غائب رہی ہیں۔" بلال نے بے ساختہ ہی کہا۔

جویریہ اور آمنہ نے اسے حیرت سے دیکھا جس نے ایک ایک دن کا حساب رکھا ہوا تھا۔

"وہ میرا مطلب ہے کہ آپ کو آنٹی کو تو بتانا چاہیے تھا۔ وہ آپ کو اتنا چاہتی ہیں۔" وہ بری طرح خجل ہو گیا کیونکہ روانی میں غلطی سرزد ہوئی۔ اب زبان دانتوں تلے دبا کر رہ گیا۔

"مس! یہ بتائیے آپ لوگ ٹھنڈا لیں گے یا چائے؟ ہماری سلمٰی بہت اچھی بناتی ہے۔" جویریہ نے سلمٰی کی آمد پر کہا۔

"ابھی تو ہم کچھ نہیں لیں گے کیونکہ میں تو چائے پی کر آیا ہوں۔" بلال نے جھٹ کہا۔

"میں نے مس سے پوچھا ہے۔" اب وہ ذرا نخوت سے بولی کیونکہ بلال کا بیچ میں بولنا ناگوار گز مسلسل اسے پرشوخ نگاہوں سے دیکھتا رہتا تھا۔ اسی کی وجہ سے تو اس نے جانا کم کر دیا تھا پتہ نہیں کہاں سے جن کی طرح آ موجود ہوتا تھا۔

"آپ نے ہم دونوں سے ہی پوچھا تھا"۔ وہ برا مان گیا۔

"ارے جویریہ! تم پریشان مت ہو میں بس تمہاری خبر گیری کے لیے آئی تھی اور ساتھ ہی بلانے بھی آ صدف کی شادی ہو رہی ہے۔ اگلے ہفتے سے سارے مہندی، مایوں کے فنکشن ہوں گے۔ تم روزانہ آ جایا رہے گا۔" انھوں نے پیار بھرے انداز میں اسے دعوت دی۔

"وہ مس! روزانہ......" اسے خوشی بھی ہوئی۔

"ارے تم اپنے ڈیڈی کی وجہ سے ہچکچا رہی ہو نا؟"

"نہیں ڈیڈی تو منع نہیں کریں گے مگر روزانہ میں آؤں گی کیسے؟" وہ بولی۔

"میں ہوں نا روز لے بھی جاؤں گا اور چھوڑ بھی جاؤں گا۔" بلال نے اپنی خدمات پیش کی تھیں۔

"ایسی بات نہیں ہے۔ وہ تو خوشحال بابا بھی چھوڑ دیں گے۔ مگر مجھے یہ عجیب سا لگ رہا ہے کہ وہاں پر آؤں گی تو آپ کے گھر والوں کو اعتراض......"

"جویریہ بیٹا! ایسی بات نہیں تمہیں تو خاص طور پر بلایا ہے بلال کی امی نے۔ بہت یاد کرتی ہیں تمہیں۔" بلال نے ایک نگاہ اٹھائی جو معصوم سی صورت کے ساتھ وسیع و عریض صوفے پر دھنسی ہوئی تھی۔ بلیک ٹراؤز پر مسٹرڈ ٹی شرٹ اور بلیک اسکارف گلے میں پڑا تھا۔ سلکی دراز بال پشت پر پھیلے ہوئے تھے۔

"اب بالکل انکار نہیں۔ تم کل سے روزانہ آؤ گی مزا آئے گا۔" انہوں نے اسے آگے بولنے کا موقع ہی نہ کچھ دیر اور وہ بیٹھیں پھر جویریہ کے ڈیڈی آ گئے تو ان سے بھی جویریہ کی اجازت لی جو انہوں نے خوش دلی سے دی کیونکہ انہیں اب اپنی بیٹی کی خوشی مقدم تھی کیونکہ اب وہ بہت زیادہ اس کی فکر میں رہنے لگے تھے انہیں تو گھرانہ بہت ہی پسند تھا ایک انجانی خواہش بھی ہوئی کہ ان کی بیٹی ہمیشہ کے لیے اس گھر کا حصہ بن جائے۔ کم از اپنی پچھلی کوتاہیوں کا ازالہ کر دیں جو وہ جویریہ کو دکھ دیتے آئے تھے۔ کوئی ایک خوشی تو اسے دے دیں کہ رہے۔

●●●

ادھر انعام احمد کے گھر تمام کام مکمل کیے جا چکے تھے۔ کارڈ بھی تقسیم ہو چکے تھے۔ زینب نے اپنی بہو کی بھاری اور قیمتی بری تیار کی تھی۔ بشریٰ اور نیلم کے روز فون آتے تھے انہوں نے بھی اعزاز کو دعاؤں سے نوازا اسے ان دونوں کی کمی شدت سے محسوس ہو رہی تھی۔ مگر پھر اس نے خود ہی ارادہ کیا کہ ایک چکر صدف کے امریکہ کا لگانا پڑے گا ورنہ اس کی دونوں بہنیں خفا ہوں گی۔

"بھائی! پتہ تو کروا لیں صدف بھابھی نے اپنا گریجویشن پورا کر لیا یا لڑھک گئیں؟" فراز جب بھی بولا اور بے موقع بولتا جو اعزاز کو تپانے کے لیے کافی ہوتا۔

"اب کیا کرنا ہے گریجویشن کا ہوا ہو، یا نہیں۔" انعام احمد نے اس کے جواب میں کہا۔

"پھر بھی ابو ضروری ہے نا تعلیم، جتنی شادی ضروری نہیں۔ کیونکہ تعلیم سے ہی تو انسان میں شعور پیدا ہوتا

سنجیدگی سے بول رہا تھا۔

"تعلیم انسان کی پوری ہو یا نہ ہو شادی پھر بھی ہو جاتی ہے البتہ اگر تمہاری تعلیم پوری نہیں ہوئی تو ڈاکٹری تمہاری ری نہیں ہوگی۔" اعزاز نے بھی چھانٹ کر تیر پھینکا وہ تو لاجواب ہی ہو گیا۔

"یہاں بات تعلیم کی ہو رہی ہے۔ اور شادی کی ڈاکٹری کی نہیں۔"

"ابو یہ ضرورت سے زیادہ فضول نہیں ہو گیا ہے۔" اعزاز نے ان سے کہا۔

"ہاں فضول ہی لگوں گا۔ بیگم ابھی گھر آئی نہیں بہن بھائی فضول ہو گئے بھئی! ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔" وہ ناراضگی سے اٹھا تو اعزاز نے کشن کھینچ کر مارا جو وہ تو بچ گیا اس کے پیچھے بیٹھی عفرا کے لگ گیا اب تو اس نے رونا مچا دیا۔

"اف یار! ہر بار اس کے کیوں لگ جاتا ہے؟" اعزاز گھبرا گیا۔

"امی! امی!" وہ چیخی۔

"بیٹا! کیا ہے آہستہ رو۔" اعزاز بولا۔

"امی!" اب وہ زور سے چیخی تو زینب دوڑی آئیں جبکہ فراز اور انعام احمد ہنس رہے تھے۔

"امی بھائی نے مجھے مارا۔ بہت مارنے لگے ہیں۔" وہ روہنسی ہو گئی۔

"امی! میں مار فراز کو رہا تھا اسے نہیں۔" وہ خود گھبرا گیا تھا۔

"سوری میری گڑیا!" اس نے بڑی مشکل سے پانچ سو کا نوٹ دے کر عفرا کو چپ کرایا جو اس نے جھٹ لپک کر لے لیا۔

"دیکھا اس کا ڈرامہ آپ نے۔" زینب نے مسکرا کر انعام احمد سے کہا۔

"بھائی! مجھے باہر لے کر چلیں۔"

"گڑیا! آج نہیں کیونکہ بہت کام ہیں بعد میں چلیں گے۔" وہ مسکرا کر بولا۔

"ہاں عفرا! صدف بھابھی کے ساتھ چلیں گے۔" فراز نے تائید کی۔

"پرسوں ہم نے مہندی لے کر جانی ہے اور کام اتنے پڑے ہیں۔ تمہاری بہنیں ہوتیں تو کم از کم مجھے اتنی پریشانی تو نہ ہوتی۔" زینب تیاریوں میں لگی ہوئی تھیں۔ صدف کی بری تو تیار تھی، مگر چند چیزیں پیکنگ سے رہ گئی تھیں۔

"کوئی رشتہ دار بھی ایسا قریبی نہیں ہے کہ ان کی لڑکیوں کو بلا کر کام کروا لوں۔"

"امی آپ ایسا کریں، سب سے فالتو لڑکی ہے نصیر انکل کی صدف، انہیں بلا لیں وہ کر لیں گی ساری پیکنگ۔ کیوں بھائی؟" فراز نے شرارت سے اسے دیکھ کر دہنی آنکھ دبائی۔

"بکے جانا تو یہاں بیٹھ کر۔ میرے کمرے میں چوڑیوں کا بکس رکھا ہوا ہے۔ وہ لے کر آ ذرا احتیاط سے۔"

"زینب! تم بھی اس سے منگوا رہی ہو جو ہلا جلا کر توڑ دے۔" انعام احمد نے منع کیا۔

"ابو! میں بڑے احتیاط سے لاؤں گا۔" وہ جھومتا ہوا اٹھا اعزاز نے ایک ساتھ ہی ایک دھموکا جڑ دیا۔ سارا دن انہوں نے ادھورے کام نمٹائے۔ مغرب کے وقت فارغ ہوئیں تو کچن سنبھالا جا کر۔ شام میں نائل اور شہرینہ کی غیر متوقع آمد اعزاز کو حیرانگی میں مبتلا کر گئی، کیونکہ آج دونوں بڑے مسکراتے ہوئے آئے تھے۔

"تم اتنی دیر سے میری صورت دیکھے جا رہے ہو۔" نائل ذرا جز بز بھی تھا۔

"نائل بھائی! اصل میں ہمارے بھائی آپ کی شکل آپ کے بیٹے میں ملا کر دیکھ رہے ہیں۔ مل بھی رہی ہے یا نہیں۔"

”فراز جب بھی بولتا ہے نکا بولتا۔“ اعزاز نے اسے گھر کا۔

”یار! میرا بچہ بھی میرا ہے اور یہ بیوی بھی میری ہے۔“ وہ اعزاز کی حیرانگی کی وجہ سمجھ رہا تھا۔

”شہرینہ بھابی یہ خوش مزاج کب سے ہوا؟“ اس نے شرارت سے پوچھا۔

”میں بتاتا ہوں کب ہوا۔ اندر چلو ذرا۔“ اب وہ ذرا کڑے انداز میں کھڑا ہوا۔ اعزاز تو گھبرا گیا۔

”یار! یار! بیٹھ۔“

”میں نے کہا چل تو اندر اور شہرینہ تم آنٹی کی کچن میں ہیلپ کرو، جب تک میں اس کی خبر لے کر آتا ہوں۔“ ساتھ ہی وہ کھڑا ہوا۔ شہرینہ الگ ان دونوں کی دھینگا مشتی دیکھنے لگی۔

”نائل بھائی! ذرا سنبھل کر چھ دن بعد ان کی شادی ہے۔ بھابھی کے سامنے ڈینٹ پڑے ہوئے گئے تو وہ جائیں گی بے چاری۔“ فراز اپنی شوخیوں سے باز آنے والا نہ تھا۔ نائل نے قہقہہ لگایا۔

”کیا کر رہے ہیں؟ اعزاز بھائی کی کالر تو چھوڑیں۔“ شہرینہ کو کچھ اچھا نہ لگا۔

”سنو تم سے میں نے جو کہا ہے وہ کرو۔“ نائل نے اسے گھورا۔

نائل اعزاز کو گھسیٹتا ہوا اس کے کمرے میں لے آیا اور صوفے پر لا کر پٹخ دیا۔

”کیا کہا کہ میں خوش مزاج کب سے ہوا۔“

”ہاں آج تم دونوں اتنے خوش خوش پہلی بار میرے گھر آئے ہو۔ ظاہر ہے میں یہی پوچھوں گا نا۔“ وہ سنبھل بیٹھا۔

”ویسے یہ ہوا کیسے؟“ اس نے سوالیہ نگاہ اٹھائی۔

”بس یار! سمجھو کہ انہونی ہو گئی۔ کچھ اس نے معافی مانگی کچھ میں نے تلافی کی۔ بس سمجھو ہم دونوں ہی غلط تھے۔“ وہ ذرا شرمندہ سا گویا ہوا۔

”نائل! کہتے ہیں سوفٹ کارنر ہر ایک انسان میں ہوتا ہے، بتاؤ تمہارے تھا؟“

”یار! انسان ہوں۔ میں نے اسی لیے تو اس سے محبت کا اعتراف کر لیا۔ اس نے میرے لیے خود کو بدلا میں نے اپنا رویہ بدل لیا۔ پھر ہماری محبت کی ایک ڈور ہمارا بیٹا ہے جس نے ہم دونوں کے دل میں محبت اور احساس جگا(یا)“ اس نے لمبی سانس بھر کر کہا۔

”مجھے بہت خوشی ہوئی نائل تم دونوں کو یوں مسکراتے ہوئے دیکھ کر۔ بہت ہی اچھا لگ رہا ہے تیرا مسکرا(نا) شہرینہ بھابھی کا انداز ورنہ تو میں نے سوچا تھا کہ میں اور صدف ہی کچھ کریں گے تم دونوں کو ملانے کی۔“ وہ کمرے کے پردوں کو کھولنے لگا۔

”میرے خیال میں اب آپ دونوں کے ملنے کے دن آ رہے ہیں۔ ہماری فکر چھوڑیں۔“ اس نے معنی خیزی سے چھیڑا تو اعزاز جھینپ گیا۔

”کمرہ تو تم نے بہت اچھا ڈیکوریٹ کیا ہے۔“ نائل نے اب کمرے پر طائرانہ نگاہ ڈالی۔ کارپٹ سے پردے تک نئے تھے پنک پردے اس پر فرگی ہوئی تھی، وال ٹو وال کارپٹ، کمرے کو گولڈن پھولوں کی لڑیوں سے سجایا ہوا تھا۔

”یار! یہ سب عفرا اور فراز ہیں۔ انہوں نے کیا ہے۔“ اس نے بھی کمرے کا جائزہ لیا۔

”یاد آیا، یہ بتاؤ کہ شرکت ہماری طرف سے کرو گے یا ادھر سے؟“ اعزاز نے پوچھا۔

”میں تو یہاں سے کروں گا، البتہ شہرینہ وہاں سے کرے گی۔“

”یار! ہمارے ادھر کراچی میں اتنے رشتہ دار تو ہیں نہیں چند لوگ ہی ہوں گے۔ پھر انور انکل اور نصیر انکل کی ہی لی ہے۔ اب ان کے گھر ہی شادی ہے۔ تم شہرینہ بھابھی سے کہو ادھر سے شرکت کریں۔“ وہ ناراض ہوا۔

”بھائی میرے! شرکت بارات میں وہ یہاں سے کرے گی اور پھر اتنے عرصے سے وہ اپنے میکے بھی نہیں گئی ہے۔ کل چھوڑنے جاؤں گا ہفتہ دس دن سے پہلے تو آئے گی نہیں۔“

”رہ لو گے اتنے دن ان کے بغیر۔“ اب اس نے چھیڑا۔

”کوشش کروں گا کیونکہ اب یار میرا بیٹا بھی ہے نا۔ میرا دل لگنا مشکل ہے مگر مجبوری ہے برداشت کرنا پڑے گا، لیکن اتنے عرصے وہ گئی بھی نہیں۔“ نائل کے لہجے میں ایک افسردگی سی تھی۔

”یہ سب تیری وجہ سے ہوا، بے چاری پر تشدد ہی کیا۔“

”اچھا بس وہ ختم کر قصہ... ورنہ مار لگاؤں گا میں تمہاری۔“ اس نے وارننگ دی۔

”آپ دونوں اگر فارغ ہو چکے ہوں تو کھانے کے لیے آ جائیں۔“ گرین ڈبل جارجٹ کے سوٹ میں شہرینہ آج کافی پیاری لگ رہی تھی۔ نائل کی نگاہیں اس پر سے ہٹ ہی نہیں رہی تھیں۔

”بھابی! اس نے آپ کو بھی یہاں کام میں لگوا دیا۔“ اعزاز کو شرمندگی ہوئی۔

”کوئی بات نہیں۔ آنٹی بھی تو اکیلے کر رہی تھیں۔ اور پھر اب مجھے کافی کام آتے ہیں۔“ اس نے مسکرا کر فخریہ بتایا۔

”ہاں یار! سارے کام آتے ہیں کل کا آملیٹ یاد ہے سوراخوں والا۔“ نائل برجستہ بولا۔

”وہ آپ نے خراب کر دیا تھا۔ آپ ہی پیچھے سے.........“ بولتے بولتے ایک دم رک گئی کیونکہ روانی میں کچھ زیادہ ہی نکل رہا تھا۔

”کیا اس نے پیچھے سے فائر شروع کر دیے تھے۔“ اعزاز نے معنی خیزی سے کہا۔

”بیٹا! تمہاری شادی ہو جائے نا تم سے پوچھوں گا۔ اور بعد میں فائر وائر کیونکہ کم تم بھی نہیں ہو بہت چہک رہے ہو۔“ نائل نے اب اس پر اٹیک کیا۔

”آپ دونوں کبھی سیریس بھی بات کرتے ہیں یا نہیں؟“ شہرینہ نے کمرے کا جائزہ لینے کے بعد کہا۔

”سیریس باتوں سے باز آیا۔ اتنا غصہ آتا ہے، سنبھالنا مشکل ہو جاتا ہے مسز کو۔“

”اعزاز بھائی یہ تو آپ نے ٹھیک کہا غصہ تو ان کی ناک پر بیٹھا رہتا ہے۔“ اس نے گھورتے ہوئے نائل کو دیکھا جو شہرینہ کو آنکھوں ہی آنکھوں میں ڈانٹ رہا تھا۔

”ارے بھئی بچو! آ جاؤ کھانا کھا لو۔“ زینب کی آواز آئی تو وہ تینوں ہی نکل آئے۔ خوشگوار ماحول میں کھانا کھایا گیا پھر رات گئے ہی وہ دونوں گھر آئے، کیونکہ زینب نے شہرینہ کو ساتھ لگا کر کافی چیزیں پیک کر لی تھیں۔ ان کا بھی مسئلہ حل ہو گیا تھا۔

• • •

آج نائل کا اسے گھر چھوڑنے کا ارادہ تھا۔ شہرینہ شام کو ہی تیار ہو گئی۔ سارا سامان بھی پیک کر لیا۔ پہلی بار وہ ارسل کو لے کر جا رہی تھی ایک سرشاری کی کیفیت تھی۔ سب سے ملنا۔ پھر پاپا کو ملنا۔ انہیں دیکھے تو اسے ایسے لگ رہا تھا صدیاں گزر گئی ہیں۔ پھر فارحہ کو بھی تو منانا تھا۔ اس کی لڑائی بھی ہوئی تھی ارسل کو اس نے تیار کر دیا تھا۔ آج تیار بھی

کافی اہتمام سے ہوئی تھی اب تو ہر وقت ہی بنے سنورنے کو دل چاہتا۔ جب دل کا مکین راضی اور خوش ہو تو ہر خوشی پھوٹی پڑتی ہے۔ اس نے ہلکی سی ایمبرائیڈری کا پرپل کلر کا سوٹ پہنا تھا، لائٹ سا میک اپ اس کی رنگت پر جچ رہا تھا۔ گولڈن گھنگھریالے بال اب خاصے دراز ہو گئے تھے، انہیں چوٹی میں باندھ رکھا تھا۔ کافی وہ سوچ میں گم تھی۔ ارسل امی کے پاس تھا۔

"اے! کیا سوچ رہی ہو۔" باہر سے آتے ہی نائل نے اس کے سر پر چپت لگائی تو وہ اچھل سی گئی۔

"آپ آ گئے۔" وہ خوشی سے چلائی۔

"ہاں یار! وہ تو میں روز آتا ہوں۔ یہ بتاؤ تم آج مجھے مارنے پر تلی ہوئی لگتا ہے۔" اس نے شہرینہ کے گیسو بکھرے تو اس نے سرزنش کی۔

"خفا کیوں ہوتی ہو۔" اب اس کے بندے کو چھوا۔

"پلیز۔" وہ احتجاجاً بولی۔

"دیکھو، اگر تم مجھے روکتی رہی نا پھر میں تمہیں روک لوں گا، کیونکہ ایسی آفت لگ رہی ہو کہ مجھ تھکے ہوئے کی ساری تھکن اتر گئی۔" اب اس نے اپنے حصار میں لیا۔

"پھر ٹھیک ہے میں ہی اپنا حلیہ درست کر لوں۔" وہ چڑ گئی۔

"اے! سنو سنو کیا کر رہی ہو۔" وہ نکلنے لگی تو نائل نے ہاتھ پکڑ کر پہلو میں گرا لیا۔

"دیکھیں آپ جلدی سے تیار ہو جائیں۔ آپ کے کپڑے میں نے نکال دیئے ہیں۔ اور جو کچھ کھانا پینا ہے وہیں جا کر کھائیں گے۔" اس نے جھٹ فیصلہ دیا۔

"بڑی جانے کی جلدی ہو رہی ہے۔ ادھر میاں تھکا ہوا آیا ہے۔ یہ نہیں کہ اس کا خیال کرو، اسے وقت دو۔"

"خدا کو مانیے، آپ کو کتنا وقت دیا ہے، آپ بھول رہے ہیں۔" اس نے اسے یاد دلایا۔

"اچھا اچھا بس۔" وہ ہلکے سے مسکرا دیا تو شہرینہ اب اسے گھورنے لگی۔

"پلیز دیکھیں جلدی کریں۔" وہ ملتجی بولی۔

"اچھا اچھا جاتا ہوں۔" وہ اس کی کمر پر چٹکی لے کر بھاگ لیا جبکہ وہ اس کی شرارت پر غصہ بھی نہ کر پائی دی۔ پندرہ منٹ میں وہ تیار ہو کر آ گیا۔ امی بھی ساتھ ہی چل رہی تھیں۔ وہ بھی تو کافی عرصے سے نہیں گئی تھیں

"سامان تو گاڑی میں رکھیے۔" وہ اس کے لاپرواہ انداز پر تنگ گئی۔

"اپنا قیمتی سامان تو پہلے اٹھا لوں۔" وہ ارسل کو گود میں لینے لگا۔

"اسے میں لے لوں گی۔ آپ یہ بیگ اور سوٹ کیس رکھیے۔" اس نے اب لاؤنج میں رکھے سامان کی طرف اشارہ کیا۔ جو وہ اٹھانے لگا۔ اتنے میں فون کی بیل ہونے لگی وہ چھوڑ کر اٹھانے لگا۔

"آپی کیسی ہیں؟" وہ بڑے جوش سے بولا۔

"جی، جی آپ کا حکم میں ابھی وہیں آ رہا ہوں۔ سب سمجھ آ جائے گی۔" وہ بات کر رہا تھا جبکہ شہرینہ قریب کھڑی تھی۔

"جی امی آ رہی ہیں۔" اب وہ امی کو دیکھنے لگا۔

"ٹھیک ہے۔ آپ کا بھتیجا بھی بالکل مجھ پر گیا ہے۔" اس نے شہرینہ کی گود میں لیے ارسل کا رخسار چھوا۔

"پلیز پلیز، آپ سنا آئیے میں نکل رہا ہوں او کے اللہ حافظ۔" اس نے جھٹ ریسیور رکھ دیا۔

میری بات تو کرا دیتے۔" امی خفا ہونے لگیں۔

"ارے امی! ہم وہیں تو جا رہے ہیں۔ پھر وہ سرمد بھائی کے ساتھ آ رہی تھیں میرے خبر لینے کہ میں نے شہرینہ کو ابھی تک نہیں بھیجا۔" وہ بیگ اٹھانے جھکا۔

"چلو اب سب ہی خوش ہو جائیں گے شہرینہ کو دیکھ کر۔" وہ خود بہت خوش تھیں جب سے شہرینہ اور نائل میں صلح ہوئی تھی۔ بار بار شہرینہ کی پیشانی چومتیں، جس نے نائل کے تمام اصولوں کو اپنایا اور پھر اس گھر میں بھی توجہ دی۔

جلدی جلدی سامان رکھا اور پھر وہ روانہ ہو گئے۔ جس وقت گھر پہنچے سب ہی انہیں دیکھ کر حیرانگی سے گنگ رہ گئے۔ آمنہ اور ابرار کو تو یقین نہیں آ رہا تھا۔ شہرینہ کو انہوں نے خوب لپٹا کر پیار کیا اور ننھا ارسل بھی نئے لوگوں کو حیرانگی سے ٹکر ٹکر دیکھ رہا تھا۔ نائل کا ماتھا طائشہ نے چوم لیا جو آج ساری رنجشیں بھلا کر آیا تھا۔ جو وہ چاہتی تھی وہ کر دیا تھا۔ انہیں خبر بھی نہ ہوئی کہ اتنی بڑی خوشی اس کی منتظر تھی۔ وہ تو جانا بھی مصروفیت کی وجہ سے بھول گئی تھی۔ سرمد سے ایک بار سرسری کہا بھی، وہ بھی شادی کے کاموں میں مصروف تھے۔

"سب نظر آ رہے ہیں۔ فارحہ کہاں ہے؟" شہرینہ کو اس کی کمی محسوس ہوئی تو تشویش بھرے انداز میں پوچھنے لگی۔

"سب کے کپڑوں پر استری کر رہی ہے کل کے لیے، کیونکہ ابو نے کہا ہے کہ کوئی بھی کل کے لیے کام نہ رکھے ہیں۔" طائشہ نے بتایا۔

"بھابی ابھی میری تو شاپنگ باقی ہے، میرے بچے کی بھی۔" وہ روہانسی ہو کر بولی۔

"نائل کے ساتھ کل جانا۔ آفس سے سیدھا یہیں آئے گا۔" جہاں آرا بولیں۔

"آفس سے آئیں گے ہی دیر سے۔" اس نے نائل کو دیکھا، جو چائے کے سپ لے رہا تھا۔

"بے فکر رہو۔ کل جلدی آؤں گا میں سیدھا یہیں۔" اس نے مطمئن کیا۔

"شہرینہ! ارسل تو سب کے پاس آ رہا ہے۔ ہم سمجھے تھے کسی کے پاس نہیں جائے گا۔" طائشہ کو بھی ننھے ارسل کو دیکھ کر حیرانگی ہوئی، جو اب پانچ ماہ کا تو ہونے والا تھا، سب کو پہچاننے بھی لگا تھا۔

"اپنوں کے بچے پہچان جاتے ہیں۔" آمنہ نے اس کے رخسار پر پیار کیا۔

شہرینہ کو فارحہ سے ملنے کی جلدی تھی، کیونکہ اسے منانا بھی تھا جو اس سے سخت ناراض تھی۔ پریشانی سے پہلو بدلے جا رہی تھی کہ بات کہاں سے شروع کرے گی۔ وہ سب کے درمیان ہال میں ہی بیٹھی تھی۔ نائل، بلال اور عمر تو محفل لگا کر بیٹھ چکے تھے جبکہ وہ سوچوں میں گم تھی۔ آمنہ کی گود میں ارسل تھا اور پاپا، ارسل کو خوب کھلا رہے تھے۔

اس سے رہا نہ گیا تو وہ کاؤچ سے اٹھ کر کچن میں آ گئی، جہاں طائشہ رات کے کھانے کی تیاری میں مگن تھی۔ فارحہ کو اب سب نے کونے میں بٹھا دیا تھا۔ کل ہی اس کی مہندی اور مایوں تھی۔

"بھابی! فارحہ کیسی ہے؟" اس نے طائشہ سے پوچھا جو سالن بھون رہی تھی۔

"تم مل لو جا کر۔ ٹھیک ہے بس یاسر کو یاد کرتی رہتی ہے۔" اس نے افسردہ سی شہرینہ پر نگاہ ڈالی جو اس کے قریب آ کھڑی تھی۔

"بھابی! پتہ نہیں مجھے۔ ایسا لگتا ہے میں نے سب کا ہی دل دکھایا ہے۔ فارحہ کا سب سے زیادہ کیونکہ میری وجہ سے یاسر بھائی اور فارحہ میں لڑائی ہوئی۔" وہ ندامت کی عمیق گہرائیوں میں خود کو اترتا ہوا محسوس کرنے لگی۔

"تم ایسا کیوں سوچتی ہو؟ فارحہ تم سے تو ناراض ہو ہی نہیں سکتی اور پھر تم دیکھو آئی ہو کتنی عرصے بعد۔" اس نے شہرینہ کو مطمئن کیا۔

"بھابھی میری وجہ سے ہی فارحہ کی خوبصورت زندگی میں خزاں آئی ہے اور میں ہی اب اس کی زندگی میں بہار بھروں گی۔ آپ بس مجھے یاسر بھائی کا ٹیلی فون نمبر دیں۔" اب وہ سوچ کر گویا ہوئی تاکہ وہ یاسر سے معافی مانگے اور کہے کہ فارحہ کی کوئی غلطی نہیں ہے۔ آپ واپس آ جائیں۔

"شہرینہ! تم خواہ مخواہ ٹینس ہو رہی ہو۔ یاسر بس اپنی پڑھائی پوری کرنے گیا ہے۔" اس نے بات بنائی

"کچھ بھی ہے آپ مجھے نمبر دیں۔ کس کے پاس ہے مجھے بتایئے؟" وہ بضد تھی۔

"اچھا میں دیتی ہوں۔ تم پریشان نہ ہو۔" طائشہ برنر کی آنچ دھیمی کر کے یاسر کا نمبر لے آئی۔ وہ بھی پیچھے پیچھے کوریڈور میں آ گئی۔

"لو نمبر مگر بات تم رات کو تین بجے کرنا، کیونکہ تمہیں یہاں اور وہاں کی ٹائمنگ کا تو پتہ ہی ہے۔"

"جی جی مجھے پتہ ہے۔" وہ پرچہ ہاتھ میں دبا کر بولی۔ طائشہ تو واپس کچن میں چلی گئی جبکہ وہ سوچ رہی کھڑی تھی کہ اب اسے ہی کچھ کرنا ہے، تاکہ فارحہ کے سامنے اسے مجرموں کی طرح نہ رہنا پڑے۔

رات کو ایک خوشگوار ماحول میں کھانا کھایا۔ بلال اور عمر کی نوک جھونک اور اس پر نائل کے چٹکلے سب کو ہنسنے پر مجبور کر رہے تھے۔ سرمد بھی آج سب سے ہنسی مذاق کر رہے تھے۔ وہ تو ریزرو ہی رہتے تھے۔

رات کو نائل امی کو لے کر جانے کے لیے تیار تھا۔ سب روک بھی رہے تھے مگر نائل کو صبح آفس جانا تھا مجبوراً اجازت دینی پڑی۔

"سنیے، مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے۔" شہرینہ نے نائل کو مخاطب کیا۔

"اوہو بھئی! ہماری شہرینہ تو مشرقی ہو گئی ہے۔" سرمد چھیڑنے سے باز نہ آئے۔

"دراصل سرمد بھائی یہ میری صحبت کا اثر ہے۔" نائل نے اکڑ کر کہا۔

"ایک تو انہیں خوش فہمی بڑی رہتی ہے۔" وہ چڑ کر بولی۔

"اسے سنو خوش فہمی نہیں، صحیح فہمی۔" نائل نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا تو سرمد تو کھانسنے لگے۔ مگر پھر نائل کر ہاتھ چھوڑ دیا۔

"مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے۔ باتوں میں لگا دیتے ہیں۔" وہ خفگی سے گویا ہوئی۔

"لگتا ہے بجو کا دل نہیں لگے گا آپ کے بغیر۔" عمر نے بھی پیچھے سے لقمہ دیا۔

"میرا تو لگ جائے گا البتہ ان کا مجھے پتہ نہیں۔" شہرینہ نے ذرا اترا کر کہا۔

"سچ کہوں تو بات کچھ ایسی ہی ہے۔" وہ سرگوشی میں گویا ہوا۔

"کیا کہا ہے نائل بھائی آپ نے شہرینہ بجو کے کان میں؟" بلال نے رازداری سے پوچھا۔

"بچوں کے مطلب کی نہیں ہے۔" وہ گلاس ڈور کھولنے لگا۔

"اچھا انکل! سب کو خدا حافظ، کل میں آؤں گا۔" وہ سب سے ہی مخاطب تھا۔

وہ پورچ تک اس کے پیچھے پیچھے آئی۔ بات جو ضروری کرنی تھی مگر وہ گاڑی میں بیٹھ چکا تھا۔ اصل میں کرنائل کی جانب بڑھ رہا تھا، جو اس نے زوردار انداز میں پیار کیا۔

"کل تیار رہنا، تین بجے آؤں گا، شاپنگ پر چلیں گے۔" وہ یہ کہہ کر چلا گیا اور شہرینہ کو اپنی بات افسوس تھا، جو اسے فارحہ اور یاسر سے متعلق ہی کرنی تھی۔

•••

آمنہ نے جویریہ کو دوپہر سے ہی بلا لیا تھا۔ وہ بھی یہاں آ کر بہت خوش تھی۔ سب سے زیادہ تو بلال چہک رہا بہانے بہانے سے اسے مخاطب کرتا۔ مگر وہ معصوم تو اس کی معنی خیز نگاہوں کو سمجھ ہی نہیں پا رہی تھی۔ آمنہ ان معنی ہوں کو عنوان دینے کی کوشش میں تھیں۔ ہلکا سا ذکر انہوں نے بلال کی امی سے بھی کر دیا تھا مگر ابھی بات مکمل کے علم میں نہ آئی تھی۔

"آپ ان لباسوں سے ہٹ کر بھی کچھ پہنتی ہیں یا نہیں؟" بلال نے اسے بلیک ٹراؤزر اور لمبی سی ٹی شرٹ جو کہ ڈکری تھی، اس پر اسکارف لیا ہوا تھا۔ جویریہ چونک گئی پہلی بار اسے کسی نے ٹوکا تھا۔

"آپ ان کپڑوں سے ہٹ کر بھی کچھ پہنا کریں مثلاً میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ مشرقی لباس میں آپ کیسی لگتی ہیں؟" بڑی بے تکلفی سے اپنی رائے کا اظہار کر رہا تھا۔

"جی مگر کیوں؟" وہ سمجھی نہیں بلال کو الگ فہمائشی انداز میں دیکھنے لگی۔

"اس لیے کہ لڑکیاں مشرقی لباس میں اچھی لگتی ہیں۔" وہ جویریہ کو سمجھانے لگا۔

"مگر میرے پاس تو ایسے ہی کپڑے ہیں۔" وہ منمنائی۔

"آج رات کو مہندی پر کیا پہنیں گی؟" وہ بڑی بے تکلفی سے پوچھنے لگا۔

"انگلینڈ گئی تھی نا وہیں سے ٹراؤزر شرٹ وغیرہ لائی ہوں۔" اس نے بتایا۔

"سارے ایسے ہی ڈریس ہیں۔ اچھا ٹھیک ہے، پرسوں شادی میں پہننے کے لیے میں لا کر دوں گا آپ کو ں۔" بلال نے جھٹ کہا۔

"آپ!......" وہ حیران ہوئی۔

"ہاں بس آپ بتایئے گا نہیں۔ چپکے سے پہن لیجیے گا کیونکہ میں بھی تو دیکھوں کہ آخر آپ لگیں گی کیسی ان وں میں؟" اب اس نے جویریہ کے نازک سے پیروں پر نگاہ ڈالی جو سینڈل میں قید تھے۔ وہ کچھ نروس بھی ہوئی۔

"میں خود خرید لوں گی۔ آپ تکلف نہ کریں۔"

"میں تکلف نہیں کر رہا اس میں بھی میرا فائدہ ہے۔" وہ ہلکے سے بولا تھا کہ وہ سن نہ سکے۔

"کیا کہہ رہے ہیں؟" اس نے بلال کو بغور دیکھا۔

"کچھ نہیں آپ بس کسی کو بتایئے گا نہیں میں چپکے سے لا کر دوں گا۔ آج تو آپ اپنی مرضی سے پہن لیں کپڑے کہ آج تو کمبائن مہندی ہے ہال میں، اعزاز بھائی بھی آئیں گے اور صدف بھی۔ دونوں کی ہی ایک ہی دن رکھی ہے۔" اس نے تفصیلی بتایا۔ "اور ہاں بال اس دن کھلے چھوڑیے گا۔" وہ اپنی پسند بتانے لگا۔

"لیکن یہ آپ کیوں کہہ رہے ہیں؟" اب اسے حیرانگی ہوئی جا رہی تھی۔

"اس لیے کہہ رہا ہوں کہ آپ کو لگتا ہے کہ شادی کے فنکشنز میں تیار ہونے کا زیادہ آئیڈیا نہیں ہے۔" بلال نے اس کی کشادہ آنکھوں میں دیکھا، جو کچھ نا سمجھی کی سی کیفیت میں تھی۔ وہ بلال کا انداز کچھ بدلا ہوا نوٹ کر رہی تھی۔ اس نے کبھی ایسا سوچا ہی نہ تھا۔

"جویریہ! آپ حیران نہ ہوں کیونکہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں سچائی سے کہہ رہا ہوں۔"

"مگر پھر بھی آپ یہ سب آخر کیوں......" وہ جھنجھلائی، اکتائی اور کچھ بے زاری کی سی کیفیت طاری کر کے گویا

"یہ سب میں کسی دن بتاؤں گا۔"

"ارے بلال! کب سے تمہیں پھولوں کا آڈر دینے بھیجا ہے تم یہاں ہو؟" فاخرہ بیگم نے دور سے ہانک وہ تو سٹپٹا گیا۔ جبکہ جویریہ نارمل رہی۔ وہ تو شہرینہ کو اٹھانے جا رہی تھی کہ بلال نے روک لیا۔

"کیا بات ہے کب جاؤ گے تم؟" اب وہ ذرا سخت لہجے میں بولیں۔

"وہ امی جا ہی رہا تھا کہ جویریہ کا موبائل دینے آیا تھا۔ وہ شاید ڈرائنگ روم میں بھول آئی تھیں۔" جلدی سے بہانہ بھی تلاش کر لیا، کیونکہ جویریہ کا موبائل اس نے جان بوجھ کر شرارت میں چھپایا تھا۔

"جویریہ بیٹا! آپ بھی اپنے ڈیڈی کو فون کر کے کہہ دو کہ وہ بھی ضرور آئیں۔" انہوں نے اب جویریہ کو مخاطف کیا جو جانے کی لیے قدم اٹھا رہی تھی۔ اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"السلام علیکم۔" نائل گلاس ڈور کھول کر اندر آیا تو تینوں ہی چونکے۔

"جیتے رہو۔" فاخرہ بیگم نے دعا دی۔ نائل نے بلال سے ہاتھ ملایا۔ جبکہ جویریہ جھجک کر رک گئی، کیونکہ اسے دیکھ رہی تھی۔

"کیسے ہیں؟ نائل بھائی!" بلال نے اس کا حال چال پوچھا، جبکہ اسکی سوالیہ نگاہ جویریہ پر تھیں جو درمیان میں کھڑے ہونے کی وجہ سے اوپر جانے کا راستہ رک گیا تھا۔

"شہرینہ کو تو اٹھاؤ۔ کب سے پڑی سو رہی ہے۔ اب دیکھو نائل بھی آ گیا۔" وہ شہرینہ ہوا اٹھانے اوپر چلی

"ان کی تعریف؟" اس نے بلال کو ٹہوکا مارا۔ نروس سی جویریہ وہاں سے جانے کے لیے پر تول رہی تھی نے پوچھ لیا۔

"یہ جویریہ توقیر ہیں، آمنہ آنٹی کی اسٹوڈنٹ مگر آنٹی نے پڑھانا چھوڑا، انہوں نے سرے سے پڑھائی دی۔" اس نے تفصیل سے جویریہ کے بارے میں بتایا۔

"تمہیں بڑی معلومات ہیں!" نائل نے معنی خیزی سے چھیڑا۔

"وہ اصل میں یہ یہاں آتی رہتی ہیں نا تو ہمیں پتہ ہے۔" بلال گڑبڑایا۔

"ہمیں یا صرف تمہیں۔" نائل نے آنکھیں گھمائیں، جبکہ جویریہ کو ان کی کوئی بات پلے نہ پڑی تو بھاگ لی

"لڑکی تو اچھی ہے۔"

"اچھا کبھی میں نے غور نہیں کیا۔" بلال نے بے نیازی دکھائی۔

"جھوٹ تو تم نہ کم ہی بولو۔" وہ ہنسا۔

"میرے خیال میں چلوں۔ مجھے ویسے ہی باہر کے ڈھیروں کام کرنے ہیں۔" وہ اس کی معنی خیز نظروں سوالوں سے بچ کر باہر نکل گیا۔

نائل نے اندر کی طرف قدم بڑھائے۔ ہال میں تمام خواتین جمع تھیں۔ مہندی پر جانے کے لیے تمام چیز پیکنگ اور تیاریاں ہو رہی تھیں۔

"دیکھا طائشہ! آ گیا نائل اور وہ ابھی تک سو رہی ہے۔ میں تو اٹھا اٹھا کر تھک گئی۔" فاخرہ بیگم زچ ہو گئی تھیں

"بھابھی میں نے جویریہ کو بھیجا تھا اٹھانے۔" آمنہ، اعزاز کی چیزیں دیکھ رہی تھیں۔

"وہ لڑکی بھی تنگ آ گئی ہے۔ تم اٹھاؤ جا کر اسے۔" انہوں نے آمنہ سے کہا۔

"خیریت پھوپھو! شہرینہ کیا سو رہی ہے؟ جبکہ میں نے کہا تھا کہ شاپنگ پر جانا ہوگا۔ میں آؤں گا۔" نائل ناراض ہوا۔

"بیٹا! ارسل نے رات بھر اسے تنگ کیا ہے۔ سونے نہیں دیا ہے۔ میں نے ہی کہا کہ تم سو جاؤ اب اٹھ نہیں

"میں دیکھتا ہوں بلکہ اٹھاتا ہوں ہے کدھر؟" اس نے پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈال کر پوچھا۔

"اپنے کمرے میں ہے۔"

"پھر ٹھیک ہے۔" وہ اوپر کی جانب دوڑا۔ کوریڈور میں آیا تو سامنے کا تیسرا کمرہ اس کا تھا لاک گھما کر اندر آیا تو نیم اندھیرا تھا اور وہ بیڈ پر کمبل لپیٹے پڑی تھی۔ نائل نے کھڑکی کے پردے ہٹائے تو ہلکی ہلکی روشنی کمرے میں پھیل گئی۔ شہرینہ نے کسمسا کر آنکھ کھولی مگر اس کی نگاہ نائل پر نہ پڑی۔

"عمر! پلیز پردے برابر کر دو اور ارسل کو خدارا میرے پاس مت لانا۔ نیچے کسی کو دے دو۔" وہ کمبل کے اندر سے بولی۔ نائل اس کے قریب ہی بیڈ پر دراز ہوا اور کمبل جھٹکے سے ہٹایا۔

"عمر! تم مانو گے نہیں......" وہ دھاڑی اور پٹ سے آنکھیں کھولیں تو دیکھا نائل بالکل اس کے قریب تھا۔

"آ......آپ!" وہ تو گھبرا گئی جھٹ اٹھ بیٹھی، کیونکہ بھول ہی گئی شاپنگ کے لیے اس نے کہا تھا۔

"ہاں تو تم یہاں اس لیے آئی ہو کہ پڑی سوتی رہو۔" وہ بھی ایک ہی جست میں اٹھا۔

"ارسل نے پوری رات جگایا ہے۔ ٹہلا ٹہلا کر تھک گئی سو کر نہ دیا۔ ظاہر ہے میری بھی نیند خراب ہوئی۔" وہ وضاحت دینے لگی۔

"ارسل مجھے ادھر تو نظر نہیں آ رہا۔" نائل نے کمبل اٹھا کر چیک کیا۔

"عمر کو دیا تھا۔" اب وہ بالوں کو لپیٹ کر چٹکی لگانے لگی۔

"یہاں آ کر میرے بچے سے لاپرواہ ہو گئی ہو، جبکہ میں وہاں صرف ایک دن رہا ہوں۔ تم دونوں کے بغیر ایک لمحے کو بھی غافل نہیں ہوا۔" اس نے شہرینہ کے بالوں میں لگی چٹکی کھینچ لی۔ تمام بال پھر بکھر گئے۔

"ابھی میرے پاس ہی تھا۔ فیڈ کر کے سلایا تھا۔ اٹھ گیا تو میں نے عمر کو دیا تھا۔" وہ تیزی سے اٹھی، ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے میں دیکھ کر بالوں کو پھر درست کیا۔

"اچھا فوراً تم پندرہ منٹ میں تیار ہو جاؤ، شاپنگ کے لیے چلنا ہے۔"

"ارسل کو ہم لے کر نہیں جائیں گے۔" وہ ایک دم بولی۔

"وہ کیوں......؟" نائل سمجھا نہیں۔

"اتنا بھاری ہے۔ مجھ سے اٹھایا جاتا ہے۔"

"بے وقوف لڑکی! اپنے ہی بچے کو نظر لگا رہی ہو۔" اس نے ٹوکا۔

"نظر نہیں لگا رہی، بس مجھ سے نہیں لیا جائے گا۔"

"یار! اسے لوں گا میں۔ تم بس یہ احسان کر دو تیار ہو کر آ جاؤ۔" وہ اٹھا۔

"اوکے۔" وہ مسکرا دی۔ نائل کے جانے کے بعد تیزی سے تیار ہوئی۔ بلیو پرنٹڈ کاٹن کا سوٹ پہنا۔ لائٹ سی لپ اسٹک لگائی۔ نیچے آ کر پھر ارسل کو تیار کیا۔ اور وہ دونوں اجازت لے کر روانہ ہو چکے تھے۔

● ● ●

اسے پوری مارکیٹ دیکھنے کے بعد ایک دکان سے ریڈی میڈ سوٹ پسند آ ہی گیا۔ میرون، شیفون جارجٹ کا سوٹ جس پر وائٹ موتیوں سے کام بنا ہوا تھا، شلوار پلین تھی، دوپٹے پر بھی کام تھا، کافی خوبصورت لگ رہا تھا۔ تصور

میں اس کے جوریہ آ رہی تھی۔ ابھی پیک کروا کر وہ باہر ہی نکل رہا تھا کہ نائل اور شہرینہ اندر داخل ہوئے۔ اسے حیران ہوئے بوتیک کافی بڑا تھا بلال کی ان پر نگاہ نہ پڑی تھی وہ پیک کیا سوٹ شاپر سے نکال کر دوبارہ جائزہ تھا جبکہ نائل اور شہرینہ حیرانگی سے دیکھ رہے تھے اب وہ دونوں سائیڈ پر ہو گئے تاکہ بلال کی نگاہ نہ پڑے مگر نائل سوٹ ضرور دیکھا کہ اس نے لیا کون سا ہے۔

بلال پے منٹ کر کے جا چکا تھا۔

"یہ ادھر کیا کر رہا ہے؟" شہرینہ نے نائل کے بازو پر ہاتھ مارا۔

"بعد میں بتاؤں گا شک تو مجھے پہلے ہی تھا۔" اس نے اشارے سے چپ کیا۔

"کیسا شک......؟" اس کی کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔

"ہے ایک بات تم اس سے بالکل کچھ باز پرس مت کرنا سمجھیں۔ بلکہ ایسی ہو جانا کہ ہم نے دیکھا ہی نہیں۔"

شہرینہ بس چپ ہی رہی۔ اس نے بھی پھر اس بوتیک سے تین چار سوٹ خریدے جو نائل کی پسند کے تھے کی پسند سے ہی ارسل کے بھی کپڑے خریدے۔ اب شہرینہ کی سینڈل رہ گئی تھی وہ بھی دیکھ رہے تھے۔ انہیں پھر بلال ایک لیڈیز شوز کی شاپ پر بھی نظر آیا۔ دونوں ہی اس کی حرکات وسکنات پر نگاہ رکھے ہوئے تھے۔

"دیر بہت ہو گئی ہے۔ نو بجے تک ہال پہنچنا ہے ہمیں۔" شہرینہ گاڑی میں بیٹھنے کے بعد بولی۔ ننھا ارسل اس چکا تھا۔

"آپ امی کو ساتھ نہیں لائے؟"

"اب تمہیں چھوڑ کر پھر انہیں لاؤں گا۔" وہ گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا سات بج گئے تھے۔ تین چار گھنٹے وہ دونوں شاپنگ کرتے رہے۔

"شہرینہ! کل تم مجھ سے کوئی بات کرنے کو کہہ رہی تھیں۔" نائل کو یاد آیا تو بولا۔

"ہاں فارحہ اور یاسر بھائی کی بات تھی۔" ونڈ اسکرین سے باہر دیکھ رہی تھی۔

"کہو کیا بات تھی؟" وہ بڑی احتیاط سے ڈرائیو بھی کر رہا تھا اور اس سے باتوں میں بھی مصروف تھا۔

شہرینہ نے پھر فارحہ اور اپنے جھگڑے کی وجہ اور یاسر کی ناراضگی بھی بتائی کہ وہ کیوں گیا ہے۔ ساری تفصیل کے بعد نائل خاموش ہو گیا۔

"آپ اگر انہیں فون کر دیں گے کہ شہرینہ نے معافی مانگ لی ہے تو شاید وہ آ جائیں۔"

"یاسر سے مجھے ایسی بے وقوفی کی توقع نہیں تھی۔" وہ گاڑی گھر کے آگے روک کر بولا۔

"فارحہ مجھ سے بات نہیں کرتی۔ کل سے آئی ہوئی ہوں مگر میرے سامنے تک نہیں پڑتی۔ بتائیے مجھ برداشت ہوگا، کیونکہ یاسر بھائی اور فارحہ میں جھگڑے کی وجہ میں ہی تو ہوں۔ وہ فارحہ سے بہت محبت کرتے ہیں اور فارحہ بھی۔ اگر وہ نہیں آئے تو فارحہ تو گھل گھل کر مر جائے گی۔" وہ رو دی۔

"ارے شہرینہ! کیا پاگل پن ہے۔ تم کیوں رو رہی ہو؟" نائل نے اسے ڈانٹا۔

"وہ مجھے مجرم سمجھتی ہے۔ پلیز آپ کچھ کریں تاکہ یاسر بھائی آ جائیں۔"

"اچھا کرتا ہوں۔ مگر یہ شادی گزر جائے پھر ہی کچھ سوچتا ہوں۔" اسے شہرینہ کی حالت پر بھی بے چینی ہوئی۔

"آپ انہیں یہ ضرور بتائیے گا کہ شہرینہ نے اپنی غلطیاں تسلیم کر لی ہیں۔ سب سے معافیاں مانگی ہیں وہ معاف کر دیں اور آ جائیں۔" وہ ذرا جذباتی ہو گئی۔

"تم کیوں اتنا پریشان ہو رہی ہو۔ یاسر اور فارحہ ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں نا۔ دیکھنا یاسر سال بھی نہیں گزرے گا، آ جائے گا۔" اس نے اب شہرینہ کے آنسو ٹشو سے صاف کیے۔

"اب خبردار، تم جو روئیں تم فارحہ سے اپنا رویہ ٹھیک رکھو۔ وہ نہیں بولتی تو تم بولتی رہو خود ہی ٹھیک ہو جائے گی۔" وہ سمجھانے لگا۔

"اب تم جاؤ اندر ارسل کو اٹھاؤ گود میں۔ سامان میں یہیں رکھ کر جا رہا ہوں۔ اندر سے کسی کو بلا کر لے جانا۔"

"اب اندر نہیں آئیں گے؟" اس نے آنسو پونچھ کر پوچھا۔

"امی کو لے کر میں سیدھا اعزاز کی طرف پہنچوں گا، کیونکہ مجھے اور امی کی شرکت وہاں سے کرنی پڑے گی اور وہاں سے ہی بارات والے دن وہاں سے کرنا ہے۔" اس نے ساتھ ہی ہدایت دی وہ سامان اتار کر جا چکا تھا۔ شہرینہ نے چوکیدار سے کہہ کر اندر سامان رکھوایا۔ ابھی تیار بھی ہونا تھا۔

●●●

مہندی آ چکی تھی۔ ہال میں ایک شور وغل کا سماں تھا۔ شہرینہ نے مہندی کلر کا شیفون، جارجٹ کا سوٹ پہنا تھا۔ بالوں میں ڈھیر سارے گجرے لگے ہوئے تھے۔ آج تیار بھی وہ خوب ہوئی تھی۔ سب نے ہی اس کی تعریف کی تھی۔ فراز احمد تو کئی بار اس کا ماتھا چوم چکے تھے، کیونکہ اپنی بیٹی کو کافی عرصے بعد یوں کھلکھلاتے ہوئے دیکھا تھا۔

اسٹیج بھی اصلی پھولوں سے سجایا گیا تھا۔ پہلے صدف کو لایا گیا اور اس کی رسم کی گئی۔ فارحہ کو زبردستی اس کے قریب بٹھایا تھا جو بوتل گرین سوٹ میں خاموش خاموش سی بیٹھی تھی۔ شہرینہ کئی بار تاسف سے دیکھ کر رہ گئی تھی۔

"بھئی دوپٹہ تو اوپر کریں مجھے دیکھنے دیں۔" عفرا سب کو ہٹاتی صدف کے قریب آئی۔

"دوپٹہ نہیں ہٹے گا ایسے ہی دیکھو۔" طائشہ نے مسکرا کر کہا۔

"اب تو یہ ہماری ہیں مجھے دیکھنے دیں نا۔" عفرا صدف کا دوپٹہ اٹھا کر جھانکنے کی کوشش کرنے لگی۔ سب ہی اسٹیج پر لڑ رہے تھے۔ فراز بھی عقب میں ہی تھا وہ کوئی شرارت کرنے کے موڈ میں تھا۔

"میں نے تو اپنی بھابھی کو مٹھائی کھلائی ہی نہیں۔" فراز نے صدف کو پھولوں میں گھرا دیکھا جو ان کے وزن سے سر جھکائے بیٹھی تھی۔ کمر بھی درد کرنے لگی تھی۔

"جھوٹ تو مت بولو، کھلائی تو تھی۔" شہرینہ نے گھورا۔

"وہ تو میں نے بھائی جان کی طرف سے کھلائی تھی۔ اب میں کھلاؤں گا۔" وہ صدف کی دائیں جانب پھیل کر بیٹھا۔

"فراز! اب بالکل نہیں کھلانا، اس کی طبیعت خراب ہو جائے گی۔" زینب نے اسے منع کیا۔

"امی! یہ کیا بات ہوئی ابھی یہ لوگ بھائی جان کو بھی تو کھلائیں گی، بلکہ ٹھنسائیں گی۔"

"جی نہیں، ہم اسے بھی کم کھلائیں گے۔" طائشہ نے نفی کی۔

"میں نے کہا بھابھی جی! آداب۔" وہ اس کے کان میں بولا تو صدف تو بلش ہو گئی۔

"اب کر لیا آداب، اٹھو جلدی سے۔" زینب نے برہم ہو کر کہا۔

"امی تھوڑی دیر۔" اس نے منہ بسورا۔

"ویسے آپ کو کیا ہوا؟ اوہ سمجھا وہ یاد آ رہے ہیں۔" اس نے اب گم صم بیٹھی فارحہ کو چھیڑا تو وہ لب بھینچ کر رہ گئی، جبکہ شہرینہ اور طائشہ پہلو بدل کر رہ گئیں۔

"ٹھیک کہا نا۔" وہ پھر تائیدی اس کے کان میں سرگوشی کرنے لگا۔

"آنٹی آپ اسے اٹھائیے تا کہ ہم اعزاز کی بھی رسم کریں۔" طائشہ نے جلدی سے کہا، کیونکہ اس وقت صورت رونے والی ہو رہی تھی۔

بڑی مشکل سے زینب اور انعام احمد نے فراز کو اسٹیج سے اتارا۔ صدف کو اندر لے گئے۔ پھر رسم کے لیے لایا گیا۔ جو فان کلر کے کلف لگے کرتا، شلوار میں اپنی آن بان لیے نائل کے ہمراہ اسٹیج پر آ کر بیٹھا۔ جویریہ بڑے ذوق و شوق سے دیکھ رہی تھی، کیونکہ اس طرح کا فنکشن وہ پہلی بار دیکھ رہی تھی۔ ڈیڈی کے رشتے دار تھے پھر سوتیلی ماں جس نے اسے گھر میں قید کر دیا تھا۔ اسے کہیں جانے نہ دیتی تھی۔

"کیسا لگ رہا ہے؟" بلال بھی وائٹ کلف والے کرتا، شلوار میں ڈیشنگ لگ رہا تھا۔

"مس جویریہ! کہاں کھو گئیں؟" اس نے پھر جویریہ کی آنکھوں کے آگے ہاتھ لہرایا۔

"جی کچھ کہا مجھے؟" وہ خجل ہو گئی۔

"ارے جویریہ! وہیں کہاں کھڑی ہو؟ آگے آؤ۔" آمنہ نے اسے آواز دی۔

"ایک تو ان لوگوں کو چین نہیں۔ جگہ نہیں آپ کو بلا رہی ہیں۔" بلال نے چڑ کر کہا۔ جویریہ بلیک ٹراؤزر پر میرون شرٹ اور اسکارف پہنے ہوئے تھی۔ وہ اس کی ڈریسنگ کے متعلق ہی پوچھنا چاہتا تھا۔ شہرینہ بھی اسے لے گئی۔

گھر کی تمام خواتین رسم کر رہی تھیں۔ بڑی تائی، چھوٹی تائی آمنہ نے، پھر طائشہ اور پھر فارحہ نے مٹھائی اور پیسے دیئے، جو فراز اعزاز کے ہاتھ سے لے لے کر اپنی جیبوں میں بھر رہا تھا۔

آخر میں شہرینہ آئی، کیونکہ اعزاز کی انگلی پر مہندی لگا کر نیگ وصول کرنا تھا نائل، اعزاز کے برابر میں ہی براجمان تھا۔

"یار! یہ بھابی ہی ہیں یا کوئی اور ہے؟" اعزاز نے شرارت سے کہا۔

"بے فکر رہیں، آج مجھے کہہ رہے ہیں پرسوں صدف کو بھی یہی کہیں گے، جب وہ اتنی تیار شیار ہو گی۔" شہ نے اسے لاجواب کیا۔

شہرینہ نے اس کی انگلی پر مہندی لگائی اور نیگ مانگا۔

"نکالیے پیسے۔"

بھائی! آج کیا خیرات کا دن ہے۔" فراز نے اعزاز کے کان میں سرگوشی کی۔

"نہیں آج زکوٰۃ کا دن بھی ہے۔" نائل نے بھی لقمہ دیا۔

"آپ بھی شامل ہو گئے اس کے ساتھ۔" وہ برا مان کر بولی۔

"میں تو یہاں سے شرکت کر رہا ہوں، اپنے دوست کا ساتھ دوں گا۔" نائل نے کالر کھڑا کر کہا۔

"ٹھیک ہے پھر آپ انہی کا ساتھ دیں۔" وہ گھورنے لگی۔

"نائل چپ ہو جا نقصان میں رہے گا۔ بھابی خطرناک لگ رہی ہیں۔" اعزاز نے کہا۔

"آپ دونوں باتیں بناتے رہیے۔ نکالیے پیسے۔"

"فقیرن چاہیے کتنا؟" فراز نے اپنی جیب سے پیسے نکالے۔

"فراز! تمیز سے بڑی ہے وہ تم سے۔" زینب نے سرزنش کی۔

"کتنے سال......" اس نے مذاق میں اڑایا۔

"ابھی میں یہاں سے نمٹ لوں تمہیں بتاتی ہوں بہت بولتے ہو۔"

"ویسے بولتی تم بھی کم نہیں ہو۔ سر میں درد کر دیتی ہو۔" مسلسل نائل جملے کسے جا رہا تھا شہرینہ نے اسے گھورا۔

"ٹھیک ہے میں سر میں درد کرتی ہوں، جا رہی ہوں۔" وہ اعزاز کی انگلی چھوڑ کر اسٹیج سے اتری۔

"شہرینہ بھابی! شہرینہ بھابی!" اعزاز نے ناراضگی سے جاتی شہرینہ کو پکارا۔ مگر وہ ان سنی کرتی بھاگ لی۔

نائل مسکرا کر رہ گیا۔

"کر دیا نا تم نے ناراض؟ بلا کر لاؤ۔"

"او یار! بیوی میری ہے؟ مجھے پتہ ہے کیسے منایا جاتا ہے۔ منا لوں گا۔ تم چپ کر کے بیٹھو۔" اس نے اعزاز کو پکڑ کر بٹھایا۔

"تم چپ کر کے نہ بیٹھو۔" جہاں آراء بھی وہیں کھڑی تھیں۔

"دیکھا، ہماری امی بھی اسی کی سائیڈ لیتی ہیں۔" نائل نے ٹیبل پر رکھی مٹھائی کو چمچ سے اٹھا کر کھایا۔ اسی طرح نوک جھونک چلتی رہی، سب لوگوں نے ہی اعزاز کو خوب دعائیں دیں۔ شہرینہ مکمل ناراض رہی نائل سے بالکل بات ہی نہیں کر رہی تھی۔ اصل کو بھی اب نائل کو سنبھالنا پڑ رہا تھا۔ بڑی مشکل سے پھر نائل نے شہرینہ کو منا ہی لیا۔

● ● ●

بارات جانے کو تیار کھڑی تھی۔ اعزاز بھی مکمل تیار ہو چکا تھا۔ بلیک شیروانی میں اس پر کلا کافی ڈیشنگ لگ رہا تھا۔ لمبا چوڑا اعزاز سب سے نمایاں لگ رہا تھا۔ نائل نے بھی بلیک، تھری پیس سوٹ پہنا تھا۔ آج وہ بھی بہت ہینڈسم اور اسمارٹ لگ رہا تھا۔ فراز تو کئی بار دونوں کو ہی بغور دیکھ چکا تھا۔

"میں نے تجھ سے کہا بھی تھا کہ شہرینہ بھابی کو آج تو ادھر سے شرکت کرنی چاہیے۔" اعزاز خاصا ناراض ہوا۔

"یار! میں نے پرسوں کہہ دیا تھا بلکہ صبح بھی تاکید سے کہہ کر آیا ہوں۔ کہہ رہی تھی تیار ہو کر یہیں آئے گی۔" نائل نے ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے میں اپنا جائزہ لیا۔

"ابو غصہ ہو رہے ہیں کہ، دس تو بج گئے ہیں بارات کب نکلے گی۔"

"انکل نہیں تم غصہ ہو رہے ہو۔ ملنے کی زیادہ ہی بے تابی ہے۔" اس نے معنی خیزی سے چھیڑا تو اعزاز جھینپ گیا۔

"یار! یہ بات نہیں ہے۔" وہ کلاہ اتار کر اب بیڈ پر رکھ چکا تھا۔ پورا کمرہ ہی سجا ہوا تھا۔ سیج بھی اصلی پھولوں سے سجی ہوئی تھی جو نائل نے سجائی تھی پورا کمرہ ہی مہک رہا تھا۔

"جناب یہی بات ہے۔"

"اچھا تو فون کر کب تک آ رہی ہیں؟ بھابی!" اب اس نے نائل کی بات کاٹی۔

نائل نے اپنا موبائل نکالا ہی تھا کہ عفرا کی آواز آئی کہ شہرینہ بھابی آ گئی ہیں۔ آج عفرا نے بھی پنک شرارہ، ہلکے سے کام کا پہنا تھا۔ وہ آج بہت پیاری لگ رہی تھی۔

"تم دونوں باہر آؤ جلدی تا کہ ہم نکلیں۔" زینب نے ان سے آ کر کہا۔

"چل یار! نکل۔" نائل نے بیڈ سے اس کا کلاہ اٹھایا اور اعزاز کے سر پر پہنایا۔ دونوں ہی باہر لاؤنج میں آ گئے۔ مہمان آ چکے تھے۔ زیادہ لوگ نہ تھے۔ زینب کے چند ہی میکے والے تھے اور کچھ انعام احمد کے آفس کولیگ

اوران کی بیگمات تھیں۔

نائل نے اب شہرینہ کو ڈھونڈنے کے لے نگاہ دوڑائی، کیونکہ ارسل تو اسے جہاں آراء کی گود میں نظر آ رہا وہ کہاں تھی؟

"یار! میں ذرا شہرینہ کو دیکھ لوں ہے کدھر؟"

"اوہو اتنی بے تابی۔" اعزاز نے سرگوشی میں شرارت سے چھیڑا۔

"تمہاری ہو جائے، ایسی ہی بے تابی تم بھی دکھاؤ گے۔" وہ اعزاز کے بازو پر مکا رسید کر کے باہر نکلا روم میں بھی دیکھا مگر ناکامی ہوئی۔ وہ واپس لاؤنج میں آیا تو دیکھا کوئی لڑکی گلاب کی پتی کے کلر کی ساڑھی پہنے تھی۔ آنچل ستارے، موتیوں اور دبکے سے بھرا ہوا تھا۔ خوب صورت سا بالوں کا اسٹائل تھا وہ پشت ہی دکھا دونوں ہاتھوں میں میچنگ چوڑیاں بھری تھیں۔ یہ سب تو اس نے شہرینہ کو دلایا تھا۔ وہ تجسس کے مارے آگے کیونکہ لڑکی کی پشت تھی۔

"آؤ نا۔ کیا حیران ہو رہا ہے۔" اعزاز نے اس کی محویت توڑی تو وہ جز بز ہو گیا۔

لڑکی نے جیسے ہی رخ گھما کر نائل کو دیکھا تو نائل تو حیرانگی سے دیکھ کر خمار زدہ ہو گیا۔

"کیا ہو گیا آپ کو؟" وہ جھینپ گئی اسے اپنی جانب دیکھتا پا کر۔

"تمہارے حسن کی تاب نہ لا کر بے ہوش ہوتے ہوتے بچا ہوں۔" وہ روانی میں بول گیا جبکہ اعزاز کھانس

"زبردستی صدف کے ساتھ امی اور طائشہ بھابھی نے پارلر بھیجا، میں تو جا بھی نہیں رہی تھی، ارسل تنگ کر رہا تھا۔" وہ بتانے لگی۔

"تم تو ویسے ہی غضب ڈھاتی ہو فارنر لڑکی! اب تو اور بھی انوکھی لگ رہی ہو۔" وہ شہرینہ کا ہاتھ پکڑ کر کونے لے گیا، جبکہ وہ بری طرح شپٹا گئی کیونکہ کافی لوگ ان کی جانب متوجہ تھے۔

"اب چلیے مسٹر!" وہ بولی کیونکہ نائل تو اس پر ٹکٹکی باندھے ہوئے تھا۔

"دل تو یہ چاہ رہا ہے کہ تمہیں ...."

"نائل! بھابھی کہیں جا نہیں رہی ہیں۔" اعزاز نے چھیڑا۔

"آپ نا میرا تماشا بنوائیں گے۔ چلیے۔" وہ ساڑھی کا آنچل ٹھیک کر کے بولی۔

انعام احمد کے جلدی مچانے پر وہ لوگ پونے گیارہ تک بارات لے کر نکلے تھے۔ خوب صورت سے م گارڈن میں بارات کا پرجوش استقبال کیا گیا تھا۔ نائل کی اچانک ہی نگاہ جویریہ پر پڑی، جو بلال نے میرون بوتیک سے خریدا اب سمجھ آیا کہ جویریہ کیلئے لیا تھا۔

"ادھر دیکھو سامنے۔" نائل نے شہرینہ کے ٹہوکا مار کر سامنے متوجہ کیا۔ شہرینہ نے بھی سامنے نگاہ دوڑائی ج خوب صورت سے اسٹائلش میرون سوٹ میں کھڑی تھی۔ اس نے ویسے ہی زیادہ تر اسے ٹراؤزر میں دیکھا تھا آج تو چھب ہی نرالی تھی۔

"چونک تو میں اس دن ہی گیا جب وہ جویریہ سے باتیں کر رہا تھا۔ پھر اسے عمر کی کہی ہوئی بات بھی یاد آئی کہ تو بلال بھائی کے ساتھ اچھا لگے گا۔"

"اس بلال کو تو میں پکڑوں گی۔" شہرینہ کو اب ایک بات ہاتھ آ گئی تھی بلال کو تنگ کرنے کی۔

"تم کچھ نہیں بولنا۔ پکڑوں گا میں، دیکھنا کیسے تنگ کرتا ہوں۔" وہ بھی منصوبہ بنا چکا تھا۔

"تم دونوں ادھر کھڑے کیا کر رہے ہو؟ نکاح ہونے والا ہے۔" طائشہ بھی جھلملاتا ہوا بلیو کامدانی سوٹ پہنے آئی۔

"نکاح تو ہمارا ہو چکا۔"

"تمہارے نکاح کی بات نہیں کر رہی۔" طائشہ نے اس کے چپت لگائی۔

"شہرینہ! اندر چلو تم صدف کے پاس بیٹھو فارحہ بھی ادھر ہی ہے۔"

"بھابھی! مجھے وہاں نہ بٹھائیے تائی امی اور چھوٹی تائی امی کو بٹھائیے۔ خوامخواہ سب کو دیکھ کر مجھے رونا آئے گا۔"

"پھر تمہارا میک اپ خراب ہو جائے گا۔ ہے نا؟" نائل نے لقمہ دیا وہ گھورنے لگی۔

"جی نہیں۔"

"ویسے یہ بتاؤ تم نے خرچ کتنا کیا ہے اس میک اپ پر؟" وہ بار بار اسے مخمور نگاہوں سے دیکھے جا رہا تھا۔

"صرف دو ہزار۔" وہ ذرا اٹھلا کر بولی۔

"واٹ؟ دو ہزار!" وہ اچھل ہی پڑا۔

"آپی! یہ نا میری کمائی اب پانی سے دھو دے گی۔" اس نے آہ بھر کر کہا۔

"پہلی بار آپ کی کمائی خرچ رہی ہوں۔" اس نے آنکھیں نکالیں۔

"اور کیا، اس کا حق بھی ہے۔" طائشہ نے بھی تاکید کی۔

"صدف تو آٹھ ہزار میں تیار ہوئی ہے۔" شہرینہ نے ایک اور دھماکہ کیا۔

"کیا اعزاز کام سے گیا۔ اتنا خرچ کرتی ہو تم عورتیں اس رنگ و روغن پر!" وہ حیرانگی سے بے ہوش ہونے کی ایکٹنگ کرنے لگا۔

"یہ میک اپ وغیرہ میں نے شادی کے بعد اب دوسری بار کروایا ہے پارلر سے۔"

"اپنی شادی پر بھی تم نے اتنا خرچ کیا تھا۔"

"مجھے کیا پتہ۔" اس نے ساڑھی کا آنچل بازو پر پھیلایا۔ پہلی بار اس نے ساڑھی پہنی تھی۔ الجھن بھی آ رہی تھی، مگر اسے بھی یہ لباس اچھا لگا تھا۔

"اس وقت تو تمہیں اپنی شادی کی خوشی کب تھی؟" وہ بولا۔

"آپ کو تھی؟" اس نے ترکی بہ ترکی کہا۔

"مجھے تو تھی کیوں آپی میں ٹھیک کہہ رہا ہوں نا؟" اس نے طائشہ سے تائید چاہی۔

"میرا منہ نہ کھلواؤ تو زیادہ اچھا ہے۔ کتنا خوش تھے یہ میں ہی جانتی ہوں۔"

"دیکھا آپی کو کتنا پتہ ہے میرے متعلق۔" وہ ذرا اکڑ کر بولا۔

"میرے خیال میں شہرینہ! اب تم چلو کیونکہ صدف کو اسٹیج پر بھی لانا ہوگا۔ یہ اسی طرح بولتا رہے گا۔" طائشہ اسے زبردستی لے گئی، نائل روکتا ہی رہ گیا۔

نکاح کے بعد صدف کو اور اعزاز کو اسٹیج پر بٹھا دیا گیا۔ صدف ریڈ کامدانی شرارہ، فل جیولری اور میک اپ میں کوئی ماورائی مخلوق لگ رہی تھی۔ اعزاز نے کئی بار کن انکھیوں سے اسے دیکھنے کی کوشش بھی کی مگر ناکامی ہوئی۔ مگر دل میں تو خوش کن جذبات انگڑائیاں لے رہے تھے۔ فضا ہی بدلی ہوئی لگی۔ ہر جانب بہاروں کا رقص نظر آ رہا تھا۔ اعزاز کے ہونٹوں پر مبہم سی مسکراہٹ تھی۔ نائل اور فراز اسے چھیڑے جا رہے تھے۔ مووی اور تصویروں کا سیشن چل رہا تھا۔

ڈنر وغیرہ بھی ہو چکا تھا مہمان کچھ رخصت ہو گئے تھے۔ کچھ خاص خاص باری باری گروپ کی مووی اور تصویر
۔ بزرگ حضرات نے بھی اعزاز اور صدف کو دعائیں دیں۔ فارحہ ایک طرف کھڑی سب دیکھ رہی تھی۔ جو
اسی کے ساتھ کھڑی تھی کہ آمنہ نے دونوں کو پکارا۔

"ارے تم دونوں اوپر تو آؤ۔"

"آنٹی میں نہیں آ رہی۔" فارحہ نے منع کیا۔

"بیوقوف لڑکی! تم اس کی بھابھی ہو اور بڑی بن کر سب کرنا ہے تا کہ یاسر کی کمی نہ رہے۔"

"آنٹی! کمی تو ان کی پھر بھی ہے۔" فارحہ نے رنجور ہو کر کہا۔ گرین سوٹ میں سوگوار حسن اسے حسین بنا رہا

"مجھے پتہ ہے فارحہ! تم کیا فیل کر رہی ہو؟" مگر تم صرف صدف کا خیال کرو۔ آؤ۔" انھوں نے اس کا
پکڑا۔

"آؤ جویریہ! تم بھی آؤ ادھر کیوں کھڑی ہو؟" شہرینہ نے اسے بھی بلایا۔ دونوں ہی اب اسٹیج پر آ گئیں۔
نے دونوں کو دیکھا فارحہ افسردہ لگی جبکہ جویریہ کو دیکھ کر اسے بلال کا خیال آیا وہ اس کی جانب چلا آیا۔

"یہ تم اتنا خوش کیوں ہو رہے ہو۔؟" نائل نے ذرا مشکوک لہجے میں پوچھا۔

"جی میں؟" بلال نے چونک کر اسے دیکھا۔

"ہاں تم۔ یہ جویریہ کا سوٹ اچھا لگ رہا ہے نا؟"

"ابھی میں شہرینہ باجی کو بتاتا ہوں، آپ لڑکیوں کو تنگ رہے ہیں۔" بلال نے الٹا اس پر وار کیا۔

"اسے سنو آرام سے کہنا، مگر بس مجھے یہ بتا دو کہ اس کا اور تمہارا کہیں ...."

"نائل بھائی! کیا کہہ رہے ہیں؟ وہ اس طرح کی لڑکی نہیں ہے۔" اب تو شپٹا گیا۔

"اچھا تو تم ہو گے اس طرح کے۔" وہ اب تفتیشی انداز میں اسے دیکھے جا رہا تھا۔

"آپ کیا کہہ رہے ہیں میری کچھ سمجھ نہیں آ رہا۔" وہ اپنے کرتے کی جیب میں ہاتھ ڈال کر کھڑا ہو گیا، مگر
کچھ اور کہانی سنا رہا تھا۔

"برخوردار! میں خوب سمجھتا ہوں۔ تمہاری میں نے چوری پکڑ لی ہے۔ تم نے یہ سوٹ صدف کی مہندی وال
خریدا تھا نا؟ اس دن میں اور شہرینہ بھی گئے تھے۔" اس نے یاد دلایا۔

"اس دن میں نے؟ کیا بات کر رہے ہیں؟ مجھے کیا ضرورت پڑی ہے اسے دینے کی۔" اس نے اب بھاگ
کوشش کی۔

"ویسے تم نے سینڈل بھی بڑی میچنگ کی لی ہے۔" نائل نے اسے مکمل نگاہوں کی رینج میں لیا ہوا تھا، جو گھبرا
رہا تھا، ادھر ادھر بھی دیکھ رہا تھا۔

"میں نے نہیں لی ہیں۔ خود خریدی ہیں اس نے۔" بلال نے بھی قبول کر کے نہ دیا۔ وہ تو اس کی جان بخشی
جب ابو نے اسے بلایا، وہ تیزی سے بھاگ لیا، ورنہ نائل کو اب تجسس ہو گیا کہ بلال اور جویریہ کا پتہ ضروری لگ
گا۔

وہ سب اب رخصتی کے لیے کھڑے تھے۔ شاہین نے آج اپنی بیٹی کو خوب پیار کیا اور صدف بھی خوب رو
اسے یاسر یاد آنے لگا اور اس کا ایک ہی بھائی تھا جو یہاں نہ تھا۔ فارحہ کے گلے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔
بھائی کی خوشی محبت تھی جو اس سے ناراض ہو کر گئے تھے۔ بڑی مشکل سے سب نے سنبھالا۔ فارحہ کی الگ حالت

دی۔ فاخرہ بیگم کو بیٹی کا افسردہ چہرہ کسی پل چین نہیں لینے دیتا تھا۔ انوار احمد نے بھی فارحہ کو سینے سے لگا لیا کیونکہ وہی
اسے اگنور کر گئے تھے۔ سب کا انہیں خیال رہا پتہ نہیں کیسے وہ یاسر اور فارحہ کو بھول گئے کہ ان کی بھی کوئی خوشی اور
ارمان ہوں گے۔ وہ زبان پر حرف شکایت نہ لائے تھے کیونکہ نصیر احمد ان کے چھوٹے بھائی تھے ان سے بھی باز پرس
کی تھی۔

صدف تمام لوگوں کی دعاؤں کے حصار میں رخصت ہو کر "انعام ولا" میں آ گئی تھی۔ شہرینہ اور نائل ساتھ ہی
گئے۔ جہاں آرا وہیں رک گئی تھیں۔

● ● ●

عفرا اور شہرینہ نے دروازہ رکوائی کی دونوں ہی تن کر کھڑی تھیں۔

"بھابھی یہ فاؤل ہے۔" اعزاز نے اس سے کہا، جو دونوں ہاتھ کمر پر جما کر کھڑی تھی۔

"یہ فاؤل نہیں ہے۔ آپ کے رشتے سے میں بہن بھی لگتی ہوں کیوں؟ آنٹی!" اس نے زینب سے حمایت
چاہی۔

"بالکل ٹھیک کہا۔" وہ مسکرائیں۔

"بھائی جان! بجو اور آپی نے مجھ سے فون پر آج صبح کہا تھا کہ میں آپ کو کمرے میں پیسے لیے بغیر نہیں جانے
دوں۔" عفرا نے بھی اکڑ کر کہا۔

"دیکھا ہماری بہنو کو، دور بیٹھ کر بھی ڈائریکشن دے رہی ہیں۔" فراز نے ان دونوں کے ہاتھوں کے نیچے سے
نکل کر کہا۔

"ظاہر ہے اب بشریٰ اور نیلم یہاں نہیں ہیں نا، عفرا کو ہی کہیں گی وہ۔" زینب بھی ان سب کے ساتھ کھڑی
تھیں۔ کمرے کا دروازہ بند تھا اور وہ سب کوریڈور میں کھڑے تھے۔ اعزاز بیچارا کچھ کھسیایا ہوا بھی تھا۔

"یار! ٹائم دیکھو پونے تین بج رہے ہیں۔" اعزاز نے کلاک کی جانب توجہ مبذول کروائی۔

"چاہے چار بج جائیں، بلکہ صبح ہو جائے پیسے دیئے بغیر آپ جائیں گے نہیں۔"

"یار! بھابھی کچھ دشمن دشمن سی لگ ہی ہیں۔" اس نے نائل سے کہا جو اعزاز کی حالت پر ہنس رہا تھا۔

"اس وقت آپ کو سب دشمن لگیں گے۔ سوائے اس کے جو آپ کے انتظار میں اندر بیٹھی ہے۔" شہرینہ چمک کر
بولی۔

"بھائی جان! فارغ کریں غریبوں کو کچھ دے دلا کر۔" فراز نے شرارت سے کہا۔

"اے! بتاؤں ابھی ہم غریب ہیں۔" وہ تو تپ گئی۔

"نہیں غریب نہیں امیروں والی غریب بلکہ انگریزی غریب۔" فراز نے پھر لقمہ دیا۔

"انگریزی غریب......" وہ سمجھی نہیں۔

"پوری محفل آپ کو انگریز ہی سمجھتی رہی ہے اور ہم بتا بتا کر تھک گئے کہ یہ انگریز نہیں ہیں۔" وہ لہک کر بولا۔

"او مائی گاڈ میں کیا کروں، لوگ مجھے دیکھ کر انسپائر ہو جاتے ہیں۔" اب وہ ذرا اترا کر بولی۔

"بس بس نیچے آ جاؤ۔ فراز! تم نے بتایا نہیں لوگوں کو کہ شادہ شدہ ہے اور ایک بچے کی اماں ہے۔" نائل نے
جھٹ اس کی خوش فہمی پر پانی ڈالا۔

"جل گئے نا میری تعریف سے؟ آپ مردوں میں بس یہی خرابی ہے۔" اب وہ ہاتھ نچا کر بولی۔

''تم گھر چلو میں بتاؤں گا اچھی طرح کیا خرابیاں ہیں۔'' نائل نے منہ پر ہاتھ پھیر کر کہا، تو وہ اسو بھاولہا
'ارے بھئی! آپ دونوں کیا نوک جھونک میں لگ گئے۔ مجھے اندر جانے دو نیند آ رہی ہے۔'' اعزاز
کر کہا اور جمائیاں لینے لگا۔

''ٹھیک ہے ہم صدف کو اٹھا کر لے جاتے ہیں۔ آپ سوئیے۔'' وہ اندر جانے لگی۔

''رکیے رکیے۔'' اعزاز گڑبڑا گیا۔

''یار نکال دے پیسے، ورنہ سمجھ نقصان تیرا ہوگا۔'' نائل نے معنی خیزی سے اس کے کان میں کہا وہ گم
کیونکہ کہہ وہ ٹھیک ہی رہا تھا۔

''بھائی جان! جلدی کریں نا۔'' فراز کو بھی دیکھنے کی بے چینی تھی کہ وہ کتنے پیسے دیتا ہے۔

''ہاں اعزاز بھائی جلدی نکالیے۔ میرا بیٹا رو رہا ہے۔''

''شہرینہ! ایسا کرو آج ارسل کو اعزاز کے کمرے میں سلا دو، یہ دونوں سنبھالتے رہیں گے۔'' نائل نے
چھیڑا۔

''ہاں مل جاؤ تم بھی۔ مجھے نہیں پتہ تھا کہ ایسا پھنسوں گا۔ یہ لیں۔'' اعزاز نے جیب سے آٹھ ہزار
دیئے۔

''یہ کیا اتنے سے پیسے؟''

''شہرینہ! اس نے صدف کے پارلر کا خرچہ دیا ہے۔ آج وہ آٹھ ہزار میں تیار ہوئی تھی نا۔''

''اف نائل! کیا دماغ ہے تمہارا۔'' اعزاز تو حیران ہو گیا اس نے دو ہزار اور نکال کر دینے چاہے جو
اُچک کر لے لیے۔

''میرا بھی تو کچھ حق بنتا ہے۔''

فراز! ادھر دو۔'' شہرینہ چیخی۔

''پلیز، مجھے تو جانے دیں اندر، اب آپ لڑتے رہیں۔'' وہ اندر بڑھا تو مگر عفرا نے اسے روک لیا۔

''بجو اور آپی کا نیگ نکالیے۔''

''تو تھا نیدانی ابھی باقی ہیں۔'' اس نے عفرا کے چپت لگائی۔

''باتیں نہیں بنائیے۔ ان کے بھی پیسے نکالیے۔''

''عفرا ان کو یہ خود جا کر دے گا۔ ہٹو آگے سے۔'' زینب ارسل کو گود میں اٹھائے آ گئی تھیں۔

اعزاز تیزی سے اندر گھسا تو سب ہی اندر آ گئے۔ شہرینہ، فراز سے پیسے لینے میں کامیاب نہ ہوئی تو آ گئی
ہزار اس نے عفرا کو دے دیئے۔

''بھابھی جی! کیسی ہیں؟'' فراز سیج پر بیٹھی صدف سے مخاطب ہوا، جو ساری گفتگو بند دروازے
باخوبی سن رہی تھی۔ دل تو لگتا تھا آج پسلیاں توڑ کر باہر آ جائے گا۔

''صبح پوچھیں گے نکلو باہر۔'' شہرینہ نے سخت لہجے میں اسے جانے کو کہا۔ نائل البتہ اندر نہ آیا تھا۔ وہ زینب
ارسل کو لے کر باہر لاؤنج میں بیٹھا تھا۔

''بھابھی! آپ خاصی عقل مند ہیں۔'' اعزاز نے اسے تشکر بھرے انداز میں دیکھا۔

وہ مسکراتی ہوئی فراز کا ہاتھ پکڑ کر باہر نکل گئی تھی، اعزاز نے ایک شوخ نگاہ بیڈ پر سر جھکائے صدف پر ڈالی

ساکت بیٹھی تھی۔ مگر وہ تو بہت نروس ہو رہی تھی، سارے احساسات ہی بدلے ہوئے تھے، دل کی دھک دھک
کانوں میں باخوبی سنائی دے رہی تھی، رو رو کر آنکھیں سوجھ گئی تھیں، نیند سی بھی آ رہی تھی مگر وہ بیٹھی ہوئی تھی، اعزاز
چینج کرنے کے بعد وارڈروب سے ایک مخملی ڈبہ نکالا۔ اور آہستگی سے چلتا ہوا سیج کی لڑیاں اٹھا کر سائیڈ پر کیں اور
نکا کر اس کے قریب دراز ہوا تو وہ شرما گئی۔

''صدف! اتنا روتا ہوا تمہیں آج میں نے پہلی بار دیکھا ہے۔'' اس نے صدف کو چہرہ اٹھایا، کیونکہ آنکھوں کا
میک اپ تو دھل چکا تھا۔ رخسار پر آنسوؤں کے نشان تھے۔

''اتنا روؤ گی تو میں تو یار! پریشان ہو جاؤں گا۔''

''یاسر، ہاں وہ بھی عجیب شخص ہے ایسا گیا ہے کہ پلٹ کر خبر تک نہ لی۔'' وہ بھی کچھ افسردہ ہوا۔

اسی دوران سائیڈ ٹیبل پر رکھا اعزاز کا موبائل بج اٹھا۔ وہ چونک گیا۔ آف کرنا تو بھول ہی گیا وہ اٹھا اور موبائل پر
نائل کا نمبر تھا۔ اس نے آن کر کے کان سے لگایا۔

''سکون نہیں ہے تجھے؟'' اعزاز چیخا۔

''آہستہ یار! آہستہ وہ جو تمہارے پاس ہے۔ ڈر جائے گی۔'' نائل کی شوخ آواز آئی۔

''ویسے یہ بتاؤ رونمائی کر دی محترمہ کی؟''

''وہی تو کر رہا تھا تم نے موبائل کر لیا۔ اب اگر کیا نا تو صبح پوچھ لوں گا۔'' وہ دبی دبی آواز میں بولا۔ صدف
دبی سن رہی تھی۔ ہنسی بھی آئی۔

''کیا پوچھ لوں گا!'' اس نے پھر چھیڑا۔

''تمہارا سر۔'' اعزاز نے موبائل کو اب آف کر دیا تا کہ دوبارہ نہ کر سکے۔ فون پر نگاہ پڑی تو اس کا بھی تار پہلے
پہنچا۔

''یہ آدمی نا آج گھر پر ہے، یونہی تنگ کرتا رہے گا۔'' وہ تمام کام نمٹا کر پھر اس کے قریب بیٹھا اور مخملی ڈبیہ کھول کر
لاکٹ کا خوبصورت سا سیٹ اس کے شفاف گلے میں پہنایا۔ صدف تو بلش ہو گئی اعزاز کے اتنے قریب آنے پر کولون
کی خوشبو اس کی ناک کے نتھنوں سے ہوتی ہوئی اندر سانسوں میں بس گئی۔ اس نے جذب سے آنکھیں بند کر لیں۔

''صدف! آنکھیں تو کھولو۔'' اعزاز نے اس کے چہرے پر پھونک ماری۔

''پتہ ہے صدف! میں نے دن گن گن کر گزارے ہیں۔ کب میں اور تم ایک ہوئے، مجھے تو پتہ بھی نہ چلا کہ تم
ایک دم ہی میرے دل میں اترتی چلی گئیں اور میں بس حیران ہی رہا۔'' اس نے صدف کا نازک حنائی ہاتھ اپنے ہاتھ
میں لیا تو وہ اور سمٹ گئی۔

''آپ سے ایک بات کہوں......؟'' وہ قدرے توقف کے بعد گویا ہوئی۔

''کہو، میں بس آج کی رات تمہاری سنوں گا اور تم میری۔''

صدف، اعزاز کے خمار آلود لہجے پر اور ہی بلش ہو گئی، جو کہنے جا رہی تھی وہ بھول گئی۔

''کہو! کیا کہنا ہے؟'' وہ مسکرایا اور نگاہ اس کے چہرے پر جما دی۔

''بشریٰ باجی اور نیلم باجی کو آپ کے اور میرے رشتے پر اعتراض تھا نا؟'' اسے کہیں سے سن گن مل گئی تھی۔

''پہلے تھا مگر اب وہ اپنی خوشی سے یہ رشتہ پکا کر کے گئی ہیں۔ اور ساتھ ہی ہمیں دعوت دے کر گئی ہیں کہ وہاں
رکنا ہے۔''

"مگر کبھی انہوں نے ......" اس کے دل میں خدشات سر اٹھا رہے تھے۔

"بالکل نہیں صدف! تم کچھ غلط نہیں سوچو گی۔ آج کا دن مایوسیوں کا نہیں خوشیوں کا، رعنائیوں کا ہے۔ خوش کن لمحات کو ایسی تلخ باتوں سے خراب نہ کرو۔ آج صرف تمہاری اور میری بات ہو گی اور کوئی نہیں۔" اعزاز نے اسے آگے بولنے نہ دیا اور وہ سمٹتی رہی اعزاز اسے سمیٹتا رہا۔ یہ لمحات ایسے امر ہو گئے کہ وہ سوچ بھی نہ پائے۔ آپ کو وہ کسی اور ہی جہان میں محسوس کر رہے تھے، جہاں بس رنگ و نور کا سیلاب ہو۔ جہاں صرف شوخ ہو اٹھکھیلیاں کرتی رہیں اور اعزاز الگ کرتا رہا۔



صبح وہ بیٹھی رو رہی تھی۔ اعزاز بے خبر سو رہا تھا۔ اس کی جانب پشت تھی۔ سسکیاں اندر ہی اندر دبا رہی تھی، بھی نکل رہی تھیں۔ گلاب کی مہک پورے کمرے میں تھی اور گزشتہ رات کے انمول لمحات کا اثر ابھی تک ماحول خوابناک بنائے ہوئے تھا۔ اور اس کا خمار اعزاز پر ابھی تک تھا کہ وہ مست ہی پڑا تھا۔ مگر پھر اچانک اس نے زرا کی جانب کروٹ لی تو اسے بیٹھے پایا۔ آنکھیں بمشکل کھولیں۔ وہ چینج کیے بیٹھی تھی۔ بال گیلے پشت پر پھیلے تھے۔ لمحے کو وہ سمجھ نہ پایا، مگر جب رات کے خوش کن مناظر ایک ایک کر کے ذہن کی اسکرین پر آئے تو لب آپ ہی مسکرا اٹھے۔ وہ بھی بیڈ کی بیک کراؤن سے سر ٹیک کر لیٹا۔

"ارے! کیا ہوا؟" اس نے روتی ہوئی صدف کا نازک ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا تو اس نے جھٹکے سے چھ کیونکہ وہ رونے میں اس قدر مشغول تھی کہ اسے اس کی مداخلت ناگوار گزری۔

"صدف! یار! کیا ہوا تمہیں بتاؤ جلدی؟ مجھ سے شکایت ہے؟" اب ذرا وہ گھبرایا بھی اور فکر مند بھی ہوا۔ رات تک تو وہ بالکل فریش تھی۔ اس کے چہرے پر کوئی رنج یا مایوسی نہ تھی۔ صدف میں پھر بھی جنبش نہ ہوئی۔ وہ زور سے رونے لگی۔ اب تو اعزاز بھی بوکھلا گیا کہ اگر کسی کو خبر ہو گئی تو وہ تو بے خبری میں مارا جائے گا۔ سب استفہامیہ نگاہیں ہوں گی۔

"یار صدف! ہوا کیا ہے؟ اگر کوئی آ گیا نا تو مجھ پر شک کریں گے مجھے بتاؤ تو؟" وہ بکھرے بالوں کے ساتھ کر بیٹھا۔ سیج کی لڑیاں بیڈ کو چاروں طرف سے ڈھکے ہوئے تھیں اور وہ اس کے قریب ہی سمٹی بیٹھی تھی۔ وہ خود پھول ہی لگ رہی تھی۔

"پلیز صدف! کچھ تو بولو کیا ہوا ہے؟" اس نے صدف کا چہرہ ہاتھوں میں تھاما تو وہ اس کے سینے سے لگ اعزاز نے بھی اسے سمیٹ لیا۔ وہ ہولے ہولے لرز بھی رہی تھی۔ صدف کے وجود سے ایک الگ ہی خوشبو اسے بنانے کو کافی تھی۔ ابھی تو پچھلا نشہ نہ اترا تھا۔

"مجھے یاسر بھائی یاد آ رہے ہیں۔" وہ اس کے سینے میں منہ چھپائے بولی۔

"اف ڈرا ہی دیا تم نے تو بالکل جان نکال دی میری۔" اس نے شانوں سے صدف کو تھاما۔ آنکھیں جل بہہ رہی تھیں۔ وہ ہاتھ کی پشت سے آنسو پونچھنے لگی۔ ناک سرخ ہو گئی۔

"ویسے یہ یاسر بھائی کو یاد کرنے کا تو وقت نہیں تھا۔" وہ مسکرایا معنی خیزی سے آنکھیں گھمائیں۔

"کیوں نہیں ہے؟ میرے بھائی ہیں۔ وہ میری شادی پر نہیں تھے۔ ایک ہی تو میرا بھائی ہے۔"

"اچھا تو تم بلال اور سرمد بھائی کو بھائی نہیں سمجھتی؟" اس نے اب تنگ کیا۔

"یہ بات نہیں ہے یاسر بھائی اگر یہاں ہوتے تو فارحہ بھابھی اتنی اداس نہ ہوتیں۔ کل رات وہ کتنا روئی ہیں

نے اعزاز کے ہاتھ جھٹک دیئے اور خود سائیڈ ٹیبل سے ٹشو بکس اٹھا کر بیٹھ گئی۔

"تو تم بھی کانپ رہی تھیں۔ ایسا لگ رہا تھا کہ تم اغوا ہو رہی ہو۔" وہ ذرا ہنس کر گویا ہوا۔

"ایک لڑکی ہمیشہ کے لیے ماں باپ اور بہن بھائی کو چھوڑ کر جا رہی ہے۔ روئے گی نہیں تو کیا روئے؟" وہ برا مان کر اتھ خوبصورت سی سیج سے اٹھ کر وہ ڈریسنگ ٹیبل کے قریب چلی آئی۔

"ہاں یہ تو محترمہ! آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں۔" اب وہ صدف کو بڑے دلنشین انداز میں دیکھنے لگا تو وہ پزل ہو گئی۔ قد آدم آئینے سے اعزاز کا عکس نمایاں تھا۔ وہ شرارت پر آمادہ ہوا۔

"ویسے تم نے نا صرف اپنا بلکہ میرا موڈ بھی ناپ سیٹ کر دیا۔ کتنے مزے سے میں سو رہا تھا خوش کن خیالوں وہ سر کھجانے لگا۔ اس کے قریب ہی چلتا ہوا آ گیا۔

"خود تو آپ سو گئے، میری ایک لمحہ بھی آنکھ نہیں لگی نئی جگہ پر۔" اس نے برش اٹھایا کیونکہ بالوں میں برش جو لیا تھا۔ وہ اسے نظر انداز کر کے خفگی سے برش کرتی رہی۔

"آہستہ آہستہ ہی عادت پڑے گی تمہاری۔" وہ اٹھ کر اس کے پیچھے آ کر کھڑا ہو گیا۔ اپنا اور صدف کا عکس آئینے دیکھنے لگا، جو ڈارک پرپل کامدانی سوٹ میں نکھری نکھری لگ رہی تھی۔ اعزاز نے اس کے کاندھے پر اپنی تھوڑی اور اس کو پیچھے سے بانہوں میں بھر لیا۔

"دیکھو تم آج کتنی خوبصورت لگ رہی ہو۔ یہ سب میری......"

فوراً ہی دروازے پر دستک ہوئی تو اعزاز کی بات درمیان میں رہ گئی۔ وہ چونک بھی گیا۔ ترچھی نگاہ بند دروازے پر جو دھڑ دھڑایا جا رہا تھا۔ غصہ بھی آیا۔ دانت پیسے۔

"کون ہے اتنی صبح صبح؟" وہ بڑبڑایا۔ صدف پر بھی سوالیہ نگاہ ڈالی۔

"صبح صبح نہیں ہے، گیارہ بج رہے ہیں۔" صدف اس سے الگ ہو کر بولی۔ دروازے پر اب دستک متواتر ہوتی تو اعزاز کو کھولنا پڑا۔ ملگجا سا کرتا شلوار اور بکھرے بالوں سمیت وہ کھڑا تھا۔ چہرے پر ایک غصہ کی لہر واضح تھی۔

"شکر ہے کھولا تو آپ نے۔" شہرینہ نے معنی خیزی سے آنکھیں گھمائیں۔

"بھابھی! کیا ساری رات آپ ہماری جاسوسی کرتی رہی ہیں؟"

"یہ تو نہیں البتہ میں نے بہت کوشش کی، مگر تم نی موبائل فون سب پیک کر دیا۔ ایسا تو میں نے بھی نہیں کیا تھا۔" کی شرارت سے پر آواز آئی جو عقب سے بولا۔

"اگر میں یہاں ہوتا نا، تو یہی کرتا میرے ساتھ خبیث آدمی!" اعزاز نے نائل کے مکہ جڑ دیا جو باہر ہی کھڑا بول رہا تھا۔

"اف مار دیا ظالم!" وہ کراہ کر رہ گیا۔ شہرینہ اور صدف ہنسنے لگیں۔

"شہرینہ! ذرا اندر پوچھو کہ محترمہ ٹھیک تو ہیں اس آدمی کے ساتھ؟"

صدف تو جھینپ گئی جھٹ سامنے سے ہٹ گئی، کیونکہ نائل اندر دیکھ تو نہیں رہا تھا البتہ اعزاز کو گھور رہا تھا۔ اس کی معنی خیز نگاہیں اعزاز کا طواف کرنے لگیں۔ وہ جھینپ گیا۔

"بھابھی! جب تیرے ساتھ ٹھیک رہی ہیں، تو پھر صدف میرے ساتھ کیوں ٹھیک نہیں ہو گی؟"

"اعزاز بھائی! یہ تو نا غصہ بہت کرتے تھے۔" شہرینہ بولی، کیونکہ اس کی قصیدہ گوئی ضروری سمجھی۔

"اچھا بس بس، جلدی آؤ۔ سب نیچے انتظار کر رہے ہیں ناشتہ پر۔" نائل نے بات ہی کاٹ دی کہ کہیں شہرینہ

بے وقوفی میں سب بتانے نہ لگ جائے۔

"اپنی باری آئی تو بات کاٹ دی۔" اعزاز نے نائل کے بال پیچھے سے کھینچے۔

"اس وقت میں نالحاظ کر رہا ہوں کہ کل ہی تیری شادی ہوئی ہے، ورنہ دولہا سے مرغا بناتے میں مجھے گی۔" نائل نے ذرا تپ کر کہا۔

"نائل بھائی! آج آپ اپنا جادو دکھا ہی دیں کہ دولہا سے مرغا کیسے بنائیں گے؟" فراز بھی اور جب وہ دونوں ملتے تو اور زعفران زار بکھیرتا۔

"تم نا اپنا جادو اس پر دکھاؤ۔ مجھے تیار ہو کر آنے دو۔ نکلو تم سب یہاں سے۔" اعزاز نے کھسیا کر دروازہ ہی بند کر دیا کہ نائل واقعی اندر نہ آجائے۔

"او! گیارہ بج گئے ہیں اب تو اٹھ کر باہر آجاؤ۔ صدف کہیں بھاگی نہیں جا رہی۔" نائل نے دروازہ لگائی۔

"اعزاز بھائی! جلدی آئیے، صدف کو بھابھی اور امی لینے آئی ہیں۔" شہرینہ نے بھی یاد دلایا۔ اب شہرینہ ایک دوسرے کو دیکھ کر قہقہہ لگا کر ہنس دیے۔

"یار! اب تم اپنے میکے جاؤ گی؟" اعزاز نے سننے کے بعد صدف سے پوچھا۔

"ظاہر ہے، یہ رسم ہوتی ہے شادی کے دوسرے دن لڑکی میکے جاتی ہے۔" صدف مسکرا کر بولی کیونکہ چہرہ جو اتر گیا تھا۔ وہ ناراض بھی لگا۔

"مگر ضروری تو نہیں ہے۔" وہ سر کھجا کر بولا۔ اس کی کوشش تھی کہ وہ رک جائے۔

"مگر... تو پھر بھی پڑے گا۔ آپ تیار ہو جائیں جلدی سے، پھر نائل بھائی تنگ کریں گے۔"

"اس نائل کو تو میں پوچھوں گا۔ بہت تنگ کیا ہے۔" وہ بولتا ہوا اب واش روم میں گھس چکا تھا۔ صدف ہونے لگی کیونکہ رات کو ولیمہ تھا۔ اور اسے شام کو واپس بھی آنا تھا۔ دونوں تیار ہو کر چلے آئے تھے۔ صدف جمائے شرمائی ہوئی سب کے درمیان بیٹھی تھی۔ شہرینہ نے تو اس کے کان میں سرگوشیاں کر کر کے تنگ کر اعزاز کو الگ نائل چھیڑے جا رہا تھا۔ طائشہ اور آمنہ اسے لینے آئی تھیں۔ فارحہ کی طبیعت خراب تھی اس سکی۔ صدف ان کے ساتھ پھر چلی گئی تھی۔

●●●

"جویریہ! کل آپ بہت پیاری لگ رہی تھیں۔" بلال نے اس کا راستہ روک کر اس کی تعریف کی کیونکہ سے لے کر اب تک نظر جو نہیں آئی تھی۔

"شہرینہ باجی پوچھ رہی تھیں کپڑوں کے بارے میں۔"

"تم نے بتا تو نہیں دیا؟" وہ سر پر ہاتھ رکھ کر بولا کہ کہیں اسے خبر نہ ہو جائے۔

"نہیں میں نے تو نہیں بتایا۔" جویریہ اس کے چہرے کو دیکھنے لگی، جہاں اس کی ہوائیاں تھیں۔ وہ دونوں میں سیڑھیوں کے پاس کھڑے تھے۔ صدف آئی ہوئی تھی اس لیے سب اس میں لگے ہوئے تھے تو بلال کو موقع اپنے دل کی بے قراری کہنے کو۔

"آج رات کو آپ کیا پہنیں گی؟" اس نے پھر جھجک کر پوچھا۔

"مس آمنہ نے سوٹ دیا ہے وہ پہنوں گی۔ میں نے منع بھی کیا تھا۔"

"منع کرنے کی تو کوئی تک ہی نہیں ہے۔" وہ اپنی پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے جویریہ کے سراپے میں کھویا کہ یہ بس اب اس کی ہے۔ وہ حق رکھتا ہے اس پر۔ اور وہ اس کے دل کی مکین ہے۔

"اچھا نہیں لگتا نا۔ آپ کی امی نے چوڑیاں اور جیولری دی ہیں۔" وہ بتانے لگی عام سے لہجے میں۔

"واقعی امی نے دی ہیں تمہیں؟" بلال کو یقین نہ آیا۔ اسے اپنا راستہ اور سہل لگا۔

"میں سچ کہہ رہی ہوں۔ آج بھی فون کر کے انہوں نے ہی مجھے بلوایا ہے۔"

"لگتا ہے امی میرے دل کی خواہش جان گئی ہیں۔" وہ زیر لب بولا۔ دل میں شگوفے پھوٹنے لگے۔

"کیسی خواہش؟ سمجھی نہیں؟" چہرہ بھی معصوم سا لگا۔ وہ تھی بھی معصوم کہ ہر کوئی کھو جائے۔

"جویریہ! ایک بات پوچھوں آپ سے؟" وہ اس کے قریب آیا تو وہ پیچھے ہو گئی۔

"محبت سمجھتی ہیں آپ؟"

"ہاں سمجھتی ہوں۔" وہ روانی میں بول گئی، مگر پھر بلال کو گھورنے لگی۔ غیر متوقع سوال پر۔

"بس سمجھیے کہ وہ ہو گئی ہے مجھے آپ سے۔" وہ تیزی سے بول اٹھا۔

"جی، کیا کہہ رہے ہیں آپ؟" اب تو وہ فوراً ہی گھبرا گئی۔ اتنے دن وہ بلال کے انداز سمجھ نہ پائی۔ اور آج وہ ر گیا۔ وہ معصوم سی کم گو لڑکی تو کوئی رد عمل بھی پیش نہ کر پائی۔

"بالکل ٹھیک کہہ رہا ہوں میں۔ جویریہ! آئی لو یو۔"

"مگر آپ۔" چھوٹی سی جویریہ تو اس جذبے کو سمجھ نہیں پا رہی تھی، مگر بلال کے احساس دلانے پر اس کا دل اٹھا کیونکہ اس کی آنکھوں میں ایک سمندر موجزن تھا، جس کی لہریں اسے ڈبونے کو بے تاب تھیں۔ مگر وہ ان بچا جا رہی تھی۔

"جویریہ! اگر مگر نہیں، بس آپ میرے متعلق سوچیں۔ میری آنکھوں میں دیکھیں۔ اس میں تمہارا عکس ہے۔" انے بے باکی سے کہتے ہوئے، اس کا چہرہ پکڑنا چاہا تو وہ تیزی سے سیڑھیوں کے نیچے سے جھک کر بھاگی، مگر نگ روم سے نکلتے نائل سے ٹکر ہو گئی۔ نائل نے اسے شانوں سے تھاما جو اس باختہ لگی۔

"آہستہ آہستہ بھئی! کیا ہوا؟"

"وہ وہ......" جویریہ کچھ ڈری بھی، گڑبڑائی بھی۔ بلال کیونکہ سامنے ہی نظر آیا۔

"خیریت کیا ہوا؟" نائل کی اب تفتیشی نگاہ بلال پر تھی، جو بالوں میں ہاتھ پھیر رہا تھا۔

"کچھ نہیں۔" وہ چھپاک سے اندر بھاگ لی، نائل کے تشویشی لہجے میں پوچھنے سے۔

"ادھر آؤ ذرا تم۔" نائل نے اسے انگلی کے اشارے سے بلایا۔ بلال کچھ سٹپٹایا بھی۔

"جی فرمائیے؟" وہ پراعتماد لہجے میں بولا۔ خود کو نارمل رکھا مگر نائل بھی اسے گھورے گیا۔

"یہ کیا چکر تھا بلکہ ہے؟"

"کیا چکر؟ آپ خواہ مخواہ مجھ پر شک کرتے رہتے ہیں۔" وہ ذرا برا مان کر بولا۔

"جویریہ تم سے ہی ڈر کر بھاگی ہے نا؟"

"میں بھوت ہوں جو ڈر کر بھاگے گی؟ مجھے کیا پتہ کیوں بھاگی ہے؟ میں تو باہر جا رہا تھا۔" وہ ویسے ہی نائل کی ہوں سے خبردار ہو گیا تھا، جو مستقل تجسس میں رہتا۔

"ابھی آنٹی سے کہتا ہوں کہ تم لڑکیوں کو تنگ کرنے لگے ہو۔"

"نائل بھائی! خدا کو مانیے میں ایسا کوئی کام نہیں کرتا۔ آپ سے البتہ امید ہے امریکہ میں لڑکی

گا۔"

"واں لڑکیوں کو چھیڑ دو تو الٹا جوتے مارتی ہیں۔" اس نے سنجیدگی طاری کر کے کہا۔

"ویسے کتنوں سے جوتے کھائے ہیں؟" اس نے مذاق میں کہا۔

"ان سے میں بچا ہی رہا ہوں۔ کیا سمجھے؟ تم بتاؤ یونیورسٹی میں تم نے کتنوں سے کھائے؟"

"نائل بھائی! مجھے آپ ایک بات بتایئے کہ آپ میری ہی جاسوسی کیوں کیے جا رہے ہیں؟ آپ کی

کی کیے جا رہی ہے؟" اب وہ چڑ گیا۔

"تم سیدھی طرح مجھے بتا دو کہ تمہارا کوئی ایسا ویسا چکر ہے؟"

"فرض کریں میں بتا دوں کہ ہے تو آپ کیا ہم دونوں کا رشتہ پکا کرا دیں گے؟" بلال سینے پر بازو لپیٹ

گیا، ساتھ ہی مکمل بحث کے موڈ میں تھا۔

"ہاں ایسا ہی کروں گا۔ بس تم بتا دو؟"

"بس رہنے دیں، کروں گا۔" اس نے تمسخر اڑایا۔

"ٹھیک ہے پھر اندر جو معاملات طے ہو رہے ہیں کیا وہ روک دیئے جائیں۔" نائل نے شرارت سے

انکھیوں سے بلال کو بھی دیکھا جو بار بار، ادھر ادھر دیکھے گیا۔

"کیسے معاملات؟" بلال کو اچنبھا ہوا بلکہ آنکھیں تک نکال لیں غصہ میں۔

"تم ابھی تک یہاں اٹکے کھڑے ہو؟" طائشہ نے نائل کو ٹوکا۔

"بھابھی! آپ کے بھائی جاسوسیاں کرنے لگے ہیں۔" بلال نے استہزائیہ کہا۔

"آپی کب سے جاسوسیاں کر رہا ہوں، لیکن بڑا پکا ہے اگل کر نہیں دے رہا یہ۔" نائل نے بلال کی

کیا جو ڈھیٹ بنا مسکرائے گیا۔

"اگلوں گا بھی نہیں، کیا سمجھے آپ؟" وہ انگوٹھا دکھاتا چلا گیا۔ نائل اسے گھورنے لگا۔

"کیا کہہ رہے ہو نائل! میری سمجھ نہیں آ رہا؟" طائشہ نے نائل سے پوچھا۔ وہ ناسمجھی کی کیفیت میں

"آپ کو بعد میں سمجھاؤں گا۔ ذرا اچھی سی چائے پلوا دیں۔" وہ کاؤچ پر دراز ہو گیا۔

"میں بنا دیتی ہوں۔"

"آپ نہیں، شہرینہ سے کہیں وہ بنا کر لائے، میں اوپر اس کے کمرے میں ہوں۔"

"اس سے کہیں ارسل کو بھی چینج کروا کر، اوپر ہے وہ میرے پاس۔" وہ طائشہ کو بہانہ بتانے لگا

وقت اس کے ساتھ ہی گزار لے۔

"ارسل کب ہے اوپر، وہ تو تمہارے سرمد بھائی کے ساتھ ہے میرے کمرے میں۔"

"ایک تو آپی! آپ نا اسے بچاتی رہتی ہیں۔ پتہ ہے کل سے میری اس سے بات تک نہیں ہوئی۔

وہ میرے لیے نکال لے ورنہ پھر میں اسے گھر لے جاؤں گا۔" فوراً ہی موڈ خراب ہو گیا۔ اسے شہ

برداشت نہیں ہو رہا تھا۔

"ایک تو تم مردوں کی مجھے سمجھ نہیں آتی۔ بیوی جہاں کہیں مصروف رہی، تم لوگوں کو برداشت نہیں

ذرا غصے سے بولی، کیونکہ مرد کی رگ رگ سے اب وہ واقف ہو گئی تھی۔

"جس دن سے یہاں آئی ہے، مجھے اگنور کیا ہوا ہے۔" نائل کا موڈ آف ہو گیا۔

"اچھا تم جاؤ۔ بھیجتی ہوں۔ عجیب دماغ کے آدمی ہو تم تو۔" وہ تیزی سے صدف کے کمرے میں چلی گئی شہرینہ کو

نے صدف کو شام پانچ بجے تو چلے جانا تھا۔

"شہرینہ! تمہیں نائل بلا رہا ہے۔" اس نے شہرینہ کو مخاطب کیا، جو لیٹی ہوئی تھی۔

"بھابھی! ان سے کہہ دیں، سو چکی ہوں۔ کل نیند ہی پوری نہیں ہوئی کیونکہ یہ تو ساری رات لان میں بیٹھے رہے

اور میں عفرا کے کمرے میں سوئی تھی۔" اس نے خود ہی تفصیل بتائی۔

"تم اوپر اپنے کمرے میں جا کر سو جاؤ۔" طائشہ نے اسے اٹھانا چاہا۔

"پلیز بھابھی! میں واقعی سو رہی ہوں۔" وہ کروٹ لے چکی تھی کیونکہ صدف کی بھی شاید آنکھ لگ گئی تھی۔ طائشہ

واپس چلی گئی، کیونکہ شہرینہ جیسی ضدی لڑکی کو کہنا بے کار تھا۔ نائل کو اس نے بتا دیا کہ سو چکی ہے۔

● ● ●

صدف کا ولیمہ چوتھی چالا سب باخیر و خوبی انجام پا گیا تھا۔ اب سب جگہ ان کی دعوتیں چل رہی تھیں۔ زندگی اسی

طرح اپنی لے میں گزرتی جا رہی تھی۔ اسے کسی کی پرواہ نہ تھی۔ فارحہ الگ گم صم سی ہو گئی تھی۔ ہر وقت اپنے کمرے

میں بند رہتی۔ ایسے میں پھر اس نے خود کو معروف کرنے کے لیے جاب کے لیے تیار کیا، مگر ابو اجازت نہیں دے رہے

تھے۔

"فارحہ بیٹا! ذرا ایک کپ چائے تو بنا دو۔" سرمد نے اسے مخاطب کیا جو کاؤچ پر سوچوں میں گھری بیٹھی تھی،

کیونکہ اب تو سوچوں سے رشتہ ہے۔

"جی اچھا۔" وہ چونک کر کھڑی ہو گئی۔

سرمد نے بڑے دکھ و کرب سے اپنی بہن کو دیکھا، جس کی ساری شوخی اور خوبصورتی ماند پڑ گئی تھی۔ وہ منہ سے کچھ

نہ کہتی مگر وہ سمجھتے سب تھے۔ سیدھے وہ اپنے کمرے میں جانے کے بجائے ابو کے کمرے میں چلے آئے، جو کسی

کتاب کے مطالعہ میں منہمک تھے۔ ان کی محویت اس وقت ٹوٹ گئی تھی۔

"سرمد! کیسے ہو؟" اب وہ کتاب کو تکیہ پر بند کر کے رکھ چکے تھے۔

"ٹھیک ہوں۔" وہ خاصے چپ چپ لگے۔

"ابو! میں آپ سے ایک بات کرنے آیا ہوں۔" وہ بڑی گہری اور پر تفکر نگاہ ان پر ڈال کر مخاطب ہوئے۔

مضطرب بھی لگے۔

"ہاں کہو میں سن رہا ہوں۔" وہ بھی ذرا ایزی ہو کر بیٹھے۔

"آپ نے یاسر اور فارحہ کا نکاح کیا تو رخصتی اسی وقت کیوں نہیں کی؟" وہ ان سے باز پرس کرنے لگے۔ آج

انہوں نے فارحہ سے متعلق سوال، جواب نہ کیے تھے۔

"سرمد! اس وقت اگر تم میرے ساتھ ہوتے، میرے فیصلوں میں شامل ہوتے، تو شاید میں یہ غلطی نہ کرتا۔" وہ

نڈھال سے لگے کیونکہ اب تو ہمہ وقت فارحہ کا کملایا ہوا چہرہ ان کے سامنے رہتا۔ اور وہ خود کو مجرم سمجھنے لگتے۔ احساس

کچوکے لگاتا۔

"ابو! اس وقت آپ نے صرف فیصلے سنائے، کب کسی کی بات سنی، وہ ان کے سامنے والی چیئر پر سر جھکائے

بیٹھے تھے۔ خاصے سخت لہجے میں بھی لگے۔

"ابرار چچا کی شادی آمنہ آنٹی سے، پھر میری اور طائشہ کی، اب فارحہ اور یاسر کی۔ بتایئے نقصان کس کا ہے؟" وہ انہیں غلطی کا احساس دلانے لگے۔

"بات اتنی نہ بڑھتی، اگر تم طائشہ کے ساتھ اپنا رویہ درست رکھتے۔" وہ ذرا درشت ہوئے۔ اور پھر منہ پر لب بھینچ لیے کیونکہ وہ تو خود چور سے بن گئے تھے۔

"آپ چلیے میری اور طائشہ کی بات چھوڑیں۔ آپ نے جانتے بوجھتے یہ غلطی کیوں کی؟ پتہ ہے آپ کو، نا زندوں میں ہے، نہ مردوں میں، ہر وقت منہ چھپائے روتی رہتی ہے۔ میں بے خبر نہیں رہتا۔ سب خبر رکھتا ہوں" تیز لہجے میں بولے۔

"مجھے کیا خبر تھی؟ کہ یاسر اس طرح کرے گا۔" وہ لب کاٹ کر بولے۔

"اس طرح بھی اس نے آپ کی وجہ سے کیا ہے، کیونکہ آپ نے کبھی ان دونوں کے بارے میں سوچا ہی نہیں"

"کیا؟ میں نے نہیں سوچا ان دونوں کے بارے میں؟" وہ روہانسے ہوئے۔

"ہاں آپ نے۔" وہ جھٹکے سے کھڑے ہوئے امی بھی اب اندر آ چکی تھیں ان دونوں کی آوازیں سننے کے سرمدان سے بحث کر رہے تھے۔

"آپ کو خبر ہے کچھ؟ یاسر نہ فون کرتا ہے اب اور نہ ہی کوئی اس کا اتا پتا ہے۔ بتایئے آپ کیا ہوگا فارحہ کا؟ کس طرح وہ زندگی گزارے گی؟"

اندر آتی فارحہ کے قدم باہر ہی رک گئے کیونکہ ذکر اسی کا تھا۔ چائے کی ٹرے ہاتھوں میں لرزی، دل میں د… ہوئی۔

"پھر بتاؤ میں کیا کروں؟ اب تو مجھ سے غلطی ہوگئی۔" وہ نادم تھے، تھکے تھکے پژمردہ سے۔

"میں کیا بتاؤں، کیا کیا نہ کر چکا ہوں۔ یاسر کی کوئی خبر نہیں مل رہی ہے۔" وہ متفکر سے تھے۔

"ابو! آپ نے کوئی بھی فیصلہ درست نہیں کیا۔ کبھی چھوٹوں کی رضا بھی معلوم کرلیا کریں کہ وہ کیا چاہتے ہیں"

وہ یہ کہہ کر لمبے ڈگ بھرتے باہر آئے، تو فارحہ کو وہاں جمے پایا تو ٹھٹھک گئے جو بالکل منجمد ہوگئی تھی۔ ہاتھوں میں ٹرے تھی۔ اس پر سکتہ طاری تھا۔

"فارحہ! تم یہاں کھڑی کیا کر رہی ہو؟" وہ فہمائشی نگاہوں سے دیکھنے لگے۔

"آپ کے لیے چائے لائی تھی۔" آنکھوں کی نمی چھپانے کی ناکام کوشش کی۔ پلکیں بار بار جھپکنے لگی۔

"فارحہ! میری بہن! تم اداس نہ ہو۔ دیکھنا ایک دن یاسر ضرور لوٹ کر آئے گا۔" انہوں نے اس کے ہاتھ سے ٹرے لے کر بڑی یقین اور وثوق سے کہا تو وہ بس سر ہلا کر چلی گئی۔ وہ افسردگی سے اسے جاتا دیکھتے رہے۔ ٹرے کر اپنے کمرے میں آئے تو طائشہ کو لیٹے پایا۔ وہ بنا کچھ بولے صوفے پر جا کر دراز ہوگئے۔ کیونکہ اعصاب کس طرح جکڑ رہے تھے۔ چائے البتہ ابھی بھی انہوں نے نہ پی تھی۔ دل و ذہن منتشر ہونے لگے۔

"آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے؟" طائشہ اٹھ کر ان کے قریب چلی آئی۔ آہستگی سے ان کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا

"آں بس، ٹھیک ہے۔" انہوں نے پھر بھی اسے نہ دیکھا۔ پر تفکر چہرہ لیے وہ پشت پھیرنے لگے۔

"پھر بھی کچھ تو بتایئے نا؟" اس سے برداشت نہ ہوا تو وہ پھر بازو پکڑ کر بولی۔

"کہا نا کچھ نہیں ہوا۔ کیا بار بار پوچھے جا رہی ہو۔" اب وہ چیخ ہی پڑے۔ ڈانٹا انہوں نے اب کافی عرصے بعد تھا۔ طائشہ بے چاری پہلے ہی ڈری سہمی تھی۔ فوراً ہٹ گئی۔ کیونکہ اس کی خود کی بھی دو تین دن سے طبیعت ٹھیک نہ تھی

سرمد نے ایک نظر اسے دیکھا جو واپس بیڈ پر جا کر بیٹھ گئی تھی۔ چینج کرنے پھر باتھ روم میں چلے گئے۔ طائشہ ے سے ہی چلی گئی۔ وہ باہر آئے تو وہ ندارد تھی۔ ٹرے میں رکھا کپ اٹھایا، سپ لیا تو چائے بھی ٹھنڈی ہوگئی تھی۔ بیزاری سے پٹخ دیا۔ پھر کمرے سے نکل آئے کہ وہ گئی کہاں؟ پھر واپس کمرے میں آ گئے۔ رات کا کھانا کھانے بھی انہوں نے انکار کر دیا۔

طائشہ چپ چپ سی ہوگئی تھی۔ رات کو فارغ ہونے کے بعد وہ سوئے ہوئے انس کو اٹھائے اندر آ گئی۔ اب وہ دراز تھے۔

"طائشہ!" انہوں نے پکارا، جو انس کو بیڈ پر لٹانے کے بعد باہر جا رہی تھی، ان کی آواز پر رک گئی، مگر مڑی پھر بھی نہ۔ ناراضگی ہنوز رکھی۔

"طائشہ! یار! سوری۔ اس وقت پتہ نہیں مجھے کیا ہوگیا تھا، تمہیں ڈانٹ دیا۔" وہ معافی مانگنے لگے۔ شرمسار بھی ہوئے۔

"آپ نے کھانا کیوں نہیں کھایا؟" وہ ناراض بھی تو ان سے نہیں رہ سکتی تھی۔

"تم پوچھنے آئیں اندر کھانے کو؟" شکوہ کیا الٹا اس سے ہی۔

"عمر سے تو بلوایا تھا۔"

"عمر اور تم میں فرق ہے۔" اس کا ہاتھ پکڑ کر قریب بٹھایا، جواب بھی ناراض لگی۔

"کیا فرق ہے؟"

"تم بیوی ہو جبکہ وہ بیوی نہیں۔" انہوں نے ہنس کر کہا تو وہ بھی مسکرا دی۔

"کھانا کیوں نہیں کھایا آپ نے؟"

"یار! آج آفس میں کچھ کھا لیا تھا بھوک نہیں تھی۔" انہوں نے بتایا۔

"موڈ کیوں خراب تھا؟" اب وہ استفسار کرنے لگی۔ ان کی پریشانی بھی تو نہیں دیکھی جاتی۔

"ایک وجہ تھی، یوں خراب تھا۔"

"اگر آپ کو اعتراض نہ ہو تو وجہ بتانا پسند کریں گے؟" اس نے قدر توقف کے بعد پوچھا کہ آخر وہ اپ سیٹ کیوں ہیں۔ دلچسپی سے اب ان کی جانب دیکھنے لگی جو اسے ہی دیکھ رہے تھے۔

"بس ابو سے میری تلخ کلامی ہوگئی ہے فارحہ کے لیے۔"

"ابو سے تلخ کلامی؟" اسے فکر ہوئی۔ ضرور جنگ ہوئی ہوگی۔

"یار! ابو نا شروع سے سارے فیصلے خود کرتے آئے ہیں۔ کم از کم فارحہ کی تو رخصتی کر دیتے۔ نوبت یہ تو نہ آتی کہ وہ گھر چھوڑ کر جاتا۔"

"آپ کو وجہ پتہ ہے وہ کیوں گھر چھوڑ کر گیا ہے؟" اب اس نے کریدا کہ شاید کچھ تو انہیں بھی پتہ ہو یاسر کے جانے کی وجہ، وہ کیوں چلا گیا۔

"ظاہر ہے، جب ان دونوں پر توجہ نہیں دی جائے گی تو وہ تو یہی کرے گا۔" وہ سیدھے ہو کر لیٹ گئے کیونکہ وہ بھی مرد تھے اور مرد کے جذبات سمجھ سکتے ہیں۔

"طائشہ! میں جب بھی فارحہ کو دیکھتا ہوں تو بے چین ہو جاتا ہوں۔ پھر جب سے صدف کی شادی ہوئی ہے، وہ اور تنہا سی، اداس سی ہوگئی ہے۔"

"ایک بار بس یاسر آ جائے، دیکھنا کیسی خبر لیتا ہوں اس کی، میری بہن کی زندگی خراب کر کے خود وہاں بیٹھا ہے۔ اور تو اور نواب صاحب کا اب فون بھی نہیں آ رہا۔" ایک دم ہی غصہ آنے لگا۔ مٹھیاں بھینچ لیں۔

"بس بس یہ بالکل نہ کریئے گا۔ وہ خود افسردہ گیا ہے۔ خوشی سے کب گیا ہے۔"

"بس رہنے دو۔ خوشی سے ہی تو گیا ہے۔ پانچ چھ ماہ ہو چکے ہیں۔ صرف اس نے چار فون ہی کیے، ادھر صدف کی شادی ہو رہی تھی۔" وہ خاصے مشتعل ہو رہے تھے۔

"کہیں وہ مشکل میں نہ ہو؟" طائشہ کو بھی یاسر کی فکر تھی، جس کی اب کوئی خبر نہ تھی۔

"مشکل میں تو ہمیں کر دیا ہے۔" ماتھے پر بازو رکھ کر لیٹے۔

"اتنا غصہ تو نہ کریں آپ۔" وہ ان کے بازو پر ہاتھ رکھ کر بولی۔

"میں کرنا نہیں چاہ رہا مگر مجھے آئے جا رہا ہے۔" کتنا ضبط کر رہے تھے حالانکہ اس وقت دل چاہ رہا تھا یاسر یہاں ہو اور اس کا حشر کر دیں۔

"ایک بار آ تو جائے۔"

"بس اب نہیں۔" اس نے قریب آ کر ان کے لبوں پر اپنا نازک ہاتھ رکھ دیا۔ سرمد اس کی آنکھوں میں لگے جو انہیں ٹھنڈا کر رہی تھی۔ اور وہ بھی کچھ بہکے تھے۔ طائشہ کامیاب ہو گئی تھی ان کا موڈ ٹھیک کرنے میں، ورنہ جیسے سخت گیر شخص کو سنبھالنا بہت مشکل تھا۔ بے قابو جب ہوتے تو الٹا سیدھا بھی بولتے۔ اور وہ نہ نہیں چاہتی تھی یاسر سے خائف ہو جائیں۔

● ● ●

جب سے سرمد نے انہیں احساس دلایا تھا، وہ اور بھی مغموم اور رنجور ہو گئے۔ کسی سے بات چیت بھی نہیں کرتے تھے۔ انجانے میں وہ غلطیاں ہی کرتے آئے تھے۔ اور اب اتنا بڑا نقصان، وہ بھی جوان بیٹی کا دکھ تو انہیں ملا تھا۔ پوری رات کروٹیں بدلتے رہتے تھے۔ فاخرہ بیگم ان کی کیفیت نوٹ کرتی رہتی تھیں۔ اکثر وہ رات کو کھانا بھی نہ آتے تھے۔ سرمد کو علم تھا وہ کیوں مضطرب اور مضمحل ہیں۔ مگر وہ خود تذبذب کا شکار تھے۔

"یاسر کو گئے آج پورے سات ماہ ہو چکے ہیں۔ میرے بچے کی کوئی خیر خبر ہی نہیں ہے۔" شاہین، نصیر افسردگی سے بولیں۔ کیونکہ جس دن سے گیا تھا تڑپتی ہی رہتی ہیں۔ بیٹے کو یاد کر کر کے، جس کی آواز تک نہ ملتی۔

"مجھے تو بھائی صاحب کے سامنے جاتے ہوئے بھی شرمندگی ہوتی ہے۔"

"اس میں ہمارا تو کوئی قصور نہیں ہے۔" وہ ذرا تلخی سے کہتے اٹھ بیٹھے کیونکہ وہ خود کون سا پرسکون تھے۔ اگر نظروں سے چلا جائے تو ماں باپ تو بے سہارا سمجھنے لگتے ہیں۔ وہ ہی تو ان کے بچے تھے۔ اور وہ بھی منتشر ہو۔

"قصور وار ہم سب ہیں۔ اس کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے۔" وہ رنجور اور غم زدہ لہجے میں بولیں۔ آنکھ میں اشک آ گئے، جو آنچل کے کونے سے صاف کیے۔

"ہمارا تو ایک ہی بیٹا ہے۔ اس کی بھی ہم کوئی خوشی نہیں دیکھ پائے۔ اور جب میں فارحہ کی مرجھائی ہوئی دیکھتی ہوں تو اور تڑپ جاتی ہوں۔ اس معصوم کا کیا قصور ہے جو بن باس کاٹ رہی ہے؟"

"اب تم کیا چاہتی ہو کہ میں بھائی صاحب سے لڑوں۔" وہ ذرا برہم ہو کر گویا ہوئے کیونکہ جھنجھلاہٹ چہرے سے چھلک رہی تھی۔

"آپ کچھ تو کوشش کریں کہ وہ کہاں ہے؟ پتہ تو چلے؟ اب تو کوئی خیر خبر بھی نہیں مل رہی ہے میرے بچے کی۔" وہ مغموم سی آواز میں بولیں۔

"سرمد نے کتنی دوڑ دھوپ کی ہے۔ جو نمبر اس نے دیا تھا اس پر بھی وہ موجود نہیں ہے۔" وہ خود یاسر کی طرف سے فکرمند تھے، کیونکہ شروع میں تو اس نے چار فون کیے بھی، پھر ایک دم سلسلہ ہی ختم ہو گیا جو سب کو تشویش میں بھی مبتلا کر گیا۔

"راتوں کو نیند نہیں آتی ہے، وہ مجھے خواب میں نظر آتا ہے۔"

"شاہین! تم خود کو سنبھالو، ہمت رکھو اور دعا کرو۔ دیکھنا وہ خود ہی لوٹ آئے گا۔" انہوں نے تسلی دی مگر ماں کے دل کو کب قرار آتا ہے۔ جب ہو دل کا ٹکڑا جدا تو جسم سے لگتا ہے کوئی جان ہی نہ ہو۔

"تم اس طرح روتی دھوتی رہو گی تو ماحول خراب ہوگا، بلکہ تم تو بشاشت ظاہر کرو تاکہ کسی کو زیادہ محسوس نہ ہو۔" وہ انہیں بڑے آہستہ آہستہ انداز میں سمجھا رہے تھے۔

"تمہیں پتہ ہے بھائی صاحب خود خاصے فکرمند ہیں۔ میں ان کی حالت دیکھتا ہوں۔ گھنٹوں کمرے سے باہر نہیں آتے صرف اسی وجہ سے۔ اور اب تم اس طرح کر کے تو انہیں اور پریشان کرو گی۔" انداز ان کا خاصا مدھم تھا، کیونکہ شاہین کو سنبھالنا ایک پہاڑ سر کرنے کے برابر تھا۔

"بالکل رونا دھونا ختم کرو۔ اور ہاں فارحہ کو بھی تم ہی سنبھال سکتی ہو۔ وہ ہمارے بیٹے کی امانت ہے۔ اس کا خیال رکھنا ہماری ذمہ داری ہے۔"

"فارحہ کو دیکھتی ہوں تو یاسر اور یاد آتا ہے۔" انہوں نے چہرہ صاف کیا کیونکہ نصیر احمد ان کے قریب بیٹھے بڑی سہل پسندی اور نرم لہجے میں سمجھا رہے تھے۔

"تمہیں خود پر کنٹرول رکھنا ہے۔ ایک گھر میں رہ کر ہم ایک دوسرے سے تو منہ چھپا کر نہیں رہ سکتے۔ شاہین! یہ سب ہیں تو ہم سب ہیں۔ اور ہم سب ہیں تو ہمارا بیٹا یاسر ہے۔ بس وہ ہماری غلطی سے اکھڑ ہو گیا ہے۔ جب اس کا غصہ اترے گا دیکھنا دوڑا آئے گا۔"

"انشاءاللہ! وہ ضرور آئے گا۔" شاہین نے بڑی جذب سے کہا، کیونکہ لبوں پر تو ہر وقت اس کی سلامتی اور لوٹ آنے کی دعائیں ہوتی تھیں۔

♦ ♦ ♦

"بس تم کسی پر ظاہر مت کرو۔ سب سے اچھا رویہ رکھو۔" نصیر احمد نے تشکر بھرا سانس بھرا کیونکہ شاہین کی
کچھ سمجھ میں آ گیا تھا۔ انہوں نے اپنے متغیر چہرے سے سارے آنسو صاف کر لیے تھے۔
"تم آج سے فکر کرنا چھوڑ دو۔ میں بھی کوشش میں ہوں کہ کسی طرح یاسر کا کوئی کونٹیکٹ نمبر مل جائے تو اسے
یہاں آنے پر مجبور کر دوں گا۔"
"دیکھنا آ جائے گا نا تو میں اس کے کان کھینچوں گی۔ مار بھی لگاؤں گی۔ ایسے کوئی ماں باپ سے بھی ناراض ہوتا
ہے۔" وہ ان سے ذرا تیز لہجے میں بولیں۔
"جب آ جائے سب کچھ کرنا۔ مگر خدارا آتے ہی دونوں کی رخصتی جلدی کرنی ہے تاکہ وہ پھر جانے کے لیے
تولے۔" وہ اب اپنے بیڈ پر لیٹ چکے تھے کیونکہ اعصاب جب تھک جائیں تو دل یہ چاہتا ہے کہ آنکھیں بند کر کے
انسان لیٹا رہے، تاکہ اسے پھر کوئی تنگ نہ کرے۔ مگر ان کے اعصابوں میں تناؤ تھا جو کسی طور کم نہ ہو رہا تھا۔ اگر
ہمت ہارتے تو شاہین تو بالکل ہی ڈھے جائیں گی۔ اور ایسے میں انہیں سنبھالنا تو انہیں اور مشکلات میں مبتلا کر دے
گا۔ پوری رات انہوں نے بس شاہین کو سمجھایا ہی۔ وہ کچھ ذرا ریلیکس ہو گئی تھیں۔ ویسے بھی کچھ کام دوسروں کی خو
کے لیے بھی کرنا پڑتے ہیں۔ یہ سب بس اسی طرح ممکن ہوتا جب دل کی کسی بھی بات پر یقین نہ کرے۔ بہت
لوگ ہماری ذات سے بھی تو وابستہ ہیں۔ ان کی خوشی پہلے مقدم رکھنی تھی۔

● ● ●

"تم ادھر بیٹھی کیا کر رہی ہو؟" آمنہ نے فارحہ کے سر پر ہلکی سی تھپکی دی تو وہ چونک سی گئی، کیونکہ سارے اخبا
پھیلائے بیٹھی تھی۔ اور اتنی منہمک تھی کہ کسی کی موجودگی کا بھی احساس نہ تھا۔
"تمہیں ایسی کیا جاب کی پڑ گئی۔" چچی جان نے بھی سنا تو وہ اعتراض کرنے لگیں۔
"وہ میں چاہ رہی تھی کہ کچھ تو مصروفیت ہو۔" وہ منمنائی۔
"مصروفیت کے لیے اور بھی کام ہوتے ہیں۔ ضروری ہے کہ تم نوکری کرو اور میں بالکل اجازت نہیں دوں گی۔"
وہ قطعی لہجے میں بولیں۔
"ہاں فارحہ! تم کوئی کورس کر لو مثلاً ہنڈی کرافٹس کا کوئی بھی شعبہ چن لو۔"
"اس میں میرا دل نہیں لگتا۔" اس نے صاف انکار کیا۔
"بہرحال میں تمہیں بالکل اجازت نہیں دوں گی۔ یاسر بھی پھر برا منائے گا۔" انہوں نے فارحہ سے کہا، جس
کے چہرے پر ایک رنگ آ کر گزر گیا تھا۔
فارحہ نے پھر بحث نہ کی۔ اور اخبار لپیٹ کر واپس ٹوکری میں رکھے اور جانے لگی۔ چچی جان سمجھ گئی تھیں کہ ا
ناگوار گزرا ہے۔ آمنہ نے بھی اسے بڑی جانچتی نگاہوں سے دیکھا جو چپ چپ ہو گئی تھی۔ اکثر یاسر کے ذکر پر اس کا
چہرہ سپاٹ ہی رہتا۔
"میرے خیال میں بھابھی فارحہ مختلف کورسز کر لے یہ زیادہ بہتر رہے گا۔ اور پھر اسے تو ویسے ہی شوق بھی

ہے" آمنہ نے جھٹ ماحول کی تلخی دور کرنی چاہی۔
"میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے۔" وہ سیدھی اوپر اپنے کمرے میں چلی گئی۔ ناراضگی اس نے ظاہر کر دی تھی۔ چچی
جان اور آمنہ جزبز سی رہ گئیں۔
"آمنہ! میں نے اسے برے دل سے تو منع نہیں کیا۔" وہ افسردگی سے گویا ہوئیں۔
"بھابھی! ابھی فارحہ ایک شاک میں ہے۔ اسے ہم سب نے ہم سنبھالنا ہے۔"
"مجھ سے پوچھو میرا تو بیٹا گیا ہے۔ میں کتنے ضبط سے گزر رہی ہوں۔ صرف اس لیے کہ کسی کو محسوس نہ ہو۔"
آنکھوں میں ہلکی سی نمی آ گئی۔ آمنہ الگ تاسف سے انہیں دیکھ کر رہ گئیں۔ وہ تو ماں تھیں۔ جوان بیٹا ان سے دور تھا۔
اوپر آ کر فارحہ بیڈ پر اوندھی لیٹی اپنی کم مائیگی پر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ وہ تو بس حوالہ ہی بن کے رہ گئی۔ جس
سے دل کا تعلق اور نام کا تعلق تھا۔ وہ تو اسے بھلا کر دور بیٹھا تھا۔ اور وہ بھی اب بہت پتھر ہو گئی تھی۔ وہ بھی یاسر کو یاد نہیں
کرنا چاہتی تھی۔ جس نے بچپن کی محبت اور مضبوط رشتے کو بھلا دیا تھا۔ اسے سب کے سامنے تماشہ بنا دیا۔ وہ آخر کس
سے کہے اپنے دل کی کیفیت، کس سے بیان کرے اپنے دل کا درد، اسے تو اب یاسر سے نفرت ہونے لگی تھی۔ پورے
گھر میں سوگواری پیدا کر گیا تھا۔ ہر کوئی بس اسے ہی یاد کرتا۔ اور وہ تو پل پل مر رہی تھی یاسر کی سرد مہری اور بے
نیازی، رکھائی پر جو بالکل بے گانہ ہوا دیارِ غیر کی رنگینیوں میں شاید کھو گیا تھا۔
"یاسر! میں آپ کو کبھی معاف نہیں کروں گی۔ میری غلطی نہ ہوتے ہوئے بھی میں موردِ الزام ٹھہرائی گئی۔ آپ
کی ایسی محبت تھی کہ مجھے رد کر دیا اور ایک ذرا سی بات لے کر بیٹھ گئے۔ آپ تو غصہ دکھا کر چلے گئے میں کس سے
کہوں؟" وہ خود ہی ہم کلام بین کرنے لگی۔ تکیہ بھی پورا گیلا ہو چکا تھا۔ اس کے آنسو اس میں جذب ہو رہے تھے۔
روز رات کو وہ بس تکیوں میں منہ چھپا کر اپنی سسکیاں روکتی رہتی۔ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی یاسر کی بے رُخی پر خوب
روتی۔
"میں کبھی معاف نہیں کروں گی آپ کو۔ آپ نے صرف میری محبت دیکھی تھی۔ دیکھیے گا اب آپ میری
نفرت۔ اگر آپ کو پروا نہیں تو مجھے بھی نہیں۔ آپ کٹھور ہیں تو میں بھی سنگدل بن جاؤں گی۔ آپ لاپرواہ ہیں تو میں
بھی بے نیاز بن جاؤں گی۔ پھر صرف آپ کو اپنے قصور نظر آئیں گے۔ میں اب بالکل بھی کسی کی ترحم بھری نگاہوں کا
سامنا نہیں کروں گی۔ اب میں واقعی ضدی بن کر دکھاؤں گی۔ دیکھیے گا میں شہرینہ سے بھی دو ہاتھ آگے ہو کر بتاؤں
گی، پھر مجھے کوئی افسوس نہیں ہوگا۔ آپ مجھے کچھ بھی کہیں۔ اب فارحہ دیکھنا ہر وہ کام کرے گی۔ جو آپ کو ناپسند ہوگا۔
کبھی تو لوٹ کر آئیں گے نا۔ دیکھیے گا آپ کو محبت کرنے والی انتظار میں دیپ جلائے رکھنے والی فارحہ نہیں ملے گی۔
کیونکہ اسے تو آپ اسی دن مار گئے تھے جس دن آپ یہاں سے گئے تھے۔ اب نئی فارحہ کا جنم ہوگا، جو صرف اپنی
پرواہ کرے گی۔ اور اپنے ماں باپ کی، آپ کی بالکل نہیں دیکھیے گا۔" وہ مسلسل بے تکان بولے جا رہی تھی چہرہ رو رو کر
متغیر ہو گیا تھا۔ وجود ہچکیوں کی زد میں تھا۔ پورا کمرا اسے اپنے غم میں شریک لگا۔ اٹھ کر بیٹھی چہرہ اپنے زرد آنچل سے
صاف کیا۔ آئینے کے سامنے سبک خرامی سے چلتی ہوئی آئی۔ اپنا عکس دیکھا بالکل اجڑی ہوئی لگتی تھی۔ اس پر نہ کوئی
رنگ تھا، نہ بہار، ہر وقت مرجھایا ہوا پھول لگتی، آنکھوں کی روشنیاں تک ماند تھیں، رخسار کی لالی جانے کہاں کھو گئی تھی،
ہونٹ جو ہر وقت پیاسے رہتے۔ اس نے پورا چہرہ صاف کیا۔ اور خود کو بغور دیکھا۔ یہ وہ فارحہ تو نہیں جو آج سے آٹھ
ماہ پہلے تھی۔ وہ تو ہر وقت مسکراتی رہتی تھی۔ یاسر کی شوخیوں سے جھینپتی رہتی تھی، جو بس اس کے قریب آنے پر شرم سے
خود میں سمٹ جاتی تھی۔ وہ جو اس پر محبت کی بارش برساتا رہتا تھا۔ اب وہ تو چلا گیا تھا۔ پھر وہ کیوں اس کا جوگ پالے

بیٹھی تھی۔

"نہیں اب میں بھی بدل جاؤں گی، ہاں یاسر میں بدلوں گی۔ صرف اپنے باپ کی وجہ سے، اپنی ماں کی وجہ جو میرے لیے ہر وقت فکر مند رہتے ہیں۔ میں بھی اب آپ کی طرف سے سرد مہر بن جاؤں گی۔" اس نے ایک عزم لہجے میں خود سے کہا۔ جلدی سے سیدھی اپنے واش روم میں گھس گئی۔ بیسن پر کھڑی ہو کر پانی سے چہرہ خوب تاکہ پچھلی تمام تلخ سوچوں کا چہرہ پر شائبہ تک نہ رہے۔ وہ ہشاش بشاش نظر آئے۔ اندر کی آگ اس نے ٹھنڈے سے بجھائی اور باہر نکل آئی۔ دیکھا تو آمنہ کمرے کے وسط میں کھڑی تھیں، شاید اسی کا انتظار کر رہی تھیں۔ فارحہ لمحے کو ٹھٹھک گئی۔ اس نے اسٹینڈ سے تولیہ اٹھایا اور چہرہ صاف کرنے لگی۔

"فارحہ! میں تم سے کچھ کہنے آئی ہوں۔" آمنہ نے بڑی گہری اور تشویش بھری نگاہ اس پر ڈالی، جو ڈریسنگ کے سامنے کھڑی چہرہ تھپتھپا کر پونچھ رہی تھی۔ مگر ساتھ ہی خود کو نارمل بھی ظاہر کر رہی تھی۔

"جی کہیے آنٹی!" وہ بشاشت ظاہر کر کے تولیہ اسٹینڈ پر پھیلا کر ان کی جانب متوجہ ہو گئی۔ آنکھیں ساری کہہ رہی تھیں کہ ابھی کچھ دیر پہلے ان میں کافی ہلچل مچی ہوئی تھی۔

"فارحہ! ادھر آ کر بیٹھو پہلے۔" انہوں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر بیڈ کے سرے پر بٹھایا۔ وہ چونک تو گئی کہ وہ ابھی کچھ دیر پہلے والی بات پر استفسار کریں گی۔

"فارحہ بیٹا تم نے ابھی بھابی کی بات کا برا منایا؟" وہ قدرے توقف کے بعد اس سے مخاطب ہوئیں۔

"کون سی بات؟" وہ انجان بنی۔

"ابھی جو تم نیچے جاب کے متعلق کہہ رہی تھیں۔"

"آمنہ آنٹی! وہ ایسی کوئی برا ماننے والی بات نہیں ہے۔ اور پھر میں نے تہیہ کیا ہوا ہے کہ کوئی بھی جاب کروں گی۔" لہجہ خاصا اٹل اور ضدی لگا انہیں فارحہ کا۔ وہ ذرا متوحش بھی ہوئیں کہ وہ ایسی تو نہیں ہے۔ پھر یہ انداز کیوں اپنا لیا۔

"آنٹی! چچی جان سمجھتی ہیں کہ میں کچھ نہیں کر سکتی۔ دیکھیے گا میں کیا کیا کرتی ہوں۔" وہ پر سوچ انداز میں ہوئی۔ مسکراہٹ بھی تھی۔ مگر آمنہ کو فارحہ کا انداز کچھ تلخ اور طنزیہ لگا۔

"میں ابو اور بھائی جان سے پوچھ کر کوئی کام کروں گی۔ اور کسی کو مجھ پر اعتراض کا کوئی حق نہیں۔" اس پھیر کر کہا۔

"فارحہ! بھابی کو اور پھر یاسر کو۔"

"بس کریں یاسر، یاسر کان پک گئے ہیں میرے، جب انہیں پرواہ نہیں تو میں کیوں چنوں ان کے اصولوں میری زندگی ہے میری مرضی میں جو کروں۔ نہ چچی جان کو حق ہے مجھ پر روک ٹوک کا۔ اور نہ یاسر کو، کیونکہ سارے واسطے ختم کر کے گئے ہیں یاسر صاحب۔" وہ نہایت کڑوے لہجے میں کہتی جھٹکے سے کھڑی ہوئی تو آمنہ تو فارحہ کو حیران رہ گئیں۔ کیونکہ وہ تو بڑی صلح جو قسم کی لڑکی تھی۔ اس میں اس قدر تلخی اور کڑواہٹ گھلی ہوئی تھی۔ چہرہ بھی جذبات سے عاری تھا۔

"آنٹی! مجھے بھی حق ہے اپنی مرضی سے سانس لینے کا۔ میں بھی جینا چاہتی ہوں نارمل زندگی۔ یاسر کا نام ذات کا حوالہ نہیں بنانا چاہتی۔ میں بھی اپنی پہچان چاہتی ہوں میں اپنا نام چاہتی ہوں۔ مجھے نہ کسی کے نام کی ہے اور نہ سہارے کی۔ میں خود اپنا سہارا بنوں گی۔" وہ یہ کہہ کر پشت پھیر کر کھڑی ہو گئی، کیونکہ اپنے دل کے درد

بڑے امتحان سے کم نہ تھی۔ آنسو وہ بہانا نہیں چاہتی تھی۔ آمنہ خاموش تھیں وہ بھی اٹھیں اور اس کے سامنے آ ہیں۔

"فارحہ بیٹا! یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟"

"آنٹی! آپ نہیں چاہتی کہ میں بھی خوش رہوں۔" اس نے تیز لہجہ میں ان سے پوچھا جو حیرانگی سے اسے ہی رہی تھیں۔

"ہاں بیٹا! ہم سب ہی چاہتے ہیں مگر اس طرح تم تم بھابی کو دکھ دو گی۔"

"بس آنٹی! بہت سے دکھ میرے سینے میں بھی پلتے ہیں۔ کیا دکھوں کو سینے سے لگا کر جینا چھوڑ دیں؟ سانس لینا چھوڑ دیں؟ صرف ایک شخص کی وجہ سے اپنے آپ کو مقید کر لیں؟ اپنے ذہن و دل کو سکون نہ دیں؟ آنٹی! میں بھی اب پرسکون ہونا چاہتی ہوں۔ میں خوش ہونا چاہتی ہوں آنٹی!" وہ ان کے شانے پر سر رکھ کر رو دی کیونکہ وہ اب برداشت نہیں کر پائی تو صبر کا پیمانہ لبریز ہو کر چھلک پڑا۔

"میں سمجھتی ہوں تمہارا درد، تم کیوں اس طرح کر رہی ہو۔" وہ بھی آبدیدہ ہو گئیں۔

"آنٹی! آپ سمجھائیے سب کو مجھے بھی جینا ہے۔ مجھے نہیں جینا اب یاسر کے لیے بس مجھے سب گھر والوں کی زندگی عزیز ہے۔ جو صرف مجھ سے محبت کرتے ہیں۔" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بول رہی تھی۔

"میں خود کو مصروف رکھنا چاہتی ہوں۔ یاسر کی کوئی بھی بات اور یاد نہیں رکھنا چاہتی اپنے پاس، آنٹی! میں تھک گئی ہوں، مجھے نہیں یاد کرنا اب کبھی بھی یاسر کو جو میرے دل کو کرچی کرچی کر گئے ہیں، کیونکہ اب یہ دل جڑنا مشکل ہے بکھر گئے ہیں اس دل کے کانچ جو میری آنکھوں میں چبھتے ہیں۔ آنٹی میں یہ کانچ اپنی آنکھوں سے نکالنا چاہتی ہوں۔ میں کھلی آنکھوں سے سب کو دیکھنا چاہتی ہوں اب کوئی بھی خوش کن خواب نہیں دیکھنا چاہتی۔" وہ مسلسل ہذیانی انداز میں بولے جا رہی تھی۔ آمنہ اس کی پشت سہلائے جا رہی تھیں۔ انہوں نے بھی فارحہ کو چپ نہ کرایا، کیونکہ دل کی بھڑاس جب نکل جائے تو دل ہلکا پھلکا ہو جاتا ہے۔

"فارحہ بیٹا! سنبھالو تم اس طرح نہ کرو۔" انہوں نے اس کا متغیر چہرہ اپنے شانے سے اٹھا کر دیکھا جو بھل بھل رو رہی تھی۔

"مجھے پتہ ہے تم یاسر کو یاد کرتی ہو۔"

"اب نہیں کروں گی، کبھی نہیں کروں گی۔ نفرت ہے مجھے ان سے جو میرے دل کو روند کر گئے۔ مجھے بالکل ان کی پرواہ نہیں۔ اب کبھی یاد نہیں کروں گی۔ نہ میں ان کا اب ذکر سننا چاہتی ہوں۔" اس نے سخت اور درشت لہجے میں ان سے کہا تو آمنہ مزید کچھ نہ بولیں کیونکہ وہ اس وقت بہت غصے میں تھی مسلسل دانت بھی پیس رہی تھی۔ وہ اس کی کیفیت سمجھ رہی تھیں۔

● ● ●

"یہ تم آخر پکا کیا رہی ہو اتنی دیر سے؟" نائل اس کے سر پر کھڑا مسلسل اسے ٹوکے جا رہا تھا جو ڈبل روٹی کو سینک رہی تھی۔

"جب پک جائے گا، پتہ چل جائے گا کہ کیا پکا ہے۔" اس نے تلی ہوئی ڈبل روٹی کو اب ایک ٹرے میں ترتیب سے رکھا۔ نائل کو آگے سے ہٹایا جو بالکل اس کے ساتھ جڑ کر کھڑا تھا۔

"پلیز، آپ ادھر سے ہٹ جائیں۔ ضرور میرا کام خراب کروائیں گے۔" اب اس نے کیبنٹ سے چھوٹی

الا یچی کی شیشی نکالی۔

"جب تک تم مجھے بتاؤ گی نہیں میں ہٹوں گا نہیں، بلکہ تمہیں بھی ڈسٹرب کرتا رہوں گا۔" وہ آنکھوں م
لیے اس کی طرف بڑھا تو شہرینہ نروس ہو گئی۔

"آپ کی چھٹی نا مجھے مہنگی پڑتی ہے۔" اس نے منہ بنا کر اب اسے دیکھا۔

"صبح سے تم کچن میں ہو، میری چھٹی تم نے خراب کی ہے۔ اور تو اور صاحبزادے کو بھی تم اگنور کیے ہو
نائل نے اس کے شانے پر اپنا ہاتھ رکھا تو وہ اسے گھورنے لگی۔

"اگنور صاحبزادے کو کرنے پر اعتراض ہے یا کسی اور بات پر؟"

"تم اگنور مجھے بھی کر رہی ہو۔ اچھا تم نے روگ لگا لیا یہ سب۔" وہ روٹھ کر اب اسٹول پر بیٹھا۔ مگر شہر
اپنے کام میں مصروف تھی۔

"آپ کے لیے ہی پکا رہی ہوں۔ کھائیں گے تو انگلیاں چاٹتے رہ جائیں گے۔" وہ اب چینی کو پتیل
رہی تھی۔

"اب تم یہ کیا بنا رہی ہو؟" وہ اتنی وافر مقدار میں چینی ڈالتے دیکھنے لگا۔

"آپ کو بتانا فضول ہے۔" اب وہ تھوڑا پانی ڈال کر اسے چولہے پر رکھ چکی تھی۔

"اس وقت نا تم یہ سب کرتی ہوئی مجھے فضول لگ رہی ہو۔ ایک میری چھٹی ملتی ہے سنڈے کی، وہ بھی
برباد کرتی ہو۔" وہ چیخنے لگا۔

"بس تھوڑی دیر کی بات ہے۔ میں آ رہی ہوں۔ آپ ایسا کریں اعزاز بھائی سے فون پر باتیں کر لیں
نے مشورے سے نوازا۔

"دماغ خراب نہیں ہے میرا، اس کی بھی ایک چھٹی ہوتی ہے، وہ بھی مصروف ہوگا اپنی چھٹی انجوائے
میں۔" وہ بولا تو شہرینہ نے ایک نظر اسے دیکھا جو بہت زیادہ برہم ہو رہا تھا۔

"اچھا تو آپ بھی انجوائے کرنا چاہتے ہیں؟" وہ معنی خیزی سے مسکرائی۔

"مجھے اب تم طیش مت دلاؤ۔ تبھی سارا کچھ تمہارا بگاڑ دوں گا جو یہ سب بنا رہی ہو۔" وہ اسے گھور کر بولا۔

"اچھا بابا! ناراض نہ ہوں بس ابھی آئی۔"

"آدھے گھنٹے کے اندر تم کچن سے باہر نہیں آئیں نا تو یاد رکھنا میں کچھ بھی کارروائی کر سکتا ہوں۔ پھر مجھے م
کچھ۔" وہ اسے وارننگ دیتا کچن سے باہر چلا گیا۔ شہرینہ ہنسی تو وہ واپس پلٹ آیا۔

"ہنس لو ابھی، بعد میں مجھے مت کہنا۔" وہ چہرے پر ہاتھ پھیرنے لگا وارننگ دینے کے انداز میں۔

"ایک تو مجھے آپ کی سمجھ نہیں آتی کہ آپ محبت سے بول رہے ہیں یا مجھے دھمکیاں دے رہے ہیں؟" ا
میں رکھی ڈش دھونے لگی۔

"اس وقت نہ میں محبت سے بول رہا ہوں نا دھمکیاں دے رہا ہوں بلکہ تمہیں الرٹ کر رہا ہوں۔" اس
غرا کر کہا۔

"اچھا آپ جائیے، آتی ہوں کچھ ہی دیر میں۔" وہ جلدی جلدی پھر بنانے میں لگ گئی۔ نائل جا چکا تھا۔ ا
شاہی ٹکڑے بنانے کی کوشش کر رہی تھی۔ جس کی ترکیب اس نے کسی اخبار سے پڑھی تھی۔ پہلی بار وہ کوئی ڈش
رہی تھی۔ اب تو دل چاہتا کہ ہر وقت نائل سے داد وصول کرتی رہے، جس نے اسے سرتاپا بدل دیا تھا۔ بڑے ف

ریلیفے سے اس نے سب کچھ بنایا تھا۔ ڈش اٹھا کر باہر ڈائننگ ٹیبل پر لا کر رکھ دی ساتھ ہی چائے بنا لی، کیونکہ پانچ تو
بج گئے تھے۔ جہاں آراء اسے بڑی ذمہ داری سے سب کچھ کرتے دیکھتی تو خوش ہو جاتی تھیں۔ جس نے گھرداری
دلچسپی لینی شروع کر دی تھی۔

"میرے خیال میں اب تم اسے بھی بلا لاؤ کیونکہ ناراض بہت ہو رہا ہے۔" وہ ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھی ہوئی تھیں۔
ان کی گود میں آٹھ ماہ کا ارسل بھی تھا۔

"دیکھتی ہوں جا کر۔" بالوں کو اس نے سمیٹ کر چٹکی میں قید کیا۔ کپڑے بھی گھی کے دھبوں سے خراب ہو گئے
تھے۔ وہ اندر آئی تو دیکھا وہ سنجیدہ سا لیٹا ہوا تھا۔ اس نے ایک نگاہ ڈالی تو شہرینہ تھوڑا گڑبڑائی بھی کہ وہ خفا سا لگا۔

"اگر جناب کا موڈ درست ہو تو باہر ڈائننگ ہال میں چلیں گے۔" وہ بڑے فریش موڈ کے ساتھ گویا ہوئی تا کہ
اس کی خفگی دور ہو۔

"اس وقت تو دل چاہ رہا ہے، تمہیں کچا چبا لوں۔" وہ اٹھ کر بیٹھا۔

"ایسا کریں مجھے بعد میں کھائیے گا پہلے وہ کھا لیں جس کا آپ کو تجسس تھا۔ میں نے شاہی ٹکڑے بنائے ہیں۔"
اس نے ذرا فخر سے بتایا۔

"وہاں جرمنی میں یہی کچھ بناتی تھیں؟" اب وہ ذرا سن کر حیران بھی ہوا۔

"مسٹر! یہ خالص یہاں پاکستان کی ڈش ہے۔ وہاں تو میں کچھ بناتی ہی نہ تھی۔ سارا کچھ پاپا بناتے تھے۔" اس
نے اب واڈروب سے اپنے کپڑے نکالے۔

"تم آرام سے بیٹھ کر کھا لیتی تھیں؟"

"بھئی! ظاہر ہے۔ میں زیادہ تر پڑھائی میں مصروف رہتی تھی۔ ہاں نوڈلز میں بہت اچھے بناتی تھی۔" ذرا اترا کر
بتایا۔

"خدارا! تم نا وہ سب یہاں نہ بنانا۔" وہ اس کے پیچھے کھڑا ہاتھ جوڑنے لگا۔

"سوچ رہی ہوں ایک بار وہ بھی بناؤں گی۔ عمر کو تو بہت پسند ہیں۔ امی سے بنوا کر کھاتا ہے۔" اس نے بتایا۔

"تم صرف اسی کے لیے بناؤ گی؟"

"ظاہر ہے جب بناؤں گی، اسے تو ضرور کھلاؤں گی۔" اس نے واڈروب بند کی۔

"نائل! اعزاز اور صدف آئے ہیں۔" امی کی آواز آئی تو دونوں چونک گئے۔

"ہیں یہ دونوں ادھر؟" نائل حیران ہوا کہ چھٹی کے دن وہ اور یہاں، اسے یقین نہ آیا۔

"آتا ہوں امی!" اس نے ہانک لگائی۔

"آپ جائیے، میں ذرا ڈریس چینج کر کے آتی ہوں۔" شہرینہ کپڑے لے کر باتھ روم میں گھس چکی تھی۔ سارا
دن ہی اس نے کچن میں گزارا تھا۔ ارسل پر بھی تو توجہ نہ دے پائی تھی۔ نائل باہر چلا گیا۔

"آہا، نئے نویلے دلہا میاں تشریف لائے ہیں۔" وہ شرارت سے کہتا اعزاز سے بغل گیر ہوا تو اس نے نائل کے
کندھے پر زوردار دھپ لگائی۔

"ویسے آج تم دونوں کو فرصت کیسے مل گئی؟" نائل نے آنکھیں گھمائیں۔ صدف نے بھی اسے سلام کیا۔ وہ
جہاں آراء کے برابر میں بیٹھی ہوئی تھی۔

"ہمیں تو فرصت مل بھی گئی۔ تم آج کیسے مصروف ہو؟"

"یار! آج شہرینہ نے سارا دن کچن میں گزارا۔ میں بے چارہ فرصت میں ہی رہا۔" وہ اس سے آ… سرگوشی میں بولا۔

"شہرینہ کدھر ہے؟" صدف نے پوچھا جو نظر نہ آئی۔

"ابھی آتی ہے۔" نائل نے بجی سنوری صدف کو بتایا جو شادی کے بعد کافی کھلی کھلی ہوگئی تھی۔ بلیو کلر… میں لائٹ سا میک اپ کیے وہ کافی دلکش نظر آرہی تھی۔

"میں خود ہی چلی جاتی ہوں۔" وہ اٹھنے لگی۔

"ارے بیٹھو تم وہ ذرا چینج کرری ہے۔ سارا دن اس کا کچن میں گزرا ہے نا۔" نائل نے صدف کو جا… کیونکہ کمرے کی حالت بھی ابتر تھی۔

"کیا کیا پکایا ویسے اس نے آج۔" صدف کو تو یقین نہ آیا شہرینہ کا سگھڑاپا سن کے۔

"سارا دن شاہی ٹکڑے بنائے ہیں۔ ابھی چائے وغیرہ بنا کر ہی گئی ہے۔" جہاں آرا بیگم بڑی محبت… میں فخریہ بتانے لگیں۔

"اوہو، تو یہاں پر میری پسندیدہ ڈش موجود ہے۔" اعزاز نے ذرا ندیدے پن سے کہا ساتھ ہی… ہتھیلیاں رگڑیں۔

"جی ہم نے ندیدوں کا حصہ الگ نکالا ہوا ہے۔" نائل نے ذرا شوخی سے کہا۔

"نائل! کیا بدتمیزی ہے کیا بک رہے ہو؟" جہاں آرا نے اسے سرزنش کی۔

"آنٹی! اسے بولنے دیں بلکہ بکنے دیں میں کون سا اس کے ٹوکنے پر کھانے سے رک جاؤں گا۔" اعزاز… ذرا قہقہہ کے ساتھ کہا تو نائل ہنسنے لگا۔

کچھ ہی دیر میں دھانی کلر کے سوٹ میں شہرینہ چلی آئی ان دونوں سے خیر خیریت پوچھی۔

"شہرینہ بھابھی! پہلے آپ وہ سویٹ ڈش تو کھلائیے، جو سارا دن آپ نے پکائی۔"

"جی میں ابھی کھلاتی ہوں۔" وہ اٹھنے لگی۔

"لگتا ہے بھابھی! آپ کو پتہ تھا ہم آرہے ہیں۔"

"اگر ہمیں پتہ ہوتا کہ ندیدہ شخص آرہا ہے تو سب سے پہلے اسے ہی چھپاتے۔" وہ مسلسل اعزاز کو تنگ کر…

"اوں ہوں، کیا کہہ رہے ہیں؟" شہرینہ نے نائل کو گھورا۔

"تمہیں نہیں پتہ شہرینہ! وہاں جب ہم امریکہ میں تھے، سویٹ ڈش یہ جو بھی پکاتا خود ہی کھاتا۔"

"جھوٹے تمہیں کون کھلاتا تھا۔" اعزاز نے اس کی مبالغہ آرائی سے گھورا۔

"میں تو بچا کچا کھاتا تھا کیونکہ موصوف چھوڑتے تو کھاتا۔" وہ اب ارسل کو گود میں لے کر بیٹھا جو نیچے… گھٹنے چل رہا تھا۔

"توبہ ہے آپ دونوں تو لڑنے لگے۔" صدف بھی اکتا گئی۔

"صدف! لگتا ہے یہ تم سے بھی لڑتا ہوگا؟"

"سنو یہ کام تمہارا ہے۔ میں تو پیار بھری باتوں کا امرت اس کے کان میں ٹپکاتا رہتا ہوں۔" اعزاز بھی شوخ ہوا۔ صدف نے اعزاز کو ٹہوکا مارا کیونکہ جھینپ جو گئی تھی۔

"اوئے ہوئے۔" نائل نے شرارت سے چھیڑا۔

"شہرینہ! میرے خیال میں ہم دونوں کچن میں چلتے ہیں۔" صدف کو اب نائل کے سامنے بھی شرم آرہی تھی۔ آنکھوں ہی آنکھوں میں اعزاز کو منع کررہی تھی کہ کیا کیا بول رہے ہیں۔

"ہاں جاؤ کچن میں مگر سنو چائے بناتا پائے مت گلانے بیٹھ جانا۔" پیچھے سے نائل نے ہانک لگائی۔

"ادھر آپ دونوں اپنی دال گلائیے۔" شہرینہ نے بھی لقمہ دیا تو دونوں ہی ہنس دیئے۔

شہرینہ نے کچن میں آکر دوبارہ چائے کا پانی چڑھایا۔ اور دیگر لوازمات بھی پلیٹوں میں سجائے۔ صدف بھی اس کا ہاتھ بٹا رہی تھی۔

"صدف! یاسر بھائی کی خیر خبر آئی؟" شہرینہ نے اس سے پوچھا۔

"کہاں آئی۔" وہ تاسف سے آہ بھر کر رہ گئی۔

"یہاں نائل نے اور میں نے بھی بہت کال ملائی، مگر کوئی رسپانس ہی نہیں آرہا ہے۔" اس نے اب ٹرالی میں برتن سیٹ کرکے رکھے۔

"فارحہ بھابھی پر مجھے ترس آتا ہے۔"

"اور مجھے یاسر بھائی پر غصہ آتا ہے۔ میرا قصور اس پر ڈال کر چلے گئے۔ میں کتنا گلٹی فیل کرتی ہوں کیا بتاؤں۔" وہ بھی ذرا مغموم لہجے میں گویا ہوئی۔

"شہرینہ! یاسر بھائی کو غصہ تمہاری باتوں پر نہیں بلکہ تایا ابو پر ہے کیونکہ وہ ہی کوئی جواب نہیں دے رہے تھے رخصتی کے لیے۔" وہ اب کاؤنٹر سے ٹیک لگا کر کھڑی ہوگئی بھائی کو یاد کرکے تو افسردہ ہو جاتی۔

"اس میں فارحہ کا کیا قصور ہے جو اسے سزا دینے کے لیے یہاں سے چلے گئے۔" وہ ذرا آہستگی سے بولی۔

"اب کیا کہہ سکتے ہیں۔ ہم تو بس ان مردوں کا غصہ ہی دیکھتے رہتے ہیں۔" وہ افسردگی سے گویا ہوئی شہرینہ نے تشویش بھری نگاہ اٹھائی۔

"کیا اعزاز بھائی بھی تمہارے ساتھ......"

"ارے نہیں وہ ایسے نہیں ہیں۔ بہت خیال رکھتے ہیں میرا۔ میں تو بس سرمد بھائی پھر نائل بھائی کی باتوں کو سوچ کر بولی تھی۔"

"ہاں بس کیا کریں ہم بھی ان مردوں کو کہیں تو غصہ ہوں گے۔ ہم بیویوں کی شامت ہے۔ دوپہر بھر ان کا موڈ خراب رہا ہے۔ کیونکہ میں کچن میں جو لگی رہی۔" اب اس نے چائے کو فلاسک میں ڈالنا شروع کیا۔

"کتنی دیر اور لگاؤ گی تم؟" نائل کچن میں ہی آگیا تو دونوں خاموش ہوگئیں۔

"بس تھوڑی دیر اور لگے گی۔" شہرینہ کپ کو ٹرالی میں رکھنے لگی تھی۔

"ایک گھنٹے سے کچن میں ہو۔"

"نائل بھائی حد ہے مبالغہ آرائی کی، پندرہ منٹ ہوئے ہوں گے۔" صدف سے برداشت نہ ہوا تو بول اٹھی۔

"تمہیں نہیں پتہ یہ ایسا ہی کرتی ہے۔" نائل اب شہرینہ کو زچ کرنے لگا تو ایک تلملاتی نگاہ ڈالی تو وہ مسکرا دیا۔

"ٹھیک ہے پھر آپ کو چائے نہیں ملے گی۔" اس نے بھی دھمکی دی اور جلدی سے ٹرالی گھسیٹتی ہوئی باہر لے آئی تھی۔

"دیکھا میں نہ کہتا تھا ضرور دونوں ہم دونوں کی برائیوں میں مصروف ہوں گی۔" اعزاز نے بھی شرارت سے آنکھیں گھمائیں۔

"کیوں آپ دونوں اتنی دیر سے یہ بھی سننے کی کوشش کر رہے تھے۔" شہرینہ نے اسے لاجواب کرنا چاہا۔
اس نے سینٹر ٹیبل کے پاس رکھی۔

"مگر سنا کچھ نہیں۔" نائل نے آہ بھری۔

شہرینہ ان تینوں کو سرو کرنے لگی تھی۔ شاہی ٹکڑے واقعی لذیذ بنے تھے اس لیے داد دیئے بنا کوئی رہ نہ سکا۔ فخر سے اترائی تھی۔ آج پہلی بار کچھ اس نے پکانے کی کوشش کی تھی۔ نائل نے ستائشی نگاہ اس کی جانب اٹھائی مسکرائے بنا نہ رہ سکی۔

"نائل! ہم کچھ ماہ بعد امریکہ جا رہے ہیں۔" اعزاز نے کھانے وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد بتایا۔

"یعنی ہنی مون پریڈ اب شروع ہوگا۔" شہرینہ نے معنی خیز نگاہ صدف پر ڈالی تو وہ جھینپ کر گھورنے لگی۔

"سات آٹھ ماہ بعد تمہیں ہنی مون یاد آرہا ہے۔" نائل نے بھی ذرا شرارتی لہجے میں کہا تو اعزاز نے عادت مطابق ارسل کا پاس پڑا کھلونا اٹھا کر مارا جو اس نے کمال خوبصورتی سے کیچ کر لیا۔

"آپی اور بچوں کے فون مسلسل آرہے ہیں، بس اس لیے جانے کا قصد کیا ہے۔"

"ویسے شہرینہ! ہنی مون تو ہمارا بھی باقی رہتا ہے جو ہماری لڑائی کی نظر ہو گیا۔" نائل نے شہرینہ کے کان قریب ہو کر کہا تو وہ اس کے بازو پر چٹکی لے کر رہ گئی۔

"جبکہ شادی کو دو سال ہونے والے ہیں ہنی مون یاد آرہا ہے آپ کو۔"

"ہاں بھابھی آپ بھی چلیے مزہ آئے گا۔" اعزاز خوش ہو کر بولا۔

"اعزاز بھائی! یہ تو لگتا ہے مینٹلی طور پر کھسک گئے ہیں۔ میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ پھر ہمارا ایک بچہ بھی ہے۔" وہ بے ساختہ ہی بولی تو اعزاز اور نائل نے قہقہہ لگایا، جبکہ صدف اور شہرینہ نے ان کو فہمائشی انداز میں دیکھا۔

"آپ لوگ گھوم پھر کر آئیے۔ ہو سکے تو یاسر بھائی کا بھی پتہ لگا آئیے گا۔ پتہ نہیں کہاں گوشہ نشین ہو گئے ہیں؟" شہرینہ فکرمندی سے بولی۔

"نائل! بھابھی کی اردو تو بہت زبردست ہو گئی ہے۔ گوشہ نشین استعمال کیا ہے انہوں نے۔" وہ سراہے بغیر نہ رہ سکا۔

"یہ سب میری صحبت کا نتیجہ ہے۔" نائل نے کالر اکڑائے۔

"ہاں سب آپ کی صحبت کا نتیجہ ہے۔ میرا تو کچھ کونٹری بیوشن ہی نہیں۔ بچہ آپ پر گیا ہے خوبصورتی میں، ذہانت بھی اس نے آپ سے چرائی ہے۔ میں تو شاید فضول ہوں۔" وہ اچھی خاصی زچ ہو کر چڑ گئی۔

"ویسے شہرینہ! ارسل گیا واقعی نائل بھائی پر ہے۔" صدف نے بھی تائید کی۔

"صدف! اسے غور سے دیکھ کر بتاؤ واقعی مجھ پر گیا ہے نا؟" نائل کو اب شہرینہ کو چڑانے میں مزا آرہا تھا جو برے برے منہ بنانے لگی۔ رات گئے تک ان کی محفل جمی رہی۔ دونوں شہرینہ اور صدف کو تنگ کرتے رہے تھے۔ وہ تو صدف نے ہی جانے کی جلدی مچائی ورنہ اعزاز کا اٹھنے کا ارادہ نہ تھا۔

• • •

"ڈیڈی! آپ بالکل اپنا خیال نہیں رکھتے ہیں۔" جویریہ فکرمندی ان کے قریب بیٹھی ناراض ہو رہی تھی۔

"ارے بیٹا! معمولی سا درد ہے تم خواہ مخواہ پریشان ہو رہی ہو۔ آرام کروں گا۔ ٹھیک ہو جاؤں گا۔" توقیر نثار بیڈ پر لیٹے تھے۔

ان کی دو تین دن سے طبیعت خراب تھی، مگر آج جب بازو میں درد حد سے بڑھ گیا تو آفس ہی نہ جانے دیا۔ مکمل ان کی نگرانی کرنے لگی۔

جویریہ "معمولی سا درد نہیں ہے۔ آج ہی آپ میرے ساتھ ڈاکٹر کے پاس چلیں گے۔ مکمل آپ کا چیک اپ ہوگا۔ یہ میں نے کہہ دیا ہے۔" اس نے دوٹوک انداز میں کہا تو توقیر نثار اپنی کانچ سی بیٹی کو پیار بھری نگاہوں سے دیکھنے لگے۔ کتنا ان کا خیال رکھنے لگی تھی۔ ایسا تو ان کا خیال کبھی ان کی دوسری بیگم تمنا نے نہ کیا تھا۔ جسے سوائے پارٹیوں میں جانے سے فرصت نہ تھی۔

"تم نے تو مجھے بچہ بنا دیا ہے بالکل۔" وہ جویریہ کے ہاتھ تھام کر بولے۔

"آپ بالکل کوئی فون کالز موبائل اٹینڈ نہیں کریں گے۔ صرف آرام کرنا ہے آپ کو، ورنہ میں آپ سے بہت ناراض ہو جاؤں گی۔" ساتھ ہی اس نے انہیں وارننگ دی۔

"بیٹا! ایسے تو میں اور بیمار ہو جاؤں گا۔"

"بلکہ آپ ریلیکس فیل کریں گے۔ آپ کے پاس میں رہوں گی۔ آپ سے باتیں بھی کروں گی۔" وہ اٹھ کر ان کے بیڈ پر ہی آگئی کیونکہ توقیر نثار آفس اور بزنس میں اتنا الجھ گئے تھے کہ وہ اپنے لیے بھی وقت نہ نکال پائے تھے۔

"بیٹا! آپ ہو ابھی چھوٹی ورنہ میرا آدھا ہاتھ تو بٹا سکتی ہو۔"

"ڈیڈی! آپ مجھے کہیے تو، میں کروں گی آپ کے کام۔" وہ خوش ہو کر بولی۔

"تمہاری بس شادی کر دوں میں کسی اچھے سے لڑکے سے تاکہ پھر وہی یہ سب سنبھالے گا۔" وہ اس کا رخسار چھو کر گویا ہوئے۔

"کیا ہے؟ ڈیڈی! ابھی میری عمر نہیں ہے شادی کی۔" اس نے نفی کی۔

"مگر مجھے تمہاری فکر ہے، کیونکہ تمنا کے اوچھے ہتھکنڈوں سے میں واقف ہوں۔ وہ کچھ بھی کر سکتی ہے۔" وہ اصل میں فکرمند اس لیے تھے کہ تمنا بیگم کا بھتیجا فرحان رہا ہو کر آ گیا تھا۔ اور اب تمنا بیگم بھی باہر ملک سے پاکستان آ گئی تھیں۔ وہ ان دونوں کے اوچھے ہتھکنڈوں سے اچھی طرح واقف تھے۔ بس اسی وجہ سے وہ بہت اپ سیٹ تھے کہ ان کی بیٹی کو کہیں نقصان نہ پہنچا دیں۔

"ڈیڈی! وہ اب کچھ نہیں کر سکتے ہیں۔ آپ فکرمند نہ ہوں۔" اس نے انہیں تسلی دی مگر وہ جویریہ پر ایک پیار بھری نگاہ ڈال کر رہ گئے۔ معصوم سی تو ان کی بیٹی تھی۔ اگر اسے کچھ بھی ہوا تو وہ زندہ نہ رہ سکیں گے۔

"ڈیڈی! کم آن آپ کو اتنی فکر میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے۔" وہ ان کے بازو پر ہاتھ رکھ کر انہیں ریلیکس کرنے لگی۔ توقیر نثار کے چہرے پر ایک تخفیف اور درد کی کیفیت نمایاں تھی۔ وہ بس مبہم سی مسکراہٹ سے جویریہ کا ہاتھ چوم کر رہ گئے۔

"آج میں آپ کے لیے زبردست سا سوپ بنا کر لاتی ہوں۔ مس آمنہ نے ایک دفعہ بتایا تھا میرے سامنے، جب میں صدف باجی کی شادی پر ان کے گھر گئی ہوئی تھی۔ بس میں نے بھی سیکھ لیا۔" وہ تفصیل سے بتانے کے ساتھ ذرا جوش سے اٹھی۔

"وہ آج کل بلال نہیں آرہا ورنہ ایک آدھ چکر تو لگا لیتا تھا۔" انہیں بلال شروع سے ہی پسند تھا۔ اکثر وہ آتا تو دونوں کی محفل جمی رہتی تھی۔

"پتہ نہیں مجھے؟" اس نے نگاہ چرائی حالانکہ اس دن کے بعد سے تو دونوں کا سامنا بھی نہیں ہوا تھا۔ وہ بالکل نہ

بھول نہ پائی تھی بلال کی وارفتہ نگاہوں کو، والہانہ پن، جو کہ اسے بالکل پزل کر گیا تھا۔

"میں آپ کے لیے سوپ بنانے جارہی ہوں۔ آپ نے نہ کوئی فون، نہ موبائل اٹینڈ کرنا ہے۔" ساتھ ہی اس نے ہدایت دی، مگر ذرا حاکمیہ انداز میں تو تو قیر ہنس دیئے جویریہ کے انداز پر۔ وہ چلی آئی تھی کچن میں، سلمیٰ برتن دھو رہی تھی۔

"آج تمہیں کچھ دیر نہیں ہو گئی کچن کا کام کرتے۔" وہ اپنی شرٹ کی آستینوں کو کہنیوں تک چڑھا کر فریج سے سبزی نکالنے لگی۔

"باجی! آج میرا کام میں بالکل دل نہیں لگ رہا ہے۔" وہ خاصی مردگی سے گویا ہوئی۔ جویریہ نے تشویش بھری نگاہوں سے اس کا جائزہ لیا۔ اس کا چہرہ کافی اترا ہوا تھا۔ اور آنکھوں میں بھی افسردگی نمایاں تھی۔

"خیریت تو ہے، مجھے تم ٹھیک بھی نہیں لگ رہی ہو؟" اس نے سبزی کو کاؤنٹر پر رکھا اور اب چھری کو دراز سے نکالا۔

"باجی! میرا میاں مجھے بہت تنگ کر رہا ہے۔ بات نہیں کرتا ہے مجھ سے۔ ساری رات باہر گھر سے بڑا گزار دیتی ہوں۔" وہ مغموم اور رنجور سی بولی۔

"اب تم سے کیا جرم ہو گیا کہ وہ اس طرح کر رہا ہے؟" جویریہ چیئر گھسیٹ کر بیٹھی۔ اور سبزی کو ٹیبل پر رکھ کر کاٹنے لگی، کیونکہ سبزی کا چائینز سوپ بنانا تھا۔

"پچھلے مہینے میں کوئٹہ گئی تھی۔ باجی! میری بہن کا رشتہ پکا ہو رہا تھا۔ بھیجا بھی میرے میاں نے اپنی مرضی سے تھا بچوں کو بھی ساتھ لے کر گئی تھی۔ پورے تین سال بعد گئی تھی باجی! واپس آئی تو بس وہ مجھ سے ٹھیک سے بات نہیں کرتا۔" سلمیٰ نے اپنے آنسو اپنی چادر کے کونے سے صاف کیے۔

"اب اس کے ساتھ مسئلہ کیا ہے جو وہ اس طرح کر رہا ہے؟" وہ ذرا غصہ سے بولی۔

"باجی! ہماری شادی ادلے بدلے میں ہوئی ہے۔ میری نند نے تو میرے بھائی سے طلاق لے لی ہے۔"

"یہ تو مجھے بھی پتہ ہے، اب کیا کہتا ہے تمہارا میاں؟" وہ گوبھی کو کاٹنے میں مصروف تھی۔ پہلی بار تو وہ کاٹ رہی تھی اس لیے الٹی سیدھی کٹ رہی تھی۔

"میری نند نے میرے بھائی پر مقدمہ کر دیا کہ وہ بچوں کو اسے دے۔ پھر میرے بھائی نے بھی کر دیا۔ بس اس کا غصہ مجھ پر نکالتا رہتا ہے وہ کھڑی ہوئی رو رہی تھی۔

"اس میں پھر تمہارا کیا قصور ہے؟ وہ تمہیں کیوں تنگ کرتا ہے؟"

"وہ کہتا ہے کہ تم جا کر اپنے بھائی کو روکو کہ بچوں کو میری بہن کو دے، ورنہ وہ مجھے بھی وہاں بیٹھا آئے گا۔" اسے پوری تفصیل بتا رہی تھی۔

"باجی! میرے بچوں کا کیا ہوگا؟" اس نے بھل بھل نکلتے آنسو پونچھے۔

"تمہارے میاں کا تو دماغ خراب ہے۔ بھیجنا تو تم ذرا اسے ڈیڈی کے پاس، اس کی اچھی طرح خبر لیں گے۔" سبزی کو ایک سائیڈ پر کر کے کھڑی ہوئی۔

"نہیں باجی! ایسا تو بالکل نہیں کرنا ورنہ وہ مجھے یہاں کام کرنے نہیں آنے دے گا۔ اور مارے گا الگ۔" وہ ڈر کر بولی۔

"اچھا ابھی تو تم فکر چھوڑو۔ کچھ کرتی ہوں میں۔ تم جب تک یہ سبزی کاٹو کیونکہ مجھ سے تو کٹ نہیں رہی۔"

کھا کر اب برنر کے قریب آ گئی، تا کہ اور لوازمات نکال کر وہ تیار کرے۔

سلمیٰ روتی ہوئی کاٹنے لگی۔

"سلمیٰ! بس کرو تم اگر اپنے میاں سے ڈرتی رہی نا، ہو گیا تمہارا گزارا۔ مضبوط بنو۔ تم فکر بھی مت کرو میں خوشحال سے کہوں گی۔ وہ ذرا نرم لہجے میں سمجھا دیں۔ شاید ان کی بات تمہارے میاں کے دماغ میں آ جائے۔" جویریہ کو اب یہی حل نظر آیا۔

"ہاں باجی! بس وہ بابا سے ہی بات کر لیتا ہے۔"

اسی دوران فون کی بیل ہونے لگی تو دونوں کی گفتگو درمیان میں رہ گئی۔

"تم ذرا فون اٹھاؤ جا کر، اگر ڈیڈی کو کوئی پوچھے تو کہہ دینا کہ ان کی طبیعت خراب ہے۔" ساتھ ہی اس نے ہدایت دی۔ سلمیٰ نے کچن سے نکل کر ڈائننگ ہال کا کارڈلیس اٹھایا۔

جویریہ اب کارن فلور کو پانی میں گھول رہی تھی کہ اس کے ٹراؤزر پر کارن فلور گر گیا تھا۔ وہ سنک کا نلکا کھول کر پانی سے صاف کرنے لگی۔

"باجی! کوئی آپ کا پوچھ رہا ہے۔" وہ کچن میں ہی کارڈلیس لے کر آ گئی۔

"نام کیا ہے؟" وہ مسلسل صاف کرنے میں مصروف تھی۔

"نام نہیں بتا رہے ہیں۔ بس آپ کو پوچھے جا رہے ہیں۔" سلمیٰ نے اب کارڈلیس اسے تھمایا۔ خود وہ سبزی کاٹنے لگی۔

جویریہ کارڈلیس لیکر کچن سے باہر آ گئی۔

"لیس کون ہے؟"

"جی ہم ہیں بلال احمد۔ کہیے جناب کیسی ہیں؟" دوسری جانب بلال تھا، جو بڑی ترنگ میں لہک لہک کر بولا تو جویریہ ایک لمحے کو شپٹا گئی۔

"ٹھیک ہوں۔" وہ آہستگی سے بولی۔ اب وہ ڈائننگ ٹیبل کی چیئر گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔

"کیا کر رہی تھیں آپ کو اس وقت ڈسٹرب تو نہیں کیا؟"

"ڈسٹرب تو آپ نے کر دیا ہے کیونکہ میں کچن میں تھی، سوپ بنا رہی تھی۔"

"لگتا ہے، اب آپ نے اس دن کے بعد سے گھریلو کاموں میں حصہ لینا شروع کر دیا ہے۔" وہ ذرا ہنس کر اسے چھیڑنے لگا۔

"جی نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ڈیڈی کی طبیعت خراب تھی ان کے لیے ویجیٹیرین سوپ بنا رہی تھی۔" جھٹ اس نے بلال کی خوش فہمی دھری چھوڑی۔

"ارے انکل کی طبیعت خراب ہے کب سے؟" وہ ذرا متفکر سا بولا۔

"کل سے ہے۔ گھر پر ہی ہیں اور میں مصروف ہوں۔ پلیز اس وقت بات بھی نہیں کر سکتی۔" اب وہ ذرا اکتاہٹ کا مظاہرہ کرنے لگی۔

"جویریہ میں نے یہ پوچھنے کے لیے فون کیا تھا کہ آپ نے میرے متعلق سوچنا شروع کیا؟" وہ تیزی سے بولا کہ کہیں وہ فون ہی نہ رکھ دے۔

"دیکھیے بلال احمد صاحب! میں ان چکروں میں بالکل نہیں پڑنا چاہتی۔ اور نہ میں کبھی آپ کے متعلق سوچوں

گی۔" لہجہ میں ایک رکھائی اور وثوق تھا جو بلال کو گم صم کر گیا۔ وہ گنگ سا رہ گیا آواز بھی اس کی کہیں کھو گئی ساری ہمتیں مجتمع کر کے بولا۔

"جویریہ! آپ یہ کیا کہہ رہی ہیں؟"

"میں بالکل ٹھیک کہہ رہی ہوں۔ پلیز آپ آئندہ مجھ سے اس ٹوپک پر بالکل بات نہ کیجیے گا۔" اس نے وارن کیا۔

"مگر میں آپ سے وجہ تو جاننا چاہوں گا۔ جویریہ! میں نے دل کی تمام تر سچائیوں کے ساتھ چاہا ہے محبت کرنے لگا ہوں۔"

"پلیز بس کریں۔" ساتھ ہی جویریہ نے کارڈلیس ڈائننگ ٹیبل پر پٹخ دیا۔ چہرے سے بال ہٹائے، کیونکہ اس نے بڑی مشکل سے کہا تھا۔ وہ اپنے ڈیڈی کو تنہا نہیں چھوڑ سکتی۔ اور وہ اس خمار آلود جذبوں میں کھو کر انہیں نہیں بھلا سکتی۔ وہ صرف اپنے ڈیڈی سے محبت کرتی ہے۔ کسی سے بھی نہیں کرتی۔ کیونکہ محبت کے معنی تو تمنا بیگم بدل دیئے تھے۔ وہ سوپ بھول بھال کر ڈائننگ ٹیبل پر سر رکھے لیٹ گئی۔ سلمٰی اپنا کام کرتی رہی اس نے بھی جویریہ کو ڈسٹرب نہ کیا۔ پورا دن ہی اس کا اپ سیٹ گزرا۔ ڈیڈی کو سوپ بنا کر داد تو وصول کی ہی، مگر بلال سے کرنے کے بعد دل پر ایک بوجھ آن پڑا تھا۔

•••

"تمہارا یونیورسٹی بھی اب پورا ہوا۔ میں چاہتا ہوں کہ تم سرمد کے ساتھ آفس جانے لگو۔" انوار احمد نے بلال سے کہا جو کہیں جانے کی تیاری کر رہا تھا۔ مگر ان کی طلبی پر پہلے ان کے پاس حاضری لگانی پڑی، جو خطرے سے خالی نہیں ہوتی۔

"ابو! ابھی مجھے فارغ ہوئے صرف دو ماہ ہوئے ہیں۔ میں کچھ دن تک ایزی رہنا چاہتا ہوں۔" اس نے قطعی لہجہ میں کہا۔ کچھ روہانسہ بھی ہوا۔

"دو ماہ بہت ہوتے ہیں۔ تم کل سے جانا شروع کر دو۔ کیونکہ یاسر کے بعد سے اس پر زیادہ برڈن ہو گیا ہے۔" اس کے صاف انکار کرنے پر ذرا ترش روی سے مخاطب ہوئے۔

"یاسر بھائی کی میں جگہ نہیں لے سکتا۔ وہ جب واپس آئیں گے وہی سنبھالیں گے۔" وہ پشت پھیر کر جانے لگا جیسے ان کی بات اس نے سنی ہی نہ ہو۔

"دیکھا آپ نے فاخرہ بیگم! یہ بھی اب سرمد کے نقشِ قدم پر چلے گا۔ ان دونوں نے لگتا ہے کہ باپ سے ماری کرنی ہے۔" انوار احمد روہانسے ہو کر ان سے مخاطب ہوئے، جو دھک دھک کرتے دل کے ساتھ ان دونوں کی گفتگو سن رہی تھیں۔ کہ کہیں دونوں بھڑک ہی نہ اٹھیں۔

"ابو میں نے منع نہیں کیا ہے۔ مگر ابھی چند ماہ بعد۔ اور رہی یاسر بھائی کی بات، میں ان کی جگہ نہیں بلکہ اپنی جگہ کر بھائی جان کے ساتھ کام کروں گا۔" وہ ذرا نرم انداز میں ان سے بولا، کیونکہ وہ مشتعل سے ہو گئے تھے۔

"جاؤ دفع ہو جاؤ تم بھی یہاں سے، کسی اولاد کی جانب سے بھی سکھ نہیں ملا۔" وہ درشت لہجے میں کہتے بیٹھ گئے۔

"ابو! ابو! میں منع نہیں کر رہا مگر کچھ وقت مانگ رہا ہوں۔" وہ بھی گھبرا گیا۔

"کان کھول کر سن لو کل سے تم آفس جاؤ گے، ورنہ اپنی صورت لے کر اس گھر سے دفع ہو جانا۔" انہوں نے کہہ کر بات ختم کر دی۔ بلال ہتھیلی پر مکہ مار کر رہ گیا۔ فاخرہ بیگم نے بلال کو اشارہ سے خاموش رہنے کو کہا، جو بس

گھونٹ بھر کر رہ گیا۔ ان سے الجھنا اپنی شامت بلانا ہے۔

"اور ہاں ایک بات اور سن لو، زیادہ لور لور تمہیں پھرنے نہیں دوں گا۔ جلدی تمہاری شادی کروں گا۔"

"واٹ؟" وہ تو اچانک دھماکے پر اچھل ہی پڑا۔

"ہاں اور میرا فیصلہ اٹل ہوتا ہے۔" وہ اس پر ایک غصیلی اور تحکمانہ نگاہ ڈال کر رہ گئے۔ وہ جو بات سوچ لیتے وہ کر کے چھوڑتے۔

"مگر ابو! میری ابھی پڑھائی ختم ہوئی ہے پہلے اپنا کیریئر بنانا ہوگا۔"

"یہ سب بعد میں بنتا رہے گا۔ اور اگر تم نے بھی سرمد کی طرح باہر جانے کا سوچا تو ذہن میں بٹھا لو، میں ایسا تمہیں کل کرنے نہیں دوں گا۔"

فاخرہ بیگم تو سر پکڑ کر رہ گئیں۔ کیونکہ وہ کافی عرصے سے اتنے مضمحل رہنے لگے تھے کہ وہ بہت ڈرنے لگے تھے۔ ان کی الگ پریشانی اور فکر تھی۔ اور اب وہ بلال کی طرف سے کوئی پریشانی نہیں مول لینا چاہتے تھے۔

"ابو! ابو! میری بھی تو سنیے۔" اب وہ ہراساں ہونے لگا۔

"نہیں سننی مجھے تمہاری۔ اور اپنی شکل لے جاؤ جہاں تمہیں جانا ہے۔" وہ بات ختم کر کے اب اسے جانے کا حکم دے چکے تھے۔

بلال طول سا لب چلتا باہر آ گیا، کیونکہ ابو کے حکم سے انحراف کیا تو اچھا نہ ہوگا۔ سرمد والی کہانی پھر سے دہرائی گئی اور وہ نہیں چاہتا تھا۔ مگر یہ شادی کا انہوں نے شوشہ چھوڑ دیا جو اسے ہضم نہیں ہو رہا تھا۔ جویریہ نے الگ اسے بہن افسردہ کر دیا تھا۔ اس سے ابھی تو وجہ دریافت کرنی تھی کہ وہ اتنی تلخ اور سرد مہر کیوں ہو گئی تھی؟ آج ہی اس نے انے کا قصد کیا تھا۔ اس پر مستزاد یہ سب آج ہو گیا۔ وہ چپ سا کھڑا تھا۔

"تم تو شاید کہیں جا رہے تھے؟" آمنہ نے اسے حیرت و انبساط کی تصویر بنے دیکھا۔

"آں، ہاں جا ہی رہا تھا۔" وہ چونک کر سیدھا ہوا۔

"پھر جاؤ تم۔" انہوں نے اس کے شانے پر تھپکی دی۔

"آنٹی! آخر ہمارے بڑے ہم چھوٹوں پر اپنی مرضی کیوں مسلط کرتے رہتے ہیں؟" اس نے اچانک ہی سوال کر دیا۔ وہ غیر متوقع سوال پر اسے بغور دیکھنے لگیں۔ کچھ شاکی بھی ہوئیں۔ بلال انہیں فکر مند اور بیزار سا بھی لگا۔

"کیوں؟ آج تمہیں ایسا خیال کیوں آیا؟"

"خیال تو پہلے بھی تھا مگر آج شدت سے ہو رہا ہے کہ ہم غلط ہوتے ہیں۔ یا ہمارے بڑے صحیح ہوتے ہیں؟" وہ متفکر سا اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگا۔ ٹھوکر سے اس نے تپائی کھسکا دی تھی۔ آمنہ بڑا تفصیلی اس کا جائزہ لے رہی تھی۔

"نہ بڑے غلط ہوتے ہیں اور نہ ہی چھوٹے۔" انہوں نے نفی کرنے کے ساتھ اس کے پر سوچ چہرے کو دیکھا جو ماسنجیدہ اور اترا ہوا تھا۔

"نہیں آنٹی! ہم ہی غلط ہوتے ہیں۔ ہمیں پتہ نہیں ہوتا کہ کیا اچھا ہوتا ہے کیا برا۔ سارے علم اور تجربات و مشاہدات تو ہمارے بڑے رکھتے ہیں۔" اس کا لہجہ تلخ ہونے کے ساتھ کچھ طنزیہ اور کاٹ دار تھا۔

"تم آخر اتنا تلخ کیوں ہو رہے ہو؟" وہ حیران بھی ہوئیں بلال کے پر تفکر اور جھنجھلاہٹ زدہ لہجے پر، جو پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے کھڑا تھا۔

"کوتاہیاں ہمارے بڑوں کی وجہ سے ہوتی ہیں۔ آنٹی! اگر کچھ فیصلے ہم چھوٹوں سے پوچھ کر کر لیے جائیں تو اس میں کوئی برائی تو نہیں۔"

"تم مجھے پوری بات بتاؤ کیونکہ ایسے میں بالکل نہیں سمجھوں گی۔" وہ اب اس کا بازو پر ہاتھ مار کر بولیں جو باندھتا رہا۔

"ابو دوبارہ سے سرمد بھائی والی کہانی دہرانے والے ہیں۔ پتہ ہے کتنے نقصانات کیے ہیں آپ اور ابو نے۔ پھر سرمد بھائی جان اور طائشہ بھابھی، فارحہ آپی اور یاسر بھائی، اب میری باری ہے۔" وہ نہایت افسردگی سے گویا ہوا۔ آمنہ حیرت سے بس سنتی رہیں کہ وہ کیا کہہ رہا تھا۔

"تم سے بھائی صاحب نے کچھ کہا ہے؟" اب وہ ذرا گھبرائیں۔

"کچھ کہا نہیں ہے، بلکہ حکم دیا ہے کہ تمہاری شادی جلدی کر دوں گا۔" وہ چیخا۔

"اچھا انہوں نے یہ کہا۔" وہ ذرا مسکرائیں بھی۔

"آنٹی! اگر میں نے بھائی جان کی طرح ہٹ دھرمی دکھائی نا، تو مجھے بھی وہ اس کی طرح ستائیں گے۔" وہ روہانسا ہونے کے ساتھ ضدی بھی لگا۔

"آنٹی ابھی میری پڑھائی ختم ہوئی ہے۔ اور پھر میں ویسے بہت پریشان ہوں بالکل اس چیز کے لیے راضی نہیں ہوں۔" اس نے بھی ذرا پشت پھیر کر کہا۔ آمنہ سمجھ گئی تھیں وہ کیوں کہہ رہا ہے۔

"اگر بلال! جویریہ ہو، پھر بھی تم راضی نہیں ہو گے؟" انہوں نے اچانک ہی دھماکہ کیا۔ وہ لمحوں میں ایڑیوں کے بل گھوما۔ چہرہ پر ایک رنگ آ گیا، دل کی رفتار بڑھ گئی، آنکھوں میں روشنی بڑھ گئی، اطراف میں رنگ بکھرنے لگے۔

"کیا کہا آپ نے؟" وہ تو گنگ رہ گیا۔

"بھائی صاحب سے میں نے پہلے ہی بات کر لی تھی۔" اب وہ اس کی بدلتی کیفیت دیکھنے لگیں، جو لمحوں میں دل کی خواہش سامنے آنے پر پرشوخ ہو گیا۔

"کب کی تھی؟" اب وہ ان کے قریب آ کر ذرا آہستہ لہجہ میں پوچھنے لگا۔

"صدف کی شادی کے دوسرے دن کی بات ہے، جب ہی میں نے ذکر کر دیا تھا۔ پھر بڑی بھابھی کو بھی جویریہ شروع سے پسند آئی تھی۔ بس سب کی متفقہ رائے سے یہ طے کر لیا تھا۔" انہوں نے تفصیلی بتایا۔

بلال کو پھر اس دن کی نائل کی بات یاد آئی، جب وہ صدف کی شادی کے دوسرے دن جویریہ یہاں تھی، اس نے بات کی تھی۔ نائل نے اسے رنگے ہاتھوں پکڑا تھا۔ اسی نے تو کہا تھا، اندر جو طے ہو رہا ہے وہ روک دیتا ہوں۔

"بلال کہاں کھو گئے؟" آمنہ نے اس کے کھوئے ہوئے انداز پر حیرانگی سے دیکھا ساتھ ہی اس کا بازو بھی ہلایا، جو کسی اور ہی جہاں کی سیر کو نکل گیا تھا۔

"جی آنٹی! یہیں ہوں۔ میں ذرا باہر جا رہا ہوں۔ کچھ دیر بعد آؤں گا۔" وہ خوش خوش نکلنے لگا کیونکہ بات ہی زبردست تھی۔ پھر جویریہ سے بھی تو وجہ دریافت کرنی تھی کل کے رویہ کی۔ ابو کی پچھلی تلخ باتیں یکسر بھلا دیں۔

"جا کہاں رہے ہو؟" انہوں نے پیچھے سے آواز لگائی۔

"آ کر بتاؤں گا۔" وہ تیزی سے اب گلاس ڈور کھول کر نکل گیا تھا۔ اسے تو جلدی تھی پہنچنے کی۔ اب تو چاروں جانب تتلیاں نظر آ رہی تھیں۔ پھول نظر آ رہے تھے۔ اور جویریہ کا موہنا سراپا بار بار نگاہوں کے سامنے آ رہا تھا۔ بڑی مشکل سے ڈرائیو کر کے اس کی گھر پہنچا تھا۔

"بابا! انکل ہیں نا؟" اس نے لان میں گھاس پر بیٹھے خوشحال بابا سے توقیر نثار کے متعلق دریافت کیا۔

"جی بیٹا! وہ بیمار ہیں نا، تو گھر پر ہی ہیں۔" انہوں نے بتایا۔

بلال اب تیزی سے گیٹ کھول کر اندر آ چکا تھا۔ مگر سامنے صرف سلمیٰ نظر آئی۔ اس نے اطراف میں جویریہ کو ڈھونڈا، مگر بے ارادہ سلمیٰ کو مخاطب کر لیا۔

"تمہاری جویریہ بی بی نہیں ہے؟" بلال نے اس سے پوچھا تھا۔ چائے کی ٹرے اندر لے کر جا رہی تھی۔ اسے دیکھ کر رک گئی۔

"جی اندر آ جائیے، وہیں ہیں۔"

بلال اس کے ہمراہ ہی بیڈروم میں آ گیا۔ انہوں نے اچانک ہی اس کی آمد پر خوشی کا اظہار کیا۔

"میرے بلال بیٹا! آؤ آؤ۔" توقیر نثار بیڈ کی بیک کراؤن سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے، جبکہ جویریہ اپنے مخصوص انداز میں ان کے بیڈ پر براجمان تھی۔ بلال کو سامنے دیکھا تو ناگواری چہرے پر آ گئی، جو بلال نے واضح نوٹ کی۔

"انکل آپ بیمار کیسے ہو گئے؟" وہ بڑے شوخ انداز میں بولتا قریب بیٹھا۔

"تمہیں کیسے پتہ چلا کہ میں بیمار ہوں؟" وہ ساتھ مسکرا کر حیران بھی ہوئے۔

"جی وہ ابھی باہر خوشحال بابا نے بتایا ہے۔" اس نے صاف چھپا لیا کہ کل اس کی جویریہ سے بات ہوئی تھی۔ وہ بیڈ سے اتر کر، سلمیٰ کی لائی ٹرے کو سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر چائے بنانے لگی۔

"میں تو تمہیں بہت یاد کر رہا تھا۔" وہ مبہم سی مسکراہٹ کے ساتھ گویا ہوئے۔

"سچ پوچھیں تو میں تو روز ہی کرتا ہوں۔" اب بلال کی نگاہ جویریہ پر پڑی جو بلیک ٹراؤزر اور ریڈ ٹی شرٹ میں اونچی پونی بنائے ہوئے بالکل بچی ہی لگی۔ مگر چہرہ ناگواریت سے پر تھا۔

"بیٹا! چائے بلال کو بھی دینا۔ اور ہاں سلمیٰ سے کہو کچھ کھانے کو بھی لائے بلال کے لیے۔" توقیر نثار کا بس نہیں چل رہا تھا۔ بلال کو پلکوں پر بٹھا لیں کیونکہ اول روز سے بلال کو جویریہ کے حوالے سے دیکھا، مگر خواہش ظاہر نہ کر سکے تھے۔

"میں کھا کر آیا ہوں۔ دوپہر کو ڈٹ کر لنچ کیا تھا۔ چائے پلا دیں، وہ ہی کافی ہے۔" اس نے کن انکھیوں سے سرد مہر جویریہ پر شرارتی نگاہ کی جو اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ اس وقت اسے بلال کی آمد نہایت گراں گزری تھی۔ وہ ڈیڈی سے باتیں کر رہی تھی اور اس کی مداخلت زہر لگی۔

"پھر رات کا کھانا کھا کر جانا۔"

"پھر کبھی انکل! اصل میں رات کو دیر سے کھاتا ہوں۔" اس نے جویریہ سے چائے کا کپ لیا۔ وہ چیئر پر ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ ایک ہلکی سی سپ لی۔

"دیر سے ہی کھا لینا۔ آج کل جویریہ بہت مزے مزے کی چیزیں بنانے لگی ہے۔ تم بھی کھانا۔" انہوں نے ایک پیار بھری نگاہ جویریہ پر ڈالی۔ مسلسل اکتاہٹ کا شکار تھی۔ بلال کو اس کی بے اعتنائی کچھ اچھی نہیں لگ رہی تھی جو اس کی جانب بھول کر بھی نہیں دیکھ رہی تھی۔

"ممکن ہے، وہ سب فرصت سے کھاؤں گا۔"

"ڈیڈی! میں صرف دلیہ وغیرہ ہی تو بناتی ہوں۔ اور کچھ کب آتا ہے؟"

"انکل نے یہ کہا بھی کب ہے کہ آپ کو بہت کچھ آتا ہے۔" اس نے مسکرا کر کہا تو وہ منہ بنا کر رہ گئی۔ ساتھ ہی

دانت پیسنے لگی۔

تو قیر نثار، جویریہ کی اس اکتاہٹ اور ناگواری کو شاید محسوس نہیں کر رہے تھے۔ یا پھر وہ بلال کی موجودگی کر رہے تھے۔

''تم واقعی کھا کر جانا۔'' وہ اصرار کرنے لگے۔

''نہیں انکل! میں آپ کی خیر خیریت پوچھنے آ گیا تھا۔ اب آپ کیسے ہیں؟'' وہ ان کی مزاج پرسی کر...

''اب تو خاصا بہتر ہوں، مگر میری بیٹی نے تو میرا بائیکاٹ کیا ہوا ہے کہ کوئی بزنس کی بات نہ کروں۔ اچھا... میں چھوڑ کر بھی تو نہیں بیٹھ سکتا۔'' وہ بلال کو دیکھتے ہوئے گویا ہوئے۔ وہ اسے جب بھی دیکھتے تو ان... جاتی۔

''واقعی بزنس کرنا بھی بہت ہمت کی بات ہے۔ میرے ابو نے بھی حکم دیا ہے کہ بزنس کی جانب توجہ دوں...

''کیوں تمہاری پڑھائی ختم ہو گئی؟'' انہوں نے چائے ختم کرنے کے بعد، کپ ساسر سمیت جویریہ کو تھما...

''جی مجھے پوری ہی ہو گئی؟'' اب آفس جوائن کرنے والا ہوں، اپنے بڑے بھائی کے ساتھ۔'' اس نے انہیں...

''کیسا لگتا ہے آفس اور بزنس؟'' وہ اس کی رائے جاننا چاہ رہے تھے۔

''اگر سمجھ آئے تو اچھا ورنہ پھر دردِ سر کیونکہ اپنے بڑے بھائی کو ہمیشہ الجھا ہوا ہی پایا ہے، مگر پھر بھی کمال ہے۔ سب سنبھال لیتے ہیں۔ بس میں بھی ان کی تقلید کروں گا۔'' اس نے انہیں بڑی تفصیلی انداز میں بتایا۔

''ڈیڈی! میں کچن میں ہوں۔ آپ کو جو ضرورت ہو انٹر کام پر کہہ دیجئے گا۔'' جویریہ کو خالص کاروباری ... چڑ تھی۔ اور پھر ڈیڈی سے بلال کر بھی وہ رہا تھا، جو نہایت ناگوار گزر رہا تھا۔

''بلال! میری بیٹی کو تو الرجی ہے آفس اور بزنس سے۔''

''پلیز ڈیڈی!'' اس نے انہیں ذرا خفگی سے دیکھا تو وہ چپ ہو گئے۔ بلال کو اس نازک سی جویریہ کا بدلا... تکلیف دینے لگا۔ گزشتہ دنوں وہ ایسی نہیں تھی۔ پھر وہ بدل کیوں گئی؟ اس نے اپنے لیے جویریہ کی آنکھ... پسندیدگی دیکھی تھی جب ہی تو آگے بڑھا ہے۔

''اوکے اوکے۔'' وہ مسکرائے۔

وہ پھر بلال پر ایک تیکھی نگاہ ڈال کر نکل گئی۔ جتنا وہ اس سے بچنا چاہ رہی تھی، وہ اتنا ہی اس کی سامنے آ... اس کے ارادوں کو بھی متزلزل کر رہا تھا۔ وہ محبت جیسے لطیف جذبے کے شہر میں ڈوبنا نہیں چاہتی۔ وہ صرف ڈیڈی سے محبت کرتی ہے اور کسی سے بھی نہیں۔ وہ لب کچلتی کچن میں جانے کے بجائے لان میں آ گئی۔ جہاں... سرمئی ہونے لگی تھی۔ چھ تو بج چکے تھے۔ اور آج دوسرا دن تھا۔ بنا اس نے ڈیڈی کو آفس نہیں جانے دیا تھا۔... ہوئی اب پھولوں کی باڑھ کے پاس آ گئی۔ اسی اثناء میں بلال بھی تیزی سے باہر آ گیا تھا۔ دونوں کی نگاہوں کا... ہوا۔ جویریہ نے جھٹ نگاہ پھیر لی اور تیزی سے اب اندر جانے لگی۔ مگر راستے میں بلال حائل تھا۔ نگاہیں شوخ... خیز تھیں۔

''جویریہ! مجھے آپ کے رویے کی وجہ سمجھ نہیں آ رہی ہے؟'' وہ استفسار کرنے لگا۔ نگاہ اس کے سراپے پر... تھی، جواب ادھر ادھر دیکھنے لگی تھی۔

پلیز جویریہ! آخر آپ اس طرح کیوں کر رہی ہیں؟'' اس نے جویریہ کو بازو سے تھاما تو وہ ہتھے سے اکھڑ گئی... کی بے تکلفی پر۔

''ڈونٹ ٹچ می۔'' وہ دھاڑی۔

بلال کچھ جز بز سا لب بھینچ کر رہ گیا، کیونکہ وہ نہایت غصہ میں لگ رہی تھی جو چہرے سے تمام عیاں ہو رہا تھا۔

...الک بھینچ کر رہ گئی تھی۔ اندر کا غصہ دبانے لگی۔

''آپ مجھے جب تک وجہ نہیں بتائیں گی، میں یہاں سے جاؤں گا نہیں۔'' وہ بھی نہایت ضدی اور اڑیل انداز...

...تو جویریہ نے حیرانگی سے اسے دیکھا، جو سنجیدہ بھی تھا اور کچھ کرخت بھی لگا۔ کچھ رعونت بھرا انداز تھا۔

''آپ کی مرضی نہ جائیے، مگر میں آپ سے پہلے بھی کہہ چکی ہوں، آئندہ آپ اس ٹوپک پر بات بھی نہیں کریں...

''میں کروں گا جب تک آپ مجھے ریزن نہیں بتائیں گی۔ آخر میں نے ایسا کیا غلط کہہ دیا۔ محبت کا اظہار ہی تو نہایت شریفانہ انداز میں۔'' وہ ذرا دبے اور نرم لہجے میں بولا جو پشت پھیرے کھڑی تھی۔

''میں آپ سے محبت نہیں کرتی اور نہ کر سکتی ہوں، کیونکہ میں صرف اپنے ڈیڈی سے محبت کرتی ہوں۔ وہی بے... اور یہی ہے۔''

''واٹ؟ کیا مطلب ہے؟ میں غرض کا بندہ ہوں۔ میری محبت جھوٹی ہے۔'' وہ تنک ہی گیا۔

''ہو گی آپ کی محبت سچی، مگر بلال میں صرف اپنے ڈیڈی سے کرتی ہوں۔ اور انہیں میں تنہا بھی نہیں چھوڑ سکتی۔''

...وہ اس کی جانب گھومی تو بلال کا چہرہ دھواں دھواں ہو گیا۔ آنکھوں میں دھندلاہٹ آ گئی کیونکہ اس نے کتنی ...ی سے اس کی نفی کر دی۔

''میں یہ تو نہیں کہتا کہ مجھ سے محبت کرو تو اپنے ڈیڈی کو اگنور کر دو۔'' وہ پژمردگی سے گویا ہوا۔

''مگر میں آپ کو اگنور کرتی ہوں۔ میرے دل میں کسی دوسرے کی گنجائش بالکل نہیں ہے۔''

''پھر تم نے اس دن مجھے کیوں نہیں روکا کہنے سے؟'' وہ بھنا گیا۔

''میں نے لیکن کبھی آپ کی حوصلہ افزائی نہیں کی۔'' وہ تیزی سے بولی۔

''محبت صرف ماں، باپ کی سچی ہوتی ہے۔ اور کسی کی نہیں کیا سمجھے آپ؟''

''یعنی آمنہ آنٹی سے تمہاری محبت سچی نہ ہوئی۔'' اس نے تاک کر تیر پھینکا تو وہ لاجواب سی ہو کر نگاہ چرانے لگی۔

''تم اتنے دن تک ہمارے گھر آ کر صرف محبت کا ڈھونگ رچاتی رہیں؟''

''پلیز بلال! آمنہ آنٹی میری ٹیچر ہیں۔ اور ان کا درجہ میرے دل میں بہت اونچا ہے۔ آپ ان کا موازنہ بالکل ...''

''کیوں نہ کروں موازنہ؟ آنٹی اگر تم سے محبت کرتی ہیں تو وہ بھی سچی نہ ہوئی۔'' وہ مکمل اب بحث کے موڈ میں آ...

''آمنہ آنٹی اور آپ میں فرق ہے۔''

''فرق ان میں اور مجھ میں نہیں، تم میں ہے۔ جسے محبت کے مفہوم ہی نہیں معلوم۔'' وہ اب دانت پیسنے لگا۔

...ماں میں آگ بھر گئی۔

''محبت کے مفہوم بھی اچھی طرح جانتی ہوں۔ لوگوں کے جذبات بھی۔'' وہ تلملا کر پلٹی۔

''جھوٹ تمہیں تو پتہ ہی نہیں ہے۔'' اس نے اس کا بازو پکڑا سختی سے۔

''بلال! محبت پتہ ہے میری اسٹیپ مدر نے بھی میرے ڈیڈی سے کی۔ وہ ہمیشہ یہی جتاتی رہیں کہ وہ ان سے

محبت کرتی ہیں۔ مگر اس کے پیچھے ان کا ایک مکروہ چہرہ تھا۔ انہیں ڈیڈی سے نہیں ڈیڈی کی دولت سے پیار
بتا رہی تھی مگر لہجے میں ناگواری، طنز، کڑواہٹ، زہر سب ہی کچھ تھا۔

"محبت تو یاسر بھائی بھی فارحہ باجی سے بہت کرتے تھے۔ پھر وہ کیسی محبت تھی کہ وہ انہیں چھوڑ کر
"جویریہ! تم خواہ مخواہ فضول بات نکال رہی ہو۔" بلال ذرا جھنجھلا کر بولا کیونکہ جو جو وہ کہہ رہی تھی
کرنے کو کافی تھا۔ وہ پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے اسے ہی بغور دیکھ رہا تھا۔ جویریہ اپنا بازو سہلانے
سختی سے پکڑا تھا۔

"فضول نہیں ٹھیک نکال رہی ہوں۔ میں نے محبت کے دو روپ دیکھے ہیں اس لیے میرا محبت سے
گیا ہے۔ محبت صرف اپنے سگے ماں، باپ سے ہو سکتی ہے۔ اور کسی سے بھی نہیں۔" وہ ایک ایک لفظ
تھی۔

"اور ایک اور بات بتاؤں، محبت تو مجھ سے میری اسٹیپ مدر کا بھتیجا فرحان بھی بہت کرتا تھا۔ بات
کرتا تھا پھر وہ کیسا نکلا۔ میں نے اس کی نگاہوں میں صرف ہوس ہی دیکھی۔" وہ اپنے بال کان کے پیچھے
پر جا بیٹھی اور لمبے لمبے سانس لینے لگی۔

"آئندہ آپ مجھے محبت کے مفہوم بالکل نہیں سمجھائیے گا، کیونکہ تمام رخ دیکھے ہیں میں نے۔"

"مگر جویریہ! آپ کو میں یہ ثابت کر کے دکھاؤں گا کہ محبت تو دلوں میں بلتے صحراؤں کو بھی سیراب
اپنی نرم نرم پھوار سے۔ اس کا دل، اس کا تن تک مہکنے لگتا ہے۔ ایک دن یہی ہو گا آپ کا دل جو صحرا
میں محبت کی بارش ضرور ہو گی۔ اور یہ بارش میرے سچے اور پاکیزہ جذبے کریں گے۔ پھر آپ اس مل
ہوں گی کہ میں ہی پھر آپ کو سمیٹوں گا۔ اس وقت کا بس مجھے انتظار ہے۔" بلال کا لہجہ پر یقین اور پر اعتماد
ایک ایک لفظ میں بہت کچھ تھا۔

"بس بہت ہو گیا بلال صاحب! تشریف لے جائیے یہاں سے۔ آئندہ کبھی ادھر کا رخ کر
اس نے نہایت اکھڑ اور بدتمیزی سے کہا تو بلال ایک قدم بڑھا کر اس کے قریب آ گیا، جو چیئر سے جھکی
گئی۔

"میں آؤں گا اور روز آؤں گا۔ آپ مجھ سے جتنا بچیں گی، میں اتنا آؤں گا۔ دیکھیے گا جویریہ آپ
گا۔ پھر بس آپ کو ہر جگہ میں ہی نظر آؤں گا۔" وہ اس کا بازو پکڑ کر بولا تو جویریہ تو گھبرا گئی کیونکہ کافی
درشت انداز تھا۔

"ابھی تو جا رہا ہوں مگر کل نہیں آتا رہوں گا۔" وہ اسے دھکا دے کر لمبے لمبے ڈگ بھرتا اپنی گاڑی
جویریہ نے بس ایک سلگتی نگاہ ڈالی کیونکہ بلال کو اس نے پہلی بار اتنے غصے میں دیکھا تھا۔ ایک لمحے
گاڑی تیزی سے نکال کر لے گیا۔ مگر وہ خالی خالی نظروں سے گیٹ کو دیکھے گئی، جہاں سے ابھی وہ گیا
تھا۔



"تمہاری خاموشی کی وجہ پوچھ سکتا ہوں؟" اعزاز نے اس کے سر پر چپت لگائی۔ جو سوچوں میں
ٹی وی کھلا ہوا تھا مگر ذہن کھویا ہوا تھا۔

"بھائی! آپ نے بے چاری بھابھی کو قید کر لیا ہے۔" فراز کی عقب سے آواز آئی تو اس نے

دیکھا۔ وہ دوسرے بڑے صوفے پر دراز تھا۔

"تم ادھر کیا کر رہے ہو؟"

"لیٹا ہوا ہوں اور بھابھی کی سوچوں کا سراڈھونڈنے کی کوشش کر رہا ہوں۔" وہ سیدھا ہو کر بیٹھا۔

"صدف! کم آن کیا ہوا؟" اعزاز پھر گم صم بیٹھی صدف سے مخاطب ہوا۔ اب کی بار وہ چونک گئی۔ جھٹ سنبھل
بھی گئی۔ یاسر کے جانے کے بعد کچھ اپ سیٹ سی ہو گئی تھی۔

"کچھ نہیں ابھی کام سے فارغ ہوئی تھی۔"

"بھابھی! آپ لوگوں کی تیاری کہاں تک پہنچی۔" فراز نے پھر مداخلت ضروری سمجھی۔

"ابھی بس تھوڑی باقی ہے۔ شاپنگ تو کمپلیٹ کر لی ہے۔ بشریٰ باجی اور نیلم بجو کے بچوں کی۔" اس نے اسے
بتایا۔

"آپ نے اپنی کتنی کر لی؟ اسکرٹ وغیرہ رکھ لیجیے گا۔"

"فراز!" صدف نے اسے دبے دبے لہجے میں ڈانٹا۔

"میرے خیال میں تم اندر چلو۔ اور مجھے ذرا پاسپورٹ وغیرہ نکال کر دو کہ اس میں ڈیٹ کون سی ہے؟" اعزاز
اسے کسی طرح اندر لے جانا چاہ رہا تھا۔

"آج سے ٹھیک بارہ دن بعد یعنی بارہ ستمبر ہے۔" وہ مسلسل لیٹے لیٹے ہانکے جا رہا تھا۔ اب کے اعزاز نے ٹیبل
سے کرسٹل کی ایش ٹرے اٹھا کر اسے ماری۔ جو وہ پہلے ہی الرٹ تھا جھٹ کیچ کر لی، جبکہ صدف کو زوردار ہنسی آ گئی۔

"ارے بھئی! کیا آپ روز بھابھی سے پوچھتے رہتے ہیں؟" ایسا کریں بڑا بڑا لکھوا کر ایک سائن بورڈ تیار کروا
لیں۔ اور یہاں لاؤنج میں لٹکے فانوس کے نیچے لگا دیں۔ نہ صرف ہمیں بلکہ آنے جانے والے لوگ بھی آپ کو یاد
کراتے رہیں گے۔" وہ سیدھا بیٹھا ہوا بڑے مسخرے پن سے بول رہا تھا۔ اب اعزاز جوابی کارروائی کرنے اٹھا تو
صدف نے اس کا بازو پکڑا، جبکہ وہ ایش ٹرے واپس اس کی جانب اچھال کر بھاگ چکا تھا۔ ایش ٹرے کی قسمت
اچھی تھی جو کرچی کرچی نہ ہوئی بلکہ کارپٹ پر ہی گری اور سیدھی کاؤچ کے نیچے چلی گئی۔

"یار! بہت بکواس کرنے لگا ہے۔" وہ صدف کے پہلو میں اس سے ٹیک لگا کر بیٹھا تو وہ گڑبڑا گئی۔

"مسٹر! سنبھل کے۔" وہ اسے دھکیل کر کھڑی ہوئی۔

"کیا ہو گیا اب ایسا؟" انجان بن کر مسکرایا۔

"کچھ نہیں ہوا، سنبھل گئی میں اس لیے۔" وہ معنی خیزی سے مسکرائی اور سیدھی کمرے میں چلی گئی۔ کیونکہ صبح سے
پاسپورٹ کا لفافہ ڈھونڈ رہی تھی۔ وہ مل کر ہی نہیں دے رہا تھا۔ ساری جگہ چھان مارا تھا۔ پریشان بھی تھی۔

"پتہ ہے میں آج بہت تھکا ہوا ہوں۔" وہ جوتوں سمیت بیڈ پر لیٹا اور نگاہوں میں خمار لیے صدف کو دیکھنے لگا،
جو سٹرڈ سوٹ میں کافی دلکش لگ رہی تھی۔ وارڈروب سے کچھ تلاش کرنے لگی۔

"پھر آپ آرام کیجیے۔" وہ وارڈروب بند کر کے اس کی جانب گھومی۔ مگر ہونٹوں پر ایک شوخ سا تبسم نازک لبوں
کا احاطہ کیے ہوئے تھا۔ اعزاز اسے بڑے انہماک سے دیکھ رہا تھا۔ وہ کچھ پزل سی بھی ہوئی۔

"کیا ہو گیا آپ کو؟ خیریت تو ہے؟" قریب آ کے اس سے مخاطب ہونے کے بعد اس کا سکتہ توڑا۔ اعزاز کے
ارادے خطرناک لگے۔

"خیریت ہی ہے مگر یہاں درد ہو رہا ہے۔ اب اس نے ذرا مسکینیت سے مسمسی صورت بنائی تو صدف ایک لمحے

کوشا کی ہوگئی۔ جھٹ اس کے قریب آ کر بیٹھ گئی، کیونکہ وہ سینے کی بائیں جانب ہاتھ رکھے ہوئے تھا۔

''کب سے ہو رہا ہے؟'' اس نے اعزاز کے سینے پر ہاتھ رکھا۔ ''ڈاکٹر کے گئے تھے آپ؟''

''میں نے سوچا کہ ڈاکٹر کی کیا ضرورت ہے، ایک اپنی پرسنل ڈاکٹر موجود تو ہے گھر میں۔ وہ جیسے ہی لگائے گی ٹھیک ہو جاؤں گا۔'' وہ اس کا ہاتھ تھام کر ذرا شرارتی لہجے میں بولا۔ اور ساتھ ہی اس کا ہاتھ بھی پکڑ

''ڈرا دیا آپ نے تو مجھے۔'' وہ ہاتھ کھینچنے لگی۔ مگر اعزاز نے اسے اپنے حصار میں لے لیا تو وہ اس کے مارنے لگی۔

''ایسا مذاق بالکل مت کیا کریں۔'' وہ خفگی سے بولی۔

''ایسا مذاق کر کے ہی تو تم پھر قریب آئی ہو، ورنہ ہر وقت کھوئے کھوئے دماغ کے ساتھ رہتی ہو۔'' بالوں کی لٹ اب اپنی انگلی میں لپیٹنے لگا تو وہ اسے گھورنے لگی۔ کیونکہ اب اعزاز کی شوخیاں بڑھنے لگی تھیں۔

''پتہ ہے آپ کو کل سے پاسپورٹ کا لفافہ نہیں مل رہا ہے۔'' وہ اس سے الگ ہونے کے لیے یہی بولا اسے چھوڑ دے۔ اور وہ ادھر متوجہ ہو جائے۔

''کیا لفافہ؟'' وہ فوراً الرٹ ہو کر بیٹھا۔

''کب سے نہیں مل رہا؟ کہاں رکھا تھا؟'' اس نے متواتر سوال کر ڈالے۔

''وارڈروب کی لاکر میں رکھا تھا۔ سب جگہ چھان ماری کہیں نہیں مل رہا ہے۔'' وہ بھی خاصی پریشان ہوئی تھی۔

''میں نے تم سے کہا تھا کہ اسے سنبھال کر رکھنا۔ ایسے رکھتے ہیں یہ؟'' وہ خفا ہونے لگا۔

''میں نے سنبھال کر رکھنے کے لیے تو بیگ میں رکھنے کے لیے نکالنے لگی، تو وہ تھا ہی نہیں۔'' وہ مضطرب کچلنے لگی کہ اب اعزاز ضرور اسے سخت سست سنائے گا۔

''صدف! تم لاپرواہ سی ہوتی جا رہی ہو۔'' ابھی کچھ دیر پہلے وہ کتنا شوخ اور معنی خیز ہو رہا تھا۔ ایک دم موڈ بدلا تھا۔

''میں تو اسے سنبھال کر رکھنے لگی تھی۔'' آنکھوں میں نمی آ گئی۔ لہجہ روہانسا ہو گیا۔ اعزاز کا چہرہ الگ تمازت سے تمتما رہا تھا۔ جو بیڈ پر ٹانگیں لٹکائے بیٹھا تھا۔ صدف کی جانب سے پشت تھی۔

''ایسے رکھتے ہیں۔ تم نے اسی وقت کیوں نہیں رکھا؟'' شرٹ کی آستین فولڈ کرنے لگا۔ گلے سے ٹائی پھینکی، جو اس نے احتجاجاً پھینکی ہی صدف کے اوپر تھی۔

''میں نے بہت سنبھال کر رکھا تھا آپ یقین کریں۔'' اس نے ٹائی اٹھائی اور وارڈروب کی جانب آئی خود تلاش کرنے میں لگا ہوا تھا۔ پوری وارڈروب اس نے الٹ پلٹ کر دی تھی، مگر لفافہ نہ مل کر دیا۔ اب متفکر ہاتھ کمر پر۔ اور بایاں ہاتھ سے پیشانی پکڑے ہوا تھا کہ مگر ذہن تو سوچ رہا تھا۔

''آپ اتنا پریشان نہ ہوں، مل جائے گا لفافہ بھی۔'' اس نے اعزاز کو ذرا تسلی دی کیونکہ وہ لب بھینچ کر ایک تیکھی نگاہ اس پر ڈالی جو وہ خود بھی حواس باختہ سی لگی۔

''سوچ میں یہ رہا ہوں کہ پرسوں رات کو میں نے خود دیکھ کر رکھا تھا۔ پھر گیا کہاں؟''

''میں کل دوبارہ سے واڈروب کے کپڑے وغیرہ نکال کر دیکھوں گی۔'' اس نے وارڈروب میں ٹائی ہینگ بند کر دی۔ اعزاز کمرے سے باہر نکل گیا۔ صدف بھی فکرمندی باہر آ گئی۔

''فراز! جلدی بتاؤ تم نے تو پاسپورٹ وغیرہ نہیں چھپایا؟'' وہ اس کے سر پر کھڑا خاصا برہمی سے پوچھ رہا تھا۔

جو کمپیوٹر پر بیٹھا کام کر رہا تھا، اعزاز کے اتنے جارحانہ انداز پر کچھ گھبرایا بھی۔ حیران بھی ہوا۔

''سچ سچ بتاؤ؟ تم نے چھپایا ہے نا؟'' اعزاز نے کمپیوٹر آف کر دیا۔

''ارے بھئی! میں کیوں چھپاؤں گا۔ پوچھیے آپ بھابھی سے۔'' فراز چیئر سے کھڑا ہو گیا۔

''صدف کو نہیں پتہ۔ مجھے تمہاری شرارت لگتی ہے۔ سچ سچ بتاؤ؟''

''بھائی جان! ہر بات میں آپ مجھ پر کیوں شک کرتے ہیں؟'' وہ بھی ذرا ناراضگی سے بولا۔ وہ لاؤنج میں گیا۔

ب نے ایک اچٹتی نگاہ اٹھائی۔

''امی! دیکھیے پاسپورٹ ان کا گم ہو گیا، شک مجھ پر کر رہے ہیں۔'' اس نے زینب سے شکایت کی۔ اور منہ بھی رنے لگا۔

''امی! یہی شرارتیں کرتا ہے۔'' اعزاز چیخا۔

''ارے، تم بھی اس کے کیوں پیچھے پڑ گئے؟ یہ کیوں چھپائے گا؟ اندر کمرے میں کہیں ادھر ادھر ہو گیا ہے؟ لگتا

''صدف کو اعزاز کا اتنا تلخ اور کڑوا انداز، وہ بھی فراز کے ساتھ اچھا نہ لگا۔

''بات کیا ہے آخر؟'' زینب کی کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔

''آنٹی! کل سے میں پاسپورٹ کا لفافہ ڈھونڈ رہی ہوں۔ شاید میں نے ادھر ادھر رکھ دیا ہے۔ یاد نہیں آ رہا۔''

اس نے خود ہی اپنے اوپر لیا۔

''بیٹا! یہ چیزیں ایسے تھوڑی رکھتے ہیں۔'' زینب کی ذرا تنبیہہ سی نگاہ پریشان سی صدف پر تھی، جو لب کچل رہی تھی۔ فراز الگ روٹھ کر صوفے پر جا کر بیٹھ گیا۔

''مجھے پتہ ہے اس نے شرارت کی ہے۔ فراز یار! بتا دو نا؟'' منت بھرے لہجے میں بولا۔

''بھائی! بائی گاڈ میں نے نہیں لیا۔ آپ اندر دیکھیے۔'' وہ غصے میں کہہ کر گھر سے باہر ہی نکل گیا۔ صدف کو افسوس ہو رہا تھا کہ اس کی لاپرواہی کی وجہ سے دونوں بھائیوں میں چپقلش ہو گئی۔ زینب نے اب برہمی سے اعزاز کو بھی دیکھا اور صدف کو بھی۔ وہ خفت سے محسوس کرنے لگی تھی۔

''پہلے تم اپنے کمرے میں تلاش کرتے، خواہ مخواہ اسے ناراض کر دیا۔''

''امی! وہ اکثر کر دیتا ہے ایسی شرارت، اس لیے میں نے اس سے پوچھ لیا۔'' وہ ہراساں ہو کر بولا۔

''اس قسم کی شرارت وہ نہیں کرتا۔'' وہ اٹھ کر اندر جانے لگیں۔

''امی! آپ کو ابو بلا رہے ہیں۔'' عفرا اندر سے آئی، مگر ان سب کے اترے چہرے دیکھ کر وہ بھی ٹھٹھک گئی۔ لیکن اعزاز صدف نگاہ جھکائے کھڑے تھے۔

''پہلے تم دونوں کمرے میں تلاش کرتے۔ کیا تم نے اس پر دھاوا بول دیا۔ اور ایسی چیزیں اس طرح لاپرواہی سے رکھی جاتی ہیں؟'' انہوں نے سخت لہجے میں کہہ کر ساتھ ہی صدف پر طنز کیا، جو شرمندگی سے گڑ گئی اور پہلو بدلنے لگی۔

''بڑے ہو، تم دونوں سمجھ دار ہو، ایسی قیمتی چیزیں ایسے رکھتے ہیں؟''

''امی! میں نے خود لاکر میں رکھا تھا۔''

''تمہارے علاوہ کوئی گھستا ہے لاکر میں، اب یہ نئے کام ہونے لگے گھر میں۔'' زینب کو بہت زیادہ غصہ آنے

لگا۔ ایک تنقیدی اور چبھتی نگاہ صدف پر ڈالی، جو چونک کر انہیں ہی دیکھ رہی تھی۔

"امی! میں یہ تو نہیں کہہ رہا کہ کسی نے لے لیا۔"

"بس کرو۔ آتے ہی تم نے گھر سر پر اٹھا لیا۔"

عفرا سب کھڑی سن رہی تھی۔ اس نے ایک چور نگاہ اٹھائی۔ وہ تھوڑی سہی بھی، سمجھ تو گئی کہ کیا بات ہو ر

"تم دونوں سمجھ دار ہو کہ کس طرح کیا چیز کہاں رکھی جاتی ہے۔ مگر آج کل کے لڑکوں کو تو کہنا ہی بے لڑکیاں بھی ایسی ہوتی ہیں۔ کہتے ہیں کہ شادی کے بعد ذمہ داری آ جاتی ہے، مگر جی یہاں تو دونوں ہی ایے" مسلسل سنا صدف کو رہی تھیں۔ وہ اتنی نا سمجھ بھی نہ تھی۔ اس سے مزید کھڑا نہ رہا گیا تو اندر کمرے میں آنکھوں میں اتنی بڑی تضحیک پر آنسو آ گئے تھے۔

"تم نے پاسپورٹ کو بیگ میں نہیں رکھا تھا؟" انہوں نے صدف کے جانے کا نوٹس نہ لیا۔

"وہ ہی تو رکھنے لگا تھا آج۔" وہ شرمندہ بھی ہوا کہ فراز کو ناراض کر دیا۔

"امی! آپ کو ابو بلا رہے ہیں۔ عفرا نے اب قدرے توقف کے بعد ان سے پھر کہا۔

"آتی ہوں۔" وہ کچن میں چلی گئیں۔

جبکہ اعزاز سر پکڑ کر ڈائننگ ٹیبل پر جا کر بیٹھا گیا۔ عفرا بھی اپنے کمرے میں چلی گئی۔ اعزاز سمجھ تو ر صدف کو امی کی باتیں سخت ناگوار گزری ہیں، جب ہی وہ اندر چلی گئی۔ امی کا رویہ بھی تلخ اعزاز کی وجہ سے ہ نے فراز پر جو برسنا شروع کر دیا تھا۔ وہ بھی روٹھ کر گیا۔ سب کو ہی اس کی اس جذباتی کیفیت نے پریشان بھی خود اعزاز بری طرح شرمندہ۔ وہ سر ہاتھوں میں تھامے بیٹھا رہا، کیونکہ اگر پاسپورٹ نہ ملا تو سارا کچھ کینسل کر گا۔



وہ آج خلاف معمول جلدی کمرے میں آ گئی۔ ایک طائرانہ نگاہ اپنے کمرے پر ڈالی۔ وسیع وعریض بیڈ کروٹ لیے لیٹا تھا۔ کپڑے اس نے چینج نہیں کیے تھے۔ پینٹ اور شرٹ میں تھا۔ صدف نے مضطرب ا اپنے لب کاٹے۔ اتنا بڑا کمرہ آج اداس اداس سا تھا، نہ اعزاز کی شرارتیں تھیں اور نہ صدف کی مدھر ہنسی کی آ ۔ وہ پژمردہ سی سبک خرامی سے چلتی ہوئی دبیز قالین پر قدم رکھ رہی تھی۔ بیڈ کے سامنے ہی وارڈ روب تھی۔ وہ ا آئی۔ اعزاز نے ماتھے سے بازو ہٹا کر ایک نگاہ بس اس کی پشت پر ڈالی۔ بال کھلے ہوئے تھے بلیو پرنٹڈ کاٹن جو کہ اب ملگجا ہو چکا تھا۔ وہ عجیب اجاڑ حلیے میں تھی۔ اس نے تو آج ایک بار بھی نہ ٹوکا تھا، اس کے حلیے کو صدف نے اعزاز کا نائٹ سوٹ نکال کر باتھ روم میں لٹکانے کا سوچا۔ مگر وہ چند ثانیے رک گئی۔ وہ بیڈ کے سر چلتی ہوئی آئی۔ دیکھا کہ اعزاز جاگ رہا ہے کہ سو رہا ہے۔ وہ بغور دیکھ رہی تھی کہ اعزاز نے ماتھے سے بازو ہٹا کی مرجھائی صورت دیکھی۔ صدف تو جھینپ گئی۔

"وہ آپ چینج کر لیں۔" رک رک کر گویا ہوئی۔ ہاتھ میں نائٹ سوٹ تھا۔ وہ پشت پھیر کر کھڑی ہو گئی کی نے کتنے ضبط سے گزر رہی تھی۔ اعزاز نے ذرا بھی تسلی کے الفاظ نہ کہے تھے۔

"نہیں کرنا مجھے چینج۔" وہ انتہائی رکھائی سے کہتا کروٹ بدل کر لیٹ گیا۔ تکیہ اپنے منہ پر رکھ لیا۔ شرٹ کھلے ہوئے تھے، بلیک پینٹ کے پائنچے بھی فولڈ کر کے ٹخنے سے اوپر کیے ہوئے تھے۔ بیڈ کی چادر کو اس نے ا بگاڑ دیا تھا، سائیڈ ٹیبل سے بھی کافی چیزیں کارپٹ پر پڑی تھیں، گلاس لیمپ سب نیچے پڑے تھے جو اعزاز۔

جھنجھنے ہوں گے، وہ گم صم سی کھڑی سب دیکھ رہی تھی۔

"میں آج نکالنا بھول گئی تھی۔"

"تم آج کل کچھ زیادہ نہیں بھولنے لگی ہو؟" اس نے تکیہ منہ پر رکھ لیا۔ صدف کو اس پل سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کیونکہ فراز سے الگ تلخ کلامی ہوئی، زینب سے الگ سننی پڑی۔

"لائٹ آف کر دو مجھے نیند آ رہی ہے۔"

صدف نے پہلے تو اس کے کپڑے جا کر باتھ روم میں لٹکائے۔ پھر کارپٹ سے گلاس اور لیمپ اٹھا کر بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر رکھے۔ اعزاز میں پھر بھی حرکت نہ ہوئی۔ وہ ہنوز اسی طرح دراز رہا۔ صدف نے ایک افسردہ سی نگاہ اس پر ڈالی۔

"کتنی دیر میں بند کرو گی لائٹ؟" اب کے وہ ذرا دھاڑ کے بولا تو وہ سہم ہی گئی۔ کیونکہ اعزاز کا آج نیا روپ دیکھ رہی تھا۔ وہ تو ایسا نہ تھا۔ ہر وقت پیار، محبت کا امرت لیے اس کے پاس ہوتا۔ مگر آج کیا ہوا؟ صرف اس وجہ سے وہ اس سے بھی منہ موڑ گیا۔ وہ روتی ہوئی دروازے کے ساتھ لگے سوئچ بورڈ تک آئی۔ اس نے لائٹ آف کر دی ساتھ ہی نائٹ بلب آن کر دیا۔ نائٹ بلب کی نیلی روشنی کمرے میں پھیل گئی۔ اور وہ اس مدھم روشنی میں آسانی رو سکتی تھی۔ وہ چلتی ہوئی آئی بیڈ پر بیڈ پر ایک نگاہ ڈالی۔ وہ پوری جگہ گھیر کر لیٹا ہوا تھا۔ مگر اتنی جگہ موجود تھی کہ لیٹ سکتی تھی۔ بیڈ کے سرے پر سکڑی سمٹی کروٹ لے کر لیٹ گئی۔ آج ان چار پانچ ماہ میں ان دونوں میں یہ پہلا موقع تھا کہ وہ روٹھا ہوا تھا۔ قصور اس کا نہ ہوتے ہوئے بھی وہ مورد الزام ٹھہرائی گئی۔ وہ سسک رہی تھی۔

اعزاز کو پتہ تھا وہ رو رہی تھی۔ اس نے تکیہ منہ سے ہٹا کر اس کی پشت کو دیکھا، جو بالکل کنارے پر تھی۔ اگر کروٹ بدل لیتی تو گر بھی سکتی تھی۔ نہ چاہتے ہوئے بھی صدف سے سرد رویہ رکھا ہوا تھا۔ مگر صرف امی اور فراز کی وجہ سے۔ اس نے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔ جذبات کہہ رہے تھے۔ اسے سمیٹ لو، منا لو۔ اس سے وہ دور بھی تو نہیں رہ سکتا۔ وہ کروٹیں بدلنے لگا۔ کیونکہ انا بھی تو آڑے تھی۔ کچھ دیر پہلے کیسی تلخ کلامی کی اور اب اسے سمیٹ لوں۔ وہ کمزور پڑ رہا خود کو روک رہا تھا۔ مگر سرکش جذبے بے لگام گھوڑوں کی طرح بھاگ رہے تھے۔ اس نے قابو پانا مشکل ہو گیا تو اس کی جانب دیکھنے لگا۔ اور پھر آخر دل کی مانی اور صدف کو ہاتھ بڑھا کر اپنی جانب کھینچ لیا۔ وہ تو اچانک افتاد پر بوکھلا گئی، کیونکہ اس کے تو سان و گمان میں بھی نہ تھا کہ اعزاز یہ کرے گا۔

اعزاز اس پر جھکا ہوا تھا جو رو رہی تھی۔ وہ اسے بس بغور دیکھنے لگا۔ نہ آنسو پونچھے اس کے کیونکہ اسے بس نفس کی آگ بجھانی تھی۔ اسے صدف کی سوچوں اور احساسات سے کوئی سروکار نہ تھا۔ وہ مزاحمت بھی نہ کر پائی کیونکہ اعزاز بکھرا ہوا تھا۔ وہ روتی رہی، تڑپتی رہی، مگر اعزاز کو اس کی ذرا پرواہ نہ تھی۔ اعزاز کے گرم گرم ہاتھوں کی حدت صدف جھلسا رہی تھی۔ اسے آج اعزاز کی قربت بھی گراں گزر رہی تھی۔ وہ تو ڈھیر سارا رونا چاہتی تھی۔ اور ہوا بھی وہی اعزاز تو کب کا اسے بے چین کر کے سو چکا تھا۔ اور وہ پوری رات روتی رہی۔ صبح آنکھ دیر سے کھلی تھی۔ اعزاز کو دیکھا وہ بے خبر سو رہا تھا۔ رات کے مناظر فلم بن کر ذہن کی اسکرین پر آنے لگے تو دل کرب سے رونے لگا۔ اس نے اپنا دوپٹہ اٹھایا۔ بیڈ سے لٹکتی چادر اوپر کی۔ ڈریسنگ ٹیبل کے آگے کھڑی ہو گئی۔ آنکھیں رو رو کر سوجی ہوئی تھیں۔ بالوں کو سمیٹ کر اپنے کپڑے نکالے اور فریش ہونے چلی گئی۔ اسی دوران اعزاز بھی اٹھ گیا۔ آنکھوں کو بمشکل کھول رہا تھا۔ بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگا۔ سائیڈ پر دیکھا۔ وہ غائب تھی۔ باتھ روم سے پانی گرنے کی آواز آ رہی تھی۔ وہ پھر کسلمندی سے لیٹ گیا حالانکہ نو بج گئے تھے۔ آفس جانے کے لیے بھی دیر ہو گئی تھی۔ اتنے میں صدف دھلے ہوئے

سراپے کے ساتھ باتھ روم سے نکل آئی۔ اعزاز پر ایک شکوہ بھری نگاہ ڈالی۔ بالوں کو خشک کر کے سمیٹا، لو قرینے سے اوڑھ کر جانے لگی۔

"سنو، میں آج آفس نہیں جاؤں گا۔ ناشتہ وغیرہ بھی نہیں کروں گا۔" اس نے پیچھے سے ہانک لگائی، ڈر کے ہینڈل پر رکھا ہاتھ رک گیا۔

"آپ کی مرضی ہے جب دل چاہے ناشتہ کریں۔ میں کون ہوتی ہوں کچھ کہنے والی۔" ایک طنزیہ تیر پر اعزاز خفیف سا ہو گیا۔ کیونکہ وہ سمجھ گیا تھا رات کا غصہ ہے، اس لئے وہ اس طرح بولی ہے۔

"چلو اچھا ناراض ہو رہی ہو تو ناشتہ لے آؤ۔" وہ اب مفاہمت پر اتر آیا۔

"آپ کو میری ناراضگی کی پرواہ ہے؟" وہ جھٹکے سے گھومی۔

"ہاں ہے جب ہی تو ناشتہ کا کہہ رہا ہوں۔"

"مگر آپ نے کل رات......" وہ بولتے بولتے رک گئی۔ غصہ تو بہت آ رہا تھا۔ دل چاہ رہا تھا خوب غصہ اعزاز پر، جسے اس کی فکر ہی نہ تھی۔

"اگر تمہیں رات کا غصہ ہے تو سوری، میں بھی پریشان تھا۔ اب میں کیسے خود کو ریلیکس کرتا؟" وہ اب اٹھ کر چکا تھا۔ ایک ہاتھ سے سر کھجانے لگا۔

"خود کو تو ریلیکس کر لیا اور مجھے توڑ پھوڑ کر رکھ دیا۔ یہ اچھا ہے آپ مردوں کا۔ بیوی مفت کی ہوتی ہے، جو چاہے کریں۔"

وہ خاصی برہم ہو رہی تھی۔ رخسار سے آنسو بھی صاف کیے اور پھر جانے لگی۔

"ایک منٹ رکو تم۔" وہ تیزی سے بیڈ سے کود کر آیا۔ اور صدف کو بازوؤں سے تھام لیا۔ کیونکہ وہ الٹا صورت کے ساتھ جا رہی تھی۔ اعزاز نے دروازہ بند کیا۔ اور اسے دروازے کے ساتھ لگا دیا خود دونوں ہاتھ ٹکا کر کا جائزہ لینے لگا، جو اسے ہی گھور رہی تھی۔

"دیکھو تم میری بیوی ہو۔ محبت کی ہے تم سے اور کرتا ہوں۔ مفت کی نہیں ہو بلکہ بہت قیمتی ہو، میرے دل پوچھے کوئی۔" آنکھوں میں خمار لیے اسے یقین دلانے لگا۔

"بس رہنے دیں۔ جب آپ مردوں کو مطلب نکالنا ہوتا ہے تو بیویوں کو خوب چکنی چپڑی باتوں میں لگا ہیں۔" اس نے اعزاز کے دیوار پر جمے ہاتھ ہٹانے چاہے۔ مگر وہ تو مضبوطی سے جمائے ہوئے تھا۔

"مطلب تو میں ہر وقت نکال سکتا ہوں، لو۔" اعزاز نے پھر ایک شوخ سے شرارت کر دی تو صدف تو بلبلا گئی۔ اب تو اسے اور غصہ آنے لگا، کیونکہ وہ اس کی آنکھوں میں وارفتگی اور معنی خیز شرارت سے گھبرا گئی۔

"ہٹیے کیا صبح صبح یہ حرکتیں کرتے ہیں۔" وہ چڑ گئی۔

"اگر میں ابھی چاہوں نا، تم اس کمرے سے جا نہیں سکتی ہو۔" وہ پھر اس کے قریب ہوا تھا۔ صدف تو تنگ آ اور پھر اس کے ہاتھوں کے نیچے سے نکل گئی۔ اور دانت پیسنے لگی۔

"ویسے رات تو بڑا غصہ تھا۔"

"کیوں نہیں آئے گا؟ پاسپورٹ کھویا آپ نے، سننے کو مجھے ملا۔" تڑخ کر بولی کیونکہ کل سے مسلسل شرم نے اسے زینب کے سامنے سر اٹھانے کا نہ رکھا تھا۔ آنکھوں سے پھر نمکین پانی ٹپ ٹپ کرنے لگا۔ گلابی سوٹ میں خود گلابی چہرے کے ساتھ ہچکیوں سی رو رہی تھی۔ اعزاز سینے پر بازو لپیٹے اسے دلچسپ نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ پھر

تسلسل کے ساتھ دھیرے دھیرے صدف کے قریب آ کر اس کا نازک لرزہ براندم پھول جیسا بدن اپنی بانہوں میں لیا، تو حرارت سا سیل رواں نے صدف کے سرد وجود کو حیات بخش گرمی دینے لگا، تو وہ ایک دم ہی جھٹکے سے اس سے الگ ہوئی۔

"ارے، آپ کو تو اتنا تیز بخار ہو رہا ہے۔" وہ فوراً گھبرا گئی۔ رونا دھونا بھول چکی تھی۔

"یہی محسوس کرانے کے لیے تو تمہیں خود سے قریب کیا تھا، تاکہ مجھ غریب کا خیال کر لو۔" اعزاز کی سرخ سرخ آنکھیں کچی نیند سے بیدار ہونے کی چغلی کھا رہی تھیں۔

"آپ غریب کا خیال ہی کیا تھا، جب ہی رات کچھ نہ بولی، ورنہ مجھے اتنا غصہ آ رہا تھا کہ بس دل چاہ رہا تھا کہ آپ کو کھری کھری سنا دوں۔" اس نے ایک خفگی بھری نگاہ اٹھائی تو اعزاز مسکرا اٹھا۔

"مجھے اندازہ ہو رہا تھا، جب ہی محترمہ کوئی رسپانس نہیں دے رہی تھیں۔" وہ معنی خیزی سے بولا تو صدف جھینپ کر اس سے الگ ہو گئی، کیونکہ کافی دیر ہو گئی تھی۔ آج تو ضرور زینب سے سننے کو ملے گا۔ وہ گھبرائی بھی۔ وہ اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ کو دیکھتے ہوئے تشویش میں پڑ گیا۔

"اگر تم پاسپورٹ کی وجہ سے پریشان ہو تو فضول ہے۔" وہ یہی سمجھا دوبارہ اسے شانوں سے تھاما، تو بس ایک نگاہ اس کی محبت چھلکتی نگاہوں میں دیکھا۔

"اگر وہ مل بھی گیا ناں، میں اب بالکل نہیں جاؤں گی۔ سن لیں آپ۔" اس نے ساتھ حتمی فیصلہ سنا دیا اور بیڈ سے لٹکتی چادر کو اٹھایا، کیونکہ اعزاز نے بیڈ کا حشر کیا ہوا تھا۔ تکیے اپنی جگہ پر نہ تھے، چادر بھی چاروں طرف سے نکل کر بیڈ کی بیچوں بیچ تھی، کارپٹ پر پھر گلاس اور لیمپ گرا ہوا تھا۔

"یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟" وہ تو حیرانگی کے ساتھ گویا ہوا، ایک نگاہ اس کی پشت پر ڈالی جو جھکی ہوئی بیڈ پر چادر بچھا رہی تھی۔

"بالکل ٹھیک کہہ رہی ہوں۔ میرا موڈ بالکل نہیں ہے۔ اگر آپ کا موڈ ہے تو آپ جا سکتے ہیں۔" اس کے ہاتھ ایک لمحے کو رکے، پھر دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہو گئی۔

"بشریٰ آپی اور نیلم بجو سے جو ہم نے آنے کو کہا ہے۔ وہ دونوں تو آس لگائے ہوئے ہوں گی۔" وہ دونوں ہاتھ کمر پر ٹکا کر اب اس کے سامنے آیا۔ جو اب بیڈ کے کناروں میں چادر پھنسا رہی تھی۔ ماتھے پر بالوں کی لٹیں جھول رہی تھیں۔ دوپٹہ سائیڈ پر پڑا تھا۔

"میں نے آپ کو تو نہیں منع کیا۔ آپ جا سکتے ہیں۔ مگر میری جانب سے سوری۔"

"اگر تم امی کی باتوں کا برا منا رہی ہو تو تم غلط کر رہی ہو۔ اگر انہوں نے کہہ دیا تو کیا ہوا؟" وہ جھٹ بولا کیونکہ صدف کا منہ واقعی اترا ہوا تھا۔

"میں نے جب رکھا ہی نہیں، تو خواہ مخواہ میں نے اتنی باتیں سنیں صرف آپ کی وجہ سے۔ فراز سے آپ نے تلخ کلامی کی۔ کتنی سبکی ہوئی ہے میری۔ پہلے آپ ڈھونڈ بھی سکتے تھے۔ جھٹ اس پر الزام لگا دیا۔ اور بتائیے وہ کیوں چھپائے گا ایسی چیز؟" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بول رہی تھی۔ اب وہ بیڈ کے کونے پر بیٹھ گئی کیونکہ کمرے سے باہر جاتے ہوئے اسے سب کا سامنا کرنا ایک کٹھن مرحلہ لگ رہا تھا۔

"فراز میرا بھائی ہے۔ اور وہ مجھ سے ناراض نہیں ہوگا۔ تم کیوں فکر کرتی ہو؟" وہ گھٹنے ٹیک کر اس کے آگے بیٹھا، جو مسلسل سوں سوں کر کے روئے جا رہی تھی۔

"آپ کی امی کے سامنے تو مجھے شرمندگی ہوئی۔ سنی پڑی ان کی باتیں۔"

"صدف! اب تم فضول امی کی بات کو لے کر بیٹھ رہی ہو، ظاہر ہے وہ ہم دونوں کو کہیں گی ہی۔" ایک بے زاری نگاہ اٹھائی۔ پھر آلتی پالتی مار کر کارپٹ پر ہی بیٹھ گیا۔

"آپ کو نہیں صرف مجھے کہا ہے۔" وہ جھٹکے سے کھڑی ہوئی۔

"تم کیا چاہتی ہو کہ میں امی سے لڑوں جا کر کہ انہوں نے تم سے یہ کیوں کہا؟ صدف وہ میری ماں ہیں ان کی شان میں کبھی گستاخی نہیں کر سکتا۔"

"میں اب یہ بھی نہیں کہہ رہی۔ آپ ان سے کچھ تو کہتے کہ میں نے نہیں رکھا۔"

"بس صدف! بس تم بات کو طول دیئے جا رہی ہو۔ میں اسے رفع دفع کرنا چاہ رہا ہوں۔ تم بار بار اسی کی تکر ہو۔"

"ٹھیک ہے۔ تو پھر میں جا رہی ہوں۔ نہ آپ کے سامنے ہوں گی۔ اور نہ میں آپ سے تکرار کروں گی۔" وہ اس کے آگے سے گزری۔ اعزاز نے ایک سپاٹ سی نگاہ ڈالی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ان دونوں میں یہ کھنچاؤ اور تناؤ آ گیا تھا، صرف کل کی بات کی وجہ سے، وہ سر کو ہاتھوں میں تھا گیا۔ کیونکہ وہ جا چکی تھی۔ بخار کی حدت بڑھ گئی تھی۔ جسم کا جوڑ جوڑ دکھ رہا تھا۔ وہ تیزی سے اٹھا اور بیڈ پر بچھ دوبارہ اس نے بگاڑ دیا۔ اور خود دھڑ سے بیڈ پر لیٹ گیا۔ سوچ سوچ کر ذہن ماؤف ہو گیا تھا۔ دل عجیب سا ہو گیا، صدف کا خفگی بھرا انداز اسے کسی پل برداشت نہیں ہو رہا تھا، چھت پر لگے پنکھے پر نگاہیں گاڑ دیں جو تیز تیز تھا۔ پورا کمرہ اسے ویران سا لگا۔ کسی بھی رونق سے خالی اسے لگا۔ ادھر بس افسردگیوں اور اداسیوں کا بسیرا ہو میں اتنی بھی ہمت نہ ہوئی کہ اٹھ کر باہر جا سکے۔ درد سے سر پھٹا جا رہا تھا۔ کروٹوں پر کروٹیں بدلنے لگا۔ صدف کی مہری اور بے نیازی نے الگ اسے بے کل کر دیا۔

اس نے آج سوچا کہ اسٹور کی صفائی کی جائے۔ پہلی بار وہ اسٹور میں آئی تھی۔ اعزاز کے کمرے کے ساتھ اسٹور تو پڑا رہتا تھا، اکثر نائل اس میں جاتا رہتا تھا۔ مگر شہرینہ کو کبھی تجسس نہ ہوا۔ ماسی سے اس نے لاؤنج اور ڈرائنگ صفائی کروائی تھی۔ اس کے کمرے کے ساتھ دو کمرے اور تھے، ایک ہی لائن میں بیچ میں کوریڈور تھا، اس میں بھی صوفہ بیت کا پڑا ہوا تھا، ٹیلی فون اسٹینڈ اور ایک کیبنٹ تھا، جس میں کچھ ڈیکوریشن پیسز رکھے ہوئے تھے، کونے اسٹور تھا، اس لیے شہرینہ کی توجہ کبھی اس تک نہ پہنچی تھی، مگر جب سے گھر کی ذمہ داری اٹھائی تھی، سب کی خبر رکھنی تھی۔ اس نے بڑی مشکل سے لاک گھما کر کھولا۔ اندر آئی تو دیکھا۔ الماریاں برابر، برابر رکھی ہوئی تھی، دو کرسیاں ایک ٹیبل دیوار کے ساتھ رکھی ہوئی تھی، ٹیبل پر بے شمار کتابیں تھیں، اسٹور کافی بڑا تھا، اس نے ایک طائرانہ نگاہ ڈالی، دھول مٹی اٹی ہوئی تھی، وہ چلتی ہوئی آئی۔ اور دروازے کے ساتھ رکھی بک شیلف دیکھی، ڈائریاں کتابیں تھیں۔

"آخر اتنا کچھ انہوں نے رکھا ہوا کیوں ہے؟ دھول مٹی الگ ہو رہی ہے۔" اس نے خود کلامی سے کہتے ہوئے ایک ڈائری اٹھائی۔ اس پر سے گرد جھاڑی اس نے اس کی ورق گردانی کی جو نائل کی پرسنل ڈائری تھی، حالانکہ یہ غیر اخلاقی حرکت مگر استغراق کے ہاتھوں مجبور تھی۔ پڑھنا شروع کیا۔

"آج مجھے آئے ہوئے دو ماہ ہو چکے ہیں۔ آپی کی شادی ہونے والی ہے۔ مگر میں جا نہیں سکتا کیونکہ ایگزام قریب ہیں۔ اعزاز پاکستان سے کل ہی آیا ہے۔ وہ اور میں رات گئے تک خوب باتیں کرتے رہے۔ ابو سے کتنی منا

ں میں آپی کی شادی میں آنا چاہتا ہوں۔ مگر انہوں نے اچھی خاصی ڈانٹ پلائی۔ آمنہ پھوپھی کی بھی سفارش کام ئی۔"

شہرینہ نے ایک دم دو صفحے پلٹے تو وہ پھر پڑھنے لگی۔ وہ اتنی مگن تھی کہ ایک ہی انداز سے کھڑی تھی۔ دنیا و مافیہا بے خبر۔ اصل میں وہ امی کے پاس سلا کر آئی تھی۔ نائل بھی شام سات بجے تک آتا تھا۔

"وہ مسلسل میرے پیچھے لگی ہوئی ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ کیا کروں؟ خوبصورت سے اس کے سرخی مائل اس ستواں ناک، نازک سے گلاب کی پنکھڑی ہونٹ، حالانکہ دل مچل اٹھتا ہے کوئی شوخ سی حرکت کرنے کو، پھر رک جاتا ہوں۔ اعزاز نے مجھے بتایا کہ وہ مسلسل تعاقب کرتی رہتی ہے۔ آج تو اس نے حد ہی کر دی، میرے سے آ کر لگ گئی۔ اور یہ خبیث رابرٹ، اس نے فوراً میری اور اس کی تصویر کھینچ لی۔ میں نے کتنا غصہ کیا، جبکہ وہ خوش ہوئی تھی۔ پوری یونیورسٹی میں سب کے سامنے اس نے یہ حرکت کی تھی۔ سب تالیاں بجا رہے تھے۔ میری ئی پر پسینے کے قطرے نمودار ہو گئے تھے۔"

"اونہہ! یہ حرکتیں کی ہیں نائل حسن آپ نے۔" شہرینہ نے دانت پیسے غصہ بری طرح آنے لگا۔ اس انجانی اور دیکھی لڑکی پر غصہ آنے لگا جو نائل سے لپٹ گئی تھی۔ اس نے فوراً ہی ڈائری پٹخی تو وہ نیچے گر گئی۔ اس میں سے ایک نکلی۔ شہرینہ نے جھٹ اپنے قدموں سے ڈائری اور تصویر اٹھائی۔ تو وہ وہی تصویر تھی۔ جس میں وہ لڑکی نائل کے سے لگی ہوئی تھی، انتہائی واہیات لباس میں، منی اسکرٹ، سرخی مائل بال پشت پر پڑے تھے، دودھیا بازوؤں سے کو مضبوطی سے پکڑا ہوا تھا۔ نائل کے ہاتھ بھی اس کی پشت پر تھے۔ شہرینہ کے تو اور ہی آگ لگ گئی۔ ڈائری کو رہ شیلف میں لگایا۔ تصویر کو خود ہاتھ میں پکڑ لیا۔ وہ پھر دیوار کے ساتھ لگی ٹیبل تک آئی۔ اس پر بھی مٹی اور دھول ائی کتابیں تھیں۔ ایک البم بھی پڑی تھی۔ اسے بھی مشتاق نظروں سے دیکھا۔ جھٹ اٹھا کر صاف کیا۔ اور کھول کر ھا تو وہ نائل اور طائشہ کی تھیں۔ دونوں اس میں کافی کم عمر تھے۔ ایک تصویر میں ایک شخص کے ساتھ نائل اور طائشہ۔ یقیناً یہ نائل کے والد تھے، کیونکہ وہ بالکل نائل سے مشابہہ تھے۔ وہ اور تصویریں دیکھتی گئی۔ ساری ان کی ہی ا۔ صفائی تو کیا خاک کرتی۔ دل خراب ہو گیا اور وہ باہر آ گئی۔ تصویر اس کے ہاتھ میں تھی۔ ابھی اس نے اسٹور کا ازہ بند ہی کیا تھا کہ اسے پھر کچھ یاد آیا۔ واپس لاک گھما کر کھولا اور اندر آئی۔ بک شیلف سے نائل کی ڈائری اٹھا اکہ پڑھ سکے، نائل کے متعلق۔ اس نے ڈائری کو پرسوچ انداز میں اٹھایا۔ سینے سے لگائی اور تیزی سے باہر آ گئی۔ اپنے کمرے کا رخ کیا، کمرہ اس کا خاصا سمٹا ہوا تھا۔ بیڈ پر اس نے دوسری بیڈ شیٹ بچھائی تھی۔ اس نے ڈائری لی بیڈ پر بیٹھ گئی۔ اسے ذرا جھجکتے اور لرزتے ہاتھوں سے کھولا، کیونکہ کسی کی پرسنل ڈائری پڑھنا۔ یہ ایک غیر اخلاقی ت تھا۔ مگر یہ تو کسی کی نہیں اس کے ہسبنڈ کی تھی۔ فوراً ہی وہ سنبھل گئی۔ اور نگاہیں ان سطور پر لگا دیں۔

"آپی کی شادی بخیر و خوبی انجام پا گئی تھی۔ ساری تفصیل مجھے پھوپھو نے دی تھی۔ اب تو میرا دل چاہ رہا ہے آپی دیکھنے کو۔ مگر ابو کی زبردست ڈانٹ تو چودہ طبق روشن کر دیتی ہے۔ اور تو اور آج مجھے اطلاع دی کہ میرے پاکستان تے ہی میری بھی شادی کر دیں گے۔ اور مجھے یونیورسٹی کی رنگینیوں میں کھونے کو منع کیا تھا۔ مگر میں اس کا کیا کروں ما کے نازک ہونٹ اور نازک بدن مجھے اپنی جانب کھینچتا ہے۔ بعض اوقات تو چھونے کو دل مچلتا ہے، مگر یہ اعزاز ہر بیچ میں کود پڑتا ہے۔ اگر تھوڑی انجوائمنٹ کر لوں گا تو کیا ہوا۔ دیکھنا میں بھی چھو کر ہی رہوں گا۔"

شہرینہ نے زور سے ڈائری بند کی۔ غصہ ساتویں آسمان کو پہنچ گیا۔ بس نہیں چل رہا تھا کہ نائل سامنے ہوا سے کچا جائے۔

"اونہہ! تو یہ حرکتیں کرتے رہے ہیں پڑھنے کے بہانے فراڈی!" وہ بڑبڑائی۔ آنکھوں میں چڑ
گئیں۔ایک لمحے کو وہ سکتے میں رہی، مگر چونک گئی۔ اکٹھے اس نے دس بارہ صفحے پلٹے تو بلیک پین سے کچھ لکھا
"ابو کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ میں پاکستان جانا چاہتا ہوں۔ مگر ابو منع کرے جا رہے ہیں۔ اور ادھر
چھوڑ رہی۔ آج میں نے اپنی خواہش پوری کر لی تھی۔ وہ کیا سمجھتی تھی کہ میں اسے ایسے ہی چھوڑ دوں گا۔
لڑکیاں اپنا خود ہی نقصان کرتی ہیں۔ میرا کیا ہے، میں تو مرد ہوں۔ نقصان تو اس کا ہوا۔ کتنے لوگوں کے سا
بے عزتی ہوئی۔ آئندہ کسی بھی مرد کے قریب جاتے ہوئے وہ دس بار سوچے گی تو......"

آگے پھر لکھ کر چھوڑ دیا تھا۔ مزید وہ آگے پڑھنے والی تھی کہ امی کی آواز آئی کہ "ارسل اٹھ گیا ہے۔"
جلدی سے ڈائری کو چھپانے کے لیے جگہ تلاش کرنے لگی کہ نائل کے ہاتھ نہ لگے۔ بیڈ کے نیچے نہیں وارڈرو
ہے۔ اس نے تصویر کو ڈائری میں رکھ کر اپنے سائیڈ والے پورشن میں اسے رکھ دیا۔ اس نے بیڈ کے اوپر دیوار
پر نگاہ ڈالی، جو الارم بجا رہا تھا۔ سات بج رہے تھے۔ اتنی بے خبر رہی وہ۔ اس نے اپنے خوبصورت سے ڈریڈ
کے آگے آ کر بالوں کو درست کر کے کیچر لگایا اور باہر آ گئی۔ اس نے تیزی سے امی کے کمرے میں دوڑ لگائی
ارسل خوب چیخ چیخ کر رو رہا تھا۔

"اوکے اوکے، بیٹا! آئی۔" اس نے امی کی گود سے ارسل کو لیا تو وہ اس کے سینے سے چپک گیا۔ امی کے
میں تسبیح تھی۔ وہ ابھی نماز سے فارغ ہوئی تھیں۔

"میں نے تمہیں اتنی آوازیں دی تھیں۔" وہ اب بیڈ سے اتر کر سنگل صوفے پر جائے نماز اٹھانے بڑھی
جبکہ شہرینہ ارسل کو لیے بیڈ پر گم صم سی بیٹھی ہوئی تھی۔

"تم تو اسٹور کی صفائی کر رہی تھیں نا؟" انہوں نے بڑی جانچتی نگاہوں سے اس کا جائزہ لیا، جو کچھ
پریشان سی لگی ہونٹوں کو کچل رہی تھی۔

"جی، جی ہاں سوچا کہ کچھ دن بعد کروں گی۔ بہت ہی ڈسٹ ہے۔" اس نے آہستگی سے ان سے کہا مگر
اس کا منتشر تھا۔ کیونکہ اسے تو یہ بات دل و دماغ میں کھب گئی تھی کہ نائل نے اس لڑکی کے ساتھ اتنی غلط حرکت
کی؟

"میں تو کھولتی نہیں ہوں؟ ہاں جب نائل کے ابو زندہ تھے، طائشہ اور نائل کا اسٹڈی روم بنایا ہوا تھا ان
نے، بس پھر طائشہ کی شادی ہو گئی۔ اس کی تو پڑھائی بھی رہ گئی تھی۔ نائل امریکہ چلا گیا۔ ان کے ابو بیمار
لگے۔ بس پھر ادھر کوئی گیا ہی نہیں۔ میرا تو بالکل دل نہیں چاہتا ادھر کو جانے کو۔" وہ خاصی افسردہ او زرنجوری بولی
جائے نماز انہوں نے صوفے کے سائیڈ پر ایک جگہ خالی تھی ادھر بچھا لی۔ کیونکہ کچھ ہی دیر میں مغرب کی اذان ہو
والی تھی۔

"ادھر تو کافی کتابیں وغیرہ پڑی ہیں۔" وہ اب ارسل کو فیڈ کرانے کے بعد تھپک تھپک کر دوبارہ سلانے کی کو
کرنے لگی۔ مگر وہ اس کی گود میں لیٹا اس کے گلے میں پڑے گولڈ کے لاکٹ سے کھیل رہا تھا۔

"ہاں یہ نائل کی ہیں، طائشہ کی ہیں اور کچھ آمنہ کی بھی ہیں۔" وہ اب جائے نماز پر بیٹھ چکی تھیں۔ شہرینہ ان
مقدس اور پاکیزہ چہرے کو دیکھے جا رہی تھی۔ جو اسے غم زدہ سی لگیں۔

"نائل کے ابو کو بہت شوق تھا، طائشہ اور نائل کو پڑھانے کا، مگر قسمت دیکھو دونوں کی ہی پڑھائی نہ ہو
پائی۔ نائل کو ان کے انتقال پر Exam چھوڑ کر آنا پڑا۔ آمنہ نے لاکھ منع کیا، مگر ضدی وہ بچپن سے ہی ہے۔ کچھ

...بے ابو سے ڈرتا تھا۔" انہوں نے آنکھوں کی نمی صاف کی۔ آواز ان کی گھٹ سی گئی۔ شہرینہ خاصی گہری نگاہوں سے
...رہی تھی۔ اسی اثناء میں اذان ہو گئی تو وہ خاموش ہو گئیں۔ وہ بھی پھر ارسل کو اٹھا کر کھڑی ہو گئی۔

"میں نماز پڑھ لوں گی تو اسے لے لوں گی۔ تم اتنی دیر اسے لے لو۔ صبح سے تم نے بالکل اسے نہیں لیا۔" وہ اس
...ہولیں جو ارسل کو پیار کر رہی تھی۔

"اتنے میں اس کے ڈیڈی کے کپڑے نکال دوں۔ آتے ہی پھر شور مچائیں گے۔" وہ ان کے کمرے سے نکل
...ئی۔ مگر آج تو اس کا نائل کا کوئی کام کرنے کو دل نہیں چاہ رہا تھا۔ کیونکہ وہ تو سچے دل سے نائل کو چاہنے لگی تھی، مگر یہ
...زیادہ کسی اور کو پہلے ہی چاہتا تھا۔ اور شادی سے پہلے ہی اس نے خوب انجوائمنٹ کی ہے۔ اور وہ جو اس نے اپنی
پیدائش سے لے کر جوان ہونے تک کا عرصہ گزارا، اس کے بھی بوائے فرینڈ فارنر تھے۔ سارے اس کے ساتھ رہتے
تھے۔ مگر آج تک اس نے کوئی بھی ایسی حرکت نہ کی تھی کہ اس کی نسوانیت ختم ہوتی۔ اس نے اپنی حمیت کا خیال رکھا
تھا۔ حتیٰ کہ لباس بھی وہ ڈھکے چھپے پہنتی تھی۔ یہ سب پاپا کی تربیت کا ہی نتیجہ تھا کہ اس نے اپنی آزادی کا ناجائز فائدہ
نہیں اٹھایا تھا۔ ہاں ضدی اور خود سر ضرور تھی۔ مگر کبھی اپنے قریب کسی کو نہیں آنے دیا تھا۔ جب تک سامنے والا فریق
رضامند نہ ہو تو اس شخص کی کبھی ہمت نہیں ہو گی کہ وہ اسے چھوئے۔ کسی نے آج تک اسے چھوا تک نہ تھا۔ اگر یہ حق
حاصل ہوا تو نائل کو، کیونکہ اسے سرتاپا بدلنے والا بھی وہی تھا۔ اس نے کبھی نہ سوچا تھا کہ اس کی زندگی جرمنی سے آنے
کے بعد اس طرح بدلے گی۔ اسے اب تو زندگی، زندگی لگنے لگی تھی۔ نائل کے وارفتہ اور محبت بھرے انداز تو شہرینہ کو
اور مغرور بنا دیتے تھے کہ اس کی توجہ کا مرکز صرف وہ ہے۔ مگر یہ کیا، خوش فہمیوں کا محل دھڑام سے یوں گرے گا۔ نائل
پہلے ہی کسی کو چھو چکا تھا۔ اسے اپنی کم مائیگی پر رونا آیا۔ وہ لاؤنج میں صوفے پر بیٹھی تھی۔ ارسل کو اس نے نیچے چھوڑ دیا
تھا جو ٹیبل اور کاؤچ کا سہارا لے کر قدم بڑھا رہا تھا۔ اس کی توجہ اس کی جانب بالکل نہ تھی کیونکہ ارسل کا رخ اب ٹی وی
کی ٹرالی پر ہو گیا تھا۔ جو اس کی اسکرین پر ہاتھ مار رہا تھا۔ اور وہ ٹانگ پر ٹانگ رکھے مسلسل ناخن کتر رہی تھی۔ وہ اتنی
کھوئی ہوئی تھی کہ نائل کی آمد پر بھی نہ چونکی۔

"اے لڑکی! کہاں کھوئی ہوئی ہو؟" وہ مشکوک انداز میں اس کا جائزہ لینے لگا، جو تیکھے چتونوں سے اسے دیکھنے
لگی۔ اس وقت نائل بلیو جینز کی پینٹ اور بلیو دھاری دار شرٹ، اس پر گلے میں بلیو ٹائی اسے کافی ڈیشنگ بنا رہی تھی۔
شہرینہ نے نخوت سے منہ پھیر لیا۔ وہ اس کے آگے گھٹنوں کے بل بیٹھا ہوا تھا۔ اور ارسل کو اس نے ایک ہاتھ سے پکڑا
ہوا تھا۔

"آپ کب آئے؟" اس نے ذرا شپٹا کر پوچھا۔ اپنے گھنگھریالے بالوں کی لٹیں کان کے پیچھے کیں کیونکہ وہ
کافی بکھر گئے تھے، سٹرڈ کپڑوں میں کافی دلکش بھی لگ رہی تھی، مگر نائل کو دیکھنے سے اجتناب برت رہی تھی۔

"جب تم کھوئی ہوئی تھیں۔ ویسے کیا سوچا جا رہا تھا؟ میرے متعلق نا؟ چلو آج کا پورا دن تمہارے نام بلکہ رات
تمہارے نام۔" وہ ذرا شرارتی انداز میں معنی خیزی سے بولا۔ اور اٹھ کر شہرینہ کے برابر میں بیٹھ گیا۔ وہ تو تنک ہی
گئی۔

"ایسی ہی فری ہوں نا میں، نائل حسن! دیکھنا کیسے اب تمہیں بتاؤں گی کہ ساری لڑکیاں بے وقوف نہیں ہوتیں۔
اور وہ جو اس سے متنفر ہو گئی تھی۔



"خیریت تو ہے محترمہ! کیا ہوگیا ہے؟" اس نے شہرینہ کی کلائی پکڑ کے استفسار کیا۔

"کچھ نہیں ہوا ہے۔ بیوقوف تھی اب عقل آ گئی ہے۔" شہرینہ تلخی سے گویا ہوئی اور اپنی کلائی جھٹکے سے چھڑا

"بڑی جلدی خیال آ گیا۔" نائل نے مسکرا کر معنی خیزی سے دیکھا۔

"کھانا وغیرہ آپ کو کھانا ہو تو میں لگا دیتی ہوں، کیونکہ میں پہلے ہی تھکی ہوئی ہوں۔ اتنی دیر تک آپ بر‌داریاں نہیں کرسکتی ہوں۔"

"کم آن بیٹا! کم کم۔" شہرینہ کی بات کو نظر انداز کر کے وہ تالی بجا کر اب ارسل کو بلانے لگا، جو ٹی وی ٹرا ساتھ پھر لگا ہوا تھا۔ نائل کو دیکھ کر ایک قلقاری ماری تو نائل صوفے سے کھڑا ہوا۔ گھٹنوں سے پینٹ اوپر کی۔ اورا کے قریب جا کر بیٹھ گیا جواب کھیلنے لگا نائل کے ساتھ۔ شہرینہ نے ایک حسرت بھری نگاہ سے دونوں کو دیکھا۔ مج کتنی پرسکون تھی، مگر شام کو سخت کبیدگی اور بےزاری کا شکار ہوگئی تھی۔

"آج ڈنر ہم باہر کریں گے۔ تم تیار ہو جاؤ۔ اور آپی سے بھی مل کر آئیں گے۔" وہ ارسل کو ساتھ لگا کر کرتے ہوئے، شہرینہ سے مخاطب تھا۔

"آپ چلے جایئے گا۔ میری طبیعت خراب ہے۔" وہ اس کی چیزیں لے کر جانے لگی۔

"پھر ٹھیک ہے۔ پہلے تمہارا چیک اپ کروا کر میں تسلی کرلوں کہ تم آیا مجھ سے جھوٹ تو نہیں بول رہی ہو۔" ا شرارت سے پر انداز میں بولا تو وہ تو دانت پیسنے لگی۔

"مسٹر نائل حسن! اب ایسی کوئی بات ہوگی ہی نہیں۔ آپ کو یہ حسرت ہی رہ جائے گی۔" وہ یہ کہہ کر بے نیا سے گزر گئی۔ نائل بالوں میں ہاتھ پھیر کر رہ گیا۔

"یار! ایک نیا مسئلہ کھڑا ہو گیا۔ تمہاری ممی کا آخر اتنا موڈ کیوں آف ہے؟ پہلے انہیں رام کرنا پڑے گا۔ ورنہ تو گزارا نہیں ہوسکتا۔" وہ ارسل کو لے کھڑا ہو گیا۔ لاؤنج سے نکل کر اس کی تلاش میں نگاہیں دوڑانے لگا، جو پتہ کہاں گوشہ نشین ہوگئی تھی۔

• • •

آج اتوار تھا نائل تھوڑی دیر سے اٹھا تھا۔ مگر کل رات سے تو اسے بالکل ہی نیند نہ آئی۔ شہرینہ نے ڈریسنگ میں رات گزار دی تھی۔ وہ سوچ سوچ کر پریشان تھا کہ آخر شہرینہ کا موڈ آف ہے تو کیوں؟ اس سے برائے نام بات کی، مگر طنزیہ گفتگو کے انداز میں۔ اب بھی وہ خالی خالی نظروں سے چھت کو گھور رہا تھا۔ ارسل اس کے پہلو میں سو رہا تھا۔ اسے بھی چیک کرنے ایک بار بھی نہ آئی تھی۔ اس نے سوئے ہوئے ارسل کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ وہ کسم بھی۔ مگر پھر اس کی جانب کروٹ لے کر نائل کے سینے پر ہاتھ رکھ دیئے۔ وہ بغور اپنے بیٹے کو دیکھ رہا تھا۔ تب دھانی کپڑوں میں ملبوس شہرینہ آ گئی۔ ایک اچٹتی نگاہ بس نائل پر ڈال کر رہ گئی۔ ڈریسنگ ٹیبل سے برش اٹھا کر بالو میں کرنے لگی۔ آئینے میں سے بیڈ کا نظارا صاف ہو رہا تھا۔ نائل اسی پر نگاہ ٹکائے ہوئے تھا۔

"پوچھ سکتا ہوں کہ تم نے کل ڈریسنگ روم میں رات کیوں گزاری؟" اب ذرا وہ سنجیدگی سے استفسار کرنے لگا

کے برش کرتے ہاتھ رکے، آئینے میں سے ہی اسے دیکھا۔

"میری مرضی۔"

"شہرینہ! تم اب مجھ سے اس طرح گریز کرو گی؟ آخر تمہیں کل ہی کل میں ہو کیا گیا ہے؟" وہ خاصا جھنجھلایا ہوا

"کچھ نہیں ہوا بس عقل آ گئی مجھے جو تھوڑی دیر سے آئی۔" اس نے برش پٹخ کر رکھا۔ جھٹکے سے اس کی جانب گیا۔ مگر خاصے خطرناک تیوروں سے وہ الجھ کر رہ گیا۔

"کچھ دنوں کے لیے میں گھر جا رہی ہوں۔" وہ اب بیڈ تک آئی اور ارسل کو جھک کر اٹھانے لگی جو بےخبر سو رہا

"کیا وجہ ہوگئی کہ تم نے اچانک ہی جانے کا قصد کرلیا؟"

"مجھے پاپا اور سب گھر والے یاد آ رہے ہیں۔ رہی وجہ تو اپنے آپ سے پوچھیے کیا ہو سکتی ہے؟ میں تو آپ کو فری ئی نادل بہلاتے رہے کیونکہ بےوقوف جو ہوں۔" وہ بدستور اب ارسل کی پیکنگ چینج کر رہی تھی، جواب آنکھیں دل کر اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"بس شہرینہ! بس، تم سے میرا جائز اور شرعی رشتہ ہے۔ میں نے کوئی تم سے دل نہیں بہلایا۔ بیوی ہو اور میرے ےکی ماں ہو۔ سمجھی تم؟" اب اس نے رعونت اور دھونس بھرے لہجے میں کہا، ساتھ ہی اس کا دودھیا بازو پکڑ لیا۔ اس ےفہمائشی انداز میں نائل کے ہاتھ پر نگاہ جمائی، کیونکہ اسے اب نائل کا چھونا ناگوار گزر رہا تھا۔

"پلیز ڈونٹ ٹچ می!" اس نے سلگتے ہوئے لہجے میں کہہ کر اپنا بازو چھڑایا۔

"واٹ؟ کیا کہا ڈونٹ ٹچ می؟ شہرینہ! سوچ لو تم کیا کہہ رہی ہو! اور کسے کہہ رہی ہو!" وہ تو دھاڑ ہی اٹھا بلکہ بری رح تنتا گیا، اس کے اچانک کہنے پر۔

"میں بالکل رائٹ کہہ رہی ہوں۔ اور آپ کو کہہ رہی ہوں نائل حسن! کیونکہ میں نے دھوکہ کھایا ہے۔ اور اب بالکل آپ کی باتوں میں نہیں آؤں گی۔" اس نے ارسل کو گود میں اٹھا لیا۔ اس وقت نائل کا چہرہ دھواں ہو تھا آنکھوں میں حیرانگیوں نے ڈیرا جمالیا۔ دل کی رفتار بڑھ گئی۔ کیونکہ شہرینہ نہایت اکھڑا اور نخوت زدہ انداز میں ے دیکھ رہی تھی۔

"میں نے کیا دھوکہ دیا بتاؤ؟ تم مجھ پر الزام لگا رہی ہو۔"

"حقیقت جب سامنے آتی ہے تو جب ہی الزام لگایا جاتا ہے۔ اگر فرصت ملے تو اپنی ذات پر غور کیجیے گا۔ میں نے آپ پر Eligation کیوں لگایا؟" وہ اپنا جھولتا آنچل شانوں پر ڈال کر اب بیڈ سے اٹھ چکی تھی۔

"شہرینہ! تم میری اجازت کے بغیر بالکل نہیں جاؤ گی۔" نائل نے اب حکمیہ اور دوٹوک کہا تو شہرینہ کے قدم رک گئے۔

"میں جاؤں گی اور ضرور جاؤں گی۔" اس پر ازلی ہٹ دھرمی عود کر آئی تھی جو آج سے ساتھ آٹھ ماہ پہلے تھی۔ وہ لا اس طرح رویہ نہیں رکھنا چاہ رہی تھی۔ مگر جب سے اس نے نائل کو اور اس لڑکی کو تصویر میں گلے لگے دیکھا تو غصہ سے جا رہا تھا۔ اس سے پہلے کوئی اور لڑکی بھی اس کے قریب آ چکی ہے، یہ اس سے برداشت نہیں ہو رہا تھا۔

"سوچ لو پھر نتائج کی ذمہ دار تم ہوگی۔" اندر مچلتا انتشار یکلخت ہی سبک روی کی شکل اختیار کر گیا تھا۔ دل چاہ رہا تھا ایک رکھ کر جھانپڑ لگا۔ ئے شہرینہ کو، جو فضول کی بات نکال کر ایشو بنا رہی تھی۔

”آپ کے نتائج میں نے دیکھ لیے ہیں۔ اب مجھے آپ کی کوئی پرواہ نہیں۔ میرا بیٹا میرے ساتھ“ نے ذرا اکڑ کر فخریہ کہا۔ اور ارسل کو سینے سے لگا لیا۔

”یہ بیٹا میرا بھی ہے۔ سمجھیں تم!“ اب وہ بیڈ سے اتر کر تیزی سے اس کے قریب آ گیا، کیونکہ وہ اشتعال دلا رہی تھی۔ وہ ضبط کے کڑے مراحل سے گزر رہا تھا۔ مٹھیاں بھینچ کر اپنے غصے کو دبانے کی ناکام سرگرداں تھا۔ مگر لگتا تھا وہ کامیاب نہیں ہو گا۔

”پھر رکھیے اسے آپ کا ہے، تو واقعی یہ آپ کا ہی ہے۔ میرا کیا ہے؟ حتیٰ کہ آپ تک میرے نہیں ہیں۔“

”شٹ اَپ شہرینہ! بس بہت ہو گئی۔ تم حد سے بڑھ رہی ہو!“ وہ شہادت کی انگلی اٹھا کر اب اسے وارن لگا۔ ماتھے پر شکنوں کے جال بچھ گئے۔ آنکھوں میں آگ بھر گئی۔ آواز میں الگ کڑواہٹ اور زہر اگل رہا تھا۔

”حد سے میں نہیں آپ بڑھے ہیں، بلکہ بہت زیادہ حد سے۔“

”شہرینہ!“ اس نے شہرینہ پر ہاتھ اٹھا لیا۔ اور وہ ارسل سمیت جھنجھنا اٹھی۔ ارسل نے رونا شروع کر دیا لب کاٹنے لگی اپنی کم مائیگی پر۔

”مسلسل بولے جا رہی ہو اور بے تکان۔ اور نہ وجہ بتا رہی ہو۔ مسلسل الزام، ایسا کیا گناہ کر دیا میں نے سے بدل گئی ہو؟“ اس نے اب ارسل کو اس کی گود سے چھینا۔ وہ ننھا معصوم سا بچہ سہم گیا۔ اور وہ نائل سے لپٹ جبکہ شہرینہ روتی ہوئی جانے ہی والی تھی کہ وہ اس کا ارادہ بھانپ گیا۔ لپک کر اس کی کلائی پکڑی۔ وہ گرتے بچی۔ فوراً اس کے شانے سے آ لگی۔

”صبح صبح امی کے سامنے تماشہ بناؤ گی۔ جتنا رونا دھونا ہے یہاں رو لو۔ اور تمہارا جتنا دل چاہے اپنے پاپا رہنا مگر مجھ سے امید مت رکھنا کہ میں تمہیں لینے آؤں گا یا منانے آؤں گا۔“ وہ بھی اب سرد مہری اور رکھائی ہوا۔ شہرینہ صوفے پر بیٹھ کر رونے میں مشغول تھی۔ کتنی بے دردی سے اس کے رخسار پر جھانپڑ مارا۔ رخسار انگارہ ہو رہا تھا۔ نائل نے ایک لمحے کو بغور اس کا جائزہ لیا۔ ایک ترحم بھری نگاہ ڈالی۔ مگر نگاہ چرا گیا۔

”جتنا میں اِگنور کر رہا ہوں، محترمہ مسلسل مجھے زِچ کیے جا رہی ہیں۔“ وہ ارسل کو نیچے کارپٹ پر بٹھا کر گھس گیا۔ اس نے اس کے جاتے ہی وارڈروب کھولی۔ کپڑے نکالے اور بیگ میں بھرنے لگی۔ ارسل ہا لے کر اس کے پیچھے پیچھے گھوم رہا تھا۔ ایک نگاہ اس پر ڈالی۔ جو اسی کی جانب ہمک رہا تھا۔ کپڑوں کا ڈھیر بیڈ تھا۔ اب ڈریسنگ ٹیبل سے اپنی ضرورت کی چیزیں اٹھانے لگی، مگر دس چیزیں زمین بوس ہو گئیں۔

”دھونس جمانی آتی ہے۔ مزے کر لیے۔ اب بیوی مل گئی اس کے ساتھ کر لیے۔ واقعی ہم لڑکیاں بے ہوتی ہیں۔“ رخسار کو ہاتھ کی پشت سے پونچھتی چیزیں بیگ میں رکھ رہی تھی۔ نائل بھی نہا کر نکل آیا تھا۔ تیاری تو دماغ بھک سے اڑ گیا۔

”تم نے واقعی جانے کا سوچ لیا ہے؟“ وہ تولیہ گلے میں ڈالے اس سے مخاطب تھا جو ان سنی کر کے روب سے اپنا پرس نکالنے لگی۔ وہ اس کی طرف دیکھنا تک نہیں چاہتی تھی۔

”شہرینہ! تم واقعی جا رہی ہو؟“ اب وہ اپنا جواب نہ پا کر چیخ ہی پڑا۔

”ہاں جا رہی ہوں۔ آپ کا بیٹا ہے نا رکھیے اسے سنبھال کر۔“ حالانکہ اس نے یہ بڑے کڑے ضبط ایک حسرت بھری نگاہ ارسل پر ڈالی۔ اس کے بغیر کیسے رہے گی؟

”ٹھیک ہے جاؤ۔ مگر یہ ذہن میں رکھ کر جانا کہ لوٹ کر تمہیں آنا ہو گا۔ اور میں تمہیں لے کر آؤں گا!“

اب وہ اسے جتا کر دھاڑا۔

”یہ خواب ہی رہے گا کہ میں آؤں گی۔ واقعی سارے مرد فلرٹ ہوتے ہیں۔“

”سنو میں نے کوئی فلرٹ نہیں کیا۔ تمام سچے جذبوں کے ساتھ تمہیں اپنایا تھا۔ میرے جذبوں میں وہی صداقت میں بار بار اپنی محبت کو جتا کر باور نہیں کراتا بلکہ یہ ایسا لطیف سار چاؤ ہوتا ہے جو آنکھوں سے ہمہ وقت جھلکتا رہتا میں نے تمہارے ظاہر سے نہیں بلکہ باطن سے بھی محبت کی ہے۔“

”اونہہ! محبت پتہ نہیں کتنوں سے کی ہو گی۔“ وہ ہنکار کر رہ گئی۔

”پہلی اور آخری تم ہو، جس سے کی ہے۔ اب مزید میں نہیں کہہ سکتا۔ محبت کے بارے میں، تم جا سکتی ہو اگر لہجے میں ایک فیصد بھی سچائی نہ ہو تو۔“ اس نے تولیہ گلے سے کھینچ کر بیڈ پر ڈالا۔ وارڈروب سے اپنا استری فان کلر کا کرتا شلوار نکالا۔ وہ سکتے کی حالت میں بیگ پر ہاتھ رکھے بیٹھی تھی۔ آنکھوں سے برسات بھی جاری وہ دوبارہ چینج کرنے ڈریسنگ روم میں چلا گیا۔ اور وہ منجمد بیٹھی رہی۔ نائل چینج کر کے ارسل کو لے کر کمرے نکل گیا۔ بھوک زبردست لگ رہی تھی۔ وہ راہداری سے گزر کر ڈائننگ روم میں آیا تو امی ٹیبل پر بیٹھی اخبار پڑھ رہی تھیں۔

”امی! ناشتہ دے دیں بھوک لگ رہی ہے۔“ وہ اپنی ساتھ والی چیئر پر ارسل کو بٹھانے لگا۔ مگر ارسل کافی چلبلا تھا لیے وہ نہ بیٹھا۔

”شہرینہ تو تمہیں اٹھانے گئی تھی۔ گھر جا رہی ہے کچھ دنوں کے لیے۔“ وہ اخبار اسے دینے لگیں۔ اور خود کچن میں انے کے لیے اٹھ گئیں۔ ڈائننگ روم کے ساتھ ہی کچن تھا۔ باآسانی کچن اور ڈائننگ روم سے نظارا کیا جا سکتا تھا۔

”ہاں بیگ تیار کر رہی ہے۔“ اب وہ اخبار پھیلا کر مطالعے میں محو ہو گیا۔

”اخبار پڑھتے وقت غافل مت ہو جانا ارسل کی طرف سے۔ سیدھا کچن میں آتا ہے یہ۔“ وہ کاؤنٹر پر رکھے اؤل میں انڈا پھینٹ رہی تھیں۔ ایک نگاہ ارسل پر بھی ڈالی۔

”نہیں، دیکھ رہا ہوں اسے۔“ ارسل اب ڈائننگ ٹیبل کے پیچھے بیٹھا ہوا اسے دیکھ کر ہنس رہا تھا۔ نائل بھی اب اس کے ساتھ کھیل میں لگ گیا۔

شہرینہ بھی سپاٹ چہرے کے ساتھ آ گئی تھی۔ اس نے کوریڈور میں رکھے ٹیلی فون سے نمبر ڈائل کیے۔ اور عمر کو بلا لیا کہ وہ اسے لینے آ جائے۔ نائل نے ڈائننگ روم سے ساری حرکات و سکنات اس کی دیکھیں۔ دونوں کی نگاہوں کا تصادم ہوا تو وہ تو نگاہ چرا گئی۔ سیدھی کچن میں جانے لگی۔

”سنو، اسے تو اٹھا لو اس کے کھانے کا بھی خیال کر لو۔“ ساتھ ہی ہانک لگائی۔

”آپ کا بیٹا ہے۔ آپ رکھیے اس کا خیال“ نروٹھے پن سے کہا۔ مگر نہ چاہتے ہوئے بھی ڈائننگ ٹیبل کے نیچے نگاہ ڈالی۔ ارسل، نائل کے ساتھ مگن تھا۔

”تم نے جانے کا تہیہ کر لیا ہے؟ بے وقوف لڑکی! کیا کرنے جا رہی ہو؟“ وہ آہستگی سے گویا ہوا تا کہ امی نہ سن لیں ورنہ اگر امی کو بھنک پڑ گئی تو نائل کو ہی سخت سست سنائیں گی۔

”بے وقوف ہی تو بنتی رہی میں۔“ آواز بھیگی ہوئی تھی۔

امی ناشتے کی ٹرے لے کر آ گئی تھیں۔ وہ خاموش ہو گیا۔ بے قراری سے اس نے ٹرے لپک لی۔ امی نے اس کے لیے دو پراٹھے اور ہاف فرائی انڈے بنائے تھے۔ وہ خوش ہو گیا کیونکہ کافی عرصے بعد امی کے ہاتھ کا کھانے کو مل

رہا تھا۔

"واہ امی! مزہ آ گیا۔ آپ کے ہاتھ کے ذائقے کی تو کیا بات ہے۔" اس نے اب شہرینہ کو جلایا جو
جیسے وہ اس پر طنز کر رہا ہو۔

"امی! میں نے عمر کو بلایا ہے۔ وہ لینے آ رہا ہے۔"

"نائل کے ساتھ نہیں جا رہی ہو تم؟" وہ پوچھنے لگیں۔ حیرانگی بھی ہوئی نائل کو بھی دیکھا۔

"انہیں فرصت نہیں ہے شاید۔" اس نے نخوت زدہ لہجے میں کہا۔

"تم نے مجھ سے کہا کب؟ صبح ہی صبح بیگ تیار کر لیا۔ اب امی! بتایئے ایک میری چھٹی ہوتی ہے۔ یہ وہاں جا کر ضائع کر دیتی ہے۔" وہ منہ میں لقمہ لے کر بولا۔

"ارے تو گئی کب ہے اتنے دنوں سے۔" انہوں نے سائیڈ لی۔ وہ تیزی سے نکل گئی، کیونکہ اب اسے شوخ لہجہ برداشت نہیں ہو رہا تھا۔ بڑی مشکل سے اس نے خود کو سنبھالا تھا۔ عمر تو نہیں البتہ بلال اسے لینے آ اس نے وضاحت بھی نہ دی کہ کب آئے گی؟ ارسل کو جان بوجھ کر چھوڑ دیا تھا، کیونکہ نائل کا دھونس بھرا انداز ترازو ہو گیا تھا۔ امی کو ان دونوں کی لڑائی کا پتہ نہ تھا۔ نائل نے بھی بہانہ بنا دیا کہ وہ شام میں خود ارسل کو چھوڑ آ

● ● ●

شہرینہ کو آئے ہوئے دو دن ہو گئے تھے۔ سب کو تشویش بھی ہو رہی تھی کیونکہ وہ ارسل کو چھوڑ کر آئی تھی نے اور ابرار نے کئی بار پوچھا بھی، مگر وہ ٹال گئی مگر آمنہ پھر بھی ٹھٹھک گئی تھیں۔ اس نے باز پرس نہ کی۔ مگر طا ضرور کہا تھا اس کے متعلق۔

"تم پتہ تو کرو نائل کو فون کر کے، یہ اتنی اچانک آئی کیسے؟ اور وہ بھی بچے کو چھوڑ کر۔" آمنہ نے طائشہ سرمد کے لیے چائے بنانے آئی تھی کچن میں۔

"پھوپھو! نائل سے میں پوچھوں گی تو ضرور، مگر پہلے شہرینہ سے پوچھنا ضروری ہے۔ کہیں دونوں میں وغیرہ نہ ہو گئی ہو۔" طائشہ نے اب کیبنٹ سے کپ نکالے اور ٹرے میں رکھے۔

"دوسرا دن ہے ضرور پوچھ لو۔ کیونکہ وہاں ننھا سا بچہ ہے۔ بھابھی کیسے سنبھال رہی ہوں گی؟ یہ تو آرا ہے۔" آمنہ کو شہرینہ کی یہ حرکت پسند نہ آئی تھی کہ وہ بچے کو چھوڑ کر آئے۔

"میں نہیں چاہتی کہ ابرار کو پھر کچھ پتہ چلے۔ اگر کوئی لڑائی ہے تو ہم بالا ہی بالا نمٹا دیں۔" آمنہ خاصی تھیں۔

"پھوپھو! آپ فکر نہ کریں۔ اور رہی نائل کی بات اس کی خبر میں اچھی طرح لوں گی۔ اب یہ کیا حرکت شر دی ہے؟" طائشہ نے چائے کے بھرے مگ ٹرے میں رکھے۔

"تم بھی جاؤ۔ کل صبح فون کرنا، کیونکہ رات میں ٹھیک نہیں رہے گا۔"

"دیکھتی ہوں میں۔" طائشہ سر ہلاتی کچن سے نکل کر باہر آ گئی۔ کوریڈور کے پاس چیئر پر بیٹھے شہرینہ کو ٹیلیفون سیٹ بھی اس کے قریب دھرا تھا۔ وہ ایک لمحے کو ٹھٹھک گئی۔

"شہرینہ! کیا بات ہے؟ گڑیا!" اس سے رہا نہ گیا تو پوچھ بیٹھی، وہ پہلو بدل کر کھڑی ہو گئی۔ چہرے پر ا بشاشت رکھی ہوئی تھی۔

"کچھ نہیں، ابھی ان کا فون آیا تھا بات کر رہی تھی۔" اس نے نگاہ چرا کر کہا، مگر طائشہ بڑی مشکوک سی ا

آ گئی جیسے یقین نہ آیا ہو۔

نائل کا فون تھا۔ ارسل کو بلوا لیتی تم۔"

بھابھی! ارسل کو میں جان بوجھ کر چھوڑ آئی ہوں۔ اتنا تنگ کرتا ہے، سونے بھی نہیں دیتا، کمر درد کرنے لگی ہے

"وہ چیئر سے کھڑی ہو گئی۔ اور اپنا چہرہ بالکل اس کی جانب کر لیا۔ اس سے تو بات بھی بنائی نہیں آتی تھی۔

"بے وقوف لڑکی! بچے تو تنگ ہی کرتے ہیں۔ تم ابھی سے گھبرا گئیں۔ اور جو دو تین بچے ہو گئے تو کیا کرو گی؟"

نے ذرا معنی خیزی سے چھیڑا تو وہ جھینپ گئی۔

"ایک ہی ہمارا کافی ہے۔ دو تین، نو واٹ ان نوٹ فیئر۔" اس نے جھرجھری لی۔ اور لاؤنج میں رکھے کاؤچ پر دھنس گئی۔

"تم دونوں نے کمیٹمنٹ کر لی ہے؟"

"یہی سمجھ لیں۔" وہ ہلکی سی ہنسی کے ساتھ گویا ہوئی۔ مگر آنکھیں تو کوئی اور کہانی سنا رہی تھیں، جو طائشہ سے چھپی نہ رہ سکی۔ وہ بے کل اور بے قرار لگی۔ وہ یہاں رہتے ہوئے بھی یہاں نہ تھی۔ طائشہ نے مزید اور نہ بات کی۔ کمرے میں چلی گئی۔

"غالباً آپ چائے بنانے گئی تھیں، یا پائے گلانے گئی تھیں؟" سرمد اس کے اندر آتے ہی ذرا خفگی سے بولے، جو پچھلے آدھے گھنٹے سے بیڈ پر دراز چائے کے منتظر تھے۔

"پھوپھو سے ذرا باتوں میں لگ گئی تھی۔" اس نے چائے کا بھرا مگ انہیں پکڑایا۔ جواب بیڈ کی بیک کراؤن سے ٹیک لگائے اس کے سراپے میں کھوئے ہوئے تھے۔

"سنیے، چائے حاضر ہے۔" وہ ذرا جھینپی بھی، جو اتنے محو لگے۔

"آج تم ذرا چاہ سے پلا بھی دو، اپنے ان ہاتھوں سے۔" وہ ذرا ترنگ میں آ گئے۔ طائشہ نے حیا سے انہیں دیکھا۔ وہ ان کے قریب ہی بیٹھی تھی۔

"آپ کے صاحبزادے ابھی آ گئے نا، آپ کا سارا رومانس رفو چکر ہو جائے گا۔" اس نے اب ان کے قریب سے اٹھ کر کہا جو اس کی طرف ہی بڑھ رہے تھے۔

"یار! میں سوچتا ہوں، میں نے اپنی شادی کے اوائل دن گنوا دیئے۔ کتنا بے وقوف تھا میں۔ ہے نا؟" وہ حسرت سے سوچ کر رہ گئے۔ ایک ایک دن ذہن کی اسکرین پر آنے لگے۔ وہ کھو سے گئے۔

"طائشہ! تم نے شادی کے دوسرے دن اورنج سوٹ پہنا تھا۔"

"آپ کو یاد ہے ابھی تک جبکہ میں تو بھول گئی۔" وہ شرما کر گویا ہوئی۔ اور پھر اس نے بکھرے کھلونے اٹھا کر ٹوکری میں رکھنے لگی۔

"ہاں یاد ہے اچھی طرح۔" سرمد سر کے نیچے دونوں بازو رکھ کر لیٹ گئے۔ نگاہیں طائشہ پر ہی تھیں جو ادھر سے ادھر حرکت کر رہی تھی۔ مختلف کام نمٹا رہی تھی۔ وہ وسیع و عریض کمرے میں کھڑی ایک ٹک انہیں دیکھے گئی۔

"تم ادھر آ کر تو بیٹھو کیا کرنے لگتی ہو؟" وہ روٹھے ہوئے تھے۔ ان کا موڈ آج پچھلی باتیں کرنے کو چاہ رہا تھا، طائشہ اور ان سے تعلق رکھتی تھیں۔

"آپ چائے تو ختم کر لیں۔" وہ پنک سوٹ میں نازک سی لگ رہی تھی۔ چہرے پر ایک شادابی رہتی تھی جو سرمد کی محبتوں اور پیار کی تھی۔ جب سے انہوں نے طائشہ کو اپنایا تھا۔ وہ خوش رہنے لگی تھی۔

''چائے کو چھوڑو، بس ادھر میرے پاس بیٹھو۔'' انہوں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے پہلو میں گرا لیا۔ قریب ہی دراز ہو گئی۔ سرمد اس کا دایاں نازک مرمریں ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھ میں لیے ہوئے سیدھے تھے۔

''یاد ہے طائشہ! شادی کے دوسرے دن تم کتنا رو رہی تھیں۔ اور میں نے تمہیں کتنا ڈانٹا تھا۔''

''آپ اس کے علاوہ کچھ اور بات کریں نا۔'' اب وہ ذرا کرب سے بولی کیونکہ تلخ یادوں اور باتوں کو وہ اپنے دل و ذہن پر نہیں رہنے دینا چاہتی۔ بس ایک برا خواب سمجھ کر بھلا دیا تھا۔ مگر آج سرمد نے پھر سے تازہ کر دیا۔ زندگی کی کتاب الٹی کر دی۔ جہاں سے ان کی ابتداء ہوئی تھی۔

''نہیں یار! تمہاری اور میری باتیں ہوں گی۔'' انہوں نے مکمل اسے اپنے مضبوط بانہوں کے حصار میں طائشہ کے جانے کے تمام راستے مسدود کر دیئے۔ وہ تو پگھلی جا رہی تھی۔ ریشمی تھان کی طرح ان کے ہاتھ پھسل رہی تھی۔

''پلیز، آج آپ کو کیا ہو رہا ہے؟ انس آ جائے گا۔'' اس نے سرمد کو روکا جو خمار زدہ تھے۔ انہیں کچھ نہ سنائی دے رہا تھا اور نہ ہی دکھائی دیا۔ اس کے نرم گداز نازک وجود میں کھوئے ہوئے تھے۔

''طائشہ! میں نے وہ سب گنوا دیے، وہ دن کتنے خوبصورت ہوتے ہیں، میں نے وہ سب کھو دیئے۔ کیا ہمارے خوبصورت دن لوٹ کر آ سکتے ہی؟ کیا ہماری زندگی بیک نہیں ہو سکتی؟ میں وہ سب انجوائے کرنا چاہتا ہوں۔ تمہیں پیار کرنا چاہتا ہوں۔ تمہارے وہ سارے ارمان پورے کرنا چاہتا ہوں، جو تمہیں مجھ سے حاصل ہونے تھے۔'' جذباتی ہو رہے تھے۔ ان کی کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ طائشہ ان کی وارفتگی سے کچھ شرمائی، گھبرائی تھی۔

''آپ یہ کیا باتیں کر رہے ہیں؟ مجھے آپ نے ساری خوشیاں دے دی ہیں۔ مجھے آپ سے کوئی شکایت نہیں۔'' وہ ذرا کسمسا کر ان سے الگ ہوئی۔ سرمد اس کا چہرہ دیکھنے لگے۔ جہاں گلاب بکھرے ہوئے تھے، پر قوس و قزاح، آنکھوں میں محبتوں اور پیار کا سمندر تھا۔

''مگر طائشہ! پتہ نہیں کیوں؟ مجھے بار بار احساس کچوکے لگاتا ہے کہ میں نے ہر لمحہ تمہاری عزت نفس کو مجروح کیا ہے۔ تمہارے جذبات کو روندا ہے۔ کتنا برا ہوں میں۔'' وہ رنجیدہ سے ہونے لگے۔ وہ ایک ٹک انہیں دیکھے گئی۔ سرمد اب اسے ٹوٹ کر چاہتے تھے۔ اس کی ذرا سی تکلیف پر تڑپ اٹھتے۔

''آپ ایسا کیوں سوچتے ہیں؟ میں وہ سب بھیانک خواب سمجھ کر بھلا چکی ہوں۔ میں نے اپنی زندگی کے برے دن نکال دیے۔ اب بس مجھے اپنے یہ خوبصورت دن یاد ہیں۔ جس میں آپ مجھے بے پناہ چاہتے ہیں۔ مجھے کچھ نہیں چاہیے۔'' اس نے ان کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر مطمئن کیا۔ وہ ایک ہنسی ہنس کر رہ گئے۔ بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگے۔ کتنی صابر اور شاکر تھی۔ ایک بار بھی وہ حرف شکایت اپنے لبوں تک نہ لائی۔ انہیں اس کا یہی خوبصورت انداز ہی تو گھر کر گیا تھا۔

''آپ اچانک کھو سے کیوں جاتے ہیں؟'' وہ انہیں اپنی جانب وارفتگی سے دیکھتے پا کر جھینپ سی گئی تو ٹوکا۔

''کھو نہیں جاتا بلکہ بار بار احساس شرمندگی میں مبتلا ہو جاتا ہوں۔ تمہارا سب سے بڑا مجرم ہوں۔ تمہارا دل دکھایا ہے میں نے۔ نہ صرف تمہیں ذہنی، بلکہ جسمانی تکلیف بھی پہنچائی ہے۔ میں خود کو بہت لعنت ملامت کرتا ہوں۔'' وہ سنجیدگی کے ساتھ، شرمندگی اور خفت میں مبتلا نظر آئے۔

میں بھی کتنا بے وقوف تھا، اتنی اچھی لڑکی سے نفرت کرتا تھا۔''

''اب تو محبت کرتے ہیں نا۔ پھر یہ سب شرمندگی والی باتیں کیوں کر رہے ہیں؟ میں نے کبھی آپ سے شکایت بھی احساس دلایا؟ اگر کبھی میں نے روانی میں آپ پر طنز کر دیا ہو، تو پلیز معذرت چاہتی ہوں۔'' وہ سر جھکائے آہستگی سے اپنی مترنم آواز میں بولی۔ ہاتھ میں اس کے سرمد کا ہاتھ تھا۔ وہ ان کی قمیض کی آستین کے بٹن کو بند کر رہی تھی۔

''ارے! یہ میں نے کہا تم سے کہ تم نے طنز کیا ہے۔ کیا بکواس کر رہی ہو؟'' انہوں نے اس کا نازک ہاتھ پکڑ کر کھینچا تو وہ ان کے پہلو میں آ رہی۔ اچانک حملے سے حواس باختہ ہو کر ان کی خمار زدہ آنکھوں میں دیکھا جہاں محبت کی پھوار برس رہی تھی۔ طائشہ نے محجوب ہو کر پلکوں کی چلمن گرا لی۔ سرخ چہرے پر احمریں ہونٹوں کا کونا دانتوں میں دبا کر رہ گئی۔

''آئندہ اگر تم نے مجھ سے معذرت وغیرہ کی نا تو یاد رکھنا بری طرح پیش آؤں گا۔ پھر مجھ سے مت کہنا کہ میں زبردستی کی۔'' وہ معنی خیزی سے مسکرائے تو طائشہ جھینپ کر ان سے الگ ہونے لگی۔ اس وقت وہ ان کے قریب، ان کے رحم و کرم پر تھی۔ سرمد پر شوخیاں سوار ہونے لگیں تو وہ تھوڑا گھبرائی بھی، کیونکہ کمرے کا دروازہ آدھا وا تھا انس کے آنے کا احتمال تھا۔

''مما! مما! چاچو مار رہے ہیں۔'' انس بھاگتا ہوا اندر آیا تو دونوں ہی گڑبڑا گئے۔ جھٹ طائشہ کھڑی ہو گئی جبکہ سرمد پیچھے ہو کر لیٹ گئے۔ انس بیڈ پر چڑھ چکا تھا۔ اور سرمد کی گود میں گھس گیا۔

''انس! انس! ادھر آؤ۔'' بلال کی آواز باہر کمرے سے ہی آ رہی تھی۔ طائشہ نے اب انس کو گھورا۔ جتنا بڑا ہو رہا تھا اتنا ہی شرارتی ہو رہا تھا۔

''ضرور کچھ بگاڑ کر آیا ہے۔''

''بابا! چاچو آ لائے ہیں۔'' وہ اپنی توتلی زبان میں بولا۔ سرمد نے بھی اسے اپنے سینے سے لگا کر چھپا لیا۔

''بلال! اندر آ جاؤ۔'' طائشہ نے بلال کو اندر بلایا۔ وہ اجازت ملتے ہی اندر آ گیا۔ لمبا، چوڑا بلال اس وقت وائٹ قمیض، شلوار میں تھا۔

''اس نے ضرور تمہارا کچھ کام بگاڑا ہو گا؟'' طائشہ نے اس سے پوچھا۔

''بھابھی! انس نے میری بائیک کی چابی کہیں چھپا دی ہے۔ وہ پوچھ رہا ہوں بتا نہیں رہا۔'' وہ خاصا کھسیایا ہوا لگ رہا تھا۔ چہرے پر ایک بے زاری بھی چھلک رہی تھی۔

''بیٹا! بتاؤ چاچو کی بائیک کی چابی کہاں ہے؟'' سرمد نے اس کا چہرہ اوپر کر کے پوچھا۔ چاچو اپنی بھوری بھوری بلیوں جیسی آنکھوں سے ٹکر ٹکر دیکھ رہا تھا۔

''بابا! میلے پاش نہیں ہے۔'' اس نے سرمد کو جواب دیا۔

''انس بیٹا! جلدی بتاؤ ورنہ پھر میں آپ کو مار لگاؤں گی۔'' اب طائشہ اس کی جانب بڑھی تو وہ سہم کر سرمد سے لپٹ گیا۔

''بھابھی! ماریئے نہیں، بتا دے گا۔'' بلال نے اسے روکا۔

''کم آن انس بیٹا! جلدی بتاؤ؟'' سرمد پھر پوچھنے لگا۔

''بھائی جان! اسے میں خود پکڑ کر لے کر جاتا ہوں۔ جب ہی بتائے گا۔'' بلال نے اسے پکڑنے کی کارروائی کی تو اس کی قمیض کی سائیڈ جیب سے والٹ گر گیا، جو طائشہ کے پاس گرا۔ اس نے ایک نگاہ گری ہوئی چیز پر ڈالی۔ انس چیختا

رہا اور وہ اسے اٹھا کر لے گیا۔ جبکہ طائشہ حیرانی سے کھلے والٹ کو دیکھنے لگی۔ جھک کر اٹھایا سرمد کی جانب اس کی تھی۔ اس لیے اس نے چھپا لیا۔ والٹ کے سائیڈ پر جویریہ کی تصویر لگی تھی جو اس کی صدف کی شادی پر کھینچی گہری سوچ میں پڑ گئی۔

"سنو طائشہ! چائے تو دوسری بنا کر لے آؤ۔" وہ لیٹے لیٹے مخاطب ہوئے۔ طائشہ ایک دم چونک گئی والٹ اپنے پیچھے چھپا لیا۔ سرمد نے بھی توجہ نہ دی۔ وہ کروٹ لے کر لیٹ گئے۔

"آں ہاں۔" وہ خواب کی سی کیفیت میں بولی۔

"چائے کہہ رہا ہوں دوسری بنا کر لے آؤ۔ اور ہاں جلدی آنا۔ پائے سمجھ کر گلانے مت بیٹھ جانا۔" نہ مگر نگاہوں میں معنی خیزی تھی۔ وہ ہلکی سی ہنسی ہنس کر رہ گئی۔ اس نے والٹ کو وارڈروب کھول کر اپنے پرس میں کہ سرمد کے ہاتھ نہ لگے۔ سبک خرامی سے چلتی ہوئی آئی۔ سائیڈ ٹیبل سے کپ اٹھایا اور باہر نکل گئی۔

• • •

دونوں میں کافی دنوں سے کوئی بات چیت نہیں ہو رہی تھی۔ وہ اعزاز کی جانب بس چور نگاہ ڈال کر رہ جاتی وہ خود لاتعلق بنا ہوا تھا۔ گھر کی فضا بھی بدل گئی تھی۔ کوئی کسی سے بات نہیں کر رہا تھا۔ فراز الگ اپنی پڑھائی معروف تھا۔ میڈیکل کا پہلا سال تھا اس لیے وہ انتھک محنت میں لگا ہوا تھا۔ اس لیے اسے سر کھجانے کی بھی فرصت نہیں تھی۔ عفرا بھی الگ چپ چپ سی رہنے لگی۔ صدف سے بھی کھنچی کھنچی رہتی۔ زینب وقتاً فوقتاً اب صدف پر ٹوک کرنے لگی تھیں۔ جبکہ انعام احمد انہیں منع کرتے، مگر وہ تو جیسے ان کی سن ہی نہیں رہی تھیں۔ صدف کا دل کم لگا تھا۔ گھر بھی نہیں جا سکتی تھی۔ گھر کا ماحول ہی ایسا ہو گیا۔ وہ بس میکانکی انداز میں اپنے فرائض ادا کر رہی تھی۔

"یہ اعزاز اب رات کو کچھ دیر سے آنے لگا ہے؟" انعام احمد نے زینب سے استفسار کیا، جو ڈائننگ ٹیبل اچار کی شیشیوں کو صاف کر رہی تھیں، کیونکہ اچار وہ کانچ کی شیشیوں میں رکھتی تھیں۔

"ہو گا اپنا کام، ظاہر ہے دیر سے ہی آئے گا۔" وہ ذرا رکھائی سے بولیں۔ صدف پر ایک طنز بھری نگاہ ڈالی ٹیبل پر اب برتن سیٹ کر رہی تھی۔

"پھر بھی ایک آدھ بار فون تو کر لیا کرے۔ کیا صبح ہی نکل جاتا ہے؟ اور رات کو بھی دیر سے آتا ہے۔ بے چاری رات گئے تک جاگتی رہتی ہے۔"

"بیوی کا کام ہی جاگنا ہوتا ہے۔ اب اگر یہ جاگ رہی ہے تو کوئی احسان کی بات نہیں ہے۔" انہوں نے کٹھور پن سے کہا۔ صدف سر جھکائے ٹیبل پر برتن لگاتی رہی۔ آنکھوں میں نمی بھی آئی۔ مگر صبر کا گھونٹ بھر کر بحث کرنا تو اسے آتا ہی نہ تھا۔

"زینب! تم کس طرح کی باتیں کرنے لگی ہو؟" انعام نے چونک کر انہیں دیکھا، جو لاؤنج میں صوفے پر ٹی وی دیکھ رہے تھے۔ ڈائننگ ٹیبل بھی ساتھ ہی تھی۔ ڈائننگ ہال سے بھی ٹی وی باآسانی نظر آ جاتا تھا۔ فراز وہیں بیٹھ کر دیکھتا تھا۔

"ٹھیک کہہ رہی ہوں۔ میں نے اٹھارہ سال آپ کے بغیر دن گزارے ہیں۔ بچوں کو بھی سنبھالا۔ اور اگست میں آپ کا انتظار کرتی تھی۔ مگر آپ ہر بار ٹال دیتے تھے۔ اور میں انتظار ہی کرتی رہتی تھی۔" جواب تو پاس موجود نہ تھا۔

"ہماری بات کہاں سے آ گئی۔" وہ چونک کر انہیں دیکھنے لگے۔

ہماری بات اس لیے آئی کہ ہر لڑکی اور عورت کو شوہر کا انتظار کرنا پڑتا ہے، وہ دیر سے آئے یا جلدی۔" انہوں نے شیشیاں اٹھائیں اور ٹوکری میں رکھنے لگیں۔ صدف کو آوازیں باخوبی سنائی دے رہی تھیں۔

بلیم کا فون پر فون آ رہا ہے۔ پوچھ رہی ہے، کب تک آئیں گے یہ دونوں؟ میں نے بتا دیا ہے پاسپورٹ کھو گیا دونوں کا۔" انہوں نے بالکل بھی صدف کی پرواہ نہ کی، اس کے دل پر کیا گزر رہی ہے۔ وہ سنک پر کھڑی تھی۔ سے پانی ٹپ ٹپ گر رہا تھا۔ مگر وہ کس سے کہے یہ سب۔ گھر بھی نہیں جا سکتی تھی جب تک گھر کا ماحول ٹھیک نہ ہو۔ اعزاز الگ سرد مہر بنا ہوا تھا۔ اس کی جانب نگاہ تک نہیں کرتا تھا۔

"اب وہ فکر کرتی رہے گی۔"

"ظاہر ہے کرے گی۔ مگر بتانا بھی تو ضروری تھا، کیوں نہیں آ رہے۔" وہ چیئر کھسکا کر اٹھیں۔ ٹوکری اٹھا کر دیوار گیر الماری میں رکھ دی۔ کچن کی دیگر ضروری چیزیں بھی اسی میں رکھی جاتی تھیں۔

"بات تم بنا بھی سکتی تھیں۔ وہ پہلے ہی اعزاز سے خائف ہے۔ اب وہ سمجھے گی کہ اعزاز جان بوجھ کر بہانہ بنا رہا ہے۔"

"بہانہ کیوں بناتا۔ ظاہر پاسپورٹ کھو گیا۔ بتانا تو ضروری تھا۔ اب گھروں سے یہ چیزیں بھی ادھر ادھر ہونے لگی ہیں۔"

صدف کے دل پر ایک اور پتھر مارا۔ وہ لب بھینچ کر اندر کی سسکیوں کو دبانے کی کوشش کر رہی تھی۔ مگر دل کا درد پھر آنکھوں میں نمایاں ہونے لگا۔ چند ثانیوں سے وہ بس یونہی سر جھکائے کھڑی رہی۔ حالانکہ بہت سے تقاضے کس خوبی سے نبھائے تھے۔ اسے اپنا حلق خشک ہوتا ہوا محسوس ہوا۔ گلے میں کانٹوں کی چبھن ہونے لگی۔ دل گھبرانے لگا۔ اس نے بڑی مشکل سے خود کو سنبھالا اور بمشکل فرج تک آئی۔ پانی کی یخ ٹھنڈی بوتل نکالی، حالانکہ وہ ایسے موسم میں ٹھنڈا پانی پینے سے گریز کرتی تھی، مگر اندر تو آگ ہو رہی تھی اسے تو بجھانی تھی۔ اس کے چہرے پر واضح پژمردگی آنے لگی۔ وہ برسوں کی بیمار لگنے لگی تھی۔ خود کو کاؤنٹر کا سہارا دے کر اسٹول پر گرا لیا کیونکہ ٹانگوں میں لگتا تھا جان نہ ہو۔ دل کی رفتار بھی کم ہونے لگی۔ زرد کپڑوں میں زرد ہی لگ رہی تھی۔ فراز پانی پینے کے لیے کچن میں آیا تو اس کی حالت ابتر دیکھی۔

"بھابھی! مانا کہ میں ابھی مکمل ڈاکٹر نہیں بنا۔ مگر پھر بھی ڈاکٹر ہوں۔ چاہے آدھے سے بھی کم، بلڈ پریشر وغیرہ تو چیک کر سکتا ہوں۔" وہ سمجھا کہ صدف اس سے یوں اجتناب برت رہی ہے۔

"فراز! یہ بات نہیں ہے۔ بس تھکن محسوس ہو رہی تھی تو اسٹول پر بیٹھ گئی۔" وہ اب تو ابرز پر رکھ کر چولہا جلا چکی تھی۔ سلو ٹیاں پکانی تھیں۔

"مگر آنکھیں تو کچھ اور کہہ رہی ہیں۔" اس نے سینے پر بازو لپیٹ کر اس کا تفصیلی جائزہ لیا، کیونکہ کافی عرصے سے وہ اس سے بھی کترائی ہوئی رہتی۔ شرمندگی بھی اسے واضح نظر آتی۔ مگر فراز کو تو کسی سے بھی شکایت نہ تھی۔ صدف نے آٹے کی خشکی ایک تھالی میں نکال کر گوندھے ہوئے آٹے سے پیڑے بنانے لگی۔ خود کو معروف ظاہر کرنے لگی۔ مگر ذہن تو منتشر اور مضمحل ہو رہا تھا۔ کام میں بھی دل نہیں لگ رہا تھا۔

"کھانا کھاؤ گے؟" اس نے بات کا رخ بدلا۔ مگر فراز تو اس کا جائزہ لینے میں مشغول تھا، جو بار بار پہلو پر پہلو بدل رہی تھی۔

"کھانا تو میں سب کے ساتھ کھاؤں گا، جب بھائی آ جائیں گے۔"

''انہیں تو روز دیر ہو جاتی ہے۔ تم اور عفرا ایسا کرو کھالو۔ کیونکہ عفرا کو پھر جلدی نیند آ جاتی ہے۔ اسکول اٹھنا ہوتا ہے۔'' اس نے روٹی بیل کر توے پر ڈالی۔

''کتنی ہی دیر میں وہ آئیں۔ میں جبھی کھاؤں گا ان کے ساتھ ہی، مگر پہلے آپ باہر نکلیے۔ مجھے آپ کا ... کرنا ہے۔ کہیں آپ کا بی پی لو نہ ہو؟''

''فراز! واقعی ایسی بات نہیں ہے۔ تم باہر جاؤ۔ اپنا کام کرو۔'' اس نے فراز کو ٹالا۔

''جا تو رہا ہوں، مگر آپ فارغ ہو کر آ جائیں۔ میں آپ کا چیک اپ ضرور کروں گا۔ بھائی کو تو لگتا ہے ... جاب زیادہ پیاری ہو گئی ہے۔'' اسے بھی اعزاز کی یہ حرکت ذرا نہیں بھا رہی تھی۔ وہ دیکھتا سب تھا مگر بولتا ... لیکن حرکات و سکنات پر نگاہ تھی۔

''سائیٹ پر کام ہو رہا ہے نا، اسی لیے مصروف ہیں۔'' اس نے روٹیوں کو کپڑے میں لپیٹ کر چنگیر میں رکھ... کو فریش بھی ظاہر کرتا تھا۔

''اچھا سائیٹ پر کام ہے۔ پھر ان کے موبائل پر آپ فون کریں۔ اور پوچھیے کب تک آئیں گے۔'' وہ بضد ... پھر وہ ان دونوں کی لڑائی بھانپ گیا تھا، اسی لیے اسرار تھا۔

''فراز! وہ مجھ سے کہہ کر گئے تھے، آ جائیں گے۔ تم جاؤ باہر۔''

''یہ تم ادھر کھڑے کیا کر رہے ہو؟'' زینب تنقیدی نگاہوں سے دیکھتیں اندر آ گئیں۔ صدف نے کن انکھیوں سے انہیں دیکھا۔ مگر بدستور روٹیاں پکانے میں منہمک رہی۔

''امی! بھابی کی لگتا ہے طبیعت خراب ہے۔ ان سے کہیے یہ آرام کریں۔ کیا کام میں لگ گئی ہیں۔'' فراز نے ان سے کہا جو فرج سے سلاد کی ٹرے نکالنے لگیں تھیں۔

''اگر طبیعت خراب تھی تو مجھ سے کہہ دیا ہوتا۔'' انہوں نے پھر طنز میں بجھا تیر مارا۔ صدف اپنی کم مائیگی پر کاٹنے لگی۔

''مجھ سے بھی کب کہا ہے۔ وہ تو میں آیا تو دیکھا اسٹول پر بیٹھی تھیں، گھبرائی ہوئی۔''

''جاؤ تم آرام کرو۔ میں پکالوں گی بلکہ سب میں کرلوں گی۔''

''امی! میری طبیعت ٹھیک ہے۔ خواہ مخواہ آپ سے کہہ دیا۔'' وہ جلدی سے بولی کیونکہ زینب کا موڈ خراب ہو جو اکثر ہی رہتا ہے۔

''خواہ مخواہ کیوں کہتا؟ ڈاکٹر بن رہا ہے۔ اندازے ٹھیک ہی لگاتا ہے۔ اگر آرام کرنے کو جی چاہ رہا ہے تو چلی جاؤ۔'' وہ اسے ہٹانے لگیں۔ صدف دھک سی رہ گئی۔ کیا کہہ رہی تھیں وہ، کتنا غلط مطلب لیا تھا۔ کچھ بولنے کے لیے لب ہلائے ہی تھے کہ زینب نے اسے گھورا۔

''میں کام سے بچتی تو نہیں ہوں۔'' اس نے ہلکی آواز میں کہا۔

''بی بی! ہم نے بھی دنیا دیکھی ہے۔ ہم بھی سمجھتے ہیں۔ کیونکہ جب لڑکیوں سے ذمہ داریاں نہیں نبھائی جاتیں تو وہ ایسے ہی حیلے بہانے کرتی ہیں۔'' اس لمحے وہ اسے کتنی سنگدل لگی تھیں۔ خود روٹی پکانے میں لگ گئی تھیں۔

''امی! بھابھی کا یہ مطلب تھوڑی ہے۔'' فراز کو بھی ان کا کہنا مناسب نہ لگا۔

''تم چپ کرو۔ نکلو یہاں سے اور کھانا کھاؤ جلدی سے۔ رات دیر تک پڑھائی کرتے ہو۔'' ساتھ ہی انہوں نے اسے جھڑک دیا۔ وہ لب بھینچ کر رہ گیا۔ صدف دھواں دھواں ہوتے چہرے کے ساتھ کھڑی تھی۔

... بھائی آئیں گے تو جب میں کھانا کھاؤں گا۔''

... اس کا انتظار فضول ہے، کیونکہ دماغ اس کا بھی درست نہیں ہے۔ چلو جاؤ۔'' وہ تیز لہجے میں ڈانٹ کر بولیں۔

''مجھے نہیں کھانا دانا۔'' وہ تلملا کر نکل گیا۔ جبکہ وہ ہنوز کھڑی تھی۔ سمجھ نہیں آیا کیا کرے۔ عجیب شش و پنج میں مبتلا ...

''کچھ توجہ یہاں پر بھی دے لیا کرو۔ دو دن سے وہ کھانا نہیں کھا رہا ہے۔ اور صبح ہی نکل جاتا ہے۔'' وہ بولیں تو ... سے رکنا اب محال ہو گیا۔ تیزی سے نکل کر باہر چلی گئی۔ انعام احمد نے اسے جاتے دیکھا جو روتی ہوئی گئی تھی۔ ... جب برداشت نہ ہوا تو کچن میں آ گئے۔

''زینب! تم کیسی باتیں کرنے لگی ہو؟ تم پر بالکل سوٹ نہیں کر رہا یہ انداز۔'' وہ خفگی سے گویا ہوئے۔ زینب نے زخمی نگاہ ان پر ڈالی۔ ان کا یہ انداز بھی اچانک بدلا تھا۔

''اگر میں اسے کچھ کہتی ہوں تو برے اس سے نہیں کہتی۔'' وہ روٹی سینکتے ہوئے بولیں۔ جبکہ انعام احمد کاؤنٹر سے لگائے کھڑے تھے۔

''مگر تمہارا یہ رویہ، وہ بھی طنز اور تلخی سے پر، اس میں اس بچی کا کیا قصور ہے؟ جو تم اسے سنائے جا رہی ہو۔ اپنی ... کو کہو وہ لاپرواہ ہے۔''

''سنیے ہمارے مرد لاپرواہ ہوتے ہیں۔ مگر بیوی کا کام ہوتا ہے کہ شوہر کی ہر چیز کا خیال رکھے۔ یہ کیا کہ دوسروں ... ڈال دو۔ مجھے اس دن کی وجہ سے بہت غصہ ہے کہ فراز سے اعزاز نے اتنے تلخ لہجے میں بات کی۔ کبھی ان ... میں ایسی ترش گفتگو نہ ہوئی تھی۔''

''تمہارا مطلب ہے، صدف کی وجہ سے اعزاز نے کی ہے؟'' وہ جھٹ بولے مگر انہیں زینب کی یہ بات پسند نہ ...

''اور کیا، اگر وہ سنبھال کر رکھتی تو شاید یہ نہ ہوتا۔'' انہوں نے آخری روٹی پکانے کے بعد برنر بند کیا۔ اور آٹا اٹھا ... ریفریجریٹر پر رکھا۔

''صدف کی وجہ سے نہیں، یہ اعزاز کا قصور ہے۔ وہ خیال رکھتا۔ بچی نے آتے ہی پورا گھر سنبھال لیا۔ اگر وہ ان ... ساری چیزوں کو حفاظت سے رکھتا تو یہ نوبت نہ آتی۔''

''بس رہنے دیں۔ میں مزید کچھ کہہ دوں گی تو آپ کو برا لگے گا۔''

''مجھے تو تمہاری عقل پر حیرانگی ہے کہ تم کیسی باتیں کرنے لگی ہو؟ بالکل اچھی نہیں لگ رہی ہو۔ ایسے لڑاکا عورتوں ... انداز میں۔ پڑھی لکھی باشعور عورت ہو۔ یہ کیا اور عورتوں کی طرح بہوؤں کو بکنا جھکنا شروع کر دیا۔'' وہ غصے سے ... ہوئے کیونکہ زینب کا یہ انداز انہیں ہضم نہیں ہو رہا تھا۔ وہ تو اتنی صلح جو عورت تھیں، مگر اچانک ان میں تبدیلی اچھنبے ... کا باعث تھی۔

''پڑھی لکھی باشعور وہ بھی ہے۔ خبر ہونی چاہیے کہ شادی کے بعد لڑکیوں کو کیسے طریقے اپنانے چاہئیں۔''

''تم اسے سکھاؤ سمجھاؤ۔ اب وہ اتنی بڑی تو ہے نہیں، پھر بھی دیکھو ذمہ داریاں اٹھائی ہوئی ہیں۔ اب یہ کیا ہر ... تان تمہاری اسی پر ٹوٹ رہی ہے۔ کچھ خبر اپنے بیٹے کی بھی لے لو کہ شادی کے بعد اس میں کیا تبدیلی آئی۔ کتنی ... سے گھر آنے لگا ہے۔ بیوی یہاں انتظار کر کر کے تھک جائے۔ مگر صاحبزادے کو ذرا احساس نہیں۔''

''یہ بھی کام بیوی کا ہوتا ہے، وہ کیوں آنے لگا ہے دیر سے۔'' وہ پھر بولیں۔

"اچھا بس کرو۔ بہت تم نے اسے سنا دیا۔ اب آ جائے اعزاز اس کی خبر تو میں لوں گا۔ آخر کب تک" کچن سے باہر آ گئے۔ دیکھا تو اعزاز آ چکا تھا۔ اور صوفے پر دراز تھا۔ خاصا تھکا تھکا بھی لگا۔

"آ گئے تم۔" وہ ذرا اکڑے تیوروں سے اسے گھورنے لگے۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ جوتے اتار کر کار... ہوئے تھے۔

"ابھی آیا ہوں۔"

"ٹائم دیکھا ہے تم نے؟" انہوں نے لاؤنج میں لگی کلاک پر اس کی نگاہ مبذول کروائی۔

"گیارہ بج رہے ہیں۔ آج تو پھر بھی جلدی آ گیا۔"

"یہ بتاؤ کہ کب تک ایسے ہی دیر سے آؤ گے؟" وہ اس کے سامنے والے صوفے پر براجمان ہو گئے... پر سنجیدگی نمایاں تھی۔ اعزاز بھی تھوڑا سنبھل گیا۔

"اعزاز! اگر میں تمہیں کچھ نہیں کہتا تو یہ مت سمجھنا کہ میں کچھ نوٹ نہیں کرتا۔ آنکھیں اور کان کھلے ر... سب نوٹ کرتا ہوں۔ کیا ہو رہا ہے کون کیا کر رہا ہے۔" وہ ایک ایک لفظ ناپ تول کر بول رہے تھے۔ جبکہ ا... کرنا دم سا سر جھکائے بیٹھا ہوا تھا۔

"ابو! مجھ سے کیا کوئی غلطی ہو گئی؟" اس نے بس اتنا پوچھا۔

"غلطی تو ہم سے ہوئی جو تمہاری شادی کر دی۔" وہ اسے آج خاصے غصے میں لگے۔

"آپ نے آتے ہی کیا اس کی گوشمالی شروع کر دی۔" زینب بھی کچن سے آ گئیں۔ ان دونوں کی گفتگو... گئیں کیونکہ اعزاز مجرم بنا ہوا نظر آیا۔

"زینب! تم بیچ میں مت بولو۔ مجھے اس سے بات کرنے دو۔" انہوں نے زینب کو سرزنش کی تو وہ اعزاز... میں ہی بیٹھ گئیں۔ مگر انعام احمد کو سخت ناگوار گزرا۔ اعزاز نے بھی ان کا موڈ دیکھا، جو کافی ناراض ہو رہے تھے۔

"ابو مجھ سے کہاں غلطی ہو گئی کہ آپ اتنے خفا ہو رہے ہیں؟" وہ بھی ذرا سنجیدگی سے گویا ہوا۔ مگر ڈر ڈر ک... بولا تھا، کیونکہ ابو کو جب غصہ آتا کافی زبردست تھا۔ وہ پہلو پر پہلو بدلے گیا۔

"غلطی تم سے نہیں، ہم سے ہوئی ہے۔ شادی کے بعد تو ہر آدمی میں تبدیلی آتی ہے۔ مگر تم دن بہ دن... بے اعتنا ہوتے جا رہے ہو۔ کچھ خبر ہے؟ احساس ہے؟ تم کتنی دیر سے گھر آنے لگے ہو؟ وہ جو جسے تم بڑی... محبتوں سے لائے ہو، اس کا کیا قصور ہے کہ رات گئے تک تمہارا انتظار کرتی ہے؟ اس نے تو سب کچھ چھوڑ... تم نے اب تک کیا کیا ہے، سوائے مسلسل اسے اذیت دینے کے۔" وہ درشت لہجے میں اس پر برس رہے... شرمندگی سے لب کاٹنے لگا واقعی یہ تو وہ بالکل ٹھیک کہہ رہے تھے۔ مگر اس دن کے بعد سے تو وہ صدف کی جانب... بالکل ہی لاتعلق ہو گیا تھا۔

"آپ آتے ہی شروع ہو گئے۔ کھانا وغیرہ تو کھانے دیتے۔" زینب کو انعام احمد کا برہم ہونا بالکل برداشت... ہوا۔ وہ جھٹکے سے کھڑی ہو گئیں۔

"کھانا یا اب کھاتا کب ہے۔ صاحبزادے باہر سے کھا کر آتے ہیں۔ یہاں ہم سب انتظار میں ہوتے... ہیں۔ اور بیچاری الگ بھوکی رہتی ہے۔ ہم تو پھر بھی کچھ دیر اس کا انتظار کرنے کے بعد کھا لیتے ہیں۔" وہ ساتھ... دلائل بھی دیتے گئے۔ جبکہ اعزاز اور ہی شرمندگی سے گڑ گیا۔ مگر منہ سے پھر بھی کچھ نہ بولا۔

"اگر اعزاز! تم نے اپنے یہی طور طریقے رکھنے ہیں تو اپنی بیوی کو اس کے میکے چھوڑ آؤ، کیونکہ مجھے نہیں...

...ہیں اب اس سے کوئی دلچسپی ہے۔"

"ابو!" وہ تو چونک کر، سر اٹھا کر انہیں دیکھنے لگا۔ یہ کیا کہہ رہے تھے؟ اور پھر اعزاز نے ایسا کب سوچا تھا۔ ...دف اور اس میں تھوڑی سی ناراضگی تھی۔ کسی دن وہ بھی دور ہو جاتی۔ مگر اتنا بڑا قدم وہ تڑپ ہی اٹھا۔ اس کے حلق ...ے تو الفاظ بھی نہیں نکلے۔

"میں ٹھیک کہہ رہا ہوں کیونکہ مجھ سے اس بچی کی خاموشی نہیں دیکھی جاتی۔ ذرا سی بات کا تم ماں بیٹے نے بتنگڑ بنا ...لا۔ اگر پاسپورٹ نہیں مل رہا تو دفع کرو۔ اس وجہ سے تم میاں بیوی آپس میں کیوں رنجش رکھتے ہو۔ اگر تمہارا جانا ...قسمت میں ہوتا تو ضرور جاتے۔ اور رہا نیلم اور بشریٰ کو سمجھانا، میری سمجھدار بیٹیاں ہیں۔ انہیں سمجھا دوں گا۔ تمہاری ...ماں کی طرح کم عقل نہیں۔" انہوں نے طنزیہ نگاہ ان پر ڈالی جو نگاہ چرا کر رہ گئیں۔ مگر بولی کچھ نہیں بس خاموش رہیں۔ ...اعزاز کو خواہ مخواہ صدف پر غصہ آنے لگا کہ وہ سمجھ رہا تھا کہ صدف نے ابو سے کہا ہے۔ ہتھیلی پر مکہ مار کر رہ گیا۔

"اور ہاں، اگر تم یہ سمجھ رہے ہو کہ صدف نے مجھ سے کچھ کہا ہے تو اس نے مجھ سے کچھ نہیں کہا۔ آنکھیں اور کان میرے بھی کھلے رہتے ہیں۔ کوئی غلط بات میں برداشت نہیں کروں گا۔ اگر تم نے صدف سے کچھ کہا تو اعزاز اچھا نہیں ہوگا۔" وہ ساتھ ہی سرزنش کے ساتھ اسے تنبیہ کر گئے۔ اور حیرانگی سے بس انہیں خالی خالی نگاہوں سے چند ثانیے دیکھتا رہا۔ درمیان میں رکھی سینٹر ٹیبل کو ٹھوکر مارتا وہ اندر کی جانب چلا گیا۔ انعام احمد نے فہمائشی انداز میں اسے دیکھا۔ زینب کا الگ منہ بن گیا۔

● ● ●

دوسرے دن تو وہ آفس ہی نہ گیا۔ غصے میں بیڈ پر پڑا رہا۔ بیڈ کے بیچوں بیچ لیٹا تھا کہ صدف کو نیچے کارپٹ پر لیٹنا پڑا تھا۔ وہ خوب سمجھ رہی تھی اعزاز کے غصے کی نوعیت، مگر اس نے بس ایک شکایتی نگاہ اس پر ڈالی تو اعزاز نے نخوت سے منہ پھیر لیا۔ وہ یہ سوچ رہی تھی کہ ان دونوں نے تو وعدہ کیا تھا کہ ان کے درمیان کبھی بھی یہ ناراضگی اور غلط فہمی کی دیوار تک حائل نہ ہو گی۔ وہ تو شہرینہ اور نائل کو کہتے تھے۔ ہر وقت لڑتے ہیں۔ اور اب ان میں کیا ہوا۔ وہی ہوا چلی اور صدف کے سارے خواب اور ارمان تک اڑا کر لے گئی۔ وہ بکھراں جذبوں کو تھپک کر سلا چکی تھی۔ کیونکہ اعزاز بھی اسے بالکل عام مردوں کی طرح حاکمیت جتاتا ہوا لگا۔ اس نے تو شروع سے غصہ دیکھا تھا۔ اپنے گھر میں سرمد بھائی کا، نائل کا، یاسر کا، اب اعزاز کا، کچھ بھی تو اس میں فرق نہ تھا۔ اعزاز اسے خاصے فاصلے پر دکھائی دیا۔ وہ لب کاٹتی اپنا تکیہ اٹھا کر اٹھی۔ دو تین بار اسے اٹھا چکی تھی۔ مگر اعزاز نے کوئی جواب نہ تھا۔ تکیہ وہ اعزاز کے قریب رکھنے کو جھکی تو اس نے بس ایک لمحے کو اس کی آنکھوں میں دیکھا، مگر فوراً اپنی داہنی جانب کروٹ لے لی۔ وارڈروب کے آئینے سے صدف کا عکس نمایاں تھا۔ وہ نب کچل رہی تھی۔ تیزی سے وہ واش روم میں گھس گئی۔ کیونکہ وہ اندر سے کافی گرم ہو رہی تھی۔ منہ پر ڈھیروں پانی مارا۔ رو رو کر آنسو بھی پانی کے ساتھ بہہ رہے تھے۔ اندر کی آگ کسی طرح کم نہ ہوئی۔ وہ بھیگے چہرے کے ساتھ باہر آ گئی۔ واش روم کے ساتھ ہی تولیہ اسٹینڈ تھا۔ اس نے گلابی تولیہ اٹھا لیا۔ اعزاز سیدھا لیٹا تھا۔ ایک نگاہ اس پر بھی ڈالی۔ آنکھیں ان سارے دنوں کی غمازی کر رہی تھیں۔

"آپ آفس جائیں گے تو آپ کے کپڑے نکال دوں؟" اس نے رخ موڑ کر پوچھا جو وارڈروب کے لاک پر ہاتھ رکھے ہوئی تھی۔ اعزاز نے اس کی پشت کو گھورا۔

"یہ احسانات کرنا مجھ پر آپ چھوڑ دیں۔ میرے ہاتھ موجود ہیں، میں خود نکال لوں گا۔" انتہائی کھردرے اور تلخ لہجے میں تڑخ کر کہا۔ صدف کے ہاتھ رک گئے۔

"کمرے کی باتیں تک اب باہر جانے لگیں۔ یہاں میں نے کسی سے کچھ کہا نہیں ہے۔ اور لوگ پھر بھی پھیلا رہے ہیں۔" اس نے ایک سلگتا ہوا طنزیہ تیر پھینکا جو صدف کے دل میں ترازو ہو گیا۔ وہ تیزی سے گھومی۔

"میں نے کسی سے کچھ نہیں کہا ہے۔" وہ روہانسی ہو کر گویا ہوئی۔ لب بھی لرزے۔ اعزاز اب بیڈ کی بیک سے ٹیک لگا کر دراز ہو گیا۔

"پھر کیا ان لوگوں کو الہام ہو گیا ہے؟"

"پلیز، اب اس طرح کی باتیں نہ کریں۔" وہ رو دی چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپا کر۔ اعزاز نے پہلو... اسے صدف کے آنسو اور ناراضگی ذرا برداشت نہیں ہو رہی تھی۔ مگر مرد تھا نا انا کا جھنڈا ہر وقت ساتھ رہتا... ایسا کب تھا۔ اس طرح کی عادت تو اس کی سرشت میں شامل نہ تھی۔

"بند کرو رونا دھونا۔ اور کم از کم میرے سامنے یہ ندیاں بہانے سے گریز کیا کرو۔ تم لڑکیوں کی قوم ہوتی ہی بے وقوف ہے۔" وہ جھٹکے سے کھڑا ہو گیا۔ نائیٹ شرٹ کے بٹن بند کیے۔ اور دو قدم آگے آ کر اس کے قریب آ... ڈر کر دور ہو گئی۔

"تمہارا اگر دل نہیں لگ رہا ہے یہاں تو جا سکتی ہو اپنے چاہنے والوں کے پاس۔" لب کاٹ کر بولا۔ گرم نگاہوں سے اسے دیکھا بھی جو سسکیوں سے رو رہی تھی اس کی سنگدلی پر

"بند کرو رونا تم۔" اس نے صدف کو پکڑ کر جھنجھوڑ ڈالا۔ وہ تو سہم گئی۔ رونے کو بریک لگا۔ کٹھورا اعزاز پر نگاہ... جو سپاٹ انداز میں اسے دیکھ رہا تھا۔ بکھرے بال اور آنکھوں کی سرخی، طبیعت میں بے چینی، کچھ بھی صدف سے... نہ لگا۔

"تم فوراً تیار ہو جاؤ۔ آج ہی تمہیں چھوڑ کر آؤں گا کیونکہ مجھ سے بالکل برداشت نہیں ہو رہا۔"

"مجھے جو برداشت نہیں ہو رہا آپ کا رویہ، ایسا میں نے کیا قصور کر دیا کہ فوراً یہ کہہ رہے ہیں کہ اپنے چا... والوں کے پاس جا سکتی ہو۔"

"کیوں آپ کی کوئی اور چاہنے والی آ گئی ہے جو مجھ سے دل بھر گیا؟"

"شٹ اپ صدف!" وہ دھاڑ ہی اٹھا۔

"سوچ سمجھ کر بولا کرو تم، سمجھی۔" اس کی تو غصے سے آنکھیں ابل گئیں۔ مٹھیاں بھینچ لیں۔ دانت پیسنے لگا۔ صدف کے اتنے قریب تھا کہ وہ با آسانی اس کے رخسار پر جھانپڑ لگا سکتا تھا۔ مگر وہ ان مردوں کی طرح نہ تھا کہ جو... بیویوں پر ہاتھ اٹھاتے ہیں۔

"میری بیوی موجود ہے۔ مجھے نہیں ضرورت دس دس چاہنے والیوں کی۔ پانچ سال امریکہ میں رہا ہوں۔ آ... تک کسی لڑکی کو میں نے آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا ہے۔" وہ تیز لہجے میں بولا۔ صدف نادم سی سر جھکا کر رہ گئی۔ کتنی... بات اس نے منہ سے نکالی۔

"کئی لڑکیوں نے میرے آگے دوستی کا ہاتھ بڑھایا، مگر میں نے کبھی کسی کی حوصلہ افزائی نہ کی۔" وہ اسے یقین دلانے لگا۔

"مگر میں یہ سب تمہیں کیوں بتا رہا ہوں؟ اونہہ!" وہ ہنکار کر واش روم میں گھس گیا۔

صدف زمین پر بیٹھ کر بری طرح رونے لگی۔ ایک یہ آنسو ہی تو ہیں ہم لڑکیوں کا سہارا، جنہیں بہا کر اپنے اندر کا کرب کم کرتی ہیں۔ اعزاز کا یہ دور دور رہنا، بالکل برداشت نہیں ہو رہا تھا، حالانکہ بہت سے تقاضے کس درجہ خوبی...

...رہی تھی۔ وہ متاسفانہ سانس بھر کر کھڑی ہو گئی۔

اعزاز نہا کر باہر نکل آیا۔ ایک نگاہ غلط اس پر ڈالی جو سوجی ہوئی آنکھیں لیے کھڑی تھی۔ وہ چند ثانیے یونہی دیکھتا... خود کو ندامت کی عمیق گہرائیوں میں اترتا محسوس کرنے لگا۔ فوراً نگاہ ہٹالی۔ ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے کے سامنے... بالوں کو تولیے سے رگڑنے لگا۔ صدف کی پشت اس کی جانب تھی۔ دل تو یہ چاہ رہا تھا کہ ساری ناراضگی اور خفگی... طاق رکھ کر، اس کے آنسو اپنے ہونٹوں سے چن لے۔ ان آنکھوں کو چوم لے جو مسلسل آنسوؤں کی ندیاں بہا... تھی۔ وہ اپنے اس فطری فعل سے خود کو بہت مشکل سے روک رہا تھا۔ وارڈ روب سے اپنا کرتا شلوار نکالنے لگا۔ جبکہ... تھا کر پھر واش روم میں چلی گئی۔ کہ سوجی آنکھوں کے ساتھ باہر جائے گی تو زینب کو پھر سنانے کا موقع مل جائے گا۔

"اونہہ بے وقوف لڑکی منانا بھی نہیں آتا۔ سارے کام میں کروں خود کچھ نہ کرنا۔" وہ بڑبڑاتا ہوا اپنا ہینگر شدہ... شلوار لیے اس کا منتظر تھا کہ وہ نکلے تو وہ چینج کرے۔ وہ ڈھیروں پانی بہا کر باہر نکلی۔ پورا چہرہ بھیگا ہوا تھا۔ آگے... پوری قمیص گیلی ہو کر جسم سے چپک گئی تھی۔ دوپٹہ سائیڈ پر پڑا ہوا تھا۔ اس نے ایک بھرپور استحقانہ نگاہ اس پر... رکھی۔ دل مچل اٹھا، سمیٹ لو۔ "مگر نہیں۔" اس نے خود کی نفی کی۔

"یہ کپڑوں سمیت کب سے نہانے لگیں تم؟" اس نے مسکراہٹ دبا کر کہا۔ وہ جھینپ گئی کیونکہ پوری بھیگی ہوئی تھی۔

"اگر اس وقت ہم میں ناراضگی نہ ہوتی تو موقع کا فائدہ میں بھرپور اٹھاتا۔" وہ یہ کہہ کر کپڑے لے کر باتھ روم... چلا گیا۔ وہ چونک کر رہ گئی خود کو سنبھالا۔ آئینے کے آگے آ کر اپنا جائزہ لیا، واقعی اس وقت بالکل بے قابو کرتی... لی۔ کیونکہ اعزاز کے دیکھنے کے انداز سے، وہ بلش ہو گئی۔ اعزاز چینج کر کے آیا تو وہ بھی اپنا پنک سوٹ نکال کر تیار... نے چل دی۔ جبکہ وہ تیار ہو کر باہر آ گیا۔

دونوں کو ہی کافی دیر ہو گئی تھی۔ انعام احمد نے ایک تنقیدانہ نگاہ اس پر ڈالی جو باہر جا رہے تھے۔ وہ ڈائننگ ٹیبل پر بیٹا تھا۔

"اسی انا شتہ مل سکتا ہے؟" وہ انعام احمد کو اپنی جانب دیکھتا پا کر کچھ گھبرایا بھی کہ ضرور پھر اس کی خیر نہیں۔

"آفس نہیں جانا تمہیں آج؟ کہ صدف کو اٹھنے کا بھی خیال نہیں رہا۔" انہیں خاصا ناگوار گزرا۔ اعزاز اخبار اٹھا کر اس میں منہمک ہو گیا۔

"صدف آ رہی ہے۔"

"ممانے پوچھا ہے کہ آفس نہیں جانا تمہیں کیا؟"

"آج چھٹی کا دل چاہ رہا تھا۔ صدف کو اس کے گھر چھوڑنے جا رہا ہوں۔" اس نے جان بوجھ کر بات بنائی۔ انعام احمد چونک کر مڑے۔

"ہاں چھوڑ آؤ۔ بے چاری سے کچھ کام نہیں ہو رہا۔"

"زینب! بس کرو۔ کیا بول رہی ہو تم!" انعام احمد چیخ پڑے دو قدم بڑھا کر وہ اب ڈائننگ ہال میں آ گئے، جبکہ اعزاز تو سٹپٹا گیا۔

"ٹھیک بول رہی ہوں میں۔" وہ چیئر گھسیٹ کر بیٹھیں۔

اتنے میں فریش سی صدف آ گئی۔ زینب نے ایک تنقیدی نگاہ اٹھائی تو وہ گڑبڑا سی گئی۔ بالوں کو کان کے پیچھے کرنے لگی۔ ایک چور سی نگاہ زینب پر ڈالی جو اعزاز کو ناشتہ دے رہی تھیں۔

"صدف بیٹی! تم واقعی گھر جا رہی ہو؟" انعام احمد بڑے شفقت اور شہد آگیں لہجے میں اس سے مخاطب

ہوئے۔ جبکہ زینب نے کڑوا سا منہ بنایا۔

"ابو! آپ اس سے کیا پوچھ رہے ہیں؟ میں لے کر جا رہا ہوں تو پھر پوچھنا ضروری ہے؟" وہ چابی لینے لگا۔ صدف کے اٹھتے قدم رک گئے۔ اس نے شکوہ کناں نگاہوں سے اعزاز کو دیکھا۔ وہ منہ پھیر کر رہ گیا۔

"تم احسان کس پر کر رہے ہو؟ اس پر یا ہم پر؟" وہ تو چراغ پا ہو گئے۔ ڈائننگ ہال سے ہی جانے لگے [illegible] کو یہ تکرار و بحث سے گھبراہٹ ہونے لگی۔ دل بھی دھڑک دھڑک کر لگتا تھا پسلیاں توڑ کر باہر آ جائے گا۔ لبوں پر زبان پھیرنے لگی۔ سارے ماحول میں ایک تناؤ اور کھنچاؤ، سوگواریت سی لگنے لگی۔

"آپ ہی تو کہہ رہے تھے کہ اسے اس کے میکے چھوڑ آؤں۔ اب خود ہی مجھے ڈانٹ رہے ہیں۔" وہ کپ [illegible]

"اعزاز! تم غور کرو خود پر کس انداز میں بات کر رہے ہو؟"

"کیا ہو گیا ہے آپ دونوں کو؟ روز روز کا تماشہ ہو گیا ہے۔" زینب تو تنگ ہی گئیں۔ صدف روتی ہوئی اندر گئی۔ اپنے بیڈروم میں تو نہیں، عفرا کے کمرے میں آ گئی۔ وہ بھی آج لگتا تھا اسکول نہیں گئی تھی۔ اپنا کام پھیلائے کام کر رہی تھی۔ صدف کو دھڑ سے بیڈ پر بیٹھنے پر چونک گئی کیونکہ رو جو رہی تھی۔

"بھابھی! آپ رو کیوں رہی ہیں؟" وہ گھٹنے ٹیکتی ہوئی اس کے قریب آ گئی۔ صدف کا چہرہ رو رو کر سرخ [illegible] آنکھوں میں مرچیں لگنے لگیں، سانس گھٹ رہی تھی، کتنے دن ہو گئے تھے اسے روتے، سسکتے۔

"لگتا ہے، اب رونا ہی قسمت میں لکھا ہے۔" وہ دانت پیسنے لگی۔

"پھر بھی بات کیا ہوئی ہے؟" وہ اب اتنی بچی بھی نہ تھی۔ سب خبر تھی گھر میں کیسا ماحول ہو رہا ہے۔ ان [illegible] کیا ہیں۔

عفرا ایک لمحے کو چپ ہو گئی۔ بغور اس کا تفصیلی جائزہ لیا۔ پھر اٹھ کر اپنی بکھری کتابیں سمیٹیں۔ اور [illegible] ترتیب سے رکھیں۔ اس پر ایک ترحم بھری نگاہ ڈالتی کمرے سے باہر آ گئی۔ آوازیں اسے ڈائننگ روم سے [illegible] تھیں۔ زیادہ اونچی آواز ابو کی تھی۔ وہ سہمی، لرزی، دل بھی دھڑکا کیونکہ جو کچھ ہو رہا تھا، اسی کی وجہ سے تو تھا۔ شولڈر کٹ بالوں کو سمیٹتی ڈائننگ ہال میں آ گئی۔ سارا منظر اور آوازیں صاف تھیں۔

"زینب! تم تو بڑے چاؤ سے بیٹے کی پسند بیاہ کر لائی تھیں۔ اب تم اتنی اچانک بدل کیوں گئی ہو؟"

"ابو! امی نہیں بدلی ہیں، بلکہ جسے بڑے چاؤ سے بیاہ کر لائے تھے وہ بدلی ہے۔ آپ امی کو کیوں مورد [illegible] رہے ہیں؟" وہ ہاتھ اٹھا کر چیخ ہی پڑا۔

"ہوش میں تو ہو تم وہ کیوں بدلے گی؟ ارے اس نے تو یہاں کے سارے اصول اپنائے۔ تم بتاؤ تم نے [illegible]

"میں نے اسے اپنایا۔ اور کیا نہیں کیا میں نے بتایئے؟" اس نے احسان جتایا۔ سنگدلی اور کٹھور [illegible] مہری اس کی شخصیت میں نمایاں لگی۔ انعام احمد استعجابی نگاہوں سے دیکھتے رہ گئے۔

عفرا نیچے سیڑھی پر کھڑی تھی۔ ہق دق سی دیکھ رہی تھی۔ اسے کیا معلوم تھا کہ رائی کا پہاڑ ایسے بنے گا [illegible] قدموں واپس اپنے کمرے میں آ گئی۔ لمبے لمبے سانس لینے لگی۔ صدف ابھی تک رونے میں مشغول تھی۔ آنکھیں رو رو کر سوج چکی تھیں۔ وہ صدف کے قریب آ کر بیٹھ گئی۔

"بھابھی! آپ روئیے نہیں پلیز۔" وہ بھی غمگین سی آواز میں بولی۔ صدف کے ہاتھوں کو اس نے [illegible] ہوا تھا۔

"میں آپ کا رونا نہیں دیکھ سکتی۔ آپ ہنستی مسکراتی اچھی لگتی ہیں۔"

صدف نے عفرا کے معصوم چہرے کو پیار بھری نگاہوں کے حصار میں لیا۔ وہ بچی بھی تو کملائی ہوئی لگی۔

"اعزاز بھائی بہت برے ہیں۔ آپ کو رلاتے ہیں۔" اسے اب اعزاز پر غصہ آیا۔

"عفرا! وہ تھوڑی رلاتے ہیں۔ میری کچھ طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ بس رونا آ گیا مجھے۔"

"بات مت بنایئے۔ ساری باتیں سن کر آ رہی ہوں میں۔" اس نے جھٹ اس کی نفی کی تو وہ لب بھینچ کر رہ گئی۔ خواہ مخواہ پھر ادھر ادھر دیکھنے لگی۔

"پتہ نہیں امی کو بھی کیا ہو گیا ہے؟ ہر وقت ابو سے لڑتی رہتی ہیں۔ بھائی جان بھی اب کافی بدل گئے ہیں۔ مجھ سے تو اب بات تک کرنے کی فرصت نہیں ہوتی۔" وہ روئے روئے انداز میں اس سے کلس کے کہہ رہی تھی۔

"عفرا! کیسی باتیں کر رہی ہو تم؟" اس نے عفرا کو فوراً ساتھ لگا لیا، جو اس کے کندھے سے لگ کر روہانسی ہو گئی۔

"امی آپ سے ناراض رہتی ہیں۔ بھائی جان الگ ناراض رہتے ہیں۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ امی اگر ناراض ہوتی ہیں تو ہونے دو میں تو نہیں ہوں ان سے۔ اور پھر رہے تمہارے بھائی جان وہ ذرا آفس کی جانب سے مصروفیت ہے نا، اس لیے ذرا چڑچڑے سے ہو گئے ہیں۔" وہ بات بناتے ہوئے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگی۔

"مجھے سب خبر ہے، بھائی جان سے میں خود ناراض ہوں۔" وہ منہ بسورنے لگی۔

"صدف! صدف!" اعزاز کی چیختی چنگھاڑتی آواز آئی تو دونوں ہی ہڑبڑا گئیں۔ عفرا اس سے الگ ہو گئی جبکہ صدف بھی گھبرا کر کھڑی ہو گئی۔ چہرہ آنچل سے صاف کیا۔ مگر آنسوؤں کے نشانات رخسار پر واضح تھے۔

"تم ادھر بیٹھی ہو۔ چلو فوراً میرے ساتھ۔" وہ تحکم بھرے انداز میں اس سے مخاطب ہوا، جو اب عفرا کے کمرے میں اندر آ چکا تھا۔ وہ لڑکھڑا کر رہ گئی۔

"مم، میں نہیں جا رہی کہیں بھی۔" وہ اٹک اٹک کر بولی، مگر اعزاز کا درشت اور قہر برساتا چہرہ اسے اور ہی ڈرانے لگا۔

"فوراً باہر آ جاؤ۔ میں گاڑی میں انتظار کر رہا ہوں۔ صرف پانچ منٹ ہیں تمہارے پاس، اس کے بعد ہمیشہ کے لیے رشتہ ٹوٹ جائے گا۔"

"جی! جی!" اب تو حواس باختہ ہو گئی۔ مگر وہ کسی بھی جذبات سے عاری لہجے میں کہتا لمبے لمبے ڈگ بھرتا کوریڈور سے نکل گیا۔ اور وہ جہاں تھی وہاں رہ گئی۔ وجود میں منوں وزن آ پڑا، قدم زمین پر جم گئے، آنکھیں پتھرا گئیں، کانوں میں سائیں سائیں ہونے لگیں، کئی لمحے یونہی منجمد ہوئے گزر گئے۔ عفرا بھی حیرانگی سے اس کی کیفیت دیکھنے لگی۔

جب مسلسل کار کا ہارن بجنے لگا تو صدف میں حرکت ہوئی اور وہ تیزی سے بھاگی۔ پاؤں کارپٹ میں رپٹ گیا۔ گرتے گرتے بچی۔ حواس باختہ سی وہ لاؤنج اور کوریڈور عبور کر کے، وہ دروازہ کھول کر باہر آ گئی۔ جہاں وہ پورچ میں کھڑی گاڑی میں بیٹھا ہارن دیئے جا رہا تھا۔ جلدی سے فرنٹ ڈور کھول کر بیٹھی۔ دونوں کی نگاہیں ٹکرائیں۔ اعزاز پورچ کے چکنے فرش پر گاڑی تیزی سے گزار کر مین گیٹ سے لے آیا۔ وہ تو خیر ہو گئی سامنے سے گزرتی موٹر سائیکل سے ٹکر نہیں ہوئی۔ وہ بھی ڈر گیا، جبکہ اس نے سینے پر ہاتھ رکھ کر اعزاز کا کاندھا پکڑا۔ پھر اس نے گاڑی آہستگی سے ڈرائیو کی۔ صدف دوڑتی، بھاگتی، گاڑیوں اور لوگوں کو ونڈ اسکرین سے دیکھتی رہی۔ گاڑی میں مکمل خاموشی تھی۔ اعزاز کے ماتھے پر کئی ناگواری کی لکیریں واضح تھیں۔ وہ لب کاٹتی رہی۔

اعزاز نے گاڑی لا کر جس ریسٹورنٹ کے باہر پارک کی تو وہ چونک گئی۔ گزشتہ سال وہ دونوں یہاں آئے تھے، جب

اعزاز اسے سب سے پہلے چھپا کر لایا تھا۔ نائل نے اس کا ساتھ دیا تھا۔ ادھر ہی تو دونوں نے محبت کا اقرار کیا تھا
"اترو نیچے۔" وہ گاڑی پارک کرنے کے بعد اس سے مخاطب ہوا جو کھوئی ہوئی تھی ماضی میں۔ اعزاز نے
اسے خالی نگاہوں سے دیکھا۔

"میں نے کہا محترمہ! اتریئے نیچے۔"

وہ چوں چراں کیے بغیر اپنا آنچل سنبھالتی اتر گئی۔ ساڑھے گیارہ کا ٹائم تھا اس لیے زیادہ رش نہ تھا۔ وہ اندر آ گیا۔ ماحول میں خاموشی سی تھی۔ میوزک بھی نہیں چل رہا تھا۔ اعزاز نے اسی جگہ کا انتخاب کیا جہاں وہ چکے تھے۔ وہ افسردہ سی بیٹھ گئی۔

اعزاز نے کھانے کا آرڈر دے دیا، کیونکہ اس نے ناشتہ بھی نہیں کیا تھا۔

"مجھے بھوک نہیں ہے، مجھے نہیں کھانا۔" وہ روٹھ کر بولی۔

"کیوں تم میری جان پر ظلم کرتی ہو؟" وہ ذرا مخمور لہجے میں ترنگ میں آ گیا۔ صدف نے چونک کر اٹھایا، جہاں اعزاز کی آنکھوں میں پہلے جیسی شوخی تھی۔ مگر وہ اب کسی خوش فہمی میں رہنا نہیں چاہتی۔

"آپ کی جان پر کیوں ہوتا؟ بلکہ میری جان پر ہوگا۔" ترخ کر بولی۔

"مگر تمہاری جان میری جان سے وابستہ ہے۔ کیا سمجھی تم؟" اس نے اس کے دونوں ہاتھ تھام لیے جو اس نے چھڑا لیے۔ اتنی جلدی وہ بدل کیسے گیا؟ اسے تو اب غصہ آنے لگا۔ اعزاز کا یہ انداز اسے بناوٹی لگا۔

اتنے میں ویٹر ان کے آرڈر کی ہوئی چیزیں لے آیا۔ ایک لمحے کو پھر خاموشی ہو گئی۔

"صدف! تم زندگی کو سمجھتی ہو یہ کیا ہے؟" وہ ویٹر کے جانے کے بعد اچانک ہی بولا۔ وہ تیکھے چتونوں سے دیکھنے لگی۔

"پتہ ہے صدف! یہ جو زندگی ہوتی ہے نا، بہت تلخ ہوتی ہے۔ اس میں سرد و گرم لہریں اٹھتی رہتی ہیں انسان کو مقابلہ کرنا ہوتا ہے ان لہروں کا، کیونکہ لہریں تو آ کر گزر جاتی ہیں۔ مگر اس کی جانے کے بعد جو بھونچال ہے نا انسان پر، وہ ٹوٹ کر بکھر جاتا ہے۔ مگر کچھ وجوہات ہوتی ہیں۔ کچھ ایسی تلخ باتیں ہوتی ہیں جو ہمیں برداشت ہوتی ہیں۔ اگر ہم خود کو لہروں کے حوالے کر دیں گے تو ہمارا نقصان ہوگا۔" وہ ٹھہر ٹھہر کر بول رہا تھا۔ وہ سپاٹ چہرہ بس سن رہی تھی، مگر سمجھ نہیں آ رہا تھا۔

"ان باتوں کا مطلب کیا ہے؟" بس اتنا بولی۔

"ان باتوں کا مطلب یہ ہے کہ تم اتنی جلدی گھبرا گئیں، امی کے رویہ سے۔"

"مجھے امی کا نہیں آپ کا رویہ برا لگتا ہے۔" وہ دبے دبے لہجے میں غصہ کر رہی تھی۔

"اس کی بھی تم ذمہ دار ہو۔" کتنی آسانی سے وہ اسے مجرم ٹھہرا رہا ہے۔

"ہاں میں ہی ذمہ دار ہوں۔ ہم لڑکیاں ہی ذمہ دار ہیں ہر بات کی۔ کوئی چیز گم ہو گئی تو طعنہ، میاں دیر سے آئے تو طعنہ، میاں صبح ہی بغیر کھائے نکل جائے تو طعنہ۔ ان سب کی آخر ہم ہی کیوں ذمہ دار ہوں؟ آپ مردوں کا کوئی قصور نہیں۔" وہ چیخ پڑی مگر پھر جگہ کا خیال کر کے آواز نیچی رکھی۔

"صدف! ہمارا رشتہ تو پیار کا رشتہ تھا۔ پھر یہ لہجوں میں کڑواہٹ کہاں سے آ گئی؟" وہ الٹا شکوہ کرنے لگا مان اور محبت سے۔

"آپ کی وجہ سے۔"

"میری وجہ سے؟ تم سوچ لو کیا کہہ رہی ہو؟" تلملا ہی گیا۔

"ہاں میں ٹھیک کہہ رہی ہوں۔ تنگ آ گئی ہوں میں یہ روز روز کی طنزیہ گفتگو سے، پلیز مجھے میرے چاہنے والوں کے پاس چھوڑ دیں۔" وہ منہ پھیر کر بولی حالانکہ دل کتنا کٹ رہا تھا۔ وہ دونوں تو ہر وقت پیار و محبت کے نشے میں چور رہتے تھے۔ تو اچانک ہی کس کی نظر لگ گئی، ان دونوں کو۔ اعزاز کو تو اس کے بغیر رہنا مشکل لگتا تھا۔ کچھ حال اس کا بھی ایسا ہی تھا۔ جب ہی شادی سے اب تک صرف دو بار رہنے گئی، وہ بھی ایک دن کے لیے۔

"صدف! وہ تو میں نے ایسے ہی غصہ میں کہہ دیا تھا۔"

"مگر میں سنجیدہ ہوں۔ مجھے آپ گھر چھوڑ دیں۔" اب ذرا کھسیا کر بولی۔ بار بار ماتھے پر ہاتھ پھیر رہی تھی۔ درد کی وجہ سے حالت عجیب تھی۔ وہ پرسکون نیند سونا چاہتی تھی۔ اپنے دل و دماغ کو پرسکون کرنا چاہتی تھی۔

"سنو کان کھول کر، میں تمہیں گھر بالکل نہیں چھوڑوں گا۔"

"کیوں ڈر ہے آپ کو کہ میں کچھ وہاں نہ بتا دوں۔" وہ ذرا اب تمسخرانہ انداز میں بولی تو اعزاز جز بز ہو گیا۔ یقیناً سچ کہا تھا۔

"مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے۔ تم اگر وہاں کچھ کہوں گی تو سوچ لو، مجھے نہیں سب تمہیں ہی کہیں گے۔ کیونکہ شہرینہ کی کسی نے سنی تھی جو اب تمہاری سنی جائے گی۔"

"جب ہی اتنی اکڑ ہے۔" وہ تنگ گئی۔ اعزاز کی جانب دیکھنے سے گریز کر رہی تھی۔ مگر وہ مکمل اس پر نگاہیں لگائے ہوئے رہا جو پنک سوٹ میں دل میں اتر جانے کی حد تک حسین لگ رہی تھی۔ اس پر اس کا ناراض انداز تو اسے اور ہی اچھا لگا۔

"یہی سمجھ لو۔ میں صرف یہ کر سکتا ہوں۔ تمہیں ملا کر لے آتا ہوں۔ چھوڑوں گا بالکل نہیں کیونکہ مجھ سے تمہارے بغیر نہیں رہا جاتا۔" وہ بولنے سے ذرا نہیں جھجکا تھا۔

"امی کے سامنے ذرا اپنا چہرہ فریش رکھا کرو۔ خواہ مخواہ میرے پیچھے لگ گئے ہیں۔" وہ بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگا۔ کافی پریشان بھی تھا۔

"اور آپ کی امی میرے پیچھے لگی رہتی ہیں۔"

"دیکھو امی کو میں بالکل کچھ نہیں کہوں گا۔" اس نے ہاتھ اٹھا کر اسے روکا۔

"میرا قصور کیا ہے؟ نہ میری آپ سے شادی ہوتی اور نہ یہ سب ہوتا۔" وہ جھنجلا کر رہ گئی۔ لب بھینچنے لگی۔ آنسوؤں کو بھی تو روکنا تھا۔ سب کے سامنے تماشہ نہیں بنانا تھا۔

"شادی تو میری تم سے ہی ہونی تھی کیونکہ محترمہ نے مجھے دیوانہ جو بنایا ہوا تھا۔"

"پلیز، بس کریں یہ جھوٹی باتیں......" وہ جھینپ کر رہ گئی۔

"اس وقت تم یہ کھاؤ، کیونکہ واقعی تم کافی صدیوں کی بیمار لگ رہی ہو۔ ناشتہ بھی نہیں کیا تھا۔"

"مجھے بھوک نہیں ہے۔ میرا دل نہیں چاہتا کھانے کو۔"

"ڈاکٹر سے چیک اپ کرا لیتی تم۔" وہ معنی خیز ہوا جبکہ وہ دانت پیسنے لگی۔

"بالکل ٹھیک ہوں میں، مگر میرا دل نہیں چاہ رہا کھانے کو ابھی۔"

"ویسے ہماری شادی کو آٹھ نو ماہ تو ہو چکے ہیں نا ابھی تک؟"

"پلیز، چلیں گھر، مجھے گھر جانا ہے۔" وہ اس کی بات کاٹ کر بولی تو وہ مسکرا دیا اس کے شرمانے پر۔ اس پر پھر

شرارت سوار ہوئی۔

''میرے خیال میں کم نہیں، تمہارا نا میں واقعی چیک اپ کروا لوں۔ کہیں تم مجھ سے کچھ چھپا تو نہیں رہی'' ... کی چھین اور موبائل اٹھا کر کھڑا ہوا۔

''کیا بے ہودگی ہے۔ آپ مجھے بس گھر چھوڑیں۔ اگر ایسی کوئی حرکت کی نا تو اچھا نہیں ہوگا۔'' وہ ا... دیتے ہوئے بہت اچھی لگی۔ وہ بل رکھ کر اس کا ہاتھ پکڑ کر باہر آ گیا۔ سورج اپنی آب و تاب سے چمک ... دونوں گاڑی میں بیٹھ چکے تھے۔ وہ ہنوز ناراض رہی۔

''میں ابھی تو تمہارے میکے چھوڑ دیتا ہوں، رات کو دس گیارہ بجے آ کر لے جاؤں گا، کیونکہ مجھے کہیں ... جانا ہے۔'' وہ گاڑی کو ڈرائیو کر کے مین روڈ پر لے آیا۔ وہ بولتا رہا اور وہ بس بہری بنی رہی۔

صدف کچھ نہ بولی باہر دیکھتی رہی۔ اعزاز نے اس کے بالوں کی لٹ کھینچی تو وہ چڑ سی گئی۔

''سنو، ساری ناراضگی بھلا دو۔ میں پہل کر رہا ہوں۔ معاف کر دو۔'' وہ اس سے معافی تلافی کرنے لگا ... وہ سخت بن گئی۔ رات کی ایک ایک بات یاد آنے لگی۔

''بالکل بکھر کر رہ گیا ہوں تمہاری وجہ سے، پلیز آج آ کر کر سمیٹ لینا۔'' وہ معنی خیز ہوا۔ مگر وہ ایسی بن گئی ... سن ہی نہ رہی ہو۔ وہ باتیں کرتا رہا وہ خاموش رہی۔ اسے گیٹ سے چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ صدف تیزی سے اندر آ ... کیونکہ کتنے دنوں بعد آئی تھی۔ سب سے ہی ملنے کو دل چاہ رہا تھا۔

● ● ●

شام میں اعزاز نائل کی طرف نکل گیا۔ کافی دنوں سے اسے بھی مل نہیں سکا تھا۔ آج آفس سے چھٹی کی ... لوگوں سے ملتے گزارا۔ مگر ذہن صدف کی ہی جانب بھٹکتا رہا۔

''کتنے دن ہو گئے؟'' اعزاز تو سن کر اچھل ہی پڑا۔ نائل کا پریشان چہرہ اسے ذرا فکرمند بھی کر گیا، جو ادھر ادھر چکر لگا رہا تھا مضطرب سا۔

''تین دن ہو گئے ہیں۔ اور تو اور فون پر بھی نہیں آئی۔'' وہ مضمحل منتشر سا تھا۔

''مسٹر! تم جا تو سکتے ہو۔ تم نے ارسل کو بھی روک لیا۔''

''یار! میں سمجھا کہ وہ رات تک واپس آ جائے گی۔ مگر یار الٹا ہی ہو گیا۔ میرا دماغ درد کرنے لگا ہے۔ سمجھ نہیں ... ہی ہے شہرینہ کو اچانک ہوا کیا ہے؟ اچھی بھلی تھی۔'' وہ دھڑ سے فلور کشن پر بیٹھا۔ ماتھے پر بے پناہ فکروں کے جال ... ہوئے تھے۔ اعزاز نے اس کا تفصیلی جائزہ لیا، جو بالوں میں بار بار ہاتھ پھیر رہا تھا۔ حلیہ بھی بے ترتیب سا لگا۔ ... دونوں میں نفرت کی دیوار حائل تھی۔ اور اب وہ اس کے بغیر ایک پل نہیں رہ سکتا تھا۔ یہی حال خود کا بھی تو ... گہری سوچ میں ڈوب گیا۔

''امی کو میں نے کچھ نہیں بتایا ہے کہ وہ کیوں گئی ہے۔''

''آنٹی نے ارسل کو روکنے پر اعتراض ظاہر نہیں کیا؟'' وہ صوفے کی بیک سے ٹیک لگا کر بیٹھا۔ دونوں ا... ڈرائنگ روم میں بیٹھے تھے، جو شہرینہ نے ہی اسٹائلش انداز میں ڈیکوریٹ کیا تھا۔ ہر چیز سے قرینہ ٹپکتا تھا۔

''میں نے کہا کہ شہرینہ اچھا ہے کچھ دن آرام کر لے گی۔ تنگ بھی تو یہ بہت کرتا ہے۔''

''تمہارا نا واقعی دماغ خراب ہے۔ ارے دوسرے دن ہی ارسل کو چھوڑ آتے۔ جب وہ خود وہاں انتظا... کرتا تو شہرینہ بھابھی دوڑی آتی۔'' اعزاز نے جھٹ ساتھ ہی مشورہ بھی دیا جو نائل کو معقول بھی لگا۔

''یار! مجھے پتہ ہے وہ پھر بھی نہیں آئے گی۔'' وہ نا امیدی سے گویا ہوا۔ فلور کشن سے اٹھ کر اب کرسٹل کی سینٹر ٹیبل ... پانی کی بوتل اٹھائی۔ اور گلاس میں پانی انڈیلنے لگا۔

''...رائی کرنے میں حرج تو نہیں۔''

''اگر مجھے پتہ چل جائے، شہرینہ کا بی ہیویر کیوں بدلا ہے تو شاید میں اسے ہینڈل کر لوں۔ یار! اب تو میں کچھ بھی ... بات نہیں کرتا۔ اتنا خیال رکھتا ہوں۔ پھر بھی مجھ سے کہاں غلطی ہو گئی کہ وہ بدل گئی؟ طنز بھری گفتگو کی اس نے، جو ... سمجھ سے بالاتر ہے۔''

''نبیل! یہ قوم نا عورتوں کی ہوتی ہی بے وقوف ہے۔ کتنا پیار برسا دو مگر جو ایک من میں سماتی ہے وہ کرتی ہے۔'' ... ی نہ چاہتے ہوئے بھی تلخ سا ہوا کیونکہ صدف نے بھی تو اسے بہت تکلیف اور اذیت دی۔ کتنا اسے ستایا مگر وہ اسی ... ح سرد مہر بنی رہی۔

''خیریت تو ہے؟ تم اور یہ بات کہہ رہے ہو؟'' نائل نے حیرت و استعجاب سے اسے دیکھا جو وائٹ کرتا شلوار میں ... را نکھرا تو لگا، مگر کچھ مغموم اور افسردہ بھی لگا۔

''میں بھی اس لیے کہہ رہا ہوں کہ ہماری بیگم بھی کچھ ایسے ہی دماغ کی ہیں، جیسی تمہاری ہے۔'' وہ ذرا مبہم سی ہنسی ... کے ساتھ گویا ہوا۔ ٹانگ پر ٹانگ جما کر وہ بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے اب نائل کو بتانا شروع کیا۔

''کیا کہہ رہے ہو؟ ذرا مجھے واضح انداز میں سمجھاؤ۔'' نائل مشکوک سا اب اس کے قریب ہی آ کر بیٹھ گیا۔ اسے تجسس بھی ہوا۔

جواب میں اعزاز نے ساری بات اسے بتا دی، کیونکہ کوئی بھی بات وہ ایک دوسرے سے مخفی نہ رکھتے۔ وہاں امریکہ میں بھی یہی کرتے تھے۔ نائل گھر کی ساری باتیں اس سے کرتا تھا۔ اور اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرتا۔

''مجھے صدف سے اتنی بے وقوفی کی توقع نہیں تھی۔ وہ تو خود شہرینہ کو سمجھاتی تھی۔'' وہ تاسف سے کہنے لگا کیونکہ اب اسے اعزاز پر ترس آیا۔ جو بظاہر تو بشاش نظر آیا، مگر اندر سے وہ کافی دلگرفتہ اور روہانسا تھا۔

''اب تم بتاؤ کہ اور کتنا اور کیسے معافی مانگوں؟ مگر یار! عجیب ضدی لڑکی ہے۔ مجھے تو حیرانگی بھی ہے کہ وہ ایسی لگتی تو نہ تھی۔''

''برادر! جو نظر آتا ہے وہ ہوتا نہیں ہے۔ اور جو نظر نہیں آتا وہ ہوتا ہے۔ یہی کچھ صدف کے ساتھ ہے۔ آخر ہے نا اس سر پھری کی بہن، اثرات تو پڑیں گے نا۔'' اس نے پھیکی ہنسی کے ساتھ کہا۔ وہ خود شہرینہ سے عاجز لگا۔

''کون سر پھری؟'' اعزاز شاید سمجھا نہیں۔ سوالیہ نگاہ اس پر ڈالی۔

''شہرینہ کی بات کر رہا ہوں۔ جو صرف دل سے سوچتی ہے دماغ سے نہیں۔ ہر کام الٹے کرتی ہے۔ سیدھی بات کم ہی سمجھ آتی ہے۔ اب تم دیکھو بات، نہ وجہ فضول میں وہاں جا کر بیٹھ گئی۔ پوچھ پوچھ کر تنگ آیا۔ بچہ میرا الگ پریشان ہو رہا ہے۔ دو دن سے امی کے پاس وہ سو رہا ہے۔ مگر ڈھونڈ تو وہ اپنی ماں کو رہا ہے نا۔'' اسے تو رہ رہ کر معصوم سے ارسل کا خیال آئے جا رہا تھا۔ جب سے آفس سے آیا تھا امی کو تنگ کر رہا تھا۔ ابھی تو سال کا بھی نہیں ہوا تھا۔ فیڈ تو وہی کراتی تھی۔ اب تین دن سے وہ عجیب چڑچڑا سا ہو گیا ہے۔

''میں صدف کو لینے جاؤں گا۔ تم بھی ساتھ ہی چلو شاید وہ آ جائیں۔'' اعزاز نے اسے ساتھ لے جانے کے لیے تیار کیا۔

''نہیں یار! تم جاؤ۔ شہرینہ کو میں ذرا اکیلے میں ہینڈل کروں گا۔'' وہ پر سوچ انداز میں بولا۔ اپنا معاملہ اب خود

نمٹانا ہے کسی کو خبر بھی نہ ہو۔

''مثلاً کس طریقے سے مجھے بھی بتا دو ذرا؟'' وہ سرگوشی میں ذرا شرارت سے گویا ہوا۔ نائل جھینپ کر اسے گھورا۔

''میں اپنے طریقے راز میں رکھتا ہوں۔'' اس نے ہنسی میں بات اڑائی۔

''یار! تم ساری راز کی باتیں مجھ سے کرتے ہو۔ اب تم یہ بھی چھپاؤ گے؟''

''ارے، ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں تو ایسے ہی کہہ رہا تھا۔'' نائل اب اعزاز کے سنجیدہ سے منہ بنا... دار انداز میں ہنس دیا۔

''اگر اس وقت میں تمہارے ساتھ گیا، تو دونوں سمجھیں گی کہ ہم دونوں نے ایک دوسرے کو بتا دیا... دونوں ضد پر اڑ گئیں تو نہ تمہارا معاملہ فٹ ہو گا نہ میرا۔''

''ہاں، بات تو معقول کی کیونکہ اتنا تو مجھے بھی خبر ہے، صدف نے ادھر کچھ کہا نہیں ہو گا۔'' وہ وثوق سے بولا۔

''لیکن مجھے توقع ہے۔ میری والی نے ضرور کہا ہو گا اپنی طرف سے پتہ نہیں کیا کیا۔ اور آپی تو بے چین... مجھے کھری کھری سنانے کو، کیونکہ کل فون پر مجھ سے بات کرنا چاہ رہی تھیں۔ لیکن میں نے لائن کاٹ دی... شروع ہو جاتیں۔'' نائل کو اندازہ تھا طائشہ ضرور اس کی گوشمالی کرے گی۔ حالانکہ اس بار تو اس کا کوئی قصور نہ تھا... قصور، بے خبری میں مارا جا رہا تھا۔ شہرینہ منہ سے کچھ بتاتی بھی نہ تھی۔

''یہ اب مجھے جا کر پتہ چلے گا کہ واقعی جو تم اور میں سوچ رہے ہیں وہ صحیح ہے یا غلط۔'' اب وہ ذرا نیم دراز ہو کر...

''اعزاز! پھر تمہارا امریکہ کا ٹور تو کینسل ہو گیا۔'' وہ پھر فلور کشن پر ٹیک لگا کر لیٹ گیا۔

''ظاہر ہے۔ پاسپورٹ جو غائب ہو گیا ہے۔ نہ یہ غائب ہوتا۔ اور نہ یہ نوبت آتی۔'' اسے رہ رہ کر افسوس ہو...

''ویسے حیرانگی کی بات ہے، تمہارا پاسپورٹ گھر میں سے اور وہ بھی تمہارے کمرے سے غائب ہو گیا۔'' تشویش بھرے انداز میں استفسار کرنے لگا۔

''رات میں نے سب سیٹ کر کے رکھا تھا۔ اور صبح میں صدف سے کہہ کر گیا تھا کہ نکال کر وہ بیگ میں رکھ... کیونکہ ہماری تیاری جاتے کی کمپلیٹ ہی تھی۔''

''باہر سے تو کوئی نہیں آیا؟''

''ارے، نہیں نہیں۔ پھر میرے بیڈروم میں کوئی نہیں آتا۔ گھر کے ہی لوگ ہیں۔ فراز تو شاذ و نادر ہی آتا... وہ بھی جب گاڑی کی ضرورت ہوتی ہی تو چابی لینے آ جاتا ہے۔ یا پھر عفرا دوپہر میں صدف کے ساتھ لیٹ... ہے۔'' وہ بھی ساری تفصیل بتانے لگا۔

''اب اپنے گھر کے لوگ ایسا تھوڑا ہی کریں گے۔ بے چارے فراز کو بھی میں نے اچھا خاصا ڈانٹا۔ بس ای... امی کو غصہ ہے مجھ پر اور صدف پر۔ وہ صدف کو الزام دیئے جا رہی ہیں۔ اور صدف سے یہ سب برداشت نہیں ہو...

''ویسے بے وقوفی تمہاری بھی ہے۔ تم دونوں پہلے اپنے طور پر ڈھونڈتے، پھر شور مچاتے۔ ظاہر ہے آنٹی کو... آئے گا ہی۔''

''بس یہی غلطی مجھ سے ہوئی ہے۔'' وہ لمبا سانس بھر کر رہ گیا۔ منہ سے نکلی بات اور گیا وقت کبھی لوٹ کر نہیں آ...

''نائل! نائل!'' جہاں آراء کی تیز آواز آئی تو دونوں ہی چپ ہو گئے۔ جبکہ نائل تیزی سے فلور کشن سے اٹھا... آراء تب تک ڈرائنگ روم کے دروازے سے اندر آ چکی تھیں۔ ارسل ان کی گود میں تھا فیڈر بھی ہاتھ میں تھا۔ وہ...

...مجھ سے نہیں سنبھل رہا۔ صبح سے کچھ بھی نہیں کھایا۔ اور نہ فیڈر پی۔ تین بار بنا کر دے چکی ہوں۔''

...سنبھالو اسے، ...پریشان اور گھبرائی ہوئی تھیں۔ ارسل کو نائل کی گود میں دے دیا تھا۔

...''او میرا بیٹا!'' وہ ارسل کو پیار کرنے لگا۔ مگر وہ تو روئے جا رہا تھا۔ مچل الگ رہا تھا۔ اعزاز سارا منظر دیکھنے لگا۔

...یا تو تم شہرینہ کو لے آؤ یا اسے اس کی ماں کے پاس دے آؤ۔ نائل یہ ابھی مہینوں کا ہے ماں کی گود ڈھونڈ رہا... وہ ناراض سی غصہ کرنے لگیں۔

...یہ اسے وہاں تنگ کرے گا۔''

...تمہاری ماں مجھے منطق سمجھ نہیں آ رہی۔ طائشہ کو میں نے فون کیا تھا۔ وہ خود پوچھ رہی تھی کہ ارسل کو کیوں نہیں بھیجا؟''

''آپ کہہ دیتیں کہ میں لے کر آؤں گا۔'' اب وہ ارسل کے منہ میں فیڈر لگانے کی کوشش کرنے لگا، جو وہ پیچھے ...نے لگا۔ برے برے منہ بنانے لگا۔

''ابھی اسے دے کر آؤ۔ اگر بچہ بیمار پڑ گیا نا تو تم دونوں کو پریشانی ہو گی۔''

''نائل! آنٹی ٹھیک کہہ رہی ہیں، تم ارسل کو لے جاؤ۔'' وہ بھی اب کھڑا ہو گیا۔ کیونکہ دس تو بج گئے تھے۔ جانا تھا صدف کو لینے۔

''ابھی جاؤ تم۔ میں عشاء کی نماز پڑھ لوں۔ جب تک تم اسے فیڈر پلا دو۔ میں آ کر تیار کر دوں گی۔'' ارسل کا چہرہ ...اسے صاف کرنے لگیں۔ پھر ٹیبل سے کھانے کے برتن کی ٹرے اٹھائی۔ ان دونوں نے کھانا یہیں کھایا تھا۔

''تم بھی ایسا کرو، ساتھ چلو کیونکہ بیٹا تمہارا بہت رو رہا ہے۔'' اس نے ارسل کے رخسار کو ہلکے سے چھوا جو نائل ...کندھے پر جھول رہا تھا گود سے اترنے کی بھی کوشش تھی۔

''تم پہنچو۔ میں بھی آتا ہوں وہیں۔'' اسے سمجھ آ گئی، کیونکہ اب ارسل کا مچلنا اور رونا نہیں دیکھا جا رہا تھا۔ یہ تو ...اہا بچے پر جو وہ کر رہا تھا۔ اگر اسے کچھ ہو گیا تو وہ خود کو کبھی معاف نہیں کر سکے گا۔

''ہاں میں چلتا ہوں۔ مگر تم آج واقعی چلے ہی جاؤ۔'' وہ ہاتھ ملا کر اسے کہتا ہوا چلا گیا۔ نائل اضطرابی کیفیت سے ...گزر رہا تھا۔ وہ خود کون سا پرسکون تھا۔ تین راتوں سے سکون سے سو بھی نہ پایا تھا۔

●●●

''یہ فارحہ بھابھی کیا ہر وقت کمرے میں ہی رہتی ہیں؟'' صدف نے شہرینہ سے پوچھا۔ جو کھانے کے بعد لاؤنج ...میں آ کر ٹی وی کھول کر بیٹھ گئی تھیں۔

''جب سے میں آئی ہوں۔ اس دن سے اپنے کمرے میں بند ہے۔ کھانے پر ہی نظر آتی ہے یا پھر لان میں۔'' ...اسے بتانے لگی۔

''تم سے وہ اب بھی بات نہیں کر رہی ہیں؟'' اسے حیرانگی بھی ہوئی۔

''صدف! میں نے ہی تو اس کی اتنی اچھی ہنستی بستی زندگی خراب کی ہے۔ یاسر بھائی میرے قصور اس پر ڈال کر خود چلے گئے۔'' وہ ریموٹ سے چینل پر چینل بدلے جا رہی تھی۔

''دیکھنا صدف! یاسر بھائی جب بھی آئیں گے نا، ان سے میں خوب لڑوں گی۔ انہوں نے اس طرح کیوں کیا؟ ...الزام فارحہ کا کوئی قصور نہیں تھا۔'' اس نے اب جھنجھلا کر ریموٹ سائیڈ ٹیبل پر پٹخ دیا۔

''شہرینہ! یہ سارے مرد نا اپنی بیویوں کو اپنی جاگیر سمجھتے ہیں۔ ان کا جو دل چاہتا ہے وہ سلوک رکھتے ہیں، ...جیسے ماں باپ نے جیسے فروخت کر دیا ہوتا ہے۔'' صدف کے چہرے پر ایک ناگواریت اور تلخی نمایاں لگی۔

"تم ٹھیک کہتی ہو۔" شہرینہ نے بھی تائید کی پھر نگاہیں ٹی وی اسکرین پر جمادیں، جہاں کوئی انگلش
رہی تھی۔

"صدف! پتہ ہے اگر جرمنی میں کوئی ہسبنڈ اپنی وائف کے ساتھ اس طرح کا Strict انداز رکھ وہاں کی گورنمنٹ ایکشن لیتی ہے۔ وائف پر تو ہاتھ اٹھا ہی نہیں سکتا۔ فوراً اسے انڈر اریسٹ کرلیا جاتا ہے۔"

"جب ہی تو وہاں تمام مردوں کی شادیاں ناکام رہتی ہیں۔" عقب سے بھاری اور گھمبیر آواز سنائی دی۔ دونوں نے مڑ کر دیکھا۔ اعزاز وائٹ، کرتا شلوار میں اپنے مسکراتے انداز کے ساتھ کھڑا نظر آیا۔ نخوت سے منہ پھیرلیا۔

"آپ کب آئے؟ اور وہ بھی اچانک۔" شہرینہ نے فوراً ٹی وی آف کر کے اسے گھورا، کیونکہ اپنی باتیں چھپے سنے جانے پر غصہ بھی آیا۔

"جب آپ بڑے خشوع وخضوع کے ساتھ جرمنی کے مردوں کے بارے میں بتا رہی تھیں۔" وہ اپنی نگاہوں سے دیکھتا، سامنے والے بڑے صوفے پر براجمان ہوگیا۔ صدف کو مکمل اپنی نگاہوں کی رینج میں رکھا۔

"وہاں کی گورنمنٹ کی بات کررہی تھی۔"

"شہرینہ بھابھی! پتہ ہے ان ویسٹرن ممالک میں شادیاں ٹوٹتی بھی اسی وجہ سے ہیں کیونکہ وہاں کی خواتین پولیس کی دھمکیاں دیتی ہیں۔ اپنے ہسبنڈ اور وائف کے پرسنل معاملات میں۔ حالانکہ یہ تو ان دونوں کا ہے۔ خود بہتر طور پر سلجھا سکتے ہیں۔ یہ کیا گھر سے باہر اپنے پرسنل افیئر آن ایئر کردیتے ہیں۔" وہ بڑے جما بول رہا تھا۔ طنز صدف کی جانب تھا کہ ضرور شہرینہ کو تو بتایا ہے۔ جب ہی شہرینہ اس طرح بول رہی تھی۔

"آپ مرد بھی تو اپنی بیویوں کو اپنی پراپرٹی سمجھتے ہیں۔ آپ یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ یہ بھی انسان" نہایت کڑوے لہجے میں بول رہی تھی۔

"ایک بات بتاؤں، بیوی ہم مردوں کی پراپرٹی ہی ہوتی ہے۔ کیونکہ جب یہ پاس ہوتی ہے تو دل چاہتا طریقے سے پیش آئیں۔ اور جب یہ پاس نہیں ہوتی ہے تو ایسا لگتا ہے ہم خالی ہوگئے ہیں۔ سارا ہمارا پیار و محبت بیلنس خالی ہوگیا ہے کیونکہ بیوی اگر ایک حق مانگتی ہے تو دوسرا حق ہم منافع کے ساتھ دیتے ہیں۔ ویسے فائدے ہی رہتی ہے۔" وہ شرارت سے پر معنی خیز لہجے میں بولا تو شہرینہ تو اسے گھورنے لگی۔ جبکہ صدف پہلو بدل کر رہ گئی

"آپ مردوں سے باتیں بنانا کوئی سیکھے۔ جب دل چاہا ہم لڑکیوں کو بے وقوف بنالیا، اپنے مطلب کے لیے۔" اسے نائل کا خیال آیا۔ غصہ اعزاز پر نکالا۔ اعزاز نے زوردار قہقہہ لگایا۔ وہ تو جز بز ہوگئی۔

"ویسے آپ لگتا ہے اس بار نائل کو بے وقوف بنا کر آئی ہیں۔"

"کیا مطلب ہے؟" اس نے چونک کر سر اٹھایا کچھ ناسمجھی کی کیفیت میں۔

"آپ کی امی بتا رہی تھیں مجھے کہ آپ تین دن سے آئی ہوئی ہیں۔ اور مجھے تو حیرانگی ہے اپنے میکے کر آئی ہیں۔ نائل نے بھیج کیسے دیا؟ میں تو صدف کو ایک لمحے کو اپنی آنکھوں سے دور نہیں ہونے دیتا۔" صدف کو آنکھ مار کر بولا، تو وہ آنکھوں میں خفگی اور سرزنش لیے اسے گھورنے لگی۔

"آپ کے وہ دوست ہیں، جا کر پوچھ آتے کہ کیسے آنے دیا۔" اب وہ تنک کر کھڑی ہوگئی۔

"مجھے اتنی فرصت کہاں کہ اس سے پوچھوں جا کر۔" وہ ڈھیلے انداز میں بیٹھا ہاتھوں کو سر کے پیچھے ٹکا

"میں نہیں مانتی، آپ نے نہ پوچھا ہو۔" وہ ماننے کو تیار نہ تھی۔

"آپ فون پر پوچھ لیں یقین نہیں تو۔" وہ مسکراہٹ دبا کر گویا ہوا۔ صدف اس دوران بالکل خاموش رہی۔

"اعزاز بیٹا! آجاؤ کھانا کھالو۔" شاہین نے لاؤنج میں آکر کہا۔ (صدف کی امی)۔

"آنٹی کھانا کھا کر آیا ہوں۔ اب میں چلوں گا۔" وہ سیدھا ہو کر بیٹھا۔

"تھوڑا کھالو۔" انہوں نے خاص طور پر اعزاز کی وجہ سے رات کے کھانے پر اہتمام کیا تھا۔ وہ سب تو کھا چکے تھے، کیونکہ صدف نے کہا تھا کہ اعزاز دیر سے لینے آئیں گے۔

"صدف کو پتہ ہے میں ایک بار کھالوں تو دوبارہ نہیں کھایا جاتا۔" وہ انہیں منع کرتے ہوئے شرمندہ ہوئے۔

"اچھا چلو جیسے تمہاری مرضی، چائے بھجوا دیتی ہوں۔"

"جی ہاں یہ ٹھیک ہے۔" وہ جھٹ چائے کے لیے راضی ہوگیا۔

"چھوٹی امی! میں بناتی ہوں چائے۔ آپ بیٹھیے۔" شہرینہ نے اپنی خدمات پیش کیں کیونکہ اعزاز نے اچھا خاصا اس کا موڈ خراب کردیا تھا۔

"شہرینہ بھابھی! چائے اسٹرونگ بنائیے گا۔" اس نے پیچھے سے ہانک لگائی۔

"صدف! اب تیاری کرو چلنے کی۔" اس نے صدف کو یونہی جتایا۔

"بیٹا! صدف کو ایک دو دن کے لیے چھوڑ دیتے؟" انہوں نے ذرا جھجک کر پوچھا۔

"صدف سے پوچھ لیں۔ اگر یہ رکنا چاہے تو میری جانب سے کوئی پابندی نہیں۔" اس نے صدف پر ڈال دیا وہ اسے دیکھنے لگی، کیونکہ یہ خود اعزاز کا حکم تھا کہ وہ چھوڑے گا بالکل نہیں۔ وہ الجھن میں پڑ گئی۔ امی جب سے اداس سی ہوگئی تھیں، جب سے یاسر بھائی گھر سے گئے تھے۔

"وہ امی! میں پھر آجاؤں گی۔ عفرا کے پیپر ہونے والے ہیں نا تو پڑھانا بھی پڑتا ہے۔" اس نے عذر تراشا۔ اعزاز ہونٹوں پر سیدھے ہاتھ کی مٹھی بنا کر بھینچے بیٹھا، اسے دیکھے گیا۔ جو کبھی اسے دیکھ بھی لیتی۔

"کچھ دن رہ جاتی تو اچھا تھا۔ پھر تمہارے امریکہ جانے کے دن آجائیں گے" وہ افسردہ سی ہوگئیں۔

"آنٹی! فی الحال ہم لوگ امریکہ نہیں جارہے۔ مجھے آفس سے چھٹیاں نہیں مل رہی ہیں۔ پھر عفرا کے ایگزام قریب ہیں۔ وہ پڑھنے میں بہت تنگ کرتی ہے۔" اب اعزاز نے صدف کی مشکل آسان کی۔ صدف اپنے اندر کا غبار بڑی مشکل سے روکتی رہی۔ حالانکہ دل یہ کرنے لگا کہ امی کی گود میں منہ چھپا کر خوب روئے۔ مگر وہ یہ سب بھی کرنے کے حق میں نہیں تھی۔

"پھر کب تک ہوگا جانے کا؟" انہوں نے سوالیہ نگاہ اٹھائی۔

"شاید آنٹی! ابھی ٹل جائے۔ جیسے ہی مجھے فرصت ملی، جب ہی جاسکتے ہیں۔"

"اچھا پھر کچھ دن بعد چھوڑ جانا۔"

"جی ضرور، ضرور۔ وہ مؤدب بن کر بولا۔

اتنے میں اور لوگ بھی وہیں آکر بیٹھ گئے۔ خوب ہنسی مذاق کی محفل جم گئی۔ شہرینہ نے سب کو چائے سرو کی۔ اور خود بھی ایک جگہ بیٹھ گئی۔

"بیٹا! کافی دنوں سے زینب اور انعام نہیں آئے؟" انوار احمد نے اعزاز کو مخاطب کیا، جو چائے کے سپ لے رہا تھا۔

"آنے کو تو کہہ رہے تھے۔ امی کی کچھ طبیعت ٹھیک نہ تھی۔"

"کیا ہوا زینب کو؟" بڑی امی نے پوچھا ذرا فکرمندی سے۔

"بلڈ پریشر لو ہو جاتا ہے، کچھ کام کرتی ہیں تو۔"

"صدف! تم خیال رکھا کرو زینب کا، کچھ کام نہیں کرنے دیا کرو۔" شاہین نے اب بیٹی کو تنبیہہ کی جو بس گئی۔ حالانکہ سارے کام خود کرتی۔ پھر بھی یہ سننے کو ملا۔ اور پھر اعزاز کی مبالغہ آرائی، اس وقت اعزاز اسے دو

"امی کو صدف ویسے کچھ کام نہیں کرنے دیتی ہے۔ تھوڑا بہت ابو کی فرمائش پر پکا لیتی ہیں۔" اعزاز سے صدف کی لائن بھی کلیئر کی کیونکہ چہرے کے ناگواری کے رنگ واضح ہونے لگے۔ آنکھوں میں بھی نا آئی، جو وہ اس سے تھی۔

"ہماری شہرینہ کو دیکھو پورا گھر سنبھال لیا جا کر۔ بھابھی تو اس کی بہت تعریف کرتی ہیں۔" شاہین نے پیار سے اپنے ساتھ لگایا۔

"حالانکہ امی! شہرینہ باجی کو تو انڈا تک ابالنا نہیں آتا تھا۔" بلال نے بھی حصہ لیا گفتگو میں۔

"تمہیں تو سب آتا ہے نا۔" وہ تڑخ کر بولی۔

"جی مجھے سب کچھ آتا ہے، کیونکہ ہم لڑکے پہلے ہی عادت ڈال لیتے ہیں۔"

پھر کب لا رہے ہو اسے؟" اچانک ہی اس نے حملہ کر دیا، وہ تو گڑبڑا کر بغلیں جھانکنے لگا۔

"کسے؟" بڑی امی کو تجسس ہوا۔ پھر ایک مشکوک نگاہ بلال پر بھی ڈالی جو شہرینہ کو آنکھوں ہی آنکھوں میں ڈانٹ لگا۔ اعزاز نے بلال کی حالت دیکھی تو ہنسی آئی۔

"اسے بھی دیکھنا ٹھکانے لگانا ہے۔ بہت پھر لیا لور لور۔" تایا ابو کے تو دل کی بات ہو گئی۔ بلال تو اب گھبرا کیونکہ اس دن کی ابو کی باتیں اسے ازبر تھیں۔

"تایا ابو اس کے لیے لڑکی میں خود دیکھوں گی۔" شہرینہ نے اپنی خدمات پیش کیں۔

"باز آیا میں آپ کی پسند سے، مجھے زندگی گزارنی ہے اجاڑنی نہیں۔"

"کیا مطلب ہے؟ میں ایسی بل فائٹر لڑکی ڈھونڈوں گی۔" وہ تو برا مان گئی۔

"آپ کا بھروسہ بھی نہیں۔" وہ اپنی بلیک پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈال کر کھڑا ہو گیا۔

"پھر ٹھیک ہے۔ بڑی امی اور تایا ابو میں ہی بلال کے لیے ڈھونڈوں گی۔ آپ دونوں سن لیں۔" وہ بڑی ای کے گھٹنے سے ٹیک لگا کر بیٹھی، جو طائشہ کے برابر والے فلور کشن پر بیٹھی تھیں۔

"فارحہ آپی کی رخصتی سے پہلے میں شادی کروں گا بھی نہیں، کیونکہ ابھی میری یہ سوچ ہے۔"

"چاہے وہ آئے ہی نہ، تم ایسے ہی رہو۔"

"شہرینہ! کیا بول رہی ہو تم؟" ابرار احمد کو ناگوار گزرا تو اسے ٹوکا۔ وہ بھی کچھ خجل ہو گئی کیونکہ چھوٹی امی اور ا جان سر جھکا کر رہ گئے۔ بڑی امی بھی خفیف سی ہو گئیں۔

"سوری پاپا! ایم ویری سو سوری۔" وہ شرمندگی سے بس اتنا بول پائی۔ ماحول ایک دم تلخ سا ہو گیا۔ اعزاز نے ایسے میں جانے کا قصد کیا، حالانکہ صدف کا دل یہ چاہ رہا تھا کہ رک جائے۔ وہاں جا کر اپنا دم گھٹتا محسوس کرنے لگ تھی۔ مگر اعزاز کی وارننگ کے آگے چپ کی مہر ثبت کیے رکھی۔

● ● ●

دوسرے دن شہرینہ صبح ہی اٹھ گئی کیونکہ پوری رات بے چینی کے مارے نیند نہیں آئی۔ ارسل بار بار یاد آ گیا۔ گھبرا کر اٹھ گئی۔ چوتھا روز تھا اس سے دور ہوئے۔ کئی بار نائل فون کر چکا تھا مگر اس نے بات تک کرنا گوارا نہ کیا

کشمکش کا شکار ہو گیا۔

کا خود کا دل بھی عجیب "کیا وہ غلط کر رہی ہے؟ یہ نہ صرف اپنے ساتھ ظلم بلکہ اپنے بچے کے ساتھ بھی ہے ظلم، اس کا کیا قصور؟ کیسے وہ کے بغیر رہ رہا ہے؟ نائل نے امی کو کیا کہا ہوگا؟ بار بار نائل کا پریشان چہرہ آنکھوں میں آ جاتا۔ اس نے جو کچھ بھی اپنے ماضی میں، وہ تو طالب علمی کا دور تھا۔ اب تو اسے بے پناہ محبت و پیار دے رہا تھا۔ پھر کیوں فضول بات کا بنا رہی ہے؟ جبکہ اسے وجہ بھی نہ بتائی۔ دل بار بار نائل کی جانب ہمکتا رہا۔ اور وہ اسے جھٹلانے لگتی۔ کیسے اشت کرے کوئی لڑکی اس سے پہلے قریب آ چکی ہے؟ وہ ایسے مرد کے ساتھ چپی۔" وہ ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھی لامتناہی کے تانے بانے میں الجھی رہی۔ ابرار احمد نے بیٹی کو اس طرح غرق پایا تو ان سے رہا نہ گیا۔ وہیں اس کے برابر کی چیئر پر بیٹھ گئے۔ آمنہ کچن میں تھیں۔ عمر کا ناشتہ بنانے میں مصروف تھیں۔ کالج کے لیے اسے جلدی نکلنا تھا۔

"شہرینہ! مائی چائلڈ! واٹ ہیپنڈ؟" انہوں نے اس کے شانے پر آہستگی سے، پیار بھرے لہجے میں پوچھتے ہاتھ رکھا۔ وہ اچھل ہی پڑی۔ پاپا کو اپنے برابر دیکھا تو فوراً سنبھل گئی۔

"بیٹا! وہیر آر یو؟" انہوں نے پھر اس کا شانہ تھپتھپایا۔

"کہیں نہیں پاپا!" جلدی خود کو بشاش ظاہر کرنے کی ایکٹنگ کرنے لگی، کیونکہ پاپا کو بات کی تہہ تک پہنچنے کی عادت تھی۔

"کچھ تو بات ہے، کیونکہ جس دن سے تم آئی ہو گم صم ہی ہو۔" اب وہ ذرا شاکی ہوئے۔ اپنی شرٹ کی آستین کے بٹن لگانے لگے تو شہرینہ ان کے ہاتھ ہٹا کر خود لگانے لگی۔

"اصل میں پاپا! ارسل کو یاد کر رہی تھی۔ اسے چھوڑ کر آ گئی ہوں نا۔ سوچا تھا خوب آرام کروں گی۔ مگر اس کے بغیر ایسا لگتا ہے کہ جیسے مجھے کوئی کام ہی نہیں۔" اس نے بٹن لگانے کے بعد انہیں بغور دیکھا، جو شہرینہ کو بڑی جانچتی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔

"کتنی بدل گئی ہے وہ۔ پہلے وہ بچی بنی رہتی۔ اب خود ایک بچے کی ماں بن گئی ہے تو کتنی سوبر اور بڑی بڑی لگنے لگی ہے۔" بے اختیار اسے اپنے ساتھ لگا لیا۔

"بیٹا! تم اتنی اداس نہ ہوا کرو۔" اس کی چمکتی پیشانی پر پیار کیا۔

"اداس کب ہوں میں؟ اتنی تو خوش ہوں۔ کتنا تو بدل لیا ہے خود کو۔" وہ ہنسی، وہ دھانی کپڑوں میں انہیں مرجھائی مرجھائی لگی۔

"شہرینہ! اگر تم نائل سے ناراض ہو کر آئی ہو تو یاد رکھو میں نے تم سے پہلے کیا کہا تھا، کہ اگر اسے ناراض کر کے آؤ گی تو یہاں مت آنا۔" ایک دم وہ سخت لہجے میں بولے، شہرینہ کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑتے، مگر خود کو کنٹرول کیا۔

"پاپا! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ اگر آپ کو یقین نہیں نا۔ انہیں آپ خود پوچھ لیں۔" وہ نگاہ چرا کر بولی حالانکہ ڈری بھی۔ اگر واقعی انہوں نے نائل سے پوچھ لیا تو دوبارہ بابا اسے ہی کہیں گے۔

"تم سچ کہہ رہی ہو نا؟"

"شیور پاپا! I say true۔"

"ٹھیک پھر تم یا تو آج گھر جاؤ۔ یا پھر ارسل کو بلاؤ۔ نائل نے بھی چکر نہیں لگایا۔"

"ارسل کو تو میں جان بوجھ کر چھوڑ کر آئی تھی۔ ذرا وہ بھی تو سنبھالیں اتنا تنگ کرتا ہے۔"

"تم کیا سمجھتی ہو۔ اسے کوئی کام نہیں جو وہ بچے کو سنبھالے گا۔ بھابھی کو سنبھالنا پڑ رہا ہو گا۔ وہ خود بیمار رہتی ہیں۔" ذرا ناراضگی سے بولے۔

"ٹھیک ہے۔ میں بلال کو بھیج کر اسے بلالوں گی۔" وہ ان کی ناراضگی سے ڈر گئی کہ اگر پاپا نے گھر جا کر اس کے متعلق باز پرس کرلی تو دوبارہ سب کی نظروں سے گر جائے گی۔ کتنی مشکل سے اپنا مقام بنایا ہے۔

"بلالوں گی نہیں۔ تم گھر جاؤ کیونکہ نائل نے بھی چکر نہیں لگایا۔"

"پاپا وہ معروف ہیں کہہ رہے تھے، میں خود تمہیں آ کر لے جاؤں گا۔" وہ خشک لبوں پر زبان پھیر جھوٹ بولنا کتنا مشکل کام ہے۔

"کیا بات ہے؟ شہرینہ! تم نے ناشتہ نہیں کیا؟" آمنہ ناشتے کی ٹرے سجائے کچن سے آ گئیں تو وہ چپ

"جی کر رہی تھی۔" وہ توس اٹھا کر کھانے لگی۔ مگر ابرار احمد تو کچھ اور ہی سوچنے لگے۔

"آمنہ! تم جہاں آرا بھابھی سے پتہ کرو کہ یہ دوبارہ کوئی گڑبڑ کر کے تو نہیں آئی، کیونکہ بچہ بھی اپنا چھوڑ کر آئی ہے

"پاپا! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میرا یقین کریں۔" وہ روہانسی ہو گئی۔ آمنہ نے دونوں کو باری باری دیکھا۔ گھبرائی، گڑبڑائی لگی۔

"مجھے یقین نہیں ہے۔ جب ہی میں آمنہ سے کہہ رہا ہوں۔"

"ارے، آپ خواہ مخواہ ناراض ہو رہے ہیں۔ نائل سے میری بات ہوئی تھی، اگر ان دونوں کے درمیان بات ہوئی ہوتی۔ وہ مجھے ضرور بتاتا۔ اس نے تو الٹا مجھ سے یہی کہا کہ ارسل کو میں نے اس لیے روک لیا کہ شہرینہ دل چاہے رہ لے۔ کیونکہ ان دونوں کے درمیان شرط لگ گئی ہے کہ وہ ارسل اور اس کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ اس نے کیا اور یہ آ گئی۔" آمنہ تفصیل سے انہیں بتانے لگیں تو شہرینہ نے شکر کا سانس بھرا، کیونکہ آمنہ نے اس کا تھا۔ وہ انہیں مشکور انداز میں دیکھنے لگی۔

"پھر بھی پتہ کرو کیونکہ اس بے وقوف لڑکی کا مجھے پتہ ہے۔ یہ دل سے فیصلہ کرتی ہے دماغ سے نہیں۔" کو تیار نہ تھے۔ ان کے ہاتھ سے ٹرے لے کر وہ ناشتہ کرنے لگے۔ وہ بھی سر جھکا کر کھانے لگی۔ آمنہ بھی گئیں۔ ابرار احمد ناشتہ کر کے آفس چلے گئے۔ اور وہ سوچوں میں غلطاں وہیں بیٹھی رہی۔ آمنہ نے اسے ڈسٹرب مناسب نہ سمجھا۔ پھر وہ اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی آئی۔ کمرے کا لاک لگا کر رونے لگی۔

"کسی سے اب کہہ بھی نہیں سکتی۔" دروازے سے ٹیک لگائے کھڑی رہی۔

"کیا کرے؟ وہ اس دل کو کیسے سمجھائے؟"

"دل میں جب پھانس لگ جائے تو یہ نکلنا مشکل ہو جاتی ہے۔ اور پھر پھانس بھی جب چبھی، جب محبت میں پور پور ڈوب گئی ہوں۔ دل ماننے کو تیار نہیں مگر میں اپنے غصے کو کیسے دباؤں؟ جواب میرا ہے وہ پہلے کے قریب بھی جا چکا ہے۔" وہ سر پکڑ کر زمین پر بیٹھتی گئی۔ خوب دھواں دھار رو رہی تھی۔

"نائل حسن! تم نے دھوکا دیا۔ تم کسی اور کے تھے میرا تو نقصان ہو گیا۔" وہ خود سے ہم کلام تھی۔ پورا کمرہ لگا۔ سینے میں ٹیسیں اٹھنے لگیں۔ لب کچلتی وہ خود کو سہارا دے کر بیڈ تک لائی۔ اور اوندھی ہو کر رو دی۔ کمرے پردوں کی وجہ سے ہلکا ہلکا اندھیرا تھا اور خاموشی الگ۔ تقریباً آدھے گھنٹے تک خوب روئی۔ پھر وارڈ روب سوٹ نکال کر نہانے چلی گئی کیونکہ گھر والوں کے سامنے مزید اپنا تماشہ نہیں بنانا۔ وہ نہا رہی تھی۔ دروازے دستک ہو رہی تھی۔ مگر کھول بھی نہیں سکی جانے والا جا چکا تھا۔ وہ نہا کر نکلی تو سب سے پہلے دروازہ کھولا۔ پھر اپنے بالوں کو رگڑنے لگی۔ جب تک اس نے برش کیا۔ دروازے پر پھر ناک ہوئی۔



شہرینہ بیٹا!" آمنہ کی آواز پر اس نے مڑ کر دیکھا۔ وہ ڈریسنگ ٹیبل کے آگے کھڑی لپ اسٹک کا ٹچ دے

آ جائیے امی!"

بیٹا! میں پہلے بھی آئی تھی۔"

"وہ میں نہا رہی تھی۔" وہ بس اتنا بول سکی۔

"واہ، کلر تو بڑا پیارا لگ رہا ہے تمہارے کپڑوں کا۔" انہوں نے ستائشی انداز میں اسے میرون پلین سوٹ میں جو اس کی دودھیا رنگت پر کھل رہا تھا۔

"سر میں درد ہو رہا تھا، سوچا کہ نہا لوں شاید ٹھیک ہو جائے۔" وہ لپ اسٹک کو ڈریسنگ ٹیبل پر رکھ کر اب ان کی متوجہ ہو گئی۔ مگر آنکھوں میں لال لال ڈورے واضح تھے جو آمنہ نے بھی دیکھے۔

"ادھر آ کر بیٹھو میرے پاس۔" اس کا ہاتھ پکڑا، بیڈ پر بٹھایا۔ وہ ٹھٹھک گئی کہ اب وہ اس سے پوچھ گچھ کریں گی۔ سے تو بچ رہی تھی۔ انگلیوں کو آپس میں مڑورنے لگی۔ آمنہ نے گہری نگاہوں سے جائزہ لیا۔

"یہ تم دونوں نے کیا شرطیں لگانی شروع کر دیں۔"

"کیسی شرطیں؟" اس نے ناسمجھی کی کیفیت میں سر اٹھایا۔

"یہی کہ تم ارسل اور اس کے بغیر نہیں رہ سکتی ہو۔ بس بہت ہو گئی۔ مجھے تمہاری شکل دیکھ کر اندازہ ہو گیا۔ دونوں بغیر تم ادھوری ہو۔" شہرینہ کے نرم و نازک ہاتھوں کو پیار سے پکڑا۔ وہ حیران بھی ہوئی کہ واقعی نائل نے ان سے نہیں کہا۔ اس نے تشکر بھرا سانس بھرا۔

"تمہارے پاپا پتہ ہے سخت خفا ہو رہے تھے۔ اب تم جلدی سے نائل کو بلواؤ۔"

"امی! کیا اب میری اپنی کوئی اہمیت نہیں۔ نائل ہی اب ان کے لیے سب کچھ ہیں۔" اس نے منہ بنا کر کہا۔

"ارے، تمہاری اہمیت تو سب سے زیادہ ہے۔ وہ کیا ہے نا ہماری بیٹی کا شوہر ہے، اب سب کچھ ہوتا ہے۔ اس کی اہمیت بھی تو لازمی ہے۔" انہوں نے مسکرا کر اس کی پیشانی چوم لی۔

"تم فوراً نائل کو فون کرو۔ تمہیں پتہ ہوگا کہ وہ اس وقت گھر میں ہوگا یا آفس جا چکا ہوگا۔"

"ابھی میں نہیں کروں گی۔ ذرا خود بھی تو سنبھالے وہ اپنے بیٹے کو، سارا دن میں سنبھالتی ہوں۔" وہ بالکل بچوں کی طرح ضدی بن گئی۔

"میری سمجھ نہیں آتی کہ تم دونوں کب تک بچے بنے رہو گے۔ بیٹا! اب تم دونوں خود ایک بچے کے ماں، باپ بن چکے ہو۔"

"شہرینہ! دیکھو ادھر میری جانب۔" انہوں نے چہرہ شہادت کی انگلی سے اوپر کیا۔ آنکھوں کی جوت بجھی لگی۔ ان کی چھٹی حس کہہ رہی تھی کچھ بات ضرور ہے۔

"شہرینہ! میرے بچے! اگر تم دونوں میں کوئی لڑائی جھگڑا ہوا ہے تو مجھے بتاؤ۔ نائل کے کان میں کھینچوں گی۔ بہت

عرصہ ہو گیا اس کی خبر لیے۔"

"امی! ایسی بالکل کوئی بات نہیں ہے۔ ان کا دل چاہے گا، آ جائیں گے دیکھیے گا۔ آپ اور پاپا پریشان نہ ہوں۔" وہ انہیں یقین دلانے لگی۔ چہرہ فریش رکھا۔ آمنہ کچھ خاموش سی ہو گئیں۔

"پریشان تو میں نہیں تمہارے پاپا ہیں، کیونکہ رات میں آ کر پھر مجھ سے پوچھیں گے۔ بلاوجہ پھر وہ تم پر خفا ہوں گے مجھے اچھا نہیں لگے گا۔"

"اچھا چلیے آپ کی اور پاپا کی تسلی کے لیے انہیں فون کر دوں گی۔ ارسل کو چھوڑ جائیں گے، لیکن میں ابھی نہیں جاؤں گی۔ اتنے لمبے گیپ کے بعد تو آئی ہوں۔" اب وہ کھسیا گئی۔

"ٹھیک ہے۔ تم فون کرو تاکہ تمہارے پاپا کو تسلی ہو جائے۔" وہ اس کا ہاتھ دبا کر بولیں۔ پھر وہ کمرے سے چلی گئیں۔

شہرینہ نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا کہ کیسے فون کرے نائل کو، کتنی بار وہ فون کر چکا تھا مگر وہ بات کرنے کی روادار نہ تھی۔ دل پر کڑے پہرے بٹھا لیے۔ کس طرح کرے فون ورنہ پاپا خفا ہوں گے۔ وہ کشمکش میں رہی۔ مگر فون پھر بھی نہ کیا۔ آمنہ نے پوچھا تو جھوٹ بول دیا کہ کر دیا۔ دوپہر کے کھانے کے بعد وہ کمرے میں گئی۔ فارحہ سے اس کا دل چاہتا بات کرے۔ مگر وہ تو اس کی جانب تک دیکھنا گوارا نہ کرتی۔ سامنا ہی کم کرتی۔ زیادہ تر اپنے کمرے میں بند رہتی۔ شہرینہ کڑھتی رہ جاتی۔

مغرب کی اذانیں ہونے والی تھیں کہ بڑی امی نے آمنہ سے کہا اٹھانے کو۔

"آمنہ! آج شہرینہ کو ہو کیا گیا ہے؟" انہیں تعجب بھی ہوا۔

"بھابھی! میں نے جان بوجھ کر نہیں اٹھایا۔ آج صبح اندھیرے سے اٹھی ہوئی تھی۔" آمنہ نے سب کے لیے چائے بنائی تھی۔ ڈائننگ ٹیبل پر وہ کپ رکھ رہی تھیں۔

"پتہ نہیں کیسی لڑکی ہے؟ چند مہینوں کے بچے کو وہاں چھوڑ آئی۔ اور کتنے اطمینان سے ہے مجھے تو حیرت ہو رہی ہے۔" وہ کچن میں چلی آئیں، ساتھ کام بھی کرتی گئیں۔

"آج میں نے کہا تو تھا کہ نائل کو فون کر لے۔"

"مجھے تو ویسے بھی اس لڑکی کی طرف سے فکر رہتی ہے۔ پھر کہیں اور چکر نہ چلا آئی ہو۔ اور پھر ابرار غصہ کرے گا۔"

"بھابھی! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں نے پوچھ لیا ہے۔" انہوں نے اپنی جیٹھانی کو اطمینان دلایا۔

"آمنہ! وہ لڑکی انتہائی بے وقوف ہے۔ کچھ بھی اس سے بعید نہیں ہے۔ پہلے ہی ہم پریشان ہیں۔ کہیں کوئی فساد نہ کھڑا کر دے یہ لڑکی۔" وہ انتہائی برہم ہونے لگیں۔ آمنہ نے انہیں رک کر دیکھا وہ کتنی سنجیدہ اور تلخ لگیں۔ ویسے بھی وہ فارحہ کی وجہ سے الجھی رہتی ہیں۔ ظاہر ہے اب تو کسی میں بھی اتنا ظرف نہیں کہ برداشت کرے۔

"اچھا میں خود نائل سے پوچھوں گی۔"

"اب تم اس سے پوچھ کر، اسے مشتعل کرو گی۔ پتہ ہے تمہیں اس کے دماغ کا۔ الٹا اس نے شہرینہ کو ڈانٹا تو کون سی لڑکی کب دبتی ہے۔" وہ کیبنٹ سے بسکٹ کا پیکٹ نکالنے لگیں۔

"ارے بھابھی! شہرینہ اب بدل گئی ہے۔ وہ اب ویسی نہیں رہی۔"

"میں تو بالکل نہیں مانوں گی۔ جہاں آرا بھابھی سے تم خود پوچھو جا کر۔ کتنے دن ہو گئے ہیں۔ وہ یہاں آ کر بیٹھ گئی ہے۔ اچھا ہے مردوں میں بات نہ نکلے۔ بالا ہی بالا مسئلہ نمٹا دیا جائے۔" وہ بات تو معقول کر رہی تھیں۔ آمنہ متفق ہو گئیں۔

"تمہارا معصوم سا بچہ، اسے چھوڑ کر آ گئی۔ وہ چاہے کتنی باتیں کرے لیکن میں شہرینہ کی بات نہیں مانوں گی۔"

"بھابھی! میں نے نائل سے خود بات کی ہے۔ اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو وہ مجھے ضرور بتاتا۔ اور پھر میرا نہیں خیال کہ وہ شہرینہ کو خود ہینڈل نہ کرے۔ پہلے بھی اس نے ہی اسے ہینڈل کیا تھا۔ ہم آپ بولیے کچھ بتایئے؟" وہ برتن بند کر کے ان کی جانب متوجہ ہو گئیں۔

"وہ بات الگ تھی اور اب بات دوسری ہے، کیونکہ اچھی بھلی رہ رہی تھی۔ اچانک وہ رہنے کیسے آ گئی؟ اور پھر اسے صرف ایک آدھ دن کے لیے چھوڑ کر جاتا ہے۔ صدف کی شادی پر زبردستی چھوڑا تھا اس نے۔ یاد ہے کتنے دن لگاتا تھا۔ اور اب تو ایک بھی نہیں لگایا۔ میں تو نہیں مان سکتی کہ کوئی بات نہ ہو۔" وہ بسکٹ کی پلیٹ باہر ڈائننگ ٹیبل پر رکھنے لگیں۔ بلال اور عمر شام میں ضرور کچھ نا کچھ کھاتے تھے۔ اس لیے شام کی چائے پر اہتمام کر لیا جاتا۔

"آمنہ! بیٹیاں بسی ہوئی اچھی لگتی ہیں۔ اور پھر بیٹی بھاری بھی اپنے میاں سے ہوتی ہے۔ وہ اگر اس کی خبر گیری رکھے گا تو ہمیں ہی سکون رہے گا۔ کم از کم وہ اس کا خیال تو رکھتا ہے۔" وہ اب چیئر گھسیٹ کر بیٹھیں۔

"بھابھی! میں تو اس سے زیادہ نہیں کہہ سکتی۔ پھر وہ مجھ سے متنفر ہو گئی تو مجھے برداشت نہیں ہو گا۔ اتنی مشکل سے تو اس نے مجھے ماں کے روپ میں قبول کیا ہے۔" وہ مایوسی اور افسردگی کے درمیان گویا ہوئیں۔ حالانکہ شہرینہ سے وہ محبت کرتی تھیں۔ عمر سے زیادہ عزیز تھی۔ اس کا بہت خیال رکھتیں کہ کہیں شہرینہ کو ماں کی کمی کا احساس نہ ہو۔

"میں، ہاں نائل سے پوچھ سکتی ہوں۔ اور اسے سنا بھی سکتی ہوں۔ وہ میرا بھتیجا ہے۔ میرا برا بھی نہیں مانے گا۔"

"بس تم کچھ کرو کیونکہ میرا دل ہولنے لگا ہے۔" وہ آمنہ کے فکر مند لہجے پر ذرا نرمی سے بولیں۔

"السلام علیکم۔" نائل کا زوردار فرشی سلام انہیں چونکا گیا۔ وہ بلیو جینز اور براؤن دھاری دار شرٹ میں کافی ڈیشنگ اور فریش لگا۔ ارسل پنک ریڈی میڈ نیکر اور ٹی شرٹ میں اس کی گود میں تھا۔

"وعلیکم السلام" آمنہ کو تو یقین نہ آیا۔ جھٹ لپک کر ارسل کو گود میں لے لیا۔ وہ بچہ معصوم سا ان کی گود میں آ گیا۔

"لگتا ہے آنٹی! آپ کو میری آمد کی خبر ہو گئی تھی، جب ہی اتنا اہتمام کر لیا۔" وہ ڈائننگ ٹیبل پر بسکٹ اور سموسے چائے دیکھ کر خوش ہو گیا۔ فوراً ہی سموسہ اٹھا لیا۔

"شہرینہ نے تمہیں فون کیا تھا؟ نائل!" آمنہ نے تفتیشی انداز میں اسے پوچھا۔ جو چیئر گھسیٹ کر بیٹھ چکا تھا۔ ضرورت سے زیادہ شوخ بھی لگا۔ ویسے وہ تھا تو شوخ ہی۔ مگر آج انداز الگ لگا۔ یا شاید وہ پوز کرنے لگا تاکہ کسی کو شک نہ ہو۔

"فون، کیوں خیریت؟" وہ مسلسل کھائے گیا۔

"میں نے اس سے کہا تھا کہ تمہیں فون کر لے۔"

"جی ہاں آپ کی صاحبزادی نے کیا تھا۔ ویسے پھوپھو آپ کی بیٹی شرط ہار گئی۔ جب ہی تو مجھے بلا لیا۔ ایک ہفتہ بھی نہ رہ پائی۔" وہ مسلسل جھوٹ پر جھوٹ بولے گیا۔ بڑی امی بڑی گہری نگاہوں سے اسے دیکھے گئیں۔

"آہا! جیجا جی آئے ہیں۔" بلال چہکتا ہوا آیا، کیونکہ کچھ دیر پہلے ہی بڑی امی اسے بلانے گئی تھیں۔

"یہ تم انڈین فلمیں لگتا ہے زیادہ دیکھنے لگے ہو؟" نائل نے بلال کو ستائشی نگاہ سے دیکھا جو بلیک پینٹ اور لیمن کلر کی ٹی شرٹ میں کافی اسمارٹ لگا۔

"فلمیں تو خیر دیکھتا ضرور ہوں، انڈین کم انگلش زیادہ۔" وہ بھی اس کے برابر والی چیئر پر براجمان ہو گیا۔

"آمنہ عمر کو بھی بلال لاؤ، کھالے آکر۔" بڑی امی نے ان سے کہا جو فلاسک سے چائے کپ میں ڈال رہی
وہ اپنی چائے کا کپ اٹھا کر ڈائننگ ہال سے چلی گئیں۔ اتنے میں عمر، طائشہ بھی آگئے۔ البتہ فارحہ اور
آگئیں۔
"آج کل کون سی فلم آئی ہوئی ہے اچھی؟" اس نے عمر سے پوچھا۔
"نائل بھائی! آج کل تو میں کوئی نہیں دیکھ رہا۔ ہاں ابھی گزشتہ دنوں میں میں نے مشن امپاسبل دیکھی
"ارے یار! یہ تو پرانی ہے۔" وہ بسکٹ منہ میں رکھ کر بولا۔ پھر ایک بسکٹ ارسل کو پکڑایا، جسے اس نے ڈائننگ
پر بٹھایا ہوا تھا۔
"بس دل چاہ رہا تھا۔ آپ بتائیے آپ نے دیکھی؟"
"نہیں یار! فرصت نہیں۔" وہ بولا۔
"نائل بھائی! بوبی ڈیول کی دو نئی فلمیں آئی ہیں۔" عمر نے درمیان میں کہا۔
"تم انڈین فلمیں کم، نیشنل جغرافک چینل اور ڈاکومینٹریز فلمیں زیادہ دیکھا کرو۔ وہ تمہارے کام کی ہیں
کے ڈاکٹر صاحب!" اس نے عمر سے کہا۔
نائل نے عمر کے شانے پر ہاتھ مار کر تھپکی دی تو وہ برا سا منہ بنا کر رہ گیا۔
"نائل بھائی! کیا ڈاکٹروں کا دل نہیں کرتا فلمیں دیکھنے کا۔"
"بیٹا! ہے دل، مگر تم لوگ ابھی وہ فلمیں نہیں، یہ فلمیں دیکھو جن کے بارے میں میں نے بتایا ہے۔"
"بالکل ٹھیک کہا ہے آپ نے نائل بھائی!" بلال نے بھی شرارت سے اس کی تائید کی۔ عمر نے بلال کو گھورا
ہنس رہا تھا۔
"دیکھیے گا۔ ڈاکٹر بن جاؤں، آپ لوگوں کا علاج تو بالکل مفت نہیں کروں گا۔" وہ تو تپ ہی گیا جلدی جلدی
سموسے کھانے لگا جو نائل نے اس کے چپت لگا کر پلیٹ اپنے آگے رکھ لی۔
"ڈاکٹر صاحب! ہمیں زندہ رہنا ہے۔ تم سے علاج نہیں کروانا۔"
"امی! نائل بھائی کو دیکھیے۔" اب تو وہ چڑ ہی گیا۔ آمنہ بھی ان کی نوک جھونک پر مسکرا رہی تھیں۔ عمر فوراً
جاتا تو نائل کو چڑانے میں اور مزا آتا۔
"پھوپھو نے مجھے دیکھا ہوا ہے تم اپنی سناؤ۔" وہ اسے مزید تنگ کرنے لگا۔
"کیا سناؤں؟" اس نے دانت کچکچا کر پوچھا۔
"دوائیوں کے نام بتا دو جلدی جلدی۔"
"نائل بھائی! اس سے فلموں کے نام پوچھ لیں۔ وہ پورے یاد ہیں۔ اور وہ بھی انڈین فلموں کے کون سی کب
ریلیز ہوگی۔ اور کون ایکٹرز ہیں۔" بلال نے پھر اسے اپنا ٹارگٹ بنایا۔
"پھوپھو! آپ اسے ڈاکٹر بنا رہی ہیں یا فلموں کا ڈائریکٹر۔" اس نے ان سے پوچھا جو ارسل کو بسکٹ توڑ توڑ کر
کھلانے میں مصروف تھیں۔
"اس کی فلموں سے میں بھی عاجز ہوں جہاں ٹی وی کے آگے سے ہٹایا۔ کمپیوٹر کے آگے بیٹھ گیا فلموں کی
لگا کر۔"
"امی! کبھی کبھی دیکھتا ہوں آج کل شہرینہ بجو دیکھ رہی ہیں۔ ٹی وی اور کمپیوٹر پر فلمیں لگا لگا کر اتنے مشکل

ں کے نام بتاتی ہیں اور تو اور منگواتی بھی مجھ سے ہیں۔" وہ ذرا کھسیا کر بولا کیونکہ جاتا بھی تو وہ بڑی منتوں سے
"اچھا! تو وہ یہاں رہ کر فلمیں دیکھ رہی ہے اپنی فلم چھوڑ کر آگئی۔" نائل نے اب کپ اٹھا لیا کیونکہ تمام لوازمات
سے انصاف کر چکا تھا۔
"خالی رہے گی تو اب وہ یہی کرے گی۔"
"کیوں وہ یہاں کوئی کام وغیرہ نہیں کر رہی پھوپھو! موٹی ہو جائے گی۔ اور مجھے موٹی بیویاں ذرا پسند نہیں
"
"ہیں ہیں نائل بھیا! اور کتنی بیویاں ہیں آپ کی؟" بلال نے شرارت سے سرگوشی میں اس سے پوچھا۔
"ویسے تو اسلام میں چار کی گنجائش ہے، مگر ایک ہے اور وہ بھی چار کے برابر۔" اس نے مضحکہ خیز انداز میں کہا تو
منہ کو ہنسی آگئی۔
"اس کے تو بال کھینچ لیے۔"
"خبردار جو تم نے دوسری کے بارے میں سوچا بھی۔"
"پھوپھو! آپ کی بیٹی تو دوسرے دن مجھے گنجا کر دے گی۔ اور دوسری والی کی شامت لے آئے گی۔" وہ ہنس کر
بولا۔
"نائل بھائی! اگر شہرینہ بجو آپ کو دوسری شادی کی اجازت دے دیں تو کیا کر لیں گے؟" بلال نے شرارت
سے پوچھا۔
"کبھی بھی نہیں مجھے اپنی ایک ہی یہ بیوی پیاری ہے دوسری کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔ میرے بیٹے کو بھی
دوسری ممی پسند نہیں آئے گی۔"
"اگر اسے پسند آجائے تو کر لیں گے۔"
"آنٹی! آنٹی!" نائل نے سامنے کوریڈور سے گزرتی بڑی امی کو پکارا تو وہ اسے دیکھنے لگیں ناسمجھی کی کیفیت
میں۔
"آنٹی! ادھر آئیے گا۔" اس نے ہاتھ کے اشارے سے بلایا وہ تیزی سے چلتی ہوئی آگئیں کہ پتہ نہیں کیا کہنا
چاہ رہا ہے۔
"آنٹی! آپ کا یہ بیٹا میری دوسری شادی کروانے کے چکر میں ہے۔ اسے سنبھالیے۔"
"بلال! کیا بدتمیزی ہے۔" انہوں نے اسے سرزنش کی۔
"امی! میں تو مذاق کر رہا تھا۔" وہ گڑبڑا گیا نائل مسکراتا ہوا ارسل کو اٹھا کر کھڑا ہو گیا تا کہ شہرینہ کی خیر خبر لے۔
"پھوپھو! شہرینہ کدھر ہے؟"
"اوپر اپنے کمرے میں سو رہی ہے۔"
"واٹ؟ مغرب کی اذانیں ہو گئی ہیں۔ وہ پڑی سو رہی ہے۔" اسے حیرانگی کا جھٹکا لگا اپنی رسٹ واچ میں
دیکھا۔ وہ ساری ناراضگی بھلا کر آیا تھا۔
"میں خود اٹھاتا ہوں اپنے طریقے سے۔" وہ ارسل کو اٹھائے سیڑھیاں پھلانگتا اوپر آ گیا۔ شومئی قسمت لاک کھلا
ہوا تھا۔ اندر آیا تو اندھیرا ہو رہا تھا۔ وہ بیڈ پر پڑی بے خبر سو رہی تھی۔ نائل نے ارسل کو شہرینہ کے قریب بٹھا دیا۔ اس

نے لائٹ آف کی۔ دبیز پردے پڑے تھے۔ اس لیے خاموشی چاروں جانب تھی۔ ارسل نے جیسے ہی شہر
وہ اس پر چڑھنے لگا۔ نائل بھی اس کے قریب دراز ہوگیا۔ ارسل اس کے منہ کے پاس آیا تو وہ تو ہڑبڑا گئی
پر جھکا ہوا تھا۔ ایک لمحے کو سمجھ نہ سکی۔ مگر جب اپنے بائیں جانب دیکھا تو نائل لیٹا ہوا مسکرا رہا تھا۔ وہ ایک
اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"آپ؟" وہ اتنا ہی کہہ سکی۔ جھٹ ارسل کو گود میں بھینچ کر خوب چومنے لگی۔ اور وہ بھی اس سے لپٹ گیا۔

"یار! تم تو اتنی پکی نکلیں کہ فون تک نہیں کیا۔" وہ اسے میرون کپڑوں میں پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھ
کپڑوں میں بہت حسین لگتی ہے۔ کئی بار فرمائش کر کے یہ سوٹ پہنوایا تھا۔

"دو دن انتظار کیا کہ شاید فون کرو۔ میں کرتا ہوں، تو فون پر کیوں نہیں آتی ہو؟" وہ اب اٹھ کر بیٹھا اور
پشت پر نگاہ ٹکا دی۔ جو ارسل کو گود میں لیٹائے ہوئے تھی۔ نائل کو دیکھنے سے اجتناب برت رہی تھی۔

"میں! آپ سے بات نہیں کرنا چاہتی ہوں۔"

"میری سمجھ میں بالکل نہیں آ رہا ہے کہ تم نے میرا بائیکاٹ کیوں کر دیا ہے؟ پتہ ہے یہ چار دن میں نے
پر گزارے ہیں۔ اور تو اور ارسل بھی مجھ سے نہیں سنبھل رہا تھا۔"

"میں تو لے کر آ رہی تھی۔ آپ نے ہی نہیں آنے دیا۔"

"وہ اس لیے نہیں آنے دیا کہ شاید اس کی وجہ سے لوٹ آؤ گی۔" وہ اب اس کے سامنے آ کر بیٹھا۔
بالوں کو کان کے پیچھے اڑسنے لگی۔ آنکھیں اسے روئی روئی لگیں۔

"میں لوٹ کر پھر بھی نہیں جاؤں گی۔" انداز روکھا تھا۔

"شہرینہ! میں اب نہیں چاہتا کہ تمہاری یہ ناراضگی اور فضول سی لڑائی تمہارے گھر والوں کو پتہ چلے۔ پھر کیا
برا تمہیں کہیں گے۔ لہٰذا جو بھی بات ہے۔ تم مجھ سے کہو مجھ سے کوئی غلطی ہوگئی ہے؟ یا میں نے کہیں کوئی کسر چھوڑ
ہے؟" سنجیدہ تھا۔ مگر چہرے پر بے زاری، تفکر تھا۔

"اب کہنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ اتنے دن میں بے وقوف بنی رہی۔ مجھے آپ سے کچھ نہیں کہنا اور نہ
سے کچھ پوچھوں گی۔"

"کتنی کٹھور اور سنگدل لگ رہی ہو اس وقت تم۔ دل یہ چاہ رہا ہے کہ ایک جھانپڑ رکھ کر لگاؤں۔ واقعی تم لڑ
ساری بے وقوف ہوتی ہو۔ کچھ بھی دماغ سے نہیں سوچتی ہو۔"

شہرینہ خاموش لب سیے سنتی گئی۔ اب نائل سے کہہ کر بھی فائدہ نہیں۔ اس لیے اس نے سوچ لیا کہ اس سے
نہیں کہنا۔ پھر اگر اس نے نئی کہانی گھڑ کر سنا دی تو اسے اور غصہ آئے گا۔

"ہم لڑکیوں کو بے وقوف ہی رہنے دیں۔ آپ مردوں کا تو کام نکل جاتا ہے نا۔" اس نے بڑا گہرا طنز کیا۔
نے دونوں ہاتھ کمر پر ٹکا کر بڑی جانچتی نگاہوں سے اسے تنقیدانہ دیکھا کہ وہ مذاق کر رہی ہے یا عام لہجہ ہے۔

"سنو محترمہ! تم اتنا فضول کس وجہ سے بول رہی ہو؟ تم نے پہلے ہی مجھے اتنا تنگ کیا ہے۔ اب مزید یہ کہ
پال لیا ہے۔ بوریا بستر لپیٹا اور یہاں آ گئیں۔" اب تو وہ بھی اشتعال میں آ گیا۔ دل و دماغ میں جنگ ہونے
شہرینہ کا بدلا ہوا رویہ اسے تکلیف دے رہا تھا۔ کسی سے کہہ بھی نہیں سکتا۔ الٹا اسے ہی سننے کو ملتی ہیں۔

"آپ کو اب تو تنگ نہیں کرتی میں۔" وہ ارسل کا ماتھ چوم کر بولی، جو اس کے سینے سے چمٹا ہوا تھا۔ ماں کو ا
دن دیکھا جو نہیں۔

"یہ تنگ نہیں کر رہی ہو کہ یہاں تم آ گئیں، کچھ بھی مجھے کہے بغیر۔" وہ کڑے تیوروں میں لگا۔ شہرینہ نے بس
نگاہ اٹھائی۔ پینٹ شرٹ میں کافی ہینڈسم اور اسمارٹ لگا۔ مگر اس وقت ناراضگی سے پر لہجہ تھا۔

"شہرینہ! دیکھو تم مجھے بتاؤ تو آخر تمہیں ہوا کیا ہے؟ کیوں مجھ سے مس بی ہیو کر رہی ہو؟" اب وہ کھسیا گیا۔
دں سے پینٹ اوپر کر کے پنجوں کے بل اس کے قریب بیٹھا۔

"کچھ نہیں ہوا ہے اور نہ میں بتاؤں گی کچھ۔ پلیز مجھے ڈسٹرب نہ کریں۔" اس نے نخوت زدہ لہجے میں کہا۔ اسے
کا سامنا کرنا بھی ناگوار لگا۔

"ٹھیک ہے۔ نہ بتاؤ پتہ میں خود لگا لوں گا۔ آ کر ایسی کیا بات ہوگئی کہ محترمہ کے مزاج بدل گئے؟ لیکن شہرینہ
ایک بات سن لو۔ اپنا اور میرا مزید تماشہ یہاں مت بنانا کیونکہ پہلے ہی کافی تم ڈرامے کر چکی ہو۔"

"واٹ؟ میں ڈرامے؟ واٹ ڈو یو مین؟" وہ تو تنک ہی گئی اور دانت پیسنے لگی۔ کیونکہ اٹیک پھر اس نے اس پر کیا
ملا گئی۔

"اور کیا پہلے تم نے کتنے کیے ہیں شادی کے بعد، بھول گئی ہو؟" وہ بول دبی دبی آواز میں رہا تھا تاکہ باہر نہ
ئے اگر کسی کو بھی سن گن مل گئی تو اچھا نہیں ہوگا۔

"شادی کے بعد آپ نے کیے تھے میں نے نہیں۔" وہ نفی کرنے لگی۔

"اچھا میں نے کیے تھے۔ مس کیرتیج کون کر رہا تھا؟ بولو؟" اس نے لاجواب کیا۔ شہرینہ خفیف سی ہوگئی۔ ارسل
ر پر ہاتھ پھیرنے لگی۔

"سب نے ہی تمہیں برا بھلا کہا۔ میرا کچھ نہیں گیا۔ اور اب بھی ایسا تم کرو گی تو قصور اس بار میرا نہیں تمہارا ہے،
لہ میں نے تمہیں پیار و محبت دینے میں کوئی کمی نہیں رکھی۔ اپنے پچھلے تمام رویوں کا ازالہ کر دیا ہے۔" وہ جھٹکے سے
اہو گیا۔ اور ڈرائننگ ٹیبل کی چیئر گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔ شہرینہ کو سمجھانا پہاڑ سر کرنا لگا۔

"کہہ تو وہ ٹھیک رہا تھا۔ سب اسے ہی کہیں گے۔ اور پھر خود بھی تو اپنا نقصان کرے گی۔ کیوں فضول سی بات کو
بنا رہی ہے؟ کتنی خوش نصیب ہے جو نائل کا اتنا پیار ملا ہے۔ اور محبت میں اس نے کوئی کمی نہیں رکھی۔ کتنا اس کا
ار کھتا ہے۔ آفس اگر جاتا ہے تو وہاں سے دسیوں فون کرتا رہتا ہے۔ وہ جتنا بھی مغرور ہو کم ہے۔ شکر ادا کرو کہ
بت کرنے والا جیون ساتھی ملا ہے۔" اندر سے آواز آئی تو وہ چونک گئی۔ اور پھر نائل کی جانب نگاہ اٹھائی جو لب
بیٹھا ہوا نظر آیا۔ مگر شہرینہ پر حسرت بھری نگاہیں مرکوز تھیں۔ وہ جھینپ گئی۔

"شہرینہ! آج تمہارے پاپا کا میرے موبائل پر فون آیا ہے۔ انہوں نے کرید کرید کر پوچھا، میں نے انہیں کچھ
بتایا، اپنے اور تمہارے درمیان کی کوئی بات۔ پھر پھوپھو کا فون آیا کہ شہرینہ نے تمہیں آنے کے لیے فون کیا
کیا تم آ رہے ہو؟ میں سمجھ گیا کہ میری طرح تم بھی جھوٹ بول رہی ہو۔ بس اسی وجہ سے آیا ہوں۔ ورنہ مجھے اتنا
تھا۔" وہ تفصیل سے بتانے لگا۔

"نہیں آتے۔" پھر بے نیازی دکھانے لگی۔

"دیکھو پہل اس بار میں نے کر دی ہے۔ چلو گھر چلو امی الگ پریشان ہیں۔ بچہ الگ پریشان ہے۔ اسی کا ہی
خیال کرلو۔" اب اس نے ارسل کی جانب توجہ مبذول کروائی جو شہرینہ کی گود میں سو چکا تھا۔

"مجھے نہیں جانا آپ کے گھر۔" وہ خفا رہی۔ منہ الگ پھلائے رکھا۔ بالکل بچوں کی طرح لگی۔

"اگر مجھ سے کوئی بات ہی۔ تو پلیز تم چاہے مجھ سے کوئی رابطہ مت رکھنا۔ اور میں بھی تمہاری مرضی کے بغیر کوئی

حرکت نہیں کروں گا۔ مگر پلیز اس بار کسی کو پتہ نہ چلے کیونکہ مجھ میں اب وہ اسٹیمنا نہیں ہے، لوگوں کی غصے کا سامنا کرنے کا۔" وہ ملتجی لہجے میں بولتا اسے منانے لگا۔ جبکہ شہرینہ بس سر جھکائے ہوئے رہی۔

"میں باہر ہوں۔ تم جلدی اپنا سامان پیک کر کے آجاؤ پلیز۔" وہ ایک آس اور منت، سماجت بھرے اسے پیار بھرے لہجے میں کہتا چیئر سے اٹھا۔

"اگر آپی کو خبر ہوگئی، تو وہ تمہیں نہیں مجھے ڈانٹیں گی۔ تم انہیں بھی خبر نہ ہونے دو۔ اور فوراً تیار ہو چلے کیونکہ میں جھوٹ کا پاس رکھنا چاہتا ہوں۔" وہ اس پر ایک نگاہ ڈالتا ہوا بولا۔ وہ ارسل کو تھپکتی رہی جو بے خبر... نائل کی کچھ باتیں سمجھ آ گئی تھیں۔ وہ چلا گیا نہ چاہتے ہوئے سامان پیک کیا، کیونکہ اب وہ اپنی وجہ سے اس... کھڑے کرے گی۔ مگر نائل سے بائیکاٹ وہ رکھے گی۔ مگر اسے کبھی نہیں بتائے گی کہ وہ کیوں ناراض ہے... دکھانے کے لیے وہاں رہتا تھا۔ پھر اپنے بیٹے کے بغیر بھی تو نہیں رہ سکتی۔ کئی بار اسے چوم چکی تھی۔ وہ بار بار... لگتا۔ ایک ایک چیز بیگ میں رکھنے کے بعد وہ ارسل کو لے کر باہر آ گئی۔ اور آمنہ سے جانے کی اجازت لی۔... کچھ مطمئن سی لگیں۔ نائل نے اپنا وہی شوخ انداز رکھا۔ اس لیے کسی کو پتہ نہ چلا۔ سب سمجھے کہ نائل میں... واقعی کوئی شرط لگی تھی۔ اسی وجہ سے بات زیادہ پھیلی نہیں۔ ابرار احمد رات کو جب آئے تو وہ جانے کے لیے... تھی۔ انہوں نے ایک تشکر بھرا سانس بھرا نائل کو دیکھ کر۔ اور پھر وہ سب سے اجازت لے کر رخصت ہو... اب اسے زندگی گزارنے کے لیے یہ سب کرنا ضروری تھا۔ نائل نے اس پر ہی شکر ادا کیا کہ اس کے حربے... بغیر ہی وہ رضامند ہوگئی۔ وہ اس پر ایک مشکورانہ نگاہ ڈال کر رہ گیا، مگر شہرینہ سرد مہر بن گئی۔

• • •

محبت تو دو دلوں کو قریب لاتی ہے، ان میں خوش کن رنگوں کا ہمہ وقت رنگ رہتا ہے، وجود سے ایک سر... ہے، آنکھیں ہر وقت اپنے محبوب کے چہرے کو چومتی رہتی ہیں، ہونٹوں کا ہر وقت کا الاپ یہی ہوتا ہے کہ... اس کی ہر ادا میں اس کا ہی رنگ ہے، کان تو بس محبت بھرے اور پیاری رس بھری باتوں کو سننا چاہتے ہیں... ایک ہلچل رہتی ہے، سانسیں اپنے زندہ رہنے کا احساس دلاتی ہیں، ہاتھ بس اسے چھونے کو اور اسے محسوس کر... ہیں۔ چہرے کے غازوں پر ایک سرخ لالی رہتی ہے اور زندگی اسے زندگی لگنے لگتی ہے۔ دن پتہ نہیں چلا کب... ہوا اور کب رات نے انہیں اپنی بانہوں میں لے لیا۔ وہ کب سے غیر مرئی نقطے پر نگاہ جمائے بیٹھی تھی۔ اطراف... بے خبر کہ کب نائل کمرے میں آیا؟ وہ تو چونکی جب نائل نے وارڈروب زور سے بند کی۔ وہ خجل ہوگئی۔ بیڈ... ارسل کو سلاتے سلاتے خود کہیں کھو گئی تھی۔ اب تو وجود یہاں ہوتا سوچیں کہیں اور پرواز کرتیں۔ وہ مخاطب... اور حاقی نفروں سے نائل کو دیکھتی رہ جاتی۔ عجیب اس کی بے زار سی طبیعت ہوگئی تھی۔

"تم نے کھانا نہیں کھایا؟" وہ چینج کر کے باتھ روم سے باہر نکلا، جو بیڈ سے پاؤں لٹکائے کارپٹ کو... سے کھرچ رہی تھی۔

"مجھے بھوک نہیں تھی، اس لیے نہیں کھایا۔" جواب انتہائی مارے باندھے انداز میں دیا گیا۔ فوراً کمرا... ارسل کو اٹھا کر بیڈ کے درمیان میں لٹایا۔ نائل نے بڑی گہری نگاہوں سے اس کی حرکات و سکنات کو دیکھا... نے پہلی بار ارسل کو درمیان میں لٹایا تھا، حالانکہ جب سے دونوں کی صلح ہوئی تھی وہ یہ سب تو نہ کرتی تھی۔

"تم کھانا کھا لیا کرو۔ میرا انتظار مت کیا کرو، کیونکہ آج کل میں بزی بہت ہوں۔"

"جناب کو غلط فہمی کب سے ہوگئی کہ میں نے آپ کے انتظار میں نہیں کھایا۔ بس میرا موڈ نہیں تھا۔"

اور جا کر وہ صوفے پر نیم دراز ہوگئی۔

"تم چاہے کچھ بھی کہہ لو آنکھیں تمہاری تمہارا ساتھ نہیں دے رہی ہیں۔ جو مسلسل مجھ سے چرا رہی ہو۔" وہ تکیہ ...کر کے لیٹا۔ ارسل کے بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگا۔ وہ تھوڑا کسمسایا بھی۔

"پلیز اسے تنگ مت کریں۔ اٹھ جائے گا۔" اس نے نائل کی حرکت پر تنقیدی نگاہ ڈالی۔

"سنو، تمہیں نہیں میں اپنے بیٹے کو تنگ کر رہا ہوں۔" اس نے ذرا مسکرا کر اسے تپایا تو وہ پھنکار کر رہ گئی۔ وہ مسلسل ...بھینچ گئی۔

"اگر یہ اٹھ گیا نا آپ ہی سنبھالیے گا۔ میں بالکل نہیں لوں گی۔ میری بیک میں پین ہونے لگا ہے۔"

"سنو، تم یہ انگلش کے لفظ استعمال کر کے کیا باور کراتی رہتی ہو کہ تم یہاں کی پیداوار نہیں، بلکہ دوسرے ملک کی..." اب وہ ذرا ترش روی سے بولا۔

"پلیز اسٹاپ اٹ!" وہ تلملائی۔ نائل کا انداز خاصا فہمائشی تھا۔ تیکھے چتونوں سے شہرینہ کو اپنی نگاہوں کے ...مار میں لیا، جو مستقل اپنے اندر کے غبار کو دبا رہی تھی۔ اور وہ اس کا یہ غبار نکالنے کی پوری کوشش کرنے لگا۔ کیونکہ ان ...چند دنوں میں وہ اس سے کتنی دور ہوگئی ہے۔ یہ سب اس کے لیے حیران کن اور تکلیف دہ تھا۔

"میں نے کبھی آپ کو یہ کہا کہ میں کہاں کی پیداوار ہوں۔ بس کریں اپنی یہ فضول باتیں۔" اس کی پیشانی پر بل ...گئے۔ وہ لمبے لمبے سانس لینے لگی۔ لب کچلتی گئی۔

"شہرینہ! تم اگر میرے ساتھ ہوگی تو تمہیں اپنا رویہ درست رکھنا ہوگا۔" وہ کروٹ لے کر اٹھا۔ ساتھ ہی وارننگ ...بھی دے ڈالی۔

"صرف آپ کے ساتھ کیوں؟"

"اس لیے کہ بیوی ہو میری تمہارا فرض ہے میرا خیال رکھنا۔ میں کب کیا چاہتا ہوں؟ سمجھنا ضروری ہے۔" واضح الفاظ میں۔ وہ معنی خیزی سے کہتا اس کی فسوں خیز آنکھوں میں آنکھیں ڈالتا اس کے اتنے قریب آ گیا کہ اس کے جانے کے تمام راستے مسدود ہوگئے۔ اور وہ ناگواری کا احساس لیے منہ نخوت سے گھما کر رہ گئی۔

"ادھر دیکھو میری جانب۔" اب اس نے شہرینہ کا چہرہ دونوں ہاتھوں سے تھام کر اپنے سامنے کیا، تو وہ سہم کر خفیف سی ہوگئی۔

"اتنے دن بے چین رہا ہوں۔ راتوں کو بے قرار رہا ہوں۔ سنو گی نہیں میری باتیں؟" وہ بڑی محبت سے اپنے پیار بھرے لہجے کی بارش میں اسے بھگونے لگا۔ اور شہرینہ کسی کمزور لمحے کی گرفت میں نہیں آنا چاہتی۔ اس لیے اس سے نگاہ چرانے ہی اسے ہر وقت یہی خیال رہتا، اس سے پہلے وہ کسی اور کا بھی رہ چکا ہے۔

"مجھے اب کچھ نہیں سننا۔ پلیز ہٹیے آگے سے۔ مجھے نیند آ رہی ہے۔" وہ اسے دھکیل کر کھڑی ہوگئی، کیونکہ نائل کی گرم گرم لو دیتی نگاہوں سے وہ پگھلنے لگی تھی، تو سٹپٹا کر اٹھ گئی۔

"اب وہ اس کے ہاتھوں بے وقوف نہیں بنے گی۔" یہ سوچ لیا۔

"اگر پوری رات سونے نہ دوں، تو پھر تم سنو گی۔" اب وہ شرارت پر اتر آیا۔ اس کے قریب بڑھا ہی تھا کہ شہرینہ بدک کر دور ہوگئی، کیونکہ نائل پر اب شوخیاں سوار ہونے لگیں۔

"پھر میں جا رہی ہوں گیسٹ روم میں، کیونکہ مجھے فضول باتیں سننے کا کوئی ایسا شوق نہیں ہے۔ انڈراسٹینڈ۔" وہ اس کی پرواہ کیے بغیر پاؤں سلیپر میں ڈال کر کمرے سے ہی نکل گئی۔ نائل بری طرح کھولنے لگا کیونکہ اسے یہ اپنی

تذلیل لگی مگر پھر بھی برداشت کر گیا کیونکہ اب وہ اسے کوئی دکھ نہیں دینا چاہتا۔ پہلے ہی اس نے بہت ظلم کیے
اب بس وہ محبت کرنا چاہتا ہے، کیونکہ شہرینہ اب اس کا دل کا سرور اور اس کی طلب تھی۔ وہ بس اب اسے
چاہتا ہے۔ اس نے ایک خالی خالی نگاہ سوئے ہوئے ارسل پر ڈالی جو مسلسل کسمسا رہا تھا۔ ادھر ادھر کروٹیں
کبھی ٹانگیں زور زور سے بیڈ پر مارتا۔ نائل نے سرعت سے لائٹ آف کر دی کہ مبادا وہ اپنی آنکھیں کھول
تلاش کرنے لگے۔ کیونکہ اکثر رات کو وہ بھوک کی وجہ سے بھی اٹھتا تھا۔ وہ آہستگی سے اس کے قریب
اسے تھپکنے لگا۔ مگر نائل کے ہاتھ لگاتے ہی اس نے پٹ سے آنکھیں کھول دیں۔ اسے خبر ہو گئی تھی جیسے اس کی
کمرے میں نہیں ہے۔

"او، میرے باپ تو کیوں اٹھ گیا؟" وہ اس کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر سلانے کی ناکام کوشش کرنے لگا
نے بھی تہیہ کر لیا تھا۔ چیخ چیخ کر رونے کا پروگرام شروع کیا۔ وہ گھبرا گیا۔ جلدی سے اٹھ کر دروازے کے قریب
سوئچ بورڈ پر ہاتھ مار کر لائٹ آن کر دی۔ ارسل ادھر ادھر دیکھنے لگا آٹھ ماہ کا ارسل اب کافی ہوشیار ہو گیا تھا۔

"یار! چپ ہو جا۔" اب وہ اسے گود میں اٹھا کر چپ کرانے لگا۔ رات کے ایک بجے مہیب سناٹے میں
آواز کانوں کے پردے پھاڑنے لگی۔ ڈر بھی ہوا۔ اگر امی اٹھ گئیں اور انہوں نے شہرینہ کی بابت دریافت کیا
کہے گا؟ اس سے پہلے کہ امی اٹھیں، ارسل کو گود میں لے کر اپنے کمرے سے باہر نکلا۔ شکر ہوا کہ ارسل کے
بریک لگا۔ ان کے بیڈ روم کے سامنے والا کمرہ امی کا تھا۔ وہ راہداری سے ہوتا ہوا اب ڈائننگ ہال کی جانب
نائٹ بلب کی ملگجی سی لائٹ کی روشنی میں وہ چیزوں سے ٹکراتا ڈرائنگ روم کے ساتھ کمرے تک آ گیا۔
روم تھا۔ اس نے لاک پر ہاتھ رکھا تو وہ کھل گیا۔ اس نے پھر تشکر بھرا سانس بھرا۔ اندر آیا تو گھپ اندھیرا
بھی ہوئی۔ ارسل نے گھپ اندھیرے سے ڈر کر چیخ ہی مار دی۔ نائل نے اندر سے الٹے ہاتھ کی جانب دیوار پر
مارا تو لائٹ آن ہو گئی۔ ٹیوب لائٹ کی دودھیا روشنی میں شہرینہ نے ادھ کھلی آنکھیں کر کے دیکھا تو وہ
تھا۔ جبکہ وہ بیڈ پر تھی۔ مسلسل کروٹیں بدل کر بھی نیند نہ آئی۔

"خود تو یہاں آ گئیں۔ یہ فوراً اٹھ گیا، جیسے شیطان نے تمہارے جانے کی اطلاع اس کے کان میں
ہو۔" اس نے ارسل کو اس کی گود میں ڈالا۔ جو شہرینہ سے لپٹ کر سسکیاں لینے لگا۔ کیونکہ اندھیرے سے کافی ڈر گیا
وہ گھٹنے پر لٹا کر تھپکنے لگی کہ سو جائے۔ ہنوز ناراضگی رکھی۔ نائل کی موجودگی بھی بھلا دی۔

"شہرینہ! کمرے میں چلو۔ مجھے بھی نیند نہیں آتی تمہارے بغیر۔"

"اب عادت ڈال لیے میرے بغیر رہنے کی۔" تڑخ کر کہا گیا۔ نائل جو اس کے پیچھے ہی بیڈ پر دراز ہو گیا
اچانک بولنے پر چونکا۔ ایک جست میں اٹھا۔

"کیوں تم کہیں جا رہی ہو؟" وہ نا سمجھے سے پوچھنے لگا۔

"کیا پتہ جانا پڑ جائے۔" وہ ارسل کو فیڈ کرانے لگی تھی۔

"کیوں؟ اپنی ممی سے ملنے جانا ہے جرمنی؟"

"شاید کبھی جانا بھی پڑ جائے۔ آخر کو میری مدر ہیں۔ میرا بھی دل چاہتا ہے انہیں دیکھنے کو۔" اب وہ
بھرے لہجے میں گویا ہوئی، کیونکہ ماں کو آج تک دیکھا ہی کب تھا۔ اور پھر جب سے ان کے متعلق پتہ چلا تھا
بددل ہو گئی تھی۔ اب خواہش بھی نہیں جاگتی کہ ان سے ملے۔

"مجھ سے پوچھ لو۔ بالکل تم ان کی کاربن کاپی ہو۔ وہ فارنر تھیں۔ اور تم بھی بالکل فارنر لگتی ہو۔" وہ ستائشی

بولا تو وہ پہلو بدل کر رہ گئی۔

"اب عادت کا مجھے نہیں، ابرار انکل کو زیادہ پتہ ہوگا کہ وہ کیسی تھیں۔ ویسے یار! تمہاری ممی بہت بے وقوف
ں۔ اتنے اچھے بندے کو چھوڑ کر گئیں۔" وہ بولا۔

"ویسے انہیں یہاں ملنا بھی کیا؟ آمنہ پھوپھو کے حق پر ڈاکا ڈالا تھا۔"

"پلیز، انف لیومی آلون۔" وہ چیخی تو نائل ایک لمحے کو چپ ہو گیا، کیونکہ انداز اس کا ایسا لگا کہ وہ اپنی ماں کے
لق کچھ سننا نہیں چاہتی ہے۔

"پلیز مجھے ڈسٹرب مت کریں۔" اب وہ ارسل کو دیکھنے لگی، جو سو چکا تھا۔ اسے اٹھایا اور اپنے قریب لٹایا۔

"اگر اسے لے جانا چاہیں تو لے جائیں۔ اب نہیں اٹھے گا یہ۔" نائل نے اس کا سپاٹ چہرہ دیکھا۔ اور کچھ کہے
ر کمرے سے ہی نکل گیا۔ شہرینہ نے کرب سے لب کچل ڈالے۔ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی یہ سب کر رہی تھی۔ وہ تو
نی ماں سے بالکل مختلف تھی۔ اس نے کب دوسرے مردوں کو اس نظر سے دیکھا۔ اور اس کی ماں شوہر ہوتے ہوئے
بھی دوسرے کے ساتھ چلی گئی۔ اور ایک یہ ہے جو اپنے شوہر کے ساتھ کسی بھی دوسرے عورت کا وجود برداشت نہیں
کر سکتی۔ پرورش اس کی بھی ویسٹرن کنٹری میں ہوئی ہے۔ مگر پاپا کے بنائے ہوئے اصولوں کو کبھی نہ توڑا۔ پاپا کا ہر
سبق یاد رکھا۔ ماں کا تو اسے کبھی خیال تک نہ آیا۔ پاپا نے اسے مذہبی تعلیم تک دلوائی۔ اسے اپنے ملک کی مادری زبان
تک سکھائی۔ وہ کیسے اپنی مشرقیت کو بھول جائے، جو پاپا کے وجود میں رچی بسی تھی۔ شاید اسی وجہ سے پاپا کی ممی نے نہ
نی۔ وہ ان کی اقدار کو اپنانا نہیں چاہتی تھیں۔ وہ اسلام تو قبول کر چکی تھیں مگر اس کی معلومات نہ تھی۔ اور پھر جب نانا
توڑا تو پھر دوبارہ اپنا مذہب اپنا لیا۔ اور ایک یہ ہے جو ممی کے بالکل الٹ ہے۔ ضدی تو خیر تھی، مگر اسے بے باکی اور
بے حجابی پسند نہ تھی۔ ہمیشہ خود کو ڈھکا چھپا رکھا۔ یہ بھی پاپا کی تربیت کا نتیجہ تھا۔ اور ایک وہ لڑکی جو بے حجابی سے نائل
کے اتنے قریب، اور وہ بھی کیا وہ اپنی اقدار بھول چکا تھا؟ کیا وہ اپنے مذہب سے آشنا نہ تھا؟ یا وہ بھی اس غلاظت کی
دنیا میں ڈوب گیا کہ کچھ بھی اچھا اور برا نہ نظر آیا۔ اور وہ جو ہمیشہ یہ ذہن میں رکھتی کہ وہ مسلمان کی بیٹی ہے اور مسلمان
ہے۔ اسے یہ سب زیب نہیں دیتا۔ اس نے تو اس کا پاس رکھا۔ پھر نائل نے کیوں نہ رکھا۔ وہ پوری رات اپنی قسمت
پر آنسو بہاتی رہی۔

●●●

پوری رات اس نے سوچ سوچ کر گزار دی تھی۔ اور اب بھی سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ بات کہاں سے شروع کرے
گی؟ کیا ابو امی اجازت دیں گے؟ یا چچی جان یا چچا جان کو ناگوار گزرے گا۔ آخر وہ کس کس کا خیال کرے؟ کیا ان کے
بیٹے نے ان کی پرواہ کی؟ اس کا خیال کیا؟ اور جا کر بیٹھ گیا دوسرے ملک۔ اور تو اور کوئی خیر خبر تک نہ دیتا ہے۔ نہ جانے
کہاں روپوش ہو گیا ہے کہ کسی کو بھی اپنی آواز تک نہیں سناتا۔ صدف کی شادی سے پہلے اس نے دو چار بار فون کیا۔
اب تو وہ بھی خواب وخیال ہو گیا۔ فارحہ مضطرب سی پر سوچ دماغ کے ساتھ ادھر سے ادھر اپنے کمرے میں چکر لگا رہی
تھی۔ جب سمجھ نہ آتا تو لب کاٹتی بیڈ کے سرے پر ٹک گئی۔ نظریں ساکت ہو گئیں اور مسلسل کارپٹ کو گھورے گئی۔

"یاسر احمد! تم نے میری زندگی عذاب بنا دی ہے۔ نہ میں سانس لے پاتی ہوں اور نہ ہی جی پاتی ہوں۔ صرف
تمہاری وجہ سے میں اپنے آپ سے بیزار ہو گئی ہوں۔ اور تم وہاں تو ایک دنیا بسا چکے ہو گے؟ لیکن ایک بار تم لوٹ
کر تو ضرور آؤ گے؟ دیکھنا میں بھی تمہارے بغیر جینے کے فن سے واقف ہو چکی ہوں گی۔ دیکھنا تم فارحہ یاسر نہیں اب
فارحہ انوار ہو گی۔ بالکل نئی جو تمہاری جانب بھو کے سے نہیں دیکھے گی۔" وہ مسلسل خود سے ہم کلام تھی۔ ذہن کیا سوچ

رہا تھا۔ بلاوجہ ہی یاسر کی طرف چلا گیا۔ جھنجھلا کر کھڑی ہو گئی۔ مسئلہ اس کا اس وقت یہ تھا اور ہے یاسر بلکل سلجھا ہے کسی کو اپنی فیور میں لینا ہے۔ تا کہ وہ اسے جاب کی اجازت دلوا سکے ابو سے۔ آمنہ چچی بھی نہیں کیونکہ وہ خود اسے سمجھاتی ہیں۔ طائشہ بھابھی وہ خود بے چاری ڈری سہمی رہنے والی، اگر اس کا کام کر سکتے ہیں تو سرمد بھائی مگر ان سے کیسے کرے۔ اتنی الجھن سے اس کی بے تکلفی کب رہی ہے۔ اب جبکہ وہ یکسر بدل چکے ہیں۔ اس کا ہر وقت خیال بھی رکھتے ہیں مگر پھر بھی وہ جھجکتی رہتی مگر وہ اسے بہت چاہنے لگے تھے۔ اس کا اندازہ اس نے اپنے بھائی کی بات سے لگایا جو ہر بات میں اسے ضرور ترجیح دیتے۔

اب وہ پُرعزم انداز میں اٹھی۔ خود کو مضبوط بنایا۔ کاٹن کے پلین پر پل سوٹ پر پرنٹڈ پرپل دوپٹہ سلیقے سے اوڑھا۔ لمبے بالوں کو درست کیا۔ چہرے پر بشاشت رکھی، تا کہ یہ اندازہ نہ ہو کہ وہ اپنی تنہائی دور کرنے کے لیے رہی ہے۔ وہ دروازہ کھول کر باہر آ گئی۔ تیزی سے گزری تو بلال کی اٹھا پٹخ کرنے کی آواز پر وہ ٹھٹھک کر رکی کے ساتھ والا اس کا کمرہ تھا۔ چوکھٹ پر ہاتھ رکھے کھڑی ہو گئی۔ بلال بلیک پینٹ پر بنیان پہنے وارڈ روب سارے کپڑے نکال کر نیچے کارپٹ پر ڈالے ہوئے تھا اور اب ایک ایک چیز پٹخ کر جیسے کچھ تلاش کر رہا ہو۔

"یہ تم نے کیا حشر کیا ہوا ہے کمرے کا؟" اب فارحہ نے طائرانہ نگاہ ڈالنے کے بعد کمر پر ہاتھ ٹکا کر دریافت پوچھا۔ بلال ہڑبڑا ہی گیا سر پر وارڈ روب کا ڈور لگا تو چودہ طبق روشن ہو گئے۔ سر پکڑ کر ہائے کر کے رہ گیا۔

"توبہ ہے بلال! تم بھی بس، زور سے تو نہیں لگی؟" وہ فکرمندی اس کے قریب آئی اور اس کا سر سہلانے لگی۔ بے چارہ اپنی مطلوبہ چیز تک بھول گیا۔

"بس آپی! ٹھیک ہوں۔" تھوڑا اخجل بھی ہو گیا، کیونکہ پورے کمرے کو اس نے کباڑ خانہ بنایا ہوا تھا۔ کوئی چیز ٹھکانے پر نہ تھی، حتیٰ کہ بیڈ کا گدا تک سائیڈ پر کھڑا ہوا تھا۔ رائٹنگ ٹیبل پر ڈھیروں سی ڈیز پڑی تھیں۔ بک شیلف بھی بے ترتیب تھی۔ واش روم کے آگے جوتوں کا ڈھیر نظر آیا۔

"یہ سب کیا ہے؟ بلال! جو تم نے اتنا کچھ پھیلا دیا۔"

"آپی! کافی دنوں سے میرا والٹ نہیں مل رہا ہے۔ سب جگہ چھان مارا ہے۔ اب اپنا کمرا ہی کھنگالنا رہ گیا تھا اس لیے یہ بھی کر لیا۔ مگر ندارد۔" اب وہ پریشان سا بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگا۔ چوٹ بھول چکا تھا۔

"کتنے پیسے تھے؟" اب فارحہ نے بھی ڈھونڈنے میں مدد کرنا چاہی۔ اس کی بکھری چیزیں اٹھانا شروع کیں جو ادھر ادھر پڑی ہیں۔

"آپی! آپ رہنے دیں۔ میں ڈھونڈ لوں گا۔" وہ تو اب حواس باختہ ہو گیا کہ اگر والٹ فارحہ کے ہاتھ لگ گیا تو اس کا راز کھل جائے گا کہ وہ جویریہ کو دل میں بسائے پھرتا ہے۔ وہ ابھی کسی کو بھی نہیں چاہتا کہ علم ہو۔

"اچھا میرا ہاتھ تو چھوڑو۔" ناراضگی سے گویا ہوئی۔ پھر اس کی چیزیں واپس چھوڑ دیں۔ اب خاصے مشکوک انداز میں اس کا جائزہ لیا، تو بلال کن انکھیوں سے دیکھنے لگا۔ جیسے وہ اس کی چوری پکڑ لے گی۔ وہ نا سمجھی سے بس دیکھتی رہ گئی۔

"یہ بتاؤ پہلے کہ پیسے کتنے تھے؟"

"پیسوں کو تو چھوڑیئے، اس میں ایک میری بہت ہی کام کی چیز تھی۔"

"اس چیز کا نام تو ہو گا؟" وہ بے زاری سے پوچھنے لگی، کیونکہ اسے اتنا پھیلاوا دیکھ کر غصہ آنے لگا۔ جواب اسے ہی ترتیب سے رکھنا پڑے گا۔ اب اس کا ایسا کام کرنے کا موڈ نہ تھا۔ وہ تو بھائی جان سے ضروری بات کرنے جا رہی

"جی اس میں میری بائیک کا لائسنس تھا، جو ابھی تو بنوایا ہے۔ پتہ نہیں کہاں گیا؟" وہ بڑبڑایا۔

"نیچے بھابھی سے پوچھتے۔ اکثر تم اپنا والٹ کبھی کوریڈور میں ٹیلی فون ٹیبل پر چھوڑ دیتے ہو۔"

"وہاں بھی دیکھ لیا ہے۔" وہ خاصا مایوس سا بولا۔

"آپ جایئے میں تلاش کر لوں گا۔ اور آپ فکر مت کریئے گا۔ سب کچھ ترتیب سے میں رکھ دوں گا۔" وہ اپنے کپڑوں کے ڈھیر کی جانب بڑھا۔

"آئے بڑے، رکھ دوں گا۔ ابھی آتی ہوں میں۔ اور دیکھتی ہوں کیسے رکھتے ہو؟" وہ اس کا تمسخر اڑاتی نیچے زینوں کی جانب بڑھ گئی۔ تیزی سے بڑے کمرے میں آئی۔ کیونکہ آفس سے آنے کے بعد اکثر سرمد ادھر انس کے ساتھ کھیل میں لگ جاتے تھے۔ انہیں دیکھتی لاؤنج میں آئی۔ وہ بھی خلاف معمول خالی تھا۔ کھانا نو بجے تک کھاتے تھے ابھی ایک گھنٹہ باقی تھا۔ اب وہ سرمد کے کمرے کی طرف آئی۔ دروازے پر دستک دی تو اندر سے طائشہ کی آواز آئی۔

"آ جاؤ بھئی! کون ہے؟" طائشہ سرمد کے کپڑے ہینگر میں لٹکا رہی تھی، جو ابھی ابھی وہ آفس سے آ کر چینج کر کے چلے گئے تھے۔

"ارے تم فارحہ!" طائشہ نے مسکرا کر اسے دیکھا تو جواباً وہ بھی مسکرائی۔ ادھر ادھر نگاہ ڈالی سرمد نہیں تھے۔

"بھابھی! بھائی جان کہاں گئے ہیں؟" اس نے قدرے توقف کے بعد اس سے پوچھا، جو ان کا ہینگر شدہ سوٹ ڈریسنگ روم میں لے جا رہی تھی۔

"ابھی نکلے ہیں انس کو لے کر، ضد کر رہا تھا باہر جانے کی۔" طائشہ نے چونکہ کر اس کے اترے ہوئے چہرے کو دیکھا، جو بجھا بجھا لگا۔ حالانکہ وہ اب سب سے ہی کم بات کرتی تھی۔ انگلیوں کو آپس میں مروڑنے لگی۔ وہ گم صم، مردہ قدموں سے جانے لگی۔

"فارحہ! رکو۔" طائشہ نے ہینگر بیڈ پر ڈالا۔ اور اسے پکار لیا جو منجمد ہو کر رک گئی، مگر پشت پھیرے رکھی۔ لب کچلتی رہی۔

"فارحہ! کیا بات ہے؟ کچھ کہنا تھا ان سے؟" طائشہ نے محبت بھرے انداز میں کہتے ہوئے اس کا سامنے آ کر ہاتھ پکڑا۔ وہ نگاہ جھکا گئی۔ وہ بڑی گہری نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی، جو متوحش اور مضطرب لگی۔

"نہیں ایسا کچھ خاص نہیں کہنا۔" وہ بس اتنا ہی کہہ پائی۔

"فارحہ! ایسی خاص ہی بات ہو گی جب ہی تم نے اپنے بھائی جان کو پوچھا ہے۔ اگر فارحہ! تم مجھے اس قابل سمجھتی ہو تو مجھے کچھ بتاؤ گی؟" وہ بڑے مان اور آس سے پوچھنے لگی۔

"بھابھی! قابل تو اب میں نہیں رہی کسی کے لیے بھی۔ جب ہی تو بے مایہ ہو گئی ہوں کسی کے لیے۔" لہجے میں حسرت محرومی پنہاں تھی۔ کتنی تنہائی محسوس کرتی ہے۔

"ہٹ کیسی باتیں کرنے لگی ہو؟ خبردار جو ایسا کچھ بولا۔" طائشہ نے ہلکی سی پیار بھری چپت اس کے پھولوں جیسے گال پر لگائی تو آنکھیں خواہ مخواہ اتنی ہمدردی پر کر رو دیں۔ طائشہ نے فوراً اپنے شانے سے لگا لیا۔ وہ تو اس کی ہر بات سے واقف تھی۔ کتنا وہ یاسر کو چاہتی ہے۔ اس کی آنکھیں اور رخسار ہر وقت شرمگیں رہتے، جو یاسر کا والہانہ انداز اور نگاہیں رکھتی۔

"فارحہ! تم ایسی باتیں مت کیا کرو۔ نا صرف تمہیں بلکہ مجھے بھی تکلیف ہوتی ہے۔"

"بھابھی! اب میں تکلیفوں کی عادی ہو گئی ہوں۔" وہ اس کی بات کاٹ کر بولی۔ ناک رونے سے

طائشہ نے اسے ساتھ لگائے لگائے صوفے پر بٹھا دیا۔ اور خود بھی اس کے قریب بیٹھ گئی۔

"مجھے پتہ ہے تم یاسر کو کتنا چاہتی ہو۔ دیکھنا وہ لوٹ آئے گا۔"

"بس بھابھی! بس یہ تسلیاں مجھے نہ دیں۔ نہ اب میں انہیں چاہتی ہوں۔ اور نہ ہی مجھے اب ان کا انت... جینا آ گیا ہے مجھے۔ وہ کیا سمجھتے ہیں کہ وہ مجھے اس طرح چھوڑ جائیں گے تو انہیں یاد کر کے رو رو کر آنکھیں... لوں گی۔"

"کیسی باتیں کر رہی ہو؟ فارحہ!" وہ تو حیران رہ گئی اس کے منہ سے یہ سن کر۔

"میں ٹھیک کہہ رہی ہوں۔ پلیز آپ ان کا ذکر نہیں کیا کریں۔ مجھے ان کے سہارے نہیں جینا۔ میں نے ان سے ہر رشتہ اور ناطہ توڑ لیا ہے۔" اس نے بڑے کرب وضبط سے کہا۔

"فارحہ! رشتہ کوئی ریت کی دیوار نہیں، جب دل چاہا توڑ دیئے اور جب دل چاہا بنا لیے۔"

"بھابھی! رشتہ تو اسی دن ٹوٹ گیا۔ جب وہ اس گھر سے چلے گئے۔ میں اب بالکل بھی ان سے کوئی تعلق رکھنا چاہتی۔"

"تم غلط کہہ رہی ہو۔ شوہر چاہے کتنا بیوی سے سرد مہر رہے، لاتعلق رہے، بیوی کبھی اس سے کوئی رشتہ یا تعلق توڑتی۔ کیونکہ اسے ایک مبہم سی آس ضرور رہتی ہے۔ شاید کبھی تو وہ اس پر ایک نظر ڈالے گا، جو صرف اس کے گی۔" طائشہ بڑے جذب سے بولتی گئی، کیونکہ خود بھی تو ایسے مراحل سے گزری ہے۔ اسے معلوم ہے کیا ہو رسائی کا کرب۔ وہ ایک ایک لمحہ آنکھوں میں گھوم گیا۔

"مجھے اب ان کی کوئی آس نہیں ہے۔ مجھے اب ان کے لیے نہیں اپنے لیے، آپ سب کے لیے جینا ہے۔ میری زندگی اور میرے دل میں ان کی کہیں جگہ نہیں بنتی۔ میں نے ان کی ہر یاد کو دل سے کھرچ دیا ہے۔" ہاتھوں میں چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ یاسر نے اسے کہیں کا نہ رکھا۔

"تم کچھ بھی کہو مگر فارحہ! تم کبھی دل و ذہن کا تعلق نہیں توڑ سکتی ہو۔ اور پھر جب محبت ہو بچپن کی تو اسے بھلا ہی نہیں سکتا۔ تم ایسے کیسے کہہ سکتی ہو؟" اس نے فارحہ کی نفی کی، ساتھ ہی سمجھایا بھی۔

"پلیز بھابھی! یاسر کی اب کوئی بات نہیں ہو گی۔ اس شخص کا میں اب اپنی سوچوں تک سے گزر نہیں چاہتی۔ دل اب بہت مضبوط ہے۔" وہ پرعزم لہجے میں بولی تو طائشہ نے اسے شانے سے لگا لیا۔ بڑی مشکل سے خاموش کرایا، کیونکہ کسی بھی وقت سرمد آ سکتے ہیں۔ وہ چہرہ آنچل سے صاف کرتی اٹھ گئی۔

"میں بھابی! بعد میں آؤں گی، بھائی جان سے بات کرنے۔"

"اف یار! اتنا تنگ کرنے لگا ہے یہ۔" سرمد انس کا ہاتھ پکڑے اندر آئے تو دونوں ہی چونک کر سنبھل... سرمد نے حیرت سے فارحہ کو دیکھا، جو ان کے کمرے میں تھی آنکھیں روئی روئی لگیں۔

"کہاں لے کر گئے تھے آپ اسے؟" طائشہ نے اپنے ادھورے کام کو عملی جامہ پہنایا۔ ہینگر اٹھایا اور ڈر... روم میں لے کر جا رہی تھی۔

"سامنے والے پارک میں لے کر گیا تھا۔ کبھی کھانے کے لیے کچھ مانگ رہا ہے تو کبھی کچھ۔ اب را... سب کچھ پھینک کر آ گیا کہ دوبارہ لینا ہے۔" وہ انس کے بال بگاڑتے ہوئے بولے جو صوفے پر چڑھ کر...

...ناراض۔

"ذرا چھیڑ لگائیں اس کے، بہت تنگ کرنے لگا ہے۔ دیکھنا ایڈمیشن کروا دوں گی اسکول میں۔" طائشہ نے اب گھورا جو منہ بسورے ہوئے تھا اپنے باپ سے، جبکہ وہ مسکرانے لگی؟ فارحہ جانے لگی تو طائشہ کی نگاہ پڑ گئی۔

"بیٹے فارحہ، آپ سے کچھ بات کرنے آئی تھی۔ آپ باہر گئے ہوئے تھے۔" طائشہ نے جھٹ سرمد سے کہا جو ٹی وی آن کرنے لگے تھے۔ وہ ایک دم ہی رک گئے۔

"بعد میں کر لوں گی۔ ابھی مجھے کام ہے۔ بلال کا والٹ کھو گیا ہے۔ وہ ڈھونڈنا ہے۔" اب وہ سرمد کے سنجیدہ چہرے سے جھجک گئی۔ ڈر بھی لگا کہ پتہ نہیں مانے بھی یا نہیں۔

"والٹ بلال کا کھو گیا۔" طائشہ چونک گئی کیونکہ کچھ دن پہلے ہی اس کے کمرے میں گرا تھا، جو طائشہ نے اٹھا کر ... لیا۔

"کہہ رہا تھا کہ کافی دن سے نہیں مل رہا ہے۔ شاید موٹر بائیک کا لائسنس بنوایا ہے۔ وہ چاہیے۔" اب وہ بچنا چاہ رہی تھی۔ سرمد، فارحہ کو دیکھنے لگے، کیونکہ ان کی یہ بہن ڈرتی بھی تو بہت ہے۔ ان سے جب ہی بچ رہی ہے۔

"میں جا کر ڈھونڈتی ہوں۔ تم بات کروان سے۔" طائشہ نے مختلف کام نمٹائے اور انس کا ہاتھ پکڑ کر جانے لگی، تا کہ وہ آرام سے بات کر سکے۔

"وہ بھابھی! ایسی خاص بات نہیں ہے۔" اس نے اسے روکا۔

"فارحہ بیٹا! جو بات ہے کہو۔ مجھ سے تم اتنا گھبرا کیوں رہی ہو؟" سرمد نے اسے ریلیکس کیا۔ وہ اپنے بھائی کی اپنائیت بھرے لہجے پر ہی حوصلہ مند انداز میں انہیں دیکھنے لگی کہ پہل ہی نرم لہجے میں کی۔

"سنو کھانا جلدی لگا لینا۔ مجھے کہیں جانا ہے ضروری۔" انہوں نے طائشہ کے پیچھے سے ہانک لگائی، تو وہ سر اثبات میں ہلاتی چلی گئی۔

فارحہ کھڑی ہوئی تھی۔ سرمد نے مسکرا کر اسے دیکھا، جو شاید الفاظ تلاش کر رہی تھی کہ کیا کہنا ہے۔ اور کس طرح کیا بولنا ہے۔

"فارحہ بیٹا! ادھر آؤ میرے پاس آ کر بیٹھو تم بلا جھجک اور گھبرائے۔ مجھ سے کہو کیا بات کرنی ہے؟" انہوں نے شفقت سے سر پر ہاتھ پھیرا تو کچھ نمکین پانی بند توڑ کر باہر آ گیا۔ جو اس کے ہاتھوں پر گرا۔

"بری بات رونا نہیں۔ تمہارا بھائی تمہیں روتا ہوا نہیں دیکھ سکتا۔" وہ فارحہ کو شانے سے لگا کر بولے تو وہ بکھر ہی گئی۔ وجود اس کی محبت پا کر اور ہی ہچکیوں کی زد میں آ گیا۔ سرمد بھی غمگین سے ہو گئے۔ وہ اس کا درد سمجھتے ہیں۔

"فارحہ بیٹا! روتے نہیں، تم تو بہت بہادر اور صابر لڑکی ہو۔ یہ رونا دھونا بالکل اچھا نہیں لگتا۔ بری بات رونا نہیں۔" انہوں نے اس کا چہرہ اوپر کیا جو رو رو کر آدھی ہوتی جا رہی تھی۔ اور وہ اپنی بہن کو ٹوٹا بکھرتا نہیں دیکھنا چاہتے جو ان کی اکلوتی بہن ہے۔

"مجھے اندازہ ہے کہ تم کتنے کڑے مراحل سے گزر رہی ہو۔ تم بے فکر رہو دیکھنا یہ یاسر جب بھی آیا نا تمہارا بھائی اس کی خبر ضرور لے گا کہ میری بہن ایسی فالتو چیز تھی، جو وہ چھوڑ کر چلا گیا۔" وہ بھی لرزتی آواز میں بولے مرد تھے رونا انہیں زیب نہیں دیتا، مگر بہن کو غمگین اور اداس جب بھی دیکھتے وہ کڑھتے۔

"اچھا تم ادھر آؤ۔ اور مجھے بتاؤ کیا کہنا ہے میری بہن کو مجھ سے؟ شاباش۔" انہوں نے اسے صوفے پر بٹھایا اور سوالیہ انداز میں اسے دیکھا۔ جواب آنچل سے آنسو صاف کر رہی تھی۔ لب بار بار بھینچنے لگی، اندر کی حالت سنبھالنے

کو۔

''بھاءجان! میں اسکول میں پڑھانا چاہتی ہوں۔'' وہ اٹک اٹک کر بول ہی دی۔

''ویری گڈ! یہ تو تم نے بہت اچھا کام چوز کیا ہے۔'' وہ خوش دلی سے گویا ہوئے کہ چلو اسی بہانے وہ ذرا
رہے گی، تو الٹی سیدھی سوچوں سے بچی رہے گی۔

''آپ کو اعتراض نہیں؟'' وہ حیرانگی سے منہ اٹھا کر انہیں دیکھنے لگی۔ بے یقینی کی کیفیت بھی نمایاں تھی
انہیں بھی نکتہ اعتراض ہو گا۔

''بالکل نہیں اعتراض: فوراً تم اپلائی کرو۔ بلکہ میں کرواؤں گا تمہارا سارا کام، تم بے فکر ہو جاؤ۔'' انہوں نے
کے سر پر ہاتھ رکھ کر تسلی دی۔

''لیکن بھائی جان! ابو، امی اور چچا جان اور چچی جان کو اعتراض ہو گا۔ وہ مجھے اجازت نہیں دیں گے
جاب کرنا چاہتی ہوں۔'' انداز اس کا تھوڑا ضدی اور اڑیل لگا۔ وہ چاہتی بھی تھی کہ یہ جاب ضرور کرے۔

''تم بے فکر رہو ان سب کو میں سنبھال لوں گا۔ تم بس یہ کرو کہ اپنے سارے ڈاکومینٹس نکالو۔ میں فوٹو
کروا دوں گا۔ اسکول کون سا چوز کیا ہے؟''

''وہ اخبار میں اشتہار دیکھا ہے۔ بہادر آباد میں اسکول ہے۔ انٹرویوز پرسوں ہوں گے۔''

''ٹھیک تم میرے ساتھ چلنا۔ تم بس اپنی تیاری کرو۔'' وہ جلد از جلد چاہتے تھے کہ وہ اس ماحول سے نکلے،
بدلے، اداسی سے باہر آئے، باہر کی رنگینیوں کو دیکھے، اندر کے گھٹے ماحول سے نکلے، اس کے چہرے کی شادابی
آ جائے، کیونکہ اتنا تو وہ بھی جانتے تھے کہ یاسر سے وہ کتنی محبت کرتی ہے۔

''اپنے ذہن پر اب بالکل کوئی بوجھ نہیں رکھو۔ تمہارا بھائی تمہارے ساتھ ہے۔'' انہوں نے مسکرا کر اسے یقین
دلایا تو فارحہ وفورِ مسرت سے مسکرا دی، کیونکہ بھائی نے اسے مان دیا اور تسلی دی۔ اور وہ ان کی اتنی محبت کے آگے کچھ
نہ کہہ پائی۔ آج اسے اپنا بھائی بالکل مختلف لگا۔ اس میں بھی طائشہ کا ہاتھ تھا۔ انہوں نے ہی ان کی سخت گیر طبیعت
بدلی تھی۔

● ● ●

''ہوش میں تو ہو۔ تم کیا کر رہے ہو؟'' امی نے بلال کو ٹوکا جو لاؤنج میں ٹی وی ٹرالی میں گھسا ہوا تھا۔

''امی! میرا والٹ نہیں مل رہا ہے۔ تھک گیا ڈھونڈ ڈھونڈ کر۔'' وہ خاصا جھنجلایا اور اکتایا نظر آیا۔ طائشہ کچن میں
سے سب سن رہی تھی۔ کچن سے لاؤنج اور ڈائننگ ہال صاف نظر آتا تھا۔

''تم لڑکوں کی یہی عادت خراب ہے۔ کوئی بھی چیز جگہ پر نہیں رکھتے ہو۔'' اب وہ اس کی تقلید میں شروع ہو گئیں
ڈھونڈنے میں۔

''مجھے تو حیرانگی ہے۔ ہر وقت میرے پاس ہی رہتا ہے۔ صرف رات کو ہی پاکٹ سے نکال کر رکھتا ہوں۔''

''کیا پتہ باہر گر گیا ہو؟''

''یہی میں نہیں چاہتا کہ باہر گرے۔'' اب وہ ہراساں ہو کر کاؤچ پر دراز ہو گیا۔ امی ٹرالی کی چیزیں اس میں
رکھنے لگیں، جو کارپٹ پر پڑی تھیں۔

طائشہ کچن کے دروازے پر آ کر کھڑی ہو گئی۔ اب بلال کو تنگ کرنے کا سوچا۔

''بلال! اس میں کیا خاص چیز تھی؟'' وہ معنی خیزی سے ہونٹوں کو دبا کر ہنسی روکتے ہوئے بولی۔ کیونکہ اسے خبر تھی
کیا خاص تھا۔

''وہ بھابھی لائسنس تھا بس۔'' اس نے آہستگی سے دبے دبے لہجے میں کہا۔ وہ کاؤچ کے بیک پر سر رکھے لیٹا

''لائسنس ہی تھا یا کچھ اور بھی تھا، مثلاً پیسے وغیرہ۔'' وہ کچن سے اتر کر اس کے سامنے آ گئی۔ انداز خاصا تفتیشی

وہ تھوڑا اجز بز بھی ہوا۔

''پیسوں کی تو پرواہ نہیں، مگر وہ زیادہ ضروری تھا۔''

''ہاں صاحبزادے کو پیسوں کی کیا پرواہ، پیڑوں پر اُگتے ہیں نا۔'' امی نے تھوڑا ناراضگی اور خفگی سے اسے گھورا۔

سمجھانے لگا۔

''ظاہر ہے۔ پیسے میری نظر میں اتنی اہمیت نہیں رکھتے۔ اتنی مشکل سے بنا تھا لائسنس۔ اب بنا ے موٹر بائیک
تو نہیں لے جا سکتا۔''

''ٹھیک ہے، تب تک تم گاڑی استعمال کرو۔'' طائشہ نے مخلصانہ مشورے سے نوازا۔ وہ بس ایک نگاہ اس پر ڈال
کر رہ گیا، کیونکہ وہ مسکرا بھی رہی تھی۔ بلال کو چونکانے کو کافی تھا۔ وہ سیدھا ہو کر بیٹھا۔

''گاڑی ہی استعمال کر رہا ہوں۔ مگر آپ کو ابو کا پتہ ہی ہے۔ آج کل ہاتھ دھو کر میرے پیچھے پڑے ہوئے
ہیں۔ اور کچھ ہو گیا گاڑی کو تو بے نقط سنائیں گے۔''

''کیوں گاڑی ابو کی بہو ہو گئی ہے؟'' وہ شرارت سے باز نہ آئی۔ بلال کو جھٹکا لگ کر رہ گیا۔ اس کے برجستہ کہنے
پر طائشہ کا جائزہ لیا، جو مسکرا رہی تھی۔

''تمہارے ابو، بھی صبح سے پوچھ رہے تھے۔ ذرا ان کی تو بات سن لو۔'' اچانک ہی امی کو یاد آیا تو وہ اس
کے قریب آ کر بولیں۔

''ہو گا پھر وہی سبق، میں نے کہہ دیا ہے مجھے نہیں جانا بزنس کی جانب۔'' اب تو وہ چڑ گیا، ساتھ ہی غصے سے کشن
اٹھا کر پھینکا جو سامنے سے آتے عمر کو لگا۔

''ہائے امی! میں مرا۔'' اس نے تو سینے پر ہاتھ رکھ کر واویلا شروع کر دیا۔ بلال تو گھبرا گیا۔ امی اور طائشہ بھی
حیرانگی سے عمر کو دیکھنے لگیں، جو پتہ نہیں کب وہاں آیا اس کے عتاب کا نشانہ بنا۔

''اف امی! اتنی زور سے مارا ہے۔ ہائے پاپا! اف امی! پاپا کو بلاؤ۔'' وہ تو سینہ پکڑ کر زمین پر لوٹ پوٹ ہو گیا۔

''بلال! ذرا تمیز ہے۔ بچے کو لگ گیا۔ عمر! میرے بچے کہاں لگا؟'' وہ عمر کو سیدھا کرنے لگیں۔ جبکہ بلال سوچ
میں پڑ گیا کہ اتنا ہلکا فوم کا کشن اور وہ درد سے کراہنے لگا۔ وہ متعجب سا اسے دیکھنے لگا۔

''تائی امی! بہت زور سے لگا ہے۔''

''امی یہ ایکٹنگ کر رہا ہے۔ عمر سیدھے ہو۔'' اب اس نے عمر کو ذرا غصے سے حکمیہ اٹھنے کو کہا۔

''جی نہیں، ایکٹنگ نہیں ہے۔ آپ نے مارا ہے۔''

''بلال! واقعی تم نا بے ہوش ہو گئے ہو۔ کچھ نظر نہیں آتا۔''

''آج کل انہیں بس ایک ہی نظر آتا ہے۔'' عمر نے زیر لب معنی خیزی سے کہا، بلال تو غصے سے گھورنے لگا۔

''کیا بک رہے ہو؟''

''کچھ نہیں آئی ایم آل رائٹ انڈراسٹینڈ۔'' اب وہ ایک دم ہی بشاش سا کھڑا ہو گیا۔ اور دانت نکالنے لگا۔

"دیکھا یہ فلمیں دیکھ دیکھ کر ایکٹنگ کرنے لگا ہے۔ ڈاکٹر بن رہا ہے کہ ڈائریکٹر؟"

"نائل بھائی ٹھیک کہہ رہے تھے۔" وہ بھی نائل کی کہی گئی بات پر متفق ہو گیا۔ اب وہ اسے مارنے کو لپکا تو وہ بھاگنے لگا۔

"عمر! تم نے ہماری جان ہی نکال دی تھی۔" طائشہ بھی ہنستے ہوئے گویا ہوئی، کیونکہ اب وہ باہر کی جانب بھاگا مگر پھر رک گیا۔

"بلال بھائی! آپ کا والٹ مل گیا ہے۔ میرے پاس ہے۔"

"تمہارے پاس؟ دکھاؤ ادھر دو۔" وہ فوراً اس کی جانب دوڑا، مگر وہ گلاس ڈور کھول کر بھاگ گیا۔

"دونوں ہی لڑتی رہتے ہیں۔" امی نے گلاس ڈور سے باہر لان میں دیکھا، جہاں دونوں اب دھینگا مشتی میں لگے

"عمر! یار! پلیز دے دو قونا۔" وہ ملتجی لہجے میں بولا، کیونکہ اس والٹ سے زیادہ اس میں لگی جویریہ کی تصویر اہمیت تھی، جو اس نے بڑی مشکل سے البم سے نکالی تھی۔ کیونکہ اس نے خود کو دیکھنے کی پابندی لگائی تھی۔ اس لیے تو پر اکتفا کیا۔

"یار بلال بھائی! میں مذاق کر رہا تھا۔ ویسے ایک بار میں نے آپ کا والٹ کھول کر دیکھا تھا۔ اس میں جو صاحبہ مسکرا رہی تھیں۔"

"کیا بکواس ہے؟" وہ شرمندہ سا ہوا، بلکہ اب نگاہ چرانے لگا۔

"سینے سب خبر رکھتا ہوں، کیونکہ میں نے سب کے والٹ کھول کر دیکھے ہیں۔"

"تم یہ حرکتیں بھی کرتے ہو۔" اب وہ دونوں لان کی گھاس پر بیٹھ چکے تھے، کیونکہ ایک دوسرے کے پیچھے بھاگتے ہوئے تھک گئے تھے۔

"ایک بار نائل بھائی کا والٹ دیکھا، اس میں بجو کی تصویر لگی تھی۔ پھر ایک دن ڈرتے ڈرتے سرمد بھائی کا والٹ کھولا، تجسس کے مارے اس میں بھی دیکھا، طائشہ آپی اور انس کی لگی تھی۔" وہ ہنس کر بولا۔

"بڑے ہی کمینے ہو۔ اگر بھائی جان نے دیکھ لیا ہوتا تو تمہاری خیر نہیں تھی۔" بلال نے اس کے سر پر ایک چپت لگائی۔

"وہ تو میں نے ڈائننگ ٹیبل پر رکھا دیکھا تو تجسس کے مارے کھول لیا۔ ویسے تو ان سب کی شادیاں ہوئی ہیں آپ نے کس حساب میں جویریہ صاحبہ کی تصویر لگائی ہے؟" وہ اب اسے لاجواب کرنے کو بولا۔ بلال جھینپ گیا بلکہ گھبرا ہی ہو گیا اس کے اچانک حملہ کرنے پر۔

"کیونکہ مستقبل میں ان صاحبہ کو اپنی بیگم بنانا ہے۔" وہ روانی میں بول گیا۔

"کیا کہا؟" وہ تو بیٹھے سے اچھل گیا، جبکہ بلال نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھا۔

"بدتمیز انسان! آہستہ بول۔ اگر کسی کو بتایا نا، تو یاد رکھنا میں ابرار چچا کو بتا دوں گا کہ تم پڑھائی کم فلمیں زیادہ دیکھتے ہو۔" بلال نے بھی ساتھ ہی چالاکی سے ایک لگام اس کے اپنے ہاتھ میں رکھی، تاکہ وہ منہ بند رکھ سکے۔

"ویسے آپ اگر مجھے یہ دھمکی نہ بھی دیتے، بتاتا میں پھر بھی کسی کو نہیں، کیونکہ تایا ابو کے غصے کا مجھے پتا ہے۔" اس نے بھی تجاہل عارفانہ سے کہا تو بلال کو ہنسی آ گئی۔ "اب والٹ دو۔" وہ چمکارنے لگا۔

"یار! میں تو مذاق کر رہا تھا۔ آپ کو تنگ کرنے کو دل چاہ رہا تھا۔ ویسے اگر جویریہ بھابھی کی تصویر چاہیے تو ان کے گھر سے لے آئیں۔"

"واٹ بھابھی؟" اسے ساعتوں پر یقین نہ آیا کہ عمر کیا کہہ رہا ہے۔

ظاہر ہے اب عادت توڑ ڈالنی ہے۔"

"ظاہر ہے اب عادت تو ڈالنی ہے۔"

"مگر اس لڑکی کے سامنے کہہ دیا نا تم نے، سر توڑنے سے ذرا دریغ نہیں کرے گی۔" بلال نے اسے ڈرایا۔

"آئی ڈونٹ کیئر۔ اب میں اسے یہی کہوں گا بلکہ انہیں۔" وہ بھی ذرا زور دے کر بولا۔ وہ دونوں بیٹھے باتیں ہی رہے تھے کہ باہر سے انوار احمد کی گاڑیاں آئیں، تو دونوں ہی مؤدب بن کر کھڑے ہو گئے۔ دونوں گاڑی سے اتر آئے تو انوار احمد نے خاصا تنقیدانہ نگاہوں سے بلال کو دیکھا۔

"تم سے مجھے بات کرنی ہے۔ فوراً کمرے میں آؤ۔" وہ حکم دے کر اندر چلے گئے، جبکہ بلال تو سر پکڑ کر رہ گیا۔ کیونکہ اب پھر اس کی خیر نہیں ہے۔ برے برے منہ بنانے لگا۔

"بلال بھائی! آر یو اوکے؟" اس نے اس کا شانہ ہلایا۔

"یار! اب میری خیر نہیں۔ عدالت میں حاضری دینی ہے۔" وہ پیر پٹختا اندر آ گیا۔ منہ الگ لٹکا ہوا تھا۔ کیونکہ اب اس کی خیر نہیں ہے۔ برے برے منہ بنانے لگا۔

"امی! میں آفس نہیں جاؤں گا۔" وہ ان سے ہی بولا۔

"مجھ سے مت کہو اپنے باپ سے کہو، جن کی سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔" وہ خود پریشان رہتی تھیں۔ پھر ان کا غصہ تو رہی جان نکال دیتا تھا۔

"بلال! تم بھی فضول ضد کر رہے ہو۔ اگر ابو کی خواہش ہے تو تم آفس جوائن کر لو۔" طائشہ نے اسے سمجھایا، جو جانے کے لیے قدم بڑھا چکا تھا۔ یک دم اس کے کہنے پر وہ ایڑیوں کے بل گھوما۔ اور چلتا ہوا لاؤنج میں آیا۔ جہاں وہ لاؤنج پر بیٹھی ہوئی تھی۔

"بھابھی! آپ کو پتہ ہے۔ وہ مجھے یاسر بھائی کی جگہ کہہ رہے ہیں کام کرو۔ اور میں یہ کروں گا نہیں۔ ان کی سیٹ اسی طرح خالی رہے گی۔ ایک نا ایک دن تو آئیں گے نا۔ پھر وہ جوائن کر لیں گے۔" وہ بھی اپنی بات پر اڑا ہوا تھا۔ اس گھر کے تمام ہی مرد حاکمیت پسند اور جاہ و جلال والے تھے۔ کسی سے بھی نہیں دبتے تھے۔ طائشہ بس ایک لمبی سانس بھر کر تاسف سے اسے دیکھنے لگی، جو اس وقت خاصا سنجیدہ اور تند و ترش لگا۔

"تم اپنی جگہ خود بناؤ۔"

"میرا انٹرسٹ بزنس میں نہیں ہے۔" اس نے صاف بتایا۔

"تم اپنے باپ سے جیت سکتے ہو؟ انہوں نے سرمد کی سنی؟ جرمنی جانے کا نام ہی لیا تھا کہ شادی کرا دی۔ اس کا بھی دل نہیں تھا بزنس کا۔" امی نے بلال کو سرزنش کی۔

"امی! وہ بھائی جان تھے میں باہر تو جانے کا نام نہیں لے رہا۔" وہ تو بھنا گیا، جبکہ طائشہ نے ایک فہمائشی نگاہ ڈالی جو تذبذب میں بھی تھا۔

"جھوٹے منہ نام بھی مت لے دینا، کیونکہ انہیں سب کی شادیاں کرانے کی جلدی رہتی ہے۔ چاہے وہ راضی ہو یا نہیں۔ دو زندگیوں کو انہوں نے خراب کیا تھا۔ وہ تو کچھ اوپر والے کو رحم آ گیا کہ سرمد سدھر گیا۔ مگر بیٹی کا کیا کیا بیاہ کر بھی بن بیاہی رہ گئی۔ اب اگر انہوں نے کچھ ایسا ویسا فیصلہ کر دیا، تو بلال مجھ میں دم نہیں ہے برداشت کا۔ مت ضد کرو اپنے باپ سے جو کہتے ہیں مان لو۔" وہ افسردگی سے کہنے لگیں، کیونکہ فارحہ کی انہیں ہر وقت فکر رہتی۔ ان کی بیٹی مرجھا گئی تھی۔ نہ کسی چیز میں دلچسپی لیتی اور نہ ہی کسی سے زیادہ بات کرتی۔ ان کا دل تو کٹتا رہتا۔

"میں ابو کو ایسا نہیں کرنے دوں گا۔ اور نہ میں بزنس جوائن کروں گا۔ بتا دیجیے گا انہیں۔" اب وہ تلملا کر اندر

جانے کے بجائے گلاس ڈور کھول کر نکل گیا۔ کیونکہ وہ بھی بالکل اڑیل گھوڑا بن گیا تھا۔ امی طائشہ کو دیکھنے لگیں، سوچ میں تھی، مگر پھر ان کے پاس آئی۔

"امی! آپ پریشان نہ ہوں۔ ٹھیک ہو جائے گا۔" اس نے اطمینان دلایا، مگر خود تو بے چین ہو گئی۔

"کیسے پریشان نہ ہوں؟ مجھے کسی اولاد کی طرف سے سکون نہیں ملا۔ جو کرتا ہے اپنی من مانی کرتا ہے۔ بڑا بھائی ایسا ہو گا تو دوسرے پر تو اثر پڑے گا۔"

"امی! امی! آپ ایسا کیوں سوچتی ہیں؟" اس نے ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور سہلانے لگی، کیونکہ جب پراگندہ ہو جائے تو اسے صاف کرنا مشکل ترین مرحلہ ہوتا ہے۔

"آپ ان کی طرف سے بے فکر رہیں۔ اب تو وہ بالکل بدل گئے ہیں۔ کتنا تو خیال رکھتے ہیں۔" اب برائی تک کسی سے سننا نہیں چاہتی۔

"پہلے تو تمہیں تنگ کیا۔ ارمانوں بھرے دن تمہارے اور اپنے غارت کیے۔ اب سنبھلا بھی تو کیا ہوا؟ ہمارے زخمی کر گیا۔ دیکھو کل اس نے تمہارا دل دکھایا۔ اور آج اس کی بہن کے ساتھ بھی ایسا ہو رہا ہے۔"

"اللہ نہ کرے امی! فارحہ کے ساتھ ایسا ہو۔" طائشہ نے تڑپ کر انہیں ٹوکا، کیونکہ اس نے تو کبھی کسی کو بد دعا نہ دی۔ پھر فارحہ تو اسے بہنوں کی طرح عزیز ہے۔

"ان کے ابو نے سارے فیصلے ہی غلط کیے۔ ابرار کی شادی آمنہ سے۔ اس پر کتنا فساد ہوا پھر تمہاری شادی، فارحہ کا نکاح، میں نے کہا بھی رخصتی بھی کریں۔ مگر وہ تو میری بات کو اہمیت ہی نہیں دیتے۔ کہنے لگے گھر کی بات ہے۔ جلدی کیا ہے یاسر تھوڑا اپنے پیر جما لے۔" وہ آنکھوں سے آنسو صاف کرنے لگیں۔ تمام پچھلی باتیں ان کے دماغ میں ہتھوڑے برسانے لگیں۔ راتوں کو نیند نہیں آتی۔ اٹھ اٹھ کر بیٹھ جاتی ہیں۔

"جب بزنس گھر کا، تو رخصتی کو کیا تھا۔ ساتھ کر دیتے ہیں۔ آج کل کے لڑکے دوسرے ہیں ان سے میل جول ہوتا۔ یہ ہمارا ہی دور تھا کہ ہم منہ چھپائے پھرتے تھے، رشتہ پکا ہونے کے بعد۔ آج کا دور دوسرا ہے۔" وہ بول رہی تھیں۔ رہ رہ کر انہیں احساس مارے ڈال رہا تھا۔ طائشہ سر جھکائے سنتی رہی، کیونکہ وہ خود ان مردوں کے معاملے میں کہاں بول سکتی ہے۔ یہاں شادی ہو کر آئی تو اول رات ہی شوہر کے عتاب کا نشانہ بنی۔ وہ ان کا درد سمجھتی ہے۔

"اب یاسر کو دیکھو، پتہ نہیں کہاں گوشہ نشین ہو گیا ہے۔ جوان بیٹی ہے۔ کب تک ایسے زندگی گزارے گی؟ صدف اس سے چھوٹی تھی۔ دیکھو، اس کی بھی شادی ہو گئی۔ کل کو اس کا بچہ بھی ہو جائے گا۔ کیا مجھے احساس نہیں ہو گا کہ میری بیٹی بھی اپنے گھر میں بسے؟ کیا وہ ایسی پیاسی زندگی گزار دے گی؟"

"امی! آپ اگر اس طرح باتیں کریں گی، تو فارحہ تو اور ہمت ہار دے گی۔ اور پھر یہ سب فیصلے تو اوپر والے کے اختیار میں ہوتے ہیں۔ آپ دیکھیے گا فارحہ بھی بسے گی۔ اور خوش رہے گی۔ ابھی دیر ہے اندھیر نہیں۔" وہ انہیں سمجھا رہی کیونکہ اب تو اس کا یہی کام تھا۔ کبھی فارحہ کو سنبھالنا، تو کبھی امی کو، تو کبھی چچی جان کو اس گھر کے سارے لوگ عزیز ہیں۔ ان کا سارا دکھ پریشانی اور تفکرات اس کی ہیں۔ وہ ان کی خوشیوں کے لیے ہمیشہ کوشاں رہے گی۔

• • •

وہ پچھلے آدھے گھنٹے سے وہاں تھا۔ اور اسے اس کی موجودگی گراں گزرنے لگی۔ ناگواریت واضح بھی کر دی، وہ بھی ڈھیلوں کی طرح جما رہا۔ مسٹرڈ پینٹ اور لائٹ پنک شرٹ میں وہ کافی اسمارٹ اور ڈیشنگ لگ رہا تھا۔ جویریہ کو وہ زہر سے بھی برا لگا، تو قیر نثار نے اسے رات کے کھانے پر روک لیا۔ جو اسے مشتعل کرنے کو کافی تھا۔

وہ دونوں ڈرائنگ روم میں بیٹھے خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ جویریہ بھنائی ہوئی اندر آئی، کیونکہ ڈیڈی اور اپنے درمیان اسے تیسرے کی شرکت آگ لگاتی ہے۔

"ڈیڈی! آپ کا فون ہے۔" اس نے کارڈلیس انہیں تھمایا جو بڑے صوفے پر ٹانگ پر ٹانگ جمائے بیٹھے تھے اور بلال سامنے کے بڑے صوفے پر ٹیک لگائے اسے دلچسپ نگاہوں سے دیکھنے لگا، جو بلیک پینٹ اور ڈھیلی سی ریڈ شرٹ پر بلیک ہی اسکارف سائیڈ پر ڈالے، اپنے تیکھے چتونوں سمیت دل میں اترتی لگی۔

"بیٹا! جو کوئی بھی ہے، منع کر دو کہ کسی میٹنگ میں بزی ہیں۔"

"ڈیڈی! پھوپھو کا فون ہے۔" اس نے چیخ کر کہا، تو وہ فوراً ہی چونک گئے۔ جھٹ کارڈلیس لیا اور کھڑے ہو گئے اور ڈرائنگ روم سے نکل گئے۔ جویریہ اسے گھورنے لگی۔

"کیا لینے آئے ہیں آپ؟" وہ دھاڑی۔

"فی الحال تو کچھ نہیں، البتہ ایک دن تمہیں لینے آؤں گا۔" آنکھوں میں وارفتگی اور معنی خیزی لیے مسکرانے لگا، جو اسے جلانے کو کافی تھا۔ دانت پیسے۔ بلال نے اس نازک سی چھوٹی لڑکی کو اپنی شرارتی نگاہوں کے حصار میں رکھا، جو تلملاتی رہی۔ شولڈر کٹ بالوں کو اس نے جھٹکے سے ہلایا۔ اس کی بے نیازی بھی نمایاں تھی۔

"مسٹر بلال احمد! یہ آپ کا خواب ہی رہ جائے گا۔"

"تم دیکھنا، میرا یہ خواب تمہارے سامنے شرمندہ تعبیر ضرور ہو گا۔" اس نے جھٹ بڑے وثوق کے ساتھ پر یقین لہجے میں بولا، تو جویریہ نے اسے گھورا۔

"وہ دن دیکھنے گا، کبھی نہیں آئے گا۔ آخر آپ میری بات کیوں نہیں سمجھتے ہیں۔ ڈیڈی کے بغیر ایک لمحے نہیں رہ سکتی۔" اب وہ روہانسی ہو گئی، بلال کے بار بار جراح اور تکرار کرنے پر، جو بڑے ٹھوس بھرے انداز میں بولتا تو وہ خوف سے لرز جاتی۔

"جویریہ! آپ بچی نہیں رہی ہیں کہ آپ اپنے ڈیڈی کی انگلی پکڑ کر چلیں۔ سمجھدار ہیں۔ کیا بار بار یہی رٹ لگاتی رہتی ہیں۔" اب وہ بھی خفگی اور غصے سے بولا، تو وہ ناک اور منہ پھلا کر پھوں پھوں کرنے لگی، تو بلال نے پھر بھی پرواہ نہ کی۔ کیونکہ وہ نڈر ہی اتنا ہو گیا تھا اس کے سامنے۔ اس کی کسی بات کو سیریس ہی نہ لیتا بلکہ ایک کان سے سنتا اور دوسرے سے نکال دیتا۔

"آپ کو کیا تکلیف ہے؟ میرے ڈیڈی ہیں۔ میں ان کی انگلی پکڑ کر چلوں یا جیسے چلوں۔ آپ یہاں آتے کیوں ہیں؟ میں نے کہہ دیا نا۔ آپ کی دال نہیں گلنے والی۔"

"سنو، مجھے دال پسند نہیں ہے۔ اور نہ گلانا ہے، بلکہ سیدھے سیدھے تمہیں لے کر جاؤں گا۔ تم دیکھنا تمہیں خود کو بھی اپنی خبر نہ رہے گی۔" وہ کمر پر ہاتھ ٹکا کر دو قدم بڑھا کر اس کے قریب آیا، تو وہ تو سہم کر پیچھے ہو گئی۔ بلال کی آنکھوں میں ایک عزم اور اٹل ارادہ نظر آیا، جو اسے ڈرانے کو کافی ہے۔

"تم میری پہلی اور آخری پسند ہو۔ اگر ہو گی تو تم میری آئندہ زندگی کی لائف پارٹنر بھی صرف تم ہو گی۔ سمجھیں؟" لہجہ [illegible] بھرا تھا۔

"ہونہہ! نان سینس! آپ کی میں شکایت آمنہ آنٹی سے کروں گی کہ یہاں آ کر مجھے دھمکاتے ہیں۔" اس نے الٹا اس کو ڈرا دیا، تو وہ قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔ جویریہ کو اس کی دماغی حالت پر شبہ ہوا۔

"شوق سے کرنا، مگر یہ ضرور بتانا کہ بلال میری محبت میں دیوانہ ہو گیا ہے۔" وہ ترنگ میں آ گیا۔ لہجہ بھی خمار آلود ہو گیا۔ آنکھوں میں شوخیاں چمکنے لگیں۔ اس وقت جویریہ کو وہ زہر سے بھی برا لگا۔

"یہ محبت نہیں مسٹر بلال! دل لگی ہوتی ہے چند دنوں کی۔ لڑکیوں سے دل بہلایا اور پھر دوسرا ادر دیکھ لیا... بے وقوف نہیں ہوں کہ آپ کے ہاتھوں کھلونا بن جاؤں۔ ناؤ نیور۔" وہ پیر پٹخ کر رہ گئی۔

"واٹ؟ میں دل لگی کر رہا ہوں۔ میری آنکھوں کی سچائی پر یقین نہیں تمہیں۔ جہاں ہر وقت محبت کا... ٹھاٹھیں مارتا رہتا ہے۔" اُسے جویریہ کے اتنے رکیک جملے پر افسوس ہوا، مگر ضبط کر گیا۔

"ثروت بھی عجیب ہے، ضدی کہیں کی۔" توقیر نثار بولتے ہوئے ڈرائنگ روم میں آ گئے، تو بلال چپ ہو... مگر چہرہ سنجیدہ ہو گیا۔ جویریہ الگ نگاہ چرانے لگی۔

"جویریہ بیٹا! وہ آپ کو لندن بلا رہی ہے۔ کیوں جانا ہے؟"

"جی، ڈیڈی! ضرور جاؤں گی۔ کم از کم چھٹکارا تو ملے گا۔" اس نے اب بلال کو جتایا تو وہ حسرت بھری نگاہ اٹھا کر... اسے جویریہ ظالم لگی، جسے اس پر بالکل یقین نہ تھا۔ وہ افسردہ اور مایوس بھی ہوا۔ مگر وہ بھی ہار ماننے والوں میں سے نہیں...

"کس سے چھٹکارہ ملے گا؟ مجھ سے؟" توقیر نثار نے حیرانگی سے استفسار کیا۔ جویریہ فوراً سنبھل گئی۔

"نہیں ڈیڈی! وہ اصل میں یہاں رہ کر اکتاہٹ ہونے لگی ہے۔ آپ بھی چلیے گا۔ اچھا ہے، آپ کی طبیعت... ریلیکس ہو جائے گی۔" اس نے بات سنبھالی۔ بلال گم صم سا ہو گیا اس کے جانے کا سن کر۔

"نہیں بیٹا! میں پچھلی بار گیا تھا۔ بہت نقصان ہو گیا تھا بزنس میں۔ تم رہ آؤ۔ ثروت کی بیٹیاں بھی یاد کر... ہیں۔" وہ لاڈ سے ان کے شانے پر سر ٹکا کر بیٹھ گئی۔

"مگر ڈیڈی! آپ ہوں گے تو کم از کم مجھے گھما پھرا تو دیتے ہیں۔ پھوپھو اپنی جاب میں مصروف۔ اور... وہ بھی دوسرے شہر میں ہوتے ہیں۔"

"بیٹا! آپ خود بڑی ہو۔ اب ایسا کرو، خوشحال بابا کو ساتھ لے جاؤ۔ تم ان کے ساتھ ریلیکس رہتی ہو۔"

"رہنے دیں، انہیں ان کی بیٹی کی شادی ہو رہی ہے۔ انہیں گاؤں جانا ہوگا۔ اور پھر میں آپ کو لے جانا چاہتی ہوں..."

"انکل! اب میں چلوں گا۔" اسے جویریہ کی دل جلانے والی باتیں تکلیف دینے لگیں، تو اس سے برداشت... ہوا۔ تو پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے کھڑا ہو گیا۔ ماتھے پر ناگواریت اور غصے کی لہریں واضح رہیں۔ جویریہ نے... فتح مندی سے مسکرا کر اسے مزید طیش دلانا چاہا، بلال نے بس لمبی سانس بھر کر غصہ کو قابو میں رکھا۔

"کہاں؟ ینگ مین! ڈنر کیے بغیر بالکل نہیں جاؤ گے۔ اتنے دنوں بعد تو تم آئے ہو۔" توقیر نثار نے فوراً... روکا، جو جانے کے لیے اب قدم بڑھانے لگا۔

"ڈیڈی! سلمٰی نے آج رات کے کھانے پر سوائے سبزی پلاؤ کے کچھ نہیں بنایا ہے۔" جویریہ نے رات... بتایا۔ بلال نے ایک تاسف بھری نگاہ اس پر ڈالی۔ کتنی بے مروت اور کٹھور ہو گئی ہے۔ دن اس کا اتنا سخت ہے... سچی اور پاکیزہ محبت بھی اسے جھوٹ اور ڈرامہ لگتی ہے۔

"کم آن بیٹا! سلمٰی سے کہو کہ کچھ اور بھی بناؤ۔ اور پھر جب بھی بلال آیا کرے تم کھانے پر خاص اہتمام کروایا... انہوں نے ہدایت دینے کے ساتھ اسے حکم بھی دیا، جو وہ بڑبڑانے لگی۔ بلال سے اس کی بڑبڑاہٹ چھپی نہ رہ سکی۔

"انکل! آپ واہ مخواہ اتنی تکلیف کرتے ہیں۔ جو کچھ بھی پکا ہے۔ وہ میں کھا لوں گا۔ مزید اہتمام نہ کروا..." اب اس نے جویریہ کو ہی الٹا جلایا۔ وہ تو حیرانگی سے اسے دیکھنے لگی۔ کچھ لمحوں پہلے لال بھبھوکا اس کا چہرہ... تھا۔ پھر بلال کی ازلی شوخی عود کر آئی۔

"آپ بس یہ مت کہا کریں۔ میرا اپنا گھر ہے، جو سب کھاتے ہیں کھا لیا کروں گا۔" وہ پھیل کر بیٹھ گیا...

اس کے اپنائیت بھرے انداز پر خوش ہو گئے۔ یہی تو وہ چاہتے ہیں کہ بلال ان سے بالکل فرینک ہو جائے۔ اور پھر وہ سلسلہ آگے بڑھائیں۔ یہی تو انہیں قابل بھروسہ اور سعادت مند لگا ہے، جسے بڑوں کی عزت کرنی آتی ہے، جس کا چہرہ انہیں مکر وہ فریب سے عاری لگا، آنکھوں میں ہمہ وقت ایک شوخی نظر آتی، کافی وجیہہ بھی تھا۔ ہر کوئی ایسا خوبرو داماد چاہتا ہے۔ پڑھا لکھا اور سمجھ بوجھ والا۔

"تم نے بالکل اپنوں والی بات کی ہے۔ جاؤ جویریہ بیٹا! سلمٰی سے کہو کہ کچھ اور بھی بنا لے۔ اور ہاں کھانے کے بعد چائے تم مت بنانا بھولنا۔" وہ غصے میں بھری جویریہ کو ہدایت دیتے رہے، جو مٹھیاں بھینچ کر خود کو کنٹرول کر رہی تھی۔ اس وقت دل چاہنے لگا کہ بلال کو دھکے دے کر نکال دے۔ جس نے مکمل ڈیڈی پر قبضہ جما لیا ہے۔ وہ پیچ و تاب کھاتی ڈرائنگ روم سے باہر نکل گئی۔ بلال اس کی کیفیت بخوبی جانتا تھا۔ مگر اب وہ جویریہ سے ہار ماننے والوں میں سے نہیں ہے۔ وہ اسے ایک دن حاصل کر کے رہے گا، کیونکہ اس کے جذبوں میں صداقت ہے۔ ایک مضبوط اور اٹل ارادہ اور عزم ہے۔ جویریہ ایک دن اس کے پاس ہوگی۔

"جویریہ کو چائے بہت اچھی بنانی آتی ہے۔ ویسے آہستہ آہستہ کوکنگ کی جانب بھی مائل ہونے لگی ہے۔" وہ بڑے تفخر سے بلال کو بتانے لگے، کیونکہ انہوں نے ایک روشن مستقبل دیکھا ہے جس میں انہیں بلال اور جویریہ ایک ہی نظر آئے۔ کہتے ہیں نا کچھ انہونی خواہشات صرف دل میں رہتی ہیں، جنہیں زبان تک آنے کے لیے ایک خاص موقع کا انتظار ہوتا ہے۔ توقیر نثار پر امید رہتے، خاص موقع کی تلاش میں۔

"انکل! ویسے آج کے دور میں سب کو کوکنگ آنی چاہیے۔"

"تم بے فکر رہو، میں اسے سکھا دوں گا، بلکہ سلمٰی سے میں نے کہا ہے ہر چیز سکھائے۔" وہ جھٹ اس کی بات کاٹ کر گویا ہوئے تو بلال نے ناسمجھی کے عالم میں بس ان کے مسکراتے ہوئے چہرے کو دیکھا۔ وہ شاید کچھ تلاش کرنے لگا۔

"انکل! میں تو اس لیے کہہ رہا ہوں، میری کزن کی شادی ہوئی ہے۔ انہیں کچھ پکانا نہیں آتا ہے۔ اور ویسے بھی بچپن سے لے کر جوانی تک وہ جرمنی میں رہی ہیں۔ اور پھر تھی وہ اکلوتی، اس لیے چچا جان نے ان سے کچھ کام وغیرہ نہیں کروایا۔" وہ انہیں عامیانہ لہجے بتانے لگا، کیونکہ اسے شہرینہ کے بارے میں علم تھا کہ ابھی بھی بس تھوڑی ہی کوکنگ کرنی آتی ہے۔

"بیٹیاں دراصل باپ کو پیاری ہوتی ہیں نا، اس لیے وہ اس کے لاڈ اٹھاتے ہیں۔"

"مگر پھر بھی انکل! باپ کو اپنی بیٹیوں کو خود سے اتنا اٹیچڈ نہیں کرنا چاہیے، ورنہ اپنی شادی پر بہت مشکل کرتی ہیں جیسے میری کزن کی مثال موجود ہے۔" وہ بار بار شہرینہ کا ذکر لے آتا، تاکہ وہ کچھ محسوس نہ کریں، کیونکہ جویریہ ان سے جدا ہونے کا سوچ بھی نہیں سکتی۔

"یہ سب بیٹیاں کرتی ہیں۔ جب شادی ہو جاتی ہے نا، تو سب ٹھیک ہو جاتی ہیں۔"

"اگر وہ سرے سے شادی ہی نہ کرنا چاہے؟" اب اس نے رک رک کر قدرے توقف کے بعد ان سے پوچھا۔

"پھر یہ باپ پر ایک بوجھ ہو جاتا ہے، کیونکہ بیٹیاں پیر، پیغمبروں کی بھی گھر نہیں بیٹھی ہیں۔ پھر جب رخصت ہوتی ہیں، تو ان کا بھی قرض ہمیں ادا کرنا ہے۔ ورنہ ساری زندگی یہ قرض ہی رہے گا۔"

"ڈیڈی! کھانا لگ گیا ہے۔" وہ شور مچاتی اندر آئی، تو ان کی بات ہی کٹ گئی۔ جبکہ بلال کو اس وقت اس کی یہ آمد سخت گراں گزری۔ اس نے ایک بھرپور نگاہ ڈالی۔

"اتنی جلدی!" وہ حیران ہوئے جھٹ کلاک پر نگاہ ڈالی تو دیکھا آٹھ بجے تھے۔ جویریہ نے ساتھ ہی ڈرائنگ

روم کی ساری لائٹیں آن کر دیں۔ خوبصورت ڈرائنگ روم جگمگ جگمگ کرنے لگا۔ قیمتی فرنیچر، کھڑکیوں اور دروازوں پر دبیز پردے، وال ٹو وال کارپٹ، کارنر میں ایک شوپیس کا کارنر رکھا تھا، اس پر مختلف قیمتی ڈیکوریشن پیس ان کی امارت کا منہ بولتا ثبوت تھے۔ بلال نے پورے ڈرائنگ روم کا جائزہ لے ڈالا۔

"تیار ہو گیا تو میں بلانے آ گئی۔" اس نے سامنے کی دیوار گیرا ے سی بند کیا۔

"انکل! اصل میں یہ چاہتی ہیں کہ میں جلدی چلا جاؤں۔" وہ ہنسا۔

"جی بالکل درست سمجھا۔" اس نے اے سی کا پلگ نکالا اور کھڑی ہو گئی۔ کیونکہ مروت تو اب وہ بالکل نہیں بلکہ خار کھانے لگی ہے۔

"انکل! میں جاؤں گا پھر بھی نہیں، کیونکہ آج میں بہت اچھے موڈ میں آیا ہوں، انکل سے باتیں کرنے۔" اور جویریہ کے ارمانوں پر اوس ڈال کر بولا۔ وہ کڑوا سا منہ بنانے لگی۔ ساتھ ہی دانت بھی پیسے۔ تیزی سے آگے بڑھی تو الٹا پاؤں سینٹر ٹیبل میں الجھا۔ بلال نے تیزی سے اسے تھام لیا۔

"بیٹا! سنبھل کے، کیا کرتی ہو؟" تو قیر نثار بھی ایک لمحے کو گھبرائے، کیونکہ وہ آگے بڑھی ہی آندھی طوفان کی طرح تھی۔

بلال نے توقیر نثار کی نظر بچا کر جویریہ کی پشت پر چٹکی لے لی۔ وہ تو بلبلا ہی گئی۔ اپنے آپ کو چھڑا کر کھا جانے والی نگاہوں سے گھورا، تو وہ شانے اچکا کر مسکرانے لگا۔ اس وقت جویریہ کا دل چاہا سینٹر ٹیبل پر رکھی کرسٹل ایش ٹرے بلال کے سر پر ٹھونک دے۔

"جویریہ! دیکھ کر چلتے ہیں۔ اس میں بلال کا قصور نہیں ہے۔" انہوں نے اسے برہم ہوتے ہوئے دیکھا، جو تاب کھانے لگی۔ مگر ضبط سے کام لیا۔ وہ کچھ نہ بولی۔ بلکہ کچن میں چلی گئی۔ اس نے اپنی نگرانی میں کھانا لگوایا۔ ڈائننگ ہال چاروں جانب فانوس کی روشنی اور کرسٹل ڈائننگ ٹیبل جگمگانے لگی۔ کھانے میں سبزی پلاؤ، مرغ روسٹ اور چائنیز سوپ تھا۔ جو جویریہ نے سلمیٰ سے بنوایا تھا۔ وہ بڑی رغبت سے کھا رہا تھا۔ جبکہ وہ اس کے سامنے والی کرسی پر بیٹھی گھورے جا رہی تھی۔ بلال اس کی پرواہ کیے بغیر کھانے میں مصروف رہا۔

وہ لوگ کھانے سے فارغ ہوئے تو اسے ڈیڈی کی فرمائش پر چائے بھی بنانی پڑی، جو بلال نے بڑی اترا اترا کر چسکیاں لیں۔ پھر وہ ڈرائنگ روم میں نہ گئی، بلکہ لان میں چلی گئی۔ دودھیا روشنی پورے لان میں پھیلی ہوئی تھی۔ بڑے بڑے خوبصورت سے، وائٹ، سنگِ مرمر کے گملے پورچ میں رکھے ہوئے تھے۔ گھر کے اندر جانے والے راستے کی دو سیڑھیوں پر گملے رکھے تھے۔ جویریہ نے تمام پیڑوں کو دیکھا، جو رات کی سرمست ہوا پر جھوم رہے تھے۔ نیم بھینی بھینی خوشبو تو اسے اور بھی اچھی لگتی۔ وہ بلال کے جانے کا انتظار کر رہی تھی، تا کہ پھر وہ اندر جائے۔ کچھ دیر میں جو جھومتا ہوا آ گیا۔ آنکھوں میں شوخیاں برقی قمقموں کی طرح ٹمٹما رہی تھیں۔ کچھ خمار اور ترنگ بھی تھی۔ چال میں بھی ایک سرشاری اور فخر تھا۔ اس نے ناگواری سے منہ پھیر لیا۔ بلال نے ایک ساتھ دو گملے پھلانگے اور تیزی سے اس کے قریب پہنچ گیا، جو لان میں بیچوں بیچ کھڑی تھی۔ پورچ کا راستہ خالی تھا۔ اس کی گاڑی کھڑی تھی۔

"مجھے پتہ تھا تمہارا قیام یہاں ہوگا، اس لیے انکل سے اجازت لے کر آیا ہوں تم سے باتیں کرنے کی۔" اس نے سینے پر بازو لپیٹ کر اس کے نازک سے سراپے کے پیچ و خم میں کھونے لگا، تو وہ نروس ہونے لگی۔ جھٹ اسکارف کھول کر سامنے پھیلا لیا۔ وہ مسکرایا اس کی اس ادا پر، تو وہ خفیف سی ہو گئی۔

"آپ انتہا سے زیادہ بدتمیز ہو گئے ہیں۔" وہ چلبلا ہی گئی۔ رخ پھیر لیا۔

"ارے، کیا بدتمیزی کر دی۔ صرف تمہیں دیکھ رہا ہوں۔ وہ بھی دور سے ہاتھ تک تو لگایا نہیں ہے۔" وہ اس کے سامنے آیا تو جویریہ اب غضبناک انداز میں گھورنے لگی، کیونکہ جتنا اس سے بچتی وہ اتنا اس کا راستہ روکتا۔

"مسٹر بلال! مت میرا پیچھا کریں، آپ کو کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ سوائے صحرا کی ریت کے جس میں دھنستے جائیں گے۔ اور پھر آپ کو کچھ نظر نہیں آئے گا۔"

"میں نے کہا تھا نا جویریہ! اگر صحرا میں محبت کا پھول کھل جائے، خدا کی قدرت سے، تو اس سے تم بھی انکاری نہ ہو گی۔ کیونکہ میں محبت کا پیاسا ہوں۔ اگر تم صحرا بن بھی گئی ہو، تو میں محبت کی پھوار بن کر کسی بھی دن تم پر برس جاؤں گا۔ پھر تم دیکھنا پوری بھیگ جاؤ گی۔ پھر وہ صحرا نہیں رہے گا۔"

"پلیز! اسٹاپ اٹ! مجھے آپ کی بے سروپا باتیں سمجھ نہیں آتی ہیں۔ اگر کوئی چیز ہمیں حاصل نہیں ہو سکتی، تو اسے چھوڑ دینا چاہیے، کیونکہ مایوسیوں کے سوا کچھ نہیں حاصل ہوتا۔" وہ بڑی رعونت بھرے لہجے میں آنکھیں نکال کر بولی۔ بلال بس ایک ٹک اسے دیکھے گیا۔

"کسی بھی چیز کو حاصل کرنے کے لیے لگن، محبت، صداقت اور کوشش ہونا چاہیے۔ کیونکہ جیت ہمیشہ محبت کی ہوتی ہے۔ محبت کبھی ہارا نہیں کرتی، بلکہ یہ تو ٹوٹے دلوں کو جوڑا کرتی ہے۔ وہ ان کے دل جیت لیتی ہے۔ اور دیکھنا میری محبت تمہارا دل تم سمیت جیت لے گی۔" اس کی آنکھوں میں ایک یقین تھا، جو اسے آگے بڑھنے میں مدد دیتا۔ اس کی محبت شدید سے شدید تر ہوتی جا رہی تھی۔

"اماں سلی، بلال صاحب! میں صرف ڈیڈی سے محبت کرتی ہوں۔ باقی ساری محبتیں جھوٹی ہوتی ہیں۔ ان پر میرا اعتبار نہیں۔" اس نے نفی کی۔

"محبتیں اگر جھوٹی ہوتی نا، تو جو لوک داستانیں گزری ہیں۔ ایسے نہیں گزر گئیں۔ ہیر کو رانجھا سے تھی، مجنوں کو لیلیٰ سے تھی، یہ بھی محبت کرتے تھے۔ ان کی کیا محبتیں جھوٹی تھیں۔ خود کو ایک دوسرے کے لیے قربان کر دیا۔"

"پلیز! نو لیکچر۔ آئندہ مجھ سے بحث مت کریئے گا۔ حاصل آپ کو کچھ نہیں ہوگا۔" وہ اس کی بات کاٹ کر تیزی سے پلٹی چلی گئی۔ بلال نے اسے بڑی حسرت بھری نگاہ سے دیکھا، جو بالکل ماننے کو تیار نہ تھی۔ اور اسے بھی ضد ہو گئی۔

"اگر ہو گی اس کی لائف پارٹنر تو جویریہ، ورنہ کوئی نہیں۔ دیکھنا جویریہ! میں تم سے تمہیں جیت لوں گا۔ تم صرف میری ہو گی۔ یہ میری اپنے مالک سے دعا ہے کہ تمہارے دل میں میری محبت جگا دے۔"



جب دلوں پر خزاں آتی ہے، تو سب کچھ اداس، افسردہ اور سوکھے پتوں کی طرح بکھرا لگتا ہے۔ کہیں بھی تو رعنائی نہیں ملتی۔ اور نہ چہرے پر شادابی نظر آتی۔ بس دل مرجھایا رہتا۔ پورے وجود میں کوئی لگن اور جستجو نہ ہوتی۔ نہ کچھ دل کرتا کہ کچھ کیا جائے۔ بس اطراف کا منظر بھی خود سے بیگانہ لگتا۔ صبح ہوتی، شام ہوتی اور جب رات کی کالی چادر آسمان پر تن جاتی، تو ساری رونق اور مستی پتہ نہیں کہاں چلی جاتی۔ دن سبک خرامی سے گزرتے۔ طبیعت مکدر سی بجھا بجھا سا لگتا۔ بس پچھلی باتیں ذہن کے گوشوں میں گردش کرتی تو اور رونا آتا۔

کل تک زندگی خوشگوار ڈگر پر گزر رہی تھی کہ ایسی آندھی چلی کہ دل و دماغ تک ہل کر رہ گیا۔ سماعتیں اور آنکھیں یقین نہ کرتی کہ یہ شخص جو کل تک اس پر پیار و محبت نچھاور کرتا تھا۔ آج وہ صرف خود غرض دکھائی دیتا جو صرف اپنی خواہش وصول کرتا۔ اور اسے نہ جذبات کا احساس ہوتا۔ اور نہ ہی اس کے وجود کا کہ کوئی اس کے قریب زندہ روح بھی سانس لیتی ہے۔ ایک جیتی جاگتی وہ تصویر ہے، جس پر وہ اپنے لطیف جذبوں کے رنگ پھینکتا ہے۔ مگر رات کی

تاریکی میں نہ اسے نظر آتا، کہ یہ رنگ اب کسی پر کوئی اثر نہیں رکھتے۔ وہ رنگ اسے پھیکے اور کچے لگتے۔ الٹا
وہ گرم گرم گھونٹ اپنے اندر اتار کر بس اس کے جذبوں کو تسکین دیتی۔ شاید بیویوں کا یہی کام ہوتا ہے کہ
موڈ کی پرواہ کرے۔ اور پھر اپنا آپ اس کے حوالے کر دے۔ چاہے وہ کتنے کچوکے لگا تا رہے، کیونکہ
مول لی ہوئی ایک لونڈی ہوتی، جو اس کے موڈ کی پرواہ کرے۔"

وہ کب سے بیٹھی کسی کتاب کی جلد پر مسلسل ہاتھ پھیرے جا رہی تھی۔ یہ تک بھول گئی کہ وہ لائبریری
ہے۔ ایک چھوٹی سی لائبریری تھی۔ اعزاز کی ہی بنائی ہوئی تھی۔ دو بڑی بڑی بک شیلف آمنے سامنے رکھی
اس میں کتابوں کا خزانہ موجود تھا، کارپٹ اور ٹیبل، دو چیئرز ساتھ ہی رکھی تھیں۔ اعزاز نے لائبریری کو خا
سے بنایا تھا۔ وہ کئی بار متعرف ہوگئی۔ اور ستائشی نگاہ ڈال کر رہ گئی۔ آج اس کا دل چاہا کہ کچھ وقت ادھر گزا
کئی پہروں گزر گئے۔ اسے وقت کا اندازہ ہی نہ ہوا۔

"بھابھی آپ ادھر ہیں؟" عفرا خاصی اکتاہٹ کا شکار اندر آ چکی تھی۔ صدف کو اس کی آمد کا بھی احسا
وہ تو چونک گئی جب وہ اس کے سر پر آ کر مخاطب ہوئی۔

"پورا گھر میں نے چھان مارا۔ آپ کا کمرہ تین بار دیکھا۔ میں سمجھی کہ آپ واش روم میں ہیں۔ گرا
تھا۔ پھر ڈرائنگ اور اوپر ہال کمرے میں بھی دیکھا۔" وہ تفصیل سے بتاتی۔ تھکی تھکی بولی۔ پچھلے آدھے گھنٹے
ہی تو تلاش کرتی رہی ہے۔

"ہاں وہ میں ادھر آ گئی تھی۔ لائبریری میں سوچا کہ کچھ پڑھ لوں۔" اس نے ہلکی سی مسکراہٹ کے سا
چیئر سے اٹھ گئی کیونکہ شیلف کی اوپر والی کلاک میں شام کے سات بج چکے تھے۔ اور وہ پچھلے دو گھنٹے سے
نشین رہی۔

"کتاب تو آپ کے پاس کوئی ہے نہیں۔" اس نے ٹیبل پر نگاہ ڈالی، جو خالی تھی۔ وہ چہرہ ہاتھوں میں
رہی تھی۔ وہ تو عفرا کے بولنے پر چونکی تھی۔

"سمجھ نہیں آیا کہ کون سی پڑھوں؟"

"بھائی جان شادی سے پہلے روزانہ رات کو ایک گھنٹے ضرور پڑھتے تھے۔ مگر اب تو وہ اتنے مصروف
مجھے ہی ان کی شکل دیکھنے کو نہیں ملتی ہے۔ رات کو جب آتے ہیں میں سو چکی ہوتی ہوں۔ اور صبح میں اسکو
ہوں۔" اس نے ذرا منہ بنا کر کہا کیونکہ اعزاز نے اب گھر میں وقت دینا ہی چھوڑ دیا۔ جس کا اسے گلا
لگا ہے صدف سے کرتی رہتی۔

"چلو میں ان سے کہہ دوں گی کہ، تمہیں وقت ضرور دیا کریں۔" اس نے مسکرا کر عفرا کے رخسار پر تھپ
تو وہ اداس سی ہوگئی کہ اعزاز تو خود صدف سے بات نہیں کرتا۔ مبادا وہ ان سے کہیں گی۔ دونوں لائبر
گئیں۔ سامنے ہی زینب ذرا خطرناک تیوروں میں نظر آئیں۔ وہ بے چاری سہم کر نگاہ جھکا گئی۔

"اعزاز کب سے آیا بیٹھا ہے۔ آج تم کدھر چلی گئی تھیں؟" انہوں نے تنقیدانہ انداز میں مد
نظروں سے دیکھا، تو وہ خجل ہوگئی۔ کیونکہ وہ دنیا و مافیہا سے بے خبر پچھلے دو گھنٹے سے لائبریری میں تھی۔

"میں لائبریری میں تھی۔" وہ بتاتے ہوئے شرمندہ بھی ہوئی، کیونکہ وہ برہم سی لگیں۔ خشمگیں نگا
چبھنے لگیں۔

"لائبریری میں فارغ اوقات میں بیٹھا جاتا ہے۔ یہ نہیں کہ میاں کے آنے کا ٹائم ہے، بیوی ر

سنبھال لے۔ پہلے گھر اور شوہر کو دیکھا جاتا ہے۔ یہ سب باقی کے کام ہوتے ہیں۔" انہوں نے اسے غصے کے ساتھ
جھڑ دیا تو وہ اندر آنسوؤں کو اتارنے لگی۔ وہ اگر ان سے شکوہ کرے تو کیسے؟ جب وہ جس سے وابستہ ہو کر یہاں آئی
وہی بے خبر ہے۔ پھر ان سے تو باز پرس بے کار ہے۔

"سوری، آئندہ خیال رکھوں گی۔" وہ دبے دبے لہجے میں بولی۔ کیونکہ وہ ان سے لڑ نہیں سکتی۔ اعزاز کا حکم اور
تھی کہ "امی سے کبھی بھی تلخ کلامی نہیں کرنا۔ وہ میرے لیے بہت کچھ ہیں۔"

"امی! بھابھی پڑھ تو نہیں رہی تھیں۔" عفرا نے ڈرتے ڈرتے مداخلت کی، مگر پھر زبان دانتوں تلے دبالی۔
زینب کی ایک غصیلی نگاہ اس پر بھی اٹھی، تو وہ نگاہ جھکا کر رہ گئی۔

"تم بڑوں کی باتوں میں کم بولا کرو۔ جاؤ اپنی پڑھائی کرو۔" ساتھ ہی اسے حکمیہ ڈانٹ پلائی، تو وہ تیزی سے
سنبھال لی۔ اگر مزید رکی تو وہ اچھی طرح اس کی خبر لے سکتی ہیں۔

صدف بھی اپنا آنچل شانوں پر درست کرتی لاؤنج میں آئی، کیونکہ اعزاز اب آتے ہی ادھر بیٹھتا۔ گھنٹوں فلور
کشن پر دراز اخبار پڑھتا، ٹی وی دیکھا اور کمرے میں وہ رات گئے گھستا۔ جب وہ سونے کے لیے لیٹ چکی ہوتی۔ مگر
اس کی آمد سے وہ ڈسٹرب ہو جاتی۔ جب وہ بیڈ پر آتے ہی اسے اپنی جانب کر لیتا۔ اور بس کڑھتی رہ جاتی، مگر وہ اس
کی پرواہ نہ کرتا۔ نہ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا کہ ایک ناگواریت ہلکورے لیتی نظر آتی۔

اس نے لاؤنج میں حیرانگی سے دیکھا۔ وہ خلاف توقع نہ نظر آیا۔ متلاشی نگاہ اب ڈرائنگ روم کی طرف گئیں۔
چلتی ہوئی وہ وہاں تک آئی۔ دروازہ آہستگی سے کھولا ندارد۔ اب فکر مند بھی ہوئی کہ گیا کہاں؟ اب لاؤنج سے ملحق
ڈائننگ ہال میں اچٹتی نگاہ ڈالی۔ وہ بھی خالی نظر آیا۔ بیڈ روم میں ایک مبہم سی امید لیے وہ راہداری سے گزری اوپر
چلی گئی۔ اوپر دو کمرے تھے ایک اس کا کمرہ، ایک خالی تھا۔ کمروں کے آگے بڑا سا ہال تھا۔ جس پر دبیز کارپٹ اور
ایک صوفہ سیٹ اور کچھ کتابوں کی شیلف تھی۔ وہ لاک گھما کر اندر آئی۔ وہ واش روم سے نہا کر نکلا۔ دونوں کی نگاہوں کا
تصادم ہوا۔ اعزاز بے نیازی سے بالوں کو تولیہ سے رگڑ تا رہا۔ فان کلر کے کرتے شلوار میں وہ نکھرا نکھرا اور کچھ سرد مہر
سا لگا۔ جو صدف کی دنیا کو تباہ کرنے کو کافی ہے۔ دل پر جبر کر کے رہ گئی۔

"کہاں تھیں تم کہ امی تلاش کرتی رہیں؟" وہ ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے میں اس کے عکس سے مخاطب ہوا، جو
اضطرابی کیفیت میں انگلیاں مروڑتی نظر آئی۔ صدف نے جھٹ نگاہ اٹھائی۔

"اگر تم کہیں مصروف ہوا کرو، تو گھر میں کسی کو بتایا جا سکتا ہے۔" اس نے تولیہ سے بال رگڑنے کے بعد اسے
صوفے پر اچھال دیا۔ پھر اپنے بالوں میں برش کرنے لگا۔ مگر صدف کو اہمیت نہیں دی جو بس لب کچلتی رہی۔ اتنی سی
بات کا زینب نے بتنگڑ بنا دیا۔

"میں لائبریری میں تھی۔ سوری آئندہ سب کو خبر دے کر جاؤں گی کہ کہاں جا رہی ہوں۔" نہ چاہتے ہوئے تلخی
در آئی، کیونکہ اسے اعزاز کا رویہ، پھر زینب کی ہر وقت روک ٹوک اس کا خون جلا کر رکھ دیتی۔

"کیا بکواس ہے۔ زبان سنبھال کر بولو۔" وہ ایڑیوں کے بل گھوما کیونکہ صدف نے بولا ہی کتنا غلط تھا۔ وہ اس
لہجے کا کب عادی ہے۔ گھورتا ہوا برش کو ڈریسنگ ٹیبل پر دے مارا۔ سارا سامان بکھر گیا۔ صدف کی کاسمیٹکس کی ساری
شیشیاں ادھر ادھر گر گئیں، جو کتنے عرصے سے بند پڑی تھیں۔

"سنو، اگر تمہیں یہاں رہنا ہے نا تو ذرا اپنی حد میں رہو۔ میں اس لہجے کا عادی نہیں ہوں۔ سمجھی تم۔" وہ کتنے غصے
میں اس کی جانب بڑھا۔ آنکھوں میں چنگاریاں صدف کو جلانے کو کافی تھیں۔

”کیا؟ میں نے حد کراس کر دی؟ ساری حدیں تو آپ کراس کر گئے ہیں۔ بلکہ کرتے ہیں۔ ذرا
کرتے میرا۔ میں بھی جیتا جاگتا وجود ہوں۔ مجھ میں بھی سانس ہے۔ درد مجھے بھی ہوتا ہے۔ اگر میں کچھ
اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں برداشت کرتی جاؤں گی۔“ وہ تو پھٹ ہی پڑی۔ اس کا چہرہ تن گیا۔ آنکھوں میں
غصہ سب کچھ نمایاں لگا۔ اعزاز نے بغور اسے دیکھا بس حیرانگی سے کہ وہ کیسے بھنا گئی ہے۔

”میں کوئی فالتو چیز نہیں ہوں۔ جب دل چاہا طلب مٹالی۔ اور جب دل چاہا دھتکار دیا۔“

”جسٹ شٹ اپ!“ اس نے شہادت کی انگلی اٹھا کر اسے ڈانٹا۔ اتنی بڑی بات اس نے کی اور ایک
سے کم نہیں۔

”بکواس نہیں کرنا اچھا۔ میں کسی نامحرم سے طلب نہیں مٹاتا۔ میری بیوی ہو جائز، قانونی اور شرعی حق رکھتا
ہوں۔ سمجھی تم!“ ایک دھونس، ایک رعونت اور ایک حاکمیت، ہٹیلا اور ضدی انداز لگا۔ وہ ایسا تو نہیں ہے۔

”اگر تم آئندہ مجھے یہ طعنہ مارا نا تو یاد رکھنا صدف اپنی اور تمہاری جان ایک کر دوں گا۔ سنا تم نے آئندہ
اعزاز نے اسے دونوں بازوؤں سے جکڑا، تو صدف کو لگا اس کی فولادی انگلیاں اندر گوشت میں گھس گئی ہوں۔
نے ”سی“ کر کے اسے دیکھا ایک افسردہ اور حسرت بھرے انداز میں۔ کئی لمحوں تک دونوں ایک دوسرے کی آنکھوں
میں دیکھتے رہے جیسے وقت تھم گیا ہو، سانسیں رک گئی ہوں، وجود سے جان نکل گئی ہو، آنکھیں پتھرا گئی ہوں،
میں جنبش نہ ہو، زبان پر قفل پڑ گئے ہوں، بس وہ ایک ٹک دیکھے گئی۔ اسی دوران فون کی بیل ہوئی تو دونوں کا
ٹوٹ گیا۔ اعزاز نے اسے چھوڑ دیا صدف نے آنسوؤں کا ریلا اندر اتارا۔ لمبے لمبے سانس بھرے۔ وہ گم سم
گیا۔ وہ چاہے اس سے ناراض ہے۔ ہے تو اس کے دل کا سرور اور دل کا قرار۔ فون کی بیل متواتر ہوتی گئی۔
مارے باندھے بیڈ کی سائیڈ ٹیبل سے ریسیور اٹھالیا۔

”ہے، ہیلو۔“ آواز بھی تو نہیں نکل رہی تھی۔ خواب کی سی کیفیت طاری ہو گئی تھی۔ دوسری جانب سے ”ہیلو“
کی آواز آتی گئی۔ مگر کان تو سن لگے جیسے کچھ سمجھ نہ آ رہا ہو۔

”ہیلو! ہیلو!“ پھر آواز ابھری مگر کھسیائی ہوئی اور جھنجھلاہٹ سے بھرپور۔

”ہیلو، کون؟“ وہ بس اتنا بولا، کیونکہ دوسری جانب کوئی برہم ہو رہا ہے۔

”میں شہرینہ بول رہی ہوں اعزاز بھائی!“ وہ شاید اس کی آواز پہچان گئی تھی۔ اس لیے جھٹ مخاطب ہوا۔

”شہرینہ بھابھی! السلام علیکم۔“ اس نے سلام جھاڑا اور کہنی ٹکا کر تکیہ پر دراز ہو گیا۔ ایک نگاہ غلط صدف پر
جو صم بکم کھڑی رہی، جیسے اس میں جان ہی نہ ہو۔

”حد ہوتی ہے۔ اتنی دیر میں فون اٹھاتے ہیں آپ!“ وہ خفگی سے گویا ہوئی۔

”اصل میں بھابھی! ہم کچھ مصروف تھے۔“ اب وہ ذرا معنی خیز شرارت سے گویا ہوا۔

”اس وقت تو آپ صدف کو فری کریں۔ مجھے اس سے بات کرنی ہے۔“ وہ بولی تو اعزاز نے زوردار قہقہہ لگایا۔
صدف نے چونک کر اسے خالی نظروں سے ناسمجھی کی کیفیت سے دیکھا، کیونکہ دل و دماغ تو سن تھے۔

”ویسے صدف فری ہونے کے موڈ میں نہیں لگتی۔“ وہ مسکرا کر گویا ہوا۔

صدف نے خفگی بھری نگاہ اٹھائی۔ کیسے بشاشت طاری کیے ہوئے ہے۔ انداز سے ذرا بھی وہ ضدی نہ لگا۔

”اعزاز بھائی! یہ ٹائم کوئی ایسا نہیں ہے۔ پلیز آپ اسے بلائیں۔“ وہ ماننے کو تیار نہ ہوئی بلکہ وہ تو کچھ اور ہی
”بھابھی! ابھی ابھی میں آفس سے آیا ہوں۔ ظاہر ہے بیوی ہے کچھ تو لاڈ اٹھانے ہوتے ہیں نا ہم

اب وہ ذرا اترا کر بولا۔

”کبھی لاڈ آپ بیوی کے بھی اٹھالیا کریں۔“ وہ ہلکا سا طنز کرنے لگی۔

”لگتا ہے نائل آپ کے لاڈ نہیں اٹھا رہا۔ ویسے وہ آ تو گیا ہوگا آفس سے؟“ اس نے شوخی سے پوچھا اسے تنگ
کرنے کے لیے، کیونکہ وہ ترخ کر جواب ضرور دیتی۔

”ابھی تو نہیں آئے ہیں۔ آج ہی دیر ہوئی ہے، ورنہ چھ بجے تک آ جاتے ہیں۔“ وہ دبی دبی آواز میں بولی۔
آج اسے دیر ہو گئی۔

”پلیز، آپ صدف کو بلا دیں۔ کافی دن سے بات نہیں ہوئی ہے۔“

”اوکے، آپ بات کریں۔“ اب اعزاز نے صدف کی جانب نگاہ اٹھائی جو گھٹی گھٹی آواز میں رونے لگی شہرینہ کا
ذکر۔ اس کی بہن تھی، اپنوں کا ذکر سن کر آنکھ بھر آئی۔ اس سے بھی تو کچھ نہیں کہہ سکتی۔

”سنو، شہرینہ بھابھی ہیں، بات کرلو۔“

”میں اس وقت بات نہیں کرسکتی۔“ اس نے اندر آنسوؤں کا گولہ اتارا، کیونکہ اگر ضبط کا پیمانہ لبریز ہو گیا، تو وہ خود
کو سنبھال نہ پائے گی۔

اعزاز نے فون ہولڈ میوزک پر رکھا ہوا تھا تاکہ ان کی گفتگو وہاں نہ جا سکے، کیونکہ اسے توقع تھی وہ انکار ضرور
کرے گی۔

”ان سے تمہاری ناراضگی نہیں ہے، مجھ سے ہے۔ اس لیے نخرے کیے بغیر فوراً بات کرو!“ وہ حکمیہ انداز میں ذرا
سرزنش کرنے لگا۔ صدف نے آنچل کے کونے سے آنکھوں کے نرم نرم گوشے خشک کیے۔

”میں نہ بالکل نہیں سنوں گا۔ انڈراسٹینڈ!“

اب صدف مرتی کیا نہ کرتی کہ مصداق اس کے اٹھنے کے بعد بیڈ کے سرے پر بیٹھی آواز کو نارمل بناتی ریسیور
اٹھانے لگی، کیونکہ یہ وقت اسے کڑا لگا۔ اعزاز کی خشمگیں نگاہ اس پر ٹکی رہیں جو بیڈ پر ہی اس کے قریب لیٹ گیا۔
اعزاز کی موجودگی الجھن میں مبتلا کرنے لگی۔

”ہیلو۔“ اس نے جھٹ تیزی سے کہا۔ اسے اعزاز کی موجودگی الجھن میں مبتلا کرنے لگی۔

”تمہارے نخرے اتنے کب سے ہو گئے ہیں؟“ شہرینہ تو تلملا ہی گئی، کیونکہ اسے انتظار جو کرنا پڑا۔ اور وہ ہے بھی
ذرا تنک مزاج۔

”سوری شہرینہ! میں کچن میں تھی۔“ اب اس نے عذر پیش کیا کہ مبادا وہ کچھ اور نہ سوچ لے۔ اور وہ اسے کچھ بتانا
نہیں چاہتی۔

اعزاز اب اُچک کر اس کے پیچھے تکیہ درست کر کے لیٹ گیا۔ اور وہ پشت پھیرے بیٹھی رہی، مگر اس سے بات
کرنا محال ہونے لگا۔

”پتہ ہے بہت بزی رہتی ہو۔ یہ نہیں ہوتا کہ مجھے فون ہی کرلو۔ ایسی شادی کے بعد مصروف ہو گئی ہو۔“ اس کی
آواز شکوہ اور خفگی سے پر ابھری۔

”اگر میں مصروف تھی تو تم ہی کر لیتی؟ تمہیں تو پھر بھی سب کر لیتے ہیں۔ مجھے کون فون کرتا ہے؟ نہ ہی کوئی آتا
ہے۔ تمہارے پاس تو آتے رہتے ہیں۔“ اسے بھی ذرا غصہ آیا، کیونکہ اس کی خیر خبر لینے کوئی آتا جو نہیں ہے۔ ایک
بھائی تھا جو دیارِ غیر کا باسی ہو گیا ہے۔ بہنیں تو بھائیوں کے دم سے بھاری ہوتی ہیں۔



"یہ تم غلط کہہ رہی ہو۔ عمر ہی ہے جو چکر لگا لیتا ہے۔ پاپا تو بس فون پر ہی خیر خیریت پوچھتے ہیں۔ اور یہ
نہیں آتا۔ امی کا تمہیں پتہ ہے۔ جب بھی آتی ہیں چند گھنٹوں کے لیے۔" اس نے بھی تفصیل سے بتا
اس کی غلط فہمی دور کی۔ یہ تو خیر صدف نے ٹھیک کہا کہ اس کی خیر خبر ہر کوئی لے لیتا ہے۔

"کسی کو نہیں فکر کہ میں کیسی ہوں؟"

اب اعزاز نے پہلو بدل کر اس سے ریسیور جھپٹ لیا، کیونکہ برداشت کا مادہ جو نہ تھا۔ وہ ریسیور کان سے لگا
تھا۔

"تم ہی چلی جایا کرو گھر۔" شہرینہ نے پھر کہا۔

"بھابھی! یہ اس طرح کی باتیں کر کے آپ پر یہ ظاہر کر رہی ہے کہ میں ان کا خیال نہیں رکھتا، بلکہ زود
ہوں۔" وہ اس سے بولا۔

"بھابھی! ویسے ایک بات کہوں یہ آج بہت غصے میں ہے، کیونکہ میں اسے کہیں بھی لے کر نہیں جاتا۔" اب
بات بنانے لگا تاکہ اس کی تو پوزیشن خراب نہ ہو۔ صدف نے ہنکار کر منہ پھیر لیا۔ وہ جھٹکے سے اٹھنے لگی تو اعزاز
اس کا بازو پکڑ کر اپنے قریب ہی گرا لیا۔ اور وہ سیدھی اس کے سینے پر گری۔ آنکھوں سے غصہ عیاں تھا، ایک
اور خفگی۔

"آپ ایسا کریں کہ فوراً اسے لے کر ہمارے ہاں آ جایئے۔ رات کا کھانا ہمارے ساتھ کھایئے۔" شہرینہ
دعوت دے ڈالی خود بھی تو بوریت کا شکار ہونے لگی ہے تاکہ کچھ گیدرنگ ہو۔

"اچھا ہم آتے ہیں۔ یہ بتایئے نائل کب آئے گا؟ اور وہ ٹھیک ہے؟" اب وہ کریدنے لگا کہ آیا دونوں
ہوئی کہ نہیں، کیونکہ وہ ساری خبر رکھتا ہے۔

"نو بجے تک آئیں گے۔ اور ان کی خیریت ان سے ہی پوچھیے گا۔ او کے، اللہ حافظ۔" اب اس نے
ریسیور ہی رکھ دیا، کیونکہ وہ نائل سے متعلق کوئی بات نہیں کرنا چاہتی۔

"تم عورتیں نا ساری نا بے وقوف ہوتی ہو۔" اعزاز نے ریسیور رکھنے کے بعد صدف کے کان میں سرگوشی کی
اس کے حصار میں بالکل ایک بے بس پرندہ تھی، جو پنجرے میں بند ہو گئی ہو۔

"دیکھو اپنا اور میرا وقت برباد نہ کرو، بلکہ تم اپنا دل مت جلاؤ میں تو اپنی مرضی کرتا رہوں گا۔ اور تم ہی نقصان
رہو گی۔" وہ پھر ایک شوخ سی شرارت کر گیا۔ اور وہ احتجاجاً اس کے سینے پر مکے برسانے لگی۔ اعزاز نے
سے اس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام لیے۔ وہ چیختی رہ گئی مگر وہ اس کی سنتا ہی کب ہے۔

"تم تیار ہو جاؤ آج ہم واقعی باہر گھومیں، پھریں گے، نائل کے چلیں گے۔" وہ اس کے کان میں سرگوشی
بولنے لگا۔ اور وہ اس کے اتنے قریب آنے پر سلگتی رہی، اپنا دل جلاتی، دانت پیسنے لگی، اپنے ہاتھ جھٹکے سے
جو اعزاز نے بغیر پس و پیش کے چھوڑ دیئے۔ اور وہ اس کے پہلو سے ایسے نکلی جیسے کسی شکاری کے جال میں
ہو۔ جیسے ہی موقع ملا فرار کی راہ ڈھونڈی، ناراض سی، خفا سی، آنکھوں میں شعلوں کی لپک لیے، وہ پیچ و تاب

"صدف! تیار ہو رہی ہو؟ یا نہیں؟" اب وہ نہایت اکھڑ اور سخت لہجے میں اس سے پوچھنے لگا، کیونکہ اسے صدف
[..]ہو کرنا اپنی تضحیک لگا۔ ایسا لگا دو اسے رد کر رہی ہو۔ اس کی ذات کو بے مول کر رہی ہو۔
"پلیز مجھ سے آپ کسی بات کی توقع مت رکھیں۔ تنگ آ گئی ہوں میں آپ سب سے!" وہ دھاڑنے لگی بلکہ
[..] باہر نکال کر بولی۔ اب اس سے بالکل برداشت نہ ہوتا کسی کی بھی سرد مہری۔ وہ اس گھر میں بالکل چور بن کر
[..] تھی۔ زینب ہر وقت اس پر چڑھ کے لگاتی رہتی تھیں۔ اور اعزاز دن بھر کا گیا رات کو آتا ہے۔ اور پھر وہ بس اپنی
[..] اسے صدف کی سوچوں سے سروکار نہ تھا۔ وہ کیا چاہ رہی ہے؟
"آئندہ مجھے تنگ مت کریئے گا۔" وہ یہ کہہ کر واش روم میں گھس گئی، کیونکہ دل اور آنکھوں کا غبار بھی تو نکالنا
اعزاز نے بس ایک خالی خالی نگاہ ڈالی، جو اسے شش و پنج میں مبتلا چھوڑ گئی۔

• • •

کہتے ہیں، جب اپنی محبت پر شک ہونے لگتا ہے تو سب ہی جھوٹ لگتا ہے۔ اور پھر جس پر دل و دماغ کے ساتھ
[..] کیا ہے، جو اب جیون بھر کا ساتھی ہے۔ اگر اس کا ماضی سامنے آ جائے تو پھر کچھ اچھا نہیں لگتا۔ یا پھر جب بیوی
شوہر کے ساتھ کسی غیر لڑکی کو دیکھتی ہے، تو اسے اپنی سوتن لگتی ہے۔ جسے وہ اپنا سمجھتی ہے وہ چاہتی ہے کہ اس پر کسی
[..]ن نہ ہو۔ شاید لڑکی بیوی بننے کے بعد زیادہ خود غرض ہو جاتی ہے۔ وہ کھڑکی کے پردوں کو ہٹا کر باہر لان میں دیکھے
رہی تھی۔ جہاں موسم ایک ہفتے سے دلفریب ہو رہا تھا۔ مست ہوائیں چل رہی ہیں ابر آلود موسم بالکل اس کے ذہن
کی طرح ایسا ہی ابر ہے۔ جو چھایا ہوا ہے، مست ہوائیں یہ ابر کے بادل اڑا کر ہی نہیں لے کر جا رہی ہیں، بوندا باندی
نے لان کے ہرے بھرے پودوں کو نہلا دیا، پتوں پر بوندیں جمع تھیں، پھول دھل کر مسکراتے ہوئے لگے اونچا ناریل
کے پیڑ کے درخت تیز ہوا سے ادھر ادھر اٹھکھیلیاں کرتے ہوئے لگے، نرم نرم گھاس، نکھرے نکھری لگی، بڑے سے
گیٹ سے آتا ہوا صاف فرش گیلا ہو گیا تھا، دیوار کے ساتھ ایک لمبی سی کیاری میں مختلف پودے اور پھول لگے
جو شہرینہ نے ہی لگائے تھے، وہ بھی ہوا سے ہل رہے تھے۔ اسے کئی پہر گزر گئے اپنے بیڈروم کی کھڑکی سے باہر
جھانکتے ہوئے۔ وہ ماحول میں ہی کھو گئی۔ نائل کے قدموں کے چلنے کی بھی آواز نہ آئی جو آج آفس نہیں گیا تھا۔
کیونکہ کل سے اسے فلو ہو رہا تھا۔ اس لیے آرام کر رہا تھا۔
"آج موسم کتنا خوبصورت ہو رہا ہے ان؟" وہ اس تقلید میں اس کے برابر میں آ کر کھڑا ہو گیا، تو شہرینہ چونک
گئی۔ ہاتھ میں پکڑا پردہ چھوڑ دیا۔ رخ موڑ کر اس کے مضمحل سے چہرے کو دیکھا، جو بخار کی وجہ سے کافی پیلا اور اترا
ہوا ہو گیا ہے۔
"چلو آج باہر چلتے ہیں۔ تمہارے گھر بھی چلیں گے۔" وہ مسکرا کر بولا، کیونکہ وہ شہرینہ کو منانے کی ہر ممکن کوشش
کر رہا تھا۔ اس سے وہ اتنا قریب ہو جاتا، جب وہ دور ہوتی۔
"آپ کی طبیعت خراب ہے۔ آپ آرام کریں۔" وہ کھڑکی سے ہٹ کر اب وارڈروب کی جانب بڑھی، اس
[..] کہ اس سے بس ضرورت کے وقت بات کرتی، ورنہ وہ لیے دیئے رہتی۔ جو نائل کو تفکر میں مبتلا کر دیتا۔ وہ اس
کی یہ کیفیت بغور دیکھتی۔
"یار! میری طبیعت ٹھیک ہے، بلکہ باہر جا کر اور اچھی ہو جائے گی۔ ہم دونوں آج موسم انجوائے کریں گے۔
[..] کو اس کے پاس چھوڑ دیں گے۔" وہ وارڈروب کے آگے آ کر سینے پر بازو لپیٹ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ جو وارڈروب

کھولنے جا رہی تھی۔ اب ناگواری سے رک گئی۔ کیونکہ وہ راستہ روکے جو کھڑا ہے۔

"آپ نے آفس سے چھٹی آرام کے لیے کی ہے۔ اور میرا ایسا موڈ نہیں ہے۔ رہا ارسل، امی کو وہ [illegible] گا۔" اب اس نے رخ پھیر لیا۔ نائل کی آنکھیں جذبے لٹاتی رہتیں۔ وہ کتنے کرب سے گزرتی۔ وہ تو [illegible] وجود کا حصہ ہو گئی ہے۔ اور نائل وہ تو اس کی جاتی سانسوں کا سہارا ہے۔ رات کو اکثر سوتے میں اسے دیکھ [illegible] اس کا ہے۔ وہ اس کا ہے بھی؟ یا بس وہ یہ رشتہ ایک بندھن سمجھ کر نبھا رہا ہے؟ یا وہ اس کی سیکنڈ چوائس ہے؟ [illegible] کہ وہ اس کے بچے کی ماں ہے جسے اس نے جنم دیا؟

"شہرینہ! کچھ کام، کچھ باتیں، دوسروں کی خوشی کے لیے بھی کی جاتی ہیں۔ اور پھر دوسروں میں [illegible] فرمائش کر رہا ہو بیوی سے، تو بیوی کا فرض ہوتا ہے کہ وہ شوہر کی خوشی کا خیال رکھے۔" نائل نے اسے شانوں [illegible] کر اپنے سامنے کیا جو لب کاٹ رہی تھی۔ جیسے کچھ سمجھ نہ پا رہی ہو۔

"پلیز شہرینہ! اتنی روڈ مت ہو۔ میں تمہاری یہ بے رخی برداشت نہیں کر پاتا ہوں۔ کیوں آخر ایسا [illegible] ہے کہ تم نے مجھ سے بولنا تک چھوڑ دیا۔" وہ روہانسے لہجے میں شکایت کرنے لگا۔ نگاہ اپنی شہرینہ پر جمائے [illegible] پرپل کاٹن کے سوٹ میں اداس اداس لگی۔ مسلسل وہ نیچے کارپٹ کو دیکھتی رہی۔

"آپ کے سارے کام تو وقت پر ہو رہے ہیں۔ کوئی میں لڑائی بھی نہیں کرتی۔" بس وہ اتنا ہی بول لگی۔

"تم کام کرتی ہو تو مجھے ایسا لگتا ہی، تم مارے باندھے کر رہی ہو۔ اور تم لڑائی کرو۔ جو دل کی بھڑاس [illegible] کچھ بولو؟" وہ اسے جھنجھوڑنے لگا۔ وہ درد سے کراہنے لگی۔ ماتھے پر شکنیں در آئیں۔

"شہرینہ! شہرینہ!" امی کی آواز آئی، تو دونوں سنبھل گئے۔ نائل کی بات رہ گئی۔

"جی، امی!" وہ تیزی سے مڑی، تو جہاں آرا بیگم اتنے میں اندر آ چکی تھیں۔ شہرینہ نے خود کو فریش [illegible] نائل اپنے وسیع و عریض بیڈ پر نڈھال ہو کر لیٹ گیا۔ شہرینہ نے کن انکھیوں سے اسے دیکھا۔ ترس بھی آیا [illegible] اسے، چپ کی مار مار رہی ہے۔ عجیب تذبذب میں پڑ گئی کہ کیا کرے؟

"طائشہ اور سرمد آ رہے ہیں۔ ابھی طائشہ نے فون کیا تھا۔" وہ اطلاع دینے لگیں، کیونکہ بیٹی داماد جب [illegible] آتے، وہ اچھا خاصا اہتمام کرتیں۔

"سب کی خیریت پوچھ رہی تھی۔ میں نے نائل کی طبیعت کا بتایا تو کہنے لگی کہ وہ آ رہی ہے۔" اب انہوں نے خاموش پڑے نائل کو دیکھا جو چھت کو گھورے جا رہا تھا۔ وہ اچنبھے سے اب شہرینہ کو بھی دیکھنے لگیں تو وہ خجل ہو گئی۔

"نائل! بیٹا! طبیعت زیادہ خراب ہے تم ڈاکٹر کے ضرور چلے جاؤ۔"

"امی! ٹھیک ہو جائے گی۔ آپ کی بہو ہے نا یہ خیال کرے گی، تو ڈاکٹر کی بھی ضرورت نہیں پڑے گی۔" [illegible] خیز شرارت نگاہوں سے دیکھنے لگا، تو شہرینہ نے بس ایک سانس بھرا۔ وہ امی پر تو کچھ ظاہر ہونے نہیں دینا چاہتی [illegible]

"ہاں شہرینہ! تم زیادہ سے زیادہ اس کا خیال رکھو۔ میں تو بتانے آئی تھی تمہیں۔ کھانے میں رات کو [illegible] ہوں کہ مرغی کا قورمہ بنا لیتی ہوں۔ سرمد وہ زیادہ شوق سے کھاتے ہیں۔" وہ جانے کے لیے مڑ گئیں، کیونکہ [illegible] تیاری بھی تو کرنی ہے۔ شہرینہ کو ابھی اتنا خاص پکانا نہ آیا تھا۔ مگر پھر بھی چاول وغیرہ پکا لیتی تھی، وہ ابھی [illegible] سے۔

"امی! میں پکا لوں گی۔ آپ بس مجھے بتا دیں، کیا کیا انگریڈینٹس پڑے گے؟"

"دیکھا امی! کیسے مجھ سے بچ کر جا رہی ہے یہ۔" نائل نے منہ پھلا کر اس کی شکایت کی۔ تو وہ بولنے [illegible]

کیونکہ اسے خبر تھی۔ وہ امی کے سامنے زیادہ چہکنے لگتا ہے۔

"شہرینہ بیٹا! تم پکانے کی فکر نہ کرو۔ روز تو کرتی ہو۔ تم ذرا اس کا خیال کرلو، کیونکہ بیماری میں تو یہ بالکل بچہ بن جاتا ہے۔" وہ مسکرائیں تو نائل کروٹ لے کر اب شہرینہ کے برہم اور تپے ہوئے چہرے کو دیکھنے لگا۔ وہ امی کی وجہ سے چپ تھی، ورنہ تو وہ اچھی طرح اسے سناتی۔

"ارسل کو بھی سنبھالنا ہوگا۔ انہیں دیکھوں یا ان کے بیٹے کو؟" وہ دانت پیس کر گویا ہوئی۔ اور جھٹکے سے وارڈروب کھولی۔ غصہ اب ایسے ہی نکل سکتا ہے، ورنہ تو دل یہ چاہ رہا ہے کہ نائل کے بال نوچ لے۔

"بیٹے کے باپ نے کیا قصور کیا ہے کہ تم اسے نہیں سنبھال رہی ہو؟" وہ اب ذرا بے باکی سے بولا، تو امی نے مسکراتی نگاہوں سے گھورا، تو وہ سر کھجانے لگا۔ وہ ان کی موجودگی تو یکسر بھلا چکا تھا۔

"تم نا اسے ہی دیکھ لو۔ ارسل سو رہا ہے۔ اٹھے گا تو تم لے لینا۔" وہ شہرینہ کے رخسار پر پیار بھری، ہلکی سی تھپکی دیتی ہوئی چلی گئیں۔ شہرینہ تو اب اس پر چڑھ ہی دوڑی۔

"آخر آپ چاہتے کیا ہیں؟ مجھے میرے حال پر چھوڑ کیوں نہیں دیتے؟"

"دیکھو شہرینہ! تم اچھی طرح جانتی ہو کہ میں کیا چاہتا ہوں۔ رہا تمہارے حال پر چھوڑ دوں۔ بالکل نہیں، کیونکہ اب تمہارا حال مجھ سے وابستہ ہے۔" وہ ایک جست میں اٹھ کر اس تک آیا، تو شہرینہ تو بدک کر پیچھے ہٹی۔ مگر پیچھے وارڈروب تھی وہ اس سے جا لگی۔ اور نائل نے آنکھوں میں خمار لیے دونوں ہاتھ وارڈروب پر ٹکا دیئے۔ وہ مکمل اس کے حصار میں آ گئی۔ نگاہ غصیلی اس پر گاڑ دی۔ وہ بھی متواتر اسے دیکھے گیا۔

"غصے میں تو تمہاری آنکھیں اور ہی حسین لگتی ہیں، اور تمہارے یہ رخسار اس سے تو لگتا ہی کہ ابھی خون چھلک پڑے گا، ہونٹوں پر تم کیا لپ اسٹک لگاتی ہو، اتنے سرخ قندھاری کیوں رہتے ہیں؟" اس نے اب شہرینہ کے ہونٹوں پر اپنی شہادت کی انگلی رکھی، کہ واقعی وہ لپ اسٹک ہی لگاتی ہے۔ شہرینہ نے جھٹکے سے اس کا ہاتھ ہی ہٹا دیا۔

"یار! اتنا غصہ میرے ہاتھ لگانے سے۔" وہ ہنسا تو شہرینہ کو اس کی ہنسی زہر لگی۔ مگر مسلسل اسے تنگ کرنے کے موڈ میں لگا۔ نائل کی آنکھیں فلو کی وجہ سے سرخ ہو رہی تھیں، آنکھوں کے گرد حلقے بھی پڑ گئے تھے، شیو بھی اس نے دو دن سے نہیں بنائی، عجیب ملگجے سے حلیے میں تھا، وائٹ کرتا، شلوار شکن زدہ، گریبان کے دو بٹن کھلے تھے، اس نے اس کا تفصیلی جائزہ لیا۔

"لے چکی، میرا جائزہ؟ چھو کر دیکھو کتنا تیز بخار ہے۔" اب اس نے شہرینہ کا نرم و نازک ہاتھ پکڑ کر اپنے دہکتے ہوئے ماتھے پر رکھا۔ واقعی تپ رہا ہے۔ وہ کچھ شرمندہ بھی ہوئی۔ کسمسا کر اپنا ہاتھ ہٹا لیا۔ وہ آرام بھی کب کر رہا ہے؟ ادھر سے ادھر پھرے جا رہا ہے۔

"پلیز مجھے جانے دیں۔" وہ آہستگی سے گویا ہوئی۔ آواز میں نرمی بھی رکھی۔ نائل کی حالت بھی تو ٹھیک نہ لگی۔ ڈاکٹر کے بھی وہ نہیں جا رہا ہے۔ اور وہ خوب سمجھتی ہے، یہ بھی ایک اس کی ناراضگی کا احتجاج ہے۔

"شہرینہ! ضروری ہے کہ ہم بار بار کسی کو یہ احساس دلاتے رہیں، کہ ہم اسے کتنا چاہتے ہیں۔ اور وہ ہمارے لیے کیا اہمیت رکھتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر ہم کسی کو کتنا چاہتے ہیں، تو یہ باتیں سوچنے کی نہیں، بلکہ محسوس کرنے کی ہوتی ہیں، جو محسوسات کو سمجھتا ہوگا، جو جذبات کو بھی سمجھتا ہوگا۔" وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں اس سے بولتا گیا۔ اور وہ بس نگاہ جھکائے سننے لگی۔ وہ سب سمجھتی ہے، بس وہ پچھلا ماضی برداشت نہیں ہو رہا۔

"میں شہرینہ! تمہیں اتنا چاہتا ہوں، بلکہ محبت کرتا ہوں، کہ میں خود حیران ہوں۔ کبھی میں نے اس محبت اور پیار

کے بارے میں سوچا ہی نہیں تھا۔ میری زندگی میں دسیوں لڑکیاں آئیں، مگر میں نے کبھی انہیں چاہا نہیں۔ جب سے شروع کیا جب تم میری زندگی میں آئیں۔ پہلے تو تم سے نفرت کرتا تھا۔ مگر جب تم موت وزیست میں تھیں، میرے بیٹے کو جنم دے رہی تھیں۔ میں نے تب جانا تم میرے لیے کیا ہو۔ کیونکہ تم صرف میرے بیٹے کی ماں بنی تھیں۔ بس جب میں نے جانا کہ محبت کیا ہوتی ہے۔ محبت کے روپ میں نے دیکھا۔ میا بیٹا میرے لیے کیا ہے۔ اور پھر تم میرے لیے کیا ہو۔ یہ کوئی مجھ سے پوچھے، میں شہرینہ! تم سے محبت کرنے لگا ہوں کہ تم اندازہ نہیں کرسکتی ہو۔ میری تو یہ دعا ہے کہ میری موت تم سے پہلے ہو۔"

"اللہ نہ کرے۔" شہرینہ نے گھبرا کر اس کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ دیا۔ یہ تو وہ خواب میں بھی نہیں سوچ سکتی۔

"شہرینہ! واقعی میں نا مر جاؤں گا۔" اس نے شہرینہ کا ہاتھ چوم لیا، تو وہ جھینپ گئی۔ اسے دھکا دے کر آئی۔ ایک تو ظلم کرتا ہے۔ اور پھر ایسی باتیں، دل ڈرنے لگا۔

"الٹی سیدھی باتیں کم کیا کریں۔"

"اگر تم یقین کرلو تو میں یہ بھی نہ کروں۔" وہ اس کے سامنے آگیا۔ اور اسے محبت پاش نگاہوں سے دیکھا، تو وہ خود کو پگھلتا ہوا محسوس کرنے لگی۔

"میں یقین نہیں کرسکتی۔"

"لیکن دیکھنا ایک دن تمہیں یقین آجائے گا، کیونکہ تم مجھے آزما رہی ہوتا؟ میرے بدلے نکال رہی ہوتا؟"

"جو بھی سمجھ لیں۔" وہ رکھائی سی کہتی، اب تیزی سے باہر چلی گئی، کیونکہ وہ بولے جا رہا ہے اور وہ برداشت نہیں کر سکتی۔ تائل ہتھیلی پر مکہ مار کر رہ گیا، جو فضول سی ضد کر رہی تھی۔

•••

کسی کو خبر نہیں ہوتی کہ زندگی آگے چل کر کیا رنگ بدلے گی؟ ویسے بھی کہتے ہیں نا دنیا کو جس رنگ کے چشمے سے دیکھو، اسی رنگ کی نظر آتی ہے۔ بالکل اس کی زندگی بھی اس دوسال کے عرصے میں کافی بدلی، جو وہ خود حیران تھی۔ کل تک جو ضدی تھی۔ آج شادی شدہ اور ایک بچے کی ماں تھی۔ سمجھ داری وقت کے ساتھ آگئی تھی۔ مگر کسی کو یہ خبر ہوتی ہے کہ ایک آندھی میں سب کچھ بکھر جائے گا۔ اور بچا کچا صرف ایک وجود ہوگا، جو خود بکھر گیا ہے۔ اسے سمیٹے گا کیوں کر جو آج اپنی محبت کا یقین دلا رہا ہے۔ وہ سمیٹے گا کیا؟ اسے تشنگی نہیں ہے کہ ایک من چاہا ساتھی ہی اس کی جھولی میں آ گرا۔ وہ تو حواس باختہ ہوگئی تھی، مگر پھر بھی حالات اس کے موافق ہوگئے، تو وہ سنبھل گئی۔ بلکہ وہ اپنے جیون ساتھی کی شوخی و شرارتوں میں بہل گئی۔ اب جبکہ اسے سب جھوٹ اور بناوٹ لگتا ہے۔ وہ جتنا اس کے قریب آتا، وہ دور ہوجاتی۔ تائل بھی پھر زیادہ کوشش نہ کرتا، بلکہ غصہ تک نہ کرتا۔ وہ خود حیران تھی وہ غصے والا تائل کہاں گیا؟ اب الٹا ہر وقت اظہار محبت کرتا رہتا۔ وہ اس کی طرف ایک نظر التفات تک نہ کرتی۔ ہر وقت آنکھوں میں شکوہ، ناگواری، خفگی نظر آتی۔ جو تائل کو بھی الجھن میں مبتلا کرتی۔

وہ کب سے ٹی وی اسکرین پر نگاہیں مرکوز کیے رہی، مگر ذہن کچھ اور سوچنے لگا۔ ارسل اس کے قریب ہی کارپٹ پر بیٹھا کھلونوں سے کھیل رہا تھا۔ اب وہ بھی ایک سال کا ہونے والا تھا۔

"شہرینہ!" امی نے اسے پکارا، جو گم صم بیٹھی ہوئی نظر آئی۔

"بیٹا! کیا بات ہے؟ تم اتنی چپ چپ کیوں ہو؟" اب انہوں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر محبت بھرے لہجے میں پوچھا، تو شہرینہ کے وجود میں ارتعاش پیدا ہوا گیا۔ نگاہ ٹی وی اسکرین سے ہٹا کر ان کی جانب متوجہ ہوگئی۔

"شہرینہ! کوئی بات ہوگئی ہے؟ تائل سے لڑائی ہوئی ہے؟ اس نے کچھ کہا ہے؟" وہ بڑی تفتیشی انداز میں پوچھنے لگیں، کیونکہ وہ خود کافی دنوں سے نوٹ کر رہی ہیں۔ شہرینہ تائل سے کھنچی کھنچی ہے۔

"ایسی کوئی بات نہیں، اور نہ ہی لڑائی ہوئی ہے، نہ کچھ کہا ہے۔" وہ قدرے مسکرا کر گویا ہوئی، تاکہ وہ مطمئن ہو جائیں۔

"پھر بھی مجھے لگتا ہے، کیونکہ پچھلے کئی دنوں سے میں نے نوٹ کیا ہے۔ نہ تائل ہی تم سے مخاطب ہوتا ہے۔ اور تم نے تو چھوڑ دیا ہے۔"

"ارے امی! شیور ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں نے ان سے کمرے میں ڈھیروں باتیں کرلیتی ہوں۔ اور آپ کو پتہ ہی ہے، ان کی عادت کا، اتنے جولی ہوجاتے ہیں کہ سنبھالنا مشکل ہوتا ہے۔" اس نے بودا سا عذر پیش کیا، مگر پھر بھی مطمئن نہ ہوئیں۔ وہ بھی شادی شدہ زندگی گزر چکی ہیں۔ وہ بھی جانتی ہیں کہ میاں، بیوی میں کس طرح کی ہو سکتی ہے۔

"شہرینہ! بیٹا! ایک بات کہوں؟ میاں بیوی کا رشتہ نازک بھی بہت ہوتا ہے۔ مضبوط بھی بہت ہوتا ہے، مگر یہ بیوی کی بات ہوتی ہے کہ بیوی اس رشتے کو مضبوط کیسے بنا سکتی ہے، کیونکہ بیوی کو میاں کا اعتماد حاصل کرنا پڑتا ہے۔ تب ہی یہ رشتہ پنپتا ہے۔ اور اگر کہیں بھی شک یا دراڑ پڑنے لگے، تو فوراً سنبھل جانا پڑتا ہے۔ اس لیے ان سے ان کے اور لوگ بھی وابستہ ہوتے ہیں۔ پھر بس بیوی کو سمجھداری سے کام لینا پڑتا ہے، کہ وہ اپنے میاں کا اعتماد بحال رکھ سکتی ہے۔ اور اگر غصہ اور طنز کرتی رہے گی تو میاں کبھی نہیں مانے گا، بلکہ پھر ایک لڑائی پروان چڑھے گی۔ بس پھر بیوی کا فرض ہوتا ہے کہ سمجھداری کا مظاہرہ کرے۔ اور میاں کو اعتماد میں لے۔ اس کی دوست بنے۔ اگر وہ ایک وقت غصہ بھی کرے گی تو وہ منالے گا۔ وہ بھی اس لیے کہ بیوی اس کا خیال رکھتی ہے۔" وہ بڑے ٹھہرے ہوئے لہجے میں سمجھانے لگیں، جیسے وہ شہرینہ کی سوچیں بھانپ گئی ہوں۔ وہ حیرانگی سے بس سنتی گئی۔

"میں مانتی ہوں کہ تائل غصے کا بہت تیز ہے۔ وہ کرتا صرف اپنے من کی ہے۔ اور یہ بھی خود سری اس میں اس کے باپ کی وفات کے بعد آئی ہے۔ شروع سے وہ اس سے سختی سے پیش آئے، مگر وہ پیار بھی بہت کرتے تھے اپنے بیٹے سے۔ انہوں نے ہی زبردستی امریکہ پڑھنے خود بھیجا تھا۔ وہ جانا نہیں چاہ رہا تھا۔ اس کی دلچسپی انجینئرنگ پڑھنے میں تھی۔ مگر انہوں نے اسے ایم بی اے کروایا وہاں سے، تاکہ وہ آگے جاکر اپنا بزنس کرے۔" وہ اسے بتا رہی تھیں۔ اس کے قریب ہی وہ بھی بیٹھی رہیں۔ اور ارسل مگن کھیل میں بیٹھا رہا۔

"اور پھر اس میں غصہ اس دن زیادہ بڑھا، جب طائشہ کی شادی انہوں نے سرمد سے کی۔ انوار بھائی پہلے ہی رشتہ دے چکے تھے۔ ابرار اسد سے آمنہ کی شادی کرچکے تھے، کیونکہ وہ باہر پہلے ہی شادی کرچکے تھے۔ اگر ہمیں ذرا بھی علم ہوتا تو ان کی شادی نہ کرتے۔"

"امی! آپ یہ سب مجھے کیوں بتا رہی ہیں؟" اس نے ان کی بات کاٹ کر ذرا اکتا کر کہا، کیونکہ وہ پہلے ہی زندگی کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوبی ہوئی ہے۔

"کاش آمنہ اس کی سگی ماں ہوتیں۔ وہ کسی غیر مذہب ماں کی بیٹی نہ ہوتی۔" وہ اکثر سوچتی۔

"میں اس لیے بتا رہی ہوں تاکہ تمہیں سب معلوم ہو۔ اب تم اس گھر کی فرد ہو۔" وہ اس کے ہاتھ دبا کر بولیں، تو شہرینہ نے پہلو بدلا۔

"امی آپ نے پھر طائشہ بھابھی کی شادی سرمد بھائی سے کیوں کی جب وہ راضی نہ تھے؟" اسے اول دن سے

یہی اختلاف رہا۔ فارحہ سے بھی اس نے کئی بار باز پرس کی تھی اس رشتے پر۔

"انوار بھائی اور بھابھی دامن پھیلا کر آ گئے، کہ وہ ہم سے رشتہ توڑنا نہیں چاہتے۔ کیونکہ آمنہ یہاں آ گئی وہ سمجھی کہ ہم خلع نہ دلوا دیں۔ بس اسی بات کو سوچ کر انہوں نے سرمد کا رشتہ دیا، مگر ہمیں یہ خبر نہیں تھی کہ سرمد ... ہیں۔ اتنی جلدی نائل کے ابو نے رضامندی دے دی کیونکہ وہ بھی اپنے دوست کو نہیں چھوڑ سکتے تھے۔ ... نبھانے کے چکر میں طائشہ کی بیچ پڑھائی میں شادی کر دی۔ وہ تو بی اے میں تھی۔ ادھر وہاں امریکہ میں ... اسے بھی آنے نہ دیا۔ پیچھے ہی شادی کر دی اتنا غصہ کیا تھا اس نے کہ کیا بتاؤں۔"

"اب تو طائشہ بھابھی بھی خوش ہیں۔" وہ آہستگی سے بولی۔ پھر ارسل پر ایک نگاہ ماری، جواب اس کا ... کر کھڑا ہو گیا۔

"میرے پروردگار کو میری بیٹی کی حالت پر رحم آیا کہ سرمد ٹھیک ہو گئے۔" وہ خود یقین نہیں کر پاتی ہیں ... سرمد کیسے بدلے ہیں؟

"پتہ ہے پھر طائشہ کی شادی ہوتے ہی سرمد نے باہر جانے کا نکالا۔ یہ تو ہمیں بعد میں پتہ چلا۔ بمشکل طائشہ کے ساتھ تین ماہ رہی ہو گی۔ اس کے امید سے ہوتے ہی وہ یہاں چھوڑ گئے۔ اس پر بھی خوب ہنگامہ ہوا تھا۔ ... کیا ہوتا۔ نائل کے ابو کو روگ لگ گیا، جوان بیٹی کے بھی در پر آ جانے پر۔ وہ پہلے ہی خود کو آمنہ کا مجرم سمجھتے تھے ... دن دل کا دورہ پڑا اور ایک ہفتے بعد ہی وہ چلے گئے۔" وہ آنکھوں میں آئی نمی کو انگلی کی پوروں سے صاف کر... لگیں۔ "اب تو بس تلخ یادیں اور وہ ہیں۔" شہرینہ نے ان کی کیفیت دیکھی۔

"آپ ای! کیا باتیں لے کر بیٹھ گئیں۔ اور رونے بھی لگیں۔"

"بس بیٹا! باتیں یاد آ جاتی ہیں۔" وہ پھیکی سی ہنسی کے ساتھ بولیں۔

شہرینہ کو افسوس ہوا کہ، اس کی وجہ سے وہ اتنی رنجور ہو گئی ہیں۔

"آپ بالکل فکر نہ کریں۔ ایسی کوئی بھی بات نہیں ہے۔ دیکھیے گا ان کے آتے ہی میرا رویہ۔" اب وہ فر... میں آ گئی، کیونکہ اپنی وجہ سے اب کوئی بھی مسئلہ نہیں کھڑا کرے گی۔ اور پھر ایسی مشفق ہستی ماں، انہیں تو اب ... افسردہ نہیں کرے گی۔ اس نے تہیہ کر لیا۔

"میں سوچ رہی تھی کہ ارسل اب ایک سال کا ہونے والا ہے، کیوں نا اس کی برتھ ڈے ارینج کر لوں ... بہانے سب لوگ جمع ہو جائیں گے۔" اس نے مسکرا کر اپنا اگلا پروگرام مرتب کیا، وہ بھی منٹوں میں ہی۔

"ہاں کیوں نہیں۔ خیر سے سال کا ہونے والا ہے میرا پوتا۔" انہوں نے ارسل کو اٹھا کر چوم لیا۔ سرخ و سفید ... منداز ل، بالکل فارر ہی لگتا۔ ظاہر ہے ماں کا تو اثر آنے کا تھا۔ وہ اکثر کہتی تھیں۔

"آ جائے نائل، تو ضرور کہنا۔ مجھے تو لگتا ہے وہ بھی بھول گیا ہے۔"

"انہیں تو ہر بات کا احساس دلانا پڑتا ہے۔ سب کچھ بھول جاتے ہیں۔ اور کبھی کبھی تو ایسے بن جاتے ہیں کہ کچھ معلوم ہی نہیں۔" وہ ایک طنز کے ساتھ نائل کی شکایت کر گئی، کیونکہ پچھلی باتیں ہی رلا دیتی ہیں۔

"اس کی یہ عادت شروع سے ہی ہے۔ اگر میں نے بازار سے کچھ منگوایا ہے تو دو گھنٹے سے پہلے تو گھر میں ... نہ تھا۔ اور اگر آ گیا ہے، تو خالی ہاتھ۔ بھول جو جاتا تھا۔ پھر اسے ابو سے ٹھیک ٹھاک ڈانٹ پڑتی تھی۔ اور اگر ... نے ڈانٹ دیا ہے، تو دروازے پٹخنا شروع کر دیتا۔ یا پھر کمرے میں گھنٹوں بند رہتا۔" وہ اس کی ایک ایک عادت ... کر کے بتانے لگیں۔ شہرینہ نے بھی دلچسپی سے سنا۔

... تو ایک بھی ایسی عادت نہیں ہے۔" وہ قدرے توقف کے بعد ان سے بولی۔

"اب تو ایک ... شادی ہو گئی ہے۔ اور پھر ایک پیارے سے بیٹے کا جو باپ بن گیا ہے۔" انہوں نے پھر ہنستے ہوئے ... ظاہر ہے ... گود میں اٹھا کر پیار کیا۔ اب وہ گود میں کم ہی آتا، کیونکہ چلنے کی کوشش کرنے لگا تھا۔

"مگر دیکھو نین نقش بالکل نائل کے ہیں، مگر رنگ و روپ بالکل تم پر گیا ہے۔" اب انہوں نے شہرینہ کو مسکرا کر کہا، ... جھینپ سی گئی۔ وہ تو بھول ہی گئی ہے وہ کہیں اور کی پیدائش ہے۔ اب یہاں سب کے درمیان وہ دیس بھی بھول ... وہ رہن سہن بھی بھول گئی۔ اب تو بس یہ یاد ہے کہ وہ ایک شادی شدہ لڑکی ہے۔

"میں نے بھی ارسل کے ڈیڈی کی تصویر بچپن کی دیکھی ہے۔ کافی ملتے ہیں دونوں۔" اس نے بھی تائید کی۔ ... کوریڈور کی دیوار پر طائشہ، نائل اور آمنہ کی تصویریں لگی تھیں۔ جس میں ایک تصویر نائل کے بچپن کی تھی۔ جب وہ دو سال کا تھا۔

"اچھا تم اپنے کپڑے وغیرہ تو بدل لو۔ کتنے میلے ہو رہے ہیں۔ بالکل خیال نہیں رکھتی ہو۔ اور تم میلی تو بالکل اچھی نہیں لگتی ہو۔ میری بہو اتنی پیاری ہے۔ قدرت نے اسے بڑی فرصت میں بنایا ہے۔ ہر خوبی رکھی ہے۔" انہوں نے کھلے دل سے اسے سراہا، تو شہرینہ جھینپ کر مسکرا دی۔ حالانکہ اپنی خوبصورتی پر تو وہ کبھی اتراتی اور نہ غرور کرتی۔

"آپ یہ بار بار کیوں کہتی ہیں؟ مجھے نہیں اچھا لگتا۔" وہ منمنا کر ان کے شانے سے لگ گئی۔ اور تھوڑی خفگی سے بھی بولی اسے اپنی تعریف اچھی نہ لگتی۔ ایسا لگتا کہ سب اسے یہ اس کی خامیاں بتا رہے ہوں۔

"مگر مجھے تو اچھا لگتا ہے۔ اور پھر جس کی تم بیوی ہو، اسے تم اچھی لگتی ہو۔" انہوں نے اس کے رخسار پر ہلکی سی چپت لگائی۔ تو وہ سنجیدہ سی ہو گئی۔

"السلام علیکم۔" نائل نے تیزی سے آتے ہوئے فرشی سلام جھاڑا، تو وہ دونوں ہی چونک گئیں۔ شہرینہ امی کے شانے سے الگ ہو گئی، جبکہ وہ سائیڈ والے سنگل صوفے پر ٹانگیں پھیلائے ڈھیلے انداز میں بیٹھا۔ شہرینہ نے تنقیدی نگاہ اس پر ڈالی، تو نائل نے بھی جوابی کاروائی کی۔ آنکھ بچا کر اس کے بازو پر چٹکی لے لی۔

"سی! اُف!" وہ بس اتنا بولی۔ امی نے شاید سنا نہیں۔

"یہ آج ساس، بہو میں اتنی محبت کیوں جوش مار رہی ہے؟" وہ اب شوخی سے بولتے ہوئے انہیں چھیڑنے لگا۔ امی نے ناقدانہ نگاہ اٹھائی۔

"یہ تم پہلی بار دیکھ رہے ہو، ورنہ ہم ساس، بہو کم ماں بیٹی زیادہ ہیں۔ کیوں شہرینہ؟" انہوں نے شہرینہ سے تائید چاہی۔ وہ سر ہلا کر رہ گئی۔ ارسل امی کی گود سے اتر کر اب نائل کی جانب چل پڑا، جو اس نے لپک کر اسے اٹھا لیا۔

"ویسے امی! آپ کی بہو کے چہرے سے تو لگتا ہے نہ بہت غصہ آ رہا ہے۔" اس نے پرپنی نجے سے کپڑوں میں شہرینہ کا جائزہ لیا، جواب کئی کئی دن ایک ہی جوڑا پہنے رہتی۔ ورنہ تو پہلے شام میں جب بھی آتا وہ تیار ملتی۔

"غصہ اسے اس لیے آ رہا ہے، کچھ یاد ہے تمہیں ارسل کچھ ماہ بعد ایک سال کا ہو جائے گا؟ وہ کہتی ہے کہ تمہیں کچھ یاد نہیں رہتا۔" انہوں نے شہرینہ کی طرف سے اسے سرزنش کے ساتھ شکایت بھی کی۔ وہ بیٹھے سے اچھل گیا۔

"مجھے سب کچھ یاد ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ انہیں یاد نہیں رہتا کچھ۔ ارسل کی برتھ ڈے کے علاوہ میں نے اور بھی کچھ سوچا ہوا ہے یہ ان محترمہ نے بھی نہ سوچا ہو گا۔" اس نے منہ پھلائے بیٹھی شہرینہ پر شوخ سا فقرہ اچھالا، تو تنک کر اٹھی، مگر نائل کی ٹانگیں اس کا راستہ روکے ہوئے ہیں۔ وہ اور پھیل کر بیٹھا۔

"جو بھی تمہارا پروگرام ہوا کرے، کم از کم بیوی کو تو بتا دیا کرو۔" انہوں نے تنبیہہ کی۔ اور پھر گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر

اٹھ گئیں۔ صبح سے ویسے ہی ان کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔

''میں تو ہر بات اسے بتاتا ہوں۔ اس سے پوچھیے، بلکہ یہ نہیں بتاتی۔ الٹا مجھ پر الزام۔'' وہ مسلسل اسے
لگا۔ اور وہ جلتی کرمتی رہی۔ اپنا پاؤں اس کی جوتے پر مارا جو اسے روکے ہوئے ہے۔

''اچھا بس۔ اسے مت الزام دیتے رہا کرو۔'' وہ یہ کہتی دوسری طرف سے نکل گئیں۔ درمیان میں سینٹر ٹیبل
امی بیٹھی تھیں، اس لیے شہرینہ نکل نہ سکی۔

''لگتا ہے میری شکایتیں ہو رہی تھیں؟'' مسلسل اسے اپنی نگاہوں کے حصار میں لیے بولا۔ اور وہ
گھنگھریالے بالوں کو پونی بنائے ہوئے تھی، دو تین شریر لٹیں اس کے عارضوں سے اٹکلیاں کرنے لگیں۔
جھنجھلا کر کان کے پیچھے کیا۔

''اس کے علاوہ بھی بہت سی باتیں ہیں میرے پاس۔'' اب وہ اس کی ٹانگوں کو پھلانگنے کی کوشش کرنے لگی۔
وقت نائل نے ٹانگیں پیچھے کیں۔ اور وہ الجھ کر بڑی صوفے کی سائیڈ ٹیبل سے ٹکرا کر گری۔ نائل نے لمحوں میں
ارسل بھی نائل کی ٹانگوں سے الجھ کر سینٹر ٹیبل پر جا گرا۔ اور وہ تو دھاڑیں مارنے لگا۔ اچانک افتاد پر وہ تو حواس باختہ
گیا۔ شہرینہ الگ گری۔ اور وہ الگ، کیونکہ ماتھے پر ارسل کے کرسٹل ٹیبل کا کونا لگا۔

''بیٹے! آپ تو۔'' شہرینہ تیزی سے کھڑی ہوئی، حالانکہ اس کی کہنی پر بھی چوٹ لگی۔ مگر بیٹے کی تکلیف کے آگے
اپنی بھول گئی۔

''یار! سوری سوسوری۔ میری وجہ سے ہوا ہے۔'' وہ شرمندگی اور ندامت کے سمندر میں ڈوبنے لگا شہرینہ نے
روتے، بلکتے ارسل کو اپنے سینے سے لگا لیا۔ ماتھا چوما۔ خیر خون تو نہ نکلا مگر لگی زور سے تھی۔

''ہر وقت آپ کو جوک سوجھتے ہیں۔ نہ صرف مجھے، بلکہ اسے بھی گرایا۔'' وہ رخ موڑے غصہ کرنے لگی۔ اور
گھٹنے زمین پر ٹیکے، اس کے قریب بیٹھا سر پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ ارسل کو بھی دیکھا جو روئے گیا۔ اتنے میں امی بھی آ
گئیں۔

''کیا ہوا اسے؟'' وہ گھبرا کر پوچھنے لگیں۔ وہ کچن میں مصروف تھیں۔ آواز آئی تو الٹی سیدھی دوڑی آئیں۔

''امی! میری ٹانگوں سے الجھ کر گرا ہے۔'' وہ دبی دبی آواز میں بولا۔ افسوس بھی ہوا، معصوم سا اس کا بچہ اس کی وجہ
سے گر گیا۔

''بیٹھے بھی تو تم کیسے تھے۔ میں تو سمجھی کہ شہرینہ گر گئی ہے۔'' وہ اسے ڈانٹنے لگیں۔ نائل بھی حیران ہوا، کتنا صحیح بھی
ہیں۔

''گری بھی تو تھی۔ میں تو اسے اٹھانے کو بڑھا تھا۔ اور یہ میرے پاس ہی کھڑا تھا، پتہ نہیں یا کہ کیسے گر گیا؟''

''نائل! حرکتیں دیکھو تمہاری کیسی ہو گئی ہیں؟ بڑے ہو گئے ہو۔ بچے نہیں ہو۔ بچے کے باپ بن گئے ہو۔ مجھے
پتہ تھا جیسے تم بیٹھے تھے۔ ضرور یہ شہرینہ گرے گی، لیکن یہاں تم نے دونوں کو ہی گرایا۔''

''سوری یار! کر تو لیا میں نے۔ اسے تو چپ کرایئے گلا پھاڑ کر روتا ہے۔'' وہ ارسل کو گھورنے لگا۔ شہرینہ اسے اٹھا
کر کھڑی ہو گئی۔ نائل پر غصہ بھی بہت آیا۔

''رونے پر بھی تم پر گیا ہے، ایسے ہی روتے تھے۔'' امی نے اب نائل کا کان پکڑا، تو وہ منہ بسورنے لگا۔ امی نے
ساتھ ہی دو تھپڑ بھی لگائے۔

''سارے ایسے کام میں کرتا ہوں۔ ذرا پتہ کروایئے اس کی ماں کے گھر، وہ کیسے روتی تھی؟'' وہ چڑ کر چلا گیا۔

شہرینہ اور امی ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں۔

''نہیں سدھرے گا یہ آدمی۔'' وہ بس اتنا بولیں۔

● ● ●

''واہ! واہ! کیا سین ہے؟ واہ مزا آ گیا۔'' عمر اپنے کمرے سے بولتا ہوا نکلا۔ بلال ہال کمرے میں ایک سائیڈ پر
بڑے تخت پر لیٹا، موبائل میں گیم کھیلنے میں مصروف سر اٹھا کر فہمائشی انداز میں عمر کو گھورنے لگا۔

''بلال بھائی! کیا زبردست فلم ہے۔ واہ!'' وہ جھومتا ہوا بولا۔ اور اس کے قریب پائنتی پر ٹک گیا۔ بلال گاؤ تکیے
پر سر رکھے بلیو ٹی شرٹ اور فان کلر کی پینٹ میں ٹانگ پر ٹانگ جمائے لیٹا رہا۔

''اب کون سی فلم دیکھ لی؟'' وہ گیم میں مصروف اس سے مخاطب ہوا۔ عمر اب بلال کی طرف متوجہ ہوا، جو اسے
بالکل دیکھ نہیں رہا تھا۔

''شہرینہ بجو کو تو یہ فلم ضرور پسند آئے گی، کیا ایکشن ہے۔''

''بس بس۔ شہرینہ بجو کو ضرور پسند آئے گی، نائل بھائی سے شامت بلانی ہے اپنی۔'' اس نے ایک زوردار ساتھ
ہی دھپ لگائی۔ تو عمر بل کر رہ گیا، بلکہ ساتھ ہی منہ بنانے لگا۔

''کیا ہے بلال بھائی! اتنی زور سے مارا ہے۔''

''وہ اس لیے مارا ہے کہ تم ہوش میں آ جاؤ۔ ڈاکٹر صاحب فلموں کے ڈائریکٹر نہ بنو؟'' وہ گیم آف کر کے اب اٹھ
بیٹھا۔ کہنی تکیے پر ٹکا لی۔ اور اس کی پشت سہلانے لگا، جو اس نے چڑ کر اس کا ہاتھ ہٹایا۔

''آپ نا بہت میرے پیچھے لگے رہتے ہیں۔ دیکھیے گا آپ کے سارے پول کھول کر رکھ دوں گا، تایا ابو کے
سامنے۔'' وہ اب دھمکی پر اتر آیا، تو بلال گھبرا گیا، جلدی سے سنبھل کر اس کے گلے میں ہاتھ ڈال کر بیٹھ گیا۔

''یار! وہ تو میں مذاق کرتا ہوں۔ تم تو برا مان گئے؟'' وہ اس کی تھوڑی چھو کر پیار بھرے لہجے میں بولا، تو وہ اسے
تیکھے چتونوں سے دیکھتا پرے ہو گیا۔

''اور یہ جو آپ دوڑ دوڑ کر جاتے ہیں نا، یہ بھی بتا دوں گا؟''

''یار! مجھے تم سے نا یہ امید نہیں تھی!'' اب وہ خفگی سے بولا۔ اور ناراضگی بھی دکھائی، تاکہ عمر کو اس پر رحم آ جائے
مگر وہ تو جلا بھنا ہوا بیٹھا رہا۔

''اگر آپ نے اب مجھ پر تنقید کی نا۔ پھر دیکھیے گا نتائج، جویریہ کے گھر سب کو لے کر پہنچ جاؤں گا۔'' وہ اکڑ کر
بولا۔

''اچھا یار! معاف کر دو۔ ایک تو وہ لڑکی میری سمجھ میں نہیں آتی کہ کیا چاہتی ہے؟ مسلسل مجھے آزمائش میں ڈال
رکھا ہے۔ اور اب تم مستزاد مجھے دھمکی دے رہے ہو۔'' وہ بڑی بے چارگی اور چہرے پر رقت طاری کر کے بولا۔
عمر نے اسے ذرا ترحم بھری نگاہوں سے دیکھا۔ واقعی اسے وہ خاصا پریشان لگا۔

''اچھا معاف کیا۔'' اس نے جلدی صلح کا جھنڈا لہرایا۔

''آپ ابھی تک اٹکے ہوئے ہیں۔ ایسا کریں اس جویریہ کے دو رکھ کر جھانپڑ لگایئے، جیسے نائل بھائی نے شہرینہ
کو کھینچ کے لگائے تھے۔''

''او! شرم کر۔ تو مجھے کیا مشورہ دے رہا ہے۔'' بلال نے اس کے مکہ رسید کیا اس کی ٹانگ پر، کیونکہ یہ بات اچھی
نہیں لگی۔

"ظاہر ہے اب یہی حل رہ گیا ہے۔ خواہ مخواہ آپ اپنا وقت برباد کر رہے ہیں۔ یہ لڑکیوں کی ساری قوم بے وقوف ہوتی ہے۔ جہاں لڑکوں نے انہیں اہمیت دی، اکڑنے لگیں۔" وہ تو کڑوے لہجے میں بولا۔

"لگتا ہے، اب تم بھی لڑکیوں کے چکر میں آنے لگے ہو۔" وہ چھیڑنے لگا۔ عمر نے خجل ہو کر سر کھجایا اور بھی، بلال کی ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔

"جی نہیں، ایسی کوئی خرافات مجھ میں نہیں ہیں۔ اور ابھی میں میڈیکل کے فرسٹ ایئر میں ہوں۔ ان سے دور ہوں۔" اس نے صاف اپنا دامن بچایا۔ اور ویسے بھی عمر کا یہ ٹائپ نہ تھا۔ وہ اپنے کام سے کام رکھتا ان لڑکیوں کی جانب دیکھتا۔

"تم ویسے بھی ان چکروں میں پڑتا نہیں، کیونکہ میں پڑ کر پچھتا رہا ہوں۔"

"پھر آپ میری مانیں تو جویریہ کو چھوڑیے۔ اور کوئی لڑکی تو ہوگی آپ کی یونیورسٹی کی، جو آپ کو پسند کرتی ہو" عمر نے اسے مشورے کے ساتھ سمجھایا بھی، کیونکہ ابھی تک بلال الجھن میں پڑا ہے۔ جویریہ کی سرد مہری برداشت کر رہا ہے۔ جو اسے دیکھنا تک گوارا نہیں کرتی۔

"او یار! میں نے بس اس سے محبت کی ہے۔ اگر آئندہ میری زندگی میں آئے گی، تو وہ ورنہ کوئی نہیں۔" وہ پُر اور اٹل ارادے سے بولا، کیونکہ اسے جویریہ سے ضد ہو گئی۔ وہ اسے حاصل کر کے رہے گا۔ چاہے اسے کتنا ہی انتظار درکار ہو۔ چاہے ساری عمر لگ جائے۔

"بلال بھائی! مجھے نہیں لگتا کہ وہ لڑکی آپ کی محبت قبول کرے، کیونکہ مجھے مغرور سی لگتی ہے۔"

"نہیں یار! مغرور تو نہیں ہے۔ ہاں البتہ بس پوزیسو بہت ہے۔ ہر بات کو گہرائی تک سوچتی ہے۔ اور پھر اپنے ڈیڈی سے محبت بہت کرتی ہے۔ بس اسی وجہ سے مجھے اگنور کر رہی ہے۔" وہ سر جھکائے ہوئے تھا۔ اور اپنی راز اسے بتائے گیا۔ اگر وہ بات کرتا تو عمر سے، حالانکہ دونوں کی عمروں میں بھی کافی فرق تھا۔ یا پھر وہ اس سے اس لیے بھی بات کر لیتا ہے کہ وہ اس کے سارے راز سے واقف ہے۔

"پھر اس کے ڈیڈی کا کیا کریں؟"

"او یار! اس کے ڈیڈی بہت اچھے ہیں۔ میرے تو آگے پیچھے بچھتے ہیں۔ اور وہ لڑکی مجھے بس گھر سے باہر کے چکر میں رہتی ہے۔"

"اب وہ آپ کو دل میں تو گھساتی نہیں، گھر میں کیسے گھسائے۔" اس نے شرارتی لہجے میں کہا۔ بلال نے سے لب بھینچے، کیونکہ عمر کی بات اسے خاصی گراں گزری۔

"وہ میرا مطلب ہے بلال بھائی! ایسی لڑکی سے آپ کو کیا فائدہ جب وہ آپ سے محبت ہی نہیں کرتی؟ تو آپ کیوں خوار ہو رہے ہیں؟ آپ کے لیے لڑکیوں کی کمی ہے۔" وہ جھٹ سنبھل کر بولا، تا کہ بلال کا غصہ کم ہو۔

"میں نے جویریہ سے وعدہ کیا ہی کہ میں اس کے دل میں اپنی محبت کے پھول کھلا کر رہوں گا۔ اس کا جو دل صحرا ہے اس میں محبت کی پھوار کر کے رہوں گا۔"

"بلال بھائی! یہ شاعرانہ ذوق بھی آ گیا آپ میں؟" عمر نے حیرانگی سے اسے دیکھا، جو گلاس وال سے باہر لان میں دیکھ رہا تھا۔ جہاں انس اور فارحہ جھولے میں بیٹھے جھول رہی تھے۔

"بس یہ محبت نے شاعرانہ ذوق پیدا کر دیا ہے۔" وہ ایک جذب اور بڑے ترنگ میں بولا۔ آنکھیں بند کیں چھم سے جویریہ کا سراپا نگاہوں میں گھوم گیا۔

"یار اب تو آنکھیں بند کرتا ہوں تو وہ نظر آتی ہے۔"

"ویسے بلال بھائی! میں آنکھوں کا نہیں ہارٹ کا ڈاکٹر بن رہا ہوں۔ ہاں آپ کے دل کا علاج کر سکتا ہوں۔" شرارتانہ انداز میں اسے چھیڑنے سے باز نہ آیا، تو بلال نے کھسیا کر اٹھ جانے میں ہی عافیت جانی مگر اسے وہم ہوا کہ سامنے ڈائننگ ہال سے ابھی ابھی کوئی گیا ہے۔ وہ تیزی سے دو قدم بڑھا کر اوپر آیا، تو طائشہ اوپر جاتی نظر آئی۔ وہ سوچ میں پڑ گیا۔

"عمر! کہیں بھابی نے تو نہیں سن لیا کچھ؟" وہ فکر مند بھی ہوا۔ عمر نے بھی چونک کر ادھر ادھر تلاشا۔

"او یار! ابھی ڈائننگ ہال سے بھابی گئی ہیں۔"

"کچن میں ہوں گی۔ اور پھر ادھر کی آواز ادھر نہیں جاتی۔" عمر نے اطمینان دلایا، مگر وہ مطمئن نہ ہوا، بلکہ اور بے چین ہو گیا۔ ادھر ادھر چکر کاٹنے لگا، کہ ضرور طائشہ نے سن لیا ہے۔ اگر انہوں نے بھائی جان سے ذکر کر دیا تو کیا ہوگا؟

"یار! بلال بھائی! آپ بے فکر ہو جائیں نہیں سنا ہوگا طائشہ آپی نے۔ اور پھر آپی کا آپ کو پتہ ہی ہے، وہ ایسی نہیں ہیں کہ آپ کو پھنسوا دیں۔" عمر نے ہر طریقے سے اسے ریلیکس کیا۔ پھر بلال بھی تھوڑا مطمئن ہوا۔ اس سے تو پوری طرح واقف ہے کہ بھابی کہیں گی کسی سے نہیں۔ مگر اس نے سوچا کہ بھابی سے بات کر کے اطمینان ضرور کرے گا کہ سنا بھی ہے یا نہیں؟

☆☆☆

نیلم کے مسلسل فون آ رہے تھے۔ اعزاز نے ریزن بھی بتایا، مگر نیلم جو شروع سے ضدی تھی، اس کا یہ ریزن بہانہ سمجھنے لگی کہ وہ جان بوجھ کر نہیں آ رہا ہے۔ بشریٰ تو سمجھ گئی کیونکہ انعام احمد نے اسے خاصا تفصیل سے بتایا۔ اور ساتھ زینب کا بدلتا رویہ بھی جو انہیں دکھ دیتا۔ وہ متحیر سے رہتے کہ زینب جو دوسروں کو پیار و محبت کا درس دیتی ہے، آج وہ کیونکر بدلی۔

"نیلم ناراض ہو رہی ہے، ان دونوں کے وہاں نہ آنے پر۔" وہ رات کو کمرے میں آئیں تو ان سے مخاطب ہوئیں۔ انعام گہری سوچ میں غلطاں لیٹے تھے۔ ان کا ذہن بھی تو منتشر ہو گیا ہے۔

"ہاں، کیا کہہ رہی ہو؟" وہ چونک کر انہیں دیکھنے لگے، جو تھکی تھکی بیڈ کے سرے پر بیٹھنے لگیں۔ مگر ان کے چونکنے پر وہ انہیں چتونوں سے گھورنے لگیں۔

"میں کہہ رہی ہوں کہ نیلم بہت ناراض ہو رہی ہے۔ کہہ رہی تھی کہ صدف کا دل نہیں چاہ رہا ہوگا، تو بہانے بنانے لگی، تا کہ اعزاز کو بھی روک لے اس طرح۔"

"زینب بدگمانی کی بھی حد ہوتی ہے۔ وہ بچی اگر منہ سے کچھ نہیں کہتی، تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم اس پر دنیا تنگ کر دو۔ زینب وہ بھی کسی کی بیٹی ہے۔ اس طرح مت سوچو اس کی متعلق۔" وہ تو قہر برسائی آواز میں بولے۔ آنکھوں سے شعلوں کی آنچ آنے لگی۔ وہ خود بھی تھوڑا ڈریں، مگر پھر خود کو کنٹرول کیا۔

"صدف کو کیا ضرورت ہے منع کرنے کی؟ ایسا تمہارا بیٹا سیدھا نا، جو اس کے اشاروں پر چلے گا۔ میں کیا دیکھتی نہیں ہوں۔ اور بار بار میں اسے ٹوکتی یوں نہیں ہوں کہ خواہ مخواہ پھر گھر میں بدمزگی ہوگی اور تمہیں ہی برا لگے گا۔" وہ تنک کر اٹھ بیٹھے۔ زینب کی باتیں روز بروز بڑھتی جا رہی ہیں۔ اور انہیں برداشت نہیں ہو رہا ہے۔

"آپ ہر بار اعزاز کے پیچھے کیوں لگ جاتے ہیں؟" وہ غصے سے بولیں۔

"اس لیے کہ وہ بالکل عقل سے کام نہیں لیتا۔ شادی ہو گئی، مگر بردباری نہ آئی۔ بلکہ حشر پرائی لڑکی کا ہو… رہا ہے۔"

"ایسا کیا کر دیا؟ اچھی بھلی رہ تو رہی ہے۔ سب سے بڑھ کر جو اسے اتنا چاہتا ہے۔ اس سے شادی ہوئی…" نہایت طنز اور تلخی سے گویا ہوئیں۔ انعام نے اب غصیلی نگاہ ان پر ڈالی۔ ضرور نیلم نے ان سے کچھ کہا ہے، جب اس طرح بولیں۔

"زینب سوچ سمجھ کر بولو۔ صدف نے زبردستی نہیں، بلکہ تمہارے بیٹے کی خوشی اور زبردستی سے یہ شادی… ہے۔ خبردار! جو تم نے اسے کچھ کہا!" وہ شہادت کی انگلی اٹھا کر وارننگ دینے لگے۔ وہ منہ پھلا کر پشت پھیر گئیں۔

"بہت محنت کے دعوے کر کے لایا ہے، وہ اسے اس گھر میں۔ اور کیا کر رہا ہے؟ اسے اگنور۔ وہ کوئی زبردستی… آئی ہے۔ اس کی بھی عزت ہے۔ خیال کرو تم اس کا، جسے کل نئی نسل کو پروان چڑھانا ہے۔" وہ انہیں ٹھوس لہجے… سمجھاتے رہے۔ مگر زینب جیسے سمجھنا نہ چاہتی ہوں۔ انہیں تو نیلم نے جو کہہ دیا، وہ ٹھیک ہے۔

"چھ سات ماہ ہو گئے ہیں، منتظر ہی ہیں میرے کان کہ کوئی خبر سنوں۔" اب ان کی توپوں کا رخ دوسری جانب… گیا۔

"زینب حد کرتی ہو! کوئی سال تو نہیں ہو گیا شادی کو۔ اور پھر یہ سب کچھ اوپر والے کے ہاتھ میں ہوتا ہے… فضول بکواس کر رہی ہو تم!"

"یہ بکواس نہیں ہے۔ ایک ارمان ہے، خوشی ہے۔ میرا ابھی دل چاہتا ہے کہ اپنے بیٹے کے بچے کو دیکھوں۔"

"تمہیں سمجھانا فضول ہی ہے۔ جو منہ میں آتا ہے، بولے جا رہی ہو۔" وہ غصے سے کہہ کر اب کمرے سے با… گئے۔ دماغ بری طرح کھولنے لگا۔ سمجھ نہ آیا کہ کیا کریں؟ وہ ٹیرس پر چلے گئے۔ خوبصورت سا ٹیرس جہاں… کرسیاں، ایک ٹیبل رکھی تھی، ٹیرس کے گرل پر بوگن ویلیا پھیلی ہوئی تھی، وہاں تازہ ہوا نے ان کے دل و دما… ریلیکس کیا۔ وہ گرل پر ہاتھ رکھے کھڑے لان میں دیکھتے رہے۔ مدھم دودھیا روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ ان کی سمجھ نہیں… کہ زینب کو کس طرح سمجھائیں؟ اپنے اطراف کے منظر سے لاتعلق نظر آئے کہ قدموں کی دھمک پر بھی نہ مڑ… اعزاز جو اپنے کمرے کے پردے برابر کر رہا تھا، ابو پر نگاہ پڑی تو تجسس کے مارے کمرے سے نکل آیا۔

"ابو! خیریت تو ہے، اس وقت؟" اس نے ان کے شانے پر آہستگی سے ہاتھ رکھا، تو وہ بس اسے ترچھی نگا… کے دیکھنے لگے۔ مگر پھر اسے اگنور کر کے نگاہیں لان میں لگے فوارے پر ٹکا دیں۔

"آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے؟" وہ اپنا جواب نہ پا کر پھر مخاطب ہوا۔ اس وقت وہ نائٹ ڈریس میں تھا… بھی ایک بج رہا ہے۔ اور ابو، اور اس وقت ٹیرس پر! اچنبھے کی بات ہے!

"ہاں طبیعت تو ٹھیک ہے۔ مگر ایک بے چینی سوار ہے۔" وہ سرد آہ بھر کر اب اس کی جانب متوجہ ہوئے… بکھرے بالوں میں تھکا تھکا لگا۔

"کیسی بے چینی سوار ہے؟" وہ بھی تشویش میں پڑ گیا۔ انعام احمد گرل سے پشت ٹکا کر سینے پر بازو لپیٹے، اعزاز کو بڑی گہری نگاہوں سے دیکھنے لگے، جو انہیں فکرمند نظر آیا۔

"جب بچے چھوٹے ہوتے ہیں، تو ماں باپ کی یہ فکر ہوتی ہے کہ ان کی پرورش اچھی ہو جائے۔ اور جب بڑے ہو جاتے ہیں تو سوچتے ہیں کہ اب فکر کم ہو گئی، کیونکہ پھر ماں باپ کو ان کی شادی کا ارمان ہوتا ہے۔ پھر جب…

…ہو جاتی ہے، تو ماں باپ سوچتے ہیں کہ وہ ان کے فرض سے سبکدوش ہو کر بے فکر ہو جائیں۔ مگر یہ ماں، باپ کی… ہوتی ہے، کیونکہ جب تو زیادہ فکر ہوتی ہے کہ اگر بیٹی کی شادی ہو گئی ہے، تو وہ اپنے گھر میں خوش رہے۔ پھر… بیٹے کی شادی کرتے ہیں، تو چاہتے ہیں کہ وہ خوش رہے۔ مگر ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ ہمارے بیٹے کی جس سے… ہوئی ہے، وہ اسے خوش رکھتا ہے یا نہیں۔" وہ اتنی لمبی تمہید باندھ کر کھوئے کھوئے لہجے میں بولتے اعزاز کو… کر گئے۔ وہ ان کی اتنی لمبی گفتگو کا مطلب خوب اچھی طرح سمجھتا ہے۔

"ابو! آپ جو کہنا چاہ رہے ہیں، میں سمجھ گیا ہوں۔"

"بات صرف سمجھنے کی نہیں ہے، بلکہ اس پر سوچو، تم کیا ٹھیک کر رہے ہو صدف کے ساتھ؟ اور وہ تمہاری ماں پتہ نہیں جاہلوں والی باتیں کرنے لگی ہے۔ اسے بھی سمجھا دو کہ صدف سے شادی تم نے کی ہے۔ صدف نے زبردستی… کی ہے۔"

"ابو! میں سمجھا نہیں؟" وہ واقعی سمجھا نہیں۔ ان کے قریب چلا آیا، جو پرسوچ اور گہری سوچ میں ڈوبے لگے۔

"اعزاز! اگر تم صدف سے اپنا رویہ درست نہیں رکھا تا، تو تمہاری ماں اس کا جینا دوبھر کر دے گی، کیونکہ اب وہ… نہا پر پہنچ گئی ہے کہ میں خود حیران ہوں۔" اپنے سر پر ہاتھ پھیر کر ایک لمبی سرد سانس بھری۔

"ابو! صدف کو میں پسند کرتا ہوں۔ اور اب وہ میری بیوی ہے۔ اور آپ کو لگتا ہے کہ میں اس کے ساتھ رویہ… نہیں رکھ رہا؟"

"ہاں نہیں رکھ رہے۔ وہ ہر وقت کھوئی کھوئی رہتی ہے۔ زینب ہر وقت طنز بھری گفتگو کرتی رہتی ہے۔ میں گھر میں… ہوں۔ سب دیکھتا ہوں۔"

"لیکن صدف نے تو آج تک مجھے نہیں بتایا۔" وہ خود حیران ہوا کیونکہ صدف نے اب کسی بھی قسم کی بات تک… چھوڑ دی۔ اور پھر اسے بھی کیا چاہیے، سارا دن کا تھکا ہارا آتا ہے، تو وہ تلخ کلامی بھی نہیں کرتا۔

"وہ کہے گی بھی نہیں۔ وہ لڑکی بہت اچھی ہے۔ اعزاز! میرے بچے! اس کی قدر کرو۔ اس کی قدر کم نہ کرو، زینب… پھر کوئی دوسرا ہنگامہ کرے گی، تو اچھا نہ ہوگا۔ صدف کے گھر والے زینب کے رشتے دار ہیں۔ وہ تو اس رشتے کا… پاس نہیں کر رہی ہے۔" وہ نہایت افسوس اور دکھ بھرے لہجے میں بولے۔ ایک قدم آگے بڑھ کر چیئر پر بیٹھ گئے۔

…اعزاز کش و پیچ میں مبتلا ہو گیا۔

"آج پتہ ہے، زینب نے کیا کہا ہے؟" وہ بولتے بولتے رک گئے۔

اعزاز نے سوالیہ نگاہ اٹھائی، مگر وہ خود شرمندگی میں ڈوبا محسوس کرنے لگا۔ واقعی وہ صدف کے ساتھ کچھ زیادہ بھی… رہا ہے۔

"زینب نے کہا کہ صدف کی طرف سے ابھی تک کوئی خوش خبری نہیں ملی۔ اب وہ ایسے بول رہی ہے کہ صدف کے اختیار میں ہے یہ سب۔"

اب تو اعزاز چونک گیا۔ یہ تو وہ خود نہیں سوچتا۔ اور امی اس حد تک جا سکتی ہیں، اسے ان کی سوچوں پر بھی افسوس… ہوا، سماعتیں یقین کرنے کو تیار نہ ہوئیں۔

"ہماری شادی کو ابھی سال بھی نہیں ہوا۔" وہ آہستگی سے رک رک کر بولا، مگر ذہن منتشر ہو گیا۔

"زینب کی عقل میں نہیں آتا یہ سب مجھے پتہ ہے نیلم نے کہا ہوگا، اسی کے دماغ میں باتیں آتی ہیں، کیونکہ وہ… اپنی نند سے تمہاری شادی کروانا چاہتی تھی۔"

"ابو! صدف میری پسند تھی اور رہے گی۔ اور میں بہت خوش ہوں اس کے ساتھ۔ اگر ہمارے درمیان بہت تلخ کلامی ہے، تو امی کیوں تلخ ہو رہی ہیں؟"

"اسے اس دن کی بات برداشت نہیں ہو رہی، جب تم نے فراز پر پاسپورٹ چھپانے کا الزام لگایا۔ وہ الزام دے رہی ہے، کہ اس کی وجہ سے ہوا ہے۔"

"حد ہو گئی۔ میں صبح بات کروں گا ان سے۔" وہ عجیب کھسیایا ہوا بولا۔ اس وقت اس کی سمجھ نہ آیا کہ کیا کہے انعام احمد پھر کچھ نہ بولے اور اسے وہیں چھوڑ کر اپنے کمرے میں چلے گئے مگر اعزاز کو سوچوں میں جلتا وہ لب کاٹنے لگا۔ کمر پر ہاتھ رکھ کر لان میں دیکھنے لگا۔ پھر وہ بھی پژمردہ سے قدموں سے ٹیرس عبور کر کے کمرے میں آ گیا۔ صدف پست کیے بیٹھی تھی، مگر اس کے وجود سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ جاگ رہی ہے۔ پکڑ کر صوفے پر جا کر دراز ہو گیا۔ صدف نے ایک اچٹتی نگاہ اعزاز پر ڈالی، جو ماتھے پر دایاں بازو دھرے صوفے کے ہتھے پر رکھے، کچھ الجھن میں جتلا لگا۔ وہ مسلسل دیکھے گئی۔ وہ آج خلاف معمول بیڈ چھوڑ کر وہاں اسے حیرت میں بھی ڈال گیا۔

• • •

اس نے آج خوب شاپنگ کی۔ آفس سے جلدی فارغ ہو گیا تو مارکیٹ کا رخ کیا۔ تین ماہ بعد ارسل کی ڈے تھی، مگر اس سے پہلے شہرینہ کی برتھ ڈے تھی۔ اس نے شہرینہ کے لیے ایک ڈارک پرپل، کامدانی جھلمل ساڑھی خریدی۔ اسے اعزاز کی بارات میں پہنے دیکھا تو شہرینہ منفرد سے اور نمایاں لگی۔ اس دو سال کے عرصے وہ پہلی بار پرسل کوئی گفٹ دے گا۔ ایک گولڈ کا بریسلیٹ بھی لیا۔ شاید شہرینہ یہ سب دیکھ کر ہی خوش ہو جائے کہ نے برتھ ڈے یاد رکھی۔ وہ ساری شاپنگ کر کے لدا پھندا مارکیٹ سے باہر نکلا۔ دل میں بڑے خوش کن خیالات رہے تھے۔ کل شہرینہ کی برتھ ڈے ہے۔ اور صرف وہ دونوں سیلیبریٹ کریں گے۔ مگر ارسل کی اس نے سوچا تھا خوب بڑے پیمانے پر ارینج کرے گا۔

وہ گنگناتا ہوا شاپرز لیے اندر آ چکا تھا، مگر گھر میں بلال کی چہکتی ہوئی آوازیں آئیں، تو وہ کوریڈور سے گزرتا ہوا لاؤنج میں آیا۔ جہاں وہ ارسل کے ساتھ مگن ملا۔ عمر حسب معمول ٹی وی میں منہمک ملا۔

"او ہو! تم لوگ آئے ہو؟" وہ سارے شاپرز کاؤچ پر رکھ کر ان سے مخاطب ہوا۔ عمر پھر بھی متوجہ نہ ہوا۔

"السلام علیکم۔" بلال نے بڑے جوشیلے انداز میں فلور کشن پر دراز ہی سلام جھاڑا، جبکہ ارسل، بلال کے پیٹ پر چڑھا بیٹھا تھا۔

"وعلیکم السلام۔ تم لوگ ادھر کا راستہ کیوں بھول گئے؟" نائل عمر کے برابر میں بڑے صوفے پر براجمان ہوا ایک چپت اس کے بھی رسید کی، جو تھوڑا مخل ہو گیا۔

"آپ نے تو آنا چھوڑ دیا۔ اور تو اور شہرینہ بجو بھی اتنی مصروف ہو گئی ہیں۔"

"مسٹر! شادی کے بعد سب مصروف ہو جاتے ہیں۔ جب یہ دور تم پر آئے گا تمہیں پتہ چلے گا معروفیت کیا ذرا معنی خیزی سے بولا، تو بلال مسکرا دیا۔ شہرینہ ٹرے میں چائے اور دیگر لوازمات لیے آ گئی تھی۔

"بس، اب عنقریب بلال بھائی کی شادی کا بھی ذکر ہونے لگے گا۔"

"ذکر شادی کا، ہیں! بلال کا!" نائل کو اب تجسس ہوا۔

بلال نے اب عمر کو گھورا۔ وہ ارسل کو گود میں لے کر فلور کشن سے اٹھا۔ شہرینہ نے ٹرے سینٹر ٹیبل پر رکھ دی۔

نگاہ کاؤچ پر بھی ڈالی، جہاں شاپرز رکھے نظر آئے جو کافی کچھ لگا۔

"رشتہ وغیرہ دے دیا تمہارا؟ بلال!" نائل نے بلال کو سوالیہ انداز میں دیکھا، جو کچھ گڑبڑایا بھی، عمر کا بولنا اور وہ بے تکا اسے غصہ دلا گیا۔

"نائل بھائی! ابھی تو دور دور تک ایسے آثار نہیں ہیں۔"

"کیوں تمہارا اس سے جھگڑا چل رہا ہے اب؟" الٹا سوال داغا۔ شہرینہ کے کان کھڑے ہوئے۔ باری باری ان کی جانب دیکھا، جو دونوں ہی سنجیدہ لگے۔ بلال اب ارسل کو گود میں لے کر بیٹھ گیا۔

"یار! نائل بھائی کیا بول رہے ہیں؟ کس سے جھگڑا؟" وہ انجان بنا۔

"برخوردار! آنکھیں رکھتا ہوں میں بھی۔ صدف کی شادی کے دن مجھے اچھی طرح یاد ہیں۔" اس نے اب بلال کو یاد دلایا، جو ادھر ادھر بغلیں جھانکنے لگا۔

"کچھ تمہارے گھر سلسلہ چلنے والا تھا؟"

"کیسا سلسلہ؟ بلال! کیا چکر ہے؟" اب شہرینہ کو بھی تجسس ہوا۔ اس نے بلال سے ہی پوچھا۔ بے دھیانی میں نائل کے قریب بیٹھ گئی۔ نائل نے مسکرا کر اسے دیکھا، جو سب کچھ بھول چکی تھی۔

"شہرینہ بجو! کوئی چکر نہیں ہے۔" بلال تو گھبرا گیا، ساتھ ہی عمر کے ایک زوردار چٹکی لی تو وہ بلبلا ہی اٹھا۔

"ہائے! امی! اف! امی!"

شہرینہ چونک کر اب عمر کی جانب متوجہ ہوئی، جو تڑپ اٹھا تھا۔

"عمر! کیا ہوا؟" اس نے عمر سے پوچھا حیرانگی سے۔

"بلال بھائی! ایک تو آپ مارتے بھی زوردار ہیں۔ اور چٹکی بھی زوردار لیتے ہیں۔ آپ کی بیگم تو بے چاری ضائع ہو جائے گی۔"

"کیا بکواس ہے؟ عمر!" وہ جھینپ کر چیخا۔ نائل اور شہرینہ کو زوردار ہنسی آ گئی۔ وہ اور ہی جزبز ہو گیا۔

"بلال! کہیں وہ بیگم! وہ محترمہ تو نہیں ہیں؟" نائل نے تائید چاہی، جبکہ بلال آنکھوں ہی آنکھوں میں اسے تنبیہ کرنے لگا کہ شہرینہ کے سامنے تو نہ بولے۔

"کون محترمہ! مجھے بھی تو بتاؤ تم؟" شہرینہ نے بلال کے بال کھینچے، جو برا سا منہ بنا کر رہ گیا۔

"اف! بجو! اتنی زور سے۔" وہ چیخا۔

"لگتا ہے نائل بھائی کو آپ اسی طرح گنجا کریں گی۔"

"بکو مت اچھا۔" وہ خجل ہو گئی۔ نائل پر بھی نگاہ ضرور ڈالی، جو اسے دلچسپ نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ آنکھوں میں شرارت اور معنی خیزی تھی، جو شہرینہ کو مشتعل کرنے کو کافی تھی۔

"بجو! آج کل تایا ابو، بلال بھائی کے پیچھے لگے ہوئے ہیں کہ وہ آفس جوائن کریں، تاکہ وہ ان کی شادی کر سکیں۔ اور نہ یہ آفس جوائن کریں گے۔ اور نہ ان کی شادی ہو گی۔" عمر نے آہ بھر کر اس کی کہانی بتائی۔

"بلال! تمہارے تایا ابو کو شادی کی ایسی کیا جلدی پڑی ہے۔ جب تک فارحہ سیٹ نہ ہو جائے یاسر بھائی کے ساتھ تمہاری تو منگنی بھی نہیں ہونی چاہیے۔"

عمر نے تو کھانسنا شروع کر دیا۔ بلال نے تلملائی نگاہ اس پر ڈالی، جو اس سے محظوظ ہو رہا تھا۔ نائل کے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ رینگ گئی۔

"عمر! اسٹوپڈ کیا ہے یہ۔" شہرینہ نے اسے کڑے تیوروں کے ساتھ ڈانٹا، تو عمر کی کھانسی کی بریک لگی۔

"بجو! آپ منگنی کرنے کا تو اختیار نہ چھینئے ان سے۔"

"تمہاری بہت زبان چلنے لگی ہے۔ پاپا سے شکایت لگاؤں گی۔ بہت بولنا آ گیا ہے۔"

"ارے واہ! میرے پیچھے کیوں لگتی ہیں۔ دیکھئے نائل بھائی اپنی بیگم کو۔" اس نے دہائی دی، تو اس نے ہاتھ کے اشارے سے اسے چپ کرایا۔

"شہرینہ! اب تم اس کے پیچھے تو نہ پڑو۔ بلال کی اگر منگنی ہو جائے گی، تو تمہیں کیا فرق پڑتا ہے۔" وہ اس کے کان میں آہستگی سے بولا۔

"جب تک یاسر بھائی نہیں آئیں گے، بلال کی منگنی تک نہیں ہونا چاہیے۔ میں آ کر منع کردوں گی تایا ابو کو۔"

"ارے! ارے! شہرینہ بجو! کیا کر رہی ہیں۔ میری بات سنیے۔" وہ تو بوکھلا ہی گیا۔ ارسل کو اس نے نائل کی گود میں دے دیا۔

"آپ اطمینان رکھیے میرا ابھی ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ فارحہ آپی سے پہلے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔ اور اگر انہوں نے ضد کی بھی تو میرے پاس بھی ایک حل ہے اس کا۔" اس نے شہرینہ کو ٹھنڈا کرنے کے ساتھ بتایا، جو چونک کر بلال کچھ متفکر اور بجھا بجھا لگا۔

"کیسا حل ہے تمہارے پاس؟"

"شہرینہ بجو! آپ میں بھی نائل بھائی والی عادت آ گئی، تفتیش کرنا۔" وہ کھسیا کر گویا ہوا۔

"آخر بیوی کس کی ہے۔" نائل نے اترا کر۔ اور کچھ فخر کے ساتھ شہرینہ کے شانوں پر ہاتھ رکھ کر اپنے قریب کیا، تو وہ گھورنے لگی اس کی اس اچانک افتاد پر۔

"زیادہ بکنے کی ضرورت نہیں ہے۔" اس نے بلال کو جھڑکا۔ اور پھر جھٹکے سے کھڑی ہو گئی۔ نائل متعجب ہو کر حسرت بھری سانس بھر کر رہ گیا۔

"بجو! آپ رات میں کیا پکا رہی ہیں؟" عمر اب سینٹر ٹیبل پر لوازمات سے پڑے پر جت گیا۔ مزے سے بسکٹ اور نمکو کھانے لگا۔

"ابھی سوچا نہیں کیا پکے گا۔ امی سے پوچھنا پڑتا ہے۔" وہ بولی۔

"آپ کو ابھی تک آیا نہیں پکانا؟ بجو! دو سال بہت ہوتے ہیں سیکھنے کے لیے۔" وہ اب اسے چھیڑنے لگا۔ شہرینہ نے خفگی سے اس کے سر پر چپت لگائی۔ نائل مسکرانے لگا۔ بلال نے اپنی ہنسی روکی، کیونکہ شہرینہ کافی اشتعال میں لگی۔

"تمہاری میں پاپا سے شکایت لگاؤں گی، یہاں آ کر تم کیا بکواس کرتے ہو۔"

"نائل بھائی! میں غلط تو نہیں کہہ رہا ہوں۔ آپ بتائیے اب تک یہ کیا کیا بنا چکی ہیں؟" اس نے نائل سے سوالیہ انداز میں پوچھا، جو مسکرا ہی رہا تھا۔

"نہیں یار! شاہی ٹکڑے بنائے تھے ایک دن۔ کافی اچھے بنائے تھے۔ اب تو اکثر کچھ نہ کچھ پکا لیتی ہے۔" ویسے شہرینہ کی صلاحیتوں کا معترف ہوتا جا رہا تھا۔ مگر اس وقت نائل کی تعریف کرنا بھی شہرینہ کو خوش نہ کر سکی۔

"بجو! آپ نے نوڈلز بنا کر نہیں کھلائے نائل بھائی کو؟"

"او یار! معاف کرو مجھے قطعی وہ پسند نہیں ہیں۔ جسے کھانے کے لیے قینچی کی ضرورت پڑے۔" اس نے جب

بلال اور عمر کی ہنسی چھوٹ گئی۔ شہرینہ کو یہ اپنا مذاق اڑاتا لگا۔ دانت پیسے، آنکھوں میں تو ناگواری، نخوت کے پیشانی پر بل پڑ گئے۔

"تم سب ہی فضول ہو۔" وہ نائل کے آگے سے تیزی سے گزری، تو وہ پھر گرتے گرتے بچی۔ نائل نے اسے لیا۔ وہ بیٹھتا بھی تو پھیل کر ہے۔ اس عادت پر امی سے اکثر ڈانٹ بھی پڑی۔

"ایک تو آپ کو بیٹھنے کے ایٹی کیٹس نہیں آتے۔" وہ اس کی گود سے اٹھی۔ شرمندہ الگ ہوئی، عمر اور بلال کے منہ جو کھی کھی کر رہے تھے۔

"یار! سوری۔ اب تم رہتی ہی آندھی طوفان کی طرح ہو، تو میں بے چارہ سنبھل بھی نہیں پاتا۔" وہ ندامت سے آج دوسری بار ایسا ہوا، جو وہ گرتے گرتے بچی تھی۔

"نائل بھائی! آپ ڈرتے ہیں شہرینہ بجو سے؟"

"یار! شادی کے بعد تمام شوہر اپنی بیوی سے ڈرتے ہیں۔" اس نے بلال کی معلومات میں اضافہ کیا۔ وہ تو غرا کر رہ گئی۔ مٹھیاں بھینچ لیں۔ نائل کے بازو پر زور سے مکہ مارا، تو نائل اس کے کھسیانے پر محظوظ ہوا۔

"ایسے ہی آپ سیدھے ہیں کہ مجھ سے ڈریں گے۔ مجھے ڈرا ڈرا کر تو یہ حشر کر دیا ہے۔"

"بجو! اچھی بھلی تو ہو۔ بلکہ تمہارا تو رنگ بھی اور گورا ہو گیا ہے، حالانکہ آل ریڈی گوری تھیں۔ مگر اب تو اور ہو گئی ہو۔" عمر نے ستائشی انداز میں اس کا جائزہ لیا، تو وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑانے لگی۔

"عمر! تمہاری بہن نا، ضرورت سے زیادہ سفید ہے۔"

"ایسا کریں دوسری شادی کسی نیگرو سے کر لیں۔" وہ تاک کر بولی۔

"اگر میں نے کر بھی لی تو تم برداشت کر لو گی؟"

"اتنا کچھ برداشت کر رہی ہوں۔ یہ بھی کر لوں گی۔ آپ کی تو خواہش پوری ہو جائے گی۔" وہ تن تناتی چلی گئی۔

وہ تینوں ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ وہ پھر تینوں ہی خوش گپیوں میں لگ گئے۔ رات کو کھانے کے بعد ہی نائل نے انہیں جانے دیا تھا۔ شہرینہ اس دوران کچن میں ہی مصروف رہی۔ رات کو جب وہ گیارہ بجے اپنے بیڈ روم میں آیا، تو بلال کی لائی ہوئی چیزیں وہ پیک کروا کر لایا تھا۔ ایک خوبصورت سا کارڈ اور پھول وہ شہرینہ کو منانے کے لیے لایا تھا۔ وہ چینج کر کے لیٹ چکا تھا۔ مگر وہ ابھی تک دشمن جاں کمرے میں نہیں آئی تھی۔ وہ بے کل سا کمر پر ہاتھ رکھ کر اب ٹہلنے لگا۔

"کہتے ہیں جب اپنا محبوب ناراض ہو جائے، تو اسے منانے کے لیے سو سو جتن کرنے پڑتے ہیں۔ اور وہ محبوب جب اس کا سب کچھ ہے۔ اس کی ناراضگی تو وہ مول ہی نہیں لے سکتا۔ جس نے اس کی خواہش کے مطابق خود کو اس کے سانچے میں ڈھالا۔ جو کل تک ایک جنگجو قسم کی لڑکی تھی، اب تو وہ صلح جو اور مفاہمت پرست ہو گئی تھی۔" وہ مسلسل اس کے بارے میں سوچے جا رہا تھا۔ جب وہ پونے بارہ بجے کمرے میں آئی، تو وہ اسے ٹہلتے ہوئے حیرانگی سے دیکھنے لگی۔ مگر اگنور بھی کر دیا۔ سوئے ہوئے ارسل کو اس نے کاٹ میں لٹایا اور خود واش روم میں چلی گئی۔ اس نے لائٹ تو لگائے ہی، وہ منہ ہاتھ دھو کر آ گئی۔ نائل اب راکنگ چیئر پر بیٹھ چکا تھا۔ وہ نائٹ ڈریس میں تھا۔ اور وہ نائٹی پہن کر آ چکی تھی۔ ارسل کو کاٹ سے نکالا اور بیڈ پر بیچوں وبیچ لٹا دیا۔ اور خود بھی کوئی بات کیے بغیر لیٹ گئی۔

"شہرینہ! ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔" نائل اس کے قریب آ کر کان میں بولا، تو وہ حیران رہ گئی، کہ اسے کیسے یاد رہی۔ مطلب؟ وہ تیزی سے اٹھ بیٹھی۔

"حیران ہونا، مجھے کیسے یادرہ گئی۔"

"میں حیران بالکل نہیں ہوں۔" وہ تلخی سے بولی۔ منہ بھی دوسری جانب گھمالیا۔

"پلیز شہرینہ! آج کوئی تلخ بات نہیں۔ دیکھو 12 اگست ہے اور تمہاری سالگرہ ہے۔ اور رات بارہ بجنے شروع ہوگیا ہے۔" وہ اس کا چہرہ اپنی جانب کرکے بولا، جو برے برے منہ بنانے لگی۔

"دیکھو، میں بہت چاؤ سے، محبت سے، تمہارے لیے یہ سب لایا ہوں۔ دیکھو شہرینہ!" اس نے اس دیے۔ اور گولڈ کا بریسلیٹ اس کی نازک کلائی میں پہنا دیا، جو وہ منع بھی نہ کرپائی۔ بس نائل کو اس جنہ آنکھوں میں دیکھتی رہ گئی۔ جس کے انگ انگ سے محبت پھوٹ رہی تھی۔

"پچھلی تمہاری برتھ ڈے تو ہمارے لڑائی کی نظر ہوگئی۔ پھر تمہاری پریگنینسی چل رہی تھی۔ تم ہی ٹھکانے تھیں۔" وہ اس کی کلائی پر اپنی پیار کی مہر ثبت کرنے لگا، جو اس نے کسمسا کر کھینچ لیا۔ اسے اپنی کلائی پر لگا جیسے چھو گیا ہو۔ بس ایک فہمائشی نگاان چیزوں پر ڈالی، جو اس کے پہلو میں پڑی تھیں۔ اور نائل بیڈ کے سرے ہاتھ اس کے پیروں کے قریب ٹکائے بیٹھا تھا۔ شہرینہ نے اپنے نازک پاؤں سکیڑ لیے۔ ارسل پر ایک نگاہ ڈالی بے چین سا ہورہا تھا۔

"تمہیں پسند آیا بریسلیٹ؟" اس نے اس کا رسپانس نہ پاکر پھر اس کے بالوں کو پیچھے کرنے آگے بڑھا نے اس کا ہاتھ پکڑلیا۔

"اچھا ہے۔ شکریہ میری برتھ ڈے یادرکھنے کا تھینکس۔" اس نے احسان کے ساتھ اس کا شکریہ ادا کیا تو وہ بغور دیکھے گیا۔ جواب ارسل کی جانب کروٹ لے چلی تھی۔ اور وہ اس کی پشت کو دیکھنے لگا۔

"شہرینہ! پلیز تم مجھ سے ایسا کیوں کررہی ہو؟" اب وہ تھوڑا غصے میں آ گیا۔ اور کھڑا ہو کر ماتھے کو دائیں سے دبانے لگا۔ کبھی وہ بیڈ تک آتا تو کبھی ڈریسنگ روم تک جاتا۔

"اس وقت مجھے نیند آ رہی ہے۔ اس لیے آپ کو میرا بی ہیویر اچھا نہیں لگ رہا۔" وہ سوئے ہوئے ارسل ہاتھ کو ہونٹوں سے چوم کر بولی۔

نائل نے ایک ترحم بھرنگاہ اٹھائی۔ کمرے کا جائزہ لیا۔ اس کے کپڑے جو آفس سے آنے کے بعد اس نے صوفے پر ڈالے تھے۔ وہ بھی ایسے ہی پڑے تھے، جوتے بیڈ کے پائنتی پڑے تھے، ارسل کا کاٹ جو بیڈ کی جانب رکھا تھا، اس میں بھی کافی الم غلم پڑا تھا، یعنی اس نے کچھ نہیں کیا تھا۔ وہ افسردگی سے کمرے سے ہی نکل گیا۔

●●●

"سرمد! آخر یہ بلال کب تک ایسے پھرے گا؟" انوار ان سے مخاطب ہوئے۔ سرمد لاؤنج میں کاؤنچ تھے۔ نیچے کارپٹ پر انس کھیل رہا تھا۔ وہ سامنے کے سنگل صوفے پر فکرمند سے اور پریشان بیٹھے تھے۔

"ابو! ابھی تو اس کی پڑھائی ختم ہوئی ہے۔" انہوں نے ان کی جانب دیکھا، جو انہیں ہی بغور دیکھ رہے تھے بار بار پہلو بدلتے ہوئے۔

"پڑھائی ختم ہوئی ہے، تو اسے تم اپنے ساتھ آفس میں لگاؤ۔"

"میں اس کے ساتھ زبردستی نہیں کروں گا۔ جب اس کا موڈ ہوگا۔ وہ جوائن کرلے گا۔" وہ اب اٹھ بیٹھے انس کو فلور کشن پر کودتے دیکھنے لگے، جو سارے کشنز صوفے کے اٹھا کر جمع کرکے کھیل رہا تھا۔

"تم اتنا تو کہہ سکتے ہو کہ کبھی کبھی وہ آفس چلا جایا کرے۔" وہ مضمحل سے بولے کیونکہ انہیں اب اس کی ہم

اپنی کہ کہیں وہ بھٹک نہ جائے۔ اور ان میں اب برداشت کا حوصلہ نہیں ہے۔ ایک غلطی تو وہ سرمد پر سختی کرکے کرچکے

"وہ یاسر کی جگہ جوائن نہیں کرنا چاہتا۔"

"اس کا دماغ خراب ہے۔ تم دونوں بھائی بس اپنی چلاتے رہنا۔"

"ابو! آپ بلال پر بھی اگر اسی طرح سختی کریں گے، وہ ضرور ضدی بن جائے گا۔" سرمد ایک دم ہی تیز لہجے میں بولے۔ انہوں نے نگاہ پھر انس پر لگادی جو سہم کر کودنا بھول گیا تھا۔ طائشہ سامنے سے گزری تو ٹھٹھک کر رک گئی۔ راہداری کراس کرکے وہ لاؤنج میں چلی آئی، کیونکہ سرمد خاصے برہم لگ رہے تھے۔

"اگر تم اسی طرح سر چڑھاتے رہے، تو ضرور بن جائے گا۔" وہ صوفے سے اٹھ گئے۔ قدموں میں فلور کشنز پڑے تھے، جو طائشہ نے آ کر جلدی سے ہٹائے۔ اور پھر وہ ان کے درمیان سے ہٹ کر سرمد کی پشت پر کھڑی ہوگئی۔

"کچھ دن تو آپ اسے فارغ رہنے دیں۔ آفس کوئی بھاگا نہیں جارہا کہ اس پر جبر کیا جائے۔"

"مگر مجھے بلال پر بھی بھروسہ نہیں۔"

"آپ کبھی تو ابو مثبت بھی سوچا کریں۔ بلال ابھی بچہ ہے۔"

"کوئی ایسا ننھا بچہ نہیں ہے۔ جوان ہوچکا ہے۔ اس کی بھی میں جلدی شادی کروں گا۔" انہوں نے ایک دھماکہ ہی کردیا۔ اور سرمد تو سناٹے میں آ گئے۔ وہ دو قدم آگے بڑھ آئے۔ انس، طائشہ کے پاس کاؤچ کے پیچھے سے چلا آیا، کیونکہ وہ کچھ ڈرسا بھی رہا تھا۔

"شادی! ابو! پلیز آپ سوچیے تو، آپ نے جو بھی فیصلے کیے ہیں، سارے غلط کیے ہیں۔"

"تم مجھے بتاؤ گے کہ کیا غلط ہے؟ کیا صحیح؟ وہ تو درشت لہجے میں بولے۔ طائشہ کا دل دھک دھک کرنے لگا کہ کیسے وہ سرمد کو روکے کہ وہ ان سے بحث تو نہ کریں۔ مسلسل وہ پیچھے کھڑی سوچ رہی تھی۔ اتنی رات کو خاموشی میں ان دونوں کی آوازیں تیز لگنے لگیں۔ ابھی خیر کوئی سو نہیں رہا تھا، مگر کھانے سے فارغ ہونے کے بعد سب اپنے اپنے کمروں میں تھے۔

"میں صرف آپ کو بتا رہا ہوں۔ آپ کو روک رہا ہوں۔" وہ اب نرم لہجے میں بولے، کیونکہ انوار احمد ایک دم ہی مشتعل ہونے لگے تھے۔

"بس کرو بس! اپنی بات مت درمیان میں لایا کرو۔"

"میں اپنی بات درمیان میں نہیں لارہا ہوں۔ آپ نے فارحہ کا نکاح کیا، وہ غلط۔ اور اب بلال پر سختی یہ بھی غلط ہے۔ اور فارحہ کو جاب سے منع کرنا، آپ کا یہ فیصلہ بھی غلط ہے۔"

"ہاں میں غلط ہوں۔ لیکن کروں گا میں وہی جو میں نے سوچا ہے۔ اگر تم بلال کو نہیں سمجھا سکتے تو میں بات کروں گا اس سے۔ اور رہی فارحہ کی جاب وہ بالکل نہیں کرے گی جاب، کیونکہ وہ یاسر کی امانت ہے۔ اور میری ذمہ داری ہے اب۔"

"بس ابو! بس ذمہ داری اور یاسر کی امانت، وہ تو ایسا گیا ہے وہاں۔ سال ہونے والا ہے خیال ہے اسے۔ لیکن آپ دیکھیے گا آئے یاسر، اس کی عقل تو میں ٹھکانے لگاؤں گا۔ میری بہن کوئی فالتو چیز نہیں تھی، جو وہ بھلا کر وہاں بیٹھا ہے۔" وہ مٹھیاں بھینچنے لگے۔ ایک نگاہ طائشہ پر ڈالی۔ اس نے اشاروں سے چپ رہنے کو کہا، مگر وہ اسے ہی گھور کر رہ گئے۔

"فارحہ جاب کرے گی اور ضرور کرے گی۔" وہ بھی اٹل لہجے میں بولے، تو انوار احمد نے ایک دزدیدہ نگاہ…
وہ خود کو بالکل تنہا محسوس کرنے لگے۔ وہ کچھ نہ بولے۔ اور وسیع لاؤنج عبور کر کے کوریڈور میں چلے گئے۔
کوریڈور اور اس کے چکنے فرشِ پر وہ چلتے ہوئے جا رہے تھے۔

"کس طرح بات کر رہے تھے آپ ابو سے!" طائشہ نے انہیں ٹوکا، جو گھورنے لگے۔ اور کاؤچ پر بیٹھ گئے۔ دماغ میں کھولن ہونے لگی۔ بار بار ہونٹوں پر زبان پھیرتے۔ طائشہ نے کارپٹ سے سارے کشن اٹھا کر بڑے صوفے اور سنگل صوفوں پر رکھے۔ کرسٹل کی سینٹر ٹیبل پر اسے سگریٹ ایش ٹرے میں پڑی نظر آئی۔ جو… فرما رہے تھے۔ اسے حیرانگی بھی ہوئی کہ وہ اور اسموکنگ۔ بس ایک نگاہ تنقیدی ڈالی۔ اور بیٹھ کر کرسٹل کی ایش ٹرے اٹھائی اور ان کے سامنے کی۔

"غالباً شاید آپ یہ شغل فرما رہے تھے؟" وہ دھانی کپڑوں میں سنجیدہ سی، ان کے سامنے سوالیہ انداز میں… تھی۔

"کبھی کبھی شغل فرما لیتا ہوں۔" وہ کچھ جز بز ہوئے۔

"ادھر نائل کو عادت پڑ گئی ہے سگریٹ کی۔ اور ادھر آپ نے بھی شروع کر دی۔"

"تمہارا مطلب ہے کہ میں نے ڈالی ہے اسے عادت۔" وہ ذرا طنز سے گویا ہوئے، تو طائشہ تیکھے چتونوں سے دیکھنے لگی۔

"یہ تو نہیں کہا میں نے!" خفگی سے بولتی، ایش ٹرے کو واپس ٹیبل پر رکھ دیا۔ اور اب انس کی انگلی پکڑی، جو… کے لیے بے چین ہو رہا تھا۔

"برا لگ گیا نا؟"

"جی نہیں مجھے کیوں برا لگے گا۔ اور مجھے لگ بھی کیسے سکتا ہے؟ میں انسان تھوڑی ہوں۔ پتھر کا مجسمہ ہوں، جس پر اثر ہی نہیں ہوتا۔" نہ چاہتے ہوئے بھی تلخ ہو گئی۔ اور جانے لگی تو سرمد نے لمحوں میں اس کا آنچل تھام کر کھینچا اور ان کے پہلو میں ہی گری۔ ایک دم ہی گھبرا گئی۔ انس الگ گرتے گرتے بچا۔

"ہاں کیا کہہ رہی تھیں؟ ذرا میری جانب دیکھ کر بولو؟" انہوں نے اس کا چہرہ اپنے بائیں ہاتھ سے اپنی جانب گھمایا، جو ان کے شانے سے لگی ہوئی تھی۔

"خیال کریں جگہ کا اور بیٹے کا۔ جہاں آپ کو سمجھاؤں ناراضگی۔"

"مما! نیند۔" انس آنکھیں بند کرنے لگا۔ اور اب وہ کاؤچ پر چڑھ کر طائشہ کے قریب ہی دراز ہو گیا۔ وہ مسکرائی۔

"لو اس نے جگہ بھی بنالی لیٹنے کی۔" سرمد بولے، تو طائشہ ان کا ہاتھ ہٹا کر احتیاط سے اٹھی۔ اور انس کو بھی اٹھایا۔ جو اب سرمد کے سینے پر چڑھنے لگا تھا۔

"تم آخر مجھ سے اتنا بچنے کیوں لگی، ہوں؟" اس نے انس کو چھوڑا، اب سرمد نے اسے گود میں اٹھا لیا۔ اس کے رخسار پر پیار کیا۔ جو فوراً ان کے گلے سے لگ گیا۔

"تم سب کی وکالت کرتی رہو۔ جہاں میں ابو سے کسی کے متعلق بات کرتا ہوں۔ تم فوراً میری نفی کرنے لگتی ہو۔ مجھے چپ کرانے لگتی ہو۔" وہ لاؤنج سے گزر کر اب اوپر چڑھنے لگے۔ طائشہ بھی ان کے پیچھے پیچھے آ رہی تھی۔ جو اس وقت خاموش رہی اندر آ کر انہوں نے انس کو تو بیڈ پر بٹھایا، جو نیند سے بوجھل ہو رہا تھا۔ اس لیے الٹا لیٹ گیا۔

…پر جا کر دراز ہو گئے۔ طائشہ نے الجھن بھری نگاہ ان پر ڈالی، جو خفا خفا سے لگے۔

"آپ مجھے غلط سمجھ رہے ہیں۔" وہ ان کے سامنے آ کر کھڑی ہو گئی۔ انہوں نے اسے مضمحل سا، مضطرب سا… جواب بھی کاٹنے لگی۔

"تم مجھے کیا سمجھتی ہو؟ میں بے وقوف ہوں؟" ساتھ ہی اس کا ہاتھ پکڑ کر خود پر گرا لیا۔ اور وہ ان کے سینے پر ہی آ گئی۔ دراز بالوں کی چوٹی لہرا کر ان کے منہ پر گری۔ دوپٹہ پھسل کر نیچے گر چکا تھا۔ دونوں کی نگاہوں کا تصادم… معنی خیز لگے۔

"…میں بے وقوف ہوں؟ سارے جہاں کے لیے ڈھال بن جاتی ہو۔ جہاں میاں کی باری آتی ہے فوراً اپنا بدل لیتی ہو۔" وہ اس کے رخسار پر آئی لٹوں کو پیار سے اپنے ہاتھوں کی انگلیوں سے سنوارنے لگے۔ طائشہ کے… ان کے سینے پر ٹکے ہوئے تھے۔

"آپ کو اتنا بھی بے وقوف نہیں سمجھتی، کیونکہ کام آپ پکا کرتے ہیں۔" وہ ذو معنی ہوئی۔

"کیا؟ میں......" اب سرمد نے تو اسے اٹھنے ہی نہ دیا طائشہ، تو اچانک افتاد پر گھبرا گئی کیونکہ سرمد کی وارفتگیاں اور بے… اسے گدگدا رہے تھے۔ اور وہ اس وقت کچھ نہ بولی تھی۔ شوہر کی خوشنودی کے لیے وہ ہر وقت تیار رہتی…

● ● ●

"بلال بھائی! بلال بھائی!" عمر نے اسے دیکھ کر پیچھے سے ہانک لگائی، جو گلاس ڈور کھولنے ہی والا تھا۔ بلال ٹھٹک کر رک گیا۔ وہ ریلنگ سے پھسلتا نیچے آیا۔ بلال کی آنکھیں حیرانگی سے پھیل گئیں۔

"ڈاکٹر صاحب! سنبھل کر ہڈی پسلی ٹوٹ گئی نا تو بس......" اس نے عمر کو ساتھ ہی سرزنش بھی کی، جو اب نپے تلے قدم اٹھاتا اس کا گھوم گھوم کر جائزہ لینے لگا۔ فان کلر کی پینٹ، اس پر بلیو ٹی شرٹ، نفاست سے سنورے بال، … جوتوں میں سوبر لگ رہا تھا۔

"لگتا ہے۔ ان کے گھر جا رہے ہیں۔" وہ معنی خیزی سے ہنسا۔

"کن کے گھر؟" بلال ٹپٹا گیا۔ فوراً چہرہ بھی سپاٹ بنا لیا۔

"میری مستقبل کی بھابھی، یعنی جویریہ صاحبہ کے گھر۔"

"اے آہستہ اگر کسی نے سن لیا نا تو میری خیر نہیں ہے۔ ہر جگہ بکواس شروع کر دیتے ہو۔" وہ برہم ہو کر سرگوشی نما ڈانٹنے لگا۔ عمر نے زور سے قہقہہ لگایا۔

"عمر! سدھر جاؤ تم اچھا۔"

"سوچوں گا۔" وہ اترا کر بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگا۔ اب گلاس وال سے باہر لان میں دیکھنے لگا۔ شام کی… پھیل رہی تھی، ہوا بھی چل رہی تھی، لان میں رکھے گملوں میں رکھے پھول اور پودے لہرا رہے تھے۔

"اچھا، یہ بتاؤ کیوں پکارا تھا؟" اب اسے یاد آیا تو پوچھا، کیونکہ وہ جا واقعی جویریہ کے گھر ہی رہا تھا۔ کافی دن سے خیر خیریت جو نہیں ملی تھی۔ پھر اسے جب تک دیکھ نہ لیتا دل بے چین رہتا۔

"تو میں بھی چلوں آج ان کے گھر؟"

"نہیں۔ میں اپنے کسی دوست سے ملنے جاؤں گا۔ رزلٹ میرا آنے والا ہے۔"

"اب جھوٹ تو نہ بولو تم!" عمر نے اس کا تمسخر اڑایا۔

''دیکھو۔اس وقت میں جلدی میں ہوں۔اگر میرے ابو آ گئے نا تو سمجھو پھر کہیں نہیں جا سکتا۔اس لیے پلیز مجھے بخش دو۔'' وہ ہاتھ جوڑتا تیزی سے گلاس ڈور کھولتا باہر نکل گیا۔عمر نے بھی پیچھے دوڑ لگائی۔مگر بلال نے تیزی سے اپنی بائیک اسٹارٹ کی۔اور گیٹ بھی کھلا ملا،اس لیے نکل گیا۔عمر پکارتا ہی رہ گیا۔

جس وقت وہ گھر پہنچا سات بج چکے تھے۔مغرب تو جلدی ہو جاتی تھی۔اس لیے رات بھی جلدی ہو جاتی تھی۔پورچ میں بائیک کھڑی کر کے پورچ کی سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آیا۔بیل دی،جو سلمیٰ نے بھی جلدی کھول دیا۔

''کوئی ہے گھر میں یا نہیں؟'' وہ اندر آنے کے بعد اطراف کا جائزہ لینے لگا۔پورا ہال کمرہ بھی... دائیں ہاتھ پر ڈرائنگ روم تھا۔اس کا دروازہ بھی بند تھا۔گیٹ کے سامنے کچن تھا،جہاں سلمیٰ جا رہی تھی۔

''اے سنو۔تو قیر انکل ہیں؟'' اب اس نے پوچھا۔

''وہ تو جی!سنگاپور گئے ہوئے ہیں۔جویریہ بی بی ہیں۔''

''وہ نہیں گئیں؟'' اسے حیرانگی بھی ہوئی۔اب اس نے متلاشی نگاہوں سے سمت کا تعین کیا کہ وہ کہاں ہو گی۔

''صاحب تو جی!بزنس کی وجہ سے جاتے رہتے ہیں۔جویریہ بی بی نہیں جاتی ہیں۔'' اس نے تفصیل سے... وہ کچن میں بھی چلی گئی۔بلال نے بھی تقلید کی۔

''اس وقت تمہاری بی بی کہاں ہیں؟'' اس نے جھجک کر پوچھا،کیونکہ آج پہلی بار وہ توقیر نثار کی غیر موجودگی میں آیا تھا۔اس لیے عجیب سا بھی لگ رہا تھا۔مگر دل کے ہاتھوں وہ مجبور تھا۔

''بی بی کو کل سے نزلہ ہو رہا ہے۔اپنے کمرے میں ہیں۔''

''ان کو نزلہ ہو گیا؟ کیسے؟'' اسے اب تشویش ہوئی۔ساتھ ہی فکر مند بھی ہوا۔

''وہ جی!انہیں پانی میں تیرنے کا بہت شوق ہے۔کیا کہتے ہیں اسے انگریزی میں سومنگ۔'' وہ یاد کر کے ''سوئمنگ۔'' بلال کو اس کے بولنے پر ہنسی آئی،جو اپنے سر پر ہاتھ مارنے لگی تھی۔

''ہاں جی!وہی،ایسے ٹھنڈے موسم میں کر لیتی ہیں۔صاحب نہیں تھے نا تو کر لی۔کل سے چھینکیں جا رہی ہیں۔'' وہ شاید اب چائے بنانے لگی تھی۔

''سوئمنگ وہ کہاں کرتی ہیں؟'' بلال کو حیرانگی ہو رہی تھی اس لڑکی پر،کہ کیا شوق پالا ہوا تھا۔

''ان کے سومنگ کا صاحب نے الگ کمرہ بنوایا ہوا،ادھر ہے۔'' وہ مین گیٹ کی جانب اشارہ کرنے لگی تھی۔ عجیب الجھن کا شکار ہو گیا،کیونکہ سلمیٰ کام میں مصروف تھی۔اور جدید اسٹائل سے کچن کا جائزہ لینے لگا۔

''آپ،بی بی سے ملنے آئے ہیں،تو ان کا کمرہ ڈائننگ روم کے دائیں جانب جائیں گے نا سیڑھیاں ہوں اوپر چلے جائیں۔پہلا ہی ان کا کمرہ ہے۔'' وہ اسے سمجھانے لگی،جو بلال نے تیزی سے عمل کرنے کا سوچا کہ جا... نہیں۔مگر جی جب اوکھلی میں منہ دیا تو موسلوں سے کیا ڈرنا۔وہ تیز تیز قدم اٹھاتا اوپر کی جانب آیا۔رک رک کر... لگا۔خوبصورت سا ان کا بنگلہ تھا۔پورے گھر میں چمکنے فرش پر عکس نمایاں ہو رہا تھا۔اس نے کمرے کے لاک پر... رکھا۔اور فوراً ہی ہمت کر کے گھما دیا۔جھٹکے سے دروازہ کھلا،تو کمرے کے وسط میں وسیع و عریض بیڈ پر کمبل م... نظر آئی۔مگر اس کی دروازے کی جانب پشت تھی۔پورے کمرے میں اے سی کی کولنگ ہو رہی تھی،جدید انداز... فرنیچر،ڈریسنگ ٹیبل،اس پر بے انتہا کاسمیٹکس کا سامان،ایک سائیڈ پر صوفہ سیٹ اور ٹی وی ٹرالی،وارڈروب برابر میں سی ڈی پلیئر،اس نے پورا ہی تفصیلی جائزہ لیا تھا۔دروازہ کھٹ سے بند ہوا تھا۔

''سلمیٰ!کتنی دیر میں آئی ہو؟'' وہ بولتے ہوئے پھر چھینکی۔ٹشوز بے شمار اس کے بیڈ پر پڑے تھے۔اب...

...لیٹے کھڑا ہوا دلچسپی سے اسے دیکھے گیا۔

''سلمیٰ!کتنی دیر ہو گئی ہے تمہیں۔کہاں چلی جاتی ہو۔'' اب جویریہ جواب نہ پا کر سیدھی ہوئی،مگر سامنے بلال کو ...بازو... اپنے بیڈ روم میں اسے کرنٹ لگا۔آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔وہ بلیو نائٹی میں تھی۔مگر فوراً ہی ...کر اور وہ بھی ... آپ کو کمبل میں چھپا لیا۔

''آ......آپ!اندر کیسے آئے؟'' وہ تو چیخ ہی پڑی۔

''گیٹ سے،پھر سیڑھیوں سے،اس کے بعد اس دروازے سے۔'' وہ مسکرا کر گویا ہوا۔اور دھڑلے سے اس کے سامنے والے سنگل صوفے پر براجمان ہو گیا۔

''خبردار!جو آپ یہاں بیٹھے۔اٹھیے۔آں چھی۔'' وہ پھر چھینکی۔

''محترمہ!پہلے تو مجھے یہ بتائیے،کہ اے سی کا پلگ کہاں ہے؟اسے میں آف کر دوں۔اوپر سے نزلہ پھر اے سی کی ٹھنڈک میں لیٹی ہیں۔نمونیہ کرنا ہے؟'' وہ اس پر برہم ہونے لگا۔اب ادھر ادھر نگاہ دوڑائی۔اے سی تو دروازے کے اوپر تھا۔فوراً اس نے اسے آف کیا۔

''ہوں،اب ٹھیک ہے۔''

''پلیز فوراً یہاں سے نکلیے۔آپ کو ذرا مینرز نہیں ہیں۔کسی کے بیڈ روم میں آنے سے پہلے اجازت لی جاتی ہے۔'' وہ سکڑی سمٹی کمبل میں بول رہی تھی۔آنکھوں میں سراسیمگی بھی تھی۔

''اجازت وغیرہ میں لیا نہیں کرتا۔اور پھر جسے دل نے اپنا مانا وہ ''کسی'' کیوں ہو سکتا ہے؟'' وہ دل جلانے والی مسکراہٹ اس پر اچھالتا ہوا اس کے قریب کھڑا تھا۔اور لبوں پر زبان پھیر کر تھوک نگلنے لگی،کیونکہ بلال کی معنی خیز نگاہیں اب اس کا احاطہ کرنے لگی تھیں۔اچانک ہی اس نے جویریہ کے ماتھے پر ہاتھ رکھا،تو وہ بیڈ سے ہی کمبل چھوڑ کر کھڑی ہو گئی۔اب تو بلال نے بھی بڑی گہری نگاہوں سے اس کا جائزہ لیا۔بلیو نائٹی میں اس کا گورا جسم نمایاں ہو رہا تھا۔سلیوز بھی کشادہ تھیں۔گلا اس نے ڈوری کھینچ کر بند کر لیا تھا۔

''پلیز!گیٹ آؤٹ!'' وہ مٹھیاں بھینچ کر اپنے غصے کو کنٹرول کرنے کی ناکام کوشش کرنے لگی تھی۔بلال نے دو قدم بڑھا کر اس تک فاصلہ طے کیا،جو بالکل ڈری ہوئی چڑیا لگی جس کی جان نکلنے والی ہو۔

''جویریہ!آپ مجھے کوئی ایسا ویسا نہیں سمجھیے گا۔آپ کی میں دل و جان سے عزت کرتا ہوں۔اور میں کبھی بھی کوئی ایسی غلط حرکت کروں گا بھی نہیں،کیونکہ جن سے محبت کی جاتی ہے نا،انہیں سچے جذبوں سے چھوا جاتا ہے۔'' بلال نے اس کا ہاتھ پکڑ کر خود سے قریب کیا،تو وہ اس کے سینے سے آ لگی۔اور ہراساں ہو گئی،جو اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔جن میں وارفتگی،اور جذبات کی چنگاریاں تھیں۔

''جویریہ!آپ کو میں سچائی سے اپناؤں گا۔اور آپ کی رضا سے۔میں اپنے جذبوں میں ہی نہیں آپ کے جذبوں میں بھی وارفتگی چاہتا ہوں۔دونوں فریق جب راضی ہوں تو زندگی پھر اچھی لگتی ہے۔'' اس نے فوراً ہی جویریہ کو خود سے الگ کیا۔اور وہ گرتے گرتے بچی۔

''بلال صاحب!یہ میں کبھی ہونے نہیں دوں گی۔آپ اسی طرح زندگی گزار دیں گے۔آپ کے ہاتھ کچھ نہیں آئے گا۔یاد رکھیے گا۔''

''آپ اپنی کوشش جاری رکھیے گا،میں اپنی۔دیکھتے ہیں آپ کی نفرت جیتتی ہے یا میری محبت،آپ کو جیت لیتی ہے۔'' وہ آنکھوں میں ایک عزم اور یقین لے کر اس سے مخاطب تھا۔جویریہ نے بس ایک لمحہ اس کی آنکھوں میں

دیکھا۔ جہاں ضد نمایاں لگی۔ لہجہ بھی مضبوط اور اٹل تھا۔

"خواب دیکھتے ہی رہ جائیں گے۔ یہ میں کبھی ہونے نہیں دوں گی۔"

"اگر جویریہ! کبھی یہ ہو گیا تو اس وقت آپ کیا کریں گی؟" اس نے الٹا سوال کر دیا۔ سینے پر بازو لپیٹے اسے دیکھے گیا، جواب بیڈ سے ٹشوز اٹھا کر ناک پر رکھنے لگی۔

"آپ مجھے بتایئے؟ کہ اگر آپ ہار گئے تو کیا کریں گے؟" اس نے تمسخر اڑایا۔

"میں ہاروں گا کبھی نہیں۔ یاد رکھیے گا۔ بس آپ کو کچھ دن انتظار کرنا ہو گا جب میری آپی رخصت ہو جائیں تو آپ کو رخصت کرانے میں دیر نہیں لگاؤں گا۔" وہ اسے اپنے ارادوں سے آگاہ کرنے لگا۔

"انکل، مجھے پتہ ہے انکار کریں گے نہیں۔ اتنا لائق فائق داماد جو ملے گا۔"

"بی بی جی! چائے۔" سلمیٰ تیزی سے اندر آئی، تو دونوں ہی گڑبڑا گئے۔

"تم کہاں چلی جاتی ہو؟" وہ چیخی۔

"بی بی! نیچے ہی تھی۔ میرا گھر والا بلانے آیا تھا۔ اس لیے چلی گئی تھی۔" ٹرے ٹیبل پر رکھنے لگی تھی۔

"سلمیٰ! تم اپنے میاں سے بہت محبت کرتی ہو؟" بلال نے غیر متوقع ہی سوال کر دیا تھا۔ جویریہ نے چونک کر اسے دیکھا جو مسکرا بھی رہا تھا۔

"جی! صاحب! بہت کرتی ہوں۔ وہ بھی مجھ سے کرتا ہے۔ مگر جی! آج کل اس کا موڈ ٹھیک نہیں ہے۔ لڑا ہوا ہے۔"

"سلمیٰ! تمہیں اور کوئی کام نہیں ہے؟" جویریہ نے اسے ٹوکا، تو وہ جز بز ہو گئی۔

"میں تو اب چلوں گا۔" بلال نے پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے۔

"صاحب جی! چائے تو پی لیں۔" وہ بولی۔

"انکل آ جائیں گے تو پھر آ کر پیوؤں گا۔ اور ہاں اپنی بی بی کا خیال رکھنا۔ بڑی نازک سی ہیں۔ خواہ مخواہ خفا ہو گئیں، تو میرا تو نقصان ہو جائے گا۔" وہ شرارت سے کہتا کمرے سے باہر نکل آیا۔ جویریہ تو بھنا کر رہ گئی، جبکہ سلمیٰ ہنس دی۔ مگر جویریہ نے گھورا، تو وہ خفیف سی ہو گئی۔



وہ اوپر جا رہی تھی، کہ زینب کے پکارنے پر وہ دھڑکتے دل کے ساتھ رکی۔ اور ان کی جانب متوجہ ہو گئی۔ اب ان کی جانب سے ہی اسے دھڑکا لگا رہتا تھا۔ کب کون سا نشتر پھینکتی ہیں۔

"رات کا کھانا تم پکا لو گی؟ یا میں پکا کر جاؤں؟" انہوں نے احسان کرنے کے ساتھ ضربیہ نگاہ بھی اٹھائی۔ پرپل کاٹن کے کپڑوں میں پژمردہ سی لگی تھی۔ لب بھینچ کر رہ گئی۔

"میں پکا لوں گی۔ آپ چلی جایئے۔" اس کی تو یہ بھی پوچھنے کی ہمت نہ ہوئی کہ پوچھے کہ وہ کہاں جا رہی ہیں کیونکہ ہر وقت اسے طنزیہ ہی لگتی تھیں۔ وہ اتر کر اب کچن میں جانے لگی تھی۔

"سنو ہر وقت کیا تم منہ بنائے رہتی ہو۔ یہ شادی شدہ لڑکیوں کے طور طریقے نہیں ہوتے ہیں۔" وہ اسے تنبیہ میں سرزنش کرتیں، صدف کو کھٹور لگیں۔

"جہاں اعزاز آتا ہے، تم اسے منہ سوجا کر دیکھتی ہو۔ سنو، بیوی کو اپنا موڈ درست رکھنا ہوتا ہے، جب اس کا میاں باہر سے آتا ہے۔"

کتنے آرام سے وہ اس پر سارا الزام ڈال رہی تھیں۔ جیسے وہ ہی ذمہ دار ہو۔ وہ لب کچلتی آنکھوں میں نمی لیے بس سر جھکائے رہی۔ کچھ کہہ بھی نہیں سکتی تھی۔ روز ہی وہ اس پر طنز کرتی رہتی تھیں۔ وہ خود پریشان تھی۔

"امی! آپ غلط سمجھ رہی ہیں۔ میں ایسا کچھ نہیں کرتی ہوں۔" وہ روہانسی ہو گئی۔ مگر زینب کو تو اس پر ذرا ترس نہیں آ رہا تھا۔ اس وقت وہ ساس بنی ہوئی تھیں۔

"جھوٹ مت بولو۔ آنکھیں رکھتی ہوں میں بھی۔ کیسا چپ چپ رہتا ہے۔"

"نہیں اپنے آفس کی طرف سے کچھ ٹینشن ہے۔" اب اس نے بات بنائی۔

"اسے ٹینشن تم نے دی ہوئی ہے۔ کبھی غور کر لیا کرو۔ اب تم بچی نہیں ہو، بلکہ ایک شادی شدہ لڑکی ہو۔" وہ بڑی برہم ہوئی تھیں۔

"ایسی لڑکیوں کی تو شادی کے بعد جب عقل آتی ہے، جب ان کی گود میں بچہ آتا ہے۔" وہ روانی میں ہی اپنی خواہش کا بھی اظہار کر گئی تھیں۔ صدف کو تو حیرت سے آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں۔

"اس کے سارے دوستوں کے ہاں سال کے اندر بچہ ہو گیا تھا۔ اب تم اپنی شہرینہ کو ہی دیکھو ایک بیٹے کی ماں بن گئی ہے۔" وہ لاؤنج میں بیٹھی اس کو جلی کٹی سنا رہی تھیں۔ اب تو صدف کو رونا آ گیا۔

"پتہ نہیں کب میرے بیٹے کو باپ بننا نصیب ہو گا؟" وہ غصے میں پہلو بدل کر بولیں۔

"میرے اختیار میں تو نہیں ہے یہ سب......" اسے زینب بالکل روایتی ساسوں کی طرح لگی تھیں۔ جنہیں صرف بیٹا عزیز ہوتا ہے۔ اسے ان کا یہ روپ رلانے لگا۔

"ہاں تمہارے اختیار میں تھوڑی ہے۔ لیکن کچھ ہوتا ہے اپنا رویہ۔ اگر تم سوچو کہ تمہارے اختیار میں کیا ہے۔ اور کیا نہیں ہے۔" وہ تیزی سے کھڑی ہوئیں۔

"پتہ نہیں مجھ سے کہاں غلطی ہوئی ہے؟ کہ آپ مجھ سے ناراض رہنے لگی ہیں۔" اس نے شکوہ کیا، تو زینب نے اسے دیکھا جو رونے میں بھی مشغول تھی۔

"ناراضگی کی وجہ بھی تم جانتی ہو۔"

"یعنی سارے قصور میرے ہیں۔"

"میں اس وقت جا رہی ہوں۔ رونا دھونا کم رکھنا کچھ دیر ہو جائے گی۔ اعزاز کے ابو کے دوست کے گھر جا رہے ہیں ان کی عیادت کو۔" وہ اسے ہدایت دیتیں نکل گئی تھیں۔ اور صدف اپنا سر پکڑ کر تیزی سے کچن میں چلی گئی۔ اسے زینب کی طنزیہ باتوں نے بہت دل دکھایا تھا۔ اور پھر اسے ایسا طعنہ بھی سننے کو ملا۔ وہ کئی منٹوں کچن کی کھڑکی سے پشت لگائے گرم گرم آنسو بہاتی رہی اپنی کم مائیگی پر۔ کس سے وہ اپنے دل کی بات کہے۔ اعزاز سے لیکن وہ بھی اسے خود سے دور ہی دکھائی دیتا۔

"صدف! صدف!" اعزاز کی اچانک ہی آواز آئی تو وہ گڑبڑا گئی۔ تیزی سے اپنے آنچل سے آنسو صاف کیے مگر وہ اندر آ چکا تھا۔ اب اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔ وہ کنی کترا کر فرج کھولنے لگی، مگر آنکھوں کی سرخی سارا راز کھول رہی تھی۔

"کیا بات ہے؟" اس نے صدف کا بازو پکڑ کر اپنے سامنے کیا، تو وہ تو حواس باختہ سی ہو گئی۔ اعزاز اسے سنجیدہ نظروں سے تکنے لگا۔

"کک، کچھ نہیں۔" وہ اٹک اٹک کر بولی۔

"کچھ بات ضرور ہے؟ تم رو کیوں رہی ہو؟"

"آج آپ کو پتہ چلا ہے کہ بات ضرور ہے۔" وہ طنز کرتے کے ساتھ، اپنے بازو چھڑا کر فریج سے... نکالنے لگی۔ اعزاز اس کی پشت پر کھڑا تھا۔ دونوں ہاتھ اس نے اپنی کمر پر ٹکائے ہوئے تھے۔

"میں تمہارا طنز سننے کو نہیں کھڑا ہوں۔ بات کیا ہے؟ کیوں رو رہی ہو؟" وہ چیخا۔ صدف نے گوشت کو... سنک میں رکھا۔ اور نل کھول دیا۔ اب پانی کا شور ہونے لگا تو اعزاز کی آواز بھی دب گئی۔

"سنا نہیں میں تم سے کیا پوچھ رہا ہوں؟" اس نے عقب سے آ کر نل بند کیا۔ اور اسے شانوں سے... سامنے کیا، تو صدف کے آنسو اس بار رک نہ سکے۔ وہ بھل بھل بہنے لگے۔

"پلیز! مجھے میرے گھر چھوڑ آیئے۔"

"میں تم سے کچھ پوچھ رہا ہوں؟ صدف!" وہ اس کی بات اگنور کر کے گویا ہوا۔

"میں آج پہلی بار نہیں رو رہی ہوں۔ روز روتی ہوں، مرتی ہوں۔ کس کس دن کے آنسوؤں کی وجہ... بتایئے؟" وہ تڑخ کر بولی: تو اعزاز لمبی سانس بھر کر رہ گیا۔

"میں ابھی کی وجہ پوچھ رہا ہوں؟" وہ بضد تھا کہ بتا دے، کیونکہ زینب نے بھی ابھی صدف کی شکایت کی تھی۔ وہ اس سے سننا چاہتا تھا کہ اس کے پیچھے کیا ہوا ہے، جو امی بھی اتنی برہم ہو رہی ہیں۔

"آپ کی امی، آپ کے...... آپ کے......" اس کے آگے اس سے بولا نہ گیا اور آواز گھٹ گئی۔

"صدف! فار گاڈ سیک۔ مجھے پوری بات بتاؤ ہوا کیا ہے؟" اب وہ جھنجلاہٹ سے بولا، کیونکہ وہ خود... کے رونے دھونے سے تنگ آ گیا تھا۔ جس کا موڈ بھی اب ٹھیک نہ رہتا تھا۔

"آپ کی امی نے کہا ہے کہ پتہ نہیں ان کے بیٹے کو باپ بننا کب نصیب ہوگا۔"

"واٹ؟" وہ حیرانگی سے بولا۔

"سارے قصور ہم لڑکیوں پر ہی ڈال دیئے جاتے ہیں۔ اور کہا جاتا ہے کہ اف تک نہ کریں!" وہ... کر بولی۔

"آپ مجھے واپس میرے گھر بھیج دیں، کیونکہ آپ کی امی کو مجھے دیکھ کر احساس ہوتا رہے گا کہ، میں نے... بیٹے کو ابھی تک کوئی خوشی نہیں دی۔" اس نے ہاتھ کی پشت سے آنکھوں کے اشک صاف کیے، کیونکہ اس نے فیصلہ... لیا تھا کہ وہ یہاں سے چلی ہی جائے تو اچھا ہے۔

اعزاز گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ اسے امی سے اس حد تک کی توقع نہ تھی کہ وہ ایسی دقیانوسی باتیں کر کے... کو طعنے ماریں گی۔

"سنا آپ نے مجھے یہاں نہیں رہنا۔"

"چپ ہو جاؤ! ایک لفظ نہیں بولنا اس سے آگے!" وہ دھاڑا، تو صدف سہم گئی۔ آواز بھی اندر دب گئی۔

"لیکن میں اب یہاں سے جاؤں گی۔ آپ کو کوئی خوشی نہیں دے سکتی۔"

"تم یہاں سے نہیں جاؤ گی۔ اور خوشی بھی میں تم سے ہی حاصل کروں گا۔ سنا تم نے تم دو گی مجھے خوشی..." رعب، دھونس اور خاصے کڑے تیوروں سے اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا اسے جتا رہا تھا۔

"جب دلوں میں گنجائش نہ ہو تو میرے خیال میں ہمیں جدا ہو جانا چاہیے۔"

"بکواس بند کرو!" اعزاز نے اس پر ہاتھ اٹھا لیا تھا۔ اور وہ سناٹے میں آ گئی۔ آنکھیں وحشت و غم سے...

...تم سے میں نے محبت کی ہے۔ میری پسند کی شادی ہوئی ہے۔ زبردستی تم نے یا میں نے ایک دوسرے کو قبول... ہے۔ باقاعدہ خوشی خوشی ہمارا یہ رشتہ بندھا ہے۔ اگر تم نے جدا ہونے کے بارے میں سوچا بھی نا، تو صدف! ...بری طرح پیش آؤں گا۔" وہ شہادت کی انگلی اٹھاتا وارن کر رہا تھا۔ اور وہ اپنے بائیں رخسار پر ہاتھ رکھے لب... رہی۔

"مجھ میں برداشت کا مادہ نہیں ہے۔"

"تمہیں برداشت کرنا ہوگا! اور میرے لیے بھی تم!" وہ یہ کہہ کر کچن سے ہی چلا گیا۔ اور وہ کڑھتی رہی، روتی... کچھ بھی کرنے کو دل نہیں چاہ رہا تھا۔ کیسے وہ زینب کی کاٹ دار نگاہوں کا سامنا کرے۔

● ● ●

"مجھے ایک دو دن کے لیے گھر جانا ہے۔" اس نے ٹی وی لاؤنج میں کاؤچ پر دراز نائل کو مخاطب کیا، جو ٹی وی چینل بدل بدل کر دیکھ رہا تھا۔

"تم مجھ سے اجازت لے رہی ہو؟ یا اطلاع دے رہی ہو؟" اس نے بھی ساتھ ہی طنز کر ڈالا، تو شہرینہ خفیف سی... آپس میں انگلیاں مروڑنے لگی۔

"آپ سے پوچھ رہی ہوں۔ ایک دو دن کے لیے گھر جانا ہے؟" اب اس نے ذرا نرم لہجے میں کہا، کیونکہ اگر... انکار کر دیتے تو اجازت ملنا ناممکن ہی ہے۔

"ایک دو دن، یعنی تین دن کے لیے۔" اب اس نے ٹی وی آف کر کے ریموٹ سینٹر ٹیبل پر پھینکا، جو اس پر تو نہیں البتہ دوسری طرف پھسلتا ہوا ٹیبل کے نیچے گر گیا۔ شہرینہ نے تنقیدی نگاہ اٹھائی تھی۔

"تمہیں ایسی جانے کی کیا پڑ گئی کہ تین دن کے لیے جاؤ گی؟" وہ دونوں ہاتھوں کو سر کے نیچے رکھ کر اسے دیکھنے لگا جو اس کے قریب ہی سنگل صوفے پر بیٹھی تھی۔

"بہت دنوں سے گئی نہیں ہوں۔ پاپا یاد آ رہے ہیں۔ صرف دو دن کے لیے ہی تو جانے کو کہہ رہی ہوں۔" وہ... ہو گئی، کیونکہ نائل کا موڈ نہیں لگ رہا تھا کہ وہ اسے جانے دے گا۔ لیکن نہ جانے کیوں وہ نائل کی موجودگی میں... رہتی۔

"تمہیں اپنے پاپا یاد آ رہے ہیں۔ اور میرے بیٹے کو جو اپنے پاپا یاد آئیں گے۔"

"رکھ لیں اسے۔" وہ تو تنگ ہی گئی، ساتھ ہی غصے میں آ گئی۔

"شہرینہ! میری یہ سمجھ نہیں آ رہا کہ آخر مجھ سے کہاں غلطی ہوئی ہے، کہ تم مجھ سے اتنی دور ہو گئی ہو۔ اگر تم میرا... ورنہ تو تم زیادہ بہتر ہوگا۔ تمہارے لیے بھی میرے لیے بھی۔ اس لیے کہ میں سرتا پا بدل گیا ہوں۔" وہ تیزی سے... بیٹھا۔ اور اس پر ایک نگاہ ضرور ڈالی جو محبت سے پر تھی۔

"میں اس وقت آپ سے پوچھ رہی ہوں کہ گھر چلی جاؤں؟ یا نہیں؟" وہ اگنور کرتے کھڑی ہو گئی۔ وہ نائل کی کسی... بات کا جواب نہیں دینا چاہتی۔ اور نہ ہی وہ اسے احساس دلا کر کوئی مسئلہ کھڑا کرنا چاہتی ہے۔

"تم یا پھر مجھے بے وقوف سمجھ رہی ہو۔ یا پھر پاگل۔ اگر میں کسی بھی ردعمل کا اظہار نہیں کر رہا تو تم نے سوچ لیا کہ... اگنور کرتی جاؤ گی۔ اور میں برداشت کر لوں گا۔" اب وہ غصے میں آ گیا۔ پہلے کی شوخی بھی چلی گئی۔

"شہرینہ! مجھے یہ بالکل پسند نہیں کہ ہم جاہلوں کی طرح لڑتے رہیں۔ تم مجھ سے نگاہ چراتی رہو۔ اور میں تم سے

پوچھتا رہوں۔"

"میں آپ سے کچھ کہتی ہوں۔ جو کہتے ہیں مانتی جاتی ہوں۔ اور کیا چاہیے آپ کو؟ ایک بیٹا بھی آپ کا تو ہے۔ اور کیا چاہتے ہیں؟" وہ بھی تڑخ کر گویا ہوئی۔

"تم سمجھتی ہو کہ تم نے سارے حقوق ادا کر دیئے۔ اور میں تم سے اب کوئی توقع نہ رکھوں۔ کیونکہ سارے میرے مانتی ہو۔ ایک بیٹے کا تحفہ تم نے دے دیا، وہ بھی احسان کر کے۔" وہ ایک دم ہی کھڑا ہو گیا۔ شہرینہ بھی رہ گئی اس کے بولنے پر۔

"میں نے احسان تو نہیں کیا۔ وہ میرا بھی بیٹا ہے۔"

"لیکن باتوں سے تمہاری مجھے یہی لگتا ہے۔ جیسے تم ابھی تک مجھے قبول نہیں کر پائی ہو۔ اور میرے بیٹے کو...

"بس کریں!" وہ چیخ پڑی۔

"کیا بس کروں۔ کتنے دنوں سے تم مجھ سے روڈ ہو۔ میرا بھی دل چاہتا ہے کہ میں رات کو تھکا ہارا آتا ہوں تو بیوی سے ساری باتیں کر کے اپنی تھکن اتاروں۔ لیکن محترمہ کے تو مزاج ہی نہیں ملتے ہیں!" وہ اتنے عرصے بعد غصے میں آیا تھا اور زور زور سے بولنے لگا، تو شہرینہ گھبرا گئی، کہ جہاں آراء بیگم کے کانوں میں نہ پڑ جائے ان دونوں کی جھڑپ۔

"چھٹی کا میرا دن بھی تمہارے رونی صورت دیکھ کر گزرتا ہے۔"

"پلیز! آہستہ تو بولیے امی نے سن لیا تو خیر نہیں ہے۔" اس نے اب گھبرا کر نائل کے بازو پر ہاتھ رکھا تو وہ... ہو گیا۔

"پلیز! امی کو پتہ نہ چلے وہ پھر......؟ وہ بول ہی رہی تھی کہ نائل نے اس کا بازو پکڑ کر اپنے حصار میں لیا تو شہرینہ غیر متوقع حملے پر سٹپٹا ہی گئی، کیونکہ وہ بڑی رعونت سے اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔ اس کا چہرہ نائل کے چہرے کے اتنا قریب تھا کہ وہ اسے چھو سکتا تھا۔ اس کا شوہر تھا سارے حقوق اور جائز اختیارات رکھتا ہے۔ وہ اس کی قانونی اور شرعی شریک حیات ہے۔ وہ اپنے نفس کی کب سے قربانی دے رہا تھا۔ کب سے خود کو اپنے جذبات سے روک رہا ہے۔ اب بالکل نہیں۔ نائل نے اپنا جائز حق وصول کیا تو شہرینہ تو مل کر رہ گئی۔ کتنے عرصے بعد اس نے اپنے لمس سے آشنا کیا تھا۔ وہ عجیب بہکی بہکی ہو گئی تھی۔ دل کی رفتار بڑھ گئی۔ جسم میں کپکپی دوڑ دوڑ گئی۔

"تم مجھے یوں اگنور نہیں کر سکتی۔ سنا شہرینہ نائل!" وہ دھونس اور رعب سے بولتا اسے شانوں سے پکڑ کر جھنجھوڑ کر بولا۔

"تم پر میرا نام لکھا ہے۔ تم میری سلطنت ہو۔ اور میری سلطنت میں آنے سے مجھے کوئی بھی نہیں روک سکتا۔ تم بھی نہیں۔" وہ اسے چھوڑ کر اپنے لبوں پر ہاتھ پھیر کر ایک ایک لفظ پر زور دے کر بولا۔ اور وہ سکتے میں کھڑی تھی جسم کی عمارت میں ٹوٹ پھوٹ مچی ہوئی تھی۔ نائل کے لمس سے ہونٹ اب تک لرز رہے تھے۔

"تمہیں گھر جانا ہی نا تو صرف ایک دن کے لیے۔ کل واپس آ جانا ہے۔ میں لینے آؤں گا۔ سنا تم نے، صرف ایک دن۔" وہ رک رک کر اسے وارن کرتا بولا، تو وہ ہوش کی دنیا میں واپس آ گئی۔ بالوں کو کان کے پیچھے کیا۔ آنچل شانوں پر ڈالا۔ اور اس سے نگاہ چراتی جانے لگی، تو وہ پھر راہ میں حائل ہو گیا۔

"تیار ہو جاؤ فوراً ابھی چھوڑ کر آؤں گا تمہیں۔ نہ نہیں سنوں گا۔" یہ کہہ کر لمبے لمبے ڈاگ بھرتا باہر کا دروازہ کھول کر نکل گیا۔ اور وہ بھی بھناتی ہوئی اپنے کمرے میں آ گئی۔ دھڑ دھڑ مچا دی وارڈروب سے اپنا سوٹ نکالا۔



"اونہہ! سیلفش شخص! کچھ نہ بولوں۔ کیسے نہ بولوں؟ نقصان تو میرا ہوا۔ ایسا شخص میرا شوہر ہے، جو پہلے کسی کا تھا۔" وہ بڑبڑاتی ہوئی تیار ہوتی گئی تھی۔ مسٹرڈ جارجٹ کا جدید اسٹائلش سا قمیض، شلوار پہنا۔ نائل کو شادی کے بعد لڑکیوں کا فیلپر، ٹراؤزر پہننا بالکل اچھا نہیں لگتا تھا۔ اس لیے شہرینہ کو خالص مشرقی لباس میں دیکھنا چاہتا تھا۔ بالوں کو کیچر میں قید کیا۔ زبردستی میک اپ کے نام پر لپ اسٹک لگائی، تا کہ کسی کو فیل نہ ہو کہ وہ خوش نہیں ہے۔ اور پھر لپ اسٹک لگانے سے ہی اس کی دودھیا رنگت اور دمک اٹھی، کیونکہ حسن کی دولت سے تو مالا مال تھی۔ نرم و نازک پیروں میں سینڈل پہنی اور پھر ارسل کے کپڑے بیگ میں رکھے۔ اسے تو وہ ویسے شام میں تیار ہی رکھتی تھی۔ بیگ اٹھا کر اس نے بیڈ پر رکھا اور پھر کمرے میں طائرانہ نگاہ ڈالی۔ خاصا پھیلا ہوا تھا۔ بیڈ کور کو درست کیا، نائل کے کپڑے ڈریسنگ روم میں لٹکائے، جوتے اس کے ریک پر رکھے، ارسل کے کاٹ میں سارے کھلونے جمع کر کے رکھے، بلکہ اب تو وہ خود ایک سال کا ہونے والا تھا، پورے کمرے میں گھومتا رہتا تھا۔ اسے سمیٹنے میں ہی اچھا خاصا ٹائم لگا۔

"کتنی دیر اور لگانا ہے؟" نائل اکتاہٹ میں مبتلا اندر آیا، تو شہرینہ نے بیگ اٹھایا۔

"اگر آپ کو کہیں جانا ہے تو میں بلال یا عمر کو بلا لیتی ہوں۔" اب وہ بھی رکھائی سے بولی نائل اسے اب بڑی غور سے دیکھنے لگا۔ تیار ہوئی اسے اور ہی دعوت دیتی لگی۔ ہونٹوں پر معنی خیز مسکراہٹ رینگ گئی۔ پہلے کی سرد مہری بھی غائب تھی۔

"ایسا کرو تم آج نہ ہی جاؤ تو اچھا ہے۔ ایمان خراب کر رہی ہو میرا۔" وہ آہستہ آہستہ اس کے قریب آیا، تو شہرینہ نے تھوک نگلا۔ گھنیری پلکوں کو بار بار جھپکے گئی۔ بیگ سے اب اپنی گرفت ہٹا لی، کیونکہ نائل نے اس کے دونوں ہاتھوں کو اپنے مضبوط ہاتھوں میں جکڑ لیا۔ وہ کسمسا ہی گئی۔ آنکھوں میں نمی بھی آ گئی، کیونکہ اس نے فوراً پینترا بدلا۔

"آپا ٹھیک کہتی تھیں، شکر کرو کہ اتنی خوبصورت لڑکی تمہاری بیوی ہے۔" اس نے پھر دوبارہ ایک شرارت کر دی، وہ چیخ ہی پڑی۔

"کیا ہے؟ آپ مجھے لے کر جانا چاہتے ہیں یا نہیں؟" وہ اسے دھکا دے کر پیچھے ہوئی۔

"اچھا بابا! چلو اتنا ناراض کیوں ہوتی ہو؟" وہ مسکرایا۔ مگر شہرینہ کو اس کا مسکرانا بھی آگ لگا رہا تھا۔ وہ خفگی سے ڈریسنگ ٹیبل کے آگے کھڑی ہو گئی۔ ٹشو بکس سے ٹشو نکالنے لگی تو وہ اس کے سامنے آ گیا۔

"پہلے میرا چہرہ صاف کرو۔" وہ معنی خیز لگا۔ اور آنکھوں میں شرارت بھی ناچ رہی تھی۔

شہرینہ تو جھینپ گئی۔ غصے میں اپنا چہرہ ہی صاف کر لیا ٹشوز سے۔ مگر نائل کو اگنور کر گئی۔

"ٹھیک ہے۔ نہ کرو۔ مجھ سے کوئی پوچھے گا کہ یہ میرے چہرے پر کیا لگا ہے؟ تو کہوں گا کہ شہرینہ......" اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتا شہرینہ نے غصے میں اس کا چہرہ ہی رگڑ ڈالا۔ وہ ہنس دیا۔

"کافی سمجھدار ہو۔" وہ ہنسا۔

شہرینہ بیگ لے کر کمرے سے نکل گئی۔ امی سے اس نے صبح ہی پوچھ لیا تھا۔ نائل اسے اب چھوڑنے جا رہا تھا۔

ارسل اس کی گود میں بیٹھا مسلسل شہرینہ کو تنگ کیے جا رہا تھا۔ وہ کھسیا بھی گئی تھی۔ مگر پھر نائل نے شہرینہ کے بال
لٹ کھینچ کر اس کا موڈ بحال کرنا چاہا۔ مگر وہ اس سے سرد مہری برتے رہی۔

"تم نے ناشتہ نہیں کیا؟" طائشہ نے گم صم سی شہرینہ کو مخاطب کیا، جو ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھی تھی۔

"جی!" وہ چونک گئی۔

"چائے بھی تمہاری ٹھنڈی ہو گئی ہے۔" اس نے چائے کا کپ اٹھایا۔

"کچھ طبیعت سی خراب ہو رہی ہے۔"

"خیریت بھئی! طبیعت خراب ہے۔" اس نے معنی خیزی سے کہا، تو شہرینہ جھینپ سی گئی۔

"لگتا ہے کہ اب ہمیں۔"

"بھابھی! کیا ہو گیا ہے آپ کو؟" وہ اس کی شرارت سمجھ گئی تھی، اس لیے فوراً سنبھل کر اسے دیکھنے لگی۔
بالوں کو لپیٹ کر کیچر میں دوبارہ قید کر لیا۔

"بھئی! میں سمجھی کہ اب میں دوبارہ خوش خبری سنوں گی۔"

"مجھے تو آپ چھوڑیئے۔ آپ سنایئے آپ کب سنا رہی ہیں؟ کیونکہ انس اب تین سال سے بھی زیادہ کا ہو
ہے۔" اس نے الٹا اسے چھیڑا، تو وہ جز بز ہو گئی۔

"اچھا مجھ پر اٹیک کر رہی ہو؟"

"ظاہر ہے۔ آپ سے ہی پوچھا جائے گا۔ ابھی میرا بچہ تو سال کا بھی نہیں ہوا ہے۔ ہاں اب آپ کو مزہ
ہے۔"

تم بھی نائل کی طرح شرارتی ہو گئی ہو۔" طائشہ بھی چیئر گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔

"ان کی کمپنی میں جو رہ رہی ہوں۔ ان کے اثرات تو مجھ پر پڑیں گے۔" مسکرا کر گویا ہوئی۔

"لگتا ہے کہ کچھ زیادہ ہی اچھی کمپنی دینے لگا ہے۔" وہ معنی خیزی سے اب شہرینہ کو دیکھنے لگی، جو کچھ شرمائی
بھی لگی۔

"کیوں آپ کو سرمد بھائی اچھی کمپنی نہیں دیتے؟" الٹا اس نے چھیڑا۔

"ان کی تو پوچھو ہی نہیں۔ کہاں پہلے شعلے اگلتے رہتے تھے۔ اور اب ہر وقت موصوف محبت برساتے
ہیں۔" طائشہ کو ہنسی آ گئی تھی، اس کے سوال کرنے پر۔

"شہرینہ بیٹا! ارسل اٹھ گیا ہے۔" آمنہ ڈائننگ روم میں چلی آئیں، تو دونوں ہی چونک گئیں۔

"اوہ! اچھا آتی ہوں۔" اب وہ تیزی سے اٹھی۔

"شہری! ناشتہ ضرور کر لینا۔" طائشہ نے پیچھے سے ہی ہانک لگائی۔ وہ تیز تیز چلتی ہوئی آمنہ کے کمرے
گئی، جو ارسل کو صبح اپنے کمرے میں لے آئی تھیں۔ ارسل ان کے بیڈ کے وسط پر اب اٹھ کر بیٹھا ہوا تھا۔ اسے
ہی قلقاری ماری۔

"تم اسے فیڈ کروا دو۔" آمنہ بھی کمرے میں آ گئی تھیں۔ صبح ہی صبح ابرار بھی آفس کے لیے نکل جاتے
کالج چلا جاتا تھا۔ بلال کی آج کل چھٹیاں تھیں۔ اس لیے دیر تک پڑا رہتا تھا۔ سب اٹھاتے رہتے مگر سردی کی
ہوتی کہ ابھی اسے اپنی مرضی سے رہنے دیا جائے۔

شہرینہ نے فیڈر بنا کر ارسل کو دی، جو خود تھام کر پی لیتا تھا۔ وہ اس کے قریب بیٹھی تھی۔ اور پیار بھرے انداز

کے بالوں میں انگلیاں پھیرے جا رہی تھی۔

"آج چلی جاؤ گی تم؟" آمنہ نے کمرے کو سمیٹنے کے بعد اسے مخاطب کیا، جو کہنی ٹکائے ارسل کے قریب بیٹھی

"جی، جانا تو پڑے گا۔ ان کا آرڈر جو ہے۔ ایک دن سے اوپر نہ ہو۔" وہ خاموش سی بولی۔

"میرا دل چاہ رہا ہے رہنے کو، مگر پھر......"

"اگر تمہارا دل چاہ رہا ہے، تو فون کر دو کہ ایک دو دن بعد آؤ گی۔"

"کوئی فائدہ نہیں ہے۔ الٹا پھر مجھ پر ناراض ہوں گے کہ میں اپنے گھر جا کر پھیل جاتی ہوں۔" اس نے ارسل
منہ سے فیڈر نکالی، جو اب خالی کر چکا تھا۔

"عجیب لڑکا ہے۔ شروع سے وہ ایسا ہی ہے۔ مجھے تو یہ حیرانگی ہوتی ہے کہ اتنے دن اس نے امریکہ میں کیسے
ار لیے؟" آمنہ کو کبھی کبھی حیرانگی ہوتی تھی، جو ایک دن بھی جہاں آراء کو نہ دیکھتا تو اتنا غصہ کرتا کہ وہ سب ہی
ہلکان ہوتے۔

"دل لگنے کا جو سامان موجود تھا۔" اس کے منہ سے روانی میں طنزیہ جملہ نکلا، تو آمنہ نے چونک کر اسے دیکھا۔
ذروب انہوں نے بند کر دی۔

"کیسا سامان؟"

"وہ، وہ کچھ نہیں۔ میرا مطلب تھا کہ پڑھائی کرنے گئے تھے نا۔" اب وہ گڑبڑا گئی۔ مگر آمنہ ناسمجھی کی کیفیت
ہو گئیں، آیا اس نے سنجیدگی سے کہا ہے یا مذاق کیا ہے۔

شہرینہ کو اب گھبراہٹ ہوئی، کیونکہ آمنہ متوحش سی ہو گئی تھیں۔

"شہری! ادھر دیکھو میری جانب۔" انہوں نے اب اسے ہاتھ پکڑ کر بٹھایا، جو ارسل کی فیڈر اٹھا کر جانے کا ارادہ
کر چکی تھی۔

"نائل سے کوئی ناراضگی ہے بتاؤ مجھے؟"

"ارے امی! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" اب اسے تو بات بنانی مشکل ہو رہی تھی کہ وہ اب اس سے مشکوک انداز
لا پوچھ رہی تھیں۔

"شہرینہ! اگر نائل نے کوئی گڑبڑ کی ہے، تو مجھے بتاؤ دماغ درست کرتی ہوں۔" وہ ایک دم ہی طیش میں آ گئی
تھی، کیونکہ انہیں شہرینہ بہت عزیز تھی۔ اگر وہ ان کی بیٹی نہ تھی تو کیا ہوا۔ ان کے شوہر کی تو بیٹی تھی۔ بس یہی کافی
بلکہ وہ اسے سگی اولاد ہی سمجھتی ہیں۔

"امی! انہوں نے کچھ نہیں کیا۔ اب تو وہ ویسے بھی نہیں رہے۔ اتنا میرا خیال رکھتے ہیں۔ بس بات اتنی سی ہے کہ
مجھے یہاں رہنے آنے نہیں دیتے۔" اس نے اب بشاشت ظاہر کی۔ ہونٹوں پر زبردستی کی مسکان سجائی تا کہ وہ مطمئن
ہو جائیں۔ وہ اب اپنا اور نائل کا دوبارہ مسئلہ کھڑا کر کے سب کو پریشان نہیں کرنا چاہتی۔ اسے اب وفا شعار بیوی کی
طرح نائل کو ساری زندگی برداشت کرنا ہے۔ اور وہ سب برداشت کرے گی۔

"سچ کہہ رہی ہو؟" اب انہوں نے اس کا چہرہ ہاتھوں میں تھاما۔

"سچ کہہ رہی ہوں۔ پانچ بجے تیار ہونا ہے، کیونکہ مسٹر آفس سے پہلے سیدھے ادھر ہی آئیں گے۔ لازمی ہے۔
حکمران کا حکم بھی تو ماننا ہے۔" اس نے اب اپنا دھیان ارسل کی جانب کر لیا، جو اس کا شانہ تھام کر کھڑا ہو گیا تھا۔ اس

نے بھی ارسل کو تھام لیا تا کہ نیچے گر نہ جائے۔

''گھر بھی تو خالی رہتا ہے۔ ارسل سے ہی رونق لگ جاتی ہے۔ آپ اور طائشہ بھابھی بھی بس رات کو جاتی ہیں۔'' اس نے بھی ہلکا سا شکوہ کیا۔

''میں تو تمہارے پاپا کی وجہ سے اور پھر عمر کی وجہ سے سارے دن کے لیے بھی نہیں آ سکتی۔ عمر کی رکھنا پڑتا ہے۔'' انہوں نے خاموش سی شہرینہ کے چہرے پر نگاہ ڈالی، جو سنجیدہ تھا۔ مسلسل ارسل پر نگاہ وہ کیسے قلقاریاں مار رہا تھا۔

''رہی طائشہ، تو سرمد کی وجہ سے مجبور ہے۔ لیکن پھر بھی رہنے چلی جاتی ہے۔''

''میں نے آپ سے شکایت تو نہیں کی کہ آپ کیوں نہیں آتی ہیں۔ یا طائشہ بھابھی۔'' اس نے افسردگی سے کہا۔

''مگر میں اپنی بیٹی کی بات خوب سمجھتی ہوں۔'' آمنہ نے اس کا ماتھا چوم لیا۔

''آپ کتنی اچھی ہیں اور میں کتنی غلط تھی جو آپ کو برا سمجھتی رہی۔'' اسے شرمندگی ہوئی تھی کہ آمنہ ہر وقت محبت و پیار کی بارش برساتی رہتی تھیں۔ اسے بعض اوقات حیرت ہوتی کہ وہ ان کی سگی بیٹی نہیں ہے۔ مگر وہ سمجھتی اپنی ہی ہیں۔

''ہش، کیا پرانی باتیں لے کر بیٹھ گئی ہو؟'' اب انہوں نے ارسل کو پکڑا جو بیڈ سے اترنے کی کوشش کر رہا

''اچھا ہی ہوا کہ میں نے اپنی مدر کو نہیں دیکھا، ورنہ شاید ان کا مکروہ چہرہ بھی کبھی نہ بھولتی۔ کاش میں آپ کی اپنی ہوتی۔'' وہ ان کے شانے سے لگ گئی۔ خواہ مخواہ آنسو بھی آ گئے۔ ہر وقت لہجے میں حسرت پنہاں رہتی تھی۔

''میری اپنی بیٹی ہو۔ یہ تم نے کیوں کہا؟'' انہوں نے اس کے رخسار پر چپت لگائی۔

''شہرینہ! نائل کا فون آیا ہے۔'' طائشہ کی آواز آئی، تو چونک گئی۔ اتنے میں طائشہ بھی اندر آ گئی تھی۔ اسے آنکھوں کے ساتھ دیکھا، تو متفکر ہو گئی۔

''ایک تو انہیں آفس میں رہ کر آرام نہیں ہے۔ کہہ رہے ہوں گے کہ پانچ بجے تیار رہنا۔'' اس نے اپنی آنکھوں کو صاف کر کے خفگی سے کہا، تو آمنہ اور طائشہ مسکرا دیں۔

''مجھ سے زیادہ تو انہیں اپنے بیٹے کا خیال رہتا ہے۔'' وہ بڑبڑاتی ہوئی کمرے سے نکل کر کوریڈور میں آ گئی۔ طائشہ بھی پیچھے پیچھے ہی آ گئی۔ شہرینہ ٹیلی فون اسٹینڈ کے قریب رکھی چیئر پر بیٹھ گئی۔

''ہیلو!'' وہ ذرا شوخ سی آواز میں بولی تا کہ طائشہ کو شک نہ ہو کہ ان دونوں میں کچھ کھٹ پٹ چل رہی ہے۔ طائشہ سامنے لاؤنج میں ارسل کو لے کر بیٹھ گئی تھی، مگر فاصلہ تھا۔ پھر بھی آواز جانے کا احتمال تھا۔

''کہو، آج آ رہی ہو نا؟'' دوسری جانب نائل کی ترنگ بھری آواز ایئر پیس سے ابھری۔

''ظاہر ہے۔ آپ کا آرڈر ہے۔'' اس نے آہستگی سے کہا تا کہ ان دونوں کی گفتگو کوئی اور نہ سن لے۔ بھنک بھی پڑ گئی تو اس کی خیر نہیں۔

''موڈ درست کر کے آنا کیونکہ میں آج بڑے فریش موڈ میں ہوں۔''

''کہیے؟ کچھ اور کہنا ہے؟'' اب اس نے بات ہی کاٹ دی۔

''اچھا یہ بتاؤ ارسل کیسا ہے؟''

''ٹھیک ہے۔ طائشہ بھابھی کے پاس ہے۔'' اس نے دوبارہ نگاہ لاؤنج میں ڈالی، جہاں ارسل کا دل

چلنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اور طائشہ اسے تالی بجا کر بلا رہی تھی۔

''آپی ادھر ہی ہیں؟'' نائل نے پوچھا۔

''کیوں بات کرنی ہے؟'' وہ جھٹ بولی۔

''بھابھی! آپ کو بلا رہے ہیں۔'' اس نے نائل کی چیختی ہوئی آواز کو نظر انداز کیا۔ اور طائشہ تیزی سے چلی آئی ریسیور تھام لیا۔

''شہرینہ! تم گھر آؤ تمہیں تو میں پوچھوں گا۔''

''نائل! سدھر جاؤ۔'' طائشہ نے اس کی بات سن لی تھی۔ اور وہ تو گڑبڑا ہی گیا۔

''آپی! آپ کیسی ہیں؟'' وہ تو اب منمنانے لگا۔

''میں تو ٹھیک ہوں۔ لگتا ہے۔ تم ٹھیک نہیں ہو۔'' اب وہ اس سے باتیں کرنے لگی تھی۔

''آپی! شہرینہ سے کہیے گا کہ میں آج نہیں کل آؤں گا لینے، کیونکہ آفس میٹنگ ہے۔ اس لیے ڈنر وغیرہ بھی اس لیے دیر ہو جائے گی۔ او کے اللہ حافظ۔'' ایک ہی سانس میں بول کر اب اس نے ریسیور رکھ دیا تھا۔ طائشہ ریسیور کو گھورنے لگی جیسے نائل ہی ہو۔

''خوش ہو جاؤ۔ آج وہ آفس میں میٹنگ میں مصروف ہے۔ کل لینے آئے گا۔''

''ہیں! مجھ سے تو کہہ رہے تھے تیار رہنا۔'' شہرینہ کو حیرانگی کے ساتھ خوشی بھی ہوئی کہ اس بہانے رک جائے گی۔

''وہ تنگ کر رہا تھا۔'' طائشہ نے ہنس کر کہا۔

''ہاں، آج شام میں ہم صدف کی طرف چلیں گے۔ بہت دن ہو گئے ہیں۔ وہ آئی بھی نہیں ہے۔'' اس نے شہرینہ سے کہا، جو کچھ سوچ میں بھی ڈوبی ہوئی تھی۔

''آں! ہاں ٹھیک ہے۔'' چونک کر بولی۔

''زینب آنٹی نے بھی آنا چھوڑ دیا ہے۔ نہ ہی اعزاز نے چکر لگایا۔'' طائشہ ہر ایک کی جانب سے ہی فکر مند رہتی تھی۔ فارحہ کی ایک فکر، یاسر کی الگ، جس کی ابھی تک کوئی خیر خبر نہ تھی۔ لگتا تھا جیسے اس کا وجود ہی نہ تھا۔

● ● ●

حلیہ اس کا اتنا خراب ہو رہا تھا کہ وہ تو گھبرا ہی گئی۔ چار دن سے ایک ہی جوڑے میں پھر رہی تھی، کہ ان لوگوں کے آنے کی اطلاع پاتے ہی وہ کپڑے لے کر واش روم میں گھسی تھی۔ اعزاز خاصا جھنجھلایا ہوا تین چکر لگا چکا تھا۔ جانے کے لیے قدم بڑھائے ہی تھے کہ وہ پنک، پرنٹڈ کاٹن کے کپڑوں میں گیلے بالوں کے ساتھ نکلی۔

''جب مہینے مہینے بعد نہاؤ گی تو اتنے ہی گھنٹے لگیں گے۔'' وہ غرا کر بولا تو صدف جھینپ سی گئی۔ ڈریسنگ ٹیبل کا اسٹول کھسکا کر اس پر بیٹھ گئی۔ اور بالوں کو تولیہ سے رگڑنے لگی تھی۔

''کتنی دیر سے وہ سب انتظار کر رہے ہیں۔''

''آ رہی ہوں نا۔'' اس نے بھی ذرا تیکھے لہجے میں کہا۔ اور پھر برش اٹھا کر بالوں میں کرنے لگی۔ وہ پھر اس کے پیچھے آ گیا۔

''آپ تو جائیے نا۔ میں آ رہی ہوں۔'' اسے اب اعزاز کی موجودگی اور جھنجھلاہٹ میں مبتلا کر رہی تھی۔ جو اس کو کچھ بدسا تا ہی لگا۔ اب وہ اس کے آگے ہی آ گیا۔

"ذرا اپنی شکل درست کر کے آنا۔ ایک ہی شکل دیکھ کر اکتا گیا ہوں۔" اس نے جائزہ لینے کے بعد کیا۔

"دوسری اچھی شکل والی لے آیئے، اگر اکتا گئے ہیں تو۔" تنک ہی گئی۔ اعزاز کو ہلکی سی ہنسی آئی، جو روٹھی ہی رہتی تھی۔

"اب دل و دماغ پر یہی شکل چھا گئی ہے، تو دوسری تو ناممکن ہے۔" صدف کے اٹھتے ہی اس کا ہاتھ پکڑ کر وہ اس کے سینے سے آ لگی تھی۔ اس کی آنکھوں میں ایک محبت و پیار کا سمندر ہلکورے لے رہا تھا۔ وہ ایک شرارت کر گیا تو صدف نے مجوب ہو کر پلکیں جھکا لیں۔

"جلدی آ جاؤ فوراً۔" اسے چھوڑ کر وہ مسکراتا ہوا کمرے سے نکل گیا۔ صدف ایک دم ہی ہوش کی دنیا میں آئی۔ اعزاز کی محبت بھی نہ جانے کیوں اسے دھونس بھری لگتی تھی، جیسے وہ اس کا مالک ہو۔ اور وہ ناراضگی کا بھی حق نہ رکھتی۔ بس وہ اس کے موڈ کی پابند ہے جو کبھی اتنا سرد ہوتا تو کبھی محبت کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر۔ اسے اعزاز کی یہ دوغلی لگتی۔

جلدی جلدی لائٹ سا میک اپ کیا۔ اور کمرے سے نکل گئی۔ شاہین نے صدف کو گلے سے لگا کر پیار کیا۔ اور شہرینہ نے بھی رخسار پر پیار کر کے اس کا استقبال کیا۔ صدف ان تینوں کو سامنے دیکھ کر کچھ رونے والی ہو گئی۔ جلدی سے آنسو چھپانے پڑے۔ کیونکہ زینب کی تنقیدی اور طنزیہ نظروں نے اس کا تعاقب کیا ہوا تھا۔ سب ڈرائنگ روم میں بیٹھے تھے۔ اعزاز سنگل صوفے پر وائٹ کرتا، شلوار میں خاصا پر سوچ بیٹھا تھا۔ بڑے صوفے پر طائشہ اور شہرینہ بیٹھی تھیں۔ جبکہ شاہین (صدف کی امی) زینب کے ساتھ دوسرے بڑے صوفے پر بیٹھی تھیں۔ اعزاز کے برابر میں پڑے سنگل صوفے پر بیٹھ گئی۔

"صدف! کیا بات ہے؟ ڈائٹنگ پر ہو جو اتنی اسمارٹ ہو رہی ہو؟" شہرینہ نے شوخی سے پوچھا تو وہ جھینپ کر پہلو بدل کر رہ گئی۔

"ارے، ابھی بچے نہیں ہیں نا، اسی طرح اسمارٹ ہی رہے گی یہ۔" زینب پھر اپنی طنز بھری عادت سے باز آئیں۔ صدف تو ایک دم ہی ہق دق رہ گئی۔

"آج کل کی لڑکیوں کو بس اپنی فکر کی پڑی رہتی ہے۔ پتہ نہیں کیوں وہ ایسا سوچتی ہیں۔"

"کیوں؟ صدف! تم ڈائٹنگ پر رہتی ہو؟" شاہین کو زینب کا تیر برساتا انداز لگا، تو وہ صدف سے استفسار کرنے لگیں۔ جو چونک کر کبھی انہیں دیکھتی تو کبھی اعزاز کو جو خود چور بنا ہوا تھا۔

"آنٹی! گھر کے کاموں میں یہ اتنی مصروف رہتی ہے کہ میں خود انہیں کہتا ہوں کہ کھانا تو وقت پر کھا لیا کرو۔ اسی بات پر مجھے شکایت رہی ہے۔" اعزاز نے جھٹ بات بنائی، جبکہ زینب نے ایک دم منہ بنا لیا۔ جو طائشہ نے نوٹ کیا۔ کیونکہ اس بار زینب بالکل ہی الگ ہی نظر آ رہی تھیں۔ بات بات پر طنز وہ حیران بھی تھی۔

"بری بات ہے صدف! کھانے کا بھی خیال رکھتے ہیں۔" انہوں نے بیٹی کو ڈانٹا، تو وہ سر جھکا کر رہ گئی۔ بہت ہی غلط کرتی آ رہی ہو۔

"شہرینہ بیٹا! ارسل کو نہیں لائیں تم؟" زینب نے اب جان بوجھ کر بات ہی کاٹ دی۔ اور شہرینہ کو مخاطب کیا۔

"اتنا تنگ کرنے لگا ہے۔ اسے امی کے پاس چھوڑا ہے۔"

"ارے، لے آتی نا۔ ہمارے گھر تو بچے ہیں نہیں۔ رونق ہی ہو جاتی۔" وہ حسرت سے بولیں۔

ابھی اگر وہ ہوتا تو ادھر کا حشر نشر کر دیتا۔ چلنے کی کوشش کرنے لگا ہے نا۔" اس نے بڑے خوش ہو کر بتایا۔

شہرینہ بھابھی! پھر تو آپ سمیٹتی ہی رہتی ہوں گی؟" اعزاز نے بھی بڑے اشتیاق سے پوچھا۔

"اور کیا بھی کرتا ہے۔

نائل تو اسی کے ساتھ لگا رہتا ہوگا آفس سے آنے کے بعد۔"

"آج کل میں ادھر رہنے آئی ہوں۔" اس نے اب مسکرا کر بتایا۔

"لیکن دس فون کر چکا ہے، پرسوں سے اب تک۔" طائشہ نے بھی بتایا۔

صدف ان لوگوں کے لیے ریفریشمنٹ کا انتظام کرنے اٹھ گئی تھی۔ زینب بھی کچھ دیر بیٹھیں اور چلی گئیں۔ نا کو پتہ نہیں کیوں ان کا یہ سرد رویہ بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر گیا تھا۔ صدف بھی انہیں بجھی بجھی اور مرجھائی ہوئی لگی۔ پورا ٹائم نگاہ ہی چراتی رہی تھی۔ ریفریشمنٹ وغیرہ اس نے ڈرائنگ روم میں ہی لگایا، جوان لوگوں نے برائے نام ہی لیا تھا۔

"اعزاز بھائی! بڑے دنوں سے آپ نے ہمارے گھر کا چکر نہیں لگایا۔" شہرینہ نے اس سے پوچھا جو چپ بیٹھا تھا۔ طائشہ اور شاہین، زینب کے پاس ان کے کمرے میں چلی گئی تھیں۔ اب وہ تینوں ڈرائنگ روم میں تھے۔

"آپ کے میکے میں؟ یا آپ کے سسرال میں؟" اس نے شرارت سے پوچھا۔

"میں اپنے گھر کی بات کر رہی ہوں۔" وہ ہنس کر بولی۔

"میں تو ان سے کہتا ہوں۔ مگر یہی منع کرتی ہیں۔" اس نے الٹا صدف پر ڈال دیا۔

"جی نہیں۔ میں تو منع نہیں کرتی شہرینہ! انہیں خود فرصت نہیں ہوتی ہے۔ اتنی رات کو آفس سے آتے ہیں۔ اب بتاؤ گیارہ بجے کہیں جانے کا ٹائم ہوتا ہے؟" صدف کو بھی ایک دم غصہ ہی آ گیا۔ اور اعزاز تو اس کے تلملانے پر حیران ہوا تھا، جو اس کے قریب ہی صوفے پر براجمان تھی۔

"یہی عادت آپ کے دوست کی ہے۔ آج کل زیادہ ہی مصروفیت ہے۔ اتنی مشکل سے میں گھر رہنے آئی ہوں۔" وہ بولی۔

"آج تو آپ چلی جائیں گی نا؟"

"جی نہیں۔ کل جاؤں گی۔ ان کی میٹنگ ہے۔ اور ہاں صدف کو کم از کم کچھ دنوں کے لیے گھر بھیج دیا کریں۔ آخر آپ مرد حضرات یہ کیوں سمجھتے ہیں کہ لڑکی شادی کے بعد ان کی بیوی بننے کے بعد ان کی ملکیت ہو جاتی ہے۔"

"شکر کریں آپ دونوں، اتنے محبت کرنے والے آپ کو شوہر ملے ہیں۔" وہ ذرا اترا کر بولا۔

"یہی حال ان کا ہے۔ وہ بھی بہت اکڑتے ہیں۔" اس نے منہ بنا کر کہا۔

"نائل کی اکڑ تو پوری یونیورسٹی میں مشہور تھی۔ کسی لڑکی سے وہ سیدھے منہ بات نہیں کرتا تھا۔" اعزاز کو ایک دم ہی امریکہ کا دور یاد آیا۔ جب وہ دونوں وہاں زیر تعلیم تھے۔

"بس رہنے دیں۔ میں نہیں مانتی۔" شہرینہ نے نفی کی۔

"بھابھی! میں بالکل ٹھیک کہہ رہا ہوں۔ کبھی کسی لڑکی کو گھاس نہیں ڈالتا تھا۔"

"پھر آپ ڈالتے ہوں گے۔" صدف نے بیچ میں لقمہ دیا، تو اعزاز نے اب اسے گھورا۔ وہ سمٹ کر رہ گئی جو خفا سا ہوا۔

"سنو واحد، پہلی اور آخری تم لڑکی ہو، جس سے میں نے محبت کا اظہار کیا ہے۔ ایک تم لڑکیاں شادی کے بعد

اپنے شوہروں پر اتنا شک کرتی ہیں؟"

"اس لیے کہ لڑکے شادی سے پہلے کچھ ہوتے ہیں۔ اور بعد میں کچھ اور۔" صدف اب تلخی اور طنز پر اتر آئی جو اعزاز کو ناگوار گزر رہا تھا۔ وہ ترخ کر کوئی کرارا جواب دے سکتا تھا۔ مگر شہرینہ کا خیال کر کے اس نے گرم گرم گھونٹ اندر اتارے۔

"صدف! ہمیں کیا پتہ یہ دونوں وہاں اسٹڈی کے لیے ہی گئے تھے؟ یا کسی اور وجہ سے؟" شہرینہ نے بھی اس سے تائید چاہی جو سر ہلا کر رہ گئی۔

"بھابھی! لگتا ہے، آپ کو بھی نائل پر شک ہے۔"

"ظاہر ہے ہر بیوی کو ہوتا ہے اپنے شوہر پر، جو گئے ہوں وہاں گوریوں کے دیس میں۔" وہ اپنی بات پر قائم رہی تھی، کیونکہ نائل پر تو اسے شک نہیں یقین تھا۔ اور پھر تصویریں بھی ایسی دیکھی تھیں۔ جو بصارت پر یقین نہیں آ رہا تھا۔

ان تینوں میں مزید بحث ہوتی کہ شاہین اور طائشہ نے چلنے کو کہا، تو شہرینہ اٹھ گئی۔ اور ان تینوں کو لینے سردار آئے تھے۔ مغرب سے پہلے ہی وہ لوگ چلی گئی تھیں۔ اعزاز خلاف معمول آفس سے جلدی آ گیا تھا، تو ان لوگوں کی وجہ سے آیا تھا، ورنہ گیارہ بجے سے پہلے وہ آتا نہ تھا۔

صدف رات کے کھانے وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد اوپر کمرے میں جا رہی تھی کہ عفرا چلی آئی۔

"بھابھی! میتھس کے تین کوئسچن سمجھ نہیں آ رہے ہیں۔ آپ سمجھا دیں گی؟" اس نے صدف کو پکار لیا تھا۔

"ہاں کیوں نہیں۔" وہ جھٹ بولی۔

"ٹھیک ہے۔ آپ کمرے میں آ جائیں۔ فراز بھائی نے سمجھائے تو تھے، مگر پتہ نہیں کیسے میری سمجھ میں نہیں آئے۔" عفرا بیڈ پر بیٹھ گئی۔ صدف بھی سرے پر بیٹھ گئی۔ عفرا نے اپنے بیڈ پر کتابوں اور کاپیوں کا ڈھیر لگایا ہوا تھا۔

"یہ دیکھیے سوال۔" اس نے پین اور کاپی اسے تھمائی۔ صدف نے پھر اسے سمجھانا شروع کیا، تو ٹائم کا ہی احساس نہ ہوا۔ جب ایک بجا تو خیال آیا۔ کیونکہ عفرا تو کام کرتے کرتے سو گئی تھی۔ صدف کی بھی آنکھ لگ گئی تھی۔ وہ تو اعزاز کے اندر آنے پر کھلی تو وہ خجل ہو گئی۔

"اتنی دیر سے میں کمرے میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ اور تم یہاں سو رہی ہو!" وہ دبی دبی آواز میں غصہ کرنے لگا، تو وہ شرمندہ سی کھڑی ہو گئی۔ واقعی اسے وقت کا احساس ہی نہ ہوا تھا۔ وہ جلدی سے کمرے سے نکلی تو اعزاز بھی عفرا کے کمرے کی لائٹ آف کرتا ہوا اوپر کمرے میں آ گیا۔ وہ تو تھکن کا احساس لیے کروٹ لے کر لیٹ چکی تھی۔ اعزاز نے آتے ہی دھڑ سے کمرے کا دروازہ بند کیا تو صدف اچھل پڑی تھی۔ اور ایک اچٹتی نگاہ اس پر ڈالی جو ناراض سا لگا۔

"کچھ احساس ہی نہیں ہے تمہیں میرا۔" ایک شکوہ بھری شکایت کی۔

"کس طرح کا احساس آپ کیا چاہتے ہیں؟ یہ مجھے بتا دیں۔" وہ تو تن تنا کر اٹھ بیٹھی۔ اب تو روز کا ہی یہ ڈرامہ تھا کہ ان دونوں میں جھگڑا لازمی ہوتا تھا۔

"ٹھیک کہا آپ نے۔ ہر بات کے لیے الفاظ کی ضرورت نہیں ہوتی۔ کچھ باتوں کو محسوس کیا جاتا ہے۔" اس نے جواب میں اسی کی بات دہرائی۔ وہ بھی استہزائیہ اور کٹیلی ہنسی کے ساتھ، کیونکہ آج زینب کی باتوں نے اور ہی اسے مغموم اور رنجور کر دیا تھا۔ وہ تو اپنا درد اپنی ماں سے بھی نہ کہہ سکی کہ وہ پہلے ہی بیٹے کی جدائی برداشت کر رہی ہیں۔ اور اب ناگہانی اس کی پریشانی۔

"کیا کہہ رہی ہو تم؟" اعزاز نے رخ موڑ کر اسے اپنی جانب گھمایا، جو گھبرا گئی۔

"وہی جو آپ کی امی نے آج میری امی کے سامنے کہا ہے۔"

"ایسا کیا کہہ دیا ہے؟ کہ تمہیں میری ماں کی ہر بات بری لگتی ہے۔" اعزاز کو ناگوار گزرتا تھا، جب وہ زینب کی اس سے کرتی تھی۔

"آپ اتنی جلدی بھول گئے۔ کیا کیا کہہ رہی تھیں وہ۔" وہ تو رو ہی دی چہرہ ہاتھوں میں چھپا کر۔ اعزاز کو زینب کی باتیں اب یاد آنے لگیں۔

"وہ تو ایسی ہی عام سی بات کہہ رہی تھیں۔"

"وہ عام سی نہیں تھی۔ میری خامیاں بتا رہی تھیں۔ کتنا غلط وہ بولتی ہیں۔ میرا اس میں قصور نہیں ہے۔ کیوں بار بار کا احساس دلاتی ہیں؟"

"صدف! صدف! تم مجھے ناپاگل کر دو گی۔ اتنی اتنی سی باتیں لے کر بیٹھ جاتی ہو۔" وہ سر ہاتھوں میں تھام کر چیخ پڑا۔

"یہ اتنی سی بات نہیں ہے۔ میری امی کو جتایا ہے انہوں نے کہ ان کی بیٹی میں یہ خامی ہے کہ وہ ابھی تک......" اس سے آگے اس سے بولا نہیں گیا۔

"تم بات کو بڑھا رہی ہو۔ کوئی انہوں نے تمہاری امی کو نہیں جتایا۔" وہ مسلسل اس کی نفی کرے جا رہا تھا۔ جو مسلسل رو رو کر شکایتیں کر رہی تھی۔

"میں تو کچھ نہیں کہتا۔ اور اس میں تمہارا کوئی قصور ہو گا۔ اور یہ کوئی خامی نہیں ہے۔ ہر بات کا اور کام کا وقت مقرر ہے۔ دیکھنا جب امی کو خوش خبری ملے گی تو وہ خود ٹھیک ہو جائیں گی۔"

"یہ کیا بات ہوئی کہ میری ابھی کوئی اہمیت اور عزت نہیں۔ صرف اس خوش خبری کی وجہ سے وہ ٹھیک ہوں گی، میں ان کا تلخ رویہ سہتی ہوں۔" اس نے سوجی ہوئی آنکھوں کو اوپر اٹھایا۔ اعزاز خود سر پر ہاتھ رکھے بیٹھا تھا۔

"تم کیا چاہتی ہو کہ، امی کو میں ڈانٹوں کہ وہ تم سے اس طرح نہ بولیں۔"

"آپ سے یہ میں نے کہا۔"

"پھر تمہارا مطلب کیا ہے؟" وہ الٹا پوچھنے لگا۔

"اگر انہیں ایسی ہی جلدی ہے تو آپ کی دوسری شادی کروا دیں۔"

"صدف! تم نا میرا دماغ گھما دیتی ہو۔" وہ اب چڑ گیا۔

"آپ کو آج کوئی فیصلہ کرنا ہو گا۔" وہ واقعی روز روز کے طعنے تشنوں سے تنگ آ گئی تھی۔

"تمہارا فیصلہ میں ابھی کرتا ہوں۔" اب اعزاز نے ہاتھ پکڑ کر اپنے قریب کر لیا۔ صدف حواس باختہ سی ہو گئی تھی۔ لیکن اعزاز کی آنکھوں میں کچھ اور ہی تھا۔ وہ گھبرائی بھی۔

"پلیز۔" احتجاجاً چیخی۔

"ایک لفظ بھی بولی نا جان سے مار دوں گا۔" اب اس پر خمار طاری ہونے لگا۔ اسے نہ ہی صدف کی ناراضگی کی پروا تھی اور نہ ہی اس کے جھنجھلانے کی۔ مگر وہ اس پر محبت نچھاور کرے جا رہا تھا۔ اور وہ بھی بہکتی جا رہی تھی، اب بس خوشبوؤں کا اور سانسوں کا تنفس تھا، جذبات میں تلاطم تھا، ماحول میں خوشبوئیں بسی تھیں، کانوں میں محبت کا ساز بج رہا تھا، دلوں کے تار الگ ہی راگنی الاپ رہے تھے، برقی قمقمے اور اب مدھم تاروں کی طرح ٹمٹما رہے تھے، بس ایک

رنگین سماں تھا، نہ وہ انکاری تھی اور نہ وہ انکاری تھا۔ بس دونوں جانب سپردگی اور رضامندی تھی۔

● ● ●

اب دل کو انتظار کی عادت سی ہوگئی
یہ حال کر دیا ہے تیرے انتظار نے

کتنے لمحے، کتنے دن، کتنے ماہ گزر گئے ہیں۔ مگر دل کی حالت وہی ہے۔ نہ قرار ہے، نہ چین، اطراف سے بیگانہ لگتا، نہ دل اس کی محبت سے خالی ہوا۔ اور نہ اگنور کر رہا تھا۔ کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر لینے سے خوبصورت لمحے بھول تو نہیں جاتے۔ ذہن میں تو محو تھے۔ وہ اگر کسی کی نفی کرتی بھی ہے تو اندر سے دل اور ہوتا، تڑپتا۔ جتنا وہ اسے بھولنا چاہتی۔ وہ اور اپنے پنجے گاڑے اس کے دل کو پکڑے ہوئے تھا۔ رات کا پہر اسے اور یاسر کے قریب لے جاتا۔ کروٹیں بدلتی رہتی۔ بالوں کو دونوں ہاتھوں سے پکڑتی۔ وہ اسے بھولنا چاہتی۔ پھر کیوں اس کا ایک ایک پل جذبوں سے گندھا اور رلاتا۔ آخر کب تک انتظار کی چوکھٹ پر آس کا دیا جلائے رکھے گی؟ کب تک اپنے آپ کو اور سب کو دھوکہ دے گی کہ وہ یاسر سے نفرت کرتی ہے؟ لیکن یہ نفرت تو اس سے بھی نہیں کر سکتی۔ کبھی نہیں۔ وہ جھنجھلا کر اٹھ بیٹھی۔

"یاسر! آپ کیوں بار بار مجھے یاد آتے ہیں؟ کیوں مجھے تڑپاتے ہیں؟" وہ خود ہم کلام ہوئی کچھ بھی تو نہ تھا زندگی میں۔ جس کے سارے رنگ اڑ گئے تھے۔ جسم میں بس سانس تھی۔ مگر روح تو اس کے ساتھ چلی گئی تھی۔

"اتنی بڑی آپ نے میری سزا کر دی ہے۔ کہ کوئی معافی کی گنجائش ہی نہیں نکلتی۔ کیا میں ہی قصوروار ہوں" سسک ہی پڑی۔ اشکوں کو وہ بند کمرے میں بہاتی تا کہ کوئی اسے یوں روتے ہوئے نہ دیکھ لے۔ اور پھر اس کی چوری پکڑی جائے۔

"یاسر! آپ کو ایک دن لوٹ کر آنا ہے۔ مجھے آپ یوں بھول نہیں سکتے۔ دیکھیے گا آپ جب بھی آئیں گے میں آپ سے بالکل بات نہیں کروں گی۔" روتے روتے وہ تکیے پر سر رکھ کر لیٹ گئی۔

صبح وہ معمول کے مطابق جلدی ہی اٹھ گئی تھی، کیونکہ اسکول اس نے ابھی تک جوائن نہیں کیا تھا۔ ابو اور امی کی جانب سے اجازت نہیں مل رہی تھی۔ مگر سرمد کی اسے مکمل سپورٹ حاصل تھی۔ وہ اتر کر نیچے آ رہی تھی کہ شہرینہ پر نظر پڑی جو ہال کمرے میں بیٹھی تھی۔ گود میں ارسل تھا جسے فیڈر پلا رہی تھی۔ دونوں کی نگاہوں کا تصادم ہوا، مگر فارحہ نے نخوت سے منہ پھیر لیا۔ اور وہ تیزی سے سامنے کچن میں ہی چلی گئی۔ جہاں چچی جان موجود تھیں۔

"فارحہ بیٹا! اچھا ہوا تم آ گئیں۔ ذرا جلدی سے اپنے چچا جان کو چائے دے آؤ۔" انہوں نے کیبنٹ سے کپ نکالا۔ اور پھر ماربل کے کاؤنٹر پر رکھ کر کیتلی سے چائے انڈیلنے لگی تھیں۔

فارحہ نے سر پر اپنا سرمئی آنچل رکھا۔ اور ٹرے لے کر ان کے کمرے میں جانے لگی تھی کہ شہرینہ نے اسے مخاطب کرلیا۔

"فارحہ! پلیز تم ذرا ارسل کو لے لو۔ میں سامان پیک کرلوں۔" اس نے آج ناراضگی بھلانے کی کوشش کی۔ فارحہ رکی نہیں۔ اور چلی گئی تھی۔ وہ کبیدگی سے دیکھتی رہ گئی تھی۔ وہ اس کی جانب دیکھنا تک گوارہ نہیں کرتی تھی۔ شہرینہ نے ارسل کو تو نیچے کاؤچ سے اتارا اور اس کی فیڈر کچن میں رکھی۔ خود سامان پیک کرنے چلی گئی تھی۔ فارحہ نے آ کر دیکھا ارسل گھٹنے چل کر اب کوریڈور کے فرش پر دوڑ لگا رہا تھا۔ اسے دیکھا تو اور تیزی سے وہ باہر کی جانب بھاگا۔

"شہرینہ بھی عجیب ہے۔ ابھی الٹا سیدھا کرے یہ تو بس۔" اس نے ننھے ارسل کو گود میں اٹھا لیا۔ اور

...آ گئی، کیونکہ ناشتہ بھی تو کرنا تھا۔

"تم ناشتہ کرلو۔ اسے مجھے دے دو۔" چچی جان نے ارسل کو اس سے لے لیا۔ وہ چپ سی تھی۔ ان سے بھی تو ...نام ہی بات کرتی تھی۔ مگر وہ انہیں قصوروار نہیں ٹھہراتی تھی۔

"چچی جان! صدف کیسی ہے؟" اپنے لیے چائے نکالنے کے بعد ان سے مخاطب ہوئی، جو کچن سے باہر جا رہی تھیں۔ ایک دم پھر رک گئیں۔

"مجھے تو ٹھیک نہیں لگ رہی تھی۔ پتہ نہیں کیوں وہ مرجھائی ہوئی سی لگی اس بار مجھے؟"

"خیریت تو ہے؟" اس نے اب ذرا جھجک کر پوچھا۔

"زینب کچھ بدلی ہوئی تھی ہے۔ انہیں بس یہی احساس ہوتا رہتا ہے کہ ابھی تک صدف کی گود نہیں بھری۔"

"انہوں نے ایسا کہا؟" فارحہ کو یقین نہ آیا۔

"زینب کی چند طنزیہ باتوں سے اندازہ لگا لیا ہے۔ اب اس میں صدف کا تو قصور نہیں ہے۔"

"بہت دنوں سے صدف آئی بھی نہیں ہے۔" اس نے اپنا ناشتہ وہیں کرنا شروع کر دیا۔ ارسل بار بار نیچے اترنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"میں نے کہا بھی نہیں۔" وہ افسردگی سے بولیں۔ دو ہی تو ان کے بچے تھے۔ وہ بھی خوش نہ ہوں تو وہ بے چین ...رہیں گی۔ نائل سے وہ بہت فکر مند سی ہوگئی تھیں۔

"ابھی مجھے اتنی جلدی صدف کی شادی نہیں کرنی چاہیے تھی۔"

"چچی جان! آپ اتنی فکر مند کیوں ہو رہی ہیں؟" اس نے اب ان کی دلجوئی کی۔

"اس لیے کہ پہلے ہی یاسر اور تمہاری وجہ سے فکر مند ہوں۔ اور اب یہ صدف کی فکر ہوگئی ہے۔" وہ یہ کہتی ہوئی کچن سے چلی گئیں۔ فارحہ کاؤنٹر سے ٹیک لگا کر پرسوچ انداز میں کھڑی ہوگئی۔ ناشتہ زبردستی حلق سے اتارا۔ اور پھر وہ لاؤنج میں آ گئی مگر سوچا کہ طائشہ بھابھی سے ہی پوچھا جائے صدف کے متعلق۔ آخر بات کیا ہے؟ چچا جان اور سرمد تو نو بجے آفس چلے گئے تھے۔ البتہ ابو (انوار احمد) بس ایک بار چکر لگا لیتے تھے۔

"بھابھی!" وہ پکارتی ہوئی اندر آئی، تو دیکھا شہرینہ وہاں پہلے ہی موجود تھی۔ اسے دیکھ کر وہ رک گئی۔

"آؤ آؤ فارحہ!" طائشہ نے اسے بلایا جو دروازے کی چوکھٹ پر رک گئی تھی۔ شہرینہ سنگل صوفے پر تیار بیٹھی تھی۔ اور طائشہ اس کے قریب کھڑی تھی۔

"آپ مصروف ہیں۔ بعد میں آ جاؤں گی۔" وہ تیزی سے پلٹی تھی۔

"فارحہ! پلیز، مجھ سے یوں مس بی ہیو مت کرو۔" وہ روہانسی ہوگئی۔

"میں تم سے کیوں مس بی ہیو کرتی ہوں؟ یہ تم جانتی ہو۔" وہ ایک دم ہی گھومی۔ آنکھوں میں طنز تھا۔ شہرینہ نے ندامت سے سر جھکا لیا۔

"فارحہ! کیا ہم پہلے جیسے نہیں ہو سکتے؟"

"شہرینہ! نقصان تمہارا نہیں میرا ہوا ہے۔ تم نے جو کرنا تھا وہ کیا۔ مگر میں کیوں گھاٹے میں رہی؟" وہ بھڑک ہی گئی۔ طائشہ نے گھبرا کر اسے دیکھا۔

"تم نے تم نے بہت بڑا نقصان کیا ہے۔ پل پل مر رہی ہوں میں۔ سنا تم نے۔" وہ آنکھوں میں آگ لیے اس سے مخاطب تھی۔ اور شہرینہ سکتے میں تھی۔

"کیا تھا تم پہلے ہی نائل بھائی سے صلح کر لیتی۔ تو کم از کم میرا تو نقصان نہ ہوتا۔" وہ یہ کہہ کر رکی نہیں تیزی سے بھاگتی ہوئی نکل گئی۔ دونوں میں اگر بات ہوئی بھی تو ایسی تلخ کہ وہ لب بھینچ کر اپنے اندر کی کیفیت کو کنٹرول کر رہی تھی۔

"شہری! تم اتنا کیوں پریشان ہوتی ہو؟ نہیں بات کرتی مت کرنے دو۔"

"لیکن بھابھی! ایسا لگتا ہے، میں نے بہت بڑا گناہ کر دیا ہے۔ مانتی ہوں میں غلطی پر تھی۔ لیکن یاسر بھائی نے کیوں اپنا مسئلہ بنایا؟" وہ بیڈ کے سرے پر بیٹھ گئی۔ اور لب کاٹنے لگی۔

"یہ تم یاسر کی بے وقوفی کہو۔ نہ صرف وہ، فارحہ کے ساتھ، بلکہ اپنے ساتھ بھی ظلم کر رہا ہے۔" طائشہ نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا۔

"تم دیکھنا جس دن بھی یاسر آئے گا، اس دن بہت بڑا ہنگامہ ہوگا۔ کیونکہ انہیں بہت غصہ ہے یاسر پر۔" فارحہ نے اسے بتایا۔

"آپ سرمد بھائی سے کہتیں نا، کہ وہ ہی یاسر بھائی کا پتہ لگائیں۔"

"تمہیں کیا معلوم شہرینہ! کہاں کہاں سے معلوم نہیں کر رہے ہیں۔ فارحہ کی اتنی فکر رہتی ہے کہ کیا بتاؤں۔" وہ خود بھی افسردگی سے بیٹھ گئی۔

دونوں کافی دیر تک باتیں کرتی رہی تھیں، مگر شہرینہ کو جانا تھا، کیونکہ جہاں آراء کی طبیعت خراب تھی اس نے فون پر پوچھا تھا۔ اس لیے وہ رات کے بجائے خود ہی بلال کے ساتھ جا رہی تھی۔ نائل کو اس نے بتایا نہیں تھا۔ اور اب یہاں آ کر بھی اس کا دل نہیں لگتا تھا۔ فارحہ اس سے بولتی نہ تھی۔ صدف اپنے گھر تھی۔ وہ کتنی طائشہ یا آمنہ سے باتیں کرتی؟ دوپہر بارہ بجے وہ بلال کے ساتھ چلی آئی تھی۔ جہاں آراء نے کہا بھی کہ اور رک جاتی۔

"آتے ہی کچن میں لگ گئی۔ کیونکہ دوپہر کا کھانا تو امی نے پکا لیا تھا، البتہ رات میں نائل کی وجہ سے اہتمام کرنا پڑتا تھا۔

"شہرینہ بجو! میں پھر چلتا ہوں۔" اس نے ٹی وی آف کر دیا، جو لاؤنج میں ہی لیٹ کر ٹی وی دیکھنے لگا تھا۔

"کھانا کھا کر جانا بس روٹیاں پکانی ہیں۔" اس نے کہا۔

"نہیں۔ چلوں گا۔ کہیں مجھے ضروری جانا ہے۔" وہ کھڑا ہو گیا، کیونکہ ارادہ اس کا جویریہ کی طرف جانے کا تھا، جس کی کافی دنوں سے خبر گیری کو نہیں گیا تھا۔

اجازت لے کر وہ چلا گیا۔



کتنا کڑوا سا اس نے منہ بنایا تھا۔ ماتھے کی شکنوں میں اضافہ ہو گیا۔ آنکھوں میں نفرت اور سرد مہری واضح تھی۔ [...]ی رکھائی اور کاٹ تھی، مگر اسے ان باتوں کی کب پرواہ تھی۔ وہ ڈھٹائی سے فان کلر کی پینٹ اور نیوی بلیو، شرٹ میں [...]پنی تمام تر وجاہت سمیت، دل جلانے والی مسکراہٹ لیے اس کے بالکل سامنے والے صوفے پر بیٹھا، اسے [...]پ اور محبت سے چور نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ اور وہ مسلسل منتشر ذہن کے ساتھ الجھن میں مبتلا تھی۔ بلو کاٹن کے [...]ری میڈ سوٹ میں بالوں کی پونی ٹیل بنائی ہوئی تھی۔ شہابی رنگت اس وقت غصے کی وجہ سے تمتما رہی تھی۔

"کتنا مشکل لگ رہا ہے نا مجھے برداشت کرنا۔" بلال نے مسکرا کر صوفے کی بیک سے ٹیک لگائی، تو وہ پہلو بدل کر رہ گئی۔ دوپٹہ پھسل کر ہاتھوں پر آ گیا، جو اس نے جھٹکے سے دائیں شانے پر ڈالا۔ کیونکہ غصہ وہ اسی طرح نکال سکتی [...]ی۔

"آج آپ لگ بھی بڑی پیاری رہی ہیں۔" اس نے بے باکی سے اب جویریہ کی تعریف کی تو وہ بیٹھے سے [...]ڑی ہو گئی۔

"کول، کول، اتنا غصہ نہیں کرنا چاہیے۔ آپ کو پتہ ہی ہے، ساری زندگی آپ نے مجھے برداشت ہی کرنا ہے۔"

"اف! شٹ اپ!" وہ چیخ ہی پڑی۔ دونوں ہاتھ اس کے ہوا میں معلق تھے، جو اسے وارننگ دے رہی تھی۔

"اگر آپ نے مزید بکواس کی نا، میں آپ کو نا جان سے مار دوں گی۔" اس سے بلال کی باتیں برداشت کرنا [...]شکل ہونے لگا، تو فوراً اشتعال میں آ گئی۔ بلال نے چار قدم بڑھا کر اس تک کا فاصلہ طے کیا۔ اور رعونت سے اس [...]لی رسیلی کانچ جیسی آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں۔

"مس جویریہ تو قیر! جان سے تو آپ نے مجھے پہلے ہی مار دیا ہے اپنی معصومیت سے۔"

"آخر آپ چاہتے کیا ہیں؟ کیوں مجھے تنگ کرنے آ جاتے ہیں؟" وہ روہانسی ہو گئی۔ اور پیر پٹختی ڈرائنگ روم سے نکلی جا رہی تھی کہ بلال نے تیزی سے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا تو وہ پوری گھوم گئی اور اس کے سینے سے آ لگی۔

"میں صرف تمہیں تم سے چاہتا ہوں، سچے جذبوں سمیت۔" اس نے جویریہ کے کان میں سرگوشی کی۔ تو وہ دھڑکتے دل کے ساتھ اس سے جدا ہونے لگی، تو بلال نے حصار تنگ کر لیا۔

"تمہارے دل کی دھک دھک میں واضح سن رہا ہوں۔ تمہارے دل کی دھڑکن میری محبت کا اعتراف کر رہی ہے۔ دا مجھے پکار رہی ہے۔" وہ کسمسائی بھی، مگر بلال پوری طرح اسے اپنے قبضے میں لیے ہوئے تھا۔ اس کا نازک کومل سا وجود بلال کے مضبوط اور توانا ہاتھوں میں پگھلا جا رہا تھا۔

"کیوں آپ اپنے دل کے ساتھ بھی جرم کر رہی ہیں؟ اور میرے ساتھ تو کر ہی رہی ہیں۔" اس نے جویریہ کے سرخ ہوتے رخسار پر اپنے ہونٹوں کا لمس چھوڑا۔ وہ تو کرنٹ کھا کر رہ گئی۔

"کیا بدتمیزی ہے یہ! چھوڑیئے!" وہ دھاڑی۔

"فضول ہی ہے یہ چیخنا چلانا۔ کیونکہ آپ اتنی نازک سی ہیں۔ اور کہاں اتنا غصہ افورڈ کر سکتی ہیں۔" بلال نے اسے چھوڑا تو وہ اس پر جھپٹ پڑی۔ اتنا زوردار دھکا دیا کہ بلال توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ وہ سینٹر ٹیبل سے الجھ کر گرا اور

اس کا سر سنگل صوفے کے سائیڈ پر رکھی کرسٹل ٹیبل پر لگا۔ اور وہ چاروں خانے چت گر پڑا۔ جویریہ حواس باختہ ہو
گئی، کیونکہ بلال گرتے ہی بے ہوش ہو چکا تھا۔ وہ کارپٹ پر بالکل ساکت و جامد پڑا تھا۔ جیسے جسم سے جان نکل گئی
ہو۔ اب تو وہ بوکھلا گئی کہ کیا کرے؟

''اف یہ کیا کر دیا میں نے۔'' وہ دائیں ہاتھ کی مومی انگلیوں کو دانت میں دبا کر اضطرابی کیفیت میں
دونوں گھٹنے ٹیک کر اس کے قریب جھکی۔

''ہائے، یہ کیا ہو گیا؟'' وہ بار بار اپنا ہاتھ بلال کے چہرے کے قریب لاتی۔ مگر فطری حیا مانع آ
جاتی۔ گوناگوں کی کیفیت میں پڑ گئی۔ ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ گھر میں بھی اکیلی تھی۔ ڈیڈی ابھی تک اپنے ٹور سے
نہیں آئے تھے۔ وہ اٹھی اور پانی بھر کر گلاس لائی اور اس پر پانی ڈالا۔ مگر بلال میں پھر بھی حرکت نہ ہوئی۔ اب
چہرہ ہاتھوں سے تھپتھپایا۔

''بلال! بلال! پلیز بلال! آنکھیں کھولیے۔'' اب وہ ہراساں سی ہو کر مسلسل اسی کے نام کی تکرار کر
تھی۔ اس کے وہ بالکل قریب بیٹھی تھی۔ بار بار کبھی اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرتی۔ تو کبھی بلال کو بے چارگی سے

''لیکن ان کے چوٹ کہاں لگی ہے؟ جو یہ بالکل بے ہوش ہو گئے ہیں۔'' وہ خود ہی سوچ میں پڑ گئی۔
ہمت کر کے جھک کر بلال کے قریب گئی تا کہ سانسیں تو سن سکے۔ اتنے میں بلال کا بھاری مردانہ ہاتھ اس کی پشت
پڑا، تو وہ اس کے اوپر ہی گر گئی۔ اور جویریہ کے جسم میں سنسنی دوڑ گئی۔ آنکھیں وحشت سے پھیل گئیں۔ بالوں کی
بلال کے چہرے کو چھونے لگی۔

''مجھ سے محبت کرتی ہو۔ جب ہی میرے بے ہوش ہونے پر گھبرا گئی ہو۔'' اس نے مسکراہٹ کے ساتھ
چہرہ دیکھا، جو نگاہیں چرا رہی تھی۔ اور اپنا آپ بھی چھڑانے کی سعی کی۔

''کیا بے ہودہ حرکت تھی یہ۔'' وہ تو سرتاپا جل ہی گئی۔ تیزی سے اٹھی۔ سنبھل کر کھڑی ہوئی۔ بلال بھی کپڑے
جھاڑتا ہوا کھڑا ہوا۔ اس کی شرٹ پانی کی وجہ سے کالر کے پاس سے گیلی ہو گئی تھی۔ شوخ سی نگاہ اس پر ڈالی۔ جو
ہو رہی تھی۔

''میں تو چیک کر رہا تھا کہ اگر میں کبھی مر مرا گیا، تو آپ گھبراتی ہوئی کیسی لگیں گی۔''

''میری بلا سے آپ مریں یا جئیں۔ مجھے کوئی سروکار نہیں۔'' وہ سینے پر ہاتھ لپیٹ کر بولی۔

''ایسے تو نہ کہیں۔ اگر مرا تو سب سے پہلے آپ ہی روئیں گی۔''

''یہ آپ کی ناحسرت ہی رہ جائے گی۔ مسٹر بلال احمد! یہ کبھی ہو گا نہیں۔'' اس نے لہجے کو مضبوط بنا کر
حالانکہ دل تو بار بار اس کی نفی کرتا رہتا۔ مگر وہ ڈیڈی کی محبت کے ساتھ کسی اور کی محبت شیئر نہیں کر سکتی۔

''جویریہ تو قیر! یہ ہو گا اور یہ ہونا ہے۔ کیونکہ میں نے آپ سے محبت کی ہے۔ کوئی مذاق نہیں۔ زندگی کی آخری
سانس تک میں آپ کو ہی چاہوں گا۔'' اٹل ارادوں کا پتہ دیتی تھیں اس کی آنکھیں۔ جویریہ نے سراسیمگی سے
سے دیکھا۔ جو خطرناک حد تک سنجیدہ تھا۔

''مجھے آپ کی محبت پر بالکل اعتبار نہیں ہے۔'' اس نے پھر نفی کی اس کے سچے جذبوں کی۔

''جویریہ! آپ کو ایک دن اعتبار کرنا پڑے گا۔''

''آپ محبت کو کیا سمجھتے ہیں؟ بتائیے؟ بار بار یہی بات کیوں کرتے ہیں؟'' وہ چڑ کر گویا ہوئی۔ چہرہ
جذبات سے عاری تھا۔

محبت میں کسی دلیل کی ضرورت نہیں پڑتی۔ آپ کو محبت اور محبت کی سچائیاں جاننا ہیں، تو رشتے کو پہچاننا پڑتا
میں نے آپ سے اپنا رشتہ اٹوٹ اور مضبوط باندھا ہے۔ جو دل کا اور روح کا ہے۔ میری محبت کوئی ہوس پرست
ہے۔'' وہ رک رک کر بول رہا تھا اور وہ بے زاری سے سب سن رہی تھی۔
میری پاکیزہ اور شفاف محبت ہے۔ میں آپ کے علاوہ کسی اور لڑکی کو اس نظر سے دیکھنا توہین سمجھتا ہوں۔ اور
محبت کے بارے میں؟''

''بس کریں۔ بند کریں اپنی یہ بے سروپا گفتگو۔ میرے دل میں آپ کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔'' وہ سختی سے

''آپ جان بوجھ کر میری نفی کرتی ہیں۔ مجھے چاہتی ہیں۔ لیکن اظہار کرنے سے بچتی ہیں۔ لیکن ایک دن آپ
اپنے منہ سے اظہار کریں گی۔ اور وہ دن دور نہیں ہے۔'' وہ اسے شانوں سے پکڑ کر جھنجھوڑنے لگا۔

''اتنی آسانی سے آپ کو میں جانے نہیں دوں گا۔ یاد رکھیے گا۔ میں حد سے گزر جاؤں گا پھر آپ کو میرے پاس
آنے کے سوا کوئی چارہ نہ ہو گا۔'' وہ اسے وارن کرنے لگا۔

''آپ کے گھر والوں سے آپ کی میں شکایت کروں گی۔ مس آمنہ سے کہوں گی میں۔''

''کیا کہیں گی۔ ہیں، ہمت ہو گی آپ میں کہ بلال مجھ سے محبت کرتا ہے۔ اور میں اسے دھتکارتی ہوں۔'' وہ
کے قریب آیا تو وہ پیچھے ہٹ گئی، کیونکہ بلال اسے بالکل ہی آؤٹ آف کنٹرول لگا۔

''میں ایسا کچھ نہیں کہوں گی، بلکہ وہ کہوں گی جس سے آپ کو اپنے گھر میں بھی جگہ نہ ملے گی۔'' اب وہ ذرا
فاتحانہ مسکراہٹ کے ساتھ معنی خیزی سے بولی، تو بلال نے تیکھے چتونوں سے اس کی بات سمجھنے کی کوشش کی۔

''کیا کہیں گی؟'' وہ قدرے توقف کے بعد پھر مخاطب ہوا۔

''وہی۔ جو آپ جیسے محبت کا دم بھرنے والے لڑکے جب یہ سنیں گے کہ انہوں نے کسی لڑکی کا......'' آگے بولتے
ہوئے اس کی زبان رک گئی۔

''چھی! جویریہ! اتنی گندی حرکت کرتے ہوئے تمہیں شرم نہیں آئے گی۔''

''نہیں۔ بالکل نہیں۔ اگر آپ باز نہیں آئے تو۔'' اب وہ اسے کن انکھیوں سے دیکھتے ہوئے بولی۔

''آپ اپنی کر لیجیے۔ میں اپنی کروں گا۔ لیکن میں اپنے ارادوں سے بالکل نہیں ہٹوں گا۔'' وہ بھی ایک ضدی

''جویریہ! میں ان مردوں کی طرح نہیں ہو، جو صرف اپنی ہوس پوری کرنا چاہتے ہیں۔ میں عورت کی بہت عزت
کرتا ہوں۔ اس لیے جائز اور شرعی حقوق رکھ کر آپ تک پہنچوں گا۔ کیونکہ میری رگوں میں شریفوں کا خون ہے۔''
اس نے ساتھ ہی طنز کیا تو وہ نگاہ جھکا کر رہ گئی۔

''امید ہے۔ آپ ایسی کوئی حرکت نہیں کریں گی، کیونکہ آپ پر ایسی گندی حرکتیں سوٹ نہیں کرتی ہیں۔ اس لیے
پلیز اپنا امیج میرے گھر والوں کے سامنے خراب نہیں کریئے گا۔ ایک دن آپ کو اسی گھر میں آنا ہے۔'' وہ پھر اسے یاد
دلا کر بولا تو وہ کھسیا گئی۔

''چلتا ہوں۔ لیکن اب میں صرف جب ہی آؤں گا۔ جب آپ کے ڈیڈی آ جائیں گے۔'' وہ جانے کے لیے مڑا۔
''لیکن میری باتوں پر غور ضرور کیجیے گا۔ میں نے جو کہا ہے آپ اپنی ضد چھوڑ دیں۔'' جاتے جاتے رک کر پھر
اسے مخاطب ہوا تھا، جو اس کے دعواں ہوتے چہرے کو دیکھنے گئی۔ دل ملول سا ہونے لگا تھا۔ بار بار بلال کو مایوس

کرتی ہے۔

''پلیز بلال! میں آپ سے ریکویسٹ کرتی ہوں۔ آپ اپنا راستہ بدل لیں۔ میں آپ کی منزل نہیں'' روہانسی ہو کر ملتجی لہجے میں بولی۔

''جویریہ! زندگی میں جو راستہ منزل کی طرف جاتا ہے۔ اسی پر چلنا چاہیے۔ میری منزل آپ ہیں اور میری منزل تک جا رہا ہے۔'' وہ پھر ڈٹا ہوا بولا۔

''میں منزل نہیں سراب ہوں، جو ہاتھ نہیں آتا۔''

''آپ سراب نہیں۔ آپ میرا خواب ہیں۔ جسے پورا کرنا ہے۔'' وہ پھر بولا۔

''چلتا ہوں۔ ٹیک کیئر۔ پھر آؤں گا۔'' وہ یہ کہتا ہوا بھاری قدموں سے چلا گیا۔ اور بلال کے قدموں کی اسے اپنے دل پر محسوس ہو رہی تھی۔ وہ مسلسل بلال کو زچ کر رہی ہے۔ اندر کونے سے کوئی مسلسل اسے اس ارادوں سے ہٹا رہا ہے۔ وہ کمزور لمحوں کی زد میں نہیں آنا چاہتی۔ وہ صرف ڈیڈی کے ساتھ رہنا چاہتی ہے ان کی بن کر۔ اسے کسی کی ضرورت نہیں۔

●●●

''تم نے تو آ کر مجھے حیران کر دیا۔'' نائل بڑے صوفے پر لیٹا ہوا تھا۔ اور ٹی وی کا ریموٹ اس کے ہاتھ میں تھا۔ جبکہ شہرینہ رات کے کھانے کے بعد کچن سمیٹ رہی تھی۔ اور ڈائننگ ٹیبل سے سارے برتن اٹھانے آئی تو

''میں امی کی وجہ سے آئی ہوں۔ ان کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔'' اس نے جھٹ اس کی خوش فہمی دور کی اور پلیٹیں اٹھا کر کچن میں لے گئی۔ وہ بھی تیزی سے اٹھ کر کچن میں ہی آ گیا اور اسٹول کھسکا کر بیٹھ گیا۔ اور وہ مسٹرڈ جارجٹ کے کپڑوں میں ملبوس سنک میں رکھے برتن دھونے لگی۔

''تمہیں جھوٹ تو بہت اچھا بولنا آ گیا ہے۔''

''ہر ایک کو اپنی طرح نہیں سمجھا کریں۔'' اس نے دھلی پلیٹیں اوپر ریک میں لگائیں۔ اور بقیہ برتن کیبنٹ میں رکھے۔ ارسل کی بوائل کی فیڈر ریپن سے نکالی اور اسے دھونے لگی۔

''شہرینہ! بس کرو یار! میں تھک گیا ہوں۔'' اب وہ واقعی کھسیا گیا۔

''تھک گئے ہیں تو سو جایئے جا کر۔ صبح پھر آپ کو آفس کے لیے اٹھنا ہو گا۔'' اس نے اطمینان سے کہا۔

اب نائل نے اسے گھورا، جو ارسل کی فیڈر میں بوائل پانی ڈال کر اسے ناپ رہی تھی۔ کتنا اونس ہے۔

''لیکن آج میں سونے کے موڈ میں نہیں ہوں۔ بہت تم نے بور کر دیا ہے مجھے۔'' وہ اس کے قریب آ گیا۔ شہرینہ نے رخ موڑ کر دیکھا۔ دودھ کا ڈبہ کھولا اور پھر فیڈر میں چمچے سے ناپ کر ڈالنے لگی۔

''ٹھیک ہے۔ آپ جاگیے مجھے کوئی اعتراض نہیں۔'' وہ اس کا مطلب خوب سمجھ رہی تھی، کیونکہ نائل کی آنکھوں میں ایک طلب واضح نظر آ رہی تھی۔ کافی دنوں سے وہ اسے اگنور کر رہی تھی۔ وہ فیڈر ہلاتی ہوئی باہر آ گئی۔ تقلید میں وہ بھی باہر آیا۔

''کیا مطلب ہے تمہارا؟ میں اکیلا جاگوں گا؟'' اس نے امی کے کمرے میں اسے جانے سے پہلے ہی بازو پکڑ کر کھینچا تو وہ گرتے گرتے بچی۔

''نیند آپ کو نہیں آ رہی ہے، تو ظاہر ہے آپ ہی جاگیں گے نا۔ پتہ ہے میں وہاں جرمنی میں نو بجے ہی سو جاتی تھی۔ مگر اب ایک بجے سے پہلے سونا ناممکن ہو گیا ہے۔''

تمہاری شادی سے پہلے کی زندگی تھی۔ اور اب یہ مجھ سے وابستہ ہے۔ اس لیے تمہیں اب میرا خیال کرنا ہو گا۔'' وہ خفگی سے گویا ہوا۔

''شہرینہ بیٹا! فیڈر لے آؤ اس کا۔'' جہاں آراء کی آواز آئی، تو دونوں ہی چونک گئے۔ اس نے اپنا بازو چھڑایا۔

''میں امی سے کہتا ہوں کہ ارسل کو آپ سلا لیں۔''

''بات؟'' دماغ تو درست ہے آپ کا؟ امی پہلے ہی بیمار ہیں۔'' وہ تو چیخ ہی پڑی۔ پھر سیدھی ان کے کمرے میں آئی۔ جہاں ارسل نے رونا مچایا ہوا تھا۔ نائل بھی منہ بناتا اندر آ گیا۔

''کب سے رو رہا ہے۔'' وہ بولیں۔

''فیڈر بوائل کرنے میں ٹائم لگا ہے۔'' اس نے ارسل کو ان سے لیا اور بیڈ پر بیٹھ کر فیڈ کرانے لگی۔ نائل الگ خفا سا صوفے پر بیٹھ گیا۔

''نائل! تمہیں خبر ہے، ارسل کی سالگرہ آ رہی ہے بیٹا! کچھ تیاری وغیرہ کر لو۔''

''جی امی! مجھے خبر ہے۔ ابھی دو ماہ باقی ہیں۔'' اس نے کہا۔ شہرینہ نے رخ موڑ کر اسے دیکھا جو نہایت غصے میں تھا۔

''اچھا میں سونے جا رہا ہوں۔'' وہ جتاتا ہوا کمرے سے نکل گیا۔

امی تو لیٹ چکی تھیں۔ ارسل بھی دودھ پی کر سو گیا، تو وہ اسے لے کر اپنے بیڈ روم میں آ گئی۔ جہاں نائٹ بلب جل رہا تھا۔ نائل کروٹ لیے لیٹا تھا۔ مگر انداز ایسا تھا کہ ابھی تک جاگ رہا ہے۔

اس نے ارسل کو اپنے اور نائل کے درمیان لٹایا۔ اور خود چینج کرنے چلی گئی۔ پنک نائٹی میں باتھ روم سے نکلی تو نائل نے سیدھی نگاہ اس پر ڈالی، مگر وہ اگنور کرتی ہوئی اپنی جگہ پر آ لیٹی تو نائل اٹھ بیٹھا۔

''اسے اٹھاؤ اور کاٹ میں لٹاؤ۔'' حکمیہ لہجے میں بولا، تو وہ لیٹے لیٹے اسے دیکھنے لگی۔ اس کے یوں اچانک ہی کہنے پر۔

''یہ آج یہاں پہلی بار نہیں لیٹا ہے۔ اور پھر بار بار اٹھتا ہے فیڈ کے لیے۔'' وہ کروٹ لے کر بولی۔

''یار! کچھ دیر کے لیے تم میرے لیے ٹائم نکال لو۔'' نہایت بے چارگی سے بولا، تو شہرینہ کو اس پر ترس آنے لگا۔ وہ اس کی فطری بے ساختگی کو سمجھ رہی تھی۔ مگر نہ جانے کیوں اسے نائل کے قریب جاتے ہوئے بار بار یہ احساس ہونے لگا تا کہ اس کے لمس سے کوئی اور بھی آشنا ہو چکا ہے۔

''سوری، میرے پاس آپ کے لیے اب کوئی ٹائم نہیں ہے۔'' اس نے بے گانگی کی حد کر دی تو وہ خود ارسل کو اٹھانے جھکا۔ اس کے رخسار پر پیار لیا تو وہ کسمسا کر رہ گیا۔ آہستگی سے اس نے اٹھایا۔ مگر وہ بھی ایک تھا اپنے نام کا، اس نے آنکھیں کھول دیں۔ اور کاٹ میں لیٹ کر ٹکر ٹکر نائل کو دیکھنے لگا۔

''یار! تو تو میرا پکا دشمن بن گیا ہے۔'' وہ تیز لہجے میں بولا۔ لاکھ اسے تھپکا۔ مگر مسلسل وہ آوازیں نکالتا رہا۔ شہرینہ اس کی کارروائی دیکھ رہی تھی۔ وہ بھی اٹھ کر آئی تو ارسل نے فوراً اس کی جانب ہمکنا شروع کر دیا۔

''پورا آپ پر گیا ہے۔'' اس نے ارسل کو اٹھا کر کہا۔ نائل نے نائٹ بلب کی روشنی میں اس کا ہوش ربا حسن دیکھا، تو خود پر قابو رکھنا مشکل ہو رہا تھا۔ فطری طلب اسے بار بار شہرینہ کو چھونے کو مچل رہی تھی۔ مگر اس کا سارا موڈ خراب ہو گیا، تو کمرے سے ہی باہر نکل گیا۔ شہرینہ بس تاسف سے دیکھتی رہ گئی۔

●●●

صبح وہ غصہ کی وجہ سے اٹھا ہی نہیں۔ اور نہ آفس گیا۔ شہرینہ نے اسے کئی بار اٹھایا بھی۔ مگر نائل تو جلا ہوا تھا۔ مسلسل بستر پر کروٹیں بدلے جا رہا تھا۔

''آج نائل کیا آفس سے چھٹی کرے گا؟'' جہاں آراء نے اچنبے سے پوچھا۔

''امی! چھٹی تو ان کی ہو گئی ہے۔ تین چار بار اٹھا چکی ہوں۔ اب دیکھیے گیارہ بھی بج گئے ہیں۔ لیکن ابھی لیٹے ہوئے ہیں۔'' وہ ماسی سے لاؤنج کی صفائی کروا رہی تھی۔ اور خود کپڑے سے چیزوں کی ڈسٹنگ کر رہی تھی۔ جہاں آراء بیگم ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھی لہسن چھیل رہی تھیں۔

''چھٹی تو وہ کرتا نہیں ہے۔''

''کیا خبر، انہیں ایسا ضروری کام نہ ہو۔'' وہ پھر گویا ہوئی۔

شہرینہ! شہرینہ!'' اس کی چیختی چنگھارتی آواز نے دونوں کو چونکا دیا۔ وہ ایک لمحے کو کانپی بھی کیونکہ اسے ذرا رات کا غصہ ہنوز موجود ہے۔

''تم جلدی جاؤ۔ ورنہ گھر سر پر اٹھا لے گا۔'' جہاں آراء نے اس سے کہا، جو سوچ میں پڑی ہوئی تھی۔ جبکہ اب کوریڈور کے فرش کا پوچا مار رہی تھی۔ وہ پھر تیزی سے بھاگی کہ اس سے پہلے کہ ماسی کے سامنے تماشہ ہو۔ اور اب اس کا یہ مقصد بھی نہ تھا کہ نائل پھر غصہ کر کے چیختا چنگھاڑتا رہے۔

''آہستہ بھی پکار سکتے ہیں آپ مجھے۔'' وہ آتے ہی خفگی سے بولی تو نائل نے لیٹے لیٹے اس سے گھورا، جو ہلکا سوٹ میں بالوں کو کیچر میں قید کیے، دوپٹے سے بے نیاز کھڑی تھی۔

''جی بولیے؟'' وہ دانت پیس کر بولی۔

''تمہاری وجہ سے صرف میں آفس نہ جا سکا۔''

''واٹ؟ میری وجہ سے؟'' وہ حیران ہی رہ گئی۔ دو قدم بڑھا کر اس کے قریب چلی آئی، تاکہ وہ ذرا اس۔ آہستگی سے بات کرے۔ ورنہ پھر آواز باہر جانے کا احتمال تھا۔

''دیکھو تم بنو مت۔ مطلب میرا تم اچھی طرح جانتی ہو۔ ہر بات کے لیے کیا مجھے عمل کر کے بتانا پڑے گا؟'' طرح بھناتا ہوا کمبل دور پھینک کر اٹھا، شہرینہ فوراً گھبرا گئی۔ پیچھے ہٹی ہی تھی۔ نائل نے اس سے بازو پکڑ لیا۔ اب تو نے دھک دھک کرنا شروع کر دیا۔ وہ اپنا چہرہ اس کے چہرے کے بالکل قریب لے آیا۔ دونوں کی سانسیں دوسرے سے ٹکرانے لگیں۔ پلکوں کی گھنیری جھالر چہرے پر سایہ فگن تھی۔ نائل کی انگلیاں اب اس کی پشت پر لگیں، تو اس کے جسم میں جھرجھری دوڑ گئی۔ ایسا لگا کہ نائل کی انگلیاں نہیں سانپ ہو، جو اسے اپنے گرد لپٹا ہوا محسوس ہوا۔

''پلیز، لیو می!'' وہ چیخ ہی پڑی، مگر نائل کی وارفتگی میں کوئی کمی نہیں تھی، بلکہ شدت بہت بڑھی ہوئی تھی۔

''پلیز، ڈونٹ ٹچ می!'' اور اب وہ زوردار انداز میں دھاڑی، تو نائل نے ایک دم ہی اسے خود سے الگ دیا۔ جو لمبے لمبے سانس لے رہی تھی، چہرہ غصے کی وجہ سے سرخ ہو رہا تھا، مٹھیاں سختی سے بھینچ لیں۔

نائل نے اس کی یہ کیفیت بڑی حیرانگی سے دیکھی۔ ... پہلے تو کبھی وہ اس طرح نہ کرتی تھی۔ کبھی اس نے ناگواری کا اظہار نہ کیا تھا۔ مگر اس کا انداز نخوت زدہ تھا۔

''آپ نے آخر مجھے کیا سمجھ لیا ہے؟''

''شہرینہ! تم میری بیوی ہو۔ میں کوئی ناجائز طریقے سے تمہیں نہیں ٹچ کر رہا تھا۔'' وہ بجھے بجھے لہجے

بالوں کو اس نے دونوں ہاتھوں سے جکڑ لیا۔ دماغ جو جھنجھنا اٹھا تھا۔

''اچھا۔ آپ کو پتہ ہے جائز طریقے؟ حیرانگی ہے۔'' اس نے تمسخر اڑا کر اس پر طنز کیا۔ جو وہ بالکل ہی نہ سمجھا کہ کیوں اس سے دور ہوتی جا رہی ہے؟ کیوں اجنبی بنتی جا رہی ہے؟

''پلیز، تم مجھے یہ بتاؤ کہ اس روڈ رویے کا کیا مطلب لوں؟ کیوں آخر اپنی اور میری ازدواجی زندگی میں کانٹے بو رہی ہو؟ آخر ایسا کیا ہو گیا کہ تم میرے قریب تک آنا اب اپنی توہین سمجھتی ہو؟'' وہ افسردگی سے بولتا اس کے سامنے کتنا بے بس اور لاچار لگ رہا تھا۔ آنکھوں میں ایک تفکر تھا۔ چہرے کی رونق تک غائب تھی۔

''جانتا ہوں، میں نے تمہیں بہت دکھ دیے، ظلم کیے اعتراف کرتا ہوں۔ اب مداوا بھی تو کر رہا ہوں۔ پھر کیوں تم اچانک بدل گئی ہو؟''

''اس سے پہلے ہی آپ ٹھیک تھے۔ کم از کم مجھے ایک ہی تو رونا تھا کہ آپ مجھ سے بے اعتنائی برت رہے تھے۔'' وہ بولتی ہوئی نائل کو بالکل ہی مختلف لگی۔ بالکل بھی وہ اندازہ نہ تھا جب وہ جرمنی سے آئی تھی۔ لب و لہجہ تک بدل گیا تھا۔ کتنی تفصیل سے باتیں کرنے لگی تھی۔

''مجھے آپ چھوتے ہیں نا تو ایسا لگتا ہے کہ میں بس آپ کے جذبوں کی تسکین کا ذریعہ ہوں۔ بس، آپ کو چاہیے بھی کیا۔ میں ہوں یا کوئی اور۔''

''بکواس بند کرو اپنی۔'' وہ سرتاپا سلگ گیا۔ اتنی تضحیک بھرا لہجہ، اتنی رکیک بات اسے کہہ رہی تھی۔

''آج تک میں ان فضولیات میں کبھی نہیں پڑا۔''

''جھوٹ بہت اچھا بول لیتے ہیں۔'' وہ اسے گھورتی ہوئی، اب کمرے کی چیزوں کو سمیٹنے لگی۔ سب سے پہلے کمبل اٹھا کر تہہ لگانے لگی۔ نائل کمر پر ہاتھ ٹکائے اسے دیکھنے لگا۔ جس کی ایک ایک بات میں زہر گھلا ہوا لگا۔

''اگر میں جھوٹ بولتا نا تو آج تم میری بیوی نہ ہوتیں۔''

''کیوں؟ دوسری پہلے ہی دیکھی ہوئی تھی، جو نہیں ملی تو طلب مٹانے کو مجھ سے کر لی۔''

''بس کرو شہرینہ! بس کرو۔ حد ہوتی ہے بہتیں لگانے کی۔ اگر میں تم سے اتنی دیر سے نرمی سے بات کر رہا ہوں تو تم مجھ پر الٹے سیدھے الزام لگاتی جاؤ گی۔ میں نے شادی کی ہے۔ کوئی مذاق نہیں کیا ہے۔ تم میری بیوی اور میرے بچے کی ماں ہو۔ سمجھیں؟'' وہ ایک ایک جملہ ناپ ناپ کر بولتا اس سے جتا رہا تھا۔

زبردستی، بلکہ اپنے دل پر جبر کر کے شادی کی ہے آپ نے لگتا ہے۔ انتخاب آپ کا غلط ہو گیا ہے۔'' ایک اور اس نے چرکہ لگایا۔ اور کمبل کو بیڈ کی پائنتی رکھا۔

''انتخاب میرا بالکل صحیح ہے ہاں البتہ لگتا ہے تمہارے اندر احساس محرومی بول رہا ہے۔'' اس نے وار کیا۔ وہ جیسے گھومی اور فہمائشی نگاہوں سے نائل کو گھورا۔

''ہاں۔ احساس محرومی ہی بولتا ہے کہ میں آپ کی کیسے بیوی بن گئی؟ میری جگہ کسی اور کو ہونا چاہیے تھا۔''

''شہرینہ! اسٹاپ اٹ! ایک لفظ اب نہیں بولنا۔ اب میں نا۔ دیکھنا کیا کرتا ہوں۔'' وہ ہاتھ اٹھا کر وارننگ دینے لگا۔ تو وہ سر ہاتھوں میں تھام کر بیڈ کے سرے پر ٹک گئی۔

''اب میں تمہاری شکایت ابرار انکل سے کروں گا، تاکہ وہ تمہاری عقل ٹھکانے لگائیں۔''

خبردار! جو آپ نے دوبارہ کوئی فساد کھڑا کیا تو، میری لڑائی آپ سے ہے۔ اس میں پاپا کو انوالو مت کریں۔'' وہ اب بوکھلا ہی گئی کہ اگر پاپا کو دوبارہ اس کی جانب سے کوئی بات پتہ چلی، تو پھر سے خفا ہو جائیں گے۔ اور اس بار اپنی

وجہ سے وہ اس گھر میں کوئی بھی ہنگامہ نہیں چاہتی۔ پہلے ہی فارحہ اس سے بدظن ہے۔ کہیں پھر اس کے ل
پڑ جائے۔

''لڑائی تمہاری ہے۔ اور جو بے بنیاد، بے مقصد، اور فضول، جس کا نہ سر ہے نہ پیر، نہ تم مجھے کچھ بتاتی ہو اور
کوئی سزا دیتی ہو۔'' اب وہ اکتاہٹ سے بولا۔

''بے مقصد ہے، فضول ہے، بے بنیاد ہے آپ کی نظر میں۔ اگر کبھی آپ غور کریں خود پر کہ آپ نے کہاں غ
کی ہے۔ تو آپ کو سمجھ آ جائے گی۔''

''تمہاری طرح اتنا سمجھدار نہیں ہوں۔'' طنز کیا اور تولیہ اٹھا کر واش روم میں جانے لگا۔

''امی کے سامنے پلیز گریز کیا کریں۔ اتنی اونچی آواز میں بولنے سے۔ وہ مجھے تو نہیں آپ کو ڈانٹیں گی
مجھے یہ برا لگتا ہے۔'' وہ ذرا منمنا کر بولی۔

''اچھا۔ تمہیں برا بھی لگتا ہے؟ میں سمجھا کہ بس......'' آگے بولتے بولتے رک گیا۔

''سنو۔ تم چاہے مجھ سے کتنا ہی بچتی رہو۔ لیکن یاد رکھنا اپنے حق سے میں کبھی دستبردار نہیں ہوں گا۔ تم چاہے
مناؤ یا اگنور کرو۔'' وہ دھونس بھرے لہجے میں کہتا واش روم میں گھس گیا۔

''اونہہ! آپ کی ملکیت ہوں نا نائل حسن! لیکن میں بھی ضد کی پکی ہوں۔ منہ سے آپ کو کبھی نہیں بتاؤں گی
آپ نے کہاں غلطی کی ہے۔'' وہ وارڈروب کی جانب بڑھی، تاکہ اس کے کپڑے نکال دے۔ لیکن سمجھ نہیں آیا کہ
نکالے؟

اسی تذبذب میں بیٹھی رہی کہ وہ نکل آئے تو پوچھ لے گی۔ پندرہ منٹ بعد وہ باتھ گاؤن میں باہر آیا تو اسے
صوفے پر گم صم بیٹھا پایا۔

''ناشتہ تیار کرو۔ آ رہا ہوں میں۔'' اب وہ تولیہ سے بال رگڑتے ہوئے بولا۔

''آپ کے کپڑے کون سے نکالوں؟''

''آج تمہیں میرے پوچھنے کی کیا پڑ گئی؟ اس سے پہلے تو تم نے کبھی نہیں پوچھا۔ اپنی مرضی سے ہی نکالتی
ہو۔ میں نے کبھی منع کیا۔'' وہ حیرانگی سے بولا۔

''اس لیے پوچھ رہی ہوں کہ آفس سے تو آپ کی چھٹی ہو گئی ہے ظاہر ہے فارمل سا ڈریس تو پہنیں گے نہیں۔''

''چھٹی کی ہے تو کوئی مقصد ہی ہے۔ شاپنگ پر چلنا۔ ارسل کی اور تمہاری شاپنگ کروا دوں گا۔'' ڈریسنگ ٹیبل
سے لوشن اٹھا کر ہتھیلی پر ڈالا۔

''اور ہاں، نہ میں بالکل سنوں گا نہیں۔ تین بجے تک تیار ہو جانا۔ ابھی مجھے کہیں ضروری جانا ہے۔ کیونکہ آج
سارا دن تمہارے نام۔''

وہ کچھ نہ بولی۔ اسے کرتا، شلوار کا ہینگر تھما کر تیزی سے کمرے سے نکل گئی، کیونکہ لڑائی اور بڑھتی جا رہی تھی۔ اس
لیے سامنے سے ہٹنا لازمی تھا۔

''شہرینہ! میں بھی پتہ لگا کر ہی رہوں گا کہ ایسا میں نے کیا کر دیا کہ میرے قریب آتے ہوئے تمہیں الجھن ہوتی
ہے؟'' وہ تیار ہونے کے ساتھ ساتھ سوچ بھی رہا تھا۔

● ● ●

''مجھے زینب سے یہ امید نہیں تھی۔'' شاہین تاسف سے گویا ہوئی۔

''اب ہمیں کیا خبر تھی کہ زینب ایسے بدلے گی۔ کم از کم ہم پہلے اچھی طرح پرکھ تو لیتے اس سے۔'' فاخرہ بیگم کو بھی
افسوس ہو رہا تھا، زینب کی ذہنیت جان کر۔ انہوں نے صدف کو کیا طعنہ مارا تھا۔

''بھابھی! آپ یہاں بلا لیں۔ صدف کا چیک اپ کروا کر دیکھ لیتے ہیں۔'' آمنہ کے ذہن میں آیا تو وہ بولیں۔
دیورانی، جیٹھانی ہال کمرے میں باتوں میں مگن تھیں۔ موضوع بحث زینب اور صدف ہی تھیں۔

''تم آمنہ! اس سے بے فکر رہو۔ زینب نے پہلی فرصت میں اس کا چیک اپ تو کروا لیا ہوگا۔ جب وہ اتنی گری
بات کر سکتی ہے۔ تو یہ اس نے ضرور کروایا ہوگا۔'' فاخرہ بیگم نے ان کی بات کاٹی۔

''بھابھی! مجھے صدف کی بہت فکر ہو رہی ہے۔ میری بچی کمزور بھی بہت لگ رہی تھی۔ اور پھر زینب کی کاٹ دار
باتوں سے تو بہت ہی لاپرواہ سی تھی۔ ایک دم ہی اس پر پڑ گئی۔'' وہ غمگین لہجے میں بولیں۔ کاؤچ پر ٹیک لگائے بیٹھی
تھیں۔ فاخرہ بیگم بڑے صوفے پر تھیں، جبکہ آمنہ ان کے قریب بیٹھی تھیں۔

''مجھے اتنی جلدی اس کی شادی نہیں کرنی چاہیے تھی۔ ابھی تو ایسی اس کی عمر بھی نہیں تھی۔''

''شاہین! تم اپنا دل چھوٹا نہ کرو۔ صدف تمہاری ہی نہیں، ہماری بھی بچی ہے۔ اس کی فکر ہمیں بھی ہے۔ رہی اس
کی عمر، تو بیٹیوں کی شادی جتنی جلدی ہو جائے اتنا ہی اچھا ہے۔ ورنہ پھر بعد میں مشکل ہو جاتی ہے۔ وہ خود کو
بوجھ لگتی ہیں۔'' وہ اداس سے لہجے میں بولیں تو وہ چونک گئیں۔ جیسے ان کے اندر کا درد بول رہا ہو۔ انہیں بھی تو
بیٹی کی فکر رہتی ہے۔ آمنہ نے جب دیکھا کہ گفتگو سیریس ہونے لگی ہے تو وہ بول اٹھیں۔

''آپ دیکھیے شہرینہ کو ہی۔ وہ بھی تو چھوٹی ہی تھی۔ صدف سے ایک آدھ سال ہی بڑی ہو گی۔ لیکن دیکھیے اچھی
گزار رہی ہے۔ صدف بھی اب ہماری سمجھدار ہو گئی ہے نا، تو بس گھرداری میں پڑ گئی ہے۔ اس لیے بھی کمزور ہو
گئی ہے۔''

''نہیں آمنہ! وہ الگ بات ہے۔ لیکن بات اب میری بچی پر آ گئی ہے۔ کہ وہ ابھی تک اس نعمت سے محروم
ہے۔''

شاہین مسلسل نفی کیے جا رہی تھیں۔ آنکھیں نمکین پانیوں سے جھلملانے لگی تھیں۔ دل پھٹا جا رہا تھا۔ پہلے ہی بیٹے
کا غم الگ تھا۔ اب بیٹی کی مستزاد فکر۔

''ابھی شادی کو سال تو نہیں گزرے، جو زینب باجی کو ابھی سے فکر ہو رہی ہے۔''

''آمنہ! ان کی بیٹیوں کے سال کے اندر بچے ہو گئے ہیں نا۔ تو انہیں بس اسی لیے صدف پر اعتراض ہے۔''

''آپ یہی کریں۔ صدف کو بلا لیں۔ میں چیک اپ کروا دیتی ہوں۔ تاکہ زینب باجی کی بھی تسلی ہو جائے، ورنہ
یہی باتیں بولتی رہیں گی۔''

''ہاں شاہین! تم اب یہی کرو۔ مردوں میں بات نہ پہنچے تو زیادہ بہتر ہے۔ خواہ مخواہ پھر کچھ کی کچھ بات ہو
جائے۔'' فاخرہ بیگم نے انہیں یہی مشورہ دیا، تو وہ سر جھکا کر سوچ میں پڑ گئی تھیں۔

''السلام علیکم۔'' سرمد باہر سے ہی آئے تھے۔ ان تینوں کو سلام جھاڑا تو وہ چونک گئیں۔

''وعلیکم السلام۔'' آمنہ نے زیادہ زور سے سلام کا جواب دیا۔

''آج آپ خواتین اتنی پرسوچ لگ رہی ہیں۔ خیریت تو ہے؟'' وہ سوالیہ انداز میں باری باری تینوں کو دیکھنے
لگے، جبکہ فاخرہ بیگم پہلو بدل کر رہ گئی تھیں۔

''ہاں خیریت ہی ہے۔ بس ایسے ہی بیٹھے تھے۔'' آمنہ نے ان کی بات کا جواب دیا۔

"وہ محترمہ کدھر ہیں؟" اب اس نے طائشہ کا پوچھا، مگر ذرا جھجک کر۔

"وہ کام میں مصروف ہو گی۔ ایک تو تم اسے چین نہیں لینے دیتے ہو۔ ایک وہ تمہارا بیٹا ہے
ہے۔ ماں کا آرام غارت کیا ہوا ہے۔" فاخرہ نے ذرا شکایتی انداز میں کہا تو سرمد سن کر ہنسنے لگے۔ وہ ڈھیلے
میں صوفے کی بیک سے ٹیک لگائے ہوئے تھے۔

"میں کہتا ہوں اسکول میں ایڈمیشن کروادوں۔ مگر آپ ہی منع کرتی ہیں۔"

"اب وہ بچہ اتنا بھی بڑا نہیں ہے۔" وہ ان کی بات پر پھر بولیں۔

"امی! تین سال سے زیادہ کا ہی ہو گیا ہے۔" وہ بولے۔

"بھابھی! لگتا ہے کہ سرمد کو اب دوسرے بچے کی جلدی ہو رہی ہے۔" آمنہ نے معنی خیزی سے
جھینپ گئے۔

"آمنہ چچی! آپ بھی بس۔ میرا مطلب یہ تھوڑی تھا۔
ایک سنبھالنا مشکل ہو رہا ہے، دوسرا بھی آ گیا اس جیسا تو طائشہ تو پاگل ہو جائے گی۔"

"امی! آپ کی بہو نا ہے بہت چالاک۔ ہر کام کو پلان کر کے کرتی ہے۔"

طائشہ بھی وہیں آ گئی تھی۔ مگر جب سرمد کو اتنے آرام سے بے تکلفانہ گفتگو کرتے پایا تو وہ تو ورطہ حیرت میں
کہ سرمد تو کبھی ایسی باتیں نہ کرتے تھے۔

"ہاں۔ سب اس پر ڈال دو۔ تمہارے آگے تو بولتے ہوئے اس کی جان جاتی ہے۔ سارے کام وہ پلان کر
کرے گی۔" انہوں نے استہزائیہ کہا، تو طائشہ کی تو کانوں کی لوؤیں تک سرخ پڑ گئیں۔

"بھئی! تم نے تو واقعی سب کو اپنے حصار میں کر لیا ہے۔ میری بات پر یقین ہی نہیں۔" سرمد مسکراتے ہوئے
کے قریب سے سرگوشی کرتے ہوئے گزرے، تو انہیں گھور کر رہ گئی۔

"امی! چائے لے آؤں میں؟" وہ شام کی چائے بنا چکی تھی۔ اس لیے پوچھنے چلی آئی تھی۔

"بھئی! جاؤ، جاؤ تم میاں کے پاس۔ چائے ہمیں آمنہ پلا دے گی۔ ورنہ وہ تمہارا خدائی فوجدار شور مچا
تمہیں بلا لے گا۔" فاخرہ نے اس سے کہا تو وہ جھینپ گئی۔ لب الگ بھینچ لیے۔ جبکہ آمنہ اور شاہین مسکرانے لگی تھیں۔

"چائے بس تیار ہے۔"

"بیٹا! تم جاؤ۔ میں لے آؤں گی۔ تم پریشان نہ ہو۔ جبکہ سرمد غیر متوقع طور پر آ گیا ہے۔" آمنہ اس کے رخسار
تھپکی دے کر بولیں، تو وہ بری طرح شرما گئی۔ تیزی سے وہ اپنے بیڈروم میں آ گئی تھی۔

"بڑی جلدی آ گئیں آپ؟ جبکہ مجھے دس بار پکارنا پڑتا ہے۔ بنب کہیں جا کر محترمہ اندر آتی ہیں۔" وہ
سمیت بڑے صوفے پر نیم دراز تھے۔

"صرف آپ کی وجہ سے مجھے سننی پڑی ہیں۔ بار بار آمنہ پھوپھو مجھے چھیڑے جا رہی تھیں۔" وہ ناراضگی سے
بولی۔

"آمنہ چچی نا سمجھدار بہت ہیں۔ لیکن سمجھداری تم میں کیوں نہیں آئی؟" انہوں نے اسے کاسنی کپڑوں میں
روٹھا دیکھا، جو انہیں گھورنے لگی۔ پھر ان کے جوتے اتارنے کے لیے ان کے قریب بیٹھی۔ جو وہ اتارنے
دیتے تھے۔ مگر وہ زبردستی اتار دیتی۔ اب وہ ان کے گلے سے ٹائی نکالنے کے لیے ان کے قریب بیٹھی۔ تو انہوں نے
اس کے نازک ہاتھوں کو تھام لیا۔

آپ نے میری سمجھداری ملاحظہ کی۔" وہ پھر ان کے شانے سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔

بھی آپ نے میری سمجھداری ملاحظہ کی۔" وہ پھر ان کے شانے سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔
بھی آپ کیا بول رہے تھے کہ میں بہت چالاک ہوں۔ سارے کام پلان کر کے کرتی ہوں۔"
ابھی آپ کیا بول رہے تھے کہ میں بہت چالاک ہوں۔ سارے کام پلان کر کے کرتی ہوں۔"

اور کیا۔ ہو تم چالاک۔ اور کام بھی پلان کر کے کرتی ہو گی۔" انہوں نے اب اس کی گود میں سر رکھا تو منہ بنا کر رہ

ضرور تمہیں کچھ منوانا ہو گا کہ پلیز مجھے امی کے گھر لے چلیے یا پھر آج میں......"

طائشہ نے فوراً اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ہر بار آپ غلط ہی سمجھتے ہیں۔" وہ تیزی سے بولی۔

"اچھا۔ چلو چھوڑو اس بات کو۔ ہم ایسا کرتے ہیں انس کا اسکول میں ایڈمیشن کروا دیتے ہیں۔"

"واقعی!" وہ خوشی سے بولی۔

"لیکن آپ کی امی منع کریں گی۔ اتنا تنگ کرتا ہے۔ کیا بتاؤں؟"

"ہے کہاں وہ؟" انہوں نے پھر پوچھا۔

"بلال کے ساتھ باہر گیا ہے۔" اس نے ان کے بالوں میں انگلیاں چلائیں، تو ان پر سرور سا طاری ہونے لگا۔
اس کی نرم نرم انگلیاں خمار میں مبتلا کرنے لگیں۔

"میں نے سوچ لیا ہے کہ اس کا ایڈمیشن ضروری ہے۔ ورنہ پھر وہ تمہیں تو پریشان بہت کرے گا۔ جب ہمارا
را بچہ آئے گا۔"

"واہ! آ گئے نا اپنے مطلب پر۔" وہ خفا ہو کر بولی۔

"یار! ایک تو میں تمہارا خیال کر رہا ہوں۔ اس پر بھی شک۔" وہ اب اٹھ بیٹھے۔

"آپ کی امی نے کچھ کہا تھا ابھی آپ سے؟" اب اسے تشویش بھی ہوئی۔

"ہاں کہہ رہی تھیں کہ کم از کم دو تین بچے تو ہوں نا۔ کب سے ایک ہی ہے۔" وہ کن انکھیوں سے دیکھتے ہوئے
لے، تو طائشہ ایک دم ہی سناٹے میں آ گئی کہ یہ انہوں نے کہا۔

"میں نے کہا کہ طائشہ سے ایک ہی سنبھالنا مشکل ہو رہا ہے۔ دوسرا کیسے سنبھالے گی؟"

"ہاں مجھ پر ڈال دیں۔ اور مجھے یہی ڈر تھا کہ سننے کو مجھے یہی ملے گا۔" وہ گم صم سی اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔

"پھر تم راضی ہو؟ یا نہیں؟" وہ ہنسی ضبط کر کے بولے۔

"میں ایسا نہیں سمجھتی تھی آپ کی امی کو۔" وہ روہانسی جانے لگی۔

"طائشہ! میری بات تو سنو یار!" اب وہ گھبرا گئے۔

"آپ کے لیے کھانے کو لا رہی ہوں۔" وہ آنسو چھپاتی چلی گئی۔ دل بری طرح رونے لگا کہ انہوں نے کہا
کیوں؟ حالانکہ آج تک کبھی انہوں نے ڈائریکٹ اس سے کچھ نہیں کہا تھا۔ وہ ڈرائنگ روم میں جا کر رونے لگی تھی۔
سرمد کے لیے کھانا لے جانا بھی یکسر بھلا چلی تھی۔

● ● ●

"کب تک وہ اس طرح زندگی گزراتی رہے گی۔ کاش وہ یہ سب نہ پڑھتی۔ بے خبری میں ہی رہتی تو اچھا تھا۔ کم
از کم اس خوش فہمی میں تو رہتی کہ نائل صرف اس کا ہے۔ وہ اس کی زندگی میں آنے والی پہلی لڑکی ہے۔ کتنا وہ بھی تڑپتی
ہے۔ جب نائل سے سرد مہری برتتی ہے۔ وہ اسے چھوتا بھی ہے تو وہ ناگواریت سے منہ بناتی ہے۔ کب تک یہ چلے

گا۔ وہ ادھر اسے حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتا رہے گا۔ اگر پاپا سے نائل نے شکایت کر دی تو شرمندگی
ہو گی۔ وہ مسلسل کشش و پنج میں مبتلا تھی کہ کیسے اپنے دل پر جبر کرے؟ کچھ باتیں ہمیں زبردستی ماننی پڑتی ہیں
نہیں چاہتا۔ لیکن اسے ماننا پڑتا ہے۔ یہی کیا اسے بھی کرنا پڑے گا؟ وہ تھکی تھکی سی اب گیسٹ روم کی کھڑکی کے
کھڑی ہو گئی۔ لان کا سارا منظر نظر آ رہا تھا۔ نائل لان کی گھاس پر چت لیٹا تھا۔ شام کی سرمئی پھیلی ہوئی تھی
جینز اور لیمن کلر کی شرٹ میں خاصا مضمحل سا لگ رہا تھا۔

"نائل! کیسے میں اپنے دل کو سمجھاؤں؟ کاش آپ صرف میرے ہوتے۔" اس نے پردوں کی ڈوری کھینچ
کھڑکی سے نظر آتا منظر غائب ہو گیا۔ اور وہ کمرے سے نکل رہی تھی کہ جہاں آراء نے اسے مخاطب کیا۔

"شہرینہ بیٹا! کچھ خریداری کر لو، ارسل کی اور اپنی۔"

"امی! ابھی اتنی خاص ضرورت نہیں ہے۔" وہ سنجیدگی سے بولتی لاؤنج میں رکھے ٹیلی فون اسٹینڈ کی جانب
گئی۔ تاکہ گھر فون کر کے خیریت پوچھ لے۔

"بیٹا! نائل کا دل چاہ رہا ہے تمہیں باہر لے جانے کو۔ جاؤ چلی جاؤ۔" وہ شفقت سے پر لہجے میں بولیں۔
کچھ نہ بولی۔ کیونکہ کتنا تو وہ اس کا خیال رکھتی تھیں۔

"کافی دن سے میں نوٹ کر رہی ہوں۔ وہ کچھ چپ چپ ہے۔"

"نن نہیں۔ ایسی تو کوئی بات نہیں۔" اب وہ گڑبڑا گئی کہ نوٹ بالکل ٹھیک کیا تھا۔

اتنے میں نائل بجھا بجھا اندر آ گیا۔ اس پر ایک نگاہ غلط ڈالی ضرور۔ مگر وہ بھی ناراضگی سے پر۔ خلاف معمول
آفس سے جلدی آ گیا تھا۔

"مجھے لگتا ہے کہ تم دونوں میں ضرور پھر کوئی لڑائی ہوئی ہے؟" اب وہ نائل کو گھورنے لگیں۔ ریموٹ ٹرالی سے
کر بڑے صوفے پر نیم دراز ہو گیا۔ ٹی وی آن ہو چکا تھا۔

"امی! واقعی کوئی لڑائی نہیں ہوئی ہے۔ کیوں بولیے نا آپ بھی؟" اس نے نائل کے شانے پر ہاتھ مار کر
چاہی، تو اس نے ایک طنزیہ نگاہ اٹھائی۔

"آنکھیں کھلی رکھتی ہوں میں۔ ایک دوسرے سے کھنچے کھنچے رہتے ہو۔"

"امی! میں نہیں۔ آپ کی چہیتی بہو رہتی ہے۔" اس نے یک دم ہی تیز لہجے میں کہا۔ تو شہرینہ تو ہق دق رہ گئی
امی اسے حیرانگی سے دیکھنے لگیں۔

"آپ جھوٹ مت بولیے۔" اس نے نائل کی نفی کی، جبکہ نائل تو مکمل اسے پھنسوانے کے چکر میں بیٹھا تھا۔
صفائیاں دینے کے لیے الفاظ ڈھونڈتی رہ گئی۔

"کیا ہو گیا ہے آپ کو؟ رات تو اچھے بھلے تھے۔ دیکھیے، فضول میں امی کے سامنے ایکٹنگ نہ کریں۔" وہ
نائل کے قریب آ کر بیٹھی تو وہ یک لخت ہی اس کی بدلتی کیفیت کو تنقیدی نگاہ سے دیکھنے لگا، تو وہ نگاہ چرانے لگی، کیونکہ
آواز کے ساتھ آنکھیں ساتھ نہیں دے رہی تھیں۔ امی بار بار ان دونوں کو مشکوک اور جانچتی نگاہوں سے دیکھ رہی
تھی۔

"میں ایکٹنگ کر رہا ہوں؟ یا تم؟" وہ چراغ پا ہو گیا۔

"امی! خواہ مخواہ انہیں غصہ آ رہا ہے، حالانکہ ایسی بات نہیں ہے۔" وہ لہجے میں بشاشت رکھ کر بولی۔ جبکہ نائل کا
چہرہ تپا ہوا تھا۔

"اللہ کرے واقعی ایسی بات نہ ہو۔ تھوڑی دیر میں ذرا شہرینہ! تم میرے کمرے میں آؤ۔" وہ اسے سنجیدگی سے
کہتی ہوئی اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئیں۔ شہرینہ نے سکون کا سانس بھرا۔ ہاتھ اس کے سینے پر رکھا ہوا تھا، جبکہ
دوسرا ہاتھ نائل کے گھٹنے پر رکھا ہوا، تو نائل خطرناک حد تک بگڑا ہوا تھا۔

"تم کیا سمجھتی ہو؟ میری امی کیا آنکھوں سے دیکھتی نہیں ہیں۔ سب نوٹ کر رہی ہیں۔"

"پلیز، آپ امی کے سامنے تو ٹھیک ری ایکٹ کریں میرے ساتھ۔" وہ آواز کو نرم کر کے گویا ہوئی۔ لہجہ بھی
تھا۔

"مجھے تمہاری طرح نا ایکٹنگ نہیں آتی۔ سمجھیں؟" اس نے دانت پیسے۔

"میں کوئی ایکٹنگ نہیں کر رہی ہوں۔" اس نے اب اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔

"ایکٹنگ تم کر رہی ہو شہرینہ! تاکہ امی کو پتہ نہ چلے کہ ان کی بہو کو آج دو سال ایک ماہ بعد پھر دورہ پڑا ہے۔ اور
نہیں بات کیا ہے؟" اس نے شہرینہ کا آنچل پکڑا۔ جب وہ کھڑی ہو رہی تھی۔ جھٹکا کھا کر دوبارہ اس کے پہلو میں
گری تھی۔ آنچل اب نائل کے ہاتھوں میں تھا۔ اور وہ بے نیاز اس کے سامنے تھی۔ نائل نے نگاہ اس کی گلے پر ڈالی۔
جہاں دو گولڈ کے لاکٹ چین میں ڈلے ہوئے تھے۔ ایک پر نائل کا نام انگلش میں لکھا تھا۔ دوسرے پر صرف N لکھا
تھا۔

"تمہارے وجود تک سے میں ہٹا نہیں ہوں۔ تمہارے دل سے لگا رہتا ہوں۔ لیکن تمہیں تو مجھ سے نفرت بھی
کرنی نہیں آ رہی ہے۔" اس نے دونوں لاکٹ ہاتھ میں لیے تو شہرینہ تو سہم گئی، کیونکہ نائل کی حرکت ہی غیر متوقع
تھی۔

"پلیز لیو می۔" وہ دبی دبی آواز میں احتجاجاً بولی تو نائل نے اسے خود سے قریب کر لیا۔ اور وہ جذبات سے
مغلوب ہو رہا تھا۔ اپنے دہکتے ہوئے لب اس نے شہرینہ کی شفاف گردن پر رکھے تو جسم میں پھریری دوڑ گئی۔ اس
دفعہ اگر امی کا گزر ہو گیا تو شرم سے گڑ جائے گی۔

"جتنا تم مجھ سے دور ہو رہی ہو۔ اتنا مجھ میں بے قراری بڑھ رہی ہے۔" وہ دیوانہ وار اس پر جھکا ہوا تھا۔ اب تو وہ
تنگ ہی آ گئی۔

"اگر آپ کو یہی سب کرنا ہے نا، تو سوری میں آپ کی......" آگے بولتے چپ ہو گئی اور نائل کو زبردستی دھکیلا۔
آنچل اٹھایا وہ پھر جلال میں آ گیا۔

"شہرینہ! سوچ لو۔ میں پھر اگر دوسری جانب بڑھ گیا نا، تو تمہیں ہی برا لگے گا۔" وہ اسے وارننگ دینے لگا، تو وہ
بگڑ کے گویا ہوئی تھی۔

"کیوں؟ وہ محبت کہاں گئی جو مجھ سے تھی؟" اس نے نائل کو لاجواب کیا۔

"کیوں تمہیں مجھ سے محبت ہے؟ جو یہ سب میرے ساتھ کر رہی ہو؟" وہ بھی اب ریموٹ پھینک کر کھڑا ہو گیا۔

"میں اپنی جگہ بالکل ٹھیک کر رہی ہوں۔ ہاں اس سے پہلے میں بالکل غلط کر رہی تھی۔ آپ نے ہر بار میرے
ساتھ زبردستی کی۔ میری مرضی کے خلاف آپ نے مجھے چھوا۔ کتنی توہین سہی میں نے۔" وہ رو دی تھی۔

"میں قانونی اور شرعی حقوق رکھتا ہوں۔ کوئی میں نامحرم نہیں ہوں۔ تم میری بیوی ہو۔" وہ رعونت سے بولا۔

"اچھا۔ آپ کو پتہ ہے محرم اور نامحرم؟" روتے روتے سر اٹھا کر بولی۔

"مجھے تو پتہ ہے، البتہ تمہیں نہیں پتہ کیونکہ تم نان مسلم ملک کی پیداوار ہو۔" اس نے نہ چاہتے ہوئے طنز کیا۔

"نان مسلم کی پیداوار ہوں۔ میری ماں مسلم نہیں تھی۔ لیکن پاپا نے میری پرورش اسلامی اصولوں کے
ہے۔ مجھے پتہ ہے مذہب کے بارے میں بھی، اور جائز، قانونی اور شرعی حقوق کے بارے میں۔" اس کے
پر جا لگی۔ "آخر لوگ یہ کیوں سمجھتے ہیں کہ اگر کوئی دوسرے ملک میں پیدا ہو گیا؟ وہاں کا ریلیجن کچھ اور
اپنے ریلیجن کے بارے میں خبر نہیں۔ الحمدللہ، میرے فادر مسلمان تو تھے۔ انہوں نے میری بہت اچھی
ہے۔" وہ بڑے تفخر سے گویا ہوئی۔ تو نائل بس اس کی یہ باتیں لب بھینچے سنے جا رہا تھا۔

"آج آپ کو بتا رہی ہوں میں۔ باقاعدہ میں نے قرآن پاک ترجمے کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس کی بار
پڑھی ہیں۔ آپ مجھے کہہ رہے ہیں کہ مجھے نہیں پتہ محرم اور نامحرم کا۔" وہ صوفے پر بیٹھ گئی اور مسلسل رونے جا
نائل اپنے آپ کو شرمندگی کی اتھاہ گہرائیوں میں کرتا ہوا محسوس کر رہا تھا۔ وہ اسے کیا سمجھ رہا تھا اور وہ کیا نکلی۔

"پانچ وقت کی نماز پڑھ لینا، کیا مسلمان ظاہر کرتا ہے؟"

"آئی ایم سوری شہرینہ! مجھے معاف کر دو تم۔ میرا یہ کہنے کا مقصد نہیں تھا۔ وہ گھٹنے ٹیک کر اس کے قریب
اور اس کے ہاتھ تھام لیے جو وہ چھڑانے لگی۔

جہاں آراء کافی دیر سے کچن میں کھڑی سن رہی تھیں۔ ارسل ان کی گود میں تھا اس کی فیڈر لینے آئی تھیں۔
دونوں میں بحث و تکرار ہو رہی تھی۔

"آپ نے شروع سے مجھے غلط سمجھا۔ شادی آپ نے آرڈر کے انداز میں کی۔ اور پہلی رات آپ
بیماری کی بھی پرواہ نہ کی۔ میں جب بھی برداشت کر گئی۔ اور پھر میرے، میرے پاپا سے ملنے پر پابندی۔ حتیٰ کہ
پاپا تک آپ کے ساتھ مل گئے۔ میں نے جب بھی برداشت کیا۔ اور پھر ارسل کی پیدائش پر مجھ پر ظلم۔"

"تم کو بھی تو یاد ہے۔ ارسل کو قتل کرنے جا رہی تھیں۔ بتاؤ کوئی ماں ہو گی جو اپنی اولاد کو خود مارے۔ بولو؟ تم
کا پتہ ہے۔ اس کے بارے میں اسلام کیا کہتا ہے۔ یہ گناہ ہے، قتل ہے، صرف میرا غصہ تم اس پر نکال رہی تم
اس نے بھی شہرینہ کی غلطیاں گنوائیں، تو وہ سر جھکا کر رہ گئی کہ وہ انجانے میں کیا کرنے جا رہی تھی۔ اب تو اپ
کے بغیر رہنے تک کا تصور سوہان روح تھا۔



"اب تو اپنے بیٹے کے بغیر رہنے تک کا تصور سوہان روح تھا۔ اگر تم یہ کر لیتیں تو بتاؤ؟ سکون سے رہتیں؟" اس
ب شہرینہ کا چہرہ اپنے مضبوط ہاتھوں میں لے کر پوچھا۔ آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ آنسو بھل بھل بہہ رہے

"آپ پلیز مجھ پر مہربانی کر دیں مجھے مت چھوا کریں۔" وہ اس کے ہاتھوں کو ہٹا کر نفرت کا اظہار کرنے لگی۔
"تمہارا شوہر ہوں شہرینہ! تم میرے حق سے نہیں روک سکتی ہو۔ یہ ظلم ہو گا مجھ پر۔"
"بلکہ مجھ پر یہ ظلم ہوتا ہے۔" وہ اٹھنے لگی۔ "مجھے امی بلا رہی تھیں۔ میں جا رہی ہوں۔" وہ اب بات ہی ختم کر کے
نے لگی۔ تو وہ دردیدہ نگاہ اس پر ڈالنے لگا۔ جو کسی طور نہیں مان رہی تھی۔ سوچ سوچ کر اس کا دماغ درد کرنے لگا تھا
آخر وہ اس سے متنفر کیوں ہو گئی ہے؟ کہاں وہ غلطی کر گیا کہ وہ کچھ بھی نہیں بتاتی۔
جہاں آراء جلدی سے کچن سے نکل کر کمرے میں چلی گئی تھیں۔ ارسل کو فیڈر پلا رہی تھیں۔ مگر وہ بھی الجھ گئی تھیں
ان دونوں میں ایسی کیا ناچاقی ہو گئی ہے کہ شہرینہ کترائی ہوئی ہے؟ اگر نائل نے واقعی غلط راستے کا انتخاب کر لیا تو
ہوگا؟ وہ اپنے ہنستے بستے گھر کو یوں اجڑتا ہوا نہیں دیکھ سکتی ہیں۔



"سن رہے ہو؟ نیلم کا فون آیا تھا آج دوپہر میں۔" زینب نے اعزاز کو بتایا۔ جو آفس سے آنے کے بعد لاؤنج
ہی بیٹھا تھا۔ اس نے چونک کر سر اٹھایا۔
"خیریت تو ہے بجو اور آپی کی طرف؟" اس نے متفکر لہجے میں پوچھا۔
"ناراض ہو رہی تھی۔ تم نے امریکہ آنے کو کہا تھا۔ مگر ابھی تک کوئی خبر نہیں دی۔" انہوں نے ایک تنقیدی اور سلگتی
پنک کاٹن کے لباس میں ملبوس صدف پر ڈالی۔ جو اعزاز کا بیگ اور فائل اٹھانے آئی تھی۔ مگر وہ کچھ جز بز سی بھی

"پاسپورٹ تو مس پلیس ہو گیا ہے۔ آپ بتا دیتیں۔"
"بیٹا! یہ سب نہ جانے کے بہانے ہیں۔ اب شادی کے بعد اتنا بھی خود غرض نہیں ہو جانا چاہیے کہ بہن، بھائی
ماں، باپ کو نظر انداز کر دو۔"
"پلیز امی!" وہ غصے میں مٹھیاں بھینچ کر رہ گیا۔ کتنی تلخ اور کڑوی ہوتی جا رہی ہیں۔ وہ ان کا رویہ سمجھنے سے قاصر

"زیادہ اونچی آواز میں بولنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بہنوں کو تم ہی بھول گئے۔ اب وہ اتنی جلدی نہیں آ سکتی
ہیں۔ تو تم تو جا سکتے ہو۔" وہ تیز لہجے میں بولتی کھڑی ہو گئی تھیں۔
"جس دن بھی پاسپورٹ ملا۔ آپ اطمینان رکھیے میں ضرور جاؤں گا۔ میں اپنی بہنوں کو کیسے بھول سکتا ہوں؟"
لازم لہجے میں بولا۔
"کتنے ماہ ہو چکے ہیں تمہاری شادی کو۔ لیکن گھر میں عجیب سا ماحول ہو گیا ہے۔"

"آپ کا مطلب ہے کہ میری شادی کی وجہ سے ماحول عجیب ہو گیا ہے۔" وہ تو تلملا گیا۔

"تمہاری وجہ سے کیوں ہوتا؟" اب ان کی نگاہوں کا زاویہ بدلا تو صدف سے رکنا محال ہو گیا۔ تیزی سے ... گئی۔ اعزاز، زینب کا طنز خوب سمجھتا تھا۔ لیکن اپنی ماں کی توہین بھی نہیں کر سکتا۔ اسے پتہ تھا یہ ان کا وقتی ... اک دن انہیں خود اپنی غلطی کا احساس ہو گا۔

"امی! آخر آپ ایسی باتیں کیوں کرنے لگی ہیں؟" وہ ہراساں ہو گیا۔

"پوچھو اپنی بیوی سے جا کر۔ سارا سارا دن کمرے میں گھسی روتی رہتی ہے۔ اب بھلا بتاؤ۔ یہاں پر کیا ... ہوتا ہے؟" وہ تو باقاعدہ صدف کی شکایت کرنے لگیں۔

"دس دفعہ کام کو کہو، تو جب جا کر وہ کرتی ہے۔"

"آپ اسے مکمل بتا دیا کریں، کہ کیا کیا کرنا ہے؟" اسے سن کر غصہ تو آیا۔

"اس گھر کی فرد ہے۔ بہو ہے وہ۔ ذمے داری اسے اٹھانی چاہیے۔ یہ کیا سارے کام میں ہی بول بول کر ... رہوں۔"

"امی! آپ کو صدف کے گھر والوں نے بتایا ہی تھا کہ صدف کو زیادہ کام نہیں آتا۔ آہستہ آہستہ ہی سیکھ لے ... اس کا صدف کی سائیڈ لینا بھی انہیں برا لگا۔

"بیٹا! تمہاری شادی کو اب کافی عرصہ ہو چکا ہے۔ اسے اب سب آ ہی جانا چاہیے۔ یہ کیا شادی ہو گئی۔ بچپنا ... تک ہے۔" وہ انتہائی غصے میں تھیں۔

"نہ اپنے حلیے کی فکر ہے۔ نہ گھر کی۔ جب دیکھوں آنکھیں سوجی رہتی ہیں۔ آنے جانے والے الگ ... سوال کرتے ہیں۔ اس سے کہو کہ اگر ٹھیک صورت کے ساتھ رہنا ہے نا تو اپنا انداز بدلے۔" وہ یہ کہہ کر کھڑی ہو گئیں۔

"پاسپورٹ کھو دیا، کل کو کچھ اور کھو دیا جائے گا، کیونکہ ان کا بچپنا جو ٹھہرا۔" وہ بڑبڑاتی ہوئی اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئیں۔

اعزاز نے اپنے اعصاب کو جکڑتا ہوا محسوس کیا۔ بالوں کو دونوں ہاتھوں سے تھام لیا۔ اسے امی پر تو کم، صدف ... زیادہ غصہ آ رہا تھا، کیونکہ اپنی ضد اور زبردستی سے یہ شادی کی تھی۔ ظاہر ہے سننے کو تو ملتی ہی نا۔" وہ تنتے ہوئے چہرے کے ساتھ اپنے بیڈ روم میں آیا۔ دھڑ سے دروازہ بند کیا۔ صدف اس کے لیے قمیض، شلوار نکال کر واش روم میں لٹکانے جا رہی تھی۔

"یہ کیا تم نے تماشہ بنایا ہوا ہے؟" وہ جارحانہ انداز میں اس سے پوچھنے لگا۔ صدف ایک لمحے کو کانپی۔

"کک، کیسا تماشہ؟" ہکلا ہی گئی۔

"امی بتا رہی ہیں کہ سارا دن روتی رہتی ہو۔ اور کوئی کام بھی نہیں کرتی ہو۔"

"انہیں مجھ سے ساری زندگی شکایت ہی رہے گی۔" وہ دانت پیسنے لگی۔

"زیادہ بکواس کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"میں بکواس نہیں کر رہی ہوں۔ پورے گھر کی ذمے داری اٹھائی ہوئی ہے اور کیا چاہیے انہیں۔" وہ تو بھڑک ... گئی۔ کپڑے اس نے بیڈ پر ڈالے۔ اور بیڈ کے سرے پر بیٹھ گئی۔ کیونکہ ٹانگوں میں ایسا لگا کہ دم ہی نہ ہو۔ اعزاز کا سرد مہر رویہ اسے تو اور ہی خون کے آنسو رلانے لگا تھا۔ جو اسے لا کر ہی بھول گیا تھا۔

"اگر تم نے گھر کے ذمے داری اٹھائی ہوئی ہے۔ تو کوئی ہم پر احسان نہیں ہے۔ سب لڑکیاں شادی کے ...

... داری اٹھاتی ہیں۔" وہ چیخ اٹھا۔

"میں نے کہا کہ میں احسان کرتی ہوں۔ ہر طرح سے میں ان کی خوشی کے لیے سب کام کرتی جاتی ہوں۔" وہ بولی۔ اعزاز دونوں ہاتھ کمر پر ٹکائے آگ بگولہ کھڑا تھا۔

"ورنہ تمہاری خوشی نہیں ہوتی ہے کہ صدف! میں تنگ آ گیا ہوں روز روز کی چخ چخ سے۔" اس نے کھسیا کر چیئر ... ماری اور خود دانت پیستا صوفے پر جا کر بیٹھ گیا۔

"اس کا ایک ہی حل ہے کہ تمہیں تمہارے میکے چھوڑ آؤں۔"

"ہاں اب یہی کسر رہ گئی تھی۔ بول دیا آپ نے یہ بھی۔" وہ رنجور سی ہو گئی۔ بھل بھل کرتے آنسو اس نے اپنے ... کے کونے سے پونچھے۔

"مجھے یہ سب کہنے پر تم نے مجبور کیا ہے۔"

"میں نے مجبور نہیں کیا ہے۔ آپ کی امی کو مجھ سے اختلاف ہے۔ میرے ہر کام میں کیڑے نکالنا ان کی عادت ...

"شٹ اپ! صدف! شٹ اپ!" وہ جھٹکے سے صوفے سے اٹھا اور مٹھیاں بھینچنے لگا۔ اس وقت اس کا یہ دل چاہ ... صدف کا منہ لال کر دے طمانچوں سے۔ جو اس سے بحث کر رہی تھی۔

"تم اگر اس گھر میں نہیں رہ سکتی ہو تو، دفع ہو جاؤ یہاں سے۔" ایک دم ہی وہ سنگدل بن گیا۔ اور تیزی سے ... ب کھولی۔ اپنا استری شدہ قمیض، شلوار ہینگر سمیت نکالا۔

"اتنی آسانی سے آپ نے یہ کہہ دیا کہ دفع ہو جاؤ۔ بے قصور ہوتے ہوئے بھی آپ نے مجھ پر دفعہ لگا دی۔"

"دیکھو! اگر تم نے یہاں رہنا ہے، تو تمہیں امی کی سننی پڑے گی۔"

"میں کیوں سنوں ان کی؟ ہر وقت مجھ پر طنز۔ میرے آنے سے گھر کا ماحول خراب ہوا۔ آپ کی نیلم آپی کا دل ... ابھی تک آپ کو اولاد کی خوشی نہ دے سکی۔"

"ٹھیک کہہ رہی ہیں وہ۔ تم نے تو مجھے بھی کوئی خوشی نہیں دی ہے۔ جس دن سے تمہارا بھائی گیا ہے۔ تم اسے ہی ... ہو، بتاؤ کبھی تم نے مجھے وقت دیا؟" وہ ہینگر کو بیڈ پر ڈال کر بولا۔

"آپ کی خوشی کے لیے کبھی میں نے منہ بنایا۔ بتائیے؟ میرا موڈ بھی اچھا نہیں ہوتا۔ لیکن آپ سے میں نے منہ ... بنایا۔"

"تمہارا مطلب ہے کہ یہ میں احسان مانوں تمہارا کہ تم مجھے تھوڑا وقت دے دیتی ہو۔" اعزاز نے کٹیلے لہجے میں ...

"میں کوئی احسان نہیں کرتی ہوں۔" اس نے ہاتھ کی پشت سے اشک صاف کیے۔

"ظاہر ہے، جب تم گھر کے کام احسان کر کے کرتی ہو، تو میرے ساتھ بھی تم احسان کرتی ہو۔"

"آپ غلط بول رہے ہیں۔ میں نے کبھی احسان نہیں کیا ہے۔"

"بس کرو بس۔ تم بہت بحث کرتی ہو۔" وہ جھنجلا گیا۔

"آپ کو بتا رہی ہوں میں۔" اس نے بھی تیز لہجے میں کہا۔

"میرے گھر والوں نے آپ سب کو بتا دیا تھا۔ مجھے زیادہ کچھ نہیں آتا ہے۔ پھر بھی آپ کی امی مجھے سناتی رہتی

''آٹھ نو ماہ کا عرصہ بہت ہوتا ہے۔ تمہیں اب سب کچھ آ جانا چاہیے۔'' وہ ہینگر اٹھانے لگا، کیونکہ تسل[illegible] فریش ہونا چاہتا تھا۔

''تم اپنی پیکنگ کرو۔ تمہیں میں آج چھوڑ کر ہی آؤں گا۔ بہت ہو گئی یہ روز روز کی چخ چخ۔''

''میں نہیں جاؤں گی۔'' وہ اڑیل بن گئی۔

''تمہیں اب میں بالکل برداشت نہیں کر سکتا ہوں۔'' وہ نروٹھے پن سے کہتا، واش روم میں جانے لگا۔

''میں بالکل نہیں جاؤں گی۔'' وہ یہ کہہ کر تیزی سے کمرے سے ہی نکل گئی۔ کچن میں جانے لگی تو لاؤنج [illegible] ٹیلی فون سیٹ بج اٹھا۔ اس نے نہ چاہتے ہوئے بھی فون ریسیو کیا۔ دوسری جانب شاہین تھیں۔

''السلام علیکم امی۔'' صدف کو اس پل ماں کی آواز سن کر اور شدت سے رونا آیا۔

''کیسی ہو؟ صدف!'' انہوں نے متفکر سی آواز میں پوچھا۔

''ٹھیک ہوں بالکل۔ آپ بتائیے سب کیسے ہیں؟'' اس نے آواز فریش بنا کر پوچھا۔ مگر اندر آنسوؤں [illegible] تھا۔ جو اپنا بہاؤ چاہتا تھا۔ اور اس وقت اگر اس نے ضبط سے کام نہ لیا تو اس کی ماں کو دکھ ہو گا۔ مگر ہر لڑکی [illegible] کر تو اور ہی ہمت ہار دیتی ہے۔

''کیا بات ہے؟ طبیعت تو ٹھیک ہے؟'' وہ ماں تھیں۔ اور اولاد پریشان ہو۔ تو کون ماں ہو گی جو چین [illegible] گی۔

''نہیں امی! میں بالکل ٹھیک ہوں۔ تھوڑا سر بھاری ہو رہا تھا۔'' اس نے جلدی سے آواز میں بشاشت [illegible] وہ پھر بھی مطمئن نہیں ہو رہی تھیں۔

''تم کچھ دنوں کے لیے رہنے آ جاؤ۔''

''آؤں گی کسی دن بھی۔ وہ انہیں مصروفیت ہے نا۔ رات کو دیر سے آتے ہیں۔'' اس نے اعزاز کو دیکھ [illegible] بتائی، جو آستین کے بٹن لگاتا آ رہا تھا۔ مگر اس کی ایک آستین میں بٹن نہ تھا۔ جو صدف سے مخفی نہ رہا۔

''طائشہ اور سرمد کہہ رہے تھے آنے کو تمہاری طرف۔'' وہ بولیں۔

''امی! امی!'' اعزاز کی ناگوار سی آواز ابھری، تو صدف تو گھبرا گئی کہ اگر امی نے سن لیا تو ٹھیک نہ ہو گا۔ [illegible] کو ہاتھ میں پکڑے اب زینب کے کمرے کی جانب جانے لگا۔

''امی! میں آپ کو بعد میں فون کروں گی۔ اللہ حافظ۔'' اس نے یہ کہہ کر تیزی سے ریسیور ہی کریڈل [illegible] وہ تیزی سے اس کے پیچھے لپکی۔

''لائیے، بٹن میں لگا دوں گی۔'' وہ ڈرتے ڈرتے بولی۔ اعزاز نے اسے خاصے غضبناک انداز میں [illegible] تو تھوک نگل کر رہ گئی۔

''کر لی برائیاں میری اپنی امی سے!'' اس نے طنز میں بجھا کڑوا سا تیر پھینکا، تو وہ حیران ہو کر اسے دیکھ [illegible]

''میں نے ایسا کچھ ان سے نہیں کہا ہے۔'' وہ روہانسی ہو کر بولی۔

''سنو صدف! میں اتنا بے وقوف نہیں کہ تمہاری باتوں میں آ جاؤں۔ میں نے خود اپنے کانوں سے [illegible]

''وہ تو میں آپ کی وجہ سے عذر بتا رہی تھی۔''

''بس کرو۔ اور بند کرو اپنی بکواس۔ میں کچھ نہیں سننا چاہتا!'' وہ دھاڑا تو صدف کانپ کر رہ گئی۔ [illegible] بھی اپنے کمرے سے چلی آئیں۔ دیکھا تو دونوں کوریڈور میں کھڑے تھے۔

''آپ غلط سمجھ رہے ہیں۔ میری سنیے تو؟'' وہ تو رو دی۔ مگر اس وقت اعزاز سرد مہر سا اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ روتی جانے لگی تو اعزاز نے اس کا بازو پکڑ لیا۔

''تمہیں میں یہاں سے لے کر، تمہاری امی کے گھر بٹھا کر آتا ہوں۔ دل بھر کے ساری برائیاں کرنا، کیونکہ تمہیں تھوڑی رہنا ہے۔ وہاں رہنا ہے۔''

''پلیز، آپ میری سنیے تو؟''

''اعزاز! یہ کیا ہو رہا ہے؟'' زینب کو اعزاز کا کھردرا رویہ اچھا نہ لگا تو بول اٹھیں۔ صدف نے ایک ترحم بھری نگاہ جانب اٹھائی۔

''امی! آج میں یہ قصہ ہی ختم کرتا ہوں۔ ان کی بیٹی کو وہاں چھوڑ کر آؤں گا۔ اور کہوں گا کہ اپنی بیٹی کو بڑوں سے [illegible] اور سارے کام سکھا کر بھیجیے گا۔ ورنہ اس کی یہاں کوئی جگہ نہیں ہے۔'' اس نے صدف کے نازک سے بازو [illegible] سے انگلیاں پیوست کر کے اسے جھٹکے سے چھوڑا۔

''فوراً تم اپنی تیاری کرو۔''

''نہیں جانا مجھے، نہیں جاؤں گی میں!'' وہ ہذیانی انداز میں چیختی تیزی سے اپنے بیڈروم میں چلی گئی۔ اعزاز نے [illegible] کر اپنا سر پکڑا۔ زینب الگ خفیف سی ہو گئی تھیں۔ مگر اس پل انہوں نے ایک لفظ بھی نہ کہا۔ انعام احمد نے سارا [illegible] گزرتے ہوئے دیکھا تھا۔ اور وہ تاسف سے سوچ کر رہ گئے تھے۔

●●●

''اگر تمہارے کام پورے ہو گئے ہوں، تو ہم چلیں۔'' نائل نے فریش سی شہرینہ کو دیکھا۔ جو جہاں آراء بیگم کو [illegible] کا فیڈر دینے جا رہی تھی۔ ایک دم رک گئی۔

''میرا ایسا موڈ نہیں ہے۔'' اس نے رکھائی سے کہہ کر کچن سے باہر قدم نکالے۔ نائل تو تلملا ہی گیا، کیونکہ صرف [illegible] خاطر وہ آج جلدی آفس سے آ گیا تھا، تاکہ اسے شاپنگ کرا دی جائے۔

''میرا موڈ تو ہو رہا ہے نا باہر گھومنے کا۔'' اس نے اس کے پیچھے پیچھے قدم بڑھائے۔ وہ جہاں آراء بیگم کے [illegible] میں آ گئی تھی۔ اور وہ بھی بلیک پینٹ پر بلیک دھاری دار شرٹ میں جھنجھلایا اور کھسیایا سا اندر داخل ہوا۔

''ارسل کو ہم ساتھ لے کر جائیں گے۔''

''دیکھیے، آج واقعی میں تھک گئی ہوں۔ کسی اور دن چلیں گے۔''

''زیادہ باتیں نہ بناؤ۔ جو تم سے کہا ہے۔ وہ کرو۔'' اب اس نے ڈپٹ دیا۔ شہرینہ جہاں آراء کے سامنے خفیف [illegible] بیڈ کے سرے پر وہ بیٹھی تھی، جبکہ وہ چیئر پر بیٹھ چکا تھا۔

''شہرینہ بیٹا! چلی جاؤ۔ وہ خاص طور پر چھٹی لے کر آیا ہے۔''

''امی! آج میری ہمت نہیں ہو رہی ہے۔ ارسل نے تنگ بھی کتنا کیا ہے۔''

''بچے تو کرتے ہی ہیں۔ پھر دانت نکال رہا ہے نا چڑچڑا ہو رہا ہے۔'' وہ ارسل کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے [illegible]

''مجھے شاپنگ کی ایسی ضرورت بھی نہیں ہے۔ صدف کی شادی پر ڈھیروں شاپنگ کی تھی۔'' وہ کسی طور اس کے [illegible] جانا نہیں چاہ رہی تھی۔ نائل تیکھے چتونوں سے اسے مسٹرڈ، پرنٹڈ، کاٹن کے سوٹ میں بیزار سا دیکھنے گا۔

''صدف کی شادی کو آٹھ نو ماہ ہو گئے ہیں۔ جاؤ چلو شاباش، اب وہ خوشی سے لے جا رہا ہے۔ تو جاؤ۔'' انہوں

نے شہرینہ کی پشت پر ہاتھ رکھا تو اسے بھی مانتے ہی بنی، کیونکہ وہ جہاں آراء کو بالکل یہ پتہ نہیں ہونے دینا چاہ رہی تھی کہ ان دونوں میں کچھ کھٹ پٹ چل رہی ہے۔ وہ منہ بناتی باہر آ گئی۔ جبکہ نائل نے بھی تقلید کی وہ تیزی سے روم میں جا رہی تھی۔

''میرا دل نہیں چاہ رہا ہے۔ مستر کو اپنی پڑی ہے۔'' جھٹکے سے وارڈروب کھولی۔ کیونکہ کپڑے بھی تو چینج کرنے تھے۔ نائل مسکراتا ہوا اندر آیا۔ تو شہرینہ کے تو آگ لگ گئی۔

''آپ فضول مجھے خوش کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ لیکن میں خوش اب بھی نہیں ہوں۔'' وہ بولی گھومی۔ لہجہ خونخوار ہو رہا تھا۔ آنکھوں میں ایک ناگواریت اور غصہ نظر آیا۔ وارڈروب کا پٹ زور سے پٹخا۔

''شہرینہ! انف، پلیز، انف۔'' وہ بھی چیخا۔

''تم مسلسل مجھے زچ کیے جا رہی ہو۔ اور مجھے بے موت مار رہی ہو۔ کیوں آخر؟ کب تک تم اس طرح کرو گی؟'' وہ روہانسا ہو گیا۔

''اگر آپ مجھ سے اکتا گئے ہیں، تو چھوڑ دیں۔'' کتنے کڑے ضبط سے اس نے یہ کہا۔ دل کے اندر تو دھماکے ہونے لگی۔ ہاتھوں میں کپکپی۔ تنفس تیز تیز چلنے لگا۔

''ہوش میں تو ہو تم!'' نائل تیزی سے اس کے قریب آ گیا، تو وہ دو قدم پیچھے ہو گئی۔ اس سے نگاہیں چرانے لگی۔

''ادھر میری آنکھوں میں دیکھ کر کہو۔ کیا کہہ رہی ہو؟'' اس نے شہرینہ کو بازوؤں سے پکڑ کر پوچھا۔ تو دل کیونکہ وہ بہت زیادہ اشتعال میں لگا۔ شہرینہ کا دل خوف سے دھک دھک کرنے لگا۔

''جو میں نے کہنا تھا، وہ کہہ چکی ہوں۔'' اس نے اپنا آپ چھڑایا۔

''اگر آئندہ تم نے ایسی کوئی بھی بات کی چھوڑنے کی۔ تو یاد رکھنا جان سے مار دوں گا۔ میری اور تمہاری کوئی مذاق نہیں ہے۔'' رعونت بھرے لہجے میں بول کر، اسے جھٹکے سے چھوڑا تو وہ لڑکھڑا کر بیڈ پر گری۔ بال پر جھول گئے۔ تیکھی نگاہ نائل پر پڑی۔

''تمہاری اور میری زندگی سے اب ہمارا بیٹا وابستہ ہے۔ میرا اور اپنا خیال نہیں ہے۔ تو کم از کم اس کا خیال کر لو۔'' وہ بالوں کو جکڑنے لگا، کیونکہ شہرینہ کی دل ہلا دینے والی بات نے اس کو جسم کی عمارت تک ہلا دی، دل پھوڑ ہو گئی۔

''شہرینہ! تم اتنی خود غرض سی کیوں ہو گئی ہو؟ اچھی خاصی ہماری خوبصورت سی زندگی گزر رہی تھی۔ نہ جانے اچانک کیا ہو گیا ہے؟ میں سوچ سوچ کر پریشان ہو گیا ہوں۔ نہ تم مجھ پر توجہ دیتی ہو۔ نہ ہی میرا خیال رکھتی ہو۔''

''جب ہی تو کہہ رہی ہوں۔ لیوی۔'' وہ تیزی سے بولی۔

''شٹ اپ! شٹ اپ! اگر آئندہ تم نے اس بارے میں سوچا بھی نا، تو یاد رکھنا تمہارے حق میں بہت برا ہوگا کیونکہ میں صرف ایک بار وارننگ دیتا ہوں۔ بار بار مجھے بولنے کی عادت نہیں ہے۔'' وہ تنفر سے کہتا ہوا مڑ گیا۔ اس نے چہرہ ہاتھوں میں چھپا لیا سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے۔ کشش و پنج میں مبتلا ہو گئی۔ پورا وقت وہ کمرے میں رہی۔ دونوں پھر شاپنگ پر ہی نہ گئے۔ بلکہ رات کو منہ پھلائے ٹی وی لاؤنج میں کاؤچ پر ٹی وی دیکھنے میں گم کھانا بھی نہیں کھایا تھا۔

''آپ کھانا کیوں نہیں کھا رہے ہیں؟'' شہرینہ نے ریموٹ لے کر ٹی وی آف کر دیا۔

''دماغ خراب میرا تم نہ ہی کرو تو بہتر ہے۔ ہٹو آگے سے۔'' اس نے شہرینہ سے ریموٹ لے کر ٹی وی

دیکھے گئی۔ دوپہر کا غصہ اس کا ہنوز برقرار تھا۔

رہا اور وہ تاسف سے اسے دیکھے گئی۔ ''کھانے سے آپ کی ناراضگی تو کبھی نہیں رہی ہے۔'' وہ تھوڑا مسکرا کر بولی۔ مگر وہ بھی دل پر جبر کر کے، کیونکہ اب ہر وقت بیزار سا رہتا۔

''میری ناراضگی تم سے بھی نہیں تھی۔ ہٹو آگے سے۔'' اس نے ہاتھ پکڑ کر ہٹایا تو وہ گھورنے لگی۔

''ٹھیک ہے۔ جب بھوک ہو کھا کر آ جائیے گا۔ مجھے پہلے ہی سخت نیند آ رہی ہے۔'' وہ اپنا پلو کا آنچل سائیڈ پر ڈالتی گئی، تو نائل نے بڑبڑا کر کچھ کہا۔'' اور ہتھیلی پر مکا مارا۔ کیونکہ ذرا بھی وہ اس کی پرواہ نہیں کر رہی ہے۔

''ٹھیک ہے۔ دیکھنا آج میں نے تمہاری نیند نا حرام کی ہو۔'' وہ ٹی وی اسکرین پر نگاہ مرکوز کر کے سوچنے لگا۔

نے آدھا گھنٹہ اور ٹی وی دیکھنے میں لگایا۔ اس دوران امی اپنے کمرے سے آ گئیں۔ دیکھا تو وہ لاؤنج میں ساری لائٹ آن کیے لیٹا تھا۔ ڈائننگ ٹیبل پر روٹی کی چنگیر اور سالن کا ڈونگا بھی رکھا تھا۔ وہ کوریڈور سے گزرتی اب کچن بجھانے لگیں۔ کیونکہ وہاں کی بھی لائٹ آن تھی۔ وہاں کی لائٹ آف کی۔ ڈائننگ روم سے ملحق ٹی وی لاؤنج تھا۔ از خود نیچے اتر کر آ گئی تھیں۔

''تم نے اب بھی کھانا نہیں کھایا؟'' انہوں نے حیرانگی سے پوچھا۔

''وہ امی! بھوک نہیں تھی۔'' وہ ٹی وی آف کر کے بولا۔

''اب تم اسے تنگ مت کرنا۔ ویسے ہی تمہاری اولاد اسے نچاتی ہے۔ اور پھر تم اسے نچا کر رکھ دیتے ہو۔'' انہوں نے ڈانٹا تو نائل خجل ہو کر سر کھجانے لگا۔

''جب مجھے بھوک تھی نہیں، تو زبردستی کھا لیتا۔'' تھوڑا جھنجھلا کر بولا۔

''بیٹا! مجھے تو سمجھ نہیں آ رہی کہ آخر تم دونوں میں ایسی کون سی بات ہو گئی ہے، کہ وہ تم سے ناراض ہے؟''

''ارے امی! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ اور یہ شہرینہ بھی بس۔'' وہ بشاشت ظاہر کرنے لگا، کیونکہ ان کے سامنے تو کچھ بھی ظاہر نہیں ہونے دینا چاہتا۔

''اب مجھے نا عائشہ سے بات کرنی پڑے گی، تا کہ تمہاری خبر لے۔''

''امی! خوامخواہ آپ غلط سمجھ رہی ہیں۔ واقعی ایسی کوئی بات نہیں ہے۔''

''مجھے بے وقوف مت بناؤ۔ آنکھیں کھلی رکھتی ہوں۔ ضرور تو نے کچھ ایسا ویسا کہا ہوگا۔''

''امی آپ غلط سمجھ رہی ہیں۔''

''آج تم دونوں بازار بھی نہیں گئے؟'' وہ اب باقاعدہ جرح کرنے لگیں۔ انہیں بھی ایک دم غصہ آنے لگا۔

''وہ تو اس لیے نہیں گئے کہ میرے سر میں درد ہونے لگا تھا۔''

''نائل! ماں سے تو جھوٹ مت بول۔'' انہوں نے اسے بڑے مشکوک انداز میں دیکھا، کیونکہ اس دن کی ساری گفتگو وہ سن چکی تھیں۔ شہرینہ اس سے خائف ہے۔ لیکن وجہ سمجھ نہیں آ رہی تھی۔

''آپ صبح شہرینہ سے پوچھ لیجیے گا۔'' اب اس نے تیزی سے وہاں سے فرار اختیار کی، کیونکہ امی کا تفتیشی اور پھر غصیلا لہجہ اسے ڈرانے لگا تھا۔ جس وقت کمرے میں آیا نائٹ بلب کی نیلی روشنی کمرے میں پھیلی ہوئی تھی۔ ارسل کے دائیں سرے پر ماتھے پر بازو رکھے سو رہی تھی۔ ارسل اس کے پہلو میں لیٹا بے خبر سو رہا تھا۔ اس نے احتیاط سے دروازہ بند کیا۔ کیونکہ ہلکی سی آہٹ پر ارسل کی آنکھ کھل جاتی تھی۔ وہ خود واش روم میں نائٹ ڈریس لے کر گھس گیا۔ شہرینہ البتہ جاگ رہی تھی۔ مگر وہ تاثر یہ دے رہی تھی کہ وہ سو رہی ہے۔ اتنے میں وہ واش روم سے نکلا۔ شہرینہ

پر نگاہ ڈالی اور چلتا ہوا بڑے صوفے پر جا کر بیٹھ گیا۔ کھڑکی کے پردے برابر تھے۔ کمرے میں بالکل سامنے سے شہرینہ کا تفصیلی جائزہ لینے لگا۔ اسے اندازہ ہو گیا کہ وہ جاگ رہی ہے۔ تائل کو ایک الجھن اور ہوئی تو تیزی سے اٹھ کر اس کی جانب آ گیا۔ اب شہرینہ کا دل دھک دھک کرنے لگا کہ ضرور وہ کوئی حر گا۔ اور وہ اسے روک بھی نہیں پائے گی۔ اسی وقت ارسل کسمسایا۔ اس نے آواز نکالی تو شہرینہ ہوشیار ہو جانب کروٹ لے لی۔

”کتنی دیر میں اسے فارغ کرو گی؟“ وہ نروٹھے پن سے پوچھ رہا تھا، جبکہ شہرینہ چونک گئی، کیونکہ کھڑا تھا۔

”مجھ سے کہہ رہے ہیں؟“ اس نے چندھیائی آنکھوں سے یہ تاثر پیش کیا کہ جیسے وہ سو رہی تھی۔

”ہاں تم سے کہہ رہا ہوں۔ در و دیوار سے نہیں کہہ رہا۔“ وہ چڑ ہی گیا۔ دونوں ہاتھ ہوا میں اٹھا رکھے تے

”کھانا میں آپ کا ڈائننگ ٹیبل پر رکھ کر آئی تھی۔ کھا لیں۔“ وہ ارسل کو تھپک رہی تھی۔

”نہیں کھانا مجھے۔ تم سے میں نے ابھی کچھ کہا تھا۔ سنا تم نے؟“

”یہ تو پہلے ہی مشکل سے سویا ہے۔ ٹائم تو لگے گا نا۔“ اس نے منمنا کر کہا، کیونکہ وہ تائل کی معنی خیز نگاہوا سمجھ رہی تھی۔ اس وقت اسے کیا طلب ہو رہی ہے۔ اور وہ آج تائل کے آگے خود کو ہارنا نہیں چاہتی۔

”بہانے بنانا بند کرو۔ اسے مجھے دو۔“ اس نے ارسل کو بڑی احتیاط سے گود میں اٹھایا۔ وہ کسمسانے لا تائل نے اسے اپنے سینے سے لگا لیا تا کہ اس کی نیند اچاٹ نہ ہو جائے۔ وہ صوفے پر دراز ہو گیا۔ اور ارسل کو پر لٹا کر تھپکنے لگا۔ شہرینہ بیڈ پر بیٹھی اسے دیکھتی رہی۔ کچھ ہی دیر میں ارسل کے ساتھ ساتھ وہ بھی سو گیا۔ اس ہاتھ لڑھک کر صوفے سے نیچے جھولنے لگا۔ شہرینہ نے اٹھ کر ارسل کو اٹھایا۔ اور اسے بیڈ پر لٹایا۔ تائل پر کمبل پھیکی سی مسکراہٹ سے اسے دیکھے گئی۔

”تائل! اگر میں آپ کے قریب آتی بھی ہوں، تو مجھے یہ احساس کچوکے لگاتا ہے کہ آپ کے قریب ہے۔ میں تو پھر آپ کے لیے کوئی نیا احساس نہیں رکھتی ہوں۔ مجھ سے پہلے آپ نے ان ہاتھوں سے کسی اور ہے۔ میں تو ان چھوئی آپ کو مل گئی۔ لیکن آپ مجھے ایسے نہ ملے۔“ دو تین آنسو آنکھوں کے گوشے گیلے کر۔ رات کی تاریکی میں وہ بین کرتی رہی۔ کوئی بھی اس کا غم بانٹنے والا نہیں ہے۔ ایک فارحہ تھی وہ بھی اس سے اب اگر وہ کہے تو کس سے کہے۔ کس سے اپنے درد کا مداوا چاہے۔ وہ اس شخص کو چاہنے لگی ہے۔ ورا سے چھو زندگی سے ناتا توڑتا ہے۔ کب تک وہ آخر خود پر اور تائل پر ظلم کرتی رہے گی۔



تو عالم ہے، سمجھتا ہے کتابوں کی زباں
میرا چہرہ بھی پڑھ، میرے حالات بتا
بس ہو جائے مجھے تیری محبت حاصل
تو کوئی ایسی دعا ایسی مناجات بتا

عمر نے لہک کر شعر پڑھا تو سب نے ہی فہمائشی نگاہوں کا زاویہ اس کی جانب کر لیا۔ جو بڑے مزے سے پر لیٹا جھوم رہا تھا۔

”خیریت؟ تم اور شعر و شاعری؟“

تھا۔ جو بگڑے تیوروں سے اسے گھور رہا تھا۔

”دراصل میں آپی! بس یہ قطعہ یاد آیا تو پڑھ لیا۔ ڈائجسٹ سے پڑھا ہے۔“ اس نے تفخر سے بھرے لہجے میں بڑا کر کہا، تو آمنہ نے ایک سرزنش بھری نگاہ ڈالی، جو چائے کی ٹرے لے کر جا رہی تھیں۔

”یہ تم ڈائجسٹ کب سے پڑھنے لگے؟“

”امی! وہ تو آپی ایک دن پڑھ رہی تھیں۔ اس میں سے پڑھ لیا۔ سوچا کہ بلال بھائی کو سنا دوں۔“ اس نے معنی خیز کہا تو بلال نے دانت پیسے۔ کیونکہ وہ اسے سمجھ رہا تھا۔ کیونکہ اشارہ اسی کی جانب تھا۔

”مجھے ایسے بے سرے شعروں کی ضرورت نہیں۔“ وہ تنک گیا۔

”کیوں؟ بلال! یہ اب تمہیں ہی کیوں سنانا چاہتا ہے؟“ طائشہ نے اب اپنا رخ اس کی جانب کر لیا، جو گھبرا گیا فوراً کشن سے کھڑا ہو گیا۔

”بھابھی اسے تو بکواس کی عادت ہے۔“

”مجھے بھی یہی لگتا ہے۔ ابھی عمر! تمہاری شکایت تمہارے پاپا سے کرتی ہوں۔ صاحبزادے ڈاکٹری چھوڑ کر، شاعری میں گھس گئے ہیں۔“ آمنہ نے اسے گھر کا اور جانے لگیں۔

”امی! امی! بات تو سنیے؟“ وہ تیزی سے ان کے پیچھے دوڑا۔ اب بلال کی ہنسی چھوٹ گئی۔

”ہٹو پیچھے۔ بڑے گرانی ہے؟“ انہوں نے ڈانٹا تو وہ رک گیا۔ بلال کی کھی کھی ہو رہی تھی۔ جو عمر کو سلگانے لگی۔

”ٹھیک ہے۔ بلال بھائی میں نے بھی نہ سب کو بتایا ہو۔“

”کیا بتایا ہو؟“ طائشہ چونک تو گئی تھی کہ ضرور ایسی کوئی بات ہے۔ اور پھر جب بلال کے والٹ میں جویریہ کی دیکھی تھی۔ وہ اور بلال کو نوٹ کرتی رہتی تھی۔ والٹ اس کا ابھی تک اس نے بلال کو نہ دیا تھا۔ یا شاید وہ بھول گیا تھا۔

”آپی! وہ امی کی۔“

”عمر! عمر! سدھر جاؤ۔ الٹی سیدھی بکواس کی تو۔“ بلال نے عمر کی پشت پر شرٹ کو پکڑ کر کھینچا، تو وہ پورا بلال پر آ گیا۔ اور دونوں اب کوریڈور کی سیڑھیوں پر گرے ہوئے تھے۔

”بلال بھائی! ہر بار پیچھے سے اٹیک کرتے ہیں۔“ وہ خفا ہونے لگا۔

”تمہاری بکواس پر اٹیک کیا ہے۔“

”عمر! تم مجھے بتاؤ آج ایسی کون سی بات ہے؟ جو بلال تمہیں روک رہا ہے۔“ طائشہ کو بھی اب بلال کی حالت پہ ہنسی آ گئی۔ جو خفیف سا ہونے لگا۔

”طائشہ! طائشہ!“ سرمد کی گھمبیر اور گرجدار آواز نے اسے ڈرا کر رکھ دیا۔ جو باہر سے جھنجھلائے ہوئے آ رہے تھے۔ بلال اور عمر نے اب کھسک جانے میں عافیت جانی۔ طائشہ کوریڈور سے گزر کر ہال کمرے میں آ گئی۔ جہاں وہ موجود تھے۔

”خیریت تو ہے؟ آج بڑی غصیلی آواز آ رہی ہے؟“ طائشہ نے حیرانگی سے ان سے پوچھا، جو خاصے تپے ہوئے لگ رہے تھے۔

”کل رات میں جس فائل کو چیک کر رہا تھا، وہ کہاں ہے؟“ انہوں نے کمر پر ہاتھ رکھ کر اس سے استفسار کیا۔

"نہیں ہے وہ بیگ میں۔" وہ جھنجھلا کر بولے۔ اور پھر تیزی سے وہ ہال کمرہ، پھر لاؤنج کو کراس کر کے
بیڈ روم میں جانے لگے۔ طائشہ بھی دھڑکتے دل کے ساتھ اندر آئی تھی۔ انہوں نے اب اپنے کمرے
ڈرائنگ روم میں سینٹر ٹیبل پر دیکھا وہ خالی تھی۔
"ڈھونڈو اسے۔"
"آپ سے کہہ تو رہی ہوں۔ میں نے خود اس میں رکھی تھی۔ آپ غور سے تو دیکھتے۔" وہ سرمد کے
ڈھونڈتے انداز پر بولی۔
"تمہارا مطلب ہے۔ میں نے غور سے نہیں دیکھا۔" وہ ایک دم ہی آگ بگولہ ہوئے۔ طائشہ بیچاری کے
پاؤں پھول گئے۔
"وہ میرا یہ مطلب نہیں تھا۔" وہ روہانسی ہو گئی۔
"کیوں چھوتی ہو تم میری چیزوں کو؟ جہاں پڑی ہوں۔ پڑی رہنے دیا کرو۔" وہ اب کمرے سے باہر نکل
طائشہ کی تو جان پر بن گئی، کیونکہ سرمد اس وقت بہت تنے ہوئے اعصاب کے ساتھ تھے اس نے دراز
ٹیبل، ان کی بک شلیف سب دیکھ ڈالی۔ مگر نہ ملی۔
"کہاں تمہارا دماغ رہتا ہے۔ جو اتنی لاپرواہ ہوتی جا رہی ہو۔" وہ دھاڑے تو وہ لرز کر رہ گئی۔ وہ
درمیان میں کھڑے طائشہ کو سخت سست سنا رہے تھے۔ اور وہ بیچاری سر جھکائے مجرم بنی کھڑی تھی۔
"جب وہ کہہ رہی ہے کہ تمہارے بیگ میں رکھی ہے تو اس میں دیکھو تو۔" فاخرہ بیگم کو سرمد کا اس
گرجنا، برسنا گوارا نہ گزرا تو وہ بول پڑیں۔
"دس بار دیکھ چکا ہوں۔ پھر اس میں مجھے ملی کیوں نہیں؟"
"بعض اوقات چیز سامنے ہوتی ہے۔ مگر نظروں پر پردہ پڑ جاتا ہے۔ نظر نہیں آتی۔ تم دوبارہ دیکھ لو۔" وہ
روتا ہوا دیکھنے لگیں۔ جس کے ٹپ ٹپ آنسو اس کے بندھے ہوئے ہاتھوں پر گر رہے تھے۔
"طائشہ مجھے وہ فائل ملنی چاہیے۔ ورنہ تم میرے غصے کو جانتی ہو۔" وہ گلابی کپڑوں میں ملبوس طائشہ کو
دے کر باہر جانے لگے تھے۔
"سرمد! کیا حرکت ہے یہ تمہاری؟" انوار احمد بھی آج اپنے کمرے سے نکل آئے جو کم ہی سرمد سے بات کرتے
تھے۔
"آپ کی بہو کو سمجھا رہا ہوں کہ اگر مجھے وہ فائل نہیں ملی، تو میرے غصے کو اچھی طرح جانتی ہے۔" انہوں نے
باپ کا بھی خیال نہ کیا، بلکہ بڑے چیختے ہوئے لہجے میں کہا۔
"اس میں طائشہ کا کیا قصور ہے؟"
"سب سے بڑی قصوروار یہی ہے۔ وہ تو شکر کرے یہ یہاں ابھی موجود ہے۔" وہ اتنی سرد مہری والی
رہے تھے کہ طائشہ کی سماعتیں یقین نہیں کر رہی تھیں۔ سرمد تو اتنے صلح جو اور اتنے نرم لہجے کے ہو گئے تھے۔ اور
اپنائیت اور محبت سے اس سے دیکھتے تھے۔ یہ اتنی اچانک ہی وہ اتنے غیر سے ہو گئے۔
"ورنہ تم کیا کرتے؟ بولو؟" وہ ان کے سامنے آ گئے۔ کتنے کمزور اور لاغر سے ہو گئے تھے۔ چپ چپ
تھے۔
"ہاتھ پکڑ کر نکال سکتا ہوں اسے۔"

"سرمد! بند کرو یہ بکواس۔" فاخرہ بیگم نے چیخ کر کہا۔ تو وہ چپ ہو گئے۔ طائشہ روتی ہوئی اندر چلی گئی۔
"اس سے کہنے سے پہلے، تم دوبارہ اپنے بیگ میں دیکھو۔ اگر نہ ملے تو پھر بکواس کرنا تم۔" فاخرہ بیگم انہیں ڈانٹ
رہی تھیں۔
وہ پیر پٹختے ہوئے لگیں۔
سرمد دانت پیس کر جانے لگے۔ انوار احمد نے حسرت بھری نگاہوں سے انہیں دیکھا۔ جو ان سے بھی تو ٹھیک
سے نہیں بولتے تھے۔
سرمد گاڑی والی کھول کر باہر آ گئے۔ اپنی گاڑی میں بیٹھے۔ ان کی آج بہت بڑی ڈیلنگ تھی۔ سارے ڈاکومنٹس
بھی تھے۔ ان کا لاکھوں کا نقصان ہونے کا اندیشہ تھا۔ وہ جھنجھلا کر ڈرائیونگ سیٹ پر ابھی بیٹھے ہی تھے۔ انہیں
کسی کے بیٹھے ہونے کا احساس ہوا تو فوراً مڑ کے دیکھا تو فارحہ شرمندہ سی بیٹھی تھی۔
"فارحہ تم!" وہ حیران ہوئے۔
"کیا کر رہی ہو تم یہاں؟" لہجہ ان کا درشت ہو گیا۔
"بھائی جان! آپ کے بیگ کو چیک کر رہی تھی۔ اس میں سے مجھے دو فائلز ملی ہیں۔" اس نے ان کا بیگ فرنٹ
پر رکھا۔ اور فائلز ان کے ہاتھ میں دیں۔
"دیکھ لیں۔ یہ تو نہیں ہیں؟" وہ سر جھکا کر بولی۔ سرمد کا طائشہ پر ناراض ہونا اسے برا لگا، تو اس نے خاموشی سے
گاڑی میں آ کر بیگ کی تلاشی لی، حالانکہ فائل کا اسے علم نہیں تھا کون سی ہے؟
سرمد غور سے فائلز کو دیکھنے لگے، کیونکہ ان میں سے ایک فائل وہی تھی۔ اب وہ شرمندہ سے ہو گئے۔ کیونکہ کتنا بڑا
بلا پھر طائشہ کو اتنا کچھ برا کہا۔
"یہی ہے نا؟" وہ قدرے توقف کی بعد گویا ہوئی۔ اور ڈور کھول کر اتر گئی۔ سرمد کی ڈرائیونگ سیٹ کی جانب
آئی۔
"ہاں۔ یہی ہے۔ لیکن میں نے تو بہت دفعہ دیکھا بھی۔" وہ دبے دبے لہجے میں بولے۔
"بھائی جان! آئندہ آپ بھابھی کو کبھی برا مت کہیے گا۔ وہ بہت اچھی ہیں۔ آپ کا کتنا خیال کرتی ہیں۔ آپ
ان کا۔ مجھے بہت برا لگا ہے۔" لب کچلتی بول رہی تھی۔
"نہیں فارحہ! اس وقت مجھے کیا ہو گیا تھا؟"
"ہاں ہوں تو آپ سے بہت چھوٹی۔ مگر آپ سے ایک بات کہوں؟" اس نے رک کر ان کی جانب دیکھ کر
کہا۔ سرمد نے اثبات میں سر ہلا دیا۔
"آپ کی کوئی چیز بھی گم ہو جائے۔ یا پھر کچھ بھی آفیشل ٹینشن ہو۔ آپ پلیز بھابھی کو کبھی الٹا سیدھا نہیں
کہیے۔" اس نے سرمد کے شانے پر ہاتھ رکھ کر وعدہ چاہا۔
"ٹھیک ہے۔" وہ ہلکے سے مسکرائے۔ فارحہ اتنی سی بات انہیں کتنے آرام سے سمجھا گئی تھی۔ وہ اور ندامت محسوس
کرنے لگے۔
"ان جیسی بھابھی کہیں نہیں مل سکتی ہیں۔ وہ سب کو سمجھتی ہیں۔ سب کا غم سمجھتی ہیں۔ سب کے دلوں کا حال
جانتی ہیں۔ اور پھر سب کی ہمت بندھاتی ہیں۔ جیسے میری بندھائی ہے۔" وہ غمگین سی ہو گئی۔
"انہوں نے مجھے بہت جوڑا ہے۔ اس لیے پلیز، آپ انہیں مت توڑیے گا۔"
"فارحہ! آج کے بعد تمہارا یہ بھائی کبھی تمہاری بھابھی کو تنگ نہیں کرے گا۔" انہوں نے فارحہ کے رخسار پر تھپکی

"وہ آپ سے اب ناراض ہوں گی۔"

"اس کی تم فکر مت کرو۔ تمہاری بھابھی مجھ سے زیادہ ناراض نہیں ہو سکتی ہے۔" وہ مسکرائے۔ عفرا نے آسودگی سے انہیں دیکھا۔ اب وہ گاڑی اسٹارٹ کر چکے تھے۔ وہ اپنا چہرہ صاف کر کے اندر آ گئی تھی۔

● ● ●

"فراز بھائی! مجھے رینی ڈے پر Essay لکھ دیں۔" عفرا نے کاپی اور پین اس کی رائٹنگ ٹیبل پر رکھا۔ وہ اسٹڈی میں مصروف تھا۔

"آج میرے پاس بالکل ٹائم نہیں ہے۔" اس نے کاپی اور پین سائیڈ پر کر دیا۔ جو اپنے کمرے میں بیڈ پر بیٹھا ہارٹ کی بک پڑھ رہا تھا۔ اور کل اس کا پریکٹیکل بھی تھا۔

"صرف تھوڑی دیر کی بات ہے؟" وہ منہ بنا کر بولی۔

"تم خود لکھو۔ کیا ہر کام کبھی مجھ سے، تو کبھی بھابھی سے کرواتی رہتی ہو۔" اس نے اب عفرا کو سرزنش کی۔

"زیادہ اترائیے نہیں۔ بھابھی کام میں مصروف تھیں۔ ان سے بھی پوچھ سکتی تھی۔ لیکن امی نے کہا آپ سے پوچھ لوں۔"

"یہ امی تمہیں میرے پیچھے خوب لگا دیتی ہیں۔" اس نے اپنی بکس بند کیں۔ ریوالونگ چیئر کو پیچھے دھکیل کر کھڑا ہو گیا۔

"فراز بھائی! آپ تو پانچ منٹ میں لکھ دیتے ہیں۔" اب وہ منت سماجت پر اتر آئی۔

"اس وقت میرے تاسر میں بھی درد ہو رہا ہے۔ اور اتنی رات کو نو بجے تمہیں یاد آیا کہ Essay لکھوانا ہے۔"

"نہیں لکھنا تو ایسے ہی کہہ دیں۔ باتیں کیوں سنا رہے ہیں؟" اس نے اپنی کاپی اٹھائی۔ منہ پھلا کر اس کے کمرے سے نکل گئی۔ فراز نے مسکرا کر اپنی اس روٹھی بہن کو دیکھا۔ جو ضرور امی اور ابو سے شکایت کرے گی۔ وہ بھی اپنا کرتا، شلوار جھاڑتا کمرے سے نکلا تو واقعی وہ زینب سے اس کی شکایت کر رہی تھی۔

سب ہی لاؤنج میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد انعام احمد اور اعزاز جو نیوز دیکھ رہے تھے۔ جبکہ زینب بھی وہیں تھیں۔ صدف کچن سمیٹ رہی تھی۔

"کیا بات ہے؟ فراز بہن کو لکھ کر کیوں نہیں دیا؟"

"امی! یہ رات میں ہی کیوں کہتی ہے؟" وہ دھڑ سے سنگل صوفے پر بیٹھا۔

"صبح سے لے کر تم دوپہر شام تک تو کالج میں ہوتے ہو۔ ظاہر ہے۔ اب رات میں ہی تم سے کہے گی۔" وہ عفرا کو چپ کرانے لگیں۔ جس نے باقاعدہ رونا شروع کر دیا۔

"مجھے بھی تو پڑھنا ہوتا ہے۔"

"ظاہر ہے۔ جب دوسرا کوئی توجہ نہیں دے گا اس پر۔ تو یہ تم سے ہی کہے گی نا۔" زینب نے صدف کو طنز بھرا تیر پھینکا۔ جو سب کے لیے چائے بنا کر لائی تھی۔

"ٹیوشن لگوا دیں اس کی۔"

"تم پڑھے لکھوں کا کیا فائدہ؟" انہوں نے ٹرے سے کپ اٹھایا۔ جو صدف ان کے قریب لے آئی تھی۔

"عفرا! تم نے اپنی بھابھی سے کیوں نہیں پوچھا؟" اب اعزاز نے مداخلت کی۔ صدف کا دل کانپا۔ ضرور اب سنائے گا۔

"بھابھی مصروف تھیں۔" وہ منمنائی۔

"بھابھی مصروف بھی نہیں تھی۔ تم نے پوچھا کیوں نہیں؟"

"بھائی جان! اب ضروری ہے کہ ہر کام بھابھی ہی بتائیں۔" فراز نے صدف کی حالت دیکھی جو چور سی بنی رہی۔ اسے رحم سا آیا۔

"اگر بتا دیں گی تو ان کی شان نہیں کم ہو جائے گی۔" اس نے ایک تیر پھینکا۔

"میں نے عفرا سے کہا تھا کہ ابھی لکھوا دیتی ہوں۔" اس نے ڈرتے ڈرتے زبان کھولی۔ مگر اعزاز کی قہر برساتی نگاہوں نے اس کی اوسان خراب کر دیئے۔

"تمہیں رونے دھونے سے فرصت ہو تو کچھ کرو بھی۔" اب وہ سنگل صوفے سے کھڑا ہو گیا۔ انعام احمد نے ناگواری کا اظہار کھنکھار کر کیا۔ اعزاز کا انہیں روڈ رویہ برا لگنے لگا تھا۔

"میں نے تو خود کہا تھا۔"

"بند کرو یہ بحث۔ سخت بری لگتی ہیں مجھے بحث کرتی ہوئی بیویاں۔" وہ ہاتھ اٹھا کر بولا تو صدف لب بھینچ کر رہ گئی۔ اپنی بے بسی پر اب تو آنسو بھی نہیں بہا سکتی۔ زینب نے کڑوا سا منہ بنا کر رخ پھیر لیا۔

"ارے! کیا اتنی سی بات پر آپ تو ناراض ہونے لگے بھائی!" فراز کو اچھا نہیں لگا یہ سب، تو وہ جھٹ بولا۔

"یہ اتنی سی بات نہیں ہے۔ یہ اب میری بہن کو اگنور کرنے لگی ہے۔" وہ تو چیخ ہی پڑا۔

"بھائی جان! آپ غلط سمجھ رہے ہیں۔ بھابھی نے تو آدھا Essay لکھ دیا تھا۔ لیکن وہ سب کے لیے چائے بنانے اٹھ گئی تھیں۔" عفرا نے فوراً توجیہہ پیش کی۔

"اگر ایک کام کیا جائے گا، تو دوسرا کام اگنور کیا جائے گا۔" وہ تو اس سے باقاعدہ دوبدو تھا۔ اور وہ بیچاری مجرم بنی آنسوؤں کے گرم گھونٹ اندر اتارتی رہی۔ جسم میں لگتا تھا اب جان ہی نہ ہو۔

"اعزاز! تحمل سے بات کرو۔ وہ تمہاری بیوی ہے۔ کوئی ملازمہ نہیں ہے۔ جسے تم ماں، بیٹے جھڑکتے رہتے ہو۔" انعام احمد نے ٹی وی آف کر دیا۔

"ابو! بیوی ہے۔ جب ہی محترمہ سر چڑھنے کی کوشش کر رہی ہیں۔"

"اعزاز! اعزاز! اسٹاپ اٹ۔" اب انہوں نے گرجدار آواز میں اس سے سرزنش کی تو وہ چپ ہو گیا۔

"روز کا یہ تماشہ ہو گیا ہے۔ دن بھر تمہاری ماں اس سے سناتی رہتی ہے۔ اور رہی سہی کسر تم آ کر پوری کر دیتے ہو۔" وہ اب ان دونوں پر ہی خفا ہونے لگے۔ ترحم بھری نگاہ صدف پر ڈالی۔ جو ب کاٹے جا رہی تھی۔ بار بار پلکیں جھپک کر آنسو روکنے کی کوشش کر رہی تھی۔ مگر پھر بھی چند قطرے ٹپک پڑے۔

فراز اور عفرا تو بدمزہ سے ہو کر اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے۔ لیکن صدف سر جھکائے وہیں کھڑی رہی۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ اعزاز اس پر بھی نہ ڈانٹ دے کہ رونے کے لیے کوئی بھی جگہ ڈھونڈ لیتی ہے۔

"اعزاز! تم یہ ذہن میں رکھا کرو۔ یہ تمہاری خوشی اور مرضی سے شادی ہو کر آئی ہے۔ کوئی زبردستی نہیں بھیجا اس کے ماں باپ نے۔" وہ اس سے ڈانٹنے لگے۔ جواب تپائی پر ٹھوکر مار کر رہ گیا۔

"یہی مجھ سے غلطی ہو گئی۔ جو صرف اپنی مرضی اور خوشی کو اہمیت دی۔" کتنی آسانی سے اس نے کہہ دیا۔ مگر صدف نے چونک کر اور حیرانگی سے اعزاز کے سپاٹ چہرے کو دیکھا۔ جو خاصا مشتعل لگ رہا تھا۔

"آج اگر تم نیلم کی پسند کی کرتے۔ تو کم از کم یہ روز روز کی کل کل نہ ہوتی۔" زینب تو فوراً خوش ہو گئیں۔

"نیلم نے تو کتنا چاہا۔ مگر تم پر تو بس۔"

"زینب! بس کرو۔ اپنی یہ فضول گویائی۔" انعام احمد نے اب زینب کو سخت لہجے میں کہا، تو وہ منہ بنا کر رہ گئیں۔

"اب تو مجھ سے غلطی ہو گئی نا۔" اعزاز ایک غصیلی نگاہ صدف پر ڈال کر، تیزی سے وہاں سے ہی چلا گیا۔

صدف کی تو دنیا ہی لٹ گئی۔ اعزاز نے کتنی بڑی بات کتنی آسانی سے کہہ دی۔ آج وہ اپنی کم مائیگی پر رونے لگی۔

"زینب! تم تو عقل رکھو۔ ماں ہو اس کی۔ اور تم بیٹے کو بھڑکا رہی ہو۔"

"اسے احساس دلا رہی ہو، کہ اس نے جلد بازی میں غلط ہی کیا ہے۔" انہوں نے صدف کے احساسات کی پرواہ کیے بغیر جل کر کہا۔ "ہر لڑکی کو کم از کم سارے کام تو آتے ہوں۔"

"اور وہ فریال، کیا طاق ہے ہر کام میں۔" انعام احمد بولے۔

"کم از کم میری نیلم کی پسند کی ہوتی۔ پتہ ہے فریال خیر سے امید سے ہے۔ اس کی شادی ہوتے ہی خوش خبری سن لی اس کے سسرال میں۔ اور ہمارے کان ترس رہے ہیں۔"

اب صدف سے رکا نہ گیا۔ وہ من من ہوتے قدم کو اٹھاتی اپنے بے جان وجود کو لیے کمرے میں چلی آئی۔ یہی جائے پناہ لگا۔ دروازہ بند کر کے اس پر اپنی پشت ٹکا کر خوب زور زور سے رونے لگی۔ دل پھٹا جا رہا تھا۔ بر تھا اس گھر سے چلی جائے۔ جب اعزاز اور زینب کے دل میں اب جگہ نہ رہی تو وہ کیوں ناپسندیدہ بن کر یہاں رکھے؟ کسے وہ اپنے درد بتائے؟ امی کو وہ یاسر بھائی کے بعد کوئی اور غم نہیں دینا چاہتی۔ وہ کیا دوبارہ جائیں گی۔ ان کی بیٹی خوش نہیں ہے۔" وہ سسکیوں کو دباتی اب واش روم میں چلی گئی۔

"کہیں اعزاز نہ آ جائے۔ دوبارہ اسے موقع ہاتھ آ جائے۔" آدھا گھنٹہ وہ واش روم میں بند رہی۔ کر میں اسے اٹھا پٹخ کی آواز نے چونکا دیا۔ جلدی جلدی اپنے بال سمیٹے، منہ پر ڈھیروں پانی ڈالا۔ لیکن آنکھیں سوجی ہوئی ہو رہی تھیں۔ پوری قمیض مسلسل پانی ڈالنے سے گیلی ہو گئی تھی۔ اسے ایک دم ہی سردی کا احساس ہوا لگا۔ جنوری کا خشک اور سرد موسم تھا۔ اس لیے اسے اب سردی کا احساس ہوا۔ تو وہ واش روم سے باہر آئی۔ تو وا صوفے پر کشن رکھے لیٹا تھا ایک ترچھی نگاہ اس پر ڈالی۔ جو کمزور اور نحیف سی نظر آئی۔ وارڈروب کھولی اور کپڑے نکالے۔ ڈریسنگ روم میں بدلنے چلی گئی۔ اعزاز نے اٹھ کر لائٹ ہی آف کر دی۔ وہ جلدی سے آ میں گھس گئی۔ ہونٹ کانپنے لگے تھے۔ سر دکھنے لگا تھا۔ گرم گرم آنسو نکلے جا رہے تھے۔ مسلسل وہ کروٹیں بدلے تھی۔ جسم میں بخار کی وجہ سے بے چینی بھی ہونے لگی۔ اعزاز دور سے سارا نظارا دیکھ رہا تھا۔ مگر وہ اب اتنا بھی نہیں تھا۔ اسے بڑے چاؤ سے لایا تھا۔ اپنی محبت تھی اس کی۔ اور وہ کئی دنوں سے ایسا ہی اکھڑا ہو رہا تھا۔ صرف کی توہین برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ اب اس سے لیٹا نہیں گیا۔ صدف کے کراہنے کی آواز آنے لگی تو اٹھ کر ہا آیا۔



نائٹ بلب کی ملگجی روشنی میں اس نے صدف کا چہرہ کمبل ہٹا کر دیکھا۔ جس کے ہونٹ کانپ رہے تھے۔

"صدف! صدف!" اس نے ماتھے پر ہاتھ رکھنے کے بعد اسے پکارا۔ مگر شاید وہ غنودگی میں تھی۔ مسلسل سر کو بھی ہی تھی۔

"امی! امی! ابو! یاسر بھائی! آ جائیں۔ میرے پاس آ جائیں۔" وہ ہذیانی سی ہونے لگی۔ اعزاز اب گھبرا گیا۔ دم ہی اس کی یہ کیفیت کیوں ہونے لگی؟ اس کا پورا جسم بخار میں جلتا ہوا لگا۔ وہ اضطرابی سی کیفیت میں اپنے ں میں ہاتھ پھیرنے لگا کہ کیا کرے؟ وہ تو اس کی متاع حیات ہے۔ اب اگر اس سے ناروا سلوک رکھ رہا ہے۔ تو ں امی کی وجہ سے۔ انہیں یہ احساس نہ ہو کہ وہ بیوی کے آگے انہیں اہمیت نہیں دے رہا۔

"امی! امی!" وہ پھر چیخی۔ اعزاز سوچوں کی دنیا سے واپس آ گیا۔ اسے جھٹکا لگا۔ وہ صدف کی جانب ا۔ اب وہ اس کے قریب بیٹھا۔

"صدف! صدف! کیا ہوا؟" اس نے پھر پکارا۔

صدف کو کسی کی آواز دور سے آتی محسوس ہونے لگی۔ اعزاز نے اب اس کا رخسار تھپتھپا کر پھر پوچھا۔ مگر وہ تو ڑ تھی۔ وہ بیڈ سے اٹھا۔ کمرے میں ادھر سے اُدھر چکر کاٹنے لگا۔ لائٹ بھی اس نے آن کر دی۔ کمرے سے باہر اس کے لیے ٹیبلٹ لینے چلا گیا۔ ابھی وہ لاؤنج میں آیا ہی تھا کہ فراز کو ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھا دیکھا۔ فون بھی پاس تھا۔ وہ اپنی کتابیں بھی کھولے بیٹھا تھا۔ اعزاز اب کچن میں جاتے جاتے رکا۔

"فراز! تم سوئے نہیں؟"

"بھائی! صبح پریکٹیکل ہے۔ اس عفرا کی بچی کا مجھے کام کرنا پڑا تو دیر ہو گئی۔" اس نے اب اکتاہٹ سے بتایا۔ لوں پر اس کی آئی گلاسز اب پھسل کر ناک پر اٹکے تھے۔

"اچھا مجھے ایک بات تو بتاؤ؟ تیز بخار میں پیناڈول کی ٹیبلٹ کھائی جاتی ہے؟"

"بخار آپ کو ہے؟" وہ گھبرا کر اٹھا۔

"نہیں یار! وہ۔" اب وہ بولتے بولتے جھجکنے لگا۔ سمجھ نہیں آیا کہ اسے بتائے یا نہیں۔ جو چیئر سے اٹھ کر اس کے بہیا آ گیا۔

"بھابھی کو تو نہیں ہو گیا پھر؟" وہ فکر مندی سے پوچھنے لگا۔

"پھر؟" اعزاز چونک گیا۔

"صبح سے ہلکا بخار ہو رہا تھا۔ انہیں سر میں بھی درد تھا۔ میں نے بی پی چیک کیا تھا بالکل لو تھا۔" وہ اسے بتانے

"لیکن اس نے تو مجھے نہیں بتایا۔" اعزاز اب شرمندگی کے ساتھ افسوس کرنے لگا۔ کتنا اس نے آج صدف کو ڈانٹا۔

"کیسے بتائیں وہ؟ صبح سے امی کی ڈانٹ ڈپٹ، اور پھر باقی آپ کی ڈانٹ۔ میں نے امی کو منع بھی کیا تھا۔

انہیں آرام کروائیں۔ ...ہے میں کہ تم دوائی دے دو۔ فضول کے بہانے ہیں۔"

"سچ!" اب وہ دانت پیسنے لگا۔

"یار! تم چیک کرواسے۔ مجھے لگتا ہے بخار اس کے دماغ پر چڑھ گیا ہے۔ مسلسل بڑبڑانے لگی ہے۔" اعزاز بتانے لگا۔ دونوں اب کمرے میں آچکے تھے۔ فراز اپنا فرسٹ ایڈ باکس ساتھ لایا تھا، کیونکہ آدھے سے زیادہ ڈاکٹر بن چکا تھا۔ بس ایک سال باقی تھا۔ جو اس کا ہاؤس جاب کا تھا۔ فراز نے اسٹیتھوسکوپ سے چیک کیا۔ بی پی لو تھا۔ بخار بھی 104 تھا۔

"آپ ٹھنڈے پانی کی پٹیاں رکھیے۔ اور ٹیبلٹ ہے میرے پاس۔ وہ لے کر آتا ہوں۔" وہ کمرے سے گیا۔ اعزاز تیزی سے ایک باؤل لے آیا۔ اس میں ٹھنڈا پانی ڈالا اور پٹیاں رکھنے لگا۔ فراز نے جو دوائی دی زبردستی کھلائی۔ پوری رات اعزاز کی فکرمندی اور مضمحل سی گزری۔ کیونکہ صدف کا بخار فجر میں جا کر اترا تھا۔

● ● ●

"تم دونوں ٹی وی کب بند کرو گے؟" طائشہ نے ان دونوں کو تھوڑا غصے سے دیکھا۔ دونوں نے ہال کرہ دھما چوکڑی مچا رکھی تھی۔

"بھابھی! بس آخری اوور چل رہا ہے۔" بلال نے ٹی وی کی اسکرین پر نگاہیں جمائے رکھیں۔

"اتنی دیر سے تم دونوں یہی کہہ رہے ہو۔"

"آپی! انڈیا اور پاکستان کا میچ ہے۔ سنسنی خیز ہو چکا ہے۔" عمر نے دونوں پاؤں صوفے پر چڑھا لیے۔ پورا کمرہ پھیلا رکھا تھا۔ صوفے کے میٹ، فلور کشنز پھر تین، چار چائے کے کپ جو کرسٹل ٹیبل پر اوندھے پڑے تھے۔ سامنے کھڑکی کے پاس جہازی سائز فل اسکرین کا ٹی وی رکھا تھا۔ آواز بھی تیز تھی۔ دونوں آنکھیں گاڑے ہوئے تھے۔

"آواز تو دھیمی کر لو۔ ابھی آگئے نا تمہارے بھائی جان تو خواہ مخواہ پھر ڈانٹ پڑے گی۔" طائشہ نے بلال سے ریموٹ چھینا اور آواز دھیمی کر دی۔

"بھابھی! بھابھی! کیا کرتی ہیں؟ آخری بیٹسمین ہے۔ آپ نے آواز دھیمی کر دی۔" اس نے دوبارہ آواز اونچی کر دی۔

"بلال! ابو غصہ ہو رہے ہیں اتنی اونچی آواز پر۔"

"آپی! آپ تایا ابو کے کان میں روئی لگا دیں۔" عمر نے جلدی سے مشورہ دیا۔

"عمر! شرم کرو تم بڑے ہیں وہ۔" وہ گھورنے لگی۔ اس نے کپ تو اٹھا کر ٹرے میں رکھے۔ کشن صوفوں کی بیک پر ٹکائے۔ فلور کشنز ترتیب سے رکھے۔

"آخری بار کہہ رہی ہوں، آواز آہستہ کر لو۔"

"سوری، سوری۔" عمر نے ہاتھ نچا کر کہا۔

"اوہ چھکا!" بلال نے نعرہ لگایا

"کیا ہو رہا ہے یہ؟" سرمد کی اندر انٹری ہوئی، تو تینوں ہی بوکھلا گئے۔ بلال نے تو گھبرا کر آواز ہی بند کر دی۔

"بلال! کچھ تمیز ہے نہیں؟ مغرب کی اذان ہو رہی ہے۔ اور تم دونوں اتنی اونچی آواز میں ٹی وی دیکھ رہے ہو؟" انہوں نے کڑے تیوروں سے دونوں کو گھورا۔ بلال اور عمر بری طرح شرمندہ ہونے لگے۔

...انہیں بھی منع کر رہی تھی۔ طائشہ نے بھی ڈرتے ڈرتے تھا۔ اب تو ان کے بجائے ... تھا۔ کل کا ہنگامہ وہ بھولی نہیں تھی۔

"اور عمر تم۔ پڑھائی تمہاری ختم ہو گئی کیا؟" وہ عمر کو دیکھنے لگے۔ جو صوفے سے کھڑا ہو چکا تھا۔ ملگجا سا وائٹ کرتا، ...پر کرتے کے بٹن کھلے ہوئے تھے۔

"پڑھائی کا میرا ایک وقت ہوتا ہے۔ یہ کیا ہر کوئی مجھے پڑھائی پڑھائی کا لیکچر دیتا رہتا ہے۔" وہ برا مان گیا۔ بلال نے تو حیرانگی سے اسے دیکھا۔ جو بالکل رونی صورت والا لگا۔

"عمر تمیز سے۔" طائشہ نے سرزنش کی۔

"آپی! آخر آپ لوگوں کو میں ہنستا، بولتا اچھا نہیں لگتا؟ ادھر وہ تائی بھائی ڈنڈا لیے بیٹھے رہتے تھے۔ ادھر یہاں آپ کے میاں اور ہماری امی کے میاں۔"

سرمد کی ہنسی نکل گئی۔ طائشہ نے سرمد کو دیکھا۔ جو خلاف توقع ہنستے ہوئے ملے۔

"اچھا مجھے پھنسا دیا اس ڈاکٹری میں۔" باقاعدہ وہ منہ بسورنے لگا۔

"بیٹا! ہم چاہتے ہیں۔ کوئی تو ہمارے گھر میں ڈاکٹر بنے۔" انہوں نے عمر کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

"آپی یہ خواہش آپ اپنے بیٹے پر پوری کریے۔ اسے بنائیے گا سرجن۔" وہ بے ساختہ بولا۔

"عمر! تم ہوش میں تو ہو۔" بلال نے اسے ٹوکا۔

"بالکل ہوش میں ہوں۔ ٹی وی دیکھو تو پڑھائی کا لیکچر، فلمیں دیکھو تو تب لیکچر، سنو آخر میں بھی انسان ہوں۔ میرا بھی دل چاہتا ہے دیگر ایکٹیویٹیز میں جاؤں۔"

"بھائی جان! آج عمر کا نا اسکرو ڈھیلا ہو گیا ہے۔" بلال نے اب وہاں سے جانے کے لیے پر تولے۔

"ابھی میں نے آپ کے متعلق بتایا نا، آپ کا اسکرو تو نکل ہی جائے گا۔" وہ یہ کہہ کر نکل گیا۔ بلال پر سرمد کی ... نگاہیں تھیں۔ جبکہ طائشہ تو ابھی تک عمر کی بے سروپا گفتگو میں الجھی ہوئی تھی۔

"عمر کی زبان بہت چلنے لگی ہے۔" وہ مسکرا کر بولے۔

طائشہ پھر بھی کچھ نہ بولی۔ ٹیبل سے ٹرے اٹھانے لگی۔ سرمد نے اسے بغور دیکھا۔ کل سے وہ ان سے کترائی کترائی تھی۔ رات کو بھی جلدی سو گئی۔ صبح اس نے بغیر بات کیے ناشتہ آگے رکھ دیا۔ وہ بولتے ہی رہے۔ مگر وہ جواب ہی نہیں دے رہی تھی۔

"زبان تمہاری کہیں گھومنے گئی ہوئی ہے۔" انہوں نے طائشہ کا راستہ روکا۔ جو عجیب بکھرے بکھرے حلیے میں تھی، دراز بالوں کی چوٹی بکھری ہوئی تھی، بال چہرے پر پڑے تھے، گلابی کاٹن کا سوٹ اب میلا ہو رہا ہے، کل سے اس نے خود پر توجہ ہی نہیں دی تھی۔

"کل سے میں نوٹ کر رہا ہوں۔ محترمہ مجھے خاطر میں ہی نہیں لا رہی ہیں۔" انہوں نے لہجے میں لطیف سی محبت کا رچاؤ رکھا۔

"پلیز راستہ دیں۔ مجھے کام ہے۔"

"کیا کام ہے؟" انہیں طائشہ کا روکھا انداز یک لخت ناگوار گزرا۔

"جا رہی ہوں میں یہاں سے۔" وہ اب انہیں ہٹاتی، نکل گئی۔

"یار! طائشہ! بات تو سنو؟" وہ تو سٹپٹا ہی گئے۔ اچانک ہی طائشہ نے جانے کا مژدہ جو سنا دیا۔ وہ ٹرے کچن میں

رکھنے جا رہی تھی۔

"طائشہ! سوسوری، معافی نہیں مل سکتی کیا؟" انہوں نے مسمسی سی صورت بنائی۔ جو آنکھوں میں نمی لیے ان کل کے کمزور رویے کی وجہ سے کتنی ہی بار رو چکی تھی۔

"مجھے بار بار مرنا پسند نہیں ہے۔ آپ کیا مجھے نکالیں گے۔ میں خود ہی چلی جاتی ہوں۔ آپ کی زندگی سے۔" پشت پھیرے وہ آنکھوں کے سمندر کی طغیانی کو روکنے میں ناکام ہو گئی تھی۔

"جانتا ہوں، میں نے کل بہت غلط کیا تمہارے ساتھ۔ پلیز طائشہ! صرف آخری بار موقع دے دو۔" انہوں نے اسے شانوں سے پکڑ کر اپنی جانب کیا۔ اس کی رسیلی آنکھوں میں پانی ڈول رہا تھا۔ جو پلکوں کے بند توڑنے کو تھا۔

"بھابھی! نائل بھائی کا فون آیا ہے۔" بلال کی آواز پر دونوں چونک گئے۔ وہ کچن کے دروازے پر کھڑا تھا۔ سرمد تو جز بز سے ہو گئے۔ طائشہ اس کے بہت قریب تھی۔ انہوں نے طائشہ کو چھوڑا اور پشت پھیر کر اپنی جھینپ مٹائی۔

"کہو بعد میں بات کریں گے وہ فون کر کے۔" سرمد نے اس سے کہا۔ تو وہ سر ہلاتا چلا گیا۔

"کمرے میں آؤ تم پہلے۔" انہوں نے حکمیہ کہا۔

"میں نے پیکنگ کر لی ہے۔ نائل مجھے لینے آنے کا پوچھ رہا ہوگا۔"

"ایسے تو تمہیں میں جانے نہیں دوں گا۔ میرے ساتھ اندر چلو۔ یہاں تم سے بات کرنا صحیح نہیں ہے۔" وہ اس کا ہاتھ پکڑے کچن سے لے آئے۔ آمنہ کی نگاہ پڑی تو سرمد نے جھینپ کر چھوڑ دیا۔ طائشہ نے چہرہ بھی صاف کر لیا تھا۔

"طائشہ! نائل کا فون تھا۔"

"پھوپھو! ابھی کرتی ہوں، میں خود فون۔" وہ آمنہ سے نگاہ چراتی، لاؤنج سے گزر کر سیدھی اوپر سیڑھیاں چڑھ گئی، کہ آمنہ مزید سوال و جواب نہ شروع کر دیں۔

"فوراً یہ سوٹ کیس خالی کرو۔" انہوں نے اس کے اندر آتے ہی سوٹ کیس کی جانب اشارہ کیا۔ جو وارڈروب کے آگے کھڑا تھا۔ طائشہ کے تو دوبارہ آنسو نکلنے کو بے تاب تھے۔ مگر اس نے اب خود پر کنٹرول کیا۔

"آپ کا کیا ہے۔ پھر کسی دن کہہ دیں گے کہ نکلو گھر سے۔ اس لیے اب مجھے چلے ہی جانا چاہیے۔" وہ روٹھ کر بولی۔

"یار! توبہ میری۔ سات پشتوں کی توبہ۔ جو تمہیں ایسا کچھ بولوں۔" انہوں نے طائشہ کا چہرہ اپنے مضبوط ہاتھوں میں لیا، تو اس نے شکوہ کناں نگاہ اٹھائی۔

"پتہ نہیں اس وقت میں کچھ پاگل ہو گیا تھا۔"

"اتنی اہم فائل تھی۔ بس مجھے غصہ آ گیا۔ تم نے ٹھیک کہا تھا کہ میں غور سے تو دیکھوں۔ واقعی اس میں ہی تھی۔" وہ شرمندہ شرمندہ بولے۔

"آپ کا کیا بھروسہ؟ کل پھر کچھ اور کہہ دیں گے۔" اس نے طنز کیا۔

"کہہ تو رہا ہوں۔ میری توبہ جو اب کہوں۔ معاف کر دو نا۔" اب وہ ملتجی لہجے میں بولے تو طائشہ نے بے یقینی کی کیفیت میں مبتلا ہو کر دیکھا۔

"کیا گھور رہی ہو؟ ایک شخص، اور وہ بھی جو تمہارا مجازی خدا ہے۔ معافی مانگ رہا ہے۔ اسے اب تو بخش دو۔"

انہوں نے طائشہ کو اپنی بانہوں کے حصار میں لیا تو فوراً ہی وہ اکڑ گئی۔

"واہ! آ گئے نا مطلب پر۔ مجھے نہیں چاہیے آپ کی معافی۔ مجھے جانا ہے۔"

"تم اس کمرے سے نکل کر تو دکھاؤ میرے سامنے۔" انہوں نے ذرا شوخ سے لہجے میں اسے وارننگ دی۔

"میں نے نائل کو فون کر دیا ہے۔ وہ لینے آنے والا ہے۔ میں پھر بھی جاؤں گی۔" وہ وارڈروب کی جانب بڑھی، سرمد نے اسے بازو سے پکڑ کر گھسیٹا، تو وہ پوری کی پوری ان پر آ گئی۔

"نائل کو تو میں منع کر دوں گا۔ اگر پھر بھی تم گئیں نا تو اچھا نہیں ہوگا۔" وہ سنجیدہ ہو گئے۔

"ٹھیک ہے۔ آپ کا جب دل چاہا غصہ کر لیا۔ جب دل چاہا منا لیا۔ بیوی نہ ہو گئی میں۔ آپ کی جاگیر ہو گئی۔" وہ پھر بھی غصہ کرنے لگی۔

"جاگیر ہی تو ہو گئی ہو۔ جب دل چاہا چلا گیا۔ جب دل چاہا میں نے تمہیں......" انہوں نے شوخ سی شرارت کر دی تو طائشہ تو کانوں کے لوؤں تک سرخ ہو گئی۔

"جلدی سے اپنا یہ سراپا درست کرو۔ بالکل ہی توجہ چھوڑ دی۔"

"آپ نے جو چھوڑ دی تھی۔" اس نے پھر طنز کیا۔

"محترمہ! کل رات کو مجھ سے بات کیے بغیر تم سو گئیں۔ صبح ناشتہ منہ پھلا کر دیا۔ پتہ ہے پورا وقت میرا تمہاری ہی جانب دھیان رہا۔ ضروری میٹنگ نہ ہوتی تو فوراً چلا آتا۔"

"بہت پرواہ ہے نا میری۔" اس نے بیڈ سے ان کی ٹائی اٹھائی۔

"قسم لے لو۔ تمہاری اور اس کی مجھے بہت پرواہ ہے۔" انہوں نے اس کی کمر پر بازو حمائل کیا، تو وہ گھبرا گئی۔

"آئندہ طائشہ! میری کوشش ہو گی، میں تمہیں کچھ نہ کہوں۔"

"آپ مجھے کہیے۔ مجھے برا نہیں لگے گا۔ غصہ بھی کریئے۔ لیکن پلیز، گھر والوں کے سامنے بے عزتی نہیں کریئے۔ کمرے میں چاہے کچھ بھی کہہ لیں۔ میں اف تک نہیں کروں گی۔" اس نے افسردگی سے ان کے سینے پر سر رکھ کر کہا تو سرمد لب بھینچ کر رہ گئے۔

"سوری، ایک بار پھر۔" وہ ندامت محسوس کرنے لگے۔

"اور ایک اور وعدہ کریں۔" اس نے ان کی جانب سوالیہ نگاہ اٹھائی۔

"کبھی بھی یہ نہیں کہیں گے کہ مجھے ہاتھ پکڑ کر نکال سکتے ہیں۔" وہ رک رک کر بولی۔

"کبھی نہیں کہوں گا۔" انہوں نے سر نفی میں ہلایا۔

"تمہیں یہاں سے کہاں جاؤں گی؟ اب تو یہی میرا گھر ہے۔ اور اس گھر کے تمام افراد میرے ہیں۔" وہ مان سے کہہ رہی ہوئی۔

"آپ نے جب یہ کہا کہ مجھے ہاتھ پکڑ کر نکال سکتے ہیں۔ اس وقت مجھے ایسا لگا کہ میرے سر سے چادر سرک گئی ہو۔ آپ کا اتنا رکیک جملہ میرے دل و دماغ کو ہلا گیا۔ اس وقت پتہ ہے۔ میرا دل چاہا کہ میں......"

"بس میں سمجھ گیا۔" انہوں نے اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی اس کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ دیا۔

"یہ گھر ہی نہیں، میں بھی تمہارا ہوں۔" انہوں نے جذب سے کہا۔

"ہاں آپ اب صرف میرے ہیں، میں آپ کی ہوں۔ یہ آپ کو ذہن میں رکھنا ہے۔ میں اور آپ کبھی جدا نہیں ہوں گے۔" وہ ان سے جما جما کر بولی۔

"کبھی نہیں۔" ان کی نگاہوں میں کچھ ایسی ہی وارفتگی و والہانہ پن تھا۔

"ایک بات اور آپ کو ماننی ہوگی۔" وہ پزل ہو کر بولی۔

"یہ تم مجھے اب بلیک میل کر رہی ہو؟ بیوی!" وہ طائشہ کو جھٹکا دے کر بولے، تو وہ ڈر سی گئی۔

"کتنی دیر سے تم اپنی باتیں پوری کروا رہی ہو۔ میری تم نے پوچھی کہ میری تم کون سی مانو گی؟"

"آپ کی میں ساری مانتی ہوں۔ اور مانوں گی۔ لیکن ابھی آپ کو میری ماننی ہوگی۔" وہ بیڈ کے سرے [...] گئی۔ انہوں نے شرٹ سے کف کے بٹن کھولے۔

"آپ اب ابو سے کبھی بھی تلخ لہجے میں بات نہیں کریں گے۔" اس نے سرمد کے ہاتھ ہٹا کر ان کے کف [...] بٹن کھولے۔ وہ لب بھینچ کر رہ گئے۔

"طائشہ! مجھے بس فارحہ کا خیال آتا ہے۔ تو میں ان سے الٹا سیدھا بول دیتا ہوں۔ حالانکہ مجھے بعد میں [...] ہوتا ہے۔" وہ افسردگی سے گویا ہوئے۔ طائشہ نے ان کے تنے ہوئے چہرے کو اب فکرمندی سے دیکھا۔

"اس طرح انہیں بول کر تو آپ اور احساس دلاتے ہیں کہ وہ غلط کرتے ہیں۔" وہ قدرے توقف کے بعد [...] بولی، حالانکہ دل ڈر رہا تھا کہ وہ دوبارہ آگ بگولہ نہ ہو جائیں۔

"انہوں نے شروع سے غلط ہی کیا ہے۔"

"آپ بتائیے؟ بار بار اسی بات کو دہرا کر دوبارہ ویسا ہی تو نہیں ہو جاتا، بلکہ دل و ذہن میں اور بدگمانی [...] ہے، مسائل ہی ہو جاتے ہیں۔"

"یہ سب ابو نے ہی کیا ہے۔" وہ چیخ ہی گئے۔

"کیا ہم سب ایسا نہیں کر سکتے کہ اب ان مسائل کا حل تلاش کریں؟ اور دل و دماغ سے وہ سارا بغض نہیں [...] سکتے؟" اس نے انہیں حسرت بھرے لہجے میں کہا، تو سرمد ایک لمحے کو گہری سوچ میں پڑ گئے۔

"آپ ابو کا گرد رد بٹا نہیں سکتے۔ تو کم از کم آپ تو اور انہیں مزید دکھ نہ دیں۔"

"تم بتاؤ آخر کب تک فارحہ اس طرح زندگی گزارے گی؟ نہ ابو اپنی چلاتے۔ اور نہ یہ یاسر کا بچہ یہاں [...] جاتا۔" وہ ہتھیلی پر مکہ مارنے لگے۔

"یاسر کے ساتھ آپ کو پتہ ہے کیا مسئلہ تھا؟ وہ کیوں گیا ہے؟" اس نے سرمد کے ہاتھ پر اپنا نازک سا [...] سرمد سوالیہ نگاہ اس پر ڈال کر رہ گئے۔

"وہ صرف شہرینہ کی سائیڈ لینے کی وجہ سے، فارحہ سے ناراض ہو گیا ہے۔"

"کیا مطلب؟" وہ چونک گئے۔

طائشہ نے پھر ساری اصل وجہ ان کے گوش گزار کر دی۔ سرمد سخت کبیدگی اور جھنجھلاہٹ کا شکار ہونے لگے۔ زیادہ ہی یاسر پر غصہ آیا۔

"اس میں میری بہن کا کیا قصور ہے؟"

"یہی قصور کم ہے کہ ایک عورت نے ایک عورت کی طرفداری کر دی۔" وہ مغموم سے لہجے میں بولی۔

"یاسر آ جائے دیکھنا۔ اس کی خبر تو خوب لوں گا۔ میری بہن اتنی بے وقعت ہے کہ اس نے کوئی چیز [...] دیا۔"

"یار! اب تم خود سوچو، وہ تو لاپرواہ ہو کر پتہ نہیں کہاں کھو گیا؟ کون سا دن نہیں گزرتا جو میں اس کا پتہ لگوانے میں [...] گزارتا۔ طائشہ! مجھے میری بہن کے آنسوؤں کی بہت فکر ہے۔ جو وہ یقیناً اس کے لیے بہاتی رہتی ہے۔" وہ [...] نے ہو گئے۔ طائشہ نے مزید کچھ کہنے کا ارادہ ہی ختم کر دیا۔ سرمد مسلسل ایک اضطرابی کیفیت میں تھے۔

"اس مسئلے پر ہم پھر بات کریں گے۔ آپ چینج کر لیں۔ اچھی سی چائے بنا کر لاتی ہوں۔" اس نے جھٹ تلخ سا [...] دور کرنا چاہا۔

"[...]ئل کو بھی فون کرتی ہوں۔ میں آج نہیں آ رہی ہوں۔" وہ ان کی بکھری چیزیں اٹھاتے ہوئے بولی۔ سرمد [...] تھکے اعصاب کے ساتھ تکیے پر سر رکھے لیٹ گئے۔ طائشہ کو افسوس بھی ہوا کہ اس نے خواہ مخواہ بات چھیڑ کر انہیں [...] دہ کر دیا۔

●●●

"اعزاز کا فون آیا تھا۔ صدف بیمار ہے۔" نائل نے اسے مخاطب کیا۔ جو عشاء کی نماز پڑھ کر فارغ ہوئی تھی۔

"کب سے ہے؟" وہ سن کر بے چین سی ہو گئی۔ جائے نماز صوفے کی بیک پر رکھی۔ دوپٹہ ابھی تک بندھا ہوا [...]

"کہہ رہا تھا، کل رات زیادہ طبیعت خراب ہو گئی تھی۔" اس نے اس کے گلابی مکھڑے پر نگاہ جمائے رکھی۔ جو [...] سوچ میں ڈوبی لب کاٹنے لگی۔

"آپ نے طائشہ بھابھی کو فون کیا تھا؟ انہوں نے بتایا تھا آپ کو؟"

"آپی نے تو کچھ ذکر نہیں کیا۔ لگتا ہے وہاں کسی کو خبر نہیں۔" وہ اپنے جانے کی تیاری کر رہا تھا اور وہ حیرانگی [...] رہی تھی۔

"چھوٹی امی کو بتا دیتی ہوں۔" اس نے فون کی جانب قدم بڑھائے جو بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر رکھا تھا۔

"ٹھہرو، کیا بے وقوفی کر رہی ہو؟" اس نے شہرینہ کا بازو پکڑا، تو وہ گرتے گرتے بچی۔

"انہیں نہیں ہے خبر۔ تو تمہیں بھی بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ بھی پریشان ہو جائیں گی۔"

"پتہ تو چلنا چاہیے۔" وہ تڑخ کر بولی۔

"تم دیکھنے جا رہا ہوں۔ اگر چلنا پسند کرو تو چل سکتی ہو۔" اس نے شہرینہ کا بازو چھوڑا اور اپنی ٹی شرٹ کے بٹن [...] نے لگا۔ شہرینہ نے اسے نیوی بلیو اور وائٹ، کنٹراسٹ ٹی شرٹ اور بلیو جینز میں دیکھا۔ جو سو بر سو برسا اسے منفرد [...]

"یہ دس بجے کسی کے گھر جانے کا ٹائم تو نہیں ہے۔" وہ نہایت لہجے میں ٹوک کر بولی۔ نائل نے بالوں میں برش [...] بعد بیڈ پر بیٹھ کر جوتے پہنے۔

"میں ابھی آفس سے ہی دیر سے آیا ہوں۔ ظاہر ہے۔ مجھے ٹائم ہی اب ملا ہے۔ تمہیں چلنا ہے تو چلو۔ فضول [...] باتیں مت بناؤ۔" وہ رکھائی سے بولتا کھڑا ہو گیا۔ بیڈ سے رسٹ واچ، اپنا موبائل اور والٹ اٹھایا۔

"باتیں نہیں بنا رہی ہوں۔ احساس دلا رہی ہوں کہ یہ وقت کسی کے گھر جانے کے لیے مناسب نہیں ہے۔" وہ [...] الجھ گئی۔

"اعزاز کی کال ابھی کچھ دیر پہلے میرے موبائل پر آئی تھی۔ میں نے کہہ دیا ہے کہ میں آ رہا ہوں۔" وہ جتا کر بولا [...] اس سے دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔

"اونہہ! ہر بات میں اپنی چلاتے ہیں۔ اس وقت کسی کے گھر جاؤ۔ اچھا بھی نہیں ہے۔ اگر وہ نہیں جا
صدف کہیں اس سے خفا نہ ہو جائے۔" اب اس نے دوپٹہ کھولا۔ کپڑوں کا جائزہ لیا۔ ٹھیک تھے۔ بلیو کاٹن کا
شکنیں ہی تھیں۔ بالوں کو ہاتھوں سے درست کیا۔ جلدی سے چپل پہنے۔ پرس ڈریسنگ روم سے لیا۔ ارسل کے
کپڑے وارڈروب سے نکالے۔ جلدی سے باہر آ گئی۔ کہ وہ نکل نہ گیا ہو۔ دیکھا تو امی کے کمرے میں تھا۔

"رکیے۔ میں بھی چل رہی ہوں۔" اس نے کہا۔ تائل نے حیرانگی سے اس کی تیاری دیکھی۔ جواب امی کے
پر بیٹھ کر ارسل کو کپڑے پہنانے لگی۔ جو ابھی تک جاگ رہا تھا۔

"اسے چھوڑ جاؤ تم، ورنہ پھر یہ بیٹھنے نہیں دے گا۔" امی نے کہا۔

"امی! یہ آپ کو تنگ کرے گا، کیونکہ آج یہ سویا بہت ہے شام میں۔ دیر سے ہی سوئے گا۔" وہ اس کو تیار کر
کے بعد کھڑا کر چکی تھی۔

"تنگ تو کرے گا۔" وہ بولیں۔

"وہ دونوں ان سے اجازت لے کر رخصت ہو گئے۔ پورا راستہ گاڑی میں خاموشی ہی رہی۔ تائل کی گاہے
نگاہ شہرینہ پر تھی۔ جو ارسل میں ہی مگن خود کو ظاہر کرتی۔ وہ بڑی مستعدی سے گاڑی چلا رہا تھا۔ کچھ ہی دیر میں
دونوں گھر پہنچ چکے تھے۔

"صدف! کتنی ویک لگ رہی ہو تم۔" شہرینہ ان کے بیڈروم میں ہی بیٹھی تھی۔

"بھابھی! پوری رات میں نے ان کی تیمارداری کی ہے۔" اعزاز نے تفخر بھرے انداز میں اس سے کہا۔

"کرنی بھی چاہیے آپ کو، کیونکہ آپ کی Better Half ہے۔" وہ بولی۔

"اوہو! بھابھی! آپ کو تو نصف بہتر کے بارے میں خبر ہے۔" اعزاز کو حیرانگی ہوئی۔ تائل کو ہنسی آ گئی۔

"صدف! تم ایسا کرو۔ فوراً کچھ دنوں کے لیے گھر چلی جاؤ۔ تاکہ تم فریش ہو جاؤ۔" اس نے صدف کو مشورہ
بدل کر رہ گئی، کیونکہ اعزاز کا چہرہ کچھ تپ سا گیا تھا۔

"تمہارا کیا مطلب ہے؟ اعزاز اس کا خیال نہیں رکھ سکتا؟" تائل کو ناگوار گزرا، تو وہ جل کر گویا ہوا۔
سکتے؟" "میں اس لیے کہہ رہی ہوں کہ وہاں رہ کر صدف ذرا خود پر توجہ دے لے گی۔" اس نے بھی تپ کر جواب
ل اور اعزاز سامنے والے صوفے پر بیٹھے تھے۔

"بھابھی! میں بھی توجہ دے سکتا ہوں۔ پوچھیے ان سے؟ صبح تک ان کے سرہانے بیٹھا رہا ہوں۔" اعزاز
جھٹ بتایا، تاکہ شہرینہ یہ نہ سمجھ لے کہ وہ صدف کی جانب سے لاپرواہ ہے۔

"کوئی احسان کی بات نہیں ہے۔"

"یار! آج بھابھی کچھ تلخ سی ہو رہی ہیں۔" وہ شہرینہ کا رویہ سمجھ نہیں پا رہا تھا۔ صدف اس دوران بالکل خا
تھی۔ بخار کی وجہ سے وہ زرد سی ہو گئی تھی۔ نقاہت بھی ہو رہی تھی۔ پورا دن کمرے سے باہر نہیں گئی تھی۔

"میں تو روز برداشت کرتا ہوں۔" تائل نے شہرینہ کو ایک نظر دیکھ کر کہا، تو وہ خفت محسوس کرنے لگی۔

"اتنے سیدھے ہی ہیں نا، کہ برداشت کر لیں گے۔" شہرینہ نے بھی تائل کو سلگانا چاہا۔ مگر تائل نے خود کو
میں رکھا۔ کسی دوسرے کے گھر میں وہ کوئی ہنگامہ نہیں چاہتا۔

"میرے خیال میں تائل! ہم دونوں ڈرائنگ روم میں چل کر بیٹھتے ہیں۔" اعزاز کو احساس ہو گیا کہ دونوں
دوبارہ تلخ کلامی نہ ہو جائے۔ شہرینہ کچھ بھری ہوئی لگ رہی تھی۔

"ہاں چلو۔" وہ کھڑا ہو گیا۔

"سنو، جلدی اٹھ کر آ جانا۔ ورنہ ارسل نے تنگ کرنا شروع کر دینا ہے۔" تائل اسے ہدایت دیتا جانے لگا۔

"ارسل، عفرا کے پاس ہے۔ آرام سے بیٹھو۔" اعزاز، تائل کا ہاتھ پکڑ کر باہر چلا گیا۔ شہرینہ نے سر پر ہاتھ رکھا۔
صدف کو بڑی جانچتی ہوئی اور تفتیشی نگاہوں سے دیکھا۔ جو بالکل کچھ نہیں بول رہی تھی۔

"صدف! آر یو او کے؟" صدف کے ہاتھ پر اپنے دونوں ہاتھ رکھے۔ اس نے ایک افسردہ نگاہ اٹھا کر سر ہلایا۔
شہرینہ پھر بھی مطمئن نہیں ہوئی۔

"صدف! واقعی تم خوش ہو ٹھیک ہو؟" اس نے دوبارہ تائید چاہی۔

"شہرینہ! واقعی میں ٹھیک ہوں۔" اسے تو جھوٹ بھی بولنا نہیں آیا۔

"لیکن مجھے تو کچھ گڑبڑ لگ رہی ہے۔" وہ مشکوک ہوئی۔

"میری تو زندگی ہی گڑبڑ ہو گئی ہے۔" وہ تلخی سے پھیکی ہنسی ہنس کر گویا ہوئی، تو شہرینہ نے اس کے قریب آ کر اس
بازو لیا۔

"صدف! مجھے زینب آنٹی بھی کچھ بدلی ہوئی لگی ہیں۔"

"تم زینب آنٹی کو کہہ رہی ہو کہ وہ بدلی ہوئی لگ رہی ہیں۔ مجھے تو وہ شخص بدلا ہوا لگنے لگا ہے۔ جو مجھے یہاں لایا
وہ آنکھیں بند کر کے بولی۔ بیڈ کی بیک کراؤن سے وہ ٹیک لگائے ہوئی تھی۔

"اعزاز بھائی۔" اسے تو حیرانگی کے ساتھ، بے یقینی بھی ہوئی۔

"ہوں۔" اس نے آنسو روک کر سر ہلایا۔

"کیا وجہ ہے؟" شہرینہ تو بے چین ہی ہو گئی۔ صدف کی مرجھائی صورت تو اسے اور ہی تکلیف میں مبتلا کرنے

"کیا؟ کیا وجہ بتاؤں؟" وہ بکھرنے لگی۔

"صدف! پلیز سنبھالو خود کو۔ مجھے بتاؤ تو؟"

"کچھ نہیں ہے وجہ۔ سب پریشان ہی ہوں گے۔" وہ چہرہ گھٹنوں میں دے کر بولی۔

"تم نہ بتا کر زیادہ پریشان کرو گی۔ پلیز، مجھے بتاؤ! میں بہن ہوں تمہاری۔" شہرینہ نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا
ہوا تھا۔

"شہرینہ! اب آ بھی جاؤ۔" تائل کی جھنجلائی ہوئی آواز آئی، تو دونوں ہی گھبرا گئیں۔ اعزاز نے لاک گھمایا۔
اندر دیکھا تو صدف آنسو صاف کر رہی تھی۔ شہرینہ کا چہرا لٹکا ہوا لگا۔

"ارسل رونے لگا ہے۔ چلو۔" تائل نے اسے مخاطب کیا۔

شہرینہ کچھ کہے بغیر کھڑی ہو گئی۔ اعزاز پر طنزیہ نگاہ ڈالی۔ وہ خجل ہونے لگا۔ ڈر بھی ہوا کہ صدف نے اسے کچھ
بتایا ہو۔

"اچھا صدف! میں پھر چکر لگاؤں گی۔" اس نے اپنا شولڈر بیگ اٹھایا۔

"اعزاز! تم صدف کو لے کر آنا۔ جب یہ ٹھیک ہو جائے۔" تائل نے کھوئے ہوئے اعزاز کے شانے پر ہاتھ
رکھا تو وہ چونک گیا۔

"ہاں صدف! تم ہی آنا۔ پھر ڈھیر ساری باتیں کریں گے۔" شہرینہ نے جان بوجھ کر اعزاز کو جتایا، تاکہ وہ

چونک جائے۔

"کیوں اتنی ڈھیر ساری باتیں کر کے تم دونوں کا دل نہیں بھرا؟" نائل نے شوخی سے کہا۔

"جناب! کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں۔ جو صرف اکیلے میں کی جاتی ہیں۔" اس نے ذومعنی انداز میں کہا تو اہل اعزاز حیرانگی سے دیکھنے لگے کہ اس کا مقصد کیا ہے؟

"اوکے صدف! تم اپنا خیال کرنا۔ فون پر کونٹیکٹ رکھوں گی۔" وہ صدف کے رخسار پر پیار کرنے لگی۔

تینوں ہی کمرے سے باہر آ گئے۔ شہرینہ نے پھر زینب اور انعام احمد سے بھی رخصت چاہی۔ ارسل کو نائل گود میں اٹھالیا۔ جو نیند سے پریشان ہونے لگا۔

"میرا دل چاہتا ہے شہرینہ بھابھی! آپ کے بیٹے کو میں رکھ لوں۔" عفرا نے ارسل کے رخسار کو چھوا۔

"رکھ لو۔ میری جانب سے اجازت ہے۔" شہرینہ نے مسکرا کر کہا۔

"اتنا پیارا ہے یہ۔ دل چاہتا ہے پیار کرے جاؤ۔" وہ بولی۔

"دعا کرو، تمہارے گھر بھی آ جائے، ایسا ہی پیارا سا کھلونا۔"

"ارے بیٹا! ہمارے تو کان ہی ترس گئے ہیں۔ کب ہماری خواہش پوری ہوتی ہے۔" زینب کو اب اپنا رونے کا بہانہ مل گیا۔ شہرینہ نے سنجیدگی سے انہیں دیکھا۔ جو اسے بدلی ہوئی لگی تھیں۔

شہرینہ نے جلدی سے نکل جانے میں عافیت جانی۔ ورنہ پھر وہ شروع ہو جاتیں تو اسے اور اکتاہٹ ہو۔ ویسے بھی صدف کی جانب سے اسے اور فکرمندی ہو گئی تھی۔ وہ کملا کر رہ گئی۔ کتنی فرینڈلی سی اور لاابالی سی لڑکی تھی۔ یک دم ہی وہ اتنی حساس ہو گئی تھی۔

● ● ●

"فارحہ! چچی جان کی طبیعت خراب ہے۔" طائشہ نے اس کے کمرے میں آ کر اطلاع دی۔ جو سونے کی تیاری کر رہی تھی۔

"بھابھی! مجھے پتہ ہے۔" اس نے رکھائی سے کہا۔ پھر بھی لیٹی رہی۔ ان سے وہ بات بھی تو مارے باندھے کرتی تھی۔

"فارحی! وہ تمہیں بلا رہی ہیں۔" اس نے اب فارحہ کے شانے پر ہاتھ رکھا، تو اس نے کھسیا کر کروٹ لے لی۔ وہ چچی جان سے ناراض تھی۔ انہوں نے اسے سختی سے جاب کرنے کو جو منع کر دیا تھا۔

"بھابھی! پلیز، میرا سونے کا موڈ ہے۔"

"مجھے پتہ ہے۔ تم ان سے ناراض ہو۔ لیکن فارحہ وہ مسلسل صبح سے تمہیں ہی بلا رہی ہیں۔ اور تم ایک بار بھی ان کے پاس نہیں گئی ہو۔" طائشہ نے اس کے بالوں میں پیار سے ہاتھ پھیرے، تو وہ اس کی اتنی محبت اور توجہ پا کر روہانسی ہو گئی۔

"مجھے وہ بار بار ان کا احساس دلاتی ہیں۔"

"تمہیں دیکھ کر تو وہ کچھ یاسر کا غم غلط کرتی ہیں۔ اٹھو چلو شاباش۔"

"پلیز بھابھی! مجھ سے نہیں ہوگا۔" وہ کروٹ لیے آنسوؤں کو تکیے میں جذب کرنے لگی۔

"وہ دوائی تک نہیں کھا رہی ہیں۔ صرف تمہارے ہاتھوں سے کھائیں گی۔"

"بھابھی! اگر کوئی مجھے کہیں سے زہر لا کر پلا دے۔"

فارحہ! کیا کہہ رہی ہو تم؟" اس نے سرزنش کی۔

جہاں یاسر کو بھولتی ہوں۔ وہ میری آنکھوں میں اتنا آتے ہیں۔ بھابھی! چچی جان کے تو دو بیٹے ہیں۔ وہ ان کی باتیں کیے جائیں گی۔ اور میں اب یاسر کا کوئی بھی ذکر نہیں سننا چاہتی۔ بھولنا چاہتی ہوں اس ان کو۔ اس جھوٹے آدمی کو جو مجھے برباد کر کے چلا گیا۔" ایک دم ہی وہ ہذیانی ہو کر الٹا سیدھا بولنے لگی۔

ایک بات کہوں؟" طائشہ نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا۔ جو اٹھ کر بیٹھ چکی تھی۔

بھی! مجھے بس بتا دیں؟ یہ یادیں میرا پیچھا کیوں نہیں چھوڑتی ہیں؟" وہ افسردگی سے گویا ہوئی۔

دل میں درد ہوتا ہے تو ہمیں گزری تمام یادیں آتی ہیں، کیونکہ دل ہمارا اسے بھولا ہی نہیں ہوتا ہے۔ وہ دل میں وقت کے ساتھ پنپتی رہتی ہے۔ اگر ہم جتنا بھلانے کی کوشش میں رہیں گے۔ وہ ہمارے دل و اور مضبوطی سے پنجے گاڑنے لگتی ہے۔ انسان پیچھا چھڑانا چاہتا ہے۔ لیکن یاد اسے چھوڑنا نہیں چاہتی۔"

کہا۔ "اور پتہ ہے؟ وہ یاد انسان کو کیوں نہیں چھوڑنا چاہتی؟ اس کی وجہ ہوتی ہے۔ اور وہ وجہ یہ ہوتی ہے کہ دل کے ایک کونے میں ایک نرم گوشہ موجود ہوتا ہے۔ اسے آس ہوتی ہے۔ مبہم سی جو جانے والا ل درد ہے ایک دن اسے لوٹ کر آنا ہے۔"

بھی! یاسر نے مجھے وہ درد دیا ہے کہ کوئی میرا یہ درد کم نہیں کر سکتا۔" وہ سننے کے بعد روتے ہوئے بولی۔

درد دیتا ہے۔ وہ آنسو پونچھتا ہے۔ جب درد ہوتا ہے نا تو آنسو بھی نکلتے ہیں۔ لیکن تمہارے یہ قیمتی آنسوؤں یاسر آ کر چنے گا۔ مجھے یقین ہے۔ وہ جہاں کہیں بھی ہے۔ تمہاری یاد سے کبھی نہیں غافل رہا ہوگا۔"

ی یاد ہے کہ ایک بار بھی مڑ کر کسی کی خبر نہیں لی۔"

رے یہ آنسو یاسر کو آنے پر مجبور کر دیں گے۔"

ت بھابھی! شاید میں اب وہ نہیں رہوں گی۔ جو فارحہ صرف ان کی تھی۔ اب وہ صرف ان کی نہیں رہی نے روتے روتے سر اٹھایا۔

دا ہمیں کچھ کام دوسروں کے لیے کرنے پڑتے ہیں۔ لوگوں کو خوش کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ ہم سے دوسروں کا ہوتا ہے۔" اس نے کہا۔

اس وقت صرف چچی جان کا خیال کرنا ہے۔ اٹھو شاباش، اب نہ بالکل نہیں کرو گی۔" طائشہ نے اس کے آنچل سے صاف کیے، تو بے اختیار فارحہ اس کے گلے سے لگ گئی۔

اچھی ہیں آپ بھابھی! کتنا ہم سب کا خیال رکھتی ہیں۔ اور سب سے زیادہ میرا۔" اس نے کہا تو طائشہ ا۔

اب ذرا تھوڑا سا مسکراؤ۔ اور آج کے بعد تم بالکل یہ رونی صورت نہیں بناؤ گی۔ بلکہ ہنستی مسکراتی رہو گی۔" اس کے رخسار پر پیار کیا تو پھیکی سی ہنسی ہنس کر سر ہلانے لگی۔

کی بھائی جان سے دوستی ہو گئی؟" اور وہ معنی خیزی سے اسے چھیڑنے لگی۔ تو طائشہ حیران رہ گئی اس کے سوال پر۔ "ارے بتایئے نا؟"

تمہارے بھائی جان سے لڑائی کب تھی؟ جو دوستی کرتی۔"

کہو گی دوستی۔" وہ ہنسی۔

رے بھائی کو سمجھنا بہت مشکل کام ہے۔ پتہ نہیں چلتا ہے۔ ان کا کب موڈ خراب ہوتا ہے۔ کب درست۔"

وہ بولی۔ فارحہ اٹھ کر واش روم میں چلی گئی۔ منہ دھو کر کچھ فریش ہوئی۔ اندر کی گھٹن پانی کے رستے
"بھائی جان! ذرا شروع سے کم گو تھے۔ وہ تو آپ کی صحبت میں رہ کر اتنے اچھے ہو گئے ہیں۔" اب
ٹیبل کے آگے کھڑے اپنے بالوں کو درست کرنے لگی۔
"میں نے کبھی بھائی جان کو رومانٹک ہوتے نہیں دیکھا۔ یہ بتایئے کچھ ہوتے ہیں وہ؟ یا ایسے ہی
میں آپ سے معافی مانگ لی؟"
"بہت زیادہ۔ کیونکہ جو چپکے ہوتے ہیں۔ وہ ہی بہت تیز ہوتے ہیں۔ یہی تمہارے بھائی جان
طائشہ ہنس کر بتایا تو فارحہ کو یقین ہی نہ آیا۔
"سچ کہہ رہی ہوں۔ اتنا حیران مت ہو۔"
"بھابھی! بھائی جان کو میں نے ہمیشہ کم گو سا ہی دیکھا ہے۔" وہ اپنے پنک کاٹن کے سوٹ کی شکنیں
"ایک بات کہوں؟ تمہارا یاسر بھی کم نہیں ہے۔ ایک دن میں نے اسے پکڑ لیا تھا۔ بیچارہ گھبرا گیا۔
کمرے میں چوہا آ گیا ہے۔ جبکہ میں تمہیں دیکھ چکی تھی۔" وہ مزے لے کر بتانے لگی۔ فارحہ پر ایک رنگ آ
میں نے اکثر تم دونوں کو لان میں دیکھا ہے۔ جب تم اس سے کتراتی تھیں۔ اور وہ شوخ ہو جاتا تھا۔"
"بھابھی! چلیں ہم۔" فارحہ نے اس کی بات ہی کاٹ دی۔ یاسر کا ذکر، اور پھر تلخ یادیں، اسے اد
دیتی تھیں۔
"تم نیچے آ جاؤ۔ میں اتنے میں امی سے رات کا مینو پوچھ لوں کہ کیا پکے گا؟" اس نے مسکرا کر کہا۔
فارحہ بھی جلدی سے اس کے ساتھ ہی کمرے سے نکل گئی۔ جھجکتے ہوئے وہ چچی جان کے کمرے
جہاں چچا جان، آمنہ آنٹی اور فاخرہ بیگم ان کے پاس ہی بیڈ پر بیٹھی تھیں۔
"چچی جان کی نگاہ اس پر پڑی تو ایک حسرت بھری وہ لگیں فارحہ کو ان پر ترس بھی آیا۔ کچھ بات کیے بغیر
انہیں زبردستی دواء کھلائی۔ آمنہ اور فاخرہ بیگم کچھ مطمئن سی نظر آئی تھیں۔
"بھابھی! آپ کے پاس اب فارحہ آ گئی ہے۔ آپ اس سے باتیں کریں۔" آمنہ نے فارحہ کی پشت
شفقت سے ہاتھ پھیرا، تو وہ سر جھکا کر رہ گئی۔
"شاہین! رات کے لیے میں تمہارے لیے دلیہ پکوا دیتی ہوں۔ اٹھنے کی تمہیں ضرورت نہیں ہے۔"
بھی انہیں ہدایتیں دینے لگیں۔
چچی جان نے فارحہ کے ہاتھ تھام رکھے تھے۔ اسے دیکھ کر تو وہ جی رہی تھیں۔ ایک یہی تو انہیں آس لگی
اس کی خاطر ہی نوٹ کر ضرور آئے گا۔
"فارحہ بیٹا! مجھ سے ابھی تک ناراض ہو؟" وہ آمنہ اور فاخرہ بیگم کے جانے کے بعد اس سے مخاطب ہو
لب کاٹ رہی تھی۔ ان کے قریب ہی سرہانے پر بیٹھی تھی۔
"نہیں تو۔" وہ بس اتنا بولی۔
"نہیں۔ مجھے لگتا ہے تم ابھی تک ناراض ہو۔ دیکھو فارحہ! اگر میں نے تمہیں جاب سے منع کیا ہے
یاسر کی وجہ سے۔ وہ مجھ سے آ کر لڑے گا کہ میں نے اس کی امانت کا خیال نہیں رکھا۔"
فارحہ یاسر کے ذکر پر کڑھنے لگی۔ اگر اس نے چچی جان کو کوئی بھی تلخ سا جملہ کہہ دیا تو ان کی شان میں
گی۔ مگر اس وقت خود پر کنٹرول رکھا۔

کر رہی تو مجھے زندہ رہنے کا احساس رہتا ہے۔"
ان! آپ کوئی دوسری بات نہیں کر سکتی ہیں؟" نہ چاہتے ہوئے بھی وہ تلخ سی ہو گئی۔ جبکہ چچی جان خود
نے لگیں۔
تم اتنی بدظن ہو گئی ہو کہ اس کا ذکر بھی نہیں سننا چاہتی ہو۔" ان کے اندر کچھ ٹوٹا۔ آواز بہت پست سی ہو
الگ پریشان ہو گئی۔
جان! زندگی میری ہے۔ یاسر کی دی ہوئی کوئی چیز نہیں کہ میں اسے ان کے لیے گزاروں۔ جب انہیں
ہیں تو میں کیوں کروں؟ پلیز، آپ یاسر کا ذکر کر کے مجھے مجبور نہ کیا کریں کہ میں آپ سے تلخ ہو جاؤں۔"
کھائی سے پر انداز لیے وہ جھپاک سے نکل گئی۔ شاہین ایک دم ہی پھوٹ پھوٹ کر رو دیں۔
رے سے باہر کھڑی خود آنسو روکنے کی کوشش کر رہی تھی۔ چچی جان کی سسکیاں اسے سنائی دے رہی
دیر تک وہ کوریڈور میں کھڑی رہی۔ مگر پھر وہ تیزی سے اندر آئی۔ چچی جان پر اسے بہت ترس آیا۔
معاف کر دیں چچی جان! میں پتہ نہیں آپ سے کیوں تلخ ہو جاتی ہوں؟" اس نے ان کے شانے پر سر رکھ
چی جان نے اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ رکھا۔ فارحہ اور ہی بکھر گئی۔
ائے یاسر! اس نے تجھے دکھ دیا ہے نا۔ میں اسے بہت ڈانٹوں گی۔"
نہیں، انہوں نے آپ کو دکھ دیا ہے۔ چچا جان کو دیا ہے۔ سب کے وہ مجرم ہیں۔ دیکھیے گا چچی جان! میں
کل بات نہیں کروں گی۔" وہ ان سے بول رہی تھی۔
نہیں کرنا۔ خوب تنگ کرنا۔ عقل تو ٹھکانے آئے گی اس کی۔" وہ بھی ایک دم بہل سی گئیں۔ فارحہ نے پھر
سر کی کوئی بھی بات نہ کی۔ بلکہ انہیں سونے کے لیے کہا۔ بلڈ پریشر ان کا کافی دنوں سے ہائی ہو رہا تھا۔ کچھ
ب وہ سو گئیں تو وہ آہستگی سے اٹھ کر باہر آ گئی۔ لیکن پھر اس نے سوچا کہ اگر چچی جان کی آنکھ کھل گئی، انہیں
ضرورت ہوئی، تو واپس الٹے قدموں وہ کمرے میں آ گئی۔ ان کے قریب ہی آہستگی سے بیڈ پر بیٹھ گئی۔
بلک کر یاسر کی جانب چلا جاتا۔ اگر چچی جان کی جانب دیکھتی تو اسے ان پر ترس آنے لگتا۔ ان کا تو وہ بیٹا
جنم دیا تھا۔ ان کے وجود کا حصہ تھا۔ وہ بھی تو برداشت کر رہی ہیں۔ پھر وہ کیوں ان جیسا اپنا ظرف نہیں کر
سر کی نارسائی کا دکھ سہتی رہے۔ ان کا انتظار کرتی رہے۔
رف! صدف! کہاں ہے؟ میری بچی!" چچی جان کی اچانک ہی آواز نے فارحہ کو چونکا دیا۔ وہ فوراً گھبرا کر
ریب آ گئی۔
چچا جان! چچی جان! کیا بات ہے؟" وہ پوچھنے لگی۔
فارحہ! صدف ابھی آئی تھی۔ کہاں گئی؟" وہ پسینے میں شرابور اس سے بولیں۔
صدف تو نہیں آئی۔" وہ ان کا ہاتھ پکڑ کر بولی۔
نہیں۔ میری بچی آئی تھی۔ وہ رو رہی تھی۔ بلاؤ اسے۔" وہ تو بپھر ہی گئیں۔ فارحہ کو سنبھالنا مشکل ہو گیا۔ تو وہ
فاخرہ بیگم کو بلا لائی۔ اتنے میں آمنہ اور طائشہ بھی آ گئی تھیں۔
آمنہ! صدف کو بلاؤ۔ میں اسے دیکھنا چاہتی ہوں۔" وہ مسلسل یہی تکرار اور ضد کیے جا رہی تھیں۔ آمنہ اور
بیگم شکری ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں۔
جلدی کرو فارحہ! صدف کو فون کرو۔ آ جائے وہ میرے پاس۔" وہ بالکل ہی ہاتھوں سے نکلی جا رہی تھیں۔

فارحہ سے برداشت نہ ہوا تو وہ فون کرنے چلی گئی۔ طائشہ نے بھی اس کے پیچھے دوڑ لگائی۔ فارحہ ٹیلی فون اسٹینڈ کے قریب چیئر پر بیٹھ چکی تھی۔

"فارحہ! تم صدف کو فون مت کرو۔"

"کیوں؟ بھابی!" وہ کچھ سمجھی نہیں۔ جبکہ طائشہ کی سمجھ نہ آیا کہ کیا کہے؟ کچھ دیر پہلے ہی تو اس نے کیا تھا کہ وہ چچی جان کو دیکھنے آ جائے، جبکہ وہ خود بیمار تھی۔

"فارحہ! صدف کی بھی کچھ طبیعت خراب ہے۔ اور میری آواز سن کر رونے لگی تھی۔ اس سے بات رہی تھی۔"

"آپ نے فون کیا تھا؟" اس نے استفسار کیا۔

"ہاں۔ کچھ دیر پہلے کیا تھا۔" وہ بولی۔

"مجھے لگتا ہے۔ صدف وہاں پریشان ہے۔ اگر وہ یہاں آئی تو چچی جان کی ایسی حالت دیکھ کر، اگر وہ تو ہمیں سنبھالنا مشکل ہوگا۔"

"لیکن صدف وہاں پریشان کیوں ہے؟"

"میں نے بس یہ اندازہ لگایا ہے کہ زینب آنٹی اسے کچھ باتیں سنانے لگی ہیں۔"

"کیوں سنانے لگی ہیں؟" فارحہ نے ریسیور کریڈل پر رکھا۔ اور وہ طائشہ کی جانب متوجہ ہوگئی۔

"صدف نے ابھی تک انہیں کوئی خوشخبری نہیں سنائی ہے۔"

"واٹ؟" وہ حیرانگی کے ساتھ اچھل پڑی۔ "اس میں صدف کا قصور کہاں سے آ گیا؟ کہ وہ زیادتی کرنے لگی ہیں۔"

"صدف نے ہمیں کچھ نہیں بتایا ہے۔ لیکن آمنہ پھوپھو اور میں نے اندازہ لگایا ہے۔"

"حد ہوگئی ہے۔" فارحہ کو سن کر تو اور غصہ آنے لگا۔

"ایک تو سب نے اس کی اتنی جلدی شادی کر دی۔ ابھی وہ گریجویشن سے فارغ ہوئی تھی۔ فوراً اس پر داری ڈال دی۔"

"زینب آنٹی کو ہی جلدی تھی نا۔" طائشہ کو خود صدف کا رہ رہ کر خیال آ رہا تھا۔ ابھی اتنی بڑی کب تھی کہ داری کی ذمے داری ڈالی جاتی۔

"اسے تو گھر کے کام بھی نہیں آتے۔ اتنی جلدی اسے پھنسا دیا۔ اور اب یہ طعنہ کہ خوشخبری نہیں سنائی۔" سے کھڑی ہوئی۔

"اعزاز بھائی کو تو کچھ عقل ہے۔ یا وہ بھی اپنی امی کی طرح کی گفتگو کرتے ہیں؟" وہ تو طیش میں آ گئی۔

"اس کا ہمیں پتہ نہیں ہے۔" اس نے کہا۔

"اچھا تم چچی جان کو کہہ دینا کہ صدف کو فون تو کر دیا ہے۔ لیکن اس کے گھر مہمان آ گئے ہیں۔ وہ آ جا طائشہ نے عذر بتایا۔

"بھابھی! مجھ سے تو جھوٹ بھی نہیں بولا جائے گا۔" وہ خود شش و پنج میں پڑ گئی کہ کیا کرے؟ لب کاٹتی وا کمرے میں جانے لگی۔ طائشہ نے ایک دزدیدہ نگاہ اس پر ڈالی۔ نہ جانے ان کے گھرانے کو کس کی نظر لگ گئی تھ

◆ ◆ ◆

"بھائی جان! گاڑی کی چابی دے دیں۔" بلال نے ان سے کہا۔ جوانس کے ساتھ کھیلنے میں مگن تھے۔ لاؤنج یہاں وقت طائشہ ان سے کچھ ضروری بات کرنے آئی تو بلال کو فان کلر کے کرتے، شلوار میں نکھرا نکھرا دیکھا۔

"کہاں جانا ہے؟" انہوں نے کرسٹل کی سینٹر ٹیبل کی طرف اشارہ کیا جہاں چابی پڑی تھی۔

"دو کسی دوست سے ملنا ہے۔" وہ تو گڑبڑا گیا۔ چابی اٹھانے وہ جھک چکا تھا۔ طائشہ کھنکھار کر معنی خیزی سے کرائی تو بلال کچھ خجل سا ہونے لگا، جیسے طائشہ نے اس کی چوری پکڑ لی ہو۔

"ٹائم دیکھو۔ کیا ہو رہا ہے؟" سرمد نے بھی اس کی تیاری کو ذرا مشکوک نگاہوں سے دیکھا، تو بلال تو جز بز سا نے لگا۔

"آٹھ بجے ہیں۔"

"کس وقت واپس ہوگی؟" باقاعدہ جرح کرنے لگیں۔

"کیا ہو گیا ہے آپ کو؟ دوست سے ملنے جا رہا ہے۔ دیر سویر ہو سکتی ہے۔" طائشہ کو بلال کی حالت پر کچھ رحم نے لگا، تو وہ سرمد کو ٹوکے بنا نہ رہ سکی۔

"پوچھنا تو پڑے گا نا۔ برخوردار بڑے تیار شیار ہیں۔ جیسے کہیں کسی کو پسند کرنا ہے؟" وہ مسکرائے تو بلال جھینپ سر جھکانے لگا۔

"جاؤ۔ لیکن جلدی آنا۔"

"جی۔ اچھا۔" اس نے پھر جانے میں تیزی دکھائی، کہ سرمد مبادا دوبارہ نہ روک لیں۔ جانا اسے جویریہ کے گھر خوش کن انداز میں گاڑی ڈرائیو کرتا اس کے گھر پہنچ چکا تھا۔ خوشحال بابا کو لان میں ہی پایا۔

"بابا! جویریہ تو ہیں نا اندر؟" اس نے رک رک کر پوچھا۔

"ہاں، ہاں بیٹا! ہے۔" وہ جلدی سے اس کی ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھولتے ہوئے بولے۔

بلال گاڑی سے اترا۔ ہونٹوں پر بجلی مسکراہٹ لیے وہ پُراعتماد انداز میں قدم اٹھاتا اندر جا رہا تھا، کہ اچانک رک پھر پوچھنے لگا۔

"بابا! توقیر انکل آ گئے سنگاپور سے؟"

"وہ صاحب تو ابھی نہیں آیا۔" انہوں نے آہنی گیٹ بند کر دیا تھا۔ اب بلال کو سنبھل کر جانا تھا۔ اندر ضرور بارود اس پر وہ برسا سکتی ہے۔ مگر وہ بھی اپنے نام کا ایک تھا۔ اندر آ کر اطراف میں نگاہ دوڑانے لگا کہ کہاں گی؟ ڈرائنگ روم سے لے کر لاؤنج ڈائننگ روم تک دیکھ ڈالا۔ وہ کچن کی جانب بڑھا وہاں سے کھٹر پٹر کی آ رہی ہیں۔ دیکھا تو وہ نیوی بلیو، کاٹن کے سوٹ میں، بالوں کی پونی بنائے، شاید چائے بنانے کی کوشش میں تھی۔

"کیسی ہو؟ میرے دل کا قرار!" وہ شوخی سے کہتا اندر آتا تو جویریہ تو ہڑبڑا ہی گئی۔ تیزی سے گھومی تو اسے دیکھ کر اس کا حلق تک کڑوا ہو گیا۔ کتنی دیدہ دلیری سے وہ دل جلانے والی مسکراہٹ کے ساتھ اس کے سامنے

ایستادہ، اسے پرشوخ نگاہوں سے گھور رہا تھا۔

"آ......آپ!" اس نے ہکلا کر تھوک نگلا۔ بلال کو سامنے دیکھ کر تو وہ اور ہی ڈر جاتی تھی، کہ اس کی شوخ بے باکی سے ادا اور غصے میں بھی جتلا کر دیتی تھی۔

"دراصل آپ کی خیریت پوچھنے آیا تھا۔ اب کیسی ہو؟" اس نے آنکھوں میں وارفتگی اور پیار سمو کر پو[چھا]۔ جویریہ تو سلگ ہی گئی۔

"آپ آخر چیز کیا ہیں؟ کتنا میں آپ کو جھڑکتی ہوں۔ لیکن آپ پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔" اس نے دانت پیسے۔

"مس جویریہ توقیر! یہ جو محبت ہوتی ہے نا، یہ بس لے آتی ہے۔"

"خبردار، اگر آپ نے اس فضول لفظ پر کچھ کہا تو۔" اس نے آنکھیں آگ سی بھری اٹھا کر اسے وارننگ د[ی]۔ بلال اس کے تنکنے پر مسکرا دیا۔

"مجھے نا اپنے فیوچر کی فکر ہو رہی ہے۔ تم اسی طرح مجھے وارننگ دیتی رہو گی۔ اور میں باز آنے والوں میں ہوں گا نہیں۔"

"میں اپنا فیوچر خراب نہیں کرنا چاہتی، آپ کے ساتھ۔" وہ کچن سے باہر نکلی۔ بلال نے بھی اس کی تقلید [کی]۔ جویریہ نے غصے سے مٹھیاں بھینچ لیں۔ بلال دن بہ دن اس کے قریب آتا جا رہا تھا۔ اور اسے گھبراہٹ ہونے لگی تھی۔

"لیکن مجھے اپنا فیوچر تمہارے ساتھ ہی بنانا ہے۔" اس نے جویریہ کے آگے آ کر اس کا راستہ روکا۔ جو [اپنے] کمرے کی طرف بڑھ رہی تھی۔ بلال نے سیڑھیاں بلاک کر دیں۔

"پلیز بلال!" وہ چیخی۔

"اگر بلال تھوڑا پیار سے بول لو گی، تو تمہاری صحت اچھی ہو جائے گی۔ کافی کمزور سی اور دھان پان سی ہو [گئی] رہی ہو۔" بلال نے اس پر طائرانہ نگاہ ڈالی تو وہ جھینپ گئی۔

"مجھے اتنی کمزور سی لڑکیاں بالکل پسند نہیں ہیں۔"

"خوشحال بابا! خوشحال بابا!" اس سے برداشت نہ ہوا تو وہ دھاڑنے لگی۔ بلال تو حواس باختہ سا ہو گیا۔ جلد[ی] سے جویرہ کے منہ پر ہاتھ رکھا۔

"بے وقوف لڑکی! آہستہ کان کے پردے پھاڑ دو گی۔" وہ بڑبڑایا۔ جویریہ نے تلملا کر اس کے ہاتھ ہٹائے اور [اسے] کو دھکا دے دیا۔ جو اگر وہ گرل نہ پکڑتا تو ضرور گر جاتا۔

"میں تمہاری خیریت پوچھنے آیا ہوں۔"

"ٹھیک ہوں۔ اب آپ پلیز یہاں سے چلے جایئے۔" وہ ناگواری سے اسے دیکھنے لگی۔ جو فان کلر کے کر[تے] شلوار میں ڈیشنگ لگ رہا تھا۔ آنکھوں میں تو اس کے ہمہ وقت شوخیاں سی نظر آتی تھیں۔ جو جویریہ کو طیش بھی دلا[تی تھیں]۔

"چلا جاؤں گا۔ یہ بتاؤ ان انکل کب آئیں گے؟" وہ توقیر نثار کے متعلق پوچھنے لگا۔ جو بتانا نہیں چاہتی تھی۔ [جو] تیسری سیڑھی پر کھڑی تھی۔ جبکہ وہ اس سے دو سیڑھیاں نیچے تھا۔

"پندرہ بیس دن اور لگیں گے۔" اس نے آہستگی سے بتایا۔

"اوہ!" بلال نے ہونٹوں کو سیٹی کے انداز میں کیا۔

"اب آپ جایئے۔"

"جویریہ! کیا ہم دونوں فرینڈز نہیں بن سکتے؟" اس نے قدرے توقف کے بعد پوچھا۔ جویریہ چونک کر [اسے دیکھنے لگی]۔ [سمجھ نہ پائی] کہ وہ سنجیدہ ہے، کہ یا مذاق کر رہا ہے۔

"ہم دونوں دوست بھی تو بن سکتے ہیں۔"

"سوری، مجھے کسی دوست کی ضرورت نہیں ہے۔ میرے ڈیڈی میرے سب کچھ ہیں۔"

"اس کا مطلب ہے، تم آمنہ آنٹی کو دوست نہیں کہتی ہو۔"

"مس میری بہت اچھی دوست ہیں۔ ان کے بعد میں کسی کو بھی دوست نہیں بنا سکتی۔ اس نے بھی اٹل لہجے میں [کہا]۔ تو بلال تاسف سے دیکھ کر رہ گیا۔ جو کسی طرح بھی اسے کوئی درجہ دینے کو تیار نہیں ہے۔

"آمنہ آنٹی تمہاری دوست ہیں۔ ان کے باقی گھر والے تمہارے دشمن ہیں؟ میری امی کتنا آپ سے پیار کرتی [ہیں، وہ] بھی کوئی نہیں لگتی ہی؟ طائشہ بھابھی، وہ تو ہمیشہ آپ کو چھوٹی بہن کہتی ہیں۔ وہ بھی دشمن ہیں؟"

"پلیز شٹ اپ!" وہ اس کی لامتناہی گفتگو سے بیزار ہو کر، کانوں پر ہاتھ رکھ کر چیخی تو بلال کو بریک لگ گیا۔

"میں تو آپ کو کچھ سمجھا رہا تھا۔"

"مسٹر بلال احمد! کیوں مجھے آپ زچ کیے جا رہی ہیں۔" کھسیا گئی۔ پیر پٹخ کر اوپر جانے لگی۔ بلال نے بس حسرت بھری نگاہ اس خفا سی لڑکی پر ڈالی۔ جسے اس کی محبت پر کچھ یقین ہی نہ تھا۔

"یاسر بھائی کی امی کی طبیعت خراب ہے۔ اگر انہیں کچھ سمجھتی ہیں تو انہیں دیکھنے آ جائیں، حالانکہ کسی کے دیکھنے [سے] کوئی بیمار ٹھیک تو نہیں ہوتا، البتہ بیمار پر کچھ اچھا تاثر پڑ جاتا ہے۔" اب وہ خفا ہو گیا۔ مرے مرے قدموں سے دو [سیڑھیاں] اترا۔ جویریہ ایک لمحے کو ٹھٹھک سی گئی۔

"کب سے بیمار ہیں؟"

"یہ آپ آ کر پوچھیے گا کب سے بیمار ہیں؟ کیونکہ صدف کی شادی کے بعد سے تو آپ نے مڑ کر خبر تک نہ لی۔" [اس] نے ساتھ ہی طنز کیا، تو وہ خفیف سی ہو گئی۔ واقعی کافی دنوں سے گئی ہی نہیں۔

"ڈیڈی سنگاپور گئے ہوئے ہیں۔ کیسے آتی؟" وہ شرمندگی سے بولی۔ بلال ایڑیوں کے بل گھوما۔ دیکھا تو جویریہ [سیڑھیاں] اتر کر نیچے آ گئی تھی۔ بلال نے پورے گھر کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔ جیسے اب اسے اہمیت ہی نہ دے رہا [ہو]۔

"گھر میں اکیلی ہوتی ہوں۔" وہ منمنائی۔

"وہاں آ جایئے۔ اتنے لوگ ہیں۔" بلال نے اس کے ستے ہوئے چہرے کو دیکھا۔ جس پر اکتاہٹ اور بیزاری [چھائی] رہی تھی۔ اس وقت بال کو وہ معصوم سی بچی لگی۔ مگر کچھ روٹھی روٹھی۔

"وہاں آپ ہیں۔" وہ بے ساختہ بولی۔

"ظاہر ہے۔ میرا گھر ہے۔ میں تو ہوں گا ہی۔" وہ مسکرایا۔

"میں تو ہمیشہ کے لیے آپ کو وہاں رکھوں گا، کیونکہ میں نے سوچا ہے کہ کچھ بزنس وغیرہ جوائن کر لوں۔ جب ہی [انکل] مجھے اپنی بیٹی دیں گے۔ پھر تم روز مجھے صبح اٹھانا۔ میں آفس جاؤں گا مجھے تیار کروانا۔ ناشتہ اپنے ہاتھوں سے بنا [کر] کھلانا۔" وہ تو جھوم جھوم کر بول رہا تھا۔ جویریہ کا تو سن کر غصہ ساتویں آسمان کو چھونے لگا۔ بلال کے ایک دم پٹڑی [سے] اترنے پر۔

"مسٹر بلال احمد! آپ کا یہ خواب، خواب ہی رہ جائے گا، حسرت لیے اپ اس گھر سے جائیں گے، کیونکہ [میرے] ڈیڈی میری مرضی کے بغیر میری شادی تک نہیں کریں گے۔" اس نے اکڑ کر کہا۔

"اچھا بڑا یقین ہے تمہیں؟" بلال استہزائیہ مسکرایا۔

"خود سے بھی زیادہ، مجھے ڈیڈی پر یقین ہے۔"

"اور مجھے خود پر یقین ہے کہ میری آئندہ زندگی کی لائف پارٹنر تم ہو گی۔ سنا تم نے؟" اس نے بڑے را دھونس بھرے لہجے میں کہا۔ تو جویریہ تو تنتنا اٹھی۔

"فارحہ آپی کی رخصتی کے بعد تم تیار رہنا، رخصت ہونے کے لیے۔" وہ بھی دوٹوک انداز میں کہا ضدی، سرپھرا سا لگا۔ اسے جھنجھلاہٹ بھی ہوئی۔ مگر وہ پیچ و تاب کھاتی رہ گئی۔ بلال نے مضبوط اور کڑے لفظ اسے کہا تھا۔ وہ اپنے کمرے میں آ کر خوب غصہ کرتی رہی تھی۔ جبکہ بلال مضمحل سا قدم بڑھاتا چلا گیا تھا۔

● ● ●

"اتفاق سے کل مجھے رحمان مل گیا۔" انعام احمد زینب کو بتانے لگے۔ جو فراز کے سر میں تیل کی مالش تھیں۔ وہ بڑی صوفے پر بیٹھی تھیں۔ جبکہ فراز فلور کشن پر بیٹھا ٹی وی اسکرین پر نگاہ جمائے بیٹھا تھا۔

"رحمان بھائی کیا پاکستان آ گئے؟" وہ حیرانگی سے پوچھنے لگیں۔

"کچھ دن پہلے ہی جدہ سے اپنی فیملی کے ساتھ آیا ہے۔ کسی ہوٹل میں قیام پذیر ہے۔"

رحمان علی انعام احمد کے دوست تھے۔ جدہ میں جب وہ جاب کرتے تھے۔ رحمان کی فیملی وہیں تا تھی۔ جبکہ وہ پاکستان واپس آ گئے تھے۔ کیونکہ اعزاز ایک اچھی پوسٹ پر کراچی میں لگ چکا تھا۔

"آپ انہیں گھر لے آتے۔" انہوں نے فراز کے تیل لگانے کے بعد، تیل کی بوتل بند کی۔ اور فراز کو تھما

"امی! توبہ کرتا ہوں میں۔ اتنی بدتمیز ان کی بیٹی ہے۔ سچ دل چاہتا ہے گلا دبا دوں اس کا۔" فراز کو رحمن امبر یاد آ گئی۔ کچھ عرصہ پہلے ان کی فیملی ان کے گھر اسلام آباد میں جب وہ رہتے تھے۔ آ چکی تھی۔ امبر نے فرا تنگ کیا تھا کہ اس نے قیام گھر سے ہوسٹل کر لیا تھا۔

"بیٹا! شرارتی ہے، بدتمیز نہیں، انعام احمد نے اس سے ٹوکا۔

"پلیز ابو! خدارا رحم کریں ہمارے دلوں پر۔ ان کی تو فیملی کو یہاں نہیں بلوائیے گا۔ پڑھائی ویسے ہی میرا کل بہت ٹف چل رہی ہے۔" اس نے ڈر کر کہا تو زینب کو ہنسی آ گئی تھی، اس کی ہراساں شکل دیکھ کر۔

"ارے: کون سا وہ لوگ مستقل رہیں گے۔ چند دنوں کی بات ہے۔ ویسے بھی رحمان کہہ رہا تھا۔ اس نے گلشن اقبال میں بنگلہ خریدا ہے۔"

"کیا؟" یہیں گلشن اقبال میں؟ پھر تو ابو! آپ اس گھر کو بیچنے کی کریں، کیونکہ مجھے یقین ہے، ان کی دا چڑیل یہیں کے چکر لگاتی رہے گی۔" اس نے دہائی دی۔ بوتل اس نے واپس ٹیبل پر رکھی۔

"فراز! کیا بک رہے ہو؟" زینب نے اس سے گھورا۔

"میں نے رحمان کو کہہ دیا ہے۔ وہ کل یہیں آ جائے گا۔"

"ابو! رحم کریں ہم پر۔ رحم۔" وہ تڑپ اٹھا۔ دھڑ سے فلور کشن پر منہ دے کر گرا۔ اعزاز کچن سے پانی پی کر تھا۔ ان لوگوں کو لاؤنج میں دیکھا تو وہ بھی چلا آیا۔

"بھائی! ابو کو منع کریں۔ رحمان انکل کی فیملی کو وہ یہاں لا رہے ہیں۔"

اعزاز کو بھی ہنسی آ گئی۔ انعام احمد، اعزاز کو پہلے ہی بتا چکے تھے۔ اسے ان لوگوں کو لینے بھی کل صبح جانا تھا۔ آوا میں وہ ٹھہرے تھے۔

"ابو! کل صبح دس بجے جانا ہے نا انہیں لینے۔" اعزاز نے تصدیق چاہی۔

"پھر ٹھیک ہے۔ میں اپنا قیام بھابھی، کے میکے میں کر لیتا ہوں۔ کم از کم بلال اچھی کمپنی تو دے گا۔" اس نے فورا پلان مرتب کیا۔

"تم کہیں نہیں جاؤ گے۔ سمجھے؟" زینب نے اس سے ڈانٹا۔

"پلیز امی! آپ میرے متعلق تو سوچیے۔" وہ منہ بسورنے لگا۔ "ویسے ہی اتنا سر میں درد ہو رہا ہے۔"

"لگتا ہے آج تم نے تیل سے ہی غسل کیا ہے۔" اعزاز نے اس سے چھیڑا، تو انعام احمد کو اور زینب کو بھی اس چمکتے ہوئے چہرے پر ہنسی آ گئی، تو وہ اور ہی کھسیا گیا۔

"صدف سے کہہ دینا جلدی اٹھ جائے، ورنہ پھر بیماری کا بہانہ کر کے پڑی رہے گی۔" زینب نے اعزاز سے کہا انہیں تاسف سے دیکھنے لگا۔ جو صدف سے خائف ہوتی جا رہی تھیں۔

"امی! واقعی اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"بیٹا! تمہاری ماں کی عقل میں کچھ نہیں آتا ہے۔ انہیں زیادہ ہی فضول گوئی آ گئی ہے۔" انعام احمد کو بھی زینب کا اور کھائی سے پر رویہ تکلیف دیتا۔

"تم باپ، بیٹے کی آنکھوں پر تو پٹی بندھی ہے۔"

"امی! آپ کو کیا ہو گیا ہے؟" اب وہ روہانسا ہو کر ان کے قریب بیٹھا۔ ماں کو بھی ناراض نہیں کر سکتا۔ اور صدف کی وہ دکھ دینا نہیں چاہتا۔ جوان دو تین دنوں میں بالکل ہی کملا کر رہ گئی تھی، مگر شکوہ تک نہیں کرتی۔

"جاؤ بیٹا! جاؤ۔ بیوی تمہیں زیادہ پیاری ہے۔ اب ماں تمہاری تھوڑی کچھ لگتی ہے۔ پال پوس کر جوان کیا۔ اور فوراً آنکھیں پھیرنے لگے۔" انہوں نے اعزاز کے ہاتھ ہٹائے۔ انعام احمد نے آنکھوں کی اشارے سے چپ رہنے کو کہا۔ اعزاز کا موڈ یکدم ہی خراب ہوا۔

"اعزاز! تم جاؤ بیٹا! کل صبح تیار رہنا۔"

"اعزاز کبیدگی کا شکار ہوتا اپنے کمرے میں چلا گیا۔ صدف بیڈ شیٹ بدل رہی تھی۔ وہ گم صم سا صوفے پر لیٹ صدف نے ایک ترچھی نگاہ سے اسے دیکھا۔ بد دستور پھر بیڈ شیٹ بچھاتی رہی۔ وہاں سے فارغ ہوئی تو اعزاز کے لیے کپڑے پریس کرنے کے لیے نکالے۔

"آپ کا یہ سوٹ پریس کر دوں کل کے لیے؟" اس نے ڈرتے ڈرتے اس سے پوچھا۔ اعزاز نے بس اچٹتی ڈالی۔ جو بیماری کے باوجود بھی اس کے کاموں سے نبرد نہ ہوئی تھی۔

"آں ہاں، جو دل چاہے کر دو۔" وہ بولا۔

"میں نے اوپر کا پورشن ٹھیک کروا دیا ہے۔ مہمان وہاں ٹھہریں گے۔"

"صدف! تم آرام کر لو۔ ابھی تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔" اسے صدف کا اچانک ہی خیال آیا۔ جو لگتا تھا بیماری سے بیزار تھی۔

"اب ٹھیک ہے طبیعت بھی۔" اس نے بشاشت ظاہر کی۔ کپڑے اٹھا کر وہ کمرے سے جانے لگی۔

"صدف! رکو۔" اس نے پکار لیا۔ صدف ٹھٹھک کر رک گئی۔ اب وہ ناسمجھی کی کیفیت میں آ گئی۔ اعزاز خطرناک سنجیدہ تھا۔

"تم نے اس دن شہرینہ بھابھی سے کچھ کہا تھا؟" وہ استفسار کرنے لگا۔ صدف کا دل دھک سے رہ گیا۔

"کس دن؟" وہ انجان بنی۔

"بنومت۔ میں پرسوں کی بات کر رہا ہوں۔" وہ ایک دم ہی سخت ہو گیا۔ اب صدف لب کاٹنے لگی
اعزاز اس سے بے نقط ہی سنائے گا۔

"اس دن شہرینہ سے میری زیادہ بات ہی نہیں ہوئی۔" اس نے رک رک کر کہا۔ وہ بولنا چاہتی تھی کہ
نائل اندر آ گئے تھے۔ ان کی باتیں درمیان میں ہی رہ گئی تھیں۔

"میں نہیں مانتا۔ تم نے کچھ نہ کہا ہو۔" وہ کسی طور ماننے کو تیار نہ تھا۔ صدف کو سخت کوفت ہونے لگی۔

"وہ میری بہن اور کزن ہے۔ وہ کوئی غیر نہیں ہے۔ اگر میں کچھ کہہ دیتی ہوں تو آپ کیوں ڈر رہے ہیں؟"
نے تاک کر طنز کیا۔ اعزاز کچھ خجل سا ہونے لگا۔

"خواہ مخواہ پھر آپ لڑائی نکال رہے ہیں۔ آپ کے کپڑے پریس کرنے ہیں۔ صبح آفس کو آپ لیٹ ہو جا
گے۔"

"صدف! تم میری بات کاٹنے کی کوشش مت کرو۔" وہ جھٹکے سے کھڑا ہوا۔

"اگر آپ کو مجھ پر یقین نہیں ہے نا، تو آپ شہرینہ سے پوچھ لیجیے گا۔" وہ بھی تنک گئی۔ ہینگر اٹھایا اور
۔ استری اسٹینڈ کمرے کے باہر ہی رکھا تھا، جہاں انہوں نے ایک چھوٹا سا ڈرائنگ روم بنایا ہوا تھا۔ اکثر
دوپہر میں ادھر بیٹھ کر پڑھ لیتی تھی۔ فراز کو بھی ضرورت پڑتی تو آ جاتا۔

"پلیز، کچھ دنوں کے لیے آپ اور بھائی میرے کمرے میں شفٹ ہو جائیں۔"

"لیکن کیوں؟" صدف اسٹینڈ پر اعزاز کے کپڑوں کا ہینگر رکھ کر شرٹ نکالنے لگی۔ اتنے میں اعزاز بھی کم
سے باہر آ گیا۔

"جب تک یہ امبر اس گھر میں ہو گی۔ میں نیچے سکون سے نہیں رہ سکتا۔" وہ بہت ہی پریشان اور
میں مبتلا تھا۔

"میں نے ان لوگوں کے لیے اوپر کا پورشن درست کیا ہے۔" وہ بولی۔

"فراز! کیا بے وقوفی ہے۔ اب امبر کوئی بچی نہیں رہی ہو گی۔ بڑی ہو گئی ہے۔"

"بھائی! آپ کو نہیں پتہ۔ دو سال پہلے آئی تھی نا۔ جب ہم اسلام آباد میں تھے۔ میرے کمرے کا حشر کر
تھا۔"

"ٹھیک ہے۔ ہم اس کے کمرے میں شفٹ ہو جاتے ہیں۔" وہ بولی۔

"دماغ تو درست ہے؟ اس کے کمرے میں سوائے دوائیوں کی بدبوؤں کے کوئی خوشبو نہیں آتی۔" اعزاز
کہا۔

"آپ کو بھابھی کو رکھنے کی اجازت دی تو ہے۔ خوشبوئیں ہی خوشبوئیں ہوں گی۔" اس نے معنی خیزی سے
۔ صدف تو بری طرح جھینپ گئی۔ اعزاز نے اسے گھورا اور ایک زوردار دھپ لگائی۔ جب بھی بولتا سوچ سمجھ کر
نہیں بولتا۔

"بکواس ذرا کم کیا کرو۔"

"پلیز بھائی جان!" اس نے مسمسی سی صورت بنا کر مسکینی طاری کر لی۔

"یار! مجھے اپنے کمرے کی عادت ہے۔ اور پھر تمہارا بیڈ نہیں نہیں۔" اس نے ہاتھ اٹھا کر منع کیا۔ صدف کو ذرا

پر ترس آ رہا تھا۔

"م فراز! تم نے امبر کو اتنا مسئلہ کیوں بنا دیا ہے؟ کیسی لڑکی ہے جو تم اتنا ڈر رہے ہو؟"

"بے فکر رہیں۔ آپ بھی ڈریں گی۔ پتہ لگ جائے گا۔" وہ چڑ کر بولا۔

"اس کا تو دماغ خراب ہے۔" اعزاز نے اب ڈانٹ کر کہا، تو وہ منہ بسورنے لگا۔

"میں اپنا قیام بھابھی! آپ کے گھر کر رہا ہوں۔"

"سنو، میرا گھر اب یہ ہے۔ اگر تمہارا مطلب ہے کہ میرے میکے میں تو شوق سے جانا۔" وہ بدستور استری کرتی
بولی۔ اعزاز نے صدف کے اتنے بشاش چہرے کو دیکھا۔

"فراز! ابو سے لگتا ہے اب تم ڈانٹ سنو گے۔"

"بھائی جان! وہ آپ کو تو نہیں۔ میرا دماغ خراب کرتی ہے۔" وہ باقاعدہ رونے کی ایکٹنگ کرنے لگا۔

"میں بھی تو دیکھوں۔ آخر وہ اتنی خطرناک لڑکی ہے کہ تم کانوں کو ہاتھ لگاتے ہو۔" صدف نے شرٹ استری
نے کے بعد ہینگر کی۔ ساتھ ہی جائزہ بھی لیا کہ کہیں کوئی شکن تو نہیں رہ گئی۔

"اب اتنی بھی خطرناک نہیں ہے۔ بس رحمان انکل کی لاڈلی بیٹی ہے۔" اعزاز نے صدف کے ہاتھ سے ہینگر
اور خود پکڑ کر کھڑا ہو گیا۔ تا کہ اب وہ آرام سے پینٹ استری کر لے۔

"ضرورت سے زیادہ لاڈلی ہے، جبکہ اس سے چھوٹے دو بہن، بھائی بھی موجود ہیں۔" فراز نے کڑوا سا منہ
ا۔

"میں نے کہہ دیا ہے آپ کے کمرے میں، میں سوؤں گا۔" وہ فیصلہ دے کر جا چکا تھا۔

"اگر وہ کہہ رہا ہے، تو ہم اس کے کمرے میں سو جاتے ہیں۔" صدف نے اب اعزاز سے کہا۔ جو کمر پر ہاتھ
ے متفکر سا اس کے قریب کھڑا تھا۔

"اس کے کمرے میں بیڈ پتہ ہے۔ سنگل ہے۔" وہ چڑ گیا۔

"کچھ دن کی تو بات ہو گی۔ میں کارپٹ پر سو جاؤں گی۔" وہ بولی۔

"ایک نا رکھ کر جھانپڑ لگاؤں گا۔ کارپٹ پر سو جاؤں گی۔" وہ ہینگر کی شرٹ اس پر ڈال کر غڑاپ سے کمرے میں
س گیا۔ صدف استعجابیہ اسے دیکھ کر رہ گئی۔ جو خاصا برا مان گیا تھا۔

"چھوٹی چچی جان کی طبیعت خراب تھی۔" وہ نائل کو بتانے لگی۔ کسلمندی سے ابھی تک بیڈ پر لیٹا ہوا تھا۔ چھٹی کا
ن ان کا اب ایسے ہی روکھا پھیکا گزر جاتا تھا۔ سارا دن یا تو وہ اخبار پڑھتا۔ یا پھر ٹی وی دیکھ کر گزار لیتا۔

"ہاں خبر ہے۔ کل آفس سے واپسی پر ان کی عیادت کر آیا تھا۔" اس نے شہرینہ کے سنجیدہ چہرے کو دیکھا، جو کسی
جذبات سے عاری تھا۔

"آپ مجھ سے بھی پوچھ لیتے۔ دیکھ آتی میں بھی۔" اب خفا ہونے لگی۔ نائل نے گہری نظروں سے اسے دیکھا۔
بیڈ کے سرے پر بیٹھ گئی۔ ہربل، کاٹن کا ایمبرائیڈری والا، سوٹ اس پر کنٹراسٹ ریڈ دوپٹہ اس کی سرخ و سپید رنگت
ب بج رہا تھا۔ بالوں کو لپیٹ کر جوڑے کی شکل میں بنایا ہوا تھا۔ ایک ہاتھ میں سونے کی بارہ چوڑیاں، اور دوسرے
ہاتھ میں کانچ کی سرخ چوڑیاں، اس کے ہاتھوں میں بہت بجتی تھیں۔ اب تو وہ دیکھتا بھی اسے چوری چھپے تھا۔

"کل پھر میں تمہیں رات میں کہتا تو تم کہتیں یہ کوئی جانے کا ٹائم ہے۔" اس نے ساتھ ہی نقل اتار کر کہا تو شہرینہ
سی آ گئی۔ جو اسے سنجیدگی میں بھی شوخ ہی لگا۔

"اگر تھوڑا اسی طرح ہنس لیا کرو، تو تمہارا کچھ خرچ تو نہیں ہو جائے گا۔" وہ بھی ساتھ ہی مسکرایا۔ شہرینہ مجھم کر اسے گھورنے لگی۔

"آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے۔ میں ہنستی مسکراتی رہتی ہوں۔" اس نے منہ بنایا۔

"لیکن وہ ہنسنا، مسکرانا میرے لیے قطعی نہیں ہوتا ہے۔" اس نے لیٹے لیٹے اس پر نگاہ جمائے رکھی۔ جو اپنے کھلے بالوں کو دوبارہ لپیٹنے لگی۔ چوڑیاں اپنا جلترنگ بجا رہی تھیں۔ دوپٹہ اس کا اب پھسل کر اس کی گود میں پڑا تھا۔

"آپ سے شادی ہو گئی تو سب کچھ اب آپ کے لیے ہی ہے۔" اس نے اطمینان سے تصحیح کی۔

"سچ کہہ رہی ہو؟ میرے لیے ہے؟" اس نے آنکھوں میں معنی خیزی سموئی۔

"آپ ناشتہ ابھی کریں گے؟ یا دیر سے؟" اس نے اب بات ہی کاٹ دی۔

"ناشتہ تو کیا، میں کھاؤں گا پیوں گا اس وقت تک نہیں۔ جب تم مجھے آج اپنا آپ میرے لیے مختص نہ کردو۔" اب باقاعدہ سودے بازی پر اتر آیا۔ شہرینہ تو ششدر رہ گئی۔ اس سے نائل سے اتنی ضد کی توقع نہ تھی۔

"زیادہ حیران ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ صرف آج کا دن مانگ رہا ہوں۔ کیونکہ باقی دنوں میں تم میرے ساتھ جو سلوک کر رہی ہو۔ میں وہ تو برداشت کر ہی رہا ہوں۔ بس آج کا دن، جو کہ ہفتے میں ایک میری چھٹی صورت آتا ہے۔ تم بس وہ دن میرے نام کردو۔" وہ ٹانگ پر ٹانگ رکھے لیٹا بڑی شرارت اور ڈھٹائی سے شہرینہ سلگا رہا تھا۔ وہ دانت پیس رہی تھی۔

"وہ شکر ادا کریں کہ میں ابھی اس گھر میں موجود ہوں۔ ورنہ اگر چلی گئی نا۔ ساری آپ کی شوخی نکل جائے گی۔"

"تم اس گھر سے نکل کر تو دکھا دو، بلکہ میری اجازت کے بغیر اپنے پاپا کے گھر جا کر تو دکھا دو، دیکھنا پھر میں کیا کرتا ہوں۔"

اس نے اب شہرینہ کو ڈرایا۔ واقعی وہ لرز کر رہ گئی۔ وہ یہ تو جانتی ہی تھی وہ ہنگامہ کرتے دیر نہیں لگائے گا۔ پھر اس بار پھر قصوروار وہ ہی ہوگی۔

"ابرار انکل کو میں سب کچھ بتا دوں گا کہ میں آپ کی بیٹی کے ساتھ بہت محبت و پیار سے پیش آتا ہوں۔ ایک دن بھی میں نے تمہارے حقوق سے کوتاہی نہیں برتی ہے۔ جبکہ تم مجھے مسلسل نظرانداز کر رہی ہو۔ میرے حقوق ادا نہیں کر رہی ہو۔" وہ بول رہا تھا اور وہ سناٹے میں گنگ تھی۔ "پھر پتہ ہے کیا ہوگا۔ سب تمہاری نہیں میری حمایت کریں گے۔" وہ دل جلانے والی مسکراہٹ سے گویا ہوا۔

"آپ سے تو بات ہی کرنا فضول ہے۔" وہ لاجواب سی گئی۔

"میری بات مان لو صرف آج کے لیے۔"

"کبھی نہیں۔" وہ بھی اکڑتی ہوئی بولی۔ غصہ بھی آنے لگا۔ مگر اس خود پر کنٹرول ہی کرنا تھا۔ ورنہ امی کو ان دونوں پر شک ہو سکتا تھا۔

"نائل ناشتہ نہیں کر رہا؟" انہوں نے کھوئی کھوئی شہرینہ کو مخاطب کیا۔ جو سوچوں کے تانے بانے میں الجھی ڈائننگ ٹیبل کے اس کھڑی تھی۔

"جی ہاں۔" وہ چونک گئی۔

"شہرینہ بیٹا! میں پوچھ رہی ہوں؟ نائل ناشتہ نہیں کر رہا؟" انہوں نے پھر پوچھا۔

"وہ امی! آپ کو پتہ ہی ہے۔ سنڈے کو وہ دیر سے ہی کرتے ہیں۔ کہنے لگے کہ کرنا ہوگا تو کہہ دوں گا۔"

کچن میں چلی گئی۔ دوپہر کا کھانا بھی تو تیار کرنا تھا۔ ارسل لاؤنج میں بیٹھا کھلونوں سے کھیل رہا تھا۔ چھٹی اب ... کے پاس ہی بیٹھی تھیں۔

"دوپہر میں کیا پکانا ہے؟ کچھ بتایا اس نے؟"

"ابھی میں نے ان سے پوچھا نہیں۔"

"مگر بھی تو تم جانے کو کہہ رہی تھیں۔" انہوں نے اس کی تیاری دیکھ لی تھی۔ اس کا ارادہ چھوٹی تائی امی کو دیکھنے کا تھا۔ چھٹی والے دن نائل کی کوشش ہوتی کہ گھر میں آرام کر کے ٹائم گزارے۔

"میں نے ان سے کہا ہی نہیں۔ پھر وہ کہنے لگے کہ کل وہ دیکھ آئے تھے۔" اسے رونا آ رہا تھا۔ سب کو دیکھنے کو اور دل چاہ رہا تھا۔ پاپا سے بھی اس کی کافی دنوں سے فون پر بات نہیں ہوئی تھی۔

"ہاں مجھے بھی پتہ ہے۔ وہ کل دیکھ آیا تھا۔ تم تو چلی جاؤ۔"

"ان کا موڈ ہوگا تو خود لے جائیں گے۔" اس نے فریج سے اب مرغی کا گوشت نکالا۔ سوچا کہ فرائی کر لے گی۔ چاول بوائل کر لے گی۔ رات کا پالک گوشت تو بچا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ چل جائے گا۔

"میری بھی سمجھ نہیں آتا یہ لڑکا شادی ہو گئی بچہ ہو گیا۔ لیکن عادت اس کی نہیں بدلی۔ شروع سے ضدی ہے۔ غصہ بہت کرتا ہے۔"

"یہ مجھے بھی اندازہ ہے۔" اس نے تائید کی۔ گوشت کو شاپر سے نکال کر اس نے باؤل میں رکھا تا کہ جلدی کھل جائے۔ چاول نکالنے کے لیے نیچے جھکی۔ کیبنٹ سے چاول کا ڈبہ نکالا۔

"رات بھی کھانا کب کھایا تھا۔ پالک گوشت دیکھ کر چڑ گیا۔"

"کیا رات بھی نہیں کھایا؟" اب تو وہ اور بھی ڈر گئی کہ رات سے اب تک بھوکا تھا۔ ناشتہ بھی اس نے شرط کی وجہ سے ترک کر دیا۔

"میں تو خود نکال کر دے کر گئی تھی۔"

"لیکن تم دے کر گئی ہو۔ منہ بنا کر اٹھ گیا اور باہر چلا گیا تھا۔" انہوں نے اسے بتایا۔ شہرینہ لب کاٹتی چاولوں کی ... کاؤنٹر پر رکھ کر سوچ میں پڑ گئی۔ کہ کیا کرے؟

"لیکن وہ تو ناشتے کو بھی منع کر رہے ہیں۔" وہ دانتوں سے ناخن کاٹنے لگی کہ کس طرح وہ نائل کو راضی کرے۔ بات آپ ہار دے، یا اسے اگنور کر دے۔ دونوں صورتوں میں نقصان اسی کا ہے۔ کیا وہ اتنی آسانی سے معاف کر کے بھلا دے وہ سب جو اس نے اپنی آنکھوں سے تصویر میں دیکھا۔ ڈائری میں پڑھا سب فراموش کر دے۔

"جب تم اسے اس کا جرم بتاؤ گی نہیں شہرینہ! تو اسے پتہ کیسے چلے گا؟ کہ تم کیوں اس سے بدظن ہو؟" اس کے اندر سے آواز آئی۔ تو وہ گھبرا گئی۔ امی شاید ارسل کے پاس چلی گئی تھیں۔ وہ کاؤنٹر سے پشت ٹکائے تذبذب کا شکار تھا۔ ذہن اس کا منتشر ہونے لگا۔ دل میں دھک دھک اور بے چینی ہونے لگی۔ پورا وجود سناٹوں کی زد میں تھا۔ وہ مان لے۔

"ہاں ہار مان لو۔ کیونکہ تم اس سے محبت کرتی ہو۔ تمہارا پورا وجود اس کی محبت کے حصار میں جکڑا ہوا ہے۔ تم اس کے لیے بہت کچھ ہو۔ کیا اس کی آنکھوں میں مچلتی اپنے لیے بے قراری، بے چینی اور جھنجھلاہٹ نہیں دیکھی۔ پھر بھلا تم اس سے منہ موڑ رہی ہو؟ کیوں بغیر جرم سنائے سزا کا تعین اپنے لیے بھی کر رہی ہو؟ اس کے لیے بھی۔ اور اس ننھے سے وجود کے لیے بھی، جو تم دونوں کو اس ڈور سے باندھے ہوئے ہے۔ کیوں اس کی شخصیت کی دھجیاں

بکھیر نے پر تلی ہوئی ہو؟'' وہ مسلسل سوچوں کے جال سے الجھ کر باہر آ گئی۔

''شہرینہ! پوچھ لو اس سے کھانے کو، ورنہ پھر اور غصہ کرے گا۔'' امی کی آواز عقب سے آئی تو وہ سن ہوتے دل کے ساتھ بے اختیار ہی اپنے قدموں سے چلتی کمرے میں آ گئی۔ وہ روٹھا ہوا لیٹا چھت کو گھور رہا تھا۔ شہرینہ نے گھبرا کر اپنی انگلیاں آپس میں جکڑیں۔

''کیوں مان رہی ہو نا میری بات؟'' نائل کو ایک دم خوشی کے احساس نے گھیرا۔ شاید اسے ماننے ہی لگی ہے۔

''آپ نے رات کا کھانا کیوں نہیں کھایا؟ میں خود دے کر گئی تھی۔'' وہ آتے ہی اس سے بولی۔ نائل کی خوشی ایک دم معدوم پڑ گئی۔

''کل رات کھانا تم مجھے ایسے دے کر گئی تھیں۔ جیسے کوئی انسان نہیں۔ بلکہ کوئی جانور ہوں۔'' وہ رکھائی سے بولا۔

''وہ اصل اٹھ گیا تھا۔ اس لیے میں چلی گئی تھی۔ ورنہ میں تو خود اس وقت تک آپ کے سامنے بیٹھی رہتی ہوں۔ جب تک آپ کھانا نہ کھا لیں۔''

''مجھے نا تم لڑکیوں کی سمجھ نہیں آتی کہ شادی ہو جاتی ہے۔ تو تم لوگوں کو جب مسئلے، اور اگر میاں کوئی کام کہہ دے اور دیر ہو جائے کسی اور کام میں فوراً کہتی ہو کہ آپ کی وجہ سے دیر ہوئی ہے۔ اور اگر بچہ ہو جاتا ہے تو سارا الزام اس پر ڈال دو کہ اس کی وجہ سے یوں ہو گیا۔ آخر تم لوگ اتنے ریزن کیوں دیتی ہو؟'' وہ بھی کھسیا کر بولا۔ شہرینہ کو ایک خفت اور شرمندگی نے گھیر لیا۔ نگاہ خود بخود جھک گئی۔ کتنی سچی اور کھری بات کرتا ہے یہ شخص۔ جس سے اس کی زندگی وابستہ ہے۔

''سوری۔'' اس نے منمنا کر کہا۔

''آہ! سوری، کتنی آسانی سے تم یہ لفظ استعمال کرتی ہو۔'' وہ اٹھ کر بیٹھا۔ چہرہ تو پہلے ہی غصے کی حدت کی وجہ سے تمتما رہا تھا۔ بیڈ پر اس نے مکا مارا۔ یہ بھی ایک احتجاج کا انداز تھا۔ وہ متاسفانہ سانس بھر کر رہ گئی۔

''اپنی غلطی مان تو رہی ہوں۔'' اس کے صبیح چہرے پر معصومیت اور ملاحت نائل کو اپیل کرنے لگتی تھی۔

''ناشتہ لے آؤں آپ کے لیے؟''

''سوری، تم میری بات مان لو۔ میں تمہاری مان لوں گا۔'' اس کے چہرے کا رنگ یک لخت بدلا تھا۔

''آپ فضول کی ضد کر رہے ہیں۔'' وہ بھی جیسے اس کے اتنے ضدی لہجے کے آگے کچھ ہارتی ہوئی لگی۔ آواز کی پست سی تھی۔

''شہرینہ! واقعی میں ضد کر رہا ہوں۔ میں اپنا حق مانگ رہا ہوں۔'' از حد دھیمے اور نرم لہجے میں، اس کا مخصوص طنز و طعنوں سے پاک، سادہ پر اثر تھی۔ وہ اسے ششدر سی دیکھ رہی تھی۔

''میں دل و جان سے تمہارا ہوں۔ اور تمہارا رہوں گا۔ اس دل کی سلطنت پر نہ کوئی آئی ہے۔ اور نہ کوئی تمہارے بعد آئے گی۔ تم وہ واحد لڑکی ہو۔ جس نے مجھے سر تا پا بدل دیا ہے۔ نہ صرف تم ہو۔ جس کے حوصلے نے مجھ ضدی اور اڑیل گھوڑے کی لگام اپنے ہاتھ میں لے کر، مجھے اپنی محبت کی زنجیر پہنا دی۔ تم ہی وہ لڑکی ہو جو شروع دن سے ہی میرے دل کے سنگھاسن پر قابض ہو گئی ہو۔'' وہ گھمبیر لہجے میں جذب سے بولتا، شہرینہ کے ہاتھوں پر اپنے مضبوط و توانا ہاتھ رکھے، تو شہرینہ کی سجدہ ریز پلکیں، اور چہرے کی تمتماہٹ، شہرینہ کے دل کا حال نائل پر طرح واضح کر رہی تھیں۔ وہ بھی کمزور لمحوں کی زد میں آنے لگی۔

''تمہیں میں کتنی ہی بار باور کرا چکا ہوں۔ لیکن تم ہو کہ مجھ سے دن بہ دن خائف ہوتی جا رہی ہو۔'' حسن

تمام تر دلکشی کی ساتھ نائل کے سامنے تھا۔ شہرینہ کے دل و ذہن میں بھی ایک مسحور کن سی آسودگی چھا رہی تھی۔ دماغ و دل معطر ہو چلے تھے۔ نائل کی شدت و وارفتگی، اس کا آنچ دیتا وجود۔ شہرینہ کو لگا اگر مزید وہ اس کے پاس رہی تو ضرور جھلس جائے گی۔ اسے اپنے حواس مختل ہوتے محسوس ہوئے۔ اپنا آپ اس نے نائل سے چھڑانا چاہا تو ایسے کسی موڈ میں نہ لگا۔

''پلیز لیوی!'' وہ دھاڑی نائل نے جھٹکے سے چھوڑا اور شانوں سے تھام لیا۔ جس کا سانس بری طرح سائیں سائیں کر رہا تھا۔ بے پناہ ناگواری کا احساس ہوا۔ اپنا آپ اسے برا لگا۔ وہ کیوں اس کے قریب گئی؟ وہ جو صرف اپنی تسکین کے لیے صنف نازک کو استعمال کرتا ہے۔ اور اس لڑکی کی طرح چھوڑ دیتا ہے۔ جو کل اس کے ماضی میں تھی۔

''شہرینہ! کیا ہوا؟'' اس نے شہادت کی انگلی سے اس کا سراپا اٹھایا۔ جس کی آنکھوں میں نمی اور ناگواری کے ڈورے لے رہے تھے۔

''مجھے آپ کے۔''

''خاموش رہو، ہوں!'' نائل نے اس کا جملہ پورا ہونے سے پہلے ہی اس کے ہونٹوں پر انگلی رکھ دی۔ وہ لب بھینچ کر رہ گئی۔

''تم مجھ سے چاہے کتنی بھی بیزاری رکھو، ناراض ہو، غصہ کرو لیکن تم میرے سرکش جذبوں سے منہ نہیں موڑ سکتی۔ نا تم مجھ سے دور بھاگو گی۔ میں اتنا تمہارے قریب آؤں گا۔ اب میں تم سے خفا نہیں ہوں گا۔ بلکہ اپنا استحقاق استعمال کروں گا۔ اور بس۔'' اس نے شہرینہ کا چہرہ ہاتھوں میں لیا، اور اپنے پیار کی مہر ثبت کی، تو شہرینہ کے چہرے کی رنگت متغیر پڑ گئی۔

''دیکھا تم نے میرا ابھی مظاہرہ، اس لیے کڑھنا اور جلنا چھوڑ دو۔ مسکراؤ اور مجھے خوش کرو۔ تمہارا بھی بھلا اور میرا بھی۔'' اس نے شہرینہ کے کھوئے کھوئے چہرے پر پھونک ماری، تو وہ ہوش کی دنیا میں لوٹ آئی۔

''نہ جانے کیوں میں تم پر غصہ کرنے کے بعد بہت بے چین اور بے کل ہو جاتا ہوں؟ حالانکہ میرا دل نہیں چاہتا لیکن تم مجھے مجبور کرتی ہو یہ سب کرنے پر۔'' اس نے شہرینہ کے بت بنے وجود میں اپنے لمس سے جان پیدا کی، وہ کانپنے لگی۔

کتنا مشکل ہو رہا ہے اس لمحے نائل کو برداشت کرنا۔ اس کا یہی دلکش اور خوبصورت انداز تو اسے اور بہکائے جا رہا تھا۔ ''معاف کر دے۔ ناراضگی چھوڑ، اپنی ضد بھول جا وہ گزرا ماضی جو نائل کا تھا۔ وہ یاد رکھ جس میں اب وہ شامل ہے۔ تیرا کا بیٹا شامل ہے۔ اب کبھی وہ ان دونوں کو تو فراموش نہ کر سکے گا۔''

''تم میرے لیے زبردست سا ناشتہ اپنے پیارے پیارے ہاتھوں سے تیار کرو۔ کیونکہ اپنی سپردگی کی پہلی قسط تو ادا کر دی۔ باقی اقساط تمہیں روز ادا کرنی ہیں۔'' وہ معنی خیز شرارت سے گویا ہوا تو شہرینہ بلش ہو گئی۔

''آج تم سنوری بہت اچھی لگ رہی ہو۔ اور تمہارے ہاتھوں میں مجھے یہ چوڑیاں اور ہی اچھی لگتی ہیں۔'' اس نے تمام کر اس کے ہاتھوں کی پشت پر اپنے ہونٹ رکھ دیئے۔ شہرینہ کو لگا کہ اسے انگاروں نے چھو لیا۔ وہ گو نا گو جذبات میں مبتلا، اپنے سوئے ہوئے اعصاب کے ساتھ بس خالی خالی نگاہوں سے دیکھتی رہ گئی۔

● ● ●

''طائشہ! تم ہی صدف کی خیر خیریت لے آؤ۔'' فاخرہ بیگم نے طائشہ سے کہا جو سیڑھیاں اترتی آ رہی تھی۔

''امی! میں نے آج دوپہر میں فون کیا تھا۔ ان کے گھر انعام انکل کے دوست اور ان کی فیملی آئی ہوئی ہے۔'' اس نے انہیں بتایا۔ وہ فکر مند سی ہو گئیں۔

''شاہین کی حالت دیکھو۔ بیٹے کا غم الگ ہے۔ اب صدف کو پکارے جا رہی ہے۔''

''چچی جان! کہیں میں فون پر بات کرا دیتی ہوں۔'' وہ بھی شاکی ہو گئی۔

''فون پر تو میں بھی کہہ رہی تھی۔ لیکن وہ کہہ رہی ہے کہ کچھ دنوں کے لیے بلا لو۔''

''اب ایسے میں تو وہ بھی نہیں آ سکتی۔ اب جبکہ اس کے مہمان آئے ہوئے ہیں۔'' اس نے لاؤنج میں قدم رکھا۔ پورا ہال کمرے میں لاؤنج تھا، ایک جانب ڈائننگ ہال بنا ہوا تھا، لاؤنج ایک سیڑھی اتر کر تھا، جبکہ گلاس ڈور کے ساتھ کوریڈور تھا، اس کے آگے اوپر جاتا زینہ تھا، جہاں طائشہ، اور فارحہ کا کمرہ تھا، جبکہ گراؤنڈ فلور پر باقی لوگوں کے کمرے

''مجھے یقین ہے۔ ضرور یہ زینب نے روک رکھا ہوگا۔'' وہ زینب کو اچھی طرح جان گئی تھیں۔

''امی! مہمان آئے ہیں۔ اس لیے نہیں آ سکے گی۔'' طائشہ نے ان کے منفی خیالات کی نفی کی۔

''چلو اب مہمان آئے ہیں۔ اس سے پہلے صدف کو اس نے بھیجا؟ اعزاز پہلے تو لے آتا تھا۔ اب تو بالکل نہیں آتا۔''

''جاب کرتا ہے۔ ظاہر ہے۔ دیر بھی ہو سکتی ہے۔''

''تمہیں نہیں پتہ یہ اعزاز بھی کم نہیں ہے۔ بالکل ماں پر گیا ہے۔ اوپر سے کچھ اور اندر سے کچھ اور۔'' انہیں ایک دم ہی غصہ آنے لگا۔ طائشہ تاسف بھری نگاہوں سے دیکھتی رہ گئی۔

''امی! آپ خواہ مخواہ غلط سمجھ رہی ہیں۔''

''میں غلط نہیں سمجھ رہی ہوں۔ ایک تو ہم نے اپنی بچی دی۔ اوپر سے اس کی ناقدری کی جا رہی ہے۔ کون کی عمر نکلی جا رہی ہے۔ جو زینب کو بچوں کی فکر پڑ رہی ہے۔'' وہ انتہائی کبیدگی کا شکار ہو گئیں۔ طائشہ ان کے سنگل صوفے پر بیٹھی ان کی سن رہی تھی۔

''ایک ہم شہرینہ کی وجہ سے پریشان تھے۔ اس کا مسئلہ سلجھا، تو اب صدف اور فارحہ کی فکر کھائے جا رہی ہے۔''

''امی! آپ کیوں فکر مند ہوتی ہیں؟ دیکھیے گا انشاء اللہ سب مسئلے سلجھ جائیں گے۔ آپ اطمینان رکھیں۔'' طائشہ نے ان کے ہاتھ تھام کر تسلی دی۔

''زینب یہ کیوں بھول گئی ہے کہ وہ ایک ساس ہی نہیں، تین بیٹیوں کی ماں بھی ہے۔ وہ صدف کو اگر یہ طعنے دیتی رہی نا تو صدف کیسے گزارہ کرے گی؟ اس لڑکی میں تو لاابالی پن بھی بہت ہے۔''

''اب صدف کوئی بچی نہیں رہی ہے۔ بڑی ہو گئی ہے۔ سمجھدار ہے۔ اور پھر اعزاز سب سے زیادہ اچھا ہے۔ اس کے ساتھ رہ کر وہ خود کچھ سنجیدہ سی ہو گئی ہے۔'' طائشہ نے صدف کا باقاعدہ تفصیلی جائزہ بھی لیا تھا اور اندازہ بھی کیا تھا۔

''وہ چپ چپ و کم گو سی ہو گئی ہے۔''

''یہ سوبر سے لڑکے ہی تو خطرناک ہوتے ہیں۔ اب ہمیں اتنا اندازہ بھی نہیں تھا اعزاز کا کہ وہ کس نیچر کا ہے۔ زینب سے ہی ملے ہیں۔ وہ بھی دو تین بار ہی آئی ہے۔ یا پھر میں ہی وہ ایک بار گئی ہوں۔ جب بھی زینب ملی ہے اخلاق سے ملی ہے۔ لیکن نہ جانے اب ہم سے پرکھنے میں غلطی ہو گئی ہے۔ یا پھر ہم نے صدف کی شادی کرنے میں جلدی کی ہے۔'' انہیں افسوس ہونے لگا کہ ان سب نے صدف کے لیے بھی وہی غلطی کی جو شہرینہ اور سرمد کی بار

''ہم تو اس کے گھر اب یوں ہی نہیں جاتے، کہ ہمارے سامنے اور باتیں سننے کو نہ ملیں ہماری بچی کو۔''

''اگر ہم لوگ نہیں جائیں گے تو زینب آنٹی اور اسے طعنے دے سکتی ہیں کہ کوئی خیر خبر تو لینے والا ہے نہیں۔'' اس نے انہیں سمجھایا۔

''بتاؤ کیسے جائیں؟ شاہین کی حالت دیکھو۔ بیٹے کا روگ تو وہ پالے بیٹھی ہے۔ اب صدف کی بھی فکر اسے لگی ہے۔ ہمیں پتہ ہے اس کی وہاں بہت ناقدری ہو رہی ہو گی۔'' آنکھوں میں آنسو آنے لگے۔ طائشہ بھی دکھی ہونے لگی۔ وہ انہیں بس دلاسہ ہی دے سکتی ہے۔

''زینب تو خود یہاں انہیں آتی۔ اعزاز نے بھی آنا چھوڑ دیا ہے۔''

''تم اس کی خیر، خبر لو جا کر، تا کہ شاہین کو تو تسلی ہو۔'' وہ گھٹنوں پر زور دے کر اٹھنے لگی تھیں۔ طائشہ خود گہری سوچ میں پڑ گئی کہ اب اسے کیا کرنا ہے؟ آمنہ پھوپھو کے ساتھ جائے، یا سرمد سے کہے۔ وہ خود دیر سے آتے ہیں۔

''بھابھی! انس کدھر ہے؟'' بلال نے اسے مخاطب کیا، تو وہ اچھل ہی پڑی۔

''انس۔'' وہ زیر لب بولی۔

''صبح سے مجھے نظر نہیں آیا ہے۔''

''صبح سے تو وہ فارحہ کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ دیکھو اسی کے کمرے میں ہو گا۔'' اس نے بتایا، جبکہ بلال اس کے چہرے کو دیکھ کر ٹھٹھک کر رک گیا۔ کچھ تشویش میں بھی پڑ گیا کہ ایسی کیا بات ہے کہ وہ خاموش ہے؟

''بھابھی! اینی پرابلم؟'' وہ پینٹ کو گھٹنوں سے اونچا کر کے اس کے قریب ہی فلور کشن پر بیٹھا۔

''نہیں۔ کوئی خاص نہیں۔'' اب وہ بشاش سے لہجے میں بولی۔

''جب آپ خاموش ہوتی ہیں نا، ضرور کوئی خاص بات ہی ہوتی ہے۔'' وہ مطمئن نہ ہوا۔ ''بھائی جان نے تو کچھ نہیں کہا؟''

''ان کی طرف سے کوئی بات نہیں ہے۔'' وہ فوراً تصحیح کرنے لگی۔

''صدف کے جانے کا سوچ رہی تھی کہ کس کے ساتھ جاؤں۔''

''کیوں؟ خیریت تو ہے؟ ایسی سوچنے کی کیا ضرورت پڑ گئی؟'' وہ مسکرایا۔

''چچی جان کی طبیعت خراب ہے۔ اب صدف کی خیر خیریت لینی ہے۔''

''فون پر پوچھ لیں۔'' اس نے فوراً مشورہ دیا۔

''بے وقوف! فون پر پوچھ کر وہ بات نہیں ہوتی ہے۔ صدف کو دیکھا بھی تو نہیں ہے۔''

''اس بے وقوف لڑکی کو دیکھنے کی کیا ضرورت ہے؟'' وہ منہ بنا کر اترانے لگا۔

''اب شادی کر کے کیا لڑکیوں کی خیر خبر نہیں لی جاتی۔ پاگل! سب سے زیادہ خیال رکھنا پڑتا ہے۔'' اس نے اس کے سر پر چپت لگائی۔

''اب مجھے ایسا کوئی اندازہ نہیں ہے۔'' وہ خجل ہوا۔

''جب تمہاری شادی ہو گی، تو اندازہ ہو گا۔ تمہاری بیوی جب دوڑ دوڑ کر میکے جائے گی۔'' وہ معنی خیزی سے کہنے لگی، تو بلال کے تو دل کی کلی کھل گئی۔ چھم سے سونی سی جویریہ آنکھوں میں آ گئی۔

''بے فکر رہیے میں ایسے کھڑاک نہیں پالوں گا۔''

''کیا؟'' وہ تو حیرانگی کے ساتھ اچھل پڑی۔

"آپ جاتی ہیں دوڑ دوڑ کر اپنے میکے؟ جو اسے جانے دوں گا۔ شہرینہ باجی آتی ہیں۔ دیکھیے گا۔ پہلے تو
میں اسے یہ کہہ دوں گا کہ ہمارے گھر کی بہوئیں دوڑ دوڑ کر میکے نہیں جاتی ہیں۔" وہ اکڑ کر اپنے خیالات کا اظہار
کرنے لگا، تو طائشہ کو ہنسی آ گئی۔

"میرا بھی دل چاہتا ہے جانے کو۔ لیکن وہ تمہارے بھائی جان ہیں نا۔ بس کیا کہوں؟" وہ بولتے بولتے جھجک کر
رک گئی۔

"بھائی جان آپ سے محبت بہت کرتے ہیں۔ وہ اب آپ کے بغیر رہ نہیں سکتے۔ اور یہی حال ہمارے بڑے
بھائی کا ہے۔ شہرینہ باجی کے بغیر نہیں رہ سکتے۔"

"تمہیں سب کے بارے میں بہت پتہ ہے۔" طائشہ نے ذرا تشویش بھرے انداز میں کہا، تو بلال سر کھجا کر رہ گیا۔

"تم یہ خیال دل سے نکال دو کہ تمہاری شادی اتنی جلدی ہو گی۔ کم از کم لڑکی کو تھوڑا میچور ہونا چاہیے۔ اور ابھی
تمہاری بھی عمر نہیں ہے۔" وہ بلال کو تنگ کرنے لگی، جو پہلو بدل کر کھڑا ہو گیا۔

"آپ بھی اطمینان رکھیے۔ فارحہ آپی کی رخصتی سے پہلے میں بھی نہیں کروں گا۔" وہ اطمینان دلانے لگا۔

"کیوں تم نے کوئی دیکھ لی ہے؟" وہ ذرا سرگوشی سے رازداری سے پوچھنے لگی، تو بلال تو گڑبڑا گیا۔

"نن، نہیں تو۔ وہ میں ایسے ہی کہہ رہا تھا۔" بلال فوراً اِدھر اُدھر دیکھ کر نگاہ چرانے لگا۔

"لیکن ہم نے تو تمہارے لیے دیکھ لی ہے۔" طائشہ کے پاس اس کا والٹ ابھی تک موجود تھا۔ جس میں جویریہ
کی تصویر لگی تھی۔ بلال نے اب تو والٹ کے متعلق پوچھنا چھوڑ دیا تھا۔

"کیا؟" وہ جھٹکا کھا گیا۔

"اچھی لڑکی ہے۔ لیکن ابھی ہم نے بات اپنی تک رکھی ہے۔ اس لڑکی کے گھر نہیں کی ہے۔"

"بھابھی! کیا کہہ رہی ہیں؟ میں نے کوئی نہیں کرنی شادی وادی۔ ابھی میں نے بزنس جوائن کرنا ہے۔" وہ بہانہ
تراشنے لگا۔

"بزنس تم جوائن کرتے رہنا۔ دیکھنا یاسر کے آتے ہی تمہارا بھی بندوبست کیا جائے گا۔ روزانہ جو تم رات کو
غائب ہو جاتے ہو۔" طائشہ تو اسے حیرانگیوں اور پریشانیوں میں مبتلا کرتی گئی۔ بلال ہق دق سا رہ گیا۔ اگر کچھ
بولے گا تو فائدہ کچھ نہیں۔ جویریہ کو ابھی راضی نہیں کیا تھا۔ پھر تو قیر انکل سے بات کرنا تھی۔ اتنے پہاڑ سر کرنے تھے۔

"آپ سب کو بتا دیں، میں شادی اپنی مرضی سے کروں گا۔"

"اگر سن لیا نا ابو نے اتنے جوتے پڑیں گے۔ پتہ لگ جائے گا۔" طائشہ کو اس کی حالت پر ترس بھی آ رہا تھا۔ لیکن ہنسی
بھی ہو رہی تھی۔ وہ بیچارہ اسے کہتا ہی رہا۔ مگر طائشہ اپنے پروگرام بتاتی رہی کہ وہ سب اس کے متعلق کیا سوچ بیٹھے ہیں۔

● ● ●

"آنٹی! آپ کے گھر میں سب اچھے ہیں۔ لیکن یہ فراز بھائی ایسے کیوں ہیں؟" امبر نے اب تاک کر فراز کو
اٹیک کیا۔ جو اس سے بات ہی نہیں کر رہا تھا۔ اپنا قیام اس نے بہت چاہا کہ اعزاز کے بیڈروم میں کر لے۔ مگر وہاں
سے امبر کا کمرہ قریب تھا۔

"ارے امبر! اب تم فراز کو ایسے تو نہ کہو۔ ڈاکٹر بن رہا ہے۔" صدف نے سب کو چائے سرو کرنے کے بعد ٹرے
سینٹر ٹیبل پر رکھی۔

◆ ◆ ◆

"مجھے تو یہ ڈاکٹر کم، دماغی مریض زیادہ لگتے ہیں۔" اس نے ایک شان تفاخر سے اپنے شولڈر کٹ بالوں کو ہاتھ
سے پیچھے کیا۔

"جو دماغی مریض ہوتا ہے نا۔ اسے سارے اپنے جیسے لگتے ہیں۔" وہ تو سلگ ہی گیا۔

"امبر! بری بات ہے بیٹا! وہ آپ سے بڑا ہے۔" بیگم رحمان نے اسے سرزنش کی۔

"امی! میں کب کہہ رہی ہوں یہ مجھ سے چھوٹے ہیں؟"

"آنٹی! آپ اپنے گھر سے کباڑ نکال کیوں نہیں دیتی ہیں؟" وہ تو چڑ گیا۔

"یار! انعام مجھے جلدی اپنے بنگلے میں شفٹ ہونا پڑے گا، ورنہ میری بیٹی، فراز کو عاجز کر دے گی۔" رحمان علی
خان نے کہا تو وہ ہنس دیے۔

"رحمان! بچے ہیں، اچھا لگ رہا ہے۔"

فراز تو بھناتا ہوا اٹھ گیا۔ زینب کی خاص تاکید تھی کہ اس نے امبر سے ذرا بھی تلخ کلامی نہیں کرنی ہے۔

"شکر ہے، ابو نے گھر بھی آپ کے گھر کے قریب لیا ہے۔ ورنہ میرا تو وقت گزارنا مشکل ہوتا۔" وہ چائے پینے
کے بعد کپ ٹرے میں رکھنے لگی۔ صدف کو یہ نٹ کھٹ سی امبر بہت اچھی لگی تھی۔ گھر میں ایک دم ہی رونق سی ہو گئی
تھی۔ صدف کو بھی ایک ساتھی سی لگی۔

"ابی! ہم عفرا کے اسکول میں سحر کا ایڈمیشن کرا دیں گے۔ اور رہا صداقت اس نے تو حفظ کیا ہوا ہے۔ بس آپ
اچھا سا کالج دیکھ کر اس کا ایڈمیشن کرا دیں۔"

"رحمان! تمہاری بیٹی تو بہت ہی سمجھدار ہے۔" انعام احمد مسکرا کر گویا ہوئے۔ سب ہنس دیے۔

"آپی نا بس اپنے لاڈلے ہونے کا فائدہ اٹھاتی ہیں۔ جو یہ کہتی ہیں ابی وہی مانتے ہیں۔" سحر کو ہمیشہ یہی شکایت
رہتی۔

"تم سے میں پورے چھ سال بڑی ہوں۔" وہ تھوڑے رعب و اکڑ سے بولی۔

"ہمیں پتہ ہے دادی ماں! تم قبل از مسیح کی ہو۔" فراز نے اوپر سے ہانک لگائی، جو ریلنگ سے ٹیک لگائے بیٹھا
سب سن رہا تھا۔

"مس دادی جان تو آپ دادا جان ہیں پورے۔ ہر وقت ڈانٹ ڈپٹ یا پھر شور مچا دیا۔" اس نے بھی تاک کر طنز
کا تیر پھینکا۔ پورا لاؤنج زعفران زار بن گیا۔

"رحمان بھائی! رات کے کھانے میں، میں کیا پکوالوں؟" زینب نے اپنی میزبانی کی خدمات انجام دیں۔

"بھابھی! آج ہم اعزاز کی دلہن کے ہاتھ کا کھائیں گے۔ آپ کے ہاتھ کا بنا ہم نے بہت کھایا ہے۔" وہ
صدف کو مسکرا کر دیکھنے لگے۔ جو اعزاز کے پہلو میں بڑے صوفے پر قدرے فاصلے پر براجمان تھی۔

"ویری گڈ! بھابھی چائنیز رائس مزے کے بناتی ہیں۔" عفرا نے جھٹ خوش ہو کر بتایا۔ اعزاز نے اس کے سر پر
چپت لگائی۔ جو کارپٹ پر فلور کشن پر بیٹھی تھی۔

"پھر ٹھیک ہے صدف بیٹا! ہم وہی کھائیں گے۔" وہ خوشدلی سے بولے۔

"بھابھی! آپ پکا لیتی ہیں؟ مجھے تو بس یہی پکانا نہیں آتا۔ چاول سارے گولوں کی شکل میں ہوجاتے ہیں۔ صداقت میرا سب سے زیادہ مذاق اڑاتا ہے۔" وہ منہ بسور کر بتانے لگی۔

"ظاہر ہے۔ وہ گولے تم ہی پر پڑتے ہوں گے۔" فراز نے پھر ہانک لگائی۔

"زیادہ خوش ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر میں نے دوبارہ پکائے نا چاول۔ آپ پر بھی گولے برسیں گے۔" امبر نے اوپر دیکھ کر جملہ پھینکا۔ فراز نیچے دیکھ کر مسکراتا رہا۔

"انکل! یہ فراز بھائی ضرورت سے زیادہ خراب ہیں۔ انہیں فراز نہیں ناراض ہونا چاہیے تھا۔ نام آپ نے رکھ دیا ہے۔" اسے فراز کے نام پر اعتراض ہوا، تو اس نے حساب برابر کرنا چاہا۔

"میرا نام، میری دادی جان نے رکھا تھا۔ تمہارا نام البتہ غلط رکھا گیا ہے۔ امبر نہیں بندر ہونا چاہیے۔"

"آنٹی! دیکھ رہی ہیں؟ آپ!" اس نے زینب کو امداد طلب نظروں سے دیکھا۔

"فراز! بہت ہوگئی۔ خاموش ہو جاؤ۔" زینب نے خشمگیں نگاہ اٹھائی۔ صدف اور اعزاز مسکرائے جا رہے تھے۔

اسی دوران طائشہ اور سرمد چلے آئے تھے۔ سب نے ہی ان کا تعارف رحمان علی کی فیملی سے کرایا۔ وہ سب خوشدلی سے ملے۔ سرمد حضرات کی محفل میں بیٹھ گئے۔ جبکہ طائشہ خواتین کے درمیان تھی۔

"آپ کا بیٹا تو بہت کیوٹ ہے۔" امبر نے تین سالہ انس کو پیار کیا، جو ادھر سے ادھر کھیلتا پھر رہا تھا۔

"ہماری بھابھی اور بھائی بھی تو کیوٹ ہیں۔" صدف نے تفخر بھرے لہجے میں کہا۔

"بس ایک ہی بیٹا ہے آپ کا؟" امبر خالص بزرگوں کی طرح باتیں کرنے لگی۔ طائشہ نے مسکرانے پر اکتفا کیا۔

"امبر! تم شہرینہ کا بیٹا دیکھو گی تو اور حیران رہ جاؤ گی۔ اتنا پیارا ہے کہ کیا بتاؤں۔ بالکل فارنر لگتا ہے۔"

"شہرینہ کون ہیں؟" اس نے نیا نام سنا۔

"میری کزن ہے، چچا کی بیٹی۔ اور تمہارے اعزاز بھائی کے دوست کی بیگم۔" اس نے تفصیل بتایا۔

"اتفاق سے وہ دوست میرا بھائی ہے۔" طائشہ نے بتایا۔

"اچھا، تو تم سب کی آپس میں شادی ہوئی ہے۔" بیگم رحمان دلچسپی سے سننے کے بعد بولیں۔

"یہی سمجھ لیں۔" طائشہ نے بتایا۔

"بھابھی! صدف تو آپ کے رشتے کے بھائی کی بیٹی ہے نا؟" انہوں نے زینب سے تائید چاہی۔

"نیلم تو عدنان کے دوست کی بہن کا رشتہ لائی تھی۔" انہوں نے بتایا۔ صدف بری طرح خود کو اکورڈ فیل کرنے لگی، جبکہ طائشہ کو ان کی یہ بات ناگوار سی گزری۔

"بہت ناراض ہوئی تھی نیلم تو۔ اعزاز سے بات تک کرنا چھوڑ دی تھی۔ پھر بس اعزاز نے زبردستی منایا۔" وہ بتاتی جا رہی تھیں۔ صدف کے چہرے کا رنگ بدلتا جا رہا تھا۔ نگاہ وہ اٹھا نہیں پا رہی تھی۔

"جس لڑکی کا وہ رشتہ لائی تھی۔ خیر سے شادی ہوگئی ہے۔ اس کی بھی کچھ دن بعد ڈلیوری ہونے والی ہے۔ نیلم ہی بتاتی رہتی ہے مجھے۔"

"چلیں بھابھی! آپ کو بہو تو اب اچھی ملی ہے۔ ساری ذمے داری اٹھائی ہے اس نے۔" انہوں نے آتے ہی نوٹ کیا تھا۔ صدف خاصی ذمے دار اور سلجھی ہوئی لڑکی ہے۔ کئی بار وہ زینب سے تعریف کر چکی تھیں۔

ن بھابھی! اب تو یہی آرزو ہے کہ، اعزاز کے بچے دیکھ لوں۔" انہوں نے بڑے ملول سے لہجے میں کہا۔
پہلو بدلتی رہ گئی۔
بھی سال کب ہوا ہے؟ اور اتنی جلدی بچے نہ ہی ہوں تو اچھا ہے۔ کم از کم اعزاز اور صدف کچھ انجوائے ہی کر
بعد میں تو یہ بچے ماں اور باپ کو نچا کر ہی رکھتے ہیں۔" وہ امبر سے نالاں تھیں۔ جس نے انہیں بہت تنگ

ا۔
مبر میری شادی کے پورے دس سال بعد ہوئی تھی۔ لیکن امبر کے ابی نے کبھی مجھے یہ طعنہ نہیں مارا کہ ابھی تک
کوئی خوشی نہیں دے سکی۔ اور یہ تو خدائی کام ہیں۔ ہم کون ہوتے ہیں دوسروں کو دوش دینے والے۔" وہ
لہجے میں بول رہی تھیں۔ زینب تو لاجواب ہو کر نگاہ ہی چرا گئیں۔
ہم نے وہ دس سال بہت مزے میں گزارے۔ پھر میری ساس بہت اچھی تھیں۔ انہوں نے ہی میری ہمت
اگر میں کہیں شرمندہ بھی ہوئی تو فوراً مجھے ٹوک دیتی تھیں کہ نا بچی! اس میں تیرا کوئی قصور نہیں۔ یہ اوپر والے
ہے۔ جسے چاہے وہ اسے اولاد کی نعمت دے یا نہیں۔"
لیکن بھابھی! ہمارے گھر میں تو بچے ہیں نہیں۔ زیادہ احساس ہوتا ہے۔" وہ اپنی پشیمانی چھپانے لگیں۔
ور بیٹا! آپ تو خاموش بیٹھی ہو۔" بیگم رحمان نے طائشہ کو مخاطب کیا، تو وہ چونک سی گئی۔
آپ کی باتیں سن رہی تھی۔" وہ بولی۔
گھر میں تو خیریت ہے نا؟" زینب نے نہ چاہتے ہوئے بھی پوچھا۔ وہ بیگم رحمان کے سامنے اب مزید ایسا
ر دینا نہیں چاہتی تھیں کہ، وہ سمجھے کہ ان کا رویہ صدف سے اور اس کے گھر والوں سے ٹھیک نہیں ہے۔
چچی جان کی طبیعت خراب ہے دو تین دن سے۔" اس نے بتایا۔
ی کی؟" صدف سن کر بے چین ہوگئی۔
بلڈ پریشر ہائی ہوگیا تھا۔ کافی سیریس کنڈیشن تھی۔ صدف کو یاد کر رہی تھیں۔ اگر یہ کچھ دن کے لیے آ جاتی تو
ئشہ بولتے بولتے رک کر زینب کے تاثرات کا جائزہ لینے لگی۔
ابھی تو مشکل ہے، میرا جانا۔ مہمان ہیں گھر میں۔" صدف نے ہی جھٹ عذر پیش کیا۔
صدف! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ تم چلی جاؤ۔ ہم کوئی مہمان نہیں ہیں۔" بیگم رحمان نے صدف کی کیفیت پر
کچھ فکرمندی ہونے لگی تھی۔
جوان بیٹا گھر سے چلا گیا ہے۔ ماں بیمار نہیں پڑے گی تو کیا کرے گی؟" زینب نے پھر ایک اور تیر پھینکا، جو
کے دل نیں تر از وہو گیا۔
کیوں؟ بیٹا کہاں چلا گیا؟" انہوں نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔
امریکہ گیا ہوا ہے۔" طائشہ نے جھٹ جواب دیا۔ بیگم رحمان کے سامنے اسے یہ باتیں کرنا معیوب لگا۔
صدف تم فارغ ہو جاؤ تو آ جانا۔" اس نے صدف کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ وہ اس کڑی مشکل میں تھی۔ ماں
ت کا سن کر تو وہ روہانسی ہوگئی۔
جانا تو ہمیں پڑے گا۔" زینب نے کچھ سوچنے کے بعد کہا۔
بھابھی! آپ صدف کو بھیج ہی دیں۔ ماں کو دیکھ کر تسلی ہو جائے گی۔"
نٹی! میں امی سے فون پر بات کر لوں گی۔"

''اوں ہوں بیٹا! ماں کی تسلی اولاد کو دیکھ کر ہی ہوتی ہے۔ تم چاہے ان سے فون پر بات کر لو۔ لیکن انہیں ضرور آنا۔'' وہ اسے سمجھاتی بہت اچھی لگیں۔ یہ بھی تو عورت ہیں۔ پھر یہ زینب سے اتنی مختلف کیوں ہیں؟ سوچیں اور خیالات وہ سن کر متحیر سی رہ گئی۔ اسے بیگم رحمان سے ایک انسیت سی ہو گئی۔ طائشہ اور سرمد نے اجازت لے لی۔ انہوں نے بہت رات کے کھانے پر روکا۔ لیکن سرمد نے انکار کر دیا۔

● ● ●

''میں نے سنا ہے۔ نائل بھائی! آپ کو ہاتھ دیکھنا آتا ہے۔'' بلال نے اسے مشتاق نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ وہ ہال کمرے میں ان سب کے درمیان بیٹھا تھا۔

''تمہیں کس نے بتایا؟'' نائل کو اچنبھا بھی ہوا۔

''عمر بتا رہا تھا۔'' وہ بولا۔

''بلال! تم الٹی سیدھی باتوں میں کم ہی آیا کرو۔'' شہرینہ خود سن کر حیران ہوئی۔ اس نے تو ابھی تک ایسا کچھ کے بارے میں نہیں سنا تھا۔

''ارے! الٹی سیدھی باتیں ہوں گی تمہارے لیے۔ مجھے واقعی ہاتھ کی لکیریں دیکھنا آتا ہے۔'' نائل نے شہرینہ کی نفی بڑے تنفر سے کی۔ وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑا کر رہ گئی۔ آج نائل آفس سے جلدی آ گیا تھا۔ اس لیے لے آیا تھا۔ چھوٹی تائی امی کی طبیعت جو خراب تھی۔ ورنہ نائل اتنی مہربانی اس پر نہ کرتا۔

''بلال! یہ فضول بکواس کرے گا۔'' طائشہ بھی نائل کی شرارتوں سے واقف تھی۔

''آپی! واقعی میں ہاتھ دیکھ سکتا ہوں۔''

''نائل بھائی! آپ دیکھیے، کہیں بھی کان نہ دھریے۔'' اس نے آلتی پالتی مار کر نائل کے آگے بیٹھ کر اپنا ہاتھ پھیلا دیا۔ نائل نے بھی شرارت سے آنکھیں گھمائیں۔ گلا کھنکھارا۔ اپنی بلیو شرٹ کی آستین ایسے فولڈ کی بلال سے وہ دو دو ہاتھ کرنے والا ہے۔

''نائل بھائی! کوئی بھی فضول گوئی نہیں۔'' اس نے ساتھ ہی وارننگ دی۔

''بلال! تم ہوش میں تو ہو؟ انہیں کوئی پامسٹری نہیں آتی۔''

''تم تو چپ کر کے بیٹھو۔'' نائل نے شہرینہ کا ہاتھ کھینچ کر بٹھایا، تو وہ اس کے ہی پہلو میں گری۔ بری طرح جھینپ بھی گئی۔ عمر کی ہنسی تھمی اور طائشہ کی مسکراہٹ نے اسے اور نروس کر دیا۔

''چپ کر کے بیٹھی رہو، اگر زیادہ بولی نا، دیکھنا میں کیا کر سکتا ہوں۔'' اس نے شہرینہ کو گھورا۔ وہ اپنا ہاتھ چھڑا کر منہ بنانے لگی۔

''نائل بھائی! ہری اپ۔'' بلال کو زیادہ ہی بیتابی تھی۔ وہ جاننا چاہتا تھا کہ اسے اس کی محبت ملے گی، یا نہیں۔

''ہوں۔'' نائل نے اس کا ہاتھ اپنے دائیں ہاتھ میں پکڑا۔ سیدھے ہاتھ کی شہادت کی انگلی، لب بھینچ کر ہاتھ کو ایسے بغور جائزہ لے رہا تھا۔ جیسے واقعی اسے لکیریں پڑھنی آتی ہیں۔

''ارے بھئی! بتایئے نا؟''

''یار! میں یہ سوچ رہا ہوں کہ تمہارے ہاتھ میں شادی کی لکیر تو ہے ہی نہیں۔''

''کیا بول رہے ہیں آپ؟'' وہ تو تڑپ ہی اٹھا۔

''یار! ٹھیک کہہ رہا ہوں۔ تم بس اس لڑکی سے محبت ہی کرتے رہو گے۔''

''نائل بھائی! کس لڑکی سے؟'' وہ پھر بولا۔

''بلال! اس کو کوئی ہاتھ دیکھنا نہیں آتا۔'' طائشہ نے پھر مداخلت کی۔

''آپی! حد کرتی ہیں آپ۔ مجھے کیوں دیکھنا نہیں آتا؟ اعزاز تک کا ہاتھ دیکھ کر میں نے بتا دیا تھا کہ اس کی بڑی صدف سے ہو جائے گی۔''

''بتایئے، میری بھی ہو گی؟'' بلال نے پھر تجسس کے مارے نائل کے زانوں پر ہاتھ مارا۔

''نہیں یار! تمہاری شادی اس لڑکی سے نہیں ہو گی۔ البتہ تمہاری شادی کہیں اور ہو گی۔ تمہارے پورے آٹھ بچے ہوں گے۔''

''خدا کو مانیے نائل بھائی! اتنے بچے۔'' اس نے ڈر کر اپنا ہاتھ چھڑا لیا۔

''آگے تو سنو تمہاری دو شادیاں ہوں گی۔''

''اتنا جھوٹ مت بولیے۔ گناہ ملے گا۔'' شہرینہ نے نخوت سے کہا۔

''فضول کی بک رہا تھا یہ نائل۔ بلال! تم اس کی باتوں پر کان نہ دھرو۔ طائشہ نے فوراً ہی اس کی تصحیح کی۔

''پھر یہ عمر کیوں جھوٹ بول رہا تھا؟''

''میں تو یہ بھی کہتا ہوں کہ نائل بھائی کا کسی لڑکی سے افیئر چل رہا ہے۔'' عمر صوفے میں دھنسا بیٹھا اپنی ہانک رہا تھا۔

''او یار! رحم کر مجھ پر۔ پہلے ہی تیری بہن کو مجھ پر شک رہتا ہے کہ میں واقعی کسی کے چکر میں ہوں۔'' اس نے شہرینہ کی بدلتی کیفیت پر عمر پر کشن اٹھا کر پھینکا۔

''نائل بھائی! کتنی تصویریں تو میں نے خود دیکھی ہیں آپ کی امریکہ کی۔'' وہ گل افشانی کر رہا تھا۔ شہرینہ کو تو پہلے اس سے شکایت تھی۔ آج اور یقین پختہ ہو گیا۔

''وہ تو ساری میری کولیگ تھیں۔'' وہ کچھ گڑبڑا آیا۔

''کولیگ کی آڑ میں اور بھی تعلق ہو گا۔'' شہرینہ نے طنز کیا۔

''اے! سنو، اپنے دماغ سے خرافات نکال دو۔ میں ایسا کوئی لوز کریکٹر کا نہیں ہوں۔'' وہ گھبرا ہی گیا۔ شہرینہ پہلے ہی اس سے خائف ہے۔ مزید جلتی پر تیل کا کام عمر نے کیا۔

''مجھے کیا خبر؟'' وہ شانے اچکانے لگی۔

''عمر! تجھے تو میں بتاؤں گا۔'' وہ عمر کی جانب بڑھا۔

''خبردار میرے بھائی کو کچھ کہا تو۔'' وہ تنک ہی گئی۔

''تمہارا بھائی بعد میں ہے۔ پہلے میرا کزن ہے۔'' وہ بھی ترکی بہ ترکی بولا۔ طائشہ نے سر پیٹ لیا۔ دونوں میں جھگڑا جو شروع ہو گیا تھا۔

''عمر! میں ابھی تمہاری شکایت پھوپھو سے کرتا ہوں۔ میری ازدواجی زندگی میں شک کی دراڑ ڈال رہا ہے۔''

''عمر! بری بات ہے۔'' طائشہ نے بھی اسے سرزنش کی۔ وہ شرمندہ سا ہو گیا۔ شہرینہ جو منہ پھلا کر بیٹھ گئی تھی۔

''آپی! میں مذاق کر رہا تھا۔'' وہ فوراً صفائی دینے لگا۔

''نائل بھائی سے میری ایسی ہی چلتی رہتی ہے۔ آپ نائل بھائی پر خواہ مخواہ شک کر رہی ہیں۔''

''نائل بھائی! آپ ایمانداری سے بتایئے؟ کبھی آپ کا کسی بھی لڑکی سے افیئر چلا؟ کسی کو تو پسند کرتے ہوں

گے؟" بلال کو اشتیاق ہوا کہ اس کے بارے میں جانے۔

"یار! اس جانب کبھی سوچا نہیں تھا۔ ہاں اتنا میں کہوں گا۔ امریکہ میں، میں جب تھا، میری کلاس فیلوز
دیتی تھیں۔ لیکن میں کبھی ایسا نہیں سوچتا تھا۔ پھر ابو کی ڈیتھ ہوگئی۔ واپس آ گیا۔ پھر سمجھو کر اُسس میں
تمہاری اس کزن نے میرے دل پر اٹیک کر دیا۔" اس نے شہرینہ کو پیار بھری نظروں کے حصار میں لیا۔ جو
کپڑوں میں تپی بیٹھی تھی۔

"شہرینہ باجی سے آپ کو محبت پہلے ہوئی؟ یا شادی کے بعد؟" اس نے پھر سوال کیا۔

"شادی کے بعد محبت ہوئی، البتہ پہلی نظر میں پسند ضرور آئی تھی۔"

"جھوٹ سراسر جھوٹ۔" اس نے نفی کی۔

"تم جھوٹ ہی سمجھتی رہنا۔ چاہے میں جان سے گزر جاؤں۔ اپنی انا کا جھنڈا لہراتی رہنا۔"

"نائل کیا بکواس ہے یہ۔" طائشہ نے سہم کر اسے ٹوکا۔

"انہیں کیا، کسی کے دل پر کیا گزرے۔ اپنی بولتے رہتے ہیں۔" شہرینہ کو بھی ناگوار گزرا۔

"شہرینہ! شہرینہ!" آمنہ کی تیز پکار پر وہ کھڑی ہوگئی۔ وہ اندر آ چکی تھیں۔ ان کی گود میں روتا دھوتا ارسل
جس کے لمبے لمبے آنسو رخسار پر بہہ رہے تھے۔

"رو رو کر اپنا حشر کر لیا ہے۔"

"میں تو پاپا کے پاس سلا کر آئی تھی۔" اس نے ارسل کو سینے سے لگا لیا۔ جو رونے کے بعد گھٹی گھٹی سسکیاں
رہا تھا۔

"پھوپھو! آپ کی یہ بیٹی یہاں آ کر، بیٹے کو اور مجھے بھلا ہی دیتی ہے۔"

"انہیں ہر وقت یہی شکایت رہتی ہے۔" شہرینہ کو غصہ آیا۔

"شہرینہ! ناراض نہ ہو۔ سب شوہروں کا یہی حال ہے۔ جہاں ان پر سے توجہ ہٹی فوراً گلہ کرنے لگتے ہیں
طائشہ نے بھی فوراً شہرینہ ہی کی حمایت میں کہا۔

"آپ کو تو میں نے کبھی سرمد بھائی کی جانب سے لاپرواہ نہیں دیکھا۔ جیسے ہی وہ آفس میں آتے ہیں۔ آپ
اپنے کمرے میں جاتی ہیں۔ اور یہ فوراً کچن میں گھس جاتی ہیں۔" وہ بھی اس کی شکایت کرنے لگا۔

"آپ کے لیے ہی کچھ کھانے کے لیے لاتی ہوں۔ بھابھی! ایک ان کا بیٹا ہی کم ہے۔ جو سارا دن تنگ
ہے۔ اور یہ بھی بیٹے سے کم تھوڑی ہیں۔"

"شہرینہ! تمہاری بات سے میں بھی متفق ہوں گی۔ بیمار یہ جب بھی ہوتا تھا۔ بھابھی کا دماغ بہت خراب
تھا۔" آمنہ نے بھی تائید کی۔

"اب تو بیمار بھی کم پڑتا ہوں۔" وہ ہنسا۔

"نہ ہی پڑیں تو میرے لیے زیادہ بہتر ہوگا۔ ایک مجھے ان کی چھٹی بہت مہنگی پڑتی ہے۔" وہ ارسل کو گود
لٹائے ہوئے بولی۔

"کٹ، کٹ۔ بس کرو۔ لحاظ کر لو۔ دو بچے موجود ہیں۔"

"نائل بھائی! بچے اب بڑے ہیں۔" بلال ہنسا۔

"میں تو چلوں۔ تم لوگوں کو پھر جانا بھی ہوگا۔ کچن کو دیکھ لوں۔" طائشہ کو ایک دم ہی وقت کا احساس ہوا۔

تھی۔ پھر سرمد کے بھی آنے کا ٹائم تھا۔ تھوڑا ٹائم ان کے لیے بھی نکالنا ضروری تھا۔

"ابھی میں نے بھابھی کو روک لیا ہے۔" آمنہ نے اسے بتایا، جو ارسل کو گود میں لے کر کھڑا ہو چکا تھا۔

"رک لیں آرام سے، دو تین دن کے لیے۔" اس نے اجازت دی۔

"یہی رک جائیں گی تو میں کیسے رہوں گی؟" شہرینہ تو فکر مند ہوگئی۔

"تمہارا مقصد ہے تمہیں بھی چھوڑ دوں؟" وہ اس کی جانب ترچھی نگاہ ڈال کر بولا۔

"اتنے اچھے اور اوبیڈینٹ تو ہیں نہیں، کہ میں جو کہوں گی مان ہی لیں گے۔" اس نے خفگی دکھائی۔

"چھوڑ دو اسے بھی۔"

"پھوپھو! رحم کریں مجھ پر۔ آفس کی چھٹی ہو جائے گی میری۔ پھر اب میں آپ کی بیٹی کے بغیر رہ نہیں سکتا۔"

"بس چھوڑیں یار! بلال بھائی لپیٹنا۔" عمر نے سن کر تمسخر اڑایا۔

"ایک جھانپڑ رکھ کر لگاؤں گا۔"

"نائل بھائی! آپی کے بغیر آپ نہیں رہ سکتے۔ ہاں اگر ارسل کہتا تو میں مان لیتا۔"

"اس کی زبان بہت چلنے لگی ہے۔ پھوپھو سمجھا لیں، کب سے الٹی سیدھی ہانک رہا ہے یہ میری بیوی کے
نے۔"

"میرا بھائی ہے ظاہر ہے۔ میرا ساتھ دے گا۔" وہ بھی اترائی۔ عمر کے گلے میں بانہیں ڈال دیں۔

"دیکھا پھوپھو! اپنے میکے آتے ہی کیسے اکڑ آ گئی ہے؟"

"اکڑ کیوں نہ آئے گی؟ میری بیٹی اپنے باپ کے گھر جو ہے۔" انہوں نے شہرینہ کے ماتھے پر پیار کیا۔

"آپ کی بیٹی گھر تو چلے گی، دیکھیے گا میں کیا کرتا ہوں؟"

"میں بالکل نہیں جاؤں گی۔ ابھی کے ساتھ ہی آؤں گی۔" وہ انگوٹھا دکھانے لگی۔

"شہرینہ! یہ فاؤل ہے۔ تم نے خود کہا تھا، رکوں گی بالکل نہیں۔" اس نے دہائی دی۔

"یہ بھی میں ہی کہہ رہی ہوں، میرا ابھی موڈ رکنے کا ہے۔"

"یہاں آتے ہی پھسل گئیں۔" اس کا چہرہ سنجیدہ ہو گیا۔

"آپ ارسل کو لے جا سکتے ہیں۔"

"ارسل کے ساتھ مجھے تمہیں بھی لے جانا ہے۔ زیادہ پھیلنے کی نہیں ہو رہی ہے۔ کھانے کے بعد فوراً تیار رہنا۔"
اس نے رعب و دھونس کے ساتھ اسے حکمیہ کہا، تو وہ افسردگی سے دیکھتی رہ گئی۔

"شہرینہ بیٹا! تم پھر آ جانا۔" آمنہ نے اسے پیار سے سمجھایا۔

"پتہ نہیں، یہ پاکستانی مرد اپنی وائف کو اپنی پراپرٹی کیوں سمجھتے ہیں؟"

"اے ہیلو محترمہ! تم سے شادی کی ہے۔ جرمنی کی عورتوں کی طرح ہم مرد نہیں بدلتے۔"

"جب ہی پاپا نے دو کی تھیں۔" اس کے منہ سے روانی میں ہی نکلا تھا۔ آمنہ کا چہرہ فق پڑ گیا۔ نائل نے بھی
اور غصیلی نگاہ اٹھائی تو شہرینہ نے انگلی دانتوں تلے داب لی۔ یہ اس کے منہ سے کیا نکل گیا۔ آمنہ سپاٹ سی
سے چلی گئیں۔ بلال اور عمر ایک دوسرے کی تقلید میں وہاں سے ہی اٹھ گئے۔ بات مذاق میں ہوتے ہوتے
کا رخ اختیار کر گئی تھی۔

"اگر تمہارے پاپا نے دو شادیاں کی تھیں، تو وہاں کی عورتیں یہاں کی عورتوں کی طرح شرم و حیا نہیں رکھتی ہیں۔

انہیں تو مرد بدلنے کی عادت ہوتی ہے۔ ہمارے پاکستان میں پھر بھی عورتیں، مرد اگر دو شادیاں کر بھی
کرتی ہیں۔ وہاں باہر ممالک کی عورتوں کی طرح شوہر ہوتے ہوئے، غیر مردوں سے تعلق نہیں رکھتی ہیں، کیا
کے بارے میں، جو تمہیں چھوڑ کر کسی دوسرے مرد کے پاس چلی گئی۔" وہ سلگتے ہوئے تیر برسانے کے بعد
گیا۔

"پھر آپ مرد کیوں دوسری عورتوں کے پاس جاتے ہیں؟"

"شٹ اپ شہرینہ! ایک لفظ نہیں بولنا۔ ورنہ میرا ضبط کھو گیا نا تو تم ہی پچھتاؤ گی۔" وہ خونخوار آنکھیں
ہوئے تھا۔

"تم نے پھوپھو کا دل دکھایا ہے۔ ان سے معافی مانگ لینا۔ ورنہ یاد رکھنا میرے دل سے اترنے میں
لگاؤ گی۔" وہ ارسل کو گود میں اٹھا کر ہال کمرے سے ہی نکل گیا۔ شہرینہ تو بری طرح ہراساں ہو گئی۔ نہ چاہتے
بھی اس کا منہ سے کیا نکل گیا۔ پورا وقت خاموش ہی رہی۔ اس نے آمنہ سے معافی مانگ لی تھی۔ انہوں نے
اسے گلے لگا لیا۔ نائل، ارسل کو لے کر گھر ہی چلا گیا۔ اسے بھی چلنے کو نہیں کہا۔ سب ہی نائل کے بدلتے
پریشان ہو گئے۔

●●●

"پاپا! مجھے کیا پتہ تھا؟ وہ ایسے ناراض ہو کر چلے جائیں گے؟" وہ بیڈ پر بیٹھی مسلسل سوں سوں کر کے
رہی تھی۔ جہاں آراء تو صبح ہی ناشتے کے بعد بلال کے ساتھ گھر چلی گئی تھیں۔ شہرینہ کو کہا بھی۔ لیکن اس نے
سے انکار کر دیا تھا۔

"تم بھابھی کے ساتھ نہیں گئیں؟ اس طرح تو وہ اور غصہ کرے گا۔" ابرار احمد نے اس سے کہا، جو گھٹنوں
دیئے ہوئے تھی۔

"میں نے شہرینہ تم سے پہلے بھی کہا تھا۔ اور آج ایک بار پھر کہہ رہا ہوں، نائل کو ناراض کرو گی تو اس گھر
تمہارے لیے کوئی جگہ نہیں۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ نائل نے بھی تو اسے اتنا ستایا ہے۔"

"نہیں آمنہ! تم اس معاملے میں بالکل نہیں بولو گی، کیونکہ میں ان والدین کی طرح نہیں ہوں، جو بیاہی بیٹی
شہہ دیتے ہیں۔" انہوں نے ہاتھ روک کر آمنہ کی بات کاٹی۔

"پاپا! وہ بھی تو مجھے ڈانٹ کر چلے گئے ہیں۔" اس نے روتے روتے سر اٹھایا۔ رو رو کر آنکھیں اور چہرہ
لیا۔

"ارسل کو بھی اٹھا کر لے گئے۔ میرا بچہ میرے بغیر پتہ نہیں کیسے رہ رہا ہو گا؟"

"نائل کو غصہ تم نے دلایا تھا۔"

"انہوں نے ایسی باتیں کیوں کی تھیں؟ میرا مقصد انہیں ہرٹ کرنے کا نہیں تھا۔" اس نے منمنا کر کہا۔

"امی سے میں نے سوری کر تو لیا ہے۔"

"تم نے ان سے سوری کر لیا۔ اور اپنے میاں کو ناراض کر دیا۔ ہر وقت طنز بھی اچھا نہیں ہوتا ہے۔ خاوند
جاتا ہے۔ وہ تمہارا شوہر ہے۔ کوئی تمہارا فرینڈ نہیں ہے۔ تم نے جب دل چاہا اسے سنا دیا۔" ابرار احمد بہت
رہے تھے۔ آمنہ، شہرینہ کے قریب ہی بیٹھی تاسف سے دیکھتی رہیں۔

"شوہر بھی فرینڈ کی طرح ہی ہوتا ہے۔" اس نے خط اٹھایا۔

"لیکن بیٹا! فرق ہے فرینڈ میں اور شوہر میں۔ فرینڈ کو تو تم کچھ بھی کہہ سکتی ہو۔ مگر شوہر کو تم ہر بات نہیں کہہ سکتی

"اچھا ہے۔ ہر بار آپ انہی کی سائیڈ لیتے ہیں۔ یہ کسی نے نہیں دیکھا۔ سب کے سامنے مجھے جھڑک کر چلے
میری کوئی ویلیو ہے۔ میں بھی جیتی جاگتی انسان ہوں۔" اسے تو رہ رہ کر نائل کی سرد مہری اور رکھائی مارے ڈال

"میں نائل کی تو خبر خوب لوں گی۔"

"آمنہ! تم نائل کو کچھ نہیں کہو گی۔ وہ غلط نہیں تھا۔ اگر اس کی جگہ میں بھی ہوتا تو یہی کرتا۔" انہوں نے سختی سے
ہاتھ اٹھا کر روکا، تو وہ خفیف سی ہو گئیں۔

"شہرینہ! تمہیں جانا ہے۔"

"سوری پاپا! امپاسبل ہے۔" اس نے بھی ہٹ دھرمی دکھائی۔

"تم کیا سمجھتی ہو کہ میں تمہیں یہاں سر آنکھوں پر بٹھا کر رکھوں گا؟ اس خوش فہمی میں تم بالکل مت رہنا۔ اگر نائل
خوش ہوتا۔ تو میں بھی خوشی خوشی تمہیں یہاں ویلکم کہتا۔" وہ کتنے غیر سے دکھائی دیئے۔

ان کی بیٹی، ان کے جگر کا ٹکڑا، اور وہ اتنے درشت لہجے میں اس سے بے رخی برت رہے تھے۔ اور ہی رونا آنے

"وہ جو تمہاری ماں تھی۔ پتہ ہے کتنا اس نے مجھے ذہنی ٹارچر کیا تھا۔ تمہیں وہ مس کیرج کروانا چاہتی تھی، کیونکہ
ابھی بچے نہیں پالنے تھے۔ لیکن میں یہ کیسے گوارا کر لیتا؟ اپنی اولاد کو دنیا میں آنے سے پہلے ہی مار دیتا۔"

اس نے حیرانگی سے ان کی جانب دیکھا، جو سر جھکائے بول رہے تھے۔

"اور جب تمہاری پیدائش ہوئی، تو مجھ سے ڈائی وورس کے مطالبے کرنے لگی۔ جانتی ہو اس کی وجہ کیا تھی؟" وہ
بولتے رک گئے۔ شہرینہ نے اپنی روئی روئی آنکھیں صاف کیں۔

"اس کی وجہ یہ تھی کہ اسے کسی دوسرے آدمی سے محبت ہو گئی تھی۔ اب تم بتاؤ میں اُسے برداشت کر لیتا؟ تمہیں
دینے کے عوض اس نے ڈائی وورس لی۔"

شہرینہ بری طرح خود کو ندامت کی عمیق گہرائیوں میں اترتا ہوا محسوس کرنے لگی۔ آمنہ نے اس کے سر سے
کندھوں پر اپنے ہاتھ رکھ دیئے۔

"ارے! وفا تو اس عورت نے کی۔ میرے نام پر، میری اولاد کو لے کر بیٹھی رہی۔ کبھی مجھ سے طلاق جیسے مکروہ
لفظ کا مطالبہ نہ کیا۔ جبکہ میں اٹھارہ برس بعد آیا۔ اس نے مجھے خوشی خوشی قبول کر لیا۔" آمنہ کی سچائی اور محبت کے تو وہ
قائل ہو گئے تھے۔

"ایسی ہوتی ہے عورت، جو صرف میاں کے نام پر زندگی گزار دے۔ مردوں کو وہ ٹشو پیپر کی طرح نہیں بدلتی
جیسے تمہاری ماں نے کیا تھا۔" وہ مضمحل سے لہجے میں بولتے، شہرینہ کو نادم سے لگے۔

"بیٹا! کچھ وجوہات کی بناء پر ہی ایسا قدم اٹھانا پڑتا ہے کہ، اسے وہاں شادی کرنی پڑ جاتی ہے۔ شکر کرو کہ تمہاری
پرورش مسلمان گھرانے میں ہوئی ہے۔ تمہیں اپنے مذہب سے بھی آگہی ہے۔ میں نے تمہیں اسلامی تعلیم پرسنلی اس
لیے دلوائی تھی۔ تاکہ تمہیں تمام رشتوں کے بارے میں آگہی و شعور ہو۔ ہمارے اسلام میں پتہ ہے، شوہر کو کس

کا درجہ دیا ہے؟" وہ اسے مدبرانہ انداز میں سمجھاتے بالکل ہی الگ لگے۔ شہرینہ کا خفت کے مارے برا حال تھا۔
نے تو باقاعدہ اسلامک ریسرچ سینٹر سے تعلیم حاصل کی تھی۔ وہ بھی تو سب کچھ جانتی ہے۔

"مجازی خدا کا درجہ دیا ہے۔ اگر سجدہ جائز ہوتا، تو ہمارے حضورﷺ نے فرمایا شوہر کو ہوتا۔" ان کی آواز میں
تھکاوٹ سی لگی۔

"پاپا! آئی ایم سوری۔" اس نے رک رک کر کہا۔

"آفس او کے نائل سے تمہیں معافی مانگنی ہے۔ بالکل اس کے ساتھ لڑائی نہیں کرنی ہے۔" انہوں نے اس کے سر
پر شفقت سے ہاتھ رکھنے کے بعد، اس کی پیشانی چوم لی۔

"تمہارا گھر اب وہی ہے۔ اس گھر کی کبھی آس مت لگانا۔ تم خوشی خوشی آؤ گی تو سو بار ہم تمہیں گلے سے لگائیں
گے۔ بیٹیوں کی شادی ماں، باپ بسانے کے لیے کرتے ہیں۔ انہیں گھر برباد کرنے کی ترغیب بالکل نہیں دیں گے۔"

"اگر پاپا کو نائل کی اصلیت ابھی بتا دے تو کیا یقین کر لیں گے، اس کا ماضی لڑکیوں کی بانہوں میں گزرا ہے۔"
اس کی آنکھوں مین ایک بار پھر نمکین پانی اتر آیا، لبوں پر تو تالے پاپا نے پہلے ہی لگا دیئے تھے۔

"پاپا! آپ کو مجھ سے بھی زیادہ نائل عزیز ہیں؟" اس نے حسرت بھری آواز میں پوچھا تو ابرار احمد ٹھٹھک سے گئے۔

"تمہاری وجہ سے وہ عزیز ہے۔ لیکن اب پہلے میرے لیے نائل ہے پھر تم، کیونکہ تم اس سے وابستہ ہو۔"

"آپ کو مجھ سے بھی زیادہ ان پر ٹرسٹ ہے؟"

"مجھے تم پر بھی ٹرسٹ ہے۔ میری بیٹی میری بات ضرور مانے گی۔ بتاؤ مانو گی؟"

شہرینہ نے اثبات میں سر ہلایا۔

"گڈ گرل، مائی چائلڈ!" بے اختیار انہوں نے شہرینہ کو اپنے گلے سے لگا لیا۔ شہرینہ نے بھی آسودگی سے
کر آمنہ پر نگاہ ڈالی۔ وہ اس کے رخسار پر تھپکی دے کر رہ گئیں۔

"تیاری کرو فوراً، میں تمہیں چھوڑ کر آتا ہوں۔" وہ اسے کہنے لگے۔

"آمنہ! تم بھی ساتھ چلنا۔ ایک ضروری کام ہے آفس سے ہو کر آتا ہوں ایک گھنٹہ لگے گا۔ پانچ بجے تک
جاؤں گا۔"

آمنہ نے سن کر سر ہلایا پھر شہرینہ کے بالوں کو سنوارنے لگیں جو گم صم سی چپ سی بیٹھی تھی۔

• • •

"عقل پکڑو نائل! غصے میں تم اسے اٹھا کر لے آئے، اب کیا ہو رہا ہے؟ تمہاری آفس کی چھٹی ہو گئی، بچہ الگ
رو کر ہلکان ہو رہا ہے۔" انہوں نے اس کی اُجڑی حالت دیکھی تو جو پوری رات ارسل کی وجہ سے سویا نہ تھا
رات بھر روتا رہا تھا شہرینہ کو ہی ڈھونڈتا رہا۔

"واہ بیٹا، واہ! سب لوگوں کے بیچ ڈانٹا اسے اور وہ آ رہی تھی ساتھ تو تم نے اسے جھڑک دیا۔"

نائل بری طرح اپنی غلطی پر نادم تھا۔ رہ رہ کر افسوس ہوا خواہ مخواہ بات کو اس نے اتنا بڑھایا۔ کیا تھا نداق میں
اُڑا دیتا۔ لیکن اپنی جذباتی طبیعت کی وجہ سے خود بھی نالاں تھا۔

"وہ خود بھی تو صبح آ سکتی تھی؟" اُلٹا اس نے شکوہ کیا۔

"جب تم نے اتنے سخت انداز میں اسے جھڑکا تو کیا اس کی ہمت پڑے گی آنے کی؟" انہوں نے ارسل کو
سلانے کی کوشش کی جو فیڈر منہ سے نکال کر صوفے سے نیچے پھینک چکا تھا۔ نائل نے جھک کر فیڈر اٹھائی اور

...نے چلا گیا۔

"رات سے تم اسے پانچ بار فیڈر بنا کر دے چکے ہو، ایک بار بھی اس نے نہیں پی۔" انہوں نے اس کے ہاتھ
فیڈر لی، دوبارہ ارسل کو پلانے کی کوشش کی جو برے برے منہ بنا کر منہ سے نکالے جا رہا تھا۔

"اب آپ بتائیے، اس کا میں کیا علاج کروں؟" وہ فکرمند سا بکھرے بالوں میں ہاتھ پھیرتا ہوا ان کے قریب
بیٹھ گیا۔

"اس کی ماں کو لے کر آؤ، میرے اور تمہارے بس کی نہیں ہے تمہاری یہ اولاد۔ اسے ہی ڈھونڈ رہا ہے اور یہ اسی
کو کر رہا ہے گا۔"

"...ہے کتنا سا اور ضدی دیکھو کتنا ہے، بالکل اپنی ماں پر گیا ہے۔" اس نے ارسل کے رخسار پر ایک چپت لگائی تو وہ
...ی پڑا۔

"ہاں پر کیوں جاتا اس کا باپ کم ہے ضدی طبیعت کا؟" انہوں نے اب ارسل کو اٹھا کر چپ کرانے کی بہت
...ی مگر اس نے تو پورا گھر سر پر اٹھا لیا۔

"واہ میرے بیٹے، واہ! رو خوب گلا پھاڑ کر۔" وہ بولا۔

"نائل! میرے بس کا نہیں ہے، رو رو کر اگر بیمار پڑ گیا نا تو پتہ لگ جائے گا تمہیں۔" وہ ہراساں ہونے لگیں۔

"جانا ہی پڑے گا۔" وہ کھڑا ہوا۔

"اسے آپ تیار کریں، اسے بھی ساتھ لے جاؤں گا۔"

اسی دوران فون کی بیل نے اس کی توجہ اپنی جانب مبذول کرا لی۔ وہ جھنجھلایا کھسیایا لاؤنج میں ہی ٹی وی سیٹ
...ں رکھے ٹیلی فون اسٹینڈ سے فون کا ریسیور اٹھا لیا۔

"ہیلو!" بے زاری سے بولا۔

"ہیلو کے بچے!" طائشہ کی غصے سے بھرپور آواز ایئر پیس سے ابھری تو نائل چوکنا ہو گیا ضرور اس کو شالی ہوگی۔
...ل کر کھڑا ہو گیا۔

"گدھے! یہ کیا حرکت تھی؟"

"کون سی حرکت؟" وہ انجان بنا۔

"نائل! اب تو خدارا سدھر جاؤ باپ بن گئے ہو، عقل پکڑو غصے کی عینک اتارو۔"

"حمایت کرنی ہوگی آپ کو اپنی بھابھی صاحبہ کی؟" وہ استہزائیہ ہنسا۔

"بکواس بند کرو۔" وہ چیخی۔

"آپی! بہت تھکا ہوا ہوں، پوری رات ارسل نے تنگ کیا ہے۔ آفس کی بھی چھٹی ہو گئی ہے۔ فیڈر بالکل نہیں پی
رہا۔" اس نے بتایا۔

"اور دکھاؤ غصہ پتہ چلا کیسے سنبھالتی ہے وہ بچہ۔"

"آرام سے پڑی سوتی رہی ہو گی وہ تو، میں یہاں اس کے فراق میں جاگتا رہا ہوں۔"

"وہ کوئی سوتی نہیں رہی ہے، پوری رات روتی رہی ہے۔ اور اب بھی یہی سلسلہ جاری ہے۔ نہ کھا رہی ہے وہ
پی رہی ہے۔ ارسل ارسل کر رہی ہے۔"

"واٹ؟ ارسل، ارسل کر رہی ہے اور میں کہاں چلا گیا؟" اس نے برا مانا۔

”جب تم ایک ماں سے اس کا بچہ چھین کر لے آؤ گے تو وہ اس وقت اپنے بچے کو ہی یاد کرے گی نا۔“ اس نے
”آ رہا ہوں میں، اس سے کہیے تیار کر کے رکھے۔“
”آنا ہے تو تم خود بتاؤ، میں اسے نہیں بتاؤں گی، ورنہ وہ سمجھے گی کہ میں نے تم سے کہا ہے۔“
”آپ اگر مجھے کہتی بھی نہیں نا، میں آ پھر بھی رہا تھا۔“
”فوراً پہنچو۔ امی کو سلام کہنا۔“ طائشہ نے پھر زیادہ بات نہیں کی۔ ”خدا حافظ“ کہہ کر فون رکھ دیا۔
”طائشہ تھی؟“ امی نے پوچھا۔
”ہوں! ڈانٹ رہی تھیں۔ ابھی دیکھیے گا گھر جاؤں گا جب بھی نہیں چھوڑیں گی۔“ اس نے لاؤنج کراس کر کے اپنے بیڈروم میں چلا گیا۔
”جلدی جاؤ! ٹائم ضائع نہ کرو۔“ انہوں نے اسے حکم دیا۔
اس نے تیاری میں صرف پندرہ منٹ لیے۔ بلیک پینٹ پر لیمن کلر کی ٹی شرٹ پہنے وہ اپنے کمرے سے باہر نکلا۔ ارسل کو بھی امی نے تیار کر دیا تھا۔ اسے گود میں اٹھایا اور باہر آ گیا۔ پورے راستے ارسل فرنٹ سیٹ پر بیٹھنے کے موڈ میں نہ تھا۔ اس نے بڑی مشکل سے گود میں لے کر ڈرائیونگ کی تھی۔ اسے سب کا سامنا کرنا بھی ایک مشکل مرحلہ لگ رہا تھا، لیکن جسے دل میں بسایا تھا جو اب اس کی سانسوں میں رچی بسی تھی، اس کے دل کا سرور تھی، اس کے لیے یہ سب کرنا بھی اسے برا نہ لگا۔ جس وقت وہ پہنچا سب نے ہی اسے حیرانگی سے دیکھا۔ وہ نظریں چراتا سب کو معذرت خواہانہ انداز میں دیکھنے لگا۔ شہرینہ ویسے ہی آنے کے لیے تیار ہو بیٹھی تھی، پاپا اسے چھوڑنے جو جانے والے تھے۔ اورنج پرنٹڈ کاٹن کے سوٹ میں اس کی سرخ و سپید رنگت اور دمک رہی تھی۔ ارسل کو لپک کر اس نے لے لیا تھا۔
”بیٹا! میں اسے چھوڑنے آنے ہی والا تھا۔“ ابرار احمد نے متشکرانہ نظروں سے دیکھا، کیونکہ وہ خود شہرینہ کو لینے آیا تھا۔
”دل نہیں لگا ہو گا نا بچوں کے بغیر تو چلے آئے۔“ عمر نے لقمہ دیا۔ سب کی ہنسی نکلی، مگر دبی دبی۔
”تمہاری خبر تو میں لوں گا کسی دن۔ لڑائی کرانے میں تمہارا ہی ہاتھ تھا۔“ نائل نے عمر کا کان کھینچا جو ڈر کے مارے سر جھکا کر رہ گیا۔
”نائل بھائی! میں نے نہیں کرائی۔“
”عمر! تم نے کچھ کہا تھا؟“ ابرار احمد نے کڑے تیوروں سے اسے گھورا تو وہ تو گڑبڑا ہی گیا، کیونکہ وہ خطرناک حد تک سنجیدہ لگے۔ وہ ڈرتا بھی بہت تھا۔
”پاپا! میں نے بس بچوں کی سائیڈ لے لی تھی۔“ اس نے منمنا کر بتایا۔
نائل سب کے درمیان سر جھکائے بیٹھا تھا۔ طائشہ نے پھر بھی اس کی اچھی طرح طبیعت صاف کر دی تھی۔ اس نے اب کانوں کو ہاتھ لگا لیے تھے کہ آئندہ جو اس نے غصہ دکھایا۔
”کتنی دیر لگانا ہے چلو......“ اس نے شہرینہ کو اکتاہٹ سے پکارا جو ارسل کو چمٹائے بیٹھی تھی، آنکھیں رو رو کر سوجی ہوئی تھیں۔
”جاؤ شہرین! فاخرہ بیگم نے کہا تو شہرینہ فوراً کھڑی ہو گئی۔
”ارے آمنہ! شہرینہ کو کھانا تو کھلا دیتیں۔“
”بھابھی! بہت کہا، بھوک نہیں ہے کہتی رہی۔“
”شہرینہ بچی! کچھ تو لیتیں۔“ انہوں نے شہرینہ سے کہا جو اپنا بیگ اٹھا کر کھڑی ہو چکی تھی، کیونکہ جانے کی

...سے ناراضگی ہنوز رکھی۔
”...امی! میرا بالکل موڈ نہیں ہے کھانے کا۔“ اس نے ان کے گلے لگنے کے بعد کہا۔
”...چائے لا رہی تھی رک تو جاؤ۔“ طائشہ نے جان بوجھ کر روکنا چاہا۔ نائل کے چہرے پر تو بے تابی چھلک ...
...شہرینہ کو جلدی سے یہاں سے لے جانا چاہتا تھا۔
”...چائے ہم پھر پئیں گے، ورنہ اگر ارسل کا راگ شروع ہو گیا نا تو بس۔“ وہ پینٹ کی جیب سے کی رنگ ...
...چائے اور دیگر لوازمات سے پر ٹرالی لیے آ گئی۔ نائل نے بس ایک نگاہ اس مرجھائی ہوئی لڑکی پر ڈالی ...
...چہرے کے غازے تک ماند تھے اور آنکھوں کی چمک بھی ماند تھی۔
”...آ گئی ہے چائے نائل! بیٹھو، پی کر جانا۔“ ابرار احمد نے زبردستی اسے ہاتھ پکڑ کر بٹھایا۔ اس وقت اسے ...
...ہو رہی تھی۔ جلدی سے فارغ ہونے کے بعد وہ لوگ نکل گئے۔ جس وقت وہ باہر آئے تھے مغرب کی ...
...ہو چکی تھیں۔ گاڑی میں بالکل خاموشی تھی۔ ارسل شہرینہ سے لپٹا سو رہا تھا اور وہ نائل کی جانب سے بالکل ...
...تھی، لیکن نائل گاہے بگاہے اس پر نگاہ ڈال لیتا تھا۔
”یہ تمہارا عادی ہے اور میں تمہارا عادی۔“ وہ اچانک ہی بولا۔
”جی! آپ نے مجھ سے کچھ کہا؟“ وہ انجان بننے کے بعد حیرانگی سے بولی۔
”نہیں، دوڑتی بھاگتی گاڑیوں سے کہا ہے۔“ وہ تو تپ ہی گیا۔ شہرینہ کو اس لمحے ہنسی تو آئی مگر چھپالی۔ جب وہ ...
...ایسا لگتا احسان کر رہا ہے۔
”...پتہ ہے، پوری رات سویا نہیں ہوں۔“
”...اس میں میرا تو قصور نہیں۔“ وہ بھی جھٹ بولی، نگاہ دوڑتی بھاگتی گاڑیوں اور نظاروں پر جمائی ہوئی تھی نائل ...
...کی بھرپور رکھ رہی تھی۔
”...سارا قصور تمہارا ہی ہے۔“ اس نے موڑ کاٹا۔
”...دیکھیے، ڈرائیونگ کے دوران لڑائی بالکل نہیں کریں۔“
”...فرض کرو، اگر کبھی میری گاڑی کا ایکسیڈنٹ ہو جاتا ہے، تو کیا تب بھی تم مجھ پر رحم نہیں کھاؤ گی؟“
”...کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ؟“ اس کا تو دل ہی کانپ گیا نائل کی ایسی ڈرا دینے والی بات سے بے اختیار ہی ...
...بازو پر اپنا دایاں ہاتھ رکھ دیا۔
”...لیکن کبھی مر بھی گیا نا، تم نے مجھے معاف نہیں کرنا ہے۔“
”...آپ ڈرائیونگ کے دوران ایسی کوئی بھی بات نہیں کریں گے۔“ سختی سے گویا ہوئی، لب بھینچ لیے، ...
...بھر بھی آ گئی۔ کتنے اطمینان سے ایسی روح فرسا بات کر دیتا ہے۔ اس کے تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے ...
...سے جدائی کا تو تصور بھی نہیں کر سکتی۔
”...بعض اوقات میرا دل چاہتا ہے کہ رکھ کر تمہارے ایک جھانپڑ لگاؤں۔ تم بالکل احساس سے عاری ہو گئی ...
...مسلسل تمہارے سامنے جھکے جا رہا ہے، لیکن تمہیں اس کا احساس ہے، نہ خیال!“ وہ درشت لہجے میں بولتا ...
...بناک لگا۔
”...بے حس ہو گئی ہو یا پھر تم اب میرا امتحان لے رہی ہو کہ میں تم سے کتنی محبت کرتا ہوں اور کتنا مجھ میں ظرف ...
...سے محبت کرتا رہوں گا تم چاہے ساری زندگی آزماتی رہو۔“ وہ موڑ کاٹنے لگا تو اس نے سہارے کے لیے

نائل کا ہی شانہ پکڑا، ایک دم چکر سا جو آ گیا تھا۔
"کل میں نے تمہیں سخت باتیں کہ دی ہیں، اس کے لیے ایک بار پھر سوری!" اس نے دوبارہ لٹھ مار
معذرت کی تو شہرینہ نے تمسخرانہ ہنکار بھری ناگواری سے منہ پھیر لیا۔ وہ بولتا رہا وہ چپ کان بند کیے بیٹھی رہی
سخت کوفت اور جھنجلاہٹ نے اپنے حصار میں لے لیا تھا۔

●●●

"عاصم اتنی لمبی باتیں کرنے لگا ہے کہ میرا پورا پون گھنٹہ ضائع ہوا ہے۔" فراز نے اکتاہٹ بھرے لہجے
ہوئے ریسیور کریڈل پر رکھا۔ وہ نہانے جا رہا تھا۔ ابھی کپڑے اس نے باتھ روم میں لٹکائے ہی تھے کہ عز
اطلاع دی کہ فون ہے۔ وہ نہانے کا ارادہ قلیل مدت کے لیے چھوڑ کر اپنے کمرے سے باہر نکلا تھا۔
"کم باتیں کرنے میں آپ کا بھی ثانی نہیں ہے۔" امبر نے ساتھ ہی اس پر طنز کیا تو فراز نے کڑوا منہ
بنایا۔ وہ بالوں میں ڈھیر سارا تیل چپڑ کر بیٹھی تھی کنپٹیوں کے پاس سے تیل کی لائنیں بہہ رہی تھیں۔
"اتنی دیر سے تم یہی سن رہی تھیں؟" اس نے کمر پر ہاتھ ٹکا کر لڑاکے انداز میں اسے گھورا جو ڈائننگ ٹیبل
سیب اٹھا کر کھانا شروع ہو گئی تھی۔
"پتہ نہیں کیا کیا الٹی سیدھی انگلش میں آپ نے گفتگو کی ہے، میرے خود سمجھ نہیں آئی۔"
"سر میں کچھ ہو تو سمجھ بھی آئے۔"
"ہاں یہ آپ نے خود کہا، سر میں کچھ ہو تو آئے بھی سمجھ۔ سچ جس دن سے میں آپ کے گھر میں آئی
جوئیں ہو گئی ہیں کہ کچھ سمجھ ہی نہیں آتا۔" اس نے سر کھجایا۔ فراز کو اس کی یہ حرکت نہایت ناگوار گزری۔
"جدہ سے جوئیں بھر کر لائی ہو کو داور ہم پر ڈال دو کہ ہم نے کر دیں۔" وہ برا مان گیا، مسلسل کراہیت
ہونے لگی اس کے تیل والے سر سے۔
"جی نہیں، میرے وہاں ایک بھی جوں نہیں تھی۔ یقیناً آپ کے سر میں ہوں گی۔"
"کیوں تم اور میں کبھی سر جوڑ کر سوئے ہیں؟" بے ساختہ ہی اس کے منہ سے نکلا مگر پھر احساس ہوا تو
خجل بھی ہو گیا۔
"گھر میں تو آپ ہوتے ہیں نا۔ آج بھی پوری بارہ جوئیں نکلی ہیں۔" اس نے فخر سے بتایا تو فراز
وقوف لڑکی پر غصہ آنے لگا۔
"ویسے جوئیں مارنے کے لیے آپ کی ڈاکٹری میں کوئی انجکشن یا دوائی ہوتی ہے تو مجھے لکھ کر دے
نے مضحکہ خیز انداز میں لہرا کر سے تپایا۔ واقعی وہ تو سلگ ہی گیا۔
"ڈاکٹری میں جانوروں اور کیڑوں کی نہیں پڑھ رہا ہوں۔"
"اچھا، میں تو وہی سمجھی تھی۔" وہ اطمینان سے بولتی اس کے قریب سے گزری۔ فراز نے اس کے
کراہیت سے دیکھا جس میں تیل کی ہیک بھی آئی تھی۔
"فراز! کپڑے تمہارے پریس کر دوں میں؟" صدف اوپر سے اتر آئی تو اس سے پوچھا جو کچھ دیر
کپڑے پریس کرنے کا کہہ رہا تھا۔ اسے کسی سے ملنے جانا تھا کالج سے ویسے ہی آج دیر سے آیا تھا۔
"الماری میں ایک استری شدہ سوٹ تھا وہ نکال لیا ہے میں نے۔" وہ جانے کے لیے مڑا۔

◆◆◆

"فراز بھائی! جوئیں مارنے کی دوائی تو بتا دیں۔" امبر نے پھر پیچھے سے ہانک لگائی اسے مشتعل کرنے کو۔
کو ہنس کر ہی ہنسی آئی۔ ان کی یہ نوک جھونک چلتی رہتی تھی۔
"ایسا کرو، مٹی کا تیل لو اور سر میں آگ لگا دو۔ جوئیں تمہاری ایسے ہی مریں گی۔ نہ رہے گا سر اور نہ بچے گا جوؤں
" اس نے چیخ کر ہی کہا۔ اس وقت پھر فون کی بیل ہوئی۔ امبر لپک کر اٹھانے لگی تو اس نے گھور کر اس کے
ریسیور جھپٹ لیا۔ کان سے لگایا تو عاصم ہی تھا۔
"بھابھی! میں نہانے جا رہی ہوں، آپ ذرا اچھی سی چائے بنایئے ہم لان میں بیٹھ کر پییں گے۔" اس نے
سے کہا جو کچن میں ہی جا رہی تھی۔ گھر میں اس وقت ان کے علاوہ کوئی نہ تھا۔ رحمان علی اور ان کی بیگم کے ساتھ
مکان دیکھنے گئے ہوئے تھے جو سامنے سڑک کراس کر کے ہی تھا۔
امبر نے اپنا باتھ گاؤن لیا اور سیدھی فراز کے باتھ روم میں گھس گئی۔ اس نے سوچا کہ جب تک وہ فون پر بات
کرے گا وہ نکل ہی آئے گی۔
شیمپو یاد آیا تو واپس پھر اپنا گاؤن فراز کے بیڈ پر ڈال کر باہر آ گئی۔ جلدی سے اپنا شیمپو نکالا۔ فراز فون پر بات کر
تیزی سے باتھ روم میں گھس گئی مگر کچھ دیر میں خیال آیا کہ گاؤن تو فراز کے بیڈ پر ہی رہ گیا ہے۔
"بھابھی! میں باتھ لے کر بس ابھی آ رہا ہوں، آپ کھانا گرم کریں۔" وہ ہانک لگاتا کمرے میں آیا تو دیکھا
کا باتھ گاؤن اس کے بیڈ پر پڑا تھا اور واش روم سے پانی گرنے کی آواز آ رہی تھی۔
"امبر کی بچی! مجھے پہلے ہی دیر ہو رہی ہے۔" اس نے دروازہ ہی پیٹ ڈالا۔
"بھول جایئے آپ ایک گھنٹے کے لیے۔" اندر سے آواز آئی۔ فراز کے تو پتنگے لگ گئے دھڑ سے بیڈ پر پڑا اس
گاؤن گولہ بنایا اور سامنے دیوار پر دے مارا دیوار گیر پینٹنگ زمین بوس ہو گئی۔
"بے ہودہ لڑکی! تمہیں کوئی باتھ روم نظر نہیں آیا؟"
"نظر آیا تھا، لیکن یہاں آپ کے باتھ روم میں باتھ ٹب موجود ہے۔"
"مر جانا تم ادھر ہی ڈوب کر۔" وہ چیخا تھا۔
"آپ ناراض کیوں ہو رہے ہیں ناراض بھائی؟" اس نے پھر اس کے نام کو بگاڑ کر تپش دلایا۔
"تمہارا چوغا تو میرے پاس ہے۔ اس کے بغیر تم ساری زندگی بھی نہیں نکل سکتی ہو، ساری زندگی اس باتھ ٹب
میں ڈبکیاں لگا کر اپنا شوق پورا کرتی رہنا۔" اس نے امبر کا باتھ گاؤن اٹھایا اور اپنی ریوالونگ چیئر پر ڈال دیا۔
"ہائے، فراز بھائی! نہیں۔" وہ تو سن کر گھبرا ہی گئی اتنی تیزی دکھائی تھی اس کا گاؤن وہاں رہ گیا تھا۔
"ہاں اب یوں ہی سہی۔" وہ بھی اپنے بیڈ پر رکھے تکیے پر شرارت سے مسکراتا لیٹ گیا۔ اس کے بیڈ کے سامنے
باتھ روم تھا۔ باتھ روم کے دائیں سائیڈ پر اس کا چھوٹا سا ڈریسنگ ٹیبل اور پھر باتھ روم کے بائیں سائیڈ پر اس کی
اسٹڈی ٹیبل رکھی تھی جس پر کمپیوٹر اور ایک کتابوں کا ڈھیر رکھا تھا۔
"پلیز فراز بھائی! ایسا مت کریں۔" اس کی روہانسی آواز آئی۔

"اب میں ایسا ہی کروں گا، اور دیکھو لیٹا بھی میں اپنے بیڈ پر ہی ہوں، دیکھتا ہوں اب تم کیا کرتی ہو۔"

"پلیز فراز بھائی! مجھ پر رحم کریں۔"

"سوری! اگر تم مجھ پر رحم نہیں کر سکتی ہو، آج میں بھی بے رحم بن دیا ہوں۔" وہ مسلسل باتھ روم کے دروا
نگاہ جمائے بول رہا تھا۔ وہ یقیناً اندر پیچ و تاب کھا رہی ہو گی۔ وہ مسکرائے جا رہا تھا۔

"تمہارا دماغ خراب ہے جو تم یہ باتھ گاؤن پہن کر نکلتیں، تمہاری عقل نہ ٹھکانے لگا دیتا۔"

"میری مرضی جو پہنوں۔" اس نے چیخ کر کہا۔

"ٹھیک ہے، آج میری مرضی سے اندر بیٹھی رہو۔"

"بھابھی، بھابھی!" وہ اب صدف کو پکارنے لگی مگر یہاں سے آواز جانا تو ناممکن ہی تھا۔ فراز مزے سے
بیڈ پر پڑا تھا داہنی ٹانگ پر بائیں ٹانگ رکھے ہلا رہا تھا۔

"پکارتی رہو، یہاں سے آواز تو کہیں نہیں جاتی۔"

"بھابھی، بھابھی! اللہ کوئی تو آ جائے اور اس سڑیل سے مجھے بچا لے۔"

"بیٹھی رہو چپ کر کے اگر آواز آئی تا پانی بھی بند کر دوں گا اور پر چھت پر جا کر۔" فراز نے اسے وارننگ د
امبر کی آواز بند ہو گئی۔ وہ متعجب بھی ہوا کہ ابھی کتنا چیختی چنگھاڑتی آوازیں نکال رہی تھی۔ اچانک ہی بند ہونا تشو
باعث تھی۔ اس نے پانچ منٹ تو انتظار کیا شاید آواز آئے مگر دس پندرہ منٹ سے اوپر ہو گئے وہ ڈر بھی گیا۔
صدف آ کر اس کے متعلق استفسار کرنے لگے۔ یا اگر سب گھر والے آ جائیں تو ڈانٹ اسے ہی پڑے گی۔

"امبر! زندہ ہو یا اندر رکھا بلیچ آئل پی کر خود کشی کر لی؟" وہ پھر بھی اسے چھیڑنے سے باز نہ آیا۔ باتھ
دروازے کے آگے فکر مند سا کھڑا تھا۔ اسی وقت باتھ روم کا کھٹ سے لاک کھلا فراز نے فوراً اپنی آنکھوں پر
لیا، کیونکہ امبر سے ہر حرکت کی توقع کی جا سکتی تھی۔

"آپ کیا سمجھتے ہیں میں نہیں نکل سکتی؟ دیکھیے، آپ کے سامنے کھڑی ہوں۔" وہ انتہائی غصے میں بول ر
فراز نے پشت پھیر لی تھی اس کی جانب دیکھنے سے اجتناب برت رہا تھا۔

"بے ہودہ لڑکی! کچھ تو خیال کرو۔ تم ایسے ہی نکل آئیں۔" وہ آنکھیں بند کیے زور سے بولا۔

"آپ کیا سمجھتے ہیں دماغ صرف آپ ہی کے پاس ہے؟" وہ اس کا مطلب سمجھ کر بولی بالوں سے ٹپ
ٹپک رہا تھا وہ ناک کے نیچے انگلی رکھ کر مسکرائی۔

"فراز! اب تم آ بھی جاؤ۔" صدف اس کے کمرے میں آئی تو امبر کو حیرانگی سے دیکھنے کے ساتھ زور
پڑی۔ فراز بھی چونک گیا پشت اسی طرح پھیری ہوئی تھی۔

"امبر! تم اس طرح...... دماغ تو درست ہے؟" وہ بولتی ہوئی اندر آئی تھی۔

"بھابھی! اسے یہاں سے لے کر جائیں۔ اگر کوئی آ گیا تو میری خیر نہیں ہے۔"

"ہیں! تمہیں کیا ہوا؟" وہ امبر سے اشاروں سے پوچھنے لگی۔

"فراز بھائی! ادھر دیکھیے۔" وہ پھر دھاڑی۔

"یا اللہ! اس لڑکی کو عقل دے دے۔" اس نے دہائی دی۔

"مجھے اللہ نے عقل ہی دی ہے۔ دیکھیے ادھر، کیا آنکھیں بند کیے ہوئے ہیں۔ اب میں اتنی بھی کریک نہیں
ایسے ہی نکل آتی۔ وہاں باتھ روم میں میرا انتظام تو پہلے ہی موجود تھا۔" وہ تفاخر سے اتراتی اس کی چودہ طبق روشن کر

کیا کہہ رہی ہو؟"

دیکھیں گے جب ہی سمجھ آئے گا۔" وہ بری طرح چڑ رہی تھی فراز کے اس طرح بی ہیو کرنے پر۔
مر جانب
ٹ پر ہاتھ رکھے ان دونوں کو محظوظ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

فراز! تم دیکھو تو لو، یہ تمہارے کپڑوں میں لگ کیسی رہی ہے۔" صدف نے معنی خیزی سے کہتے ہوئے امبر کو
پکڑ کر اس کے سامنے کیا۔

واٹ؟ میرے کپڑے......" اس نے پٹ سے آنکھیں کھول کر امبر کو اپنے وائٹ کرتا شلوار میں ملبوس دیکھا،
ستینیں اس نے فولڈ کر رکھی تھیں۔ کرتا گھٹنوں سے نیچے جا رہا تھا، شلوار کے پائنچے موڑ کر اسے چھوٹا کر لیا تھا،
کی چوڑائی ایسی تھی کہ امبر جیسی دو لڑکیاں آرام سے اس میں سما سکتی تھیں۔

وقوف لڑکی! تم نے پہن کر برباد کر دیا میرا سوٹ۔ اس کے علاوہ کوئی بھی استری شدہ میرا سوٹ نہیں تھا۔"
اڑی پڑا۔ امبر نے سہم کر کانوں پر ہاتھ رکھا۔ اس کے شولڈر کٹ بال اس کی پشت پر پڑے اس کی پشت کو بھگو
چہرہ اس کا نکھرا نکھرا اس وقت بہت اچھا لگ رہا تھا۔

آپ نے میرا باتھ گاؤن کیوں نہیں دیا؟" وہ رک رک کر بولی۔

اس قسم کے بے ہودہ لباس تم اپنے کمرے تک یوز کیا کرو سمجھیں! اس گھر میں تمہارے علاوہ اور بھی لوگ رہتے
غصہ کرتا ہوا بولا۔ صدف تو حیرانگی کے ساتھ مختلف انداز میں دیکھ رہی تھی، ورنہ اس نے ہمیشہ اسے ہنسی مذاق
شوخ سا دیکھا تھا۔

ڈانٹ کیوں رہے ہیں؟ آرام سے بھی بول سکتے ہیں۔"

آرام سے بول کر تمہاری کھوپڑی میں نہیں آتی۔ اگر آئندہ تم نے میرا باتھ روم یوز کیا نا تو اپنا حشر دیکھنا۔" وہ
دینے لگا۔

میری مرضی، کوئی بھی باتھ روم یوز کروں۔" اس نے اکڑ کر اپنے گیلے بال جھٹکے تو پانی کی بوندیں فراز کے منہ پر
ہاہت ناگواری کا احساس ہوا۔

میرے خیال میں فراز! تم فریش ہو کر آؤ، جب تک میں کھانا گرم کرتی ہوں۔" صدف نے مداخلت کی تاکہ
کم ہو۔

میرا ایک ہی استری شدہ سوٹ تھا، جوان محترمہ نے چڑھا لیا۔"

میں لا کر دیتی ہوں پہن لیجیے گا۔" امبر نے چوکھٹ پر رک کر کہا۔

معاف کرو اب مجھے نہیں پہننا ان کپڑوں کو۔"

بیچارا ڈاکٹر صاحب! مجھے کوئی بیماری نہیں ہے۔ آپ پہن سکتے ہیں جب میں نے پہن لیا تو......"

لڑکیوں کی اترن پہننا اپنی توہین سمجھتا ہوں۔" اس نے غصے میں کہہ کر اپنی وارڈروب کھولی، اپنا دوسرا کرتا
نکالنے لگا۔

کپڑے میرے نہیں ہیں، یہ آپ کے ہی تھے جو آپ کی وجہ سے ہی مجھے پہننا پڑے۔ ایک تو میرا گاؤن نہیں
......"

ساری زندگی تمہیں نہیں دیتا میں یہ۔" دھڑ سے وارڈروب بند کی امبر اور صدف اچھل ہی پڑیں۔ امبر تیزی
فراز کا غصہ ساتویں آسمان کو چھو رہا تھا۔

"اچھا تم غصہ نہیں کرو، میں استری کر دیتی ہوں۔"

"بھابھی! اتنی اہم جگہ مجھے جانا ہے عاصم کے ساتھ دیر پہلے ہی ہو گئی ہے۔" وہ بڑبڑاتا ہوا ہاتھ روم
استری شدہ اپنے کپڑے لے کر گھس گیا۔ صدف تاسف بھر کر رہ گئی۔ روز کی دونوں میں یہ لڑائیاں ہوتی رہتی تھیں۔

● ● ●

"بھائی جان! میں نے آفس جوائن کرنے کے بارے میں سوچ لیا ہے۔" بلال نے ان سے کہا وہ ابھی ابھی
موبائل آف کر کے انس کی جانب متوجہ ہوئے تھے جو کھانے سے بھاگ رہا تھا۔

"سوچ سمجھ کر بول رہے ہو؟" وہ بے یقینی سے پوچھنے لگے۔ وہ بھی چیئر کھسکا کر ان کے ساتھ ہی بیٹھ گیا کر
خاصا سنجیدہ ہی لگا۔

"آفس تم کس کا جوائن کرو گے، ابرار چچا کا یا ہمارا؟" انہوں نے اس سے مکمل رضامندی چاہی کہ وہ ابرار
بزنس جوائن کرے گا یا نصیر احمد اور ان کا مشترکہ بزنس تھا جو سرمد چلا رہے تھے۔

"اپنا جوائن کروں گا۔" وہ بڑی گہری سوچ میں تھا۔

"ٹھیک ہے۔ یاسر کے کیبن میں تم بیٹھنا۔" انہوں نے انس کو اشارے سے کھلانے کا طائشہ سے کہا جو ان کے
قریب ہی کھڑی تھی۔

"یاسر بھائی کے کیبن میں نہیں میں الگ بیٹھوں گا، یاسر بھائی کی جگہ یوں ہی خالی رہے گی وہ آ کر خود جوائن
گے۔" وہ وثوق بھرے لہجے میں بولا سرمد فہمائشی نگاہ اس پر ڈال کر رہ گئے۔ کتنا وہ یاسر کی جانب سے بددل ہو گئے
"تمہیں کیسے اندازہ ہے کہ وہ واپس آ جائے گا؟" انہوں نے استفسار کیا۔

"انہیں آنا پڑے گا اور ضرور آئیں گے۔"

سرمد تفکر سے سوچ میں پڑ گئے دونوں ہاتھ جوڑ کر اپنے ہونٹوں پر لگا دیئے۔ طائشہ خاموشی سے ان کی گفتگو سن رہی تھی۔

"پھر میں کب سے جوائن کروں؟" اس نے سوالیہ نگاہ اٹھائی۔

"تمہارا رزلٹ کب آئے گا؟" انہیں اس کی تعلیم کی بھی فکر تھی اچھا تھا جتنا وہ تعلیم حاصل کرے اس کے
آئے گی۔ پھر وہ اس پر اتنی جلدی ذمے داری ڈالنا بھی نہیں چاہ رہے تھے۔

"میں کل پتہ کروں گا۔ میرا دوست بتا تو رہا تھا کہ آج کل آنے والا ہے۔"

"ہوں! دیکھتے ہیں تمہارا کیا رزلٹ آتا ہے۔"

"لیکن بھائی جان! میں بس اتنا ہی پڑھنا چاہتا ہوں۔ انگلش میں ایم۔ اے کرنا تھا کر لیا یہی کافی ہے
جھٹ بولا تا کہ سرمد آگے کی منصوبہ بندی نہ کر دیں یہ وہ چاہتا نہیں تھا وہ یہاں سے جائے۔

"سوچ لو اچھی طرح ابو اب تمہیں ٹارگٹ بنائیں گے۔" وہ اسے آگہی دیتے ہوئے معنی خیزی سے بولے

"کیسا ٹارگٹ؟" وہ کچھ سمجھا نہیں۔

"تم آفس جوائن کرو گے، ابو نے تمہاری شادی کروا دینی ہے، کیونکہ انہیں اپنے فیصلے مسلط کرنے کا بہت
ہے۔" وہ سنجیدہ تھے۔

"مجھے ابھی شادی بالکل نہیں کرنی ہے۔ فارحہ آپی کی رخصتی سے پہلے میں اپنے بارے میں بالکل نہیں
گا۔" وہ بھی اٹل اور مضبوط لہجے میں بولتا سرمد کو حیران کر گیا۔ انہوں نے ایک استعجابی نگاہ اس پر ڈالی۔

"میں بھی اپنی پڑھائی سے فارغ ہی ہوا تھا۔ کہ میری شادی کروانے کے چکر میں پڑ گئے تھے۔" انہوں

جھکائے کھڑی تھی۔
کر کہا جو سر

آپ کی بات اور تھی اس وقت آپ بڑے تھے۔" اس نے نفی کی۔

میری بات اور نہیں تھی، انہیں کچھ عادت سی ہے، ہمیشہ مجھ سے ضد کرنے کی۔"

لیکن میں ایسا کچھ ابھی نہیں چاہتا۔ کل پرسوں میں یا جب آپ کہیں گے میں آفس جوائن کر لوں گا۔" اس نے
بات کاٹ دی۔

سوچ لو اچھی طرح، کیونکہ میں تمہارے بھلے کو کہہ رہا ہوں۔ اگر مزید آگے پڑھنا چاہتے ہو تو میں تمہیں باہر بھیج
ں۔" انہوں نے آفر دی۔

اگر یہ کہہ رہا ہے تو اسے جوائن کرنے دیں آفس۔ اچھا ہے اسے بھی تجربہ ہو گا۔" طائشہ نے ڈرتے ڈرتے لب کھولے۔
میں بھی تو اس کے بھلے کے لیے کہہ رہا ہوں۔ اگر اس نے آفس جوائن کیا تو ابو نے ضرور اس کی شادی کروا دینی ہے۔"

ہر بار ابو اپنی نہیں چلا سکتے۔ میں جو چاہوں گا وہ کروں گا۔ رہا ان کی بات کا کہ وہ میری شادی کروا دیں گے،
ب پسند میں خود کروں گا۔" بلال نے مضبوط اور پرعزم لہجے میں کہا اور چیئر کھسکا کر اٹھ گیا۔

کوشش کر کے دیکھ لو۔" وہ بولے، کیونکہ انہیں خود اپنے باپ کی ضدی طبیعت کا اندازہ تھا۔

ال سر ہلاتا چلا گیا تھا۔ سرمد کچھ اس کی جانب سے فکرمند سے ہو گئے۔ انہیں اپنے بہن بھائی دونوں عزیز تھے
وہ کسی تکلیف میں بھی نہیں دیکھ سکتے تھے۔

آپ الٹا اسے سمجھاتے بلکہ ابو کی جانب سے بدظن کرنے لگے۔" طائشہ کو برا لگا تو وہ خفگی سے بولی۔

تمہیں بہت خیال رہتا ہے ان کا؟" وہ تیز لہجے میں بولے۔

ظاہر ہے، میرے لیے بھی باپ کا درجہ رکھتے ہیں۔"

طائشہ! کچھ کام تو نہیں کر رہی ہو؟" فاخرہ بیگم شاہین کے کمرے سے نکلیں تو دونوں ان کی آواز پر چونک گئے۔

نہیں امی!" اس نے ان کی جانب چہرہ کیا۔

ذرا صدف کو فون کر لو۔ ایسی مصروف ہو گئی ہے وہ بچی کہ اسے فرصت ہی نہیں ملی ابھی تک آنے کی۔" انہوں
نے اس سے کہا۔

اسے پہلے کھلا دوں اتنی دیر سے منہ میں رکھے بیٹھا ہے۔"

بیٹا! منہ چلاؤ جلدی۔" سرمد نے انس کے رخسار پر تھپکی دی جو منہ میں کھانا رکھے بیٹھا تھا ذرا بھی منہ نہیں چلا رہا
اس کی اس عادت سے دونوں ہی نالاں تھے۔

ایک گھنٹہ ہو گیا ہے منہ ہی نہیں چلا رہا ہے۔" وہ بھی تھکی تھکی بولی۔ انس نے پھر ایک دھپ لگائی۔ اس نے منہ بسورا۔

یار! آہستہ، اتنی زور سے مار رہی ہو۔" سرمد نے اسے ٹوکا۔

دیکھ رہے ہیں آپ اس کی حرکت، منہ میں رکھ کر بیٹھا ہوا ہے۔" اس نے شکایتی کہا۔

"آج کل کے بچوں کو کھانے پینے میں ذرا بھی دلچسپی نہیں۔ ماں ہلکان ہو جائے گی مگر یہ بچے ناک میں دم کر کے
رکھ دیتے ہیں۔" فاخرہ بیگم کو خود غصہ آنے لگا۔ انس کا روز کا یہی معمول تھا کھانا وہ بالکل نہیں چاہتا تھا۔

"یہ تم اسے الم غلم ٹافیاں بسکٹ دلا دلا کر لاتے ہو، اس کا نتیجہ ہے۔ بچے کی آپ بھوک مرے گی۔" انہوں نے
بیٹے کو ساتھ ہی سرزنش کی تو وہ سر کھجانے لگے۔

"امی! اگر یہ چاکلیٹ وغیرہ نہ بھی کھائے یہ کرتا روز یہی ہے۔" طائشہ نے لقمہ پھر انس کے منہ میں دیا جواب مچل ہی گیا۔

"تم دونوں مل کر بس اسی ایک کو لے کر بیٹھے رہنا اور یہ اسی طرح نخرے دکھاتا رہے گا۔ ایک پچھلے ... رہتا ہے۔" انہوں نے دونوں کو بھی سنایا۔ طائشہ تو بری طرح جھینپ گئی جبکہ سرمد مسکرانے لگے ان کے ... برہم ہونے پر۔

"تین سال کا ہو گیا ہے یہ، کچھ اور سوچ لو تم دونوں۔" وہ سرمد کے سر پر چپت لگانے لگی تھیں، جو دانتوں ... دبائے مسکراہٹ روک رہے تھے۔

"او، کھا جلدی، دیکھ تیری دادی جان کو بہت غصہ آ رہا ہے۔" انہوں نے اس کے رخسار پر چٹکی لی تم کر... سے اتر کر تیزی سے بھاگا کہ وہ ہنس دیئے۔

"دیکھا، بھاگ گیا۔" طائشہ روہانسی ہو گئی۔

"دوڑو اس کے پیچھے، کیونکہ تم نے ایک ہی بچہ تو پالنا ہے۔" وہ خفگی سے بولتی ہوئیں چلی گئی تھیں۔ طائشہ رونے والی صورت ہو گئی۔ سرمد نے زوردار قہقہہ لگایا تو وہ کھسیا ہی گئی ان کے یوں اطمینان سے ہنسنے پر۔

"مجھے ڈانٹ کر گئی ہیں آپ ہنس رہے ہیں؟"

"امی کی باتوں پر مجھے ہنسی آئی ہے۔ وہ کیا کہہ کر گئی ہیں۔" انہوں نے معنی خیزی سے آنکھیں گھمائیں۔ ... بڑبڑانے لگی۔

"امی نے ویسے کہا بالکل ٹھیک ہے۔ پھر کیا خیال ہے تمہارا؟"

"ان باتوں کے علاوہ بھی کچھ سوچ لیا کریں۔" وہ ڈائننگ ٹیبل سے کھانے کی ٹرے اٹھا کر کچن میں جانے ... انہوں نے اس کی دھانی دوپٹے کا آنچل پکڑ لیا۔ وہ ایک دم ہی لڑکھڑا گئی۔ اپنے گلے پر ہاتھ رکھ کر دوپٹے ... سے روکا، ورنہ وہ گر بھی سکتی تھی۔

"اُف! کیا کرتے ہیں؟" وہ چڑ گئی۔

"ابھی تو کچھ نہیں کیا ارادہ ہے اگر تم برا نہ مانو تو۔" انہوں نے اس کا آنچل اپنے ہاتھ پر لپیٹا، آنکھوں ... شوخیاں اور پیار ہی نظر آ رہا تھا۔ طائشہ نے بار حیا سے مجوب ہو کر پلکیں جھکا لیں پھر کسی کے آنے کا احتمال تھا ... ہی ڈائننگ ہال میں تھے۔

"تمہارے رخسار پر کچھ لگا ہے۔" وہ ابھی آگے ہی بڑھے تھے کہ طائشہ تو بدک ہی گئی۔ رخسار کو ہاتھ کی ... سے صاف کرنے لگی۔

"تم نا میرے رومینٹک موڈ کا خانہ خراب کر دیتی ہو۔" انہوں نے پھر بھی اپنی ہی کی۔ وہ تو بلش ہی ہو گئی ... کی وارفتگیاں، شوخی، معنی خیز انداز اس کے حواس خراب کرنے لگے۔ پھر جگہ بھی کون سی تھی۔

"آپ جگہ کا تو خیال کریں۔" اس نے احساس دلایا۔

"تم چاہے کمرے میں بھی ہو یہی کرتی ہو۔" انہوں نے اس کا آنچل چھوڑ دیا۔

"آپ بھی تو فوراً ٹیک کر دیتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے اب تم میری جانب سے توقع مت رکھنا۔" وہ روٹھ ہی گئے۔

"اُں آہم!" کھنکھارنے کی آواز پر دونوں سٹپٹا ہی گئے۔

"لگتا ہے میں غلط وقت پر آ گئی ہوں۔" آمنہ معنی خیزی سے مسکرائیں۔

"نن.....نہیں.....وہ.....غلط وقت نہیں....." وہ جھینپ گئی بار حیا سے نگاہ جھک گئی۔

"آمنہ آنٹی! آپ کی یہ بھتیجی بہت ہی اَن رومینٹک ہے۔" سرمد اس کی شکایت کرتے خفا سے بولے۔ طائشہ بیچاری ہی رہ گئی۔

"ہیں.....ہیں! سرمد کو کیا ہوا؟" وہ ان کے اس طرح بے باکی سے بولنے پر حیران رہ گئیں۔

"آپ تھوڑی عقل ان محترمہ کو بھی دے دیں، شوہر تھکا ہارا آتا ہے اور نخرے الثانیہ دکھاتی ہیں یا کہ میرے اٹھانے ہیں۔" وہ طائشہ پر کڑی نگاہ ڈالتے ہال سے ہی نکل گئے۔ آمنہ کچھ سمجھیں اور کچھ نہ سمجھیں۔ سوالیہ نگاہ خاموش سی ... پر ڈالی جو لب کچل رہی تھی۔

"سرمد کو کیا ہوا ہے؟ وہ کیوں خفا ہو رہا تھا؟"

"پھوپھو! وہ.....ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" اس نے نگاہ چراتے ہوئے ٹرے واپس ڈائننگ ٹیبل پر رکھ دی لیکن ... تسلی نہ ہوئی انہیں تشویش بھی ہوئی۔

"وہ اور مجھ سے کہے یہ حیرانگی کی ہی بات ہے۔ ضرور کوئی بات ہے۔" وہ مسکرائیں۔

"آپ خود سمجھ جائیں جگہ کا خیال کرتے نہیں ہیں فوراً انہیں شرارت سوجھتی ہے۔" وہ جھینپی جھینپی انہیں بتانے لگی ... سمجھ آ گئی۔

"لیکن تمہیں پھر بھی اس کا خیال رکھنا چاہیے تھکا ہوا آیا ہے۔ تم بھی ذرا خیال رکھا کرو۔ وہ ناراض ہو کر گیا ہے، ..." انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا تو وہ اثبات میں سر ہلا کر رہ گئی۔

● ● ●

"میں نے آفس جوائن کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔" بلال نے اپنے دوست اعظم کو بتایا۔ دونوں کولڈ کارنر میں بیٹھے ... اکثر یہاں بیٹھتے تھے۔

"کیوں؟ جویریہ تو تیر سے ہار کر یا اس کے لیے؟" اس نے بلال کے پرسوچ چہرے پر نگاہ ڈالنے کے بعد کولڈ ... کا سپ لیا۔

"یار اعظم! میں ہاروں گا کبھی نہیں، ہاں میں نے جویریہ کے لیے ہی بزنس کا سوچا ہے ورنہ اس کے ڈیڈی تو مجھے ... کبھی نہیں بتائیں گے۔" وہ ہنسا۔

"... کی بیٹی تمہیں خاطر میں لا نہیں رہی ہے اور تم نے آگے تک کا سوچ لیا۔" اس نے استہزائیہ کہا تو بلال نے اسے گھورا۔

"مجھے اپنے سچے جذبوں پر یقین ہے۔ ایک دن اسے میری محبت کو قبول کرنا پڑے گا۔" وہ پر یقین سا بولا۔

... میں دوڑتی بھاگتی گاڑیوں کا شور، لوگوں کا شور مگر وہ دونوں ایک کونے کی ٹیبل پر بیٹھے اپنی باتوں میں مگن تھے۔

"بلال! مجھے تو نہیں لگتا کہ وہ تم سے کبھی محبت کرے گی۔"

"کرے گی، کرے گی، دیکھنا تم!" اسے اپنے اوپر اعتماد تھا۔

"میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔" اس نے دل سے بلال کو دعا دی۔

"تم دونوں پھر شادی کے بعد میرے گھر آؤ گے۔"

"انشاء اللہ تعالیٰ!" بلال نے مسکرا کر کہا۔

"تم ایسا کیوں نہیں کرتے اپنا پروپوزل بھیج دو کم از کم منگنی تو ہو جائے تم دونوں کی؟"

"نہیں یار! ابھی نہیں پہلے مجھے بزنس میں قدم جمانے ہیں۔ پھر فارحہ آپی کی رخصتی سے پہلے میں یہ سب نہیں چاہتا۔"

"چاہے جویریہ کو کوئی پہلے ہی لے اڑے؟"

""ویسے تو ایسا ہوگا نہیں اور اگر ایسا کچھ اس کے ڈیڈی کا ارادہ ہوا تو میں انہیں کنوینس کرلوں گا، کیونکہ وہ مجھے بہت پسند کرتے ہیں۔ اور ان کی یہ پسند میں سمجھتا ہوں کس حوالے سے ہے۔""

""پھر بھی یار! تم کم از کم گھر والوں تک تو بات پہنچا دو۔"" اعظم کو اس کا زیادہ ہی خیال تھا۔ اس کی بھی منگنی کچھ عرصہ پہلے ہوئی تھی۔ وہ بھی چاہتا تھا کہ اس کا دوست جسے چاہتا ہے وہ اسے مل جائے۔

""گھر والوں نے بھی پتہ نہیں کس لڑکی کو پسند کرلیا ہے۔ بھابھی بتا رہی تھیں۔"" وہ ویسے ہی اس وجہ سے پریشان تھا کہ اگر واقعی گھر والوں نے اس کے لیے لڑکی دیکھ لی تو وہ کیسے انہیں روکے گا۔

""بھابھی نے نام بتایا؟""

""نہیں نا، یہی تو پریشانی ہے۔"" اس نے جھنجھلا کر پیپسی کی بوتل ٹیبل پر زور سے رکھی تو چند لوگوں نے نظریں اٹھائی تو بلال خفیف سا ہوگیا۔

""بھابھی کو ہی بتا دو جویریہ کے بارے میں۔""

""لگتا ہے انہیں ہی بتانا پڑے گا۔"" وہ سوچتے ہوئے بولا۔

""ارے یار بلال! یاد آیا، یونیورسٹی میں لسٹ لگ گئی ہے۔"" اعظم کو یک دم ہی یاد آیا اپنے اور اس کا رزلٹ اس نے پتہ کروایا تھا۔

""دیکھا تم نے؟"" وہ فوراً سن کر گھبرا گیا۔

""کل جاؤں گا دیکھ کر آؤں گا، آج میں بھی مصروف تھا۔""

""چلو پھر دونوں کل چلیں گے۔ تم کل صبح دس بجے تک آجانا۔""

""تم آجانا میرے گھر۔""

""چلو میں بتادوں گا جیسا بھی میرا پروگرام ہوا۔"" بلال بھی متفق ہوا۔ دونوں کولڈ کارنر سے نکلنے کے بعد گاڑی میں آکر بیٹھ گئے۔

""ابھی تو پانچ بجے ہیں۔ جویریہ کی طرف جاؤں تو ضرور میری وہ اچھی خاصی عزت افزائی کرے گی۔"" حالانکہ اس دشمن جاں کو دیکھنے کو بھی تو دل بے قرار ہو رہا تھا اطراف میں اسے پھول کھلتے محسوس ہوتے تھے۔ جب وہ سامنے ہوتی تھی دل کی لے ہی بدل جاتی، آنکھوں میں وارفتگیاں آجاتی تھیں۔

""اس کے ڈیڈی ابھی بھی نہیں آئے؟""

""ایک ہفتہ پہلے گیا تھا تو نہیں آئے تھے۔ اب اس دن کے بعد سے گیا ہی نہیں۔"" اس نے گاڑی لمبی سڑک پر ڈال دی۔ بڑی مستعدی سے وہ گاڑی چلا رہا تھا مگر قسمت خراب اس کی گاڑی پیچھے سے آتی گاڑی سے ٹکرائی۔ گاڑی ڈس بیلنس ہوئی فوراً بلال نے بریک لگائی۔

""یار! سنبھل کر۔"" اعظم نے بھی ڈر کر بلال کے شانے پر ہاتھ رکھا۔

بلال نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو پیچھے آنے والی سلور کرولا بھی رک چکی تھی۔ وہ پیچ و تاب کھاتا ڈور کھول کر باہر نکلا۔ اس گاڑی تک گیا دیکھا تو اس میں جویریہ ڈری سہمی بیٹھی تھی۔ بلال کو دیکھ کر تو اس کا حلق تک کڑوا ہوگیا۔

""تم تھیں یہ ٹکر مارنے والی؟"" ڈرائیونگ سائیڈ پر ہی کھڑا اسے غصے سے دیکھنے لگا۔ اعظم نے کچھ دیر تو دیکھا وہ بھی فرنٹ ڈور کھول کر اس تک آگیا جو خاصا برہم ہو رہا تھا۔

""خوشحال بابا کہاں ہیں؟"" ڈانٹ کر پوچھا۔

""کیوں؟ آپ کو اس سے کیا؟ ہٹیے آگے سے مجھے جانا ہے۔""

""یہاں ٹھونکنا ہے دوبارہ گاڑی کو؟ میری گاڑی تو تم نے خراب کردی۔"" وہ اپنی گاڑی کی جانب اشارہ کرکے ہاتھ کمر پر رکھا ہوا تھا۔

""سوری کرتی ہوں۔"" اس نے گاڑی اسٹارٹ کرنا چاہی لیکن بلال نے اچک کر اگنیشن سے چابی ہی نکال لی۔

""یہ کیا بدتمیزی ہے؟ چابی دیں۔"" وہ تلملا ہی گئی بلال کی اس حرکت پر جو ڈرائیونگ ڈور کھول کر اسے اترنے کا کہہ رہا تھا۔

""تم اپنا نہیں تو میرا خیال کرو۔ اگر تمہیں کچھ ہوگیا تو میں بھی بے موت مارا جاؤں گا۔"" وہ معنی خیزی سے بولا۔

وہ باہر نکل آگئی۔ وہ سمجھ گیا کہ یہ ضرور جویریہ ہی ہے۔ وہ سینے پر بازو لپیٹے محظوظ نظروں سے دیکھنے لگا۔

""دماغ تو درست ہے آپ کا؟"" وہ تو بھنا ہی گئی۔

""بالکل درست ہے، جب ہی تو تمہیں دل کی گہرائیوں سے چاہتا ہوں۔ نکلیے باہر۔"" وہ حکمیہ انداز میں دھاڑتا یہ ہرگز سے بھی برا لگا۔

""کیا ہے؟ میں گھر جا رہی ہوں۔"" وہ روہانسی ہوگئی۔

""تمہارے ڈیڈی نہیں ہیں نا جب ہی تم بہت اپنی کرنے لگی ہو۔""

""آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے ڈیڈی آچکے ہیں۔ میں ڈیڈی کے آفس سے ہی آرہی ہوں۔ خوشحال بابا اپنے ... گئے ہوئے ہیں۔ سمجھے آپ!"" غصے میں وہ پوری اسے تفصیل دے گئی۔ اعظم کو بھی جویریہ اچھی لگی خفا خفا سی۔

""اوہ گڈ! تو قیر انکل آگئے۔"" وہ خوشی سے اچھل ہی پڑا۔

""دیکھیے مسٹر! گاڑی نکالیے تاکہ ہم بھی نکالیں۔"" پیچھے سے ایک آدمی نے نہایت بے زاری و ناگواری سے کہا تو ... شرمندہ ہوگیا۔ جویریہ نے اس کے ہاتھ سے چابی جھپٹ لی۔ وہ تو دیکھتا ہی رہ گیا جویریہ گاڑی اسٹارٹ کرکے یہ ... رہ جا ہوگئی۔ بلال حیرانگی کے سمندر میں غوطہ زن ہوگیا کہ جویریہ کو تو ڈرائیونگ آتی نہیں تھی وہ اتنے پراعتماد انداز ... گاڑی چلاتی اس کے سامنے سے گزر رہی تھی۔

""ہیں موجود یا ساتھ لے گئی حواس تمہارے؟"" اعظم نے اس کی پشت پر ہاتھ رکھا تو وہ حیرانگی کے سمندر سے ... لا کر واپس آچکا تھا۔

""یار اعظم! مجھے یہ حیرانی ہو رہی ہے کہ اسے گاڑی ڈرائیو کرنی نہیں آتی تھی۔ یہ اتنے بولڈ انداز میں گاڑی چلاتی ... گئی ہے۔""

""ایسا کرنا، اب تم اس کے گھر جا کر پوچھنا، واقعی تمہیں گاڑی چلانی آتی ہے یا نہیں؟ مجھے تو گھر چھوڑ دے، امی ... کر رہی ہوں گی۔"" اس نے بلال سے کہا جو ابھی تک بیچوں بیچ کھڑا تھا۔ دونوں گاڑی میں بیٹھ چکے تھے۔

● ● ●

""گھر کا سودا سلف آپ کو لانا ہے۔ وہ ختم ہوگیا ہے۔"" شہرینہ نے ایک لسٹ اس کے آگے کی جو اس نے ترچھی نظر کرکے دیکھا پھر وہ اخبار پڑھنے میں مصروف ہوگیا۔

""کل آفس سے واپسی پر لے آؤں گا۔"" رکھائی سے بولا۔

""لیکن کچھ چیزیں کچن کی ضروری ہیں۔"" وہ اس کے قریب ہی بیڈ پر متفکر سی بیٹھی۔ نائل نے پنک کپڑوں میں ... اسے دیکھا جو اپنے بالوں کو لپیٹ کر کیچر میں قید کر رہی تھی۔

"کچھ چیزیں ایسی ہوتی ہیں وہ بھی ضروری ہوتی ہیں۔" معنی خیزی سے گویا ہوا۔
"سارا کچھ میں نے لکھ دیا ہے، لیکن میں نے لکھا رومن میں ہے۔" وہ شرمندہ سی ہوئی۔
"تم چاہے رومن میں لکھو چاہے انگلش میں، لیکن meaning تمہیں ہر بات اور وقت کے آنے جانے کی سمجھ
اخبار کو لپیٹ کر سائیڈ پر ڈالا۔ شہرینہ نے ناسمجھی سے نائل کے سپاٹ چہرے کو اچھنبے سے دیکھا۔
"میں سمجھی نہیں؟"
"میری آنکھوں کا مفہوم تو سمجھتی ہو۔" اس نے شہرینہ کی کلائی پکڑ کر کھینچی۔ وہ پوری کی پوری اس پر آ گری حواس
باختہ الگ ہوگئی۔
"تم نے دن شمار کیے ہیں کتنے دنوں سے مجھے اگنور کر رہی ہو؟ میرے سارے حقوق تم نے غصب کر لیے"
شوخ سی شرارت کر دی۔ شہرینہ اس کے حصار سے جھٹکے سے نکلی غصہ بھی بہت آیا لیکن اس وقت کنٹرول کرنا ضروری
تھا، کیونکہ طائشہ کچھ دنوں سے رہنے آئی ہوئی تھی۔ وہ مسلسل دونوں کو نوٹ کر رہی تھی۔
"دیکھیے، پلیز! آپ یہ سب چیزیں لے آیئے طائشہ بھابھی نے چائنیز رائس کا کہا ہے۔ رات کو وہ میں پکاؤں
گی۔" وہ چڑ سی گئی۔
"میری آپی نہیں تمہیں ہی مجھے باہر بھیجنے کے بہانے چاہیے ہیں۔ ایک چھٹی ہوتی ہے وہ بھی اب غارت ہو
جاتی ہے۔"
"ٹھیک ہے، میں ان سے کہہ دیتی ہوں کہ آپ کے بھائی چھٹی منا رہے ہیں۔" وہ اسے چڑاتی اٹھی۔ نائل نے
تلملا کر دوبارہ اسے بازو سے پکڑ کر کھینچا تو وہ اس کے حصار میں آ گئی۔
"ابھی میں نے چھٹی منائی نہیں ہے۔" آنکھوں میں معنی خیزی شرارت شہرینہ بلش ہی ہوگئی گھورنے لگی اس کی
بے باکیوں کو جو مزے سے اسے قید کیے ہوئے تھا۔
"پلیز! آپ مجھے چھوڑیے۔" وہ کسمسائی۔
"آپی کے سامنے کیسے سیدھی سیدھی رہتی ہو اخلاق بھی اچھا ہو جاتا ہے۔" وہ اسے دھکیل کر تیز لہجے میں بولا۔
"وہ سب مجبوری میں کرتی ہوں۔ مجھے اپنے پاپا کا خیال نہ ہوتا نا تو آپ کے گھر میں ایک لمحہ بھی نہ رہتی۔" ا
غصے سے بھری ہوئی تھی۔
"یعنی تمہیں مجھ سے محبت نہیں ہے؟" اسے افسوس ہوا۔
"محبت تو میں نے صرف ایک بار آپ سے کی ہے۔ آپ کے بعد کوئی دوسرا ہوگا اور نہ آئے گا میری زندگی میں۔"
"تمہیں خود سے جدا کروں گا تو آئے گا تمہاری زندگی میں کوئی دوسرا۔" رعونت بھرے لہجے میں بولا سرخ چہرے
میں اسے دیکھ رہا تھا۔
"جتنی شدت سے تم سے نفرت کی ہے اسی شدت سے تم سے محبت بھی کرتا ہوں اور کرتا رہوں گا ساری زندگی
چاہے تم میرا قصور بتاؤ ہی نہ، لیکن میں پیچھے ہٹنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ تم اپنی ضد پر اڑی رہو اور میں اپنے
مؤقف پر ڈٹا رہوں گا۔"
"تم سے شادی کی ہے کوئی مذاق نہیں کیا ہے۔ اس پاکیزہ بندھن کا میں پاس رکھتا رہوں گا لیکن تمہیں خود سے
بالکل نہیں کروں گا۔" وہ اسے آنکھوں میں تنفر لیے دیکھ رہا تھا۔ شہرینہ نے گھبرا کر نگاہ جھکا لی۔
"شہرینہ! ارسل رو رہا ہے۔" طائشہ کی تیز آواز آئی۔ وہ چونک ہی گئی۔

"یہ ارسل کچھ زیادہ صبح سے رو نہیں رہا ہے؟" نائل تشویش سے پوچھنے لگا۔
"اپنی قسمت پر رو رہا ہے کہ کس گھر میں پیدا ہو گیا۔" تپ کر جواب دیا۔
"تو اپنی قسمت پر نہیں البتہ تم روتی رہتی ہو۔"
"ٹھیک کہا آپ نے بالکل، نہ میں پاکستان آتی اور نہ میں شادی جیسی پرابلم میں پڑتی۔ پہلے آپ کے نخرے پھر آپ
کا جز لوے کا رونا دھونا میری تو اپنی کوئی فریڈم رہی نہیں۔ نہ اپنی مرضی سے سانس لے سکتی ہوں اور نہ ہی سو سکتی ہوں،
م کر سکتی ہوں۔" آواز بھرا ہی گئی۔ اس نے بڑی گہری نگاہوں سے شہرینہ کے اشتعال کو تاسف سے دیکھا۔
"ابا کیا تم پر اب میں ظلم کر رہا ہوں؟ ہر وقت محبت کا سمبل بنا رہتا ہوں۔"
"نہیں آپ کی یہ محبت ریئل ہے یا وہ پہلی محبت ریئل تھی۔" طنز کرتی وہ اٹھ گئی۔ ارسل کی آواز بڑھتی جا رہی تھی۔
"وضاحت کرتی جاؤ، کہنا کیا چاہتی ہو؟"
"اب کہنے کا بھی کوئی فائدہ نہیں کہیں میرے لیے جگہ نہیں بس ساری زندگی آپ کے ساتھ سر پھوڑنا ہے۔"
ے کالاک گھما کر وہ باہر نکل گئی۔ نائل سر کے بالوں کو دونوں ہاتھوں سے جکڑنے لگا۔ کسی طرح بھی یہ گتھی نہیں
ہی تھی۔ ابھی تک اسے شہرینہ کے متنفر ہونے کا سرا ہاتھ ہی نہیں آیا تھا۔ وہ کتنی اکھڑ ہو گئی تھی۔
ب محبت اندر اپنے رچ بس جاتی ہے تو اپنے شریک سفر کی بدگمانی اپنی جانب صرف نفرت کا اظہار کرتی ہے۔ وہ
بی ڈوبا ہوا اور جب اچانک ہی محبت کے پھول جو کھلے تھے ان پر ایک گرم سی لہر آتی ہے اور سب مرجھانے لگتے
لیکن وہ ان پھولوں کو صرف اپنے اور شہرینہ کے گرد جمع ہی دیکھنا چاہتا تھا جس کی خوشبو سے وہ مہکا ہوا تھا اسے
ہر بھی تو کہے۔ مکدر سا وہ بیڈ سے اٹھا، تیزی سے کمرے سے باہر آ گیا۔
اٹھ گئے ہو گئی صبح تمہاری؟" طائشہ نے اسے گھورا۔ نائل خجل سا ہو گیا۔ کاؤچ پر دھڑ سے بیٹھ گیا۔ انس کا
پرانا پسندیدہ کام کشنز جمع کر کے کھیلنے میں مصروف تھا۔
صبح تو میری ہو گئی تھی لیکن میری زوجہ نے ہی کمرے میں آنے میں دیر کی۔" ایک نظر خفا سی شہرینہ پر ڈالی جو
یریلیک کھلانے میں مصروف تھی لیکن وہ مسلسل کھانے سے انکار کر رہا تھا۔
لسٹ آپ کو تھما کر آ گئی تھی۔ آپ جا رہی نہیں رہے ہیں۔" اس نے ارسل کے منہ میں چمچ ڈالا جو اس نے پھر
اس پر نکال دیا۔
کیا بدتمیزی ہے؟" اس نے نو ماہ کے ارسل کے منہ پر طمانچہ ہی جڑ دیا۔ وہ تو بلبلا ہی گیا۔
شہرینہ گڑیا! کیا کر رہی ہو؟" طائشہ نے روتے ہوئے ارسل کو اٹھا لیا پیالہ تک ارسل نے لات مار کر پھینکا تھا۔
سنے نخرے ہیں اس کے روتا رہتا ہے نہ دن میں آرام کرنے دیتا ہے اور نہ رات کو۔" اس نے دوبارہ آئی
ابا۔ روہانسی وہ الگ ہو رہی تھی۔
وش میں تو ہو تم؟" نائل بیٹھے سے کھڑا ہو گیا۔ اپنے لخت جگر کو یوں پٹتا اور روتا دیکھ کر برداشت نہ کر پایا۔
نہیں سنبھلا مجھ سے سنبھال لیے خود ہی۔" وہ رو دی۔ جھنجھلاہٹ اسے کسی اور بات کی تھی، اتار ارسل پر دی۔ ارسل
ماسے امی بھی دوڑی آئی تھیں۔
شہرینہ! تم میرے ضبط کو آزما رہی ہو۔"
بلا تو میرا ہے جو برداشت کر رہی ہوں۔" روتی ہوئی وہ چلی گئی۔
شہر نے جانچتی نگاہوں سے نائل اور شہرینہ کا رویہ سمجھنے کی کوشش کی۔ نائل نے ارسل کو لینے کی کوشش کی مگر وہ

شہرینہ کے پاس جانے کے لیے مچل رہا تھا۔

"ہوا کیا تھا؟" امی نے سوالیہ نگاہ نائل پر ڈالی جو پُرتفکر سا پیشانی بائیں ہاتھ کی انگلیوں سے دبا رہا تھا۔

"دماغ خراب ہو گیا ہے آپ کی بہو کا۔ آج میرا بیٹا بھی اسے بُرا لگنے لگا ہے۔"

"بیٹا اس کا بھی ہے۔" وہ بولیں۔

"لیکن لگتا ایسے کہ میرا ہے جو اسے پالنا پڑ رہا ہے۔" وہ چیخا۔

"نائل! تم......"

"پلیز آپی! ایک لفظ بھی آپ اس کی طرفداری میں نہیں بولیں گی۔" اس نے طائشہ کی بات ہی کاٹ دی۔

"لیکن یہ جو رو رہا ہے اسے کون چپ کرائے گا؟" وہ لب بھینچ کر رہ گئی تھی۔

"لائیے مجھے دیجئے۔ اور کہیے گا اس سے آرام سے سوئے۔ بہت عشق ہے اسے سونے سے۔" دانت
ارسل کو گود میں اٹھا کر چل دیا۔

امی مغموم سی صوفے پر بیٹھ گئیں۔ طائشہ کو سمجھ نہیں آ رہی تھیں نائل اور شہرینہ کی بے ربط سی باتیں۔

"امی! کیا ان دونوں میں کچھ چل رہا ہے؟" طائشہ کچھ تشویش میں پڑ گئی۔

"میری کچھ سمجھ نہیں آتا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ نہ وہ کچھ بولتی ہے اور نہ یہ ہی بولتا ہے۔" جہاں آرا بیگم
گئی تھیں ان دونوں کی دبی جیسی زندگی پر۔ ان کے سامنے البتہ وہ ظاہر نہیں کرتے تھے۔

"نائل کی طرف سے پریشانی ہے شہرینہ کو؟" انہیں جو نوٹ کیا تھا وہ بتا دیا۔

"یہ اب تم ہی پوچھ لو اس سے جا کر شاید تم سے کچھ کہہ لے۔" وہ اس سے بولیں۔ طائشہ سر ہلا کر رہ گئی۔ ارسل
میں دوڑتا بھاگتا پھر رہا تھا۔

"ایک اس کی چھٹی ہوتی ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ وقت شہرینہ اس کے ساتھ گزارے لیکن
کمرے سے جو نکلتی ہے رات کو گھستی ہے۔ وہ خود ہی یہاں لاؤنج میں لیٹ جاتا ہے۔ لیکن دونوں کی میں نے
نہیں سنی۔ ارسل بھی زیادہ تر میرے پاس ہی رہتا ہے۔"

"اچھا! سمجھ گئی میں۔" وہ پرسوچ لہجے میں بولی۔

وہ اٹھ گئی سیدھی اس کے بیڈروم میں آئی جہاں وہ صوفے پر سکڑی سمٹی بیٹھی رو رہی تھی۔ طائشہ چلتی ہوئی اس
قریب ہی بیٹھ گئی۔

"شہرینہ! کیا بات ہے، تم اتنا کیوں رو رہی ہے؟" اس نے شاکی ہو کر پوچھا۔

"دیکھا نہیں آپ نے کیسے ڈانٹتے ہیں سب کے سامنے۔" وہ سوں سوں کرنے لگی۔ ناک سرخ ہو رہی تھی
ابھی خون چھلک پڑے گا۔

"پہلے یہ بتاؤ ارسل کو تم نے ایسے کیوں مارا؟"

"تنگ کتنا کرتا ہے۔ رات کو سونے نہیں دیتا۔ خود تو وہ مزے سے سو جاتے ہیں۔ جہاں ارسل تھوڑی دیر کو
ہے۔ مسٹر کو اپنی پڑ جاتی ہے۔" وہ بولتے بولتے رک گئی۔ طائشہ سمجھ گئی ہنسی بھی آئی اس کے شکایت کرنے پر

"تم اسے وقت دیا کرو۔" سمجھانے لگی۔

"کتنا وقت دوں؟ ان کے بیٹے پر اور ان پر ہی میرا وقت گزرتا ہے۔" آنچل سے آنسو صاف کیے۔ اس
نائل کا بے عزتی کر دینے والا انداز رلانے لگا تھا۔

"اتنا خیال رکھتی ہوں ان کا پھر بھی مجھ سے شکایت ہی رہتی ہے۔ آپ کا چائنیز رائس کا موڈ تھا۔ سامان کی لسٹ
دی، صاف انکار کر دیا۔ میں اس وقت بھی برداشت کر گئی۔"

"یہ اس کی پرانی عادت ہے۔ چھٹی والے دن گھر سے نکلتا ہی نہیں ہے۔"

"یہ کیا بات ہوئی ضرورت پڑے گی تو جب تو نکلنا پڑتا ہے۔" وہ تڑخ کر بولی۔

"اس کی چھٹی بہت قیمتی ہوتی ہے اور وہ اس کی قیمت تم سے مانگتا ہے۔" وہ بولی۔ شہرینہ جھینپ سی گئی اس کی
خیز بات پر۔

"بھابھی! کچھ گھر کے کام بھی ہوتے ہیں۔ اب میں ہر وقت تو ان کے سامنے نہیں بیٹھ سکتی نا۔"

"بیٹھنا پڑتا ہے۔ پتہ ہے تمہارے سرمد بھائی بھی ایسے ہی ہیں۔ میں بھی اس بات کا خیال کرتی ہوں سارے
جلدی ختم کر کے ان کے پاس چلی جاتی ہوں۔ شادی کے بعد لڑکی کو صرف شوہر کی مرضی پر چلنا پڑتا ہے۔ اور اسی
ہی سمجھو ہم بیویوں کا بھلا ہے۔" وہ مسکرائی۔

"میں آپ کی طرح نہیں بن سکتی۔" وہ ضدی لہجے میں بولی۔

"کوئی شکایت ہے تمہیں اس سے؟"

"مجھے کوئی نہیں ہے شکایت۔" صاف نفی کی۔ اپنے دل کا درد وہ کسی پر بھی آشکار نہیں کر سکتی تھی۔ اسے یہ درد خود
جھیلنا تھا۔

"چلو، پھر موڈ درست کرو۔" اس نے شہرینہ کے ہاتھ تھامے، چہرہ آنچل سے صاف کیا۔

"ارسل کہاں ہے؟ بھوکا ہے وہ فیڈ کرانا پڑے گا۔" اس کی فکر ہوئی جسے غصے کی وجہ سے جھڑک کر آ گئی تھی۔ اس
معصوم کا تو کوئی قصور نہیں پھر وہ اس پر کیوں نکالے۔

"نائل لے کر چلا گیا ہے۔"

"ہائے! ابھی چینج کرنی تھی پیمپر لیک کرنے لگا تھا۔" اس نے سر پکڑ لیا۔

"اور غصہ کریں گے وہ تو آ کر۔" سینے پر ہاتھ رکھ کر رہ گئی۔

"میں سنبھال لوں گی۔ تم جلدی سے فریش ہو کر آؤ بڑی زوروں کی بھوک لگی ہے۔ جو کچھ بچا کچا ہے وہ کھا لیں
گے۔" طائشہ کھڑی ہو گئی۔

"کتنی بری بات ہے آپ رہنے آئی ہیں اور آپ کے بھائی بھی عجیب ہیں۔"

"اپنے بھائی کی رگ رگ سے واقف ہوں۔"

"اب تو میں بھی واقف ہو چکی ہوں بہت سی باتوں سے جو آپ بھی نہیں جانتی ہوں گی۔" ذہن بھٹک کر نائل
کے گزرے ماضی کی طرف چلا گیا وہی تو کچوکے لگاتا رہتا تھا۔

"اچھا، یہ تم نے خوب کہا۔" طائشہ ہنس پڑی۔

"ابو سے اسے اتنی ڈانٹ پڑتی تھی کہ کیا بتاؤں۔ امریکہ میں تھا فون پر ابو اتنا ڈانٹتے تھے کہ جھنجھلا کر ریسیور ہی رکھ دیتا تھا۔
مجھے ڈانٹتے رہتے ہیں۔" اس نے اٹھ کر بکھرے بالوں کو سمیٹا۔

دونوں کچھ دیر تک اور باتوں میں لگی رہیں لیکن پھر طائشہ تو چلی گئی وہ بھی فریش ہو کر نکل گئی۔ نائل منہ پھلائے آ
گیا تھا۔ ارسل کو شہرینہ لے رہی تھی لیکن ناراضگی ہنوز رکھ کر اسے امی کی گود میں تھما دیا۔



سرمد اس سے کافی دنوں سے ٹھیک طرح سے بات نہیں کر رہے تھے۔ وہ عجیب الجھن کا شکار ہوگئی تھی۔
ناراضگی بھی اسی کی پیدا کردہ تھی ظاہر ہے منانا بھی اسی کو تھا۔ ان کے آنے میں ابھی ٹائم تھا وہ خاص طور پر اہتمام سے تیار ہوئی۔ بلیو کلر کا پرنٹڈ لان کا سوٹ پہنا، لائٹ سا میک اپ بھی کیا، مگر اس نے خود کو جان بوجھ کر سنوارا، شاید سرمد کی طبیعت پر اچھا اثر پڑے۔

''کہاں جارہی ہیں؟'' عمر نے شوخی سے پوچھا۔

''کہیں نہیں۔'' وہ جھینپ بھی گئی اس کے یوں گھوم گھوم کر جائزہ لینے پر اور چڑ بھی گئی۔

''کہیں نا کہیں تو جارہی ہیں۔ کیوں بلال بھائی؟'' اس نے کاؤچ پر دراز بلال سے تائید چاہی۔ چونکا وہ بھی طائشہ کے یوں اتنے سجے سنورے روپ کو دیکھ کر۔

''یار! بھائی جان کے ساتھ جارہی ہوں گی۔'' اس نے ٹی وی اسکرین پر نگاہ جمائے کہا۔ اپنا پسندیدہ میوزیکل پروگرام دیکھ رہا تھا۔

''لگ تو نہیں رہا......''

''عمر! پٹ جاؤ گے مجھ سے تم۔'' اس نے عمر کے زوردار دھپ لگائی جو بلبلا ہی گیا۔ لوٹ پوٹ ہو کر بلال کے اوپر ہی گرا۔

''یار! کیا وحشت ہے؟'' وہ بھی ہڑبڑا گیا۔

''ہائے امی، ہائے پاپا! میں مر رہا ہوں۔''

''عمر کے بچے! نکالتی ہوں میں تمہاری یہ ہائے ہائے۔'' طائشہ اس کی ایکٹنگ کو خوب سمجھتی تھی۔ عمر کو کان سے پکڑ کر کھڑا کیا جو کراہنے کی آوازیں نکال رہا تھا۔ اتنے میں آمنہ، تائی امی اور چچی جان بھی آ گئیں۔ اتفاق سے سرمد کی بھی آمد ہوگئی۔

''دیکھیے سرمد بھائی! آپ کی بیگم نے مجھ پر جان لیوا حملہ کیا ہے۔''

''عمر! تم فضول بولنا بند کرو۔'' وہ آگے بڑھی اسے مارنے کو مگر سرمد نے اسے بازو سے پکڑ کر پیچھے کیا چہرہ ان کا تنا ہوا تھا۔ طائشہ نے کن انکھیوں سے دیکھا۔

''ذرا سی تعریف کر دی اور پوچھ لیا ہے کہاں جارہی ہیں۔ لے کر کمر پر اتنی زور سے مکا مارا ہے۔ پتہ نہیں آپ کیسے ان کے ساتھ گزارا کر رہے ہیں۔'' سب کی ہنسی چھوٹ گئی۔ جبکہ طائشہ اسے خشمگیں نگاہ سے دیکھنے لگی۔

''بس یار! صبر کرتا ہوں اور کیا کروں میں؟'' انہوں نے سرد آہ بھری۔ طائشہ نے کسمسا کر بازو چھڑایا۔ وہ لب بھینچے مسکرا دیے جو انہیں خوبصورت سے نکھرے نکھرے روپ میں ملی۔ آنکھیں ہٹنا گوارہ نہیں کر رہی تھیں لیکن سب کا خیال کر کے فوراً ہی خود کو سپاٹ بنا لیا۔

''پھوپھو! یہ سب ایکٹنگ کرنے لگا ہے۔ اس کی میں بچ خوب مار لگاؤں گی۔''

''دراصل موصوف پر فلموں کا اثر ہے۔'' بلال نے لقمہ دیا۔

''بھی بتادوں آپ پر کس کا اثر ہے؟'' ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ بلال تو بغلیں جھانکنے لگا جو سب کے سامنے ہی ہارتا کہ وہ اپنا سا منہ لے کر رہ جاتا۔

''عمر! تم ضرورت سے زیادہ ہی بولنے لگے ہو۔'' آمنہ بھی سرزنش کرنے لگیں۔

''دیکھیے گا ایک دن ایسا بولوں گا کہ سب کو حیران کر دوں گا۔'' پھر بلال پر وار کیا۔ وہ تو فوراً ہی ٹی وی آف کر کے چل دیا۔ عمر نے واقعی گل افشانی کرنا شروع کر دی تو وہ کیا کرے گا۔

''عمر! بڑوں کا لحاظ ہی کر لیا کرو۔ شرم نہیں آتی تمہیں؟''

''جس نے کی شرم اس کے پھوٹے کرم۔''

وہ مسکراتے ہوئے چلے گئے جبکہ طائشہ نے اچھی خاصی خبر لی مگر عمر کہاں باز آنے والوں میں سے تھا۔

کچن میں آ کر اس نے حسب معمول سرمد کے لیے چائے وغیرہ بنائی کمرے میں لے آئی۔ وہ بیڈ پر جوتوں سمیت دراز تھے مگر چہرہ سپاٹ ہی تھا۔

''آج آپ کچھ جلدی نہیں آ گئے؟'' مسکراتی ہوئی ان کے قریب آئی۔

''تو چلا جاؤں؟'' انہوں نے ایک نظر اس کی شہابی رنگت کو دیکھا۔ اس پر بلیو کلر اچھا لگ رہا تھا۔

''ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔'' وہ خجل ہوگئی۔

''لیکن مجھے لگتا ہے کہ تمہیں آج کل ایسی باتیں اچھی لگتی نہیں ہیں۔'' وہ اٹھ بیٹھے سائیڈ ٹیبل سے چائے کا کپ

''آپ اس دن کی بات پر ابھی تک خفا ہیں۔'' رک رک کر وہ بولی بیڈ کے سرے پر ان کے قریب ہی بیٹھی تھی۔ وہ چائے کے سپ لے رہے تھے۔

''کس دن کی بات پر؟'' وہ انجان بنے۔

''دیکھیے، میں معافی مانگتی ہوں۔'' وہ ان کے انجان بننے پر تھوڑا خجل بھی ہوئی۔

''محترمہ! کس کس دن کی معافی آپ مانگیں گی؟ اس لیے آپ معافی اپنی اپنے پاس ہی رکھیے۔'' چائے کا کپ اس کے ہاتھ میں تھمایا۔

''پلیز سوری!'' وہ منمنائی۔

''اٹھو یہاں سے، میرے کپڑے نکالو مجھے کسی سے ملنے جانا ہے۔'' وہ اسے نظر بھر کر بھی نہیں دیکھ رہے تھے۔ وہ رونے لگی۔

''ایک تو میں، اتنا ڈھیر سارا تیار صرف آپ کے لیے ہوئی ہوں، لیکن آپ نے ایک لفظ بھی میری تعریف میں نہیں کہا۔''

''اچھا میرے لیے کیا ہے؟ یار! پہلے بتا دیا کرو نا، میں سمجھا کہ واقعی تم کہیں جارہی ہو۔'' وہ اس کے روتے ہوئے چہرے کو دیکھ کر مسکراہٹ ضبط کی جو تنک ہی گئی۔

''دیکھیے، آپ پھر مجھ پر طنز کر رہے ہیں۔''

''تو تم بھی سمجھتی ہو تم! یہ خبر تم نے اچھی دی۔'' وہ وارڈروب کھولنے کے لیے بیڈ سے اٹھے۔ وہ بھی ان کے پیچھے لپکی۔

''آپ سارے مرد بس اپنی مرضی کی کرتے ہیں۔ اور ہم عورتیں صرف آپ لوگوں کی خوشنودی کے لیے ہر وہ کام

کرنے کی کوشش کرتی ہیں جس میں آپ مردخوش ہوں۔" مسلسل بڑبڑاتے ہوئے وہ انہیں ہٹا کر وارڈرو کپڑے نکالنے لگی۔ سرمد کمر پر ہاتھ جمائے اس کی پشت پر نگاہ رکھی ہوئی تھی جہاں دراز بالوں کی چوٹی پڑی تھی

"میں نے تو ابھی تک تمہارا ایک کام بھی نہیں دیکھا کہ تم نے مجھے خوش کیا ہو۔"

"اتنا سجی سنوری کس لیے ہوں آپ کی خوشنودی کے لیے۔" ان کا استری شدہ کرتا شلوار ہینگر کیا نکالا۔

"سجنے سنورنے کے علاوہ اور بھی خوشنودی کے میرے کام ہوتے ہیں، غور کیا ہے کبھی۔" ہینگر اس کے ہا لیا۔

"موقع کب دے رہے ہیں؟ بس کام کی بات کرلی، اس کے علاوہ آپ کو فرصت ہی نہیں۔ یا پھر اس کرلیں۔" وہ منہ بسورے کھڑی تھی۔

"میرے خیال میں یہ تمہاری ایسی شکایتیں ہیں جس پر میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ مجھے ضروری کہیں جانا ہے" واش روم میں جانے لگے۔

طائشہ خاموش ہوگئی، کیونکہ سرمد کافی سخت ناراض تھے۔ اس کی سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ ایسا کیا کرے کہ جائیں۔ ناراض بھی اس نے کیا منانا بھی اسے ہی ہے۔

"ڈنر باہر کرکے آؤں گا انتظار مت کرنا۔"

"لیکن میں نے تو سوچا کہ آپ کے ساتھ باہر جاؤں گی۔"

"سوری! تمہاری یہ خواہش پوری نہیں کرسکتا۔" وہ رکھائی سے کہتے واش روم میں چلے گئے۔ طائشہ لب گئی۔ تھکی تھکی سی بیڈ پر بیٹھ گئی۔ جب تک وہ فریش ہوکر باہر نکلے وہ انہیں سوچوں میں غلطاں ملی۔

"لیٹ نائٹ آ سکتا ہوں، فکر مند مت ہو جانا کبھی امی ابو تک پہنچا دو خبر، اس لیے تمہیں بتا رہا ہوں۔" رگڑتے ہوئے بولے۔

"امی تو بار بار پوچھتی ہی ہیں۔ اب بتانا تو میرا فرض ہے نا۔"

"اچھا، تمہیں فرض بھی معلوم ہیں۔ کیا کیا ہوتا ہے؟" جھٹکے سے گھومے۔ طائشہ شرمندہ سی ہوگئی کیسے کیسے تیر مار رہے تھے۔ اس وقت وہ بالکل رونے جیسی ہو رہی تھی۔ انہیں طائشہ کو تنگ کرنے میں مزہ بھی آ رہا تھا۔

"کرلیں طنز، آپ کی ملکیت ہوں نا۔" وہ چڑ گئی۔

"مجھے لگتا ہے تم باقاعدہ لڑائی کے موڈ میں ہو۔ مجھے جانا جلدی ہے، اس لیے اگلی قسط کل۔" تیار ہوکر سے نکل چکے تھے۔

"اونہہ، اگلی قسط کل!" وہ تلملا ہی گئی افسردہ سی بیڈ پر بیٹھنے لگی مگر اسی اثناء میں سرمد موبائل پر بات کر آئے جو کسی سے مسکرا مسکرا کر بول رہے تھے۔

"دیتا ہوں، دیتا ہوں بیٹا! آہستہ تو چیخو۔" انہوں نے موبائل طائشہ کو دیا۔

"شہرینہ ہے۔"

طائشہ نے خفگی سے دیکھتے ہوئے موبائل لے کر کان سے لگا لیا۔ سرمد دلچسپ نظروں سے اسے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ محض وہ تنگ کر رہے تھے کہ وہ خود سے پہل ان کی جانب کب کرتی ہے۔

"نائل سے کہنا پہلے اپنے تیور درست کرے، اب میں جب ہی آؤں گی۔"

"بھابھی! آپ کے جانے پر وہ مجھ پر ہی خفا ہو رہے ہیں۔" شہرینہ پریشان سے لہجے میں بول رہی تھی

ان مردوں کی تو کوئی کل سیدھی ہی نہیں ہوتی۔ اس بے وقوف سے کہنا میرا دل نہیں لگا تو آ گئی۔ وہ تم پر کیوں ہو رہا ہے؟" گہرا طنز کر کے سرمد کو دیکھا، کیونکہ سنانا انہی کو تھا جو سب سمجھ رہے تھے۔

بھابھی! مجھے آپ کے بھائی ڈراتے ہی رہتے ہیں۔ پلیز! آپ کچھ دنوں کے لیے آ جائیں۔" وہ بہت ہو رہی تھی۔

اچھا، اچھا! تم تو پریشان نہ ہو، آ جاؤں گی۔ اور ہاں، اس گدھے سے کہنا کہ مجھے فون کرلے۔"

آپ خود ہی ان کے موبائل پر کرلیں۔" اس نے کہا۔

ٹھیک ہے، میں کرلوں گی۔ تم فکر مت کرو، وہ میرا بھائی ہے۔ اس کی ایک ایک رگ سے واقف ہوں۔" اس رینہ کو مزید اور سمجھایا۔

خدا حافظ" کہہ کر موبائل سرمد کو دے دیا۔

تم اتنی جلدی آ کیوں گئی تھیں؟" انہیں تشویش ہوئی۔

ظاہر ہے، اس کی وجہ بھی آپ ہیں۔"

خوامخواہ مجھ پر الزام!" انہوں نے جانے کا شاید ارادہ ملتوی کر دیا تھا، اس لیے بیڈ پر بیٹھ گئے تھے۔

خفا آپ ہیں، زیادہ بولنا مجھ سے پسند نہیں کر رہے ہیں۔"

خفا تو ہوں لیکن بولنے کی جہاں تک بات ہے پسند کی، جب تم مجھے پوری کی پوری پسند ہو تو بولنا بھی پسند ہی ہو

جھوٹ؟" اس نے انہیں گھورا جو لب بھینچے ہوئے تھے۔

تم عورتیں ہم مردوں کی جانب سے خائف ہی رہنا۔ اتنی محبت کرنے والا شوہر ہوتا ہے لیکن شک کا پہلو نکال لو

ظاہر ہے، وہ تو نکالوں گی۔ اتنا تیار ہو کر کہاں جا رہے تھے جبکہ بیوی موجود ہے اتنی بنی سنوری سی؟" شکوہ کر مسکراتے ہوئے اس کے قریب ہو کر بیٹھے جو روہانسی بھی ہو رہی تھی۔

جب ہی تو واپس آ گیا ہوں۔ اتنی خوبصورت لگ رہی ہو کہ ایمان میرا تمہیں دیکھ کر خراب ہو گیا ہے۔ پھر تم ر بھاگ جاؤ گی۔" وہ رک رک کر بولے۔ طائشہ نے تیکھے چتون اٹھائے۔ وہ اس کے دائیں کان کا آویزا نے لگے۔

آپ صرف جگہ کا خیال کر لیا کریں پلیز!" اس نے انہیں سمجھایا۔

چلو اب تو جگہ کا خیال کر رہا ہوں نا۔" انہوں نے معنی خیز سے شرارت کر دی۔ وہ بلش ہی ہو گئی۔ سرمد پر جب سوار ہوتی تھیں تو طائشہ کا دل دھک دھک کر اٹھتا تھا۔ وہ ان کی بے پناہ محبت سے گھبرا جاتی تھی۔

طائشہ، طائشہ!" امی کی آواز پر دونوں ہی گڑبڑا گئے۔ آواز ان کے کمرے کے باہر سے ہی آنے لگی تھی۔

سرمد، طائشہ!"

امی خیریت تو ہے؟" سرمد گھبرا کر دروازے تک آئے تھے۔ وہ حواس باختہ کھڑی تھیں ان کا چہرہ بالکل سفید ہو

شاہین کی بہت طبیعت خراب ہو رہی ہے۔"

چچا جان کی......؟" سرمد زیرِ لب بولے۔

"ہاں بیٹا! بلڈ پریشر ہائی ہے۔ تم فوراً ہاسپٹل لے جاؤ میرا دل گھبرا رہا ہے۔" وہ فکرمندی سے بولی تھیں۔ وہ
تیزی سے ان کے کمرے میں آئے۔ فارحہ ان کے سرہانے بیٹھی تھی۔ آمنہ ان کا سر دبا رہی تھیں۔
"آپ دیر نہیں کریں فوراً ہاسپٹل لے جائیں۔" طائشہ نے ان کے شانے پر ہاتھ رکھا۔ وہ بلال کو ساتھ لے
پھر انہیں ہاسپٹل لے گئے تھے۔

● ● ●

شاہین کو ہلکا سا ہارٹ اٹیک ہوا تھا۔ وہ تو بروقت طبی امداد مل گئی تو وہ جلد ہی سنبھل گئی تھیں۔ سب ہی ہاسپٹل پر
جمع تھے، سوائے خواتین کے جو گھر میں ہی تھیں۔
"چچا جان! یاسر کا آنا لازمی ہو گیا ہے، ورنہ چچی جان اسی طرح اس کا غم دل پر لیتی رہیں گی۔"
"کیا کروں میں؟ کہاں کہاں نہیں پتہ کروالیا۔ اب تو میں بھی تھک گیا ہوں۔" چچا جان رنجور سے سرمد سے گویا
ہوئے۔ ہاسپٹل کے کوریڈور میں سب ہی کھڑے تھے اندر چچی جان کے پاس صرف آمنہ تھیں۔
"سرمد! میری خود سمجھ میں نہیں آرہا ہے کیا کروں۔ نیویارک گیا ہے یہی اس نے کہا تھا۔ فون بھی شروع میں
چار بار ہی کیا ہوگا صدف کی شادی کے دوران۔"
"یاسر کا وہ نمبر تو میں بھی کئی بار ٹرائی کر چکا ہوں، کبھی بھی کسی نے ریسیو ہی نہیں کیا۔" وہ متفکر لہجے میں بولتے
میں ہاتھ پھیرنے لگے۔
"لیکن چچی جان کی حالت دیکھتے ہوئے کچھ تو کرنا ہے۔"
"اللہ مالک ہے۔ نصیر احمد نے بھی سارا کچھ اللہ پر چھوڑ دیا تھا۔ جب کچھ سمجھ نہ آئے تو اوپر والے پر ہی چھوڑ دینا
جانا چاہیے۔ وہ جو بہتر سمجھے گا وہ ہی ہوگا۔"
چچی جان دو دن ہاسپٹل رہ کر آ گئی تھیں۔ گھر میں ایک افسردگی کی لہر دوڑ گئی تھی۔ فارحہ کا زیادہ تر وقت چچی جان
کے پاس گزرنے لگا ان کی دل جوئی بھی ضروری تھی، مگر ان کی زبان پر بس یاسر اور صدف ہی رہتے تھے۔
"کیا بات ہے، اتنے خاموش کیوں بیٹھے ہیں؟" طائشہ نے سرمد کو یوں سر جھکائے دیکھا تو ان کے قریب چلی
آئی۔ وہ لاؤنج میں ہی بیٹھے تھے مگر آج کل بہت زیادہ فکرمند سے تھے۔
"آں، ہاں! کچھ نہیں۔" وہ چونک کر سیدھے ہوئے ایک نگاہ اس پر ڈالی جو خود بھی پریشان سی ہی لگی۔ جس
طرح کا گھر کا ماحول ہو رہا تھا انہیں بے چینی ہو رہی تھی۔
"آپ خاموش اسی وقت ہوتے ہیں جب آپ پریشان ہوتے ہیں۔"
"طائشہ! کبھی کبھی مجھے ایسا لگتا ہے کہ یاسر جان بوجھ کر ہم لوگوں سے رابطہ نہیں کرنا چاہ رہا ہے۔"
"نہیں، ایسی بات نہیں ہے۔" اس نے نفی کی۔ سرمد صوفے کی بیک سے ٹیک لگا کر مضمحل سے لگے۔ بلیک
پینٹ پر وائٹ کلف کی شرٹ، ملگجی سی ان پر وہ بھی خوب سج رہی تھی بال منتشر سے ماتھے پر بکھرے تھے۔ طائشہ نے بے
اختیار ہی حرکت کی ان کے ماتھے سے اپنے ہاتھوں سے بال ہٹائے۔
"لیکن مجھے ایسا ہی لگتا ہے۔ اپنی ماں کا ہی خیال کر لیتا۔ چچی جان رو رو کر بیمار پڑ گئی ہیں۔" انہوں نے اس کا
ہاتھ تھام لیا۔
"پتہ نہیں مجھے ایسا لگتا ہے کہ یاسر کہیں کسی مصیبت میں نہ پڑ گیا ہو۔"
"ارے، مصیبت میں وہ کیا پڑے گا، ہم سب کو ڈال دیا ہے۔" وہ دانت پیسنے لگے۔

"فارحہ کو دیکھتا ہوں تو مجھے اور یاسر پر غصہ آنے لگتا ہے۔ کیا میری بہن ایسے ہی زندگی گزار دے گی؟ اس کے
ہو چکی ہے۔ اس کا ہی خیال کر لے۔"
"آپ دیکھیے گا خود ہی آئے گا، صرف فارحہ کی محبت اسے لے کر آئے گی۔"
"ایک تو تم تسلیاں بہت دیتی ہو کسی کو بھی برا نہیں کہنے دیتی ہو۔" خفگی سے گویا ہوئے۔ طائشہ مسکرادی۔
"اس لیے نہیں کہنے دیتی ہوں کہ آپ اچھے ہیں، اس لیے کسی کو بھی برا نہ کہیں۔"
"اونہہ! ہر کوئی تمہاری نظر سے نہیں دیکھتا۔" وہ جھنجھلا گئے۔
"آپ تو ناراض ہونے لگتے ہیں۔"
"اچھا یہ بتاؤ انس کدھر ہے؟" وہ موضوع ہی بدل گئے، کیونکہ لہجے میں تلخی آنے لگی تھی اور وہ اپنا موڈ مزید خراب
کرنا چاہتے تھے۔
"ابو کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ ان کے ہی کمرے میں تھا۔" اس نے ان کا بیگ اٹھایا۔
"اچھا!" وہ بھی اٹھے چچی جان کی طبیعت بھی انہیں معلوم کرنی تھی۔ ان کے کمرے کی جانب آئے طائشہ بھی ان
کے پیچھے ہی تھی۔
"کیسی طبیعت ہے چچی جان؟" اندر داخل ہوتے ہی بولے۔ چچی جان بیڈ پر کمزور سی لیٹی ہوئی تھیں فارحہ ان
کے قریب ہی بیٹھی تھی۔
"اب تو طبیعت ٹھیک ہے۔" نحیف سی آواز میں بولیں۔
"چچی جان! اتنا مت سوچا کریں۔" سرمد بشاش سے لہجے میں بولتے چیئر پر بیٹھے۔ فارحہ سر جھکائے ہوئے
تھی۔
"بیٹا! کیسے نہ سوچوں، میرا جوان بیٹا گھر سے گیا ہے۔ اس کی خوشیوں کو ہم نظر انداز کر گئے۔ مجھے پتہ ہے اسے
کتنا غصہ ہے۔"
"ایسی بالکل بات نہیں ہے آپ اطمینان رکھیے، یاسر آئے گا، ضرور آئے گا۔" انہوں نے وثوق بھرے لہجے میں
کہتے ہوئے انہیں یقین دلایا۔ فارحہ لب بھینچ کر رہ گئی۔ یاسر کا ذکر اس کی سماعتوں پر گراں گزرتا تھا۔ وہ تیزی سے
اٹھی۔
"فارحہ کا ہی خیال کر کے آجائے۔" وہ بولیں۔
فارحہ کمرے سے جا چکی تھی۔ سرمد نے نگاہ ترچھی کر کے اسے جاتا دیکھا۔ وہ سمجھ گئے تھے یاسر کا ذکر تک سننا نہیں
چاہتی۔
"آجائے گا۔" انہیں تسلی دیتے ہوئے طائشہ خود مغموم سی ہو گئی تھی۔ اس کی سمجھ نہ آیا کہ کیا کرے۔ سرمد اور وہ
کمرے سے نکلے تو فارحہ کو کوریڈور میں کھڑے پایا جلدی جلدی آنکھیں آنچل سے صاف کی تھیں۔
"فارحہ گڑیا! رو رہی تھیں تم؟" سرمد نے اس کی پشت پر ہاتھ رکھا۔ وہ گڑبڑا گئی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔
"بھائی جان! آپ لوگ چچی جان کو جھوٹی تسلیاں مت دیا کریں پلیز! کہہ دیں انہیں، نہیں آئے گا ان کا بیٹا، کبھی
نہیں آئے گا۔" پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔
"فارحہ، فارحہ! کیا پاگل پن ہے؟" انہوں نے شانوں سے تھاما۔ فارحہ ان کے گلے سے لگ گئی۔ طائشہ لب
کاٹنے لگی۔ وہ جو اس کی کیفیت سمجھتی تھی کس درد سے وہ گزر رہی ہے جو وہ اندر ہی اندر جھیل رہی تھی۔ کسی سے بھی تو

حرف شکایت لبوں تک نہ لاتی تھی۔

"پلیز بھائی جان! آپ چچی جان سے کہہ دیں، وہ نہیں آئیں گے۔"

"بے وقوف! مایوس کیوں ہوتی ہو؟ آئے گا وہ، ضرور آئے گا۔ میری اتنی پیاری بہن کو بھلا سکتا ہے؟ تم سے محبت کرتا ہے۔"

"نہیں کرتے محبت۔ وہ خود غرض تھے۔ صرف اپنی خوشی عزیز تھی انہیں، دوسروں کا ذرا خیال نہ تھا۔ ان کی او محبت بھی جھوٹی تھی۔ جھوٹے ہیں وہ۔ میں کبھی معاف نہیں کروں گی انہیں۔" وہ ہچکیوں سے روتے ہوئے ہذیانی ہو گئی سرمد سے سنبھالنا مشکل ہو گیا۔ دونوں اسے پکڑ کر اس کے کمرے میں لے گئے تاکہ کوئی اور نہ دیکھ لے۔ اگر امی کی نظر پڑ گئی تو وہ خود آبدیدہ ہو جائیں گی۔

"فارحہ! کیا پاگل پن ہے؟" انہوں نے اسے بیڈ پر بٹھایا۔

"پلیز بھائی جان! مت ذکر کیا کریں اس بے وفا کا، جسے ماں تک کا خیال نہ آیا۔"

طائشہ نے اشارے سے انہیں خاموش رہنے کو کہا، کیونکہ وہ رو رہی تھی، سخت غصے میں تھی۔ اس وقت سمجھانا فضول ہی تھا۔ اسے رونے ہی دیا، تاکہ دل کا بوجھ ہلکا ہو جائے۔

● ● ●

"میں ایک ہفتے کے لیے ہانگ کانگ جا رہا ہوں۔" اس نے امی اور شہرینہ کو بتایا جو امی کے ہی کمرے میں تھا۔

"اتنی اچانک؟" شہرینہ نے استفسار کیا۔

"آفس کی طرف سے جا رہا ہوں ایک میٹنگ ہے۔ ظاہر ہے اچانک ہی آرڈر ملتے ہیں۔" رکھائی سے بولا… کے بیڈ پر ہی لیٹا تھا۔ وہ دل مسوس کر رہ گئی۔

"تمہاری اس وقت ڈیلیوری تھی، جب تو کینسل ہو گیا تھا۔" اس نے جتایا۔

"مگر بیٹا! گھر میں ہم ساس بہو اکیلی……"

"آپ آپی کو بلا لیں۔" اس نے شہرینہ کے چہرے کو دیکھا جو اس کے جانے کا سن کر چپ سی ہو گئی تھی۔ ارسل! فیڈر پلا رہی تھی جو اس کی گود میں تھا۔

"طائشہ کبھی نہیں آئے گی، گھر میں شاہین بھابھی کی طبیعت خراب ہے۔ ایسے کیسے چھوڑ کر آ جائے گی۔" امی نے عذر پیش کیا۔

"پھر آپ لوگ وہاں چلی جائیں۔"

"نائل! میں دیکھ رہی ہوں روز بروز تمہارا انداز بدلتا جا رہا ہے۔ ٹھیک طرح سے بات ہی نہیں کرتے ہو۔" انہوں نے ڈانٹ دیا۔

"حیرت ہے آپ کو میرا انداز بدلتا ہوا نظر آ گیا۔" طنز اس نے شہرینہ پر کیا تھا۔ وہ ایک نگاہ نائل پر ڈال کر رہ گئی۔

"تمہارے طنز بھی سمجھتی ہوں۔ بلاوجہ شہرینہ کو مت گھسیٹو۔" وہ برہم ہوئیں۔

"امی! آپ ان کا مطلب غلط سمجھ رہی ہیں۔ یہ مجھ پر بھلا کیوں طنز کریں گے۔" شہرینہ نے جھٹ بات سنبھالی۔ نائل کے تیور جو بگڑنے لگے تھے۔ وہ کوئی ہنگامہ نہیں چاہتی تھی۔

"خاموش رہو تم! زیادہ سائیڈ مت لیا کرو اس کی۔" انہوں نے شہرینہ کو بھی ڈانٹ دیا۔

…اب تو یہی آپ کی سب کچھ لگتی ہے میں تو کچھ بھی نہیں۔" وہ پھر خفا ہوا۔

…ہاں، اب… ہے میری بہو ہے، میرے پوتے کی ماں ہے، یہی سب کچھ لگتی ہے۔ تم بیٹے ہو میرے۔"

…ظاہر… نے بس اتنا کہا ہے کہ مجھے ایک ہفتے کے لیے ہانگ کانگ جانا ہے۔" وہ کھسیا گیا۔

…تم… ضرور جاؤ۔ بیوی اور بچے کو بھی ساتھ لے جاتے تو اچھا تھا۔"

…گھومنے نہیں جا رہا ہوں میٹنگ اٹینڈ کرنی ہے۔" اس نے بتایا۔

…نے فیڈر خالی کر دی تھی۔ شہرینہ نے اسے تھاما اور ارسل کو امی کی گود میں دیا وہ نیند میں ہو رہا تھا۔

…مجھے بتا دیجئے گا، کب پیکنگ کرنی ہے۔" شہرینہ نے بشاش سے لہجے میں پوچھا تاکہ امی اپنا غصہ بھول جائیں

…اچھا بھی نہیں لگتا تھا کہ امی نائل کو اس کی وجہ سے ڈانٹیں۔

…میرے سامنے کرنا، میں خود بتاؤں گا کیا کیا پیک کرنا ہے۔" اس نے شہرینہ کے سپاٹ چہرے کو دیکھا جو کسی کے جذبات سے عاری ہی لگا۔ جو اس کے ساتھ زندگی تک مارے باندھے گزار رہی تھی۔

…جانا کب ہے؟" امی نے پوچھا۔

…پرسوں شام پانچ بجے کی فلائیٹ ہے۔" اس نے ارسل کو گود میں اٹھایا جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ نیند لگتا تھا اس کی …سے غائب ہو گئی ہو۔

…پھر کل ہو آنا طائشہ کی طرف، شہرینہ کو ساتھ لے جانا۔"

…دیکھوں گا ٹائم ہوا تو ورنہ پھر فون پر بات کر لوں گا۔" ارسل نے گدگدی کی جو زور زور سے قلقاریاں مارنے…

…بھابھی سے تو آپ کچھ دیر کے لیے ٹائم نکال کر مل کر آ سکتے ہیں۔" ڈرتے ڈرتے اس نے لب کشائی کی۔

…نری نگاہ نائل کی خاصی ناگوار لگی تھی۔

…میں بھی عقل رکھتا ہوں۔ اگر ٹائم ہوا تو چلا جاؤں گا۔ میری بہن ہے مجھے خبر ہے ملنا ہے یا نہیں۔" ایک دم ہی …بولا ہو گیا۔ شہرینہ شرمندگی سے لب کاٹنے لگی جبکہ امی کی خشمگیں نگاہ نائل کا احاطہ کرنے لگی تھی۔

…تم کیا سمجھتی ہو ساری عقل تمہیں ہے؟" تلملاتا ہوا وہ اٹھا ارسل کو آہستگی سے بٹھایا ورنہ وہ تو دھاڑیں مار مار کر …لگا تھا۔

…نائل! ہوش میں تو ہو؟" امی نے اسے ٹوکا لیکن وہ غصے سے بھرا ہوا تھا اسے شہرینہ کا رکھائی سے بھرا انداز دکھ دیتا…

…میں تو ہوش میں رہتا ہوں۔ کبھی اپنی لاڈلی اور چہیتی بہو سے پوچھ لیا کریں۔ یہ ہوش میں کب آئیں گی۔" …وا تیر پھینک کر وہ نکل گیا۔ شہرینہ تو شرمندگی سے خود کو زمین میں دھنستا ہوا محسوس کرنے لگی۔ نچلا لب دانتوں …دبا لیا۔ امی کی ایک جانچتی اور تنقیدی نگاہ اس پر تھی۔

…میں نوٹ تو کر رہی ہوں تم دونوں کے درمیان کچھ چل رہا ہے، ورنہ اس طرح کا انداز نہیں رکھ سکتا تم سے۔" …لہجے میں بیٹے کی طرف سے بھی بے خبر نہیں رہ سکتی تھیں۔ نائل کا روٹھا انداز اور شہرینہ کا کٹیلا انداز کچھ بھی تو مخفی نہ…

…ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔" نگاہ چرانے لگی۔

…مجھے چاہے تم دونوں نہ بتاؤ لیکن میں سمجھ رہی ہوں تم دونوں کا رویہ۔"

"امی! آپ غلط سمجھ رہی ہیں۔"

"دیکھو شہرینہ! میں بھی اس شادی کے بعد کے تجربے سے گزری ہوں۔ کب اور کس وقت میاں کا مزاج وہ کیا چاہتا ہے مجھے اچھی طرح اندازہ ہے۔ بیٹا! اگر تم ایسا کچھ کر رہی ہو تو غلط کر رہی ہو۔ بیوی کی خوشی اسی میں ہوتی ہے کہ میاں اس سے راضی رہے۔" وہ اسے سمجھا رہی تھیں۔ وہ سر جھکائے ہوئے تھی۔

"مجھے ایسا لگتا ہے کہ تم اسے آج کل بھلائے ہوئے ہو، جب ہی اتنا تلخ ہو رہا تھا۔ مانتی ہوں بچے کا زیادہ پریشان رہتی ہو، لیکن بیٹا! اس کا وقت ہے وہ اسے دو۔"

"امی! میں وقت انہیں پورا دیتی ہوں۔" رک رک کر بولی۔

"مگر مجھے ایسا کیوں لگتا ہے کہ تم اور وہ ایک دوسرے سے خوش نہیں ہو؟ کتنی پرسکون زندگی گزر رہی تھی تم کی۔ اچانک ہی تم دونوں کو کیا ہو گیا ہے؟ بیٹا! تم دونوں ایک دوسرے سے خفا مت ہو۔ مجھ میں اب برداشت نہیں ہے۔ بہت دکھ جھیلے ہیں، اس لیے صرف میری خاطر تم دونوں ایک دوسرے سے دور مت ہو۔" وہ التجیہ بولتی شہرینہ کو شرمسار کر گئیں۔

"امی، امی! آپ خواہ مخواہ فکرمند ہو رہی ہیں۔ ان کی عادت کا آپ کو پتہ ہی ہے۔ شادی کے اول روز وہ ایسے ہیں۔ لیکن مجھ سے محبت بہت کرتے ہیں۔ میرے لیے اب ان کی محبت ہی سب کچھ ہے۔" اس نے امی دونوں ہاتھوں کو تھام کر یقین دلایا آنکھوں کے گوشے نمکین ہو گئے تھے۔

شہرینہ نے بڑی مشکل سے انہیں مطمئن کیا مگر دل پر اس کے بوجھ آن پڑا تھا جیسے بہت بڑا جھوٹ بولا ہو میں بے چینی زیادہ بڑھ گئی تھی۔ ایک دن بھی ایسا ہی گزرا دوسرے دن نائل نے ساری پیکنگ شہرینہ سے خود کروا اور وہ بری طرح تھک بھی گئی مگر اپنی تھکن نائل سے مخفی ہی رکھی۔ امی کے سامنے بھی بشاش سا ظاہر کرتا تھا۔

"کل صبح تو میں آفس نہیں جاؤں گا۔ اگر موڈ ہے تو آپی کے ہاں چلتے ہیں۔ شاہین آنٹی کی طبیعت بھی پو گے۔" نائل نے بڑے فریش سے موڈ کے ساتھ اسے مخاطب کیا جو کمرہ صاف کرنے کے بعد صوفے پر تھک کر بیٹھ تھی۔

"چلتے ہیں۔" وہ متفق ہوئی فوراً ہی الرٹ ہو کر کھڑی ہوئی۔ نائل کو حیرانگی بھی ہوئی اس نے آج اس کی کسی بات کی نفی نہیں کی تھی۔

"آج تم کچھ زیادہ ہی فرماں برداری دکھا رہی ہو۔" وہ چھیڑنے سے باز نہ آیا۔

"آپ کو خوش ہونا چاہیے آپ کا کہا مانتے جا رہی ہوں۔" وہ وارڈروب کی جانب بڑھ چکی تھی کپڑے بدلنے ضروری تھے، ورنہ حلیہ ایسا نہ تھا کہ وہ ایسی ہی چلی جائے۔

"پھر آج میرا پسندیدہ کلر بھی پہن لو۔" اس نے لیٹے لیٹے فرمائش بھی کر ڈالی۔

"کون سا پہنوں؟" دل پر جبر کر کے پوچھا۔

"واقعی میرے پسند کا سوٹ پہنو گی؟" وہ خوشی سے بولتا بیڈ سے اتر کر اس کے قریب چلا آیا۔ وہ وارڈروب اس کے ہینگر شدہ کپڑوں کو دیکھنے لگا۔

"ہاں یہ پہنو، یہ تم پر بہت سوٹ کرتا ہے۔" اس نے سی گرین کڑھائی کا کاٹن کا سوٹ شہرینہ کو تھمایا جو اس نے مارے باندھے ہی پکڑا۔

"جاتے جاتے تم میری ساری خواہشیں پوری کر دو، پتہ نہیں آنا نصیب بھی ہو یا نہیں۔" وہ افسردگی طاری کر

چڑانے کو بولا۔

"پلیز! آپ اس طرح کی تو باتیں نہ کریں۔"

"کیوں، میری موت سے ڈر لگتا ہے؟ اچھا ہے تمہیں تنگ تو نہیں کروں گا۔ صرف آج کا سارا دن مجھے دے دو تا کی نہ رہے۔"

"اگر آپ نے اسی طرح کی باتیں کرنی ہیں تو میں نہیں جا رہی اور نہ آپ کو جانے دوں گی۔" خفگی سے پُر لہجے بولی۔ چاہے وہ اس سے ناراض ہے، لیکن نائل کی ایسی ہولناک باتیں اس کا دل خراب کرنے لگیں۔

"میں تو کروں گا، اگر تم میرا خیال نہیں کرو گی۔" وہ بلیک میلنگ پر اتر آیا۔

"کر تو رہی ہوں آپ کا خیال۔ آپ کے پسند کردہ کپڑے بھی پہن رہی ہوں۔ اور کیا چاہتے ہیں؟" وہ روہانسی ہونے پر بیٹھ گئی۔ دل اس کا بے چین ہونے لگا تھا۔

"پھر واپسی پر رات کو ہم باہر ڈنر کریں گے، پھر ساری رات جاگیں گے بتاؤ منظور ہے؟" وہ معنی خیزی سے

"منظور ہے۔" کڑے ضبط سے اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"پھر ہری اپ! تیار ہو اور ارسل کو بھی کر لو، میں جب تک باہر سے ہو کر آتا ہوں۔" وہ شہرینہ کے شانے پر تھپکی کر باہر نکل گیا۔ شہرینہ پیچ و تاب کھا کر رہ گئی۔

"نائل حسن! تم نے مجھے ایسا درد دیا ہے جو میں کسی سے کہہ بھی نہیں سکتی۔ میرے سارے خواب، سارے ارمان لے ہی کسی کی جھولی میں ڈال چکے ہو۔ پھر میں تمہاری پابند کیوں ہو۔ یا صرف اس لیے کہ میں مشرقی اقدار کو نہ لوں، اپنے مذہب کو نہ بھولوں، میں ایک مسلمان ہوں اور ایسے گھرانے کی لڑکی ہوں جہاں میری قدر و عزت تمہاری وجہ سے ہو گی، صرف مجھے تمہاری خوشی کو مقدم رکھنا ہے، چاہے اس کے لیے میرا دل راضی ہو یا نہیں۔ رف تمہارے ارمانوں کو پورا کرنا ہے۔"

وہ تیار ہو کر اس کے ہمراہ ہی باہر آئی۔ امی نے بے اختیار ہو کر شہرینہ کو پیار کر لیا جس نے ان کے کہنے کا پاس رکھا جھینپی ہوئی تھی۔

"ابھی بجے ہیں چھ شام کے، ہم لوگ آپی سے مل کر آئیں، اس کے بعد اعزاز کے بھی چکر لگائیں گے۔ رات کا نا اچھے سے ہوٹل میں کھائیں گے۔ اس کے بعد کا پروگرام گھر جا کر ترتیب دیں گے۔" وہ بڑے شوخ سے لہجے بولتا گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔ شہرینہ خاموش سی بیٹھی تھی۔ ارسل مسلسل اسے تنگ بھی کیے جا رہا تھا۔

"اس کے بعد کا پروگرام تو میں تمہارا موڈ دیکھنے کے بعد ترتیب دوں گا۔" معنی خیز نگاہ ڈالی۔ شہرینہ اندر ہی اندر کر رہ گئی۔

"آج تو آپ اپنے ہی موڈ کی کر رہے ہیں۔"

"لیکن کچھ کام ایسے بھی ہوتے ہیں جو تمہارے موڈ کے بغیر نہیں ہو سکتے۔" وہ مسکرایا۔

"بہت پرواہ کی ہے نا میرے موڈ کی؟" طنز سے وہ باز نہ آئی۔

نائل نے ایک تیکھی نگاہ اس پر ڈالی جو اسے تپی ہوئی لگ رہی تھی۔ ارسل نے رونا شروع کر دیا تھا۔ اس سے النا مشکل ہوا۔ پورا راستہ پھر ارسل کی نظر ہو گیا۔ گھر پہنچتے ہی شہرینہ سیدھی چچی جان کے کمرے میں چلی گئی تھی۔ س نے سب کو اپنے جانے کا بتا دیا تھا۔

''کیا تھا شہرینہ کو اور ارسل کو بھی لے جاتے؟'' طائشہ نے کہا۔

''آپی! صرف ایک ہفتے کے لیے جا رہا ہوں۔ آفس میٹنگ ہے ساتھ کیسے لے جا سکتا ہوں؟'' اس نے کہا۔

''کیوں نائل بھائی! آپ کی پرسنل سیکرٹری تو جا رہی ہوگی؟'' عمر نے درمیان میں لقمہ دیا۔ شہرینہ نے چونک کر دیکھا جبکہ نائل جز بز سا ہو گیا۔

''پھوپھو! پچھلی بار بھی لڑائی اس نے کروائی تھی میری شہرینہ سے۔ اسے چپ کرا لیں۔'' وہ آمنہ سے شاکی انداز میں بولا۔

''عمر! سدھر جاؤ بہت فضول گویائی آگئی ہے۔''

''امی! میں تو بجو کو آگہی دے رہا ہوں، ان پر نظر رکھیں اور خبر بھی کہ سیکرٹری کیسی ہے۔ عمر کتنی ہے۔''

''دیکھا پھوپھو...... اسے......''

''عمر! کیا پتے کی بات بتائی ہے تم نے۔ یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں کہ سیکرٹری بھی ساتھ ہی جا رہی ہوگی۔'' شہرینہ نے عمر کی ذہانت کی داد دی تو وہ اور تفاخر سے بیٹھ گیا جبکہ سرمد اور بلال کا قہقہہ لگا تھا۔ طائشہ کو نائل کی حالت پر ہنسی آئی۔

''ظاہر ہے سیکرٹری تو جائے گی ہی، ساری رپورٹ اسے ہی تیار کرنی ہے۔'' اس نے بات بنانی شروع کی ساتھ ہی عمر پر غصہ آیا جو پھر شروع ہو گیا تھا۔

''بجو کو بھی ساتھ لے جا سکتے ہیں۔'' عمر کو شہرینہ کا خیال آئے جا رہا تھا۔

''تمہاری بجو میری بیوی ہے۔ سمجھے!'' وہ تنک گیا۔

''عمر! پٹنے کا ارادہ ہے؟'' آمنہ کی خشمگیں نگاہ اور وہ بھی خاصی کڑی اور غصیلی تھی۔ وہ پورا صوفے پر دراز ہی ہو گیا۔

''پھوپھو! یہ پٹے گا مجھ سے اور ایسا کہ نانی یاد آجائے گی۔''

''یعنی آپ کی دادی اماں؟'' بلال نے شوخی سے کہا۔

''نائل! تم واقعی اس لڑکے سے نہیں جیت سکتے۔'' سرمد نے بھی کہا، کیونکہ ان سے خود وہ ترکی بہ ترکی لڑ چکا تھا، حیرانگی سے دیکھتے ہی رہ گئے تھے۔

''آخر بھائی ہے کس کا؟'' نائل نے سامنے بیٹھی شہرینہ پر طنز کیا۔ وہ گھورنے لگی۔

''واقعی یہ آپ نے ٹھیک کہا۔ اپنی شہرینہ باجی کا بھی جواب نہیں ہے۔'' بلال نے اس کا طنز سمجھ لیا تھا۔

''ارے بچو! کیا باتیں کرو گے چلو آ کر چائے پی لو۔'' تائی امی نے لاؤنج میں آ کر ان سب کو ٹوکا تو وہ سب خاموش ہو گئے۔

''آنٹی! ہم صرف چائے پئیں گے کھائیں گے بالکل نہیں، کیونکہ ہمارا باہر ڈنر کرنے کا پروگرام ہے۔'' نائل نے اپنی بلیک پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے۔

''ارے بیٹا! میں تو سمجھی کہ تم شہرینہ کو چھوڑنے آئے ہو، جب تم ہانگ کانگ میں ہو گے یہ یہاں رہ لے گی۔'' حیرانگی سے بولیں۔ نائل بری طرح شرمندہ بھی ہوا جبکہ شہرینہ اکڑ کر کھڑی ہو گئی تاکہ نائل کا پروگرام خراب ہی جائے۔

''وہ اصل میں آنٹی! امی کا مسئلہ ہے۔'' وہ منمنایا۔ سرمد کو اور طائشہ کو ہنسی آ رہی تھی نائل کی حواس باختہ سی صورت

[...]ینہ کو تم ادھر چھوڑ دو، بھابھی کو تم چھوڑ جانا، وہ بھی یہیں رہ لیں گی۔'' انہوں نے کہا۔ نائل اپنے بالوں میں [...]نے لگا۔ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کہے۔ وہ منتظر ہی رہا کہ شہرینہ بھی بولے مگر وہ ایسی بن گئی جیسے کچھ سنا ہی نہ ہو۔

[...]آنٹی......''

[...]ے بیٹا! اتنا تکلف کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اس بہانے شہرینہ اور بھابھی یہیں رہ لیں گی۔ تم بھی [...]ے اپنے وزٹ سے واپس آجانا۔'' انوار احمد نے بھی سنا تو وہ بھی بولے۔ وہ سب ڈائننگ ہال میں چلے [...] نائل پریشان سا کھڑا ہی رہا۔

[...]لو، کیا اٹک گئے؟'' طائشہ نے اس کی بازو پر چٹکی لی۔

[...]پی! کیا آپ کے گھر والے میرے پیچھے لگ گئے ہیں؟ کیسے میں شہرینہ کو یہاں چھوڑ دوں؟ صرف آج کا [...]ادن ملا ہے مجھے، کچھ وقت تو گزار لوں میں۔'' اس سے سرگوشی میں برہم ہوتے ہوئے بولا۔

[...]ا تم اتنا پریشان کیوں ہو رہے ہو؟'' سرمد مسکرائے۔ نائل ان کے بولنے پر جھینپ سا گیا۔ ان کا وہ لحاظ کرتا [...] اگر موڈ میں ہوتا تو چھیڑ بھی دیتا تھا۔

[...]رمد بھائی! وہ......''

[...]ری نائل! پتہ ہے مجھے، کچھ مت بولو۔'' اس کے شانے پر ہاتھ رکھا۔

[...]لیز آپی! شہرینہ سے مت کہہ دیجئے گا رکنے کو۔ وہ تو ویسے ہی بہانے تلاش کرتی ہے۔''

[...]ل! سب کی بیویاں بہانے تلاش کرتی ہیں۔ تمہاری بہن بھی کچھ ایسی ہی ہے۔''

[...]ی نہیں، کون سا آپ مجھے چھوڑ ہی دیتے ہیں۔ پچھلے ہفتے بھی صرف آپ کی وجہ سے واپس آنا پڑا۔'' طائشہ تو [...]لی۔ سرمد اور نائل مسکرا دیئے۔

[...]پ مردوں کا بس چلے تا اپنی بیوی کو پیک کر کے وارڈروب میں رکھ جائیں۔ شام کو جب واپس آئیں آفس [...]الیں۔ بیوی نہ ہوئی آکسیجن ہو گئی۔''

[...]اقعی نائل! میرا تو ایسا ہی دل چاہتا ہے۔'' سرمد ترنگ میں آ گئے۔ طائشہ انہیں گھورنے لگی شرمندگی الگ ہوئی [...]بولنے پر۔

[...]تنی دیر سے ہم ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھے ہیں۔ بے چارے سموسے مسلسل مجھے گھور رہے ہیں کہ وہ میرے منہ میں [...]ئیں گے۔'' عمر نے بے زاری سے کہا۔ تینوں ہی ہنس پڑے۔ خوشگوار ماحول میں چائے سے لطف لیا گیا تھا [...]نے جلدی اجازت طلب کر لی، کیونکہ نہیں پر ہی آٹھ بج گئے تھے اعزاز سے بھی ملنے جانا تھا مگر اتفاق سے [...]ر صدف بھی چلے آئے تھے۔

[...]بھی ابھی تمہارے گھر جا رہے تھے ہم۔'' نائل اعزاز سے گویا ہوا۔

[...]و تو ابھی ابھی ان کا پروگرام بنا تھا آنے کا، حالانکہ گھر میں مہمان موجود ہیں میں آنا نہیں چاہ رہی تھی۔''

[...]نے اپنا گلابی آنچل سلیقے سے پھیلا کر اوڑھا۔

[...]جلدی آ گیا تھا آج آفس سے۔'' اعزاز نے بتایا۔

[...]کیا بات ہے، بڑی لشکارے مار رہی ہو تم؟'' صدف نے شہرینہ کو معنی خیزی سے چھیڑا جو پیرٹ گرین سوٹ پر [...]وغیرہ بھی لگائی ہوئی تھی خاصی خوبصورت لگ رہی تھی۔

"اصل میں نائل بھائی جا رہے ہیں۔" عمر پھر چھیڑنے سے باز نہ آیا۔

"کبھی مت سدھرنا۔" نائل نے کشن اٹھا کر اس کے منہ پر مارا۔

"یہ ڈاکٹر بھی بن گیا نا، جب بھی ایسے ہی رہے گا۔" بلال نے عمر کے ہاتھ سے کشن لیا۔

"کیا مطلب ہے آپ لوگوں کا؟" وہ ایک دم ہی سنجیدہ ہو گیا۔

"مطلب یہ ہے کہ ڈاکٹر بننے کے بعد بندہ ذرا ڈفرنٹ ہو جاتا ہے۔" اعزاز بھی عمر کو چھیڑنے لگا جو اسی کی طر
متوجہ تھا۔

"مثلاً ایسا ہو جاتا ہے کہ آنکھوں پر عینک سمجھدار سا۔"

"بس رہنے دیں۔ آپ کے گھر میں بھی ایک آدھا ڈاکٹر موجود ہے وہ بھی خوب ہیں۔" اس نے اعز
لاجواب کیا۔

"ہمارے گھر کے ڈاکٹر کی تو تم بات ہی نہ کرو، آج کل بھنایا ہوا رہتا ہے۔"

"خیریت؟" اس نے سوالیہ نگاہ پھر اعزاز پر ڈالی۔

"کچھ نہیں عمر! خیریت ہی ہے۔" صدف نے بات ہی کاٹ دی، کیونکہ امبر اور فراز کا ذکر کرنا اسے اچھا نہیں لگ
شہرینہ اور صدف دوبارہ چچی جان کے کمرے میں چلی گئی تھیں۔ زبردستی رات کے کھانے پر ان لوگوں کو رو
تھا۔ نائل نے بہت منع کیا تھا لیکن اعزاز نے بھی اٹھنے نہ دیا۔ وہ خوب اعزاز کو صلواتیں سناتا رہا۔

"یار! میرا سارا پروگرام خراب ہو گیا۔" نائل کو افسوس ہوا۔

"واپس وزٹ سے آ کر پروگرام درست کر لینا۔" اعزاز مسکرایا۔

"اتنی دیر ہو گئی ہے مگر اسے کوئی پرواہ ہی نہیں ہے۔" تلملا رہا تھا۔ اعزاز مزے لے رہا تھا۔

"تمہیں جلدی کیا ہے؟ بیٹھو آرام سے، جانا تو کل ہے نا؟"

"مگر یار! تم بھی نا عجیب گھامڑ ہو۔ شادی ہوئی مگر عقل لگتا ہے ابھی تک ٹخنوں میں ہی ہے۔" وہ کلس کر بولا

"کل کا دن بھی ہے۔" پھر سلگایا۔

"کل رات تو نہ ہو گی۔" تپ کر کھڑا ہو گیا اور سختی سے پھر شہرینہ کو چلنے کو کہا۔ وہ منہ بناتی کھڑی ہو گئی تھی۔ اب
چکا تھا۔

"اگر فرصت مل جائے تو کل گھر چکر لگا لینا۔" اعزاز کو ہدایت دی۔

"او کے باس!" سر کو خم تسلیم دیا۔ پھر وہ سب سے اجازت لے کر رخصت ہو گئے تھے۔ اعزاز کو بھی الج
لیکن صدف اس کے اشارے کی منتظر تھی کہ شاید رکنے کو کہہ دے، کیونکہ انہی کی وجہ سے منہ سے کچھ نہ بولی۔

"صدف! تم ہی کچھ دنوں کے لیے رک جاؤ۔" فارحہ نے کہا۔ وہ رک کر اعزاز کی شکل دیکھنے لگی جو بات ن

"فارحہ بھابھی! پھر آ جاؤں گی۔ گھر میں ابھی مہمان ہیں نا۔" وہ بات بنانے لگی مگر اعزاز لاتعلق سا بیٹھا
اس نے سنا ہی نہ ہو۔

"اب ایسی بھی تمہاری کیا شادی ہوئی ہے کہ گھر والوں کو ہی بھلا دیا۔" خفگی سے بولی۔

"ایسی بات نہیں ہے۔" اس سے تو جواب بھی نہیں بن رہا تھا۔

"تمہارا موڈ ہے تو رک جاؤ۔" اعزاز رکھائی سے کہتا باہر نکل گیا۔ طائشہ اور امی نے اس کا رویہ نوٹ کر لیا
انہیں ہی بولنا پڑا۔

دف! تم میاں اور ساس کی رضامندی سے آنا۔ ہم نہیں چاہتے کہ ہماری بیٹی کو باتیں سننی پڑیں۔"

ی تو کوئی بات نہیں ہے تائی امی!" وہ خجل ہو گئی۔

زاز کو بھی میں نے دیکھ لیا ہے نائل سے کم نہیں ہے اکڑ میں۔" وہ باہر دیکھتے ہوئے بولیں۔ صدف سر جھکا کر
ل تو چاہ رہا تھا کہ یہیں رہے پھر مڑ کر بھی وہاں نہ جائے، جہاں صرف سے طنز بھری باتیں ہی سننی پڑتی ہیں، مگر
ہ پردہ رکھ رہی تھی تا کہ انہیں کچھ معلوم نہ ہو۔

● ● ●

نے وہاں پورا میرا وقت برباد کیا ہے۔" وہ اس پر برہم ہو رہا تھا۔

یں کیا کرتی صدف اٹھنے نہیں دے رہی تھی۔"

طریقے سے بھی بہانے بنا کر اٹھا جا سکتا ہے۔" چینج کر کے وہ آ چکا تھا جبکہ وہ ارسل کی ابھی چینج کر رہی تھی جو
سا کر اٹھ گیا تھا۔

ہانے ہی تو بنا رہی تھی۔" وہ بھی چیخ کر بولی۔

اچھا، بس کرو بحث، جلدی سے اسے چینج کرو۔" بیڈ پر لیٹ چکا تھا۔

اونہہ! اب موصوف کے نخرے بھی برداشت کرنے ہوں گے۔" بڑبڑاتی ہوئی ارسل کو چینج کر کر سلانے کی
رنے لگی۔ دو تو بج ہی گئے تھے دن بھر کی تھکن پھر جانے کی تھکن دل چاہ رہا تھا کہ جلدی سے سو جائے۔

نے ہے پورے آٹھ دن بعد آؤں گا۔" اس نے جتایا۔

تہ ہے مجھے۔" جل گئی۔

تنی دیر اور لگے گی؟"

یکھیے، میں پہلے ہی تھکی ہوئی ہوں دن بھر کی، اوپر سے آپ کے بیٹے کی وجہ سے، سو نہیں رہا ہے۔" روہانسی ہو گئی۔

فیڈر کرا دو۔"

آپ ہی کا بیٹا ہے۔ ضدی موڈ نہیں ہو گا تو مجال ہے کچھ کھا پی لے۔"

ہاں مجھ پر ڈال دو۔ تم کیا ہو؟" جھٹکے سے اٹھ بیٹھا۔

خوامخواہ میں لڑائی ہو جائے گی۔" وہ پشت پھیرے بیٹھی تھی۔

لڑائی تم نکالتی ہو۔"

آپ نکالتے ہیں۔" ترکی بہ ترکی بولی۔

فضول تم بنتی ہو یا میں؟ فضول میں مجھ سے ناراض کون ہے؟"

سب آپ کی وجہ سے ہے۔"

شٹ اپ!" وہ دھاڑا۔

ارسل تو اس کی دھاڑ سے چیخ کر رو ہی پڑا۔ شہرینہ گھبرا ہی گئی۔ پہلے ہی وہ سنبھل نہیں رہا تھا اوپر سے مستزاد نائل
نے مزید کام خراب کیا۔

کیا مصیبت ہے؟" اس نے بھی ارسل کے ایک جڑ دیا۔ اس نے خوب چیخ و پکار مچا دی۔

کیا پاگل پن ہے؟ اسے کیوں مار رہی ہو؟" نائل سے برداشت نہ ہوا۔

♦ ♦ ♦

"کتنا رو رہا ہے، تنگ کر رہا ہے۔ کمر درد کرنے لگی ہے میری۔" ارسل کو چھوڑ کر وہ منہ پھلا کر صوفے پر بیٹھ
وہ بچہ رو رو کر ہلکان ہو رہا تھا۔ نائل نے جھٹ اپنے لخت جگر کو سینے سے لگا لیا جو سسکیاں لے رہا تھا۔

"بچہ ہی ہے یہ کوئی بڑا نہیں ہے۔"

"پتہ ہے مجھے بھی۔ دیکھتے نہیں ہیں تنگ کتنا کرتا ہے۔"

"اگر تنگ کرے گا تو تم مارو گی؟"

"ہاں ماروں گی۔" ضدی بن گئی۔

"تمہیں جان سے نہ مار دوں گا۔ خبردار! جو تم نے اسے ہاتھ بھی لگایا تو۔" وہ اسے وارن کرنے لگا۔

ساری جھنجلاہٹ تو اسے نائل کے جانے کی تھی، جس کے ساتھ ایک عدد سیکرٹری بھی ہوگی اس وقت سے بے
اور بے کل تھی۔ اپنی اس کیفیت سے خود پریشان ہو گئی تھی۔ صوفے پر لیٹ کر وہ روتی رہی تھی۔ نائل ارسل کو
کمرے سے چلا گیا۔ پھر اسے خبر نہ ہوئی اس کی آنکھ ہی لگ گئی۔

دوسرے دن نائل کا موڈ آف رہا۔ ارسل کو خوب بھینچ کر پیار کیا جو نائل نے حیرانگی سے دیکھا بھی تھا۔ جب
جانے کا وقت قریب آ رہا تھا شہرینہ کی بے چینی بڑھتی جا رہی تھی۔

"میں فون کرتا رہوں گا، اور ہاں اپنا سیل فون چارج ہی رکھنا کبھی آف کر کے رکھ دو۔" تیار ہونے کے ساتھ
جاری کرتا جا رہا تھا۔

"اگر ارسل کو تم نے مارا بھی تو اچھا نہیں ہوگا۔"

"کیوں صرف آپ کا بیٹا ہے میرا نہیں ہے؟" تپ کر گویا ہوئی۔

"لگتا تو مجھے ایسے ہے کہ یہ تمہاری سوتن کا ہے جسے مارتی ہو۔"

"کیوں، سوتن پہلے سے رکھی ہوئی ہے یا تھی جس کے بچے بھی ہیں؟" پھر گہرا طنز کر کے وار کیا۔

"شہرینہ، شٹ اپ!" وہ چیخا۔

"کیوں، سچ برا لگا؟"

"سچ نہیں تمہاری بکواس ناقابل برداشت ہے۔"

"میں بھی تو برداشت کرتی ہوں۔" بیڈ پر بیٹھی ہوئی اس نے نک سک سے تیار ہوتا دیکھ رہی تھی جو بلیک
اس پر لائٹ لیمن کلر کی شرٹ میں ڈیشنگ لگ رہا تھا۔

"کیا برداشت کرتی ہو؟ میں تم پر ظلم کر رہا ہوں میری توجہ میں کمی دیکھی ہے؟" وہ تلملا ہی گیا۔

"توجہ دینا مجبوری ہے، بلکہ آپ کی طلب میں آتا ہے۔"

"دیکھو، جاتے وقت میرا دماغ مت گھماؤ۔" وہ بیگ اٹھا کر باہر نکلا۔ وہ ہڑبڑا کر رہ گئی۔ اگر امی بھی
جب بھی اچھا نہ ہوگا۔

جاتے وقت امی نے خوب دعائیں دیں۔ طائشہ کا فون آ گیا تھا۔ ارسل کو خوب پیار کیا اس سر پھری لڑ

بھرنگاہ ڈالی جو اس کی آتی جاتی سانسوں کی ڈور تھی جو اس کی زندگی تھی۔

"ساری خرافات دماغ سے نکال دینا۔ یاد رکھنا میں صرف تمہارا ہوں۔ دنیا کی کتنی ہی حسین لڑکیاں میرے سامنے آ جائیں، وہ سب میرے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتی ہیں۔ میری پہلی اور آخری محبت و پیار تم ہو، کیونکہ نائل جب نفرت شدت سے کر سکتا ہے تو محبت کی شدت اس سے زیادہ ہے۔ یہ تم میری آنکھوں میں دیکھتی ہی ہو۔"

"اونہہ، محبت!" تمسخر اڑایا۔

"آئی لو یو شہرینہ!" اس نے تنہائی ملتے ہی اپنا استحقاق استعمال کیا تھا۔ وہ تو گنگ رہ گئی اس کی ایسی وارفتگی اور دیوانہ پن پر جو اسے محبت سے چور نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

"مجھے یہ لمس تو محسوس ہوتا رہے گا کہ میں نے تمہیں چھوا تھا۔" سرگوشی میں بولتا پورچ میں آیا۔ آفس سے گاڑی لینے آ گئی تھی۔ امی بھی ارسل کو لے کر آ گئی تھیں۔ وہ خدا حافظ کہتا گاڑی میں بیٹھ گیا۔ شہرینہ کی آنکھیں جھلملانے لگی تھیں۔ محبت کا احساس دے کر گیا تھا لیکن وہ اسے مان نہیں رہی تھی۔

اندر سے دن بہ دن ٹوٹتی بکھرتی جا رہی تھی نا جانے کیوں نائل کی محبت صرف ایک سمجھوتہ لگتی۔ واپس وہ مڑ کر نہیں کسی کو اپنی آس پر چھوڑ کر آیا ہے اور یہاں اس نے اپنی دنیا بسا لی۔ ایک انجانی لڑکی محبت کی حصے دار بن گئی تھی۔

● ● ●

"ارے بیٹا! بہت دنوں بعد آئی ہو۔" فاخرہ بیگم نے اسے دیکھا تو بے اختیار پیار سے اس کا ماتھا چوم لیا۔ وہ ان کی محبت پر جھینپ سی گئی۔

"آنٹی! ڈیڈی بزنس ٹور پر گئے ہوئے تھے، اس لیے آ نہ سکی۔" جویریہ نے شرمندہ ہوتے ہوئے بتایا۔

"مجھے تو تم بھی کچھ کمزور سی لگ رہی ہو۔" انہوں نے اس کا جائزہ لیا جو حسب معمول بلیک ٹراؤزر پر پنک ڈھیلی شرٹ میں خاصی دھان پان سی ہی لگ رہی تھی۔

"کچھ بیمار پڑ گئی تھی۔"

"جویریہ! خیال رکھا کرو تم اپنا۔" آمنہ نے اسے کولڈ ڈرنک کا گلاس تھمایا جو وہ تکلف سے لینے لگی تھی۔

"مس! آپ کو معلوم ہی ہے اکیلی ہوتی ہوں۔ ڈیڈی کی الگ فکر رہتی ہے۔ ان کی بھی طبیعت خراب رہتی ہے۔ اپنا خیال نہیں رکھتے ہیں۔ بس بزنس بزنس اسی میں مصروف رہتے ہیں۔" اس نے افسردگی سے بتایا۔ فاخرہ بیگم غور اسے ہی دیکھ رہی تھیں۔ انہیں وہ شروع سے ہی اچھی لگی تھی۔

"توقیر صاحب کو تمہاری فکر رہتی ہوگی نا کہ جلدی تمہارے فرض سے ادا ہو جائیں۔" فاخرہ بیگم مسکرا کر بولیں۔ جویریہ نے گھبرا کر پہلو بدلا۔

"ارے بیٹا! لو کھاؤ نا۔" آمنہ نے چپس کی پلیٹ آگے کی۔

"بس، تھینک یو مس! میں نے کھا لیا۔" وہ جھجکتی ہوئی بیٹھی تھی مگر دل بھی دھڑک رہا تھا کہ بلال سے اس کا سامنا نہ ہو جائے۔ جلدی ہی وہ جانا بھی چاہتی تھی ورنہ تلخ رویہ نہ دیکھ لے اس کا جو بلال سے برت رہی ہے۔

"رات کے کھانے سے پہلے تو تم بالکل بھی نہیں جاؤ گی۔"

"نہیں آنٹی! کھانے پر نہیں رک سکتی۔ ڈیڈی کو کسی پارٹی میں جانا ہے۔" اس نے فاخرہ بیگم سے عذر تراشا۔

"گھر میں اکیلی کیا کرو گی؟ گھر فون کر دو۔ ویسے کافی دنوں بعد آئی ہو۔" آمنہ نے بھی ضد کی۔ وہ بری طرح گھبرا گئی، کیونکہ دونوں خواتین بڑی تھیں ان کا حکم ماننا اس پر فرض بھی تھا۔

"امی! پاپا کا فون ہے۔" عمر نے ڈائننگ روم میں ہانک لگائی سامنے ہی جویریہ کو بھی دیکھا تو حیران رہ گیا۔

"اچھا میں ابھی آتی ہوں۔" آمنہ فون سننے اٹھ گئی تھیں۔ عمر نے بلال کے کمرے میں دوڑ لگا دی۔

"بلال بھائی، بلال بھائی!" آندھی طوفان کی طرح اندر آیا تھا۔ بلال شیو کرتا اچھل ہی پڑا کٹ ہلکا سا لگ گیا۔

"یار! کیا وحشت ہے آرام سے نہیں پکار سکتے تھے؟ لے کر کٹ لگوا دیا۔" باتھ روم میں وہ کھڑا تھا۔ بلیک ٹراؤزر اس پر بنیان اور گلے میں تولیہ پڑا تھا بھنایا ہوا باہر آیا۔

"دیکھو، خون نکلنا شروع ہو گیا۔" دراز سے ڈیٹول کی شیشی نکالی، روئی پر لگایا۔

"اب میں نے چیز ہی ایسی دیکھی ہے تو اس لیے آندھی طوفان کی طرح آیا ہوں۔ مجھے کیا پتہ تھا آپ بیٹھے شیو کر رہے ہوں گے۔" دھڑ سے بیڈ پر بیٹھا۔

بلال کے ٹھوڑی کے نیچے کٹ لگا تھا۔ اس پر روئی لگانے خون روکنے کی کوشش کرنے لگا مگر خون تیزی سے نکل رہا تھا۔

"کیا شام کو شیو کرنا معیوب ہے؟" آئینہ میں اس کا عکس دیکھا۔

"آپ زیادہ تر صبح میں کرتے ہیں نا۔" وہ اس کے قریب چلا آیا۔

"اچھا، خبر تو سن لیں۔"

"ہو گی الٹی سیدھی ہی تمہاری طرح خبر۔" روئی کو کمرے میں رکھی ڈسٹ بین میں پھینکا۔ وارڈ روب کھول کر کپڑے سلیکٹ کرنے لگا۔ اعظم کی طرف اسے جانا تھا رزلٹ کا پتہ کرنا تھا جو آج کل میں آنے والا تھا۔

"یہ جو آپ کا منہ غصے سے پھول گیا ہے، فوراً خوشی سے کھلکھلا پڑے گا۔"

"یار! اس وقت خاموش ہو جاؤ کپڑے سمجھ نہیں آ رہے۔" بڑی مشکل سے کپڑے پسند کیے۔ بلیو جینز اور وائٹ ٹی شرٹ جس کے فرنٹ پر کچھ بنا ہوا تھا۔

"آپی کچھ کام تو نہیں کر رہی ہیں؟ استری کروانی ہے۔" کپڑے اٹھا کر باہر جانے لگا۔

"بلال بھائی! میری سن تو لیں کون آیا ہے۔" اس نے پکارا۔

"یار! اس وقت نا مجھے تم پر غصہ آ رہا ہے۔ خون نکلے جا رہا ہے۔" وہ جھنجھلاتا ہوا باہر نکلا۔ کوریڈور سے گزرتا میں آیا۔

"امی! آپی کہاں ہیں؟" اس نے بے زاری سے پوچھا۔

"یہ خون کیسے نکل رہا ہے؟" فاخرہ بیگم نے جیسے ہی اس کا خون بہتے دیکھا تو گھبرا گئیں۔

"شیو کرتے وقت کٹ لگ گیا۔"

"کیسے کر رہے تھے؟ دیکھو کتنا خون نکل رہا ہے۔" انہوں نے اسے زبردستی کاؤچ پر بٹھایا چہرہ تھام کر لگیں۔ فوراً اپنا دوپٹہ رکھ دیا وہ جھنجھلایا ہوا تھا۔

"آپی سے مجھے کپڑے استری کروانے ہیں۔" وہ پھر بولا۔

"آؤ جویریہ! تم ادھر بیٹھو، میں فاخرہ کو بلاتی ہوں۔"

بلال نے لمحوں میں ڈائننگ روم کی جانب دیکھا۔ وہ آمنہ کے ساتھ لاؤنج میں آ رہی تھی۔ دونوں کی نگاہ کا تصادم ہوا۔ نخوت سے جویریہ نے نگاہ پھیر لی۔

"بلال! کیا ہوا بیٹا؟" آمنہ نے دیکھا تو وہ بھی پوچھے بنا نہ رہ سکیں۔

عمر کی وجہ سے ہوا ہے۔ اتنی بکواس کرتا ہے شیو کرتے وقت کٹ لگ گیا۔"

چھی ہوئی صوفے پر بیٹھ چکی تھی۔ جبکہ بلال کاؤچ پر تھا۔ اس وقت جان بوجھ کر اس کی موجودگی اگنور چھی ہوئی بیٹھی تھی۔

خبر دینے گیا تھا۔" عمر وہیں چلا آیا۔

بری سمجھ اب آئی تھی اسے گھورنے لگا۔ وہ بھی کاؤچ پر ہی بیٹھ گیا۔ آمنہ برف لے آئی تھیں تا کہ خون تو

ٹینس کا انجکشن لگا لو جا کر۔"

ہلکا سا ہے۔ چھوڑیے بھی، آپ دونوں تو پریشان ہی ہو گئی ہیں۔

میں اب چلوں گی۔" جویریہ نے آمنہ کو مخاطب کیا۔

نہیں لڑکی! بڑوں کا کہنا مانا کرتے ہیں۔ فون کر دو ڈیڈی کو اپنے۔"

آنٹی! خوشحال بابا کو میں نے سات بجے کا ٹائم دیا تھا۔ وہ آ جائیں گے۔"

کر دیں گے ہم۔ اب کچھ نہیں بولو گی تم!" آمنہ نے ڈپٹ کر کہا۔ وہ لب بھینچ کر رہ گئی۔ بلال کو اس وقت کا جھونکا ہی لگ رہی تھی۔ آنکھوں کی وہ ٹھنڈک تھی، دل کا سرور تھی۔ اور اس وقت یہاں اس کے گھر کے سامنے...... کئی لمحے بے یقینی کی کیفیت میں ہی رہا۔

بھائی! آپ کو اعظم بھائی کے گھر جانا تھا۔" عمر نے اس کی پشت پر ہاتھ پھیر کر یاد دلایا۔ واقعی اب تو ل نہیں چاہ رہا تھا۔

رنی جاؤں نہ جاؤں۔" وہ اس کو گھورتا ہوا چلا گیا۔

نے شکر کا سانس بھرا، کیونکہ بلال کی معنی خیز نگاہوں سے اس کے تو پسینے چھوٹ جاتے تھے مگر خود کو اس کے ظاہر کرتی تھی۔ اکڑی اکڑی، تنی تنی رہتی تھی۔

وہ باتوں میں لگی ہوئی تھی طائشہ بھی آ کر بیٹھ جاتی تھی مگر کچن بھی دیکھنا ہوتا تھا پھر یہ وقت سرمد کا بھی زیادہ اس کے پاس نہ بیٹھ پائی تھی۔

نہیں گیا تھا مگر اس کے سامنے بھی نہ آیا تھا۔ اگر سب کو شک ہو گیا تو اچھی بات نہ تھی۔ اپنے کمرے پھر انس کو لے کر لان میں جانے لگا تو طائشہ نے روک لیا۔

لڑکی پرابلم تو نہیں ہے؟"

دیکھیے کتنی بڑی مجھے بینڈ ایج کروانی پڑی ہے۔ باہر نکلتے ہوئے پرابلم ہو رہی ہے۔" کھسیا کر بولا۔

کہ جویریہ کی وجہ سے پرابلم ہے۔"

مجھے کیا پرابلم ہو گی؟ بے وقوف سی لڑکی تو ہے۔" اس نے نگاہ چراتے ہوئے باہر گلاس وال سے لان کا

بے وقوف لڑکی سے پرابلم نہیں ہوتی؟"

ابھی! مجھے کیا پڑی ہے اس کی؟" وہ تیزی سے بات کاٹ کر جانے لگا۔ طائشہ کو زوردار ہنسی آ گئی تھی کا گئی۔ کافی دیر تک وہ اور عمر لان میں انس کے ساتھ کھیلتے رہے تھے۔ کھانا لگا تو فارحہ نے اسے بلا لیا جان بھی آ گئے تھے۔ کھانے کے بعد جویریہ نے پھر اجازت چاہی۔ آمنہ نے زبردستی بلال کو کہہ دیا

کہا سے چھوڑ آئے۔

''مس! خوشحال بابا آ جائیں گے۔'' بلال کے نام پر ہی گھبراہٹ ہونے لگی تھی۔ بلال مؤدب بن کر بڑا
نکل چکا تھا۔ اس کے تو دل کی کلی کھل گئی تھی۔

''خوشحال بابا کو کہاں تکلیف دے کر بلاؤ گی، چلی جاؤ بلال کے ساتھ۔'' انہوں نے اس کے شانے پر تھپکا

''لیکن مس!''

''ہمارے بلال بھائی نہایت شریف ہیں۔ وہ لڑکیوں کو آنکھ اٹھا کر تک نہیں دیکھتے۔ حالانکہ یونیورسٹی
لڑکیاں ہیں۔ سب انہیں منہ اٹھا کر دیکھتی ہیں۔ وہ لمبے ہی اتنے ہیں۔'' عمر نے لمبی ہانکی۔ سب کو ہنسی آ گئی
خجل سی ہو گئی۔

''یہ بات نہیں ہے......''

''کچھ بھی بات ہو، لیکن بلال بھائی کی گارنٹی دیتا ہوں۔''

''عمر! کیا بکواس ہے؟'' آمنہ نے اس کے دھپ لگائی۔ وہ زبان دانتوں تلے داب کر رہ گیا۔
بولتا نان اسٹاپ بولتا۔

''گاڑی کے ہارن کی آواز آنے لگی تو جویریہ نے پھر سب سے اجازت چاہی وہ گھبراتی کھلے فرنٹ
فرنٹ سیٹ پر بیٹھ چکی تھی۔

''امی! میں اعظم کی طرف بھی جاؤں گا دیر ہو جائے گی۔'' فاخرہ بیگم سے کہا۔

''جلدی آنا، ورنہ تمہارے ابو ناراض ہوں گے۔''

وہ سر ہلاتا گاڑی اسٹارٹ کر کے گیٹ سے نکل آیا۔ جویریہ دھڑکتے دل کے ساتھ بیٹھی تھی۔ اور سائنہ
کب بلال کی بے سروپا باتیں شروع ہوتی ہیں۔

''آپ کیا سمجھتی ہیں میں آپ کو آپ کے گھر چھوڑ دوں گا؟'' مسکراتے ہوئے ایک دل نشین نگاہ
جویریہ پر ڈالی۔

''کک...... کیا مطلب ہے؟'' رک رک کر بولی۔ دوڑتی بھاگتی گاڑیوں سے نگاہ ہٹالی تھی۔ گیارہ
پھر بھی سڑکوں پر رونق تھی۔

''مطلب صاف ہے۔ کچھ وقت میں آپ کے ساتھ گزاروں گا۔''

''کیا بکواس ہے؟'' وہ دھاڑی۔

''ارے کچھ وقت کا مقصد ہے، بس آپ کے ساتھ سمندر کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا میں گھومنا چاہتا ہوں
کی۔

''سنیے بلال صاحب! میں پہلے بھی آپ کو کہہ چکی ہوں، آپ میرے پیچھے وقت برباد کر رہے ہیں۔

''وقت برباد میں نہیں آپ کر رہی ہیں۔'' برہم لہجے میں کہتے ہوئے اس نے گاڑی ایک سنسان
دی۔

''زندگی خوبصورت ہے۔ اسے انجوائے کریں جویریہ! مت خود پر پہرے بٹھائیے۔ آپ ساری زندگی
رہ سکتی ہیں۔ ایک ساتھ کی ضرورت پڑتی ہے۔''

''میری زندگی ہے۔ میری مرضی کیسے بھی گزاروں۔ تنہا گزاروں یا ڈیڈی کے ساتھ۔ آپ کون

ن کرتے ہیں؟'' وہ روہانسی ہو گئی۔

''پریشان تو آپ کر رہی ہیں مجھے۔ سچی محبت کرتا ہوں میں آپ سے۔''

''بس کریں۔ آپ کا یہ سبق مجھے ازبر ہے۔ پلیز! گاڑی چلائیے ڈیڈی ویٹ کر رہے ہوں گے۔'' اس نے بلال
ک کر باہر دیکھا۔

''کتنی ظالم ہیں آپ!''

''بس کریں۔'' وہ چیخ ہی پڑی۔

''اگر میں چاہوں نا تو ساری رات میں ادھر ہی گاڑی کھڑی کر کے گزار سکتا ہوں۔'' اس نے دھمکی دی۔

''آپ گزاریئے، مجھے تو گھر جانا ہے۔'' اپنے بیگ سے موبائل نکالا تا کہ گھر فون کر کے خوشحال بابا کو ہی بلا لے
ل سے جان چھوٹے جو اس کی طبیعت پر گراں گزر رہا تھا۔

''کسے فون کر رہی ہیں؟'' بلال حیران ہوا۔

''گھر۔'' نخوت سے جواب دیا۔

''ادھر دیں مجھے اپنا موبائل۔'' بلال نے اس کے ہاتھ سے موبائل جھپٹ لیا۔ جویریہ اچانک افتاد سے بوکھلا ہی
حشت سے آنکھیں پھیلائیں۔

''ایک تم اتنی مشکل سے مجھے تم ایسے ملی ہو اور وہ بھی میرے رحم کرم پر۔'' معنی خیزی سے مسکرایا۔ جویرہ کا تو
ل کے مارے برا حال تھا۔ دانت پیسنے لگی گھور بھی رہی تھی۔

''مجھے کیا سمجھتے ہیں، میں آپ سے ڈر جاؤں گی؟''

''ڈر تو خیر جاتی ہیں۔ اس وقت بھی ڈر رہی ہیں۔''

''خوش فہمی ہے آپ کی۔'' سلگتی ہوئی نگاہ اٹھائی۔

''دیکھیے جویریہ! اتنی ضد اچھی نہیں ہوتی ہے۔ شکر کریں اتنی محبت کرنے والا شخص ملا ہے۔ ساری زندگی آپ کو
محبت دوں گا۔ آپ اپنے ڈیڈی تک کو بھول جائیں گی۔''

''لیکن میں ڈیڈی کی محبت کے آگے آپ کو بھول گئی ہوں۔'' لہجے میں سختی اور قطعیت تھی۔

''بھول تو نہیں سکتی ہیں۔ پورا چھ فٹا ہوں۔'' اکڑ کر بیٹھا۔

''پلیز! مجھے گھر چھوڑ دیں۔'' وہ ملتجی ہو گئی، کیونکہ بلال کی ایسی گفتگو سے اسے اب گھبراہٹ ہونے لگی تھی۔

''چھوڑ دوں گا لیکن ایک شرط ہے۔''

''میں آپ کی کوئی شرط نہیں مانوں گی۔'' اس کی بلیک میلنگ پر وہ بھنا ہی گئی۔

''پھر چاہے ساری رات گزر جائے، میں یہیں گاڑی میں گزار دوں گا اور آپ کو بھی نہیں اترنے دوں گا۔''

''زبردستی ہے؟'' وہ ڈور کھولنے لگی مگر سرعت کی تیزی سے بلال نے آگے بڑھ کر جویریہ کا ہاتھ پکڑ لیا۔ جھٹکنے کی
سے وہ جویریہ کے اتنے قریب تھا کہ دونوں کی سانسیں ٹکرانے لگیں۔ جویریہ نے اسے دھکا دیا۔

''کیا بدتمیزی ہے؟'' وہ چیخی۔

''سنیے، ابھی تک ایک بھی بدتمیزی نہیں کی ہے، حالانکہ اگر میں کچھ بھی کر جاؤں کوئی بھی نہیں روک سکتا۔''

''یہی کہا تھا نا عمر نے، نہایت شریف ہیں آپ، لڑکیوں کو آنکھ اٹھا کر تک نہیں دیکھتے۔'' اس نے طنز کیا۔

''عمر کہتا ٹھیک ہے، شریف تو ہوں۔ رہی لڑکیوں کو آنکھ اٹھا کر نہ دیکھنے کی بات تو صرف ایک لڑکی کو آنکھ اٹھا کر

دیکھتا ہوں، وہ ہے جویریہ توقیر، جسے ساری زندگی دیکھتا رہوں گا اپنے آس پاس بھی۔"

"بند کریں اپنی بکواس۔ اگر آپ نے مجھے گھر نہیں چھوڑا تو یاد رکھیے گا بلال! بری طرح پیش آؤں گی۔" وہ غصے کی حدوں کو چھونے لگی۔ بلال نے پھر مزید کچھ نہ کہا گاڑی اسٹارٹ کر دی۔

"اس وقت مجھے آپ کی حالت پر رحم آ گیا ہے لیکن اگلی بار چھوڑوں گا نہیں۔" وہ بولتا ہوا گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔ جویریہ منہ میں بڑبڑا رہی تھی۔



اعزاز ٹھیک طرح سے بات نہیں کر رہا تھا۔ اسے بے یقینی بھی تھی۔ اس کی وجہ بھی سمجھ آ گئی تھی۔ اس کا روکھا پن اعزاز کو برا لگا تھا۔

"بیٹا! کیا بیٹھی سوچ رہی ہو؟" مسز رحمان نے اسے شاکی نگاہوں سے دیکھا۔ صدف ہڑبڑا کر کھڑی ہو گئی تھی۔ سب ہی سونے کے لیے اپنے اپنے کمرے میں چلے گئے تھے۔ وہ عشاء کی نماز پڑھ کر نکلی تھیں پانی پینے کے لیے۔ صدف کو یوں سوچوں میں غلطاں دیکھا تو ٹوکے بنا نہ رہ سکی تھیں۔

"وہ کچھ نہیں۔" رخسار پر جھولتی لٹوں کو کان کے پیچھے کیا۔

"جاؤ، جا کر آرام کرو، صبح سے جو لگی ہو آرام نہیں کرتی ہو۔" انہیں اس کا زیادہ ہی خیال رہتا تھا پھر زینب کا رویہ بھی ڈھکا چھپا نہ تھا۔

"جی، جا رہی تھی۔" زرد کپڑوں کی شکنیں نکالتی کھڑی ہو گئی۔

"صدف! تم ذرا فراز کو چائے بنا کر دے دو، سر میں درد ہو رہا ہے۔" زینب فراز کے کمرے سے نکلیں تو اسے ہدایت دی۔

"ارے بھابھی! رات کو بچوں کو چائے نہیں دودھ کا گلاس پلایا کریں۔" مسز رحمان سن کر بولیں۔

صدف ان کے حکم کی تعمیل کرنے کچن میں جانے لگی۔ انہوں نے یہ نوٹ کیا تھا وہ تھکی تھکی ہوئی لگ رہی ہے۔ زینب اس کی جانب سے متفکر ہی لگی تھیں۔

"بھابھی! انہیں پسند کرتا وہ دودھ۔ چائے پیتا ہے جب تک پڑھائی کرتا ہے۔"

صدف نے جلدی جلدی چائے بنائی اور اس کے کمرے میں دینے چلی آئی۔ دیکھا تو فراز آئی گلاسز ناک پر ٹکائے رائٹنگ ٹیبل پر جھکا کچھ پڑھ رہا تھا۔

"فراز! چائے لے لو۔" وہ تھکی تھکی اندر آ گئی۔

"ارے بھابھی! آپ نے کیوں تکلیف کی؟ میں نے تو امی سے کہا تھا۔" وہ شرمندہ ہوا۔

"کوئی بات نہیں میں جاگ رہی تھی تو بنا دی۔" چائے کا کپ اس نے رائٹنگ ٹیبل پر رکھا خود حیرانگی سے اس کی بکھری بکھری چیزوں کو دیکھنے لگی۔

"پلیز! آپ کچھ بھی نہیں سمیٹیے گا، میں خود کر لوں گا۔" وہ صدف کا ارادہ بھانپ گیا تھا کیونکہ بیڈ پر کپڑے اور کتابیں پڑی تھیں، کارپٹ پر اس کے جوتے بے ترتیب پڑے تھے۔

"اتنا مت پھیلایا کرو فراز! میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کہاں سے شروع کروں۔"

"اس وقت آپ پریشان نہ ہوں، جائیے اپنے کمرے میں، آپ کے سرتاج ویٹ کر رہے ہوں گے۔" اس نے معنی خیزی سے چھیڑا۔ وہ جھینپ گئی۔

"بہت بولتے ہو۔" وہ چپت لگاتی نکل گئی۔ ساری لائٹیں آف کیں اور اوپر چلی گئی۔ کمرے کا دروازہ کھولا تو اندھیرا ہو رہا تھا۔ زیرو کا بلب تک آج اعزاز نے نہ جلایا تھا اور اسے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔

ابھی قدم ہی آگے بڑھایا کہ بیچ میں کوئی چیز پڑی تھی اس سے الجھ کر گری سر اس کا دیوار سے ٹکرایا۔

"اُف امی!" اس کی زوردار چیخ نکلی۔

سیکنڈوں میں اعزاز نے سائیڈ ٹیبل کا لیمپ آن کیا۔ صدف اپنا پاؤں اور سر پکڑے بیٹھی تھی۔ گھبرا کر بیڈ سے اٹھا، دروازے کے پاس جا کر سوئچ بورڈ پر ہاتھ مارا اور لائٹ آن ہو گئی۔

"اوئی!" پیر پکڑے کراہ رہی تھی۔

اعزاز نے متفکری نگاہ اس پر ڈالی جبکہ کمرے کے وسط میں اعزاز کے جوتے پڑے تھے جس کی وجہ سے وہ الجھ کر گری تھی۔ پہلے جوتے سائیڈ پر کیے اور اس پر جھک گیا۔

"آئی امی!" وہ چیخی۔ پیر میں زبردست موچ آئی تھی جس کی وجہ سے پاؤں اٹھ نہیں رہا تھا۔

"صدف، سوری یار! وہ میں نے بے دھیانی میں جوتے ادھر ہی اتار دیئے تھے۔" وہ شرمندہ بھی ہوا۔ اس نے جھلائی نگاہ اس کٹھور شخص پر ڈالی جو اسے دھوپ چھاؤں کی ہی طرح لگتا۔

"اٹھو!" اس نے صدف کا بازو پکڑ کر اٹھایا۔

"نہیں اٹھا جا رہا۔" جھنجھلا کر چیخی۔

اعزاز نے جھٹ اسے اپنی بانہوں میں ہی اٹھا لیا۔ وہ تو حیران ہی رہ گئی۔ کل سے کتنا موڈ آف تھا اور اچانک ہی اس کی تکلیف پر بے چین بھی ہو گیا۔

"دکھاؤ پیر!" بیڈ پر لٹانے کے بعد اس نے صدف کا بایاں پاؤں پکڑا تو وہ چیخ ہی پڑی۔

"اُف نہیں ہاتھ لگائیں درد ہو رہا ہے۔" رونے ہی لگی تھی۔ اعزاز کا اپنائیت بھرا لہجہ دیکھتے ہوئے دل بھر آیا۔ کتنے عرصے بعد وہ اسے اپنے لیے یوں پریشان نظر آیا تھا ورنہ کمرے میں آتے ہی وہ سرد مہر سا بن جاتا تھا۔

"میں فراز سے پین کلر لے کر آتا ہوں۔" وہ تیزی سے کمرے سے نکل گیا۔ صدف اپنے آنسو ہی بہاتی رہی۔ اتنے میں فراز بھی گھبرایا ہوا آ گیا تھا۔

"بھابھی! زیادہ تکلیف ہے تو ہاسپٹل چلیں؟"

"نہیں، ایسی خاص نہیں ہے۔ یہ ٹیبلٹ کھا لوں گی اور آیوڈیکس مل لوں گی ٹھیک ہو جائے گا۔" ٹیبلٹ کھانے کے بعد گلاس اعزاز کو تھمایا۔

"آپ گری کیسے تھیں؟" وہ استفسار کرنے لگا۔

"جس طرح تم چیزیں پھیلاتے ہو ایسی ہی عادت تمہارے بھائی میں بھی ہے۔" طنزیہ کہا۔ فراز خجل ہو گیا۔

"آنکھیں اگر کھول کر چلو تو تمہیں کچھ نظر بھی آئے۔" اعزاز تپ گیا۔

"مجھے بند لائٹ میں نظر نہیں آتا۔" تڑخ کر گویا ہوئی۔

"بھابھی! آیوڈیکس بھائی سے لگوائیے گا، کیونکہ ان کی وجہ سے آپ کے چوٹ لگی ہے۔" فراز نے شرارت سے کہا۔ اعزاز نے جھینپ کر اس کے چپت لگائی۔

"تم میرے خیال میں یہاں سے نکلو اور پڑھائی کرو جا کر۔" اعزاز نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کمرے سے باہر کر دیا۔

لڑنے کو کمی تو آئی مگر اعزاز سے خفگی ہی رکھی، ناراضگی بھی تو دکھانی تھی۔ تکیہ درست کیا اور لیٹ گئی۔

"آیوڈیکس لگوالو۔" وہ اس کے قریب بیٹھا۔

"نہیں شکریہ! ایسی خاص چوٹ نہیں ہے۔ صبح تک ٹھیک ہو جائے گی۔" خفگی سے کروٹ ہی لے لی۔ وہ اس گہری نگاہ ڈال کر رہ گیا۔ دونوں کے درمیان ایسی ہی اجنبیت چل رہی تھی۔ وہ بھی پھر کچھ نہ بولا اور لیٹ گیا۔ مگر کچھ ہی دیر بعد جذبوں سے مغلوب ہو کر صدف کی جانب رخ کر لیا۔ دونوں کی نگاہوں کا تصادم ہوا صدف نے دوسری جانب کروٹ لینے کا سوچا ہی تھا کہ اعزاز کی مضبوط گرفت نے اسے منجمد کر دیا۔

"تم سے میں نے شادی کی ہے۔ ہمارے درمیان جائز شرعی رشتہ ہے۔ کچھ حقوق رکھتے ہیں ہم ایک دوسرے پر۔" اس نے نائٹ بلب کی روشنی میں بڑی رعونت سے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

"مجھے بھی خبر ہے میری اور آپ کی شادی ہوئی ہے، جو رشتہ ہے وہ بھی جانتی ہوں، لیکن اس وقت پلیز! مجھے ... دیں۔" وہ تنک ہی گئی۔

"تم تو اس قابل ہی نہیں ہو کہ تم سے محبت سے بات کی جائے۔"

"اچھا، میں قابل نہیں تھی تو پھر محبت کیوں کی؟" طنز کا وار کیا۔

اعزاز نے اسے جھٹکے سے چھوڑ دیا۔ وہ ہل کر رہ گئی۔

"پاگل تھا جو تم سے محبت کر بیٹھا۔" چیخا۔

"اب تو غلطی ہو گئی نا، پھر سوچیے کہ کیسے سدھاریں گے خود کو۔"

"پہلے تمہیں سدھاروں گا تو میں خود ہی سدھر جاؤں گا۔"

"میرے خیال میں سدھرنے کی آپ کی امی کو ضرورت ہے۔"

"بکواس بند کرو۔" وہ لیٹے سے اٹھ بیٹھا۔ امی کے متعلق ایسی بات تو وہ مذاق میں بھی نہیں سن سکتا۔

"اگر آئندہ تم نے امی کی شان میں ذرا بھی گستاخی کی تو یاد رکھنا بری طرح پیش آؤں گا۔" آنکھوں چنگاریاں تھیں۔

"پہلے کیا اچھی طرح پیش آتے ہیں؟" وہ بھی تنک کر اٹھ بیٹھی پاؤں میں ایک دم درد کی ٹیسیں اٹھنے لگیں دل اعزاز کے سرد رویے کی وجہ سے ٹیسیں اٹھنے لگی تھیں۔

"اصلی ذمے دار تم ہو۔"

"ذمے دار میں نہیں آپ ہیں۔ آپ نے اپنی امی کی وجہ سے مجھ سے رویہ بدل لیا۔ کل تک مجھ سے محبت بھرتے تھے، کتنے یقین دلاتے تھے، لیکن آپ بھی عام مردوں کی طرح ہی نکلے۔" روہانسی ہو گئی۔

"محبت میں اب بھی تم سے کرتا ہوں۔"

"اپنی امی کا کہا تو اتنا مانتے ہیں۔ مجھ سے محبت کریں گے۔" تمسخر اڑایا۔

"وہ میری ماں ہیں، اور تمہاری بھی ماں ہیں۔"

"نہیں، وہ صرف آپ کی ماں ہیں۔ میری ماں ہوتیں تو طعنے نہیں دیتیں، دوسروں کے سامنے میری بے... نہیں کرتیں۔"

"ایسی بھی کیا بے عزتی کر دی؟"

"انکل رحمان اور آنٹی کے سامنے ہر وقت یہی سنتی ہوں کہ پتہ نہیں کب ان کی قسمت میں دادی بننا لکھا ہے؟"

"ٹھیک تو کہہ رہی ہیں۔" وہ غصے میں ہی آ گیا۔

...!" حیرانگی سے اس نے اعزاز کو دیکھا جو کتنا خود غرض اور کٹھور لگ رہا تھا ذرا بھی اس کے احساسات کا

...ں کو آرزو ہوتی ہے کہ اپنے بیٹے کے بچوں کو دیکھے۔"

...ج پتہ چلا ان کی آرزو کم آپ کی زیادہ ہے۔" جھٹکے سے اترنے لگی۔

...ی غلط آرزو تو نہیں ہے؟" وہ اسے سلگا کر خود لیٹ گیا۔

...رانی یہ آرزو کسی اور سے پوری کر لیں۔" وہ روتی ہوئی اٹھی مگر پاؤں کی تکلیف کی وجہ سے اٹھا نہ گیا تو نیچے ہی

...زاز گھبرا کر اٹھ گیا۔

...ردار! مجھے ہاتھ مت لگائیے گا۔" اس نے اعزاز کے ہاتھ جھٹک دیئے۔

...ہیں تکلیف ہو رہی ہے۔"

...تکلیف آپ کو نظر آ رہی ہے۔ میرے اندر کی تکلیف کا خیال نہیں ہے۔" روتی ہوئی وہ واش روم میں گھس

...زاز نے زچ ہو کر اپنے بالوں کو دونوں ہاتھوں سے جکڑ لیا۔ وہ اسے تکلیف کب دینا چاہتا تھا مگر غصے کے

...، کچھ نظر نہیں آیا۔ صدف کو رلا کر وہ کون سا سکون سے رہتا تھا۔ پورا پورا دن وہ بے چین ہی رہتا تھا مگر امی کی

...ے اس پر اتار دیتا تھا۔ وہ نہ امی کو ناراض کر سکتا تھا اور نہ صدف سے خفا رہ سکتا تھا۔ محبت کی تھی اس نے دل کی

...ئیوں سے، اس کے دل کا وہ سرور تھی۔

● ● ●

...بے، آپ کی گاڑی میں سے موبائل تو نہیں ملا؟" اس نے فائلوں میں منہمک سرمد کو مخاطب کیا جو صوفے پر

...وبائل، ہاں ملا تھا۔" اس نے چونک کر سر ہلایا۔

...زریہ کا موبائل تھا۔ پرسوں آئی تھی ا، گاڑی میں کہہ رہی تھی گر گیا ہے شاید۔" وہ ان کے قریب ہی بیٹھ گئی۔

...نے دھانی کپڑوں میں ملبوس طائشہ کو بڑی پسندیدگی کی نگاہوں سے دیکھا۔ لانبے دراز بالوں کی ڈھیلی سی

...ئیں ہاتھ میں سونے کی چوڑیاں اور بائیں ہاتھ میں کانچ کی ڈھیروں چوڑیاں جو اسے اور دلکش بناتی تھیں۔

...ایئے، کہاں ہے؟" وہ ان کی محویت توڑ کر بولی۔

...گاڑی میں ہی رکھا ہے ڈیش بورڈ پر۔" انہوں نے فائلز بند کیں، کیونکہ طائشہ کو اتنے قریب دیکھ کر تو ان کے

...ارہے اٹھتے تھے۔ اور وہ ان کی معنی خیز نگاہوں کو سمجھ گئی۔ جھٹ اٹھنے کے لیے پر تولے، مگر سرمد نے اس کی کلائی

...ہ میں ہی گرا لیا۔ طائشہ اچانک افتاد پر بوکھلا ہی گئی۔

...بلدی کیا ہے بیٹھو آرام سے۔" انہوں نے پیار بھری ڈانٹ پلائی۔

...وبائل مجھے بھیجنا ہے۔ بلال سے کہوں گی پھر ہی وہ جائے گا۔"

...ل صبح بھیجنا۔" وہ ترنگ میں آئے ہوئے تھے اس کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گئے اور اس کی چوڑیوں سے بھری

...ی پر لب رکھ دیئے۔

...لگتا ہے آپ کو اپنی فائلوں کی فکر نہیں ہے۔"

...م بھی تو ایک فائل ہو پہلے تمہاری فکر کر لوں۔" انہوں نے اس کی رسیلی آنکھوں میں شوخی سمو کر دیکھا۔ وہ بلش

...ر سرمد جب اسے اتنی محبت و پیار سے دیکھتے تو طائشہ کے پسینے ہی چھوٹ جاتے تھے۔

"ابھی مجھے کچن میں کام ہے پھراس کو پکڑ کر سلانا ہے۔ بہت شرارتی ہوتا جا رہا ہے۔" اس نے سرد کے
میں اپنی مومی انگلیوں کا مساج کیا۔ ان پر تو نشہ سا طاری ہونے لگا۔

"اتنا بولنے لگا ہے کہ دماغ خراب کر دیتا ہے۔"

"میرا بیٹا ذہین ہے، اس لیے بولتا ہے۔" انہوں نے تفخر بھرے لہجے میں کہا۔

"ہاں، آپ کا ہی بیٹا ہے۔" برا مان گئی۔

"یار! تم اتنا ناراض کیوں ہونے لگی ہو؟"

"وہم ہے جناب کا، بلکہ آپ ناراض ہو جاتے ہیں۔ اتنا ڈراتے ہیں آپ مجھے کہ میرا چین غارت
ہے۔"

"کوئی نہیں ہوتا ناراض۔" انہوں نے تیکھے چتون اٹھائے۔

"کل صبح آملیٹ میں نمک تیز ہو گیا تھا تو ناراض نہیں ہوئے تھے؟ ایک تو آپ کا گھورنا میرا دم خشک کر
اس نے شکوہ کیا۔

"تم نے بھی تو اتنا نمک ڈالا تھا۔"

"انسان ہوں، غلطی ہو سکتی ہے۔ یہ کیا صبح سے لے کر رات تک ناراض ہی رہے۔" منہ بنا کر بولی۔

"یار! معافی تو مانگ لی تھی۔" وہ خجل ہوئے۔

"طائشہ، طائشہ!" امی کی آواز آئی تو دونوں ہی بوکھلا کر اٹھ گئے۔ سرد اپنی فائل اٹھانے لگے، کیونکہ
ہوا تھا۔

"جی امی!" وہ صوفے سے کھڑے ہو گئی۔ امی اندر آ چکی تھیں۔ وہ جب بھی ان کے کمرے میں آ
طائشہ کو پکارتی ہوئی آتی تھیں۔

"نائل کا فون آیا ہے۔"

"نائل کا فون۔" وہ خوش ہو گئی۔ اسے ہانگ کانگ گئے تین دن ہو گئے تھے۔ سرد نے تو سیل فون پر
خیریت پوچھ لی تھی۔ اس نے کمرے میں لگے ایکسٹینشن فون کو جوڑا۔ امی چلی گئی تھیں۔

"ہیلو، السلام علیکم!" وہ پھر بیڈ پر ہی بیٹھ گئی۔ سرد بھی وہیں چلے آئے تھے۔

"خیریت سے ہو نا؟"

"آپی! آتے ہی نزلہ ہو گیا۔" نائل کی بے زاری آواز ابھری۔

"کوئی میڈیسن لے لیتے۔"

"میری میڈیسن تو وہاں پاکستان میں پڑی ہے۔" وہ ذومعنی بولا۔

"گدھے! میڈیسن ساتھ لے کر جاتے پھر تم!" وہ اس کی معنی خیز بات سمجھی نہیں تھی۔

"آپی! وہ یہاں آنے کو تیار ہی نہیں ہوتی۔"

"تم کس کی بات کر رہے ہو؟" وہ چونکی۔

"میں تو شہرینہ کی بات کر رہا ہوں۔" وہ ہنسا۔

"اُف! میں بھی کیا سمجھی۔ اسے فون کیا تھا؟"

کیا تھا۔ مگر بات کرنے کے بعد اور بے چینی ہو جاتی ہے۔"

"اب قدر پتہ چل رہی ہے اس کی۔"

"جی نہیں، وہاں رہ کر بھی قدر ہے مجھے اس کی۔" وہ جھٹ بولا۔

"یہ بتایئے سرد بھائی اور انس کیسے ہیں؟"

"ٹھیک ہیں۔" طائشہ نے سرد پر نگاہ ڈالی جو اس کے برابر میں ہی بیٹھے تھے۔ مسلسل اسے تنگ کیے جا رہے
بھی بالوں کو چھوتے تو کبھی آنچل پکڑ کر کھینچ لیتے۔ وہ ہاتھوں کے اشارے سے ان کو منع کر رہی تھی۔

"کیا کر رہے ہیں؟" طائشہ نے خفگی سے ان کے ہاتھوں کو پکڑا۔

"آپی! آپ مجھ سے بات کر رہی ہیں نا؟" نائل بولا۔

"ارے ہاں، تم سے کر رہی ہوں۔ یہ بتاؤ کب تک آؤ گے؟"

"اگلے ہفتے تک آ جاؤں گا، ذرا مزہ تو چکھے وہ میری جدائی کا۔" وہ شوخی سے بولا۔

"اچھا زیادہ اسے تنگ مت کرنا۔" اس نے ڈانٹ دیا۔

کچھ دیر اور اس نے بات کی۔ سرد سے بھی نائل نے ہیلو ہائے کی تھی۔ طائشہ نے ٹیلی فون سیٹ اٹھا کر سائیڈ پر
سرد تکیہ ڈبل کر کے لیٹ چکے تھے۔

"سوچ رہی ہوں کچھ دنوں کے لیے امی کے چلی جاؤں۔" اس نے رک رک کر ان سے کہا مگر کن انکھیوں سے
بھی نگاہ ڈالی جو جوابی فوراً ہی اسے گھورنے لگے۔

"بہانے تلاش کرتی رہا کرو جانے کے۔" وہ خفا ہونے لگے۔

"اتنا کم تو جاتی ہوں۔" وہ بیڈ کے سرے پر ٹکی بیٹھی تھی۔

"تمہیں پتہ ہے تم جاتی ہو تو میرا اس کمرے میں دل نہیں لگتا ہے۔"

"صرف چند دنوں کے لیے کہہ رہی ہوں۔ امی اور شہرینہ اکیلی ہیں۔"

"ان کی پرواہ ہے تمہیں! میری ذرا پرواہ نہیں ہوتی ہے۔" برا مان گئے۔

"جتنی میں آپ کی فکر کرتی ہوں اتنی تو میں کسی کی بھی نہیں کرتی ہوں۔" وہ بھی بیڈ پر ہی ان کے قریب بیٹھ گئی۔
تحیر سے دیکھ کر رہ گئے۔ پہلی بار وہ بے تکلفی سے ان کے قریب خود آئی تھی۔

"جب تمہیں اپنی بات منوانی ہوتی ہے تو فوراً میرا دل خوش کرنے لگتی ہو۔" چہرہ سپاٹ بنا لیا۔

"کتنی باتیں میں نے منوالی ہیں؟" وہ غصے میں آ گئی۔

"گنواؤں میں؟" انہوں نے طائشہ کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا تو وہ ان کے سینے سے آ لگی۔ دونوں کی نگاہیں ملی طائشہ
نے نگاہ اٹھائی۔

"ٹھیک ہے، میں آپ سے باتیں منواتی ہوں تو آپ کا خیال بھی نہیں کروں گی۔" غصے سے اپنا آپ چھڑانے لگی۔

"آں، ہاں! تم نے خود میرے حوالے خود کو کیا ہے۔" انہوں نے اس کے دہکتے رخساروں پر لمس چھوڑا۔ وہ بلش
گئی۔

"تم ناراض بالکل اچھی نہیں لگتی ہو۔"

"ناراض بھی آپ نے کیا ہے۔"

"یار سوری! میں تو مذاق کر رہا تھا۔" انہوں نے اس کے ہاتھوں کو اپنے مضبوط ہاتھوں میں پکڑا۔ اس کی چوڑیاں
ہا گئیں۔

"آپ......"

"بس کچھ مت بولو۔ آج اتنی خوبصورت لگ رہی ہو، دل میرا قابو میں نہیں آ رہا ہے۔" وہ شوخیوں پر اتر آئے جبکہ طائشہ گھبرا گئی۔ کمرے کا دروازہ کھلا تھا انس کسی وقت بھی آ سکتا تھا۔ واقعی وہ آ گیا تھا۔

"سنیے، سنیے! ادھر دیکھیے انس۔" وہ جھٹکے سے الگ ہوئی تھی۔ انس نے کمرے کا پورا دروازہ کھول دیا تھا اور حیرانگی سے دونوں کو دیکھ رہا تھا۔ سرمد بھی ہڑبڑا گئے تھے۔

"بیٹا! دروازہ بند کرو۔" طائشہ بیڈ سے ہی اتر گئی۔

"بابا! آپ مما کو مارلائے تھے نا۔" وہ توتلی زبان میں بولے۔

"انس، نہیں بیٹا!" طائشہ کو ہنسی آ گئی جبکہ سرمد جھینپ سے گئے۔ انس نے دونوں کو ایک ساتھ اتنا بے تکلف پہلی بار دیکھا تھا۔

"پھل بابا نے آپ کا ہاتھ چوں مولا تھا؟" (پھر بابا نے آپ کا ہاتھ کیوں موڑا تھا۔)

"او، میری بیوی ہے یہ، ہاتھ موڑوں یا کچھ کروں۔" انہوں نے انس کو گود میں اٹھالیا۔

"میں دادی جان کو کہتا ہوں، آپ مما کو مارلائے تھے۔" وہ گود سے اترنے لگا۔

"دیکھا، میں کہتی ہوں نا خیال رکھا کریں۔ بہت چالاک ہے یہ پورا آپ پر گیا ہے۔" طائشہ نے مسکرا کر کہا۔

"میں چالاک ہوں؟ مجھ پر گیا ہے؟ تم جیسے بہت سیدھی ہونا۔" وہ گھورنے لگے۔

"اور کیا، اتنی تو سیدھی ہوں۔ آپ کا کہا مانتی جاتی ہوں۔"

"بابا، بابا! اتاریں۔" انس مچل گیا۔

"دادی جان سے کہتا ہوں۔" انس بھاگ لیا جبکہ طائشہ نے جھٹ اسے پکڑ لیا۔ اگر کچھ بھی بک دیا اس نے کتنی شرمندگی ہوگی۔

"اسے تو میں سلا دوں۔"

"سنو! کل سے جلدی سلا دینا۔" وہ دوبارہ اپنی فائلز چیک کرنے بیٹھ گئے۔ طائشہ انس کو بیڈ پر لے کر لیٹ گئی۔

"اس کی عادت خود خراب ہو رہی ہے۔ بلال اور عمر کے ساتھ لگا رہتا ہے۔"

"کل نو بجے کے بعد سلا دینا۔" انہوں نے حکم دیا۔

"کوشش کرنی پڑے گی۔"

"مما! نہیں سونا نہیں۔" وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"بہت ماروں گی میں، سو جاؤ۔" اس نے اسے دھموکا جڑ دیا، حالانکہ ہلکا سا لگا تھا۔ اس نے تو رونا شروع کیا اور اتنا چیخ کر رویا کہ سرمد بھی گھبرا گئے۔

"انس بیٹا، سوری!" وہ بھی روہانسی ہو گئی ایک تھپڑ اتنا مہنگا پڑا۔

"تمہیں بھی مارنے کی کیا ضرورت تھی؟" سرمد اپنا کام چھوڑ آئے۔

"بابا، بابا! مما نے مالا۔" وہ لپک کر سرمد کی گود میں چڑھ گیا۔ انس نے رو رو کر حشر کر لیا۔ سرمد پھر اسے باہر لے گئے کسی طرح چپ تو ہو جائے۔ طائشہ تاسف بھری سانس بھر کر رہ گئی۔

• • •

...بے قراری اور بے چین ہو گئی تھی۔ دل ہر وقت دھڑکتا ہی رہتا چاروں جانب اداسی نظر آتی رات کی ...بے چینی اور ہی بڑھ جاتی۔ وہ جو اس کا دل کا مکین ہے وہ اس سے بالکل بے گانہ ہو کر دوسرے دیس کی ...کھو کر اسے بھلا چکا تھا۔ کتنا کڑھ رہی تھی وہ۔ کئی بار اس کے سیل فون پر اس سے رابطہ کرنے کی کوشش کر ...اس کی سیکرٹری ریسیو کرتی اور کسی بھی مصروفیت کا عذر پیش کر کے لائن ڈسکنیکٹ کر دیتی۔ مسلسل وہ پیچ و ...ہی تھی۔ اس سیکرٹری پر تو غصہ آ ہی رہا تھا مگر نائل پر اسے زیادہ غصہ آ رہا تھا۔

...بار بار کرتی رہو فون!" امی نے اس کے مضمحل سے چہرے کو دیکھتے ہوئے کہا۔ وہ ڈائننگ ٹیبل پر متفکر سی ...ناشتہ بھی تو حلق سے نہ اتارا گیا۔ آنکھیں بار بار چھلک رہی تھیں نائل کی لاتعلقی پر۔

...دن ہو گئے ہیں ایک بار بھی کال نہیں کی۔ جاتے وقت مجھے نصیحت کر کے گئے تھے کہ میں اپنا سیل فون آن ...اور خود نے اپنا فون سیکرٹری کو دے دیا ہے۔" تیز لہجے میں بولی۔

...ل ویسے بھی شروع سے لاپرواہ ہے۔ وہاں امریکہ میں تھا جب بھی بہت دنوں میں فون کرتا تھا۔ جہاں کہیں ...ہونے ڈانٹا پھر غصے میں اور ہی نہیں کرتا تھا۔" وہ بھی چیئر کھسکا کر بیٹھ گئیں۔

...لیکن اب تو انہیں سوچنا چاہیے تھا۔ بیوی ہے اور بچہ بھی ہے، ایک ماں ہے، کتنی فکر مند ہوں گی مگر انہیں تو کچھ ...ی نہیں۔"

...ے دیکھنا تم کیسی خبر لوں گی اس کی۔" انہوں نے تسلی دی۔

...ل کی برتھ ڈے آنے والی ہے۔ اگلے ہفتے میں ہے۔"

...بر کی پانچ تاریخ ہے؟" امی نے پوچھا۔

...ں، ابھی اس کا بھی پروگرام سیٹ نہیں ہے۔ وہاں موصوف بالکل ہی لاتعلق ہو کر بیٹھ گئے ہیں۔" وہ لب کچلتی ...بل سے اٹھ گئی۔ کچن پورا پھیلا پڑا تھا وہ بھی سمیٹنا تھا۔ دل نہیں چاہ رہا تھا مگر کرنا ضروری تھا۔



پہلے وہ اس سے لاتعلق بنی ہوئی تھی اور اب اسے نائل کی لاتعلقی برداشت نہیں ہو رہی تھی۔ اس اہمیت اب اس کا ٹور اور وہ سیکرٹری ہو گئی ہے۔ وہ اس کی بیوی ہے۔ وہ کیوں اس طرح کر رہا ہے۔ افسردگی سارے کام نمٹائے ماسی نے آکر صفائی کر دی تھی۔ اس نے ارسل کو نہلا کر سلا دیا تھا۔ امی اپنے کمرے میں تھ جلی بھنی بیٹھی تھی۔ دوبارہ موبائل اٹھا کر نائل کا نمبر ملایا۔

''دیکھو، تم فوراً میری ان سے بات کرواؤ، میں ان کی وائف بات کر رہی ہوں۔''

''سوری میڈم! سر واش روم میں ہیں۔ شاور لے رہے ہیں۔''

''واٹ، شاور لے رہے ہیں؟'' شہرینہ تو بیٹھے سے اچھل گئی۔ دماغ میں آگ لگ گئی۔ کتنی بے تکلفی تھی۔

''تم یہاں ان کے کمرے میں کیا کر رہی ہو؟''

''میڈم! سر کی کچھ طبیعت ٹھیک نہیں تھی، انہوں نے کمرے میں بلا لیا۔''

''تمہاری ہمت کیسے ہوئی میرے ہسبینڈ کے کمرے میں آنے کی؟'' وہ چیخ ہی اٹھی۔ اس وقت بس نہ تھا کہ اس سیکرٹری اور نائل کو توپ سے اُڑا دے۔ اس کا شوہر کسی غیر لڑکی سے اتنا بے تکلف...... دانت پیٖ ہاتھ کی مٹھی بھینچ لی۔

''انہوں نے مجھے بلایا، میں آ گئی۔'' لگتا تھا وہ بھی شہرینہ کو سلگا کر مزے لے رہی تھی۔

''سنو! تمارے سر شادی شدہ ہیں اور ایک بچے کے باپ ہیں۔''

''آئی نو ڈیٹ!'' اس نے لاپرواہی سے کہا۔

''اوہ، یو گو ٹو ہیل!''

''دیکھیے میڈم! آپ......'' سیکرٹری بھی تنگ ہی گئی۔

''شٹ اَپ! اپنے سر سے کہنا اگر انہوں نے ابھی مجھے فون نہیں کیا نا تو نتائج کے ذمے دار وہ خود ہو اس نے یہ کہہ کر لائن کٹ کر دی۔

''واہ نائل حسن! یہاں تمہیں بیوی چاہیے تمہاری روح کی تسکین کے لیے اور وہاں تمہیں وہ نامحرم رہی تھی۔

''آئی کل ہم! اتنی آسانی سے تو نہیں چھوڑوں گی۔ میری زندگی بے سکون کر دی، کانٹے بھر دیے جذبات کی تسکین اس سے حاصل کر رہے ہو۔ بیوی نے تمہیں اگنور کر دیا تو دوسری عورت میں دلچسپی لینے جلے پیر کی بلی کی طرح اپنے کمرے میں چکر کاٹ رہی تھی۔ رونا بھی آئے جا رہا تھا اپنی بے بسی پر، اپنے بول جانے پر۔

کچھ ہی دیر میں موبائل کی تو نہیں اس کے کمرے میں رکھے ٹیلی فون کی گھنٹی بج پڑی۔ وہ چونک گئی۔ جیٖ سے ٹیلی فون کو گھورا جیسے نائل ہی ہو اور وہ اسے جان سے مار دے گی مگر پھر مایوس ہو گئی کہ نائل اس پر کیوں

لی سے چیختے ہوئے فون کی جانب متوجہ ہو گئی۔

''دبی دبی آواز نکلی۔

میری جان! کیسی ہو؟'' نائل کی شوخ آواز ایئر پیس سے ابھری۔ وہ چوکنا ہو گئی، دل کو ایک دم قرار آیا اس

آواز سن کر۔

''روٹھ کر بولی۔

کیسے مر گئی میری جان!'' وہ پھر اسے چھیڑنے لگا۔

کو ذرا احساس نہیں کہ ایک کال ہی کر لیں خیریت کی۔''

تمہیں تو دلچسپی ہے نہیں مجھ سے، فون کر کے اپنا اور تمہارا موڈ خراب نہیں کرنا چاہتا تھا، اس لیے روز آپی

تم سب کی خیریت معلوم کر لیتا تھا۔'' اس نے اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔ شہرینہ تو سلگ ہی گئی۔

ن میں رکھیں، شادی شدہ ہیں آپ اور ایک بیٹا بھی ہے آپ کا۔'' اس نے طنز کیا۔

ت یاد رہتا ہے۔''

ہی اتنی پرسنل سیکرٹری رکھی ہوئی ہے۔''

...... ارے بہت اچھی لڑکی ہے۔ بہت خیال رکھتی ہے۔''

طرح کا خیال رکھتی ہے؟'' اس نے استفسار کیا۔

رح کا۔'' وہ اس کا مطلب سمجھ رہا تھا۔

کس طرح کا؟''

جیسا تم سمجھ رہی ہو، ایسا کچھ بھی بالکل نہیں ہے۔''

جیسے یقین ہی کر لوں گی نا؟'' تنک ہی گئی۔

ارے علاوہ میں نے آج تک کسی کو بھی یہ اختیار نہیں دیا کہ وہ میرے قریب آئے۔''

ٹ ذرا کم بولا کریں۔'' وہ اس کی نفی کرنے لگی۔

کہ فون پر بھی لڑنا شروع کر رہی ہو۔ چار دن بعد تم سے مخاطب ہو رہا ہوں۔ مجھ سے پوچھو کتنی یاد آتی ہے

ت ہے، سیکرٹری ہوتے ہوئے بھی یاد آتی ہے۔'' پھر تیر پھینکا۔

کرٹری ہے اور تم بیوی ہو۔''

آپ مردوں کو صرف رات کی تنہائی ہی میں کیوں یاد آتی ہے؟''

مجھے دن کی روشنی میں بھی اتنی ہی یاد آتی ہو۔''

نہ کریں ایسی باتیں۔''

رے خیال میں، میں فون رکھتا ہوں۔ اور تمہیں میں آکر ہینڈل کروں گا۔''

نے کی ضرورت ہو گی؟'' پھر تڑخ کر بولی۔

فکر رہو آنے والا ہوں ایک دو دن میں۔ ارسل اور امی کیسی ہیں؟''

ل ٹھیک ہیں۔'' نہ چاہتے ہوئے بھی جواب دیا۔

کیسی ہو؟'' ترنگ سے پوچھا۔

"جی رہی ہوں۔" آواز میں کپکپاہٹ آ گئی۔

"جینا بھی چاہیے۔ میری آکسیجن ہو تم!"

"خدا حافظ!" شہرینہ نے مزید اس کی کوئی بھی ایسی بات سنے بغیر اجازت چاہ لی تھی۔ ریسیور رکھ کے کچھ مطمئن سی ہو گئی کہ نائل کی آواز تو سنی مگر پھر پریشانی نے گھیر لیا کہ نائل کی طبیعت تو پوچھی ہی نہیں۔ لب کچلتے اپنا موبائل اٹھایا، اس کا نمبر پیش کر دیا۔

"اب کیا ہے؟" نائل کی ہنستی ہوئی آواز ابھری۔

"آپ کی طبیعت کیسی ہے؟" جھجکتے ہوئے پوچھا۔

"یعنی تم نے اس لیے فون کیا ہے کہ میری طبیعت پوچھ لو؟" تمسخر اڑا کر پوچھا۔ شہرینہ لب بھینچ کر رہ گئی۔ پہلے کا اپنا تلخ رویہ احساس دلا گیا تھا اس لیے کوئی بھی طنز بھرا جملہ کہنے سے اجتناب برتا۔

"اس وقت میں سیریس ہوں۔ مجھے بتایئے آپ......"

"یعنی کچھ دیر پہلے تم نے مذاق کیا تھا؟" اس کی بات کاٹتے ہوئے پھر چھیڑ کر مزید سلگایا۔

"پلیز! آپ اپنی طبیعت بتایئے کیسی ہے؟" جھینپ کر پوچھنے لگی۔

"مجھ سے خفا بھی رہنا چاہتی ہو اور رہ بھی نہیں سکتی۔"

"جی نہیں، خوش فہمی میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ کی طبیعت کی امی کو فکر ہو رہی ہے، کیونکہ دوسرے ملک جا کر ضرور بیمار پڑ جاتے ہیں۔" نائل نے حالانکہ کتنا سچ کہا تھا وہ کب اس سے ناراض رہنا چاہتی جب سے دور گیا ہے دل بے کل ہی ہو گیا ہے۔

"کچھ طبیعت واقعی ناساز ہے۔ نزلہ اور بخار ہو رہا ہے۔"

"آپ کے سامان میں میڈیسن رکھی تھی، وہ کھا لیجیے۔" اس نے یاد دلایا۔

"تمہیں پتہ ہی ہے تمہارا میں کتنا عادی ہو گیا ہوں۔ تمہارے علاوہ اب مجھے میڈیسن خود لے کر کھانا کو جتلا کرتا ہے۔" وہ ترنگ میں آ گیا۔

"دیکھیے، آپ کی زیادہ طبیعت خراب ہو جائے گی پھر میٹنگ کیسے اٹینڈ کریں گے؟" وہ سن کر فکر مند ہو اب تو نائل اس کے بغیر تو کچھ کرتا ہی نہ تھا۔ کپڑوں اور کھانے سے لے کر پانی تک خود نکال کر نہیں لیتا تھا۔

"اچھا ہے، زیادہ بیمار پڑوں گا تو تم میرے قریب تو رہو گی۔"

"میرا دماغ خراب نہیں ہے کہ آپ کے نخرے اٹھاؤں گی۔" وہ تنک گئی۔

"مسز شہرینہ نائل! یہ تو آپ کو کرنا ہی پڑے گا۔ دیکھنا کتنا بیمار ہو کر آؤں گا۔ شاید مرنے کے قریب گا۔"

"اوہ، کیا ربش!" وہ دھاڑی۔

"اگر آپ کو یہی گفتگو کرنی ہے تو خدا حافظ!" اس کا تو دل ہی کانپ اٹھا۔

"ناں، ناں! بالکل نہیں۔ فرصت سے ہوں میں، ایک دو گھنٹے سے پہلے تو تمہیں بخشوں گا نہیں۔" موڈ میں تھا۔

"سنیے، ارسل اٹھنے لگا ہے۔" اس نے ارسل کی جانب دیکھا جو کسمسا کر اٹھنے لگا تھا۔

"یہ بتاؤ، اب تو میرے بیٹے کو نہیں مار رہی ہو؟"

"آپ کا ہی بیٹا نہیں ہے، میرا بھی ہے۔" اس نے ارسل کو ایک ہاتھ پکڑ کر اپنی گود میں بٹھایا۔

"پتہ نہیں مجھے ایسا لگتا ہے وہ صرف میرا ہے۔"

"ارسل اٹھ گیا ہے۔ مجھے اس کی فیڈر تیار کرنی ہے۔" اس نے نائل کی بات کاٹی۔ واقعی ارسل نے اتنے میں شروع کر دیا۔ نائل کو آواز چلی گئی۔

"ٹھیک ہے، اس وقت تمہیں اپنے بیٹے کی وجہ سے بخش رہا ہوں۔ پرسوں تک شاید میں آ جاؤں۔ امی کو سلام نا۔" اس نے فون رکھ دیا تھا۔ شہرینہ اس کی آواز سننے کے بعد مطمئن ہو گئی تھی مگر نائل کی ڈرا دینے والی باتوں نے فکرمند کر دیا تھا۔ ارسل کو اٹھا کر وہ باہر آ گئی تھی۔ امی کو اس نے نائل کی خیریت بھی بتا دی تھی۔ وہ کچن میں ارسل کا بنا رہی تھی۔ فون کی بیل ہو رہی تھی۔

جہاں آرا بیگم کی گود میں ارسل تھا، اس لیے شہرینہ کو ہی فون اٹھانا تھا۔ جلدی سے فیڈر انہیں تھمائی اور کوریڈور رکھا فون اٹھا لیا۔

"بنالی فیڈر؟" نائل کی پرشوخ غیر متوقع آواز ابھری۔ وہ حیران رہ گئی۔

"آپ......؟"

"یہ بتاؤ فارغ ہو گئی ہو؟" لگتا تھا آج نائل کو زیادہ ہی فرصت تھی یا پھر باقی دنوں کی کسر نکال رہا تھا جو اتنے دن نہیں کیا تھا۔

"جی ہو گئی ہوں۔ ارسل امی کے پاس ہے۔" اس نے نگاہ اٹھا کر امی کو دیکھا جو لاؤنج میں ہی کاؤچ پر ارسل کو لیے بیٹھی تھیں۔

"آرام سے بیٹھو۔ آج بس میں تم سے باتیں کروں گا۔"

"امی سے تو کر لیں۔" وہ آہستگی سے بولی۔

"کیوں ڈانٹ پڑوانی ہے؟" وہ ہنسا۔

"امی! ان کا فون ہے۔" وہ اکثر نائل کا نام لینے سے گریز ہی کرتی تھی کیونکہ طائشہ کبھی سرمد کا نام نہ لیتی تھی اسے بڑا اچھا لگتا تھا۔

"کس کا ہے؟" وہ چونکیں۔

"ارسل کے ڈیڈی کا ہے۔" وہ جھینپی جھینپی بولی۔

"آ تو چکا ہے فون؟"

"آپ سے بات کریں گے۔" ٹیلی فون سیٹ اٹھا کر ان کے قریب لے آئی تھی۔

"ہیلو بیٹا!"

"السلام علیکم امی!" نائل کی پرجوش آواز ابھری۔

"اتنے دن فون کیوں نہیں کیا تھا؟" انہوں نے سرزنش کی۔

"امی! بیمار ہوں میں۔" اس نے آواز کو نقاہت زدہ بنایا۔

"فوراً پہنچو۔ تمہاری بیماری پھر لمبی ہو جاتی ہے۔" وہ پریشان سی بولیں۔ وہ اس کی طبیعت سے واقف تھیں۔

"دو دن بعد وہاں ہوں گا میں۔"

"شہرینہ بہت پریشان تھی تمہارے فون نہ کرنے سے۔"

"آج میں فرصت میں ہوں اسی سے فون پر بات ہی کروں گا تاکہ محترمہ کی ناراضگی دور ہو جائے۔"

"پھر ٹھیک ہے۔ بات کرو۔" انہوں نے پھر دعائیں دینے کے بعد ریسیور شہرینہ کو تھمایا جو جھینپی ہوئی سی تھی۔

"لو تم سے آج باتیں کرے گا۔ میں ارسل کو کمرے میں لے جا رہی ہوں۔" وہ خود اسے تنہائی دینا چاہتی تھی تاکہ دونوں کھل کر بات کر سکیں۔

شہرینہ نے ریسیور کان سے لگایا تو نائل کچھ گنگنا رہا تھا۔ اس کی یہ گھمبیر سی آواز بہت بھلی لگ رہی تھی گھمبیر تا کہ

"لگتا ہے آپ آج فری ہیں؟"

"آں، ہاں!" نائل کے گنگنانے کو بریک لگا۔

"کوئی کام نہیں ہے آپ کو؟"

"آج کا دن ریلیکس کا دن ہے۔ میں بیڈ پر لیٹا ہوں مگر شدت سے یہ خواہش ہو رہی ہے کاش! اس وقت تم میرے پاس ہوتیں۔"

"آپ کو اس کے علاوہ بھی کچھ سوجھتا ہے؟" وہ چڑ گئی۔

"ہاں سوجھتا ہے، کیونکہ کمرے کا ایسا رومینٹک موسم ہو رہا ہے۔ کمرے میں ہلکا ہلکا اندھیرا ہے، دبیز پردے پڑے ہوئے ہیں، باہر ہلکی ہلکی پھوار پڑ رہی ہے۔ ایسے میں تم یہاں ہوتیں نا تو میں انجوائے کرتا۔"

"اچھا ہے میں نہیں ہوں۔" منہ بنایا۔

"تم فکر مت کرو پورے ایک ہفتے کی کسر نکالوں گا آ کر۔" اس نے دھونس و رعب کے ساتھ کہا۔ شہرینہ کو غصہ ہی آ گیا۔

"مسٹر نائل حسن! میں انسان ہوں، کوئی کھلونا نہیں جسے آپ نے کھیل کا ذریعہ بنایا ہوا ہے۔" اکھڑ لہجے میں بولی۔

"تم میری بیوی ہو اور بیوی شوہر کے لیے کھلونا نہیں ہوتی ہے، بلکہ ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہوتے ہیں۔" اس نے نرم لہجے میں شہرینہ کو سمجھایا جو اس کی جانب سے دن بہ دن متنفر ہوتی جا رہی تھی۔

"کچھ بھی ہو مجھے آپ پر بہت غصہ آتا ہے۔"

"یار! تم وجہ بھی نہیں بتاتی ہو کہ کیوں مجھ پر غصہ ہے۔ میرے قریب آنے میں بھی غصہ ہے۔"

"کبھی آپ خود کا احاطہ کریں، کیا پتہ ماضی میں کچھ ایسا کام کیا ہو جس کی مجھے خبر ہو گئی ہو۔" رک رک کر گویا ہوئی۔

"میں نے ماضی میں کچھ بھی ایسا نہیں کیا کہ تمہیں خبر ہو۔" وہ مشتعل ہو گیا۔

"جب انسان کچھ بھی غلط کر جاتا ہے تو وہ اس کے نزدیک معیوب نہیں ہوتا بلکہ وہ خود کو بالکل درست سمجھتا ہے۔"

"کیا گول مول بکواس کر رہی ہو؟ تمہارا کہنے کا مقصد کیا ہے؟" وہ بھنا گیا۔

"گول مول نہیں ہے، بالکل واضح ہے۔ میری زندگی برباد کر دی۔ نہ میں آپ کے پاس رہ سکتی ہوں اور نہ ہی دور، کیونکہ نقصان تو میرا ہوا نا۔ ایک بچے کی ماں بن گئی ہوں اس لیے آپ سے الگ ہوتے ہوتے مجھے دس بار سوچنا پڑے گا۔ آپ کو ساری زندگی برداشت کر رہی ہوں، صرف ارسل کی خاطر جس کے آپ باپ ہیں۔"

"شہرینہ، شٹ اپ! بہت ہو گئی۔" وہ دھاڑا۔

"تم کیا سمجھتی ہو، اتنی آسانی سے مجھ سے الگ ہو جاؤ گی اور وہ بھی قصور بتائے بغیر، یہ میں ہونے نہیں دوں گا۔

تم سے۔ تمہیں نہیں پتہ کیا ہو تم میرے لیے۔" ایک ایک لفظ پر زور دیتا ہوا بولا۔

"قصور آپ کا میں خود نہیں بتاؤں گی، بلکہ آپ خود سوچیں۔" کٹھور سی بن گئی۔

"شہرینہ! تم نے میرا دماغ گھما دیا ہے۔ کبھی تو مجھ سے پیار و محبت سے بول لیا کرو۔"

"پیار و محبت سے۔ ہے تو آپ کے پاس سیکرٹری......" فطری جلن عود کر آئی۔

"اب سمجھا، سارا غصہ مونا کا ہے۔ مونا میری سیکرٹری کے طور پر آئی ہے اور تم میری بیوی ہو۔ کبھی اس کے برابر مت لانا۔ تم زندگی ہو میری، میرے وجود میں جو روح ہے وہ تم ہے۔" وہ اسے یقین دلانے لگا۔

"تمہارا دماغ میں آ کر درست کر لوں گا۔"

"اس بار آپ کی نہیں چلے گی۔" وہ چیخی۔

"دیکھتے ہیں کس کی چلتی ہے۔ میں نے بھی نا تمہیں اس بار ہلا کر نہ رکھ دیا دیکھنا پھر کبھی تم مجھ سے دور ہونے کے بارے میں سوچو گی تک نہیں۔" اس کی چیختی ہوئی چنگھاڑتی آواز شہرینہ کے اعصاب پر ہتھوڑوں کی طرح برسنے لگی جھلا کر ریسیور پٹخ دیا تھا۔ وہ خود اپنی اس زندگی سے بے زار ہو گئی تھی۔ نہ وہ زندہ رہ پا رہی تھی اور نہ ہی نائل سے دور۔ وہ اس کے دل کا مکین تھا، روح کا قرار تھا، سانسوں کی خوشبو تھا۔ وجود کے ہر حصے سے نائل کے لمس کا احساس اور وہ شدت سے رو پڑتی۔ اس کے جذبات کی وہ پذیرائی نہیں کر پا رہی تھی۔ خود کو دور بھی نہیں کر پاتی تھی۔ کبھی دل کر دیتی، کبھی اگنور کر دیتی۔ آخر وہ کب تک دوڑتی بھاگتی رہے گی۔

"میرے مالک! مجھے صبر دے دے، مجھے برداشت دے دے، میں نائل سے دور نہیں رہ پاؤں گی۔ وہ میری ہے۔ میں انہیں ناراض کر کے خود بھی بے چین ہو جاتی ہوں۔" وہ شدت کرب سے چہرہ ہاتھوں میں چھپا کر رو

"میرے اللہ! مجھے اس مشکل سے نکال دے۔ میں نائل کو ناراض نہیں کرنا چاہتی، لیکن ان کا گزرا ماضی میرے حال کو رکھ دیتا ہے۔ صرف ایک بار وہ خود سے غلطی کا اعتراف کر لیں، وہ سب جو میں نے پڑھا جھوٹ تھا، ایک بار وہ مجھے یقین دلا دیں وہ صرف میرے ہیں، صرف ایک بار۔ میں پھر ان کی بن کر رہنا چاہتی ہوں۔" اس کے آنسو سیلاب کی طرح باہر نکل رہے تھے۔ اتنا وہ روئی تھی کہ حلق تک درد کرنے لگا تھا۔ مغرب کی اذانیں ہو رہی تھیں۔ کمرے میں پھر وہ چلی گئی۔



دن میں تکلیف اس کی کم نہیں ہوئی تھی۔ رات بھی مسلسل تکلیف کی وجہ سے نیند نہ آئی تھی آنکھ ہی نہ کھلی ہڑبڑا کے اٹھی تھی دیکھا سائیڈ پر اعزاز نہ تھا۔

"اُف! اتنی دیر ہو گئی۔" خود کو لعنت ملامت کرتی اٹھی تھی مگر چار دن سے ہنوز تکلیف ہی ہو رہی تھی۔ فریش ہو کر اس نے کپڑے بھی بدلے ورنہ زینب کے سننے کو ضرور ملتی پھر آج کل انکل رحمان اور ان کی فیملی کے سامنے تو عجیب سا محسوس ہوتا تھا۔

"بڑی جلدی اٹھنے کا خیال آ گیا؟" زینب کی طنز بھری نگاہ اس پر تھی جو جھجکتی ہوئی انہیں سلام کرنے کے بعد مجرم بنی کھڑی تھی۔

"پتہ ہے کچھ اعزاز کی بھی چھٹی ہو گئی ہے۔"

"امی! پاؤں کو بہت درد ہو رہا ہے۔" وہ ہلکی سی منمنائی۔

"سنو! یہ بہانے بناتی تم ذرا اچھی نہیں لگتی ہو۔ چلو بچہ ہو تو اس کی وجہ سے دیر سویر ہو جائے تو کوئی بات نہیں لیکن تم بنی ایسی ہی رہتی ہے۔"

صدف تو شرمندگی سے گڑ گئی۔ کچن میں وہ آ گئی تھی لیکن اس کے قدم لگتا تھا جم گئے ہوں۔ آنٹی وہ تو شکر ہے جا چکی تھیں۔

"پوچھو جا کر اسے ناشتہ نہیں کیا ہے۔" حکم دینے کے ساتھ ڈانٹ بھی دیا۔ تیزی سے وہ کچن سے باہر نکلی تو سر ایک دم ہی چکرا گیا۔ فوراً اس نے دیوار تھام لی۔ آنکھوں کے سامنے دائرے سے آنے لگے مگر جلدی سے خود کو سنبھالا ورنہ دوبارہ کوئی تماشہ بن جائے۔

وہ اعزاز کو تلاشتی لاؤنج میں آ گئی۔ وہ صوفے پر اخبار کے مطالعے میں منہمک تھا۔

"آپ کے لیے ناشتہ لاؤں؟" ڈرتے ڈرتے اعزاز کو مخاطب کیا۔

"آں، ہاں!" اس نے چونک کر اخبار سائیڈ پر کر کے اس کے ستے ہوئے چہرے کو دیکھا۔ صدف کچھ نروس بھی ہو گئی نظریں تک نہیں ملا پائی تھی۔

"میں نے کر لیا ہے۔" دوبارہ اخبار آگے کر لیا۔

"میری پتہ نہیں کیوں آنکھ ہی نہیں کھلی۔" وہ ندامت میں گھری اس سے مخاطب تھی۔ اعزاز نے ہنوز اس کی جانب سے بے گانگی رکھی ہوئی تھی۔

"آج پہلی بار تو نہیں ہوا۔" اس نے اخبار سائیڈ پر رکھا اور نگاہ اس پر جما دی جو ستے ہوئے چہرے اور بجھی بجھی آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی، چہرے کے غازوں کی شگفتگی و تازگی بھی غائب تھی، عجیب مرجھائی لگی۔ ایک دم ہی بے چین بھی ہو گیا۔

"رات پاؤں میں تکلیف ہی بہت ہو رہی تھی پھر سر میں درد ہو رہا تھا۔"

"تم ڈاکٹر کے پاس جانا پسند کرتی ہو اور نہ ہی مجھ سے خدمات لینی پسند کرتی ہو۔"

"کوئی ایسی خاص تکلیف نہیں ہے۔" نگاہ چرائی۔

"لیکن صدف! نا جانے مجھے ایسا لگتا ہے تم یا تو خود کو دھوکا دے رہی ہو یا پھر مجھے دے رہی ہو۔" وہ صوفے سے ٹیک لگا کر طنز بھرے لہجے میں بولا صدف کو دیکھے گیا۔

"دھوکا میں نہیں، بلکہ دھوکا تو میں کھا گئی آپ سے۔ کیا سمجھا اور کیا نکلے۔" بے ساختہ ہی کٹیلے لہجے میں بولی۔

اعزاز کی ایسی سخت گیر بات سے تو غصہ بھی آسمان کی حدوں کو چھونے لگا۔

"آہستہ بولو، گھر میں مہمان موجود ہیں۔" اس نے دبے دبے لہجے میں سرزنش کی۔

"بہت مہمانوں کا خیال کرتی ہیں نا آپ کی امی جو آپ کر رہے ہیں۔" طنز کیا۔

"صدف! میں پہلے بھی تمہیں کہہ چکا ہوں، امی کے متعلق میں کوئی بھی غلط بات نہیں سنوں گا۔" وہ جھٹکے سے کھڑا ہو گیا۔ ایک لمحے کو وہ سہم سی گئی، کیونکہ اعزاز کا چہرہ لال بھبھوکا ہو رہا تھا، آنکھوں میں ایک کاٹ تھی۔

"میرے متعلق سنتے رہیں گے آپ؟"

"شٹ اپ!" وہ دھاڑا۔

"تمہارے متعلق بھی غلط بات برداشت نہیں کرتا ہوں۔ میرا اور تمہارا بندھن کوئی زبردستی کا نہیں ہے نہ تم تمہارے لیے ناپسندیدہ ہوں اور نہ تم میرے لیے ناپسندیدہ ہو۔" وہ جتا جتا کر بولا صدف کو بہت ہی حقیقت لگا۔

...ی گھٹن دبانے لگی جو آنکھوں کے رستے نکلنے کو بے قرار تھی۔ مگر خود پر پہرہ بٹھا لیا رو کر وہ تماشہ بنانا نہیں...

...نے آفس سے چھٹی جان بوجھ کر کی ہے صرف تمہارے لیے، تاکہ تمہارے پاؤں کا مکمل علاج ہو کوئی بنا... "قدرے توقف کے بعد لہجے کو اس نے نرم کیا۔ وہ غصہ کرنا نہیں چاہتا تھا مگر پتہ نہیں کیسے وہ ٹمپر لوز کر... اس کی طبیعت تو بڑے صلح جو تھی سب سے محبت سے بولنے والا مگر جب سے امی اور صدف کی اَن بن چل... سے بس جھنجلاہٹ ہی سوار رہتی۔

...بجے کا ٹائم لیا ہے۔ تم ریڈی رہنا۔"

...ب میرا پاؤں ٹھیک ہے۔" وہ رک رک کر بولی۔

...رے مجھے کیا ٹھیک ہے۔ پوری رات کراہتی رہی ہو۔" اس نے ایک دم ہی لہجے کو بدلا اور آنکھوں میں... اس کے قریب آیا پیشانی سے بالوں کی لٹ ہٹائی۔

...وقت آندھی طوفان کی طرح امبر آئی تو دونوں ہی بڑبڑا گئے۔ اعزاز پیچھے ہو گیا صدف کے پیچھے وہ چھپنے کی... رہی تھی۔

...آنٹی، آنٹی!" فراز کی چنگھاڑتی ہوئی آواز آئی۔

...امبر کی بچی! کسی دن میرے ہاتھوں ضائع ہو گی۔ ایسا انجکشن لگاؤں گا کہ دو دن تک پڑی سوتی رہے گی۔"

...آرام سے فراز یار! کیا بات ہے؟" اعزاز نے اس کا کالر پکڑ کر کھینچا جو امبر کی جانب لپک رہا تھا غصے سے... کھنچی ہوئی تھیں۔

...چھوڑیئے بھائی جان مجھے۔" وہ اپنا آپ چھڑانے لگا۔

...نہیں اعزاز بھائی! چھوڑیئے گا نہیں۔ یہ ماریں گے مجھے۔"

...جان سے مار دوں گا میں۔"

...پلیز بھابھی! مجھے بچائیں۔" امبر نے پشت سے صدف کو پکڑا ہوا تھا اچانک ہی زوردار چکر آیا اور وہ لڑکھڑا کر... والی ہو گئی۔ اعزاز نے ہی اسے پکڑا جو اپنا سر پکڑے ہوئے تھی۔

...صدف، صدف!" اعزاز گھبرا گیا۔ صوفے کی بیک سے ٹیک لگا کر اسے بٹھا دیا جو ذرا ہوش ہوتے ذہن کے... بوجھل آنکھوں سے دیکھنے لگی۔ تینوں اس کے قریب بیٹھے تھے۔ اعزاز جو حواس باختہ سا ہو رہا تھا۔

...بھابھی! کیا ہو رہا ہے آپ کو؟" امبر نے پوچھا۔

...آں، ہاں! کچھ نہیں۔" خود کو سنبھالنے کی کوشش کی۔ فراز اس کی کلائی پکڑ کر چیک کرنے آگے بڑھا مگر صدف ...نے اسے کھینچ لی۔

...مجھے کچھ نہیں ہوا۔" جھٹ بشاشت ظاہر کی۔

...بھابھی! آپ کلائی دکھائیں۔ وہ بضد تھا۔

...ارے فراز! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ رات بھر نیند نہیں آئی ہے نا پاؤں کی تکلیف کی وجہ سے اس لیے لگتا ہے ...شر لو ہو گیا ہے۔" وہ تیزی سے کھڑی ہو گئی۔ اگر زینب نے دیکھ لیا تو اسے کھری کھری سننے کو مل جائے گی اور ...بلا الگ ہو گی۔

...بھابی، بھابی!" وہ پکارتا ہی رہ گیا مگر صدف رکی نہیں، چلی گئی۔ تینوں ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئے۔

"بھائی! آپ بھابی کا پاؤں کسی ڈاکٹر کو دکھائیں۔" فراز کچھ ٹھٹھک سا گیا تھا۔ آخر کو ڈاکٹر بن رہا تھا، اسے ... خبر تھی اور صدف کی طبیعت اسے کچھ کچھ شک میں مبتلا کر رہی تھی۔

"اعزاز بھائی! بھابی مجھے لگتا ہے آپ کے گھر میں خوش نہیں ہیں۔" امبر جب سے آئی تھی نوٹ کر رہی تھی ... زینب آنٹی کی طنزیہ باتیں بھی سن چکی تھی۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ بھابھی اور بھائی کی شادی پسند کی ہے۔" فراز نے اسے یقین دلایا۔

"میں نہیں مانتی۔" اس نے نفی کی۔

"تمہارے نہ ماننے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔"

"آپ چپ رہیے، میں اعزاز بھائی سے پوچھ رہی ہوں۔"

"لیکن جواب میں بھی دے سکتا ہوں۔" وہ اکڑ گیا۔

"اعزاز بھائی! اگر آپ کی صدف بھابھی سے پسند کی شادی ہے تو آپ دونوں میں وہ بات کیوں نہیں ہے؟"

"کیسی بات؟" اعزاز سن کر حیران ہوا۔

"ارے وہی نا جیسے فلموں میں ہوتا ہے۔"

"او بے وقوف لڑکی! تم فلمیں کم دیکھا کرو۔" فراز نے ٹوکا۔

"آپ خاموش نہیں ہو سکتے تو یہاں سے چلے جائیے۔" امبر نے آنکھیں نکالیں۔ فراز نے کڑوا سا منہ بنایا اسے مسلسل زچ ہی کیے جا رہی تھی۔ ابھی کچھ دیر پہلے اس کے کمرے سے ساری سی ڈیز چرا کر لے گئی تھی۔

"بھائی! آپ بھابھی کے پاس جائیے۔ یہ بے وقوف لڑکی ایسے ہی بولے گی۔" فراز نے اعزاز کو جانے کا اشارہ کیا جو مسکرائے جا رہا تھا۔ امبر نے مسٹرڈ کاٹن کے سوٹ پر اونچی سی پونی ٹیل بنائی ہوئی تھی۔ یہ سادہ سی لڑکی بالکل ... ہی لگتی تھی۔

"امبر! تمہاری بات کا جواب میرے پاس ہے نہیں۔" وہ یہ کہہ کر چلا ہی گیا۔

"تم نے تو واقعی۔ بے وقوفی کا ثبوت دے دیا ہے۔" فراز مضحکہ اُڑانے لگا۔

"آپ سے کم ہوں بے وقوف۔" پھنکارنے لگی۔

ناشتہ کر کے وہ کمرے میں آ چکی تھی۔ پاؤں کو ہاتھ سے دبا کر دیکھ رہی تھی۔ تکلیف کچھ کم تھی لیکن دوسری مشکل میں مبتلا ہو گئی تھی۔ مسلسل دل گھبرا رہا تھا۔ وہ خود اپنی اس کیفیت سے پریشان تھی۔

"تیار ہو تو چل رہی ہو ڈاکٹر کے؟" اندر آیا اسے دیکھا جو بیڈ کے سرے پر سوچوں میں گھری بیٹھی تھی۔ ... ارتعاش سوچوں میں اعزاز کی گمبھیر آواز سے ہوا۔

"میرے خیال میں جانا اتنا ضروری نہیں ہے۔"

"میرے خیال میں جانا ضروری ہے۔" نرم سے لہجے میں بولتا اس کے قریب ہی بیٹھا۔ صدف نے حیرانگی سے اسے دیکھا۔ کچھ دن پہلے کی کسیلی باتیں دل میں چبھی ہوئی تھیں۔

"واپسی پر میں تمہیں تمہارے میکے چھوڑ دوں گا۔ کچھ دن آرام کر لینا، حالانکہ دل نہیں چاہ رہا ہے۔ دل پر جبر ... کے بھیجوں گا۔" اس نے صدف کا ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھ میں لیا جو سرد سا ہو رہا تھا۔

"ہری اپ، اٹھو! سامان پیک کر لو، نائل کی طرف بھی چکر لگا لوں گا۔"

"نائل بھائی ہانگ کانگ گئے ہوئے ہیں۔"

...ائل پر رابطہ ہے میرا اس سے۔ ایک دو دن میں آنے والا ہے۔ اس کے گھر کی خبر لینا تو ضروری ہے نا۔ تم ...؟" اس نے پوچھا۔

...نے سر ہلا دیا۔ پھر اس نے زیادہ ضد نہ کی اور تیار ہونے لگی۔ اچھا سا بلیو کلر کا سوٹ نکالا تیار ہو کر باہر آ... ...ے اجازت لینا بھی تو ضروری تھا۔ وہ ڈائننگ ہال میں آ گئی جہاں وہ سبزی بنا رہی تھیں۔

"...امی! میں ڈاکٹر کے پاس جا رہی ہوں، واپسی پر مجھے امی کی طرف چھوڑ دیں گے۔" ڈرڈر کر ان سے کہا۔

"...اکٹر کے تو چلی جاؤ، لیکن مجھے میکے جانا سمجھ نہیں آ رہا۔" انہوں نے ناگواری سے کہا۔

"...امی! انہوں نے کہا ہے وہاں رہ لے گی تو آرام کرے گی پاؤں بھی ٹھیک ہو جائے گا۔" اعزاز بھی وہاں چلا آیا۔

...جھکائے کھڑی تھی۔

"...ر میں مہمان موجود ہیں۔ کچھ خبر ہے تمہیں؟" انہوں نے اعزاز کو بھی ڈانٹ دیا۔ وہ لب بھینچ کر رہ گیا۔

...ب کھنچنے لگی۔

"...دو دن بعد آ جائے گی۔"

"...ھر کی بہو ہے، گھر کی ذمے داریوں کو سمجھنا چاہیے اسے۔ اب یہی اس کا گھر ہے۔" وہ ایک ایک لفظ کو ...زدہ لہجے میں ادا کر رہی تھیں۔

"...اکٹر کو بھی میں زبردستی دکھانے لے جا رہا ہوں۔"

"...عزاز! زیادہ مجھ سے بولنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"...ڈاکٹر کے بھی بس بہانے ہی ہیں پاؤں دکھانے جا رہی ہیں۔ کچھ اور بات ہوتی تو ٹھیک بھی تھا۔ اب یہ ...تکلیف اتنی زیادہ نہیں ہے۔" وہ کیسی طنز بھری معنی خیز بات کر گئی تھیں۔ صدف سے رکنا محال ہو گیا وہ تیزی ...ے میں چلی گئی۔

"...بہت برا لگتا ہے تمہاری بیوی کو، ذرا سمجھا کر رکھا کرو۔"

"...امی! آپ بھی تو زیادتی کر جاتی ہیں۔" وہ کھسیا گیا۔

"...واہ! واہ! بیوی کے آگے اب ماں کو برا کہو گے۔"

"...مانے برا تو نہیں کہا ہے۔" وہ جز بز سا ہو گیا۔

"...تمہاری بات کا مطلب یہی ہے کہ تمہاری بیوی ٹھیک ہے اور میں غلط ہوں۔"

"...تو اسے بھی ڈانٹتا ہوں۔"

"...احسان نہیں کرتے ہو ڈانٹ کر، کچھ عقل کی باتیں سمجھاؤ کہ اس گھر کی بڑی بہو ہے۔ اگر عادتیں اپنی ٹھیک ...ٹھیک رہے گی، ورنہ پھر......" باقی کا جملہ انہوں نے نہ بولا۔ اعزاز اتنا بھی نا سمجھ نہیں تھا۔ وہ انہیں ...ی نگاہ سے دیکھ کر رہ گیا۔ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے کہ امی صدف سے خوش رہیں۔

...اس نے اپنا حشر کر لیا تھا۔ اعزاز مغموم سا کھڑا بس اسے دیکھتا رہا۔

"...ف، ایم سوری!" وہ گھٹنے ٹیک کر اس کے آگے بیٹھا جو کارپٹ پر بیٹھی رونے میں مشغول تھی۔

"...اٹھو! ڈاکٹر کے چلیں۔"

"...جانا مجھے اور کبھی بھی اگر میرے گھر سے فون آئے تو کہہ دیجیے گا کہ صدف مر گئی۔"

"...بک رہی ہو تم؟" وہ تو تڑپ ہی اٹھا۔

"آپ کی امی یہی چاہتی ہیں نا مجھ پر آپ توجہ نہ دیں۔ ٹھیک ہے، نہ دیں۔ انہیں بے زبان بہو چاہیے نمار... جلی کٹی سنتی رہے مگر آگے سے کچھ نہ بولے۔"

"تم ہمیشہ غلط سمجھتی ہو امی کو۔"

"غلط میں نہیں وہ سمجھتی ہیں۔" روئی روئی آنکھیں اوپر کیں۔

"امی کا مطلب تھا کہ میں تمہیں ڈاکٹر کے لے کر جاؤں، گھر نہیں۔"

"مجھے معاف رکھیں مجھے کہیں نہیں جانا، چاہے میرا کچھ حشر ہو۔" وہ غصے میں بھنائی باتھ روم میں گھس گئی... اعزاز سے بھی وہ بات نہیں کرنا چاہتی جسے اس کا خیال ہی نہیں صرف اپنی امی کا خیال کرتا ہے۔

●●●

جس دن سے اس کی نائل سے فون پر لڑائی ہوئی تھی، دل میں بے چینی و بے قراری بڑھ گئی تھی۔ کسی کام... دل نہیں لگ رہا تھا۔ دل انجانے وسوسوں کا شکار ہو رہا تھا بار بار ذہن بھٹکتی مگر سوچیں بار بار الڈ آتی تھیں۔ جہا... بیگم اس کی کیفیت کو نوٹ کر چکی تھیں جو رات گئے تک لاؤنج میں ہی بیٹھی رہتی۔

"شہرینہ!" جہاں آرا بیگم نے اسے پکارا۔

"جی امی!" چونک کر سر اٹھایا اور غائب دماغی سے انہیں دیکھنے لگی۔

"نائل کو فون کرلو۔"

"فون! دو دن پہلے ہی بات ہوئی ہے۔" اس نے نگاہ چرائی۔

"لیکن مجھے تمہاری بے چینی بتا رہی ہے کہ نائل کی تمہیں فکر ہے، اس لیے اس تم اس کے موبائل پر فون کرلو..." اس کے سر پر تھپکی دے کر چلی گئیں۔ ارسل کو اس نے کاؤچ پر لٹایا ہوا تھا جو بے خبر سو رہا تھا۔ خود بے... دونوں پاؤں سکیٹرے کارپٹ پر بیٹھی تھی۔

"کیا کروں میرے اللہ! اس دل کو قرار کیوں نہیں ہے؟ کیوں میں بھول نہیں پا رہی ہوں وہ سب، آخر کیا..." وہ روہانسی ہو گئی۔

"نائل! میں آپ سے جدا ہونے کا تصور بھی نہیں کر سکتی، لیکن نا جانے کیوں آپ کو سامنے دیکھ کر مجھے ا... آنے لگتا ہے۔ آپ کے وجود سے مجھے اس لڑکی کی لمس کی مہک آتی ہے۔ آپ کے قریب وہ آ چکی ہے ا... برداشت نہیں کر پا رہی ہوں۔ کاش! آپ اس ملک میں گئے ہی نہیں ہوتے یا پھر مجھے آپ سے محبت نہ ہو... حسرت و بن کے ساتھ لب کچلے جا رہی تھی۔ اس کی کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے۔ نائل نے بے کا گی برتی... اداس ہوتا ہے، جب اس کی جانب متوجہ ہوتی ہے تو محرومیاں ستانے لگتی ہیں۔ اسے یہ سب خود ہی جھیلنا ہے... بھنک اگر پاپا کو پڑ گئی تو بہت برا ہوگا۔ یہ اس کے لیے اور وہ مزید دوسروں کی نظروں میں دوبارہ نہیں گر سکتی... سے تو وہ سب کی نظروں میں اونچی ہوئی ہے۔ دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر اس نے فون اٹھالیا اور نائل کا موبائل... لیا۔

"مم۔۔۔ میں بول رہی ہوں۔" نائل کی آواز سن کر اس کے جسم میں برقی رو دوڑ گئی۔ ریسیور دائیں کان... کر کے بائیں کان سے لگایا۔

"دوبارہ لڑنے کے لیے فون کیا ہے؟" اس کی تھکی تھکی آواز نے شہرینہ کو ندامت میں مبتلا کر دیا لب دا... داب لیے۔

"...یسے ہیں آپ؟" وہ جھجکتی ہوئی بولی۔

"...یہ ہوں اور تمہارے فراق میں آہیں بھر رہا ہوں؟"

"...پلیز! اس طرح کی بات مت کریں۔"

"...تو پھر یار! کیسی کروں؟ پیار و محبت کی کرتا ہوں تو تم جھوٹ سمجھتی ہو۔" لہجے میں افسردگی اور مایوسی طاری تھی۔

"...کتنے دن بعد آئیں گے؟"

"...یعنی میری یاد آنے لگی ہے۔" وہ ہنسا۔

"...جی نہیں، ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ امی کو آپ یاد آ رہے ہیں۔"

"...صرف امی کو اور تمہیں نہیں؟" وہ تپ ہی گیا۔

"...کیوں، مجھے یاد کرنا چاہیے آپ کو؟" وبے دبے لہجے میں آواز نکلی۔

"شہرینہ! تم میرا خون جلا رہی ہو۔ میری جدائی سے بھی تم پر اثر نہیں ہوا، اگر ہمیشہ کے لیے ہو گیا تو تم تو جب بھی ...ے اقرار نہ کرو۔"

"کیا بول رہے ہیں آپ؟" دل لرز اٹھا۔

"شہرینہ! تم مجھے پاگل کر دو گی یا تم پاگل ہو جاؤ گی۔" وہ چیخا۔

"دوسرے دیس بیٹھا ہوں لیکن تمہارے رویے میں تبدیلی نہیں آئی ہے۔ یہاں آ کر میں سکھ سے کب ہوں۔ ...ارسل، امی ہر وقت یاد آتے رہتے ہو، پل پل مشکل سے گزرتا ہے۔" وہ مضمحل سا بولا۔

"یہاں میرا اپنا ہی ہے کم از کم مجھے یاد تو کرتا ہے۔ میرے گلے سے تو لگ جاتا ہے۔ ایک تم ہو جسے میرے لیے ...ت نہیں ہے۔" اس سے یہ کہہ کر موبائل ہی آف کر دیا۔ شہرینہ ہکا بکا سی رہ گئی بہت ملال اسے افسوس بھی ہوا خواہ ...ا پھر اس نے تلخ کلامی کی کچھ دیر اگر محبت بھرے اس کے جملے سن لیتی تو کیا تھا، کتنی کٹھور ہو گئی ہے وہ۔ ذرا بھی نائل ...کے احساسات و جذبات کا خیال نہیں۔ گھٹنوں پر سر جھکائے دبی دبی آواز میں روتی رہی تھی۔ ساری رات اس نے ...ؤنج میں گزار دی۔

دوسرے دن وہ کچن وغیرہ سے فارغ ہو کر بیٹھی ہی تھی کہ پاپا اور آمنہ آ گئے۔ ان دونوں کو دیکھ کر تو وہ خوش ہو گئی۔ ...ڈھیروں پھل فروٹ، ارسل کے لیے کھلونے وغیرہ لائے تھے۔

"کیسی کمزور ہو گئی ہے میری بیٹی تو اپنے گھر میں۔" وہ شہرینہ کو شانے سے لگائے بیٹھے تھے اور وہ ان کی اتنی محبت پر ...آبدیدہ ہو گئی۔

"ظاہر ہے، بڑی جو ہو گئی ہے۔" آمنہ نے بھی اتفاق کیا۔

"یہ بتاؤ، نائل تو ٹھیک ہے نا؟ کب آ رہا ہے؟"

"پاپا! دو تین دن کا کہہ رہے تھے۔" وہ نائل کے ذکر پر اور افسردہ ہو گئی۔

"بھابھی! نائل فون بھی کر رہا ہے یا نہیں؟"

"ہاں، کرتے ہیں۔ میں بھی کر لیتی ہوں۔" شہرینہ نے جھٹ جواب دیا۔

"وہاں تو برابر عائشہ کو کر رہا ہے۔"

"بھابھی ان کی بہن ہیں لازمی کرنا چاہیے۔" وہ خوش دلی سے مسکرا کر بولی۔

"پاپا! آپ کی بات ہوئی تھی ان سے؟"

"ہاں دو بار ہوئی تھی لیکن میں نے جب بھی کیا سو رہا ہوتا تھا۔"

"وہاں جا کر بہت انہیں نیند آنے لگی ہے۔" منہ ہی منہ میں بڑبڑائی تھی۔

آمنہ کو ہنسی آ گئی۔ وہ خوب سمجھ رہی تھیں شہرینہ کو نائل کے جانے پر خفگی ہے جب ہی وہ انہیں بے چین اور مضطرب لگی تھی۔

"ظاہر ہے، اسے نیند آ رہی ہو گی تو سوئے گا ہی۔"

"پاپا! آپ کو نہیں پتہ وہاں جا کر مجھے بھلا ہی دیا ہے۔" وہ روہانسی ہو گئی۔

"کم آن بیٹا! وہ بزنس میٹنگ اٹینڈ کرنے گیا ہے۔ آ جائے گا۔" انہوں نے شہرینہ کو گلے سے لگا لیا۔ وہ ان کی ہمدردی پاتے ہی رو دی۔ ابرار احمد سے سنبھالنا مشکل ہو رہا تھا جو ہچکیوں سے رو رہی تھی۔ آمنہ تاسف بھری نگاہ ڈال کر رہ گئیں۔

"شہری، میرا بچہ! ایسے نہیں روتے دعا کرو ساتھ خیریت کے وہ واپس آئے۔"

"اتنے عرصے میں وہ اس سے دور ہوا ہے تو اس کی تنہائی فیل ہو رہی ہے۔" آمنہ نے تائید کی۔

"کیوں یہی بات ہے؟" ابرار احمد نے شہرینہ کا پچلا ہوا چہرہ دیکھا۔ اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"ارے یاد آیا ارسل کی بھی برتھ ڈے آنے والی ہے نا۔" انہیں یک دم ہی یاد آیا۔

"جی پاپا! وہ آئیں گے تو جب ہی پروگرام سیٹ کریں گے۔ انہیں تو ہر بات یاد دلانی پڑتی ہے۔"

"نائل شروع سے ہی ایسا ہے۔" آمنہ بھی نائل کی لاپرواہ عادت جانتی تھیں۔

"اگر وہ ایسا ہے تو شہرینہ تمہارا فرض ہے کہ اسے ہر بات یاد دلاؤ۔ اسے باہر کے کاموں سے کب فرصت ہوتی ہے۔"

"پاپا! آپ ہر بار انہی کی سائیڈ لیتے ہیں۔" اس کا منہ بن گیا۔

"بیٹا! میں بھی کتنی ایسی باتیں ہیں جو بھول جاتا ہوں، آمنہ مجھے یاد دلاتی ہے۔ دو دن سے تمہارے گھر آنے کا پروگرام بنایا ہوا تھا رات کو گھر آ کر بھول جاتا تھا۔ آج ناشتے کے وقت مجھے یاد دلایا ہے۔"

"یعنی آپ کے لیے اب میں کچھ نہیں ہوں؟" وہ روٹھ گئی۔

"ایسی بات مت کرو۔ تم میرے لیے زندگی کی طرح اہمیت رکھتی ہو۔ اور ہر باپ کو اولاد کی ایسی ہی اہمیت ہوتی ہے۔"

"لیکن پاپا! آپ مجھ سے ملنے کتنے کم آتے ہیں؟"

"بیٹا! باپ بیٹی کے گھر سوچ سمجھ کر آتا ہے۔ اور میرا اصول یہ ہے کہ بیٹی کو اہمیت دو، لیکن پہلے اس کے شوہر کو دو۔ بس اپنے داماد کا لحاظ کر کے کم آتا ہوں، کہ وہ یہ نہ سمجھے کہ میں نے تمہیں بہت سر چڑھایا ہوا ہے۔"

"آپ ان کی تو بات ہی نہ کریں۔" وہ تپ گئی۔

اتنے میں آمنہ اٹھ کر اندر چلی گئیں تا کہ دونوں باپ بیٹی کھل کر بات کر سکیں۔ پھر وہ اس بات کا ہر وقت خیال رکھتی تھیں کہ شہرینہ کو یہ محسوس نہ ہو کہ اس کے باپ پر انہوں نے اپنی ملکیت رکھی ہوئی ہے۔

کئی گھنٹے وہ ان سے باتیں کرتی رہی تھی پھر انہیں آفس بھی جانا تھا، اس لیے اجازت لے کر رخصت ہو گئے تھے۔ شہرینہ اب خود کو خاصا فریش محسوس کر رہی تھی۔ شام کو وہ صدف کو فون کرنے بیٹھ گئی تھی۔

"لگتا ہے تم نے سب لوگوں کو بھلا ہی دیا ہے۔" شہرینہ نے شکوہ کیا۔

"شہرینہ! میں غلط لوگوں میں پھنس گئی ہوں۔ میرے اپنوں سے جدا کر دیا ہے ان سب نے۔ کتنا میرا امی اور ابو کو دل چاہ رہا ہے۔"

"پھر آ کیوں نہیں لیتی ہو؟"

"کل سوچا تھا امی نے بہت ہنگامہ کیا میرے میکے جانے پر۔"

"آخر ان سب آنٹی دن بہ دن کیسی ہو گئی ہیں؟" شہرینہ کو سن کر ہی غصہ آ گیا۔

"میں تو ہر طرح سے کوشش کرتی ہوں کہ انہیں شکایت کا موقع نہ ملے، لیکن شہرینہ! وہ بات بات پر طنز کرتی ہیں آنٹی اور انکل کا بھی خیال نہیں کرتی ہیں۔"

"یا اعزاز بھائی کچھ نہیں کہتے؟" اس نے تاسف سے پوچھا۔

"وہ ان کو بھی سنا دیتی ہیں۔ پھر وہ اپنا غصہ مجھ پر اتارتے ہیں۔"

"یہ مرد کی ذات ہوتی ہی بے وفا ہے۔" وہ بھی غصے میں آ گئی، کیونکہ نائل کی دل جلانے والی باتیں یاد کر کے تو وہ ہلکان ہو گئی تھی۔

"یہ بتاؤ، پاؤں کیسا ہے؟"

"قدرے بہتر ہے۔ لیکن آج کل ایک نئی الجھن کا شکار ہو گئی ہوں۔" صدف کی تھکی تھکی سی آواز نے شہرینہ کو فکر میں مبتلا کر دیا تھا۔ وہ شہرینہ سے ہی ساری دل کی باتیں کرنے لگی تھی۔

"کیسی الجھن؟"

"عجیب گری گری طبیعت رہتی ہے۔ کھانے پینے کو دل نہیں چاہتا ہے، جس کی وجہ سے بلڈ پریشر لو رہنے لگا ہے۔"

"اچھا۔" شہرینہ سن کر گہری سوچ میں پڑ گئی۔

"اگر ان کے سامنے میری کنڈیشن ہو گئی نا، فضول میں سننے کو ہی ملے گا کہ سارے بہانے ہیں کام چوری کے۔"

"صدف! تم ایسا کر سکتی ہو؟ یہاں آ جاؤ کل کسی بھی وقت۔"

"نہیں آ سکتی۔ خواہ مخواہ پھر اعتراض کریں گی امی۔ لیکن اعزاز کہہ رہے تھے تمہاری طرف چکر لگانے کو۔"



"ایسا کرو اسی بہانے آ جاؤ تم کسی بھی طرح۔" وہ بضد تھی تا کہ صدف کا وہ خود چیک اپ کروا لے۔ لیکن اُس
صدف کو اپنے پروگرام سے آگاہ کرنا مناسب نہ سمجھا۔
"تم آ جاؤ گی تو تھوڑی طبیعت بہل جائے گی تمہاری۔ اور پھر میری بھی بوریت دور ہو جائے گی۔"
"مجھے مشکل ہی لگتا ہے کہ وہ مانیں، کیونکہ اس دن کے بعد سے وہ ہم دونوں کی طرف سے محتاط ہو گئے ہیں
میں تمہیں کچھ نہ بتا دوں۔"
"اعزاز بھائی کو میں ایسا نہیں سمجھتی تھی۔" شہرینہ قدرے توقف کے بعد گویا ہوئی۔
"سمجھتی تو میں بھی نہیں تھی۔" وہ تاسف سے بولی۔
"شہرینہ! ہم لڑکیاں کتنی مجبور و بے کس ہو جاتی ہیں کہ شادی کے بعد اپنی مرضی تو اپنی رہتی ہی نہیں ہے۔
شوہر کے اشاروں پر عمل کرتے جاؤ۔ چاہے وہ ناراض ہی کیوں نہ ہوں۔"
"ٹھیک کہہ رہی ہو۔ یہیں آ کر یہ سارے مرد بس نرم پڑتے ہیں۔ ورنہ توپ کا گولہ بنے رہتے ہیں۔"
"شہرینہ! یہ کمرے میں آ گئے ہیں۔" صدف نے آہستگی سے کہا۔
"ذرا دینا اعزاز بھائی کو فون، ان سے دو دو ہاتھ تو کر لوں۔" وہ فوراً بولی۔
"ابھی آفس سے آئے ہیں۔ موڈ خراب نہ ہو جائے۔"
"ارے! دو تم۔" وہ بضد تھی۔ کچھ ہی دیر میں پھر اعزاز فون پر موجود تھا۔
"السلام علیکم بھابھی!" اعزاز کی خوش باش سی آواز آئی۔
"وعلیکم السلام۔ اعزاز بھائی! ایسی بھی کیا معروفیت ہے کہ آپ نے اپنے دوست کے غائبانہ چکر ہی نہیں
وہ خفگی سے شکوہ کرنے لگی۔
"بھابھی! آپ کو خبر ہی ہے گھر میں مہمان ہیں۔ اسی وجہ سے گھر آ کر معروفیت ہو جاتی ہے۔" اس نے
کیا۔
"بس میں کچھ نہیں سن رہی ہوں۔ کل آپ رات کا کھانا میرے گھر کھائیں گے۔ اور ہاں صدف کو اگر
جاتے وقت یہاں چھوڑ جائیں تو میری بوریت دور ہو جائے۔" اس نے بے زاری سے کہا، کیونکہ اکیلے ر
اکتا گئی تھی۔
"صبح سے۔" وہ زیر لب بولا۔
"صبح سے لے کر شام تک آپ آفس ہوتے ہیں۔ کچھ وقت اگر آپ کی بیگم میرے ساتھ گزار لے
نہیں ہو گا۔" اس نے طنزیہ کہا۔
ایسی بات نہیں ہے۔" وہ جھینپ گیا۔
"صدف کی کچھ طبیعت وغیرہ ٹھیک نہیں ہے پاؤں کی وجہ سے۔"
"مجھے خبر ہے۔ بس کل آپ اسے چھوڑ جائیں مہربانی ہو گی۔ اور ہاں آفس سے واپسی پر ڈنر میری

اللہ حافظ۔" اس نے مزید آگے اس کی کوئی بات سنے بغیر ہی ریسیور رکھ دیا تھا۔

● ● ●

"امی! ابو کی طبیعت تو ٹھیک ہے؟" سرمد نے فاخرہ بیگم سے پوچھا، جو کاؤچ پر گم صم بیٹھی تھیں۔
"آں ہاں! صبح سے ٹھیک نہیں ہے۔"
"میں ڈاکٹر کے لے جاؤں۔" وہ اپنی ماں کے چہرے پر تفکر اور پریشانیوں کے سائے دیکھ رہے تھے، جو خود بھی
بیمار ہنے لگی تھیں۔
"بلال لے کر گیا تھا۔"
"ہر وقت فارحہ کی فکر انہیں ستائے رکھتی ہے۔ کیسی کملا کر رہ گئی ہے میری بچی۔" وہ لب کاٹتی بولیں۔
"آپ لوگوں نے اس پر پابندی نہ لگائی ہوتی، تو کم از کم فارحہ آج کسی کو یوں دکھی نظر نہ آتی۔"
"ہم لوگوں نے کیا پابندی لگا دی؟" وہ چونک کر سرمد کو حیرانگی سے دیکھنے لگیں، جو رنجور اور ملول سے بیٹھے تھے۔
"ابو نے اسے اسکول میں جاب کرنے سے کیوں روکا؟" وہ تیز لہجے میں گویا ہوئے۔
"سرمد! تم خود سوچو کیا یہ اچھا لگے گا کہ گھر کی بیٹی بہو جاب کرے؟"
"امی! یہ سب صرف فارحہ کو معروف رکھنے کو کرنا ہے۔ کم از کم وہ اسکول میں جاب کر کے ہر وقت دکھی اور غمگین تو
نہ رہ پائے گی۔ معروفیت بھی انسان کو الٹی سیدھی سوچوں سے دور رکھتی ہے۔" وہ مفصل طور پر سمجھانے لگے۔
"لیکن سرمد! تمہارے ابو وہ نہیں مانتے۔" وہ کھسیا گئیں۔
"ابو کی بھی ضد فضول ہے۔ وہ صرف اس اینگل سے سوچ رہے ہیں کہ فارحہ چچا جان کی بہو ہے۔ اگر وہ اس
نظر سے دیکھیں بیٹی کو خوش رکھنے کے لیے، اس کی ہر خوشی کو ہم مقدم جانیں گے، تو وہ خوش ہو گی کہ سب اس کا واقعی
خیال کرتے ہیں۔ پتہ ہے آپ کو ہر وقت گھر میں چکرائی چکرائی پھرتی ہے۔ مجھ سے دیکھا نہیں جاتا ہے۔ گھر میں
کوئی مہمان آ جاتا ہے ان کا سامنا تک تو نہیں کرتی ہے۔"
"سرمد! میری بچی رُل رہی ہے، بچا لے اسے۔" وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دیں۔ سرمد نے شدت سے غم سے بے
حال ہوتی ماں کو اپنے شانے سے لگا لیا۔ ان کی بھی تو آنکھیں نمکین پانیوں سے لبریز ہو گئی تھیں مگر انہیں اپنی ماں
باپ کو سنبھالنا ہے۔ فارحہ کو خوش رکھنا ہے۔
"سرمد! فارحہ ایسے تو اپنی دنیا اندھیر کر لے گی۔"
"آپ بس ابو کو راضی کریں، کیونکہ فارحہ کو ہم زندگی کی جانب اسی طرح لا سکتے ہیں۔" انہوں نے فاخرہ بیگم کے
آنسو اپنی پوروں سے پونچھے۔
"میری کب مانتے ہیں؟ وہ الٹا غصہ کرتے ہیں۔"
"میرے خیال میں انہیں منانے کا کام طائشہ کر سکتی ہے۔ چچی جان کو اور پھر چچا جان کو قائل کرنا ہے۔ انہیں میں
قائل کر لوں گا۔"
"بس جلدی کرو۔ میں اپنی بچی کو خوش دیکھنا چاہتی ہوں۔" انہوں نے آنچل سے اپنی گیلی پلکیں خشک کی تھیں۔
"امی! ابو کو میں نے شروع سے بس فیصلے کرتے اور غصہ کرتے دیکھا ہے۔ کبھی بھی انہوں نے مجھ سے محبت سے
بات نہیں کی ہے۔ اور آج دیکھیے ان کے اور میرے درمیان دوری ہے۔ ان کا رویہ آج بھی سخت ہے۔ میں تو بدل
گیا۔ لیکن نہ جانے کیوں ابو ابھی تک نہیں بدلے۔ اسی طرح سے ہیں۔" وہ افسردہ سی بولے۔

"تم سرمد! انہیں غلط مت سمجھو۔ تم تو ان کی بڑی اولاد ہو۔ تم سے تو انہیں شروع سے امیدیں وابستہ تھیں۔"

"نہیں امی! انہیں شروع سے مجھ پر سختی کرنے کی عادت تھی۔ ہر بات مجھ پر مسلط کی اور وہی سب کچھ وہ بلال اور فارحہ پر کر رہے ہیں۔"

"وہ بہت ٹوٹ گئے ہیں سرمد! خود کو تنہا محسوس کرنے لگے ہیں۔ میرے بچے ان کی جانب سے تو اپنا دل صاف کر لے۔ انہیں سہارے کی ضرورت ہے۔ جوان بیٹی کا دکھ انہیں اندر ہی اندر کاٹ رہا ہے۔ راتوں کو وہ روتے ہیں میں نے خود دیکھا ہے۔ وہ بکھر گئے ہیں۔ تو انہیں سہارا دے۔ اپنا یقین دلا۔" انہوں نے سرمد کے ہاتھ تھام لیے لب بھینچ کر درد چھپانے لگے۔ "انہیں تو سب کی فکر ہے۔ اپنے ماں باپ کی، بہن بھائی کی، تمام گھر میں بسنے والوں کی۔"

"پتہ نہیں امی! میں خود میں ہمت نہیں پاتا، یا پھر یہ کہہ لیں مجھ میں ایک جھجک ہے۔"

"جب ہمت کرو گے تو جھجک بھی چلی جائے گی، کیونکہ تم دل سے پختہ ارادہ کر لو گے کہ تمہیں قدم اٹھانا ہے تو ساری جھجک دب جائے گی اور تم بڑھتے چلے جاؤ گے۔"

"آپ یہ مت سمجھ لیجیے گا کہ میں ابو سے خائف ہوں۔ وہ میرے باپ ہیں۔ اور میرے لیے قابل احترام بھی ہیں، کیونکہ مجھے پڑھا لکھا کر آج انہوں نے ہی ایک قابل بزنس مین بنایا ہے۔" جھٹ انہوں نے اعتراف بھی کیا باپ کے احسانوں کا، جو انہیں ایک کامیاب انسان بنا گئے تھے، ایک باپ کا فرض ادا کیا۔

"امی! ابو نے ایک اچھا باپ ہونے کا حق ادا کیا ہے۔ ایک باپ نے اپنی اولادوں کو ایک کامیاب انسان بنایا ہے۔"

"بس اب تمہیں ایک اچھے بیٹے کا حق ادا کرنا ہے۔ ان کے کاندھوں کا بوجھ اٹھانا ہے۔ ان کے کاندھوں کا بوجھ اٹھانا ہے۔ ان کے ذہن کا وزن اٹھانا ہے۔ دل کا بوجھ کم کرنا ہے۔ ان کے ضمیر کو تمہیں ہلکا پھلکا کرنا ہے۔ یہ سب جب ہی ہوگا۔ جب تم دل سے ساری خفگی بھلاؤ گے۔"

"کوشش کروں گا۔ آپ بس دعا کیجیے گا، میں وہ سب کر پاؤں۔" وہ آنکھوں میں نمی اور دل پر بھاری پن لیے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔ فاخرہ بیگم نے سرمد کو تھکا تھکا سا دیکھا۔ ماں تھیں اولاد کی صورت سے ہی تکلیف جان لیتی تھیں۔

پچھلے آدھے گھنٹے سے وہ جوتوں سمیت صوفے پر لیٹے تھے۔ دایاں بازو ماتھے پر دھرا تھا۔ ٹائی لڑھک کر سائیڈ پر ہو گئی تھی۔ طائشہ پرسوچ سی انہیں دیکھے جا رہی تھی۔ جنہوں نے آج خلاف معمول اپنا حلیہ تک نہ بدلا تھا اور نہ ہی اسے آوازیں دی تھیں۔ وہ حیرت انبساط کی تصویر بنی تھی۔ سمجھ بھی نہیں آ رہا تھا کہ انہیں ڈسٹرب کرے یا نہیں، کیونکہ اس طرح وہ کم ہی لیٹتے تھے۔

"سنیے؟" ڈرتے ڈرتے ان کے قریب جا کر انہیں مخاطب کیا۔ مگر ان میں پھر بھی جنبش نہ ہوئی۔

"سنیے کیا بات ہے؟" وہ تیز لہجے میں بولتی، ان کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔ وہ جیسے خیالات کی دنیا سے واپس آ گئے تھے۔ بازو ماتھے سے ہٹ گیا۔ آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ چہرہ بھی تھکا تھکا لگا۔

"خیریت تو ہے؟ آپ خاموش کیوں ہیں؟" ان کے قریب ہی بیٹھ گئی۔ سرمد نے بغور اس کا جائزہ لیا جو ہلکے پلین کاٹن کے سوٹ اور اس پر پرنٹڈ دوپٹے میں موہنی سی لگی۔ اسے دیکھ کر تو ان کی تھکن اتر جاتی تھی۔

"کیا بات ہے؟ آج میں اچھی نہیں لگ رہی ہو؟" اس نے معنی خیزی سے آنکھیں گھمائیں۔ سرمد نے مسکرا کر

نازک ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھوں میں لے لیا۔

"طائشہ! ایک کام کرو گی؟" وہ بے قراری سے بولے۔ مگر چہرہ انہوں نے سنجیدہ بنا لیا۔

"ایک کام، میں تو آپ کے دس کام کروں گی، کیونکہ آپ کو ناراض کر کے مجھے اپنا نقصان کرنا ہے۔" وہ ہنسی۔

"یعنی عقل آ گئی ہے تمہیں۔" وہ ہنسے۔

"ظاہر ہے۔ اتنا زبردست ناراض ہوتے ہیں۔ اس پر طنز کرتے ہیں۔ جو مجھ سے تو برداشت ہی نہیں ہوتا" اس نے ان کے سینے پر سر رکھ دیا۔ سرمد نے اپنے حصار میں لے لیا۔ اپنے لب طائشہ کی چوڑی مانگ پر رکھ

"لگتا ہے، آج محترمہ زیادہ ہی موڈ میں ہیں۔"

"آپ کا موڈ مجھے اپ سیٹ لگا، تو سوچا میں آ جاؤں۔" اس نے سرمد کے لبوں پر اپنا بایاں ہاتھ رکھ دیا۔ ان کی ہنسی بڑھنے لگی تھیں۔

"یہ کیا بات ہوئی؟ میری باری آئی، تو تم نے حد بندیاں کرنی شروع کر دی ہیں۔" خفگی سے بولے۔

"میرے خیال میں پہلے آپ چینج کریں۔ اس کے بعد گرم چائے آپ کے لیے لاتی ہوں۔ اس کے بعد میں آپ کے لیے فری ہوں۔" وہ ان کے سینے سے سر اٹھاتے ہوئے بولی۔

"آج دل نہیں چاہ رہا چینج کرنے کو۔" ان پر مستی سوار ہونے لگی۔

"چلیے مت کریں۔ لیکن بیڈ پر لیٹیے آرام سے۔ میں پانچ منٹ میں زبردست سی آپ کے لیے چائے بنا کر لاتی ہوں۔" وہ ان کے جوتے اتارنے لگی، جو ان کے منع کرنے کے باوجود بھی وہ خود ہی اتارتی تھی۔

"جلدی آنا، مجھے بہت ضروری بات کرنی ہے۔"

"جلدی آؤں گی۔" ان کے جوتے ڈریسنگ روم میں رکھنے کے بعد وہ چلی گئی۔ سرمد بیڈ پر جا کر لیٹ گئے۔ وہ منٹ میں ہی آ گئی۔

"بڑی کوئیک سروس کی ہے تم نے۔" وہ ستائشی بولے۔

"اتفاق سے چائے آمنہ پھوپھو بنا چکی تھیں۔ بس کپ میں انڈیل کر لائی ہوں۔" ان کے قریب ہی وہ بیٹھ گئی۔

بیک کراؤن سے ٹیک لگائے چائے کے گرم گرم گھونٹ لے رہے تھے۔

"طائشہ! تم ابو کو قائل کرو کہ، فارحہ اگر جاب کر لے گی، تو وہ اس طرح سوچوں سے بچ سکتی ہے۔" انہوں نے بڑا بڑھ کے کہا۔

"آپ کو پتہ ہی ہے، ابو کا فیصلہ اٹل ہوتا ہے۔ ایک بار منع کر دیا تو کر دیا۔ اس لیے قائل کرنا بھی فضول ہے۔"

"تم سے میں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ تم ہی وہ واحد ہو۔ جسے اول روز سے ان کے نزدیک اہمیت حاصل ہے۔ تمہیں اس طرح ابو سے گفتگو کرنی ہے کہ وہ تمہاری بات کے آگے قائل ہو جائیں، کیونکہ طائشہ! اب بہت ہو گیا ہے۔ فارحہ کے ساتھ ساتھ امی بھی بہت ٹوٹتی بکھرتی جا رہی ہیں۔"

طائشہ چند لمحے گہری سوچ میں پڑ گئی۔ یہ تو وہ خوب دیکھتی تھی۔ فاخرہ بیگم غم زدہ سی دکھائی دیتی تھیں۔ فارحہ نے تو اپنے کمرے میں مقید کر لیا تھا۔ لیکن یہ مشکل مرحلہ لگ رہا ہے ابو کے سامنے بحث کرنا۔

"ارے! کہاں پہنچ گئیں؟" سرمد نے اس کی چوٹی پکڑ کر کھینچی۔ وہ سی کر کے رہ گئی۔

"اُف! آہستہ۔" وہ ایک تو سوچ میں کھوئی ہوئی تھی کہ اچانک افتاد پر چڑ ہی گئی۔ منہ بھی بن گیا۔ جھٹکے سے چوڑی چھڑائی۔

"سوری یار!" وہ شرمندہ ہوئے۔

"آپ اچانک کچھ بھی کر دیتے ہیں۔"

"اچھا سوری، آئندہ تمہیں کچھ بھی بتا کر کروں گا۔" معنی خیزی سے کہتے ہوئے مسکرا دیئے، طائشہ جھینپ سی گئی۔

"مجھے تم بتاؤ تو ابو کو قائل کر لو گی نا؟"

"آپ بھی تو بات کر سکتے ہیں۔"

"تمہیں پتہ ہی ہے ابو سے میں نے جب بھی بات کی ہے، سوائے تلخی کے کچھ نہ ہوا ہے۔" وہ تکیہ سیدھا کر کے لیٹ گئے۔

"آپ کے وہ باپ ہیں۔ آپ کو ہی اپنا لہجہ اور عادت درست کرنی ہے۔"

"یار! پتہ نہیں مجھے کیا ہو جاتا ہے؟ جب بھی ابو سے بات کرتا ہوں، نہ چاہتے ہوئے بھی غصے میں آ جاتا ہوں۔" وہ خود بیزار سے بولے۔

"آپ کو صرف یہ احساس رہتا ہے کہ آپ کی شادی ابو نے آپ کی پسند سے نہیں کی۔" وہ سر جھکا کر رہ گئی۔ سرمد نے تیکھے چتونوں کو اوپر اٹھایا۔ ایسا تو وہ سوچتے بھی نہیں ہیں۔ پھر وہ تو اب ان کی زندگی تھی۔ ان کی بالکل پسند کے مطابق، ایسی سلجھی ہوئی لڑکی ان کی بیوی بننے کے لیے لائق تھی۔ جس نے اپنے صبر سے ان کا دل جیتا تھا۔ ان کی اذیتوں پر بھی دہائی نہ دی تھی۔

"کیونکہ مجھے لگتا ہے، ابو سے محض اسی وجہ سے متنفر ہیں۔"

"جسٹ شٹ اپ! جو منہ میں آتا ہے۔ بولتی جاتی ہو۔ اپنی طرف سے باتیں اخذ کرتی رہتی ہو۔ بار بار کا احساس۔ آخر تم چاہتی کیا ہو کہ میں تمہارے آگے ہر وقت ہاتھ جوڑتا رہوں کہ تم غلط مت سمجھو۔"

"وہ میں تو یوں۔"

"شٹ اپ! چلی جاؤ میرے سامنے سے۔" آنکھیں غصہ کی وجہ سے ابل گئی تھیں، لب بری طرح کچل ڈالے۔ سانس زور سے بھرا اور اسے گھورنے لگے۔

"ابو سے میری ناراضگی کی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں۔"

"سوری، وہ مجھے تو ایسا لگا کہ آپ یوں ناراض رہتے ہیں۔" اس کی تو جان پر بن آئی۔ سرمد کو آج بڑا زبردست غصہ آیا تھا۔ اسے برداشت کرنا طائشہ کے لیے ایک کٹھن مرحلہ ہوتا ہے۔

"اس وقت تم یہاں سے چلی جاؤ۔ میرا دماغ کھول رہا ہے۔ میرے منہ سے کچھ غلط نکل گیا نا، تو تم سر پکڑ لو گی۔" وہ کروٹ لے کر لیٹ گئے۔ طائشہ کو خود پر غصہ آنے لگا کہ اس کے منہ سے نکلا ہی کیوں تھا؟ خاموش ہی رہتی۔ پھر سرمد کا ایسا طوفانی قسم کا غصہ۔ وہ تو اسے مکمل اگنور کر دیتے ہیں۔ سرد مہر سے بن جاتے ہیں۔ حالانکہ بعد میں معافی بھی مانگ لیتے ہیں۔ لیکن اس کی اچھی طرح جان سولی پر ٹانگنے کے بعد۔ وہ لب بھینچتی باہر نکل گئی تھی۔ آنکھوں میں آنسو آئے۔ مگر فوراً صاف کر لیے۔ سرمد کو دوبارہ منانا ہے معافی مانگی ہے۔ آئندہ اس کی توبہ جو وہ یہ بولے۔ اب تو اس کے لیے سراپا محبت ہی تھے۔

ں میں آ گئی تھی۔ رات کے کھانے کی تیاری وہ اور آمنہ ہی کرتی تھیں۔ خود کو مصروف کر لیا۔ چپ سی وہ ام کر رہی تھی۔ مرد حضرات پہلے کھانا کھاتے تھے۔ اس کے بعد ہی گھر کی خواتین کھاتی تھیں۔

"ائشہ! سرمد کھانا کھانے نہیں آ رہا؟" فاخرہ بیگم نے پوچھا، جو انس کو کاؤنٹر پر بٹھائے کچن میں ہی کھانا کھلا

"ہری نیند میں تھے۔ میں نے اٹھایا بھی، مگر اٹھے نہیں۔" لقمہ اس کے منہ میں دیا۔

"رات کو بھوکے سونا ٹھیک نہیں ہے۔"

"وہ اٹھیں گے، تو میں دے دوں گی۔" نگاہ چراتی بولی، حالانکہ جس وقت سے کمرے سے آئی تھی وہ دوبارہ پلٹ کر تھی۔ دل بار بار ان کے سرد سے رویے پر روئے جا رہا تھا۔

"گر نہ بھی اٹھے تو تم زبردستی اٹھا کر کھلا دینا۔ سارا دن وہ آفس میں دماغ کھپاتا رہتا ہے۔ بالکل اپنے اوپر توجہ ا ہے۔" وہ فکرمندی سے بول رہی تھیں، جبکہ طائشہ سر جھکائے انس کو کھلانے میں مصروف تھی۔

ام مرد حضرات کھانے سے فارغ ہوئے تو خواتین بھی کھانے لگیں۔ طائشہ کو سرمد سے پہلے کھانا کھانا کبھی اچھا س نے انس کو سلانے کا بہانہ کر کے منع کر دیا۔ مگر فاخرہ بیگم نے تنبیہ کی تھی کہ "سرمد اور تم کھا ضرور لینا۔"

"ھابھی! اس کے سونے کا مجھے پتہ ہے۔ موڈ نہیں ہے۔" بلال ڈھیلا سا فان کلر کا شلوار کرتے میں چلا آیا۔ وہ ے کے تانے بانے میں الجھی ہوئی تھی۔ مگر اس کے بھاری قدموں کی دھمک سے چونک گئی تھی۔ انس کاؤچ سے ر ابھی بلال کے گلے میں جھول گیا۔

"انس! کیا بدتمیزی ہے؟ میں تمہیں سلا رہی تھی۔" وہ غصہ کرنے لگی۔

"ارے بھابھی! یہ گیارہ بارہ سے پہلے کبھی سویا ہے۔ میں باہر جا رہا ہوں اسے لے کر۔" اس کا ارادہ جویریہ کی جانے کا تھا، کیونکہ موبائل بھی تو دینا تھا۔ جو بلال نے سرمد کی گاڑی سے پرسوں رات ہی نکالا تھا کہ سرمد کے گ جائے۔ لیکن وہ تو پہلے ہی دیکھ چکے تھے۔

"تنگ کرے گا۔" وہ بولی۔

"مجھے نہیں کرتا۔ آپ کو موقع دے رہا ہوں۔" وہ معنی خیزی سے کہتا چلا گیا۔ طائشہ اسے گھور کر ہی رہ گئی۔ اندر ہوئے ہی ڈر لگ رہا تھا۔ کمرے سے نکل جانے کو جو کہہ دیا تھا۔ اب کب قدم اٹھ رہے تھے۔ لیکن وہ کسی کو ظاہر کرنا چاہتی۔

●●●

"کل شام سات بجے کی فلائٹ سے نائل واپس آ رہا ہے۔" اعزاز نے اپنی تیاری کرتے ہوئے اسے بتایا۔ بھی جانے کی ہی تیاری کر رہی تھی، کیونکہ وہ آفس جاتے ہوئے صدف کو شہرینہ کی طرف چھوڑتا ہوا جائے گا۔

"شہرینہ کو پتہ ہے۔" اس نے آہستگی سے کہا۔ بالوں میں برش کر رہی تھی۔ دونوں کے درمیان بھی تو بات بس رت کے وقت ہوتی تھی۔ مگر اعزاز تنہائی میں کبھی اس سے غافل نہیں ہوتا تھا۔

"نہیں۔ اس نے بتانے کو بھی منع کیا ہے۔ وہ سرپرائز دینا چاہتا ہے۔ شہرینہ بھابھی کو۔ پھر نیکسٹ ویک ارسل کی سالگرہ ہے۔ وہ کہہ رہا ہے، زبردست تیاری کر کے لا رہا ہوں بیٹے کی۔" اس نے شرٹ پہننے کے بعد صدف انب رخ کیا۔ بٹن وہ اس سے ہی لگواتا تھا، چاہے ناراضگی کیوں نہ ہو۔ مگر اپنے تمام کام اس سے ہی کروانے ے تھے۔

''کتنا خوش نصیب ہے نائل۔ ایک بیٹے کا باپ ہے۔ گھر میں ایک رونق رہتی ہے۔'' وہ رشک بھرے لہجے میں بولا۔ صدف نگاہ جھکائے اس کی شرٹ کے بٹن لگائے گئی۔ وہ اکثر اب تو زینب کی طرح اپنی خواہش کا اظہار کرتا رہتا تھا۔

''کیا خبر میری قسمت میں والد صاحب بننے کا شرف کب حاصل ہو؟'' ایک حسرت بھری نگاہ صدف پر ڈالی، جو نگاہ چراتی ڈریسنگ ٹیبل کی جانب بڑھ گئی۔

''یہ میرے اختیار میں تو نہیں ہے۔'' نہ چاہتے ہوئے بھی تلخی سے بولی۔

''میں نے کہا تمہارے اختیار میں ہے۔ جھک کر جوتے پہننے لگا۔ مزید پھر دونوں میں بات چیت نہیں ہوئی۔ صدف کے جارجٹ کا پرنٹڈ، شلوار، دوپٹہ اور اس پر پلین قمیض، جو کہ مسٹرڈ کلر تھا، اس پر ہلکا سا میک اپ اور طلائی جیولری کافی دلکش رلگ رہی تھی۔ تیار ہو کر باہر نکلے اعزاز نے زینب سے رات ہی اجازت لے لی تھی۔ پہلی بار انہوں نے اعتراض نہ کیا تھا۔ اس کی وجہ بھی یہ تھی کہ رحمان علی کی فیملی اپنے گھر شفٹ کرنے والی تھی۔ اس کی سیٹنگ کے لیے اسے مسز رحمان کے ساتھ ان کے گھر جانا تھا۔ امبر اور عفرا بھی وہیں کے چکر لگاتی رہتی تھیں۔

''آ خاہ! آج تو آپ بہت پیاری لگ رہی ہیں۔'' امبر نے صدف کا ستائشی انداز میں گھوم گھوم کر جائزہ لینے کے بعد تعریف کی۔ صدف جھینپ ہی گئی۔

''آخر بیوی کس کی ہے؟'' اعزاز نے شان تفاخر سے کالر اکڑائے۔

''ویسے اعزاز بھائی! بھابھی حیرت ہے۔ آپ سے شادی ہونے کے بعد بھی سنجیدہ سی ہیں۔

''ویسے آپ کی اطلاع کے لیے عرض یہ ہے، بھابھی پہلے بھی سنجیدہ سی تھیں۔'' فراز نے جھٹ کہا۔

''سنجیدہ تو نہیں کہہ سکتے ہیں۔ ہاں البتہ کچھ کچھ بے وقوف سی تھیں۔'' اعزاز شوخی سے بولا۔ صدف اپنے یوں موضوع گفتگو بن جانے پر شرمندہ سی ہونے لگی۔

''آپ لوگوں کو تو تمام لڑکیاں بے وقوف لگتی ہیں۔ وہ چڑ گئی۔

''جو بے وقوف ہوگا، نظر آئے گا۔'' فراز اس کے یوں منہ بنانے پر محظوظ ہونے لگا۔ دونوں میں بنتی ہی کم تھی۔ نوک جھونک اور طنز بازی رہتی۔

''آپ تو مجھ سے جلتے ہی رہا کریں۔'' چیئر کھسکا کر وہ اٹھی۔

''ایسی ملکہ حسن ہونا کہ تمہارے حسن سے جلتا رہوں گا۔''

''خیر، ملکہ حسن سے کم بھی نہیں ہوں۔'' امبر نے اترا کر اپنے ہیئر کٹنگ، سولڈر کٹ بالوں کو جھٹکا دیا تو فراز کے پتنگے لگ گئے۔

''بالوں کو کم ہلایا کرو۔ تمہاری جوئیں اگر یہاں گر گئیں نا ہم تو بیمار ہو جائیں گے۔''

''آپ ڈاکٹر کس لیے بن رہے ہیں؟'' اس نے ترکی بہ ترکی کہا۔

''میرے خیال میں ہم چلتے ہیں۔ دونوں کی جنگ شروع ہو چکی ہے۔'' اعزاز ڈائننگ سے اٹھ گیا۔ صدف نے بھی اس کی تقلید کی۔

''تم جوئیں پالتی رہو۔ ہمارے سروں میں چڑھا دو۔ روز ایک جوؤں میرے سر میں سے نکل رہی ہے۔ برش کیوں کرتی ہو؟''

''واہ! واہ! جوئیں خود کے ہیں۔ نام میرا لگا دیں۔'' اس نے ہاتھ نچا کر کہا۔

''لڑکی! اگر تمہاری جوئیں ختم نہیں ہوئی نا، میں تمہیں بے ہوشی کا انجکشن لگا کر گنجا کر دوں گا۔'' فراز اس کے سر سے چڑنے لگا تھا۔ کراہیت الگ ہوئی تھی۔

''جس دن سے پاکستان آئی ہوں، میرے یہاں آ کر جوئیں پڑی ہیں۔'' وہ تنک ہی گئی۔

''یار فراز! بس کرو۔'' اعزاز نے اسے چپ ہونے کا اشارہ کیا۔

''بھائی! اتنی گندی ہے۔ یہ ہر وقت کھچڑ کھچڑ کر کے کھجاتی رہتی ہے۔''

''آپی، آپی!'' صداقت اسے بلانے آ گیا۔ دونوں کی لڑائی کی آوازیں اندر بڑوں کو آ چکی تھیں۔

''ایسے ہی بہت صاف ستھرے ہیں نا۔ آپ سب سے زیادہ گندے تو خود ہیں۔ جوتوں سمیت بستر پر لیٹ جاتے ہیں۔ بغیر ہاتھ دھوئے کھانے بیٹھ جاتے ہیں۔''

''آپی! آپ کو امی بلا رہی ہیں۔'' صداقت مسلسل بولے جا رہا تھا۔ جب وہ چپ نہ ہوئی تو زینب کو اور مسز رحمان کو ہی اٹھ کر آنا پڑا تھا۔

''امبر! کیا بحث کر رہی ہو؟ شرم ولحاظ نہیں ہے۔ فراز تم سے بڑا ہے۔'' انہوں نے بیٹی کو سرزنش کی۔ وہ منہ بنا کر رہ گئی۔

''فراز! تم ہی خیال کر لو۔ کیا بچی سے الجھ رہے ہو؟''

''کیا بچی! امی! یہ بچی ہے۔ انتہائی بدتمیز ہے۔''

فراز مشتعل ہی ہو گیا تھا۔ زینب نے بڑی مشکل سے چپ کرایا۔ مسز رحمان امبر کے یوں زبان چلانے پر شرمندہ تھیں، جبکہ فراز منہ بنا کر کالج کے لیے نکل گیا تھا۔ سحر بے چاری نے امبر کے غصہ کا سامنا کیا۔ وہ تو ویسے ہی کم بولتی تھی۔ صدف اور اعزاز چلے گئے تھے۔

''تم کوئی ننھی بچی نہیں ہو کہ ہر بات سمجھائی جائے۔'' مسز رحمان برہم ہو رہی تھیں۔ امبر گھٹنوں میں منہ چھپائے بیٹھی تھی۔

''وہ بھی تو ہر وقت جوؤں کی کان بولتے رہتے ہیں۔''

''جب تم ہر وقت کھجاتی رہو گی تو وہ یہی کہے گا۔ تم سے کتنا کہا ہے کہ روز شیمپو کر کے گیلے بالوں میں کنگھی کیا کرو۔ نہانے کے لیے تمہیں دس بار کہو تو جب نہاتی ہو۔''

''مجھے باتھ ٹب میں نہانے کی عادت ہے۔'' اس نے منہ بسورا۔

''یہ کوئی اچھی عادت نہیں ہے۔'' وہ بولیں۔

''ٹب صرف فراز بھائی کے کمرے کے باتھ روم میں ہے۔ وہ نہانے نہیں دیتے ہیں۔''

''تمہیں ضرورت کیا ہے اس کے باتھ روم میں نہانے کی؟ اس کمرے میں رہ رہی ہو۔ اس کا باتھ روم استعمال کیا کرو۔ جو چند دن ہم رہ رہے ہیں۔ وہ تو چین سے گزار لو۔ کتنی شرمندگی ہوتی ہے مجھے سب کے سامنے کہ بیٹی کو زیادہ ہی سر چڑھایا ہوا ہے۔ سسرال میں یہ سب نہیں چلے گا۔''

''سسرال جا بھی کون رہا ہے۔'' وہ تنک گئی۔

''زیادہ بکنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بچی نہیں رہی ہو۔ شادی کے قابل ہو رہی ہو۔ کی جا سکتی ہے۔ لیکن پہلے تمہارا کچھ عقل آنے کی شرط ہے۔ پتہ نہیں بعد میں تو مجھے ہی باتیں سنوانا۔'' انہیں بہت غصہ آ رہا تھا امبر کی اس فضول حرکت پر، جو فراز سے الجھتی وتکرار کرتی ہے۔

"سحر کو دیکھو وہ بھی تمہاری طرح ہے۔ لیکن ذرا جو فضول بولے۔"

"ہاں آپ کو بس سحر ہی اچھی لگتی ہے۔" چڑ گئی۔

"تمہیں تمہارے باپ نے سر چڑھایا ہوا ہے۔ لیکن امبر! یاد رکھنا، اگر تم نے خود کو نہیں بدلا تو میں تم سے سختی کرنے پر مجبور ہو جاؤں گی۔"

"امی! مجھے تو ایسا لگتا ہے، میں آپ کی سگی بیٹی ہی نہیں ہوں۔" روتے ہوئے بولی۔

"زیادہ بکنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں تمہیں چھوٹ دے دوں الٹی سیدھی حرکتیں کرنے کی، تا کہ لوگ یہ کہیں کہ ماں نے دیکھو کیسی تربیت کی ہے؟" وہ آنکھیں نکال کر اسے مارنے کو لپکی تھیں۔ مگر سحر نے ان کے شانے پر ہاتھ رکھ کر روک دیا تھا۔

"امی! آپی کو میں سمجھا لوں گی۔" سحر نے انہیں تسلی دی۔

"زیادہ مجھ سے بڑی بننے کی کوشش مت کیا کرو۔" امبر کا نزلہ سحر پر گرا۔

"امبر! واقعی سحر کو تم سے بڑا ہی ہونا چاہیے تھا۔ کتنی سمجھدار ہی ہے۔ فوراً میری بات سمجھ جاتی ہے۔" انہیں اس کی جانب سے کبھی شکایت نہیں ہوئی تھی۔ جو بولتی تھی مگر فضول نہیں۔ ہنسی مذاق بھی کرتی تھی۔ مگر کسی سے تکرار و بحث نہیں کرتی تھی۔

"آئندہ تم مجھے فراز سے لڑتی ہوئی نظر آئیں نا، اچھا نہیں ہوگا۔ کم از کم یہ چند دن تو ان کے گھر میں مجھے شرمندہ مت کرو۔" وہ اسے سرزنش کرتی رہیں اور وہ مسلسل بڑبڑائے ہی گئی، کیونکہ انہیں جب بھی غصہ آتا زبردست آتا۔

• • •

"کھانے سے فارغ ہو کر میں تمہیں ڈاکٹر کے لے چلوں گی۔" شہرینہ ٹیبل پر کھانا لگا رہی تھی۔ صدف کو اس نے ڈائننگ ٹیبل پر ہی بٹھایا ہوا تھا۔

"شہرینہ! واقعی پاؤں میں میرے تکلیف کم ہے۔ مجھے نہیں ضرورت ڈاکٹر کی۔" اس نے منمنا کر کہا۔

"محترمہ! چیک اپ کروا لیتے ہیں، کیونکہ اعزاز بھائی کو تو لگتا ہے تمہاری بالکل فکر ہی نہیں ہے۔" سالن کا ڈونگا اس نے درمیان میں رکھا۔ اس نے پلاؤ اور قیمہ کا اسٹو پکایا تھا۔ وہ بھی امی سے پوچھ کر۔

"اب تو وہ بھی بس اپنی امی کی ہی طرح گفتگو کرتے ہیں۔ لیکن اپنے حق سے محروم کبھی نہیں رہتے ہیں۔ چاہے مجھ سے کتنا ہی ناراض کیوں نہ ہوں۔" اس نے سلاد کی ٹرے اس کے ہاتھ سے لے کر رکھی۔

"یہی کچھ عادت ہمارے والے کی بھی ہے۔ اب دیکھنا آ جائیں میری خیر نہیں ہے۔"

"لیکن شہرینہ! نائل بھائی میں اور تم میں انڈرسٹینڈنگ تو ہو گئی ہے نا۔"

"تمہیں نہیں پتہ جب دماغ گھومتا ہے نا، تو دیکھو کتنی اٹھا پٹخ کرتے ہیں۔" وہ بولی۔ پھر امی کو بھی وہ کھانے کے لیے بلانے چلی گئی۔ ارسل کو لیے وہ آ گئی تھیں۔ شہرینہ نے ارسل کو گود میں ہی بٹھا لیا تھا۔ کھانے وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد اس نے جہاں آراء سے اجازت لے لی۔ قریب ہی ایک چھوٹا سا پرائیویٹ ہاسپٹل تھا۔ ارسل ... ہی چھوڑا تھا۔

"شہرینہ! تم مجھے کہاں لے کر آئی ہو؟" صدف نے اس کے کان میں سرگوشی کی، کیونکہ وہ ہاسپٹل آ گئی تھی۔

"صحیح جگہ پر لے کر آئی ہوں۔" وہ دونوں لیڈی ڈاکٹر فرحت کے روم میں بیٹھی تھیں، جبکہ صدف کا گھبراہٹ کے مارے برا حال تھا۔ اچانک ہی اس کی طبیعت بگڑنے لگی۔ دل کی رفتار کچھ کم ہونے لگی۔

"شہرینہ! مجھے سانس نہیں آ رہی ہے۔ پلیز، یہاں سے چلو مجھے ابکائی آ رہی ہے۔" صدف کی حالت اچانک ... نے لگی۔ شہرینہ پھر بھی اطمینان سے رہی۔ بیگ سے منرل واٹر کی بوتل نکالی اور اسے پینے کو دی۔ اور خود ... کے قریب چلی آئی۔ جو کسی خاتون کا چیک اپ کرنے میں مصروف تھیں۔

"ایکسکیوز می ڈاکٹر! وہ ان کی حالت کچھ اپ سیٹ ہو رہی ہے۔ اگر آپ انہیں دیکھ لیں پہلے۔" وہ رک رک کر ... تیس سی ڈاکٹر فرحت کو مخاطب کیا، جو وائٹ، پرنٹڈ، کاٹن کے سوٹ میں گریس فل لگ رہی تھیں۔ ایج ان ... رہی تھی۔

"اگر آپ اجازت دیں، تو میں انہیں دیکھ لوں۔" ڈاکٹر فرحت نے مریض خاتون سے اجازت لی، جو اس نے ... دے دی۔

"آپ انہیں ادھر لے آئیں۔" انہوں نے شہرینہ کو ہدایت کی۔ فوراً وہ صدف کو ہاتھ سے پکڑ کر پردے کی ... لے آئی۔ ڈاکٹر فرحت نے صدف کو لیٹنے کو کہا۔ وہ حیران و پریشان سی انہیں دیکھے گئی۔ شہرینہ آنکھوں ... میں چپ رہنے کو کہہ رہی تھیں۔

"شہرینہ! میں ٹھیک ہوں۔ تمہیں بتایا تو ہے۔" ڈاکٹر فرحت نے اس کا ہاتھ پکڑ کر نبض چیک کی۔

"بیٹا! گھبراؤ نہیں تم ٹھیک ہی ہو۔" انہوں نے مسکرا کر اس کا ہاتھ چھوڑا۔

"آپ نے ان کا دوبارہ کہیں چیک اپ کروایا ہے؟" وہ اپنی چیئر پر آ کر بیٹھ گئیں۔ صدف بھی بیڈ سے اٹھ کر آ گئی۔ ... برابر بیٹھی ہوئی تھیں۔ شہرینہ کے ہونٹوں پر معنی خیزی مسکراہٹ صدف کو ایک نئی الجھن میں مبتلا کرتی نظر آئی۔

"آج ہی فرسٹ ٹائم ہوا ہے۔" صدف کے بجائے شہرینہ ہی جواب دے رہی تھی۔

"لیکن شہرینہ! میرے پاؤں میں تکلیف کب ہے؟ اور انہوں نے میرا پاؤں کب چیک کیا ہے؟" وہ جھنجھلا گئی۔

"تم چپ رہو۔ بولتی رہو گی۔" اس نے ڈانٹ دیا۔ ڈاکٹر فرحت اور مریض خاتون بیٹھی مسکرانے لگی تھیں، جبکہ ... شرمندگی ہو رہی تھی۔

"آپ سارے ٹیسٹ ابھی کروائیں۔ میں رپورٹ ابھی دیکھوں گی۔" انہوں نے لکھ کر سارے ٹیسٹ شہرینہ کو ... دیا۔

"لیکن یہ دیکھ کافی ہیں۔ اس لیے ذرا انہیں کھانے پینے کا خیال رکھنا ہے۔ دماغ پر کوئی ٹینشن نہیں رکھنی ہے۔"

... حیرت زدہ سی سن رہی تھی۔

"اگر ان کے ہسبینڈ آ سکتے ہیں تو انہیں بلا لیں، تا کہ ان سے بھی ڈسکس کر لوں۔"

"ڈاکٹر صاحبہ! ان کے ہسبینڈ سائیٹ پر ہوتے ہیں۔ آنا مشکل ہے۔" وہ کھڑی ہوئی۔

"ٹھیک ہے آپ ٹیسٹ کروائیے۔ ابھی تین بجے ہیں۔ میں سات بجے تک ہاسپٹل میں ہوتی ہوں۔"

شہرینہ صدف کو لے کر باہر آ گئی۔ دونوں ٹیسٹ لیب کی طرف بڑھ گئیں۔ صدف نہ نہ ہی کرتی رہی۔ مگر شہرینہ ... کے سارے ٹیسٹ کروائے۔ رپورٹ آنے میں ڈیڑھ گھنٹہ لگنا تھا۔ گھر پر اپنے سیل سے فون کر کے جہاں ... دیر سے آنے کی اطلاع دے دی تھی۔

"شہرینہ! تمہارا تو دماغ خراب ہے۔ خواہ مخواہ فضول کھڑاک پھیلا رہی ہو۔ مجھے نہیں لگتا ایسی کوئی بات ہو۔" وہ انکاری تھی۔

"سنو۔ میں تمہاری حالت سے ہی واقف ہو گئی تھی۔ اب ڈاکٹر جو کہہ رہی ہیں۔ وہ غلط تھوڑی ہو سکتا ہے۔ باقی

کی تسلی تمہاری رپورٹس سے ہوجائے گی۔دعا کرو رپورٹ پوزیٹو ہی ہو۔" شہرینہ کو کچھ زیادہ ہی بے چینی تھی۔

واقعی رپورٹ اس کی پازیٹو ہی آئی تھیں۔صدف کو ساعتوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔لگ رہا تھا، جاگتی آنکھوں سے کوئی سپنا دیکھ رہی ہو۔شہرینہ نے اسے گلے لگالیا۔ایسی ڈبل خوشی کی خبر بے اختیار آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔ڈاکٹر کی ہدایت اور پھر دوائیاں۔وہ بس حیرانگی کی تصویر بنی رہی۔

گھر آ کر اس نے جہاں آراء کو بتادیا تھا۔انہوں نے بھی ڈھیروں دعائیں دے ڈالیں۔آٹھ نو ماہ بعد خوشی کی خبر ملی۔

"بس بیٹی! احتیاط رکھنا۔" انہوں نے ہدایت دی۔

"شہرینہ! مجھے کیوں اندازہ نہیں ہوا؟ میں تو اپنے پاؤں کے درد کی وجہ سے سمجھی کہ شاید اس وجہ سے طبیعت خراب ہے۔ڈاکٹر فراز بھی بار بار ان سے کہہ رہا تھا کہ چیک اپ کروالیں میرا۔" وہ شہرینہ کے بیڈ پر لیٹی تھی۔

"فراز ڈاکٹر ہے۔وہ تو شکل دیکھ کر پہچان لے گا ہر ایک کو۔"

"ہوں۔" وہ مسکرائی۔اچانک ہی سب کچھ اچھا لگنے لگا تھا۔زینب کی طنز بھری باتوں کا سامنا تو نہیں کرنا پڑے گا۔اور اعزاز اس کی بھی کتنی خواہش تھی۔ارسل کے وہ ننھے ہاتھوں کو پکڑے کھیل رہی تھی۔شہرینہ اپنا بیڈ روم سیٹ کر رہی تھی۔نائل کی کسی وقت بھی آمد متوقع تھی۔

"اعزاز بھائی کو تم بتاؤ گی؟ یا چھپانا ہے یہ خبر؟"

"نہیں ابھی نہیں بتانا۔بہت میں نے ان کی جلی کٹی سنی ہیں۔" صدف کو اعزاز پر غصہ تھا، جو آج کل بالکل امی کی زبان بولنے لگا تھا۔

"اگر انہوں نے بعد میں غصہ کیا تو تم نے چھپایا کیوں؟"

"میرے پاس بھی جواب ہے۔میں یہ خبر سنا کر انہیں فوراً نرم پڑتے نہیں دیکھ سکتی۔اگر وہ مجھے چاہتے ہیں تو اس وجہ سے نہیں، بلکہ جو ان کے دل میں میرے لیے محبت ہے۔اسی محبت کو دل میں رکھ کر میرے قریب آئیں۔" صدف کو بھی ضد سی ہوگئی۔

"غصہ تو اعزاز بھائی پر مجھے بھی ہے۔کیسے تھے؟ اور نکلے کیسے؟ پہلے محبت کا دم بھرتے نہیں تھکتے تھے اور اب دم ہی سرد سے ہوگئے ہیں۔" شہرینہ نے ارسل کے کپڑے چینج کیے۔رات کے کھانے کی بھی تیاری کرنی تھی۔اعزاز کو سیدھے یہیں آنا تھا۔دونوں کچن میں لگ گئی تھیں۔اعزاز نو بجے آ گیا تھا۔خوشگوار موڈ میں کھانا کھایا گیا تھا۔

"بھابی! ارسل تو نائل کو ڈھونڈتا ہوگا۔" اعزاز نے اسے مخاطب کیا، جو ڈائننگ ٹیبل صاف کر رہی تھی۔

"رات میں بہت تنگ کرتا ہے، کیونکہ رات کو وہ اس کے ساتھ ہی وقت گزارتے ہیں نا۔"

"کب تک آنے کا ارادہ ہے؟" اس نے پھر پوچھا۔

"جب دل بھر جائے گا آجائیں گے۔" بات اس نے ذومعنی کہی تھی۔اعزاز نے چونک کر ایک فہمائشی نگاہ ڈالی۔سمجھ تو گیا غصہ بہت آرہا ہے۔

"دل تو اس کا یہاں ہے، وہاں بھر کر کیا کرے گا؟" مضحکہ خیز لہجے میں کہا۔

کچھ دیر تک وہ اور بیٹھے۔پھر انہوں نے گیارہ بجے اجازت چاہی۔صدف میں اور اس میں اب بھی کوئی ۔۔۔ ہوئی تھی۔

"تمہاری امی کے گھر چھوڑ دوں؟" گاڑی میں خاموش بیٹھی صدف کو ایک نگاہ دیکھا۔جو اسے زردی لگی تھی۔

۔۔۔ایک اچھوتا روپ لگا تھا۔وہ چونکے بنا نہ رہ سکا۔

۔۔۔نے ماں و باپ کو بھلا چکی ہوں۔" سپاٹ لہجے میں کہا۔

۔۔۔نی جلدی بھلا دیا؟ ابھی تو ہم تم ماں و باپ نہیں بنے۔" اس نے استہزائیہ کہا۔بڑی سبک روی سے وہ گاڑی ۔۔۔ تھا۔

۔۔۔ں باپ نہیں بنے تو کیا ہوا؟ ایک بیوی تو ہوں نا میں آپ کی۔اور آپ کے ساتھ رہ کر مجھے اپنے خونی رشتے ۔۔۔ہی ہوں گے۔" گہرا طنز کیا۔

۔۔۔ب میں اتنا بھی ظالم نہیں ہوں۔ایک بیٹی کو اس کے ماں و باپ سے جدا بھی نہیں کرنا چاہتا۔"

۔۔۔پ کی اپنی اولاد ہوگی نا، تو آپ کو احساس ہوگا اپنے درد کا۔" آواز بھرا سی گئی۔اعزاز خجل ہی ہوگیا۔

۔۔۔دن تو آئے، جب ہی بتاؤں گا کہ احساس ہے یا نہیں۔" اس نے مذاق میں اڑائی۔صدف نے ایک تیکھی ۔۔۔ں جانب اٹھائی جو کبھی تولہ تو کبھی ماشہ لگتا۔کبھی محبت کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر تو کبھی نفرت کا گھنا جنگل لگتا۔

۔۔۔تنے ماہ ہوگئے ہیں؟ میں تو منتظر ہی ہوں سننے کو خوشگوار سی خبر۔"

۔۔۔عا کرتے رہیے، شاید قبول ہوجائے۔" وہ اکھڑی اکھڑی بول رہی تھی۔

۔۔۔ری برائیاں بھابی سے کر کے بھی تمہارا موڈ درست نہیں ہوا۔" وہ اس کی بے رخی پر چڑ گیا۔

۔۔۔ں نے کوئی آپ کی برائیاں نہیں کی ہیں۔" اس کے تو دماغ پر ہی جا لگی۔

۔۔۔ر یہ تمہارا اکھڑ رویہ۔"

۔۔۔ہارا دیہ نظر آجاتا ہے۔کبھی خود پر اور دوسروں پر بھی غور کرلیا کریں۔" پشت گھما کر کھڑکی سے باہر دیکھنے ۔۔۔زاز نے پھر اسے مخاطب نہ کیا۔خاموشی سے راستہ کٹا۔گھر آتے ہی صدف اپنا بیگ اٹھا کر اندر چلی گئی۔

● ● ●

۔۔۔سے وہ ان کے سونے کے بعد ہی کمرے میں آئی تھی۔اور ڈریسنگ روم میں سوئی تھی۔آج صبح بھی وہ انہیں ۔۔۔کھائے بغیر غائب ہی تھی۔ناشتہ کی ٹیبل پر بھی نظر نہ آئی۔ناشتہ بھی فارحہ نے دیا۔تماوہ متفکر سے بھی ہوگئے ۔۔۔یں بھی تو جلدی آجاتے ہیں۔لیکن اس وقت بے چینی سے وہ طائشہ کا انتظار کر رہے تھے۔کل تو سنڈے تھا۔ ۔۔۔ا اٹھتے تھے۔مسلسل گھڑی کی سویوں کو دیکھ رہے تھے۔جس نے ایک کا ہندسہ بھی کراس کرلیا تھا۔انس کو وہ خود ۔۔۔اندر لے آئے تھے۔وہ ان پر لیٹے لیٹے سو گیا تھا۔ ان کی بے چینی بڑھنے لگی تو آہستگی سے بیڈ سے اترے۔ ۔۔۔ا میں ڈالے اور کرتے کی آستین فولڈ کر کے کمرے سے باہر آئے۔پورے گھر میں سناٹا تھا۔لائٹ بھی آف ۔۔۔ذبذب کا شکار ڈرائنگ روم میں آئے۔یقیناً یہاں ہوسکتی ہے۔دیکھا تو واقعی وہ کارپٹ پر فلور کشن پر سر رکھے ۔۔۔روشنی درمیان میں لٹکے فانوس کی ہو رہی تھی۔مبہم سی مسکراہٹ ہونٹوں پر رینگ گئی۔آگے بڑھ کر طائشہ کو ۔۔۔انہوں میں اٹھالیا۔پٹ سے طائشہ کی آنکھیں کھلیں۔اتنے قریب وہ تھی ان کے۔سمجھ نہ آیا کہ کیا ہوا ہے؟ ۔۔۔لئے ڈرائنگ روم سے نکلے۔تیزی سے چلتے ہوئے کمرے میں لے آئے، تاکہ کوئی انہیں دیکھ نہ لے۔

۔۔۔ر تم نے تو اپنی جھلک تک سے ترسا دیا ہے۔" اسے بیڈ پر بٹھا کر بولے۔طائشہ نے نخوت سے منہ ہی ۔۔۔ن کی ایسی طبیعت وہ سخت پریشان تھی۔

۔۔۔رے غصے کا اتنا نوٹس لیا۔"

۔۔۔ہے۔لینا پڑتا ہے۔دوسرا نوٹس اگر تھما دیا تو میں تو جیتے جی مر جاؤں گی۔" آنکھوں کے گوشے بھیگ گئے۔

سرمد ندامت سے سر کھجا کر رہ گئے۔ اس کے قریب ہی وہ دراز ہو گئی۔ وہ جھٹکے سے پیچھے ہی ہونے و
کر اٹھ گیا اور رونا شروع کر دیا۔

"لو اٹھ گئے نواب۔" سرمد اپنا سر پکڑ کر رہ گئے۔ طائشہ نے اسے اپنی گود میں لٹا لیا۔

"طائشہ! اب تو معافی جیسا لفظ کہتے ہوئے بھی مجھے شرمندگی ہوتی ہے۔" وہ قدرے توقف کے ب
بولے۔ انس نے پھر چیخنا شروع کر دیا۔ ان کی بات درمیان میں رہ گئی۔

"کیا ضرورت تھی تمہیں پیچھے ہونے کی؟ کسی نامحرم کے قریب نہیں بیٹھی تھیں تم۔ شوہر ہوں تمہارا۔ سمجھیں۔
ہوئیں اور وہ اٹھ گیا۔" وہ برہم ہونے لگے۔

"شاید بھوک لگی ہے۔ کچھ کھانے کے لیے لاتی ہوں۔" وہ بیڈ سے اتر گئی۔ اس دوران سرمد نے انس کو سنبھالا
بڑا ہو رہا تھا۔ ضدیں بھی بڑھتی جا رہی تھیں۔ طائشہ انس کے لیے ایک کپ میں دودھ اور ایک سلائس رکھ کر لے آئی تو

"تم اسے کھلا کر فارغ کرو۔ مجھے تم سے کچھ وقت چاہیے۔" انہوں نے سنجیدگی سے کہا اور دراز ہو گئے۔ طائ
نے نگاہ ترچھی کر کے انہیں دیکھا جو اس کی پشت کے پیچھے تھے۔

"مجھے نیند آ رہی ہے۔" خفگی ہنوز رکھی۔

"کل سنڈے ہے۔ اگر صبح دیر سے بھی اٹھو گی، تو کوئی کچھ کہے گا بھی نہیں۔" تیز لہجہ میں کہا۔

"کوئی تو نہیں۔ آپ سے سب توقع ہے۔" انس کو سلائس کے چند لقمے کھلانے کے بعد کپ اس کے منہ
دیا۔ وہ واقعی بھوکا تھا۔ جب ہی جلدی جلدی دودھ پی گیا۔

"پلیز طائشہ! انفیکٹ۔ میں بہت پریشان ہوں۔ تم طنز کے وار کر کے مجھے مزید ہرٹ مت کرو۔" وہ جھنج
گئے۔ طائشہ ایک لمحے کو ان کے سرد سے رویے سے کانپ گئی۔ زبان دانتوں تلے دبا لی۔ انس کو سلانے لگی۔ سرمد کی
پر فوراً دل پسیج گیا۔ ویسے بھی وہ ان سے ناراض کب تھی۔ اب تو ان کی ایسی سرد عادتوں کی عادی ہو گئی تھی مگر یہ
دکھانا چاہ رہی تھی۔ انس جب سو گیا تو اسے کنارے پر لٹا دیا۔ اور خود ان کے پہلو میں لیٹ گئی۔ دایاں ہاتھ جھجکتے
سرمد کے کشادہ سینے پر رکھ دیا۔ انہوں نے پٹ آنکھیں کھول دیں۔ وہ ان کے کاندھے پر سر رکھے ہوئے تھی۔

"طائشہ! آئی ایم ریئلی سوری۔ میں تم سے پتہ نہیں کیوں ایساری ایکٹ کر جاتا ہوں؟" انہوں نے شدت جذ
سے مغلوب ہو کر اسے بانہوں میں بھر لیا اور ان کے سینے میں منہ چھپا کر سسک ہی پڑی۔ سرمد اس افتاد پر گھبرا گئے۔

"یار! مجھے معاف کر دو۔ میری یہ عادت برداشت کر لیا کرو۔ میں اگر تم سے اس طرح کر جاؤں۔ میں خود
عاجز ہوں۔" لب اس کی پیشانی پر رکھ دیے۔

"آپ نے یہ کیوں کہا کہ میرے سامنے سے چلی جاؤ؟" اسے تو ان کا پہلا کاٹ دار جملہ اندر ہی اندر کاٹ رہا

"اس لیے کہا تھا کہ میں تمہیں اپنے برے رویے سے ہرٹ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اگر میرے منہ سے غصے
نکل جاتا، تو میں تو مارا جاتا نا۔ اس لیے اگر آئندہ مجھے غصہ آئے تو میرے سامنے سے ہٹ جایا کرو۔" ا
حصار تنگ کر دیا۔ اچانک ہی جھٹکے سے اسے چھوڑ دیا۔

"اُف! ہائے!" وہ سی کرنے لگی۔

"کیا ہوا؟" طائشہ گھبرا کر ان پر جھکی۔ وہ سینے پر ہاتھ رکھے تکلیف سے کراہنے لگے۔

"کیا ہوا؟ بتایئے نا؟" اس نے سرمد کا ہاتھ پکڑا۔ وہ سینہ سہلانے میں لگے ہوئے تھے۔



ہرینہ نے شادی کے بعد بھی نائل کو قبول نہ کیا۔ نائل نے اس پر پابندیاں عائد کی ہوئی تھیں۔ اس کا کہنا تھا
ب تک آمنہ سے معافی نہیں مانگے گی وہ بھی اس کی سزا میں ترمیم نہیں کرے گا۔
دوران آمنہ کی ایک اسٹوڈنٹ جویریہ کا آمنہ کے گھر آنا جانا شروع ہو جاتا ہے۔ اس کی شادی اس کے پاپا
ی بیوی کے بھتیجے سے رنا چاہتے ہیں لیکن جویریہ نے خودکشی کرنے کی کوشش کی۔ جویریہ کو بلال پسند کرنے لگتا

راحم کی رشتے کی بہن زینب اسلام آباد سے کراچی سیٹل ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ ان کے بیٹے اعزاز کی جاب
یں لگ جاتی ہے۔ زینب کی دو بڑی بیٹیاں بشریٰ اور نیلم امریکہ شادی ہو کر گئی تھیں۔ ان سے چھوٹا اعزاز، پھر
فرا تھے۔ اعزاز صدف میں دلچسپی لینے لگتا ہے۔ نائل اعزاز کا امریکن یونیورسٹی فیلو تھا۔ شہرینہ کی نائل سے صلح
ہے اور اعزاز کی شادی صدف سے ہونے لگتی ہے۔ اعزاز کی صدف سے شادی ہو جاتی ہے۔ وہ لوگ ہنی مون
جانے والے ہوتے ہیں کہ ان کے پاسپورٹ گم ہو جاتے ہیں۔ شہرینہ کو ایک پرانی ڈائری کے ذریعے نائل
زندگی کے بارے میں پتہ چل جاتا ہے نائل کی سابقہ زندگی کے بارے میں جان کر شہرینہ نائل سے بدظن ہو
کیونکہ نائل کی شادی سے پہلے یونیورسٹی کی کسی لڑکی سے دوستی تھی۔ شہرینہ اور صدف ناراض ہو کر اپنے میکے
ہیں۔ شہرینہ اپنے سسرال نائل کے ساتھ واپس آ جاتی ہے۔ صدف اور اعزاز کے درمیان تلخی چلی رہی ہے۔
یہ کوئی نوکیلی چیز چبھی ہے تمہارے پاس سے۔" اس پر ترچھی نگاہ ڈالی۔ نگاہ سیدھی ان کی طائشہ کے سینے پر
ال گولڈ کا لاکٹ چین میں پڑا ہوا تھا۔
چبھا ہے مجھے۔" انہوں نے لاکٹ پکڑا۔ طائشہ کو ہلکی سی مسکراہٹ آ گئی۔
ری، میری وجہ سے۔" شرمندہ بھی گئی۔
ئندہ میرے پاس آنے سے پہلے یہ ہتھیار دور کر کے آیا کرو۔" وہ خفگی سے گویا ہوئے۔
لے یہ اتار سارا کچھ۔ تم تو جان سے مار دو گی مجھے۔" وہ اپنے کرتے کے بٹن کھول کر سینے پر دیکھنے لگے۔
ا ایک سرخ سا نشان بن گیا تھا۔
وہ تو نہیں لگا؟" وہ لاکٹ اتارنے کے بعد ان کے سینے پر دیکھنے لگی۔ گھنے، کالے بال سینے پر نشان بھی
پڑ رہا تھا۔
ال ہے؟"
ل نہیں رہا۔ تم نے ہاتھ رکھ دیا تو سمجھو نشان اور درد غائب۔" معنی خیز مسکراہٹ لیے اس کی آنکھوں میں
۔ طائشہ نے شرما کر ہاتھ ہی ہٹا لیے۔
ہے، خود سے بھی کچھ کرنے لگی ہو، ورنہ مجھے شکایت ہی رہتی۔" شوخ لہجے میں بولتے، اس کے ہاتھوں کو
سا کر ہاتھ چھڑائے۔
مطلب ہے؟"

"میرا مطلب ہے۔ جیسے میری تکلیف پر پریشان ہوجاتی ہو۔" انہوں نے جھٹ بات بنائی۔

"یہ بتاؤ ابو سے بات کی؟" انہوں نے موضوع بدلا۔

"کیسے کرتی؟ آپ کی طرف سے فکر لاحق ہوگئی تھی۔ ناراض جو تھے۔"

"چلو تو صبح ضرور کر لینا۔" وہ سیدھے ہو کر لیٹ گئے۔

"اگر ابو نے پھر بھی رضا مندی نہ دی تو؟" وہ متفکر سی بولی۔

"ابو کی تم چہیتی بہو ہو۔ مجھے نہیں لگتا کہ ابو تمہاری بات نہ مانیں۔" ان کا لہجہ وثوق بھرا تھا۔ شروع سے ہی ابو نے طائشہ کی ہر بات کو اہمیت دی تھی۔

"کوشش کروں گی۔ آپ کو بھی میرا ساتھ دینا ہوگا۔"

"یار! میں کیسے؟" وہ اچھل پڑے۔

"بس میں نے کہہ دیا ہے۔ آپ بھی میرے ساتھ بات کریں گے۔ شروع میں کروں گی۔ آپ نے بھی کچھ بولنا ہے۔ لیکن اپنے غصہ کو دبا کر۔ یہ ذہن میں رکھ کر وہ آپ کے والد ہیں۔ اس لیے ان کی شان میں گستاخی بالکل نہیں۔"

"طائشہ! یہ مجھ سے نہیں ہوگا۔" وہ اٹل لہجے میں گویا ہوئے۔

"آپ خود پر رکھ کر سوچیے، کل کو انس بڑا ہوگا۔ وہ آپ سے بدتمیزی سے بولے، یا آپ کی نافرمانی کرے آپ کو غصہ نہیں آئے گا۔"

"میں اپنے بچوں کی تربیت فرینڈلی انداز میں کروں گا۔ کبھی بھی انہیں خود سے دور نہیں رکھوں گا۔ ہمیشہ ان کی مرضی پر چلوں گا، کیونکہ جب میں ان سے کو آپریٹ کروں گا تو وہ بھی مجھ سے کریں گے۔" وہ اپنے ابو سے زیادہ خائف تھے۔

"پلیز، آپ اپنے رویے میں لچک رکھیے۔ ابو بہت کمزور ہوگئے ہیں۔ انہیں آپ کے سہارے کی ضرورت ہے۔"

"تم بحث کرنا بند کرو گی یا نہیں؟" وہ کھسیا کر رہ گئے۔ آنکھوں میں ناگواری تھی۔ طائشہ نے افسردگی سے دیکھا جو اسے ہی گھور رہے تھے۔ ایک دم ہی اسے بھی غصہ آیا۔ ناراضگی دکھاتی ان سے قدرے فاصلے پر ہو کر لیٹ گئی۔ انہوں نے اس کی یہ حرکت نوٹ بھی کی۔ اس بار وہ اس سے ناراض نہیں رہ سکتے تھے۔ وہ اپنی ضد چھوڑنے تیار نہ تھے۔ جبکہ امی اور طائشہ بالکل ٹھیک ہی کہتی ہیں۔ ابو کو ان کے سہارے کی ضرورت ہے۔ بڑے بیٹے ہونے کے ناطے ان کا فرض تھا۔ وہ باپ کی ذمہ داری اور ان کا بوجھ ہلکا کریں۔ مگر شروع سے ہی باپ کا حاکمانہ رویہ سے وہ ان سے بددل ہوگئے تھے۔

صبح وہ دیر تک سوتے رہے۔ وہ معمول کے مطابق جلدی اٹھ گئی تھی۔ ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد کچن کی صفائی میں لگ گئی۔

"طائشہ! نائل کو تم نے کال کی تھی؟" آمنہ کچن میں چلی آئی تھیں۔ وہ دھلے برتن ریک میں لگا رہی تھی۔

"میری تو بات نہیں ہوئی۔" اس نے ان کے فکر مند چہرے کو دیکھا۔

"میں کل سے کتنی ہی بار موبائل پر کر چکی ہوں۔ لیکن مل نہیں رہا۔ تم ایسا کرو سرمد سے کہو، وہ فون کرے۔ آنے کا اس نے دو تین دن میں کہا تھا۔ آج پانچواں روز ہے۔ شہرینہ بھی پریشان ہے۔"

"اچھا۔ میں ابھی جا کر ان سے کہتی ہوں۔ وہ کر کے پوچھتے ہیں۔" ہاتھ تولیہ سے پونچھنے لگی۔

"جلدی کرو جا کر۔ میرا دل گھبرا رہا ہے کل رات سے۔" آمنہ کا متوحش چہرہ دیکھ کر طائشہ بھی ٹھٹک گئی تھی۔ گھر نہیں گئی تھی ایک بار بھی۔ خیر خبر ہی لے لیتی۔

کمرے میں آئی تو سرمد کو اخبار کے مطالعہ میں منہمک دیکھ کر رک گئی۔ کچھ لمحوں تک وہ بیڈ کے سرے پر بیٹھی رہی۔ سرمد نے گاہے بگاہے اس پر نگاہ بھی ڈالی۔ جیسے کچھ کہنا چاہتی ہو۔

"کچھ کہنا ہے؟" اخبار سائیڈ پر رکھ کر بشاشت سے گویا ہوئے۔ رات کی کسی بھی تلخ بات کا شائبہ تک نہ تھا۔

"آپ نائل کے موبائل پر کال کر کے پوچھیے، وہ کب آ رہا ہے؟"

"جو حکم سرکار کا۔" مسکراتے ہوئے موبائل بیڈ کی سائیڈ ٹیبل سے اٹھایا۔ اس کا نمبر پریس کر کے ملایا۔ مگر چند لمحے کان سے لگانے کے بعد بھی کوئی رسپانس نہیں ملا۔

"پتہ نہیں، اس نے موبائل آف تو نہیں کیا ہوا؟" وہ دوبارہ ٹرائی کرنے لگے۔ مگر ہنوز کوئی رسپانس نہیں ملا تو موبائل آف ہی کر دیا۔

"طائشہ، طائشہ!" آمنہ کی آواز آئی تو وہ چونک گئی۔

"پھوپھو! اندر آجائیں۔"

"ملا اس کا نمبر؟" وہ بے تابی سے پوچھنے لگیں۔

"آمنہ چچی! لگتا ہے، نائل نے موبائل آف کیا ہوا ہے۔" وہ بھی ان کے حواس باختہ چہرے کو دیکھتے فکر مند سے ہوئے۔

"شہرینہ کا فون آیا تھا۔ وہ روئے جا رہی ہے۔ نائل کی کوئی خیر خبر نہیں مل رہی ہے۔"

"میں ٹرائی کرتا ہوں۔ آپ اطمینان رکھیے مل جائے گا۔" وہ پھر کوشش میں لگ گئے مگر نتیجہ ندارد۔

"طائشہ! شہرینہ نے رو رو کر برا حال کیا ہوا ہے۔ بھابھی کا فون آیا تھا۔"

"اتنی بڑی ہوگئی۔ مگر بچی بنی ہوئی ہے۔ ارے! آ جائے گا۔ معروفیت ہوگی اس کی۔ کیا پتہ ہے ایسی جگہ ہو جہاں موبائل فون یوز کرنے کی اجازت نہ ہو۔" سرمد انہیں اطمینان ہی دلانے لگے۔

"میں تو شہرینہ کے پاس جا رہی ہوں۔" وہ جانے لگیں۔

"آمنہ چچی! ہم بھی چلتے ہیں۔" سرمد بیڈ سے تیزی سے اٹھے۔

• • •

سب ہی اس کے پاس جمع تھے۔ مگر اس نے رو رو کر اپنی آنکھیں سوجا لی تھیں۔ آمنہ مسلسل اسے سمجھائے جا رہی تھیں۔ مگر اس کی یہی رٹ تھی نائل سے بات کرنی ہے۔

"بھابھی! وہ فون کرتا تھا آپ سے یا نہیں؟" آمنہ نے ان سے پوچھا، جو خود افسردہ سی بیٹھی تھیں۔ ماں تھیں صبح سے ہی ہول اٹھ رہے تھے۔ نائل کی جانب سے کوئی خیر خبر نہیں ملی تھی۔

"پہلے اس کے موبائل پر کر لیتی تھی۔ کل سے مسلسل ملا رہی ہے۔ لیکن وہ اٹھا ہی نہیں رہا ہے۔"

"شہرینہ بیٹا! سنبھالو خود کو۔ ہمت سے کام لو۔ دعا کرو۔ دیکھنا اس سے آج ہی رابطہ کرتے ہیں ہم۔" ابرار احمد بیٹی کی پریشانی دیکھی نہیں جا رہی تھی۔ چند گھنٹوں میں ہی وہ صدیوں کی بیمار لگنے لگی تھی۔ سرخ و سپید چہرہ رو رو کر مرجھا گیا تھا۔ صبح سے دوپہر کا وقت آ گیا۔ لیکن اس نے ایک لقمہ حلق سے نہ اتارا۔ ارسل الگ چڑچڑا سا ہو کر رو رہا

تھا۔اسے طائشہ سنبھال رہی تھی۔

”آپ اعزاز سے معلوم کریں۔کیا پتہ دونوں کی فون پر بات ہوئی ہو؟“ طائشہ نے سوچ میں گھر سے اٹھ کر مخاطب کیا۔جو لان میں پورچ کی سیڑھیوں پر بیٹھے تھے۔

”آفس سے بھی معلوم کرلیا ہے۔وہ کہتے ہیں کہ وہ بیس دن کے ویزٹ پر گیا ہے۔لیکن رابطہ ہوتو،کم از کم یہ شہرینہ کی حالت تو سدھرے۔“وہ موبائل پر اعزاز کا نمبر پریس کرنے لگے۔

”ہاں اعزاز!یار!نائل سے تمہاری کوئی بات ہوئی تھی؟“ اعزاز نے فوراً ہی کال پک کرلی تھی۔

”جی کل ہوئی تھی۔“

”یار!وہ آ کب رہا ہے؟ یہاں صبح سے شہرینہ نے رو رو کر اپنا حشر کیا ہوا ہے۔وہ بات کرنا چاہ رہی ہے۔لیکن نائل کوئی رسپانس ہی نہیں دے رہا ہے۔“

”اچھا۔“وہ بھی خاموش ہوگیا۔

”ویسے آج سات بجے کی فلائیٹ سے وہ پہنچنے والا ہے۔اس نے کہا تھا کہ شہرینہ بھابھی کو پتہ نہ چلے۔“جب اس نے شہرینہ کی ایسی حالت سنی تو بتانا پڑا۔

”یار!تمہیں پتہ ہے نا،وہ بے وقوف سی لڑکی ذرا ذرا سی بات پر طوفان اٹھالیتی ہے۔صبح سے نہ کچھ کھایا ہے اور نہ پیا ہے۔“وہ بتانے لگے۔

”اب آپ بتادیں۔ایئرپورٹ میں اسے لینے جاؤں گا آفس سے ہی۔“اس نے اپنا پروگرام بتایا۔

سرمد کی اعزاز سے بات کرنے کے بعد تسلی ہوئی۔موبائل آف کر کے طائشہ کو تھمایا اور کھڑے ہوگئے۔طائشہ نے بھی تقلید کی۔دونوں اندر آ گئے۔شہرینہ کو بتایا تو اس کے آنسوؤں کے ریلے میں کمی آئی۔

”مجھے خبر تھی یہ نائل ضرور اسے تنگ کر رہا ہے۔“ طائشہ کی بھی جان میں جان آئی۔شہرینہ کے کھانے کے لیے لے آئی تھی،کیونکہ اسے نقاہت سی ہو رہی تھی۔ارسل کو بھینچ کر پیار کیا اور اسے فیڈ کرانے اندر لے گئی۔

”لڑکی!پہلے تم تو کچھ کھالو۔“ طائشہ نے ہانک لگائی۔

”بعد میں کھاؤں گی۔“تھکی تھکی اندر چلی گئی۔لیکن آمنہ ٹرے لے کر اس کے ہی بیڈروم میں آ گئی تھیں۔شہرینہ کے چہرے پر ایک دم اطمینان کی لہر دوڑ گئی تھی۔

”بیٹا!پہلے کھانا کھالو۔بھوکا رہنا اچھا نہیں ہے۔“ انہوں نے ٹرے اس کے آگے رکھی،جو ارسل کو گود میں لے چکی تھی۔

”اُف!میں پہلے فریش ہوں گی پھر کھاؤں گی۔شام کے لیے بھی تیاری کرنی ہے۔“کتنی خوش تھی۔پورے دن بعد وہ نائل کو دیکھے گی۔تمام خفگی اور غلط فہمی نہ جانے کہاں چلی گئی تھی کہ وہ بس نائل کو سوچے جا رہی تھی۔شاید محبت ہی تھی جو وہ اس سے بے پناہ کرتی ہے۔مگر نائل کے سامنے اعتراف نہیں کرتی تھی۔

”شام کی تیاری میں اور طائشہ کروا دیں گے۔تم فکر مت کرو۔چلو شاباش کھاؤ ورنہ نائل آ کر غصہ کرے گا کہ میری بیوی مجھے فریش نہیں ملی،کیونکہ آج رات سے اگلے دو تین دن تک ضرور آفس نہیں جائے گا۔اور تمہیں اپنے پاس سے ہلنے بھی نہیں دے گا۔“وہ بول رہی تھیں۔شہرینہ جھینپ کر انہیں دیکھنے لگی۔نا نا کرتے ہوئے بھی کھانا کھلایا۔اس پورا وقت کمرے کی صفائی ستھرائی کی۔ارسل کو نہلا دیا۔خود بھی نہا کر گرین کاٹن کا ایمرائیڈری والا سوٹ بڑے دل سے پہنا۔جیولری بھی پہنی۔ایئرپورٹ اعزاز گیا تھا۔سرمد آفس کے کام کی وجہ سے آفس ہی میں تھے۔

...ل اور عمر نے رونق لگادی تھی۔

”بجو!کب تک آئیں گی آپ؟ارسل روئے جا رہا ہے۔“عمر اکتایا ہوا آیا۔مگر شہرینہ کو یوں اتنا سجا سنورا دیکھا ...شرات پھڑک اٹھی۔

”بجو!ایسا لگ رہا ہے لڑکا آپ کی شادی کے لیے دیکھنے آ رہا ہے۔“وہ ڈریسنگ ٹیبل سے ٹیک لگا کر اس کے ...ہی کھڑا ہوگیا۔وہ ڈھیروں کانچ کی چوڑیاں نکالے اس میں سے گرین چوڑیاں سلیکٹ کر رہی تھی۔

”زیادہ بکواس نہیں۔“اس نے عمر کو مارنے کو ہاتھ اٹھایا ہی تھا کہ چوڑیوں کا بینگلز باکس فرش پر گر گیا۔شہرینہ نے ...اختہ ہو کر گرتی چوڑیوں کو بہت بچایا۔مگر وہ کارپٹ پر بکھر گئی تھیں۔

”اوہ مائی گاڈ!عمر کے بچے!ساری گروادیں۔“وہ باقاعدہ رونے والی ہی ہوگئی۔چند ایک ٹوٹی بھی تھیں۔دونوں ...بیٹھنے لگے۔

”ٹائم دیکھو،آٹھ بج گئے ہیں۔ابھی ارسل کو بھی تیار کرنا ہے۔“

”سوری بجو!“ وہ شرمندہ ہوا۔جلدی جلدی چوڑیاں جمع کر کے اس نے رکھیں۔پھر ہاتھوں میں چوڑیاں پہننے کا ...ی نہیں ملا۔ارسل کی زوردار رونے کی آوازیں آنے لگیں۔

”آ رہی ہوں،آ رہی ہوں۔عمر!یہ سب ترتیب سے رکھ کر آؤ۔“وہ اسے حکم دیتی تیزی سے باہر نکلی تھی کہ گرتے ...نے بجی۔کوریڈور میں رکھا فون بھی اپنی موجودگی احساس دلانے لگا۔

”فون کو چھوڑو۔تم آ کر اسے سنبھالو۔بھوکا ہے۔“آمنہ نے اسے روکا جو ٹیلی فون کی جانب جا رہی تھی۔جھٹ ...ونج میں ہی آ گئی۔ارسل کو گود میں اٹھالیا۔طائشہ اور جہاں آراء کچن میں تھیں۔آمنہ فون ریسیو کر رہی تھیں۔

”کک کیا؟“ان کی آنکھیں دہشت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

”کب؟تم نہیں پہنچے تھے کیا؟نہیں۔“وہ ریسیور رکھ کر سر پکڑ کر زمین پر بیٹھتی چلی گئیں۔شہرینہ نے حیرانگی سے ...دیکھا۔جو ارسل کو فیڈ کرانے میں مصروف تھی۔مگر پھر دل پکڑ کر چلی آئی۔

”امی!کس کا فون تھا؟“ وہ ڈرتے ڈرتے،انجانے خوف ملی جلی کیفیت میں بولی۔

”وہ،وہ۔“ وہ رو رہی تھیں۔

”پلیز امی!بتائیے نا۔میرا دل ڈوب رہا ہے۔امی،امی!“ وہ بھی چیخنے لگی۔جہاں آراء،طائشہ اور عمر بھی چلے ...ئے تھے۔

”پھوپھو!کیا ہوا؟“ طائشہ بھی ان کے قریب ہی بیٹھ گئی۔

”وہ نائل کا،نائل،ایکسیڈنٹ۔“

”نہیں،نہیں۔“شہرینہ نے آدھی ہی بات سن کر چیخنا اور رونا شروع کر دیا۔

”نہیں،نہیں یہ نہیں ہوسکتا۔“

”شہرینہ،شہرینہ!میری بچی!اسے کچھ نہیں ہوگا۔“ آمنہ نے اسے پکڑا۔مگر وہ بے قابو ہوگئی۔عمر نے ہی سنبھالا۔ ...ہاتھوں سے پھسلی جا رہی تھی۔ابھی کچھ دیر پہلے کتنی خوش تھی۔بناؤ سنگھار کیا تھا اپنے جیون ساتھی کے لیے۔کتنے ...کے بعد وہ اسے دیکھتی۔مگر یہ کیا ہوا کہ اس کی زندگی میں ایک دم ہی خزاں آ گئی۔گھر ابھی جو کچھ لمحوں پہلے خوشیوں ...کا گہوارہ بنا ہوا تھا۔اب ایک صف ماتم بچھ گئی تھی۔جہاں آراء الگ غش کھا کر بے ہوش ہوگئیں تھیں۔تمام ہی لوگ آ ...گئے۔اعزاز نے بتایا تھا کہ اس کے ایئرپورٹ پہنچنے سے پہلے ہی وہ آفس کی گاڑی میں روانہ ہو چکا تھا۔اور دو

گاڑیوں کا ہڈ برج پر تصادم ہوا تھا۔ نائل کی گاڑی برج سے بے قابو ہو گئی تھی۔ وہ پچھلی سیٹ کا دروازہ کھلنے کی وجہ سے باہر گرا۔ ایک گاڑی اسے روندتی ہوئی چلی گئی تھی۔ سب ہاسپٹل جا چکے تھے۔ وہ بھی بضد تھی۔

"پاپا! مجھے جانا ہے۔ پاپا! مجھے ان سے ملنا ہے۔" وہ چیخ چیخ کر رو رہی تھی۔ ابرار احمد نے بیٹی کی وحشت زدہ حالت پر مغموم سی شہرینہ کو گلے لگایا۔

"پاپا! پلیز پاپا! مجھے جانا ہے۔" اس کا حلیہ گھنٹوں میں ہی ملگجا سا ہو گیا تھا۔

"بیٹا! تم دعا کرو اس کے لیے۔"

"نہیں بس۔ مجھے انہیں دیکھنا ہے۔ پاپا! آپ سن کیوں نہیں رہے؟" اتنی زور سے چیخ ماری اور بے ہوش ہو گئی۔ ابھی ابھی وہ گھر آئے تھے تاکہ اس کی کچھ تسلی بندھا دیں۔ نائل آئی سی یو میں تھا۔ دماغی چوٹ لگی تھی۔ سینے پر زخم آئے تھے۔ دایاں کاندھا فریکچر تھا۔ ڈاکٹرز نے اڑتالیس گھنٹے کا ٹائم دیا تھا۔ نائل کے ہوش میں آنے کا۔ آنکھوں کو بھی نقصان ہو سکتا تھا۔ اگر مقررہ مدت سے پہلے ہوش نہ آیا۔ تو سب ہی متفکر زدہ تھے۔

"فارحہ بیٹا! اس کا تم خیال رکھنا۔ کبھی پھر چیخنے لگے۔" انہوں نے فارحہ کو ہدایت دی۔ جو خود بھی شہرینہ سے ساری ناراضگی بھلا کر دوڑی آئی تھی۔ اس وقت اسے سب کے سہارے کی ضرورت تھی۔ پھر وہ تو اس کی بہن تھی۔ اسے یوں روتا بلکتا نہیں دیکھ سکتی تھی۔ اس لیے فوراً ہی دوڑی آئی تھی۔

"ابرار چچا! اسے ایک بار تو ہاسپٹل لے جائیں۔"

"بیٹا! میں لے تو جاؤں۔ لیکن وہاں یہ جا کر رو رو کر شور مچائے گی۔"

"لیکن اس طرح تو یہ اور روئے گی۔"

"جیسے ہی نائل کو ہوش آئے گا۔ میں لے جاؤں گا۔ مگر ابھی نہیں۔ نائل کی حالت دیکھ کر شاید یہ تو مر ہی جائے گی۔ وہ پٹیوں میں جکڑا ہوا ہے۔ مشینوں کے سہارے سانسیں لے رہا ہے۔ بس دعا کرو۔ نائل زندگی کی جانب لوٹ آئے۔ ورنہ شہرینہ ٹوٹ جائے گی۔ بکھر جائے گی۔" وہ آبدیدہ لہجے میں بولتے ہوئے فارحہ کو بہت ہی مضمحل اور منتشر سے لگے۔ ایک تاسف بھری نگاہ سوتی ہوئی شہرینہ پر ڈالی۔ جس کی شادابی تک غائب تھی۔ آنکھیں رو رو کر سوج گئی تھیں۔ آنکھوں کے گرد حلقے اسے صدیوں کا بیمار ظاہر کرنے لگے۔ بے اختیار آنکھوں میں نمی لیے شہرینہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑا۔

"میری بہن! میں نے یہ تو کبھی نہ چاہا کہ تمہارے ساتھ ایسا ہو۔ میں نہیں چاہتی کہ میری طرح تم مایوسیوں میں گھر جاؤ۔" وہ رو دی۔

"میرے اللہ! شہرینہ کو خوش رکھنا۔ نائل حسن کو ہوش آ جائے۔ شہرینہ کے لیے نائل کو زندہ رکھنا۔ مت اس کے ساتھ برا کرنا۔ پلیز اللہ میاں! شہرینہ کی خوشیاں اسے واپس دے دو۔ نائل کو واپس کر دو۔" دل سے وہ رو رو کر دعائیں مانگ رہی تھی۔ گھر میں وہ اور شہرینہ تھیں۔ ارسل کو بھی فارحہ ہی سنبھال رہی تھی۔ سب ہی ہاسپٹل میں تھے۔

• • •

"میں نے کہا تھا نا شہرینہ ایک دن میں مر جاؤں گا۔ جب ہی تمہیں میری محبت کا یقین آئے گا۔" وہ نحیف سی آواز میں بول رہا تھا۔ اور شہرینہ لب کاٹتی زار زار روتی اس کے زخمی اور کمزور وجود کو دیکھ رہی تھی۔

"دیکھو میں تمہاری زندگی سے دور جا رہا ہوں۔ اب کبھی تمہیں تنگ نہیں کروں گا۔"

"پلیز، ایسا مت بولیے۔" وہ تڑپ ہی گئی۔ نائل کا زرد ہاتھ تھاما۔ چہرے پر اس کے دکھ و کرب، آنکھوں

ؤں کی بدولت جھلک رہا تھا۔ وہ مسلسل نفی میں سر ہلائے جا رہی تھی۔

"شہرینہ! میں تم سے سچی محبت کرتا ہوں۔ تمہارے علاوہ میرے دل میں نہ پہلے کوئی تھی نہ اب ہے۔" اٹک کر اکھڑتی سانسوں کے درمیان بول رہا تھا۔

"میں اب کبھی نہیں آؤں گا، تم......تم۔"

"نہیں، نہیں۔ میں آپ سے محبت کرتی ہوں۔ مجھے آپ پر یقین ہے۔"

"بہت دیر ہو گئی ہے۔ شہرینہ! بہت دیر۔ تم نے مجھے میرا قصور تک نہیں بتایا اور ناراض رہیں۔"

"نہیں ہوں ناراض، کوئی قصور نہیں ہے آپ کا۔" وہ چیخی۔

"ار......ار......سل......کا......خ......خیال رکھ......رکھ......نا......وہ......وہ۔"

"نہیں۔ آپ مجھے ایسے چھوڑ کر نہیں جا سکتے۔" وہ ہذیانی ہو گئی۔

"مجھے جانا ہے۔ مجھے جانا ہے۔ شہری......شہری......نا! آئی......لو......یو۔" سانسوں کی ڈور ٹوٹ رہی تھی۔ الفاظ حلق میں اٹک رہے تھے۔ آنکھوں سے آنسو ریلے کی طرح نکل رہے تھے اور وہ اس پر جھکی ہوئی تھی۔ آواز نائل کی کانوں میں نہیں آ رہی تھی۔

"میں دور جا رہا ہوں شہری! شہرینہ! ار......ار......سل کو۔"

"نہیں، نہیں آپ میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتے۔ آپ یوں نہیں جا سکتے مجھے چھوڑ کر۔ نہیں۔" وہ دھاڑی۔

"مجھے......مجھ......مجھے......مو......معا......ف کر دینا۔" اس نے آہستگی سے آنکھیں بند کر لیں تھیں۔ شہرینہ نے ایک زوردار فلک شگاف چیخ ماری تھی۔ فارحہ تو ڈر ہی گئی تھی۔ آنکھیں پھٹی پھٹی سی تھیں۔

"فارحہ، فارحہ! وہ روتی ہوئی بولی۔

"لگتا ہے، تم نیند میں ڈر گئی ہو۔"

"فارحہ! مجھے جانا ہے۔ مجھے ان کے پاس جانا ہے۔ وہ مجھے چھوڑ کر نہیں جا سکتے۔ فارحہ! نائل، نائل!" اس سے آگے وہ کچھ نہ بولی۔ کتنا بھیانک خواب تھا۔ فارحہ کے گلے لگ کر خوب روئی۔ ڈری، سہمی، وحشت زدہ سی صورت دیکھ کر تو ڈر رہوا۔ اگر شہرینہ کا دماغی توازن خراب ہو گیا تو کیا ہو گا؟

"پلیز فارحہ! ہاسپٹل چلو۔ مجھے ان کے پاس جانا ہے۔ معافی مانگنا ہے۔ میں نے انہیں بہت تنگ کیا ہے۔"

"اچھا، اچھا رو نہیں۔" اس نے آنسو پونچھے۔

"میں نے تمہارا دل دکھایا تھا۔ میری وجہ سے تم میں اور یاسر بھائی کی لڑائی ہوئی۔ دیکھو قدرت نے مجھے سزا
"

"نہیں شہری! ایسا مت کہو۔ اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں ہے۔" اس نے تڑپ کر شہرینہ کو گلے لگایا۔ دونوں لپٹی گھنٹوں روتی رہیں۔ چونکی تو اس وقت جب سرمد آئے۔

"چلو شہرینہ! میں تمہیں ہاسپٹل لے کر چلتا ہوں۔" حالت ان کی بھی اچھی نہ تھی۔ سب کی خوشیوں کے رنگ ہی اڑ گئے تھے۔

"ہاں مجھے جانا ہے۔ مجھے ان کے پاس جانا ہے۔" وہ بے قراری سے اٹھی، دوپٹہ الجھا، گرتے گرتے بچی۔ سرمد نے تھام لیا۔

"فارحہ! تم ارسل کا خیال رکھنا۔ میں چچی جان کو یہاں بھیج دوں گا۔ تم اندر سے لاک وغیرہ لگا لو۔" اسے ہدایتیں

دیتے ہوئے جانے لگے۔ شہرینہ روتی ہوئی جارہی تھی۔

''بھائی جان! صدف کو بھیج دیجیے گا یہاں۔'' فارحہ پورچ کی سیڑھی پر کھڑی تھی۔ وہ دونوں گاڑی میں بیٹھ چکے تھے۔

پورے راستے روتے ہوئے دعائیں مانگتی آئی تھی کہ نائل کو ہوش آجائے۔ وہ زندگی کی طرف لوٹ آئے۔ ... اس سے بازو سے پکڑے آگے بڑھتے گئے۔ سب نے حیرانگی سے شہرینہ دیکھا جس کی دگرگوں حالت تھی۔

''پاپا، پاپا! کہاں ہیں؟ وہ۔'' وہ ابرار احمد کے شانے سے لگ گئی۔ انہوں نے ہی سرمد کو بھیجا تھا کہ شہرینہ کو لے آئے۔ نائل کو دیکھ لے ڈاکٹر نے کوئی پرامید بات نہیں بتائی تھی۔ اڑتالیس گھنٹوں میں سے چالیس گھنٹے گزر چکے تھے۔

''تم رونا بند کرو۔ پھر لے کر چلوں گا نائل کے پاس۔'' انہوں نے شہرینہ کے آنسو اپنے رومال سے پونچھے۔ نائل کو دیکھنے کی جلدی میں آنکھیں رگڑ ڈالیں۔

''پاپا! وہ ٹھیک ہو جائیں گے نا؟ بولیے پاپا؟ وہ مجھے چھوڑ کر نہیں جائیں گے نا؟'' وہ اندیشوں اور واہموں میں گھری ان کے ساتھ چلتی جارہی تھی۔ وائٹنگ روم میں بیٹھے لوگ اس نازک سی لڑکی کو یوں روتے بلکتے دیکھ رہے تھے۔ آئی سی یو کے سامنے شہرینہ کو کھڑا کر دیا۔ وہ نائل کو زخموں میں چور دیکھ کر خود پر قابو نہ رکھ سکی۔ ابرار احمد کے سینے میں منہ چھپا کر گھٹی گھٹی آواز میں رونے لگی۔ وہ بھی رو رہے تھے۔ بیٹی کی زندگی کا جیون ساتھی موت کی دہلیز پر کھڑا تھا۔ زندگی اس طرف تو دوسری طرف موت۔ وہ کس کا دامن پکڑتا ہے؟

''بس میرا بیٹا!'' انہوں نے شہرینہ کا چہرہ صاف کیا۔

''پاپا! یہ ٹھیک ہو جائیں گے نا؟''

''ہاں بیٹا! ہاں، اسے ٹھیک ہونا ہوگا میری بیٹی کے لیے۔ جس نے میری بیٹی کو سنوارا ہے۔ وہ تمہاری زندگی کا... کر یوں نہیں جاسکتا۔ اس سے ہوش میں آنا ہے۔'' ان کا لہجہ میں ایک مضبوطی تھی۔ آئی سی یو کے باہر دونوں کھڑے تھے۔ سرمد، بلال اور عمر بھی چلے آئے تھے۔ نائل کے ساکت وجود میں ابھی تک جنبش نہ ہوئی تھی۔ دونوں ہاتھوں میں سوئیاں، دل پر دل کی رفتار کا آلہ، جو سکرین پر ٹھہری ٹھہری لائنوں کے ذریعے زندہ ہونے کا ثبوت دے رہے تھے۔ سر پر پٹیاں بندھی تھیں۔ شہرینہ ہونٹوں پر ہاتھ رکھے افسردگیوں اور مایوسیوں میں گھری دیکھتی رہی۔ وہ تینوں شہرینہ کو آئی سی یو کے باہر چھوڑ کر ویٹنگ روم میں آگئے۔

''نائل! بس ایک بار آنکھیں کھولیے۔ بس ایک بار۔ آپ سے معافیاں مانگ لوں گی۔ آپ کو غلط سمجھا۔ آپ کی محبت کو جھڑکا۔'' ہولے ہولے بڑبڑا رہی تھی۔ شدید ترین خوف اس کے وجود پر چھایا ہوا تھا۔

''میں آپ کو سب بتادوں گی کیوں آپ سے دور ہوئی تھی۔ دیکھیے گا، میں آپ کی ساری شکایت دور کر دوں گی۔ مجھ پر صرف آپ کا حق ہے۔ مجھے نہیں پرواہ کہ آپ کا ماضی کیسا ہے؟ لیکن اب تو آپ مکمل میرے ہیں۔ آپ پر صرف میرا حق ہے۔ ہم دونوں ایک دوسرے کے لیے ہیں۔ بس ایک بار نائل! آپ آنکھیں تو کھولیں گا، آپ کی شہرینہ آپ کے سامنے ہاتھ جوڑے کھڑی ہے۔'' پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

''پلیز نائل! آنکھیں کھولیں۔ آپ یوں مجھ سے منہ نہیں موڑ سکتے۔'' گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھتی چلی گئی۔ اس سے خبر نہ رہی کہ وہ کہاں ہے؟

''ہائے! بچے کو کس کی نظر لگ گئی؟'' فاخرہ بیگم تاسف سے بولیں۔ شہرینہ کے سرہانے وہ بیٹھی تھیں۔ جب...

...جہاں آراء تو مصلے پر بیٹھیں نائل کے لیے دعائیں مانگ رہی تھیں۔

...امی! یہ ارسل مسلسل روئے جارہا ہے۔'' فارحہ ننھے ارسل کو سنبھال سنبھال کر کافی تھک چکی تھی، جو اس کے ...ہی نہیں رہا تھا۔

...شہرینہ کی خود حالت ٹھیک نہیں ہے۔ کہاں اسے بھی دیکھ پارہی ہی؟'' انہوں نے روتے ہوئے ارسل کو لینا چاہا ...گود دیکھ کر ہمکنے لگا۔ جہاں آراء نے ہی اٹھ کر ارسل کو لیا۔ مگر بچہ تھا۔ ماں کی گود چاہ رہا تھا۔

...فارحہ بیٹا! اس کی فیڈر کچن میں رکھی ہوگی۔ بوائل کرنے رکھ دو۔ میں آکر اس کا دودھ بنادیتی ہوں۔'' وہ تسبیح ...باز پر رکھ کر آئیں۔

...ہوں نے ارسل کو فیڈر بنا کر دی۔ وہ پی کر سونے لگا تو شہرینہ کے پہلو میں ہی لٹا دیا۔ شاید ماں کے لمس سے ہی وہ ...ے۔ بچہ ہی تھا بھوک ختم ہوتے ہی سو گیا۔

...خرہ بیگم بھی یہاں آگئی تھیں۔ آمنہ اور طائشہ کے ہاسپٹل کے چکر لگ رہے تھے۔ شاہین کا بلڈ پریشر ہائی ہو گیا ...تھا انہیں گھر چھوڑ آئے تھے۔

...ڈاکٹر نے کہا ہے کہ اگر ان تینوں گھنٹوں میں ہوش آگیا تو ٹھیک ورنہ وہ کچھ نہیں کر سکتے۔'' فاخرہ بیگم نے وثوق ...لہجے میں کہا۔

...ں آراء نے افسردگی سے شہرینہ پر نگاہ ڈالی۔ کتنی مرجھائی مرجھائی ہو گئی ہے۔ وہ تو ماں ہے۔ کتنے ضبط سے ...رہی تھیں۔ ان کا تو وجود کا حصہ ہے۔ اور وہ زندگی اور موت کے درمیان کھڑا تھا۔ بس دعائیں ہی مانگ رہی ...ارسل کو پیار کیا جو ابھی باپ کے لمس سے آشنا ہوا تھا۔ اس کے سر کا سائبان تھا۔ وہ اپنے پوتے کو ہمیشہ ماں ...چھاؤں میں رہنے کی دعا دی ہے۔

...ں آراء بیگم نے مغرب کی نماز پڑھ کر خوب اپنے پروردگار سے نائل کے ہوش میں آنے کی دعا کی۔ اور شاید ...کر ایک ماں کی دعاؤں پر رحم آگیا اور تمام چاہنے والوں کی حالت پر رحم آگیا تھا۔ اور تمام دعائیں مستجاب ...نائل چھیالیس گھنٹے بعد زندگی کا دروازہ کھولتا ہوا، اپنے تمام چاہنے والوں کے پاس آگیا تھا۔ سب کو یوں ...باہر مغموم سا کھڑا دیکھا تو نا سمجھی کیفیت میں دیکھتا رہا۔ اور پھر وہ قیامت خیز منظر آنکھوں کے سامنے آیا تو ...نائل کر آنکھیں بند کر لیں۔

...ٹر نے اس کا مکمل چیک اپ کرنے کے بعد اس سے خطرے سے باہر قرار دیا تھا۔ باری باری سب سے ...تھا۔

...یز! زیادہ مریض سے بات چیت نہیں کیجیے گا۔ شاک سے گزرے ہیں۔'' ڈاکٹر کی ہدایت پر سب نے ...سر ہلایا۔ سب سے پہلے طائشہ ہی ملنے گئی۔ جہاں آراء اور شہرینہ کو بلانے سرمد نے بلال کو دوڑایا تھا۔

...یا ہے میرا بھائی؟'' اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ نائل کی تکلیف میں مبتلا کرنے والی حالت پر، پٹیوں ...ڈرپ اور بلڈ اس سے چڑھ رہا تھا۔

...نے آنکھوں کے اشارے سے جواب دیا۔ ہلکی سی مسکراہٹ بھی آگئی۔ نگاہیں امی اور شہرینہ کو تلاش کر رہی...

...ڈرا کر رکھ دیا ہمیں تو۔''

...ہ تو بچ گیا نا۔'' آہستگی سے وہ بول رہا تھا۔

"تمہیں زندہ رہنا بھی تھا۔ تم سے پتہ ہے۔ دو زندگیاں جڑی ہیں۔" طائشہ نے اس کے ماتھے کے بالوں کو پیچھے کیا۔ سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ نائل کو شہرینہ کا اور ارسل کا خیال آیا، تو دل دونوں کو دیکھنے کو بے چین ہو گیا۔ باری باری سب ہی اس سے ملنے آ گئے تھے۔ امی کو دیکھ کر تو نائل حسرت بھری نگاہ ڈال کر رہ گیا۔

"میرا بچہ کیسا پیلا پڑ گیا ہے۔" انہوں نے شدت غم سے کہا۔

"امی! ارسل...... ارسل...... کیسا ہے؟"

"ٹھیک ہے۔ چلنے لگا ہے۔ اب تو بھاگا، بھاگا پھرتا ہے۔ گھر میں اتنی چیزیں بگاڑنے لگا ہے۔ شہرینہ تو تھک جاتی ہے۔" وہ وفور مسرت سے بتانے لگیں۔ نائل کو ہنسی آ گئی۔ بیٹے کی شرارتوں پر مگر شدت سے خواہش ہو رہی تھی اس سی دیکھ لے۔

"پلیز، بس پانچ منٹ آپ سے کہا تھا۔ مریض سے باتیں مت کریں۔" گلاس ڈور کھول کر اندر آیا۔ جہاں آراء بیگم کو ٹوکنے لگا۔

"ڈاکٹر! آئی ایم پرفیکٹلی رائٹ۔ شی از مائی مدر۔" نائل نے ڈاکٹر سے کہا۔

"دیکھیے آپ کے لیے رات تک زیادہ ریلکیس ضروری ہے۔ صبح ہم آپ کو روم میں شفٹ کر دیں گے، آپ جتنا دل چاہے باتیں کر سکتے ہیں۔" وہ اس کی ہارٹ بیٹ اسکرین پر چیک کرنے کے دوران گویا ہوا۔

"بھئی تو میں اپنی وائف تک سے نہیں ملا ہوں۔" وہ معنی خیزی سے مسکرایا۔

"میرے خیال میں پھر آج آپ کو مکمل ریسٹ ضروری ہے، کیونکہ آپ کو دیکھ کر وہ بہت روئیں گی، کیونکہ آج دوپہر انہیں روتے ہوئے دیکھ چکا ہوں۔ بے ہوش ہو گئی تھیں وہ۔ ان کو ٹریٹمنٹ دے کر گھر بھیجا ہے۔" ڈاکٹر نوید بڑے جولی طبیعت کے تھے۔ وہ نائل کو بتانے لگے۔ نائل کو یقین نہ آیا۔ حیرانگی سے امی کی جانب دیکھ کر جاہی۔ انہوں نے تائیدی سر ہلایا۔

"آپ کی وائف کیا فارنر ہیں؟" ان کے دماغ میں کل سے یہ سوال گھوم رہا تھا۔ شہرینہ کو دیکھ کر ہر کوئی فارنر سمجھتا تھا۔

"اس کی پیدائش جرمنی کی ہے۔ اس لیے وہ فارنر لگتی ہے۔" جہاں آراء بیگم نے جھٹ کہا۔

"نائس کپل ہے آپ کے بیٹے کا۔" وہ سراہے بنا نہ رہ سکے۔

جہاں آراء بیگم نائل پر چند آیات پڑھ کر، اس پر پھونک کر باہر آ گئی تھیں۔ سب مطمئن ہو گئے تھے، خطرے سے باہر تھا۔ نائل کی پاس بلال رکا تھا۔ لیکن آئی سی یو کے باہر ہی تھا۔ گاہے بگاہے نائل ہاتھ کے اشارے سے اس سے اندر بلا لیتا تھا۔

"یار! تمہاری شہرینہ آپی نہیں آئی ابھی تک؟" نائل کو اس کا تو شدت سے انتظار تھا۔ وہی دشمن جاں نے زیبا نہ دکھایا۔ پورے راستے اس کے خیالوں میں ہی مگن آیا تھا۔ مگر نا گہانی اس پر ایسی پڑی کہ سدھ بدھ ہی کھو بیٹھا۔

"بھابھی نے روک دیا ہے آنے سے، کیونکہ آئی سی یو میں آپ دونوں ایک دم اچانک ملیں گے، تو لوگوں کو آنکھوں پر ہاتھ رکھنے پڑیں گے۔" بلال نے شرارت سے کہا۔ نائل نے جھینپ کر اس سے گھورا۔

"یار! اتنا بے بس پڑا ہوں۔ ہل بھی تو نہیں سکتا۔" آہ بھر کر کہا۔ اتنی تکلیف میں بھی تو وہ شوخیوں سے باز نہیں آ رہا تھا۔

"پھر آپ اپنے ڈسچارج ہونے کا انتظار کریں۔ وہاں آپ آسانی سے مل سکتے ہیں۔" بلال بھی چھیڑنے سے باز نہیں آ رہا تھا۔

مسٹر! آپ پھر اندر آ گئے؟" نرس نے ذرا برہمی سے کہا۔

یں بھی کیا کروں؟ بار بار اشارے کر کے اندر بلائے جا رہے ہیں مجھے۔" وہ ڈر کر چیئر چھوڑ کر کھڑا ہو گیا ہنسی آ گئی۔

گران کی مسز اندر ہوتی نا، تو میں کچھ نہیں کہتی۔"

دیکھیے میں بھی ان کی مسز کا بھائی ہوں۔" بلال تو تپ ہی گیا۔

پھر آپ باہر بیٹھیے۔ انہیں میں نیند کا انجکشن دے رہی ہوں، کیونکہ صبح انہیں روم میں شفٹ کرنا ہے۔ ورنہ یہ ہل پنے زخموں کو خراب کریں گے۔" نرس ڈرپ میں انجکشن منتقل کر چکی تھی۔ بلال باہر نکل گیا۔ لیکن نائل کے آفس ناف، اور باس اس کی عیادت کو چلے آئے۔ لیکن انہیں بھی اندر آنے کی اجازت نہ دی۔ ڈرائیور کی عیادت کو ۔ وہ بھی زخمی ہوا تھا۔ مگر اتنا سیریس نہیں جتنا نائل ہوا تھا۔ رات کو پھر سر مدر کے تھے۔ بلال کو گھر بھیج دیا تھا۔

● ● ●

ہاری امی اور میں تو نائل کو دیکھ آئے ہیں۔ روم میں شفٹ ہوا ہے صبح۔" انعام احمد نے اعزاز کو بتایا، جو خود تھا۔ آفس سے جلدی آ گیا تھا۔

کر ہے اللہ کا۔ دماغ پر اس کے کوئی اثر نہیں ہوا۔" وہ بولے۔

ن اتنے میں کاسنی کاٹن کے سوٹ میں چلی آئی۔ اعزاز نے ایک نگاہ اس پر ڈالی۔ جو وہ اس سے بھی کئی بدلی بدلی لگ رہی تھی۔

رف کو بھی لے جا رہے ہو؟"

الو! دیکھ آؤں گی ورنہ نکلنا نہیں ہوگا۔" اس نے آنچل قرینے سے سر پر جمایا۔

ن بیٹا! آپ کی طبیعت صبح کتنی خراب تھی۔ بلڈ پریشر لو تھا۔"

ٹھیک ہوں۔" بشاشت ظاہر کی۔ مگر اعزاز کی تنقیدی نگاہیں اس پر تھیں۔ وہ پزل ہو رہی تھی۔ اس کی ایک پر وہ نگاہ رکھے ہوئے تھا۔

ی گھر آ جاتا۔ کبھی نکل جاؤ کہیں اور تم دونوں۔" زینب دونوں کو ٹوکے بنا نہ رہ سکیں۔ کتنی سنگدل سی ہوتی جا رف نے تاسف سے سوچا۔

با! کبھی تو ٹوکے بنا بھی رہ لیا کرو۔" انعام احمد ناگواری سے گویا ہوئے۔ ان کا روک ٹوک اور تنقیدی انداز لگتا۔

ا رہی ہوں، گھر میں مہمان موجود ہیں۔"

ز اور صدف کچھ بولے بنا باہر آ گئے۔ مگر ابھی وہ پورچ کی سیڑھیاں اتر رہی تھی کہ ایک دم چکر سا محسوس از کا بازو پکڑ لیا اور سر اس کے بازو پر ٹکا دیا۔ وہ خود جھٹکے سے رکا۔ گھبرا بھی گیا صدف کو دیکھ کر۔

ا کیا ہوا؟" اس نے اپنے حصار میں لیا۔

ل گھبرا رہا ہے۔ وہ میرا سر۔" آنکھیں بمشکل کھولیں۔ مگر ہر چیز گھومتی ہوئی لگی۔ اس کی یہ کیفیت روز ہی اپنے پر توجہ نہیں دے رہی تھی۔ دوپہر بھی دل نہیں چاہا تو نہ کھایا۔ مسز رحمان نے بہت کہا۔ مگر یہ انہوں نی تھی۔

ر پتہ نہیں تم اپنے اوپر توجہ نہیں دے رہی ہو۔" وہ اس سے پکڑے اندر لے آیا۔ انعام ا

حیرانگی سے دونوں کو دیکھا۔ صدف جھجک کر اعزاز سے الگ ہوئی۔ مگر قدم لڑکھڑائے ہی تھی کہ اس نے پھر تھام لیا۔

"کیا ہوا اب؟" زینب نے تنقیدانہ نگاہ ڈال کر طنز سے پوچھا۔

"کچھ نہیں ہوا۔ ٹھیک ہوں۔ وہ......وہ۔" ان کا ایسا جارحانہ انداز، تو وہ ڈر گئی۔ اس کی خیر نہیں دل اور دھک دھک کرا۔ وہ صوفے سے کھڑی ہوئی۔ مگر لگتا تھا ٹانگوں میں دم ہی نہ ہو۔ اپنی بے بسی پر اس سے رونا آ ۔ صوفے کی پشت پر ہاتھ رکھ کر اٹھنا چاہا۔ قدم من من بھر کے ہو گئے۔ مگر ساری ہمتیں جمع کر کے وہ لڑکھڑا قدموں سے اپنے بیڈروم میں چلی گئی۔ اعزاز نے خاصے شاکی انداز میں اس کی کیفیت دیکھی۔ زینب بھی اچھے پڑ گئیں۔

"زینب! تم یہ اچھا نہیں کر رہی ہو۔" انعام احمد کو بری طرح غصہ آیا۔

"میں بالکل ٹھیک کر رہی ہوں۔ البتہ آپ کے بیٹے کی بیوی ٹھیک نہیں کر رہی ہے۔ آخر کب تک میں سمجھاتی رہوں۔"

"امی! وہ ہر کام کر تو رہی ہے۔ اور کیا چاہتی ہیں آپ؟" اعزاز کو آج زینب کے ناروا سلوک کا احساس لب کشائی کر بیٹھا۔

"ہاں بولو۔ ماں سے زبان چلاؤ۔ اب تمہارے لیے بیوی ہو گئی ہے۔ ماں کی تمہاری نظر میں کوئی اہمیت نہیں۔" زینب آگ بگولہ ہو گئیں۔

"بس کرو زینب! گھر میں رحمان کی بیوی بچے ہیں۔ اگر انہوں نے سن لیا تو کیا سوچیں گے۔" انعام انہیں چپ کرایا۔

"ارے! سوچنا کیا ہے؟ وہ بھی دیکھتے ہیں کہ بہو آئی بھی تو کسی کام کی نہیں۔"

"امی پلیز!" اعزاز ضبط کے کڑے مراحل سے گزر رہا تھا۔ ماں کی شان میں گستاخی کرنے کا وہ مرتکب

"میں نے اپنے بیٹے کی کتنی دھوم سے شادی کی۔ لیکن کان ترس گئے خوشخبری کے لیے۔" وہ تو ایسے بول جیسے اعزاز کی شادی کو دس بارہ سال گزر گئے ہوں۔ انہیں یہ احساس مارے ڈالتا۔

"تم اس وجہ سے اس بچی سے ایسا سلوک کر رہی ہو۔" وہ برہم ہوئے۔

"امی! آپ بہت غلط کہہ رہی ہیں۔"

"خاموش ہو جاؤ تم۔ آنکھیں اور کان تو تم نے بند کیے ہوئے ہیں۔"

"اعزاز جھنجھلا کر ہی چلا گیا۔ اپنے بیڈروم میں دیکھا صدف موجود نہیں تھی۔ وہ ڈھونڈتا ہوا نیچے آ تو امید تھی عفرا کے بیڈروم میں ہوگی۔

"صدف!" وہ پکارتا ہوا اندر آیا۔

"بھائی! بھابھی کو دیکھیے کیا ہو رہا ہے؟" عفرا حواس باختہ سی صدف کے سرہانے بیٹھی تھی۔ صد سانس لے رہی تھی۔ وہ فکرمندی سے اس پر جھکا۔

"صدف، صدف! کیا ہو رہا ہے تمہیں؟"

آنکھوں پر؟ ری سانس ر......رک رہی ہے۔" وہ الفاظ توڑ توڑ کر بولی۔

"یار! اتنا بے اامی کو بلائیں۔ جلدی بلائیں نا۔" عفرا تو باقاعدہ رونے لگی۔

"پھر آپ اپنے تمہیں ڈاکٹر کے لے چلتا ہوں۔" وہ اس سے اٹھانے آگے بڑھا۔ لمحوں میں وہ نقا بازنہیں آ رہا تھا۔

بے اسکول کا کام کر رہی تھی۔ وہ بھی چھوڑ کر باہر آ گئی۔

ابو! میں صدف کو ڈاکٹر کے لے کر جا رہا ہوں۔" اس نے جتایا زینب کو جو انہوں نے بھی چونک کر صدف کی حا مشکوک نظروں سے دیکھا۔

نام احمد متفکر سے صدف کی جانب بڑھے، جو بمشکل اپنے قدموں پر کھڑی تھی۔ مگر خود میں ہمت بھی پیدا کر زینب کی جلی کٹی گفتگو نے بہت افسردہ کیا تھا۔

ہاں جاؤ۔" انہوں نے اجازت دی۔

صدف کو اس نے فرنٹ سیٹ پر بٹھایا اور جلدی سے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی۔ وہ لمحہ لمحہ کمزور ہوتی جا رہی تھی بھی ریش کرنے لگے۔

پلیز، آہستہ۔" صدف نے اس کے بازو پر ہاتھ رکھا۔ مگر وہ سن کب رہا تھا؟ جس ہاسپٹل میں ٹائل تھا ادھر ہی مگر ایک دم ہی صدف ٹھٹھک کر رک گئی۔ اعزاز کو خبر ہو گئی تو؟

میں اب بہتر فیل کر رہی ہوں۔ سانس بھی میری ٹھیک ہو گئی ہے۔" چہرے کی نمی ٹشو میں جذب کی۔ نگاہ اعزاز انے گی۔

لیکن میں بہتر فیل نہیں کر رہا۔" ریسیپشن پر اسسٹنٹ سے نمبر لیا اور فیس ادا کی۔

وہ بس میری تھکن کی وجہ سے ایسی حالت ہوئی ہے۔" دونوں چیئرز پر بیٹھے تھے۔

تمہارا چیک اپ کروانے کے بعد، تمہیں تمہاری امی کے گھر چھوڑ دوں گا۔"

کہ آپ کی امی دوبارہ کوئی ہنگامہ شروع کر دیں۔" تیز لہجے میں بولی۔

ماں ہیں وہ میری۔ ادب سے بولو۔" وہ سرزنش کیے بنا نہ رہ سکا۔ دونوں کی گفتگو سرگوشیوں میں ہونے لگی تھی۔

آپ کی ماں ہیں، تو میں آپ کی بیوی ہوں۔ مجھ سے کیوں ایسا حاکمانہ رویہ رکھتے ہیں؟ جیسے میں آپ کی کوئی چیز ہوں۔ جیسا چاہیں گے میرے ساتھ سلوک کریں گے۔"

شٹ اپ!" آنکھیں نکال کر ڈانٹا۔ لوگوں کا اگر خیال نہ ہوتا تو صدف کے ایک رکھ کر جھانپڑ بھی لگا سکتا تھا۔

تنگ آ گیا ہوں تمہارے روز روز کے تماشوں سے۔"

کیا تماشہ لگاتی ہوں؟" وہ چڑ گئی۔

کیا تماشہ کم ہے۔ کھانا پینا چھوڑ دیا۔ بیماری میں ڈاکٹر کی دوائی نہیں لیتی ہو۔ ہر وقت مجھے طنزیہ باتیں سناتی ہو۔"

سنانے میں آپ بھی کم نہیں ہیں۔" خفگی سے کہا۔

مسز اعزاز احمد!" روم سے کال کرنے پر دونوں چپ ہو گئے۔

ٹمل۔" دونوں کھڑے ہو گئے۔ صدف کا دل دھک دھک کرنے لگا۔ اعزاز پر سب راز کھلنے والا تھا۔ یہی وہ والی تھی۔ اتنی آسانی سے تو اسے بخش نہیں سکتی۔

دونوں آ گئے تھے۔ ڈاکٹر فواد نے صدف کو اپنے قریب والی سیٹ پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ جھجھکتی ہوئی بیٹھ صدف کے بجائے اعزاز ہی نے اس کا حال بتانا شروع کیا۔ وہ مسکرائے بنا نہ رہ سکے۔ صدف کی کلائی انہوں نے چیک کیا۔

بی بی! آپ پریگنینٹ ہیں۔ آپ کو کسی لیڈی ڈاکٹر کو چیک کروانا چاہیے تھا۔"

کیا!" اعزاز حیران رہ گیا۔ جبکہ صدف نارمل سی شرمائی شرمائی بیٹھی رہی۔

"پہلے چیک اپ کروایا اپنا؟" انہوں نے استفسار کیا۔
"جی کروایا ہے۔" سر جھکائے بولی۔
"ٹیسٹ وغیرہ؟"
"سب کروائے ہیں۔" وہ بول رہی تھی۔ اعزاز سکتے کی کیفیت میں تھا۔ اسے سب خواب لگا۔
"آپ کا بلڈ پریشر بہت لو ہے۔ اس کا آپ خیال رکھیے۔ اور خوراک کمپلیٹ لیجئے۔ ورنہ آپ کے لیے مسئلہ ہوگا۔" وہ اسے ہدایات دینے لگے۔ انہوں نے مزید اسے سمجھایا۔ اعزاز خواب کی سی کیفیت سے باہر نکلا تھا۔
"تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا؟" خوشی کے مارے اس کے تو پاؤں زمین پر نہیں ٹک رہے تھے۔ صدف کا چہرا سپاٹ تھا۔
"اگر بتاتی بھی تو کیا ہوتا؟" نروٹھے پن سے کہتے ہوئے چل رہی تھی۔
"صدف! مجھے اتنی خوشی ہو رہی ہے کہ کیا بتاؤں۔ امی اور ابو سن کر کتنا خوش ہوں گے۔" اس نے وفور مسرت سے صدف کو اپنے حصار میں لیا۔ مگر پارکنگ لاٹ کا خیال کر کے صدف اس سے دور ہو کر چلنے لگی۔
"غالباً آپ مجھے گھر چھوڑنے والے تھے۔"
"اب تو قطعی نہیں، گھر چلو۔" وہ گاڑی میں بیٹھ چکے تھے۔
"لیکن مجھے گھر جانا ہے۔ امی اور ابو سے ملنا ہے۔" وہ ضد کرنے لگی۔
"کچھ دن بعد چلی جانا۔" وہ ترنگ میں آ گیا۔ مگر صدف کو اس کا خوش ہونا زہر سے بھی برا لگا۔
"مجھے ابھی جانا ہے۔"
"تم دیکھو پھر بدمزگی کر رہی ہو۔"
"ہاں سب مجھ پر ڈال دیں۔" وہ چیخ ہی پڑی۔
"تم پر ہی ڈالوں گا۔ کیوں اتنی چلاتی ہو؟"
"میری چلی ہے کبھی آپ کے آگے۔ ہر بات اپنی کی۔ میری ذرا پرواہ نہیں کی۔ اور اب بھی صرف اپنی خوشی نظر رہی ہے۔ دیکھیے گا مر جاؤں گی میں کسی دن۔" وہ رو دی۔
"بکواس بند کو۔" وہ چراغ پا ہو گیا۔
"اچھی سوچوں کو جگہ دو، تا کہ آنے والے پر بھی اچھا اثر پڑے۔" اس نے گاڑی اسٹارٹ کر دی۔
"اونہہ! اچھا اثر پڑے۔" وہ بڑبڑائی۔
وہ محض زینب کا غصہ اس پر نکال رہی تھی۔ جو اس کی ذرا پرواہ نہیں کرتی ہیں۔ اور اب بھی محض صرف اگر کریں گے تو اپنے بچے کے بچے کی۔ ورنہ وہ کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ آنسو آنکھوں میں آئے۔ تھے۔ پورا دن پونچھتی رہی۔ اعزاز نے ٹشوز نکال کر اس کے ہاتھ میں تھما دیئے۔ تا کہ وہ اپنا یہ شغل شوق سے فرمائے۔
"دوائی لے لیں۔" شہرینہ نے ڈرتے ڈرتے مخاطب کیا۔ شام میں ہی وہ آئی تھی۔ وہ بھی فارحہ کے زور کرنے پر۔ ورنہ نائل کا سامنا کرنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔
"ایسے کیسے لے لوں؟ نظر نہیں آ رہا؟ چاروں طرف سے بندھا ہوا ہوں۔" دایاں کاندھا فریکچر تھا، سینے پر کا جال تھا، ماتھے پر بھی خراشیں تھیں، جس کی وجہ سے اٹھ کر نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ بیڈ کو اونچا کیا ہوا تھا۔

◆ ◆ ◆

ں سے کہا تھا وہ خود آپ کو دوائی کھلا دے۔ لیکن مجھ پر ڈال گئی۔" وہ زیرلب بولتی اس کے قریب آئی۔
ں بھی عقلمند ہے۔ بیوی اچھی طرح دوائی کھلاتی ہے۔" محبت و لگن سے اس کے چہرے کا احاطہ کیا، جو اس
ں ٹیبلٹ رکھ کر گلاس سے پانی پلا رہی تھی۔
ار پڑنے پر بیوی یاد آئی، ورنہ بھولے ہوئے تھے۔" اس نے طنز کیا۔
مجھے بھولی ہی کب ہو؟ ذرا مجھے ٹھیک ہونے دو۔ تمہاری میں اچھی طرح خبر لوں گا۔ بہت تم نے فون پر جلی کٹی
۔" اس نے بائیں ہاتھ سے شہرینہ کا آنچل تھام لیا۔
پ نے بھی کم نہیں سنائی ہیں۔" وہ بھی تنک گئی۔
ہاری سننے کے بعد سنائی ہیں۔" اس نے جلتی بھنتی شہرینہ کو سلگایا، کیونکہ جب سے وہ آئی تھی، وہی اسے
زیہ سنا رہا تھا۔
لیے آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ خواہ مخواہ بحث ہوتے ہوئے لڑائی ہو جائے گی۔" اس نے نائل کو وارن

لگتی تو نہیں ہو کہ میری پرواہ کرتی ہو۔"
ی تو پرواہ کر رہی ہوں۔ جو کہہ رہے ہیں وہ سن رہی ہوں۔ مان رہی ہوں۔" دھڑ سے چیئر پر بیٹھی تھی۔ آج
وہ نائل کے پاس رکنے آئی تھی۔ پھر آ کر اس کا جانے کو بھی دل نہ چاہا تو بلال کو بھیج دیا۔
یک ہے۔ اسی بات پر میرے قریب آ کر بیٹھو۔"
پ سمجھتے کیوں نہیں ہیں؟ آپ کے ابھی زخم ٹھیک نہیں ہیں۔ اگر آپ کا بیڈ ہلے گا تو سینے پر اثر پڑے گا۔" وہ
دل فرمائش پر کھسیا گئی۔
اسے پورے پندرہ دن بعد ملا ہوں۔ لیکن تمہارا موڈ بالکل درست نہیں ہے۔ اسی طرح اکڑی ہوئی ہو۔
جاتا تو تم اپنی بات پر ڈٹی رہتیں۔" اس نے خفگی دکھائی۔
لیز آئندہ یہ مرنے کی بات مت کیجئے گا۔ آپ کو پتہ ہے۔ کیسے میں نے یہ دن گزارے ہیں؟" آنکھوں میں نمی
ل ایسی دل جلانے والی گفتگو کر رہا تھا۔
ل مانتی ہوں۔ میں نے آپ کو بہت پریشان کیا ہے۔ میری خطائیں معاف کر دیں۔ اب آپ جیسا کہیں
ا کروں گی۔" وہ سر جھکائے اعتراف کرتی نائل کو بہت اچھی لگی۔ سمجھ تو گیا تھا اپنی بے وقوفیوں پر شرمندہ
ا جب تک وہ اس کی اصل ناراضگی کی تہہ تک نہیں پہنچے گا۔ ایسے تو نہیں بخشے گا۔ سارے حساب کر کے اور اس
ے اپنا قصور ضرور معلوم کرتا ہے۔ سوائے شہرینہ کے بے وقوفیوں میں وقت برباد کیا ہے۔
ے تم پر پورا اعتماد ہے۔ تم محض بے وقوفی میں مجھ سے بدظن ہو گئی ہو۔ لیکن ساری تمہاری بدگمانی دھونی ضروری
اپر شوخ نگاہوں سے اس کے صبیح چہرے کی لالی دیکھنے لگا۔ جو ان چند دنوں میں بالکل ہی مرجھائی مرجھائی ہو

"پھر ساری خبریں تو اس سے پہلے ہی مل چکی ہیں۔ اس کے لیے کتنا روئی ہے، تڑپی ہے۔" وہ گہری سوچ میں ڈوبا تھا۔

"نہ جانے کیوں شہرینہ؟ اب جینے کو بالکل دل نہیں چاہتا۔" کن انکھیوں سے اس سے دیکھا چونک کر سر اٹھایا۔

"ایسا کیوں بول رہے ہیں؟ آپ سے میں بہت بہت...... بولتے بولتے جھجک مانع آگئی۔ منہ سے اعتراف کرنا اس سر پھرے کو پھر بھی یقین نہیں آئے گا۔ وہ اس کی سانسوں میں رچ بس گیا ہے۔ اپنے وجود سے ہر وقت اس کے لمس کا احساس رہتا ہے۔

"کیا بہت نفرت کرتی ہو؟ ظاہر ہے زندہ بچ گیا تو جھوٹی تسلیاں دے دے کر مجھے بے وقوف بنا لوگی۔" ستم ہو گیا۔ چہرہ یکلخت سپاٹ ہو گیا۔ دانت پیسے مگر یہ اوپری غصہ دکھانا بہت ضروری تھا۔ سارے کس بل ڈھیلے جو ہو ہیں۔ انہیں ٹائٹ کرنا ہے۔

"آپ غلط سوچ رہے ہیں۔" وہ روہانسی ہو کر اس کے بیڈ کے قریب آگئی۔ دایاں ہاتھ نائل کے سرہانے اور دوسرا اس نے اس کے زخمی سینے پر رکھا۔

"شروع سے تمہیں صرف اپنی من مانی کرنے کی عادت رہی ہے۔ اب بھی کرو من مانی۔ کوئی ضرورت نہیں ہے جیسا میں کہوں وہ کرنے کی۔"

"پلیز، اتنے کٹھور تو نہ بنیے۔ آپ کی بے رخی میں برداشت نہیں کر پاؤں گی۔" شہرینہ گلوگیر آواز میں کہتے ہوئے اس کے قریب ہی بیٹھ گئی۔ نائل نے بڑی گہری نگاہوں سے اس کا جائزہ لیا۔ اس کا اپسراؤں جیسا حسن ماند پڑ گیا تھا۔ عجیب مرجھائی ہوئی سی لگی۔ گیسو چہرے پر لٹوں کی صورت بکھرے ہوئے تھے۔ گرین جارجٹ کے پرنٹڈ شلوار، ڈوپٹہ اور پلین قمیض میں سوگوار سی لگی۔ دل نے کہا بس مت لو اس کا امتحان۔ کہیں وہ آنسوؤں میں بہہ نہ جائے۔

"میں ابھی مرا تو نہیں ہوں کہ تم نے اپنے ہاتھوں سے چوڑیاں تک ہی اتاری ہوئی ہیں۔" ہمیشہ اس سے شہرینہ کی گوری سرخ و سپید کلائیوں میں چوڑیاں اچھی لگتی تھیں۔ وہ کبھی نہیں اتارنے بھی دیتا تھا۔

"خدا نہ کرے۔" دل پر ہاتھ رکھ کر، نائل کے عنابی ہونٹوں پر اپنا نازک ہاتھ رکھ دیا۔ کتنی سپردگی تھی اس کے انداز میں۔ نائل پھر جتلا خوشی سے جھوم بھی نہیں سکتا۔ اس دشمن جان کی عقل ٹھکانے جو لگ گئی تھی۔

"پھر یہ سب کیا ہے۔" اس نے اپنے جذبوں کی تسکین کے لیے، بے اختیار ہی اپنے بائیں ہاتھ سے پکڑ کر خود گرا لیا۔

"اف! مار دیا ظالم!" وہ چیخ ہی پڑا، کیونکہ شہرینہ توازن برقرار نہ رکھ سکی تو اسی پر گر گئی۔ گھبرا کر وہ پیچھے ہوئی۔

"سوسوری، ایم ویری سوری۔" آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ نائل تکلیف کے مارے اٹھ بیٹھا۔ سینے پر گہرا بیس ٹانکوں کے بعد زخم بند کرنے میں ڈاکٹرز کامیاب ہوئے تھے۔

"کتنی اور اذیتیں دوں گی تم؟ اذیتیں دے دے کر تو اس حال کو پہنچا دیا ہے۔" غصہ کرنے لگا۔ مگر اس اس کے ایک شوخی ہی لگی۔

"محبتیں بھی اتنی ہی دوں گی۔" بے ساختہ بولی۔ نگاہیں مارے حجاب کے جھکی ہوئی تھیں۔ گھنیری پلکوں کی چہرے پر سایہ فگن تھیں۔ لب سختی سے بھینچ لیے۔

"اب مجھے تمہاری محبتوں کی ضرورت نہیں ہے۔" پھر سنگدلی پر اتر آیا۔

کیوں کوئی اور مل گئی ہے محبتیں دینے والی؟" طنز سے باز نہ آئی۔

اگر کہوں ہاں تو، جل ہی جاؤ گی۔"

ظاہر ہے۔ اپنی چیز میں کسی کا شیئر میں افورڈ نہیں کر سکتی۔" جتایا نائل نے تمسخرانہ قہقہہ لگایا۔ وہ جز بز سی ہو گئی۔

تمہاری میں چیز کب سے ہو گیا؟"

جب سے میں آپ کی زندگی میں آئی اور آپ میری زندگی میں آئے۔ اسکے بعد ہمارا بیٹا زندگی میں آیا۔" وہ رہی تھی۔ نائل خیرانگیوں میں مبتلا بے ہوش ہونے کے قریب تھا۔ اس کی سماعتیں یہ کیا سن رہی ہیں کہ اس نے یہ قبول کر لیا ہے؟

میرے خیال میں میری زندگی تو اب خراب ہی سمجھو، یا یوں کہہ لو سجنے والی ہے۔" معنی خیزی سے اس کے جھکے پالی نگاہوں سے دیکھا۔

خراب نہیں ہو گی، بلکہ سجے گی۔"

ناممکن ہی ہے۔" وہ سنگ باری کرے جا رہا تھا۔ کمال ضبط کا مظاہرہ کرتی، اس کی روکھی پھیکی سرد مہر باتیں برداشت کر رہی تھی۔

مجھے ایک یہ تو یہ حیرانگی ہے، ابھی تک تم نے مجھے کرارا سا جواب دیا نہیں؟"

مجھے اب اپنی غلطی کا احساس ہو گیا ہے۔"

لیکن مجھے یہ احساس ہو گیا ہے کہ میں نے سوائے تم پر اپنی مرضی مسلط کرنے کے کچھ نہیں کیا۔ اولین شب سے نہیں تمہاری رضا کے بغیر چھوا۔ اس لیے اب میں وہ کرنے کا متمنی نہیں ہوں گا۔" ایک ایک لفظ ناپ ناپ کر نائل کراس پر مار رہا تھا۔ اس نے ہق دق سی اپنی آنکھیں وحشتوں اور وہموں میں گھری اوپر اٹھائیں۔

آج سے تم میری مرضی کی پابند نہیں ہو۔ نہ میں تم سے کوئی فرمائش کروں گا۔ بہت تم نے میرے سچے جذبوں کو ٹھکرایا ہے۔ ہر لمحہ مجھے جھڑکا۔ اس لیے میری جانب سے تم آزاد ہو۔ میں تمہیں......"

بس آگے ایک لفظ نہیں بولیے گا۔" آواز بھرا گئی۔ آنکھوں میں نمکین پانی تیرنے لگا۔ دل کی رفتار بڑھ کر آواز گھٹنے لگی۔ کتنی آسانی سے وہ اس سے دستبردار ہو رہا ہے۔ لمحہ لمحہ وہ مری ہے۔ اور اب وہ اس سے یہ کہہ کر قبر میں اتارنے والا تھا۔

"بے فکر رہو۔ فضول کوئی لفظ نہیں بولوں گا۔ تم جیسے دل چاہے میرے گھر میں رہ سکتی ہو۔ رہو گی تم میرے بچے کی ماں، بیوی بن کر نہیں۔" دو ٹوک انداز میں بولتا شہرینہ کو کتنا دور دکھائی دیا۔ وہ ساری محبت کیا جھاگ کی طرح بیٹھ گئی اس سے محبت و پیار کا دم بھرنے والا۔ اچانک ہی اس نے شہرینہ کو تپتے صحرا میں لا کھڑا کیا۔ جہاں وہ خود کو دھنستا ہوا محسوس کر رہی تھی۔ وہاں اکیلی کھڑی تھی۔ تیز تیز گرم ہواؤں نے اس کے چہرے کی جوت وحشت سی وہ اسکے سامنے کھڑی تھی۔ نائل نے چہرہ ہی گھما لیا، کیونکہ شہرینہ کا دھواں ہوتا چہرہ اسکے ارادوں کو کمزور کر دے۔ سبق دینے کے لیے شہرینہ سے ایسا رویہ رکھنا ضروری تھا۔ کل تک اس نے اذیت میں دن گزارے تھوڑا مزہ وہ بھی تو چکھے۔ جب ہی وہ اس سے معاف کریگا۔

ایک گلاس پانی مجھے پلاؤ۔ مجبوری ہے تم سے مدد لینی پڑ رہی ہے۔" قدرے توقف کے بعد چہرہ اسکی جانب شہرینہ رونے میں مشغول تھی۔

اگر تمہارے پاس اتنے آنسو کہاں سے آتے ہیں؟ شادی ہوئی تھی جب روئیں، میں نے تمہیں چھوا جب

روئیں، جب تمہاری ممی تمہیں برباد کرنے آئیں جب روئیں، جب اوصل دنیا میں آنے والا تھا جب روئیں۔ آخر کتنا رونا ہے؟ ایک ہی بار رو کر اپنے آنسوؤں کا اسٹاک ختم کرو۔ کوفت ہوتی ہے مجھے تمہاری صورت دیکھ کر۔"

"ہر بار آپ کی وجہ سے روئی ہوں۔" پانی کا گلاس لے کر اس کے قریب آئی، کیونکہ پلانا بھی اسے ہی تھا۔ سے گلاس اپنے بائیں ہاتھ سے لیا اور ایک سانس میں چڑھا لیا۔

"اب تم سکون سے رہنا۔ میں تمہیں بالکل رونے پر مجبور نہیں کروں گا۔" بے نیازی سے بولتا شہرینہ کے دل کا قرار لے گیا۔ گلاس اسے واپس دے چکا تھا۔

"میری خواہشات تمہارے نزدیک اہمیت ہی نہیں رکھتی ہیں۔"

"آپ اظہار تو کریں خواہش کا۔" تڑپ کر گویا ہوئی۔

"کچھ دیر پہلے جو میں نے کہا مانی تم؟" تڑخ کر بولا۔

"آپ خود کو دیکھ نہیں رہے ہیں۔ کتنے زخم ہیں آپ کے۔ اگر ذرا بھی ہلکی سی موومنٹ کی تو آپ کے اسٹچز اوپن ہو سکتے ہیں۔" اس کی ضد کے آگے وہ روہانسی ہو گئی۔

"اپنے آپ کو بچانے کا تمہیں اچھا ریزن مل گیا۔" وہ فوراً خفا ہونے لگا۔

"آپ بالکل یہ فضول ضد کر رہے ہیں۔"

"مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرنی ہے۔ نیند آ رہی ہے۔" آنکھیں بند کر لی تھیں۔

شہرینہ دل مسوس کر رہ گئی۔ کیا کرے کہ وہ مان جائے۔ غلطیاں بھی تو اسی نے کی ہیں۔ دکھ بھی اس نے دیے ہیں۔ نائل جو کل محبت کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر تھا۔ یکدم ہی اس کی لہروں کا رخ ہی پلٹ گیا اور وہ کنارے پر کھڑی حسرت و یاس کی تصویر بنی اپنے جیون ساتھی کو دیکھنے لگی۔ جس پر اس کے آنسوؤں اور سسکیوں کا کچھ اثر نہیں ہو رہا تھا۔ پوری رات اس نے کاوچ پر روتے گزاری۔ نائل کے کانوں میں اس کی گھٹی گھٹی آواز آتی رہی۔ اور وہ خود چہرے پر بے نیازی اور سرد مہری کی حد کراس کر رہا تھا۔ اب باری اس کی تھی۔ محبتوں کا اقرار دل و جان سے شہرینہ کو خود کرنا تھا اور اس سے یہ اقرار جب ہی سننے کو ملے گا۔ جب شہرینہ کے ضبط کو آزماتا رہے کہ کتنا اس کا ظرف ہے۔

• • •

پندرہ دن میں اس کے سینے کے زخم مندمل ہو گئے تھے۔ اسے ہاسپٹل سے گھر آئے آج تیسرا دن تھا۔ تمام لوگ ہی اس سے روز ہی دیکھنے آتے تھے۔ بلال اور عمر کی خوش گپیاں جو رات گئے تک چلتی تھیں۔ اعزاز جب بھی فرصت سے آتا تھا۔ اس دوران نائل کسی کو ڈسٹرب کرنے نہیں دیتا تھا۔ مگر شہرینہ کو ضد سی ہو گئی تھی۔ وہ بار بار اپنی موجودگی کا احساس دلا دیتی تھی۔

"یار! میں بہت پریشان ہوں۔" اعزاز نیم دراز اس کے قریب ہی بیڈ پر براجمان تھا۔ نائل نے چونک کر اس کی مضمحل سی صورت دیکھی۔

"حیرت ہے، آپ بھی پریشان ہوتے ہیں۔ میں سمجھا پوری دنیا میں میں ہی پریشان ہوتا ہوں۔" شوخی سے

"اعزاز نے اس سے گھورنے سے اجتناب نہیں کیا۔"

"ہاں تمہاری تو بن گئی اپنی بیوی سے۔ اڑا لو مذاق میرا۔" وہ خفگی سے بولا۔

"یار! میں نے کب مذاق اڑایا ہے؟" نائل اس کے چڑنے پر مسکرا دیا۔

"بات کیا ہے؟ مجھے بتاؤ؟"

"وہی امی کی خفگی اور صدف کا رونا دھونا۔ عذاب میں آ گیا ہوں شادی کر کے۔" تیزی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ بالوں میں ہاتھ پھیرے۔ فان کلر کے کرتے میں شلوار میں بکھرا بکھرا اعزاز قابل رحم لگا۔

"باقی کا عذاب جب شروع ہو گا جب تم والد صاحب کے عہدے پر فائز ہو گئے۔"

"ابھی پر تو فائز ہونے جا رہا ہوں۔" جھینپ کر اس نے نائل کو بتایا۔

"واہ! اوہ مارا! یعنی جناب نے یہ معرکہ بھی سر کر لیا ہے۔"

"یار! کیا بے ہودگی ہے؟" جھینپ کر نائل کی ٹانگ پر دھپ لگائی۔

"اس میں بے ہودگی کی کیا بات ہے؟ ظاہر ہے، جب شادی ہو گی تو یہ سب بھی ہو گا۔ ورنہ شادی کرنا فضول ہے۔"

"اپنی ہانکے جانا، میری مت سننا۔" اس نے نائل کو ڈانٹ دیا، جو اپنے پلاسٹر بندھے بازو کو ہلا رہا تھا۔

"اچھا چلو نہیں ہانکتا، سنجیدہ ہو گیا۔" واقعی اس نے سنجیدگی طاری کر لی۔

"مسئلہ بتاؤ کیا ہو گیا ہے؟"

"یار! پتہ نہیں، میں اپنی ماں کے متعلق کچھ برداشت نہیں کر سکتا ہوں۔" لیکن امی صدف کو اور صدف کو امی برداشت نہیں ہو رہی ہیں۔" وہ فکرمندی سے بولا۔

"یعنی وہی ساس بہو کا چکر، خالص روایتی چکر کہو۔" وہ بھی گہری سوچ میں ڈوب گیا۔

"پہلے تو امی ٹھیک تھیں۔ یہ رویہ امی کا جب سے بدلا ہے۔ میں اور صدف ہنی مون کے لیے امریکا جانے والے پاسپورٹ گم ہو گیا تھا۔ فراز سے میری بحث ہو گئی تھی۔ امی نے اس کا قصور وار صدف کو ٹھہرایا۔ بس سمجھو اسی دن سے طنزیہ باتیں ہیں۔ اور صدف سوائے رونے دھونے اور مجھ پر غصہ نکالنے کے کچھ نہیں کر سکتی ہے۔ مجھے یار فکر ہے۔ اگر اس نے اسی طرح روتے دھوتے وقت گزارا تو، یہ صدف اور میرے بچے کے لیے ٹھیک نہیں ہے۔ ڈاکٹر نے اسے بہت ویکنیس بتائی ہے۔ بلڈ پریشر ہر وقت لو رہتا ہے۔ اس دوران بہت چڑچڑی ہو گئی ہے۔" وہ سے بولتا، سر ہاتھوں میں تھام کر رہ گیا۔ نائل نے ٹوٹے بکھرے اپنے دوست کی یہ حالت دیکھی تو برداشت نہ ہوئی۔

"اعزاز! تم سے ایک بہت بڑی غلطی ہوئی ہے۔ اور آنٹی اور صدف کا منفی رویہ بھی تمہاری کم عقلی کی وجہ سے ہوا۔" وہ بھی اس کے قریب ہی بیٹھ گیا۔

"یار! مجھے تو واقعی لگتا ہے۔ میں نے صدف سے شادی کر کے انتہائی بے وقوفی کا ثبوت دیا ہے۔ جذبات کے میں ایسا بہا کہ نیلم بجو تک کو دکھ دے دیا۔ وہ آج بھی مجھ سے خفا ہیں۔ فون پر بات تک نہیں کرتی۔ بشریٰ آپی میرا مسئلہ سمجھا ہے۔ لیکن امی کو مجھے پتہ ہے نیلم بجو ہی چڑھا رہی ہیں۔" اس کا ذہن پراگندہ ہونے لگا۔ منتشر ذہن سے وہ لب کاٹنے لگا۔ نائل اس کی کیفیت سمجھ رہا تھا۔

"اس میں ان لوگوں کی کوئی غلطی یا قصور نہیں ہے۔ بلکہ سراسر تم ذمہ دار ہو۔ یار! تمہیں تو نہ ماں ہینڈل کرنی آئی فراموش ان لوگوں کو دے دیا۔ یار میرے! ہم مردوں پر ڈپینڈ کرتا ہے کہ جب ہم شوہر بنتے ہیں، تو اس بات کرنا پڑتا ہے، کسی کے حقوق سے عدولی نہ ہو۔" وہ بڑی گہری سوچ کے ساتھ بولا۔ اعزاز نے حیرانگی سے نائل

کے سنجیدہ چہرے کو دیکھا۔

''میں سب کے حقوق کا خیال رکھ تو رہا ہوں۔ نہ امی سے بحث کی اور نہ ہی صدف کو اس کے حق سے محروم کیا۔''

''تم کیا سمجھتے ہو؟ ماں کا حال پوچھ لیا، پیسہ ہاتھ پر رکھ دیا' حقوق ادا ہو گئے۔ بیوی سے چند میٹھی میٹھی باتیں کر لیں۔ اور پھر استحقاق اس سے وصول کر لیا کیونکہ وہ تو ہمارے لیے آئی ہے۔ ہم جب دل چاہے اس سے استعمال کریں۔ ہماری ملکیت ہے۔ تم کیا سمجھتے ہو تم نے بیوی کے حقوق اس سے ادا کر دیئے؟''

''میں بہت تھک گیا ہوں۔ کیا کروں؟ میں تو سمجھا تھا امی یہ سن کر ہی خوش ہو جائیں گی کہ وہ دادی بننے جا رہی ہیں، کیونکہ ان کی بڑی خواہش ہے میرے بچوں کو کھلانے کی۔ وہ تو یہ سن کر بھی اپنے رویوں میں تبدیلی نہ لائیں''

''اسے بھی تو احساس مارے ڈال رہا تھا' امی کا ہنوز سرد مہر رویہ تھا۔

''پہلے تم یہ پتہ لگاتے کہ تمہارے گھر سے پاسپورٹ کہاں غائب ہوا؟'' نائل کو یکدم ہی خیال آیا۔ اس نے اعزاز کی توجہ اس جانب مبذول کروائی جو یکسر بھلا چکا تھا۔

''اب کیا فائدہ پتہ لگانے کا؟ سارا پروگرام ہی خراب ہو گیا ہے۔''

''پھر بھی یار!''

''نائل! امی سمجھتی ہیں کہ صدف لاپرواہ ہے۔ اسی کی وجہ سے پاسپورٹ کھویا ہے۔ اب میں ان سے بحث کر کے یہ تو بتانے سے رہا کہ صدف کو وہ غلط سمجھ رہی ہیں۔ یار! صدف کو میں نے کبھی لاپرواہ نہیں دیکھا ہے۔ سارے گھر کا کام تمام ذمہ داری اس نے اٹھائی ہوئی ہے۔ میں چاہے اس سے کتنا ہی ناراض ہوں۔ لیکن میرے کام سے لاپرواہی نہیں برتتی ہے۔ میں نے یار! بہت بار اسکی مرضی کے بغیر......'' بولتے بولتے وہ رک گیا۔

''تم نے کبھی اپنے منہ سے صدف کو سراہا، کہ وہ سارے کام احسن طریقے سے کرتی ہے۔'' نائل نے اس سے استفسار کیا۔

''ہاں، تاکہ اس سے بتا کر اور دماغ اس کا عرش پر پہنچا دوں۔'' وہ ایک دم غصہ میں آ گیا۔ مرد تھا انا کا قتل نہیں کر سکتا تھا۔

''بے وقوفی کی باتیں مت کرو۔ اگر تم اس پر اعتماد کرو۔ اپنا اعتبار دو تو دیکھنا کیسے وہ تمہارے راستے پر نہیں آتی''

''یار! یہ صنف عقل کے خانے سے خالی ہوتی ہیں۔ اپنی ہی منواتی ہے۔'' وہ خاصا کھسیا ہوا تھا۔

''یاد ہے، تم نے ہی کہا تھا کہ لڑکیوں کو پیار سے ہینڈل کیا جاتا ہے۔'' اس نے اعزاز کی کہی بات دہرا کر دلایا۔

''تمہارا کیس دوسرا تھا۔ شہرینہ بھابھی سے تم نے زبردستی زعب و دھونس سے شادی کی تھی۔ اس لیے تمہیں رویہ پیار بھرا ہی رکھنا تھا۔ جبکہ میری اور صدف کی شادی پر ہم دونوں راضی تھے۔ یہ تو ایسے کرائسس بعد میں آئے ہیں۔'' وہ ماننے سے انکاری تھا۔

''ان کرائسس کو دور کرو۔ یار! تم تو بہت صلح جو تھے۔ وہ میری فطرت ہے۔ مر جاؤں یا مار دو۔ وہ بھی بدل گئی جب شہرینہ سے شادی ہوئی، محبت ہوئی اور پھر جب باپ بنا۔ اب میں دونوں سے جدائی کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ سب کیسے ممکن ہوا؟ پھر کچھ میں جھکا۔ بس سمجھو ہم دونوں نے ہی ایک دوسرے کو سمجھ لیا۔'' وہ مسکرا کر گویا ہوا۔

''پہلے تم صدف کو اپنا اعتبار دو۔ اس کی مشکلیں سمجھو۔ لیکن جس وقت وہ تم پر غصہ کرے اس وقت پیار سے ہینڈل کرنا۔ اب جبکہ تمہیں پتہ ہے کن حالوں میں ہے۔ اس لیے تھوڑی تمہاری غرض بھی شامل ہے۔ خیر سے آپ کی

رہا ہے۔ اس لیے یار! رویہ کول کرو۔''

تم نے کیا تھا، جو مجھے کہہ رہے ہو۔'' اعزاز نے لاجواب ہی کر دیا۔

دور گزر گیا۔ وجوہات پتہ تھیں۔ مارنے کے ہی چکر میں تھی۔ وہ تو بروقت عقل نے کام کیا۔ اس پر تھوڑا جبر تھا۔ لیکن دوسری بار جب بھی شہرینہ پر یہ دور آئے گا۔ تم دیکھنا میں اس سے ملنے تک نہیں دوں گا۔'' وہ لگا۔ اعزاز نے نہ چاہتے ہوئے بھی مسکرا کر اس کے زانوں پر ہاتھ مارا۔

چلو میں اگر اس سے رویہ کول کر بھی لوں گا، تو فوراً مجھے خود غرض کہہ دے گی کہ اپنے بچے کی خاطر اس سے نرم پڑا

بھی مسئلہ ہے اس قوم کے ساتھ' جہاں پیار و محبت سے بولو کہا جاتا ہے اپنا مطلب ہے۔'' شہرینہ لوازمات سے لیے اندر داخل ہوئی، تو نائل نے طنز کیا۔

بھابھی کے بارے میں تم ایسا نہیں کہہ سکتے۔'' اعزاز نے کباب، چپس، بسکٹ، اور پھولوں کی چاٹ دیکھی، تو ہک اٹھی۔

کیا گفتگو ہو رہی تھی؟'' فریش سے انداز میں، وہ پنک کپڑوں میں، بالکل سادہ گھریلو سی لگ رہی تھی۔ اس میں خوب صورتی میں اور اضافہ ہو رہا تھا۔

تم عقل عورتوں کے متعلق گفتگو کر رہے تھے۔'' نائل نے اس کے صبیح چہرے پر ایک دلفریب نگاہ ڈالی۔ وہ ہ چکی تھی۔

ی نہیں میں کم عقل نہیں ہوں۔'' وہ چڑ کر خفگی سے بولی۔

بھابھی! اس کی بکواس کی آپ عادی نہیں ہوئی ہیں ابھی تک؟'' اس نے کباب منہ میں رکھا۔ وہ اکثر کباب بنا کر رکھتی تھی۔

خبردار! جو تم نے میری بیوی کو ورغلانے کی کوشش کی۔'' اس نے اعزاز کو مصنوعی غصے سے ڈانٹا۔ وہ قہقہہ لگائے سکا۔ بیڈ کی بیک کراؤن سے نائل ٹیک لگا کر بیٹھا تھا۔ وائٹ شلوار، کرتا میں اپنی شاندار پرسنلٹی سمیت، بڑھی ہوئی میں ڈیشنگ لگ رہا تھا۔ آنکھوں میں ہلکی ہلکی سرخی اس کے کمزور ہونے کی علامت تھی۔

صدف کو بھی لے آتے۔'' اس نے نائل اور اس کے لیے پلیٹوں میں لوازمات نکالے۔

مجھے صرف کباب کھانے ہیں۔'' نائل نے کباب کی جانب اشارہ کیا۔ مگر انداز وہی سرد رکھا۔

کباب میں مرچیں زیادہ ہیں۔ ڈاکٹر نے نمک اور مرچ منع کیا ہے آپ کو۔''

تم سے جو میں کہہ رہا ہوں دو مجھے۔'' اکڑ گیا۔

خبردار! جو تم نے کبابوں پر نگاہ رکھی۔ سارے میں کھاؤں گا۔'' اعزاز نے پوری پلیٹ ہی اٹھا لی۔

ہاں ندیدے! کھاؤ میری بیوی کے ہاتھ کے بنے کباب کھاؤ۔'' وہ ناراض ہوا۔ شہرینہ مسکرائے بنا نہ رہ سکی۔

کسی دن آنا۔ میں بھی اپنی بیوی کے ہاتھ کی بنی بریانی کھلاؤں گا۔ کیا زبردست پکاتی ہے۔''

واقعی! صدف کو آ گئی بریانی پکانی۔'' شہرینہ کو سن کر رشک آیا، جبکہ وہ تو ابھی تک اچھا پکا ہی نہ پائی تھی۔ کبھی نرم تو کبھی مصالحہ کم ہو جاتا تھا۔ نائل کو بھی بریانی بے حد پسند تھی۔

سارے کام آ گئے ہیں۔'' اعزاز نے فخریہ بتایا۔

بچے پالنے نہیں آتے۔ وہ ابھی آ جائیں گے عنقریب۔'' نائل نے بے ساختہ ہی کہا، جبکہ شہرینہ تو جھینپ ہی

گئی۔اعزاز نے نائل کے بازو پر دھپ لگائی۔

وہ دونوں مزید باتیں کرتے۔لیکن نائل کے آفس کے دوست احباب اس کی عیادت کو آگئے تھے۔وہ مغرب سے پہلے ہی اٹھ گیا تھا۔

• • •

''شکر خدا کا لاکھ لاکھ۔میری بچی طعنوں سے تو بچی۔'' شاہین بار بار شکر ادا کرتی نہ تھک رہی تھی۔کتنی دعائیں مانگی تھیں صدف کی گود ہری ہونے کی۔تا کہ اس سے بھی سکھ نصیب ہو۔

''بیچاری صدف کو زینب آنٹی کی طرف سننے کو ہی ملا ہے۔'' طائشہ نے بھی تشکر بھرا سانس بھرا۔صدف کو اب کوئی بھی ایسی بات سننے کو نہ ملے گی کہ وہ اس سے محروم ہے۔

''ارے! میں تو حیران ہوں۔زینب کی عقل کیسی ہوگئی ہے؟ اب تو یہاں آتی ہی نہیں ہے۔'' فاخرہ بیگم کو خود بار بار افسوس ہی ہوتا ان کی روکھائی زدہ رویے پر، جو کتنی خود غرض سی ہوگئی تھیں۔وہ سب لاؤنج میں بیٹھی تھیں۔رات کے کھانے وغیرہ سے ذرا فراغت ملی تو بیٹھ گئیں۔صدف کی خبر بھی شہرینہ کی ہی زبانی معلوم ہوئی تھی۔سب نے فون کر کے مبارکباد بھی دے دی تھی۔

''خیر سے مامی بننے جارہی ہو فارحہ! تم۔'' طائشہ نے خاموش بیٹھی فارحہ کو چھیڑا۔جس نے مسکرا کر تائید کی تھی۔

''دیکھنا، وہ دن دور نہیں جب میری فارحہ کے دن بھی خوشیوں والے آئیں گے۔'' شاہین پر یقین لہجے میں بولیں۔اس نے سر جھکا لیا۔دل ایک دم ہی بے قرار و بے چین ہونے لگا تھا۔لب بے دردی سے کچل ڈالے۔اضطرابی کیفیت جو چھپانی تھی۔

''چچی جان! ایسا کرتے ہیں صدف کو کچھ دن رہنے کے لیے بلا لیتے ہیں۔'' طائشہ نے جھٹ موضوع ہی بدلا۔

''آں ہاں!'' وہ چونک گئیں۔

''طائشہ نے ٹھیک کہا ہے۔اچھا ہے وہ یہاں تھوڑا آرام وغیرہ کرے گی۔شہرینہ بتا رہی تھی کہ اسے کافی ویکنیس ہے اور بلڈ پریشر لو رہتا ہے۔'' آمنہ نے تائید کرتے ہوئے کہا۔

''آج کل کی یہ لڑکیاں کھاتی ہی نہیں بالکل ہیں۔ادھر جب شہرینہ کے ارسل ہونے والا تھا۔اس کی بھی یہی کنڈیشن تھی۔'' فاخرہ بیگم بولیں۔

''لیکن بھابھی! ارسل صحت مند کافی ہوا تھا۔'' آمنہ جھٹ بولیں۔

''ماں کا تو حشر ہو گیا تھا۔آخری ٹائم پر آپریشن تک بتا دیا تھا۔''

''شاہین! تم اور نصیر جا کر صدف کو کہہ آنا۔شاید زینب کو کچھ خیال ہی آجائے۔'' فاخرہ بیگم نے ان سے کہا، جو گہری سوچ میں پڑی تھیں۔بیٹی کو دیکھے ہوئے بھی آنکھیں ترس گئی تھیں۔دو ہی تو اولادیں ہیں ان کی۔ایک سے بے خبر دوسری کی قریب رہتے ہوئے بھی خبر نہیں ملتی۔

''طائشہ کی نگاہ اوپر پڑی۔جہاں سرمد اسے اشارے سے بلا رہے تھے۔مگر وہ آنکھوں ہی آنکھوں میں منع کر رہی تھی۔سب کے درمیان سے یوں اٹھ کر جانا عجیب سا بھی لگ رہا تھا۔سرمد ایک دم ہی بھنائے، ریلنگ پر مکا رسید کیا۔دھپ کی آواز پر فاخرہ بیگم نے رخ موڑ کر دیکھا تو سرمد خجل سے ہوئے۔

''شاید بلا رہا ہے سرمد تمہیں۔'' وہ بولیں طائشہ تو جھینپ ہی گئی۔سب کے سامنے شرم الگ آئی۔

''بیٹھو آرام سے۔'' وہ چیخ کر ہی بولے اور کمرے میں چلے گئے۔طائشہ خفیف سی ہو گئی۔نگاہ جھکا لی تھی۔فارحہ کو

لی آئی۔سرمد کو وہ خود کن انکھیوں سے کئی بار دیکھ چکی تھی۔

سارے عجیب ہی دماغ کے مردوں سے ہمارا واسطہ پڑتا ہے۔کہیں مزاج ہی نہیں ملتے تھے! اور اب بیوی کو بس ہیں کہ کام پر سے آئے۔اور بیوی ہاتھ باندھ کر سرہانے بیٹھ جائے۔'' فاخرہ بیگم غصہ سے بول رہی تھیں بھنی ہوئی تھی۔آمنہ کو ہنسی آگئی تھی، فارحہ تو اٹھ کر چلی گئی، شاہین بھی اپنی طبیعت کی وجہ سے اٹھنے لگیں۔

بھابھی! وہاں شہرینہ کو بھی نائل نے نچا کر رکھا ہوا ہے۔جہاں نظروں سے اوجھل ہوئی چیخنا چلانا شروع کر دیا اری بچے کو بھی سنبھال رہی ہے اور اس کے باپ کو بھی۔'' آمنہ کو شہرینہ کا خیال آیا۔

آج کل کے لڑکوں کا تو دماغ ہی خراب ہے۔ایک ہمارا زمانہ تھا۔مجال ہے کہ بزرگوں کے سامنے ہمارے لیں۔''

وہ زمانہ ہی اور تھا۔منگنی ہونے کے بعد شکلیں ایک دوسرے کی نہیں دیکھ سکتے تھے۔اور اب منگنی ہوتے ہی لگ جاتی ہے۔شادی کے دوسرے دن دیکھو، کیسے گھس گھس کر باتیں کرتے ہیں۔ذرا شرم ولحاظ نہیں سرمد نیچے اتر کر آگئے تھے۔فاخرہ بیگم کی بات بھی سن لی تھی۔مسکرا کر وہ کاؤچ پر بیٹھ گئے۔

امی! آپ میرے متعلق ایسا کچھ نہیں کہہ سکتی ہیں۔میں نے ایسی کوئی حرکت نہیں کی تھی۔''

تمہارے تو مزاج ہی دوسرے تھے۔اپنی شادی پر بھی ایسے شرکت کی تھی جیسے دوسرے کی شادی میں آئے ہو۔''

ہوں نے لاجواب کر دیا۔سرمد تو خجل ہی ہو گئے۔طائشہ نے جھنپی جھنپی نگاہ ان پر ڈالی۔

بے چاری طائشہ کا تو دم ہی نکالا ہوا تھا۔کتنا ڈری سہمی ہوئی تھی دوسرے دن۔'' انہوں نے اٹھتے ہوئے ایک ئشہ پر ڈالی، جو انس کو تھپکنے میں مصروف ظاہر کرنے لگی تھی۔

میں نے ایسا کچھ نہیں کیا۔'' وہ گڑبڑا ہی گئے۔

بس میرا منہ نہ ہی کھلواؤ۔بچہ تمہارا ایسے ہی دنیا میں نہیں آ گیا۔'' وہ خفگی سے بولتی چلی گئیں۔سرمد بغلیں جھانکنے جبکہ طائشہ کا شرم کے مارے برا حال ہو گیا۔امی جب بھی بولتی تھیں۔سارا کچا چٹھا کھول کر رکھ دیتی تھیں۔

اب بالکل مت بولنا بھابھی کے سامنے۔'' آمنہ نے سرمد کے سر پر چپت لگائی۔

آمنہ چچی! امی تو آج کل میرے پیچھے ہی لگ گئی ہیں۔''

ویسے بھابھی نے غلط بالکل نہیں کہا ہے۔'' وہ بھی تائید کرتی چلی گئیں۔

ہاں تم بھی بولو، غلط نہیں کہا ہے۔'' وہ نیم دراز ہو گئے۔

ظاہر ہے میری ساس نے کہا ہے وہ غلط بالکل نہیں کہہ سکتی ہیں۔واقعی آپ نے میرا دم ہی نکالا ہوا تھا۔شادی احسان ہی کر کے کی تھی۔''

زبردستی جو کروائی تھی۔'' انہوں نے اس پر نگاہ ڈالی، جو گرین کپڑوں میں کافی دلکش لگی۔لانبے دراز بالوں کی آگے پڑی ہوئی تھی۔

''پہلے ہی میں آپ کا سن کر ڈری ہوئی تھی۔رہی سہی کسر آپ نے پوری کر دی۔جب میں پسند نہیں تھی شادی کرلی تھی۔تو زبردستی کیوں کی؟'' وہ شرمائی شرمائی حجاب آلود لہجے میں تھی۔

''میرا دماغ خراب نہیں تھا کہ میرے آگے بیش بہا خزانہ پڑا ہو۔اور میں نگاہ چرا کر نکل جاتا۔''

''یعنی میں پسند تھی۔''

”تم تو پسند تھیں۔ لیکن ابو کے زبردستی اور اچانک فیصلے شروع سے ہی مجھے پسند نہیں رہے ہیں۔“ ایک دم ہی سپاٹ سے ہی گئے۔

”اس کا مطلب ہے، مجھے مجبوری میں برداشت کر رہے ہیں۔“

”زیادہ بولنے کی کوشش مت کرو میرے سامنے۔ تمہیں دل سے چاہنے لگا ہوں۔ مجبوری میں کیوں برداشت کروں گا۔“ وہ تنک ہی گئے۔ طائشہ نے لب بھینچ لیے۔

”سنو۔ اٹھو تم یہاں سے۔ ابو سے بات کرو فارحہ کے سلسلے میں۔“ وہ جس مقصد کے لیے بلا رہے تھے فوراً حکم دیا۔

”لیکن ابھی اس وقت؟“ وہ جھجک کر قدرے توقف کے بعد گویا ہوئی۔

”ہاں، اس وقت۔ چلو اٹھو۔ میں یہاں بیٹھا ہوں۔“ انہوں نے حکمیہ کہا۔ وہ میکانکی انداز میں اٹھی۔ انس سو چکا تھا۔ ایک ترحم بھری نگاہ اٹھائی۔ سرمد اٹھ کر اس کے قریب آ گئے۔ انس صوفے پر لیٹا سو رہا تھا۔ اسے اٹھانے جھکے۔

”دیکھیے، مجھے ابو کے غصے سے ڈر لگ رہا ہے۔“

”کم آن یار! جب تم اپنے اس ہلاکو خان شوہر کے غصہ کو برداشت کر سکتی ہو، تو وہ تو پھر تمہارے شوہر کے باپ ہیں۔“ وہ استہزائیہ ہوئے۔ انس کو گود میں لے کر کاندھے سے لگا چکے تھے۔

”یار! جاؤ نا۔ ٹائم ضائع کر رہی ہو۔ ورنہ میرے لیے پھر تمہارے پاس وقت نہ ہوگا۔“

”طائشہ تو زچ ہو گئی۔ ڈرتے ڈرتے قدم ابو کے کمرے کی جانب اٹھاتی چلی گئی۔ سرمد بھی اس کے پیچھے تھے۔

”میں یہاں موجود ہوں۔“ انہوں نے سرگوشی کی تھی۔ اسے دھکا دے دیا۔ وہ گرتے گرتے بچی۔

”طائشہ! ارے بیٹا تم!“ ابو شاید باہر ہی نکل رہے تھے فوراً اسے پکڑ لیا۔ جبکہ وہ شرمندہ سی ہوئی گئی۔ فوراً خود کو سنبھالا۔

”وہ، وہ ابو مجھے آپ سے بات کرنی ہے۔“ رک رک کر تھوک نگلتے ہوئے بولی۔

”چلو۔ جو بات کرنی ہے باہر لان میں بیٹھ کر کریں گے۔ میری طبیعت گھبرا رہی ہے۔“ وہ کمرے سے باہر آ گئے۔ سرمد تو گڑبڑا ہی گیا۔ جبکہ ایک استعجابی نگاہ ان پر ڈالی۔ وہ پشت پھیر کر جانے لگے۔

”وہ ابو! یہ بھی آپ سے کچھ بولنا چاہتے ہیں؟“ جھٹ سرمد کو بھی گھسیٹ لیا۔ وہ ایک دم ہی سٹپٹا گئے۔ طائشہ کو گھورا بھی۔ مگر اس پر مطلق اثر نہ ہوا۔

”جسے جو بات کرنی ہے، باہر آ جائے۔“ وہ تھکے تھکے لہجے میں کہتے، کوریڈور عبور کر کے گلاس ڈور سے باہر چلے گئے۔

”دماغ تو درست ہے تمہارا؟“ وہ بھنا ہی گئے۔

”پلیز، بالکل غصہ نہیں۔ چلیے، آپ نے اور میں نے ہی یہ ٹل کر معرکہ طے کرنا ہے۔“

”میں تم سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں تم بولو گی۔“

”کیا بحث کرنے لگے آپ؟ چلیے۔“ وہ آہستگی سے بولی، تاکہ لوگ کمروں سے نہ نکل آئیں۔ طائشہ زبردستی ان کا ہاتھ پکڑنے لگی۔ انس ان کی گود میں تھا۔ وہ اگر اٹھ گیا تو گھر سر پر اٹھا سکتا تھا۔ طائشہ نے انس کو لیا اور فارحہ کے کمرے میں دے آئی۔ دونوں ہی وہ لان میں آ گئے۔ ابو لان میں گھاس پر پڑی کین کی چیئر پر بیٹھے تھے۔ چہرہ ان کا خاصا نحیف لگا۔ ایک حسرت و افسردگی سے پر نگاہ لمبے چوڑے سرمد پر ڈالی۔ جوان سے نظریں چرا رہے تھے۔

”کیا بات کرنی تھی؟“ دونوں ان کے سامنے چیئرز پر بیٹھے تھے۔

”ابو! فارحہ کے سلسلے میں بات کرنی تھی۔“ طائشہ تیزی سے گویا ہوئی۔ مبادا سرمد اشتعال میں نہ آ جائیں۔

”دیکھو بیٹا! اگر اس کی جاب کے متعلق بات کرنی ہے، تو میں پہلے منع کر چکا ہوں۔ وہ ایک نکاح شدہ لڑکی ہے۔“

”کس نے کہا ہے کہ نکاح شدہ لڑکی جاب نہیں کر سکتی؟“ سرمد نہ چاہتے ہوئے بھی تلخ ہو گئے۔ طائشہ تو گھبرا ہی گئی۔

”سرمد! مجھ سے اس لہجے میں قطعی بات مت کرنا، کیونکہ اپنے اصولوں سے ٹکرانے میں کسی کو نہیں دوں گا۔“ درشتگی سے وہ گویا ہوئے۔ چہرے پر ایک تناؤ آ گیا۔ آنکھیں غصہ سے پھیل گئیں۔

”کتنا میں ٹوٹ چکا ہوں۔ بکھر چکا ہوں۔ تمہیں احساس ہے؟ بڑی اولاد ہو لیکن تم نے آج تک میرا سہارا بننے کی کوشش نہ کی۔ ہمیشہ مجھ سے ضد اور اکڑ باندھے رکھی۔ کیا میں اتنا برا باپ ہوں۔“ وہ رنجور و ملول تھے۔ طائشہ کو بہت ترس لگے۔

”جب مجھے تنہا ہی جھیلنا ہے تو ٹھیک ہے۔ تم اپنی ضد پر اکڑے رہو۔ اور دو دشی ٹھہراتے رہنا۔ تم پر زبردستی اپنی مرضی کر کے شادی جو کرا دی تھی۔“

”ابو! آپ کیوں ایسے بول رہے ہیں؟ یہ آپ سے......“

”بس طائشہ بیٹا! بس۔ مت اس کی عادتوں پر پردہ ڈالو۔ مجھ سے چھپا نہیں رہا ہے اس کا رویہ۔ جو تمہارے ساتھ کیا۔ ارے میں تو اپنی دوستی مضبوط کرنا چاہتا تھا۔ اپنے بیٹے کا بڑے مان سے رشتہ جوڑا تھا، اپنے دوست کی بیٹی سے لیکن کیا، کیا؟ تم پر عذاب نازل کیے۔ اور میرے دوست کو روگی بنا دیا۔ پھر کیا ہوا؟ چلا گیا دنیا سے۔ پھر بھی اس کی تسکین نہ ہوئی۔“

”سرمد کا تو لہو نہیں بدن میں۔ اس کے مصداق ہو گئے۔ ساکت و جامد، ہق دق اپنے باپ کی باتیں سنتے رہے ندامت سے جھک گیا۔ طائشہ کے والد اور ابو کے عزیز ترین دوست، صرف ان کی وجہ سے دنیا سے چلے گئے۔

”دیکھنا، اس کی تسکین تو جب ہو گی، جب میں بھی اس دنیا سے چلا جاؤں گا۔“

”خدا نہ کرے ابو!“ طائشہ لرز گئی۔

”ہاں طائشہ! میں اپنی جوان بیٹی کی زندگی برباد کرنے کا گنہگار، اپنے بیٹے کا گنہگار ہوں۔“ وہ بپھر ہی گئے۔ سرمد کا بیٹا تھا وہ ان کے باپ تھے۔ وہ ایسا تو کبھی نہ چاہیں گے کہ باپ دنیا سے چلا جائے۔ لب بھینچے وہ بیٹھے تھے۔

”مانتا ہوں میں اصولوں کا سخت ہوں۔ لیکن میں کسی بھی انسان کا دل نہیں دکھا سکتا۔ خدا گواہ ہے میں نے صرف حسن کی خاطر سرمد سے تمہاری شادی کی تھی۔ تاکہ وہ یہ نہ سمجھے کہ ہم نے آمنہ سے رشتہ توڑ دیا ہے۔ وہ ابرار کی بیاہی تھی۔ اگر مجھے ذرا بھی علم ہوتا کہ ابرار نے جرمنی شادی کی ہوئی ہے۔ کبھی اسکی شادی آمنہ سے نہ کراتا۔“ وہ بولتے بولتے تھک گئے۔ عینک اتار کر اپنی کمزور آنکھوں کا پانی صاف کیا جو بہہ رہا تھا۔

”یہ سمجھتا ہے میں نے ابرار کی زبردستی شادی کی۔ میں نے اس کی رضامندی سے کی تھی۔ ہاں تم سے اس کی شادی زبردستی کی تھی۔“ وہ اعتراف کرتے کتنے کمزور اور لاغر لگ رہے تھے۔ سرمد نے ایک نگاہ اپنے باپ کو یوں دیکھا، تو برداشت نہ کر سکے چیئر سے اٹھ گئے۔

”فارحہ کا یاسر سے نکاح یہ نصیر کی اور میری متفقہ رائے سے ہوا، کیونکہ دونوں ایک دوسرے کو پسند کرتے تھے لیکن اسکا مجھے اندازہ نہیں تھا کہ یاسر اس بات کو اتنا سنجیدہ لے گا میری بات کو۔ میں تو صرف چاہ رہا تھا کہ نائل اور ثمرینہ کا مسئلہ حل ہو جائے، تو دھوم دھڑکے سے رخصتی کریں گے، ہماری شمرینہ بھی شرکت کر لیتی۔“

''اس گھر کے سارے لڑکے ہی جلد باز ہیں۔'' وہ سرمد کو دیکھتے ہوئے طنز کر بیٹھے۔

''ابو! مجھے معاف کر دیں پلیز۔'' وہ ان کے ہاتھ تھام کر رو ہی دیئے۔ طائشہ نے متحیر ہو کر لمبے چوڑے توانا سرمد کو یوں روتے دیکھا۔

''آپ کو غلط سمجھا۔ کبھی آپ کا درد نہیں بانٹا۔ صرف درد میں اضافہ ہی کیا ہے۔ پلیز معاف کر دیں۔'' وہ ان کے سینے سے لگ گئے۔ ابو نے بھی آبدیدہ ہو کر انہیں سینے سے لگایا۔ باپ تھے اولاد سے کب متنفر رہتے۔ آخر سہارا ہی اولاد ہوتی ہے ماں باپ کا۔

''میرے بیٹے! یہ میرا بھی قصور ہے۔ میں نے کبھی تم سے دوستوں جیسا سلوک کیا ہی نہیں۔ صرف حکم دیا۔ اپنا فیصلہ منایا۔'' اپنی غلطیوں کا اعتراف کرتے، وہ خود کو ہلکا پھلکا محسوس کر رہے تھے۔

''آپ نے کچھ غلط نہیں کیا۔ میں ہی غلط تھا۔ میں ہی آپ سے دور رہا۔'' وہ ان کے ہاتھ چومنے لگے۔ اتنے میں گھر کے افراد بھی وہاں آ گئے۔ سب ہی انگشت بدنداں رہ گئے باپ اور بیٹے کے ملن پر۔ سرمد شرمندہ شرمندہ کھڑے تھے۔

''سرمد بھائی! کون سی فلم دیکھی تھی؟'' عمر نے رازداری سے پوچھا۔

''ابرار چچا اس کی فلموں پر پابندی لگائیے۔ بہت دیکھتا ہے۔'' سرمد جھینپ کر بولے۔ ساتھ ہی عمر کے دھپ بھی لگائی۔

''عمر! بہت میں تمہارے متعلق سننے لگا ہوں۔'' ابرار احمد نے سرزنش کی۔

''پاپا! آپ کے بیٹے کی پرسنیلٹی ہے ہی ایسی چارمنگ۔ ذکر تو سنیں گے ہی۔'' اس نے فرضی کالر اکڑائی۔ سب ہی ہنس دیئے۔

''ابرار چچا! کبھی گدھوں کی بھی پرسنیلٹی ہوئی ہے۔'' بلال نے شرارت سے لقمہ دیا۔

''جب گھوڑوں کی ہو سکتی ہے، تو ان کی بھی ہوتی ہے۔ آخر ہیں تو دونوں ایک ہی برادری کے۔'' عمر نے بھی حساب برابر کیا۔

''تایا ابو! جلدی سے بلال کے ہاتھ پیلے کرنے کی تیاری کریں۔''

''عمر! ضائع ہو گے کسی دن میرے ہاتھوں۔'' بلال تو اچھل ہی پڑا۔

''جب تک فارحہ کی رخصتی نہیں ہو گی۔ بلال کا قطعی ذکر نہیں ہو گا، کیونکہ یہ شہرینہ بیٹی کا حکم ہے۔'' انوار احمد (سرمد کے والد) بولے۔

''ایک تو بجو کو سب کی پڑی رہتی ہے۔'' وہ چڑ گیا۔ سب نے فلک شگاف قہقہہ لگایا۔ فاخرہ بیگم، شاہین اور آمنہ کتنی مسرور ہو گئی تھیں۔ طائشہ نے مسکرا کر سرمد کو دیکھا۔ جنہوں نے اس کی بات مانی تھی۔

● ● ●

''یار! آہستہ تم کٹ مت لگا دینا۔'' نائل، بلال سے شیو کروا رہا تھا، کیونکہ دائیں کاندھے سے بازو تک ابھی پلاسٹر بندھا ہوا تھا۔

''ایک تو آپ ہل بہت رہے ہیں۔''

''بجو آپ نائل بھائی کے سارے کام کر رہی ہیں ایک شیو بنانی نہیں آتی۔'' عمر نے شہرینہ سے کہا جو نائل کے کپڑے باتھ روم میں لٹکانے جا رہی تھی۔

ا مجھے اپنی زندگی پیاری ہے۔ تمہاری بجو نے اگر ریزر گلے پر چلا دیا تو گیا نا میں کام سے۔'' نائل نے آئینے
ر دیکھا۔ شیو بن چکی تھی۔ اسے غسل کرنا تھا۔ اتنے دن سے نہایا جو نہیں تھا۔
نہیں اب ایسی بھی نہیں ہوں۔'' نائل کے قریب سے گزری، جو بائیں ہاتھ سے بالوں میں برش چلا رہا تھا۔
ہی تو ہو نا۔'' وہ مسکرایا۔
رینہ باجی! جلدی کھانا لگائیے۔ بھوک لگی ہے مجھے۔'' بلال نے دوپہر میں لنچ نہیں کیا تھا۔ دونوں نائل کے
گئے تھے، کیونکہ اس سے شیو بنوانی تھی۔ کچھ بازار سے گھریلو سامان بھی آنا تھا۔ اس لیے بلال کو بلانا پڑا۔
کچن میں جا کر کھا لو۔ مجھے دیر لگے گی۔ اور ہاں عمر! ارسل کو تم لے لو۔ امی عصر کی نماز پڑھیں گی۔'' وہ نائل
ے ڈوری نکالنے لگی نہانے کے لیے۔ تاکہ اس کا ہاتھ نیچے ہو جائے۔
کے، او کے۔ آرام سے آیئے گا۔'' معنی خیزی سے کہتا وہ بلال کے پیچھے بھاگ لیا۔
ل میرے تم واش کرو۔'' باتھ روم میں جاتے جاتے پلٹا۔
م، میں۔'' وہ گھبرا گئی۔
اہر ہے تم ہی۔ الٹے ہاتھ سے میں بال رگڑنے سے رہا۔ اور اتنا شرمانے اور گھبرانے کی ضرورت بھی نہیں
ہر ہوں تمہارا۔ میرا ہر کام کر سکتی ہو۔'' سپاٹ سے لہجے میں کہتا باتھ روم میں گھس گیا اور وہ جھجکتی ہوئی اندر
دوپٹہ گلے سے اتارا۔ شرٹ سے بے نیاز، لمبا، چوڑا نائل اس کے مقابل کھڑا تھا۔
پلو شروع کرو۔'' سر اس نے بیسن پر جھکایا۔ شاور اٹھا کر سر دھلانے لگی تھی۔ باقی کے مراحلے سے اس سے
ٹ ہو رہی تھی کہ وہ کوئی نئی فرمائش نہ کر دے۔ اور وہ انکار بھی نہ کر سکے گی۔ سر دھلا کر وہ فارغ ہوئی۔ آئینے
ئل پھر اس کی دیکھی۔ وہ مسکرا دیا۔
اقی کام میں کر لوں گا۔ اب تم یہاں سے نکل جاؤ۔'' حکمیہ کہا۔ وہ تیزی سے نکل رہی تھی کہ ٹائلز پر اس کا پاؤں
ر نائل نے ایک ہاتھ تھام لیا۔ وہ اب اس کے سینے سے لگی دھک دھک کرتے دل کے ساتھ کھڑی تھی۔
جو، بجو! جویریہ تو قیر آئی ہیں۔'' عمر کی ہانک نے دونوں کو چونکا دیا۔ وہ حواس باختہ سی باہر نکلی۔
وری! میں نے کچھ نہیں دیکھا۔'' عمر نے پشت ہی گھما لی۔
ابھی تم دیکھو بھی نا تو بہتر ہے۔ بچے ہو۔'' نائل نے یہ کہہ کر دھڑ سے باتھ روم کا دروازہ بند کیا۔ جبکہ عمران کے
دروازہ کھلے ہونے کی وجہ سے بے دھڑک آ گیا تھا۔
جویریہ اور ادھر۔'' وہ سن کر حیران ہوئی۔
ئل بھائی کا انہوں نے سنا تو عیادت کو آئی ہیں۔ اور ہاں جلدی آیئے بلاں بھائی خوشی سے پھولے نہیں سما
رہا انہیں دیکھ کر۔'' وہ روانی میں بول گیا۔
کیا مطلب؟'' وہ سمجھی نہیں۔
اگر مجھے خبر ہوتی آپ یہاں ہیں۔ کبھی نہیں آتی۔'' وہ درشت لہجے میں بولتی بلیک ٹراؤزر، اس پر کاسنی ڈھیلی سی
رجٹ کی قمیض، ڈوپٹہ میں موم کی گڑیا لگ رہی تھی۔
شکر ہے اوپر والے کا۔ جو خبر نہ ہوئی۔ ورنہ میں تو دیدار سے محروم ہی رہتا۔'' وہ دلچسپ نظروں سے اس کے
آنکھوں میں جذب کرنے لگا۔
میرا موبائل آپ کی گاڑی میں رہ گیا تھا۔ وہ دے دیں مجھے۔''

''کسی دن بھی فرصت سے دینے آؤں گا۔'' نگاہ تو چہرے سے ہٹنا گوارہ نہیں کر رہی تھی۔

''آپکا نا میں دماغ ٹھکانے لگا دوں گی۔'' وہ چیخی۔

''آہستہ بھابھی صاحبہ! میرا بھائی ڈر جائے گا۔'' عمر بھی اسے اب تنگ کرنے میں شامل ہو گیا۔

''اسٹوپڈ!'' وہ تلملا ہی گئی۔ بس نہیں چل رہا تھا دونوں کے سر پر اٹھا کر مار دے۔

''بلال بھائی یہ بھابھی تو بہت غصہ کرتی ہیں۔'' اس نے مسکی صورت بنائی۔

''یار! برداشت کی عادت ڈالنا۔ اب میں تمہارے لیے دوسری تو پسند کرنے سے رہا۔'' اس نے آہ بھری۔

''آپ دونوں ہی بدتمیز ہیں۔'' اپنا بیگ اٹھانے جھکی۔

''کبھی غرور نہیں کیا۔'' دونوں گلے میں بانہیں ڈال کر کھڑے تھے۔

''ایڈیٹ!'' وہ بڑبڑائی۔ اس نے تو آمنہ کو فون کیا تھا کہ وہ ان کے ساتھ نائل کی عیادت کو آ ئیگی۔ مگر عمر نے یہ کہا کہ امی وہاں ہی گئی ہوئی ہیں۔ اور دونوں کو تو پہلے ہی نائل کے پاس آنا تھا۔ وہ جویریہ سے پہلے آ گئے۔

''کس کو کہا؟'' عمر تو تنگ ہی گیا۔

''دونوں کو کہا ہے۔''

''دیکھیے بھابھی! بلال بھائی کو آپ جان کہہ سکتی ہیں، ایڈیٹ نہیں۔'' اس نے انگلی اٹھا کر ایکٹنگ کے انداز میں وارننگ دی۔

''تمہارے بلال بھائی کو جان سے نہ مار دوں گی۔'' زہر خند لہجے میں بولی۔

''بھابھی! آپ ایسی لگتی تو نہیں ہیں۔''

''کیا بھابھی، بھابھی لگا رکھی ہے۔'' وہ بھنائی۔

''بعد میں یہی تو کہنا ہے اس نے۔'' بلال نے آنکھوں میں شوخیاں سمو کر، اس کے غصہ کی تمازت سے سرخ ہوتے چہرے کو دیکھا۔ وہ مٹھیاں بھینچ کر خود پر قابو پا رہی تھی۔

''مم، میں۔''

''ارے! جویریہ! کیسی ہو؟ شہرینہ مسکراتی ہوئی آئی اور اس کے رخسار پر پیار کیا۔

''کتنی خوش نصیب ہیں بجو۔ ہے نا بلال بھائی انہوں نے بھابھی کے کس کیا۔'' وہ سرگوشی میں بولا۔ بلال تو ا... ہی گیا۔ ایک دھموکا اس کی پشت پر جڑ دیا۔

''ہائے، امی! پاپا!'' عادت کے مطابق ایکٹنگ کی۔

''دونوں ہی حیرانگی سے دیکھنے لگیں۔ شکوک نگاہ بلال پر ڈالی جو جز بز ہو گیا۔ بالوں میں بلاوجہ ہاتھ پھیرا۔

''تم نے کھانا کھا لیا؟''

ہاں کھا لیا۔'' کاؤچ پر وہ فرصت سے براجمان ہوا۔ جویریہ کڑھنے لگی۔ مہا ڈھیٹ تھا۔ شہرینہ کی موجودگی میں بھی اپنی بدتمیزی سے باز نہیں آیا تھا۔

''وہ میں نے سنا تھا کہ آپ کے ہسبنڈ کا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا۔''

''جی، بالکل ٹھیک سنا تھا۔'' شہرینہ کے بجائے عمر نے شوخی سے جواب دیا۔

جویریہ نے دانت پیسے، جو اس سے زچ کیے دے رہے تھا۔



''اب کیسے ہیں وہ......؟'' دونوں کو اِگنور کرتے پوچھا۔

''فائن......!'' شہرینہ نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا جو بغیر تردد کے بیٹھ گئی۔ آداب انسانیت بھی نبھایا تھا ورنہ بلال کی کمی اور سرگوشی اسے پیچ و تاب کھلا رہی تھی۔

''میں پہلے آتی تھی، مس آمنہ جب یہاں تھیں۔'' اس نے بتایا۔

''مجھے خبر ہے۔'' شہرینہ مسکرائی۔

اتنے میں نائل بلیک پینٹ اور لیمن کلر کی ٹی شرٹ میں نکھرا نکھرا باہر آیا تو وہ ادب سے کھڑی ہو گئی۔ اس نے اسے بیٹھنے کو کہا۔

''اب کیسے ہیں آپ......؟''

''پرفیکٹ......!'' مسکرا کر جواب دیا۔

''تھوڑی دیر وہ اور بیٹھی مگر اسے جلدی جانا تھا۔ خوشحال بابا باہر کھڑے تھے۔ مشکل سے شہرینہ نے اجازت دی تو چلی گئی۔

''انتہا سے زیادہ تم دونوں بدتمیز ہو۔'' شہرینہ نے اس کے جاتے ہی کلاس لینی شروع کر دی۔ دونوں اب بھی ہنس رہے تھے۔

''سدھر جاؤ دونوں۔''

''ہم نے کیا کیا ہے......؟'' دونوں نے معصوم سی شکل بنائی۔

''سب دیکھا ہے اور کانوں سے سنا ہے۔ کیوں تنگ کر رہے تھے......؟'' وہ آنکھیں نکال کر سرزنش کرنے لگی۔

...نے ارسل کو ایک ہاتھ سے گود میں لے کر اٹھایا تھا۔

''نائل بھائی......! سمجھا لیں اپنی وائف کو۔ خواہ مخواہ ڈانٹ رہی ہیں۔''

''عمر......! واقعی میں تمہاری شکایت پاپا سے کروں گی۔ ابھی پوری طرح اُگے نہیں ہو، حرکتیں بڑوں والی شروع کر دی ہیں۔'' شہرینہ نے بھابی کی گردان سن لی تھی۔ جویریہ بیچاری احتجاجی چیختی رہی اور دونوں چڑاتے رہے۔

''کیا تم بچوں کے پیچھے لگ گئی ہو......؟'' نائل نے شہرینہ کو ٹوکا۔

''آپ نے ان کی حرکتیں دیکھی نہیں ہیں، کیا کر رہے تھے......؟''

''مجھے پتہ ہے۔ تم پہلے چائے بنا کر لاؤ اور ہاں ساتھ کچھ کھانے کو بھی لانا، کبھی خالی لے آؤ۔'' اس نے شہرینہ کو حکمیہ کہا۔

...لاتی چلی گئی۔ کیسے اپنے کام وہ اس سے کروائے جا رہا ہے وہ بھی دھونس کے ساتھ لیکن محبت و پیار سے محروم کر کے۔

''ہاں کیا ہو رہا تھا......؟'' وہ کاؤچ پر دراز ہو گیا۔ کاندھے کے نیچے کشن لگا لیا اور ارسل کو سینے پر بٹھا لیا جو اس کے پلاسٹر چڑھے بازو پر ہاتھ مارے جا رہا تھا۔

''نائل بھائی......! بتائیے محبت کرنا جرم تو نہیں ہے ناں......؟'' عمر اس کے قریب آ گیا۔

بلال گھبرا ہی گیا کہ عمر نے اب بک دینا ہے۔ وہ تنبیہ بھی کرنے لگا مگر نائل بھی اپنے نام کا ایک ہی تھا۔ فوراً بلال

کو بھانپ گیا۔

"سنو ہیرو......! میں نے تمہیں صدف کی شادی پر ہی پکڑ لیا تھا۔ یہ الگ بات ہے تم نے اُگلا نہیں لیکن خبر میں نے ساری رکھی ہے۔"

"نائل بھائی......! آپ غلط سمجھ رہے ہیں۔" بلال خجل ہونے لگا۔

"ٹھیک سمجھ رہا ہوں۔ یہ جو تم پر جویریہ کو دیکھ کر رونق آجاتی ہے۔"

"نائل بھائی......! ایسی کوئی بات نہیں۔" وہ بولا۔

"بکومت......! سب سنا ہے میں نے اور شہرینہ نے۔ عمر بھابی بھابی کہہ کر چھیڑ رہا تھا اور تم اسے گھورنے میں لگے ہوئے تھے۔"

"وہ......وہ تو......" اس نے جھینپ کر سر جھکا لیا۔

"لیکن نائل بھائی......! جویریہ بھابی، بلال بھائی کو گھاس نہیں ڈالتی ہیں۔"

"کیا بکواس ہے......؟ میں گھوڑا ہوں......؟" بلال نے عمر کے چپت لگائی۔

نائل کا زوردار قہقہہ پڑا۔ بلال خفیف سا ہو گیا۔ نائل کو ساری خبر ہو گئی تھی اور اس سے چھپانا فضول ہی تھا۔ پھر نائل پر اسے اعتماد بھی تھا۔ وہ بتائے گا کسی کو نہیں۔

"تم فکر مت کرو۔ گھاس بھی ڈالے گی۔"

"یعنی آپ بلال بھائی کو اپنے آزمودہ ٹپس بتائیں گے۔" عمر نے معنی خیزی سے آنکھیں گھمائیں۔ شہرینہ چائے وغیرہ لے آئی تھی۔ ٹرے سینٹرل ٹیبل پر رکھ دی تھی۔

"ہاں یار......! کیا مزہ آتا تھا یونیورسٹی میں۔ جب میں اور اعزاز امریکہ میں تھے۔" اس نے آہ بھر کر بتایا۔ جلانا اور تپانا شہرینہ کو تھا۔ جس کے ہاتھ کانپے تھے۔ ایک نگاہ اس پر بھی ڈالی تھی۔

"کتنے عشق کیے ہیں آپ نے......؟" بلال نے عامیانہ لہجے میں پوچھا۔

"یار......! میں نے عشق نہیں کیے۔ لڑکیاں کرتی تھیں۔ یار......! ایک تو گلے ہی پڑ گئی تھی۔" بسکٹ اٹھا کر منہ میں ڈالا۔

"یقیناً گلے بھی لگایا ہوگا۔" عمر بے ساختہ بولا۔

"عمر......! کیا بکواس ہے......؟" شہرینہ نے اسے دانت پیس کر ڈانٹا۔

"سوری سوری......!" اس نے زبان دانتوں تلے دبالی۔

"نائل بھائی......! بجو کے سامنے مت بتائیے گا۔ خواہ مخواہ انہیں جلن ہوگی۔"

"مائی فٹ......!" پیر پٹختی وہاں سے چلی ہی گئی۔ تینوں نے زوردار قہقہہ لگایا تھا۔

زینب کو تو ایسی خبر نے بھی نرم نہ کیا۔ وہ اسی طرح اس سے رکھائی برتتے ہوئے تھیں۔ تھوڑا بہت رحمان علی اور رحمان کے سامنے لحاظ کر لیا کرتی تھیں لیکن جب سے وہ سب اپنے بنگلہ میں شفٹ ہوئے تھے۔ اب وہ رعایت بھی ختم تھا۔ امبر اکثر یہیں پائی جاتی تھی۔ گھر میں اس کی وجہ سے رونق ہو جاتی تھی۔ ورنہ پھر خاموشی کا راج۔ امی ابو اس سے ملنے آئے تھے۔ انہوں نے بھی اسے کچھ دنوں کے لئے گھر بلایا تھا۔ مگر اعزاز اور زینب کی رضامندی بغیر جانے کا سوال ہی نہیں تھا۔

"سنئے......!" اس نے آہستگی سے اعزاز کو پکارا، جو آفس جانے کے لئے تیار ہو رہا تھا۔

"امی اور ابو گھر رہنے کے لئے بلانے آئے تھے۔"

"تو......؟" سرد مہری سے ڈریسنگ ٹیبل سے پرفیوم اُٹھا کر اسپرے کرنے لگا۔

"اگر آپ کی اجازت ہو تو چلی جاؤں......؟" ڈرتے ڈرتے بولی۔

"پہلے یہ بتاؤ تمہارے چیک اپ کی ڈیٹ کیا ہے......؟" اس نے لہجہ کو نرم بنایا۔

"آٹھ تاریخ کو جانا ہے۔"

"یعنی تین دن بعد......؟" وہ پرسوچ انداز میں گویا ہوا۔

"پہلے چیک اپ کروالو۔ پھر چلی جانا۔"

"تم...... میں وہاں سے چلی جاؤں گی۔" وہ اسے نرم پڑتے دیکھ کر جھٹ بولی۔

"ٹھیک ہے۔ کب جانا ہے......؟"

"اگر آج ہی آپ چھوڑ دیں۔" کن انکھوں سے اعزاز کا چہرہ دیکھا جو کافی بشاشت لئے ہوئے تھا۔

"تم تیاری رکھنا۔ سات بجے تک آجاؤں گا۔"

"وہ آپ کی امی سے پوچھنا ہوگا۔" جھجک کر پھر بولی۔

"امی کو تم بتا دینا۔ میرا انہیں خیال کہ منع کریں۔" اس نے دلچسپ نگاہوں سے صدف کو دیکھا جو ہر وقت شرمائی لگتی۔ ڈھیلے ڈھالے سوٹ میں چھب ہی نرالی تھی یا پھر ماں بننے کی خوبصورتی الگ ہی ہوتی ہے۔

"ڈا ان سے۔"

"یار......! تم اتنا بھی امی سے خائف مت ہو۔ اگر امی کے دل میں جگہ بنانا چاہتی ہو، ان کی ہر بات صبر کر کے دیکھنا بعد میں تمہارے گن گائیں گی۔" وہ مسکرایا۔

"ظاہر ہے، ان کے بیٹے کی اولاد کو جو دنیا میں لاؤں گی۔"

"دیکھو تم پھر اپنا اور میرا موڈ خراب کرو گی۔ اس لئے نو غصہ، نو طنز، یار......! اچھی رہو۔" اس نے صدف کو بانہوں میں لے کر اپنے گلے سے لگا لیا۔ صدف احتجاج بھی نہ کر پائی۔

"تم اپنی پیکنگ کر لو اور امی سے اجازت لینا ضروری ہے۔" وہ اس کے رُخسار پر کس کر کے چلا گیا۔ وہ تلملا ہی ... تیزی سے اس کے پیچھے پیچھے ہی کمرے سے باہر آئی۔ وہ تو شکر ہوا گرتے گرتے بچ گئی۔ زینب کی تنقیدی اور ... نگاہ اسے جزبز کر گئی۔

"اس حالت میں ذرا سنبھل کر چلا جاتا ہے۔ خدانخواستہ کچھ الٹا سیدھا ہو گیا تو میرے بچے کے بچے کو نقصان پہنچے گا۔"

کیسی خود غرضی سی باتیں کرتی ہیں۔ یعنی اس کی ابھی بھی کوئی وقعت نہیں۔ وہ اگر انہیں سارے جہان کی خوشیاں بھی دے دے تب بھی اس سے موازنہ ہوگا۔ کیا دنیا میں صرف لوگ اپنا ہی مفاد دیکھتے ہیں۔ کسی دوسرے کی ذرا اہمیت نہیں ہے۔

"امی......! میں آج صدف کو گھر چھوڑ آؤں گا۔" اعزاز نے اس کے نخوت زدہ چہرے کو دیکھا جبکہ صدف ستون سے لگائے کھڑی تھی۔ آخری سیڑھی پر ہی تو پاؤں اُلجھا تھا۔

"ابھی تم نے دیکھا، جسے اپنا خیال نہیں، وہ رکھ سکے گی تمہارے بچے کا خیال۔"

"ارے امی......! کیسی بات کر رہی ہیں......؟ صدف سمجھدار ہے۔ سمجھتی ہے وہ باریکیاں بھی۔" اس نے ہلکے انداز میں انہیں مطمئن کرنا چاہا۔

"میرا پہلا پوتا اس دُنیا میں آئے گا۔ میں نہیں چاہتی کہ لاپرواہی برتی جائے۔"

صدف نے حیرانی سے سر اُٹھایا۔ وہ کیا کہہ رہی تھیں۔ پوتا یعنی وہ اس کی آس لگائے ہوئے تھیں۔

"آپ کو یقین ہے۔" وہ مسکرایا۔

"ہاں......! میری خواہش بھی یہی ہے۔ پہلا تمہارے بیٹا ہی ہو۔"

صدف سے مزید نہ بیٹھا گیا۔ وہ تیزی سے اندر کی جانب بڑھ گئی۔ زینب نے کڑے تیوروں سے اس کا جملہ انداز دیکھا۔ اعزاز بھی سمجھ گیا۔ اسے ناگوار گزرا ہے۔

"دیکھی حرکت تم نے اپنی بیوی کی......؟ کتنی تیزی سے گئی ہے۔ ابھی بچی ہے اور پھر وہی کیا۔"

اعزاز تو سر پکڑ کر رہ گیا۔ اس وقت چپ ہی رہنا اچھا تھا۔ ورنہ صبح صبح ہنگامہ کچھ اس کی طبیعت پر اچھا اثر نہیں ڈالتا تھا۔ پورا دن اُلجھا اُلجھا ہی رہتا تھا لیکن اسے سمجھداری سے ماں اور بیوی کو ہینڈل کرنا ہے۔

پورا دن کا کام کرنے کے بعد صدف نے اپنی جانے کی پیکنگ کر لی۔ پھر کچھ دنوں سے وہ بہت زیادہ ٹینس بھی تھی۔ جب سے اس کی الٹراساؤنڈ رپورٹ سے پتہ چلا تھا، وہ ٹوئنس کو جنم دے گی۔ ڈر و خوف سے تو کھانا پینا تک رُک گیا تھا۔ شہرینہ کو بس اس نے بتایا تھا ورنہ اعزاز تک کو لاعلم رکھا تھا۔

"بھابی......! میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گی۔ سیچرڈے اور سنڈے کی تو چھٹی ہی ہوتی ہے۔" عفرا بھی اس کے ساتھ جانے کی ضد کرنے لگی۔

"کوچنگ کون جائے گا......؟" زینب نے ٹوکا۔

صرف ایک دن کی تو بات ہے۔" وہ منہ بسورنے لگی۔

صدف نے مسکراتی نگاہوں نے اسے دیکھا۔ وہ سبز کپڑوں میں تیار ہوئی اعزاز کی منتظر تھی۔ بڑے اہتمام سے تیار ہوئی تھی۔ کافی عرصے بعد میکے بھی تو جا رہی تھی۔

"ہاں ہاں......! جاؤ بیٹا......!" انعام احمد فوراً اس کی حمایت میں اجازت دینے لگے۔

"پڑھائی کا اس کا حرج ہوگا۔"

"ایک دن سے کچھ نہیں ہوگا۔ اب تم اس ننھی سی بچی پر تو پابندیاں نہ لگاؤ۔ یہی اس کے ہنسنے کھیلنے کے دن ہیں۔" وہ طنز کرنے کے ساتھ ان پر غصہ بھی ہوئے۔

"تھینک یو ابو......!" وہ اُچھلتی ہوئی کمرے میں بھاگ لی تاکہ تیاری کر سکے۔ صدف، زینب کا تپا ہوا چہرہ دیکھنے لگی۔

"یہی دن پڑھائی کے بھی ہوتے ہیں۔" وہ ان سے بحث کرنے لگیں۔ صدف اُکتا کر عفرا کے ہی کمرے میں چلی گئی تاکہ اس کی تیاری میں مدد کر دے۔

"بھابی......! میں نے تین سوٹ رکھ لیے ہیں اور اپنی بکس وغیرہ بھی رکھ لی ہیں۔" وہ اپنا بیگ تیار کرتے ہوئے بولی۔

"لاؤ مجھے دو۔ میں ٹھیک سے رکھوں۔" وہ بیڈ پر بیٹھ گئی۔ اس کی کتابیں رکھنے لگی۔ جتنی دیر وہ لوگ تیاری کر رہیں اعزاز آ گیا۔ اس کی اطلاع فراز دینے آیا۔

"کچھ کھا تو لو جانے کی فوراً لگ گئی۔" زینب کو اعزاز کا عجلت بھرا انداز ناگوار گزرا۔

"امی......! آج میں وہیں کھاؤں گا۔" اس نے ایک مسکراتی نگاہ صدف پر بھی ڈالی جو کھلی کھلی سی ہی لگی۔ کپڑوں میں اس کی چمپئی رنگت دمک رہی تھی۔

"تم بھی جا رہی ہو......؟" اعزاز نے عفرا کو بھی تیار دیکھا۔

"اتنے دن سے میں کہیں نہیں گئی ہوں۔" وہ بولی۔

اعزاز نے دونوں کے بیگ اُٹھائے۔ صدف کا اسے زیادہ وزنی لگا۔ ایک لمحے کو ٹھٹک کر رُک گیا۔ ایڑیوں کے بل گ

ترمہ......! کتنے دن کا قیام ہے......؟"

تو آپ کی مرضی پر ہے۔ کتنے دن چھوڑتے ہیں۔" فرنٹ سیٹ کا ڈور کھولنے لگی۔

چلو ایک ہفتہ رُک جانا۔ تم بھی کیا یاد کرو گی۔"

رے واہ......! اتنے دن بھابی وہاں رُکیں گی تو میں بھی رُکوں گی۔" عفرا نے چہک کر کہا۔

بیٹا......! امی سے ڈانٹ سنو گی۔" وہ بھی ڈرائیونگ سیٹ سنبھال چکا تھا۔

وہ کب نہیں ڈانٹتیں......؟ سن لوں گی اور ویسے بھی میں نے اپنا یونیفارم رکھ لیا ہے۔ وہاں سے ہی اسکول چلی

یا۔"

کیا......؟" صدف حیرانگی کے ساتھ اُچھلی۔

عفرا......! امی ناراض ہوں گی۔"

ہونے دیں۔ ہر وقت غصے میں رہنے لگی ہیں۔ ڈانٹ کر رکھ دیتی ہیں۔ بس میں بھی ایک ہفتے بعد آؤں گی۔"

سورنے لگی۔ صدف اور اعزاز نے ایک دوسرے کو دیکھا۔

کیا ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہیں......؟ گاڑی چلائیے۔" وہ ٹوکے بنا نہ رہ سکی۔

اچھا دادی جان......!" وہ خجل ہونے لگا۔

بیٹے......! کہیں امی ناراض نہ ہوں۔" صدف تو ڈرے جا رہی تھی۔

بھابی......! امی کی فکر مت کریں۔ آپ اپنا خون بھی مت جلائیے۔ ویسے ہی آپ پر اثر پڑے گا۔"

عفرا......! ضرورت سے زیادہ آپ بڑی باتیں کرنے لگی ہو۔" صدف نے رُخ موڑ کر اسے دیکھا جو اعزاز کی سے موبائل نکال کر گیم کھیلنے لگ گئی تھی۔

سوری......!" نگاہ اسکرین پر مرکوز تھی۔

● ● ●

"آپ کی ہمت کیسے ہوئی یہاں آنے کی......؟" جویریہ تو تن تنا ہی گئی۔ لان میں وہ پیڑوں کو خود پانی دے رہی پائپ اس کے ہاتھ میں تھا۔

"مجھے یہاں ہمت آنے کی خود بخود ہو جاتی ہے۔" شوخ سی نظروں سے دیکھتا ہوا اس کے مقابل آ گیا۔ بلیو جینز بنٹ، اس پر بلیو دھاری دار شرٹ، بلال خاصا ڈیسنٹ لگ رہا تھا۔

"کسی دن میں آپ کو شوٹ کر دوں گی۔" پائپ اس نے گھاس پر پھینکا۔

"شوق سے کریں۔" پھر مسکرایا۔ بلیک فنیپر، اس پر کاسنی جارجٹ کی شرٹ، گلے میں ہم رنگ دوپٹہ، بالوں کی ٹائے بالکل بچی ہی لگتی تھی۔

"جتنا آپ مجھ سے نفرت کریں گی، اتنا میں آپ کے قریب آؤں گا۔" اس نے دو قدم بڑھائے ہی تھے کہ وہ کے پیچھے ہٹی۔ بلال کی آنکھوں میں اس وقت خمار طاری تھا۔ جذبے لٹاتی نگاہیں اسے پزل کرنے لگی تھیں۔

"پلیز......! آپ میرا پیچھا چھوڑ دیں۔" وہ روہانسی ہو گئی۔

"سوری......! میں پیچھا چھوڑنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ جسے بلال احمد نے پسند کر لیا وہ اس کا ہوا۔ پھر ا بھر کا ساتھ ہوگا۔ من چاہا جیون ساتھی ہونا چاہئے ورنہ آپ کو تو پتہ ہے زندگی میں مزہ نہیں آتا ہے۔ کم از کم فریق ایک دوسرے کو پسند کرتے ہوں۔"

”میں آپ کو پسند نہیں کرتی ہوں۔“ پشت گھمالی۔

”آپ کے ڈیڈی پسند کرتے ہیں۔ پھر آپ کیا چیز ہیں......؟“ اس نے تمسخر اُڑا کر بازو سے پکڑا تو وہ حواس باختہ سی اس کے سینے سے آ لگی۔ نگاہوں کا تصادم ہوا۔ مجوب ہو کر پلکیں جھکا لیں۔ بلال نے اس کے دل کی دھک دھک واضح سنی۔ وجود میں بھی کپکپی تھی۔ پیشانی پر پسینے کے قطرے نمودار ہو گئے۔

”مجھے لگتا ہے، جلدی کوئی قدم اُٹھانا پڑے گا۔“

”جسٹ لیومی......!“ اس نے چیخ کر خود کو چھڑایا۔

وہ تو شکر ہے گھر کا کوئی ملازم نہیں تھا ورنہ کتنی سبکی ہوتی خود کی۔ جویریہ محتاط سی ہو گئی تھی۔ مگر بلال کے شوریدہ جذبوں کی لگام اتنی اونچی تھی کہ وہ بچنا چاہتی تھی مگر خود کو بچا نہیں پا رہی تھی۔

”آخر آپ کو اتنا گھمنڈ کس بات پر ہے......؟“ اس نے جھٹکے سے جویریہ کو چھوڑا۔ وہ گرتے گرتے بچی۔

”اونہہ......! ال مینرڈ......!“ ناگواری سے پھنکارنے لگی۔

”شٹ اپ جویریہ......! شٹ اپ......! میں آپ سے دیوانوں کی طرح محبت کرتا ہوں اور آپ ہر لحہ تضحیک کر رہی ہیں۔“

”اگر اتنی اپنی تضحیک کا احساس ہے تو آپ آتے کیوں ہیں......؟ شرم کا مقام ہوا آپ کے لئے، ایک شخص آپ کو مسلسل رد کر رہا ہے، نفرت کا اظہار کر رہا ہے، آپ اپنے قدموں کو روک کیوں نہیں لیتے......؟“ وہ چیخی۔

”قدموں کو تو روک سکتا ہوں لیکن یہ جو اندر محبت کا جذبہ آپ نے بیدار کیا ہے اسے نہیں روک پا رہا ہوں کیونکہ پہلے آپ نے میری پذیرائی کی تھی اور اب خود ہی دامن بچا رہی ہیں۔“ وہ آنکھوں میں غصہ کی آگ لئے تن فن ہو رہا تھا۔ بس نہیں چل رہا تھا کہ جویریہ سے اپنی تضحیک کا بدلہ لے۔

”آپ کی خوش فہمی تھی۔“

”لیکن اب نہیں، اب آپ میرے لئے چیلنج بن گئی ہیں۔ آپ کو میں پا کر رہوں گا، سنا آپ نے......؟“ رعونت بھرے لہجے میں اسے وارن کرتا ہوا بلال اسے سہا گیا۔ دل کی دھک دھک بڑھ گئی، لب بھنچ گئے، کتنی نفی کرے اس کی ذات کی، کتنا تڑپائے اسے۔

”مجھے پھر آپ کی آنکھوں کے آگے سے جانا پڑے گا، دیکھئے گا اب میں لندن روانہ ہو جاؤں گی، اسی طرح آپ باز آ سکتے ہیں۔“

”شوق سے روانہ ہونا کیونکہ لندن جانا میرے لئے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ ادھر تم نکلو گی دوسرے دن میں وہاں ہوں گا۔“ بازو پکڑ کر پھر اسے خود سے قریب کیا۔ وہ ڈر ہی گئی۔ جب جب وہ اسے چھوتا ہے دل و دماغ میں ہلچل سی مچ جاتی ہے۔

”پلیز......! مجھے چھوڑ دیں۔ مت پاگل پن کا مظاہرہ کریں، میں ڈیڈی کو نہیں چھوڑ سکتی۔“ وہ روہانسی ہو گئی۔

”آپ کیا سمجھتی ہیں آپ کے ڈیڈی آپ کو ساری زندگی یونہی بٹھائے رکھیں گی......؟ وہ بھی آپ کے باپ ہیں! ان کا بھی ارمان ہے ان کی بیٹی جلد از جلد پرائی ہو جائے تاکہ وہ بھی اپنے فرض سے سبکدوش ہوں۔“

”ڈیڈی سے میں نے کہہ دیا ہے میں کبھی شادی نہیں کروں گی۔“ بازو چھڑا کر وہ زور دے کر بولی۔

”ہاں......! آپ نے کہہ دیا، جیسے وہ مان ہی لیں گے ناں......؟“ اس نے استہزائیہ کہا۔

”ڈیڈی کبھی میری بات نہیں ٹالتے اور میں ڈیڈی کے بغیر رہنے کا تصور نہیں کر سکتی۔“

”لگتا ہے مجھے آپ کی یہ ضد جلدی توڑنی پڑے گی کیونکہ میں نے صرف ایک بار محبت کی ہے۔ وہ آپ سے ہوں سمیت اور میں اپنے حق سے محروم نہیں ہو سکتا، کیا سمجھیں......؟“

”بند کریں بکواس......!“ کانوں پر ہاتھ رکھ کر چیخی۔

”کان بند کر لینے سے آپ کو میری آواز تو سنائی نہیں دے گی مگر دل میں جو میری محبت بسی ہے اس سے انکار نہیں کر سکتی۔“

”مسٹر بلال احمد......! مجھے آپ سے محبت نہیں نفرت ہے، وہ بھی شدید ترین۔ میں کبھی آپ سے محبت نہیں کروں گی۔“ اس نے نفی کی۔

”آپ مجھ سے محبت کرتی ہیں، یہ الگ بات ہے کہ اَنا کے آگے مجبور ہیں۔ میرے سامنے اعتراف کرتے ہوئے ڈرتی ہیں۔“ اس کی تمسخرانہ ہنسی تھی۔

”خوش فہمی ہے آپ کی۔“ وہ تنک گئی۔

”آپ کی آنکھوں میں میں نے ہمیشہ محبت دیکھی ہے۔“ اس نے بے اختیار ہی جویریہ کو شانوں سے پکڑا۔ وہ تو ڈر ہی گئی۔ زوردار دھکا اسے دیا۔ مگر فوراً خود کو سنبھال لیا۔

”آئندہ اگر مجھے ہاتھ لگایا ناں شوٹ کر دوں گی۔“ آنکھوں میں ناگواری تھی۔

”وہ دن دور نہیں جب میں تمام اختیارات اور حقوق رکھ کر آپ کو ہاتھ لگاؤں گا۔“

”کبھی نہیں ہوگا۔“ وہ دھاڑی۔

”شٹ اَپ......! شٹ اَپ......! بند کریں بیہودہ بکواس۔“ وہ چیختی ہوئی اندر چلی گئی۔ بلال نے آنکھوں میں خطرناک غصہ لئے اس طرف دیکھا جہاں سے وہ گزری تھی۔ کئی لمحے وہ ساکت کھڑا رہا مگر جب وقت کا احساس ہوا تو اپنے تھکے تھکے قدم واپس موڑ لئے۔

”ارے بیٹا آپ......؟“ خوشحال بابا عصر کی نماز پڑھ کر آ رہے تھے ان کی نظر بلال پر پڑی تو مخاطب کئے بنا نہ رہ سکے۔

”السلام علیکم بابا......!“ وہ ان کا بہت احترام کرتا تھا۔ ویسے بھی خوشحال بابا کی جویریہ کے گھر ملازم کی طرح حیثیت نہ تھی۔ بلکہ وہ گھر کے فرد کی طرح اہمیت رکھتے تھے۔

”جیتے رہو بیٹا......! اندر چلو......!“

”بابا......! جلدی میں ہوں۔ انکل تو گھر پر ہیں نہیں۔“

”ہاں......! کوئی بزنس میٹنگ تھی، اس لئے ابھی آئے نہیں۔“

بلال نے تھوڑی دیر اور رک کر ان کی خیر خیریت پوچھی۔ پھر اس نے اجازت لے لی۔

• • •

”یار......! تم اب بھی فون نہ کرتیں۔“ بڑا چہک کر وہ موبائل کان سے لگائے، بیڈ پر دراز کسی سے مصروف گفتگو تھا۔ اس کی آواز اس وقت شہرینہ کی آمد پر تیز ہو گئی۔

”ہاں ہاں......! بس پلاسٹر کل اُتر جائے گا۔“ نگاہ اس نے شہرینہ پر ٹکائی ہوئی تھی جو وارڈروب سے کچھ نکال رہی تھی۔

”یار......! تم سمجھتی نہیں ہو، بس چند دن کی بات ہے۔ آفس آؤں گا تو دیکھ لینا جی بھر کے۔“

شہرینہ کے کان نائل کی گفتگو پر لگ گئے۔ اندازہ بھی ہو گیا کہ دوسری جانب کوئی لڑکی ہے۔ غصے اور رقابت کی کیفیت محسوس ہونے لگی۔

”ہاں ہاں......! بس سمجھو کہ جس دن سے یہاں آیا ہوں ایک لمحہ بھی تم سے غافل نہیں ہوا۔“ کن انکھیوں سے شہرینہ کو دیکھا جو لب کاٹتی وارڈروب بند کر چکی تھی۔ ہاتھ میں اس کے کپڑے تھے۔ اس کا ارادہ گھر جانے کا تھا۔ صدف رہنے آئی ہوئی تھی، سوچا کہ مل آئے گی۔

”اپنے بیٹے کی برتھ ڈے میں سوچا تھا انوائٹ کرلوں گا مگر یار......! میرے ایکسیڈنٹ کی وجہ سے وہ بھی رہ گئی لیکن بے فکر رہو، زبردست پارٹی دوں گا سب کو اور خاص طور پر تمہیں بلاؤں گا۔“ مزے سے لیٹا ہوا باتیں کر رہا تھا۔ لیکن شہرینہ کے تو دل پر آرے چل رہے تھے۔ غصہ کی شدت سے مٹھیاں بھینچ لیں۔ دانت پیسنے لگی۔

”وہ رات تو میں کبھی نہیں بھولوں گا جب تم......“

شہرینہ سے مزید برداشت دوبھر ہو گیا تو تیر کی تیزی سے نائل سے جا کر موبائل چھین لیا۔ وہ اس کے اچانک حملہ کرنے پر ششدر رہ گیا۔

”کیا حرکت ہے......؟ یہ موبائل دو......!“ وہ تیکھے چتونوں سے دیکھنے لگا۔

”آپ کو کوئی حق نہیں پہنچتا اس طرح کسی لڑکی سے بات کرنے کا۔“

”تم حق بتاؤ گی......؟ میری مرضی، کسی سے بھی کروں بات۔“ وہ بیڈ سے اٹھا۔ موبائل اس کے ہاتھ سے لے لیا۔ شہرینہ کی حالت ایسی تھی کہ ابھی رو دے گی۔ دل شدت سے پھٹا جا رہا تھا۔

”ہاں......! بتاؤں گی حق۔ میں آپ کی بیوی ہوں۔ کیسے برداشت کرلوں کہ آپ کسی دوسری سے بات کریں......؟“

”آہ......! بیوی......؟“ وہ تمسخرانہ ہنسا۔ شہرینہ کا چہرہ دیکھا جو غصہ اور دُکھ کی تمازت سے لال بھبھوکا ہو رہا تھا۔

”بڑی جلدی خیال آ گیا کہ تم بیوی ہو۔“ نائل نے اس کے بالوں کی لٹ کھینچی۔

”اگر تم بیوی ہو تو جس سے میں بات کر رہا تھا میری پرسنل سیکرٹری ہے۔“ اس نے جلایا۔ دوبارہ موبائل سے نمبر ملایا۔

”ہاں مونا......! یار......! لائن کٹ ہو گئی تھی، سوری......!“ پھر ترنگ میں آ گیا۔

”نہیں......! اس وقت سامنے ہے۔ وہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔“ نگاہ پھر اس کے بت بنے وجود پر ڈالی۔

”اسے مجھ سے محبت ہی نہیں ہے۔ جلن کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔“

شہرینہ کا ضبط جواب دے گیا۔ موبائل جھپٹ کر باتھ روم کے دروازے پر دے مارا۔ موبائل ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بکھر گیا۔

”اگر کبھی مجھ پر کسی لڑکی کو ترجیح دی ناں ایسا حشر کروں گی......“ آنکھوں غصہ لئے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔ نائل حیران رہ گیا اس کی غیر متوقع حرکت پر۔ بصارت یقین نہ کر پائی۔

”بڑی ہمت آ گئی ہے......؟“ اس نے فہمائشی کہا۔

”اپنے شوہر میں کسی لڑکی کا شیئر بالکل برداشت نہیں کروں گی۔ آپ سے شادی کی ہے۔ آپ کے بچے کی ماں بنی ہوں مذاق نہیں ہے یہ سب۔“ وہ پھٹ پڑی، کتنے دن ہو گئے تھے۔ نائل کی سرد مہری، طنزیہ گفتگو اور برداشت کرتے ہوئے، صبر کا پیمانہ لبریز ہی ہو گیا۔

”کتنی آپ سے معافیاں مانگوں کہ آپ مجھے بخش دیں۔“

”اگر مجھ سے پریشان ہو گئی ہو تو چلی جاؤ یہاں سے۔ میں نے پابندی تو نہیں لگائی۔“ اطمینان سے کہتا بیڈ پر لیٹ گیا۔

”پریشان میں نہیں آپ ہوئے ہیں۔ اس مونا وچ کے آگے میں بری ہی لگوں گی ناں۔ دوسری دل لگی

جو مہیا کر رہی ہے۔ مجھ سے تو آپ کا دل بھر گیا ناں۔“ کاٹ دار جملے بولتی وہ غضب ناک لگ رہی تھی۔

”جب تم نے مجھے اِگنور کیا تو میں دوسری جانب ہی رجوع کروں گا ناں، بہت انجوائے کیا ہے میں نے ہانگ کانگ میں اس کے ساتھ۔“ اس نے جلایا۔

”نئی بات کریں۔ امریکہ میں بھی اپنی اسٹڈی کے دوران بہت انجوائے کر چکے ہیں۔ پھر یہ نئی بات تو نہیں۔ شادی سے پہلے کیا۔ پھر شادی ہو گئی تو بیوی سے انجوائے کرلیا، اب دوبارہ۔“ بولتے بولتے رُک گئی۔

”بول چکی تم......؟“ قدرے توقف کے بعد اس کی پھولی ہوئی سانسوں کو سننے کے بعد گویا ہوا۔ شہرینہ بیڈ کے کنارے پر ہی ٹک گئی۔ آنسو رُخساروں پر موتیوں کی طرح لڑھک رہے تھے۔ احمریں ہونٹوں کو بار بار بھینچے جا رہی تھی۔ نائل کو ترس بھی آ رہا تھا لیکن اتنے دن جو اسے اذیت میں رکھا ہے وہ تو حساب کتاب کرنا ہی تھا۔

”یہ ساری خرافات تمہارے دماغ میں کب سے آنے لگی ہیں......؟“ نائل کو کچھ کچھ اندازہ ہوا اس کی غلط فہمی کا، جو وہ پالے بیٹھی تھی۔

”جب آپ میرے سامنے کسی لڑکی سے ایسی گفتگو کریں گے تو آہی جائیں گی۔“ نگاہ جھکائے جھکائے، وہ آہستگی سے گویا ہوئی۔

”جب بیوی میاں کو رسپانس نہیں دے گی تو ظاہر ہے وہ دوسری جانب ہی جائے گا ناں......؟“

”اور وہ جو مجھ سے محبت، وہ سب کہاں گئیں......؟“

”پھک سے اُڑ گئی۔“ وہ ہنسا۔

”آپ میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتے۔“ اچانک ہی وہ اُٹھ کر نائل کے سینے پر سر رکھ کر لیٹ گئی اور وہ حیرانگی سے دیکھتا کر رہ گیا۔ شہرینہ کی یہ خود ساختہ حرکت وہ خوش بھی ہوا۔

”میں تو کروں گا۔ تم مجھے روک نہیں سکتی ہو۔“ اس نے شہرینہ کے گرد حصار تنگ کر دیا۔ وہ کسمسائی بھی نہ۔ بلکہ اور مضبوطی سے پکڑ لیا۔ جیسے نائل کو واقعی مونا چھین رہی ہو۔ نائل کے ہونٹوں پر شوخ سا تبسم پھیل گیا۔

”آج اچانک مجھ سے اتنی محبت کیوں برتی جا رہی ہے......؟“

”لنف......! پلیز لنف......!“ چیخ کر سر اُٹھایا۔

”کیا محبت بار بار جتائی جانی ضروری ہے......؟ آپ محسوسات کی زبان نہیں سمجھتے......؟“

”بہت بے اعتبار سا بندہ ہوں۔ کم از کم میری لوجک تو یہی ہے کہ اگر آپ محبت کرتے ہیں تو امپلیمنٹ ضروری ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے مونا کو میں دلانے والا تھا۔“ پھر ایک جلانے کے لئے تیر اُچھالا۔

”اس مونا کا تو میں مرڈر کر دوں گی۔ اگر وہ میرے اور آپ کے درمیان آئی۔ بالکل آپ کے موبائل جیسا حشر۔“ نگاہ اس نے ٹوٹے ہوئے موبائل پر ڈالی جو اِدھر اُدھر بکھرا پڑا تھا۔

”تم ایسا کرو اپنے پاپا کے گھر چلی جاؤ، کچھ دن کے لئے۔“

”ہاں......! تاکہ آپ مونا سے پیار بھری باتیں کرتے رہیں۔“ وہ دھاڑی۔

”شہرینہ......! شہرینہ بیٹی......!“ امی کی آواز سنائی دی۔ چونک گئی۔

”شہرینہ......!“

”آجائیں امی......!“ اس نے دروازہ کھول دیا۔ جلدی جلدی آنسو بھی صاف کئے تاکہ انہیں خبر نہ ہو جائے کہ رُلائی ہے۔ نائل بیڈ پر سیدھا لیٹا تھا۔

''یہ روئے جا رہا ہے۔'' انہوں نے روتے بلکتے ارسل کو اس کی گود میں دیا۔

''نائل......! تمہاری فکر میں تو اس نے ارسل پر بھی توجہ دینا چھوڑ دی۔'' انہوں نے شکایت کی۔

''کیوں بھئی......؟ تم میرے بیٹے سے لاپرواہی برت رہی ہو......؟'' وہ شوخی سے بولا۔

مگر شہرینہ کچھ جواب دیئے بغیر ارسل کو لے کر باہر چلی گئی۔ جہاں آراء بیگم نے اس کا یہ انداز استفہامیہ نگاہوں سے دیکھا جیسے وہ کچھ سمجھنا چاہ رہی ہوں۔

●●●

''بھابی......! شہرینہ کا فون کیا تھا......؟ آئے گی یا نہیں......؟'' صدف نے طائشہ سے پوچھا۔ وہ سرمد کے کپڑے استری کر رہی تھی۔ سارے ہفتے بھر کے ان کے کپڑے دھلوا کر، استری وہ خود ہی کرتی تھی تاکہ انہیں آفس کے لئے مشکل نہ ہو۔

''کہہ تو رہی تھی آنے کا۔ شاید نائل کے کاندھے کا پلاسٹر آج کھلے گا۔''

''تم فون پر بات کر لو کیا پروگرام ہے اس کا......؟'' طائشہ نے فوراً کہا۔ وہ اس کے کمرے میں بیڈ پر لیٹی تھی۔ طبیعت عجیب بوجھل رہتی تھی۔ زیادہ لیٹ کر ہی سب آرام کروا رہے تھے۔

''ہوں......! میں خود کرتی ہوں۔'' وہ بیڈ سے اُترنے لگی۔

''بھابی......! بھابی......!'' عفراء اُچھلتی کودتی اندر آئی۔

''بھابی......! بھائی جان کا فون ہے۔'' وہ اسے اطلاع دے کر پھر بھاگ لی۔

''اب تو گھر سے فون آتا ہے تو مجھے ڈر ہی لگتا ہے۔'' صدف انجانے خدشوں میں گھری بولی۔

''کیا پتہ تمہاری خیریت پوچھنا چاہتا ہو۔''

''بھابی......! مجھے ابھی نہیں جانا گھر۔ میرا دم گھٹنے لگا ہے۔'' وہ روہانسی ہو گئی کیونکہ سب ہی زینب اور اعزاز کے رویہ سے واقف ہی تھے۔ پھر صدف کا ڈرا سہا وجود ان سب کو تفکرات میں مبتلا کر دیتا تھا۔

''آپ ان سے کہہ دیں، میری طبیعت خراب ہے۔''

''صدف گڑیا......! ڈرو مت۔ بات تو کر لو، کیا پتہ جو تم سوچ رہی ہو وہ نہ ہو۔'' اس نے سمجھایا۔ بڑی مشکل سے بات کرنے کے لئے راضی ہوئی۔ سبک خرامی سے سیڑھیاں اُتر کر کوریڈور میں رکھے ٹیلی فون سیٹ کے پاس آ گئی۔ چیئر پر بیٹھ کر اس نے ریسیور اُٹھایا۔

''ہے، ہیلو......!'' اس نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

''ہیلو......!'' مگر ٹوں، ٹوں کی آواز نے اسے نئی مشکل میں گرفتار کر لیا۔

''کیا ہوا......؟ صدف......! بات کی تم نے......؟'' فارحہ نے شاکی ہو کر پوچھا۔

''پتہ نہیں، لائن کٹ گئی ہے۔'' اس نے مرے مرے ہاتھوں سے ریسیور رکھ دیا۔ دیر ہی اسے آنے میں اتنی ہو گئی کہ شاید اعزاز نے تپ کر لائن کٹ کر دی تھی۔

''سی ایل آئی چیک کرو انہوں نے گھر سے فون کیا ہے یا آفس سے......؟'' فارحہ کو اس کا مغموم سا چہرہ افسردہ کر گیا۔ صدف نے سی ایل آئی چیک کی۔ فون اس نے آفس سے ہی کیا تھا۔

''تم کر لو فون۔''

''فارحہ بھابی......! پتہ نہیں کیوں مجھے ایسا لگ رہا ہے......؟ وہ مجھے یہاں رہنے نہیں دیں گے۔'' سر جھکائے متفکر سی نظر آئی۔

تم ان کی رضامندی سے آئی ہو۔ کیسے نہیں رہنے دیں گے......؟ تم فون کرو شاباش......! ڈرو نہیں۔'' وہ
کے شانے پر تھپکی دے کر اندر چلی گئی تاکہ وہ آرام سے بات کر سکے۔ لرزتے ہاتھوں سے نمبر ڈائل کیا۔ مسلسل
رہی تھی لیکن ابھی تک ریسیو نہیں کیا تھا۔ جھنجھلا کر ریسیور پٹخ دیا۔ اٹھنے ہی لگی تھی کہ بیل ہونے لگی، فوراً اُٹھا لیا۔

ہیلو......!'' نمبر اس نے دیکھ لیا تھا۔

سوری یار......! وہ میں باس کے کمرے میں چلا گیا تھا۔'' اس نے بشاشت سے بتایا۔ کسی بھی اکھڑ لہجے کا شائبہ
تھا۔

یہ بتاؤ کیسی ہو......؟''

ٹھیک ہوں......!'' بس اتنا ہی بولی۔

چیک اَپ کے لئے گئی تھیں......؟'' پھر پوچھا۔

لا نہہ......! مطلب پرست شخص کو بس اپنا ہی خیال رہتا ہے۔'' جل کر سوچا۔

ارے......! بتاؤ چیک اَپ کے لئے گئی تھیں......؟'' وہ جواب ندارد پا کر پھر استفسار کرنے لگا۔

صبح گئی تھی طائشہ بھابی کے ساتھ۔'' رُک رُک بتایا۔

کوئی فکر کی بات تو نہیں ہے۔ آئی مین، تم اور وہ ٹھیک ہو۔''

جی ٹھیک ہوں۔'' شرما کر بولی۔

صدف......! پتہ ہے میں اتنا خوش ہوں کہ کیا بتاؤں......؟ جلدی جلدی یہ دن گزریں۔'' وہ وفور مسرت سے بول رہا تھا۔

امی اور ابو کیسے ہیں......؟ اور فراز......؟'' اس نے بات کاٹی۔

سب ٹھیک ہے لیکن تمہارے بغیر میں ٹھیک نہیں ہوں۔'' وہ ترنگ میں آ گیا۔

آپ کی امی تو کچھ نہیں بول رہی ہیں۔ میں یہاں اتنے دن کے لئے آ گئی ہوں۔'' اس نے اعزاز کی بات ہی
کیونکہ اصل ڈر تو زینب کی جانب سے تھا۔

جی کی تم فکر نہ کرو انہیں میں نے سمجھا لیا ہے۔''

کاش پہلے سمجھا لیتے۔ اب سمجھایا جب میں آپ کو وہ خوشی دینے جا رہی ہوں۔ جس کا سب کو انتظار تھا)۔
اسے نمی نکلنے لگی۔

سنو......! زیادہ ٹینشن کی ضرورت نہیں ہے۔ میں چاہتا ہوں تم ٹھیک رہو۔''

ارے......! کچھ تو بولو......!'' اعزاز کو اس کی خاموشی نے فکر میں مبتلا کیا۔

عفراء کو لینے آپ آئیں گے یا میں بلال سے کہہ دوں وہ چھوڑ آئے......؟'' بولی بھی تو بس یہی۔

میں خود آؤں گا کل لینے۔'' وہ بولا۔

سنو......! دوائیاں وقت پر لینا۔ اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو بتا دو......؟ لے آؤں گا۔'' اس نے پھر پوچھا۔

سب کچھ موجود ہے۔''

اچھا پھر اللہ حافظ......!'' اس نے اجازت لے کر ریسیور رکھ دیا۔

کئی لمحے وہ سوچوں میں گم بیٹھی رہی تھی، سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ دل بے چین کیوں ہے؟ لیکن پھر ساری لامتناہی
الجھنوں اور کھڑی ہو گئی۔ اس نے تو خواہ مخواہ زینب کا ہوا دماغ میں سوار کر لیا ہے۔

کوئی بات......؟'' فارحہ نے مسکرا کر پوچھا۔ وہ ایک دم ہی چونک گئی۔

''آں ہاں......! ہوگئی۔''

''اعزاز بھائی اب تو بہت خوش ہوں گے اور سب سے زیادہ زینب آنٹی کہ تم نے انہیں خوشخبری جو سنادی ہے'' جانچتی نگاہوں سے وہ بولی۔

''پتہ نہیں فارحہ بھابی......! امی خوش ہیں یا نہیں البتہ اعزاز بہت خوش ہیں۔'' وہ شرمائی سی تھی۔

''کیوں......؟ کیا زینب آنٹی کا رویہ اب بھی نہیں بدلا......؟''

''ہر وقت طنز کرتی رہتی ہیں۔ ایسا لگتا ہے میں ان کے لئے ناپسندیدہ ہستی ہوں۔''

''کیا پتہ بعد میں وہ بدل جائیں......؟''

''کیا فائدہ......؟ میری ان کی نگاہ میں کوئی اہمیت نہیں۔'' وہ رو سی دی۔

''میں نے ہر طریقے سے خود کو وہاں ایڈجسٹ کرلیا۔ یہاں گھر میں کچھ کام نہیں کرتی تھی۔ سارے کام بغیر چوں چراں کرتی ہوں۔ اس پر خوش نہیں رہتی ہیں۔ اگر کبھی کمرے میں چلی جاؤں۔ وہ بھی ناگوار گزرتا ہے۔ گھر میں مہمان موجود تھے۔ ان کے سامنے بھی لحاظ نہیں کرتی تھیں۔'' وہ آج فارحہ کے سامنے دل کھول کر زینب کے ناروا سلوک کے بارے میں بتانے لگی۔ کب سے وہ برداشت کررہی ہے۔

''اعزاز بھائی کچھ نہیں کہتے......؟''

''ان کا دماغ خود الگ آؤٹ ہوجاتا ہے۔ میری خیر نہیں ہوتی ہے پھر میں بھی انہیں سنا کر رکھ دیتی ہوں۔''

''یہی تو غلط کرتی ہو تم......!'' دونوں لاؤنج میں آگئی تھیں۔

''آپ خود بتایئے، حد ہوتی ہے برداشت کی۔ کم از کم انہیں میرا تو خیال کرنا چاہئے۔ اپنی امی کا غصہ بھی مجھ پر نکالتے ہیں۔'' آج اعزاز کی شکایتیں لے کر بیٹھ گئی۔

''پھر تم بھی ان سے لڑنے لگتی ہو......؟'' اس نے صدف کا کملایا چہرہ دیکھا۔

''کیا کروں......؟ میری بھی وہ سنتے نہیں ہیں۔''

''صدف......! ایک بات کہوں، برا تو نہیں مانو گی......؟'' اس نے حسرت بھری نگاہ اس پر ڈالی جو خود بڑے اذیت بھرے لمحوں سے گزر رہی تھی۔

''ہاں بولیے......!'' اس نے فارحہ کے ہاتھ تھام لئے۔

''تم پلیز شہرینہ کی طرح اپنا رویہ مت رکھو۔''

''کیا مطلب......؟'' وہ سمجھی نہیں۔

''دیکھو میں نے شہرینہ کو بھی سمجھایا تھا۔ شادی کے بعد وہ نائل بھائی سے کتنا لڑتی تھی اور اپنی ضد اور ہٹ دھرمی کی... کیا کیا نہیں کیا۔ پھر کیا ہوا......؟ اس کا اثر مجھ پر بھی پڑا اور تمہارے بھائی مجھے چھوڑ کر چلے گئے۔ شہرینہ تو ٹھیک ہوگئی... بہت بڑے نقصان میں پڑ گئی۔'' وہ بولتے بولتے رُک گئی۔ صدف حیرانگی سے بس اس کی کیفیت اور الفاظ پر غور کرتی رہی۔

''میرے کہنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ اگر کسی کو اپنا بنانا ہے تو پہلے تم اس کی بنو۔ پھر ہی ہم اس سے توقعات کرسکتے ہیں کیونکہ کچھ حاصل کرنے کے لئے پہلے خود کو بھولنا پڑتا ہے۔ جب ہی ہم وہ حاصل کرسکتے ہیں۔'' وہ... گئی۔ صدف بس اس کا چہرہ تکتے جارہی تھی۔ وہ گہری سوچ کے درمیان بولے جارہی تھی۔ ایک حزن و ملال اس کے چہرے پر نمایاں تھا۔ وہ بھی تو اتنا بڑا نقصان کرگئی ہیں۔ ان کا جیون ساتھی جو ٹوٹ کر چاہتا تھا۔ وہ روٹھ کر چلا گیا۔

''تم زینب آنٹی سے اپنا رویہ درست رکھو اور اعزاز بھائی سے کبھی مت لڑائی کرو۔ پھر پتہ ہے صدف یہ...

''ہاں، جب یہ غصے میں آتی ہے تو نفع و نقصان نہیں دیکھتی۔ بس حاکمیت اعلیٰ ہوتا ہے۔''

''تو میں جب ان سے لڑتی ہوں، جب وہ میری بات بھی رد کردیتے ہیں۔''

''تم بھی لوہا گرم دیکھ کر چوٹ مت مارا کرو۔'' وہ اس کی بات کاٹ کر بولی۔

''زینب آنٹی تم سے کیسا ہی رویہ کیوں نہ رکھیں، کبھی اعزاز بھائی کو نہ بتاؤ بلکہ تم تلخ ماحول کو خوشگوار کردیا کرو اپنی باتوں سے۔''

''لیکن فارحہ بھابی......! امی مجھ سے کبھی خوش نہیں رہ سکتی ہیں۔'' اس نے لب کاٹے۔

''تم کوشش تو کرو ان کا دل جیتنے کی۔ پھر کب تک ناراض رہیں گی۔ تمہارے بچے کو دیکھ کر خود ہی نرم پڑجائیں گی۔''

''پھر تو ان کی مجبوری ہوئی۔ میرا تو پھر بھی خیال نہیں کریں گے۔'' اسے بھی جیسے ضد سی ہوگئی۔

''کچھ بھی ہو تمہارا رکھیں گی تو خیال۔ بس تم نے ان باتوں پر عمل کرنا ہے۔ زینب آنٹی کی شکایتیں اعزاز سے نہیں... کیونکہ جب تم کچھ نہیں بولو گی تو اعزاز بھائی کو خود اپنی ماں کی باتوں کی خبر ہوجائے گی۔''

''مگر وہ مجھ سے تو پھر بھی موڈ درست نہیں رکھتے۔''

''لیکن تم نے رکھنا ہے۔'' اس نے مسکرا کر صدف کے رُخسار پر تھپکی دی تو وہ اثبات میں سر ہلا کر رہ گئی۔ طائشہ... سے سارا منظر دیکھا تھا۔

''آپ بھی ایک بات بتائیں مجھے سچ سچ......!'' صدف نے بھی مان سے اس کے ہاتھ تھامے۔

''ہاں پوچھو......!'' وہ مسکرائی۔

''یاسر بھائی جب بھی واپس آئیں گے انہیں معاف کردیں گی ناں......؟''

''پلیز صدف......! مجھ سے اس بارے میں بات مت کرنا۔ بہت مشکل سے خود کو سنبھالا ہے میں نے۔'' اس نے اسے ٹوک دیا۔

''فارحہ بھابی......! پلیز آپ اس طرح تو نہ کریں۔''

''صدف......! یہ وقت بتائے گا، تمہارے بھائی واپس آتے بھی ہیں یا نہیں......؟'' وہ یہ کہہ کر جھٹکے سے صوفے سے اٹھ کر ہی کچن میں چلی گئی۔ شام کی چائے بنانی تھی اس لئے اس نے کچھ لوازمات کا بھی انتظام کرنا تھا۔



نائل کا پلاسٹر کھل چکا تھا۔ ڈاکٹر نے ہلکی ایکسرسائز بتائی تھی جو وہ خود ہی کرلیتا تھا۔ شہرینہ البتہ اس کے کاندھے... کی مالش باقاعدگی سے کرتی تھی۔ حالانکہ وہ اسے جلانے تپانے کے وار خالی نہیں جانے دیتا تھا۔ آفس بھی اس نے جانا شروع کردیا تھا لیکن جلدی گھر آجاتا تھا۔ آفس سے آتے ہی وہ لاؤنج میں لیٹا ہوا تھا۔ ایکسیڈنٹ کے بعد بہت کمزور بھی ہوگیا تھا۔

''طبیعت تو ٹھیک ہے......؟'' جہاں آراء نے فکرمندی سے اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھا۔

''جی ٹھیک ہوں۔ بس تھکن ہوگئی ہے۔'' اس نے مسکرا کر ان کا ہاتھ پکڑا۔

''چائے لادیتی ہوں۔''

''ہوں، شہرینہ سے کہہ دیں ناں۔'' اس نے تلاشتی نگاہیں گھمائیں۔

''اس سے ہی کہوں گی۔ ارسل کو بھیج کر نہانے گئی ہے۔''

''ارسل کہاں گیا ہے......؟'' اس نے چونک کر پوچھا۔

''عمر آیا تھا وہ لے گیا ہے۔ ابرار کو بہت یاد آرہی تھی نواسے کی۔'' انہوں نے بتایا۔

کب گیا ہے......؟''

''پندرہ منٹ ہوئے ہوں گے۔'' وہ اس کا بیگ اور ٹائی اُٹھا کر کاؤچ پر رکھنے لگیں۔

''میں چائے کا پانی رکھ دیتی ہوں۔ جب تک تم بھی کپڑے وغیرہ بدل لو۔''

اس نے بس سر ہلانے پر اکتفا کیا۔ اٹھنے کو دل نہیں چاہ رہا تھا بس دل کر رہا تھا کہ آنکھیں بند کئے لیٹا رہے۔
شہرینہ کے قرب کی اس وقت شدید خواہش ہو رہی تھی۔ وہ مسکرا کر رہ گیا۔

''واہ نائل حسن......! کل تک تم صنف نازک سے بچتے تھے اور آج یہی صنف نازک تمہاری کمزوری بن گئی۔'' وہ
خود ہی سوچ کر مسکرانے لگا۔ اتنے میں بلیو کاٹن کے ریشمی کڑھائی والے سوٹ میں شہرینہ اپنے گیلے بالوں کو کیچر میں
قید کرتی آ گئی۔ اس کی نگاہ غلط اس کے دھلے نکھرے سراپے والے وجود پر پڑی۔ وہ کچھ پزل سی ہو گئی۔

اچانک ہی نائل کے ذہن میں جھماکا ہوا کہ شہرینہ کے قریب ہونے کے لئے کچھ ڈرامہ ضروری ہے۔

''اُف امی......!'' وہ تکلیف سے ایک دم کراہا۔ شہرینہ ٹھٹک کر رُک گئی۔ حیرانگی سے نائل کے چہرے کو دیکھا جو
اپنا کاندھا اور سر سہلا رہا تھا۔ وہ گھبرا کر قریب چلی آئی۔

''ارے نائل......! کیا ہوا......؟'' امی کی نگاہ اس پر پڑی تو کچن سے چلی آئیں۔

''بہت شدید درد ہو رہا ہے بازو میں اور سر میں بھی۔'' کمال کی ایکٹنگ کر رہا تھا۔ کہیں سے بھی جھوٹ کا شائبہ تک نہ ہوا۔

''آفس بھی تو اتنی جلدی جانا شروع کر دیا ہے۔ آرام ہی کر لیتے کچھ دن۔'' امی خفا ہونے لگیں۔ پھر اس کا سر
دبانے لگیں۔

''چھوڑیں امی......! آرام کروں گا تو ٹھیک ہو جائے گا۔ چائے بھیج دیں کمرے میں۔'' وہ اپنے آپ کو لاغر ظاہر
کر کے اٹھا۔ شہرینہ نے لب کاٹتے اسے دیکھا۔

''شہرینہ......! تم چائے لے کر جاؤ اس کے لئے۔ کوئی پین کلر دو۔'' وہ اسے ہدایت دے رہی تھیں جبکہ اس کا اس
دن کے بعد سے تو بالکل دل نہیں چاہ رہا تھا نائل کا کوئی کام کرنے کو۔ مگر مجبوری تھی دل جواب اسی کا راگ الاپ رہا تھا۔
جلدی جلدی اس نے چائے بنائی۔ کچھ سلائس بھی سینک کر رکھے۔ ٹرے تیار کر کے وہ کمرے میں چلی آئی۔
جہاں وہ سر پر بازو رکھے لیٹا تھا۔

''چائے کے ساتھ پہلے کچھ کھا لیں۔'' وہ ٹرے بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر رکھنے لگی۔ نائل نے آہٹ پر بازو ہٹا کر اسے
دیکھا جس کا چہرہ سپاٹ تھا۔ صبیح چہرے پر خفگی نمایاں تھی۔ مگر دل مچل رہا تھا کہ اس کی ساری ناراضگی دور کر دے لیکن
ابھی تھوڑا اور ستانا تھا۔ کہنی ٹکا کر وہ اٹھ کر بیٹھا اور چائے کے ساتھ سلائس کھانے لگا۔ اتنے میں پین کلر وغیرہ لے آئی۔
وہ کھانے سے فارغ ہو چکا تھا۔

''اگر اعتراض نہ ہو تو پلیز میرا سر دبا دو حالانکہ دل تو تمہارا چاہ رہا ہے گا گلہ ہی نہ دبا دوں۔'' وہ شوخ سے لہجے میں
رنے سے باز نہ آیا۔

''جی نہیں......! میں ایسی باتیں نہیں سوچتی۔'' جھٹ نفی کی۔ وہ اٹھ کر اس کے قریب بیٹھ گئی جبکہ وہ تکیہ
کھے سیدھا لیٹا تھا۔ بلیو چیک کی شرٹ کے بٹن کھلے ہوئے تھے، سینے کے کالے بال اس کی وجاہت میں اضافہ
رتے۔ گھنی مونچھوں تلے عنابی ہونٹ جس پر اب تو ہمہ وقت مسکراہٹ ہی رہتی۔

''یار......! کیا سوچ رہی ہو......؟ دباؤ ناں......!'' وہ اسے یوں ساکت بیٹھے رہنے پر ٹوکنے لگا۔

اگر ٹیبلٹ لے لیں آپ تو درد میں کمی آ جائے گی۔'' وہ جھجکتے ہوئے بولی۔
تمہارا مقصد ہے کہ تم میرا سر نہیں دبا سکتی ہو......؟'' وہ تپ گیا۔
وہ میرا مطلب ہے کہ اس سے ذرا جلدی آرام آ جائے گا۔'' وہ سہم ہی گئی اس کے درشت لہجے سے کیونکہ
میں ایک دم ہی لال ڈورے آ گئے۔
ویسے بھی میرے سر کا درد دبوانے سے ٹھیک ہوتا ہے۔ تم نہیں دبا رہی ہو تو امی سے کہتا ہوں، وہ دبا دیں گی۔''
کا مظاہرہ کرتے اُٹھنے لگا۔ شہرینہ نے فوراً ہی اس کا بازو پکڑ لیا۔
اچھا لیٹئے......! میں دبا دیتی ہوں۔'' وہ ہار سی گئی۔ نائل دل ہی دل میں مسکرا دیا کیونکہ اس وقت وہ صرف
کے قریب رہنا چاہتا ہے۔ جس نے بالکل ہی اسے بھلایا ہوا تھا۔ نازک، نرم نرم ہاتھوں سے اس کی پیشانی دبا
اس پر ایک خمار اور سرور سا طاری ہو رہا تھا۔ اس کی آنکھیں بند ہونے لگیں۔ شہرینہ نے دباتے دباتے ہاتھ
لئے۔ اس کے چہرے کو بغور دیکھنے گئی۔ لمبا چوڑا نائل، اس پر مردانہ وجاہت، بارعب چہرہ، دیکھنے والا پزل ہی
اپنے جذبات کے ہاتھوں مجبور ہو کر یکسر خفگی بھلائے، اس کے بالوں میں اُنگلیاں پھیرے جا رہی تھی۔ اس
ہاتھ نائل کے سینے پر ہلکے ہلکے گردش کر رہا تھا۔
یار مونا......! کیا کرتی ہو......؟'' اچانک ہی وہ بولا اور ہاتھ پکڑ لیا۔ شہرینہ کا چہرہ تو فق پڑ گیا۔ جھٹ ہاتھ کھینچ
غصہ ساتویں آسمان پر پہنچ گیا۔ جھٹکے سے وہ اٹھی مگر نائل نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے پہلو میں گرا لیا۔
پلیز لیوی......!'' وہ چیخی۔ نائل کی ساری حسیات بیدار ہو چکی تھیں۔ آنکھیں کھولے اسے دیکھے گیا جو اس کے
ہی دراز تھی۔
چھوڑیں مجھے......! میں مونا نہیں ہوں۔'' غصے کے مارے آنکھوں میں پانی آ گیا۔ گیلے بال کھل کر نائل کے
چھو رہے تھے۔ مسحور کن بھینی بھینی خوشبو نائل کے حواسوں پر چھانے لگی مگر اس نے خود پر کنٹرول رکھا۔
سوری......! ایک دم ہی مجھے لگا کہ مونا میرے قریب ہے۔'' ہنسی روک کر بولا۔
پتہ چل گیا کتنے قریب رہی ہے وہ آپ کے۔ آئندہ اگر آپ نے مجھ سے کچھ بھی توقع رکھی تو اچھا نہیں ہوگا۔'' تیزی
ہاتھوں کی پشت سے آنسو پونچھے۔ اپنی کم مائیگی پر چیخ چیخ کر رونا آنے لگا مگر اپنی یہ خواہشیں دبا کر ہی رہ گئی۔
ہاں......! رکھوں گا بھی نہیں۔'' وہ بھی چیخا۔
ٹھیک ہے......! پھر میں یہاں رہ کر کیا کروں گی......؟ لے آیئے اس مونا کو۔ دل بھر کر اپنے ارمان پورے
کیونکہ میں تو فالتو تھی آپ کے لئے، ٹھیک ہے یہی سہی۔'' اس نے وارڈ روب کھول کر اپنے کپڑے نکال نکال
پھینکے جو نائل کے اوپر ہی آ کر گر رہے تھے۔
بہت دل لگ گیا تھا ناں وہاں ہانگ کانگ میں۔ شادی کر لیں اس سے۔ دوبارہ ہنی مون پر چلے جایئے اس
کو۔'' سوٹ کیس ڈریسنگ روم سے گھسیٹ کر لائی۔ بال کھلے ہوئے اس کے چہرے پر بکھرے ہوئے تھے۔
کپڑے اٹھانے آگے بڑھی تو نائل نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔
ڈونٹ ٹچ می......!'' وہ دھاڑ ہی اُٹھی۔
مجھے نہیں رہنا آپ کے ساتھ، چھوڑیئے......!''
نائل نے اس کے دونوں ہاتھ پکڑے۔ مگر وہ تو جیسے آپے میں ہی نہ تھی۔ اس کے قابو میں ہی نہیں آ رہی تھی۔
میں نہیں رہوں گی یہاں۔ جانا ہے مجھے۔ پاپا کے پاس رہوں گی۔'' وہ ہذیانی ہو گئی۔

''کیا بے وقوفی ہے......؟'' وہ بھی چیخا۔

''پہلے بے وقوف تھی اب عقل آ گئی ہے۔ پاگل تھی آپ سے محبت کر بیٹھی اور آپ کو ذرا شرم نہ آئی۔ بیوی م ہے بچہ ہے۔ پھر بھی دوسری لڑکی سے دل لگایا ہوا ہے۔ آپ کی اصلیت تو پہلے ہی کھل گئی تھی۔ وہ تو میں ہی تم دوبارہ سے آپ سے دل لگا بیٹھی۔'' نائل سے ہاتھ چھڑا کر وہ بیڈ پر بیٹھی۔

''کیا بکواس کر رہی ہو......؟ کیسی اصلیت......؟'' وہ چونکا۔

''اتنے انوسنٹ مت بنیے۔'' وہ جھٹکے سے اٹھی۔

''تم میرا دماغ گھما رہی ہو۔''

''میں نے یا آپ نے گھمایا ہے۔ اچھی خاصی زندگی گزر رہی تھی۔ یہ مونا کے نام کا نوکیلا پتھر آپ نے مارا میں تو نہ اِدھر کی رہی نہ اُدھر کی۔''

''اگر کبھی میں نے مونا سے شادی کر بھی لی تو بے فکر رہو۔ تمہارے حقوق اسی طرح پورے کرتا رہوں گا۔'' آج اسے اچھی طرح جوش دلا کر اُگلوانا چاہتا تھا۔ آخر ایسی کون سی بات تھی جس کا روگ اس نے لگایا تھا۔

''مجھے نہیں چاہئے بٹا ہوا اپنا شوہر۔ کر لیں اس سے شادی لیکن پہلے میرا فیصلہ آپ کو کرنا ہوگا۔'' روتے رو اٹھایا۔ کتنی سنگدلی سے اس نے کہا کہ مونا سے شادی کر بھی لی تو اس کے حقوق اسی طرح پورے کرے گا۔

''میری مجبوری ہے تمہیں بھی نہیں چھوڑ سکتا کیونکہ تم میرے بچے کی ماں ہو۔'' وہ پشت پھیر کر کھڑا ہو گیا۔

''بچے کی وجہ سے کر رہے ہیں، پھر اسے بھی رکھیے لیکن میں بالکل برداشت نہیں کر سکتی۔''

''میں نے بھی تمہاری سردمہری برداشت کی ہے اور آج جو کچھ ہوا ہے تمہارے رویے کی وجہ سے ہوا ہے۔'' اس نے سارا الزام اس کے سر ڈالا۔

''واٹ......؟ میری وجہ سے......؟ ہر بار میں ہی قصوروار ہوتی ہوں......؟''

''ہاں تم......! کیونکہ کبھی تم دماغ سے سوچتی ہی نہیں ہو نہ تصدیق کرتی ہو اور اپنا نقصان خود کرتی ہو۔'' وہ تلخ سے لہجے میں بولا تھا اور وہ حیرانگی سے اسے تکے گئی۔ کتنی آسانی سے وہ اسے موردِ الزام ٹھہرا رہا تھا۔

''میں نے تو آپ کو سچے جذبوں سے چاہا تھا۔''

''میں نے بھی تمہیں سچی ہی محبت دی تھی لیکن تم ہمیشہ شک میں ہی مبتلا رہی ہو۔ ٹھیک ہے اب اسی طرح ہوا میں دوسری شادی کروں گا صرف اپنے لئے۔ اور تمہیں اپنے بچے کے لئے رکھوں گا۔'' وہ مکمل اسے سلگا رہا تھا۔ کس طرح وہ سارا بھید کھولے کچھ تو بتائے۔ کیوں اس پر طنز کرتی رہی ہے؟ کہاں اس نے اس میں کھوٹ دیکھ لی تھی اچانک ہی اس سے دور ہو گئی؟ دل پکار پکار کر کہہ رہا تھا۔

''نائل......! اب بس کرو۔ مت اتنا تڑپاؤ۔''

''آپ کو میں جان سے مار دوں گی۔ اگر آپ نے......'' وہ بس اتنا کہہ سکی اور گہرے شاک میں آ کر وہ بے ہوش ہو گئی۔ نائل کے تو ہاتھ پیر پھول گئے۔ حواس باختہ ہو گیا۔ اس پر جھک گیا جو کارپٹ پر گری پڑی تھی۔

''شہرینہ......!'' وہ اس کے گال تھپتھپا رہا تھا مگر وہ ہوش و خرد سے بے گانہ تھی۔ دیوانوں کی طرح اس کی حالت ہو گئی۔ اس کی کل متاعِ جاں تھی۔ اس کا سرور تھی۔

● ● ●

''احمد ولا'' میں خبر پہنچی تو سب ہکا بکا رہ گئے۔ ابرار احمد کو شاک لگا۔ ان کی بیٹی موت اور زندگی کی کشمکش میں

ہو گئی تھی۔ سب ہی ہاسپٹل بھاگے سوائے فارحہ اور صدف کے۔ چچی جان بھی گھر رہی تھیں۔

مضمحل سا نائل لب بھینچے اسے یوں بے ہوش پڑا دیکھ کر رو دیا۔ اس نے تو حد کر دی اسے ستانے کی اور شہرینہ کی بن آئی۔ سب کو اس نے یہی کہا کہ اچانک باتیں کرتے کرتے ایک دم بے ہوش ہو گئی۔ اس کا ایک بار پھر نروس بریک ڈاؤن ہوا تھا۔

''نائل......! سچ بتاؤ تم نے کچھ کہا تھا......؟'' طائشہ اس کا ہاتھ پکڑ کر ویٹنگ روم سے باہر آ گئی۔ جارحانہ انداز سے استفسار کرنے لگی۔

چوروں کی طرح سر جھکائے کھڑا تھا۔ وہ اگر کچھ بتاتا ہے تو پھر لعن طعن آپی تو اسے کریں گی ہی لیکن شہرینہ کو بہت ڈانٹیں گے۔ یہی اب وہ نہیں چاہتا کہ ان دونوں کے درمیان جو کچھ ہو چکا ہے وہ کسی کو پتہ چلے۔ یہ گتھی سلجھانی ہے۔

''نائل......! میں کچھ پوچھ رہی ہوں......؟'' اس نے نائل کے بازو پر گرفت مضبوط کی۔

''آپی......! واقعی کچھ نہیں کہا تھا۔ مجھ سے باتیں کر رہی تھی اچانک بیہوش ہو گئی۔ اب تو ہم دونوں میں معمولی نہیں ہوتا۔'' کتنا مشکل ہوتا ہے جھوٹ بولنا اور وہ بھی خود کو مضبوط بنا کر، لیکن نگاہ جھکا لی تھی۔

''پھر یہ اچانک اسے نروس بریک ڈاؤن......؟''

''ظاہر ہے، اتنے دن سے میری دیکھ بھال میں لگی ہوئی ہے۔ نہ دن کو آرام ملا اسے اور نہ ہی رات کو۔ دو دن ہی ہیں مجھے آفس جوائن کئے۔ اس کی تھکن تو اسی صورت ہی نکل سکتی تھی۔ کب تک برداشت کرتی؟ پڑ گئی بیمار۔ ٹینشن ہر وقت اس پر سوار رہی کہ پتہ نہیں میرا بازو ٹھیک بھی ہوگا یا نہیں۔'' وہ تیز لہجہ میں عذر پر عذر تراش کر بیان کرنے لگا۔ طائشہ پھر خاموش ہو گئی۔ مگر ایک گہری نگاہ جانچتی ہوئی اس پر ضرور ڈالی۔

''تم ادھر ہو یار......! شہرینہ کو ہوش آ گیا۔''

''کیا ہوش آ گیا......؟'' دونوں ہی چونک گئے۔ نائل نے تشکر بھرا سانس لیا۔

سب لوگ آئی سی یو کے باہر آ گئے۔ ابرار احمد اندر تھے۔ آنسو اس کے رُخسار پر پھیلے ہوئے تھے۔ انہوں نے مغموم بیٹی کا ہاتھ چوم لیا۔ جہاں آراء نے بھی اس کی پیشانی چوم لی تھی۔ دوسری بار موت کو شکست دے کر وہ آ گئی تھی۔ حسرت بھری نگاہ اس پر تھی۔ نخوت سے شہرینہ نے منہ ہی پھیر لیا۔

گھنٹوں بعد اسے روم میں شفٹ کر دیا تھا۔ آمنہ اس کے پاس تھیں جبکہ جہاں آراء کو انہوں نے زبردستی بھیج دیا رات کے بارہ بج رہے تھے۔ پھر ارسل کو وہ ہی سنبھال سکتی تھیں۔ نائل کی شہرینہ سے سامنا کرنے کی ہمت نہیں تھی۔ دوسرے دن دوپہر میں وہ ڈسچارج ہو کر گھر آ گئی تھی۔ سب لوگ ہی آئے ہوئے تھے۔ گھر میں ایک رونق تھی۔ فارحہ اور طائشہ نے کچن سنبھالا ہوا تھا۔ نائل نے بھی آفس کی چھٹی کر لی تھی۔

''شہرینہ......! آپ نے اور نائل بھائی نے تو ہاسپٹل ایسا لگتا ہے بک کرا لیا ہے۔'' عمر نے شوخی سے کہا۔

''بچے میاں پہنچا، پھر بیوی پہنچ گئی۔'' فاخرہ بیگم بولیں۔

''دیکھا کتنی محبت ہے دونوں میں۔'' عمر پھر بھی باز نہ آیا بولنے سے۔

''عمر......! میں مار لگاؤں گی۔'' شہرینہ نے منہ بسور کر کہا۔

''شہرینہ......! بیچارے نائل بھائی کا چہرہ دیکھنے والا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا رنگ اُڑ گیا ہو۔''

♦ ♦ ♦

"جھوٹ کم بولو، اچھا......!" نائل نے اندر آ کر اس کی گردن پکڑ لی۔

"تمہاری اُتری صورت تو میں نے بھی دیکھی تھی۔" آمنہ نے بھی تائید کی۔

"کیوں پھپھو......! لوگوں کو خوش فہمی میں مبتلا کر رہی ہیں......؟" ایک اُچٹتی نگاہ خفا سی شہرینہ پر ڈالی۔

"بے فکر رہیں۔ میں خوش فہمی میں مبتلا ہو بھی نہیں رہی۔" تڑخ کر بولی۔

"لگتا ہے یار......! لوگ سخت ناراض ہیں۔" وہ پھر چھیڑنے سے باز نہ آیا۔

"پلیز امی......! لوگوں سے کہہ دیں میرے سر میں درد ہے۔ خاموش رہیں تو بہتر ہے ورنہ میرا منہ کھل گیا تو اچھا نہیں ہوگا۔" اس نے آمنہ کی جانب دیکھتے ہوئے نائل کو ڈرایا۔

"نائل......! تم نے پھر میری بیٹی کو تنگ کیا......؟"

"پھپھو......! خدا کو مانیں......! میں کیوں تنگ کرتا......؟ یہ الگ بات ہے، یہ میری جانب سے شک میں فوراً ہو جاتی ہے۔" وہ صوفے پر عمر کے برابر میں براجمان تھا۔

"ارے بھئی......! سب آ جایئے، چائے لگ چکی ہے ٹیبل پر۔" بلال نے اندر آ کر اطلاع دی تو ان دونو نوک جھونک رُک گئی۔ آمنہ بھی اُٹھنے لگیں۔ عمر تو تیزی سے نکل گیا۔

"شہرینہ کے لئے میں یہیں لے آتی ہوں۔" وہ شہرینہ پر نگاہ ڈال کر بولیں۔

"نہیں امی......! میں بھی وہیں آ رہی ہوں۔" وہ اٹھی۔

"آرام کرو تم......!" انہوں نے ڈانٹ کر اسے لٹایا۔

"نائل......! تم نہیں چل رہے......؟" وہ ٹھٹک کر رُک گئیں۔

"آپ چلیئے میں آتا ہوں۔" وہ جان بوجھ کر رُک گیا۔ آمنہ چلی گئی تھیں۔ نائل صوفے سے اُٹھ کر سیدھا ا قریب آیا۔ شہرینہ نے نخوت سے منہ پھیر لیا۔ کل سے اب تک وہ کتنا تڑپی ہے۔

"اس رویے کا تمہارا مقصد کیا ہے......؟" وہ کمر پر ہاتھ ٹکائے کھڑا تھا۔

"کس رویے کا......؟" وہ سمجھی نہیں۔

"مجھ سے ٹھیک طرح بول کیوں نہیں رہی ہو......؟"

"مجھے بولنا چاہیئے، آپ کی کل کی باتیں میں اب تک نہیں بھولی ہوں۔ کتنے آرام سے کہہ دیا کہ دوسری شاد لوں گا۔" آنکھوں میں نمی در آئی۔

"وہ تو کروں گا میں۔ روک سکو گی مجھے......؟" آنکھوں میں رعونت بھرے انداز میں دیکھنے لگا۔

"میں آپ کی شکایت امی سے کروں گی۔ آپ کا بیٹا دوسری شادی کر رہا ہے۔" وہ جھٹکے سے اٹھی کیونکہ ا دھمکی اسے سمجھ آئی۔

"بصد شوق کرنا شکایت مگر یہ یاد رکھنا پھر تم اپنے بیٹے کے لئے ترس جاؤ گی۔" اس نے متوحش ہو کر ا دل کی دھڑکن بڑھ گئی۔ نائل کا چہرہ بالکل سپاٹ تھا۔ جہاں بس اسے سنگدلی ہی نظر آئی۔

ل میرا بیٹا ہے۔ آپ اسے مجھ سے نہیں چھین سکتے۔"

کرو، تم اسے قبول ہی نہیں کر پائی تھیں......؟" وہ اس کے قریب بیٹھ گیا۔ وہ بدک کر پیچھے ہٹی تھی جیسے نائل ی چیز ہو۔

محض غصہ میں تھی اس وقت لیکن اعتراف کرتی ہوں میں آج۔ مجھ ال مینرڈ لڑکی کو سرتا پا آپ نے بدلا۔ ہی میں نے محبت کرنا سیکھی اور آپ سے کی۔ لیکن مجھے کیا خبر تھی کہ مجھے وہ سب پتہ چلے گا۔ کاش میں آپ سے بے خبر رہتی اور نہ میں آپ کو اگنور کرتی۔"

اس کی آخری بات پر اُچھل گیا۔ ناسمجھی کی کیفیت میں اسے دیکھا۔

را ماضی......؟" وہ زیر لب بولا۔

ئل......! ہم سب کے جانے کے بعد اچھی طرح مل لینا شہرینہ سے۔ وہ بھاگی نہیں جا رہی۔ جلدی آؤ۔"

ے زوردار دروازے پر دستک دی تو دونوں ہی اُچھل گئے۔

ئل......!" وہ پھر چیخی۔

اچھا آتا ہوں بھئی......!" وہ دروازہ کی جانب بڑھ گیا۔ اس طرح دونوں کی لڑائی رُک گئی۔ مگر نائل کے اندر اُٹھ رہا تھا وہ شہرینہ کے منہ سے ماضی کا لفظ سن کر ٹھٹک گیا تھا۔



اسے آئے پانچواں دن تھا۔ عفرا کو اعزاز لے گیا تھا مگر اسے وہ دس دن کے لئے چھوڑ گیا تھا۔ اچھا ہے کچھ ے۔ مگر عفرا کا روتا بلکتا فون آیا کہ

مابی......! امی سیڑھیوں سے گر گئی ہیں۔ ان کے پیر کی ہڈی فریکچر ہو گئی ہے۔"

ر پکڑے بیٹھی تھی۔ ناگہانی جب آتی ہے تو کچھ پتہ نہیں چلتا۔

م تو اپنے آپ کو سنبھالو۔" شاہین سے بیٹی کا فکرمندی میں مبتلا سراپا نہ دیکھا گیا، جو جانے کی تیاری کر رہی تھی۔

ی......! وہ کہیں گی کہ سارا کام انہیں کرنا پڑا تو وہ اسی وجہ سے گری ہیں۔"

رے......! اس میں تمہارا تو قصور نہ ہوا۔" انہوں نے سمجھایا۔ اعزاز کی وجہ سے وہ اور ڈر رہی تھی جس کا ابھی نہیں آیا تھا۔

ب ہی جا رہے تھے۔ وہ ان کے ساتھ گھر آ گئی تھی۔ گھر میں صرف عفرا تھی۔ امبر بھی آئی ہوئی تھی۔ سب ل ہی تھے۔

بی......! امی اوپر سے آ رہی تھیں، بس پاؤں پھسلا ان کا۔ فراز بھائی انہیں پکڑنے کو دوڑے بھی لیکن سب تیزی سے ہوا کہ پتہ ہی نہ چلا۔" عفرا رو رو کر اسے بتا رہی تھی۔

سب لوگ ہاسپٹل ہی میں مل آئے۔ وہ اب گھر میں امی کے لئے یخنی وغیرہ بنانے لگی۔ ایک تو خود اس کی لیک نہ تھی اس پر یہ پریشانی۔

مابی......! آپ مجھے بتا دیں، میں یخنی بنا لوں گی۔" امبر نے اس کی بگڑتی حالت دیکھی تو اسے روک دیا۔ وہ ہچکی لمبے لمبے سانس لے رہی تھی۔

بر......! پلیز پانی دینا۔" اس نے پانی مانگا۔

ر نے تیزی سے کولر سے پانی نکالا اور جو وہ غٹاغٹ پی گئی۔ امبر بھی پریشان ہو گئی۔ صدف سے اپنا وجود ہی

سنبھالنا مشکل ہو رہا تھا۔ زبردستی اسے کمرے میں بھیجا اور خود سوپ تیار کرنے لگی۔

''اے باگڑ بلی......! تم ادھر......؟'' فراز نے حیرانگی کا مظاہرہ کیا۔

''آنٹی کے لئے سوپ بنا رہی ہوں۔'' فخر سے بتایا۔

''تم اور سوپ......؟ آہ......!'' اس نے تمسخر اڑایا۔

''پہلے سر کی جوئیں تو ختم کرلو۔'' اس نے سر پر چپت لگائی۔

''فراز بھائی......! دیکھئے لڑائی ہو جائے گی۔'' وہ وارننگ دینے لگی۔ سبز کاٹن کے سوٹ پر۔ بڑا سا دوپٹہ اوڑھے اور بالوں کی پونی بنائے، معصوم سی ہی لگی۔

''نمک کدھر ہے......؟'' وہ کیبنٹ کھول کھول کر دیکھنے لگی۔

فراز تو کھویا ہوا تھا۔ اس کی آواز جیسے اس کے کانوں میں آ ہی نہیں رہی تھی۔

''ارے بھئی......! نمک کدھر ہے......؟'' وہ دونوں ہاتھ پشت پر رکھ کر گھومی۔ مگر فراز کو یوں ساکت اپنی جانب دیکھتا پا کر نروس سی ہوئی۔

''ڈاکٹر صاحب......! نمک کدھر ہے......؟'' اس نے فراز کے بازو پر چٹکی لی۔

''اف......! اسی......! لڑکی ہو کہ چڑیل۔'' بازو سہلا کر چیخ ہی پڑا۔

''نمک کدھر ہے......؟''

''مجھے کیا پتا۔ ڈھونڈو خود ہی۔'' وہ کھسیا کر باہر نکلا۔

امبر کچھ لمحے سوچنے کے بعد کچن سے باہر آئی۔ فراز کو اوپر جاتا دیکھا۔

''بھابی......! بھابی......!'' اس نے بیک وقت دو آوازیں دیں۔

''آواز آہستہ کر کے بھی پکارا جا سکتا ہے۔'' ناگواری سے ٹوکے بنا نہ رہ سکا۔

''مجھ سے آہستہ نہیں بولا جاتا۔'' وہ دھپ دھپ کرتی عفرا کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ صدف سے نمک کا پوچھا۔ پھر یخنی تیار کر کے فلاسک میں رکھی۔ فراز ہاسپٹل گیا تو اس کے ساتھ ہی بھیج دی۔

زینب کے پاؤں پر فریکچر کیا ہوا۔ صدف تو مشین بن کر رہ گئی۔ گھر کے ڈھیروں کام، پھر زینب کی دیکھ بھال میں بھی لگی ہوئی تھی۔ صبح ہی صبح عفرا اور فراز کو اٹھانا، یہ بڑا مشکل مرحلہ تھا جو وہ بڑی تندہی سے کر بھی رہی تھی۔ انعام احمد اسے سراہتے رہتے۔ لیکن زینب کو تو جیسے چپ ہی لگ گئی تھی۔ وہ نہ اس کے کام میں کیڑے نکالتی تھیں اور نہ ہی ٹوکتی تھیں۔ اعزاز بھی صدف کو یوں ہر وقت کام میں لگے دیکھ کر فکر مند بھی ہو جاتا کہ وہ خود تخلیق کے مرحلہ سے گزر رہی تھی۔

''امی......! کھانا ابھی کھائیں گی یا رک کر......؟'' صدف ہانپتی کانپتی اندر آئی۔ بلیو کاٹن کے ڈھیلے سے کپڑوں میں تھکی تھکی لگی۔

''ابھی لے آؤ......!'' انہیں بھی اس کی حالت پر ترس ہی آ رہا تھا۔ کتنا وہ ان کا خیال رکھ رہی تھی۔ ماتھے پر کوئی بھی شکن لائے بغیر۔ وہ پندرہ دن سے بستر پر ہی تھیں اور وہ انہیں بالکل ہلنے نہیں دیتی تھی۔

''کھانے کے بعد میں آپ کو چائے بنا کر دے دوں گی۔'' ٹرے اس نے ان کے آگے بیڈ پر رکھی۔

''اعزاز آیا نہیں ابھی......؟'' وہ بولیں۔

''فون تو کیا تھا، نکل رہے ہیں آفس سے۔'' گلاس میں پانی انڈیل کر ان کے آگے گلاس رکھا۔

''صدف بیٹا......! کچھ دیر آرام بھی کرلو۔'' انعام احمد کسی کتاب کے مطالعے میں مگن تھے۔ سر اٹھا کر اسے دیکھ

ورات دن زینب کی خدمت میں لگی ہوئی تھی۔

''آرام بھی کرلیتی ہوں۔ ابھی تو مجھے عفرا کو پڑھانا بھی ہے۔''

''عفرا سے کہو کہ خود بھی پڑھ لیا کرے۔'' پہلی بار زینب اس سے بڑی صلح جو طبیعت سے مخاطب ہوئی تھیں۔

''امی......! آپ کو پتہ ہی ہے چھوٹی ہے۔ ہر کام کہنا پڑتا ہے۔'' وہ مسکرا کر گویا ہوئی۔ ان کے قریب ہی بیڈ پر بیٹھی تھی۔

زینب کھانے وغیرہ سے فارغ ہوئی تو اس نے چائے بنا کر انہیں اور انعام احمد کو دی۔ گیارہ بجے کے بعد اعزاز کے لئے بھی کھانا لگایا۔ مگر اب درد سے اکڑنے لگی تھی۔



زینب کی دن رات کی تیمارداری سے صدف اتنی تھک گئی کہ خود بیمار پڑ گئی تھی۔ سب ہی پریشان ہو گئے لیکن پھر عفرا وغیرہ آسے لگیں تو سنبھل گئی۔ جیسے جیسے دن گزر رہے تھے اس کی تکلیفوں میں اضافہ ہو رہا تھا مگر وہ سب اسے کرنا تھا۔ زینب کا بھی خیال رکھ رہی تھی۔

''کیا بات ہے......؟ تم اتنی سست کیوں بیٹھی ہو......؟'' اعزاز نے شاکی نگاہوں سے اسے دیکھا جو کاؤچ پر گم صم تھی۔

''......وہ کچھ نہیں۔'' وہ تو لمحوں میں ڈرنے ہی لگی تھی۔ اعزاز پھر بھی مطمئن نہ ہوا۔ نائٹ ڈریس میں ملبوس وہ سامنے تھا۔

''طبیعت تو ٹھیک ہے......؟''

''جی......! ٹھیک ہے......!'' بس اتنا بول سکی۔

''لیکن یہ تم چپ کیوں ہو......؟'' وہ اس کے پہلو میں ہی بیٹھا۔

''چپ رہنے کو دل چاہ رہا ہے۔'' نہ چاہتے ہوئے بھی رکھائی سے بولی۔

اعزاز نے استفہامیہ نگاہ اس پر ڈالی، جو چہرے سے کافی کمزور سی لگنے لگی تھی۔ پھر امی کے بیمار پڑنے سے اس پر ذمہ داریاں بڑھ گئی تھیں لیکن زیادہ تر اپنے کام میں ہی مگن رہتی تھی۔ رات گئے کمرے میں آتی تو وہ بھی سو چکا ہوتا۔

''مجھے لگتا ہے صدف......! تم خوش نہیں ہو......؟'' وہ بڑی جانچتی نگاہوں سے دیکھنے کے بعد مخاطب ہوا۔

''کس بات سے......؟'' وہ شاید سمجھی نہیں تھی۔ چونک کر اعزاز کی جانب نگاہ ترچھی کی۔

''یہ کہ تم جس مرحلہ سے گزر رہی ہو، اس میں وہ خوشی مجھے نظر نہیں آتی۔'' وہ رک رک کر بول رہا تھا اور وہ حیران ہی رہ گئی۔

اعزاز کو اور اس نے گھر کے کسی بھی فرد کو نہیں بتایا تھا کہ وہ ایک نہیں بلکہ دو وجود کی تخلیق کے مراحل سے گزر رہی تھی اور فی الحال اس کی زندگی کو بھی خطرہ لاحق ہے۔

''میں بھلا کیوں خوش نہیں ہوں گی......؟'' وہ خوش ہو کر بولی۔

''لیکن مجھے ایسا لگتا ہے۔ تم ہر وقت ڈری سہمی رہتی ہو۔ میں مانتا ہوں یہ کوئی آسان کام نہیں ہے لیکن تمہارے چہرے پر وہ خوشی نظر نہیں آتی جو ہر لڑکی جب ماں بننے جا رہی ہوتی ہے......''

''آپ تو خوش ہیں......؟ آپ کی تو بہت خواہش تھی۔ آپ کی امی کی بھی۔ میری خوشی کا کیا کرنا ہے......؟'' بس آپ لوگ خوش رہیں۔'' بولتے بولتے لہجے میں اس کے تلخی سی آ گئی۔ یہ بھی بس اسی کی وجہ سے تھی۔

''تمہارا مطلب ہے کہ ہم سب خود غرض ہیں......؟'' وہ تو مشتعل ہی ہو گیا اس کی ایسی طنزیہ بات پر۔ صدف نروس سی ہو گئی۔

"تم میرے لئے اس سے پہلے بھی خوشی کا باعث تھیں اور رہو گی۔ تم سے میں نے اپنے دل کی اولین خواہش کی بنا پر شادی کی ہے اور اگر میں نے تم سے اس خواہش کا اظہار کر دیا تو تم طنز کرنے لگیں......؟" وہ تو بھنا ہی گیا۔ وہ الگ جز بز سی ہو گئی۔ بات کا رُخ کہاں سے کہاں چلا گیا۔ اعزاز کھڑا ہو گیا تھا۔ وہ اس کی پشت پر نگاہ جمائے بیٹھی رہی۔

"آپ میری بات کو غلط رُخ دے رہے ہیں۔"

"بس صدف......! بس......!" وہ تنک کر تیزی سے اوپر کی جانب بڑھ گیا اور وہ دل مسوس کر رہ گئی۔ اپنے اس طرح بولنے پر پچھتانے بھی لگی۔ کیا تھا چپ ہی رہتی۔

"بھابی......! پلیز چائے بنا دیں گی......؟" فراز اپنے کمرے سے نکل کر آیا۔

صدف نے جھٹ آنسو صاف کئے۔ کہیں وہ دیکھ ہی نہ لے۔

"ہاں......! بنا دوں گی۔" کھڑی ہو گئی۔

"سوری......! میں آپ کو تنگ کر رہا ہوں۔ اصل میں چائے آپ اسٹرونگ سی بناتی ہیں جو مجھے فریش کر دیتی ہے۔ رات تک پڑھنا جو پڑتا ہے۔" وہ بول رہا تھا جبکہ وہ پشت گھما کر کچن کی جانب بڑھ گئی۔

"فراز......! تم رات کو چائے مت پیا کرو۔" برنر جلانے کے بعد اس نے پین میں پانی بھر کر رکھ دیا۔ فراز فرج سے کھانے کی چیز بھی تلاش کرنے لگا۔

"عادت ہی ایسی پڑ گئی ہے۔"

"دودھ وغیرہ پی لیا کرو۔" وہ مشورہ دینے لگی۔

"اچھا......! کوشش کروں گا۔" وہ مسکرایا۔ اس کی جانب دیکھے بغیر کچن سے چلا گیا۔

دیکھا تو اعزاز اوپر سے اُتر کر آ رہا تھا۔ اس نے معنی خیزی سے سیٹی بجانی شروع کر دی۔

"تمہاری پڑھائی چل رہی ہے......؟" وہ لاؤنج میں کاؤچ پر دراز ہو گیا۔

"جی......! بریک دیا ہے، چائے بنوائی ہے بھابی سے۔" وہ بھی بیٹھ گیا۔ اعزاز نے ٹی وی کھول لیا تھا۔

"آپ اور ابھی تک جاگ رہے ہیں......؟" اس نے پھر شرارت سے آنکھیں گھمائیں۔

"میری مرضی......!"

"اچھا......! ابھی بھابی نیچے ہیں تو اس لئے......؟" وہ پھر مسکرایا۔

صدف اتنے میں چائے کا کپ ٹرے میں رکھ کر لے آئی جو فراز نے فوراً اُٹھا لیا۔

"تھینک یو بھابی......! اللہ کرے کیوٹ سی میری بھتیجی آئے۔" وہ بے باکی سے دُعا دینے لگا جبکہ وہ تو جھینپ ہی گئی۔

"بدتمیز......!"

اعزاز کے ہونٹوں پر تبسم بکھر گیا۔ حالانکہ اس نے کبھی یہ نہیں سوچا تھا مگر بس وہ چاہتا تھا جو بھی ہو ان دونوں کے سائے میں پروان چڑھے۔

"میں نے بتا دیا ہے، آپ کے بیٹی ہو گی۔"

"فراز......! فراز......!" اس نے مکا دکھایا۔ وہ بھاگ لیا جبکہ وہ اُنگلیوں کو مروڑتی وہیں اس کے قریب بیٹھ گئی۔ اعزاز کی خفگی ہنوز تھی۔

"آپ کی امی کی تو خواہش ہے پہلے بیٹا ہو۔"

"ہر ماں کی خواہش ہوتی ہے کہ بیٹے کے بیٹا ہی ہو لیکن میں ایسا بالکل نہیں سوچتا۔" فوراً اس کی نفی کی۔

سوچ لیں، آپ کی سوچوں پر بھی کسی نے پابندی لگائی ہے......؟" چیخ ہی پڑی۔

یک بار تو مجھ سے غلطی ہو گئی ہے۔ آئندہ دس بار سوچوں گا ضرور۔" وہ ذو معنی جملہ، طنز بھری نگاہ کے ساتھ ڑا ہو گیا۔ ٹی وی آف کیا۔ صدف تو بری طرح خجل ہو گئی۔ لب کاٹنے لگی۔ نہ جانے کیوں وہ دن بدن تلخ ہی تھی۔ طبیعت میں چڑچڑا پن الگ آ گیا تھا۔ بارہا وہ جھنجلائی بھی۔ حالانکہ فارحہ نے اسے تفصیلی سمجھایا بھی تھا۔ اپنا رویہ درست رکھنا ہے لیکن وہ چاہتے ہوئے بھی خود پر قابو نہ رکھ پا رہی تھی۔ اسی احساس میں روتی رہتی تھی۔

● ● ●

وقت جب گزرتا ہے تو احساس انہیں ہوتا لیکن جب گزر جاتا ہے تو خیال آتا ہے کہ ہم کتنا وقت برباد کر آئے۔ اپنی ڈگر پر چل رہی تھی۔ شہرینہ اور نائل میں اسی طرح ہی کی کھٹ پٹ چل رہی تھی۔ دو ماہ کم تو نہیں ہوتے یہ برداشت کرنے کے لئے اور پھر جب حد سے تجاوز کر جائے تو طوفان ہی اٹھتا ہے اور اگر دلوں میں طوفان اٹھ تو جذباتی رو بہک اٹھتی ہے۔ پھر یہ خود کے اختیار میں ہوتا ہے کہ اپنے نفس کو کیسے کنٹرول کرتا ہے یا پھر اس کا رُخ کس طرح کرتا ہے یا پھر اس طوفان کو کیسے کاٹا جائے۔

"نائل......! تم بہت لاپرواہ ہوتے جا رہے ہو۔" جہاں آراء نے درشت لہجے میں اسے ڈانٹا، جو رات ایک بجے میں گھسا تھا اور آتے ہی کاؤچ پر دراز ہو گیا۔ صبح سے آج انٹرویوز تھے، اسی میں مصروفیت رہی تھی۔

"امی......! آپ کو پتہ ہے آفس میں انٹرویوز نیو ویکینسیز کے لئے کر رہا تھا۔ ظاہر ہے ساری رپورٹ باس کو دینی صبح میں آپ کی بہو کو بتا کر گیا تھا۔" لہجے میں اس کے تھکاوٹ تھی۔

"پورا دن تمہارا کوئی فون بھی نہیں آیا۔ شہرینہ نے تمہارے موبائل پر بھی کیا تھا۔"

"مجھے پتہ ہے، کاٹ دیا تھا میں نے۔" فخر سے بتایا۔

"تمہاری اس حرکت سے پورا دن وہ پریشان رہی ہے۔"

"میں میٹنگ کے دوران موبائل پر بات نہیں کرتا ہوں۔ اس لئے پھر میں نے آف ہی کر دیا۔" آنکھیں بوجھل لہنے لگیں تو بند کر لیں۔

جہاں آراء نے مشکوک نگاہوں سے اس کا جائزہ لیا، جو کچھ بجھا بجھا سا لگ رہا تھا۔ چہرے پر بیزاری بھی تھی۔ یہ تو ان دنوں میں ایسا کچھ چل رہا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ اتنا تلخ رہتا ہے لیکن شہرینہ بشاشت رکھتی تھی تاکہ انہیں [illegible] نہ ہو۔

"کیا بات ہے نائل......؟"

"کچھ نہیں......! بس تھکن ہے۔" مسکراہٹ ہونٹوں پر رکھی۔

"چلو تو کھانا کھاؤ پھر تم۔"

"ڈنر باہر کر لیا تھا۔ اگر اس وقت زبردست سی چائے مل جائے تو تھکن دور ہو جائے گی۔ شہرینہ سے کہتا ہوں۔" کاؤچ سے اٹھا۔ فان کلر کی پینٹ، اس پر سی گرین شرٹ کی آستین فولڈ کرنے لگا۔

"اسے اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ارسل کو سلاتے سلاتے آنکھ لگ گئی ہو گی، اتنا تنگ کرنے لگا ہے۔ جب سے چلنا شروع کیا ہے۔ بار بار کچن میں اس کے پاس گھس جاتا ہے۔ پکڑ پکڑ کر تھک گئی ہے۔"

"واہ......! امی بہو کی تھکن کی فکر ہے اور بیٹے کی تھکن کی فکر نہیں۔" وہ خفگی سے گویا ہوا۔

"تمہاری بھی فکر ہے۔ تم کپڑے وغیرہ بدل کر آ جاؤ۔ چائے کا پانی میں رکھتی ہوں۔" اس کی فائل اور بیگ کو

کاؤچ سے اٹھا کر اس کے ہاتھ میں دیا۔ بے ترتیبی انہیں ذرا پسند نہ تھی۔ وہ سر ہلاتا کمرے میں آ گیا۔ لائٹ آن تھی۔ شہرینہ کی شاید آنکھ لگ گئی تھی۔ ارسل کاٹ میں لیٹا تھا۔ پہلے اسے پیار کیا۔ معصوم سا گول مٹول سرخ و سپید ارسل سب ہی کی توجہ کا مرکز ہوتا تھا۔ رنگ و روپ سارا اس نے ماں کا چرایا تھا مگر نقشہ سارا نائل کا تھا۔

"یار......! بالکل تم اپنی ماما پر گئے ہو۔" ارسل کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ وہ کسمسایا کروٹ بدل کر سو گیا۔ کمر پر دونوں ہاتھ جما کر حسرت سے نگاہ شہرینہ پر ڈالی۔ جو بلیو کاٹن کے سوٹ میں بے خبر سو رہی تھی۔ بال کھل کر تکیہ پر پھیلے تھے دوپٹہ سائیڈ پر پڑا تھا۔ ایک ہاتھ ماتھے پر۔ دوسرا سونے کی چوڑیوں سے بھرا بایاں ہاتھ بیڈ پر دھرا تھا۔ بوجھل آنکھوں اور تھکن سے مجبور دھڑ سے اپنے وسیع و عریض بیڈ پر لیٹا۔ شہرینہ کی فوراً آنکھ کھل گئی۔ دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ وہ تیزی سے اٹھ بیٹھی۔ بالوں کو فوراً لپیٹ کو کیچر لگایا۔

"کب آئے آپ......؟" دوپٹہ درست کرتی، وہ کھڑی ہو گئی مگر آنکھوں میں نیند کی وجہ سے سرخی ڈول رہی تھی۔ نائل نے گہری نگاہ اس پر ڈالی۔ وہ اسے ہر روپ میں ہی بہکانے لگتی تھی۔ اندر کے جذبات کنٹرول کرنا کتنا مشکل ہوتا ہے جب وہ اس کے قریب ہو۔

"جب تم نے دیکھا۔" رکھائی سے کہہ کر تکیہ ڈبل کر کے سر رکھ لیا۔

"کھانا لاؤں......؟" ٹائم حالانکہ سوا ایک ہو رہا تھا۔

"ڈنر میں نے مونا کے ساتھ کر لیا تھا۔" آنکھیں بند کر کے جھوٹ بولا حالانکہ مونا کے ساتھ نہیں۔ آفس کولیگ کے ساتھ کیا تھا۔

شہرینہ لب کاٹنے لگی۔ چہرہ ہی دھواں دھواں ہو گیا تھا۔ اس وقت خود کو سنبھالنا بہت مشکل طلب مرحلہ تھا۔

"گھر بھی کیوں آئے......؟ مت آتے، رہتے مونا کے ساتھ ہی۔" جل کر گویا ہوئی۔

"وہ دن بھی دور نہیں جب اس کے ساتھ رہوں گا۔" ہر وقت اسے ستانے کا ہی موقع ڈھونڈتا۔ شہرینہ نے قہر برسانی نگاہ اس کے اوپر ڈالی، جو دل جلانے والی مسکراہٹ لئے ہوئے تھا۔

"اتنی غور سے کیا دیکھ رہی ہو......؟"

"یہی کہ آپ......" بولنے کا ارادہ ترک کر کے آندھی طوفان کی طرح اس تک آئی اور نائل کی کالر پکڑ لی۔ وہ حیران ہی رہ گیا اس کی بے ساختگی پر جو آنکھوں میں غصہ لئے ہوئے تھی۔

"لگتا ہے آج زیادہ ہی موڈ ہو رہا ہے......؟" لہجہ معنی خیز تھا۔ شہرینہ شرم سے کٹ گئی۔ نائل نے اس کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے۔

"پہلے تم چائے لے آؤ تاکہ میں فریش ہو جاؤں، پھر تمہارے بارے میں سوچوں گا۔" مسکراہٹ اتنی گہری تھی کہ وہ سلگ کر پیچھے ہٹ گئی۔

نائل نے اٹھ کر پہلے چینج کیا۔ بالوں میں برش کر رہا تھا جس وقت وہ چائے کا مگ اٹھائے چلی آئی۔

"تھینک یو......!" خوش دلی سے کہہ کر برش رکھ کر اس کے ہاتھ سے کپ لے لیا اور پھر بیڈ پر بیٹھا۔ شہرینہ تذبذب کا شکار تھی۔

"آ جاؤ......! بیٹھو......!" ہاتھ پکڑ کر پہلو میں بٹھا لیا مگر وہ پھر بھی چپ تھی۔

"کیا بات ہے......؟ آج خاموشی کچھ زیادہ نہیں ہے......؟"

"آخر آپ کیا چاہتے ہیں......؟" روئی روئی بولی۔

ے......! یہ تو مجھے پوچھنا چاہئے تم کیا چاہتی ہو......؟" چائے کا مگ خالی کر کے اسے تھمایا اور خود دراز ہو گیا۔

ں چاہتی ہوں کہ آپ مجھے یوں اگنور نہ کریں۔" قدرے توقف کے بعد گویا ہوئی۔

بت برا لگ رہا ہے نا میرا اگنور کرنا......؟ ورنہ یہی سب تم بھی کرتی تھیں میرے ساتھ۔ میں کتنا کہتا تھا لیکن نہیں اس وقت کیا ہو گیا تھا......؟"

لیز......! اسٹاپ اٹ......! آئی ایم ایکسٹریملی سوری......! آئی گلٹی فیل۔" بولتے بولتے آواز بھرا گئی اور ساتھ چھوڑ دیا۔

بھی کتنا بے وقوف ہوں۔ بھول ہی جاتا ہوں کہ میری وائف تو فارنر کی بیٹی ہے بلکہ فارنر ہے۔" طنز سے باز نہ آیا۔

نہیں......! میں فارنر کی بیٹی نہیں ہوں۔ اپنے مسلمان پاپا کی مسلمان بیٹی ہوں اور مسلمان شخص کی بیوی اور بچے کی ماں ہوں۔"

لا......! تمہیں تو سب یاد ہے۔" اس نے طنز کے ساتھ سراہا۔

ہ پر آپ مسلسل ٹیز کر رہے ہیں۔" شکوہ کناں نگاہ اٹھائی۔

یا کرو لائٹ آف کرو، سارا دن کا تھکا ہوا ہوں، یہ نہیں ہوا کہ میری تھکن دور کرنے کے لئے کوئی اچھا موڈ بنا ئیں کر دو۔" درشت لہجے میں کہتا وہ کروٹ لے چکا تھا۔ شہرینہ تو کٹ کر ہی رہ گئی۔

یں نے آپ کو فون کیا تھا......"

یز......! لائٹ آف کرو۔ پھر صبح مجھ سے اٹھا نہیں جائے گا۔" حکمیہ کہہ کر اس کی بات ہی کاٹ دی۔ وہ دل رہ گئی۔

ن آف کر کے اس نے نائٹ بلب آن کر دیا۔ سوئے ہوئے ارسل کو چیک کیا۔ وہ بھی بے خبر سو رہا تھا۔

ر لیٹنے ہی جا رہی تھی کہ وہ پکارا اٹھا۔

ہ کس لئے موجود ہے......؟ ادھر آؤ......!"

جب میری جگہ مونا کو لینی ہے تو میں وہاں خود کو ان فٹ سمجھتی ہوں۔" دل تو بری طرح رو رہا تھا، نائل کی سرد رکھائی پر۔

گر میں اس گھر میں اسے تھوڑی رکھوں گا۔ الگ گھر لینے کا ارادہ ہے۔"

ئل نے کہا نا مجھے نہیں چاہئے بٹا ہوا شوہر اور نہ میں اتنے کھلے دل کی ہوں کہ برداشت کر لوں گی۔"

ل حسن! تمہاری ایکٹنگ تو بہت زبردست جا رہی ہے۔ بیوی قدموں میں آنے لگی ہے۔ فتح سے بھرپور اس کی تھی۔ نائل سوچنے لگا۔

ئل تمہارے حقوق سے آنکھ نہیں بچا سکتا۔"

گر آپ میرے حقوق کسی اور کی جھولی میں ڈالیں گے تو برداشت نہ کر سکوں گی۔ اس لیے میں آپ کی شادی پہلے مر جانا پسند کروں گی۔" آواز بھرا گئی۔

جب مر تو بتا دینا کب ارادہ ہے......؟ تاکہ میں شادی پہلے کر لوں۔" وہ لیٹا ہوا مسلسل اسے سلگا رہا تھا۔

بھناتی ہوئی اس کے قریب ہی دراز ہو گئی۔ آنکھوں میں غصہ اور غراہٹ تھی۔ نائل نے ہلکے اندھیرے میں اس دیکھا۔

ئل نے کہا کہ بس کرو، مت تنگ کرو، واقعی شدت غم سے وہ سچ مچ مر ہی نہ جائے۔ پھر جانتے بوجھتے نقصان

اٹھانا پڑے گا۔

''خود مرنے سے پہلے آپ کو پہلے جان سے ماردوں گی تاکہ موناکے بھی نہ رہیں۔''

''بہت زیادہ جلنے کی بو آرہی ہے۔'' وہ مسکرایا۔

شہرینہ سے برداشت نہ ہوا تو وہ اس پر حملہ ہی کر بیٹھی۔ اتنے مکے اس کے سینے پر برسائے کہ نائل بھی پریشان ہوگیا۔ ہنستا ہوا اسے مکمل اپنے حصار میں لے لیا اور وہ بھی نڈھال سی اس کے سینے پر سر رکھے رو دی گئی اور وہ محظوظ ہوتا رہا۔

● ● ●

''تائی امی......! جلدی آیئے۔'' عمر کی گھبرائی ہوئی آواز نے فاخرہ بیگم کو چونکا دیا۔ وہ مغرب کی نماز پڑھنے کے بعد دُعا مانگ رہی تھیں۔ جلدی میں دُعا بھی ٹھیک طرح سے نہ مانگ پائی تھیں۔ کمرے سے تیزی سے نکلیں۔ طائشہ کو دیکھا سر پکڑے بیٹھی تھی۔

''تائی امی......! آپی بھی یہاں سیڑھیوں پر سر پکڑ کر بیٹھی ہوئی تھیں۔'' عمر نے بتایا۔

''طائشہ......! کیا ہوا بیٹا......؟'' فاخرہ بیگم تشویش میں بھی پڑ گئیں۔

''وہ بس امی......! آخری سیڑھی پر پیر پھسلا تھا۔ خود کو بچانے کے چکر میں میرا سر ہی گھومنے لگا۔'' پانی پینے کے بعد اس نے گلاس عمر کو تھمایا۔ عمر نے گھر میں سب کو خبر کر دی۔ سب ہی گھبرائے ہوئے آ گئے۔ البتہ آمنہ اس کے چہرے کو بغور دیکھتی رہی تھیں۔

''بھابی......! کیا بھائی جان کو دیکھ لیا ہے......؟'' بلال نے چھیڑا۔

''ہر وقت بلال......! بدتمیزی مت کیا کرو۔'' فاخرہ بیگم نے اسے سرزنش کی۔ وہ خجل ہی ہو گیا۔

''چلو تم لوگ یہاں سے۔'' آمنہ نے عمر اور بلال کو حکم دیا۔ دونوں منہ بنانے لگے۔

''امی......! یہ ہمارا گھر ہے، جہاں بھی بیٹھیں۔'' وہ پھیل کر پھر صوفے پر بیٹھا۔

''ٹھیک ہے۔ یہ ہاتھ بھی میرا ہے۔ جہاں بھی پڑے۔'' آمنہ نے اس کی گدی پر ایک جڑا۔ وہ دہائی دیتا بھاگ لیا۔

''ارے......! آپ لوگ خواہ مخواہ پریشان ہو رہی ہیں۔'' طائشہ ان کے یوں فکر کرنے پر شرمندہ ہی ہو گئی۔ پاؤں تو پھسلا تھا۔

''میں نے تمہیں کل بھی دیکھا تھا۔ سر پکڑے کچن میں کھڑی تھیں۔''

''امی......! گرمی کی وجہ سے طبیعت گھبرانے لگی تھی۔'' اس نے نفی کی۔

''بھابی......! میں اسے پچھلے گزشتہ دنوں سے نوٹ کر رہی ہوں۔ مسلسل ڈاکٹر کے پاس جانے کو کہا۔ مجھے تو اور ہی بات لگتی ہے۔'' وہ بھی اڑتی چڑیا کے پر گن لیتی تھیں۔

''پھپھو......! کیا ہو گیا ہے......؟'' وہ سن کر جھینپ ہی گئی۔

''ٹھیک ہے......! کل ہی تمہیں لے جا کر ڈاکٹر کے پاس تسلی کر لوں۔ خیر سے کوئی خوشی کی بات ہی نہ ہو۔'' فاخرہ بیگم فوراً ہی فکرمندی سے بولی تھیں۔

طائشہ کا شرم کے مارے سر نہیں اٹھ رہا تھا۔ انہیں کیسے بتائے کہ جو وہ سمجھ رہی ہیں ایسی ہی کوئی بات اسے لگتی ہے۔ رات کو پھر وہ کاموں میں لگ گئی۔ طبیعت کا بوجھل پن دور نہیں ہو رہا تھا۔ کھانا برائے نام کھایا۔ کچن فارغ کر کے لگی تھی اور تازہ ہوا کے لئے لان میں ہی نکل گئی۔ سرمد اس کے منتظر ہی رہے کہ وہ کمرے میں آئے گی۔

''امی......! طائشہ کدھر ہے......؟'' انہوں نے کچن میں دیکھنے کے بعد ان کے کمرے میں آ کر پوچھا۔

''باہر لان میں نکلی ہے۔ کچھ طبیعت اس کی خراب سی ہو رہی تھی۔'' انہوں نے بتایا۔

سرمدن کر فکرمند ہی ہو گئے۔ جب وہ آئے تھے تو اس نے انہیں تو ایسا کچھ نہیں بتایا تھا۔ تشویش میں مبتلا گلاس رکھ کر باہر نکلے۔ پورچ کی سیڑھیاں اترے لان میں نگاہ ڈالی۔ وہ جھولے میں بیٹھی نظر آئی۔

''کیا بات ہے......؟ تم ٹھیک تو ہو......؟'' وہ وائٹ کرتا شلوار پر لیدر کی چپل پہنے گریس فل اور نمایاں سے طائشہ نے مسکراتی نگاہ ان پر ڈالی۔

''بالکل ٹھیک ہوں۔ ایسے ہی لان میں بیٹھنے کو دل چاہ رہا ہے۔''

سرمد اس کے پہلو میں جھولے پر ہی بیٹھ گئے اور سیدھے پاؤں کو حرکت دے کر جھلانے لگے۔

''پلیز......! اسے ہلایئے مت۔ میری عجیب سی طبیعت ہو رہی ہے۔'' آنکھوں کے سامنے اندھیرا سا محسوس ہوا سرمد کے بازو پر اپنا سر ٹکا دیا۔

انہوں نے بڑی جانچتی اور پُرتشویش نگاہ سے اس کا جائزہ لیا جو گرین پرنٹڈ جارجٹ کے شلوار دوپٹہ اور اس پر بن قمیص پہنے خاصی پرکشش دکھائی دی۔ لیکن آنکھوں میں تھکن تھی۔

''چلو ڈرائیو پر چلتے ہیں، چلو گی......؟'' انہوں نے مسکرا کر پوچھا۔

''بالکل......!'' فوراً ہی وہ کھڑی ہو گئی۔

''چابیاں لے کر آتا ہوں اور انس کو بھی۔'' وہ تیزی سے اندر چلے گئے۔ تھوڑی دیر میں واپس آتے ہوئے نظر آئے۔

''انس کو نہیں لائے......؟''

''فارحہ کے کمرے میں سو رہا ہے۔'' گاڑی کا لاک کھولنے لگے۔

''سنیے......! فارحہ کا آپ کہیں بھی اسکول میں اپائنٹمنٹ کروا دیں۔'' فرنٹ ڈور کھول کر وہ بیٹھ چکی تھی۔

''ابو سے پھر بھی ایک بار پوچھنا ضروری ہے۔'' پیچھے دیکھتے ہوئے گاڑی نکالنے لگے تھے۔

''میرے خیال میں ابو انکار نہیں کریں گے۔''

''ٹھیک ہے......! ایسے اسکول میں کروایئے، جہاں فارحہ بھی جاب کر لے۔ پھپھو بھتیجا ساتھ چلے جائیں گے۔ مجھے بھی فکر نہیں ہو گی۔'' ان کے شانے پر سر ٹکائے وہ بولتی جا رہی تھی۔

موبائل کی بپ ہونے لگی تو گاڑی میں شور ہو گیا۔ ڈیش بورڈ پر سرمد کا موبائل پڑا تھا۔

''سنو......! تم ریسیو کرو۔''

''اگر آپ کا کوئی دوست وغیرہ ہوا......؟'' وہ جھجکی۔

''یار......! اٹھاؤ تو......'' مسلسل سامنے اسکرین سے دیکھتے گاڑی ڈرائیو کر رہے تھے۔ طائشہ نے نمبر دیکھا مگر انجانا تھا۔ آن کر کے کان سے لگا لیا۔

''ہیلو......!'' وہ رُک رُک کر بولی۔

''محترمہ......! اپنے میاں سے کہو کہیں تو گاڑی روکے۔ کب سے میں تم لوگوں کی گاڑی کا پیچھا کر رہی ہوں۔''

نسوانی آواز پر حیرانگی سے سرمد کو دیکھنے لگی۔ انہوں نے بھی نگاہ ڈالی۔

''جلدی رُکواؤ گاڑی، اوکے......!'' اس نے یہ کہہ کر لائن ڈسکنیکٹ کر دی۔

''کون تھا......؟''

''تھی کوئی۔ کہہ رہی تھی کہ اپنے میاں سے گاڑی رُکواؤ۔ وہ ہمارا پیچھا کر رہی ہے۔'' ناسمجھی کی کیفیت میں تھی کہ

لڑکی تھی کون۔

سرمد نے گاڑی ایک بار کے باہر روکی تھی۔ پھر گم صم سی طائشہ کی جانب رُخ کیا۔ انہوں نے موبائل لے کر نمبر چیک کیا مگر ناکامی ہوئی۔ نمبر تو جا چکا تھا۔

"یار......! کون تھی جو یہ کہہ رہی تھی......؟" انہوں نے نگاہ باہر ڈالی۔

اتنے میں سرمد کے سائیڈ پر شیشے پر کسی لڑکی نے اُنگلی سے دستک دی۔ انہوں نے فوراً پلٹ کر دیکھا، حیران ہی رہ گئے۔ سامنے مائرہ اپنے شولڈر کٹ بالوں کے ساتھ ہنستی مسکراتی نظر آئی۔

"اوہ تم......!" انہوں نے اے سی آف کر کے شیشہ نیچے کیا۔ طائشہ بھی حیران تھی۔

"اتنے مدہوش ہو کر ڈرائیو کرتے ہو تم۔ مجھے مجبوراً کال کرنا پڑا مخاطب کرنے کے لئے۔" وہ برہم ہو رہی تھی۔

"مجھے کیا پتہ تھا تم ہو......؟" وہ مسکرائے۔

"ہیلو طائشہ......! کیسی ہو......؟" اس نے مسکراتی طائشہ کو مخاطب کیا۔

"چلو اندر چلتے ہیں۔" سرمد گاڑی سے اتر گئے۔ طائشہ بھی فرنٹ سیٹ سے باہر نکلی۔ مائرہ شاید اپنی گاڑی تک چلی گئی تھی۔

"میرا موبائل اٹھا لو۔" انہوں نے طائشہ سے کہا۔ وہ جھک کر ڈیش بورڈ سے موبائل اٹھانے لگی۔ اتنے میں مائرہ ایک لمبے چوڑے شخص کے ساتھ چلی آئی۔ اس کی گود میں چار پانچ ماہ کی گول مٹول سی سنہرے بالوں والی بچی تھی۔

"ارے ارسلان......! کیسے ہو یار......!" دونوں بغلگیر ہوئے۔

"پرفیکٹ......!" مسکرا کر جواب دیا۔

طائشہ سرمد کے پہلو میں کھڑی تھی۔ ارسلان کی نگاہ اس کی جانب اٹھی۔

"ارسلان......! یہ سرمد کی وائف ہے۔ کتنی کیوٹ ہے۔" مائرہ نے ہی خوشدلانہ انداز میں تعارف کرایا تھا۔ وہ لوگ پارکنگ لاٹ میں کھڑے تھے۔

"میں اگر کیوٹ کہوں گا، تمہیں ہی برا لگے گا۔" وہ برجستہ قہقہہ لگا کر بولا۔ طائشہ تو جھینپ ہی گئی۔

"یہ تم دونوں کی بیٹی ہے۔" سرمد نے بچی کے رُخسار پر اُنگلی رکھ کر گدگدایا۔ وہ قلقاری مار کر ارسلان سے ہی لپٹ گئی۔

"ظاہر ہے ہم دونوں کی۔" دونوں ہنسے۔

"اور سرمد......! تمہارے اب کتنے بچے ہیں......؟ انس تو اب بڑا ہو گیا ہوگا......؟"

"پورے بارہ ہیں۔" وہ شوخی سے بولے۔ طائشہ نے انہیں گھورا۔

"میرے خیال میں تمہاری شادی کو ابھی پانچ سال تو نہیں ہوئے۔" مائرہ ہنسی۔

"ارے......! یار......! ایک ہی بیٹا ہے۔"

"کیا......؟ ایک بیٹا......؟ یار......! شرم کرو۔ پانچ سال میں لوگوں کے پانچ بچے ہو جاتے ہیں۔" ارسلان نے جیسے اسے شرم دلائی۔

"تم اپنی کہو۔ صرف یہ ایک ہی......" انہوں نے چھیڑا۔

"اس سے پہلے ایک اور بیٹی ہوئی تھی مگر ڈیتھ ہو گئی۔" مائرہ نے افسردگی سے بتایا۔

"میرے خیال میں اندر چل کر بیٹھتے ہیں۔ پھر مزید باتیں ہوں گی۔" وہ لوگ اندر ہی بار کے آ گئے۔ ایک کونے کی ٹیبل کا انتخاب کر کے چاروں بیٹھ چکے تھے۔ سرمد نے کولڈ ڈرنک وغیرہ کا آرڈر دے دیا تھا۔

"بیٹی کا نام کیا ہے......؟" طائشہ کو وہ بچی بہت پیاری لگی تو گود میں ہی لے کر بیٹھ گئی۔

"فریحہ......!" اس نے بتایا۔

"پیاری ہے اور نام بھی پیارا۔"

"کسی دن گھر آ جاؤ تم لوگ......!" سرمد نے انوائیٹ کیا۔

"اطمینان سے آئیں گے۔ تمہیں پتہ ہے امریکہ سے واپس آنا کتنا مشکل ہوتا ہے۔" ارسلان گویا ہوا۔

"وہ تو یہاں میں نے ایک اسکول کھولا ہے۔"

"تم امریکہ سے واپس کب آئے ہو......؟" سرمد نے پھر پوچھا۔

"ایک ماہ سے اوپر ہو گیا ہے۔"

"یعنی تم لوگ اب مل رہے ہو۔" وہ ناراض ہوئے۔

"یار......! آتے ہی تو فریحہ بیمار پڑ گئی۔ اس میں لگ گئے۔ پھر مائرہ نے اسکول کھولا ہے بس جیسے ہی کمپلیٹ ہو گا ملنے آئیں گے۔"

"کہاں کھولا ہے......؟" سرمد کو تجسس ہوا۔

"پی۔ای۔سی۔ایچ۔ایس میں اسٹاف اکٹھا کرنا ہے۔ اس کے لئے اخبار میں اشتہار دینا ہے۔" مائرہ کولڈ ڈرنک کے سپ لیتی بتانے لگی۔

"اسکول تو یہاں ڈیڈی نے کمپلیٹ کروا دیا تھا کیونکہ کچھ عرصہ یہاں رہ کر ہم واپس چلے جائیں گے۔"

"تو یار......! اسے چلائے گا کون......؟" وہ حیرانگی سے بولے۔

"میری نند ہے، وہ یہاں رہتی ہے ناں، وہیں گھر بھی ہے۔"

"سرمد......! اگر کسی کو جاب وغیرہ کی ضرورت ہو ہمارے اسکول کا بتا دینا۔" ارسلان پینٹ کی جیب سے نکال کر کارڈ دینے لگا۔

"اوکے......!" وہ سر ہلا کر رہ گئے۔

"طائشہ......! تم ایسی ہی خاموش رہتی ہو......؟" مائرہ کافی دیر سے اسے فریحہ سے کھیلتے دیکھتی رہی تھی۔

"نہیں تو......!" وہ مسکرائی۔

"لگتا ہے سرمد......! تم اسے بولنے نہیں دیتے......؟"

"تمہاری طرح تھوڑی ہر وقت بول بول کر کان کھاتی رہو۔" ارسلان نے مائرہ کو چڑایا۔

"واٹ......؟ میں کان کھاتی ہوں آپ کے......؟" وہ تنک گئی۔

"اور کیا......؟ رات کو تو مجھے کانوں پر تکیہ رکھنا پڑتا ہے اور اوپر سے صاحبزادی بھی بالکل ان پر جا رہی ہے۔ ان کی رات شروع ہوتی ہے اور اس کا دن۔" وہ تیز لہجے میں بولا۔

"آپ سارے شوہروں کو رات میں کسی کی مداخلت برداشت نہیں ہوتی۔ چاہے وہ آپ کی اولاد ہی کیوں نہ ہو۔" مائرہ منہ پھلا کر بولی۔

سرمد اور طائشہ ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرانے لگے تھے۔ ان لوگوں نے وہاں پورے دو گھنٹے گزارے تھے۔ وقت کا احساس ہی نہیں ہوا۔



"جویریہ بیٹا......! آپ کو بلال کیسا لگتا ہے......؟" توقیر نثار نے اچانک ہی اس سے سوال کر دیا اور وہ گڑبڑا ہی گئی۔ دونوں ہال کمرے میں بیٹھے تھے۔ وہ ٹی وی دیکھ رہے تھے اور جویریہ کچھ لمحوں پہلے ہی آمنہ سے بات کر کے ریسیور رکھ چکی تھی۔

"ڈیڈی......! یہ آپ کیوں پوچھ رہے ہیں......؟" اس نے بھی الٹا انہی سے مسکرا کر سوال کیا۔

"اس لئے کہ بلال مجھے اچھا لگتا ہے۔ اچھا لڑکا ہے۔ میں چاہتا ہوں......"

"پلیز ڈیڈی......! جو آپ چاہتے ہیں وہ ممکن نہیں۔" اس نے ان کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی کاٹ دی تو توقیر نثار نے اسے پنک اسٹائلش سے جارجٹ کے پرنٹڈ سوٹ میں خفا سا دیکھا۔

"لیکن بیٹا......! میں یہ چاہتا ہوں کہ اپنی زندگی میں تمہیں رُخصت کر دوں۔"

"پلیز ڈیڈی......! ایسی باتیں نہیں کریں۔ میں ساری زندگی آپ کے ساتھ رہنا چاہتی ہوں۔ مجھے نہیں کرنی شادی وادی۔" وہ لاڈ سے کہتی ان کے شانے سے لگ گئی۔

"بلال اچھا لڑکا ہے۔ پھر دیکھو عزت کتنی کرتا ہے۔"

"لیکن مجھے وہ قطعی پسند نہیں ہے۔" اس نے ناگواری کا اظہار کیا۔

"ارے......! پڑھا لکھا ہے، اچھے شریف گھرانے کا لڑکا ہے، پھر ہینڈسم بھی دیکھو کتنا ہے۔ میری نازک سی بیٹی کے ساتھ سوٹ کرے گا۔" انہوں نے پیار بھرے لہجے میں بلال کی تعریفیں کرنی شروع کر دیں۔

"مس آمنہ کچھ ذکر کر تو رہی تھیں کہ بلال کی شاید شادی وغیرہ کا چکر ہے۔"

"لیکن مجھے کسی سے بھی نہیں کرنی ہے، سن لیجئے آپ......!" دوٹوک اپنا فیصلہ سنایا۔

"جویریہ......! ایک بات کہوں......؟" انہوں نے کھوئے کھوئے لہجے میں اسے مخاطب کیا۔

"بیٹیاں جب بڑی ہو جاتی ہیں ناں، ماں باپ کی خواہش ہوتی ہے وہ اپنے سامنے انہیں پرایا کر دیں کیونکہ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں ہے۔"

"ڈیڈی......! کیسی باتیں کر رہے ہیں......؟ میں نہیں کروں گی شادی۔ میں آپ کو چھوڑ کر بالکل نہیں جاؤں گی۔" اس نے مضبوطی سے توقیر نثار کا بازو پکڑ لیا جیسے وہ اسے ابھی رُخصت کرنے والے ہوں۔

"اگر ایسا کچھ مس آمنہ نے سوچا بھی، پہلے ہی انہیں منع کر دوں گی۔"

"اور پھر کیا پتہ بلال کی کہیں اور شادی ہو رہی ہو۔ ضروری ہے کہ مس آمنہ کا ارادہ یہاں ہو۔"

"اگر میں خواہش ظاہر کروں......؟" وہ بولے۔

"بالکل نہیں......! آپ کی بیٹی ایسی گری پڑی نہیں ہے۔ بس مجھے کرنی ہی نہیں شادی۔" اٹل اور مضبوط لہجے میں انکار کرنے لگی۔

توقیر نثار نے مزید اس سے بات کرنا فضول سمجھا لیکن انہیں بلال شروع سے ہی اچھا لگتا تھا۔ ان کی شدت سے خواہش تھی کہ جویریہ کی شادی وہ اپنے سامنے کر دیں۔

کل فرحان جیل سے رہا ہو کر آ چکا تھا اور تمنا بیگم اسی کے ساتھ انہیں نظر آ چکی تھی۔ کئی بار فرحان کا فون آفس ایسی ایسی دھمکیاں دے رہا تھا کہ وہ جویریہ کی جانب سے فکرمند ہی ہو گئے تھے۔

ڈی......! ہم لوگ لندن چلیں پھپھو کے پاس۔"

ت خود وہاں پریشان ہے۔" انہیں ثروت کے دو تین فون آ چکے تھے اور وہ پیسے بھی بھیج چکے تھے۔

ہوا انہیں......؟" وہ بے قرار سی ہو گئی۔

ندر کا وہاں اسٹور تھا ناں ڈاکہ پڑ گیا ہے۔ کافی نقصان ہوا ہے اور وہ ثروت کو تنگ کئے جا رہا ہے۔"

پ پھپھو کو پیسے بھیج دیں۔" اس نے جھٹ کہا۔

نا بار بھیج چکا ہوں۔" ثروت نے اب منع کر دیا ہے کہ پیسے نہ بھیجوں کیونکہ سکندر کو گھر بیٹھے مل رہا ہے، تو وہ غیرہ نہیں کرنا چاہتا۔ الٹا اسے کہہ رہا ہے کہ وہ خود جاب کرتی رہے۔"

پھوپھا جان بھی عجیب ہیں۔ پھپھو کو کبھی خوش ہی نہیں رکھا ہے۔" اسے سن کر ہی غصہ آنے لگا کیونکہ جب بھی سکندر پھوپھا کا سرد سا ہی رویہ دیکھا۔ اسی لئے تو توقیر نثار زیادہ جانا بھی پسند نہیں کرتے تھے۔

بیٹا......! ثروت کا میں نے بہتر مستقبل دیکھا تھا۔ سکندر میرے آفس میں ہی جاب کرتا تھا۔ اسی کی میں نے اسے انگلینڈ بھیجا تھا لیکن وہاں جا کر تو ثروت کی اس نے زندگی اجیرن کی ہوئی ہے۔" دکھ و تاسف ئے۔

ڈی......! بیٹیاں بری ہوتی ہیں ناں......؟" وہ یکدم ہی گویا ہوئی۔

ئی نہیں......! بیٹیاں تو اتنی اچھی ہوتی ہیں کہ ماں باپ کا خیال کرتی ہیں۔ پھر جن کے گھر میں سمجھو بیٹی ہوئی رحمت ہوتی ہے۔"

بیٹیوں کو لوگ بوجھ کیوں سمجھتے ہیں......؟"

وقوف ہوتے ہیں جو بیٹیوں کو بوجھ سمجھتے ہیں۔" انہوں نے اس کے ہاتھ تھامے۔

ندر پھوپھا ہمیشہ پھپھو کو یہی کہتے ہیں کہ میرے لئے بوجھ پیدا کر دی ہیں۔" وہ افسردگی سے بولی کیونکہ انہی مانشاں اور سونی کو ہمیشہ برا بھلا ہی کہتے سنا۔

ڈی......! بیٹی نہیں ہونی چاہئے۔"

بیٹیاں دُنیا میں نہ ہوں تو دُنیا خوبصورت نہ لگے، گھروں میں رونق نہ ہو۔"

اس لئے کہہ رہی ہوں کہ بیٹیاں جب ہوتی ہیں ناں، والدین کو ہر وقت انہی کی شادی کی فکر رہتی ہے، نت آپ کو ہے۔" وہ خفگی سے بولتی انہیں اتنی پیاری لگی کہ جویریہ کا ماتھا چوم لیا۔

رین کو اس لئے فکر ہوتی ہے کہ وہ ان کی ذمہ داری ہوتی ہیں۔ پھر وہ والدین کے گھر سے رُخصت ہو کر جاتی ال میں جا کر رونق بکھیر دیتی ہیں۔ والدین خوش ہوتے ہیں کہ ان کی بیٹی خوش ہے۔"

امیرا ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے۔" منہ بنایا۔

سے ارادے سے کیا ہوگا......؟" ایک دن میری بیٹی کو خوبصورت سا شہزادہ لے جائے گا۔"

نہیں......! میں آپ کو چھوڑ ہی نہیں سکتی۔" وہ روہانسی ہو گئی۔

صب جی......! آپ کا فون ہے۔" سلمٰی نے انہیں اطلاع دی۔

ہلاتے اُٹھ گئے۔ جویریہ نے بھی ان کی تقلید کی۔ آج توقیر نثار جلدی گھر آ گئے تھے۔ اس لئے باپ بیٹی

باتوں میں لگ گئے تھے۔

● ● ●

جتنے دن تیزی سے گزر رہے تھے اس کی تکلیفوں میں اضافہ ہو رہا تھا۔ مگر ماتھے پر کوئی شکن لائے بغیر وہ لگی رہتی
تھی۔ زینب نے اسے ٹوکنا تو کم کر دیا تھا لیکن لہجہ ان کا بہت شائستہ ہو گیا تھا۔ اس کی وجہ بھی وہ جانتی تھی۔
"کب سے تمہیں آوازیں دے رہا ہوں۔ کہاں کھو گئی تھیں......؟" اعزاز ڈھونڈتا، پکارتا ڈرائنگ روم میں آ
جہاں وہ بیٹھی ہوئی تھی۔
"میں نے شاید سنا نہیں۔" وہ احتیاط سے اٹھنے لگی۔ مگر چہرے پر اس کے تکلیف کے آثار نمایاں تھے۔
"صدف......! تم ٹھیک تو ہو ناں......؟" وہ فوراً پریشان بھی ہو جاتا تھا۔
"ٹھیک ہوں......! کہیے کچھ کام ہے......؟"
"ہاں......! اگر ایزی فیل کر رہی ہو تو نائل کے چلتے ہیں۔ اس کا دھمکی آمیز فون آیا ہے۔"
"لیکن م...... میں ایسے......" وہ جھجکی۔ دوپٹہ خوب اچھی طرح پھیلا کر اس نے اوڑھا ہوا تھا۔
"ارے یار......! ایسا پتہ بھی نہیں چل رہا۔ تمہاری آؤٹنگ ہو جائے گی۔ پھر طبیعت پر بھی اچھا اثر پڑے گا۔" لہ
ایک دم ہی خوشی سے پرجوش تھا۔
"اچھا نہیں لگ رہا۔" اسے وہاں جاتے ہوئے شرم آ رہی تھی۔
"یار......! تم بھی ناں......! بس فوراً چلو......!"
"لیکن وہ امی......" وہ رکی۔
اعزاز ڈائننگ روم سے نکل چکا تھا۔ پوچھنا بھی ضروری تھا زینب سے ورنہ پھر سننے کو ہی مل جاتا۔ جھجکتی ہوئی
ان کے کمرے میں ناک کر کے آ گئی تھی۔
"امی......! وہ ہم نائل بھائی اور شہرینہ کے جا رہے ہیں۔" ڈری سہمی ان سے اجازت لینے لگی۔ وہ بیڈ پر
لگائے بیٹھی تھیں۔ جبکہ انعام احمد ایزی چیئر پر کسی کتاب کے مطالعہ میں منہمک تھے۔
"یہ رات کو، وہ بھی دس بجے جانے کی تک نہیں ہے۔" ان کے لہجے میں تلخی ہی گھل گئی۔
"زینب......! ہر وقت اس پر پابندیاں مت لگاتی رہا کرو۔" انعام احمد نے ناگواری کے ساتھ انہیں ٹوکا۔
"میں جو بہتر سمجھوں گی وہی کروں گی ناں......؟" نخوت سے گویا ہوئیں۔
کتنے دنوں بعد وہ پھر سے اسی طرح مخاطب تھیں۔ صدف نے تاسف سے لب کاٹے۔
"اعزاز کو عقل نہیں ہے۔ میں تو سمجھتی ہوں ایسی حالت میں رات میں باہر جانا بالکل ٹھیک نہیں۔ اگر ایسا
ضروری ہے تو کسی چھٹی والے دن دوپہر میں چلی جانا۔"
"صدف بیٹا......! تم جاؤ......!" وہ اسے اجازت دینے لگے۔
"حد ہو گئی۔ میری بات کی اہمیت ہی نہیں......؟" ایک دم ہی آگ بگولہ ہو گئی تھیں۔
اس کا ویسے بھی کون سا دل چاہ رہا تھا، فوراً ہی گھوم گئی، کمرے میں چلی آئی تھی۔ اعزاز گرے کلر کی لباس
میں ملبوس ڈریسنگ ٹیبل سے پرفیوم اٹھا کر اسپرے کر رہا تھا۔
"تم تیار تو ہو جاؤ۔" اس نے یونہی اس کو گم صم دیکھا۔
"آپ کی امی نے منع کر دیا ہے۔ ایسی حالت میں جانا ٹھیک نہیں ہے۔" وہ آرام سے بیڈ پر لیٹ گئی۔

تھکن بھی بہت تھی۔
"بھی بس ناں......!" وہ لب بھینچ کر رہ گیا۔
"...وں سنڈے ہے، لنچ پر چلیں گے۔" فوراً اس نے اعزاز کا موڈ درست کرنا چاہا، وہ خود بیڈ پر ہی ٹک گیا۔
"...را موڈ ہو رہا تھا۔ اس گدھے کو تو فرصت ہی نہیں ہے۔ سوچا کہ خبر لے آؤں۔"
"...پ چلے جائیے ناں......!" اس نے کروٹ لی۔
...از پھر اٹھ کر باہر ہی آ گیا۔ ابھی سیڑھیاں اتر ہی رہا تھا کہ نائل اور شہرینہ کو سامنے دیکھ کر حیران ہی رہ گیا۔
"...تو آنا نہیں، کیونکہ باپ بننے جا رہے ہو تو مغروریت آ گئی ہے۔" نائل نے اس پر شوخی سے لقمہ دیا۔ وہ
...ں گیا۔
"...یوں تم بھی ایسے ہی ہو گئے تھے......؟" وہ بھی ترکی بہ ترکی بولا۔
...ڈرائنگ روم میں ان لوگوں کو لے کر چلا گیا تھا۔ ننھا ارسل شہرینہ کے سینے سے چپکا ہوا تھا۔
"...بھی میں آنے ہی والا تھا۔"
"...ں منہ دیکھ لیا تو بک دیا۔" نائل نے اس کے دھموکہ جڑ دیا۔
"...یار......! رئیلی......!" وہ یقین دلانے لگا۔
"اعزاز بھائی......! سب کیا سو گئے ہیں......؟ آئی مین صدف......؟" شہرینہ نے ارسل کو سنگل صوفے پر
...ٹکر ٹکر پورا ڈرائنگ روم دیکھ رہا تھا۔
"اوپر کمرے میں ہے۔" اس نے بتایا۔
"پھر میں اوپر چلی جاتی ہوں۔" اپنا پنک آنچل سنبھالتی وہ اٹھی۔ ارسل لپک کر اس کی گود میں چڑھ گیا۔
"جلدی واپس آ جانا۔ کبھی جم کر بیٹھ جاؤ۔" نائل نے اسے یاد دلایا۔
"پندرہ بیس منٹ میں آ جاؤں گی۔" آہستہ لہجے میں کہتی وہ چلی گئی۔
"اور سناؤ......! کیسی گزر رہی ہے......؟"
"تمہارے بتائے ہوئے اُصولوں پر چل رہی ہے۔ امی بھی خوش اور بیوی بھی۔" اعزاز نے صوفے کی بیک
...لگائی۔
"اچھا یہ بتاؤ پاسپورٹ ملا......؟"
"یار......! کیسے ملے گا......؟ مجھے تو لگتا ہے۔ کام کرنے والی ماسی وغیرہ نے نہ لے لیا ہو۔"
"او کم آن......! جو چیز احتیاط سے رکھی ہو، وہ غائب کیسے ہو سکتی ہے......؟" نائل تو کسی طور ماننے کو تیار ہی نہ تھا۔
"بھائی جان......! ابو کہہ رہے ہیں کہ ان کے کمرے میں آ جائیں۔" عفرا نے ان لوگوں سے کہا۔ وہ دونوں ہی
...کر اسے دیکھنے لگے۔
دونوں ہی اٹھنے لگے تھے کیونکہ لاؤنج میں ہی انعام احمد اور زینب بھی چلی آئیں تھیں۔ قدرے ان کا بہتر پاؤں
آہستہ آہستہ چل لیتی تھیں۔
"آنٹی......! درد پاؤں میں زیادہ تو نہیں ہوتا......؟" نائل نے پہلو پر پہلو رکھا۔
"بس بیٹا......! اتنا ہے کہ آہستہ آہستہ چل لیتی ہوں۔ لیکن درد کی لہر کبھی کبھی بہت تیز اٹھتی ہے۔" انہوں نے

''اعزاز......!صدف سے کہو کچھ کھانے پینے کے لئے لائے۔'' زینب کو یکدم خیال آیا۔

''امی......!بھابی کچن میں ہیں۔'' عفرا نے بتایا۔ ویسے ہی صدف کی وہ سائیڈ بہت لیتی تھی۔

''تم بھی اٹھ کر کچھ مدد کروا لو جا کر۔''

''امی......!میرے سر میں درد ہو رہا ہے۔'' وہ منمناتی انعام احمد کے بغل میں گھس کر بیٹھی۔

''کام چور......!جہاں کچھ کام کو کہو۔ اس کے سر میں بہت درد ہو جاتا ہے۔''

''امی......!رہنے دیں، بچی ہے۔'' اعزاز کو وہ ہمیشہ چھوٹی سی بچی ہی لگتی تھی۔

''تمہارے بچوں کے سامنے بھی یہ، تم دونوں میاں بیوی کے لئے بچی ہی رہے گی۔'' وہ تپ کر گویا ہوئیں۔

وہ سب ہی مسکرانے لگے۔ نائل نے تو اعزاز کے زانوں پر ہاتھ مارا۔ وہ خود جھینپ گیا۔

''میں خود دیکھتا ہوں۔'' اعزاز نے ہی اٹھنے کا قصد کیا۔

شہرینہ لوازمات سے پر ٹرے اٹھائے چلی آ رہی تھی اور صدف خود کو بڑے دوپٹہ میں اچھی طرح لپیٹ کر آ رہی تھی۔ ارسل شہرینہ کے پہلو میں اس کی قمیص کا دامن پکڑ کر چل رہا تھا۔

''شہرینہ بھابی تو یہاں بھی کام میں لگ گئی ہیں۔'' اعزاز نے سینٹرل ٹیبل سے ایش ٹرے اور اخبار ہٹا کر ٹرے کی جگہ بنائی۔

''میں صرف ٹرے اٹھا کر لائی ہوں۔ کیا سارا صدف نے ہے۔'' وہ ٹرے رکھ کر نائل کے پہلو میں ہی بیٹھ چکی تھی۔ عفرا نے ارسل کو اٹھایا تو وہ رونے لگا۔

''شہرینہ باجی......!یہ تو اب آ ہی نہیں رہا۔'' عفرا نے منہ بسورا۔

''ارے بچہ ہے، سمجھدار ہو گیا ہے، ماں باپ کو ہی زیادہ پہچاننے لگا ہے۔'' زینب نے ارسل کو دیکھا جو شہرینہ کی گود میں چڑھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

''آنٹی......!یہ تو اپنے ڈیڈی کے سامنے مجھے بھی لفٹ نہیں کراتا ہے۔'' شہرینہ نے نائل پر نگاہ ڈالی جو مسکرا رہا تھا۔

''ظاہر ہے جب اس کا ڈیڈی اس کی ماں کو لفٹ نہیں کراتا تو یہ تو پھر بیٹا ہے۔''

''واہ بیٹا......!واہ......!یعنی بچہ کے آگے ماں کی اہمیت ہی نہیں......؟'' انعام احمد کو یہ کچھ اچھا نہیں لگا۔

اعزاز نے اٹھ کر سب میں سرو کرنا شروع کر دیا۔ صدف کاؤچ پر سمٹی ہوئی بیٹھی تھی۔ سب کے سامنے ایسے ہی بیٹھنا اچھا نہیں لگتا تھا۔

اِدھر اُدھر کی کچھ دیر اور باتیں خوشگوار موڈ میں ہوتی رہیں تھیں۔ وہ تو شہرینہ کو ہی خیال آیا، بارہ بج چکے تھے۔ اس نے جلدی کی رٹ لگا دی۔

''بھابی......! کچھ دیر تو......'' اعزاز نے اسے ٹوکا۔

''انکل آنٹی بھی دیکھئے سونے کے لئے چلے گئے ہیں۔ ہماری وجہ سے آپ دونوں کو بلکہ صدف کو بیٹھنے میں مشکل ہو رہی ہے۔'' وہ صدف کے چہرے پر تکلیف کے نمایاں آثار دیکھ رہی تھی جو بار بار پہلو بدل رہی تھی۔

''آپ لوگ کمرے میں چلی جائیے۔''

''جی نہیں......!انہیں آفس کے لئے دیر ہوتی ہے، تو مجھ پر الزام لگایا جاتا ہے۔'' اس نے نائل کو اطمینان سے صوفے پر نیم دراز دیکھا۔

''یار......!تمہیں نہیں پتہ۔ یہ خود روز رات کو لڑائی کرتی ہے۔ پھر خود ہی روتی دھوتی سو جاتی ہے۔''

''شہرینہ......!تم لڑتی کیوں ہو......؟'' صدف نے حیرانگی سے فہمائشی انداز میں پوچھا۔

''جب اتنی راتوں کو دیر سے آئیں گے تو میں لڑائی ہی کروں گی ناں......؟'' منہ بسور کر بولی۔

''یار اعزاز......!یہ مجھ پر اتنا شک کرتی ہے کیا بتاؤں۔ میری شرٹ پر اگر کوئی دھبہ تک لگا ہو، فوراً چیک کرتی ہے کہ لپ اسٹک تو نہیں ہے۔''

''جھوٹ مت بولیے......!'' جھینپنے کے ساتھ وہ شرم سے کٹ ہی گئی۔

''کل رات کالر کیوں پکڑا تھا میرا......؟''

اعزاز اور صدف ہنسے جا رہے تھے دونوں کی تکرار و بحث پر۔ شہرینہ تو مکمل لڑائی کے موڈ میں ہی لگی۔

''بٹن ٹوٹا ہوا تھا۔ وہ دیکھ رہی تھی۔'' شرم کے مارے نگاہ ہی نہ اٹھی۔ نائل کی یوں کھلم کھلا بے باکی وہ بھی ان کے سامنے تھی۔

''اعزاز تو تمہارا جارحانہ تھا، میں تو سمجھا گلا دبانے آئی ہو۔'' اس نے قہقہہ لگایا۔

''حد ہوتی ہے بے شرمی کی، اٹھیے......!'' وہ کانوں کی لوؤں تک سرخ ہو رہی تھی۔

''بھابی......! کچھ دیر اور......''

''بالکل نہیں......!دیکھئے ارسل کو، وہ بھی سونے کے لئے بے چین ہو رہا ہے۔''

''وہ تو نہیں، ہر شریف آدمی اپنی بیوی سے ڈرتا ہے۔'' وہ بھی سر میں ہاتھ پھیرتا ہوا اٹھا۔ شہرینہ تو تپ ہی گئی۔

''آپ تو وہی ہیں، جو بیوی کو ڈرا کر رکھ دے۔''

''دیکھا، کیسی جلنے کی بو آ رہی ہے......؟'' نائل نے سلگایا۔

شہرینہ کا تو منہ یہ بن گیا۔ ان لوگوں سے رخصت ہو کر وہ لوگ چلے گئے تھے۔ پورا راستہ بھی خاموشی میں کٹا تھا۔ نائل پر غصہ آ رہا تھا۔



''بھابی......!صبح سے پتہ نہیں کون ہے......؟ رانگ کال کر رہا ہے۔'' فارحہ اس سے بولی، جو آج ڈرائنگ روم کی ساری صفائی ماسی سے کروانے کے بعد کشن کے کور بدل رہی تھی۔

''آواز سنی تم نے......؟'' طائشہ نے کور بدلنے کے بعد کشن صوفے پر جما کر رکھ دیئے۔ حلیہ بھی طائشہ کا کافی ہو رہا تھا۔

''بس ہیلو کرتا ہے۔ کوئی فوراً لائن کٹ کر دیتا ہے۔'' وہ خود الجھن میں جتلا ہو گئی تھی۔ صبح سے اب تک چالیس کالیں آ گئی تھیں۔

''تم نمبر سی ایل آئی سے اتار کر دو۔ تمہارے بھائی جان سے کال کرواتی ہوں کہ کون ہے جسے یہ مسئلہ درپیش ہے......؟'' اس نے فارحہ کو متفکر سا دیکھا۔

''نمبر تو میں نے اُتار لیا ہے لیکن بھابی......!سوچنے کی بات ہے وہ ہے کون......؟''

''تم فکر مت کرو، میں اچھی طرح ڈانٹ پڑواؤں گی۔'' اس نے فارحہ کے استفسار پر تھپکی دی۔

''ارے طائشہ......!یہ کیا صبح سے بھوت بنی پھر رہی ہو......؟ ابھی وہ سرمد آنے والا ہے، غصہ کرے گا۔'' انہوں نے اس کے میلے کچیلے دھانی کلر کے کپڑوں کو دیکھا جو دھول مٹی میں اٹ گئے تھے، بال بھی خستہ ہی لگ رہے تھے۔

”بس یہ کشنز کے کور بدل رہی تھی۔“ وہ مسکرانے لگی۔

”آرام بھی کرلو جو تمہاری حالت ہے، پتہ ہے کل ہی چیک اَپ کروا کر آئی ہو۔ احتیاط بتائی ہے۔“ وہ خفا ہونے لگیں۔

”بس جا رہی ہوں، آپ خفا تو نہ ہوں۔“

”اور بتایا اسے تم نے......؟“ انہوں نے جاتے جاتے پلٹ کر پوچھا۔

”دیر سے کل رات آئے، پھر سو گئے، صبح بھی دیکھئے جلدی ہی نکل گئے۔“ وہ شرمائے شرمائے لہجے میں بول رہی تھی۔

”حد ہوتی ہے طائشہ......! یہ تو اسے تم بتا دیتیں۔ الٹا ناراض ہی ہوگا۔“

”آپ پریشان نہ ہوں، میں بتا دوں گی۔“ اس نے ڈسٹنگ کا کپڑا ٹیبل سے اٹھایا۔ فارحہ گم صم بیٹھی تھی۔

”یا پھر مجھے ہی بتانا پڑے گا۔“ وہ بولتی ہوئی چلی گئیں۔

”فارحہ......! تمہیں کیا ہوا ہے......؟“ طائشہ نے اس کے سر پر ہاتھ مارا۔

”کچھ نہیں......!“ وہ سوچتی ہوئی چلی گئی تھی۔

طائشہ نے تاسف بھری نگاہ اس پر ڈالی جو اسے گم صم سی ہی نظر آتی تھی۔ اسے وہ ہر طرح سے چاہتی تھی کہ معروف ہو جائے۔ شاید کسی طرح یاسر کی یاد سے دور ہو جائے۔ لاکھ وہ منہ سے منع کرتی تھی کہ اسے یاسر یاد نہیں آتا لیکن فارحہ کی آنکھوں میں حسرت و یاس اور ایک انتظار ہی نظر آتا۔

ٹائم دیکھا تین بجے رہے تھے، آج سرمد بھی لنچ پر نہیں آئے تھے۔ اسے فکر بھی ہوئی۔ پہلے سوچا کہ اپنا حلیہ درست کر لے، جلدی جلدی نہائی اور پھر کمرے سے نکل آئی۔ فون نے پھر اپنی جانب توجہ مبذول کروالی۔ طائشہ کوریڈور میں رکھا فون اٹھایا۔

”ہیلو......!“ اس نے آہستگی سے کہا۔

”مگر دوسری جانب فوراً لائن ڈسکنیکٹ کر دی گئی۔ ٹوں ٹوں کی آواز نے اسے گہری سوچ میں مبتلا کر دیا۔ آ... ہے کون جو بات کرتا نہیں ہے، لیکن فون مسلسل کر رہا ہے؟

”کیا بات ہے......؟ فون کو کیوں گھور رہی ہیں......؟“ عمر نے حیرانگی سے اسے دیکھا۔

”کچھ نہیں......!“ وہ مسکرائی۔

”لگتا ہے، سرمد بھائی نے آج فون نہیں کیا ہے۔“ وہ چھیڑنے لگا۔

”تم مجھے بڑی فرصت میں نظر آنے لگے ہو۔ کالج سے اتنی جلدی کیسے آ گئے......؟“

”آپی......! کالج میں سمسٹر ہو رہے ہیں، اس لئے جلدی فارغ ہو جاتا ہوں تو آ جاتا ہوں۔“ وہ ڈائننگ میں جا کر ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھ گیا۔

”کچھ کھانا ہے......؟“

”جی......! اگر کچھ مل جائے تو زیادہ بہتر ہے۔“ وہ مسکی سی صورت بنانے لگا۔

”بھابی......! میرے لئے بھی کچھ لے آیئے گا۔“ بلال بھی بلیک پینٹ پر لیمن کلر کی شرٹ میں تھکا تھکا آیا تھا۔

”بیٹھو آرام سے، شور مت کرنا۔“ وہ حکمیہ کہتی کچن میں چلی گئی تھی۔

”آپ کی سواری کہاں سے آ رہی ہے......؟“ عمر نے مشکوک انداز میں اس کے کان میں رازداری سے پوچھا۔

رزلٹ آ گیا ہے، اعظم کے ساتھ یونیورسٹی گیا تھا۔“ اس نے بتایا۔

”کیا آیا......؟ فیل......؟“

”جی نہیں......! نابدولت نے انگلش ایم اے میں ٹاپ کیا ہے۔“ اس نے فخریہ کالر اکڑائے۔

”ارے نہیں......! آپ پڑھائی میں تو نہیں، البتہ محبت میں ٹاپ کر سکتے ہیں۔“ اس نے شرارت سے کہا۔

بلال نے اسے کڑے تیوروں سے گھورا۔ وہ لب بھینچ کر رہ گیا۔

”جی نہیں......! میں پڑھائی میں بھی ہمیشہ ٹاپ کرتا ہوں۔ تمہاری طرح نہیں کہ فلمیں دیکھتا رہوں۔“ وہ بھی تپ ...

”آج کل تو امی اور پاپا نے پابندی لگائی ہوئی ہے ورنہ آنکھیں ترس گئی ہیں دیکھنے کو۔“ اس نے بیچارگی طاری ...

”جھوٹے......! کل وہ انگلش موی "Romance" کون دیکھ رہا تھا......؟“

”توبہ کریں بلال بھائی......! مجھے کیا پتہ وہ انگلش موی تھی......؟ میں سمجھا کوئی سونگ کی سی ڈی ہے، اسی تکے لگا دی تھی۔ پاپا سے اتنی ڈانٹ پڑی ہے کیا بتاؤں......؟“ اسے کل کا سین یاد آ گیا جب وہ اپنے کمپیوٹر پر سی ڈی لگا رہا تھا۔ پاپا اسے چیک کرنے آئے تو رنگے ہاتھوں پکڑ لیا۔

”وہ سی ڈی تمہیں ملی کہاں سے......؟“ بلال کو بھی حیرانگی تھی۔

”نائل بھائی کے سامان سے پار کی تھی۔ وہ بنکاک سے کافی سی ڈیز لائے تھے شاید بجو کے لئے، میں نے مالی۔“ اس نے شانِ تفخر سے اپنا کارنامہ بتایا۔

”لو بھئی......! یہ ہی تھا، تم دونوں کھالو۔“ طائشہ ان دونوں کے لئے سلائس میں کباب اور کھیرا رکھ کر سینڈوچ بنا کر لے آئی تھی۔

”چلے گا بھابی......!“ بلال کو بے تابی تھی، جلدی سے کھانے لگا۔

طائشہ نے اپنے لئے بھی بنایا تھا وہ بھی کھانے لگی۔ مگر پھر سرمد کی فکر ہوئی تو سینڈوچ حلق میں پھنسنے لگا تھا۔ وہ دونوں تو کھاتے رہے، وہ اٹھ گئی تھی۔

پورا دن اس کا بے کل ہی گزرا۔ کئی بار خود بھی فون کیا اس کے موبائل پر لیکن وہ بھی شاید آف تھا۔ رات کو بھی وہ گم صم سی بیٹھی تھی۔

”سرمد دوپہر لنچ میں بھی نہیں آیا۔“ انوار احمد بھی متوحش سے تھے۔

”ایک بار تو کرتا ہی ہے فون لیکن آج پتہ نہیں کہاں ہے......؟“ فاخرہ بیگم کو بھی ہول اٹھنے لگے تھے۔

”طائشہ......! تم تو کھا لیتیں......؟“

”دل نہیں کر رہا ہے امی......!“ واقعی اس کا دل نہیں چاہ رہا تھا۔

”انس کو سلا دیا ہے، میں کمرے میں لے جاتی ہوں۔“

”بلال سے کہو وہ اٹھا کر لے جائے گا، تم مت اٹھاؤ......!“ انہوں نے اسے روک دیا۔ وہ ابو کے سامنے شرم سے پانی ہی ہو گئی۔ وہ خود سیدھی کمرے میں چلی گئی۔ بلال انس کو کمرے میں لٹا گیا تھا۔ طائشہ کا دل گھبرا رہا تھا۔ وہ تھکی تھکی صوفے پر بیٹھ گئی۔ گھڑی کی سوئیوں نے بارہ کا ہندسہ بھی کراس کر لیا تھا۔ وہ نیند سے بوجھل آنکھوں سے بار بار پلکیں جھپک کر نیند بھگانا چاہ رہی تھی۔ ایک دم ہی سرمد تیزی سے اندر آئے تھے۔ طائشہ فوراً الرٹ ہو گئی۔

''خیال آ گیا آپ کو گھر آنے کا......؟'' خفگی سے بولی۔

''بس یار......! میں بہت مصروف تھا۔ سارا وقت مائرہ اور ارسلان کے ساتھ گزرا ہے۔ فرنیچر کا مسئلہ تھا، وہ سولو (Solve) کیا۔ پھر سمجھو ٹیلی فون کو سیٹ کیا۔ بس یار......! فون کرنے کی فرصت ہی نہیں ملی۔'' وہ بیڈ پر بیٹھ کر جھک کر جوتے اتارتے ہوئے اسے ساری تفصیل دے رہے تھے اور وہ منہ پھلائے بیٹھی تھی۔

''امی بتا رہی تھیں کہ تم نے کھانا بھی نہیں کھایا......؟''

''یار......! کھا لیتیں تم......! میں نے مائرہ اور ارسلان کے ساتھ ڈنر کر لیا تھا۔'' اس نے پینٹ سے اسکائی بلیو شرٹ کھینچ کر اوپر نکالی، ٹائی نکال کر اس پر اچھالی جو طائشہ کے منہ پر لگی۔

''کتنے آرام سے کہہ دیا کھا لیتیں......؟ یہاں میری جان نکلی جا رہی تھی۔'' اب تو بات بات پر رونا بھی آ رہا تھا۔

''سوری طائشہ......! واقعی میں سچ کہہ رہا ہوں، میں مصروف تھا۔'' انہوں نے اس کے قریب بیٹھ کر اسے اپنے حصار میں لینا چاہا۔ فوراً ہی وہ غصے میں پیچھے ہی ہو گئی، آنسو نکل رہے تھے۔

''طائشہ......! یار......! سوری ناں......!'' وہ کتنے ہراساں سے لگے۔ جب بھی وہ ان سے ناراض ہوتی بے چین ہو جاتے۔ اس کا انہیں اندازہ تھا۔

''بات مت کریں۔'' فوراً ہی صوفے سے اٹھ کر بیڈ پر جا کر لیٹ گئی۔ کروٹ اس نے دوسری جانب کر لی۔

''پہلے میں چینج کر لوں، پھر بات کرتا ہوں تم سے۔''

''لیکن مجھے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی ہے۔'' تیز لہجے میں چیخی۔

''او کے......! تم مت کرو لیکن میں تو کروں گا ناں......!'' وہ مسکراتے ہوئے ڈریسنگ روم میں چلے گئے۔ طائشہ نے سرعت کی تیزی سے اٹھ کر لائٹ ہی آف کر دی تا کہ وہ اس سے بات ہی نہ کریں۔ وہ باہر نکلے تو کمرے میں ملگجا اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔

''طائشہ......! کیا بے وقوفی ہے......؟ کیوں رو رہی ہو......؟'' وہ اس کے قریب ہی دراز ہوئے اور اس کا رخ اپنی جانب کر لیا۔ انہیں غصہ بھی آیا۔

''ہاں......! بے وقوف ہوں، بناتے رہیے۔''

''اب میں تمہیں کیسے یقین دلاؤں......؟ میں واقعی مصروف تھا، کوئی میں تم سے جھوٹ نہیں بول رہا۔'' انہوں نے اس کے ہاتھ چہرے سے ہٹائے۔

مگر اچانک ہی طائشہ کی عجیب سی حالت ہوئی۔ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ منہ پر ہاتھ رکھا ہوا تھا۔ وہ بھی استعجابی انداز سے دیکھنے لگے۔

''اٹھو کھانا کھاؤ......! پھر لیٹنا۔'' انہوں نے اٹھ کر لائٹ کھولی۔ زبردستی اسے پکڑ کر اُتارا۔ وہ مسلسل انہیں جھڑک رہی تھی۔

''تم سنتی ہو میری یا میں پھر غصہ دکھاؤں......؟''

طائشہ کے چھکوں پھکوں رونے میں اضافہ ہو گیا۔ وہ ایک ہاتھ کمر پر تو دوسرا سر پر رکھے مضطرب سے اسے دیکھ رہے تھے۔

''اگر آواز تمہاری بند نہیں ہوئی ناں واقعی طائشہ......! ایک رکھ کر جھانپڑ ماروں گا۔ مسلسل تمہیں بتا رہا ہوں اور میں مصروف تھا، آج تم بی ہیو کیسے کر رہی ہو......؟''

''ایک تو دیر سے آئے اور اب ماریں گے مجھے......؟''

''تم......تم......!'' وہ بھناتے ہوئے باہر ہی آ گئے تھے۔ حالانکہ اس وقت شدت سے طائشہ کے قرب کی طلب ہو رہی تھی۔ وہ لب کاٹتے لان میں جانے لگے تھے۔

''سرمد......! میری بات سنو......!'' امی نے انہیں پکار لیا۔

''تم تو کھانا کھا کر آئے ہو، طائشہ کو تو کہہ دو، وہ کھا لے۔''

''میں نہیں کہہ رہا، نہیں کھاتی تو نہ کھائے۔'' غصے میں بھرے وہ گلاس ڈور کھول کر باہر نکل گئے۔

امی نے استفہامیہ نگاہ ان پر ڈالی کہ اچھا بھلا تو گھر میں گھسا تھا، اچانک کیا ہوا کہ موڈ خراب ہو گیا۔ پھر خود ہی کمرے کی جانب بڑھ گئیں۔ اگر طائشہ اس طرح بھوکی رہے گی تو یہ اس کے لئے ٹھیک نہ ہو گا۔ زبردستی اسے کھانا کھلوایا۔ سرمد نے اندر آ کر خفگی اور غصہ سے بھری نگاہوں سے اسے دیکھا اور صوفے پر جا کر لیٹ گئے۔ کو بس یہ رہ رہ کر افسوس تھا کہ دو دن سے وہ اسے وقت ہی نہیں دے رہے تھے۔

● ● ●

صبح ناشتے کی ٹیبل پر امی نے انہیں جو خوش کن خبر سنائی، انہیں سماعتوں پر یقین نہ آیا۔ پھر انہیں خود ہی طائشہ کی حالت سمجھ آ گئی تھی۔ تیار تو وہ آفس جانے کے لئے ہو گئے لیکن دونوں کے درمیان کوئی بات چیت نہ ہوئی تھی۔

''طائشہ......! اندر کمرے میں آؤ......!'' سرگوشی میں اسے مخاطب کیا جو ان کے آگے سے برتن اٹھانے جھکی تھی۔

''مجھے کچن میں کام ہے۔'' رات والی سرد مہری ہنوز رکھی۔

''لیکن مجھے بھی کام ہے۔'' زبردستی اس کا ہاتھ پکڑا اور اوپر کمرے کی جانب سیڑھیوں پر چڑھنے لگے۔

''ہاتھ تو چھوڑیئے......!'' وہ بولی۔

مگر وہ اسے لئے بڑھتے رہے، سیدھے کمرے میں لا کر دم لیا۔ سینے پر بازو لپیٹے معنی خیز نگاہوں سے اسے دیکھنے لگے۔ تراشیدہ ہونٹوں پر مبہم سی مسکراہٹ بھی تھی۔ طائشہ بری طرح بلش ہونے لگی۔ نگاہیں پلکوں کے بوجھ سے جھکی ہوئی تھیں۔ بلیو کپڑوں میں، شانوں پر دوپٹہ ٹکائے، خفا خفا سی بہت پیاری لگی۔

''تھینک یو طائشہ......!'' جذبات سے مغلوب ہو کر انہوں نے اپنی بانہوں میں اسے سمو لیا، وہ سٹپٹا ہی گئی۔

''تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا......؟ کتنا انتظار تھا۔'' وہ اس کے کان میں سرگوشی کرنے لگے۔

''یعنی کہ ہم دوسری بار پھر والد محترم بننے جا رہے ہیں۔''

''چھوڑیئے مجھے......!'' وہ کسمسا کر نکلی۔

''تم رات کی وجہ سے اب بھی غصہ ہو......؟'' وہ اس وقت اتنے خوش تھے کہ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کریں۔

''دو دن سے آپ اتنے معروف تھے کہ مجھے ٹائم ہی نہیں دیا۔ کیسے بتاتی آپ کو......؟'' وہ شرمائی شرمائی شکوہ کر رہی تھی۔

''سوری کیا تو ہے، بے فکر رہو، تمہاری ساری شکایت دور کر دوں گا۔ آج جلدی آفس سے آ جاؤں گا۔ پھر سمجھو، وقت اور پورا میں، صرف تمہارے لئے ہوں گا۔'' وہ ایسے خوش ہو رہے تھے کہ ہفت اقلیم ہاتھ آ گیا ہو۔ طائشہ نے ان کا چہرہ دیکھا جو خوشی سے تمتما رہا تھا۔

''پھر جا کر بھول جائیں گے۔'' پھر منمنائی۔

''او کے......! نہیں بھولوں گا میری جان......!'' انہوں نے ایک بار پھر اسے اپنی بانہوں میں چھپا لیا۔ طائشہ

نے مضبوطی سے انہیں پکڑلیا۔

”لگتا ہے آج مجھے بھیجنے کا موڈ نہیں ہے۔“ وہ اس کی شدت پر چونکے۔

”جی نہیں......!“ فوراً ہی الگ ہوگئی۔

”سنو......! ڈھیر ساری تم سے باتیں کرنی ہیں۔ فارحہ کے لئے، پھر انس کا ایڈمیشن اور پھر اس کے لئے جو آنے والی ہے۔“

”کون آنے والی ہے......؟“ طائشہ کچھ سمجھی نہیں۔

”بے وقوف......! میری پیاری سی بیٹی۔“ انہوں نے مسکراتے ہوئے اپنی خواہش کا اظہار کردیا۔ وہ شرما سی گئی۔

”آپ کو یقین ہے......؟“

”یار......! بس میری خواہش ہے، بیٹی ہو۔ ویسے تو یہ اوپر والے کی مرضی جو بھی ہو لیکن اہمیت اور محبت میرے لئے تم سے اور اس سے وہی ہوگی۔“ انہوں نے شانوں سے تھام کر اسے جتایا۔

”محبت واہمیت آج دیکھوں گی کتنی جلدی آتے ہیں۔“ پھر طنز کیا۔

”چیلنج مت کرو بیوی......! ابھی رُک گیا ناں تو سمجھو تمہاری خیر نہیں ہوگی۔“ شرارت سے پر لہجہ اور آنکھوں میں معنی خیزی تھی۔

”رات اتنے فریش موڈ میں میں آیا تھا، تم نے اتنا غصہ دکھایا کہ بس۔ دل واقعی چاہ رہا تھا، ایک رکھ کر جھانپڑ لگاؤں۔“

”اتنا تو پہلے مار چکے ہیں، دل نہیں بھرا......؟“ ہونٹوں پر شکوہ در آیا۔ کیونکہ شادی کے اولین دنوں میں سردنے اس پر دو ایک بار ہاتھ بھی اٹھایا تھا۔

”یاد کرو کیوں اٹھایا تھا......؟“ وہ شرمسار سے بولے۔

”ہر بار بس اپنی کرنے کے لئے۔ مجھ سے محبت نہیں تھی۔ مگر استحقاق پورا رکھا ہوا تھا۔“ پشت پھیر کر کھڑی ہوگئی۔

”ظاہر ہے، ابو نے شادی کروائی تھی کچھ تو وصول کرنا تھا ناں......؟“ اسے اپنی جانب گھما کر شرارت سے گویا ہوئے۔

موبائل کی بپ نے دونوں کو چپ کرادیا۔ انہوں نے جیب سے نکال کر کان سے لگایا تھا۔

”یار......! اس وقت میں کمرے میں ہوں۔“ وہ کسی سے بولے۔

”تم بھی حد کرتے ہو، بیوی ہے میری۔“

”اچھا اچھا......! آتا ہوں۔“ ”سنو مائرہ کو اتنا کھلامت چھوڑو تم......!“ دوسری جانب ارسلان ہی تھا۔

”پتہ ہے پنجے جھاڑے کھڑی ہوگی۔ اسے ڈیل کرو۔ جب تک میں اپنی بیگم کو ڈیل کرکے آتا ہوں۔ اوکے......! اللہ حافظ......!“

”مائرہ اور ارسلان کتنا بولتے ہیں۔“ موبائل آف کرکے شرٹ کی پاکٹ میں رکھنے لگے۔

”تم انتظار کرنا۔ چھ بجے گھر میں موجود ہوں گا۔“ اس کی پیشانی پر پیار کرکے وہ چلے گئے تھے۔

طائشہ کے ہونٹ مسکرانے لگے تھے۔ منٹوں میں سرمد اسے منا لیتے تھے۔ وہ چاہتے ہوئے بھی لمبی ناراضگی سے قائم نہیں رکھ سکتی تھی۔

● ● ●

ی......! اسٹور روم میں کون گیا تھا......؟“ وہ کچن کے دروازہ پر ایستادہ بڑے جارحانہ انداز میں بولا۔

شہرینہ اور امی دونوں ہی سہم گئی تھیں۔ جبکہ شہرینہ نے ترچھی نگاہ کرکے بدستور روٹی پکانے کا عمل جاری رکھا۔

نڈے تھا نائل گھر پر ہی ہوتا تھا۔

”بیٹا......! تمہارے علاوہ تو کوئی نہیں جاتا۔“ وہ خود حیران تھیں۔ یوں اچانک ہی اسے اسٹور روم کا خیال کیسے

شہرینہ کا دل دھک دھک کررہا تھا۔ کیونکہ ایک دن وہی تو گئی تھی اور نائل کی چیزوں کی تلاشی بھی لی تھی۔ جس ایک ڈائری تو وہ اٹھا کر لائی تھی۔

”میں مان ہی نہیں سکتا، میرے علاوہ کوئی اور گیا نہ ہو۔“ کرتے کی آستین فولڈ کرتے ہوئے وہ پھر دھاڑا۔

اس کے تو ہاتھ کپکپا ہی رہے تھے۔ نزلہ ضرور نائل کا اس پر گرنے والا تھا۔ روٹی پکانے کے بعد برنر بند کرنے لگی۔

”ارے......! کہہ تو رہی ہوں کوئی نہیں گیا۔“ انہیں بھی اس کی چیخ وپکار بری لگ رہی تھی۔

”آپ کے علاوہ بھی اور کوئی جا سکتا ہے۔“ وہ طنزیہ نگاہ شہرینہ پر ڈالنے لگا جو تیزی سے نگاہ چراتی کچن سے نکلنے لگی۔ نائل نے خاصے مشکوک انداز میں اس کا بازو ہی پکڑ لیا۔

”تم گھسی تھیں......؟“

”ارے واہ......! میں کیوں جاؤں گی......؟“ تڑخ کر اپنا بازو چھڑایا۔

”تمہیں آج کل میرے پرسنلز میں گھسنے کی بہت پڑی ہوئی ہے۔“ آنکھیں نکالے دھاڑ رہا تھا۔ شہرینہ نے

ک لگا۔ کوریڈور میں دونوں کھڑے تھے۔

”یہ کیا طریقہ ہے نائل......!“

”دیکھئے امی......! خواہ مخواہ مجھ پر شک کررہے ہیں۔“ فوراً وہ جہاں آراء بیگم کی ہمدردی پاکر، ان کے بازو سے گئی۔

”زیادہ بکواس کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔“

”نائل بس کرو۔ یہ بیوی ہے تمہاری۔ کوئی ملازمہ نہیں ہے، جو تم اس سے ایسا سلوک کرتے ہو۔“ انہوں نے منہ بناتی شہرینہ کو اپنے شانے سے لگالیا۔

”آپ کو اس کا سلوک نظر نہیں آتا۔ یہ کیا کرتی ہے۔“

”جھوٹ بول رہے ہیں یہ امی......! میں تو ہمیشہ ان سے ٹھیک طرح ہی پیش آتی ہوں۔“ وہ بھی نائل کو چڑانے لگی گر وہ تو بری طرح کھول رہا تھا۔

”وہاں اسٹور روم میں جو بک شیلف تھی، اس میں میری براؤن ڈائری تھی، وہ نہیں مل رہی ہے۔“

”کیوں......؟ کوئی راز چھپا تھا......؟“ وہ پھر طنز کرنے لگی۔

”شٹ اَپ......!“ اس نے ڈانٹ دیا۔

بھناتا ہوا واپس اسٹور روم میں چلا گیا اور شہرینہ نے امی کی جانب دیکھا جو خود سوچ میں پڑی ہوئی تھیں۔

”شہرینہ......! ایک بار تم گئی تھیں ناں......؟“ امی کو یکدم یاد آیا۔

”جج...... جی غلطی سے چلی گئی تھی لیکن اگر میں انہیں بتادوں تو......؟“

”بس بس خاموش رہو۔ خواہ مخواہ پھر غصہ کرے گا۔ جانے نہیں دیتا ہے کسی کو بھی وہ وہاں۔“ انہوں نے سرگوشی

میں بتایا۔

''میں دیکھتی ہوں کیا ڈھونڈ رہے ہیں......؟'' وہ ڈرتے ڈرتے اسٹور روم کی جانب بڑھ گئی۔ جھجکتے ہوئے اندر قدم رکھا۔ وہ کچھ ڈھونڈنے میں مصروف تھا۔

نائل نے ساری کتابیں ٹیبل پر پھیلائی ہوئی تھیں۔ اس کا وائٹ کرتا شلوار دھول مٹی میں بھی اٹا ہوا تھا۔ بالوں میں بھی دھول تھی۔

''مے آئی ہیلپ یو......!'' رُک رُک کر گویا ہوئی۔

''اٹھاؤ اور یہ کتابیں اس شیلف میں لگاؤ۔'' فوراً حکم صادر کر دیا۔ وہ جھٹ جھاڑ جھاڑ کر رکھنے لگی۔ نائل نے اب الماری کھولی مگر اس میں بھی وہ ندارد۔

''ابھی آپ نے دُھلا ہوا کرتا شلوار پہنا تھا، دیکھئے حالت۔'' وہ نائل کے کرتے سے دُھول اپنے ہاتھوں سے صاف کرنے کے لئے آگے ہی بڑھی تھی کہ اس کا تلملا کر بازو پکڑ لیا۔

''شہرینہ......! سچ بتادو، تم نے لی ہے ناں......؟'' آنکھوں میں چنگاریاں تھیں۔

''مم......میں کیوں لوں گی......؟'' وہ گڑبڑائی۔

''میں مان ہی نہیں سکتا کیونکہ تم نے شروع سے بے وقوفیاں کی ہیں اور کرتی رہی ہو۔'' اس نے بازو چھوڑ دیا۔

''اتنی زور سے پکڑتے ہیں کہ میری جان نکلنے لگتی ہے۔'' ناگواری سے بولی۔

''اگر ڈائری مجھے تمہارے پاس سے ملی یا کہیں سے بھی۔ یاد رکھنا ہمیشہ کے لئے تمہارے باپ کے گھر چھوڑ آؤں گا۔'' اس وقت اس کی دماغی کیفیت بہت خراب ہو رہی تھی کیونکہ کل رات ہی تو اسے ادراک ہوا تھا کہ شہرینہ نے کہیں اس کے پرسنلز تو نہیں دیکھ لئے۔ جب ہی وہ ایک دم بدل لی تھی۔

''ہاں بس یہی تو آپ کے پاس اتھارٹی ہے۔ میرے پاپا کے پاس چھوڑ آئیں گے۔ اتنا بڑا میرا نقصان ہوا ہے۔ وہ میں کس سے کہوں......؟'' وہ روہانسی ہوگئی۔

''جاؤ جہنم میں۔ جس دن سے میری زندگی میں آئی ہو۔ سوائے مجھے ٹینشن کے تم نے کچھ نہیں دیا ہے۔'' تیزی سے وہ نکل گیا۔

شہرینہ کا چہرہ دُھواں دُھواں ہو رہا تھا۔ لب بری طرح کچلنے لگی۔ نائل اس سے ایسا بددل ہوگا یہ تو اس نے سوچا بھی نہ تھا۔ اپنے پیروں پر اس نے خود کلہاڑی ماری تھی۔ کیا تھا ان سب باتوں کا نائل سے ہی ذکر کر دیتی۔ پھوٹ پھوٹ کر روتی۔ وہ بھی کمرے سے نکل گئی۔ نائل سر پکڑ کر لاؤنج میں بیٹھا تھا۔

''شہرینہ......! کیا بات ہے......؟'' امی نے اسے کمرے میں روتی ہوئی جاتے دیکھا تو پکار بیٹھی تھیں۔

''یہ اچھا ڈرامہ ہے، جہاں میں نے کچھ کہا ٹسوے بہانے شروع کر دو۔ میں تم سے بازپرس بھی نہ کروں......؟'' درشت لہجے میں بولا۔

''نائل......! خاموش رہو......!'' امی نے اسے سرزنش کی اور پھر شہرینہ کو شانوں سے تھام کر نائل کے برابر ہی کاؤچ پر بٹھایا۔ اس نے نخوت سے منہ ہی پھیر لیا۔ وہ اور روئی۔

''شہرینہ......! جسٹ شٹ اپ......! میں واقعی تمہارے ایک لگاؤں گا۔'' اس نے مٹھیاں بھینچی تھیں۔

''اٹھو شہرینہ......! میرے ساتھ کمرے میں چلو۔''

''یہ اب یہاں نہیں رہے گی۔ اگر میری ڈائری مجھے لا دی تو اس صورت میں رہ سکتی ہے۔'' سنگدل بن گیا۔

اس نے اب کڑے انداز میں ہی ہینڈل کرنا ہے۔ اسے پورا یقین تھا ڈائری اسے مل گئی ہے۔

دماغ تو نہیں چل گیا ہے......؟''

امی......! اب تو میرا دماغ بالکل صحیح جگہ پر گیا ہے۔'' گہرا طنز کیا۔

دستی شہرینہ کو اٹھایا، اتنے میں کارپٹ پر بیٹھا ارسل رونے لگا۔ لپک کر اسے اٹھانے بڑھی۔

خبردار جو تم نے اسے ہاتھ لگایا، چھوڑو اسے۔'' نائل نے اسے چھین لیا۔

نائل......! کیا ہو گیا ہے تمہیں......؟ میرے بچے......! کیوں کر رہا ہے ایسے......؟'' جہاں آراء بیگم کو حود جھ ہی تھی، ان دونوں کی یہ سرد سی جنگ۔

یہ سب اپنی بہو سے پوچھئے کیوں کر رہا ہوں ایسے......؟'' سرد مہری سے کہتا وہ ارسل کو اٹھا کر گھر سے ہی باہر چلا

مجھے شہرنہ بیٹا......! سچ بتاؤ کیا ہو رہا ہے یہ تم دونوں کے درمیان......؟ میں سوچ سوچ کر تھک گئی ہوں۔ مت کرو تم دونوں مجھے۔'' وہ خود بھی رونے سی لگیں۔ شہرینہ نے جھٹ اپنے آنسو پونچھے۔ وہ انہیں تکلیف تو نہیں ہے اور پھر ایسی مشفق ہستی جس نے ہمیشہ اس کا ہی خیال کیا۔ وہ انہیں کیسے دُکھ دے دے۔

امی......! میں خود پریشان ہوں، میں ہی غلط ہوں۔'' ان کی گود میں سر رکھ دیا۔

شاباش......! مجھے بتاؤ کون سی ڈائری کا پوچھ رہا ہے......؟ اگر تم نے لی ہے تو دے دو۔'' انہوں نے سر پر اس رکھ کر سمجھایا۔

کاش امی......! وہ ڈائری میں اٹھا کر ہی نہ لاتی، نہ پڑھتی اور نہ ہی میں ان سے دور جاتی۔'' اس نے سر اٹھایا۔

کیا تھا اس میں ایسا......؟'' وہ پوچھنے لگیں۔

رینہ نے انہیں سب کچھ بتا دیا۔ کچھ بھی نہ چھپایا۔ کیسے وہ نائل سے بددل ہوئی؟ پھر ایسے میں مونا کا آنا۔ رو رو تغیر ہو گیا تھا۔

نہیں پہلے نائل سے اس کے بارے میں پوچھنا چاہئے تھا۔'' سن کر وہ بھی ہق دق رہ گئی تھیں۔

اب بتایئے میں کیا کروں......؟ وہ اپنی غلطی مان ہی نہیں رہے۔''

ایک بات کہوں بیٹا......! تم یہ مت سمجھنا کہ نائل میرا بیٹا ہے تو میں اس کی سائیڈ لے رہی ہوں۔'' وہ اس کا چہرہ تھام کر اس کے آنسو خشک کرنے لگیں۔

جب تک ہم کسی کو اس کی غلطی نہیں بتائیں گے تو اسے کیسے پتہ چلے گا کہ اس نے غلطی کی ہے......؟ کیا پتہ جو سمجھ رہی ہوں وہ نہ سمجھتا ہو......؟ یا پھر اس کے نزدیک وہ کچھ ہو ہی نہیں۔ ضروری ہے جو آنکھوں نے دیکھا وہ ہو سکتا ہے اس کے پیچھے کچھ اور بات ہو......؟''

لیکن امی......! میں نے خود اس لڑکی کو ان کے گلے سے لگے دیکھا ہے۔'' آواز پھر بھرا گئی۔

ڈائری تم نے اس کی پوری پڑھی تھی......؟''

نہیں......! صرف چند صفحات۔'' شرمندہ شرمندہ سی بول رہی تھی۔

میری مانو تو اسے بتا دو۔''

وہ خود کیوں نہیں قبول کر رہے ہیں......؟'' اسے بھی ضد تھی۔ ویسے بھی ضدی بچپن سے ہی تھی۔

میں نے تمہیں پہلے بھی کہا کہ میاں بیوی کا رشتہ نازک بھی ہوتا ہے اور مضبوط بھی بہت ہوتا ہے۔ مگر یہ بیوی

کے سمجھنے کی بات ہوتی ہے کہ وہ اس رشتے کو مضبوط کیسے بنا سکتی ہے۔" وہ اپنی کہی ہوئی بات یاد دلانے لگیں۔

"میں تو ان پر بہت اعتماد کرتی ہوں۔"

"تمہیں اس پر اعتماد ہے ناں، پھر تم خود اسے ساری بات بتاؤ۔ اتنا میں تمہیں بتا دوں نائل کبھی لڑکیوں وغیرہ کے چکر میں نہیں رہا ہے۔ آج تک کسی لڑکی کا میں نے تو کوئی فون نہیں اٹھایا۔" وہ یقین دلانے لگیں۔

"آج کل تو وہ مونا سے بات کرتے رہتے ہیں۔" بری طرح دانت پیسے۔

"تم اپنا رویہ اس سے بدلتیں اور نہ وہ دوسری طرف بڑھتا۔ اب بھی کچھ نہیں بگڑا ہے۔ اسے منالو۔" انہوں نے اس کے ہاتھوں کو تھام کر ہمت دلائی۔

"دیکھو بیوی ہو تم......! اس کی دوست بنو۔ پھر دیکھنا کیسے وہ تم سے شیئر نہیں کرتا......؟" وہ اسے سمجھانے لگیں۔

"اگر انہوں نے میری بات نہ سنی......؟" یہ بھی تو ڈر تھا۔

"سنے گا اور ضرور سنے گا۔"

"ڈانٹ تو دیتے ہیں۔" منمنائی۔

"سن لینا۔ لیکن منانا تو ہے ناں......؟ اب جبکہ تم کہہ رہی ہو کہ وہ سب بھلا چکی ہو جو نائل کا ماضی تھا۔"

"شاید میں ان سے شدید محبت کرتی ہوں اس لئے۔" شرمائی شرمائی گویا ہوئی۔

"کرنی بھی چاہئے۔ وہ تمہارا شوہر ہے اور تم بیوی۔" وہ مسکرائیں کیونکہ شہرینہ نے ان کی بات مان لی تھی۔

"کتنی اچھی ہیں آپ۔ لیکن وہ ایسے کیوں ہیں......؟" پھر شکوہ در آیا۔

"وہ ایسا سمجھو باپ کی وفات کے بعد ہوا ہے۔ بات بات پر روٹھنا شروع کر دیا۔ پھر بھی شکر ہے۔ شادی کے بعد تھوڑی عادت سدھر گئی ہے۔"

"اچھا......! یہ تو بتاؤ سگریٹ پیتا ہے یا نہیں......؟ کیونکہ میرے سامنے بھی اب تک پیتا ہوا نظر نہیں آیا۔" انہیں اس کی یہ خفیہ عادت پتہ تھی۔

"اس وقت پیتے ہیں جب میں بھی سو جاتی ہوں۔" اس نے ہنس کر بتایا کیونکہ جب بھی رات میں آنکھ کھلی صوفے پر دراز اسموکنگ کرتا نظر آتا تھا۔

"آج ان کا سنڈے بھی خراب ہوا۔" وہ چہرہ صاف کرتی اٹھی۔

"ایسا کرو، تم کھانا وغیرہ اس کے آتے ہی نکال لینا لیکن مسکراتے ہوئے۔" ساتھ ہی ہدایت بھی دی۔

"دعا کریئے ان کا غصہ کم ہو گیا ہو۔" سوچ سوچ کر اسے ڈر بھی لگے جا رہا تھا۔ وہ سیدھی کچن میں چلی گئی۔

جہاں آراء نے شکر کا سانس لیا کہ شہرینہ کو سمجھانے میں وہ کامیاب ہو گئی تھیں۔

• • •

"آخر کون ہے......؟ بولتا کیوں نہیں ہے......؟" طائشہ نے ریسیور پٹخا۔

سرمد نے چونک کر اسے دیکھا جو جھنجلائی ہوئی تھی۔ وہ ہال کمرے میں اخبار کے مطالعے میں مصروف تھا۔

"کون ہے......؟ کس کا تھا......؟"

"فوراً آپ پتا کروایئے یہ نمبر کس کا ہے......؟ مسلسل ایک ہفتے سے تنگ کر رہا ہے۔" طائشہ نے ریسیور ہاتھ میں پکڑا دیا۔

......؟" پیپر پر لکھا نمبر دیکھنے کے بعد

سمجھنے لگے۔

"اوہوں......! کیا ہے......؟ مجھے نہیں ضرورت کسی اور کی جو لائن مارے۔ ایک ہی کافی ہے۔" اس نے بھی کہا۔ سرمد نے زوردار قہقہہ لگایا۔ وہ خفگی سے گھورنے لگی۔

"کیا پتہ کسی کو تم پسند آ گئی ہو......؟"

"کسی کا دماغ خراب نہیں، ایک بچے کی اماں کو پسند کرے۔" اس نے قریب ہی دھرا دیا۔ اخبار سارے ترتیب دینے لگی۔

"کچھ عرصے بعد دو بچوں کی ماں ہو جاؤں گی لیکن یار......! تمہیں دیکھ کر لگتا نہیں ہے کہ تم شادی شدہ ہو۔" ان کی نگاہیں طائشہ کے گلابی ہوتے چہرے پر تھیں، جو کتنی دلکش لگنے لگی تھی۔

"شادی شدہ ہونے کے لئے کیا ضروری ہے کہ وہ لگے......؟" اس نے سوالیہ نگاہ اٹھائی۔

"مثلاً یہی کہ ہر وقت شوہر کے آس پاس رہے۔" وہ کن انکھیوں سے دیکھتے، اس کے قریب ہونے لگے۔ وہ گھبرا گئی۔

"ہر بار کہنا پڑتا ہے۔ خیال کر لیا کریں جگہ کا۔ ہر وقت آپ پر شوخی سوار رہتی ہے۔"

"تم اگر قریب ہوتی ہو تو زیادہ سوار ہوتی ہے۔" فلور کشن سے ٹیک لگا، سگریٹ پیکٹ سے نکال کر سلگائی۔

"پھر اسموکنگ......؟" اس نے ٹوکا۔

"میں سگریٹ اور تمہارے بغیر رہ نہیں سکتا۔" سگریٹ کا کش لگا کر دھواں ہوا میں نکالا۔

"پھر ٹھیک ہے۔ ایک کو آپ رکھ سکتے ہیں۔"

"میں دونوں کو ہی رکھوں گا۔ تم کیا کر لو گی......؟" انہوں نے دھونس بھرے لہجے میں جتایا۔

"ارے یاد آیا۔ فارحہ کے لئے جاب کا مسئلہ ختم ہوا۔" اچانک ہی سرمد کو یاد آیا۔

"وہ کیسے......؟" وہ پوری طرح ان کی جانب متوجہ ہو گئی۔

"نائرہ کا اسکول سیٹ ہو گیا ہے۔ ایڈمیشن بھی اوپن تو پہلے ہی کر دیئے تھے۔ میرے خیال میں فارحہ وہاں زیادہ بہتر رہے گی۔ پھر انس کا بھی وہیں ایڈمیشن کروا دیتے ہیں۔ گھر کے قریب بھی رہے گا۔"

"لیکن اس کے لئے ابو کی اجازت پھر بھی ضروری ہے۔ فارحہ کا جاب کرنا کبھی پھر انہیں برا لگے۔" طائشہ نے سمجھا بھی دی۔

"چلو ابو سے میں بات کر لوں گا۔" پرسوچ انداز میں گویا ہوئے۔ بجھی ہوئی سگریٹ کو ایش ٹرے میں مسل ڈالا۔

"سنیے......! امی کہیں پھر انس کے ایڈمشن پر نہ کہیں، اتنا سا بچہ اور پڑھائی کا بوجھ ڈال دو۔" اس نے سرمد کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔

"اب نہیں منع کریں گی۔ بعد میں پھر تمہارے لئے مسئلہ پیدا ہو گا۔ دو دو کو کیسے سنبھالوں گی......؟ اس لئے اس کا ایڈمشن ضروری ہے۔" انہوں نے فیصلہ کر لیا تھا۔

♦ ♦ ♦

''کل ہی کی بات لگتی ہے جب انس چھوٹا سا تھا۔'' طائشہ کو پچھلے دن یاد آئے۔
''افسوس ہی رہتا ہے مجھے۔ کیسی حالت میں تمہیں وہاں چھوڑ آیا تھا۔'' اکثر شرمندہ ہی ہوتے۔
''طائشہ......! انس کی پیدائش پر میری یاد آئی تھی......؟'' انہوں نے پوچھا۔
''ہر وقت آپ کا ہی تو خیال رہتا تھا۔ مجھے یہی اطمینان تھا کہ ایک دن آپ کو بیٹے کی محبت مجھ تک کھینچ کر لائے گی۔'' ہلکی سی مبہم مسکراہٹ اس کے خوبصورت ہونٹوں پر رقصاں تھی۔ سرمد کئی لمحے اس کے سحر میں کھو گئے۔
''پچھلی بار کی ساری کسر بلکہ تشنگی مٹا دوں گا کہ میں نے تمہیں اس دوران اپنی محبت سے محروم رکھا تھا۔ بس بھو تم خوش رہو تا کہ میری بیٹی بھی۔''
''آپ پر ضرورت سے زیادہ بیٹی کا شوق سوار ہو گیا ہے۔'' وہ بلش ہی ہو گئی۔
''اگر بیٹا ہو گیا تو آپ تو شاید مجھے دیکھیں گے بھی نہیں......؟'' فوراً ہی خفا ہو گئی۔
''مجھے پکا یقین ہے اور آمنہ چچی بھی یہی کہہ رہی تھیں۔ دیکھنا طائشہ کے اس بار بیٹی ہو گی۔''
''آمنہ چچی سے بھی آپ نے پوچھ لیا......؟'' وہ حیران ہی رہ گئی۔
''بے وقوف عورت......! میں نے نہیں پوچھا بلکہ وہ امی سے ذکر کر رہی تھیں۔ وہاں سے میں گزرا تو سن لیا۔''
انہوں نے اس کے سر پر چپت لگائی۔
اسی اثناء میں فون کی بیل نے ان دونوں کو چونکا دیا۔ طائشہ نے اشارے سے انہیں کہا کہ آپ اٹھایئے۔
''ہو گا وہی جو صرف ہیلو کرتا ہے۔'' ایک دم ہی غصہ بھی آیا۔
سرمد نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگا لیا تھا اور آواز سننے کی کوشش کرنے لگے۔ مگر دوسری جانب بھی جو کوئی بھی تھا بڑا ہوشیار تھا۔ مکمل خاموشی تھی۔ نمبر بالکل وہی تھا۔ طائشہ مسلسل ہاتھ کے اشارے سے ان کے شانے پر ہاتھ رکھے پوچھے گئی اور وہ شہادت کی انگلی ہونٹوں پر رکھ کر چپ کرانے لگے۔
''یار......! بہت پکا ہے جو بولا نہیں۔ فوراً لائن ہی ڈسکنیکٹ کر دی۔'' وہ ریسیور کو کریڈل پر رکھ کر بولے۔ ٹیلی فون سیٹ نیچے ہی ان کے قریب رکھا تھا۔
''پہلی فرصت میں نمبر چینج کروایئے یا پھر اس کا پتہ لگوایئے۔'' وہ جیسے تنگ ہی آ گئی تھی۔
''ویسے اب تو رانگ کالز کا ٹیمپو ہی پرانا ہو گیا ہے۔ پتہ ہے سی ایل آئی ہر گھر میں ہوتی ہے۔ پھر بھی یہ بے وقوفی ہی ہوئی۔'' انہیں بھی حیرانگی تھی۔
''ٹھیک ہے......! میں کچھ کرتا ہوں۔ آخر یہ شخص ہے کون......؟ جو میری خوبصورت سی بیوی کے پیچھے پڑ کر میرا رقیب بن گیا ہے۔''
''کیا ہے......؟'' اس نے ان کے شانے پر مکا مارا۔
''میں ہی نہیں اٹھاتی۔ اور سب بھی اٹھاتے ہیں اور آپ یہ دیکھئے صرف یہ اس ٹیلی فون پر ہی کالز آ رہی ہیں۔ ہمارے کمرے کے نمبر پر نہیں آ رہی ہیں۔''

ں کا مطلب ہے اسے ڈر ہے کہ تمہارا شوہر نہ اٹھا لے۔'' وہ مذاق ہی کئے جا رہے تھے۔
اں کر لیں اپنی بیوی پر شک۔'' وہ برا مان گئی۔
ماغ خراب ہے جو اپنے بچوں کی ماں پر شک کروں گا......؟'' وہ بھکنے ہی لگے۔
یں تو یہاں سے جاؤں۔ اطمینان سے پڑھیے گا اخبار۔ اور ہاں خبردار جو مجھے اب بہانے سے بلایا۔'' وہ وارن ہو گئی۔
وہ تو بلاؤں گا۔''
یں بھی نہیں آؤں گی۔'' ٹھینگا دکھاتی ہال کمرے سے ہی نکل گئی۔ سرمد کی شوخیاں اور وارفتگیاں جب بڑھتی ں۔ وہ اسی طرح اپنا بچاؤ کرتی تھی۔

● ● ●

یہ سب میں نے پکایا تھا۔'' امبر نے شانِ تفخر سے کہتے ہوئے اپنے فرضی کالر اکڑائے۔
اونہہ......! یہ منہ اور مسور کی دال۔'' فراز نے کسٹرڈ کھانے کے بعد پیالی اس کے ہاتھ میں تھمائی تو وہ سلگ ہی
اونہہ......! آپ کو تو مینرز ہی نہیں ہیں۔'' امبر کے تو پتنگے ہی لگ گئے۔
نہیں کتنے ہیں......؟ درجنوں کے حساب سے سر میں جوؤں کی فوج کو سر میں پناہ دے رکھی ہے۔'' اس نے چڑ ہی بنا لی۔
جی نہیں......! اب ایک بھی نہیں ہے۔'' اس نے فخریہ اپنے شولڈر کٹ بال ہلائے۔ فراز نے ناگواری سے یے کیا۔
لڑکی......! کم ہلاؤ۔ اگر میرے چڑھ گئی کوئی تو......؟''
آنٹی......! فراز بھائی کو دیکھئے۔'' اس نے ڈرائنگ ہال کی جانب ہانک لگائی۔
انہوں نے مجھے دیکھا ہوا ہے۔'' وہ اسے سلگانے لگا۔
بر بڑبڑاتی کچن میں چلی گئی۔ آج اس نے مہندی کلر کا پلین جارجٹ کا قمیص شلوار جس پر پرنٹڈ ریڈ پھولوں کا ڑھا ہوا تھا۔ خاص دلکش لگ رہی تھی۔ فراز کئی لمحوں تک محویت سے دیکھتا رہ گیا۔
مما نے شیر خورمہ بھی بنایا تھا۔ وہ آپ کو نہیں کھلاؤں گی۔''
بغیر عید کے تم نے بنا بھی لیا۔'' وہ دھڑلے سے فریج کھول کر تلاشی لینے لگا تا کہ اسے بھی چکھ سکے۔
بے فکر رہئے، اس میں رکھا ہی نہیں ہے۔'' اس نے بتایا۔
لڑکی......! تم جس گھر بھی جاؤ گی کھانے سسرال والوں کو بہترین کھلاؤ گی۔'' وہ ستائشی انداز میں بولا۔
اب میں نے سوچا ہے کہ کوکنگ کی کلاسز لوں گی۔ اپنے پاکستانی کھانے سیکھوں گی۔ کیونکہ وہاں جدہ میں تو پاپا انا پالاتے تھے۔'' اس نے بتایا۔
ٹھیک ہے......! تم کلاسز لو گی تو جو بناؤ مجھے چکھانا مت بھولنا۔ کیونکہ تمہارے پکائے ہوئے کو میں کھا کر چیک ا کہ کسی کے معدے کو تو نقصان نہیں پہنچے گا۔'' اس نے استہزائیہ کہا۔ امبر تو تنک ہی گئی۔
جی نہیں......! میں ایسا بالکل نہیں پکاتی ہوں۔''
کیا بات ہے......؟ تم سے کہا تھا کہ چائے بنا لو۔'' بیگم رحمان غصے میں چلی آئیں۔ فراز نے گڑبڑا کر انہیں جگہ

دی۔

"آنٹی......! یہ امبر نہایت نکمی ہے۔"

"امی......! یہ خود باتوں میں لگاتے ہیں۔" امبر کو تو اس کے صاف جھوٹ اور شکایت پر غصہ ہی آ گیا۔

"مجھے پتہ تھا۔ اسی لئے اٹھ کر آئی ہوں کہ دیکھوں تو لڑائی نہیں ہو رہی ہے۔" وہ اس پر برہم ہوتی ہوئی چائے کا پانی رکھ چکی تھیں۔

"یہ فراز بھائی کرتے ہیں۔"

"ہاں......! میں ہی کرتا ہوں۔" فراز نے فوراً برا مانا۔

"اچھا بس کرو۔ سحر کو میں بھیجتی ہوں۔ چائے وہ بنا لے گی ورنہ پھر تم دیر لگاؤ گی۔"

"آنٹی......! ایسا کریں، صداقت کو بھی بھیج دیں۔ وہ برتن دھولے گا۔ کیونکہ یہ تو ہے ہی نکمی۔" وہ امبر کو تپانے لگا۔

"بیٹا......! مجھے لگتا بھی یہی ہے۔ کیونکہ اس لڑکی کو ٹی وی دیکھنے کا اتنا شوق ہو گیا ہے کہ کیا بتاؤں......؟" وہ امبر کے ٹی وی کی عادت سے سخت نالاں تھیں۔

امبر منہ بناتی کپ نکالنے لگی۔ فراز نے جب اس موڈ تپا ہوا دیکھا تو اس نے کھسکنے میں عافیت جانی۔ ورنہ کیا شک نہیں اٹھا کر ہی مار دے۔

سحر نے آ کر اس کی مدد کی اور پھر وہ چائے سے بھرے کپوں کی ٹرے اندر ڈائننگ روم میں لے گئی۔ جہاں انعام احمد کی پوری فیملی آئی ہوئی تھی۔

"شکر ہے چائے آئی تو۔" فراز نے اسے لقمہ دیا۔

"لیکن آپ کے لئے نہیں ہے۔" وہ بھی تنک کر گویا ہوئی۔

"میں خود اٹھا لوں گا۔" فراز نے کپ اٹھا لیا۔

"فراز......! مت تنگ کیا کرو بچی کو۔" انعام احمد کو امبر کی بھولی صورت پر زیادہ ہی پیار آتا تھا۔

"آخ تھو......!" وہ برا سا منہ بناتا باہر نکلا۔

سب کی ہی فہمائشی نگاہ اس پر اٹھی تھی۔ فراز تیزی سے باہر جو بھاگا تھا۔

"آنٹی......! پتہ نہیں اس نے کیا ملایا ہے......؟"

"امی......! یہ جھوٹ بول رہے ہیں۔ میں نے کچھ نہیں ملایا۔" وہ تو گھبرا گئی۔

"ضرور کچھ ملایا ہی ہوگا۔" وہ ماننے سے انکاری تھیں۔

"ارے بھائی......! ان کے جھگڑے ایسے ہی چلیں گے۔ یہ فراز بھی کم نہیں ہے۔" زینب خود اس کی شر طبیعت سے واقف تھیں۔

"امی......! سچ کہہ رہا ہوں واقعی اس میں ملا ہوا ہے۔"

"چلئے اس میں ملا ہوا ہے تو باقی میں بھی ملا ہوتا۔" اعزاز کو بھی حیرانگی تھی۔ کیونکہ وہ چائے کے سپ لے چکا

"آپ لوگوں کی چائے میں نہیں ملا ہوگا۔" اس نے ہاتھ نچا کر کہا۔

پھر آنٹی نے چائے چکھی۔ واقعی اس میں کوئی کڑوی چیز ملی ہوئی تھی۔ انہوں نے سب کے سامنے امبر کی خبر لی اور وہ موٹے موٹے آنسو لئے وہاں سے چلی گئی۔ فراز نے اکڑ کر کالر کھڑے کئے مگر امبر نے سوچ لیا

بچھائے گی۔

• • •

"اب تک موڈ ٹھیک ہوگا آپ کا......؟" وہ سر پر کھڑی اس سے پوچھ رہی تھی جو بے نیازی سے کروٹ لئے لیٹا آج چوتھا روز تھا، جو نائل کا غصہ کسی طور کم نہیں ہو رہا تھا۔

"کتنی بار سوری کروں آپ سے......؟"

"تم چاہے ساری زندگی بھی کرتی رہو، میں تمہیں بالکل معاف نہیں کروں گا۔" سرد مہری سے جواب دیا۔

"سوچ لیں بیوی ہوں آپ کی۔ کتنا مجھ سے خود کو بچائیں گے۔" وہ معنی خیزی سے بولتی، اس کے شانے پر ی ٹکا کر بولی۔

"خود پر کنٹرول ہے مجھے۔" اس نے کروٹ جیسے ہی لی، شہرینہ گرتے گرتے بچی۔ جب سے امی نے اسے سمجھایا وہ خود نائل سے دسیوں بار معافی مانگ چکی تھی۔ مگر براؤن ڈائری کے متعلق پھر بھی نہ بتایا کہ وہ پڑھ چکی ہے یا نے کہیں چھپا دی ہے۔ جب نائل کا Past بھلا چکی تو وہ یاد کرنے سے فائدہ۔

"لگتا تو نہیں......!" ہاتھ سے اس کے بالوں کو سنوارنا چاہا جسے اس نے جھڑک دیا۔

"تمہاری بھمن بازی، اس کسی سے مجھے کوئی فائدہ نہیں۔" آنکھوں میں کرختگی لہجے میں آگ تھی۔ وہ تحیر میں جتلا یوں برہم سا دیکھے گئی۔

"مجھے کیا ضرورت پڑی ہے بٹرنگ کی......؟" اس کے پہلو میں ہی تو بیٹھی تھی۔

"تم یہاں سے دفع ہونے کا کیا لوگی......؟"

"بتا دوں......؟ دیں گے......؟" شرمائی شرمائی مسکرائی۔ نائل نے فوراً نگاہ چرائی۔ اس وقت شوکنگ پنک ڑوں میں اس کا سراپا، جو لائٹ میک اپ اور دو آتشہ ہی بنا تا تھا اور نائل کا اس لمحے خود پر اور جذبات پر قابو پانا کڑا لگا۔

"جسٹ شٹ اپ......!" دھاڑا فوراً ہی شہرینہ کی شوخی بھی بھک سے اڑ گئی۔ جلتا ہوا انگارہ ہی لگ رہا تھا۔ ماتھے گواری کے بے انتہا جال تھے۔

"او کے......! او کے آہستہ......! آپ کا بیٹا اٹھ جائے گا۔" اس نے سہم کر ارسل کی سمت اشارہ کیا، جو نائل کے طرف ہی لیٹا سو رہا تھا۔

"اگر تم نے اپنی بکواس بند نہیں کی ناں، یاد رکھنا شہرینہ......! تمہیں اٹھا کر باہر پھینک دوں گا۔"

"چلئے کسی بہانے تو مجھے اپنی باہوں میں اٹھائیں گے۔"

نائل اس کی بدلتی کیفیت، سب سے بڑھ کر اس کا ایسا شوخی سے بھرپور انداز، اسے تو سماعتوں اور بصارت پر ن نہیں آ رہا تھا۔ کل تک اس سے لڑتی جھگڑتی تھی اور اب یوں اچانک ہی اس نے کیسا روپ دھارا تھا؟

"تم ضرورت سے زیادہ اوور ہو رہی ہے۔"

"اچھا......! مجھے نہیں علم۔" ادا دلربائی سے شانے اچکائے۔ نائل نے ایک گہری نگاہ اس پر ڈالی۔ جس کے لب لک سے مزین لب مسکرا رہے تھے۔ آنکھوں میں بھی شرارت تھی۔

"شہرینہ......! آئی سے شٹ اپ......!" بس نہ چلا تو دھاڑا۔

"آہستہ مسٹر......! بہت غصہ آتا ہے۔" فوراً ہی اپنا بایاں نازک ہاتھ اس کے لبوں پر رکھ دیا۔ نائل کے تو آگ

ہی لگ گئی۔ ہاتھ پکڑا اور کمرے سے باہر کر کے لاک لگا لیا۔ وہ دھڑ دھڑاتی ہی رہ گئی مگر وہ کان لپیٹے پڑا رہا۔

"اونہہ......! دیکھنا کیسے میں ناں اُگلواتا ہوں۔ تمہارے پاس ڈائری ہے اور اب یوں اچانک تم ایسی بدلی ہو۔ میں کیسے برداشت کرلوں......؟ پہلے حساب کتاب کروں گا۔ پھر بخشوں گا تمہیں۔ ذرا تم بھی تڑپنے کا مزہ لو۔" وہ خود سے ہم کلام تھا۔ مگر کروٹیں بدل بدل کر بھی نیند نہیں آ رہی تھی۔ وجود ہی اس کا اتنا عادی ہو گیا تھا کہ ایک لمحے کو بھی پہلو سے الگ ہوتی تو بے کل ہی ہو جاتا اور جیسے جنگ اس کے دل و دماغ میں ہو رہی تھی۔ اس پر مشکل سے قابو پا رہا تھا۔

"پلیز......! دروازہ کھولیے۔" شہرینہ کی روہانسی آواز آئی۔

"شہرینہ......! تمہیں میں اتنا زِچ کروں گا کہ تم عاجز آ جاؤ گی۔ حالانکہ یہ سب میں دل پر جبر کر کے کروں گا۔ تم سے میں اتنی شدید محبت کرتا ہوں کہ تمہاری آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھ سکتا ہوں۔" وہ آنکھوں پر بازو رکھے لیٹا مسلسل اپنے جکڑے ہوئے اعصابوں کے ساتھ تھا۔

مگر یہ کیا نائل کی مسلسل اور اضطرابی کروٹوں سے ارسل کسمساتا اٹھنے لگا۔ اس نے بہت تھپکنے کی کوشش کی۔ مگر وہ مندی مندی آنکھوں سے دیکھنے کی کوشش کرنے لگا کہ قریب اس کے شہرینہ ہے یا نہیں۔ اس نے جب تسلی کر لی تو وہ چیخ کر اٹھ ہی بیٹھا۔

"تمہیں بھی ابھی اُٹھنا تھا......؟" وہ اس کے رونے پر سوچنے لگا۔

"اچھا یار......! بس بس......! تم کبھی اپنی مما سے مجھے ناراض مت ہونے دینا۔ وہ بے وقوف لڑکی مجھے پتہ نہیں کیا سمجھتی رہی ہے......؟ تھوڑا سبق تو سکھانا بنتا ہے ناں......؟" وہ اسے گود میں لے کر کھڑا ہوا کیونکہ شہرینہ کو مخاطب کیے بنا چارہ بھی نہ تھا۔ وہ کاؤچ پر ایزی لیٹی ہوئی تھی۔

"اُٹھیے محترمہ......! تمہارے بغیر نہیں سو رہا۔" دانت پیسے۔

"آپ...... مجھے پتہ تھا، میرے بغیر تو آپ کو نیند آ ہی نہیں سکتی۔"

"شٹ اَپ......!" غضبناک انداز میں دھاڑا اور روتے ہوئے ارسل کو اس کی گود میں ڈالا۔ شہرینہ نے ڈر کر آنکھیں ہی بند کر لیں۔ اُچھل بھی گئی۔

"آہستہ......! امی اپنے کمرے سے نکل آئیں گی۔" وہ نائل کے غصے کی پرواہ کر ہی نہیں رہی تھی۔ چہرے پر شوخی و بشاشت رکھ کر بولی تھی۔

"اتنا اپنا عادی بنا لیا ہے کہ رات میں مجھے لفٹ ہی نہیں کراتا ہے۔" چہرے پر بال بکھرے ہوئے تھے، نائٹ ڈریس میں جھنجلایا ہوا سا شہرینہ کو بہت اچھا لگ رہا تھا۔

"جیسے آج کل آپ مجھے لفٹ نہیں کرا رہے ہیں۔" ارسل کو گود میں لیٹا کر اسے سلانے کی کوشش کرنے لگی۔ مگر وہ کچھ بے چین سا ہی ہو رہا تھا۔

"تم آخر مجھے سمجھتی کیا ہو......؟ بے وقوف ہوں، پاگل ہوں، دماغ نہیں ہے میرے پاس......؟" آنکھیں ابل کی ابل پڑیں۔

"بے وقوف تو میں تھی۔ پاگل بھی میں تھی۔ اینڈ [illegible] برین۔"

نائل نے کمر پر دونوں ہاتھ رکھے اور بغور اس کے سجے ہوئے سراپے کو دیکھنے لگا جو روزانہ ہتھیاروں سے لیس ہو کر اسے زیر کرنے کی کوشش میں ہی رہتی تھی۔

"اچھی لگ رہی ہوں ناں......؟" مزید سلگایا۔

"تم یہ جو سمجھ رہی ہو ناں کہ میں اب کی بار تمہیں بخش دوں گا، یہ تمہاری بھول ہے۔"

"اوکے......! آپ اپنی کوشش کریئے۔ میں اپنی کوشش کروں گی۔ آخر ہوں تو آپ کی بیوی ہی ناں......! پھر بھی بہت کرتے ہیں مجھ سے۔" لہجے میں اس کے وثوق اور اعتماد تھا۔

"یہ خوش فہمی اب اپنے دماغ سے نکال دو، سمجھی......؟" جھوٹ بولتے ہوئے کتنے ضبط و تحمل کا مظاہرہ کرنا پڑتا ہے نائل کو اندازہ اب ہو رہا تھا۔

ارسل نے جب دونوں کو شاید الجھتے ہوئے دیر تک برداشت کیا تھا، وہ چیخنے ہی لگا۔ دونوں ہی کی توجہ اس کی جانب مبذول ہو گئی۔

"ادھر پکڑاؤ مجھے اور اپنی بکواس بند کر کے اس کے لئے فیڈر لے کر آؤ۔" ارسل کو لپک کر اس کی گود سے لے کر کہا۔

وہ مسکراتی ہوئی اٹھ گئی۔ جھلملاتا دوپٹہ کاؤچ پر ڈالا اور کچن کا رخ کیا۔ نائل نے بغور اس پر نگاہ جمائے رکھی، آتشی اس کی سرخ و سپید رنگت پر بہت جچ رہا تھا، بالوں کو لپیٹ کر کیچر میں مقید کیا ہوا تھا، گلے میں گولڈ کا لاکٹ، جس پر نائل کا ہی نام لکھا تھا، ہاتھوں میں بھری بھری چوڑیاں جو مزید دلکش بنا رہی تھیں۔ وہ تیزی سے ارسل کا فیڈر تیار کر رہی اور وہ کچن میں ہی ارسل کو کاندھے سے لگائے کھڑا تھا۔

"لیجیے جناب......! فیڈر ریڈی ہو گئی۔" گھوم کر اس کی محویت توڑ بیٹھی۔

"کمرے میں لے آؤ......!" وہ مڑا۔

"یعنی کے اندر آنے کی اجازت ہے......؟" وہ خوشی سے بھرپور آواز میں بولی۔

"صرف ارسل کی وجہ سے، سمجھی تم......؟" جتا کر گویا ہوا۔

"میں کب سمجھ رہی ہوں کہ ارسل کے ڈیڈی کے لئے۔"

"بکواس تمہاری آج کل بہت ہو گئی ہے۔" کمرے کا دروازہ زور سے بند کیا۔ ارسل کو کاٹ میں لٹا کر فیڈر منہ سے لگا دی تھی۔

"آپ کیا چاہتے ہیں کہ میں کس طرح آپ سے معافی مانگوں......؟"

"مجھے نہ تمہاری معافی کی ضرورت ہے نہ تمہاری......!" وہ لیٹ چکا تھا۔

"جھوٹ تو نہ بولئے......! میری ضرورت ہی نہ ہو۔"

"مزید میں تمہاری بے تکی بکواس نہیں سنوں گا۔ اس لئے خاموش ہو جاؤ۔" کہتی ٹکا کر اسے دیکھنے لگا جو ارسل کی کاٹ کے پاس کھڑی تھی۔

پھر نائل نے بیڈ کی دراز سے سگریٹ کا پیکٹ نکالا اور ٹیرس پر چلا گیا۔ شہرینہ نے حسرت بھری نگاہ اٹھائی۔ کتنی ہی دفعہ اسے معافی مانگ چکی تھی۔ مگر نائل کا غصہ ہنوز برقرار تھا۔ ظاہر ہے پہلے اس نے بھی تو یہی کیا تھا اور اب تو اسے سب جھیلنا تھا اور نائل کی ناراضگی اسے ہر صورت دور کرنی تھی۔

● ● ●

"صاحب جی......! بلال صاحب آئے ہیں۔" ہانپتی کانپتی سلمیٰ نے اطلاع دی۔

حریہ کے چہرے پر ناگواریت کی لہر دوڑ گئی جبکہ توقیر نثار سن کر ہی خوش ہو گئے۔

"ارے......! اندر بلاؤ......!"

''سلمیٰ......!ان سے کہو ڈیڈی گھر پر نہیں ہیں۔'' جویریہ نے جھٹ کہا۔

''جھوٹ بولنا سخت گناہ ہے۔'' بلال شوخ سی آواز میں بولتا، ہال کمرے میں آ گیا تھا۔ جہاں جویریہ اور تو قیر ن بیٹھے تھے۔

''انکل......! جب تک آپ مجھے خود نہیں کہیں گے، میں آنا تب تک نہیں چھوڑوں گا۔'' لہجے میں اس کے شوخی ت اور نگاہیں جویریہ پر تھیں جس نے نخوت سے منہ ہی پھیر لیا تھا۔ کاسنی پلین جارجٹ کے کپڑوں میں اسے مختلف نظ آ رہی تھی۔

''ارے بیٹا......! میں کیوں منع کروں گا......؟ تم روز آؤ، میری طرف سے اجازت ہے۔'' انہوں نے وائٹ کرتے شلوار میں ملبوس بلال کو پسندیدگی کی نگاہوں سے دیکھا جو انہیں ہر دم اچھا ہی لگا تھا۔

''ڈیڈی......! آپ کو جلدی جانا تھا کہیں......؟''

''کوئی خاص نہیں جانا۔'' بلال کو دیکھ کر خوش ہوئے تھے۔

''ڈیڈی......! آپ بھول رہے ہیں، میری فرینڈ کینیڈا سے آئی ہے۔ اس سے ملنے جانا تھا۔'' وہ چاہتی تھی کہ طرح بھی بلال کے ساتھ وہ نہ بیٹھیں۔

''ارے انکل......! واقعی آپ کو جانا ہے تو میں بھی چلتا ہوں......؟'' وہ سنجیدہ ہی ہو گیا۔

''بیٹھو بیٹھو، جانا ہے لیکن بعد میں بھی جایا جا سکتا ہے۔'' انہوں نے زبردستی بلال کو بٹھایا۔ مگر جویریہ کے تو آ لگ رہی تھی۔ بس نہیں چل رہا تھا کہ بلال کو شوٹ کر دے۔ جو سائے کی طرح اس کے پیچھے لگا ہوا تھا۔

''اتفاق سے انکل......! مجھے بھی اپنے دوست کی طرف جانا تھا۔''

''جویریہ بیٹا......! سلمیٰ سے کہو کچھ لے کر آئے۔'' انہوں نے لب کچلتی جویریہ کو مخاطب کیا جو بھنا ہی گئی۔

''بالکل اس وقت کھانے پینے کے موڈ میں نہیں ہوں۔ میں دوست کے گھر ہی کھاؤں گا۔ آج کل اس کی وغیرہ ہونے والی ہے۔ بس میرا زیادہ وقت وہیں گزر رہا ہے۔'' اس نے مسکرا کر بتایا۔

''پھر آپ کب کر رہے ہیں......؟'' تو قیر نثار نے اچانک ہی پوچھ لیا۔

''لڑکی پسند تو کر لی ہے۔ گھر والوں کو بھی تقریباً پسند ہے۔ لیکن فارحہ آپی سے پہلے میں ابھی کر نہیں سکتا۔ بول رہا تھا۔ ادھر تو قیر نثار کے چہرے پر کئی رنگ آ کر گزر گئے۔ وہ تو آس لگائے بیٹھے ہیں کہ کب بلال سے خواہش کا اظہار کرتے اور کب جویریہ سے اس کی بات پکی کرتے۔

''لگتا ہے گھر والے، سب سے بڑھ کر میرے والد صاحب یقیناً منگنی وغیرہ ضرور کر ہی دیں گے۔'' لہجے کے وثوق تھا۔

''تم نے خود پسند کی ہے لڑکی۔'' انہوں نے رُک رُک کر پوچھا۔

''کہہ سکتے ہیں، لیکن گھر والوں نے پہلے پسند کی تھی اور میں نے بعد میں۔ اتفاق سے وہی لڑکی ان کا بھی ہے جو میرا ہے۔'' وہ مسکرایا جویریہ کے سپاٹ چہرے پر نگاہ ڈالی، جو تو قیر نثار کے پہلو میں آ کر بیٹھی تھی۔

''رزلٹ وغیرہ تو آ گیا ناں......؟''

''اس بار خاصا لیٹ آیا کیونکہ جامعہ میں کچھ ہنگامے وغیرہ ہو گئے تھے، سمجھئے تین چار ماہ بعد آیا ہے۔'' ا بتایا۔

''رزلٹ فرسٹ کلاس آیا ہے۔ اس بار بھی ٹاپ پر رہا۔''

ویری گڈ......!'' انہوں نے سراہا۔

ملی لوازمات سے پر ٹرالی لے آئی تھی۔ جویریہ نے اٹھ کر نہ چاہتے ہوئے بھی سرو کیا۔ کیونکہ ڈیڈی کے سامنے بی ہیو نہیں کر سکتی تھی۔ ہلکی پھلکی گفتگو دونوں کے درمیان ہوتی رہی تھی اور وہ بیزاری سے سن رہی تھی۔

چھوٹی بی بی......! آپ کی سہیلی شامین ہیں۔''

دیکھا ڈیڈی......! آ گیا اس کا فون۔'' جویریہ نے سنتے ہی تو قیر نثار سے خفگی سے کہا۔ تیزی سے فون سننے ی۔ بلال اس کے مسلسل ناگواریت سے پر چہرے کو دیکھتا رہا تھا۔

چار سال بعد اس کی سہیلی کینیڈا سے واپس آئی ہے۔ اتفاق سے اس کی بھی کہیں منگنی ہو رہی ہے۔'' انہوں نے

واحد یہ اس کی سہیلی ہے۔ جس سے اس کی دوستی تھی۔ پھر اس کے بعد مس آمنہ سے ہوئی تھی۔''

انکل......! آپ کیا جویریہ کی شادی......؟''

اٹھیے ڈیڈی......! وہ سخت ناراض ہو رہی ہے۔'' پھولی ہوئی سانسوں کے ساتھ آئی تھی، بلال کی بات بھی کٹ ا۔

اوکے......! اوکے......!'' انہوں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر بٹھایا۔

اچھا انکل......! چلتا ہوں۔ ویسے ہی سات بج چکے ہیں۔ دوست کی طرف بھی دو تین گھنٹے لگیں گے۔'' اس ٹ واچ پر نگاہ ڈالی۔

اچھا......! پھر ٹھیک ہے۔'' وہ اس سے ہاتھ ملانے کے لئے اٹھے ہی تھے کہ موبائل کی بپ ہونے لگی۔ فوراً ہی کان سے لگایا۔

ال ان کی اجازت کا منتظر کھڑا تھا۔ جویریہ نے ایک نظر اس پر ضرور ڈالی تھی مگر جھٹ جھکا بھی لی۔ بلال نے ٹ اچھالی تھی۔

اوکے ہمدانی صاحب......! میں آج ہی آتا ہوں۔ اوکے، اوکے......!'' وہ بات کرتے ہوئے باہر چلے گئے

سوری جویریہ بیٹا......! مجھے ارجنٹ ہمدانی صاحب سے ملنا ہے۔ کوئی بڑا کانٹریکٹ ہے۔ اس پر ڈسکس کرنا انہوں نے جویریہ کی پشت پر ہاتھ رکھا۔ اس کا فوراً منہ بن گیا۔

ڈیڈی......! آپ اس دن بھی شامین سے نہیں مل سکے تھے۔''

ائی چائلڈ......! اس کی منگنی پر ضرور چلوں گا۔'' انہوں نے اسے ساتھ لگایا۔

اچھا انکل......! مجھے تو اجازت دیں۔'' بلال باپ، بیٹی کی محبت مسلسل دیکھے جا رہا تھا۔ جویریہ جو اسے اِگنور بھی ا تھی یہ اس سے برداشت نہیں ہو رہا تھا۔

بلال بیٹا......! آپ کس طرف جاؤ گے......؟ آئی مین آپ کا دوست کدھر رہتا ہے......؟'' انہوں نے سر پر پھیرتے ہوئے اسے مخاطب کیا۔

گلشن اقبال۔'' اس نے بتایا۔

پھر ایسا کرو آپ......''

ڈیڈی......! بالکل نہیں......! میں ان کے ساتھ نہیں جاؤں گی۔'' اس نے تو قیر نثار کا ارادہ جان کر ان کی بات

ہی کاٹ دی۔"

"انکل......!انہیں کس طرف جانا ہے......؟" بلال کے تو دل کی کلی کھل گئی۔ کم از کم دوسری بار اکیلے میں اسے موقع ملے گا۔

مگر جویریہ لب کاٹنے لگی۔ اس دن کے بعد سے تو وہ اور بلال کی طرف سے الرٹ ہو گئی تھی۔

"اسٹیڈیم روڈ۔" وہ سوچ میں ڈوبے بولے۔

"کوئی مسئلہ نہیں۔" انہیں ان کی فرینڈ کے چھوڑ دوں گا اور میں خود واپسی میں بھی پک کرلوں گا۔" جھٹ دو تیار ہی ہو گیا۔

"ڈیڈی......!ہم پھر کسی دن چلے جائیں گے۔ شاہین سے میں سوری کرلیتی ہوں، ناحق انہیں تکلیف ہوگی۔"

"مجھے بالکل تکلیف نہیں ہوگی۔ آپ مجھ پر اعتماد کر سکتی ہیں۔" چہرہ فوراً ہی سنجیدہ بنالیا تھا۔

"بیٹا......!ہمیں تم پر اعتماد ہے۔"

"لیکن ڈیڈی......!اب مجھے نہیں جانا۔" جویریہ بھی ضد پر اڑ گئی۔

"بری بات ہے بیٹا......! آپ کی فرینڈ نے آپ کو بلایا اور نہ جاؤ......؟ چلو شاباش......! نہ نہیں کرو۔" زبردستی ہاتھ پکڑ کر اسے بھیجا اور وہ منہ بسورتی ہوئی باہر آ گئی تھی۔ مگر کرنٹ تو اس وقت لگا جب بلال کی بائیک دیکھی۔

"مم......میں اس پر بالکل نہیں بیٹھ سکتی۔" فوراً ہی بدک کر پیچھے ہوئی۔ تو قیر نثار شاید اپنے کمرے میں چلے گئے تھے جانے کی تیاری کے لئے۔

"کیوں نہیں بیٹھ سکتی ہیں......؟" وہ دونوں ہاتھ پشت پر ٹکائے کھڑا تھا۔

"مجھے نہیں پسند یہ واہیات سواری، نہ کبھی بیٹھی ہوں نہ بیٹھنا چاہتی ہوں۔" وہ ایک ایک لفظ جما کے بولی تھی۔

بلال کو بائیک بھی یوں لانی پڑی تھی کہ سرمد آفس سے آئے ہی نہیں تھے ورنہ وہ گاڑی انہی کی لاتا تھا۔

"دیکھئے یہ میری چہیتی موٹر بائیک ہے۔ گریجویشن کیا تو میرے بھائی نے بطور گفٹ دی تھی۔" وہ اپنی بائیک کی توہین پر تو سلگ ہی گیا۔

"ہوگی آپ کی چہیتی۔ لیکن مجھے نہیں جانا۔" وہ اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر اٹل لہجے میں بولتی جارہی تھی۔

"ارے کدھر محترمہ......! ہاتھ ہی پکڑ کر گھسیٹ لیا۔ وہ تو بروقت سہارے کے لئے بلال کے شانے کو ہی تھامنا پڑا۔ ورنہ گرنے کا احتمال تھا۔

"کیا بدتمیزی ہے......؟" وہ تو تنک ہی گئی۔

"ارے بیٹا......!تم ابھی تک گئی نہیں......؟" تو قیر نثار تیزی سے پورچ کی سیڑھیاں اترے۔

"ڈیڈی......!میں نہیں جاؤں گی۔" وہ اڑی ہوئی تھی اور آج کسی طور بلال کو خوش نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"ہری اَپ بیٹا......! آپ کی فرینڈ کا فون تھا۔ میں نے کہہ دیا تم نکل گئی ہو۔" وہ اپنی گاڑی کی طرف بڑھ رہے تھے۔ لگتے بھی جلدی میں تھے۔

"ہٹو آگے سے۔" انہوں نے جویریہ کو مخاطب کیا جو راہ داری کے وسط میں کھڑی تھی۔ فوراً ہٹی تو وہ گاڑی لے کر نکل گئے۔

"میں نہیں جارہی ہوں آپ کے ساتھ۔" وہ چیخ ہی پڑی۔

"اگر آپ نہیں چلیں ناں تو یاد رکھیے گا پوری رات آپ کے اس گھر کے لان میں کھڑا گزار دوں گا۔"

دھمکی ہے......؟" وہ بلال کے تنے ہوئے چہرے کو اگنور کرنے لگی۔

کچھ ایسا ہی ہے۔" وہ سیدھا گھاس پر جا کر چاروں شانے چت لیٹ گیا۔ وہ تذبذب کا شکار ہو گئی۔ بلال منہ رکا پکا۔ واقعی اس نے ایسا کیا تو ڈیڈی کے سامنے الگ شرمندگی ہوگی۔

فیصلہ کریں لیں تو مجھے بلا لیجئے گا۔" شانِ تفخر سے مسکرا دیا۔

جویریہ دانت پیسے جارہی تھی۔ کتنا وہ اسے زچ کرنے لگا ہے، جتنا وہ اس سے چڑتی ہے۔ اتنا وہ اس کے سامنے جارہا ہے۔ آخر کب تک وہ اس کے سچے جذبوں کو روندے گی؟ آخر کب تک ایسا چلے گا؟

لیٹے رہیے، میں پھر بھی نہیں جاؤں گی۔" وہ اڑیل ہی تھی۔

"جویریہ......! کسی انسان کو اتنا مت اگنور کریں کہ پھر بعد میں آپ کو ہی پچھتاوا ہو۔" وہ کہنی ٹکا کر لیٹا ہوا تھا۔

"آپ بھی مجھے اتنا مت تنگ کریں کہ میں آپ کے ساتھ بدکلامی کروں۔" پشت پھیر کر کھڑی ہو گئی۔ مگر دل تو بس بلال کا راگ الاپنے لگا تھا۔ اس کی محبت کو قبول کرنے لگا تھا مگر وہ سب قبول نہیں کرنا چاہتی۔ وہ بلال کی محبت نہیں کرسکتی۔

"پلیز......! آپ مت آیا کریں۔"

"جویریہ......! کیا آپ کا دل نہیں چاہتا کہ آپ کو کوئی چاہے۔ کسی کے آپ خواب دیکھیں۔"

"نہیں چاہتا میرا دل اور نہ ایسی کوئی خواہش ہے۔" کتنا مشکل لگ رہا تھا اندر دل کی آواز کو دبا کر بولنا حالانکہ دہائی دے رہا تھا۔ ہاں دل چاہتا ہے۔ مگر ڈیڈی کو وہ چھوڑ نہیں سکتی۔

"میں نہیں مانتا آپ کے دل میں کوئی خواہش ہی نہ ہو۔" وہ اٹھ کر آ گیا تھا۔ جویریہ کے بالکل سامنے کھڑا اس نازک سراپے کو دیکھنے لگا۔

"ضروری ہے کہ آپ کی طرح ہر کسی کو یہ خواہش ہو۔" وہ چیخی۔

"جویریہ......! آپ کا لہجہ آپ کا ساتھ نہیں دے رہا ہے۔ آنکھوں میں آپ کے کچھ اور ہے۔"

"کیا ہے......؟ ہیں......! بولیے کیا ہے......؟" اسے غصہ آ گیا۔

"صرف میرے لئے پیار ہے۔"

"خوش فہمی بہت بڑی بیماری ہوتی ہے مسٹر بلال......! کیونکہ اکثر اس سے نقصان بھی ہو جاتا ہے۔ وہ اس لئے کہ انسان کچھ سمجھتا ہے اور ہو کچھ جاتا ہے۔" جھٹ اس کی نفی کی اور اسے خوش فہمی سے نکالا۔

"میری آنکھوں میں دیکھ کر کہیں کہ مجھ سے محبت نہیں ہے......؟" جویریہ کو اس نے شانوں سے تھام لیا مگر گرفت شدید تھی کہ وہ برداشت نہیں کر پا رہی تھی۔

"مسٹر بلال احمد......! میں آپ سے محبت نہیں کرتی ہوں۔" اس کی جذبے لٹاتی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر تیز لہجے میں بولی۔

بلال نے زوردار قہقہہ لگایا۔ جویریہ کو اس کی دماغی حالت پر شبہ بھی ہوا مگر نگاہ ہی پھیر لی۔

"جویریہ......! آپ کی آنکھیں تو کچھ اور ہی کہہ رہی تھیں۔"

"شٹ اَپ......!" وہ جھینپتی ہوئی اندر جانے لگی مگر بلال اس کی راہ میں حائل ہو گیا۔ وہ رُک گئی، لب کاٹنے لگی، مٹھیاں سختی سے بھینچ لی تھیں۔

"آئیں چلیں۔ سیریس کوئی بھی حرکت نہیں کروں گا۔ آپ کی فرینڈ کے چھوڑ دوں گا۔" وہ یقین دلانے لگا۔

"سوری......! مجھے جانا ہی نہیں ہے۔" وہ قطعیت سے بولی۔

"میں تو اس لئے کہہ رہا تھا کہ اپنی فرینڈ سے میرا تعارف کرادیجئے گا۔" شوخی عود کر آئی۔

"کس خوشی میں......؟" ناگواری سے گویا ہوئی۔

"یہی کہ آپ کی مستقبل قریب میں مجھ سے شادی ہونے والی ہے۔"

"واٹ......!" وہ بھنا گئی۔

"اگر اتنا ہی ابھی سے شادی کا شوق ہے ناں، کسی اور جگہ ٹرائی کریں۔"

"میرے دل کو تو تم نے انگیج کر ہی دیا ہے۔ کہیں اور کہاں ٹرائی کرسکتا ہوں......؟" بے چارگی سے کہا۔

"نہایت فضول انسان ہیں آپ......!"

"بعد میں یہی فضول انسان آپ کو پھول کی طرح لگے گا۔" وہ مسکرایا۔

"اونہہ......!" زچ ہوتی وہ اندر چلی گئی۔ بلال تاسف سے سر ہلا کر ہی رہ گیا۔ جویریہ اپنی ضد نہیں چھوڑ رہی تھی اور بلال کی ضد بڑھتی جارہی تھی۔



نائل کو آفس والوں نے زبردست ڈنر پارٹی کے لئے انوائیٹ کیا تھا کیونکہ ہانگ کانگ کا کانٹریکٹ نائل کی ہی بدولت ملا تھا۔ جس سے ان کی کمپنی کو خاصا نفع پہنچا تھا۔ نائل نے شہرینہ کو فون پر کہہ دیا تھا کہ وہ پارٹی کی مناسبت سے تیار ہوجائے۔ اس وقت سے شہرینہ تیاری میں لگی تھی۔ پہلی بار یوں وہ نائل کے ساتھ پارٹی اٹینڈ کررہی تھی۔

"امی......! یہ ساڑھی ٹھیک لگ رہی ہے ناں......؟" بار بار وہ ان سے پوچھے جارہی تھی۔ جو نائل نے اس کی برتھ ڈے پر گفٹ کی تھی۔ اس وقت تو بے دلی سے وارڈروب میں ڈال دی تھی۔ مگر گزشتہ دنوں ہی اس کا بلاؤز سلوایا تھا تاکہ کہیں پہن لے گی۔

"بالکل ٹھیک لگ رہی ہے۔" انہوں نے مسکرا کر دیکھا۔ شہرینہ ڈارک پرپل جھلملاتی ساڑھی میں، لائٹ سے میک اپ میں، خاصی حسین لگ رہی تھی۔ جیولری بھی اس نے نازک سی ہی پہنی تھی۔ ہاتھوں میں کانچ کی میچنگ چوڑیاں تھیں۔ بال اس نے لپیٹ کر جوڑے کی طرح بنالئے تھے۔

"اب پتہ نہیں انہیں کیسی لگتی ہے......؟" خاصی کانشس تھی۔

"اچھا......! تم باقی اس سے پوچھنا۔ میں ارسل کو کمرے میں لے جارہی ہوں۔" وہ ارسل کو گود میں اٹھا کر کمرے سے باہر آگئی تھیں۔

شہرینہ نے نائل کا بھی سوٹ ریڈی کردیا تھا۔ وہ کلاک پر نگاہ ڈال ہی رہی تھی کہ وہ اندر آگیا۔ شہرینہ نے مسکرا کر اس کا استقبال کیا۔

"میں آپ کے بارے میں ہی سوچ رہی تھی۔" ایک ادا سے اس کے سامنے رُخ کیا۔

نائل کو ایسا لگا کہ وہ کوئی ماورائی مخلوق ہے۔ جس کا پور پور سجا ہوا تھا۔ ہر طرح سے وہ اسے بہکنے پر مجبور کرنے لگی۔

"کچھ زیادہ ہی میرے متعلق سوچنے لگی ہو۔" ہلکا سا طنز کرتا وہ بیڈ کے سرے پر بیٹھ کر جوتے اُتارنے لگا۔ اس نے مسکراتی نگاہ اس پر ڈالی جو ابھی تک خفا ہی تھا۔

"کچھ ایسا ہی ہے۔" وہ اترا کر بولی۔

نائل نے جوتے اُتارنے کے بعد ٹائی نکال کر شرٹ کے بٹن کھولے تو شہرینہ نے فوراً ہی اس کی مدد کی۔

"...کریہ......! میں خود کھول سکتا ہوں۔" رکھائی سے کہا اور شہرینہ کے ہاتھ جھڑک دیئے۔ اس کی ساڑھی کا آنچل ڈھلک کر نیچے گرا۔ نائل کی بے ساختہ نگاہ اس کے وجود پر پڑی۔ جو جھٹ پلو سنبھالنے لگی۔

"...یہ چینج کر کے کوئی سادہ سا قمیص شلوار پہنو۔" وہ اچانک ہی بولا۔

"......!" وہ سمجھی نہیں کہ وہ عام سے لہجے میں کہہ رہا ہے یا پھر اسے ناگوار گزرا ہے۔

"لیکن یہ خاص میں نے آپ کی گفٹ کردہ ساڑھی پہنی ہے جو مجھے آپ نے برتھ ڈے پر دی تھی۔"

"مجھے پتہ ہے کب دی تھی۔ فوراً اسے بدلو۔ دوسرے کپڑے پہنو۔" درشت لہجہ تھا۔ شہرینہ لب بھینچ کر رہ گئی۔ یہ پسندیدہ ڈریس تھا جو اسے شہرینہ پر پہلی بار اعزاز اور صدف کی شادی پر پہنے دیکھا تھا تو وہ دیوانہ ہی ہوگیا...

...رے مرے قدموں سے اس نے وارڈروب سے ڈارک نیوی بلیو پرنٹ کا قمیص دوپٹہ نکالا جس کی شلوار سلک... نازک سا ہلکا سا موتی ستاروں کا کام تھا وہ منتخب کرلیا۔

"یہ پہن لوں......؟" افسردہ لہجے میں اس سے پوچھا جو نہا کر باتھ روم سے باتھ گاؤن میں برآمد ہوا تھا۔ چونک ...کے ستے ہوئے چہرے کو دیکھا۔

"ہوں......! یہ ٹھیک ہے اور ہاں، میک اپ صاف کرو۔" پھر حکم دیا۔

"آخر آپ اس طرح کیوں کررہے ہیں......؟" وہ کھسیانی ہوگئی۔

"میں نہیں چاہتا کہ وہاں میرے آفس کا اسٹاف تم پر آنکھیں ٹکا کر بیٹھ جائے۔" ڈریسنگ ٹیبل سے لوشن اٹھایا۔

"اتنی حسین نہیں ہوں۔" تڑخ کر گویا ہوئی۔

"میں نے کہا کہ تم حسین ہو......؟" وہ جھٹکے سے گھوما۔

"میں تو یہی سمجھوں گی ناں......؟" ہینگر اٹھا کر ڈریسنگ روم میں چلی گئی۔

"تمہیں کیا پتہ کتنی قیامت لگ رہی ہو اور میرے حواس پر چھا رہی ہو اور میں نہیں چاہتا کہ میری بیوی کو لوگ گھور کر دیکھیں۔" اس نے سوچا۔

جلدی جلدی اس نے تیاری کی۔ بلیک ڈنر سوٹ میں نائل بھی ڈیشنگ لگ رہا تھا لیکن چہرے پر خاصی سنجیدگی تھی جو اسے سوبر بناتی تھی۔ شہرینہ نے اب جیولری بھی اُتارنی شروع کردی۔

"ہیں......! یہ کیا ہورہا ہے......؟" نائل حیران ہوا۔

"ظاہر ہے یہ بھی آپ کو پسند نہ ہوگی۔" طنز کیا۔

"جیولری تم پہن لو، سمجھی......؟ زیادہ دیر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ڈنر نو بجے شروع ہوجائے گا۔" وہ سرد مہری سے بولا۔

وہ جیولری اُتارنے کا ارادہ ترک کرکے ڈریسنگ ٹیبل کے آگے سے اٹھی۔ نیوی بلیو سوٹ میں بھی اس کی سرخ و سفید رنگت چمک رہی تھی۔ میک اپ کے نام پر صرف لائٹ سی لپ اسٹک لگائی تھی۔ پیروں میں ٹرانس پیرنٹ سینڈل اس کے نرم و نازک پاؤں میں سج رہی تھی۔

"اتنی غور سے کیا دیکھ رہے ہیں......؟" نائل کے کوٹ کی اس نے کالر ٹھیک کی۔

"یہی کہ میرے ساتھ چلتی ہوئی ٹھیک لگو گی یا نہیں......؟" وہ اس کے ہاتھ ہٹا کر مبہم سا مسکرایا۔

"ظاہر ہے، اتنے حسین بندے کے ساتھ تو چلتے ہوئے مجھے خود اکورڈ لگ رہا ہے۔"

"شٹ اَپ......!" ڈانٹنے کا موقع وہ رد نہیں کرتا تھا۔

دونوں امی سے اجازت لے کر نکل پڑے تھے۔ ارسل کو امی نے خود روکا تھا۔ گاڑی میں مکمل خاموشی تھی۔ وہ بس نائل پر گاہے بگاہے نگاہ ہی ڈال لیتی تھی۔

شیرٹن میں زبردست ڈنر دیا گیا تھا۔ نائل اور شہرینہ کا پرجوش استقبال کیا گیا۔ نائل سب سے اسے ملوا رہا تھا اور وہ جھجکتی ہوئی مل رہی تھی۔ پاکستان میں وہ یوں پہلی بار کوئی پارٹی اٹینڈ کر رہی تھی ورنہ وہاں جرمنی میں اکثر فرینڈز برتھ ڈے کی پارٹی دیتے رہتے تھے۔

"سنیئے......! مونا بھی آئی ہوگی ناں......؟" وہ اس کے ساتھ ہی صوفے پر بیٹھی تھی مگر وہ بولی سرگوشی میں تھی۔

"ہاں......! آئی ہے۔" وہ مسکرایا۔

"مجھے ملوائیے ناں......!" وہ ضد کرنے لگی۔

"جب شادی کر لوں گا تو مل بھی لینا۔" مزید شہرینہ کو تپایا۔

"آپ کی شادی میں ہونے ہی نہیں دوں گی۔" وہ تیز لہجے میں اسے جتانے لگی۔

"اوہ سر......! آپ کی مسز بالکل فارنر لگ رہی ہیں۔" ایک خوبصورت سی لڑکی نے ان دونوں کو مخاطب کر لیا۔

"یہاں میری مسز کچھ زیادہ ہی موضوع گفتگو بن گئی ہے۔"

"اصل میں سر......! ان کا اسٹائل بالکل جدا ہے، لیکن آپ سے شادی......"

"ہماری شادی لو میرج ہے۔" شہرینہ نے بے ساختہ ہی کہا۔

نائل نے لب بھینچ لئے کیونکہ شہرینہ کا یوں اچانک بے باکی سے بولنا سخت گراں گزرا تھا۔

"آپ کو دیکھ کر مجھے بھی اندازہ تھا ورنہ سر تو یہاں آفس میں مغرور ہی مشہور ہیں۔"

"مس سونیا......! کتنا انٹرویو آپ کا باقی ہے میری مسز سے......؟" لہجے میں طنز اور ناگواری تھی۔

"آئی ایم سوسوری سر......!" سونیا اس کے کھردرے رویے سے فوراً ہی ڈر گئی اور وہاں سے جانے میں ہی عافیت جانی۔

پھر پورا وقت نائل نے شہرینہ سے بات نہ کی۔ ڈنر ختم ہوتے ہی وہ سب سے اجازت لے کر نکل گیا تھا۔

شہرینہ کو اس کے تنے ہوئے چہرے کو دیکھ کر اندازہ تھا سخت غصے میں ہے۔ اس کا دل دھک دھک بھی کر رہا تھا۔ نہایت سپاٹ چہرے کے ساتھ گاڑی چلا رہا تھا اور وہ لرز رہی تھی۔

"تمہیں بکواس کرنے کی کیا ضرورت تھی کہ ہماری لو میرج ہے......؟" گاڑی گھر کے اندر لا کر روکی تھی اور وہ اُچھل ہی پڑی۔

"بہت تم بک بک کرنے لگی ہو۔"

اور وہ کانپتے ہاتھوں سے فرنٹ ڈور کھول کر نکلی۔ نائل فوراً گھوم کر اس تک آ گیا۔ اگر اس نے شہرینہ سے اندر کلامی کی تو امی کی ڈانٹ پڑ سکتی تھی۔

"کیوں......؟ آپ مجھ سے لو نہیں کرتے......؟" ڈرتے ڈرتے کن انکھیوں سے اسے دیکھا جو گاڑی سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔

"تم اب اس قابل نہیں ہو کہ تم سے کیا جائے۔ بہت تم نے میرا دل دکھا لیا۔ اس لئے تم مجھ سے توقع مت رکھو۔"

"کیا مطلب ہے آپ کا کہ آپ کے لئے کوئی اہمیت نہیں رکھتی......؟" دل تو تڑپ ہی اٹھا۔

بیوی اپنے شوہر پر اعتماد نہ کرے، میرے خیال میں وہ شوہر کے لئے کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔" نروٹھے پن ہوا۔

آپ پر میں نے اندھا اعتماد کیا تھا۔"

ٹ اَپ......! مزید میں تمہاری کوئی بکواس نہیں سن سکتا۔" تیزی سے اندر کی جانب قدم بڑھا دیئے اور وہ ہی لبوں تک سکتے میں رہی۔

طریقہ آزما لیا لیکن نائل کا غصہ کسی طور نہیں اُتر رہا تھا۔ اب آخری یہی حربہ بچا تھا کہ امی سے اس سلسلے میں ہئے تاکہ وہی کوئی اسے مشورہ دے سکیں۔

سے ارسل کو لیا اور اندر کمرے میں آ گئی تھی۔ نائل نے کپڑے چینج کرنے کے بعد بیڈ کی سائیڈ دراز سے ا پیکٹ نکالا اور بیڈ کی بیک کراؤن سے ٹیک لگا لی۔ وہ بھی ارسل کو کاٹ میں لٹانے کے بعد، ڈریسنگ ٹیبل کھڑی، جیولری اُتارنے لگی۔ نائل کا عکس آئینے میں نمایاں ہو رہا تھا۔

نہیں میں تمہاری غلطی کا احساس دلاؤں گا۔ سارے اقرار تمہارے منہ سے سنوں گا۔ بہت مجھے تڑپایا ہے۔" کرنا سوچوں میں غرق تھا۔

رینہ اس کی زندگی تھی اور وہ اس سے جدائی کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ لیکن بس اس پر غصہ تھا۔ جس نے نا صرف ڈائری چوری چھپے پڑھی۔ بلکہ اسے بتایا تک نہیں اور طنز پر طنز کرتی رہی۔ اگر ایک دن اچانک ذہن کام نہ کرتا تو کی غلط فہمی تک کیسے پہنچتا؟ جس نے اعتماد نہیں کیا بلکہ اعتماد کا خون کیا۔

• • •

چاجان......! اگر آپ ابو اور چچی جان سے کہیں گے تو ضرور راضی ہو جائیں گے۔" سرمد بے چینی سے پہلو لے۔

سرمد......! مجھے فارحہ کا خیال ہے۔ میں بھی چاہتا ہوں بچی ہنسا بولا کرے۔ لیکن بھائی صاحب کو راضی کرنا کل ہے۔" وہ پرسوچ لہجے میں بولے۔

ہی ایک کوشش کر لیں کیونکہ دیکھیں مائرہ اور اس کا ہسبنڈ میرے فرینڈ ہیں اور میں ان سب کو اچھی طرح تا۔ پھر اس کا ایڈمیشن بھی اسی اسکول میں کروا رہا ہوں۔ دونوں ساتھ چلے جایا کریں گے۔" انہوں نے

بھی بات کرتے ہیں۔" دونوں ہی لاؤنج سے گزر کر ان کے کمرے میں آئے تو دیکھا فارحہ پہلے ہی ان ئی ہوئی تھی۔ فوراً وہ چپ سی ہو گئی۔

کیا باتیں ہو رہی ہیں بھئی......!" سرمد خوشگوار موڈ میں چہک کر گویا ہوئے۔

کے قریب بیڈ پر بیٹھی تھی۔ آنکھوں میں اس کے آنسو بھی تھے جو جھٹ دوپٹہ سے صاف کئے۔

کچھ نہیں......!" وہ اٹھنے لگی۔

، فارحہ کو تم کہیں بھی اسکول میں جاب دلوا دو۔" وہ رُک رُک کر گویا ہوئے۔

ابو......!" سرمد تو تحیر میں مبتلا ہو گئے۔

کی نہیں، کمرے سے چلی گئی۔ نصیر احمد نے بس ایک تاسف بھری نگاہ اس پر ڈالی تھی، جوان تک سے بات سے اجتناب کرتی تھی۔

’’بھائی صاحب......!ہم یہی بات کرنے آئے تھے۔‘‘نصیر احمد نے کہا۔

’’فارحہ کو میں خوش دیکھنا چاہتا ہوں۔‘‘ عینک اُتار کر آنسوؤں کو صاف کیا، جو ان کے نحیف سے چہرے کو بھگو رہے تھے۔

وہ دونوں سمجھ گئے فارحہ خود ان سے بات کر کے گئی ہے۔ وہ مطمئن بھی ہو گئے تھے۔ کسی طرح تو وہ مانے۔

’’نصیر......!ہم بڑوں نے ہمیشہ اپنے بچوں کی خوشیوں کا خیال نہیں رکھا۔ کبھی ان سے ان کی مرضی نہیں پوچھی۔ جب ہی آج مجھے یہ دن دیکھنا پڑ رہا ہے۔‘‘

’’ابو......!ابو پلیز......!ایسی باتیں مت کریں۔‘‘ سرمد نے ان کے ہاتھ تھام لئے جو سرد سے ہو رہے تھے۔

’’سرمد......!میری بچی اندر ہی اندر گھٹ رہی ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ وہ کہیں اپنا آپ نہ کھو دے۔‘‘ انہیں وہم ستانے لگے تھے۔

’’نہیں......!ایسا بالکل نہیں ہوگا۔ اب دیکھئے گا فارحہ بالکل ٹھیک ہو جائے گی۔ بس اسے ہمیں اس کے خول سے باہر نکالنا ہے۔‘‘

’’جی بھائی صاحب......!سرمد بالکل ٹھیک کہہ رہا ہے۔‘‘نصیر احمد نے تائید کی۔

’’پتہ نہیں کیوں جو ہم سوچتے ہیں وہ ہوتا کیوں نہیں ہے......؟‘‘ ان کے لہجے میں حسرت و یاس تھی۔ دل اندر سے مغموم ہی رہتا۔ بس فارحہ کی رات دن فکر ستائے رہتی۔

’’یاسر کا بھی میں مجرم ہوں۔ اس بچے کا میں نے خیال نہیں کیا۔‘‘

’’بس ابو......!پلیز اس طرح تو نہ روئیے۔‘‘ سرمد نے انہیں شانے سے لگا لیا۔ حالانکہ دل ان کا بھی افسردہ رہا تھا مگر وہ خود کو سنبھالے ہوئے تھے۔

’’سرمد......!میری فارحہ کو دُکھوں سے بچا لو۔‘‘ وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دیئے۔

نصیر احمد نے سر جھکا لیا۔ انہیں یاسر پر غصہ بھی تھا، افسوس بھی تھا جو سارے دُکھ اور انتظار فارحہ کی جھولی میں ڈال گیا تھا۔



واہ......!واہ......! کیا زبردست لگ رہے ہیں بلال بھائی......!‘‘ عمر ریلنگ سے پھسلتا ہوا نیچے اُترا۔

سدھر جاؤ عمر......!ہڈی پسلی ٹوٹ سکتی ہے۔‘‘ عمر کی اس حرکت سے سب ہی نالاں تھے جو سیڑھیاں اُترنے کے بجائے گرل پر بیٹھ کر پھسلتا تھا۔

میں تو سدھر ہی جاؤں گا۔ یہ بتائیے کدھر جا رہے ہیں......؟‘‘ سرگوشی میں پوچھا۔ بلال کی تیاری بھی قابل دید تھی۔ بلیک جینز کی پینٹ، اس پر مہرون کلر کی ٹی شرٹ، نفاست سے سنورے بال۔

اعظم کی منگنی ہو رہی ہے۔‘‘ اس نے بتایا۔

آج ہے کیا......؟‘‘ وہ پوچھنے لگا۔

ہاں......!آج ہے۔‘‘ موبائل نکال کر اعظم کو ملانے لگا۔

میں چلوں......؟‘‘ عمر کا بھی دل چاہا جانے کا تو پوچھنے لگا۔

کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یہ تو رات گئے آئے گا اور تم صبح کالج بھی جاؤ گے۔‘‘ آمنہ نے سن لیا تو اسے سرزنش کئے بنا نہ رہ سکی تھیں۔

’’امی......!صرف چند گھنٹوں کی بات ہوگی۔‘‘ وہ ضد کرنے لگا۔

’’چند گھنٹوں کی نہیں صبح تک ہی آؤں گا میں۔‘‘ بلال نے فوراً اپنا پروگرام بھی بتایا۔ وہ منہ بسور کر ہی رہ گیا۔

’’بلال......!بھابی سے کہہ دیا......؟‘‘ آمنہ نے پوچھا۔

’’جی......!کہہ دیا ہے۔‘‘ موبائل آف کر کے شرٹ کی پاکٹ میں رکھا۔ طائشہ کو دیکھ کر اسے پکار لیا۔

’’بھابی......!بھابی......!‘‘ وہ تیزی سے اوپر جاتی رُک گئی۔

’’ہوں......!کہو......!‘‘

’’بھائی جان سے گاڑی کی چابی مل جائے گی......؟‘‘ منمنا کر بولا کیونکہ سرمد سے اکثر مانگتے ہوئے ڈر بھی لگتا تھا۔

’’تم آ کر خود پوچھ لو۔‘‘ وہ مسکرائی۔

’’بلال بھائی......!سرمد بھائی کبھی نہیں دیں گے چابی۔ آپ آئیں گے صبح۔ سرمد بھائی صبح آفس کیا ٹرک پر جائیں گے......؟‘‘ عمر نے اسے یاد دلایا۔

طائشہ اوپر جا چکی تھی۔ مگر وہ متفکر سا کھڑا تھا۔ موٹر بائیک پر جانے کا موڈ نہیں تھا۔

’’بلال......!انہیں ابھی کہیں جانا ہے۔ وہ کہہ رہے ہیں، موٹر بائیک پر چلے جاؤ یا پھر ڈیڑھ دو گھنٹے انتظار کر لو۔ تب تک وہ آ جائیں گے۔‘‘ وہ اوپر کھڑی اس سے بولی۔

بلال نے چونک کر سر اٹھایا۔ ویسے ہی نو بج گئے تھے۔ مزید رُکنا اعظم سے جوتے کھانا تھا۔ جس نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ جلدی آ جانا۔

’’پہلے ہی دیر ہو گئی ہے۔ میں چلوں گا۔‘‘ وہ مڑ گیا۔ تیزی سے گلاس ڈور کھول کر نکلا۔ بائیک پر ایک نگاہ ڈالی۔

پھر فوراً ہونٹوں پر مسکراہٹ رینگ گئی۔

"بلال بھائی......! کسی دن جویریہ بھابی کو اس پر بٹھا کر سیر کرا دیں۔" عمر بھی باہر آ گیا تھا۔

"یار......! کبھی نہیں بیٹھے گی۔" حسرت پنہاں تھی۔

اس نے عمر کو وہ سب بتا دیا۔ جس دن جویریہ کو اپنی سہیلی کے جانا تھا اور اس نے انکار کر دیا تھا بیٹھنے سے۔

"یعنی کہ یہ تو ایک طرح سے آپ کی انسلٹ ہی ہوئی۔" پرسوچ لہجہ بنا لیا۔

"عمر......! بعض اوقات میرا دل چاہتا ہے کہ اس جویریہ کو اغواء کر لوں اور پھر اپنی محبت کا اقرار کرا کر چھوڑ دوں۔"

"واہ میرے بھائی......! آپ تو ولن بنتے جا رہے ہیں۔" اس نے استہزائیہ کہا۔

"بکومت......!" وہ بائیک پر بیٹھ چکا تھا۔

"یار......! آپ نے محبت بھی کی تو ایسی لڑکی سے جو نہایت خشک ترین ہے۔ مجھے تو نہیں لگتا ہے کہ وہ کبھی آپ سے اقرار محبت کرے گی۔"

"سنو......! میں بھی ضد کا پکا ہوں، کروا کر چھوڑوں گا۔" کک مار کر بائیک اسٹارٹ کی۔

"بندوق کی نال پر اقرار کروائیں گے۔"

"ارادہ اب میرا کچھ ایسا ہی ہے۔" معنی خیزی سے مسکرایا۔

"تایا ابو کو دیکھا ہے......؟" فوراً اس نے ڈرایا۔

"جی......! دیکھا ہے۔ اتفاق سے میرے والد محترم ہوتے ہیں۔" بائیک کو مسلسل وہ ریس دے رہا تھا۔

"ٹھیک ہے......! بس یاد رکھیے گا۔ تایا ابو کی بندوق کی نال آپ کی طرف نہ ہو جائے، پھر آپ......"

اس سے پہلے کہ اس کا جملہ پورا ہوتا بلال بائیک لے کر نکل چکا تھا۔ عمر نے ہاتھوں سے فضا میں اُڑتا دھواں اُڑایا۔

• • •

"شاہین......! تم بہت پیاری لگ رہی ہو۔" جویریہ اسے کتنی ہی بار گلے لگا کر پیار کر چکی تھی۔ جو گولڈن شرارے میں بالکل دلہن کی طرح ہی تیار ہوئی تھی۔

"تم اپنی کہو......! خود بھی اپسرا ہی لگ رہی ہو۔" اس نے بھی جھٹ جویریہ کے رخسار پر چٹکی لی۔

جویریہ بلیو شیفون، جارجٹ کا قمیص دوپٹہ جس پر ہلکی سی کڑھائی ہوئی تھی اور گولڈن چوڑی دار پاجامہ میں سراپا حسن کا شاہکار لگ رہی تھی۔ بالوں میں اس نے پراندہ ڈالا تھا۔ نفیس سی نگوں والی جیولری اور لائٹ سا میک اپ اسے بالکل مختلف ہی بنا رہا تھا۔ بہت کم وہ ایسے تیار ہوتی تھی یا پھر وہ صدف کی شادی پر تیار ہوئی تھی اور آج اپنی فرینڈ کی منگنی پر۔

"لگتا ہے شاہین......! تمہارے دلہا صاحب کی سواری باد بہاری آنے میں ٹائم ہے۔" وہ کھڑکی کے پردے ہٹا کر باہر لان میں دیکھنے لگی۔ جہاں پورا لان برقی قمقموں سے جگمگا رہا تھا۔ درمیان میں چھوٹا سا اسٹیج بنایا ہوا تھا۔ مہمانوں کے لئے راؤنڈ ٹیبل اور ایک طرف لمبی سی میز پر ڈنر کا انتظام تھا۔ چھوٹی سی منگنی کی تقریب تھی۔

"کتنی دیر اور مجھے بیٹھنا ہوگا......؟" شاہین کب سے سنگل صوفے پر بیٹھی بیٹھی تھک گئی تھی۔

"میں آنٹی سے پوچھ کر آتی ہوں۔" اس نے شاہین کی امی کی تلاش میں دوڑ لگا دی۔ پورا گھر چھان مارا، ملی تو لان میں ہی۔

ٹی......! کتنی دیر اور لگے گی......؟" اس نے پوچھا۔

ہارے انکل نے فون کیا تھا۔ نکل پڑے ہیں وہ سب۔" آنٹی بھی گرین جارجٹ کی ساڑھی میں خاصی لگ رہی تھیں۔

کچھ دیر تک لان میں ہی کھڑی رہی تھی۔ ڈیڈی اسے چھوڑ کر چلے گئے تھے کیونکہ ان کی کہیں پارٹی تھی وہ لازمی تھی۔ کتنی خفا بھی ہوئی تھی۔

میں دلہا صاحب اپنے گھر والوں کے ساتھ اندر آ چکے تھے۔ جویریہ دولہا کو دیکھ کر چونکی ضرور کہ اسے دیکھا ور ہے۔ مگر کرنٹ تو جب لگا بلال کو دیکھ کر آنکھیں حیرانگی سے پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں۔ وہ کھڑی ایک طرف ال کی نگاہ اس پر پڑ گئی تھی۔ حیرانگی کا جھٹکا اسے بھی لگا تھا۔

ظم......! وہ دیکھ جویریہ......!" اس نے اعظم کے کان میں سرگوشی کی۔

ہاں......؟ کہاں......؟" فوراً وہ اِدھر اُدھر دیکھنے لگا مگر جویریہ اندر بھاگ لی تھی۔

اندر......!" بلال کا دل ایک دم اُداس ہوا۔

کو اسٹیج پر بٹھا دیا گیا تھا۔ کیا ئن منگنی رکھی تھی کیونکہ شادی ایک سال بعد ہونی تھی اور اعظم نے اپنے ڈیڈی کا بال لیا تھا۔ اس لئے اس کی منگنی اس کی پھپھی زاد سے ہو رہی تھی۔

ر......! وہ ادھر کیسے......؟" اعظم سن کر ہی حیران رہ گیا۔

ں تو میں سوچ رہا ہوں۔" دونوں سرگوشیوں میں باتیں کر رہے تھے۔ مووی کیمروں کی روشنیاں پڑ رہی الوں پر بھی دونوں نگاہ ڈال رہے تھے مگر بلال کو تو تجسس ہو گیا تھا۔

لہ......! شاہین کو بلا لو تا کہ رسم ہو جائے۔" اعظم کی امی (سطوت) ان سے مخاطب ہوئیں۔

جویریہ سے کہتی ہوں، وہ لے کر آ جائے گی۔" وہ ان سے کہہ کر اندر کی جانب بڑھ گئی تھیں۔

ن اپنے والدین کی اکلوتی اولاد تھی۔ اسی لئے جویریہ کو انہوں نے پہلے ہی بلایا ہوا تھا تا کہ بہن کے فرائض سکے۔

یہ شاہین کا ہاتھ پکڑے لان میں لا رہی تھی۔ اعظم کی نگاہ اس پر ٹک گئی۔ بلال کی نگاہ سجی سنوری جویریہ پر جو سرد مہری سے اسٹیج پر چڑھی تھی۔

ز آپ اٹھ سکتے ہیں......؟" اس نے آہستگی سے کہا، بلال کا سکتہ ٹوٹا۔

ٹ شیور......!" مسکراتا ہوا اٹھا تو جویریہ کی پشت اس کے سینے سے آ لگی۔ جویریہ بدک کر ہٹی مگر توازن فوراً بلال نے اس کا بازو پکڑ لیا۔ وہ خفیف سی ہو گئی۔

یہ بیٹا......! آرام سے ادھر آؤ تم......!" نائلہ نے اسے اپنے قریب بلا لیا۔ باری باری سب نے ان ھائی کھلائی۔ اعظم کی امی نے شاہین کی انگلی میں انگوٹھی پہنائی۔

ٹی......! یہ کیا بات ہوئی......؟ منگنی اعظم کی ہے اور انگوٹھی آپ نے پہنا دی۔" بلال کو اعتراض ہوا۔

......! ہم ایڈوانس ہیں لیکن اتنے نہیں کہ یہ سب کریں۔" وہ مسکرائیں۔

اتنا ہی افسوس ہو رہا ہے تو اپنی منگیتر کو خود پہنا دیجئے گا۔" کسی لڑکی نے شوخی سے فقرہ کسا تھا۔ بلال تو گیا۔

ن کی امی نے اعظم کو انگوٹھی پہنائی۔ پھر گروپ فوٹوز بنے۔ بلال چیئر پر بیٹھا اور مسلسل جویریہ کو ٹارگٹ پر لیا

ہوا تھا۔ وہ لڑکیوں سے مسکراتی ہوئی باتیں کر رہی تھی۔ ایک آدھ نگاہ بلال پر بھی ڈال چکی تھی مگر فوراً ہی ہٹا لی تھی۔

"سنیے......! آپ کو اعظم بلا رہا ہے۔" کسی لڑکے نے اسے اطلاع دی تو وہ چونک گیا۔ وہ اٹھ کر دوبارہ اسٹیج پر آ گیا۔ شامین اور اعظم ساتھ ساتھ بیٹھے تھے۔

"شامین......! ان سے ملو۔ یہ میرا جگری دوست ہے۔" اس نے بلال کا تعارف کرایا۔

"مل کر خوشی ہوئی۔" وہ شرمائی شرمائی مسکرائی۔

"شامین......! وہ لڑکی کون ہے......؟" اس نے شامین سے پوچھا۔

"وہ......؟" اس نے اعظم کے اشارہ پر دیکھا، جو جویریہ کا پوچھ رہا تھا۔

شامین نے ہاتھ ہلا کر جویریہ کو بلایا۔ وہ باتوں میں مگن تھی۔ فوراً اس کے بلانے پر اوپر آ گئی۔

"ان سے ملیے......! یہ میری بیسٹ فرینڈ ہے، جویریہ توقیر۔ میرے سوا اس کی کوئی اور دوست ہے ہی نہیں۔" اس نے جویریہ کا ہاتھ پکڑ کر سنگل صوفے پر بٹھا لیا۔

بلال نے مسکراتی نگاہ اس پر ڈالی جو بلال سے پزل بھی ہو رہی تھی۔

"بھابی......! آپ یہ غلط کہہ رہی ہیں۔ کیا پتہ کوئی اور ہو دوست......؟" بلال نے تو شامین کو فوراً ہی بھابی کہہ کر مخاطب کرنا شروع کر دیا۔

"شامین......! مجھے جلدی جانا ہوگا۔" اس نے بات ہی کاٹ دی۔

"آج تم بالکل نہیں جا سکتی ہو۔" شامین نے اسے ڈانٹ دیا۔

"شامین......! ڈیڈی پریشان ہوں گے۔"

"ایک تو جویریہ......! تم سے میں پریشان ہوں۔ ہر وقت ڈیڈی ڈیڈی کرتی رہتی ہو۔ پتہ نہیں شادی کے بعد ان کے بغیر کیسے رہو گی......؟"

"بہت فضول بولنے لگی ہو۔" وہ جھینپ گئی۔

"مس جویریہ......! ویسے اتنا بھی آپ کو اپنے ڈیڈی سے اٹیچڈ نہیں ہونا چاہئے کہ بعد میں مشکل ہو۔" اعظم بھی کہا بلال تو خوش ہو گیا۔ کم از کم کوئی تو بولا۔

جویریہ سے کوئی جواب ہی نہ بن پڑا۔ وہ اسٹیج سے اتر کر چلی گئی تھی۔ اسے اب یہاں رکنا ہی محال لگ رہا تھا۔ ڈنر وغیرہ ہو چکا تھا۔ ڈیڈی نے فون کر دیا تھا کہ وہ بزی ہیں۔ وہ شامین سے کہے کہ تمہیں ڈراپ کروا دے۔

"سنیے......! آپ کے ڈیڈی نے مجھے کال کر دی ہے کہ میں آپ کو ڈراپ کر دوں۔"

"واٹ......!" وہ جھٹکے سے گھومی۔ صدابہار کی باڑ کے پاس وہ کھڑی تھی۔ وہ چلا آیا۔

"جویریہ......! تم نے بتایا نہیں، یہ تمہارے کزن ہیں۔" نائلہ آنٹی نے اس سے کہا، تو وہ لب بھینچ کر رہ گئی۔

"وہ اصل میں آنٹی......! میرے یہ کزن......" وہ آگے بولنا ہی چاہتی تھی، بلال درمیان میں بول اٹھا۔

"آنٹی......! یہ کبھی ہمیں کزن مانتی ہی نہیں ہیں۔ اب آپ بتائیے، کچھ عرصے بعد ان کی اور میری منگنی ہونے والی ہے۔"

"کک...... کیا......؟" وہ حیران ہی ہو گئی تھیں۔

"آنٹی......! جھوٹ ہے۔"

"بیٹا......! شرمانے کی بات نہیں ہے۔ چلو اچھی بات ہے۔ بلال، اعظم کے دوست نکلے۔" وہ تو سن کر

ہی گئی تھیں۔

"نائلہ......! ادھر آؤ......!" اعظم کی امی نے پکار لیا۔

"بلال......! آپ جویریہ کو گھر چھوڑ دیجئے گا۔" وہ تیزی سے کہتی ہوئی چلی گئی تھیں۔

جویریہ تو بھنا کر ہی رہ گئی۔ دانت پیسے۔ بس نہیں چل رہا تھا کہ بلال کا منہ نوچ لے جو ہونٹوں پر دلفریب مسکراہٹ لئے کھڑا تھا۔ شامین سے تو اجازت لے ہی چکی تھی اور وہ اعظم سے مل کر آ گیا تھا۔ حالانکہ اس کا رکنے کا ارادہ تھا۔ جلتی کڑھتی وہ چلنے لگی۔

"سچ بتائیے......! آپ نے ڈیڈی کو فون کیا تھا......؟"

"ابھی بیوی بنی نہیں ہو لیکن سوال ویسے ہی کر رہی ہو۔" اس نے مسکرا کر کہا، جویریہ کے تو آگ ہی لگ گئی۔

"شٹ اپ......!" دوپٹہ کھول کر خود کو چھپایا۔

"اٹس او کے......! نیور مائنڈ......!" بائیک کو گھسیٹ کر پیدل ہی وہ گیٹ سے باہر لے آیا تھا مگر بائیک پر بیٹھنا اس کا خون خشک کر رہا تھا۔

پرس سے اپنا موبائل نکال کر ڈیڈی کو رنگ کیا۔

"ڈیڈی......! آپ مجھے لینے نہیں آ رہے......؟" وہ پوچھ رہی تھی۔

"بیٹا......! بلال ہے، اس کے ساتھ آ جاؤ......!" انہوں نے اطمینان سے کہا۔

جویریہ تو سلگ ہی گئی۔ بلال بائیک پر بیٹھ چکا تھا مگر پاؤں زمین پر ٹکا کر کھڑا ہوا تھا۔ اسے منتظر نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

"مجھے دیر ہو جائے گی، او کے......! اللہ حافظ......!" انہوں نے مزید سنے بغیر موبائل آف کر دیا تھا۔ وہ مسلسل سوچوں میں گھری ہوئی تھی۔

"چلئے محترمہ......! ویسے ایک بج چکا ہے۔" آگے ہو کر اس کے لئے جگہ چھوڑی اور وہ تذبذب کی شکار ہو گئی۔

"مجھے بیٹھنا نہیں آتا ہے۔"

"ادھر ہاتھ دیں۔" اس نے جویریہ کا ہاتھ پکڑا۔

"بیٹھیے، چلیے......!" وہ گائیڈ کرنے لگا اور وہ جھجکتے ہوئے بیٹھنے لگی تھی۔ بلال نے اس کا دایاں ہاتھ پکڑ کر اپنے شانے پر رکھا۔

"میں نہیں رکھوں گی۔" جھٹ ہاتھ کھینچا۔

"بہت ہی بے وقوف ہیں آپ......! پتہ نہیں بعد میں کیا ہوگا آپ کا......؟"

"اگر یہی فضول گوئی کی تو میں نہیں بیٹھوں گی۔" دھمکی دی۔

"او کے......! او کے......! آرام سے پکڑ لیں، گر سکتی ہیں۔" وہ بائیک اسٹارٹ کر چکا تھا۔ جو ایک ہاتھ سے بائیک کی سیٹ پکڑی ہوئی تھی۔ مگر ابھی بائیک آگے بڑھی تھی کہ ڈر سے فوراً بلال کو دونوں ہاتھوں سے تھام لیا۔ بلال کو ہنسی آ گئی کیونکہ سر اس کی پشت پر ٹکا دیا تھا۔ اسے اس وقت یہ احساس ہی نہ تھا کہ وہ کیسے بیٹھی ہے۔

● ● ●

"فارحہ......! تم بھی صبح اپنی تیاری رکھنا کیونکہ تمہیں کل ہی جانا ہوگا۔" طائشہ نے اسے مخاطب کیا جو ریسیور کو گھور رہی تھی۔

"فارحہ......! فارحہ......!" طائشہ اس کے قریب چلی آئی۔ وہ سوچوں میں غلطاں تھی۔

"بھابی......! پتہ نہیں کون شخص ہے......؟ بلکہ ڈھیٹ ہی ہے، جو صرف آوازیں ہی سنتا ہے۔"

"کیوں......؟ پھر آیا تھا فون......؟" اس نے استفسار کیا۔

"جی......! دو مرتبہ ریسیو کر چکی ہوں۔ لیکن بولتا کچھ نہیں ہے۔"

"نمبر دکھاؤ مجھے......!" اس نے سی ایل آئی کا بٹن دبایا۔

"یہ نمبر تو کسی P.C.O کا لگتا ہے۔"

"بھابی......! نمبر بدلوانا پڑے گا۔" فارحہ فکر مندسی بولی۔

"کہا ہے میں نے ان سے، کہہ رہے تھے بدلوا لوں گا۔"

"لیکن نمبر بدل کر بھی کوئی فائدہ نہیں۔ آج کل فوراً ہی نمبر ڈائل کرو تو ہدایات آجاتی ہے کہ دو کی جگہ سات ڈائل کریں۔"

"ہوں......! یہ تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔" طائشہ نے اتفاق کیا۔

"ایسا کرو جیسے ہی فون آئے نمبر دیکھ لو۔"

"لیکن بھابی......! وہ شخص مختلف جگہ سے کر رہا ہے۔" فارحہ مسلسل سوچوں میں گھری بولی۔

"اچھا چلو چھوڑو۔ تم نے کل کے لئے تیاری کر لی ہے ناں......؟ تمہارے بھائی جان تمہیں لے کر صبح مائرہ کے اسکول جائیں گے اور پھر انس کا بھی ایڈمیشن کروا دیں گے۔" اس نے یاد دلایا۔

"تیاری میں نے کر لی ہے۔" وہ خوش ہو کر بتانے لگی۔

طائشہ نے اس کے کھلتے چہرے کو دیکھا تو مسکرا دی۔ دو تین دن سے وہ کچھ کچھ اپنے خول سے باہر آنے لگی تھی اور چاہئے بھی سب کو یہی تھا۔ ہلکی سی تھپکی اس کے رُخسار پر دی۔

"انس کو جلدی سلا دیجئے گا، ورنہ پھر صبح نہیں اُٹھے گا۔"

"ہاں......! اس کی تم فکر نہ کرو۔" اس نے اوپر کی جانب قدم بڑھائے ہی تھے کہ فون نے پھر شور کر دیا۔

"دیکھئے گا۔ اب نہیں چھوڑوں گی میں۔" فارحہ نے جھپٹ کر ریسیور لیا۔

"اگر تم نہیں بولے مسٹر......! تو بہت برا ہوگا۔"

"اُف......! اتنا غصہ......؟" دوسری جانب شاید کفر ٹوٹ گیا تھا۔ گمبھیر آواز پر وہ کچھ ٹھٹک سی گئی۔

"کون ہیں آپ......؟"

طائشہ حیرانگی سے اس کے قریب آگئی۔ فارحہ کے کان سے ریسیور لگا ہوا تھا۔

"اگر میں کہوں تمہارا چاہنے والا......؟"

"شٹ اَپ......!" دھڑ سے ریسیور پٹخ دیا اور ساتھ ہی کنکشن بھی منقطع کر دیا مگر دل کی رفتار تو بڑھ گئی تھی۔ نہ جانے کیوں اسے کچھ اور گمان ہوا۔

"کون تھا......؟" اس نے پوچھا۔

"تھا کوئی بدتمیز......!" وہ بڑبڑاتی ہوئی چلی گئی۔

طائشہ گہری سوچ میں پڑ گئی کہ آخر کون شخص ہے؟ اور چاہتا کیا ہے؟ سی ایل آئی سوچا کہ چیک کرے۔ پہلے کنکشن درست کیا اور پھر بٹن دبا کر نمبر دیکھا تو کوئی P.C.O کا نمبر تھا۔

"ہاؤ......!"

"آں ہاں......!" وہ تو بری طرح ڈری تھی۔ پیچھے سے آ کر عمر نے ڈرا دیا تھا۔

"عمر......! بدتمیز......! ڈرا دیا مجھے۔"

"آپی......! ایک تو آپ ڈانٹتے بہت لگی ہیں۔" وہ ٹیلی فون سیٹ کے قریب رکھی چیئر پر براجمان ہو گیا۔

"تمہاری حرکتیں ہی ایسی ہیں۔" اس نے ٹیلی فون سیٹ بند کیا۔

"بلال بھائی کی حرکتوں پر نگاہ رکھا کریں۔" اس نے بلال کو دیکھتے ہی ہانک لگائی جو گلاس ڈور کھول کر اندر آیا

"بلال کی حرکتوں پر بھی نگاہ رہتی ہے۔" وہ معنی خیزی سے بولی۔ بلال نے عمر کو گھورا اور نہ دل تو یہ چاہ رہا تھا کہ رکھ کر ایک جھانپڑ لگا دے۔

"تمہارا کیا مطلب ہے میری حرکتوں سے......؟" وہ برا مان گیا۔

"تم بنو مت۔ سب سمجھتی ہوں۔"

"کیا سمجھتی ہیں......؟" وہ انجان بنا۔

"وہی جو کچھ عرصہ پہلے سمجھ گئی تھی۔ لیکن بولی نہیں۔"

"بھابی......! خواہ مخواہ آپ مجھ پر شک کر رہی ہیں۔" خفگی سے بولتا عمر کے ایک دھپ رسید بھی کی جو اس نے سنا کر سہی تھی۔

"لڑکے......! اب تم جوان ہو گئے ہو۔ اس لئے شک کرنا پڑتا ہے۔ کل کلاں کو کسی لڑکی کے چکر میں پڑ گئے تو لڑکا تو گیا ہاتھ سے۔" عمر نے خاصے بزرگانہ انداز میں ایکٹنگ کے ساتھ کہا۔ طائشہ کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"مم......میں ان خرافات میں نہیں پڑتا۔" فوراً نگاہ چرائی۔

"بلال بھائی......! جھوٹ مت بولیں۔ جنت میں نہیں جائیں گے۔"

"چلو، میں تو پھر بھی چلا جاؤں گا۔ تم اپنی فکر کرو۔ بی جمالو کا کردار ادا کرتے ہو۔" بلال کے تو پتنگے لگ گئے۔

"ٹھیک ہے بی جمالو کہا ہے۔ اب میرا کمال دیکھئے گا۔" وہ غصہ میں کھڑا ہو گیا۔

"تم دونوں چونچیں لڑاؤ۔ میں چلتی ہوں۔" وہ وہاں سے کھسک لی۔ لیکن ان دونوں میں ٹھن گئی۔

"بی جمالو کیوں کہا......؟"

"اور تم جو بھابی کے سامنے بکواس کر رہے تھے......؟" وہ فان کلر کے کرتے شلوار میں دونوں ہاتھ کمر کی پشت پر لئے لڑاکا انداز میں کھڑا تھا۔

"بکواس ہی کی تھی، کچھ بتایا تو نہیں ناں......؟" وہ مسکرایا۔

"ایک تو میں پریشان ہوں، مستزاد تم مجھ پر حملے کرو۔" وہ کوریڈور سے گزرتا ہال کمرے میں جانے لگا۔ عمر نے اس کی تقلید میں قدم بڑھائے۔ آخر کو اس کا راز داں تھا، کچھ تو حل بتا ہی دیتا تھا۔

"کیوں پریشان ہیں......؟" اس نے مغموم سے بلال پر نگاہ ڈالی۔

جواب میں اس نے اعظم کی منگنی، پھر جویریہ سے ملاقات، سب کچھ اسے بتا دیا۔ اس سے کہہ کر تھوڑا بوجھ ہلکا ہوا تھا۔

"یہ تو زبردست اتفاق ہوا۔ فلمی سچویشن، ہیرو کے دوست کی منگیتر کی سہیلی ہیروئن۔ واہ......!"

"اوہ......! اُدھر جاؤ......! ہر وقت فلمیں سوار رہتی ہیں۔" اس نے دھپ لگائی۔

دونوں فلور کشن پر سر رکھ کر لیٹ چکے تھے اور محوِ گفتگو بھی تھے۔

"بلال بھائی......! بائیک پر انہیں بٹھا کر مزہ آیا......؟" وہ معنی خیزی سے شوخ لہجے میں پوچھنے لگا۔

"خاک مزہ آتا......؟ پورے راستے چیختی ہی رہی ہے۔ اتنی زور زور سے نوچا ہے، دیکھو آگے سینے پر۔" اس نے کرتے کے بٹن کھول کر، اپنا گھنے بالوں سے ڈھکا سینہ دکھایا۔ واقعی جگہ جگہ ناخنوں کے سرخ نشان تھے۔

"واقعی بلال بھائی......! محترمہ چڑیل سے کم نہیں ہیں۔" تاسف سے گویا ہوا۔

"سب سے پہلے ان کے ناخن کٹوائیے گا ورنہ بعد میں تو آپ کو وہ ہاسپٹل پہنچا دیں گی۔"

"بکومت......!" وہ جھینپ گیا۔

"ایک تو جنگجو ہٹلر ٹائپ لڑکی سے محبت کر لی۔ لیکن وہ اقرار نہیں کر رہی ہے۔ میری مانئے چھوڑیں اسے۔"

"کبھی نہیں......! اس کے منہ سے اقرار کرواؤں گا اور وہ خود کرے گی۔" اٹل اور پرعزم لہجہ تھا۔

"آپ ہیرو نہیں ولن لگ رہے ہیں۔"

"ضرورت سے زیادہ فلمیں دیکھنے لگے ہو۔ ڈاکٹر کیسے بنو گے......؟" بلال کو یکدم اس کی فکر ہونے لگی۔

"پڑھ کر، ہاؤس جاب کر کے بن جاؤں گا۔" جواب دینے میں اس کا ثانی نہیں تھا۔ بلال کو ہنسی آ گئی۔

"جواب میں ماہر ہو۔"

"غرور نہیں کیا۔" اترایا۔

"یار......! بتاؤ میں کیا کروں......؟ اسے دیکھنے کو، ملنے کو دل چاہ رہا ہے لیکن جاؤں کیسے......؟ جبکہ گزشتہ دنوں زبردست میری اس سے لڑائی ہوئی ہے۔" وہ بہت ملول اور شکستہ دل ہو رہا تھا۔ جویریہ کو ملنا چاہتا تھا لیکن اس نے منع کیا ہوا تھا آنے سے۔ لیکن جانا بھی چاہتا تھا۔

"سن لیا ناں شہرینہ باجی نے، بچو گے نہیں تم......!" بلال نے اس کے بال کھینچے۔

"مجھے یہ بتائیے......! آپ بجو کو باجی کیوں کہتے ہیں......؟"

"اس لئے کہ مجھ سے بڑی ہیں۔"

"خوش فہمی ہے آپ کی، تائی امی بتا رہی تھیں کہ آپ ان سے پندرہ دن بڑے ہیں۔" اس نے معلومات میں اضافہ کیا۔

"اچھا......! مجھے نہیں پتا۔"

"بس آج سے شہرینہ کہنے کا۔" عمر اسے ایسے بولا جیسے خود دس سال بڑا ہوا۔

"یار......! منہ پر چڑھ گیا ہے۔" وہ کھسیا گیا۔

"جیسے جویریہ تو تیر آپ کے دل پر چڑھ گئی ہیں۔"

"جب بھی بولنا بے تکا بولنا۔" وہ چڑ کر اٹھنے لگا تھا، عمر نے بھی تقلید کی۔

•••

"نیلم......! کیسی ہو بیٹا......!" زینب فون پر بات کر رہی تھیں۔

سب ہی رات کا کھانا کھا رہے تھے کہ نیلم کا فون آ گیا تھا۔ وہ تو بے قراری سے اُٹھی تھیں۔

"امی......! اعزاز سے کہیں کہ کب آ رہا ہے......؟" اس نے پوچھا۔

"بیٹا......! وہ پاسپورٹ ایسا کھویا ہے کہ ابھی تک نہیں ملا ہے، کیسے آئے وہ......؟" انہوں نے افسردگی سے بتایا۔

"اور صدف کیسی ہے......؟ کوئی خوشخبری وغیرہ......؟"

"ہاں......! خیر سے ہے۔ جلدی پھپھو بننے والی ہو۔" انہوں نے خوش ہو کر بتایا۔

صدف تو مارے حیا کے سر ہی نہ اٹھا پائی۔ اعزاز نے اس پر ایک اُچٹتی نگاہ ضرور ڈالی۔

"اعزاز سے کہیے گا کہ کبھی مجھے فون ہی کر لے۔"

"تم ابھی بات کر لو، یہ موجود، سب کھانا کھا رہے تھے ناں......!" انہوں نے بتایا اور ساتھ ہی اعزاز کو ...ے سے بلایا۔ وہ اٹھ کر آ گیا تھا۔ ڈائننگ روم سے اُترتے ہی لاؤنج تھا اور وہیں فون رکھا تھا۔

"السلام علیکم بجو......!" اس نے فرشی سلام جھاڑا۔

"وعلیکم السلام......! ذرا خیال نہیں آتا کہ بہن کا حال چال پوچھ لو۔ ایسی بھی کیا شادی کی کہ بہنوں کو بھول جاؤ۔" ...ی شکوہ کیا۔

"آتا ہی لیٹ ہوں، اتفاق سے آج ہی جلدی آیا ہوں۔" اس نے مسکرا کر بتایا۔

"اچھا......! اچھا بس......! سنو میں پھپھو بننے والی ہوں تو میں تم سے گولڈ کی چین لوں گی۔" فوراً اس نے اپنا حق مانگا۔

"وائی ناٹ......! آپ اور آپی کا حق بلکہ تحفہ یہاں موجود رکھا ہوگا۔"

"خوش ہو صدف کے ساتھ......؟" اس نے پوچھا۔

"بہت خوش ہوں......!" ایک جذب سے کہا۔

"اچھا بتاؤ......! صدف کیسی ہو گئی ہے......؟"

"جیسی آپ اس کنڈیشن میں ہوں گی، ویسی ہی لگ رہی ہے۔" شرارت سے باز نہ آیا۔

"بدتمیز......!" اس نے جھینپ کر ڈانٹا۔

"بھائی......! مجھے بھی دیں، میں بات کروں گی بجو سے۔" عفرا اس کے قریب ہی بغل میں گھسی۔ اعزاز نے اسے تھما دیا۔

"بجو......! میں بھی آؤں گی آپ کے پاس امریکہ۔" وہ بولی۔

"ارے عفرا گڑیا......! کیسی ہو......؟" چھوٹی بہن کی آواز سن کر وہ خوش ہو گئی۔

"بھائی اور بھابی کے ساتھ میں بھی آؤں گی۔"

"آ جانا......! آ جانا......!"

...کافی دیر تک دونوں اور بات کرتی رہیں پھر نیلم نے ہی خدا حافظ کہہ کر ریسیور رکھ دیا تھا۔ عفرا اُچھلتی کودتی دوبارہ ...پر آ کر بیٹھ گئی۔

"آپ نے بات کیوں نہیں کی......؟" زینب نے اُلٹا انعام احمد سے استفسار کیا۔

"جب تم بات کرتی ہو تو بھول ہی جاتی ہو کہ کسی اور کو بھی بات کرنی ہے۔" وہ طنز کئے بنا نہ رہ سکے۔

"ہاں......! مجھے الزام دیں۔" وہ تنک گئیں۔

"ارے امی......! آپ فوراً ناراض ہونے لگتی ہیں۔" اعزاز نے جھٹ مداخلت کر کے معاملہ ٹھنڈا کرنا چاہا ورنہ ...پ کرانا مشکل ہی ہوتا۔

"اعزاز......! تمہاری ماں ناں بالکل عقل سے پیدل ہے۔"

"بس کریں......!" وہ بھڑک ہی اٹھیں۔ کیونکہ بہو کے سامنے اپنی تذلیل بری ہی لگی تھی۔ صدف آہستگی سے اٹھ گئی تھی۔

"میری بچیاں اتنی دور ہیں۔ ان سے مل بھی نہیں سکتی ہوں، نہ جا سکتی ہوں۔" وہ باقاعدہ رونے لگیں۔

"دیکھو ڈرامہ......!" انعام احمد غصہ میں اٹھ کر ہی چلے گئے۔ کھانا بھی انہوں نے پورا نہ کھایا تھا۔ اعزاز نے سر... لیا۔ زینب نے جبکہ ایک لقمہ تک نہ لیا تھا۔ صدف نے مضمحل ہو کر سر ہلایا۔ وہ بس دیکھتی اور سنتی رہتی تھی۔ وہ اٹھنے لگی تو...

"امی......! کھانا تو کھالیں۔" اعزاز نے کہا۔

"نہیں کھانا مجھے......!" وہ روٹھ کر چلی گئی تھیں۔

وہ تاسف بھری سانس بھرنے لگا۔ عفرا اپنے کمرے میں چلی گئی تو صدف کچن سے چلی آئی تھی۔

"امی اور ابو نے کھانا ہی نہیں کھایا۔" اعزاز نے اس کے چہرے پر نگاہ ڈالی جو روز بروز پیلا ہی ہوتا جا رہا تھا۔ اس کی جانب سے متفکر تھا۔

"میں لے جاتی ہوں۔" وہ سالن کے ڈونگے اٹھانے لگی۔

"تم نے کھایا......؟" مشکوک نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"وہ......دل نہیں چاہ رہا۔"

"صدف......! پلیز، مت ظلم کرو خود پر اور اس پر جسے تم پروان چڑھا رہی ہو۔" سن کر وہ ہتھے سے اُکھڑ گیا۔

"چہرہ دیکھو کتنا زرد ہو رہا ہے۔ دن بدن کمزور لگنے لگی ہو۔"

"کچھ عرصے کی بات ہے، برداشت کرلیں۔" بھرائے ہوئے لہجے میں بولتی مڑ گئی لیکن اعزاز کی تو دُنیا ہی لٹ گ...

"کیا غم ہے......؟ کیا پریشانی ہے......؟ صدف......! مجھے بتاؤ......!" اس نے شانوں سے تھام لیا۔

"نہ کوئی غم ہے اور نہ پریشانی، بلکہ یہ خوشی ہوتی ہے کہ آپ سب کی خواہش اور ارمان پورا کرنے جا رہی ہوں..." لہجے میں افسردگی تھی۔

"کیوں......؟ تمہیں خوشی نہیں ہے......؟"

"ہوتی خوشی اگر میں زندہ بچ جاؤں۔ کیسے بتاؤں آپ کو میں ایک نہیں دو بچوں کی تخلیق کر رہی ہوں۔ صرف آپ کے لئے، آپ کی امی کے لئے۔" وہ سوچ کر ہی رہ گئی مگر اس سے کہہ نہ پائی اور شاید کبھی نہ کہہ پائے... از کم دُنیا سے جاتے ہوئے وہ ان سب کو خوش تو کر جائے گی۔

"بہت خوش ہوں۔" زبردستی مسکرائی۔

"لیکن نہ جانے مجھے یہ کیوں لگتا ہے کہ تم خوش نہیں ہو۔ اکثر میں نے تمہیں روتے ہوئے دیکھا ہے۔" وہ ا... چوری پکڑ کر بولا۔

"ظاہر ہے، کبھی کبھی ماں باپ یاد آ جاتے ہیں۔ بھائی یاد آ جاتا ہے۔" اس نے بات بنائی۔

"قسم کھاؤ، یہی بات ہے......؟" وہ بضد ہوا۔

"پلیز......! ایسی بات مت کریں۔" وہ لب بھینچ کر رہ گئی۔

"ٹھیک ہے......! پھر تمہیں میں کچھ دنوں کے لئے چھوڑ آتا ہوں اگر تم چاہو تو......؟" اس نے اسی سے ہی سوال ک...

"نہیں......! مجھے نہیں جانا۔" رکھائی سے کہتی کچن میں چلی گئی۔

زینب اور انعام احمد کا کھانا اسے کمرے میں لے کر جانا تھا۔ پھر کچن سمیٹنا تھا۔ آخر میں فراز آتا تھا۔ اسے بھی...

...عفرا کو تھوڑا پڑھاتا۔ اپنے لئے تو اس کے لئے ٹائم ہی نہیں ملتا تھا۔ رات کو پھر اعزاز ہوتا لیکن اعزاز نے اس... رکھنا شروع کر دیا تھا۔ اسے ہلنے تک نہیں دیتا تھا۔ صبح آفس کے لئے خود تیار ہو جاتا۔ اٹھاتا اسے نہ تھا کیونکہ... رات صدف کی تکلیف کی وجہ سے کروٹیں بدلتے گزرتی تھی، صبح کہیں جا کر آنکھ کھلتی تھی۔

• • •

"ہر طریقے سے انہیں منا لیا ہے، لیکن ناراض ہیں۔" وہ روہانسی ہو رہی تھی۔

"مجھے پتہ ہے، بس تھوڑا غصہ دکھا رہا ہے۔" جہاں آراء نے اسے اطمینان دلایا، مگر وہ بے قراری سے ان کے... گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ گئی۔

"اس بار زبردست غصہ ہے۔ بات بات پر جھڑکتے ہیں۔"

"کب تک جھڑکے گا......؟ آخر مانے گا ہی ناں......؟" انہوں نے شہرینہ کے ہاتھ تھامے، جو افسردہ اور... لین ہی ان کے قریب بیٹھی تھی۔

"آپ بتائیے......! اب میں کیا کروں......؟" اس نے پھر پوچھا۔

"تم اسے وہ ڈائری دے دو کہ اس کی وجہ سے تم بدگمان ہو گئی تھیں۔" اندر آتے نائل کے قدم رُک گئے اور وہ امی... کمرے کی چوکھٹ کے باہر ٹھٹک کر رُک گیا۔

"اگر میں نے ڈائری دے دی تو وہ اور خفا ہوں گے۔ پہلے ہی انہیں مجھ پر شک ہے کہ میں نے لی ہے۔"

"تمہیں یہ رسک تو لینا ہی پڑے گا۔"

"اگر امی......! انہوں نے مجھے گھر سے نکال دیا تو میں تو زندہ نہیں رہ پاؤں گی۔" وہ رو دی۔ جہاں آراء نے اس... سر پر تسلی کے لئے ہاتھ پھیرا۔

"میں مانتی ہوں، میں نے ان کا بہت دل دُکھایا ہے، ان کے جذبات کو روندا ہے لیکن آپ بتائیے......! میں... بے برداشت کرتی وہ سب......؟"

"یہی سب تم نائل سے کہہ دو۔ مجھے یقین ہے وہ تمہیں معاف کر دے گا۔" انہیں یقین تھا۔ پھر نائل کی غصہ کی... ات خوب جانتی تھیں۔

"کسی دن میرے سامنے تم زبان سے اعتراف تو کرو۔ مجھ پر شک کرتی رہی ہو۔ میری محبت کو تم نے جھوٹ... تھا ہے۔ اتنی آسانی سے معاف تھوڑی کروں گا۔" وہ زیر لب بولا۔ پھر تیز تیز قدم اٹھاتا چلا گیا۔

"شہرینہ......! شہرینہ......!" لاؤنج میں بیٹھا وہ تیز لہجے میں اسے پکارنے لگا۔

وہاں شہرینہ کو اپنی سانسیں رُکتی ہوئی محسوس ہوئی تھیں۔ یہ وقت اس کے آفس سے آنے کا تھا۔ وہ تو بھول ہی گئی... سرپٹ بھاگی آئی تھی۔

"بیہوش کب سے رہنے لگی ہو......؟" چہرے پر ناگواری طاری رکھی۔

"جی......!" کانپتے لبوں سے بس اتنا نکلا۔

"باہر کا مین گیٹ کھلا تھا۔" اگر ابھی کوئی بھی گھس آئے۔" اسے شروع سے ہی مین گیٹ سے لاپرواہی رکھی... نے پر غصہ ہی آتا تھا۔

"وہ باہر سبزی والا آیا تھا۔ امی لینے گئی تھیں، شاید کھلا رہ گیا ہو۔" اس نے ڈرتے ڈرتے بتایا مگر وہ قہر برساتی... نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ جو معمول کے مطابق بجی سنوری سی گرین کاٹن کے پلین سوٹ میں کافی دلکش لگ رہی تھی۔

"یہ رات میں کون سا سبزی والا آنے لگا ہے......؟" اس نے استفسار کیا۔

"مغرب کے بعد آتا ہے۔ اکثر گزرتا ہے، امی لے لیتی ہیں۔" اس کا بیگ اور فائل اٹھانے جھکی، جو بوجھل سا کاؤچ پر دراز تھا۔

"چائے لاؤں......؟"

"زہر ہو تو وہ لا دو......!" تلخی سے بولا۔

"جتنا غصہ ہے مجھ پر کرلیں اور جتنے دن چاہے کرلیں۔ لیکن بعد میں مجھے معاف کر دیجئے گا۔" اس کے گلے سے ٹائی نکالنے لئے قریب بیٹھی۔ اب تو جان بوجھ کر اس کی قربت میں رہنے کی کوشش کرتی تھی تاکہ کبھی تو مانے گا۔

"دل چاہتا ہے، تمہارا گلا دبا دوں۔" ٹائی کو خود نکال کر اس کے ہاتھ میں تھمائی۔

"اگر اس طرح آپ کا غصہ کم ہو سکتا ہے۔ یہ بھی شوق پورا کرلیں۔" ایک ادا سے کہتی اس کے شانے سے ٹیک لگالی۔

"لگتا ہے فلمیں دیکھنی شروع کر دی ہیں۔" وہ اس کے یوں بے باک سے انداز پر طنز کرنے لگا۔ البتہ شہرینہ کو اپنے وجود سے ہٹایا ابھی تک نہیں تھا۔

"جو آپ ہانگ کانگ سے موویز لائے تھے، ساری دیکھ لی ہیں۔ کچھ تو لو اسٹوری بھی تھیں۔" وہ عام سے لہجے میں بتانے لگی۔

"غلطی سے اس وقت لے آیا تھا۔" وہ اٹھنے لگا مگر شہرینہ کا ایسا موڈ بالکل نہ تھا۔ وہ اطمینان سے بیٹھی تھی۔

"اس طرح کی غلطیاں اچھی لگتی ہیں۔" اس نے نائل کا تپا ہوا چہرہ دیکھا۔

"جیسے تم سے شادی کرلی، سب سے بڑی غلطی کی ہے۔" جھٹکے سے اٹھا۔

"اوہوں......! غلطی تو نہ کہئے۔ ہوش و حواس میں مجھ سے ریلیشن قائم کیا تھا۔" آنکھوں میں معنی خیزی اور شوخی بھی تھی۔

"دوسری غلطی میں نے یہ کی کہ تم میرے بچے کی ماں بن گئی ہو۔"

"اسی طرح کی تیسری غلطی کب کریں گے......؟"

"شٹ اَپ......!" وہ دھاڑتا ہوا کھڑا ہوا۔ شہرینہ نے سہم کر آنکھیں بند کرلی تھیں۔

"اتنی دیر سے آپ سے محبت سے بات کر رہی ہوں، ایک لفظ بھی پیار سے ادا نہیں کیا ہے۔"

"پچھتا رہا ہوں تم سے پیار کر کے۔ آئندہ باز آیا۔" پھنکار کر وہ کمرے میں چلا گیا۔

شہرینہ نے سرد سی آہ بھری۔ چہرہ اس کا رونے والا ہو رہا تھا۔ جہاں آراء بیگم نے دیکھا تو مسکراتی ہوئی چلی آئیں۔

"تم کوشش جاری رکھو۔ اونٹ پہاڑ کے تلے آ ہی جائے گا۔"

"اگر ای......! اس اونٹ نے واقعی میرا گلا دبا دیا تو......؟" وہ افسردگی و مایوسی سے گویا ہوئی۔

"اتنا پاگل نہیں ہے، محبت کی ہے تم سے۔ ایسا سلوک کبھی نہیں کرے گا۔" انہوں نے اس کے رُخسار پر تھپکی دے کر اطمینان دلایا۔

وہ کچن میں چلی گئی۔ چائے وہ آتے ہی لازمی پیتا تھا۔ ارسل آج بے وقت سو گیا تھا۔ کچھ دانت نکلنے کی وجہ سے اس کی طبیعت بھی ٹھیک نہ تھی۔ اس لئے پورا وقت تنگ بہت کیا تھا۔

"لیجئے جناب......! چائے حاضر ہے۔" وہ چائے کا کپ لئے کھڑی تھی۔



سچے جذبوں سے میں نے تمہیں چاہا تھا۔ جب بھی میں تمہارے قریب آیا ہوں، اس میں سوائے محبت کے تھا مگر تم نے سوائے مجھے ہرٹ کرنے کے کیا کیا ہے......؟ تمہاری بلا سے میں مروں یا جیوں......؟"

"پلیز......! ایسے نہ بولیے......!" وہ تڑپ کر کھڑی ہوگئی۔

"اس سے اچھا تو مر ہی جاتا۔ کم از کم تم سمجھوتے پر تو نہ اُترتیں۔"

"کیوں مرجاتے آپ......؟ آپ سے پہلے میں نہ مرجاتی۔" گلوگیر لہجے میں بولتی نائل کو اور ہی تڑپانے لگی۔

دل کہنے لگا بس کرو۔ اسے اپنی غلطی کا احساس ہے۔ تھام لو اسے اور یقین دے دو۔ تم اس کے بغیر کچھ نہیں ہو اور کب سے خود کو سنبھال رہے ہو۔

"دیکھئے مجھ سے بے رُخی نہ برتیے۔ پلیز......! آپ کو ارسل کا واسطہ۔"

"خبردار......! تم نے میرے بیٹے کا واسطہ دیا۔" وہ شہادت کی اُنگلی اٹھا کر، آنکھوں میں غصہ لئے اسے وارن کرنے لگا۔

"پھر بتائیے کیا کروں......؟" رو رو کر چہرہ متغیر ہوگیا۔ آنکھوں میں سرخی آگئی۔ رُخسار شدت و کرب سے سرخ ہوئے۔ ہونٹوں کو بے دردی سے کچلتی جارہی تھی۔ چند لمحوں میں ہی اس کا روپ مرجھا گیا تھا۔

"میری نظروں کے سامنے سے دفع ہو جاؤ۔ اگر میں نے طیش میں آکر کچھ اُلٹا سیدھا کر دیا تو سر پکڑ کر روؤ گی۔" لہجے میں اسے حکم دینے لگا۔

"پلیز......! ایسے مت کریں۔"

"گیٹ لاسٹ......!" وہ دھاڑ کر واش روم میں چلا گیا اور وہ روتی دھوتی کمرے سے نکل گئی۔

نائل کے ارمانوں کا قتل کیا۔ اس کے سچے جذبوں کی توہین کی۔ خود اپنے لئے کانٹے بوئے تھے۔ ذرا اس نے اعتماد نہ کیا اور جو کچھ پڑھا اور دیکھا یقین کرلیا۔ اپنے دل و دماغ میں بدگمانی پالتی رہی اور جب پتہ چلا کہ وہ جھوٹ تھا، امی کے کہنے پر ہی تو نائل کی پوری ڈائری پڑھی تھی۔ اس میں کسی جیسی نامی لڑکی نے نائل کو پھنسانے کی کوشش کی تھی۔



فارِیہ نے اسکول جوائن کرلیا تھا اور انس کا ایڈمیشن ہوگیا تھا۔ شروع میں سرمد ہی چھوڑنے جاتے تھے مگر پھر یہ ذمہ داری ڈرائیور کے سپرد کر دی گئی تھی۔ اتنی صبح سرمد بستر سے مشکل سے اُٹھتے تھے۔ طائشہ اُٹھا اُٹھا کر تھک جاتی تھی۔ پھر خود ہی فاخرہ بیگم نے کہا کہ ڈرائیور ہی چھوڑ کر آیا کرے گا۔

"تم چیک اَپ کے لئے کتنے بجے جاؤ گی......؟" فاخرہ بیگم نے طائشہ سے پوچھا جو سرمد کا ناشتہ تیار کر کے ٹرے لا رہی تھی۔

"ابھی کہہ رہے ہیں لے جانے کو۔" وہ بولی۔

"کل بھی اس کی وجہ سے ٹل گیا تھا۔ تم اس کے چکر میں نہ پڑو۔ آمنہ کو ساتھ لے کر چلی جاؤ۔" انہوں نے کہا۔

"میں تو کہہ رہی تھی۔ خود ہی کہنے لگے کہ میں لے کر جاؤں گا۔"

"یہ لڑکا بالکل ہی باؤلا ہو گیا ہے۔ ایسا لگ رہا ہے پہلی بار باپ بننے جا رہا ہو۔"

"لگتی مجھے بھی ایسی ہی بات ہے۔" وہ شرگیں مسکراہٹ لئے بولی تھی۔

فاخرہ بیگم نے اسے جاتے ہوئے دیکھا جو ہر وقت کھلی رہتی تھی۔ پھر سرمد کی محبت و توجہ سب ہی تو میسر تھی۔ انہیں خوشی بھی تھی کہ سرمد نے طائشہ کو قبول کرلیا ہے۔ بس اب یہی آرزو ہے کہ بیٹی کو بسا ہوا دیکھ لیں۔

"جلدی جلدی ناشتہ کریں۔ دس بج چکے ہیں۔" وہ بالوں میں برش پھیر رہی تھی۔

"سنیے...... امی کہہ رہی ہیں کہ میں پھپھو کے ساتھ چلی جاؤں۔ آپ ویسے ہی مصروف رہتے ہیں۔"

"تمہارے آگے مصروفیت بھی کوئی معنی نہیں رکھتی ہے۔" وہ مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگے۔ وہ جھینپ ہی گئی۔ آج کل ویسے ہی وہ زیادہ شوخ ہو رہے تھے۔

"ظاہر ہے، بیٹی چاہئے آپ کو تو......"

"سنو...... بیٹی چاہئے مجھے بالکل تمہاری جیسی۔" گویا آرڈر دیا۔

"واہ...... ایسے بول رہے ہیں جناب...... جیسے میرے اختیار میں ہو۔" وہ برا مان گئی۔

"اختیار میں تو نہیں ہے۔ لیکن ذہن میں رکھو بس......!" وہ ٹرے سرکا کر اٹھے۔

"آپ کی فرمائشوں کا کیا پتہ...... بعد میں کہہ دیں گے پھر بیٹا چاہئے۔" ٹرے اٹھانے جھکی۔

"یہ تو میں اس بار دیکھ کر ہی بتاؤں گا کہ اگلی فرمائش کرنی ہے یا نہیں۔"

"اُف......!" وہ تو شرم سے سرخ ہی پڑ گئی۔ سرمد کی بے باک اور شوخ نگاہ اس کے وجود کا احاطہ کئے ہوئے تھیں۔

"جی نہیں...... اتنی جلدی، میں نہیں سنوں گی۔"

"تمہاری چلے گی کب میرے آگے......؟" انہوں نے اس کے دراز بال کھینچے تو وہ "سی" کرنے لگی۔

"جلدی رکھ کر آؤ، میں ریڈی ہوں۔"

"اتنی زور سے بال کھینچے ہیں۔" وہ منہ بسورنے لگی۔

"دیکھئے گا، کٹوا ہی دوں گی۔"

"خبردار...... جو میری ملکیت کو تم نے کٹوایا۔" وہ اسے خود سے قریب کرتے ہوئے بولے۔ طائشہ تو کانوں کی لوؤں تک سرخ ہو گئی۔ ایک نگاہ ڈالی بھی تو محجوب ہو کر جھکالی۔ سرمد خمار آلود نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔

"یاد ہے، پہلی رات تم نے انہی بالوں میں مجھے چھپالیا تھا۔"

"طائشہ...... طائشہ......!"

"دیکھئے امی بلا رہی ہیں۔" اس نے جھینپ کر خود کو چھڑایا۔

"آجایئے امی......!" جھٹ اس نے بال سمیٹے۔

وہ اندر آچکی تھیں۔ سرمد جلدی جلدی اپنا بیگ اور فائلز اٹھانے ڈریسنگ روم میں جانے لگے۔

"سرمد...... کتنی دیر لگاؤ گے تم......؟ اسے چیک اپ کرانے لے جا رہے تھے ناں......؟"

"جی بس نکل ہی رہے ہیں۔" طائشہ نے پنک کپڑوں کا دوپٹہ اٹھا کر شانوں پر ڈالا۔

سرمد بالکل الرٹ ہو کر کھڑے ہو گئے تھے۔ امی کے سامنے خود کو مؤدب اور سنجیدہ ظاہر کرنے لگے۔ انہیں کیا

شوخ سے ہو گئے ہیں۔

وئی ضرورت نہیں ہے تمہیں لے جانے کی۔ کل بھی ٹال دیا۔ آج پھر کوئی راستے میں مل گیا تو چھوڑ جاؤ گے

وہ خفا ہونے لگیں کیونکہ دو تین بار ایسا ہی ہو چکا تھا کہ جب بھی طائشہ کو چیک اپ کے لئے لے کر گئے، انہیں ل گیا یا خالہ آ گئی تو گھر چھوڑ کر چلے گئے تھے۔

ہر بار ایسی تھوڑی ہوگا۔" خجل ہو گئے۔

عتبار کرلو ہم پر۔ تمہاری بیوی کا ہم بھی چیک اپ کروا سکتے ہیں۔ انس کی دفعہ تو جیسے باقاعدگی سے لے کر جاتے تھے ناں......!" انہوں نے مزید شرمندہ کیا۔

اسی کا ازالہ کر رہا ہوں تاکہ اسے اب مجھ سے شکایت نہ ہو۔" وہ سنجیدگی سے کہتے کمرے سے نکل گئے۔

یکن طائشہ کو ایسا لگا کہ انہیں یہ ناگوار گزرا ہے۔ دل میں وہم بھی آئے۔ وہ بھی امی سے اجازت لے کر آنچل سر آ گئی تھی۔ فرنٹ ڈور کھول کر بیٹھ چکی تھی۔ سرمد کو دیکھا، ڈرائیونگ سیٹ پر بایاں ہاتھ اسٹیئرنگ پر ٹکا ہوا اور ھ کی کہنی ڈرائیونگ ڈور کی کھڑکی پر ٹکی ہوئی تھی۔ شہادت کی انگلی سے ماتھے کو سہلا رہے تھے۔

کیا بات ہے......؟" اپنا دایاں ہاتھ ان کے شانے پر رکھا۔

ہوں نے مخمور نگاہوں سے اسے دیکھا۔ فوراً اگنیشن میں چابی لگائی مگر چہرے پر ان کے سنجیدگی بھی تھی۔

سنیے...... میری بات سنیے......!" اس نے گاڑی اسٹارٹ ہونے سے پہلے انہیں مخاطب کیا۔

امی کی بات کا برا مان گئے......؟"

کیوں مجھے ماننا چاہئے......؟" اس نے گاڑی اسٹارٹ ہونے سے پہلے انہیں مخاطب کیا۔

امی کا مقصد آپ کو شرمندہ کرنا نہیں تھا۔"

طائشہ......! تمہیں نہیں پتہ میں کتنا خود کو ملامت کرتا ہوں۔ تمہارے ارمانوں بھرے دنوں کا خون کیا ہے۔"

مجھے لیکن کوئی افسوس نہیں ہے۔ آپ نے اپنی غلطی مانی اس سے بڑھ کر اور کیا اعلیٰ ظرفی ہوگی آپ کی......؟" وہ ے بولی۔

بعض باتیں اور دن ایسے ہوتے ہیں کہ ہم انہیں چاہ کر بھی فراموش نہیں کر سکتے ہیں اور پھر جو صرف بے وقوفی نقصان کیا ہو۔ اس پر بس خود کو ملامت ہی کیا جا سکتا ہے۔" دور خلاؤں میں دیکھنے لگے۔

میں تو یاد نہیں کرتی۔ مجھے تو بس آپ کی محبت و توجہ مل گئی ہے اور کسی کی تمنا بھی نہیں ہے۔" ان کے شانے پر سر ٹکا نے اس کی جانب اپنا چہرہ کیا اور طائشہ کی مانگ میں لب رکھ دیئے۔

تو بس یہ چاہتی ہوں کہ آپ کی تمام خواہشات پوری ہوں۔ آپ مجھے خوش رکھتے ہیں۔ میں آپ کو خوش شوخی سے گویا ہوئی۔

اچھی......! مجھے خوش رکھنا چاہتی ہو......؟" معنی خیز ہو گئے۔ طائشہ ٹپٹا ہی گئی۔ ان کے شانے سے سر ہٹا لیا۔

اس کی جانب بڑھے۔ وہ گھبرا ہی گئی۔ خشمگیں نگاہ ان پر ڈالی۔

یز......! جلدی چلئے۔ امی نے دیکھ لیا ناں، سارا آپ کا رومانس نکل جائے گا۔" اس نے ان کی توجہ ہٹائی۔

اس کے شرمانے گھبرانے پر قہقہہ لگایا۔ گاڑی اسٹارٹ کر کے وہ آہنی گیٹ سے باہر لے آئے تھے۔

ابھی میں مائرہ اور ارسلان کی طرف چلیں......؟"

نہیں......! آفس سے آپ کو دیر ہو گی۔ ان کے پھر کبھی چلیں گے۔" وہ بولی۔

"ایسا کرتے ہیں ان دونوں کو ہی بلا لیتے ہیں۔" یکدم ہی انہیں خیال آیا۔ طائشہ نے تائیدی انداز میں سر ہلایا۔

● ● ●

اس نے الماری سے ڈائری نکالی۔ سوچ لیا تھا کہ نائل کو آج دے کر قصہ ہی ختم کرے اور وہ ایسی زندگی نہیں گزار سکتی۔ جس میں شوہر کا پیار ہی نہ ہو۔ اگر وہ الگ رہ کر خوش رہ سکتا ہے، تو جدا ہی ہو جانا اچھا ہے۔

نائل آفس سے آچکا تھا اور وہ کب سے کشش و پنج میں مبتلا تھی کہ کیسے سامنا کرے گی؟ کیسے نگاہ ملا پائے گی؟

ڈائری لے کر وہ تیزی سے گھومی تو دیکھا نائل بیڈ پر دراز تھا۔ ایزی سا کرتا شلوار میں وہ خفا خفا تھا۔

"یہ لیجئے آپ کی ڈائری۔" اس نے ڈائری نائل کی سمت بڑھائی مگر نگاہ جھکائی ہوئی تھی۔ چہرے کے غاز ماند تھے۔ آواز میں بھی بوجھل پن تھا۔

نائل نے حیرانگی سے شہرینہ کے ہاتھ سے ڈائری لی۔ وہ لب بھینچ کر رہ گئی۔

"میں نے آپ کو صرف اس ڈائری کے پڑھنے کے بعد غلط سمجھا۔ پھر اس میں جو تصویر دیکھی ہے۔ ساری بدگما وہیں سے میرے ذہن میں پڑی ہے۔"

اس نے ڈائری کھول کر تصویر نکالی۔ جیسی اس کے گلے سے لگی ہوئی تھی۔ بغور تصویر دیکھی۔ یہ تصویر کتنی مشکل سے اس نے حاصل کی تھی۔ ورنہ پوری یونیورسٹی میں مارک تو بدنام کروا دیتا۔

"پلیز......! مجھے معاف کر دیں، صرف آخری بار۔ میں نے بہت بڑی غلطی کی آپ سے کچھ نہ پوچھا۔ بلکہ کچھ اس میں لکھا تھا یقین کر لیا۔ لیکن اب مجھے کوئی فکر نہیں۔ آپ کا پاسٹ کیسا ہی کیوں نہ ہو۔" بولتے بولتے ڑ گئی۔

"مجھے یہی اعتماد ہے کہ میں آپ سے محبت کرتی ہوں اور کرتی رہوں گی۔ میری زندگی میں آنے والے آپ پ شخص ہیں۔ آپ کے بعد نہ کوئی آئے گا۔" پشت پھیرے وہ اعتراف کرتی جا رہی تھی۔

نائل کو اسی دن کا تو انتظار تھا۔ کب وہ خود اپنے منہ سے کہتی ہے کہ اس نے کہاں غلط سمجھا؟ جبکہ وہ تو دل وجا سے شہرینہ کو چاہتا ہے۔ اب بس اظہار اس کی جانب سے چاہتا ہے۔ بس شہرینہ کو احساس دلاتا تھا۔

"میں نے خود اپنا نقصان کیا۔ اتنا اچھا، محبت کرنے والا لائف پارٹنر اسے ناراض کیا۔" آواز اندر سے گھٹی نکل رہی تھی۔ گلابی پلین جارجٹ کے کپڑوں پر پرنٹڈ جارجٹ کا دوپٹہ سائیڈ پر پڑا تھا۔ بالوں کو کیچر میں مقید کیا تھا۔

"ہر لمحہ آپ کو غلط سمجھا، آپ پر شک کیا، آپ کو ہرٹ کیا۔"

نائل سپاٹ سے انداز میں لیٹا اس کی سن رہا تھا۔ لب کشائی اس نے ابھی تک نہ کی تھی۔ بس وہ اس کے سارا غبار نکالنا چاہتا تھا تا کہ آئندہ وہ اس کی جانب سے کوئی بدگمانی نہ پالے۔

"ہو سکے تو معاف کر دیجئے گا لیکن آپ سے ریکوسٹ کرتی ہوں، پلیز......! مجھے اپنے نام سے جدا مت کیجئے گا۔" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

"پاپا کو میں سمجھا لوں گی کہ آپ کی بیٹی نے ایک بار پھر غلطی کی ہے۔ اس بار معافی نہیں ملے گی۔ اس لیے آپ کو کچھ نہ کہیں۔"

نائل بیڈ سے اٹھا اور نگاہ اس کی پشت پر ٹکا دی جو اس سے نگاہ تک نہیں ملا پا رہی تھی۔ اسے شہرینہ کا شرمندہ خوش کر گیا کہ اس نے اپنی غلطی تو مانی۔

"آپ شوق سے دوسری شادی کر لیجئے گا۔ میں کچھ بھی نہیں کہوں گی لیکن پلیز......! ارسل کو نہیں بھول جایئے گا۔ وہ آپ کا بیٹا ہے۔" پھر وہ رُکی نہیں اور تیزی سے کمرے سے ہی نکل گئی تھی۔

نائل چونک گیا کہ ابھی کچھ لمحوں پہلے وہ کیا کیا سن چکا ہے۔ جس کا اسے اندازہ تھا کہ شہرینہ نے اس کی ڈائری پڑھی ہے لیکن پوری نہیں پڑھی۔ جب ہی وہ اس سے خائف تھی۔ ڈائری کو اٹھا کر صوفے پر اُچھالا۔ تصویر کے ٹکڑے کر دینے چاہئے جو اسے پہلے ہی کر دینے چاہئے تھے۔ ایک دم ہی اسے سب کچھ ہلکا پھلکا لگ رہا تھا مگر ابھی تھوڑی ایکٹنگ اور کرنی تھی۔ وہ بھی کمرے سے نکل گیا۔

"امی......! شہرینہ کدھر ہے......؟" اس نے کچن میں آ کر پوچھا۔ جہاں وہ تنہا تھیں۔

"باہر لان کی طرف گئی تھی۔" وہ اس کی جانب گھومیں۔

نائل سرعت کی تیزی سے باہر آیا، دیکھا تو گیٹ کھلا تھا۔ نہ ارسل تھا، چوکیدار گیٹ پر موجود تھا۔

"تمہاری بی بی یہاں سے نکلی ہیں......؟" وہ گھبرا کر چوکیدار سے پوچھنے لگا۔

"جی صاحب......! ابھی گئی ہیں اور یہ پرچہ آپ کے لئے چھوڑ کر گئی ہیں۔"

نائل نے چوکیدار کے ہاتھ سے پرچہ لے کر جھٹ پڑھا۔ اسے لگا رگوں میں دوڑتا خون منجمد ہو گیا ہو۔

"میں ہمیشہ کے لئے جا رہی ہوں۔ آپ کی نفرت سہنے کی مجھ میں ہمت نہیں ہے۔ پاپا کو میں کچھ نہیں بتاؤں گی۔ اگر بتانا ہو تو آپ خود بتایئے گا۔"

"اونہہ......! بے وقوف لڑکی ہمیشہ بے وقوفیاں ہی کرتی ہے۔ ایک تو چوری اوپر سے سینہ زوری۔ تمہارا دماغ تو درست ہوگا۔" وہ بھناتا ہوا اندر آیا۔ ساتھ ہی بڑبڑا بھی رہا تھا۔

"کہاں ہے شہرینہ......؟" امی نے حیرانگی سے پوچھا۔

"امی......! آپ کی بہو نے ہمیشہ مجھے ہی قصوروار ٹھہرایا ہے۔ کبھی خود پر نگاہ نہیں ڈالی ہے۔" پرچہ اس نے امی کو تھمایا۔ وہ پڑھ کر سکتے میں آ گئی تھیں۔ یہ تو انہیں پتا تھا کہ شہرینہ ڈائری آج نائل کو دینے والی ہے لیکن بات یہاں تک آ جائے گی، اس کا اندازہ نہیں تھا۔

"ضرور تم نے اسے ڈانٹا ہوگا......؟" وہ اُلٹا نائل پر خفا ہونے لگیں۔

"ایک لفظ تک میں نے نہیں کہا ہے اور دیکھی اس پر اس کی حرکت۔" وہ بھنا رہا تھا۔

"اچھا بس......! اسے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا ہے۔ اب تم بھی معاف کر دو۔"

"معاف تو میں اچھی طرح کروں گا۔" وہ جھٹکے سے اٹھا۔

"نائل......! بس، بہت ہو گیا۔ وہ بھی بے وقوفی کرتی رہی اور تم بھی اس پر غصہ کرتے رہے۔ اگر ذرا بھی تمہیں احساس ہے تو شہرینہ کو معاف کر دو۔"

"امی......! آپ اب بھی اس کی سائیڈ لے رہی ہیں۔ مجھ پر شک کرتی رہی، پتا نہیں کیا کیا منسوب کر دیا، میں کوئی غصہ نہ کرتا۔" وہ تنک گیا۔

"بیوی ہے وہ تمہاری۔ فطری بات ہے وہ شک بھی کرے گی۔ کیسے برداشت کرے گی وہ کہ اس کے شوہر کے سبب کوئی غیر لڑکی رہے......؟" وہ اسے ہی سرزنش کرنے لگیں۔

نائل غصہ میں تیزی سے اِدھر سے اُدھر ٹہل رہا تھا۔ شہرینہ کا یوں اچانک چلے جانا اسے اور آگ لگا گیا تھا۔

"مجھ سے پوچھ تو سکتی تھی۔ وہ طنز کرتی رہی ہے۔"

''اچھا بس، ختم کرو جو ہوا۔ وہ تم سے معافی مانگ رہی ہے۔ معاف کر دو، کیونکہ مجھے اپنی بہو بہت عزیز ہے۔''

''اور بیٹا آپ کو عزیز نہیں......؟'' وہ برا مان گیا۔

''تم ہو تو وہ بھی ہے۔ اس لئے ختم کرو ناراضگی۔'' وہ اسے ٹھنڈا کرنا چاہ رہی تھیں۔

''دل تو میرا یہ چاہ رہا ہے کہ عقل ٹھکانے لگا دوں۔'' وہ دانت پیستے ہوئے بولا۔

''مجھے اتنا کچھ سنایا اور چلی بھی گئی۔ مجھ سے پوچھ تو لیتی۔ میرا بیٹا بھی ساتھ لے گئی۔''

''وہ بیٹا اس کا بھی ہے۔ تمہارا ہی نہیں ہے۔'' انہوں نے اسے گھورا۔

''تم اسے لے کر آؤ، مجھے پتا ہے وہ شرمندہ ہے۔''

''لے کر تو ظاہر ہے آؤں گا۔ میں بھی اس کے بغیر نہیں رہ سکتا۔'' اس نے نہ چاہتے ہوئے ان کے سامنے اظہار کر دیا۔

جہاں آراء کو نائل کا اس طرح بولنا مسکرانے پر مجبور کر گیا کیونکہ انہیں خبر تھی۔ وہ خود شہرینہ کو بہت چاہتا ہے اور اس کے بغیر وہ نہیں رہ سکتا۔ اس لئے تھوڑا غصہ نکال رہا تھا۔

''پھر ابھی جا کر لے آؤ۔'' انہوں نے حکم دیا۔

''ابھی نہیں کل لاؤں گا۔ تھوڑا اسے فکر میں مبتلا رہنے دیں۔'' وہ یہ کہہ کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔

امی نے تاسف سے سر ہلا کر اسے جاتے دیکھا۔ شہرینہ اور نائل کی طبیعت سے واقف تھیں۔ تھوڑے دونوں ضدی تھے لیکن نائل میں اکڑ زیادہ تھی اور شہرینہ میں ضد تھی۔ وہ ان دونوں کو ہمیشہ خوش دیکھنا چاہتی تھیں۔

●●●

''شہرینہ......! نائل بھائی کا فون تھا۔ وہ کہہ رہے تھے کہ تم ساتھ بجے تک تیار رہنا وہ لینے آ رہے ہیں۔'' فارحہ نے اس کے کمرے میں قدم رکھا۔ وہ ارسل کو سلا رہی تھی۔ صبح وہ جلدی اٹھ گیا تھا۔ اس لئے تنگ کرنے لگا تو وہ اوپر اپنے کمرے میں لے آئی تھی۔

''کیا......؟ لینے آ رہے ہیں......؟'' وہ تو حیران ہی ہو گئی۔ بیڈ پر وہ نیم دراز تھی۔ تیزی سے اٹھی کیونکہ اسے نائل سے کسی شدید ردعمل کی توقع تھی۔ کل سے تو وہ بے چین ہی تھی۔

''ارے ہاں......! تم زیادہ حیران نہ ہو۔'' اس نے مسکرا کر شہرینہ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر یقین دلایا جو کہ نہ تھی۔

''فارحہ......! وہ مجھے ایسے کیسے لینے آ سکتے ہیں......؟'' کسی طور اسے یقین نہیں آ رہا تھا۔

''نائل حسن کی بیوی ہو خوبصورت ترین، ظاہر ہے تمہیں ایسے کیسے چھوڑ دے گا......؟'' اس نے شرارت سے کہا۔

شہرینہ جھینپ سی گئی۔

''پلیز فارحہ......! یہاں میری جان پر بنی ہوئی ہے اور تم مذاق کر رہی ہو۔''

''ارے لڑکی......! بھول جاؤ جو تم نے کیا اور یاد رکھو کہ نائل حسن تمہیں لینے آ رہا ہے۔ اس لئے مسکراتے ہوئے استقبال کرنا۔'' وہ سمجھانے لگی۔

''مجھے پتا ہے انہیں ابھی تک غصہ ہو گا۔ وہ بس امی کی وجہ سے لینے آ رہے ہوں گے۔'' دل تو مسلسل اسی بات کی نفی کر رہا تھا۔ وہ نائل کے غصہ سے اچھی طرح واقف تھی اور وہ زبردستی نائل پر مسلط نہیں ہونا چاہتی تھی۔

''تم کیا ساری زندگی ادھر بیٹھی رہو گی......؟''

...جو کرنے والے ہیں۔'' وہ روہانسی ہو گئی۔ ساری تفصیل اس نے فارحہ کو بتائی تھی۔ کیا کیا وہ بے وقوفیاں ...ہے۔ الٹا فارحہ نے اسے سخت سست ہی سنائی تھی۔

...ہے۔ وہ شادی نہیں کر سکتے۔'' فارحہ نے نفی کی۔

...نہیں پتہ فارحہ......! غصہ انہیں بہت آتا ہے، جو کہتے ہیں وہ کرتے ہیں۔''

...خیال میں پہلے سے کچھ مت بولو۔ نائل بھائی آئیں گے تو ان کا رویہ جانچنے کے بعد ہی تم کوئی فیصلہ ...چا کو بتانا ہے یا نہیں۔''

...میں کیسے بتا سکتی ہوں......؟'' اسے یہ بھی فکر تھی۔

...یا کرو نائل بھائی سے فون پر بات کر لو۔ تمہاری تسلی اسی طرح ہو سکتی ہے۔ ان کا موڈ بالکل فریش تھا۔ ...چھا تھا۔''

...ہیں مان سکتی۔'' وہ مضطرب سی ناخن کترنے لگی تھی۔ نائل سے ڈر لگ رہا تھا کہ پتہ نہیں کیا سوچ کر وہ ...ہا ہے؟ اگر سب کو گھر میں خبر ہو گئی تو اسے ہی سب قصوروار کہیں گے۔

...ہرینہ......! اتنا غلط مت سوچو۔ اگر نائل بھائی تمہیں لینے آ رہے ہیں تو پلیز......! کوئی بھی پچھلی بات مت ...پنا موڈ فریش رکھنا کیونکہ تمہارے لئے یہی بہتر ہے۔''

...فارحہ......! ان کا موڈ اچھا نہ ہوا، انہوں نے میری پچھلی باتیں معاف نہ کیں تو میں اس صورت میں کیا ...؟'' وہ یہ سوچ کر ہراساں ہو گئی۔

...اس کی دگرگوں حالت پر ترس بھی آ رہا تھا۔ کل سے سوئی بھی نہیں تھی، بس روتی رہی تھی۔ وہ نہیں چاہتی تھی ...رح شہرینہ بھی ایسی زندگی گزارے۔

...صورت میں خاموش رہنا ہے۔ نائل بھائی کو غصہ ہے۔ تمہیں بس اب برداشت کا مظاہرہ کرنا ہے۔'' وہ ...ل ہاتھ تھام کر سمجھانے لگی۔

...ال......! اچھی طرح تیار ہونا ہے تاکہ ان پر اچھا اثر پڑے۔''

...ے یہ سب نہیں ہو گا۔'' اس نے سوئے ہوئے ارسل کے سر پر ہاتھ پھیرا جو کسمسا کر اٹھنے لگا تھا۔

...ڈنی لڑکی......! تمہیں کرنا ہے یہ سب۔ سمجھی تم......!'' وہ ڈانٹنے لگی۔

...ر تک فارحہ اسے سمجھاتی رہی تھی جو شہرینہ کی سمجھ بھی آ گیا تھا۔ دوپہر میں وہ نہا کر سو گئی تھی۔ پوری رات ...دوپہر میں بے خبر سوئی۔ ارسل، آمنہ کے پاس تھا، جو شہرینہ کے آرام کے خیال سے اسے اپنے کمرے ...گئی۔

...بھئی......! لوگ تشریف لائے ہیں۔'' عمر نے نائل کو وائٹ کلف لگے کرتے شلوار میں نکھرا نکھرا دیکھا تو ...وہ ہال کمرے میں صوفے پر بیٹھ گیا تھا۔

...بھی تک نہیں آئی کہ سلام کر لو۔'' نائل نے اسے ٹوکا۔

...م علیکم دُلہا بھائی......!'' وہ شوخی سے فرشی سلام جھاڑنے لگا۔

...ا، عمر کی گود میں تھا، جو نائل کو دیکھ کر اس کی جانب ہمکنے لگا۔ اس نے ارسل کو اُچک کر لے لیا۔

...ل پرانا دولہا ہو گیا ہوں۔'' اس نے مسکرا کر جواب دیا۔ ایک زوردار پیار ارسل کے رُخسار پر کیا۔

...ے......! یاد آیا، آج تو آپ کی دوسری سالگرہ ہے شادی کی۔'' عمر کو یاد آیا تو جھٹ بولا۔

”نہیں پتا ہو تو زیادہ اچھا ہے۔“ تائل نے سرگوشی میں کہا۔

اتنے میں آمنہ اور طائشہ بھی آ گئی تھیں۔ اس نے ان دونوں کو بھی زوردار سلام جھاڑا۔ تائل نے لائشہ کو د...
معنی خیز آنکھیں گھمائیں۔ وہ گھورنے لگی۔

”آپی......! آپ کتنی موٹی ہو رہی ہیں۔“

”بدتمیز......! نظر لگا رہا ہے بہن کو۔“ آمنہ نے اس کے بازو پر ہاتھ مارا۔

”نظر نہیں لگا رہا ہوں بلکہ بتا رہا ہوں۔“

”اچھا......! زیادہ بک بک مت کرو۔“ طائشہ دوپٹہ اپنے گرد لپیٹتی، جھینپی ہوئی اس کے سامنے سنگل صوفے...
بیٹھی۔

”امی کیسی ہیں......؟“

”امی بالکل ٹھیک ہیں۔“ اس نے ارسل کو نیچے کھڑا کیا، جو آہستہ آہستہ چلتا ہوا عمر کے پاس چلا گیا۔

”پھپھو......! شہرینہ کو بلایئے۔“ طائشہ کو خیال آیا۔

”بجو سو رہی ہیں۔“ عمر نے اطلاع دی۔

”کیا......؟ یہ ساڑھے سات بجے سونے کا ٹائم ہے......؟ یہاں آ کر اسے بہت نیند آتی ہے...“ تا...
اُچھل ہی گیا۔

”سب لڑکیاں میکے جا کر سوتی ہیں۔“ آمنہ نے اس کی معلومات میں اضافہ کیا۔ تائل نے حیرانگی سے...
دیکھا جو کتنے اطمینان سے بولی تھیں۔

”اچھا بس......! زیادہ گھورو مت، میں اٹھاتی ہوں۔“ وہ شاید سمجھ گئی تھیں تائل کی ناگواریت کو۔

”رہنے دیں۔ میں خود اپنے طریقے سے اٹھاؤں گا۔“ وہ بالوں میں ہاتھ پھیرتا ہوا اٹھا۔ عمر نے کھانسا شرو...
دیا۔ تائل نے ایک دھپ اس کی پشت پر لگائی وہ کراہ کر رہ گیا۔

”کھانا وغیرہ کھا کر جانا۔“

”سوری آپی......! کھانا ہم بالکل نہیں کھائیں گے۔“ مجھے ذرا کہیں کام سے جانا ہے۔“ وہ اوپر چڑھ رہا تھا...
اندر اس نے قدم رکھا تو اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ پہلے سوئچ بورڈ تلاش کر کے لائٹ آن کی۔ بیڈ پر شہ...
کروٹ لئے کھلے بالوں سمیت لیٹی تھی۔

شہرینہ کی لائٹ کی وجہ سے آنکھ کھلی مگر مڑ کر نہیں دیکھا کہ کون آیا ہے؟ پھر آنکھیں بند کر لی تھیں۔

”سنو......! فوراً وقت ضائع کئے بغیر اٹھ جاؤ......!“ تائل نے اس کے بازو پر ہاتھ رکھ کر زوردار انداز...
دیا۔

شہرینہ کی پٹ سے آنکھیں کھل گئی تھیں۔ سیدھی ہوئی دیکھا تو وہ سامنے ہی کھڑا تھا۔ وہ جھٹ اٹھ بیٹھی۔

”میرا میسج نہیں ملا تھا تمہیں......؟“ وہ ناگواری سے بولا۔

”کہا تھا کہ سات بجے تیار رہنا۔“

شہرینہ کے سارے حواس بحال ہو گئے تھے۔ نیند کا بوجھل پن ایک دم ہی ختم ہو گیا۔ مسٹرڈ، کاٹن کے...
میں اس کی سرخ و سپید رنگت نکھری نکھری لگ رہی تھی۔

”دس منٹ دیتا ہوں، فوراً تیار ہو جاؤ چلنے کے لئے۔“ پھر حکم دیا اور بیڈ پر اس کے قریب ہی دراز ہو گیا...

...مجھے نہیں جانا......!“ قدرے توقف کے بعد گویا ہوئی۔ نگاہ جھکی ہوئی تھی۔

”سنو......! تم نے جتنی بے وقوفیاں کرنی تھیں وہ کر لی ہیں۔ اس لئے مزید میں بکواس تمہاری نہیں سنوں گا۔“
...اسی میں ہے کہ چلو۔“ وہ تیز لہجہ میں بولتا اسے اور ہی ڈرانے لگا۔

...شہرینہ لب بھینچ کر اپنی کیفیت پر قابو پا رہی تھی۔ بولنے کو بھی تو اس کے پاس کچھ نہ بچا تھا اور بحث کر کے تماشا
...نہیں کرنا چاہتی تھی۔

”میں رہ لوں گی آپ کے بغیر۔“ گھٹی گھٹی آواز نکلی۔

”دیکھو امی تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی ہیں اور پھر میرا بیٹا بھی تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا ہے۔“ تائل کو اس کے ستے
...چہرے پر ترس بھی آنے لگا جو نگاہ جھکائے بیٹھی تھی۔

”میں برداشت نہیں کر سکتی آپ کو کسی دوسری عورت کے ساتھ۔“ وہ پھوٹ پھوٹ کر چہرہ ہاتھوں میں چھپا کر رو
...۔

تائل تو ٹپٹا ہی گیا تھا۔ اس کا یہ ردعمل۔ وہ بالکل تیار نہ تھا۔ وہ تو اسے منانے آیا تھا۔ بس تھوڑا تنگ کرنے کا ارادہ
...

”پلیز......! مجھ پر رحم کریں۔“ ہاتھ ہی جوڑ دیئے۔

تائل سے برداشت نہ ہوا تو اس کے دونوں ہاتھ تھام لئے۔ وہ لہرا کر اس کے سینے پر گری اور اس کی ہچکیاں بندھ
...گئیں۔ تائل نے حصار تنگ کر دیا تھا۔ وہ اسے کچھ دیر رونے دینا چاہتا تھا۔

”بس شہرینہ......! بس کرو......!“ اس نے شہرینہ کا چہرہ اوپر اٹھایا۔ بھل بھل بہتے آنسو تائل کے گریبان کو گیلا کر
...رہے تھے۔ وائٹ کرتا جو ملگجا سا ہو گیا تھا۔ وہ اس سے دور ہٹنے کو تیار نہ تھی۔

”مجھے معاف کر دیں......!“

”یار......! بس کرو، کیا کرتی ہو......؟“ وہ اٹھ کر بیٹھا اور شہرینہ کے گرد اپنا حصار کر دیا۔ وہ اس کے شانے سے سر
...ٹکا کر بیٹھ گئی۔ تائل نے اس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھام لئے۔

”اتنا کچھ تم نے خود سے اخذ کر لیا اور الزام مجھے دیتی رہی ہو......؟ کم از کم شہرینہ......! تم مجھ سے کچھ کہتی
......؟“ اس نے شکوہ کیا۔

شہرینہ کو اس کے اتنے نرم اور اپنائیت بھرے لہجے پر حیرانگی بھی ہوئی۔ فوراً دور ہو کر اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔ تائل کی
...آنکھوں میں وہی محبت تھی جو اس کے لئے ہوتی تھی۔ بے زاری بالکل نہ تھی۔

”تم نے مجھے ایسا سمجھا......؟ اتنی بڑی غلط فہمی پال لی......؟ تم میری پوری ڈائری پڑھتی تو، جب اسے نکالا
...؟“

”مجھ سے نہیں پڑھی گئی۔ وہ تصویر دیکھ کر مجھے غصہ آیا تھا۔“ بھیگے بھیگے لہجے میں بولی۔

”غصہ تصویر پر تھا اور نکالا مجھ پر......؟“ وہ ہنسا۔

”وہ ایک فارنر لڑکی تھی۔ نہایت ہی بے باک قسم کی۔ بس ایک دن میں نے اسے وہ سبق دیا کہ پھر دوبارہ وہ
...شنہ کی۔“

”آپ نے اس کی عزت......“

”غلط بات منہ سے مت نکالنا۔“ فوراً شہرینہ کی بات کاٹی۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ وہ کیا بولنے والی ہے۔

''ایک دن پوری یونیورسٹی کے سامنے دو تین جھانپڑ لگائے تھے میں نے۔ محترمہ کو مجھ سے عشق ہو گیا تھا۔'' و
بتانے لگا۔

''لیکن ڈائری میں تو آپ نے لکھا تھا کہ اس کے ہونٹ، اس کے رُخسار۔'' وہ اسے حیا سی آگئی۔

''وہ میرا مطلب تھا کہ میرا جھانپڑ اس کے، ہونٹوں کو، اس کے رُخسار کو چھونا چاہتے ہیں۔ سمجھی تم......!'' وہ زو
وار ہنسی کے ساتھ بولا۔

''اعزاز اگر مجھے نہ روکتا ناں تو ضرور میں اس لڑکی کو جان سے ہی مار دیتا۔ وہ کمبخت! مارک بھی سمجھتا تھا کہ مر
جیسی کے چکر میں ہوں۔''

''پھر بھی آپ نے اس لڑکی کے ساتھ اچھا نہیں کیا۔'' اسے افسوس ہوا۔

''یار......! پوری یونیورسٹی میں میرا اسکینڈل بنا دیا تھا اس لڑکی نے۔ میں وہاں پڑھنے گیا تھا۔ عشق کرنے نہیں۔
شہرینہ کے بالوں کی لٹ کھینچی۔ وہ اس کے شانے سے سر ٹکا کر رہ گئی۔ کتنا سکون مل گیا تھا تائل کے نرم سے لہجہ او
فریش موڈ سے۔ ورنہ تو اس نے کیا کیا اندازے نہ لگا لیے تھے۔

''وہ چلیے عشق نہیں تھا، پھر یہ آپ کی سیکرٹری مونا......؟''

''مجھے پتہ تھا ضرور پوچھو گی۔'' وہ سیدھا ہوا۔

''مونا نے جاب ہانگ کانگ سے آنے کے بعد ہی چھوڑ دی تھی کیونکہ اس کی شادی ہونے والی تھی۔''

''پھر مجھے بے وقوف بنایا کہ آپ شادی کرنے والے ہیں......؟'' اسے غصہ آنے لگا۔

''تمہیں سدھارنے کو، کیونکہ ایک دن میری نگاہ اپنی ڈائری پر پڑ گئی۔ جن دنوں میرا ایکسیڈنٹ ہوا تھا۔ م
وارڈروب سے اپنی شرٹ نکال رہا تھا۔ تمہارے کپڑوں کے خانے سے یہ ڈائری برآمد ہوئی تھی۔ اس وقت تو میں
نہیں لیکن پھر ذہن تو میرا اس وقت گیا۔ جب پچھلے دنوں تمہارا موڈ بڑا رومینٹک تھا۔ پھر امی کی اور تمہاری باتیں
تھیں۔ بس ذہن گیا کہ ضرور تم نے ڈائری میری پڑھی ہے۔ میں اسٹور میں گیا چیک کرنے۔ واقعی وہ غائب تھی۔ تم
ہی میرا شک گیا۔''

''اتنے دنوں بعد گیا......؟'' وہ پھر آہستگی سے گویا ہوئی۔

''بہت دماغ لڑایا کہ آخر تم مجھ سے دور ہوئی ہو، تو کیوں اور کیا وجہ ہے......؟ پھر تہیہ بھی کیا تھا کہ تمہارے
سے ہی سنوں گا وہ سب۔'' وہ کھڑا ہوا۔ شہرینہ نے بھی تقلید کی۔ بال بکھر کر شانوں پر پڑے تھے۔ ہیرے کی لونگ
ناک میں دمک رہی تھی۔

''آئی ایم سوری......!''

''اچھا بس......! سوری سوری کرتی رہنا۔ کل ایسے آندھی طوفان کی طرح آئی ہو، امی نے اتنا مجھے ڈانٹا
تمہاری کوئی غلطی نظر نہیں آتی ہے۔ میں ہی قصوروار نظر آتا ہوں۔'' وہ خفگی سے گویا ہوا۔

''اس بار تو میں ہی غلط تھی۔'' وہ اعتراف کرتی تائل کو بہت ہی پیاری لگی۔ شدتِ جذبات سے مغلوب وہ کرا
بانہوں میں سمو لیا۔ شہرینہ نے طمانیت سے اس کے سینے میں منہ چھپا لیا۔

''کچھ میں بھی غلط تھا۔'' اس نے حصار تنگ کیا۔

''اب سب صحیح ہو گیا ہے۔'' وہ بولی۔

''ہاں......! صحیح ہو گیا ہے۔ فٹافٹ تیار ہو۔ آج ہماری سیکنڈ ویڈنگ اینیورسری ہے۔ اس لئے خوب گھومیں

وہ مسکرا کر گویا ہوا۔

کیا سیکنڈ......؟'' وہ حیران رہ گئی ورنہ وہ تو بھولی ہوئی تھی۔

ہوں سیکنڈ......! ذرا خوبصورت سا تیار ہونا صرف میرے لئے۔'' معنی خیزی سے کہتے ہوئے شہرینہ کے
کو تھام لیا اور وہ مارے حیا کے پلکیں جھکانے پر مجبور ہو گئی۔ دونوں کی بدگمانی دور ہو گئی تھی۔ کسی کو بھی پتہ نہ چلا

● ● ●

تمہاری منگنی کو تو چار ماہ ہو چکے ہیں......؟'' بلال نے اعظم سے تائید چاہی۔ جو لوازمات سے پر ٹرالی دھکیلتا ہوا
رے میں لایا تھا۔

ہاں یار......! امی اس عید کے بعد شادی کی تاریخ رکھ رہی ہیں۔'' وہ ٹرالی کو بیڈ کے سرے پر کھڑی کر کے خود

لال اس کے بیڈ پر تکیے ڈبل کر کے لیٹا تھا۔ آج سنڈے تھا تو وہ دوپہر سے ہی اعظم کے گھر آیا ہوا تھا۔

اتنی جلدی کیا ہے......؟'' وہ تو اُچھل ہی پڑا۔

یار......! امی کو تنہائی ستاتی ہے۔ پھر پھوپھی جان اور انکل کو بھی کچھ زیادہ ہی شامین کو رخصت کرنے کی جلدی
اس نے مسکراتے ہوئے ساری تفصیل اسے بتائی۔ کباب اور رائتہ نکال کر پلیٹ بلال کو پکڑائی جو اس نے اٹھ
ام لی۔

''کیوں......؟ تم نہیں چاہتے اتنی جلدی......؟''

''ابھی تو میں نے آفس جوائن کیا ہے پاپا کا۔ پھر اتنی جلدی میں خود نہیں چاہ رہا۔'' چپس اس نے منہ میں رکھے۔

''خوش نصیب ہو جو اتنی جلدی تمہاری شادی ہو رہی ہے۔ مجھے دیکھو ابھی تک منگنی جیسی نعمت سے بھی محروم
۔'' اس نے سرد آہ بھری۔

''تم بھی منگنی کر سکتے ہو۔ اپنا پروپوزل بھیج تو دو جویریہ کے لئے۔''

''جب تک وہ مجھے قبول نہیں کر لیتی کیسے بھیج دوں......؟'' وہ تیز لہجے میں افسردگی سے گویا ہوا۔

''یار......! تم ہی شامین بھابی سے کہو، میری کچھ مدد کر دیں۔''

''شامین سے میں نے ذکر تو کیا تھا۔'' اعظم نے گزشتہ دنوں بات کی تھی بلال کے سلسلے میں۔ اسے بھی بلال ہر
سے جویریہ کے لئے اچھا ہی لگا تھا مگر وہ جویریہ کی ضدی طبیعت کی وجہ سے کچھ جھجک رہی تھی۔

''انہوں نے کیا کہا......؟'' وہ بیقراری سے پوچھنے لگا۔

''وہی کہا کہ جویریہ اپنے ڈیڈی کو نہیں چھوڑ سکتی ہے۔''

''بس یار......! یہی تو وجہ ہے جو مجھ سے بھاگتی ہے۔ لیکن اتنا مجھے پتہ ہے وہ مجھے پسند کرتی ہے۔ اعتراف کرنا
چاہتی۔'' وہ پرسوچ بھرے انداز میں اسے بتانے لگا۔

''تم گھر میں ذکر تو کرو۔ پھر تم ہی کہتے ہو کہ تو قیر انکل تمہارے پروپوزل سے انکار نہیں کریں گے۔''

''یار......! مجھے انکل سے نہیں، جویریہ سے شادی کرنی ہے۔ وہ تو وہی کریں گے ناں کہ جو ان کی بیٹی چاہے گی۔''
کی وجہ سے تو مجبور تھا۔ ورنہ کب کا وہ گھر والوں کو بھیج چکا ہوتا۔ وہ بس جویریہ کی رضامندی چاہ رہا تھا۔ اپنا رد کیے
سے کسی طور منظور نہ تھا۔

"تم کیا سمجھتے ہو کہ اسی طرح خود کو اس کے پیچھے خوار کرتے رہو گے......؟" اعظم کو بلال کی یہ بات سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ خود کو خوار کرے۔

"میں اپنے جذبوں میں سچا ہوں اور ایک دن جویریہ کو اس کا اعتراف کرنا پڑے گا۔ میں اسے اس کی رضا سے چاہتا ہوں۔"

"تم تو پکے مجنوں لگ رہے ہو۔" اس نے بلال کو چھیڑا تو وہ جھینپ ہی گیا۔ پھر کھانے میں جت گیا۔

"میں تو کہتا ہوں تم اپنی قسمت آزما کر تو دیکھو۔ کیا پتہ انکل، بیٹی کی رضامندی کو اہمیت نہ دیں اور تمہارے حق میں فیصلہ کر دیں۔"

"نہیں یار......! یہ زبردستی ہوئی۔ بعد میں زندگی اس طرح جبر و زبردستی سے نہیں گزر سکتی۔" وہ اعظم کی بات کی نفی کرنے لگا۔

"پھر تم خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دو۔ میری شادی تک کوئی سبیل نکل ہی آئے گی۔ شامین اسے کونفر(م) کر لے گی۔" اس نے بلال کو اطمینان دلایا۔ اسے بلال کی حالت پر رحم بھی آ رہا تھا، جو جویریہ کے لئے اتنا سنجیدہ تھا وہ بھی یہی چاہتا تھا کہ اس کے دوست کو اس کی محبت مل جائے۔

"کاش! ایسا ہی ہو جائے۔" اس نے صدقِ دل سے دُعا کی تھی۔

"اچھا چلو...... بتاؤ کہ واقعی تمہاری شادی عید کے بعد ڈن ہے......؟"

"ہاں یار......! ڈن ہے۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

"پھر اس کا مطلب ہے تیاریاں شروع کر دو۔ خود کو شامین بھابھی کے لئے تیار کر لو۔" وہ اعظم کو معنی خیزی سے چھیڑنے لگا۔

"ہنی مون کہاں مناؤ گے......؟"

"تمہاری شادی بھی ساتھ ہو جائے۔ پھر ہی ہم سب ساتھ چلیں گے ہنی مون کے لئے۔" وہ چائے کیتلی سے اُنڈیلنے لگا بلال کے لئے کپ میں، جو اس نے فوراً اٹھالی۔

"او مسٹر......! میرا ابھی کہیں امکان نہیں ہے۔ تم اپنا پروگرام خراب نہ کرو۔" وہ سن کر ہی حیران رہ گیا۔ جو اسے منع بھی کیا۔

"ہوسکتا ہے تمہاری متوقع ہو جائے......؟"

"نہیں یار......! اتنی جلدی پھر بھی ناممکن ہی ہوگی۔ فارحہ آپی کی رُخصتی سے پہلے میں سوچنا بھی نہیں چاہتا۔"

"ہاں......! یہ تو میں بھول ہی گیا تھا۔ فارحہ آپی کی وجہ سے تم ابھی نہیں کرو گے۔ پتہ چلا یاسر بھائی کا۔"

"کہاں یار......! ڈیڑھ سال کا عرصہ بہت ہوتا ہے۔ کوئی بھی خیر خبر آج تک نہیں ملی ہے۔" اسے ہر وقت کی بھی فکر سوار رہتی تھی۔ جو جلد از جلد یاسر کے ساتھ رُخصت ہو جائے۔ رہنا تو گھر میں ہی تھا۔ لیکن دونوں ایک جائیں۔

"بھائی جان نے، چچا جان نے کس کس طرح پتا نہیں کروایا، جو ان کا کانٹیکٹ نمبر تھا اس پر بھی کئی بار ٹرائی کوئی خبر نہیں۔" لہجے میں اس کے مایوسی اور تفکر تھا۔

"اب دوبارہ کیا......؟"

"کیا فائدہ یار......! جب وہ ملتے ہی نہیں ہیں۔" وہ بولا۔

ٹرائی کرنے میں حرج نہیں ہے۔" اعظم نے پھر مشورہ دیا۔

"سوچوں گا کہ کرنا چاہئے یا نہیں۔" انداز اس کا اُکتایا ہوا تھا کیونکہ ہزاروں بار وہ کر چکا تھا۔ اب تو چڑ ہونے

● ● ●

ننے دن قریب آ رہے تھے خوف ہی آ رہا تھا۔ راتوں کو سوتے ہی ڈر جاتی تھی۔ ایسی اس کی چیخ ہوتی تھی کہ اعزاز ...سا ہو جاتا۔ دن بدن وہ نحیف سی بھی ہوتی جا رہی تھی۔

"ہو جاتا ہے ایسی حالت میں۔ زیادہ فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" زینب نے رکھائی سے کہا۔

اعزاز انہیں صدف کی کیفیت بتا رہا تھا، کیونکہ صبح سے آج اس کی طبیعت خراب تھی۔ چیک اَپ کے لئے اسے ...لیکن وہ بھی نہ گئی۔

"پھر بھی امی......! مجھے اس کی بہت فکر ہو رہی ہے۔"

"آپ خواہ مخواہ فکر کر رہے ہیں، میں ٹھیک ہوں۔" صدف کو اعزاز کا فکر مندی میں مبتلا ہونا بھی پریشان کرنے ...ب تو یہ تکلیف صرف ایک دو ماہ کی تھی۔ پھر تو وہ آزاد ہو جائے گی۔

"تم بھی ذرا ذرا سی تکلیف اسے مت بتانے لگا کرو۔ ہو جاتی ہے کبھی کبھی یہ حالت بھی۔ یہ کیا پورے گھر میں شور ...یا دو۔" زینب نے درشت انداز میں سرزنش کی۔ صدف تو خفیف سی ہو گئی۔ حالانکہ وہ تو کسی کو بھی اپنی تکلیف نہیں ...تی تھی۔

"امی......! اس نے مجھے کچھ نہیں بتایا تھا۔ وہ تو سوتے میں ڈر گئی تھی۔ اس لئے میں آپ کو بلانے چلا گیا۔" وہ برا ...کر بولا۔ اسے ان کا ہر وقت جلا کٹا انداز صدف کے ساتھ اچھا نہیں لگتا تھا۔ حالانکہ ان سے تو بحث تک اب نہ کرتی ...حتیٰ کہ خود اس سے بھی بولنا چھوڑ دیا تھا۔

"بس......! بس کرو......!" انہوں نے ہاتھ اٹھا کر اس کی بات کاٹی۔

اعزاز لب بھینچ کر ایک تاسف بھری نگاہ اس پر ڈال کر رہ گیا۔ جنہیں ذرا بھی صدف کا خیال نہ تھا۔ وہ ان سے ...اور کیا کہتا۔

"کہا ہے تمہاری بیوی ماں بننے جا رہی ہے۔ احسان تھا ہے ہمارے لئے کہ اس کا خیال ہم رکھیں۔"

"امی......! میں نے تو آپ سے بس ایک بات کہی تھی۔ ظاہر ہے، آپ سے ہی بولوں گا ناں......؟"

"کیوں......؟ تمہاری بیوی کے منہ میں زبان نہیں ہے......؟ یا اسے بولنا نہیں آتا......؟" وہ صوفے سے ...سے کہتے ہوئے، کھڑی ہو گئی تھیں۔

صدف کا تو افسوس و شرمندگی کے مارے برا حال تھا۔ سانس اندر اٹکنے لگی تھی۔ آنکھوں میں بے بسی سے آنسو بھی ...جنہیں اس نے پلک جھپک کر روکنے کی ناکام کوشش کی۔

"سنو بی بی......! چلا پھرا کرو۔ کیا ہر وقت لیٹی رہتی ہو۔"

"امی......! اس سے ہلنا تک مشکل ہو رہا ہے۔" اعزاز کو ان کے سرد مہر سے رویے پر رہ رہ کر افسوس ہو رہا تھا، جو ...دف کا احساس ہی نہیں کر رہی تھیں۔

"تم چپ رہو۔ تمہیں کیا معلوم......؟ ایسی حالت میں جتنا چلے پھرے گی اسے ہی آسانی ہوگی۔"

صدف ایک دم ہی بیڈ سے اُٹھنے لگی تھی مگر منوں بوجھ کی وجہ سے سانس تک پھولنے لگی تھی۔ لیٹنا تک اس کا مشکل

ہو رہا تھا اور وہ اسے چلنے کو کہہ رہی تھی۔ جبکہ ڈاکٹر کی ہدایت تھی کہ ذرا چلنے پھرنے میں احتیاط کرے۔ وہ یہ بھی تو نہیں کہہ سکتی تھی۔

"اگر زیادہ ہی فکر ہو رہی ہے تو تم اس کا چیک اَپ کروا لاؤ۔"

"میں ٹھیک ہوں۔" صدف نے لب کاٹتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک رہنا بھی چاہئے۔" وہ بے نیازی سے کہتی ہوئی کمرے سے ہی نکل گئی تھیں۔ انہوں نے صدف کے چہرے ذرا بھی تکلیف کے آثار نہ دیکھے تھے، جو کتنی مشکلوں سے اٹھی تھی۔

"تم آرام کرو۔" اس نے صدف کو شانوں سے تھاما، جو گرتے گرتے بچی تھی۔ ایک دم ہی اعزاز کے شانے پر سر ٹکا دیا۔ اس نے بھی صدف کو اپنے حصار میں لے لیا۔

"صدف......! اگر زیادہ طبیعت خراب ہے تو چلیں ہاسپٹل......؟" وہ اسے لے کر بیڈ تک آیا۔

"نہیں......!" اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"پھر تم لیٹ جاؤ اور سنو......! امی کو تم جانتی ہی ہو۔ اس لئے ان کے رویہ کا تم بالکل برا مت ماننا۔" وہ اس کی دل جوئی کر رہا تھا۔

"آپ سے ایک بات کہوں......؟" وہ کمزور سی آواز میں اس سے مخاطب ہوئی۔ اعزاز نے اسے لٹا دیا تھا اور خود اس کے سرہانے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرنے لگا۔

"ہوں......! کہو......!" وہ مبہم سا مسکرایا۔

"اگر میں مر گئی تو آپ مجھے بھول تو نہیں جائیں گے......؟"

"ہشت......! یہ کیا بول رہی ہو......؟" وہ تو کانپ ہی گیا۔ جھٹ اسے ٹوکا بھی۔

"بتایئے آپ......!" وہ ضد کرنے لگی۔

"پلیز صدف......! تم ایسی بات مت کرو۔ تمہیں جینا ہے میرے لئے، اپنے بچے کے لئے۔"

"کیا پتہ میں نہ رہوں۔" آنکھوں کے گوشے گیلے ہونے لگے۔

"صدف......! نہ جانے کیوں مجھے یہ ندامت محسوس ہوتی ہے کہ تمہیں اس حال تک تو پہنچا دیا لیکن تمہارا درد نہیں بانٹ سکا ہوں۔" وہ افسردگی سے گویا ہوا۔

"امی کا روز بروز بگڑتا ہوا رویہ الگ مجھے پریشان کر رہا ہے۔"

"کاش! آپ مجھ سے شادی ہی نہ کرتے۔" وہ منہ پھیر کر بولی۔

"اگر تم سے شادی نہیں کرتا تو ساری زندگی کسی سے بھی نہ کرتا۔" وہ بھی بہت اڑیل تھا اور صدف کو اپنی زندگی سے بھی زیادہ چاہتا تھا۔ جب سے نائل نے اسے سمجھایا تھا وہ صدف کا خیال رکھنے لگا تھا اور امی سے بھی بحث نہیں کرتا تھا۔ دونوں کو اپنی اپنی جگہ ڈیل کر رہا تھا۔

"چلئے، میرے مرنے کے بعد امی کی پسند سے شادی ضرور کر لیجئے گا۔"

"بس صدف......! بہت ہو گئی۔ اگر تم نے ایسی اُلٹی سیدھی بکواس کی ناں تو یاد رکھنا، بری طرح پیش آؤں گا۔ پھر دوبارہ مجھ سے شکایت کرو گی۔" وہ وارننگ دینے لگا۔

"جلدی سے یہ ایک ماہ بھی گزرے تا کہ تم اس تکلیف سے تو نکلو اور ہاں......! میں نے سوچ لیا ہے۔ کم از کم تین چار سال تک تو بالکل دوسرا بچہ نہیں چاہوں گا۔" وہ اس کے دونوں ہاتھوں کو تھام کر اسے بتانے لگا۔ صدف نے جھکی

مسکراہٹ لئے اسے دیکھا۔

"آپ تو ڈرنے ہی لگے ہیں۔"

"ہاں یار......! تمہاری حالت مجھے ڈرانے لگی ہے۔ مرنے مارنے والی باتیں کرنے لگی ہو۔ مجھے تو خوش بھی نہیں ہونے دے رہی ہو کہ میں بھی ڈیڈی بننے والا ہوں۔" وہ خفگی سے اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔

"آپ خوش ہوئیے۔ کون منع کر رہا ہے......؟"

"لیکن میں چاہتا ہوں تم بھی خوش ہو۔" وہ زور دے کر بولا۔

"میں خوش ہوں۔ بہت خوش ہوں۔ بس یہ دُعا ہے کہ آپ کی امانت آپ تک صحیح سلامت پہنچ جائے۔"

"کیا میری......؟ تمہاری نہیں ہو گی......؟" وہ اس کے پہلو سے جھٹکے سے اٹھا۔ غصہ بھی آیا اس کی ایسی روح باباتوں پر۔

"ظاہر ہے میرے تو وجود کا حصہ ہو گی۔"

"پھر خبردار......! آئندہ تم نے ایسی مایوسی والی باتیں کی ناں تو واقعی میں صدف......! بچے کو بھی نہیں دیکھوں گا۔ ہو گی تو وہ بھی میرے اہمیت رکھتا ہو گا۔" صدف سے وہ بے انتہا محبت کرتا تھا۔ اس سے جدائی تو وہ خواب میں بھی نہیں کر سکتا تھا۔

"خبردار......! آپ نے اس کے ساتھ ایسا ویسا کیا ناں تو میں واقعی ناراض ہو جاؤں گی۔" اس نے بھی دھمکی دی۔

"بھائی جان......! آئی کم ان......؟" عفرا کی زوردار آواز کمرے کے باہر سے آئی۔

دونوں ہی چونک کر دروازے کی سمت دیکھنے لگے۔ عفرا نے اب ناک بھی کر دی تھی۔

"آ جاؤ......!" وہ پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈال کر گھوما۔

"بھائی جان......! نائل بھائی کا فون ہے۔ آپ کا موبائل شاید آف ہے۔ اس لئے انہوں نے گھر کے فون پر کیا ہے۔" وہ بتانے لگی۔

"اوہ......! میرے موبائل کی بیٹری ڈاؤن ہے۔ ذرا عفرا گڑیا......! چارجنگ پر تو لگاؤ۔" وہ شرٹ کی پاکٹ سے موبائل نکال کر اسے دے گیا تھا۔

"بھائی......! آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے ورنہ میں نے سوچا تھا کہ آپ سے اپنی وارڈروب ٹھیک کرواؤں۔" وہ موبائل چارجنگ پر لگا رہی تھی۔ ڈریسنگ ٹیبل پر اس نے موبائل رکھ دیا تھا۔

"دو تین دن رُک جاؤ۔ میں کروا دوں گی۔ طبیعت ٹھیک ہو جائے گی۔" اس نے خوشدلی سے کہا۔

عفرا اس کے قریب ہی بیڈ پر بیٹھ گئی تھی۔ ویسے بھی زیادہ تر وہ صدف کے پاس ہی وقت گزارنے لگی تھی۔

"نیلم بجو کہہ رہی تھیں کہ وہ پاکستان آنے والی ہیں۔" اسے یکدم ہی یاد آیا۔ کل رات اس کا فون آیا تھا، جو زینب نے اس نے کہا تھا۔

"میرا تو بہت دل چاہتا ہے بشریٰ آپی اور بجو کے پاس جانے کا۔"

"تمہارے ایگزام کے بعد بھیج دیں گے۔" اس نے عفرا کے ہاتھ پکڑ کر کہا۔

"میرا ارادہ تو آپ کے اور بھائی جان کے ساتھ جانے کا تھا لیکن وہ میری وجہ سے ہی رُکا۔"

"تمہاری وجہ سے......؟" صدف نے چونک کر اسے دیکھا۔

"میرا مطلب ہے آپ کا پاسپورٹ کھو گیا۔" وہ نگاہ چرانے لگی۔

"ایسا ہوا ہے کہ آج تک ملا ہی نہیں۔" صدف کو آج بھی تعجب ہی ہوتا جو ایسے غائب ہوا جیسے اُڑن چھو ہو گیا ہو۔

"بھابی......! آپ کے لئے چائے بنا کر لاؤں......؟" عفرا نے بات ہی کاٹ دی۔

"نہیں......! اتنی رات کو چائے اچھی نہیں لگتی۔ تم ابھی سو جاؤ جا کر، پھر صبح اسکول بھی جانا ہوگا۔" اس نے عفرا کو اٹھایا۔ وہ سر ہلاتی چلی گئی۔

● ● ●

"سنیے......! پتا چلا کچھ یاسر بھائی کا......؟" اس نے نائل کو مخاطب کیا جو کمپیوٹر کے آگے بیٹھا کام کر رہا تھا۔ دونوں گیسٹ روم میں تھے۔ وہ اکثر آفس کا کام وہیں کرتا تھا۔

"ہوں......! کیا کہہ رہی ہو......؟" کی بورڈ پر اس کی اُنگلیاں تیزی سے چل رہی تھیں۔

"اتنی دیر سے آپ سے بولے جا رہی ہوں لیکن مسٹر کو فرصت ہی نہیں ہے میری سننے کی......؟" شہرینہ نے خفگی سے کہا اور خود پھر چیئر گھسیٹ کر اس کے قریب ہی لے آئی تھی۔

"اس وقت میں ای میل میں مصروف ہوں۔ اس لئے تمہاری سن نہیں سکتا۔" وہ منہمک تھا۔

"پھر ٹھیک ہے۔ مصروف رہیے۔ میں جا رہی ہوں۔" وہ اٹھنے لگی۔

"اے......! تم ایسے جا بھی نہیں سکتی ہو۔" نائل نے ریوالونگ چیئر گھما کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ وہ خفگی سے اسے دیکھنے لگی۔

"آپ مسلسل کمپیوٹر پر لگے ہوئے ہیں۔ میری موجودگی فضول ہی ہے۔" اپنا ہاتھ چھڑایا۔

نائل نے مسکرا کر بڑی محبت سے چور نگاہوں سے اسے دیکھا۔ جو کاسنی کپڑوں میں بالوں کو جوڑے کی طرح لپیٹے بالکل گھریلو حلیے میں تھی۔

"بس تھوڑا کام ہے پھر سمجھو تمہارے لئے ہی وقف ہو جاؤں گا۔" اس نے زبردستی چیئر پر بیٹھا دیا۔

"پانچ منٹ کے لئے خاموش یہیں بیٹھی رہو۔"

"ارے واہ......! ایسی بیٹھی رہوں......؟ میری کمر درد کر رہی ہے۔ ارسل کتنا تنگ کرتا ہے۔"

"بس مجھے تمہارے یہی حیلے بہانے تپاتے ہیں۔" وہ چڑ گیا مگر نگاہ کمپیوٹر پر ہی تھی۔ اس نے ضروری ای میلز کرنی تھی۔ جب تک کام کرتا شہرینہ کو بیٹھا کر ہی رکھتا تھا اور وہ چڑ جاتی تھی۔

"سچ کہہ رہی ہوں میں۔" وہ چیئر سے اٹھ گئی پھر اس کے شانوں پر ہاتھ رکھ کر کھڑی ہو گئی۔ ہولے ہولے اس کے بالوں میں اُنگلیاں سرسرانے لگی۔

"اوکے......! اوکے......!" اس نے کام ختم کرتے ہی کمپیوٹر آف کر دیا۔

"کیا ہوا......؟ ہو گیا کام......؟" وہ حیران ہوئی۔

"یس......! ہو گیا۔" ریوالونگ چیئر سے اٹھا، نائٹ ڈریس میں وہ تھکا تھکا سا بھی لگ رہا تھا۔

"ہاں......! اب کہو کیا کہہ رہی تھیں......؟"

"میں کہہ رہی تھی کہ یاسر بھائی کا پتا چلا......؟" وہ دونوں گیسٹ روم سے باہر آ گئے تھے۔ نائل نے لاؤنج میں ہی بیٹھنے کا قصد کیا۔

"ہاں......! پتا چلا ہے۔ بس سمجھو کل زاہد صاحب مجھے بتائیں گے۔" اس نے اپنے آفس کولیگ کا ذکر کیا۔ جو گزشتہ دنوں ہی آفس کے کام سے ہی امریکہ گئے تھے۔ نائل نے یاسر کا نمبر اور ایڈریس وغیرہ دے دیا تھا۔

"اگر یاسر بھائی کا پتا چل گیا تو ہم سب کو سرپرائز دیں گے۔" وہ وفور مسرت سے بولی۔

"دُعا کرو کہ وہ مل جائے انہیں۔" اس نے شہرینہ کے خوش ہونے پر کہا۔

"انشاءاللہ......! پتا چل جائے گا۔ مجھے یقین ہے۔" اسے قوی اُمید تھی۔

"فارحہ بیچاری کو میری وجہ سے یہ سب دیکھنا پڑا ہے۔" اسے شرمندگی ہوتی تھی۔

"تم فکر مت کرو۔ ان دونوں کا ملن ہم دونوں ہی کروائیں گے۔" وہ صوفے سے ٹیک لگاتے ہوئے بولا۔

"لیکن فارحہ تو یاسر بھائی کا اب ذکر تک نہیں سننا چاہتی ہے۔ یاسر بھائی سے ملن کیسے کرے گی......؟" وہ معصومیت سے بولی۔

نائل کی ہنسی نکل گئی۔ وہ خجل بھی ہو گئی۔ جواب میں اسے گھورا اس کے قریب ہی وہ بیٹھی تھی۔

"کچھ کام زبردستی بھی کیے جاتے ہیں۔ کسی بھی طرح رُخصتی کروانی ہوگی۔"

"پہلے یاسر بھائی تو مل جائیں۔" وہ بولی۔

"وہ بھی مل جائے گا۔" نائل کو بھی کچھ کچھ اُمید تھی کہ یاسر کا پتا چل ہی جائے گا اور پھر ان دونوں کی کوشش تھی کہ یاسر اور فارحہ کو ملوا دیں۔ ارسل کے رونے کی آواز آئی تو شہرینہ چوکنا ہو گئی۔

"ہائے......! اٹھ گیا۔ آج پھر پوری رات تنگ کرے گا۔" اس نے سر پکڑ لیا۔

"تم اسے اتنی جلدی سلاتی کیوں ہو......؟" وہ اُلٹا اسے ڈانٹنے لگا۔

"بچہ ہے، وہ کوئی بڑا نہیں ہے، مرضی سے سوتا جاگتا ہے۔" وہ اپنے کمرے کی سمت بڑھ گئی۔ اکیلا ہی تو چھوڑ کر آئی تھی۔

"لیکن بے خبر سونے میں تمہارا ابھی ثانی نہیں ہے۔ کتنا میں تمہیں جگا لوں لیکن اس وقت صرف تمہیں نیند پیاری ہوتی ہے۔" وہ بیڈ پر لیٹا۔

شہرینہ، ارسل کو کاٹ سے نکال کر اسے لئے بیڈ پر ہی آ گئی کیونکہ وہ بے چین سا ہو رہا تھا۔

"شروع سے آپ میری نیند کے دُشمن ہیں۔" وہ خفگی سے گویا ہوئی۔

"آخر تم اتنا سوتی کیوں ہو......؟ اپنے پاپا کے گھر جاؤ گی۔ وہاں لمبی تان کر سو جاتی ہو۔"

"رات ہو تو میں جب بھی نہ سوؤں......؟" ارسل کو تھپک تھپک کر سلانے کی کوشش کر رہی تھی۔ نائل نے لائٹ آف ہی رکھی تا کہ وہ اٹھ نہ جائے۔

"میں چاہتا ہوں میری مرضی سے سوؤ۔" اس نے لگاوٹ سے اسے دیکھا۔ شہرینہ نے اس کی آنکھوں میں معنی خیزی دیکھی تو بلش ہی ہو گئی۔

"صبح آپ کو آفس کے لئے دیر ہو گی تو مجھ پر ناراض مت ہوئیے گا۔" اس نے ارسل کو اپنے قریب ہی لیٹا دیا اور خود بھی لیٹ گئی۔

"جانم......! اب تو تم نے ناراض رہنے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔" شہرینہ پر جھک گیا۔ اس نے فوراً نائل کے شانوں پر ہاتھ رکھا۔

"صاحبزادے کو دیکھ لیں۔ ابھی اٹھ گیا ناں تو تین سے پہلے نہ سوئے گا، نہ سونے دے گا۔" اس نے اس کے لاپرواہیوں پر کہا۔

"تم مجھ سے اتنے طویل عرصے دور رہی ہو، پتہ ہے کچھ......؟"

"جی جناب......! سب خبر ہے، پلیز سو جائیے۔ غالباً آپ کو صبح جلدی جانا ہے آفس۔" اس کی جانب سے

پشت کر کے ارسل کی طرف ہوگئی۔

''ہاں......! جاناتو ہے۔'' وہ بولا۔ پھر اس نے ماتھے پر باز ور کھ لیا۔ کچھ دیر تک دونوں کے درمیان کوئی بات نہ ہوئی۔

''سنیے......! آپ کی اعزاز بھائی سے بات ہوگئی تھی......؟'' شہرینہ کو یکدم یاد آیا تو وہ پھر اسے مخاطب کر بیٹھی مگر نائل نے جواب نہ دیا۔

''اتنی جلدی آپ سو نہیں سکتے ہیں۔'' وہ اس کی جانب رُخ کر کے نائل کو دیکھنے لگی جو سونے کی کوشش کر رہا تھا۔

''اب سو رہا ہوں تو بولے جاؤ گی۔'' اس نے شہرینہ کو نگاہ ترچھی کر کے دیکھا۔

''اتنا اوبی ڈنٹ ہونے کو بھی نہیں کہا میں نے۔'' فوراً نائل کے سینے پر اپنا ہاتھ رکھا۔ وہ سیدھا لیٹا تھا۔

''تم بھی اتنی نہیں ہوتی ہو۔''

''اچھا بتائیے ناں، آپ کی بات ہوئی تھی......؟''

''ہاں......! ہوئی تھی۔ اس کے موبائل کی بیٹری ڈاؤن تھی۔ اس لئے موبائل پر تو نہیں، فون پر بات ہوئی۔''

''صدف کیسی ہے......؟'' وہ پوچھنے لگی۔ کیونکہ اس کے ڈلیوری کے دن قریب آ رہے تھے۔ اسے ہی سب خبر تھی کہ وہ کس مشکل کنڈیشن سے گزر رہی ہے۔ صدف نے کسی کو بتانے سے منع کیا تھا۔

''کہہ رہا تھا ٹھیک نہیں ہے۔'' اس نے بتایا۔

''ظاہر ہے، دن بھی تو قریب ہیں۔''

''سنو......! کیا زینب آنٹی کا رویہ صدف کے ساتھ ٹھیک نہیں ہے......؟'' اس نے پوچھا۔ پھر شہرینہ نے اسے سب کچھ بتا دیا کہ زینب آنٹی اس کے ساتھ کیا کیا کرتی ہیں اور ان کا سرد رویہ اور طنزیہ باتیں سب بتا دی تھیں۔

● ● ●

فارحہ نے اسکول جوائن کر لیا تھا۔ انس کا بھی ایڈمیشن کروا دیا تھا۔ شروع شروع میں انس نے طائشہ کو بہت تنگ کیا تھا لیکن اب کچھ سیٹ ہو گیا تھا۔ اس کے بھی آخری ماہ چل رہے تھے۔ سرمد اس کا بہت خیال رکھ رہے تھے۔

''شکر ہے، وہ ڈم کالز بند ہوئیں۔'' طائشہ نے کہا۔

''بیچارا جو کوئی بھی ہوگا تنگ آ گیا ہوگا۔'' سرمد نے اسے دیکھا جو انس کا یونیفارم استری کرنے کے بعد ہینگر کر رہی تھی۔

''تم نے دوائی لے لی......؟''

''جی جناب......! کھالی ہے۔ اتنی بھی فکر مت کیا کریں میری۔ مجھے عجیب سا لگتا ہے۔'' وہ ہینگر کو ڈریسنگ روم میں لٹکا کر آ گئی تھی۔

''محترمہ......! آپ کی فکر میں نہیں کروں گا تو کون کرے گا......؟'' وہ معنی خیزی سے کہتے اس کی طرف بڑھے۔ طائشہ نے فوراً انہیں روک دیا۔

''میں بالکل ٹھیک ہوں اور وہ بدتمیز نائل کہتا رہتا ہے کہ میں موٹی ہوتی جا رہی ہوں۔'' وہ منمناتی ہوئی شرمگیں لہجے میں بولی۔

''تم چاہے کتنی موٹی ہو جاؤ لیکن میرے دل میں بسی رہو گی اور میں تمہیں چاہتا رہوں گا۔'' محبت سے چور لہجے میں بولے۔

طائشہ نے جھینپ کر انہیں دیکھا۔ وہ بیڈ کے سرے پر بیٹھی تھی جبکہ وہ بیڈ پر لیٹے ٹی وی دیکھ رہے تھے لیکن پھر آف ہی کر دیا۔

''کتنا اور مجھے انتظار کرنا ہے اپنی بیٹی کے لئے......؟''

''اُف......! آپ کو تو بیٹی کی رَٹ لگ گئی ہے۔'' وہ چڑ گئی۔

''یار......! ایک خواہش تو ظاہر کی ہے۔ پتا نہیں پوری ہوگی یا نہیں، کیا پتا صاحبزادے تشریف لے آئیں۔''

''میرے خیال میں واقعی آپ کے صاحبزادے ہی تشریف لا رہے ہیں۔'' اس نے دروازے کی سمت اشارہ ...دیکھا انس دوڑتا ہوا آ رہا تھا۔ جب سے اسکول جانا شروع کیا تھا شرارتی ہو گیا تھا۔

''بابا......! چاچو آ رہے ہیں۔'' انس سرمد کی بغل میں گھسا۔

''ضرور بلال کا کچھ بگاڑ کر آیا ہوگا۔'' وہ سمجھ گئی تھی۔

''کم آن انس......! کم ان......!'' بلال کی آواز آئی مگر وہ اندر نہیں آ رہا تھا۔ سرمد نے مسکرا کر طائشہ کو دیکھا اور ...ے سے کہا کہ بلا لے۔

''بلال......! اندر آ جاؤ......!'' وہ دوپٹہ اچھی طرح لپیٹ کر اسے بلانے لگی۔

''انس......! بری بات ہے۔ نکالو کہاں ہے......؟'' سرمد نے چمکار کر پوچھا۔

''بابا......! چاچو غلط کہہ لے ہیں۔'' وہ توتلی زبان میں بولا۔

''اس کے پاس تو نہیں ہے۔'' وہ انس کو سیدھے کر کے بولے۔

''چاچو......! آپ کی پاکٹ میں ہے۔'' وہ بلال کی شرٹ کی سمت اشارہ کرنے لگا جو اس نے بلال کی پاکٹ ...ارت سے رکھ دیا۔

...لال نے اپنی شرٹ پر ہاتھ مارا واقعی مل گیا۔ وہ حیران بھی ہوا کہ اسے پتا کیوں نہیں چلا۔ انس پھر تیزی سے ...ے سے بھاگ گیا۔ بلال بھی پکڑنے کو دوڑا ہی تھا کہ سرمد نے اسے پکار لیا۔

...جی بھائی جان......!'' وہ ایک دم مؤدب بن کر رُک گیا۔

...تم نے آفس تو جوائن کر ہی لیا ہے۔ اگر کل تم نیو ویکنسیز کے انٹرویو کر لو تو میں شام کی میٹنگ اٹینڈ کر لوں گا۔''

...بھائی جان......! میں انٹرویوز کیسے لے سکتا ہوں......؟'' وہ گھبرا ہی گیا۔

...یار......! اتنا مشکل نہیں ہے۔ بس مختلف کو چن کر لینا۔'' وہ اسے بتانے لگے۔

...لیکن وہ......مس......'' وہ پریشانی سے سر پر ہاتھ پھیرنے لگا۔

...برخوردار......! عادت ڈالو۔ کل کو شادی بھی ہوگی۔ خود میں اعتماد لاؤ۔''

...اس میں شادی کا کیا ذکر......؟'' طائشہ کو ان کی یہ بات سمجھ نہ آئی۔

...بھول گئی ہو......؟ خود ہی تو کہہ رہی تھیں کہ امی بلال کے رشتے کی بات کرنے جانے والی ہیں۔'' انہوں نے ...ے تائیدی پوچھا۔

...تو اُچھل ہی پڑا۔ یہ کیا وہ سن رہا تھا۔ ایک دم ہی بے چینی سے پہلو بدلا۔

...میرے رشتے کی......؟ کیا کہہ رہے ہیں......؟'' اس کا چہرہ فق ہو گیا۔

...ں بھئی......! کوئی لڑکی وڑکی پسند کی ہے تمہارے لئے طائشہ نے۔''

...بابی......! کیا ہو گیا ہے......؟ آپ نے لڑکی...... آمنہ آنٹی سے تو پوچھ لیتیں۔'' وہ متفکر سا گویا ہوا۔ کیونکہ ...اسے جویریہ کے متعلق بتایا تھا کہ ان کا سب کا ارادہ تھا۔

...پھو سے پوچھنے کی ایسی ضرورت بھی نہیں ہے، لڑکی مجھے پسند تھی۔ ابو نے اور امی سے میں نے ذکر کیا تو

انہوں نے رضامندی دے دی۔" وہ مسکرائی۔ اسے بلال کی بے کلی کا اندازہ تھا جو لب کاٹنے لگا تھا۔

"میں آپی کی رُخصتی سے پہلے شادی وادی نہیں کروں گا۔" اس نے دوٹوک کہا۔

"صرف منگنی کریں گے۔"

"سوری بھائی......! میں نہیں کر سکتا۔" وہ تیز لہجے میں خفگی سے کہتا چلا گیا۔ طائشہ نے زوردار قہقہہ لگایا تھا۔ سرمد بھی مسکرا کر اسے دیکھنے لگے۔

"والٹ میں تصویر لگا کر پھرتا ہے، سمجھتا کیا ہے ہمیں خبر نہیں......؟"

"یار......! تم نے خواہ مخواہ اسے ستا دیا۔ بتا تو دیتیں۔" سرمد کو بلال پر ترس بھی آیا جو بھناتا ہوا گیا تھا۔

"جب رشتہ پکا ہو گا، خوش ہو جائے گا۔" وہ ان کے پہلو میں دراز ہو گئی۔

"سنا تم نے......؟ وہ فارحہ کی رُخصتی سے پہلے بالکل نہیں کرے گا۔"

"اُرے......! ہم صرف بات پکی کریں گے۔ پھر یاسر بھی آ ہی جائے گا۔ پھر ساتھ ساتھ دونوں کی کر دیں گے۔" وہ انہیں پروگرام بتانے لگی۔

"ویسے طائشہ......! لڑکی تم نے اچھی چنی ہے۔"

"جویریہ کے لئے تو امی سے میں نے شروع سے ہی کہا تھا۔ وہ تو رشتہ بھی چلا جاتا لیکن یاسر کی وجہ سے رہ گیا۔" اس نے کہا۔

"پھر کب جانے کا ارادہ ہے......؟" انہوں نے پھر ٹی وی آن کر لیا۔

"اسی ہفتے میں کسی دن امی اور پھپھو جائیں گی۔"

"تم کیوں نہیں جاؤ گی......؟" انہوں نے نگاہ ترچھی کر کے اس سے پوچھا۔

"اس حلیے میں جاتی اچھی نہیں لگوں گی۔" اس نے ان کی جانب کروٹ لی اور سرمد کی شرٹ کی آستین کے بٹن کو چھونے لگی۔

"اب اتنی بھی بری نہیں لگو گی۔" وہ معنی خیزی سے بولے۔

"آپ کو نہیں لگوں گی لیکن دوسروں کو تو لگتی ہوں گی ناں......؟ اور آپ زبردستی مائرہ اور ارسلان بھائی کے سامنے بھی لے آئے۔" وہ خفا ہونے لگی۔

"ظاہر ہے، میں نے ڈنر پر بلایا تھا۔ تم بھی سامنے نہ جاتیں تو برا لگتا ناں......؟"

"لیکن آئندہ کے لئے سوری......! خود ہی اٹینڈ کریئے گا۔ ایک تو وہ مائرہ اتنی بے باکی سے بولتی ہے۔ مجھے تو شرم آتی ہے۔" وہ ان کی آنکھوں میں دیکھنے لگی۔

"مائرہ یونیورسٹی میں بھی ایسی ہی تھی۔"

"آپ سے دوستی کیسے ہو گئی اس کی......؟" پھر مخاطب ہو گئی۔

"یار......! اس کی سب سے ہی فرینک عادت ہے۔ ارسلان سے میری دوستی تھی، ارسلان کی اس سے۔ پھر ظاہر ہے مجھ سے ہونا بھی لازمی تھی۔" بتانے لگے۔

"یہ ارسلان بھائی اسے ٹوکتے نہیں ہیں۔ بالکل بھی کہ اتنا نہیں بولنا چاہئے۔"

"یار......! اس کی بیوی ہے۔ مرضی بولے یا نہ بولے۔" انہوں نے طائشہ کے ہاتھ کو تھاما۔

◆◆◆

"مجھے بس اپنی بیوی سے سروکار ہے۔"

"ہاں......! ظاہر ہے، آج کل میرے سوا کچھ نظر بھی نہیں آتا ہے۔" اس نے ہاتھ چھڑایا۔

"اور ہاں......! تم بھی اچھے اچھے خیالات ذہن میں رکھو تا کہ میری بیٹی خوبصورت سی ہو۔"

"اُف......! آپ کے ذہن پر بس یہی سوار ہے۔"

"ہاں......! میں نے نام تک سوچ لیا ہے، اریشہ سرمد۔" وہ ایک جذب سے بتانے لگے۔

طائشہ جھینپ ہی گئی اور سرمد کے بازو پر چہرہ ٹکا دیا۔ ان کی ایسی گفتگو اسے اور شرمانے پر مجبور کر دیتی تھی۔

"یا اللہ......! مجھے پیاری سی بیٹی دینا۔" انہوں نے ہاتھ اٹھا کر دُعائیہ کہا۔

طائشہ نے ان کے سینے پر مکا مارا جو بے باک سے ہی ہو رہے تھے۔ حالانکہ اس نے دل میں آمین کہہ دیا تھا کہ ان کی یہ خواہش پوری ہو جائے۔

"مائرہ کا اثر آپ پر بھی ہو گیا ہے۔"

"شکر کرو۔ مکمل اثر نہیں ہوا تھا۔ ورنہ آج تمہاری جگہ وہ ہوتی۔" وہ شرارت سے چھیڑنے لگے۔ وہ دانت پیس کر انہیں دیکھنے لگی۔

"شکر ہے، میں ہی ہوں۔ آپ کے لئے تو میں ہی اُتاری گئی تھی۔" وہ تفخر بھرے لہجے میں بولی تھی۔

سرمد نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔ وہ طائشہ سے وارفتگی کی حد تک محبت کرتے تھے۔ اس سے جدا ہونے کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ پہلے تو انہیں سوائے نفرت کے کچھ نظر نہ آتا تھا لیکن جب سے طائشہ سے بدگمانی دور ہوئی تھی۔ وہ اس کے لئے محبت کا سمندر تھی۔

●●●

صدف کی آج طبیعت کچھ بہتر ہوئی تو وہ عفرا کی وارڈروب ٹھیک کروانے لگی۔ حالانکہ اس کے ڈلیوری بس آج یا کل میں ہی ہونے والی تھی۔ اسے بیٹھنے میں دقت تھی لیکن عفرا کو بھی اِگنور نہ کر سکی تھی۔

"تم تہہ لگے کپڑے الماری میں رکھتی جاؤ۔" وہ بیڈ پر بیٹھی اس کے کپڑوں کو تہہ کر رہی تھی۔

"بھابی......! میں اتنے آرام سے کپڑے نکالتی ہوں۔ پھر بھی تہہ خراب ہو جاتی ہے۔" اس نے اوپر والے خانے میں رکھنا شروع کئے۔

"او بھابی......! میری بھابی......! تم جیو ہزاروں سال۔" فراز جھومتا ہوا اندر آیا۔ دونوں ہی چونک گئی تھیں۔

"خیریت......؟ کچھ کام ہے......؟" وہ مسکرائی۔

"بھابی......! آپ کیا کام کرنے لگی ہیں......؟ آرام کریں۔"

"اچھا ڈاکٹر صاحب......! کرتی ہوں۔" وہ فراز کو مسکرا کر جواب دینے لگی جو عفرا کے بیڈ پر پھیلے کپڑوں پر ہی لیٹ گیا۔

"فراز بھائی......! اٹھیے، ساری تہہ خراب ہو رہی ہے۔" عفرا تو چیخ ہی پڑی کپڑوں کی حالت دیکھتے ہوئے۔

"تم تو نکمی ہو۔ بھابی کی طبیعت کا ہی خیال کر لو۔ سارا پھیلا کر بیٹھ گئی ہو۔"

''آپ کو کیا تکلیف ہے......؟'' اس نے منہ بنا کر کہا۔

''مجھے تکلیف یہ ہے کہ تم شروع سے ہی کام چور ہو۔ کوئی کام خود نہ کرنا۔'' اس نے عفرا کے کپڑوں کا گولہ بنا کر اس پر اُچھالا۔ وہ تو تلملا ہی گئی تھی۔ چیخ چیخ کر رونا شروع کر دیا۔

''ارے......! ارے عفرا......! کیا ہوا تمہیں......؟'' امبر اپنے شولڈر کٹ بالوں کی پونی ہلاتی چلی آئی تھی۔

''لو آ گئیں اناج کی دُشمن۔'' فراز نے اسے گرین کاٹن کے پلین سوٹ میں دیکھا۔ جس میں شہابی رنگت دمک رہی تھی۔

''فراز بھائی......! میں آپ کی شکایت امی سے کرنے جا رہی ہوں۔'' عفرا دھمکی دیتی ہوئی جانے لگی تھی۔

''جاؤ جاؤ......! شوق سے کرنا۔'' اس نے ہاتھ نچا کر اطمینان سے کہا۔

''کیسی ہیں بھابی آپ......؟'' اس نے صدف کے نقاہت زدہ چہرے پر نگاہ ڈالی۔ جہاں تکلیف کے آثار نمایاں تھے۔

''کچھ دیر پہلے تو ٹھیک تھی لیکن اب کچھ ٹھیک نہیں ہوں۔'' اس نے پہلو بدلا۔

''بھابی......! آپ چھوڑیئے یہ سب۔ یہ باقی عفرا کے کپڑے تہہ کر کے امبر رکھے گی۔''

''اسے صدف کی تکلیف کا اندازہ تھا۔ پھر ڈاکٹر بن رہا تھا۔ اس سے کچھ بھی تو مخفی نہ تھا۔ اس لئے فوراً اسے منع کیا۔

''نہیں......! تھوڑے کپڑے رہ گئے ہیں۔ امبر......! تم رکھتی جاؤ۔'' وہ پھر بھی اپنی پرواہ نہیں کر رہی تھی۔

امبر نے جھٹ عفرا کے کپڑوں کو وارڈ روب میں رکھنا شروع کیا۔ فراز کی نگاہ حرکت کرتی امبر پر تھی جو مسلسل بولتی بھی جا رہی تھی۔

''صداقت کے ساتھ آئی ہوں۔ بڑی مشکل سے آنے کے لئے راضی ہوا ہے۔''

''مولانا صاحب کو تم تنگ بھی بہت کرتی ہو۔'' فراز نے شرارت سے کہا۔ صداقت نے قرآنِ پاک حفظ کیا ہوا تھا۔ اکثر شرارت میں اسے مولانا کہہ دیتا تھا۔

''فراز......! بری بات ہے۔'' صدف نے اسے گھورا۔

''بھابی......! ایسا میں نے غلط بھی نہیں کہا۔'' وہ اٹھ کر بیٹھا۔

''ہاں......! آپ تو سب ہی ٹھیک کہتے ہیں۔ غلط کیوں کہیں گے......؟'' امبر برا مان کر بولی۔

''یہ بتاؤ لڑکی......! جوئیں ختم ہوئیں تمہاری......؟''

''اتنی مشکل سے ختم کروائی ہیں، کام کرنے والی ماسی سے۔'' اس نے بیڈ سے پھر کپڑے اٹھائے۔

''امبر......! تم لوگوں کو آئے ہوئے یہاں سات آٹھ ماہ سے اوپر ہو گئے ہیں۔ تمہاری جوئیں پھر بھی ختم نہیں ہوئیں......؟'' صدف نے حیرت کا اظہار کیا۔

''اتنا خراب پانی ہے یہاں کا۔''

''خبردار......! تم نے یہاں کی برائی کی۔ یہ مت بھولو کہ تم اسی ملک کی شہری ہو۔'' فراز تو تنک ہی گیا۔

''آپ کو کیوں تکلیف ہوتی ہے......؟'' اس نے ایک پلاسٹک کا لفافہ اسے مارنے کو اُچھالا۔ جس میں سے کچھ کاغذات وغیرہ اس پر ہی گرے۔

فراز نے کاغذات وغیرہ کو حیرانگی سے دیکھا اور پھر زوردار جھٹکا لگا۔ صدف نے بھی حیرت اور انبساط میں ڈوب کر فراز کے ہاتھ میں وجود پیپرز دیکھے۔

''بھابی......! بھابی......! یہ تو پاسپورٹ ہے۔ آپ کا اور بھائی جان کا۔'' کھول کر دیکھنے کے بعد وہ بیڈ سے اٹھ کھڑا ہو گیا۔

لیکن یہ......'' صدف بھی اتنی تیزی سے اٹھی کہ بھول ہی گئی اور زوردار چیخ سے وہ بیٹھتی چلی گئی۔ امبر اور فراز فوراً اس کی
ڑے۔ مگر وہ تکلیف سے تڑپنے لگی اور پھر تھوڑی ہی دیر میں گھر میں ہنگامہ ہو گیا تھا۔ اعزاز ابھی آفس میں ہی تھا۔

● ● ●

یں نے آج دل کھول کر شاپنگ کی ہے۔'' شہرینہ نے تفخر بھرے لہجے میں کہا۔ نائل نے گاڑی کا پچھلا ڈور
رشاپر وغیرہ رکھے۔
مجھے تو حسرت ہی رہی تھی کہ تم میرے ساتھ شاپنگ کرو۔ یاد ہے اعزاز کی شادی پر شاپنگ کی تھی......؟ یا آج
'' اس نے سامان رکھنے کے بعد ڈور بند کیا۔
آپ کی تنخواہ بھی تو بڑھی ہے۔''
یعنی تم میری تنخواہ ایک دن میں اُڑانے پر تلی ہو......؟'' نائل نے فرنٹ ڈور کھولا۔ وہ لوگ پارکنگ لاٹ میں تھے۔
ون چار بجے نکلے تھے۔ اب سات بج رہے تھے اور گھر کی جانب روانہ تھے
جی......! اور کیا......؟'' اس نے گھوم کر ارسل کو دیکھا۔
ہائے......! ارسل کہاں گیا......؟''
ارسل کہاں ہے......؟'' نائل ڈرائیونگ سیٹ سے نکل آیا۔
ون ہی حواس باختہ سے ہو گئے تھے۔ نائل نے گھوم کر جائزہ لیا۔
میں نے تو اسے گاڑی کے ساتھ ہی کھڑا کیا تھا۔'' وہ تو روہانسی ہو گئی۔
یار......! تم بھی عجیب ہو۔ بچہ ہے، تھوڑی دیر گود میں نہیں اُٹھا سکتی تھیں......
میں نے سامان رکھنے کے لئے اُتارا تھا۔''
نہیں پتہ ہے، چلنے لگا ہے وہ۔'' نائل آگے بھاگا۔
ون نے ہی لوگوں سے پوچھا۔ نائل نے سر پر ہاتھ رکھ لیا۔ شہرینہ آنچل منہ پر رکھے رونے میں لگی ہوئی تھی۔
در مارکیٹ کی سمت بڑھے۔ ان دونوں کی حواس باختگی سب ہی نہ ائی انداز میں دیکھ رہے تھے۔
یرا بچہ......!''
چپ کرو تم......!'' نائل نے اسے ڈانٹ دیا۔
دونوں آگے پورا حصہ دیکھ آئے۔ دوبارہ سے پارکنگ لاٹ سے گزر کر اسٹاپ تک گئے تھے کہ ایک پی سی او
کسی شخص کی گود میں ارسل نظر آ گیا۔
یئے......! وہ ارسل ہی ہے......؟'' شہرینہ نے نائل کے شانے پر ہاتھ رکھا۔
ں بھاگے تھے۔ نائل نے پہلے پہنچ کر اس شخص کو جا لیا۔ وہ پشت پھیرے کسی آدمی سے بات کر رہا تھا۔
ایکسکیوزمی مسٹر......! یہ بچہ میرا ہے۔'' نائل نے تیز لہجے میں کہا۔ شہرینہ نے بھی اس کی بغور پشت دیکھی۔ وہ شخص
داز پر جو گھوما تو شہرینہ اور نائل کو حیرانگی کا جھٹکا لگا اور وہ شخص بھی بے یقینی کی کیفیت میں ان دونوں کو دیکھ رہا تھا۔
آپ......؟'' شہرینہ نے وفورِ مسرت سے کہا۔ آواز لگتا تھا کہ نکل ہی نہ رہی ہو۔
......! شہرینہ......! نائل......!'' وہ بھی حیران تھا۔
ر بھائی......! آپ یہاں کیسے......؟'' وہ تو باقاعدہ رونے لگی۔
ٹکر ٹکر سب دیکھ رہا تھا۔ نائل کو لگا سکتہ ہو گیا۔ وہ تو اس کے متعلق جاننے کے لئے کیا کیا کچھ نہ کر رہا تھا اور

وہ یوں اچانک ملے گا۔

"یار.....! تم امیزنگ.....!" نائل اس سے بغلگیر ہو گیا۔

"یہ بچہ تم دونوں کا ہے.....؟" وہ ارسل کو پیار کرتے ہوئے بولا۔

"جی.....! ہم دونوں کا ہے۔" دونوں مسکرا کر بیک وقت بولے۔

"کیوٹ ہے.....!" اس نے پھر ارسل کے رخسار پر پیار کیا۔

"یہ بتایئے امریکہ میں کہاں تھے جو کانٹیکٹ نہیں ہو سکا.....؟ کب آئے یہاں.....؟" شہرینہ نے تو سوالوں کی بوچھاڑ ہی کر دی۔

"کچھ ماہ پہلے۔" پھیکی سی ہنسی کے ساتھ گویا ہوا۔

"میرے خیال میں یاسر فوراً گاڑی میں بیٹھو پھر گھر چل کر باتیں ہوں گی۔"

"وہ اصل میں نائل.....! ابھی میں نہیں جا سکتا۔"

"یاسر بھائی.....! بس بہت ہو گئی۔ اتنے دنوں سے آپ یہاں تھے۔ ہم سے ملے تک نہیں۔ چھوٹی تائی کا رو رو کر برا حال ہے۔ فارحہ کو تو آپ نے زندہ در گور کر دیا ہے۔" وہ بپھر ہی گئی۔

یاسر نے کرب سے لب کاٹے۔ کس منہ سے وہ جائے گا؟ کیسے سب کا سامنا کرے گا؟ سب کا دل دکھا کر گیا تھا۔ فارحہ کو روند کر گیا تھا اور اس نے ایک سزا کاٹی ہے۔ لمحہ لمحہ اذیت میں گزارا ہے۔

"میں نہیں جا سکتا۔ کسی سے سامنا نہیں کر سکتا۔"

"بس یاسر.....! اتنے مایوس مت ہو۔ چلو گھر ہمارے ساتھ۔" نائل نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا اور پھر شہرینہ نے بھی زبردستی کی تو اسے مانتے ہی بنی تھی۔ بلیک پینٹ پر وائٹ کلف لگی شرٹ میں وہ کچھ سوبر سا ہو گیا تھا۔

پورے راستے وہ اسے بتاتی رہی، ایک ایک کے متعلق، اپنی اور نائل کی صلح کے متعلق، وہ حیرانگی سے سنتا رہا تھا۔

وہ تینوں گھر آئے تو جہاں آراء نے بھی حیرانگی سے یاسر کو یوں اچانک سامنے دیکھا۔ اس نے انہیں سلام کیا۔

"نائل.....! ابھی اعزاز کا فون آیا تھا۔ صدف ہاسپٹل میں ہے۔" انہوں نے بتایا۔

"صدف..... ہاسپٹل میں.....؟ امی.....! کوئی خیر.....؟" شہرینہ کو تو خبر کی پڑی تھی۔ یاسر کا چہرہ بھی فق ہو گیا۔ صدف اس کی بہن تھی، تڑپ ہی اٹھا۔

"صدف کی کنڈیشن ٹھیک نہیں ہے۔ اس کے جڑواں بچے ہوئے ہیں۔ خون کی اشد ضرورت ہے۔"

"کیا.....؟ جڑواں بچے.....؟" نائل تو حیران رہ گیا۔

جبکہ شہرینہ متفکر ہو گئی۔ اسے صدف کی حالت کی سب خبر تھی۔ وہ لب کچلنے لگی۔

"جلدی چلئے۔ ہمیں ہاسپٹل پہنچنا ہو گا۔" وہ ارسل کو گود سے اتار کر بولی۔

"مم..... میں بھی چلوں.....؟" یاسر سے تو سن کر رہا ہی نہیں گیا۔

"نہیں یاسر.....! ابھی تمہارا جانا مناسب نہیں ہے۔ تم یہاں رکو ہم جاتے ہیں۔" نائل نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر تسلی دی۔

"آپ جائیے گا بالکل نہیں۔ ہم ابھی آتے ہیں۔ ارسل کو آپ سنبھالیے گا۔" وہ ساتھ ساتھ اسے ہدایتیں دینے لگی تھی۔

"شہرینہ.....! میں کیسے رک جاؤں.....؟ میری بہن.....؟" وہ روہانسہ ہو گیا۔ سن کر تو اب رہا ہی نہیں جا رہا تھا۔

وہ جلد از جلد اپنی بہن کو دیکھنا چاہتا تھا۔

"یاسر بھائی.....! ابھی وہاں جو کنڈیشن ہو گی وہ شاک کی سی ہو گی۔ آپ کو ہم خود گھر لے کر جائیں گے۔" وہ اسے تسلی دینے لگی تھی۔

"یاسر.....! بالکل جانے کی کوشش مت کرنا ورنہ بہت بری طرح پیش آؤں گا۔" نائل نے بھی دھمکی دی۔

"اب چلیے بھی ناں.....! کتنی دیر لگائیں گے۔" وہ کوریڈور میں کھڑی اپنے سرمئی آنچل کو درست کرتے ہوئے بولی۔

"ہاں چلو.....!" پھر وہ دونوں کوریڈور سے نکلتے چلے گئے تھے۔

یاسر نے خوشی اور افسردگی کی کیفیت میں دیکھا۔ وہ محض شہرینہ کی وجہ سے فارحہ سے ناراض ہوا تھا اور یہاں دیکھا نائل اور شہرینہ کتنے مسرور سے دکھائی دیئے تھے اور اس نے فارحہ کو سزا دی۔

کیا فارحہ اسے معاف کر دے گی؟ کیا وہ اس پر یقین کرے گی؟ اس کی باتوں پر؟ وہ کب سکون سے رہا ہے۔ کہانی اس پر جاتے ہی پڑی تھی اور پھر ایک مہربان دوست اویس کی بدولت وہ یہاں آیا تھا اور اس کے گھر ہی رہائش پذیر تھا۔ کئی ماہ سے وہ گھر میں ڈم کالز کرتا تھا۔ ہر بار ہمت ٹوٹ جاتی تھی اور لائن کٹ کر دیتا تھا مگر اسے کیا خبر تھی اسے کسی شاہراہ پر اپنوں سے ملنا یوں لکھا تھا؟ وہ تو خود میں ہمت ہی نہیں پا رہا تھا جانے کی۔ کیسے سب کا سامنا کرے گا؟

● ● ●

"کیسی ہے صدف.....؟" شہرینہ نے زینب سے پوچھا۔ وہ کچھ چپ چپ سی بیٹھی تھیں۔

"ٹھیک نہیں ہے۔ بے ہوش ہے۔"

"بچے کدھر ہیں.....؟" اس نے پھر پوچھا۔

"بچے اندر نرسری میں ہیں۔ صرف دکھانے کو دیئے تھے۔" انہوں نے بتایا تھا۔

"دونوں بابا ہیں.....؟" رک رک کر بولی۔

"نہیں.....! ایک بیٹی اور ایک بیٹا ہے۔" وہ خوش بھی تو نہیں ہو پائی تھیں پوتی پوتے کو دیکھ کر۔ پھر جب سے فراز نے انہیں یہ بتایا تھا کہ عفرا نے ہی پاسپورٹ چھپایا تھا اس وقت سے وہ شرمندہ سی اور گم صم سی تھیں۔

"اعزاز.....! ڈاکٹرز کیا کہتے ہیں.....؟" نائل نے ستون سے ٹیک لگائے اسے دیکھا جو بلیو جینز کی پینٹ اس اسکائی بلیو شرٹ میں مضمحل سا لگ رہا تھا۔ اچانک ہی شام میں تو فراز نے فون کیا تھا کہ صدف ہاسپٹل میں ہے۔

"یار.....! اتنی سنائی ہیں ڈاکٹرز نے کہ ہم نے ذرا بھی اس کا خیال نہیں رکھا۔ بی پی اس کا لو ہے۔ یار.....! میں کیا بتا تا تھا وہ دو بچوں کی تکلیف سے گزر رہی ہے۔" وہ مغموم سا تھا۔

"تم نے جاننے کی بھی کوشش نہیں کی.....؟"

"یار.....! مجھے کیا خبر کہ وہ مجھ سے کچھ چھپا رہی ہے۔" وہ تیز لہجہ میں بولا۔

"بچے کیسے ہیں.....؟"

"یار.....! میں نے تو دیکھا بھی نہیں ہے۔ جب تک صدف کی طرف سے مطمئن نہ ہو جاؤں، میں بالکل نہیں ملوں گا۔" وہ روسا دیا۔

انوار ولا سے بھی سب ہی دیکھنے آئے تھے۔ شامین تو روئے جا رہی تھیں۔ ان کی یہی تو اب کل کائنات تھی۔ سب ہی اس رات وہاں رہے۔ رات کے تین بجے جب ڈاکٹر نے نوید سنائی کہ صدف کو ہوش آ گیا ہے۔ اعزاز ہی ملنے دوڑا تھا۔ باقی کے لوگ تو چلے گئے تھے۔

زینب نے شکرانے ادا کیے۔ وہ تو صدف سے نگاہ ملانے کی بھی نہ رہی تھیں۔ اسے ہی سناتی رہی تھیں۔ بے قصور

ہوتے ہوئے قصوار تھی۔

''امی......! آپ گھر چلی جائیں۔ میں رُک جاؤں گا۔'' اعزاز نے انہیں خاموش دیکھا۔

''نہیں اعزاز......! تمہاری ماں کا رہنا زیادہ ضروری ہے۔ تم گھر جاؤ۔'' انعام احمد نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا۔

''ابو......! میں نہیں جا سکتا۔''

''بھائی......! حد کرتے ہیں۔ ہاسپٹل میں بھابی کو امی کی ضرورت پڑے گی۔'' فراز نے اسے سمجھایا۔

''لیکن میں نہیں جا سکتا۔''

''امی......! آپ کے دونوں بچوں کو سنبھال لیں گی۔'' وہ پھر شرارت سے باز نہ آیا۔

اتنے میں ایک نرس نے بچوں کو لا کر دیا۔ ننھی گڑیا کو لپک کر اعزاز نے لیا اور ننھے سے گڈے کو فراز نے لیا۔

''کتنے کیوٹ......! بالکل مجھ پر گئے ہیں۔'' وہ باری باری دونوں کو پیار کرنے لگا۔ دونوں گلابی کمبل میں لپٹے سو رہے تھے۔

''امی......! آپ کو پوتا چاہئے تھا۔ دیکھئے دونوں ہی مل گئے۔'' فراز نے طنز کیا۔

وہ خجل سی ہوگئی تھیں۔ انہیں تو چپ سی لگ گئی تھی۔ اعزاز نے بچے کو ان کی گود میں دیا۔

''چلو فراز......! اور اعزاز......! گھر چلو۔ عفرا ضرور امبر کو تنگ کر رہی ہوگی۔'' انعام احمد کو عفرا کا خیال آیا۔

امبر گھر ہی رُک گئی تھی۔ رحمان علی اور ان کی مسز ہاسپٹل ہو کر چلی گئی تھیں۔ شہرینہ اور نائل بھی ارسل کی وجہ سے جلدی چلے گئے تھے۔

''پہلے میں اپنی بہو سے تو مل لوں۔'' انعام احمد کمرے میں چلے آئے۔

ان کی تقلید میں وہ سب بھی آ گئے تھے۔ ایک نرس صدف کو دوائی کھلا رہی تھی۔ وہ تکلیف میں مبتلا لیٹی تھی۔ آنکھوں کے گرد حلقے پڑ گئے تھے۔ رنگت پیلی ہوگئی تھی۔

''بھابی......! آپ نے تو ڈبل سے آغاز کر دیا۔'' فراز نے شوخی سے کہا۔ انعام احمد نے اس کے چپت لگائی۔

''اتنے پیارے بچے ہیں۔ آپ دونوں سنبھالیں گے کیسے......؟''

''دادی کس لئے ہے......؟'' زینب نے ایک دم ہی پرجوش سے لہجے میں کہا۔ صدف نے ایک حسرت بھری نگاہ ان پر ڈالی۔ وہ آج سرخرو ہوگئی تھی۔ انہیں دونوں ہی نعمت سے اوپر والے نے نواز دیا تھا۔ اس نے کئی بار شکر ادا کیا تھا۔

''بھابی......! گڑیا بہت پیاری ہے۔'' فراز نے ننھی سی گڑیا کو صدف کے پہلو میں لیٹایا۔

''لیکن یہ گڈا لگتا ہے، مجھ پر گیا ہے خوبصورتی میں۔''

''حرکتوں پر تم پر نہ جائے بس......!'' اعزاز نے بھی شوخی سے کہا۔

بچے کو وہ مسلسل پیار کئے جا رہا تھا۔ فراز نے اسے گھورا۔

''چاچوؤں میں ان کا۔ دیکھئے گا کیسے اپنے جیسا بناؤں گا۔'' وہ بھی اکڑ گیا۔

''بس رحم کرو میری اولادوں پر۔ اپنی اولادوں کو بنانا۔'' اعزاز نے سن کر کہا۔ فراز نے سر کھجا کر سب کو دیکھا۔

کافی دیر تک خوش گپیاں ہی ہوتی رہی تھیں۔

● ● ●

''ڈیڈی......! آپ کچھ پریشان ہیں ناں......؟'' جویریہ نے ان کے شانے پر ہاتھ رکھا۔

توقیر نثار گہری سوچ میں ڈوبے ہوئے تھے۔ فرحان اور تمنا بیگم کی دھمکیوں بھرے فون آ رہے تھے کہ جویریہ کی

ادی فرحان سے کریں ورنہ ساری دولت ان کے نام کریں۔

''آں ہاں......! نہیں......!'' انہوں نے چونک کر سر اٹھایا۔ پھر جویریہ کو اپنے شانے سے لگا لیا۔

''ڈیڈی......! کوئی بات آپ کو ضرور پریشان کر رہی ہے......؟ پلیز......! مجھے بتائیے ناں......!'' وہ ان کے فکر چہرے کو دیکھ کر گھبرا رہی تھی۔ ڈیڈی ہی تو اس کے سب کچھ تھے اور وہ انہیں غم میں مبتلا نہیں دیکھ سکتی تھی۔

''بیٹا......! مجھے تمہاری رات دن فکر ہے۔''

''ڈیڈی......! کیوں فکر کرتے ہیں......؟ آپ کو چھوڑ کر میں کہیں بھی نہیں جاؤں گی۔'' وہ منہ بسورنے لگی۔

''یہی تو فکر ہے کہ جلد از جلد تمہیں رُخصت کر دوں۔ میں تمہیں کسی بھی مشکل میں نہیں ڈال سکتا۔'' وہ لب کاٹنے لگے۔

''یقیناً کوئی بات ہے جو آپ اتنے افسردہ بھی ہیں......؟ بتائیے جلدی۔'' وہ سختی سے پوچھنے لگی۔

''ایسی کوئی بات نہیں ہے۔'' انہوں نے یقین دلایا۔

''ڈیڈی......! مجھے پتا ہے، آپ مجھ سے چھپا رہے ہیں۔ جو چھپا رہے ہیں وہ مجھے سب پتا ہے۔''

''کیا پتا ہے......؟'' وہ چونک گئے۔

''یہی کہ آپ کو فرحان تنگ کر رہا ہے۔''

''تمہیں کیسے پتا......؟'' وہ تو سکتے میں آ گئے۔

''دو تین بار گھر پر فون آ چکا ہے۔'' وہ بولی۔

''کیا بکواس کر رہا تھا وہ......؟'' وہ تو ایک دم ہی طیش میں آ گئے۔

''یہی کہ تمہاری شادی مجھ سے ہونی چاہئے ورنہ وہ کچھ بھی کر سکتا ہے۔''

''دیکھا، یہی فکر ہے مجھے۔ وہ ایڈیٹ کچھ بھی کر سکتا ہے۔'' وہ متوحش سے جویریہ کو اپنے شانے سے لگانے لگے۔

''ایزی ڈیڈی......! ایزی......! وہ کچھ نہیں کر سکے گا۔ سزا کاٹ کر نکلا ہے۔ اس لئے ایسا کوئی کام نہیں کرے گا اسے دوبارہ اندر جانا پڑے۔'' وہ انہیں اطمینان دلانے لگی۔

''تمہیں نہیں پتا بیٹا......! وہ اوچھے ہتھکنڈوں پر بھی اُتر سکتا ہے۔'' وہ مضطرب سے کھڑے ہوگئے تھے۔ انہیں ں اس کی فکر ستانے لگی تھی۔ انہیں رات دن بس یہی فکر تھی کہ جویریہ کی جلد از جلد شادی کر دیں اور ان کی ہمت نہیں ی تھی بلال سے خود کہتے ہوئے۔

''بلال سے میں کیسے کہوں کہ میری بیٹی سے شادی کر لے......؟''

''بس ڈیڈی......! آپ ایسا کچھ نہیں کہیں گے ان سے۔ آپ کی بیٹی اتنی بھی بے بس نہیں کہ اپنا بچاؤ نہیں کر ۔'' وہ ہتھے سے اُکھڑ گئی۔

''بیٹا......! تم میری زندگی ہو۔ کل کائنات ہو۔ تمہیں کوئی بھی تکلیف پہنچے گی تو مجھے تکلیف ہوگی۔'' کتنے بے بس لگ رہے تھے۔ آج تو وہ آفس بھی نہ گئے تھے۔ صبح سے رات ہوگئی تھی۔ وہ گھر سے نہ نکلے تھے۔

''بلال اچھا لڑکا ہے اور اس کے سب گھر والے بھی اچھے ہیں۔ تم وہاں بہت خوش رہو گی۔''

''نہیں خوش رہ سکتی میں۔ آپ کو تنہا کر دوں......؟ اور خود اپنی الگ دُنیا بسا لوں......؟''

''میری زندگی کا کچھ پتا نہیں ہے۔ بیٹی کوئی بیٹھی نہیں رہتی۔ سب کو جانا ہوتا ہے۔'' وہ اس کی ضد سے خائف تھے۔

''میں ایسی کوئی روایت برقرار نہیں رکھنا چاہتی۔'' وہ مسلسل نفی کئے جا رہی تھی۔ کیسے وہ بلال کو جیتنے دے جس کے ل کی ہمیشہ توہین کی ہے؟ اور اپنے گھٹنے ٹیک دے، کبھی نہیں۔

"جویریہ......! میرے بچے......! اتنی ضد اچھی نہیں ہوتی ہے۔"

"ڈیڈی......! آپ ڈرنا چھوڑ دیں۔ کچھ نہیں ہوگا مجھے۔" وہ واقعی نڈر ہی بن رہی تھی۔

"میرے بچے......! تمہیں کچھ ہونا بھی نہیں چاہیئے۔" انہوں نے اس کا ماتھا چوم لیا۔

"صاحب جی......! بلال صاحب آگئے ہیں۔" سلمیٰ نے اطلاع دی۔

کچھ دیر پہلے ہی تو انہوں نے پریشان ہو کر بلال کو فون کیا تھا۔ اس سے وہ اپنے دل کا حال کہہ کر بوجھ ہلکا کرنا چاہتے تھے۔

"ڈیڈی......! آپ نے بلایا ہے......؟" جویریہ کے تو وجود میں ناگواریت دوڑ گئی تھی۔

"ہاں......! میں نے بلایا ہے۔ بالکل اس سے کوئی غلط بات مت کرنا۔" انہوں نے سرزنش کی۔

وہ منہ بناتی سنگل صوفے پر بیٹھی تھی۔ بلیک بینٹ کی قمیص، دوپٹہ اور اس پر سلک کا ٹراؤزر، اس کی سرخ و سپید رنگت دمک رہی تھی۔

"السلام علیکم انکل......!" بلال فان کلر کے کرتے شلوار میں نکھرا نکھرا چلا آیا تھا۔

"جیتے رہو۔ آؤ بیٹھو۔" توقیر نثار نے اس سے ہاتھ ملانے کے بعد بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ جویریہ پر بس ایک اچٹتی نگاہ ڈال کر رہ گیا۔

"صاحب......! چائے لاؤں یا کولڈ ڈرنک......؟" سلمیٰ نے اپنے فرائض نبھائے۔

"تم سے کہا کہ لاؤ......!" جویریہ نے تڑخ کر کہا۔

سلمیٰ بیچاری ونک کر رہ گئی۔ بلال نے اس کی ناگواری کو واضح نوٹ کیا۔ جبکہ توقیر نثار کو شرمندگی ہونے لگی تھی۔

"سلمیٰ......! چائے لے کر آؤ۔" بلال نے مسکرا کر، ستا ہوا منہ لئے اسے دیکھا جو پزل سی ہوگئی تھی۔

"چائے سلمیٰ نہیں جویریہ......! آپ بناؤ گی۔" توقیر نثار نے جان بوجھ کر اسے اٹھایا تاکہ وہ بلال سے اکیلے میں کھل کر بات کر سکیں۔

"صاحب جی......! میں جاؤں گھر......؟ میری چھوٹی بچی کو بہت تیز بخار ہے اور میرے میاں کو بہت غصہ آتا ہے جب میں دیر سے آتی ہوں۔"

"تم آخر اتنا تفصیل سے کیوں بولتی ہو......؟ ہر سال بچوں کی پیدائش سے تم زیادہ ہی پاگل ہوگئی ہو۔" جویریہ نے یکدم ہی کہا۔

"بی بی جی......! ایسے تو نہ بولیے۔ اس بار تو ڈیڑھ سال بعد ہوئی ہے میری بچی۔" وہ برا ماننے لگی۔

"جویریہ......! بری بات بیٹا......!" توقیر نثار نے اسے ٹوکا۔

"صاحب جی......! ان کی شادی ہوگی تو پتا چلے گا انہیں۔ میاں کے موڈ کی کیسے پرواہ کرنی پڑتی ہے۔ پھر ان کی مرضی نہیں اس کی چلے گی۔"

"شٹ اَپ......!" وہ دھاڑی۔ ایسی بے باک گفتگو اور وہ بھی بلال کے سامنے۔ جو مزے لے کر سن رہا تھا۔ نگاہ اس نے جویریہ کے برہم چہرے پر ٹکائی ہوئی تھی۔

"جویریہ......! اس بیچاری کو تو مت ڈانٹو۔"

"صاحب جی......! ان کی جلدی شادی کریں تاکہ ان کا غصہ کم ہو۔"

"کیوں سلمیٰ......! شادی کے بعد غصہ کم ہو جاتا ہے......؟" بلال کو اس کی بات انوکھی لگی۔

بلال صاحب......! میں بھی شادی سے پہلے ایسی تھی۔ پھر شادی کے بعد خود ہی ٹھیک ہوگئی۔" اس نے مزے یا۔

سلمیٰ......! تم فکر نہ کرو۔ تمہاری بی بی کی شادی ہم جلد کریں گے۔" توقیر نثار نے مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ وہ ان یں اس کے فرض سے ضرور سبکدوش ہو جائیں گے۔

وہ دن میری زندگی کا آخری دن ہوگا، سن لیں ڈیڈی......!" وہ پیر پٹختی ہال کمرے سے ہی چلی گئی۔

لال نے ایک تاسف بھری نگاہ ڈالی تھی۔ جویریہ کی ہٹ دھرمی پر وہ خود پریشان تھا کہ کیسے وہ راضی ہوگی؟

تم جاؤ سلمیٰ......! چائے مجھے پتا ہے، جویریہ بنا کر لے آئے گی۔" انہوں نے سلمیٰ کو چھٹی دی۔ وہ تو جیسے اس کی ں۔ تیزی سے اپنی چادر سنبھال کر بھاگ لی۔

"میں بہت پریشان ہوں جویریہ کی وجہ سے۔" وہ افسردگی سے گویا ہوئے۔

"آپ نے انکل......! مجھے شاید کسی ضروری کام سے بلایا تھا......؟" بلال نے ان کی بات کاٹی۔ وہ بھی اس ہ مبادا وہ جویریہ کے متعلق کچھ اور نہ کہہ دیں۔ کیا پتا کسی اور کو انہوں نے پسند کیا ہوا ہو۔

"ہاں بیٹا......! یاد آیا۔" وہ پہلو بدل کر بیٹھے۔

"آپ نے آفس جوائن کر لیا ہے......؟"

"جی......! گزشتہ چند مہینوں سے جوائن کیا ہے۔" ایزی ہو کر وہ سنگل صوفے پر بیٹھ گیا۔

"بلال بیٹا......! اگر آپ کچھ عرصے کے لئے میرا آفس جوائن کر لیں گے......؟" انہوں نے رُک رُک کر اس سے پوچھا۔

"انکل......! میں کیسے......؟" وہ حیران ہی ہوا۔

"کچھ عرصے کے لئے بس، کیونکہ میری کچھ مصروفیت ہے۔ میں آفس میں ٹائم نہیں دے پا رہا ہوں۔ میں چاہتا ا کہ میری جگہ تم اگر آفس چلے جاؤ۔"

"لیکن انکل......! آپ جویریہ سے کہیں۔" وہ بولا۔

"جویریہ کو میں ابھی آفس بزنس میں انوالو نہیں کرنا چاہتا۔ بعد میں شادی ہو جائے گی تو پھر اس کی مرضی ہوگی کہ ے یا نہیں۔" وہ حسرت بھری نگاہوں سے اسے دیکھنے لگے، جو نا سمجھی کی کیفیت میں بیٹھا تھا۔

"کب کر رہے ہیں شادی......؟" اس کے دل میں تو کھلبلی مچ گئی۔

"بہت جلد کرنے والا ہوں۔"

"لڑکا دیکھ لیا ہے......؟" وہ دبی ہوئی آواز میں بولا۔

"ہاں......! دیکھ لیا ہے۔ اب میں جویریہ کی بالکل نہیں سنوں گا۔" وہ تہیہ کئے ہوئے تھے کہ جویریہ کی شادی کر چھوڑیں گے۔

"آج کل میں فرحان اور تمنا بیگم کی وجہ سے پریشان ہوں۔" اب وہ اصل بات کی جانب آئے تھے۔ پھر انہوں نے اسے آہستہ آہستہ سب کچھ بتا دیا۔

بلال نے سننے کے بعد لب بھینچ لئے تھے، کیونکہ جویریہ کو وہ کسی اور کے ساتھ سننا بھی نہیں چاہتا تھا لیکن توقیر نثار نے تو لڑکا بھی دیکھ لیا۔ اس نے آفس جوائن کرنے کی رضامندی دے دی تھی۔ پھر رُکا نہیں، چلا گیا۔

● ● ●

"بلال بھائی......! کس سوچ میں گم ہیں......؟" عمر اس کے کمرے میں چلا آیا مگر دیکھا کہ بلال بیڈ پر تکیوں کو

ڈبل کیے، ملگجے سے حلیے میں اُداس لیٹا تھا۔

”یار......! بہت بڑی مشکل میں پھنس گیا ہوں۔“ وہ بتانے لگا۔

”کیسی مشکل میں......؟“ وہ تجسس کے مارے اس کے قریب ہی بیڈ پر دراز ہو گیا۔ بلال نے کھسک کر اس کے لئے جگہ بنائی۔

”یار......! تو قیر انکل نے جویریہ کے لئے لڑکا تک پسند کر لیا ہے۔“

”ہائے......! نہیں......!“ اس نے خاص زنانے انداز میں تاسف کا اظہار کیا۔

”عمر......! بکواس نہیں، بالکل میں بہت سنجیدہ ہوں۔“

”تو یار......! میں بھی سنجیدہ ہوں۔“ وہ ہنسا۔

”آپی سے پہلے میں کیسے اپنا پروپوزل بھیج دوں......؟“

”میرے خیال میں آپ کو بھیجنے کی ضرورت نہیں ہے۔ امی، پاپا سے ذکر رہی تھیں آپ کے اور جویریہ صاحبہ کے رشتے کا۔“

”کک......کیا......؟“ وہ تیزی سے اٹھ کر بیٹھا۔ حیرانگی کا جھٹکا بھی لگا تھا۔

”لو......آپ کو خبر ہی نہیں......؟“ وہ تمسخر اُڑانے لگا۔

”بھابی تو کسی اور لڑکی کا ذکر کر رہی تھیں۔“

”مسٹر......! آپ کا والٹ آپی کے پاس تھا۔ انہوں نے ہی امی سے ذکر کیا تھا کہ آپ کا پروپوزل جانا چاہئے۔“

”یعنی بھابی مجھے تنگ کر رہی تھیں۔“ بلال تو خوشی سے گنگ آواز میں بولا۔ یعنی اس کی خواہش یوں انجانے میں ہی پوری ہو جائے گی۔ اس نے تو سوچا ہی نہ تھا۔

”ایک دو دن میں جانے کے بارے میں سوچا جا رہا ہے۔“ عمر نے تفصیل بتائی۔

”او یار......! تو نے مجھے ایسی خبر سنائی ہے کہ سمجھ نہیں آ رہا کہ کیا کروں......؟“ وہ خوشی سے اُچھلنے لگا۔

”ابے یار......! عمر انکل نے تو جویریہ کے لئے کوئی اور لڑکا پسند کر لیا ہے۔“

”آپ فکر ہی نہ کریں۔ فیصلہ آپ کے حق میں ہوگا۔ ایسا لائق فائق داماد انہیں ڈھونڈنے سے نہ ملے گا۔“ وہ پرجوش انداز میں ہاتھ نچا کر بولا۔

”مجھے جویریہ کی جانب سے خطرہ ہے۔ وہ مجھے کسی طور قبول نہیں کرے گی۔“ ایک دم ہی اس کی خوشی کافور ہو گئی۔

”آپ کو اپنی محبت پر یقین ہونا چاہئے۔ وہ آپ کو ضرور قبول کریں گی۔“ اس نے بلال کو تسلی دی۔

”چلئے ذرا اُن محترمہ کو فون تو کر لیجئے۔“

”نہیں یار......! میں نہیں کر رہا۔“ بلال نے اس کی پیشکش رد کی۔

”یار......! کریں ناں بات، مزہ آئے گا۔“

”اس وقت......؟ رات کے گیارہ بجے......؟“ اس نے کلاک کی جانب نگاہ مبذول کروائی۔

”وقت کو چھوڑیئے۔ محبت کے لئے سارے وقت اچھے ہوتے ہیں۔“ اس نے بلال کا موبائل اسے تھمایا۔

”سو رہی ہو گی۔“ وہ نمبر پریس کرنے لگا۔

”اس وقت یہ لڑکیوں کی عوام اسٹار پلس کے سامنے بیٹھی ہوتی ہے۔ سارے ڈرامے دیکھتی ہے۔ کریں آپ......!“ اس نے اس کا شانہ تھپکا۔ وہ مسکرانے لگا۔ پھر بلال نے جویریہ کے موبائل پر کال کی۔

”کہیے......! کیسی ہیں......؟“ وہ ترنگ میں آ گیا۔

”کیا بدتمیزی ہے یہ......؟“ جویریہ کی خونخوار آواز اُبھری۔

”ابھی میں نے کی نہیں ہے۔“ وہ سلگانے لگا۔

عمر بلال کی جانب متوجہ تھا جو بیڈ پر آلتی پالتی مارے اطمینان سے بیٹھا بات کر رہا تھا۔

”شٹ اَپ......!“

”آں ہاں......! موبائل آف نہیں کریئے گا۔“

”دیکھیے مسٹر بلال......! آپ کو فضول گفتگو کرنی ہے تو سوری......!“ اس نے یہ کہہ کر موبائل ہی آف کر دیا۔

بلال کڑوا سا منہ بنا کر رہ گیا۔ دوبارہ ملایا مگر اس نے آف کیا ہوا تھا۔ ریکارڈ چلنے لگا۔

”دیکھا، اس نے بند کر دیا۔“ وہ افسردگی سے گویا ہوا۔

”بلال بھائی......! میں یہ سوچ رہا ہوں کہ آپ کا پروپوزل فوراً ہی روانہ کر دیں۔“

”یار......! یہی تو فکر ہے۔“ اس نے جھنجلا کر موبائل بیڈ پر پٹخا۔

”چلئے پروپوزل جانے دیں۔ یہ فکر بعد میں کریئے گا۔“ عمر بیڈ سے کھڑا ہوا کیونکہ اسے آمنہ کا آرڈر تھا کہ بارہ بجے سو جانا ہے۔ ورنہ وہ اسے اچھی خاصی ڈانٹ پلاتی تھیں۔

”امی نے اگر دیکھ لیا ناں تو خیر نہیں۔“ وہ کمرے سے نکلا۔ مگر برا ہوا جو پاپا نے اسے دیکھ لیا۔

”تم ابھی تک جاگ رہے ہو......؟“ وہ کڑے تیوروں سے گھورنے لگے۔

”پاپا......! اب نیند نہیں آتی تو کیا زبردستی سو جاؤں......؟“

”عمر......! بہت بولنے لگے ہو۔“

”پاپا......! حد کرتے ہیں آپ بھی۔ میں کوئی بچہ نہیں ہوں۔ بڑا ہو گیا ہوں۔“ وہ کھسیانے لگا۔

”مجھے پتا ہے کتنے بڑے ہو۔ اپنی ماں کے ہاتھ سے کھانا تک تو چھوڑا نہیں ہے۔“

”بجو بھی تو آپ کے ہاتھ سے کھاتی تھیں۔ میری تو حسرت ہی رہی کہ آپ مجھے بھی کھلائیں۔“ احساسِ محرومی دبا ہوا۔ ابرار احمد جز بز سے ہو گئے۔

”وہ بیٹی ہے، پرائی ہے۔“

”ایسا آپ سمجھتے ہیں۔ نائل بھائی اپنے ہیں۔ وہ کیسے پرائی ہو گئیں......؟“

”آمنہ......! آمنہ......!“ بیک وقت دو آوازیں دیں۔

”آہستہ بھئی......! آتی ہوں۔“ وہ کوریڈور میں کھڑی فون پر بات کر رہی تھیں۔ ان کی آواز پر چونک کر بولیں۔

”سوری پاپا......! سوری......!“ وہ تو بھاگ ہی لیا۔

ابرار احمد کے ہونٹوں پر مسکراہٹ رینگ گئی۔ اب توجہ آمنہ کی جانب کی تھی۔

● ● ●

”یاسر بھائی......! کھانا کھا لیں۔“ شہرینہ نے اسے مخاطب کیا جو ٹی وی دیکھنے میں منہمک تھا۔

”نائل آ جائے پھر ساتھ ہی کھا لوں گا۔“ وہ ہنوز صوفے سے ٹیک لگائے بیٹھا رہا۔

”وہ آج کل دیر سے آ رہے ہیں۔“

”کوئی بات نہیں۔ دیر سے کھا لوں گا۔“ مسکرا کر گویا ہوا۔

"بیٹا......! کھا لیتے تم......! نائل اکثر کھا کر بھی آ جاتا ہے۔" جہاں آراء ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھتے ہوئے بولیں۔ رات کو جلدی کھاتی تھیں۔ کیونکہ دوائیاں کھانی ہوتی تھیں۔

"جی اچھا......! پھر آتا ہوں۔" مزید اس نے منع نہ کیا اور کھانے کے لئے آ گیا۔

ارسل شہرینہ کے پیچھے پیچھے پھر رہا تھا۔ جب سے چلنا شروع کیا تھا ٹک کر بیٹھتا ہی نہ تھا۔ پھر اس نے ارسل کو گود میں ہی اٹھا لیا۔ فون کی بیل پر متوجہ ہو گئی۔ وہ لاؤنج میں آ گئی۔ ڈائننگ ہال اور لاؤنج میں ایک سیڑھی کا فرق تھا۔ سامنے ڈائننگ ہال تھا اور نیچے سامنے لاؤنج تھا۔ اس لئے بآسانی لاؤنج کا منظر نظر آتا تھا۔

"کہیے جناب......!" اس نے نائل کی آواز سنی۔

"دیکھو کھانے پر نہیں ہوں گا تم کھا لینا۔" وہ ہدایت دینے لگا۔

"کیوں......؟ ابھی نہیں آ رہے گھر......؟"

"بارہ بج سکتے ہیں۔ ایک ڈیلی گیشن میٹنگ ہے۔" اس نے بتایا۔

"آپ کے بارہ بھی ایک میں تبدیل ہیں۔" وہ ارسل کو لے کر صوفے پر بیٹھ گئی جو مسلسل تار پکڑے جا رہا تھا۔ جہاں آراء اور یاسر کی نگاہ اس پر تھی۔

"لیکن تم نے انتظار کرنا ہے۔ سوتی ہوئی بالکل نہ ملو۔" حکم دیا۔

"نیند مجھے آئے تو سوؤں بھی ناں......؟"

"ہاں......! میرے آنے تک تم جاگتی ہوئی ملو۔ کل کی طرح نہ اٹھانا پڑے۔" وہ یاد دلانے لگا۔ جب اس نے شہرینہ پر گلاس بھر کر پانی ڈالا تھا۔

"او کے......!" وہ مسکرائی۔

"یاسر ہے......؟ یا کہیں گیا ہوا ہے......؟" اس نے یاسر کی بابت پوچھا۔

"ہیں، کھانا کھا رہے ہیں۔" اس نے ڈائننگ ٹیبل پر نگاہ ڈالی جہاں سے یاسر اٹھ چکا تھا۔

"اچھا......! تم اس سے کہو کہ اس نے کیا سوچا کہ گھر چلنا ہے یا نہیں......؟"

"ابھی پوچھتی ہوں۔" اس نے ارسل کو نیچے اتارا جو سائیڈ ٹیبل سے چیزیں اٹھا اٹھا کر پھینک رہا تھا۔

"اچھا......! خدا حافظ......! یہ ارسل تنگ کرنے لگا ہے۔"

"اچھا......! او کے......! اللہ حافظ......!" نائل نے ریسیور رکھ دیا۔

"نائل نے صبح سے پندرہ بار تو فون کر ہی لیا ہے۔" یاسر کو حیرانگی تھی۔

"ابھی دیکھئے گا چار پانچ بار اور بارہ بجے تک آ چکے ہوں گے" اس نے تفخر سے بتایا۔ کارپٹ سے ڈیکوریشن پیس اٹھا کر رکھنے لگی جو ارسل نے پھینکے تھے۔

"تم دونوں میں اتنی محبت......؟ کہاں تو ایک دوسرے سے لڑتے رہتے تھے۔"

"ہم دونوں نہیں، میں۔ وہ بالکل ٹھیک تھے۔" وہ اعتراف کرنے لگی۔

"آپ نے میرا قصور بیچاری فارحہ پر ڈالا۔"

"بس مجھے غصہ آ گیا تھا۔" اسے احساسِ محرومی مارے ڈالتا تھا۔ اس کے آنسو جو آخری وقت کتنے بہائے غم... اس نے کتنی آسانی سے کہہ دیا تھا کہ مجھے اس سے کوئی لگاؤ نہیں۔

"پتا ہے اب وہ بہت غصہ والی ہو گئی ہے۔"

ظاہر ہے، میں ہی مجرم ہوں اس کا۔" وہ شرمندگی میں گھرا ہوا تھا۔

اب آپ نے اسے بہت زیادہ محبت دینی ہے۔ بہت روئی ہے۔"

میں اس کے آنسوؤں کا ازالہ کروں گا۔" اس نے اٹل ارادوں کے ساتھ کہا۔

...ہے آپ کو اس نے اسکول میں جاب کر لی ہے۔ سرمد بھائی کے دوست ارسلان اور مائرہ تھے ناں، ان کا ...اسی میں وہ پڑھاتی ہے۔"

اسکول میں جاب......؟" وہ سوچ میں پڑ گیا۔

ظاہر ہے، اسے مصروف تو رکھنا ہی تھا۔ سرمد بھائی نے اسے لگوایا ہے۔"

شہرینہ......! وہ مجھ سے بہت نفرت کرتی ہو گی ناں......؟" یاسر کے لہجے میں افسردگی پنہاں تھی۔ ہر وقت بس ...رہتی تھی کہ وہ اس سے بدظن ہو گی۔ ماں، باپ تو اسے معاف کر ہی دیں گے لیکن وہ کبھی نہیں معاف کرے

...ہی نفرت ہے۔ آپ کو دیکھ کر سب ختم ہو جائے گا۔" اس نے وثوق سے کہا۔ یاسر پھیکی سی ہنسی ہنس کر رہ گیا۔

میں نہیں مانتا کہ ایک دم نفرت ختم ہو جائے گی۔" اس نے نفی کی۔

یاسر بھائی......! ہم جو لڑکیاں ہوتی ہیں ناں......! یہ صرف ایک بار ٹوٹ کر کسی سے محبت کرتی ہیں۔ اس کے ...ے نہیں اور پھر جب بات ہو اس محبت کی جو اپنے مجازی خدا سے تو وہ اس کے نام پر مٹ جاتی ہیں۔ باقی سب ...ہوتا ہے۔" وہ جذب سے بولتی یاسر کو حیرانگی میں مبتلا کر گئی۔ وہ بغور اسے تکنے لگا۔

ارے واہ......! ہماری شہرینہ تو بہت سمجھدار ہو گئی ہے۔" وہ مسکرایا۔

...رینہ نے جھینپ کر سر جھکا لیا۔

یہ سب میری صحبت کا نتیجہ ہے۔" عقب سے نائل کی گمبھیر آواز نے دونوں کو ہی چونکا دیا تھا۔

جب ہی یہ سدھر گئی ہے۔" یاسر نے تائید کی۔

آپ تو دیر سے آنے والے تھے۔"

محترمہ......! میٹنگ کینسل ہو گئی ہے۔ اس لئے میں نے بھاگنے میں دیر نہیں لگائی کیونکہ تم اگر سوتی ہوئی ملتیں تو ...آتا۔" وہ شوخی سے بولا۔ شہرینہ جھینپتی ہوئی کھڑی ہو گئی۔ آنکھوں سے اشارہ میں سرزنش کی کہ یاسر کے بولنے سے تو گریز کرے۔

یاسر......! جب تم شادی کے بعد کی لائف سے گزرو گے تو پتا چلے گا۔ جتنے ٹی وی کے چینل اتنے بیوی کے ..." اس نے شرارت سے لقمہ دیا۔

...رینہ نے کھسیا کر صوفے سے کشن اٹھا کر نائل کے سر پر مارا۔ اس نے بچاؤ کے لئے دونوں ہاتھ سر پر رکھے۔

یاسر......! بچ کر رہنا تم بھی فارحہ سے۔" وہ بولا۔

یار......! مجھے تو ابھی کی فکر ہے۔ پتا نہیں کیسا ری ایکٹ کرے گی......؟"

تم فکر مت کرو۔ بس تھوڑا تمہیں منانا پڑے گا۔ کچھ اس کی جلی کٹی سننی پڑے گی۔"

یار......! ڈراؤ تو ناں......!" یاسر نے خفگی سے اسے دیکھا تھا۔ نائل نے زوردار قہقہہ لگایا تو وہ خجل ہو گیا۔

● ● ●

...رف کا سوا مہینہ ہو گیا تھا۔ وہ رہنے کے لئے میکے جا رہی تھی لیکن سب سے زیادہ اداس فراز اور عفرا ہو گئے

تھے۔ کیونکہ وہ اپنے بھتیجی بھتیجے سے بہت مانوس ہو گئے تھے۔

''ارے......! صرف ایک ہفتے کے لئے ہی تو جا رہی ہے۔'' زینب نے فراز کو ڈانٹا جو ننھی اریبہ کو گود میں بیٹھا تھا۔ اب تو انہوں نے صدف سے بھی معافی مانگ لی تھی اپنے تلخ رویے کی اور عفرا کی وجہ سے اتنا بڑا گھر میں ہوا تھا۔ وہ شرمندہ ہی رہتی تھیں۔

''ایک ہفتے میں سات دن ہوتے ہیں۔'' عفرا نے بھی منہ بسورا۔

''ایسا کرو تم اریبہ کو تو رکھ ہی لو۔ یہ روتی بھی بہت ہے۔'' صدف اپنا اورنج کلر کے سوٹ کا آنچل پھیلا کر اوڑھ لگی۔ آج تو وہ تیار بھی دل کھول کر ہوئی تھی۔ اعزاز کی نگاہ تو ہٹنا گوارہ نہیں کر رہی تھی۔

''بھابی......! طلحہ کو میں رکھ لوں گی۔'' عفرا نے طلحہ کو اس کی گود سے لیا۔

''کیسی پاگلوں والی باتیں کر رہے ہو......؟ تم دونوں چلے جایا کرنا ملنے روز۔ کون سا دُور جا رہی صدف......؟'' زینب کا لہجہ تو اب شہد آگیں ہو گیا تھا۔ صدف نے مسرور سے انداز میں ان کے چہرے کو دیکھا خیال رکھنے لگی تھیں۔ بچوں کا بھی خیال رکھتی تھیں ورنہ صدف تو دو بچوں میں ضرور پاگل ہو جاتی۔

''ہاں......! تیاری ہو گئی ساری چلنے کی......؟'' اعزاز قدرے توقف کے بعد بولا۔

''جی......! ہو گئی ہے۔ میرے خیال میں سامان گاڑی میں رکھوا لیں۔'' وہ اس کی جانب گھومی جو ایک ٹک اسے ہی دیکھے جا رہا تھا۔ ماں بننے کے بعد تو وہ اور ہی نکھر گئی تھی۔ کچھ عرصے پہلے تک مرجھائی ہوئی تھی۔ کیسی کھلی کھلی رنگت ہو گئی تھی۔

''ہاں......! رکھو سامان۔'' زینب نے فراز کو حکم دیا۔

صدف کو اپنا پرس یاد آیا تو وہ کمرے میں چلی گئی۔ اتنے میں اعزاز نے اور فراز نے مل کر بیگ اور بچوں کی پرام رکھیں۔ پھر اعزاز، صدف کے پیچھے ہی کمرے میں آ گیا۔

''صدف......! خوش ہو......؟'' اعزاز نے اسے شانوں سے تھاما۔

اس نے اعزاز کو بغور دیکھا جس کی نگاہوں میں شوخی تھی۔ اس نے محجوب ہو کر پلکیں جھکا لیں۔

''کیوں......؟ مجھے خوش نہیں ہونا چاہئے......؟'' اُلٹا اس نے سوال کر دیا۔

''امی کا رویہ میرے ساتھ ٹھیک ہو گیا ہے اور ان کی خواہش پوری ہو گئی پوتے کی۔''

''تمہاری نہیں تھی......؟'' اس نے صدف کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لیا۔

''میری تو تھی ہی، لیکن سوچتی تھی کہ پتہ نہیں میں اپنے بچوں کو دیکھ بھی سکوں گی یا نہیں۔''

''تم نے مجھ سے چھپا کر بہت برا کیا تھا۔'' اعزاز کو ایک ایک کر کے اس کی باتیں یاد آنے لگی تھیں۔ جب وہ حسرت سے بولتی تھی۔

''مجھے تو خود بعد میں پتا چلا تھا لیکن مجھے اپنی پرواہ نہیں تھی۔ بس پرواہ تھی تو یہ تھی کہ آپ کے بچے صحیح سلامت آپ تک پہنچ جائیں۔''

''نہیں صدف......! تم ہو تو وہ ہیں۔'' اس نے صدف کو اپنی بانہوں میں بھر لیا۔ اس نے بھی اعزاز کے سینے میں منہ چھپا لیا۔ سارے اس کے غم اور درد دور ہو گئے تھے۔

''آپ خوش ہیں......؟'' اس نے پوچھا۔

''بہت خوش ہوں۔ اتنا کہ دل چاہ رہا ہے کہ تمہیں یہاں سے چند دنوں کے لئے بھی نہ بھیجوں۔''

نہیں......! ایسا آپ بالکل نہیں کریں گے۔'' وہ اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر بولی۔

ی جان......! اور بھابی......! آ جائیے۔ آپ کے بچوں نے رونا شروع کر دیا ہے۔'' فراز کی آواز آئی تو چونک گئے۔

......! وہ دونوں ایک ایک کر کے نہیں آ سکتے تھے۔'' اس نے سر کھجایا۔

ہے ساتھ آ گئے۔ کم از کم میری بچت تو ہو گئی۔'' وہ ہنستی ہوئی چلی گئی تھی۔

بھائی......! یہ اریبہ بہت روتی ہے۔''

گئی ہے۔'' اعزاز نے چھیڑا۔

سورتی پر کہہ سکتے ہیں۔'' اس نے کالر اکڑائے۔

بھائی......! شکل اچھی نہ ہو تو بات تو اچھی کر لیا کریں۔'' عفرا نے اسے سلگایا۔

پ کرومینڈ کی......!'' اس نے عفرا کے چپت لگائی۔

از......! جلدی جاؤ اسے لے کر۔'' زینب کا بھی حالانکہ بچوں کی وجہ سے دل نہیں چاہ رہا تھا کہ وہ جائے۔

......! آپ طلحہ کو رکھ لیں۔'' صدف نے ان کا افسردہ سا چہرہ دیکھا۔

بابا نا......! اتنی ظالم بھی نہیں ہوں کہ بچے کو ماں سے دور کر دوں۔'' وہ جھٹ بولیں۔

ہو تم ظالم......؟'' انعام احمد نے بھی خوشگوار سا طنز کیا۔ وہ لب بھینچ کر رہ گئیں۔

......! اگر کوئی شرمندہ ہو تو اسے مزید شرمندہ نہیں کرنا چاہئے۔'' وہ برا مان کر اندر چلی گئی تھیں۔ سب ہی رے تھے۔

......! امی ناراض ہو گئی ہیں۔'' صدف کو فکر ہوئی۔

یادہ دیر ناراض نہیں رہتی ہیں۔ تم جاؤ۔'' انہوں نے مسکراتے ہوئے اسے اجازت دی۔ باری باری رکیا تھا۔

●●●

اس نے خود کو تیار کیا ہوا تھا کہ سب کا سامنا کرنا ہے۔ سب کی سننی ہے۔ وہ مجرم ہے سزا بھی جھیلنی ہے۔ سے رہا نہیں جا رہا تھا۔ دوپہر کے کھانے کے بعد وہ گھر سے نکل گیا تھا۔ شہرینہ کو بھی نہیں بتایا تھا کہ وہ ہے۔

سیع و عریض بنگلے کو دیکھنے لگا۔ ڈیڑھ سال کا عرصہ گزرا تھا۔ سب کچھ اسے ویسا ہی لگا تھا۔ آنکھوں پر آئی دور سے دیکھ رہا تھا۔ گیٹ پر چوکیدار اس وقت نہ تھا۔ اسی وقت ایک گرے کرولا اندر گھسی تھی۔ یاسر اسے اندر دیکھنے لگا کہ کون ہے؟ پھر اس میں سے صدف کو اُترتا دیکھا۔ اعزاز ڈرائیونگ سیٹ سے نکلا۔ باری باری پرام میں لیٹے بچے باہر نکالے۔ اتنے میں اندر سب ہی چلے آئے۔

بنگلے کا فاصلہ درمیان میں دو سڑکوں کا تھا۔ اس لئے کوئی اسے دیکھ نہیں سکتا تھا اور پھر منٹوں میں سب اندر چلے اس نے قدم آگے بڑھائے۔ لیکن قدم من من بھر کے ہونے لگے۔ لیکن سامنا تو کرنا ہی ہے۔ بلیک پینٹ پر شرٹ میں سوبر سا ہی لگ رہا تھا۔ وہ گلاس ڈور کھول کر اندر آ چکا تھا۔ تمام لوگ ہال کمرے میں جمع تھے۔ اسی دوران انس دوڑتا ہوا آیا تو یاسر سے ٹکرا کر گر گیا۔

◆◆◆

پریشانیاں ہمیشہ حادثات کا سبب بنتی ہیں۔ دراصل انس نہیں یاسر خود اتنا بدحواسی میں آیا کہ وہ انس سے ٹکرا
یاسر کے چہرے پر ملامت اور ندامت کے جو نمایاں اثرات تھے اس نے اسے بے حد بوکھلا کر رکھ دیا تھا
اور سننے کی گنجائش ہی نہیں تھی۔ یاسر کے چہرے سے شرمندگی کے جو احساسات جھلک رہے تھے اسے دیکھے
نصیر احمد یہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

"یہ اس قابل کب تھا......؟ یہ قابل ہے ہی نہیں کہ اسے معاف کیا جائے۔" وہ تیزی سے کمرے سے
تھے۔

سرمد نے بھی باہر کی جانب قدم بڑھائے تھے۔ طائشہ نے ان کے بگڑتے موڈ کو دیکھ لیا تھا۔ پہلے ہی انہیں
غصہ تھا۔

فاخرہ بیگم نے آگے بڑھ کر یاسر کے شانے پر ہاتھ رکھا۔ ان کی بیٹی کا وہ سہاگ تھا۔ وہ تو جھڑک بھی نہ
تھیں۔

"تائی امی......! مجھے معاف کر دیں۔ جو دل چاہے مجھ سے سلوک کریں لیکن مجھے یہاں سے جانے کو نہیں
گا۔" وہ ان کے ہاتھ تھام کر رو دیا۔

"بس یاسر......! مجھے بس یہی چاہئے تھا کہ تم واپس آ جاؤ۔ میری فارحہ کو رخصت کرا لو۔ اب ہم بالکل
کریں گے۔ کیونکہ ہم نے تمہارے متعلق سوچا ہی نہ تھا۔" وہ رو رہی تھیں۔

"نہیں تائی امی......! آپ سب تو اچھا سوچتے ہیں۔ میں نے ہی اچھا نہ سوچا۔ مجھے پلیز معاف کر دیں۔"

"امی......! ہم سب کو چاہئے یاسر کو معاف کر دیں۔" طائشہ نے قدرے توقف کے بعد لب کشائی کی۔

"ہم نے معاف کیا۔" فاخرہ بیگم نے آنسو پونچھے۔

"یاسر......! ہو سکے تو مجھے تم معاف کر دینا۔" انوار احمد پژمردہ سے بولے۔

"نہیں تایا ابو......! آپ مجھے شرمندہ نہ کریں۔" اس نے لپک کر انہیں گلے سے لگا لیا تھا اور پھر کچھ دیر
جو افسردگی کی فضا قائم تھی اب وہاں قہقہوں سے فضا خوشگوار ہو گئی تھی۔

"بھابی......! سرمد بھائی مجھے سخت ناراض لگ رہے ہیں۔" اس نے رک رک کر طائشہ کو مخاطب کیا جو سب کے
لئے شام کی چائے اور لوازمات لے کر آ گئی تھی۔

"ان کی ناراضگی کی پرواہ مت کریں۔ آپ فارحہ باجی کی پرواہ کریں۔" عمر نے شوخی سے کہتے ہوئے
پلیٹ سے اٹھایا، سب ہی باہر کمرے میں ہی آ گئے تھے۔

"کچھ بعید نہیں، گولہ باری بھی کر دیں۔"

"عمر......! کیا بکواس ہے......؟" آمنہ نے خشمگیں نگاہوں سے دیکھا۔

"امی......! انہیں آگہی دے رہا ہوں۔" مزے سے وہ کارپٹ پر فلور کشن سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔

"مجھے پتا ہے مجھ پر غصہ ہی آتا ہو گا۔" افسردگی سے گویا ہوا۔

"ظاہر ہے پیار تو آنے سے رہا۔" عمر نے پھر لقمہ دیا۔

"آمنہ چچی......! اس کی زبان بہت چلنے لگی ہے۔" وہ جھینپ ہی گیا تھا۔

"اس کی باتوں پر کان مت دھرنا، پورا نی جمالو ہے۔" لڑائی کروا دیتا ہے۔" طائشہ نے عمر کے چپت لگائی۔
پھر طائشہ نے شہرینہ اور نائل کی لڑائی کا قصہ بھی سنا دیا۔ وہ مسکرا کر عمر کو دیکھنے لگا جو ڈیڑھ دو سال کے عرصے میں
ما شرارتی ہو گیا تھا۔

"اس کا مطلب ہے یہ خطرناک آدمی ہے۔" وہ چائے کے سپ لینے لگا۔

اتنے میں صدف کے دونوں بچوں نے بیک وقت رونا شروع کر دیا۔ سب کی توجہ ان کی جانب مبذول ہو گئی۔
زاز اسے چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ اس لئے اعزاز سے اس کی سرسری ہی ملاقات ہوئی تھی۔

"ہائے ہائے لڑکی......! کیا کر رہی ہے......؟" آمنہ تیزی سے اس کی جانب بڑھی جو پرام کو مسلسل ہلا رہی تھی۔

"مجھ سے نہیں سنبھلتے ہیں۔ دونوں ساتھ روتے ہیں۔" وہ روہانسی ہو گئی۔

"بے وقوف لڑکی......! اسے تو گود میں اٹھاؤ۔" یاسر نے اریبہ کو دیکھا جو چیخ رہی تھی مگر صدف الگ روہانسی ہو
رہی تھی۔

"اٹھانے سے چپ نہیں ہوتی ہے۔" صدف نے اریبہ کا منہ صاف کیا۔

"اماں بن گئی ہو لیکن بچے چپ کرانا نہیں آئے۔" یاسر نے اریبہ کو گود میں اٹھا لیا اور واقعی وہ چپ ہو گئی۔

"آپ کو دیکھوں گی فارحہ بھابی......! کیسے سنبھالتی ہیں۔ اللہ کرے جڑواں ہوں، پتا چلے گا آپ کو بھی۔" وہ چڑ
کر گویا ہوئی۔

سب ہی کا مشترکہ قہقہہ پڑا، یاسر تو سر کھجانے لگا۔

"تم فکر مت کرو، سنبھال لیں گے یہ دونوں۔" طائشہ مسکرائی۔

"بھابی......! بھابی......! جلدی جائیے۔ بھائی جان کب سے آوازیں دے رہے ہیں۔" بلال نے زینہ اترتے
ہوئے اطلاع دی۔ وہ تو دھک سے رہ گئی۔ اس دوران انہیں تو وہ بھلا ہی چکی تھی۔ یاسر سمجھ گیا تھا کہ سرمد کو غصہ اس پر
ہے جب ہی تو اسے دیکھ کر فوراً اپنے کمرے میں چلے گئے تھے۔

"بیٹا......! آہستہ زینہ چڑھو۔" ابرار احمد نے اسے ٹوکا۔

طائشہ اپنی کنڈیشن بھول ہی چکی تھی اسی لئے تیزی سے جا رہی تھی۔ وہ مارے حیا کے لب بھینچتی آہستگی سے اوپر
جانے لگی تھی۔

• • •

"شاید میرا ٹور پھر ہانگ کانگ کا ہو سکتا ہے۔" نائل نے اسے بتایا جو بمشکل آنکھیں کھولے اس کی جانب متوجہ
ہونے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ بیڈ کی بیک کراؤن سے ٹیک لگائے نیم دراز تھا اور شہرینہ اس کے قریب ہی بیٹھی تھی۔

"نیکسٹ منتھ ہو سکتا ہے جاؤں۔" اس نے شہرینہ کا ہاتھ تھاما۔

"جی اچھا......!" وہ بس اتنا بولی پھر آنکھیں بند ہونے لگیں۔

"چلو شکر ہے، یاسر کا بھی مسئلہ حل ہوا۔ لیکن اب ان دونوں کی رخصتی ہو جائے۔" وہ پھر بولا۔

"لیکن تمہاری یہ فارحہ تو تم سے بھی زیادہ اکڑی ہوئی ہے۔"

شہرینہ کا سر ڈھلک کر اس کے سینے سے جا لگا۔ نائل نے دانت پیسے۔

”شہرینہ......!اتنی دیر سے میں بکواس کر رہا ہوں اور تم سو رہی ہو......؟“ وہ چیخا۔

شہرینہ کے تو حواس بیدار ہوئے۔ پٹ سے آنکھیں کھولیں۔ نائل کو اس کی نیند سے چڑ تھی۔ اس کی کوشش ہوتی کہ جب تک وہ جاگ رہا ہے شہرینہ بھی جاگے مگر شہرینہ شروع سے نیند کی پکی تھی۔

”وہ......میں سو تو نہیں رہی تھی۔“ وہ سیدھی ہو کر بیٹھی۔

”تم سے میں کتنی بار کہہ چکا ہوں، کچھ دیر دوپہر میں سو جایا کرو۔“ وہ تیزی سے بیڈ سے اُٹھا۔

”آپ کا بیٹا مجھے سونے دے تو سوؤں ناں......؟“ وہ بھی بھنا ہی گئی۔

”اب تو سو رہا ہے ناں تو آرام سے سو۔“ وہ تکیہ درست کر کے خفگی سے بولتا لیٹا مگر انداز خاصا خفگی زدہ تھا۔

شہرینہ نے لب کاٹے۔ وہ ناراض ہو گیا تھا اور اُسے منانا بہت بڑا مسئلہ تھا۔ وہ روہانسی ہو گئی۔ پتا نہیں کیسے اس کی آنکھیں بند ہونے لگتی تھیں۔ ورنہ وہ تو کوشش کرتی تھی جاگنے کی۔

”سنیے......!سوری......!“ اس نے نائل کے بازو پر ڈرتے ڈرتے ہاتھ رکھا۔

”یہ تمہارا ناں روز کا معمول ہے۔ نیند تمہیں پیاری ہے۔ میں چاہے بکواس کرتا رہوں۔“ وہ ماتھے پر بازو رکھ چکا تھا۔

”لاسٹ وارننگ۔“ ملتجی لہجے میں گویا ہوئی۔

”تمہیں وارننگ بھی دے چکا ہوں۔ اس لئے مزے سے سو اور ہاں......!لائٹ آف کر دینا۔“ غصے میں حکم بھی صادر کر دیا۔

شہرینہ دل مسوس کر اُٹھ گئی تھی۔ ارسل سائیڈ پر ہی لیٹا سو رہا تھا۔ نائل نے مسکرا کر اس کے مرے مرے قدموں کو دیکھا جو لائٹ آف کرنے جا رہی تھی۔ کتنا ڈرتی تھی اس کے غصے سے، اسے مزہ بھی آتا تھا اسے ڈرانے میں جو سہم جاتی تھی۔

”صبح جلدی اُٹھا دینا۔“

شہرینہ کچھ نہ بولی اور چلتی ہوئی بیڈ تک آ گئی۔ اس کی نیند اُڑا کر وہ خود مزے سے سو گیا تھا اور وہ لب کچلتی رہی تھی۔ فجر کی نماز پڑھنے کے بعد ہی اس کی آنکھ لگی تھی۔ صبح کمرا پھر چیخ رہا تھا۔

”شہرینہ یار......!اُٹھو ناں بھئی......!“ اس نے شوخ سی استحقاق بھری شرارت کی تو شہرینہ ہڑبڑا کر اُٹھ گئی۔

”کہو، نیند سے اٹھانے کا انداز پسند آیا......؟“ وہ نہا کر نکلا تھا بالوں کو تولیہ سے رگڑ رہا تھا۔

”خود تو مزے سے سو گئے۔ فجر کے بعد نیند آئی ہے مجھے۔“ وہ غصیلی نگاہوں سے اسے گھور رہی تھی۔ پہلو دیکھا ارسل غائب تھا۔

”ارسل اُٹھ گیا تھا، میں امی کے پاس چھوڑ آیا ہوں۔“ وہ آئینے میں اس کا عکس دیکھنے لگا جو بیڈ پر بلیو کاٹن کے پرنٹڈ سوٹ میں بوجھل بوجھل آنکھوں سے اسے ہی بغور دیکھ رہی تھی۔ چھوٹی چھوٹی لٹیں رُخسار پر جھول رہی تھیں۔ نائل نے مسکراتے ہوئے گلے میں تولیہ ڈالا۔ اس وقت وہ شلوار پر بنیان پہنے ہوئے تھا۔ وہ آہستگی سے اس تک آیا۔ شہرینہ بمشکل آنکھوں کو کھولتی بیڈ سے اُتر رہی تھی۔

”ناراض ہو......؟“

شہرینہ نے ایک خفگی بھری نگاہ اس کی آنکھوں میں ڈالی۔ جہاں شوخی و شرارت اور معنی خیزی واضح تھی۔

”ہوں گی نہیں، خود تو سو گئے میری نیند اُڑا کر۔“ کسمسا کر اپنا آپ چھڑایا۔

”تمہیں آج لاسٹ وارننگ ہے اگر آج بھی تم نے یہی کیا ناں تو اچھا نہیں ہو گا۔“ اس کی ناک پکڑی۔

”اُف......!کیا کرتے ہیں......؟“ وہ تلملا ہی گئی۔

”یار سوری......!موڈ تو اچھا کر لو۔“ وہ اس کے کان پر لب رکھنے لگا۔

”کپڑے آپ کے ڈریسنگ روم میں لٹکائے تھے رات میں نے۔“

”کپڑے مل گئے ہیں تم صحیح موڈ کے ساتھ نہیں ملی ہو۔“ وہ پھر اس پر جھکنے لگا۔

”ٹائم دیکھئے آفس سے دیر ہو جائے گی۔ میں ناشتہ نکالتی ہوں، آ جائیے گا جلدی۔“ وہ اس کے ہاتھوں کو ہٹا کر ئی۔

جب تک اس نے ناشتہ تیار کیا وہ بلیک پینٹ پر اسکائی بلیو شرٹ میں نکھرا نکھرا چلا آیا۔ ارسل شہرینہ کے آگے پیچھے ا تھا۔ نائل نے لپک کر اسے اٹھا لیا۔

”یہاں بیٹھے گا میرا بیٹا......!“ اس نے ارسل کو ڈائننگ ٹیبل پر بٹھایا۔

”مما......!مما......!“ وہ چیخا۔

اب تو تھوڑا تھوڑا مما دادی بولنے لگا تھا۔ بات بھی سمجھتا تھا۔ سر ہلا کر اپنی بات پوری کروا لیتا تھا۔ شہرینہ کو نچا کر وا تھا۔

”اسے چھوڑیئے۔ آپ کے کپڑے خراب کر دے گا۔“ ناشتہ کی ٹرے نائل کے آگے رکھی جو وہ جلدی جلدی نے لگا۔

”سنیے......! کچھ دنوں کے لئے گھر چلی جاؤں، صدف بھی رہنے آئی ہوئی ہے۔“ وہ چیئر گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔ نائل ن گیا جیسے آواز ہی نہیں آ رہی ہو۔ چائے کے جلدی جلدی سپ لینے لگا۔

”میں آپ سے پوچھ رہی ہوں۔“ وہ نائل کی بے نیازی پر چڑ گئی۔

”کتنی بار کہا ہے جاتے وقت مجھ سے ایسی باتیں مت پوچھا کرو۔“ نیپکین سے ہاتھ صاف کرنے لگا۔

”پھر کب پوچھوں......؟ رات کو دیر سے آتے ہیں، سوتے وقت پوچھتی ہوں تو ڈانٹ دیتے ہیں کہ صبح بات ا۔ پھر کب بات کروں......؟“ وہ بھنا ہی گئی۔

”ابھی میرے پاس ٹائم نہیں ہے۔“

”میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا۔“ وہ اپنا بیگ اٹھانے لگا۔ ساتھ ہی ارسل کو پیار کیا۔ امی کے کمرے میں گیا، تے ہوئے ان سے دُعائیں ضرور لیتا تھا۔ شہرینہ منہ بنا کر بیٹھ گئی۔ نائل نے ایک سرسری نگاہ اس پر ضرور ڈالی تھی مگر نا میں تھا اس لئے کچھ نہ بولا۔

فون کی بیل نے توجہ اپنی جانب مبذول کروالی۔ وہ ارسل کو اٹھا کر لاؤنج میں آ گئی تھی۔

”ہیلو......!“ مری مری آواز میں بولی۔

”ذرا احساس نہیں ہے کہ اپنی شکل ہی دکھا جاؤ۔“ صدف نے اس کی آواز سنی تو تاک کر تیر مارا۔

”کیسے دکھاؤں......؟ابھی ان سے پوچھ ہی رہی تھی۔ ہری جھنڈی دکھاتے ہوئے چلے گئے۔“ اسے رہ رہ کر ل ہو رہا تھا۔

”سب ہی یہاں مزے کر رہے ہیں صرف تمہاری کمی ہے۔“

”میں کیسے آ سکتی ہوں......؟ مسٹر رات میں آئیں گے تو جب ہی بات کروں گی۔“ وہ مایوسی سے گویا ہوئی۔

"اگر ایسا مسئلہ ہے تو اعزاز سے فون کروادوں نائل بھائی کو۔" صدف کو اچانک ہی یہ آئیڈیا ذہن میں آیا۔

"کوشش کر کے دیکھ لو۔ ویسے مشکل ہے۔"

"اچھا......! یہ بتاؤ فارحہ کا کیسا رسپانس ہے یاسر بھائی کو دیکھ کر۔" شہرینہ نے موضوع بدلا۔

"ارے......! فارحہ بھابی تو یاسر بھائی کو تو دیکھنے تک کی روادار نہیں ہیں اور یہاں سب ان دونوں کی رخصتی کی تاریخ سیٹ کر رہے ہیں۔" اس نے اصل پروگرام سے آگہی دی۔

"فارحہ نے یاسر بھائی کو معاف نہیں کیا۔" وہ متفکر سی ہوگئی۔

"شہرینہ......! تم ہی فارحہ بھابی کو سمجھا سکتی ہو۔ کیونکہ جب تک وہ یاسر بھائی کو معاف نہیں کریں گی۔ سرمد بھائی بھی یاسر بھائی کے ساتھ ان کی رخصتی ہونے نہیں دیں گے۔" اس نے بتایا۔

"واٹ......! سرمد بھائی بھی اکڑ گئے ہیں......؟" وہ تو متوحش سی ہوگئی۔

"ہاں شہرینہ......! ٹینشن ہے تو فارحہ بھابی کی اور سرمد بھائی کی ہے۔ وہ یاسر بھائی سے بات تک نہیں کر رہے ہیں۔"

"اس کا مطلب ہے میرا آنا اب زیادہ ضروری ہے۔ ٹھیک ہے میں آج ہی آنے کی کوشش کروں گی۔" وہ سن کر ہی بے چین ہوگئی تھی کیونکہ فارحہ کو سنبھالنا اب اس کا کام تھا اس کی وجہ سے ہی تو ان دونوں میں دوریاں آئی تھیں۔

"میں ان سے کہتی ہوں۔ وہ نائل بھائی کو فون کردیں۔"

"ٹھیک ہے......!" پھر شہرینہ نے سب کی خیریت پوچھنے کے بعد اجازت لے لی تھی۔ اب تو بس نائل کا انتظار تھا کہ وہ آئے تو اجازت لے۔ جہاں آراء کو اس نے سب کچھ تفصیل سے بتادیا تھا۔

● ● ●

"آپ تو اس طرح مت کریں۔" طائشہ ان کے قریب بیٹھی تھی۔ وہ صوفے پر بیٹھے تھے۔ ٹیبل پر فائلز پھیلائی ہوئی تھیں۔

"دیکھو، اس وقت میرا دماغ مزید ٹینشن میں نہ لاؤ۔" انہوں نے اس پر ایک نگاہ ڈالی جو کاسنی کپڑوں میں خود کو بڑے سے دوپٹے میں چھپائے بیٹھی تھی جیسے جیسے اس کے دن قریب آرہے تھے اس کا وجود پھیلتا جارہا تھا۔

"میں بس اتنا کہہ رہی ہوں کہ آپ یاسر سے ٹھیک طرح بول لیں۔ بیچارہ آپ کے سامنے شرمندگی میں مبتلا ہی رہتا ہے۔"

"رہنا بھی چاہئے اسے مبتلا، جب تک فارحہ اسے معاف نہیں کرے گی میں بھی اس سے بات نہیں کروں گا۔" انہوں نے فائل کو پٹخ کر بند کیا۔

"آپ غلط کررہے ہیں۔" طائشہ تیز لہجے میں بولی۔

"شٹ اپ......! تم مجھے بتاؤ گی، میں کیا غلط کر رہا ہوں کیا صحیح......؟" سرمد تو بھڑک ہی اٹھے۔

طائشہ نے سہم کر انہیں دیکھا ان کے غصے سے واقف تو تھی ہی مگر پھر بھی انہیں ڈرتے ڈرتے سمجھا رہی تھی۔

"میں تو آپ کو بس یہ کہنا چاہتی تھی کہ......"

"تم یہاں سے دفع ہوجاؤ، اگر اس کی وکالت کرنی ہے ناں تو جاؤ میرے پاس آنے کی ضرورت نہیں ہے۔" اٹھ کر بیڈ تک آگئے۔ رات کے گیارہ بج رہے تھے وہ جب سے آفس سے آئے کمرے میں ہی تھے کھانا اندر ہی کھایا۔

طائشہ نے حسرت بھری نگاہ سرمد پر ڈالی جو لیٹ چکے تھے۔ دراز سے سگریٹ کا پیکٹ نکالا اور اسموکنگ کرنے

"ڈیڑھ سال بعد واپس آیا ہے۔ میری بہن کو رونے کے لئے چھوڑ گیا تھا۔ اب سب کہتے ہیں معاف کردوں۔"

طائشہ کچھ نہ بولی اور تیزی سے کمرے سے جانے لگی تو انہوں نے اسے دیکھا۔

"کہاں جارہی ہو......؟" انہوں نے پکارلیا۔

"خود ہی تو کہا ہے دفع ہوجاؤ۔" آواز دبی دبی نکلی آنکھوں کی نمی آنچل سے صاف کی۔ سرمد کا محبت و پیار سے پر ایک دم ہی سرد مہری میں بدل گیا تھا۔

"طائشہ......! میں تم سے......" طائشہ نے ان کی بات سنی ہی نہیں تیزی سے چلی گئی۔ سرمد نے لب بھینچ لئے۔ وہ جانتے تھے کہ وہ سخت ناراض ہوگئی ہے لیکن ان سے وہ زیادہ دیر ناراض بھی نہیں رہ سکتی تھی۔

"ارے شہرینہ تم......؟" طائشہ سیڑھیاں اُتر رہی تھی۔ یوں اچانک اس وقت اسے نائل کے ساتھ دیکھا تو حیران

"آپی......! زبردستی مجھے لے کر آئی ہے۔ کہا بھی صبح چلنا مگر ضدی بہت ہے۔" نائل نے اس کی شکایت کی۔

"کل سنڈے ہے اور مجھے خبر ہے آپ کی صبح کب ہوتی ہے۔ پھر میری سمجھو خیر نہیں۔" وہ اپنا شولڈر بیگ صوفے پر رکھنے لگی۔ اتنے میں گھر کے تمام ہی افراد جمع ہوگئے۔ سوائے فارحہ کے جو زیادہ تر کمرے میں ہی بند رہتی تھی۔

"یہاں آتے ہی تم فوراً اترانے نہیں لگی ہو۔" نائل نے خفگی بھری نگاہوں سے اسے گھورا۔ ارسل اسی کی گود میں جواب نیچے اُترنے کے لئے مچل رہا تھا۔

"سنیے مسٹر......! ہر لڑکی اپنے فادر کے گھر آ کر اتراتی ہی ہے۔" شہرینہ نے بھی اتراتے ہوئے شانے اُچکائے۔

"پھر ٹھیک ہے......! تم اب میرے ساتھ ہی گھر چلنا۔" نائل نے تیز لہجے میں کہتے ہوئے اسے گھورا۔

"جی نہیں......! میں بالکل نہیں جاؤں گی۔"

"ہاں شہرینہ......! بالکل مت جانا، تمام مرد اپنی بیویوں کو اپنی پراپرٹی سمجھتے ہیں۔" طائشہ نے جھٹ شہرینہ کی تائید کی۔

"آپی......! آپ میری بیوی کو چڑھا رہی ہیں۔" وہ برا ماننے لگا۔

ان لوگوں کو مزید بحث ہوتی، سب ہی اپنے کمروں سے چلے آئے۔ رات کے گیارہ بجے گھر میں رونق ہی لگ گئی۔

"سب موجود ہیں، فارحہ کہاں ہے......؟" شہرینہ نے استعجاب سے پوچھا۔ سب باری باری ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔ یاسر الگ متفکر سا بیٹھا تھا۔

"اوہ......! میں سمجھی وہی ناراضگی ہوگی۔"

"شہرینہ......! اب تم آگئی ہو تو تم ہی فارحہ بھابی کو سمجھا سکتی ہو۔"

صدف کو اپنے بھائی کی حالت پر بہت رحم آرہا تھا جو کل سے اب تک اس کے دیدار سے بھی محروم تھا۔ فارحہ نے خود کو کمرے میں بند کرلیا تھا۔

"تم انہیں کیا سمجھتی ہو......؟ ایسی ہی کہیں کی طرم خان ہیں۔" نائل نے شوخی سے کہا۔

"ظاہر ہے، طرم خان کی بیوی ہوں۔"

"کیا لینگویج ہے پلیز لینگویج تم میری بیوی ہو۔" اس نے شہرینہ کی بات ہی کاٹ دی۔

"ہر وقت آپ کو مذاق ہی سوجھتا ہے۔" اس نے نائل کے شانے پر ہاتھ مارا۔

یاسر رشک بھرے انداز میں ان دونوں کی نوک جھونک اور پیار دیکھتا رہا۔ کہاں تو ایک دوسرے سے نفرت تھی اور اب ایک دوسرے کے بغیر چین نہیں تھا۔

"طائشہ......! تم جا کر آرام کرو۔" فاخرہ بیگم نے اس کے چہرے کے زاویے دیکھ لئے جو کچھ مشکل میں لگ رہی تھی۔

"جی اچھا......!" وہ مشکل سے ہی صوفے سے کھڑی ہوئی۔

"آپی......! آپ ایسا کریں گھر چلیں، یہ شہرینہ تو یہاں ہے۔"

"کیا مطلب ہے، میں یہاں ہوں......؟" کمر پر ہاتھ ٹکا کر گھومی۔

"تم یہاں ہو، آپی اپنے میکے رہ لیں گی۔" نائل نے مسکراتی نگاہوں سے کاسنی کپڑوں میں سجی سنوری شہرینہ کو دیکھا۔

"بھابی......! انس اُٹھ گیا ہے۔" بلال سیڑھیاں پھلانگتا ہوا اُتر رہا تھا۔

"تم نیچے لے آؤ۔" اس سے اس وقت ایک قدم بھی چلنا محال ہی ہو رہا تھا۔

"بھائی جان کا حکم تھا آپ کو بھیجوں، ورنہ میں لے کر ہی آ رہا تھا۔" وہ کارپٹ پر فلور کشن کے درمیان بیٹھا۔

"یہ لڑکا بھی عجیب ہے۔ ذرا خیال نہیں ہے کہ بیوی کی کیا حالت ہے، بس نظروں سے اوجھل نہ ہو۔" فاخرہ بیگم نے طائشہ کے چہرے پر کچھ تکلیف کے آثار دیکھ لئے تھے جس سے اُٹھنا مشکل ہو رہا تھا۔

"چلی جاتی ہوں۔ خواہ مخواہ انس بھی چیخنے لگے گا۔" وہ دوپٹہ اپنے گرد اچھی طرح لپیٹ کر اُٹھنے لگی۔

"بھابی......! آپ رُکئے میں انس کو خود لے آتا ہوں۔" یاسر فوراً ہی کھڑا ہو گیا اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"نہیں یاسر......! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں چلی جاؤں گی۔"

"آپی......! آپ کی حالت ٹھیک نہیں لگ رہی ہے۔" نائل کو بھی اپنی بہن کا خیال آیا تو گویا ہوا۔

"یاسر......! ایک منٹ کے لئے اوپر آنا۔" اچانک ہی سرمد کی گمبھیر آواز اوپر سے آئی تو سب ہی نے چونک کر سر اٹھایا۔ ساتھ ہی حیرانگی بھی ہوئی کیونکہ اس ایک ہفتے کے دوران سرمد یاسر سے ایک بار بھی مخاطب نہ ہوئے تھے۔

"جج...... جی......!" وہ تو گڑبڑا ہی گیا۔

"ہاں......! تم جلدی آؤ۔" وہ سپاٹ سے انداز میں کہہ کر ریلنگ سے ہٹ گئے۔

طائشہ نے درزیدہ نگاہوں سے انہیں دیکھا تھا۔ یاسر کی حالت کچھ خراب سی لگی۔ وائٹ کرتے شلوار میں اس کی رنگت ہی وائٹ لگنے لگی۔ ہونٹوں پر زبان پھیری سب ہی متوحش سے تھے۔

"یہ اب سرمد بھائی کو کیا ہوا......؟ اچھے خاصے سرخ وسپید سے یاسر بھائی کی رنگت ہی اُڑا دی۔" شہرینہ نے ترحم بھری نگاہ اس پر ڈالی۔

"بھئی......! سالے صاحب ہیں پھر ہیں بھی بڑے، تھوڑا رُعب بھی ضروری ہے۔" نائل نے شوخی سے کہا۔

"یاسر......! تم رُکو یہیں۔" طائشہ نے حکم دیا۔

"طائشہ......! کیا رات میں ہنگامہ کرواؤ گی۔" فاخرہ بیگم کو اعتراض ہوا۔

"امی......! یہ کیا بات ہوئی......؟ یاسر کو کیوں بلا رہے ہیں......؟"

"حد ہوتی ہے آپی......! یاسر لڑکا ہے، کوئی لڑکی نہیں جس پر آپ کو اعتراض ہو رہا ہے۔" نائل نے مضحکہ خیز لہجے

تم چپ نہیں رہ سکتے۔" وہ نائل کو ڈانٹ کر گیسٹ روم کی سمت بڑھ گئی۔ کیونکہ تکلیف کی لہر پورے بدن میں گئی تھی اور وہ سب کو پریشان بھی نہیں کرنا چاہتی تھی۔

• • •

طائشہ نے اپنا قیام آج کل گیسٹ روم میں کر لیا تھا جہاں آج کل شہرینہ اور صدف بھی قیام پذیر تھیں۔ رات گئے نوں ہی باتیں کرتی رہتی تھیں۔ اس دوران اس نے سرمد کو بالکل اگنور کیا ہوا تھا اور وہ اس کی ناراضگی بہت اچھی جھتے تھے۔

بھابی......! آج مجھے کون چھوڑنے جائے گا......؟" فارحہ اورنج کاٹن کے ہلکی سی کڑھائی کئے سوٹ میں لائٹ یک اَپ کئے بہت پیاری لگ رہی تھی۔

ڈرائیور کے ساتھ جانا۔" وہ انس کو بھی ریڈی کر چکی تھی۔

ڈرائیور کی طبیعت خراب ہے۔ اس کی بیوی کہنے آئی تھی۔" وہ پریشان سی لاؤنج میں کاؤچ پر بیٹھی۔

فارحہ کچھ دنوں کی چھٹیاں لی جا سکتی تھیں، کچھ تو خیال کرو میں اور صدف رہنے آئی ہوئی ہیں۔" شہرینہ نے خفگی ا۔

چھٹیاں اتنی آسان نہیں ہیں، ساری ذمہ داری مجھ پر ہے۔"

ایسا کریں اپنی ساری ذمہ داری اب یاسر بھائی کو دے دیں۔" صدف نے بھی معنی خیزی سے کہا سامنے ٹیبل پر یاسر بیٹھا تھا۔ دونوں نے معنی خیزی سے کہا۔ سامنے ڈائننگ ٹیبل پر یاسر بیٹھا تھا۔ دونوں کی نگاہیں ملی گر وہ نخوت سے پھیر لیتی تھی۔

تم صرف اپنے بچوں پر توجہ دو مجھ پر دینا چھوڑ دو۔" تیزی سے وہ کھڑی ہوئی تھی۔

اب تو ساری توجہ کا مرکز آپ دونوں ہی ہیں، کیوں شہرینہ......!" اس نے مسکرا کر شہرینہ سے تائید چاہی، ائی اسے معنی خیز اور شرارتی انداز میں دیکھ رہی تھیں۔

کیا بات ہے......؟ تم ابھی تک گئی نہیں......؟" فاخرہ بیگم نے اسے ابھی تک بیٹھے دیکھا۔

امی......! میں بھائی جان کے ساتھ جاؤں گی۔" وہ ضدی لہجے میں گویا ہوئی۔

لڑکی......! کیوں باؤلی ہو رہی ہے......؟ کہا تو ہے، یاسر کے ساتھ چلی جاؤ۔"

ان کے ساتھ جانے سے بہتر ہے کہ میں چھٹی کر لوں۔" وہ سرد مہری سے کہتی اوپر کی جانب بڑھ گئی۔

فارحہ......! میرے بچے کی چھٹی ہو جائے گی۔" طائشہ کو جھٹ اس کا خیال آیا۔

بھیج دیجئے ناں ان کے ساتھ۔" رکھائی سے پُر لہجہ تھا۔

میری تو کچھ سمجھ نہیں آ رہا کہ کیا ہوگا اس کا......؟" وہ سر پکڑ کر بیٹھ گئیں۔

"تائی امی......! آپ خواہ مخواہ فکر کر رہی ہیں۔ کچھ نہیں ہوگا۔" یاسر نے فوراً انہیں اطمینان دلایا کیونکہ وہ خود ہر شرمندہ ہی رہتا تھا پھر سرمد کا سرد رویہ اس پر فارحہ اسے دیکھنے تک کی روادار نہ تھی۔ یہ سب کچھ اسے برداشت ی تھا۔

طائشہ......! سرمد کو اٹھاؤ جا کر۔" فاخرہ بیگم گویا ہوئیں۔

نہیں......! تم رہنے دو۔ اوپر چڑھو گی تو طبیعت خراب نہ ہو جائے۔"

"تائی امی......! میں چلی جاتی ہوں سرمد بھائی کو اٹھانے۔" شہرینہ نے اپنی خدمات پیش کیں۔

"میں خود جاؤں گی اور پھر اب بہتر ہوں۔" وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر لاؤنج کے صوفے پر بٹھا کر چلی گئی تھی۔ آج دو تین دن بعد کمرے میں جا رہی تھی۔

"مسٹر......! اُٹھ جائیے۔" طائشہ نے کمرے کی ابتر حالت دیکھی تو چکرا کر ہی رہ گئی۔ صوفے پر کپڑوں کا ڈھیر، بیڈ پر فائلز، کارپٹ پر سگریٹ کی ایش ٹرے اوندھی پڑی تھی۔ ڈائننگ ٹیبل سے سارا سامان زمین کو سلامی دے رہا تھا۔

"اُف......! اتنا پھیلایا ہے۔"

"اگر مزید نہ آتی ناں اس سے بھی زیادہ پھیلا سکتا ہوں۔" انہوں نے سرعت کی تیزی سے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے پہلو میں ہی گرا لیا۔ فوراً خود کو سنبھالنے کے لئے وہ بیڈ پر بیٹھ گئی۔ حالانکہ یہ اچانک رفتار نقصان دہ بھی تھی۔

"اُٹھ جائیے، فارحہ اور انس کو اسکول چھوڑنا ہے۔" اس نے یاد دلایا۔ ساتھ ہی ان کے مضبوط ہاتھوں کا حصار توڑا جو وہ چھوڑنے کے موڈ میں نہ تھے۔

"کیوں......؟ ڈرائیور کہاں ہے......؟"

"وہ بیمار ہے، چھٹی کی ہے۔" سیدھی ہو کر بیٹھی۔

"مجھے صرف آپ کو اٹھانے کی وجہ سے آنا پڑا۔ ورنہ مجھے غصہ بہت آ رہا ہے۔"

"سنو......! اتنا غصہ مت کرو، تمہارے لئے نقصان دہ ہے۔" وہ اس کی ناک پکڑ کر گویا ہوئے۔

"خبردار! جو کوئی حرکت کی۔" اس نے ان کے ہاتھ پر ہاتھ مارا۔

"کبھی کبھی تم بہت ظالم ہو جاتی ہو۔" وہ خفگی سے اسے دیکھنے لگے۔

"بھابی......! کتنی دیر اور مجھے انتظار کرنا پڑے گا......؟" فارحہ کی باہر سے آواز آئی تو دونوں ہی سٹپٹا گئے۔

"جائیے، چھوڑ کر آئیے۔" اس نے ہاتھ دراز کی سمت بڑھایا۔

"تم سے تو آج میں بات کروں گا۔ آخر اتنا مجھ پر رُعب کا ہے کو دکھا رہی ہو۔" بیڈ سے چادر دُور پھینکی پھر طائشہ کے ہی دوپٹے سے چہرہ پونچھا۔

"اب منہ تو دھولیں۔" اس نے حیرانگی سے انہیں دیکھا۔

"شیروں کا منہ دُھلا نہیں کرتا۔" نائٹ ڈریس میں وہ لمبے چوڑے سے ڈریسنگ ٹیبل سے برش اٹھا کر رہے تھے۔

"بھابی......!"

"ارے فارحہ بیٹا......! آتا ہوں۔" انہوں نے برش بیڈ پر اچھالا۔ طائشہ نے ایک فہمائشی نگاہ پورے کمرے میں ڈالی تھی جو اس کے لئے سمیٹنے کا ایک مشکل ترین مرحلہ تھا۔

● ● ●

تیرے دل میں ٹھکانا چاہتا ہوں تم اجازت دو
بس اِک دیا جلانا چاہتا ہوں تم اجازت دو
تم صحراؤں سے لے کر پیاس خود میں سینچتی رہنا
میں کھل کر برس جانا چاہتا ہوں تم اجازت دو

"کیوں......؟ پسند آئی شاعری کی زبان......؟" وہ بڑی مخمور اور دلنشین نگاہوں سے اس کو اپنے حصار میں لئے ہاتھ دیوار پر ٹکائے دیکھ رہا تھا۔

"کیا بیہودگی ہے......؟" وہ تو جھٹ سے اُکھڑنے لگی۔ بلال کے سینے پر دونوں ہاتھوں کو رکھ کر دھکیلا۔ وہ گرتے گرتے بچا۔

"محترمہ......! ایسی کوئی میں نے ابھی تک بیہودگی کی ہی نہیں ہے۔" وہ معنی خیزی سے آگے بڑھنے لگا۔

جویریہ بدک کر سنگل صوفے کے ساتھ ہی کھڑی ہوگئی کیونکہ وہ اس کے اتنے قریب تھا کہ سانسوں سے سانسیں ٹکرانے لگی تھیں اور اس دم وحشت سی ہونے لگی تھی۔

"آپ ناں میری محبت بھری باتوں پر یقین کرتی ہیں اور نہ ہی محبت بھری شاعری پر، پلیز اب تو بس کریں بہت ہی، قبول کرلیں مجھے اور میری محبت کو۔" وہ بیچارگی سے گویا ہوا۔

بلیو جینز کی پینٹ اس پر بلیو ہی جینز کی شرٹ میں نفاست سے سنورے بال، ہلکی ہلکی بڑھی شیو اسے ڈیسنٹ سا بنا رہی تھی۔

"آخر آپ سمجھتے کیوں نہیں ہیں......؟ کس زبان میں سمجھاؤں......؟" اس نے شدت سے مٹھیاں ہی بھینچ لی ہیں۔ اپنے آپ پر کنٹرول کرنا اور پھر ایسے بندہ کو دیکھ کر کنٹرول کرنا جو آپ کے دل و دماغ پر چھا گیا ہو اور ایسے میں اس کی نفی کرنا کتنا مشکل ترین مرحلہ ہوتا ہے۔

"میں آپ سے شدید نفرت کرنے لگی ہوں۔"

"واٹ کرنے لگی ہوں، اس کا مطلب ہے پہلے محبت تھی۔" اس نے جویریہ کو بلیو کاٹن کے پرنٹڈ سوٹ میں بیزار سا دیکھا۔

"آپ آخر چلے کیوں نہیں جاتے ہیں......؟ کتنی بار کہہ چکی ہوں۔ ڈیڈی گھر پر نہ ہوا کریں تو آپ ادھر کا رُخ بھی مت کیا کریں۔" جب جواب ہی نہیں آیا تو وہ پھٹ ہی پڑی۔ بلال کے محبت سے چور لہجے پر تو اسے پہلے ہی یقین تھا۔ وہ اسے دیوانگی کی حد تک چاہتا ہے۔

"میں اس لئے آیا تھا کہ میرے گھر والے آج یا کل آنے والے ہیں۔ میرا پرپوزل لے کر۔" اس نے چہرے پر سنجیدگی طاری کرلی۔

"دماغ تو درست ہے آپ کا......؟ جب میں منع کر چکی ہوں تو پھر کیوں آ رہے ہیں وہ......؟" وہ تو تنک ہی گئی۔

"آپ کے منع کرنے پر جب تم نے کان ہی نہیں دھرے ہیں تو آپ کی ناں کوئی اہمیت نہیں رکھتی ہے۔" اس نے اپنی پینٹ کی پاکٹ میں اپنا دایاں ہاتھ ڈال کر کچھ نکالنے کی کوشش کی۔

"یاسر بھائی آگئے ہیں واپس اس لئے آپی کی رُخصتی کی گھر میں تیاریاں ہو رہی ہیں۔"

"کیا......؟ یاسر بھائی آگئے......؟" وہ تو گنگ ہی رہ گئی۔

"ہاں......! آگئے ہیں۔ اس لئے سب گھر والوں کی خواہش ہے کہ آپی کی رُخصتی کے ساتھ ہی میری اور تمہاری بھی شادی ہو جائے۔" اس نے خوبصورت سی چھوٹی سی ریڈ کلر کی مخملی ڈبیہ نکالی۔ جویریہ کی نگاہ اس کے ہاتھوں پر تھی۔ حیرانگی سے آنکھیں پھیل گئی تھیں۔

"منگنی سمجھو تمہاری آج ہی ہوگئی ہے۔" اس نے جویریہ کا نازک مرمریں بایاں ہاتھ تھام کر تیسری اُنگلی میں

خوبصورت سانگوں والا چھلا پہنا دیا۔ اس دوران اس پر تو سکتہ تھا۔

”کیا بدتمیزی ہے......؟“ اس نے سکتہ توڑا اور چیخ ہی پڑی اور پھر چھلا اُنگلی سے اُتارنے کی کوشش کی مگر وہ تو اس کی اُنگلی سے چپک کر ہی رہ گیا تھا۔

بلال دلچسپ نگاہوں سے اس کی حرکات وسکنات پر نگاہ رکھے ہوئے تھا جو رنگ اُتارے جا رہی تھی مگر نا کام تھی۔

”میں نے بھی جان بوجھ کر ایسا خریدا ہے تاکہ آپ کی اُنگلی میں جا کر بالکل فٹ ہو جائے جیسے آپ میرے دل میں فٹ ہو گئی ہیں۔“ اس نے جویریہ کا ہاتھ تھام کر چوم لیا۔

جویریہ کے تو آگ ہی لگ گئی۔ اس نے بلال پر حملہ کرنے کے لئے ہاتھ ہی اُٹھائے تھے کہ اس نے اس کے دونوں ہاتھوں کو اپنے مضبوط ہاتھوں کے شکنجے میں جکڑ لیا اور ایک جھٹکا دیا تو وہ اس کے سینے سے آ لگی۔ وہ وحشت زدہ سی اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگی۔

”اگر انکار کیا تو یاد رکھئے گا بہت برا ہو گا۔“ اس نے جویریہ کو اپنے حصار میں لے لیا۔

”کیا بدتمیزی ہے......؟ شرم نہیں آتی کسی لڑکی کو تنہا جان کر اس کے ساتھ اُلٹی سیدھی حرکتیں کرتے ہیں۔“ کسمسا کر وہ نکلی۔

”جس نے کی شرم سمجھو وہ کچھ کر ہی نہیں سکتا۔ اس لئے مس جویریہ توقیر، محبت میں شرم نہیں اوپر والے کا کرم دیکھا جاتا ہے۔ اس نے آپ کو اس لائق جانا اور آپ کے دل میں یہ جذبہ اُتارا، کیا سمجھیں......؟“ اس نے بڑی مخمور اور محبت سے چور نگاہوں سے اس کے دہکتے چہرے کو دیکھا۔

”چلیں، جائیے یہاں سے۔“ وہ بے بس سی ہو کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ چہرہ دونوں ہاتھوں سے چھپا لیا تھا۔

”ارے......! ابھی تو بس میں نے اتنی سی شرارت کی تھی آپ تو رو دیں۔“ بلال نے معنی خیزی سے کہا اور اس کے ہاتھ ہٹائے۔

”شٹ اَپ......! خبردار جو مجھے ہاتھ لگایا تو۔“ وہ شیرنی ہی بن گئی۔

”اچھا......! ہاتھ نہ لگاؤں، بے فکر رہئے، جائز اختیارات رکھ کر ہی یہ جسارت کروں گا پھر آپ بھی کچھ نہیں کر پائیں گی۔“

”جس دن آپ کی یہ خواہش پوری ہوئی ناں میری لاش ہی آپ کے پاس پہنچے گی پھر سارے اختیارات استعمال کریئے گا۔“ وہ پھٹ ہی پڑی۔

بلال نے متوحش سا ہو کر اس کی ایسی سنگین کٹیلی بات وہ تو دل وجان سے لرز گیا۔ وہ اس کی شدت پر گنگ سا ہو گیا۔ وہ کتنی نفرت کرتی ہے۔ وہ خالی خالی نگاہوں سے دیکھے گیا۔

”اور کان کھول کر سن لیں۔ میرے ڈیڈی میری مرضی کے بغیر شادی نہیں کر سکتے ہیں۔“

”جویریہ......! اتنی سنگدل نہ بنئے۔“ وہ افسردہ ہی ہو گیا۔

”نکل جائیں یہاں سے، آپ سے میں شادی ساری زندگی نہیں کروں گی۔“

”آپ بھی کان کھول کر سن لیں۔ میں آپ سے ہی شادی کروں گا اور اگر آپ نے ایسی کوئی بھی حرکت کی تو یاد رکھئے گا زندہ میں بھی نہیں رہوں گا۔“

”اونہہ......!“ اس نے ہنکارا بھرا۔

”جویریہ......! آپ نے اگر انکار کیا ناں میرے پرپوزل سے تو دوسرے دن میری موت کی خبر سنیں گی۔ میں یہ

ی نہیں دے رہا ہوں۔ میں کر گزروں گا۔“ اس نے پھر اپنے ارادوں سے اسے آگاہ کیا۔

جویریہ نے حیرانگی سے اسے دیکھا جو کتنا سنجیدہ اور وحشت زدہ سا لگ رہا تھا جس طرح اس کے لہجے اور آنکھوں میں سچائی تھی اسی طرح اس کی باتوں میں بھی سچائی کا عنصر تھا۔

”پلیز......! آپ سمجھتے کیوں نہیں ہیں......؟“ وہ روہانسی ہو گئی۔

”میں تو سمجھتا ہوں آپ کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔“ اس نے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔

”اور ہاں......! یہ جو میں نے رنگ پہنائی ہے ناں اسے ہاتھ سے کبھی جدا نہیں کرنا۔“ رُعب سے پھر حکمیہ کہا جو اُتارنے کی بہت کوشش کر چکی تھی جس میں کامیاب نہ ہو سکی تھی۔

”میری محبت کے رنگ اتنے کچے نہیں ہیں کہ آپ کی وقتی نفرت سے اڑ جائیں گے بلکہ میری محبت کا رنگ وہ ہے اگر کوئی زخم ہو جائے اس کے بھرنے کے بعد نشان باقی رہتا ہے۔ اسی طرح کی محبت ہے میری۔ نشانی تک نہیں مٹ سکتی ہے۔“ وہ تنفر سا کہتا۔ کوریڈور سے گزرتا چلا گیا اور وہ لب کچلتی رہی تھی۔



”ارے صدف......! جلدی آ جاؤ، اریبہ نے رو رو کر گھر سر پر اُٹھا لیا ہے۔“ فارحہ، طلحہ اور اریبہ کو پرام میں لئے ہال کمرے میں بیٹھی تھی۔ صدف کو گھر جانا تھا اس لئے جانے کی تیاری کر رہی تھی۔

”فارحہ بھابی......! بس دو منٹ، میں بیگ پیک کر رہی ہوں۔“ اس نے گیسٹ روم سے ہانک لگائی تھی۔

فارحہ نے اریبہ کو تو گود میں لیٹایا ہوا تھا جبکہ طلحہ نے بھی آواز نکالنی شروع کر دی تھی۔ دو دو بچوں کو سنبھالنا اس کے لئے سوہان روح ہی تھا۔

یاسر بلیک پینٹ پر لائٹ پنک ٹی شرٹ میں گلاس ڈور کھولتا اندر آیا۔ دیکھا تو فارحہ دونوں بچوں کی وجہ سے ہلکان ہو رہی تھی۔ اسے فارحہ پر ترس آیا۔ اریبہ کو اس کی گود سے لے لیا۔ اس نے کن انکھیوں سے یاسر کو دیکھا۔ طلحہ رونے لگا تو اس نے اٹھا لیا۔

”صدف کدھر ہے......؟“ یاسر نے اریبہ کو ہلا کر چپ کرانے کی کوشش کی۔

”گیسٹ روم میں ہے۔ پیکنگ کر رہی ہے۔“ اس نے آہستگی سے بتایا۔

”کیوں......؟ گھر جا رہی ہے......؟“ وہ جان بوجھ کر اس سے بات کرنا چاہ رہا تھا۔

”جی......! اعزاز بھائی لینے آ رہے ہیں۔“ وہ طلحہ کا منہ رومال سے صاف کرنے لگی۔ اس نے تھوک نکالنا شروع کیا تھا۔

کچن سے آمنہ اور طائشہ ان دونوں کو دیکھ رہی تھیں جو آج پہلی بار بات کرتے نظر آ رہے تھے۔ طائشہ نے مسکرا کر گہرا سانس لیا تھا کہ کم از کم دونوں ایک جگہ تو ملے۔

”اوہ نو......!“ یاسر نے چیخ ہی ماری تھی۔

فارحہ گھبرا کر اسے دیکھنے لگی تھی۔ اریبہ کا پیمپر لیک کر گیا تھا اور اس کی شرٹ گیلی ہو گئی تھی۔

”لائیے، مجھے دیں۔“

”یار......! میری تو حالت ہی خراب کر دی۔ مجھے ابھی اولیس کی طرف جانا تھا۔“ وہ اپنی شرٹ کو ہاتھ سے پکڑ کر الگ کرنے لگا۔

”ارے......! یہ کیا ہوا......؟“ صدف اپنا آنچل سنبھالتی گیسٹ روم سے آ گئی تھی۔ اب حیرانگی سے یاسر کی

حالت دیکھنے لگی۔

"بے وقوف لڑکی......! تمہاری بیٹی نے مجھے گیلا کر دیا ہے۔" وہ منمنایا، فارحہ کی بھی تھوڑی ہنسی نکل تھی جو یاسر سے مخفی نہ رہ سکی۔

ادھر آمنہ اور طائشہ بھی ہنستی ہوئی آ گئی تھیں۔

"مجھے کیا پتا تھا اس کے پیمپر نہیں بندھا ہے......؟" صدف نے فوراً اریبہ کو کپڑے میں لپیٹا۔

"تم اس کی ماں ہو، خبر رکھنی چاہئے۔" وہ تو اسے ڈانٹنے ہی لگا۔

"میں ایک ماں ہوں، کیسے دو دو کا خیال رکھوں......؟" وہ چڑ گئی۔

"ہاں بیٹا......! ابولو، خود کے بچے ہوں گے ناں تو پتا چلے گا۔" آمنہ نے اسے چھیڑا۔

فارحہ جھینپ گئی۔ یاسر نے مسکرا کر انہیں دیکھا۔ طائشہ کی مسلسل ہنسی نکلے جا رہی تھی۔

"تم بے فکر رہو، تمہارا والا حشر نہیں ہو گا ہمارا۔" یاسر نے صدف کے چپت لگائی جو اریبہ کو پیک کر چکی تھی۔

"دیکھوں گی میں بھی۔" وہ بھی تپ گئی تھی۔

فارحہ اس موضوع سے بچتی تیزی سے اوپر چلی گئی تھی۔ اوپر ہی اس کا کمرہ تھا۔ یاسر نے تاسف سے اسے جاتے دیکھا۔

"یاسر......! ابھی کچھ دیر پہلے تم اور فارحہ بچوں کو سنبھالتے بالکل خود اماں ابا لگ رہے تھے۔" طائشہ پر تو شوخی سوار تھی۔

"وہ تو میں اندر کسی کام سے آیا تھا۔ دیکھا تو آپ کی نند صاحبہ بچوں کو چپ کرانے کی کوشش کر رہی تھیں۔ حالانکہ ابھی انہیں چپ کرانے کی ضرورت ہے۔" وہ مسکرا کر گویا ہوا۔

"پھر چپ کب کرا رہے ہیں انہیں......؟" صدف نے اریبہ کو تیار کر کے یاسر کی گود میں تھمایا۔

"بے وقوف لڑکی......! کبھی عقل نہیں آئے گی تجھے، پہلے مجھے نہانے تو دے چینج کرنا ہے۔ پھر دینا اپنی اولادیں مجھے۔" وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا اوپر کی جانب دوڑ لگا چکا تھا۔

کمرے میں آتے ہی وارڈروب سے شرٹ نکالی اور پینٹ اب استری کا مسئلہ تھا۔ وہ کپڑے لے کر باہر نکلا، ریلنگ پر ہاتھ لگائے۔

"امی......! میرے کپڑے استری کروا دیں۔" اس نے کپڑے گولہ بنا کر صدف پر اُچھالے۔

"کیا ہے یاسر بھائی......!" وہ چیخی۔

"کپڑے استری کرو۔" اس نے اشارہ کیا کپڑوں کی طرف۔

"امی......! مجھے گھر جانا ہے، ابھی وہ آ جائیں گے۔" اس نے شاہین کو دیکھ کر منہ بسورا تھا جو کپڑے اٹھا چکی تھیں۔

"اوہو......! وہ آ جائیں گے۔" یاسر نے نقل اُتاری۔

"اعزاز رات تک ہی آئے گا۔ کپڑے میرے صرف دس منٹ میں استری ہوں گے۔ میں نہا رہا ہوں فوراً اوپر لے آنا۔" وہ اندر چلا گیا تھا۔

"لاؤ مجھے دو، فارحہ سے کرواتی ہوں۔" انہوں نے کپڑے لئے اور فارحہ کی تلاش میں دیکھا جو ریلنگ کے پاس ہی کھڑی تھی۔

"فارحہ بیٹا......! ذرا یہ یاسر کے کپڑے استری کر کے اس کے کمرے میں رکھ آؤ، وہ نہا رہا ہے۔"

فارحہ سے انکار نہیں ہوتا تھا ان کے کسی بھی کام سے اس لئے لب بھینچے نیچے اُتر آئی تھی۔ صدف اپنے بچوں کو لے لان میں چلی گئی تھی۔

"سنو......! کمرے میں رکھ آنا۔" انہوں نے جتایا۔

"وہ سر ہلاتی استری کے لئے لے گئی۔ اوپر ہی ریلنگ کے ساتھ ہی ایک استری اسٹینڈ تھا۔ اوپر جو بھی ہوتا تھا ہیں کرتے تھے، نیچے جو ہوتا تھا کوریڈور میں اسٹینڈ رکھا تھا وہاں کرتے تھے۔

استری کر کے وہ کپڑے اس کے کمرے میں لے آئی تھی۔ یاسر اسی وقت نہا کر نکلا تھا۔ رف سا کرتا شلوار میں ں کو تولیہ سے رگڑتا فارحہ پر نگاہ ڈالی۔

"یہ آپ کے کپڑے ہیں۔" وہ نگاہ چراتی اس کے کپڑے بیڈ پر پھیلا کر رکھنے لگی تھی۔

"تھینک یو......!" تولیہ گلے میں ڈالا۔

وہ کچھ کہے بغیر جانے لگی تھی کہ یاسر نے پکار لیا تھا۔

"پلیز فارحہ......! میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔"

"سوری......! کہنے سننے کا وقت نکل چکا ہے۔" وہ رکھائی سے کہتی جانے لگی لیکن یاسر نے سرعت کی تیزی سے کا راستہ روک لیا۔ دروازہ کک مار کر بند کیا۔

"کھولئے دروازہ مجھے جانا ہے۔" سختی سے گویا ہوئی۔

"فارحہ......! پلیز میری کچھ تو سنو......!" وہ ملتجی لہجے میں افسردگی سے اسے دیکھنے لگا جو اس کی سمت دیکھنے تک اجتناب برتتی تھی جیسے یاسر کوئی مکروہ چیز ہو۔

"کیا سنوں آپ کی......؟ جھوٹی سی رام کہانی......؟" وہ دھاڑی۔

"میں جو تمہیں بتانا چاہتا ہوں وہ ایک فیصد جھوٹ نہیں ہے۔" اس نے فارحہ کا ہاتھ پکڑا جو اس نے نفرت سے لیا۔ دروازے کے لاک پر ہاتھ رکھنے ہی والی تھی کہ وہ پھر راہ میں حائل تھا۔

"پہلے آپ نے میری نہیں سنی، اب میں آپ کو کیوں موقع دوں......؟"

"تم اتنی سنگدل تو نہ تھیں......؟" یاسر تو اس کے اتنے شدت سے پر لہجے پر حیران تھا جس کی آنکھوں تک سے نکل رہے تھے ورنہ وہ تو ہر وقت شرمائی لجائی رہتی تھی، بالکل ہی نیا روپ تھا۔

"یہ سب مجھے آپ کی ان باتوں نے بنایا ہے جو جاتے وقت آپ مجھ سے کہہ کر گئے تھے۔"

"میں نے سزا جھیلی ہے۔" وہ اس کی آنسوؤں سے بھری نگاہوں میں دیکھنے لگا جو لب بھینچ کر روکنے کی کوشش کر تھی۔

"پلیز......! مجھے معافی کے لئے کچھ نہیں کہنے دو گی......؟"

"مجھے نہ آپ کی معافی کی ضرورت ہے اور نہ آپ کی جھوٹی باتوں پر یقین کرنے کی۔" کتنی روکھی ہو رہی تھی نگدل تو اب تک اسے بھلا نہ پایا تھا اور اب وہ ایسی باتیں کر رہی تھی۔

"پھر تم منع کر دو اس رُخصتی کو، کیوں کروا رہی ہو......؟" وہ بھی بھنا کر گویا ہوا۔

"کیوں......؟ آپ کی خواہش نہیں ہے......؟ آپ کی امی ابو کی نہیں ہے......؟" تلخ سے لہجے میں طنز کرتے

"ہے خواہش، مگر اس طرح نہیں کہ تم مجھ سے بات تک کرنے کی روادار نہیں ہو۔" اس نے حسرت بھری نگاہ اٹھائی۔

"انتظار کر لیں، کچھ وقت آپ کی ہی ساری باتیں سنا کروں گی، آپ کے اختیار میں ہوں گی، جو دل چاہے گا کریئے گا۔"

"جسٹ شٹ اَپ فارحہ......!" اس نے غصے سے مٹھیاں بھینچ لیں۔ کیونکہ اس وقت خود پر کنٹرول کرنا اتنا مشکل تھا کہ وہ چاہتا تو فارحہ کے منہ پر ایک تھپڑ رسید کر سکتا تھا۔

"تم کیا سمجھتی ہو میں صرف اپنے اختیارات استعمال کرنے کے لئے رُخصتی پر راضی ہوا ہوں......؟"

"کیوں......؟ سچی بات کہہ دی تو بری لگ گئی......؟" تمسخرانہ پھیکی سی ہنسی کے ساتھ اس کی کیفیت دیکھی، وہ دونوں ہاتھ سینے پر لپیٹے کھڑا تھا۔ گیلے بال اس کے ماتھے پر بکھرے ہوئے تھے۔

"مجھے ایسا بندھن نہیں نبھانا۔"

"ٹھیک ہے......! سب کے سامنے جا کر کہہ دیں۔" وہ جانے کے لئے بڑھی۔

"میں کیوں......؟ تم کہو، کیونکہ تم نہیں چاہتی ہو۔" اس نے فارحہ کا بازو پکڑ کر کھینچا اور بیڈ پر پٹخ دیا۔

"میں کیوں کہوں......؟ میں نے رُخصتی سے انکار نہیں کیا ہے۔ سب نے مجھ سے پوچھا تو رضامندی دے دی کیونکہ اپنے ماں اور باپ کا بوجھ ہلکا کرنا چاہتی ہوں۔" نگاہ جھکا کر گویا ہوئی۔

"یہ بوجھ تم میرے دل پر بڑھاؤ گی۔"

"حساب برابر ہو گیا۔ پہلے آپ نے کیا اب میری باری ہے۔" وہ پھر اپنا آنچل سنبھالتی کھڑی ہو گئی۔

"یعنی تم مجھ سے بدلہ لینا چاہتی ہو......؟"

"بدلے آپ لیتے ہیں۔ دوسروں کا قصور کسی اور پر رکھ کر اسے سزا دیتے ہیں۔ کوئی چاہے آپ سے کتنی ہی معافی مانگ لے لیکن آپ کو ذرا رحم نہیں آتا۔" وہ چیخ چیخ کر بول رہی تھی۔

"فارحہ......! سوری آئی ایم سوری......!" وہ شرمندگی سے نگاہ نہیں ملا پا رہا تھا۔

"ڈیڑھ سال کا عرصہ بہت ہوتا ہے مسٹر یاسر احمد......! اس لئے یہ سوری کرنے سے پہلے یہ سوچ لیں، کسی بے قصور لڑکی کے ارمانوں اور خوابوں کا خون کیا ہے۔ کتنی آسانی سے آپ نے سوری کہہ دیا۔" وہ دانت پیستی تیزی سے لاک گھما کر کمرے سے ہی نکل گئی تھی۔ شکر ہے اس وقت کوئی باہر نہیں تھا۔ ورنہ اسے خود شرم محسوس ہوتی۔

صدف چلی گئی تھی اور شہرینہ ابھی تک رُکی ہوئی تھی۔ نائل ہی کی مہربانی تھی جو اسے بخشا ہوا تھا۔ وہ خود حیران بھی تھی پھر سب کی متفقہ رائے سے بلال کا پرپوزل بھی جویریہ کے لئے جانا تھا۔ اس لئے شہرینہ سن کر وہیں رُک گئی تھی۔

"زیادہ خوش ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیا پتا انکار ہی ہو جائے۔" شہرینہ نے بلال کو چھیڑا جو کاؤچ پر لیٹا گنگنا رہا تھا۔

"ارے بجو......! آپ ایسی بھی بدفال منہ سے نہ نکالئے۔" عمر کو برا لگا۔

"کیوں......؟ تم کیوں سائیڈ لے رہے ہو......؟" اس نے حیرانگی سے عمر کے چپت لگا کر پوچھا جو ارسل کے ساتھ کھیل میں مگن تھا۔

"بلال بھائی کی وہ جان ہیں۔"

"عمر کے بچے......! بکواس کم کرو۔" بلال نے گڑبڑا کر اپنے سر کے نیچے سے کشن نکال کر اسے مارا تھا۔

"اچھا......! زیادہ بننے کی کوشش مت کرو، میں اور وہ سب جانتے ہیں۔" شہرینہ نے بلال کو گھورا۔

"یہ وہ کون ہیں......؟" عمر نے انجان بننے کی ایکٹنگ کی۔

"نائل حسن کی بات کر رہی ہوں۔" اس نے اکڑ کر بتایا۔

وہ ڈارک پربل کڑھائی والے کاٹن کے سوٹ میں سلیقے سے کئے گئے میک اَپ میں خاصی دلکش لگ رہی تھی۔

"اوہ......! اچھا وہ ہیں......؟" وہ ہنسا۔

"عمر......! سدھر جاؤ، کسی دن میں نے درگت بنا دی ناں تو تمہاری ڈاکٹری بھی فیل ہو جائے گی۔" اس نے مکی دی۔

"کیا بات ہے......؟ کتنی دیر لگے گی......؟ یہ طائشہ نہیں آئی......؟" فاخرہ بیگم بھی پلین جارجٹ کے فان کلر کے ٹ میں سادہ سی ہی چلی آئی تھیں۔

"ارے طائشہ......! آ جاؤ۔" آمنہ نے بھی اسے آواز دی۔ سب ہی ہال کمرے میں جمع تھے۔ ٹیبل پر مٹھائی کا را اور پھولوں کا زیور بھی رکھا تھا۔

"تائی امی......! اتنا کچھ لے کر جا رہی ہیں۔ ابھی تو ہم صرف پرپوزل لے کر جا رہے ہیں۔ فوراً تو قبول نہیں کر گے۔ توقیر انکل کچھ سوچیں گے، سمجھیں گے، پھر جویریہ سے بھی تو پوچھیں گے۔"

"بس......! ان سے پوچھا نہیں اور انکار ہوا نہیں۔" عمر پھر بولنے سے باز نہ آیا۔

بلال نے دوبارہ کشن اس کے اٹھا کر مارا تھا، وہ چیخ ہی پڑا۔

"ارے......! کیا بدتمیزی ہو رہی ہے......؟" فاخرہ بیگم نے سرزنش کی۔

بلال اُٹھ کر بیٹھ چکا تھا۔ کیونکہ عمر نے منہ ہی ایسا بنایا تھا کہ زبردست چوٹ لگی ہے۔

"تائی امی......! مسلسل حملے کئے جا رہے ہیں۔"

"تم اپنی بک بک کئے جاؤ۔" وہ چڑ گیا۔

"بھابی......! ان کی لڑائیوں میں کہاں اُلجھ گئی ہیں۔ ذرا طائشہ کو تو آواز دیں۔ آ کیوں نہیں رہی ہے......؟" تشویش بھی تھی۔

"میاں کمرے میں ہو تو مجال ہے کہ بیوی کو آنکھوں سے تو اوجھل ہونے دے، صاحبزادے دوبارہ باپ کیا بن ہیں کہ بیوی کو ہدایتیں دیتے نہیں تھکتے۔" فاخرہ بیگم کو غصہ ہی آ گیا جبکہ شہرینہ، بلال اور عمر کی ہنسی نکل گئی۔

"سرمد بھائی کو گائناکالوجسٹ ہونا چاہئے۔" آمنہ نے ایک اس کی گدی پر جڑا تو وہ تڑپ ہی اٹھا۔

"عمر......! بہت بک بک آ گئی ہے۔"

"امی......! آپ بھی اتنی زور سے مارتی ہیں۔" وہ تو باقاعدہ رونے جیسا ہی ہو گیا۔

"تمیز پکڑو بڑوں کے لئے۔" انہوں نے متنبہ کیا۔

تنے میں طائشہ بلیو جارجٹ کے پرنٹڈ شلوار دوپٹہ اور پلین قمیص میں سجی سنوری سرمد کی ہمراہی میں ہی اُتری

"آپی......! اتنی دیر لگا دی ہے آپ نے۔" عمر نے وال کلاک کی جانب متوجہ کروائی جہاں شام کے ساتھ بج ے۔ جاتی سردیاں تھیں اس لئے مغرب کی اذان پہلے ہی ہو جاتی تھی۔

’’حد ہوتی ہے طائشہ......!‘‘ آمنہ نے اپنا پرس سنبھالا۔

’’امی......! قصور بھابی کا نہیں سرمد بھائی کا ہے۔ انہوں نے ہی آنے میں دیر لگائی ہے۔‘‘ شہرینہ نے معنی خیز سے کہا۔ سرمد ان سب کے ساتھ جا رہے تھے۔ باقی کے بزرگ حضرات گھر پر ہی تھے۔

’’یہی حال تائی کا بھی ہے، مجھے بھی کہیں نہیں جانے دیتے۔‘‘

’’لڑکی......! شرم کرو، وہ تمہارا میاں ہے۔ کیسے دھڑلے سے نام لیتی ہے......؟‘‘ فاخرہ بیگم اسے ٹوکے بنا نہ رہ سکی تھیں۔

شہرینہ نے خجل ہو کر ان پر بس ایک نگاہ ہی ڈالی، سرمد ہنسنے لگے۔

’’یہ آمنہ......! سب تم سے سیکھ رہی ہے۔ تم ابرار ابرار کرتی رہتی ہو ناں وہی تمہاری اولاد کر رہی ہے۔‘‘

’’بھابی......! میں تو......‘‘ وہ خود جھینپ گئی تھیں۔

’’سبق سیکھو طائشہ سے، مجال ہے میں نے اس کے منہ سے سرمد کا نام سنا ہو۔‘‘ انہوں نے طائشہ کو ستائشی انداز میں دیکھا۔ وہ بھی شرما گئی تھی۔

’’بے فکر رہیے، آپ کی دوسری بہو بھی بلال بلال کرتی رہے گی۔‘‘ عمر نے پھر لقمہ دیا۔ بلال کو ہلکی سی مسکراہٹ آ گئی۔

’’میں پہلے ہی جویریہ کو کہہ دوں گی خبردار جو تم نے بلال کا نام لیا۔ لو بتاؤ بھلا، میاں کا نام اور بچوں کا نام ایک طرح لیا جا رہا ہے۔ کچھ تو لحاظ ہونا چاہیے۔‘‘

’’سوری تائی امی......!‘‘ شہرینہ نے فوراً معذرت کی۔

’’وہ میں تو کبھی کبھی لے لیتی ہوں۔‘‘

’’خبردار جو آئندہ میں نے تمہارے منہ سے سنا۔‘‘ انہوں نے اسے ٹوکنے کے ساتھ پابندی عائد کی۔

’’اب آپ سب نکلنے کی کریں۔‘‘ عمر نے ہی یاد دلایا۔

’’ہاں......! سنو عمر......! فارحہ سے کہنا روٹی پکا لے۔‘‘ فاخرہ بیگم اسے ہدایت دیتی چلی گئی تھیں۔ مٹھائی کا ٹو وغیرہ عمر ہی گاڑی میں رکھ کر آیا۔

’’بلال بھائی......! دل دھک دھک کر رہا ہے۔‘‘

’’یار......! ڈر رہا ہے اگر اس سرپھری نے روڑے اٹکائے تو میں مارا جاؤں گا ناں......!‘‘ بلال نے معصوم صورت بنائی۔

’’مجھے پکا یقین ہے تو قیر انکل جویریہ کی نہیں سنیں گے۔‘‘ اس نے اطمینان دلایا۔

’’یار......! ان کی اکلوتی اولاد ہے اگر اس نے ضد کی تو......؟‘‘ بلال کو خدشے ستا رہے تھے۔

’’بلال بھائی......! اولاد اکلوتی نہیں ہونی چاہیے۔ کم از کم تین چار تو ہوں تا کہ وہ پھر اکلوتی ہونے کا فائدہ اُٹھائے۔‘‘

’’تمہاری بات خاصی معقول ہے۔‘‘ وہ ہنسا۔

’’ظاہر ہے، معقول سے بندے نے جو کی ہے۔‘‘ عمر نے کالر اکڑا کر فخریہ کہا۔

’’منے......! ابھی پالنے میں ہو، پالنے میں ہی رہو۔‘‘ اس نے فوراً عمر کو اس کی عمر کا احساس دلایا۔

• • •

’’کیا تھا اگر میں بھی چلی جاتی تو......؟‘‘ صدف نے منہ بسورا۔

’’پورے ایک ہفتہ بعد آئی ہو، اس پر بھی دل نہیں بھرا تمہارا......؟‘‘

اعزاز نے طلحہ کو گود میں اٹھایا جو پٹر پٹر آنکھوں سے اسے ہی دیکھ رہا تھا جبکہ اریبہ امی کے پاس تھی۔ طلحہ نے ہی اتنا کیا تو وہ خود اسے لے گئی تھیں۔

’’آج پتا ہے، بلال کا پرپوزل لے کر گئی تھیں سب۔‘‘ روٹھ کر وہ بیڈ کی بیک کراؤن سے ٹیک لگا کر بیٹھی۔

’’اچھی بات ہے، پھر کیا ہوا......؟‘‘ وہ مذاق میں بات اُڑانے لگا۔

’’دیکھیے، میں سنجیدہ ہوں۔‘‘ وہ کھسیا گئی۔

’’تم سنجیدہ ہو تو کیا ہوا......؟ جب تک میں سنجیدہ نہیں ہوں گا تو بات کیسے بنے گی......؟‘‘ معنی خیزی سے اسے دیکھا۔

’’میں بات بلال کی کر رہی ہوں اور اس کے پرپوزل کی۔‘‘ وہ چڑ گئی۔

’’یار......! میں بھی بلال کی ہی بات کر رہا ہوں۔‘‘ وہ ہنسا۔

صدف کا منہ بن گیا۔ وہ تکیے پر سر رکھ کر لیٹ گئی کیونکہ اعزاز پر شرارت و شوخی سوار تھی۔

’’سوری سوری......! تم جو کہہ رہی ہو میں سمجھ گیا۔‘‘ اس نے صدف کا بازو پکڑ کر اپنی جانب کیا۔ طلحہ ان دونوں کے درمیان لیٹا تھا۔

’’تمہیں اگر ایسا ہی افسوس ہو رہا ہے تو جب اس کی باقاعدہ منگنی ہو گی اس میں پہلے سے رہنے چلی جانا۔‘‘

’’تائی امی نے منگنی وغیرہ کا چکر رکھا ہی نہیں ہے۔ ان کا ارادہ ہے کہ یاسر بھائی اور فارحہ بھابی کی رُخصتی کے ساتھ ہی ان کی بھی شادی ہو جائے۔‘‘

’’کیا......؟‘‘ وہ حیران ہوا۔

’’تایا ابو کا آرڈر ہے کہ بلال کو بھی کھونٹے سے باندھا جائے۔‘‘

’’جواب کیا مل گیا ہے جویریہ کے گھر سے......؟‘‘

’’ابھی کہاں ملا ہے......؟ سوچنے کا وقت مانگا ہے۔‘‘ صدف نے بتایا۔

’’ویسے جویریہ اور بلال کا کپل پرفیکٹ ہے۔ بالکل آرنلڈ کی طرح بلال کی باڈی ہو گئی ہے۔‘‘ اس نے بلال کو سراہا۔

’’جیم جوائن کیا ہوا ہے۔ کچھ مارشل آرٹ بھی سیکھا ہوا ہے۔‘‘ اس نے مزید معلومات میں اضافہ کیا۔

’’پھر تم لوگوں نے اس سے ٹی وی پر ماڈلنگ کیوں نہیں کروائی۔‘‘ اعزاز نے طلحہ کو تھپکنا شروع کیا جو آنکھیں بند کر چکا تھا۔

’’میں مذاق نہیں کر رہی ہوں۔ سچ بتا رہی ہوں۔ بلال نے مارشل آرٹ کیا ہوا ہے۔‘‘ وہ سمجھی کہ اعزاز تمسخر اُڑا رہا تھا۔

’’یار......! میں بھی تو سچ کہہ رہا ہوں۔ مذاق کب کر رہا ہوں......؟‘‘ وہ صدف کے چڑنے پر گویا ہوا۔

’’صدف......! صدف......!‘‘ زینب کی آواز آئی تو دونوں چپ ہو گئے۔

’’آئی امی......!‘‘ وہ تیزی سے بیڈ سے اُٹھی۔

مگر اتنے میں وہ اریبہ کو کمبل میں لپیٹے لئے آئی تھیں۔ اعزاز بھی اٹھ کر بیٹھ گیا۔

’’سو گئی ہے یہ لائٹ بند کروا اعزاز......!‘‘ انہوں نے اعزاز کو حکم دیا۔

’’امی......! لائٹ بند کروانے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ لیٹاتے ہی فوراً اُٹھتی ہے۔‘‘ صدف نے اریبہ کو بھی لے کے ہی ساتھ لیٹا یا۔

’’آج کل کے بچے دیکھو کیسے چالاک ہیں، گود سمجھتے ہیں۔‘‘

’’لیکن آپ کی پوتی زیادہ چالاک ہے۔ روزانہ بیچ رات میں حلق پھاڑتی ہے۔‘‘ اعزاز نے اریبہ پر پیار بھری

نگاہ ڈالی جو روئی کے گالوں جیسی تھی۔

"بچے رات میں اُٹھتے ہی ہیں۔" وہ دونوں بچوں کو پیار کر رہی تھیں۔ ان کی تو دیکھتے آنکھیں نہیں تھکتی تھیں۔

"امی......! امی......! آپ ادھر ہیں۔" فراز بلیو نائٹ ڈریس میں انہیں پکارتا اندر آ گیا تھا مگر پہلے بچوں کو پیار کرنے لگا۔

"ہاتھ مت لگاؤ، اُٹھ جائیں گے۔" زینب نے سے روکا۔

"تو کب لگاؤں......؟ صبح سے شام تک تو میرا وقت کالج اور ہاسٹل میں گزرتا ہے، رات کے وقت بھی نہ لوں......؟" اس نے زبردستی طلحہ کو ہی اٹھالیا جو کچھ کچھ سوتی جاگتی کیفیت میں تھا۔

"کرتی ہوں تمہارا بھی بندوبست۔" انہوں نے فراز کا کان کھینچا۔

"بالکل ٹھیک سوچا امی......! آپ نے۔" صدف نے تالی بجا کر تائید کی۔

"بخشئے مجھے، ابھی ایک سال ڈاکٹری کا باقی ہے۔ اس کے بعد ہاؤس جاب پھر مجھے باہر جانا ہے۔" فراز نے تو فوراً ہی اپنے آپ کو بچایا کیونکہ وہ ان دونوں کا مطلب سمجھ چکا تھا۔

"مسٹر......! ہم بس کسی لڑکی کو تمہارے نام بک کریں گے۔"

"ایسا لگ رہا ہے کہ کوئی فلیٹ ہے جسے بک کرانا ہے۔" اس نے واپس طلحہ کو اریبہ کے ساتھ ہی لیٹا دیا۔

"فراز......! بہت دن ہو گئے ہیں گھر میں کوئی فنکشن نہیں ہوا۔"

"بھابی......! مجھے معاف رکھئے، دس ماہ انتظار کر لیں، بچوں کی سالگرہ کا فنکشن ارینج کیجئے گا۔" وہ دامن بچا کر بھاگنے لگا۔

"ضرور امی......! اس نے اپنے کالج میں یا کولیگ میں لڑکی پسند کر رکھی ہے۔" اعزاز نے بھی لقمہ دیا۔

"بڑے بھائی......! ہر ایک کو اپنی طرح مت سمجھا کریں۔" اس نے اُلٹا اعزاز پر حملہ کیا۔

صدف نے جھینپ کر اسے دیکھا جبکہ اعزاز نے اس کے دھپ لگائی۔

"تم بھی اپنی پسند بتا دینا۔" زینب خوش دلی سے گویا ہوئیں۔

"اس کی پسند امی......! آپ کیا پوچھتی ہیں وہ ہے ناں امبر، دونوں ایک دوسرے کے لئے توپ کے گولے رہیں گے۔"

"معاف رکھئے مجھے، وہ جوؤں والی لڑکی، اس سے کون کرے گا شادی......؟" جھٹ اعزاز کی نفی آئی۔

"تم کرو گے ناں......؟" صدف بھی تنگ کرنے لگی۔

"اس سے کہئے گا اگر جوئیں صاف ہو جائیں تو سوچا جا سکتا ہے۔" وہ اتنا واضح اشارہ دے کر تیزی سے بھاگ لیا۔

ان تینوں کا مشترکہ قہقہہ لگا تھا۔

"پھر امی......! ہمیں بھی جلدی کچھ کرنا ہے۔ کہیں رحمان انکل، امبر کی کہیں اور بات نہ پکی کر دیں۔" صدف نے کہا۔ زینب نے سر اثبات میں ہلایا کیونکہ امبر انہیں بھی پسند تھی، دیکھی بھالی تھی سب سے بڑھ کر ہر کام میں ماہر تھی۔ پھر سارے گن تو تھے۔

● ● ●

"بیٹے......! تم یہ بھی تو سوچو کہ وہ کتنا شریف لڑکا ہے۔"

"بس......! میں نے کہہ دیا ہے ڈیڈی......! مجھے نہیں کرنی شادی، نہ بلال سے اور نہ کسی سے۔" وہ مسلسل چار

ے روئے جا رہی تھی۔ خود کو کمرے میں مقید کر لیا تھا۔ عجیب اُجاڑ حلیہ ہو گیا تھا، آنکھیں سوج چکی تھیں۔

توقیر نثار مضمحل سے بیٹھے اسے سمجھانے کی کوشش کر رہے تھے جو شاید کچھ سمجھنا نہیں چاہتی تھی۔

"تمہیں پتا ہے فرحان تم پر نگاہ لگائے بیٹھا ہے۔ موقع کی تلاش میں ہے کہ کب وہ کچھ کرے۔"

"ڈیڈی......! اگر آپ کو فرحان سے اتنا ہی ڈر محسوس ہو رہا ہے تو ہم پھپھو کے پاس لندن سیٹل ہو جاتے ......؟" اس نے فوراً کہا۔

"اتنا آسان نہیں ہے یہ سب جو تم کہہ رہی ہو۔" وہ متفکر سے گویا ہوئے۔ بائیں ہاتھ سے پیشانی دبا رہے تھے۔

"کیوں آسان نہیں ہے......؟ اچھا ہے ناں، ہم پھپھو کے پاس رہیں گے۔ وہ تو یہاں نہیں آ سکتی ہیں، ہم تو جا ہیں۔" وہ بیقرار ہی ہو گئی، اپنی پھپھو سے ملنے کے لئے۔

"تمہیں پتا ہے سکندر کیسا آدمی ہے......؟ وہ ثروت کا جینا دوبھر کر دے گا۔" وہ تیز لہجے میں بولے۔

"لیکن یہ طے ہے میں بلال سے شادی ہرگز نہیں کروں گی۔" وہ اڑیل ضدی بن گئی۔ دونوں بازو گھٹنے کے گرد اپنے وسیع و عریض اسٹائلش سے بیڈ پر بیٹھی تھی۔

"جویریہ بیٹا......! مت کرو ضد، میں بہت پریشان ہوں۔"

"آپ کیوں پریشان ہوتے ہیں......؟ کیا ہر مسئلے کا حل شادی ہی ہے......؟ اس سے ہٹ کر کچھ اور نہیں کر ے......؟" وہ تنگ گئی۔

"ہاں......! کچھ نہیں کر سکتے، مجھے بلال ہر لحاظ سے پسند ہے۔ اب تو اس نے آفس آ کر ہاتھ بٹانا شروع کر دیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم دونوں کی جلدی شادی ہو جائے تا کہ فرحان پھر کچھ نہ کر سکے، پھر مجھے تمہاری جانب سے تو رنہ ہو گی۔" وہ تھکے تھکے سے کھڑے ہو گئے۔

"آپ سن لیں، مجھے نہیں کرنی ہے شادی۔" وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔

توقیر نثار نے ایک افسردہ سی نگاہ جویریہ پر ڈالی۔ ان کی تو وہ جان تھی اور اسے کوئی گزند پہنچے وہ تو زندہ بھی نہ رہ یں گے۔ اسے وہ محفوظ ہاتھوں میں ایک جائز رشتے میں باندھنا چاہتے تھے۔

"اچھا بیٹا......! تم روؤ تو نہیں۔" انہوں نے اسے اپنے شانے سے لگا لیا، وہ اور سوں سوں کرتی رہی تھی۔

"ڈیڈی......! مجھے اپنے آپ سے جدا مت کریں۔"

"جدا کب کر رہا ہوں......؟ سمجھو اپنی بیٹی کو اس کے اصل گھر بھیجنا چاہتا ہوں۔"

"یہی میرا گھر ہے۔" وہ بچوں کی طرح بولی۔

توقیر نثار کو ہنسی آ گئی مگر دل میں اتنے غمگین تھے کہ وہ ہنس بھی نہ پائے تھے اس کا سر تھپتھپانے لگے۔

"یہ بتاؤ مس آمنہ تمہیں پسند نہیں ہیں......؟"

"ہاں پسند ہیں۔ سب سے اچھی میری ٹیچر تھیں۔" وہ آنسو پونچھتی ہوئی بولی۔

"پھر سمجھو کہ اچھی ٹیچر کے پاس بھیج رہا ہوں۔"

"لیکن مجھے شادی تو بلال سے کرنی پڑے گی۔" وہ منہ بسورنے لگی۔

"آخر بلال میں برائی کیا ہے......؟"

"کچھ برائی نہیں ہے۔" اس نے نگاہ چرائی۔

مگر وہ باپ تھے اور سب سمجھتے تھے۔ پھر ایک دو بار بلال کو اور اسے روبرو باتیں کرتے بھی دیکھ لیا تھا۔ کچھ سلمٰی کی

زبانی بھی سنا تھا۔انہیں بلال کی محبت کا پتا تھا جو وہ جویریہ سے کر رہا تھا، وہ تو اسی دن سے ہی خوش تھے کہ کوئی تو ہے؟ ان کی بیٹی کو سچے جذبوں سے چاہتا ہے۔

"پھر یہ تو کوئی انکار کی وجہ نہ ہوئی۔" وہ تاسف سے دیکھنے لگے۔

جویریہ اپنی ضد پر اڑی ہوئی تھی اور وہ بلال کا پرپوزل گنوانا نہیں چاہتے تھے جبکہ ان کی بھی اولین خواہش تھی۔

"بلال کی امی نے کہا تھا کہ وہ انکار نہیں سننا چاہتی۔تمہیں دیکھو پھولوں کے زیور بھی پہنائے تھے۔" انہیں انکا کرتے کچھ اچھا نہیں لگ رہا تھا، سب کے ہی چہرے خوشی سے تمتما رہے تھے۔وہ خود بھی تو بہت خوش تھے۔

"آپ کو انکار کرنا ہے ورنہ یاد رکھئے گا میں زہر کھا لوں گی۔"

"جویریہ......! یہ کیا بول رہی ہو تم......!" وہ اس کی دھمکی پر ڈر ہی گئے کیونکہ اس سے پہلے بھی تو وہ ایسی حرکت کر چکی تھی جب وہ کتنا بکھر گئے تھے۔

"ڈیڈی......! آپ کو پتا ہے۔میں دھمکی نہیں دیا کرتی ہوں۔"

"اچھا اچھا......! میں انکار کر دوں گا۔خبردار جو تم نے ایسی کوئی بھی حرکت کرنے کی کوشش کی تو اچھا نہیں ہوگا۔"

وہ ایک دم ہی ڈر گئے تھے مگر دل کی حالت تو عجیب ہو گئی تھی دلگرفتہ سے وہ اس کے کمرے سے چلے گئے۔

جویریہ نے ٹشو بکس سے ڈھیر سارے ٹشوز نکال کر آنسو پونچھے پورے کارپٹ پر ٹشوز کا ڈھیر پڑا تھا۔کمرے میں اندھیر کئے بیٹھی تھی۔رات کا کھانا تک نہ کھایا تھا۔تو قیر نثار اسے بلانے آئے تھے، اسے روتے دیکھا تو سمجھانے لگے تھے۔

"سوری بلال احمد......! میں اپنے ڈیڈی کو تنہا نہیں چھوڑ سکتی ہوں۔آپ چاہے چاہتے رہیں لیکن آپ کی حوصلہ افزائی کبھی نہیں کروں گی۔" وہ بال سمیٹتی بیڈ سے اٹھی پنک نائٹی میں وہ اور ہی پنک سی لگ رہی تھی سوچا کہ منہ پر پانی کے چھپکے مارنے گی تو ذرا فریش ہی ہو لے گی۔اسی دوران اس کے کمرے کا فون بج اٹھا۔اکثر شامین رات کے وقت اسے فون کرنے لگی تھی، سیل پر وہ نہیں کرتی تھی۔سی ایل آئی چیک کئے بغیر ریسیور کان سے لگا لیا۔

"یہ کیا کیا آپ نے......؟" بلال کی دھاڑتی ہوئی آواز پر وہ ناگواری کے احساس میں گھر گئی۔

"کہا تھا ناں میں نے انکار نہیں ہونا چاہئے۔"

"شٹ اَپ......! آئندہ یہاں فون کرنے کی جرأت نہیں کریئے گا۔" اس نے غصے سے ریسیور ہی پٹخ دیا اور کنکشن تک نکال دیا تاکہ وہ دوبارہ نہ کر سکے۔فوراً سیل فون بھی آف کر دیا۔

"اونہہ......! دھونس و رعب دیکھو، زبردستی ہے، ہاں کروں گی انکار۔" وہ بڑبڑائی۔

"میں کبھی بھی تمہیں جیتنے نہیں دوں گی۔"

کتنی سفاک بن گئی تھی۔محض بلال کو ڈی گریڈ کرنے کے چکر میں اپنا نقصان کر رہی تھی۔حالانکہ دل میں وہ بھی چاہ رہی تھی لیکن زبان پر لاتے ہوئے ڈر رہی تھی۔

• • •

"کتنے ارمانوں سے ہم سب بلال کا پرپوزل لے کر گئے تھے۔" شہرینہ نے افسردگی سے کہا جسے ابھی کچھ دیر پہلے ہی آمنہ سے فون پر پتا چلا کہ توقیر نثار نے انکار کر دیا ہے کیونکہ ان کی بیٹی کی مرضی نہیں ہے۔

"انکار کر دیا انہوں نے......؟" نائل کمپیوٹر پر بیٹھا کام کر رہا تھا۔اس کی آواز پر چونک کر دیکھنے لگا۔

"توقیر انکل نے نہیں کیا ہے، جویریہ نے انکار کیا ہے۔ان کی تو پوری مرضی تھی۔" وہ بیڈ کی پائنتی پر بیٹھی چہرا دونوں ہاتھوں میں تھام لیا تھا۔

"تم اتنی کیوں اَپ سیٹ ہو رہی ہو......؟ بلال کے لئے لڑکیوں کی کمی ہے کیا......؟" اس نے کمپیوٹر آف کر کے چیئر گھمائی۔

"آپ کو معلوم ہے بلال کتنا پسند کرتا ہے جویریہ کو......؟"

"تمہیں کس نے بتایا......؟" وہ مسکراتا ہوا بلیو جینز کی پینٹ پر بلیو دھاری دار شرٹ کی آستین فولڈ کئے اس کے میں ہی بیٹھا۔

"یاد ہے، آپ کا ایکسیڈنٹ ہوا تھا۔ایک دن جویریہ آپ کو دیکھنے آئی تھی تو اسی دن مجھے پتا چلا تھا کہ بلال یہ میں انٹرسٹڈ ہے۔" اس نے معصومیت سے بتایا۔

"اچھا......! تمہیں اس دن پتا چلا، جبکہ مجھے تو صدف کی شادی پر ہی پتا چل گیا تھا۔موصوف کو ایک بار پکڑ بھی چکا اسے گھیرے ہوئے تھا، کچھ تعریفیں ہو رہی تھیں۔"

"ہاں ہاں......! یاد آیا۔" شہرینہ کو بھی فوراً یاد آیا۔

"جویریہ کے لئے اس نے کپڑے وغیرہ بھی تو خریدے تھے۔ہم دونوں نے شاپنگ سینٹر میں دیکھا تھا۔"

"جی جناب......! یہ محبت اس دن سے ہی پروان چڑھ رہی ہے۔پھر کچھ بلال نے بھی مجھے بتایا تھا۔"

"یعنی لاعلم میں ہی تھی......؟" وہ خفگی سے بولی۔

"تم تو ہر وقت لاعلم رہتی ہو۔سوتے میں بھی تو لاعلم ہی رہتی ہو۔" نائل نے معنی خیزی سے اس کی آنکھوں میں جہاں شوخیوں کا سمندر چھلک رہا تھا۔

"بعض اوقات مجھے تو آپ (وی کڈ مین) لگتے ہیں۔" وہ اس کے پہلو سے کھڑی ہونے لگی۔

نائل نے فوراً اسے ہاتھ پکڑ کر واپس بٹھا لیا۔وہ اس کی ہی گود میں گری، اس نے حصار تنگ کر لیا۔

"تم نے ہی مجھے بنایا ہے۔" اس نے شہرینہ کی کان کی لوؤں کو اپنے ہونٹوں سے چھوا، وہ کرنٹ کھا کر ہٹنے لگی۔

"یار......! کبھی تو رومانس کرنے دیا کرو۔" پھر وہ اپنی شرارت سے باز نہ آیا۔

"مسٹر......! آپ پر ہر وقت ہی رومانس سوار رہتا ہے۔اس لئے پلیز لیو می......!" وہ نائل کو گھورتے ہوئے اس حصار سے نکلی۔

"آپ کا کام ختم ہو گیا......؟"

"ہاں......! ختم ہی ہو گیا ہے۔دوسرا کام سوچ رہا ہوں، وہ کر لوں۔" وہ معنی خیزی سے کہتے ہوئے اس کی بڑھا۔شہرینہ پشت پر ہاتھ باندھے پیچھے کھسکتی جا رہی تھی۔

"پلیز......! آپ سے میں کچھ کہنا چاہ رہی تھی۔آپ شروع ہو گئے۔" وہ روہانسی ہی ہو گئی، نائل نے اسے اپنے میں قید کر لیا تھا۔

"تم کہو میں سن رہا ہوں۔"

"ایسے خاک سنیں گے......؟" وہ کھسیانی ہو گئی۔

"پھر ٹھیک ہے تم خاموش رہو اور میری سنو......!" وہ اس کے کان میں سرگوشی کرنے لگا۔وہ اس کی مکمل قید میں نائل پر سرمستی سی دوڑ رہی تھی۔

"تمہارے بال کافی بڑے ہو گئے ہیں۔"

"کہیں تو کٹنگ کروا لوں......؟" اس نے نائل کی وارفتگی محسوس کی جو بالوں سے بینڈ کھینچ چکا تھا۔

"کبھی نہیں......!"

"اوہوں......!"

"اور یہ تمہارے ہاتھ کتنے نرم نرم ہیں۔"

"آگے بولیے......!" وہ ہونٹوں کا کونا دانتوں میں دبا کر بولی۔

"سوچتا ہوں اتنی حسین بیوی میری ہی ہے یا تمام مردوں کی ہوتی ہیں۔"

"اصل میں بیوی تو سب کی حسین ہی ہوتی ہے۔ البتہ آپ مردوں کی سوچیں ایسی ہوتی ہیں۔" اس نے نا کے ہاتھوں پر اپنے نازک ہاتھ رکھے۔

"نہیں......! تم زیادہ خوبصورت ہو۔"

"کیا ہے......؟ خوبصورت خوبصورت کرتے رہتے ہیں۔ مجھے نہیں پسند یہ سب۔" وہ خفگی سے گویا ہوئی۔

"عجیب بیوی ہو۔ جو خوبصورت کہنے پر برا مان رہی ہو۔" وہ حیرانگی سے شہرینہ کے روٹھے روٹھے چہرے دیکھنے لگا۔

"نائل......! تمہارا فون ہے۔" امی کی آواز آئی۔

"اوہ......! شٹ یار......!" وہ منہ بنانے لگا۔

"آپ کے رومانس کا وقت ختم ہوا۔" وہ اسے چڑاتی ہوئی اس کے حصار سے نکل چکی تھی۔ نائل نے ہتھیلی پر رسید کیا تھا۔

دونوں گیسٹ روم سے نکلے۔ امی نے دونوں پر نگاہ ڈالی۔ شہرینہ بالوں کو دوبارہ بینڈ میں لپیٹ رہی تھی۔

"تم ہو یہ......؟" بلال کی آواز سن کر ہی وہ چڑ گیا۔

شہرینہ ارسل کے جوتے اور موزے اتارنے لگی۔ وہ کاؤچ پر لیٹا سو رہا تھا۔

"نائل بھائی......! میری مدد کریں۔" وہ ملتجی لہجے میں گویا ہوا۔

نائل صوفے پر بیٹھ چکا تھا۔ شہرینہ نے اشارے سے پوچھا کہ کس کا فون ہے؟

"بلال......! تمہارا دماغ تو درست ہے، یہ گیارہ بجے وہ بھی رات کے فون کرنے کی کیا تک بنتی ہے......؟" ویسے ہی بدمزہ ہو گیا تھا۔

"مجھے پتا ہے، یہ مناسب ٹائم نہیں تھا۔ پلیز آپ میری مدد کریں۔ جویریہ نے انکار کر دیا ہے۔" وہ باقاعدہ روہانسا ہو رہا تھا۔

شہرینہ بھی تشویش میں مبتلا نائل کے ہی پہلو میں بیٹھ گئی۔

"یار......! تمہارے لئے لڑکیوں کا کال تو نہیں پڑا، دوسری جگہ دیکھ لیں گے۔" اب نائل نے اسے تنگ کیا۔

"جی نہیں......! مجھے صرف وہی لڑکی چاہئے اور کوئی نہیں۔" وہ زور دے کر بولا۔ کل سے وہ بے کل اور بے چین ہی پھر رہا تھا۔

"اب وہ انکار کر رہی ہے تو زبردستی تو نہیں کر سکتے ناں......؟" وہ شہرینہ کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گیا جبکہ وہ اسے ہٹانے لگی کہ اگر امی آ گئیں تو کتنی شرمندگی ہوگی۔

"کیا ہے یار......! لیٹنے دو......!"

"کیا کہہ رہے ہیں......؟" بلال نے سنا تو وہ بولا۔

"کچھ نہیں......! میں تم سے نہیں کہہ رہا۔" وہ دوبارہ لیٹ چکا تھا۔ مسلسل شہرینہ کے چہرے پر نگاہ ٹکائی ہوئی تھی۔ ہم ہو رہی تھی۔

"یار نائل بھائی......! میں آپ سے کچھ کہہ رہا ہوں، سن رہے ہیں ناں......؟"

"ایک تو یار......! تم نے بہت ہی غلط وقت پر فون کیا ہے، عقل سے پیدل آدمی......! میں شادی شدہ ہوں، کچھ تو کرو۔" وہ تپ کر گویا ہوا۔

"سمجھ رہا ہوں میں آپ کی بات بھی، کچھ دیر کے لئے ذرا میرے لئے وقت نکال لیں۔ بیوی آپ کی کہیں بھاگی جا رہی ہے۔" اس نے بے باکی سے کہہ دیا۔

نائل نے خجل ہو کر سر کھجایا۔ شہرینہ نے اس کے تاثرات دیکھے۔ اسے کچھ سنائی تو دے نہیں رہا تھا۔

"بہت خوب بیٹا......! تم خوب آگے جا رہے ہو۔" وہ جھینپ گیا۔

"آپ مذاق اڑائیں جائیں میرا۔" بلال نے بھنا کر ریسیور ہی رکھ دیا۔

نائل نے مسکرا کر ریسیور کو گھورا، ٹیلی فون سیٹ شہرینہ کو تھمایا جو لیٹتے وقت سینے پر رکھا تھا۔

"کیا کہہ رہا تھا......؟" اس نے پوچھا۔

"جویریہ کے انکار سے پریشان ہے۔ کہہ رہا ہے کہ میں کچھ مدد کروں۔" اس نے اٹھتے ہوئے بتایا۔

"کچھ کرنا ہی پڑے گا۔" وہ پرسوچ انداز میں تھی۔

"ہاں......! یہ فارحہ اور یاسر کا بھی کچھ کرنا ہے۔"

"میری وجہ سے ہی ان دونوں میں دوریاں آ گئی ہیں۔" اسے رہ رہ کر احساس ہوتا تو شرمندگی سے سر نہیں اٹھا پاتی۔

"ان کی بھی دوریاں نزدیکیوں میں کروا دیں گے۔ فی الحال میری دوریاں ختم کرو۔" وہ کھڑا ہو گیا۔

شہرینہ نے اسے تیکھی آنکھوں سے گھورا جس پر ہر وقت اپنی شوخی سوار رہتی تھی۔ وہ اسے چھیڑتا رہتا اور وہ کھسیاتی ہی تھی۔



"اوئی امی......!" امبر کی دلدوز چیخ نے سب کو چونکا دیا تھا جو کوریڈور کے فرش پر اپنا پاؤں پکڑے بیٹھی تھی۔

"ہائے ہائے لڑکی......! کیا کر لیا......؟" زینب اپنے کمرے سے دھماکے کی آواز پر نکل کر آئی تھیں۔

"آنٹی......! میرا پاؤں مڑا ہے کارپٹ میں سینڈل الجھ کر۔" وہ اٹھنے کی ناکام کوشش کرنے لگی تھی لیکن لگتا تھا دست موچ آئی تھی۔ وہ بھی اٹھانے جھکیں مگر امبر سے خود کھڑا نہیں ہوا جا رہا تھا اس لئے وہ تھک گئی تھیں۔

"فراز......! فراز......! جلدی آؤ......!" انہوں نے تیز آواز میں فراز کو پکارا جو ڈرائنگ روم میں اپنے دوست م کے ساتھ کسی کیس کو ڈسکس کر رہا تھا۔

"کیا ہوا امی......!" وہ گرے کاٹن کے کرتے شلوار میں گھبرایا ہوا آیا۔

"ارے......! امبر کو اٹھاؤ، لگتا ہے اس کے پیر میں موچ آئی ہے۔" فراز نے فرش پر بیٹھی پنک کپڑوں میں ملبوس ر کو تکلیف میں مبتلا دیکھا۔

"اچھل اچھل کر آ رہی ہو گی......؟" وہ الٹا امبر پر برہم ہونے لگا۔

"جی نہیں......! کارپٹ سے میری سینڈل الجھی ہے۔" وہ بھی غصے میں آ گئی۔

"فراز......! کیا بحث کر رہے ہو......؟ لڑکی کے چوٹ لگی ہے تم اسے اندر لے چلو میرے کمرے میں۔ میں

آیوڈیکس لے کر آتی ہوں۔" وہ گھبرائی ہوئی چلی گئی تھیں۔ امبر زمین پر پاؤں پکڑے بیٹھی تھی۔ فراز دلچسپ نظر سے پشت پر ہاتھ ٹکائے اسے دیکھ رہا تھا۔ جس کا دیکھنے کا انداز ہی بدل گیا تھا۔ امبر کے چہرے پر شولڈر کٹ بالوں کی لٹیں دائیں بائیں رُخسار چوم رہی تھیں۔

"کیا گھور گھور کر دیکھ رہے ہیں......؟" وہ پزل ہی ہوگئی۔

"یہی کہ تم بیچاری زمین پر بوجھ بنی پڑی ہو، اُٹھو ورنہ......" فوراً اکڑ کر حکمیہ کہا۔

امبر برہم ہوتی ہوئی کھڑی ہونے لگی مگر ایسی درد کی لہر دائیں پاؤں میں اٹھی کہ اس سے پہلے وہ لہرا کر گرتی کہ فراز نے اسے تھام لیا۔ وہ اس کے شانے سے آ لگی۔ فراز کی قربت سے اسے گھبراہٹ ہوئی۔ وہ ایک دم پیچھے ہی ہٹی کہ فراز نے لمحوں میں اسے اپنی مضبوط بانہوں میں اٹھا لیا۔ وہ اس اچانک افتاد پر حواس باختہ سی ہوگئی۔ سر اس کا فراز کے کشادہ سینے سے ٹک گیا۔ آنکھیں زور سے بند کرلیں۔ وہ اسے لئے اندر کی سمت بڑھ گیا اور دھڑ سے امی کے بیڈ پر ڈالا۔

"اوئی......!" وہ پھر چیخی کیونکہ بالوں کی لٹیں فراز کے کرتے کے بٹن میں اُلجھ چکی تھیں۔

"لڑکی ہو کہ طوفان......؟ ہر کہیں اٹک جاتی ہو۔" وہ بھی جھنجلا گیا۔

وہ اس پر جھکا ہوا تھا۔ دونوں بال نکالنے میں لگے ہوئے تھے۔ صدف خاصی حیرانگی سے دونوں کو مسکراتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔

"کیا ہے......؟ آہستہ کریں، درد ہو رہا ہے۔" وہ پھر چیخی۔

"اس وقت تو دل چاہ رہا ہے کہ تمہارا گلا دبا دوں۔ جو تم گلے پڑ چکی ہو۔" فراز نے اب کرتے کے بٹن کھول دیئے، امبر نے چیخ ہی ماردی۔

"آہستہ بے وقوف لڑکی......! ایک تو سچویشن دیکھو ہم دونوں کی کتنی خراب ہے۔ کوئی آ گیا تو مرواؤ گی۔" امبر کے بال نکال کر وہ سیدھا ہوا جیسے ہی نگاہ صدف پر پڑی تو وہ شرمندہ ہوگیا۔ امبر نارمل سی بیڈ پر بیٹھی تھی۔

"کیا ہو رہا تھا......؟" وہ معنی خیزی سے ہونٹوں پر مسکراہٹ سجائے گویا ہوئی۔

"ایسا کچھ نہیں ہو رہا تھا، بے فکر رہیں۔" وہ سیدھا ہوگیا۔

"اور پھر بے وقوف سی لڑکی سے کچھ اُمید بھی نہیں ہے۔"

"کیا ہے......؟ بے وقوف، بے وقوف کہے جا رہے ہیں۔" امبر تنک ہی گئی۔

فراز نے اس کی جانب رُخ کیا جو آستینیں چڑھا کر لڑنے کے انداز میں تیار تھی۔

"ہو تم بے وقوف، پتا نہیں آگے کیا ہوگا......؟" وہ بڑبڑایا۔

"آپ کو کیوں میری فکر ہو رہی ہے......؟ جو ہوگا میرے ساتھ ہوگا ناں۔" وہ ترکی بہ ترکی بولی۔

"دیکھ لیں بھابی......! سوچ لیں یہ ٹھیک ہے یا نہیں۔" اس نے صدف سے کہا جو امبر کے قریب بیڈ پر بیٹھ چکی تھی۔

"تم فکر نہ کرو، تم تو سمجھدار ہو، ایک کا سمجھدار ہونا کافی ہے۔" وہ امبر کے سوجے ہوئے پاؤں پر نگاہ ڈال کر پھر بولی۔ "مگر اس طرح گزارہ نہیں ہوتا ہے۔" وہ چڑ کر گویا ہوا۔

"کیا ہو گیا ہے آپ دونوں کو......؟" امبر باری باری دونوں کی گفتگو وہ بھی معنی خیز سی سننے کے بعد ناسمجھی کی کیفیت میں دیکھنے لگی۔

"کچھ نہیں ہوا ہے۔ ادھر کرو پاؤں۔" فراز نے اپنے کرتے کی آستین فولڈ کرکے اس کا پاؤں پکڑا۔

"بڑی مشکل سے آیوڈیکس ملا ہے۔" امی ہانپتی کانپتی چلی آئی تھیں۔

"سیدھا کرو پاؤں۔" فراز نے پھر حکم دیا۔

امبر اس کے ہاتھوں پر نگاہ جمائے ہوئے تھی جو آہستہ آہستہ دبا کر اس کے پاؤں کو جانچ رہا تھا کہ کہیں موچ تو آئی۔ اسی وقت اس نے جھٹکا دیا۔

"اوئی......!" وہ فراز کے بازو پر مکا مارنے لگی۔

"فراز......! آہستہ......!" امی نے امبر کی آنکھوں میں آنسو دیکھے تو ترس آنے لگا فوراً اس کے ہاتھ تھام کر بیٹھ گئیں۔

"ہلکی سی موچ ہے۔" اس نے امی کے ہاتھ سے آیوڈیکس لیا۔ مساج کرنے کے بعد امبر کا ہی دوپٹہ کھینچ کر اس پر لپیٹ دیا۔

"پین کلر لا دیتا ہوں۔ وہ کھا لینا اور ہاں......! رات کو گرم پانی میں ڈپ کر کے رکھنا پاؤں اور یہ اتنی اُونچی سینڈل مت پہننا۔ میرا دماغ خراب نہیں ہے کہ آئے دن تمہاری موچ ہی نکالتا رہوں گا اور بھی کام ہوں گے مجھے۔" سخت لہجے میں ہدایتیں دیتا واش روم میں ہاتھ دھونے گھس گیا۔

امی اور صدف ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرائے جا رہی تھیں۔ امبر کے آنسو نکلے جا رہے تھے۔

"آپ سے کوئی کہہ بھی نہیں رہا کہ آپ نکالئے گا موچ۔" وہ تڑخ کر گویا ہوئی۔

فراز ٹاول سے ہاتھ پونچھتا اس کی معصوم سی صورت کو دیکھنے لگا جو اس کے دل میں اُترتی جا رہی تھی۔

"امی......! سمجھایئے اسے کہاں قسمت پھوڑ رہی ہیں میری۔" وہ آہستگی سے امی کے کان میں بڑبڑایا۔

"فراز بھائی......! عاصم بھائی بلا رہے ہیں۔" عفرا نے اسے اطلاع دی۔

"اوہ......! میں تو بھول ہی گیا۔" اس نے ٹاول امبر کے منہ پر اُچھالا، وہ بھنا ہی گئی۔

"پلیز امی......! کچھ ناشتہ کے ساتھ بھجوادیں۔" وہ عجلت میں کہتا تیزی سے بھاگ لیا۔

امبر نے ٹاول سائیڈ پر ڈالا تھا۔

"یہ فراز بھائی کو کیا ہوگیا ہے......؟ اُلٹی سیدھی گفتگو کر کے گئے ہیں۔" امبر نے زینب کے جانے کے بعد بے توقف سے صدف کو مخاطب کیا۔

"اُلٹی سیدھی تو نہیں البتہ تم نہیں سمجھی ہو۔" وہ دلچسپ نظروں سے اس کی معصومیت دیکھے گئی۔

"پھر آپ ہی بتا دیں۔"

"اگر تمہیں بتا دیا ناں یہ جو تم یہاں بیٹھی ہو بلکہ لیٹی ہو، لنگڑاتی ہوئی بھاگو گی۔" اس نے بات ہی مذاق میں اُڑا دی اور پھر ابھی جب تک باقاعدہ پرپوزل نہیں چلا جاتا وہ چاہ بھی نہیں رہی تھی کہ امبر کو بتایا جائے۔

• • •

"سلمٰی......! ڈیڈی کدھر ہیں......؟" جویریہ نے پورے گھر کا تفصیلی جائزہ لینے کے بعد اسے مخاطب کیا جو رات کھانے کی تیاری کر رہی تھی۔

"بی بی......! صاحب ابھی کسی آدمی سے بات کر رہے تھے ڈرائنگ روم میں۔" وہ پلیٹیں اٹھا کر ڈائننگ ہال میں جا رہی تھی۔

"ڈرائنگ روم میں بھی نہیں ہیں۔" متفکر سی وہ پنک کاٹن کے کپڑوں میں گرم شال اوڑھے گلابی گڑیا ہی لگ رہی تھی۔ کچن سے نکلتی وہ کوریڈور میں جانے لگی تو دیکھا تو قیر نثار باہر سے آتے ہوئے نظر آئے۔

''ڈیڈی......! کہاں چلے گئے تھے......؟'' فوراً وہ لپک کران کے بازو سے لگ گئی۔ جب سے ڈیڈی کو بلال ؛ پرپوزل سے انکار کیا تھا کھوئی کھوئی سی ہوگئی تھی۔ ڈیڈی الگ چپ چپ سے ہو گئے تھے۔

''منیر آیا تھا، اسے چھوڑنے گیا تھا باہر تک۔'' انہوں نے جویریہ کے شانے پر اپنی پرشفقت محبت کا حصار کیا فوراً ڈائننگ ہال تک آ گئے۔

سلمٰی نے ٹیبل پر کھانا لگادیا تھا اور خود ان کی منتظر کھڑی تھی۔

''ڈیڈی......! آپ مجھ سے ابھی تک ناراض ہیں ناں......؟'' اس نے توقیر نثار کے متفکر سے چہرے کو دیکھا گہری سوچ میں ڈوبے چیئر کھسکا کر بیٹھ چکے تھے۔

''آپ نے صاحب کو ناراض خود کیا ہے، بلال صاحب کے رشتے سے انکار کر کے۔'' سلمٰی نے اپنی مداخلت ضروری سمجھی۔

''تم سے کس نے کہا کہ ہماری گفتگو میں دخل اندازی کرو......؟'' جویریہ تو تنک ہی گئی۔ حالانکہ سلمٰی کو کبھی ا نے اور توقیر نثار نے جھڑکا تک نہ تھا۔ کبھی وہ خود ان کے معاملات میں انٹرفیئر کر لیتی۔

''میں تو بولوں گی۔ ایسے گھبرو جوان بلال صاحب ہیں، ان کے رشتے کو فٹ سے منع کروا دیا۔ بیچارے ا اچھے تو ہیں۔''

''سلمٰی......! تم یہاں سے جانے کا کیا لوگی......؟'' وہ مٹھیاں بھینچ کر اپنا غصہ کنٹرول کرنے کی کوشش کرنے لگی۔ سلمٰی نے خفگی سے منہ پھلا لیا اور فوراً ہی نیچے زمین پر بیٹھ گئی۔ یہ اس کا ناراضگی کا خاص انداز ہوتا تھا۔

''میں نہیں جانے والی یہاں سے۔''

توقیر نثار نے باری باری دونوں کو دیکھا۔ جویریہ کا غصے کے مارے برا حال تھا۔ سلمٰی الگ تپی ہوئی تھی۔

''صاحب نے آپ کو زیادہ ہی لاڈ سے رکھا ہوا ہے۔ بیٹی کو اتنا سر چڑھایا جائے تو وہ آپ جیسی بدتمیز ہو جاتی ہے۔''

''شٹ اپ......! تمہاری ہمت کیسے ہوئی مجھ سے ایسی بات کرنے کی......؟'' وہ غصے سے چیئر کو زور سے دھکیل کر اٹھی۔

توقیر نثار نے گھبرا کر جویریہ کا ہاتھ پکڑا جو جانے والی تھی۔

''جویریہ بیٹا......! تم سلمٰی کی بات کا کب سے برا ماننے لگیں......؟''

''ڈیڈی......! آپ نے اسے بھی سر چڑھایا ہوا ہے۔'' وہ دانت پیسنے لگی۔ سلمٰی بھی جھٹکے سے کھڑی ہوئی کیونکہ اسے بھی غصہ آنے لگا تھا مگر محض وہ توقیر نثار کی وجہ سے ضبط کر گئی تھی۔

''بی بی......! ہر ایک کو آپ غلط مت سمجھا کریں۔ آپ خود کو خوش نصیب سمجھئے جو اتنا خوبصورت لڑکا آپ سے محبت کرتا ہے۔ ناشکروں والی باتیں مت کریں کیونکہ آپ اپنے ڈیڈی کا بھی بوجھ بڑھا رہی ہیں۔'' وہ ایک ایک لفظ پر زور دیتی ہوئی بول رہی تھی۔

''سلمٰی......!'' توقیر نثار تیز لہجے میں بولے۔

جویریہ کا چہرہ تو رونے والا ہی ہو گیا تھا۔ مسلسل لب کاٹ رہی تھی۔

''صاحب......! آپ چاہے مجھے نوکری سے نکال دیں۔ میں کبھی شکوہ نہیں کروں گی مگر جاتے جاتے ایک بات کہنا چاہوں گی۔'' اس کی آنکھیں بھی آنسوؤں سے جھلملانے لگیں۔

◆ ◆ ◆

جویریہ کو آج تیسرا دن تھا، کمرہ بند ہوئے تو توقیر نثار نے پریشان ہو کر شامین کو بلا لیا تھا تاکہ وہی آ کر اسے ہائے۔ سلمٰی کی باتوں نے الگ توقیر نثار کو متفکر کر دیا تھا۔ اتنی سچی اور کھری باتیں ان کے دل پر لگی تھیں۔

''جویریہ......! تم بہت بے وقوف ہو۔'' شامین نے اسے گھورا۔

''مجھے نہیں کرنی شادی کسی سے بھی۔'' چڑ کر گویا ہوئی۔

''دل چاہ رہا ہے ایک رکھ کر جھانپڑ لگاؤں تمہارے بے وقوف لڑکی......! اتنے محبت کرنے والے بندے کو ٹھکرا ہو......؟''

''تم سب آخر اسی شخص کی ہی طرفداری کیوں کرتے ہو......؟''

''اس لئے کہ میں نے بلال بھائی کو تمہارے لئے پاگلوں کی طرح خوار ہوتے دیکھا اور سن لیا ہے۔'' شامین نے لہجے میں کہا۔

جویریہ اور وہ بیڈ پر بیٹھی تھیں۔ کھانے کی ٹرے درمیان میں رکھی تھی۔ جویریہ نے دو دن سے کچھ کھایا بھی نہیں تھا۔

''اس شخص کو آخر میں ہی کیوں نظر آئی ہوں......؟ کوئی اور لڑکی نہیں مل رہی ہے جو میرے لئے پاگل ہو رہا ......؟''

''اس لئے کہ محبت ایک بار ہوتی ہے۔ ایک ہی شخص سے ہوتی ہے اور ٹوٹ کر ہوتی ہے۔ بلال بھائی تمہیں انوں کی طرح چاہتے ہیں۔ اعظم نے مجھے ان کے بارے میں سب کچھ بتا دیا ہے۔'' شامین مسلسل اسے سمجھائے ہی تھی مگر جویریہ کی ناں ہاں میں بدل ہی نہیں رہی تھی۔

''اگر تمہیں بلال کی طرفداری ہی کرنی ہے تو تم جا سکتی ہو۔'' وہ اکتا ہی گئی اور فوراً چہرہ گھٹنوں میں چھپا لیا۔

''جویریہ......! تمہارا ناں میں سر توڑ دوں گی، پاگل تو نہیں ہو گئی ہو......؟ اٹھو تم تھوڑی باہر کی ہوا کھاؤ گی تو بت ذرا درست ہو گی۔'' اس نے جویریہ کو زبردستی ہاتھ پکڑ کر کھڑا کیا۔

''مجھے کہیں نہیں جانا۔'' وہ چیخی۔

''تم میرے ساتھ چل رہی ہو، باہر نکلو کمرے سے۔'' وہ گھسیٹتی ہوئی اسے نیچے لے کر آ رہی تھی۔

توقیر نثار مضطرب اور فکرمند سے نیچے ہی ہال کمرے میں بیٹھے تھے، دو دن سے آفس بھی نہیں جا رہے تھے۔

''انکل......! میں اسے باہر لے کر جا رہی ہوں۔'' شامین نے اجازت لی۔

''نہیں بیٹا......! تم اسے باہر لے کر مت جاؤ۔'' وہ ویسے ہی فرحان کی دھمکیوں سے ڈرے ہوئے تھے جس کا صبح فون آیا تھا۔

''انکل......! اس طرح آپ ڈرنے لگے تو جویریہ بھی ڈرے گی۔''

''بیٹا......! آپ کو نہیں پتا فرحان بہت برا شخص ہے۔'' وہ بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگے۔ جویریہ نے ایک رت وافسردگی سے پر نگاہ ان پر ڈالی کتنے وہ اس کے لئے پریشان ہیں اور وہ ان کی پریشانیاں ہی بڑھا رہی ہے۔''

''شامین......! پلیز میرا موڈ نہیں ہے۔'' جویریہ نے بھی منع کر دیا کیونکہ وہ مزید کوئی پریشانی نہیں چاہتی تھی۔

شامین لب بھینچ کر رہ گئی۔ دونوں ہال کمرے کے وسط میں کھڑی تھیں اسی وقت دھماکے کی آواز پر تینوں ہی چونکے۔

توقیر نثار نے حواس باختگی سے گلاس وال سے باہر لان میں دیکھا۔ دو تین آدمی خوشحال بابا کو گھیرے کھڑے تھے۔

"ڈیڈی......! یہ کون لوگ ہیں......؟" جویریہ بھی ڈر کے مارے ان کے بازو سے چمٹ گئی۔ شامین کا سانس تو اوپر کا اوپر رہ گیا۔

لمحوں میں وہ تینوں اندر آ گئے، جن میں فرحان بھی موجود تھا۔

"تم آ گئے اپنی گھٹیا حرکتوں پر......؟" توقیر نثار نے نفرت و حقارت سے اسے گھورا۔

فرحان نے فوراً جویریہ کا بازو پکڑا۔ وہ تو مرنے کے قریب ہی ہو گئی تھی۔

"چھوڑ دو میری بیٹی کو۔" وہ تو دیوانوں کی طرح اس پر پل پڑے۔ شامین الگ لہرا کر گر چکی تھی۔

"ڈیڈی......! ڈیڈی......! بچائیں مجھے۔" وہ چیخنے لگی۔

"اب تمہارے ڈیڈی تمہیں نہیں بچا سکتے کیونکہ گھی ٹیڑھی انگلی سے نکالنا پڑ رہا ہے صرف تمہارے ڈیڈی کی وجہ سے۔" وہ جویریہ کو گھسیٹتے ہوئے لے جا رہا تھا۔ دونوں آدمیوں نے ریوالور توقیر نثار پر تانی ہوئی تھی۔

"ڈیڈی......! ڈیڈی......!" وہ چیخ رہی تھی۔

توقیر نثار نے بھاگ کر فرحان کے منہ پر زوردار طمانچہ مارا مگر یہ کیا؟ وہ بھنا کر رہ گیا اور ان پر فائر کر دیا۔

"نہیں ڈیڈی......! ڈیڈی......!" جویریہ مچلی جا رہی تھی۔

توقیر نثار کے سینے اور بازو پر گولی لگی تھی۔ وہ تڑپنے لگے۔ جویریہ اس کی بانہوں میں بکھری جا رہی تھی۔ گھسیٹتا ہوا وہ اسے باہر تک لا چکا تھا مگر شاید قدرت کو کچھ اور منظور تھا۔ چوکیدار نے ریوالور کے برسٹ کھول دیئے۔ فرحان کے بازو پر گولی لگی جب کہ دو آدمی اپنا بچاؤ کرتے پہلے ہی بھاگ لیے تھے۔ فرحان سے تکلیف برداشت نہ ہوئی تو وہ بھی تیورا کر گر پڑا۔

جویریہ آندھی طوفان کی طرح اندر بھاگی جہاں توقیر نثار خون میں لت پت پڑے تھے۔ خوشحال بابا کو ہوش آیا تو وہ بھی آ گئے۔ شامین کو ہوش میں خوشحال بابا ہی لائے تھے۔

"ڈیڈی......! ڈیڈی......! آنکھیں کھولیں۔" جویریہ چیخ رہی تھی۔ آج وہ ہو گیا تھا جس کا انہیں ڈر کافی دنوں سے ستا رہا تھا۔

خوشحال بابا نے پتا نہیں کس کس کو فون کیا۔ پولیس بھی آ گئی اور توقیر نثار کو اسپتال لے جایا جا رہا تھا۔ جویریہ کی حالت پاگلوں کی جیسی ہو گئی تھی۔

• • •

"آمنہ چچی......! توقیر انکل کو گولی لگ گئی ہے۔" بلال کے موبائل پر اعظم کی کال آئی تو وہ سیدھا انہیں بتانے چلا آیا۔ وہ کچن میں تھیں رات کے کھانے کا انتظام کر رہی تھیں۔

"کک......کیا......؟" چھری ان کے ہاتھ سے گری۔

"میں اسپتال جا رہا ہوں، آپ بھی چلئے جویریہ کو دیکھ لیجئے گا۔"

"ہاں ہاں......! چلو......!" وہ سیدھی اپنے کمرے میں گئیں۔

کچھ ہی دیر میں وہ انہیں لے کر اسپتال پہنچ چکا تھا۔ گھر والے سارے توقیر نثار کے لئے دعائیں کرنے لگے

"مس......! ڈیڈی کو فرحان نے مار دیا۔" جویریہ ان کے سینے سے لگی رو رہی تھی۔

"حوصلہ رکھو جویریہ......!" انہوں نے جویریہ کا چہرہ صاف کیا۔

شامین بھی وہیں تھی۔ اعظم کو اس نے بلوایا تھا۔ بلال اور وہ فکرمند سے کوریڈور میں کھڑے تھے۔

ڈاکٹرز نے بڑی مشکل سے انہیں ایڈمٹ کیا تھا۔ پولیس کیس جو تھا۔ پولیس بھی وہیں موجود تھی۔ فرحان کو پکڑ لیا گیا تھا۔ وہ بھی اسپتال میں پولیس کی حراست میں تھا۔

"مس......! پتا کریں ڈیڈی کیسے ہیں......؟" وہ روئے جا رہی تھی۔

"تم اطمینان رکھو، ٹھیک ہوں گے۔" وہ اسے اپنے شانے سے لگائے بیٹھی تھیں۔ آپریشن تھیٹر سے ڈاکٹرز جیسے ہی باہر آئے بلال اور اعظم دوڑ کر گئے۔ اس وقت بلال کی حالت الگ دگرگوں تھی۔

"ڈاکٹر......! کیسے ہیں وہ خطرے سے تو باہر ہیں......؟" بلال نے پوچھا۔

"گولیاں نکال دی ہیں لیکن خون بہت بہہ گیا ہے۔ اس لئے ہم ابھی ان کی جانب سے مطمئن نہیں ہیں۔"

"اگر خون کی ضرورت ہے تو میں حاضر ہوں۔" وہ جوش میں آ گیا۔

"خون وغیرہ کا ارینج منٹ ہمارے اسپتال میں موجود ہے۔ انہیں خون چڑھ رہا ہے لیکن ہم آپ کو بتا رہے ہیں وہ ٹھیک نہیں ہیں۔" وہ یہ کہہ کر سیدھے چلتے چلے گئے تھے۔

"کیا کہہ رہے تھے......؟" جویریہ نے پوچھا۔

"ٹھیک ہیں وہ۔" اعظم نے ہی اطمینان دلایا۔

"آپ جھوٹ بولتے ہیں، وہ ٹھیک نہیں ہیں۔ ڈیڈی......! ڈیڈی......!" عجیب پاگلوں کی طرح وہ پکارنے لگی۔

"چچی جان......! آپ انہیں گھر لے کر چلیں ورنہ یہ بھی بیمار ہو سکتی ہیں۔"

"نہیں جانا مجھے گھر، میں ڈیڈی کے پاس رہوں گی۔" اس نے بلال کو جھڑک دیا۔

"آپ کو گھر جانا ہے، سنا......؟" وہ ڈانٹ کر بولا۔

اعظم نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا۔ اشارے سے اسے نرم لہجے میں بولنے کو کہا۔ بلال ایک دم ہی درشت لہجے میں بولنے لگا تھا۔

"شامین......! تم بھی گھر چلو ہم یہاں موجود ہیں۔"

"ہاں یار......! تم شامین بھابی کو گھر چھوڑ آؤ، ہم سب یہاں موجود ہیں۔" بلال نے اعظم کو جانے کا کہا۔

شامین کی بھی عجیب حالت ہو گئی تھی مگر جویریہ کی وجہ سے وہ جانا نہیں چاہ رہی تھی اعظم ہی زبردستی اسے اس کے گھر چھوڑنے چلا گیا۔

آمنہ کی آغوش میں وہ سسک رہی تھی۔ بلال الگ بلیو جینز اس پر ملگجی سی گرین شرٹ میں فکرمند سا کھڑا تھا۔ بار بار نگاہ جویریہ پر بھی تھی جس نے کتنے دنوں سے اس کا دل کا سکون لوٹا ہوا تھا۔ اسے ریجیکٹ کر کے تو اسے اور مضمحل کر رکھا تھا اور وہ اس سے دستبردار ہونے کو تیار نہ تھا۔ رات کے بارہ بجے گھر سے سرمد اور ابرار احمد بھی آ گئے تھے۔ نائل کو خبر ملی تو وہ شہرینہ کو لے کر پہنچ گیا تھا۔

"ڈاکٹرز کیا کہتے ہیں......؟" شہرینہ نے بلال سے پوچھا جو ستون سے ٹیک لگائے پینٹ کی جیبوں میں دونوں

ہاتھ کے انگوٹھے ٹکائے پریشان کھڑا تھا۔

"کہتے ہیں کہ صبح تک ہوش آنا لازمی ہے ورنہ وہ پھر شاید کبھی۔" آگے بولتے بولتے اس کی آواز بھرا گئی۔

"شہرینہ نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا اور پھر جویریہ کے پاس چیئر پر آ کر بیٹھ گئی جویریہ کی روتے روتے آ لگ گئی تھی۔ آمنہ کی گود میں اس کا سر رکھا ہوا تھا۔

"امی......! اس کا کیا ہو گا......؟ اگر خدانخواستہ انکل......"

"بس......! دُعا کرو توقیر صاحب کی زندگی بچ جائے ورنہ یہ تو جیتے جی مر جائے گی۔" انہوں نے جویریہ بالوں میں ہاتھ پھیرا۔

"بلال......! تم یہاں رُکے ہوئے ہو کافی دیر سے گھر چلے جاؤ میں ہوں۔"

"نہیں نائل بھائی......! مجھ پر بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ انکل کی جب تک وہ ہوش میں نہیں آ جاتے، میں بالکل نہیں جاؤں گا۔" اس نے افسردگی سے کہا۔

نائل نے پھر زیادہ ضد نہ کی لیکن تین بجے تک وہ سب خود موجود رہے تھے۔ جویریہ کو زبردستی آمنہ گھر لے گئی تھیں۔ ورنہ وہ ضرور دماغی طور پر ڈسٹرب ہو سکتی تھی۔

بلال نے پوری رات جاگ کر گزاری۔ سرمد اس کے ساتھ ہی رُک گئے تھے۔ توقیر نثار کو ابھی تک ہوش نہیں آیا تھا۔ بلال بار بار آئی سی یو میں جا کر دیکھ کر آتا رہا تھا۔ جویریہ کی فکر الگ تھی۔ صبح آٹھ بجے انہیں ہوش آیا تو بلال ہی سب سے پہلے ملنے گیا مگر وہ بول نہیں سکے تھے۔ بے بسی سے بلال پر نگاہ ڈال کر رہ گئے تھے۔ ڈاکٹرز نے بھی ابھی بات کرنے سے منع کر دیا تھا۔ جب تک وہ مکمل ہوش میں نہیں آ جاتے۔ ان کے پاس جانے کو منع کر دیا تھا۔ جویریہ کو ابھی لاعلم رکھا گیا تھا۔ گھر سے پھر سب دیکھنے آنے لگے تھے۔ اعظم نے بھی چکر لگا لیا تھا۔ شاہین البتہ نہیں آئی تھی۔

• • •

دو دن ہو گئے تھے توقیر نثار کو مکمل ہوش نہیں آیا تھا۔ ہر کوئی جویریہ کا دل بہلانے کی کوشش میں لگا ہوا تھا۔

"جویریہ بیٹا......! کچھ تو کھا لو بچی......!" فاخرہ بیگم اس کے بالوں کو اپنے ہاتھوں سے سنوارتے ہوئے کھلانے کی کوشش کر رہی تھیں۔

"آنٹی......! مجھ سے کچھ نہیں کھایا جا رہا ہے۔" رونے سے اس کی آواز تک بیٹھ گئی تھی۔ اس کا قیام بھی فارحہ کے کمرے میں تھا مگر رات گئے تک آمنہ اس کے پاس بیٹھی رہتی تھیں۔

"تم اگر اس طرح روتی رہو گی تو یہ تو اچھی بات نہ ہوئی۔ تم اپنے ڈیڈی کے لئے دُعا کرو۔ نماز پڑھو بیٹا......! اس سے دل کا بوجھ بھی کم ہو گا۔" وہ شفیق سے لہجے میں اسے سمجھا رہی تھیں۔

"میں نماز پڑھوں گی اور دُعا مانگوں گی تو اللہ میاں میرے ڈیڈی کو ٹھیک کر دیں گے ناں......؟" بچوں کی طرح وہ ان کے ہاتھ تھام کر بولی۔

"ہاں......! ضرور ٹھیک کر دیں گے۔ پہلے تم کھانا کھاؤ پھر نہا کر دوسرے کپڑے پہنو اس کے بعد عصر کی نماز پڑھنا۔"

"آنٹی......! میں ڈیڈی کو دیکھنے بھی جاؤں گی۔" فوراً وہ لقمہ بنا کر کھانے لگی تھی۔

فاخرہ بیگم کو یہ معصوم سی لڑکی اوّل روز سے ہی پسند آئی تھی۔ پھر بلال کے حوالے سے تو اور عزیز ہو گئی تھی مگر جب سے رشتے سے اس نے انکار کیا تھا وہ کچھ بجھ سی گئی تھیں لیکن جویریہ سے محبت برتنے میں کمی پھر بھی نہ کی تھی۔

"بلال کہہ رہا تھا جب مکمل ہوش میں آ جائیں گے وہ خود لے کر جائے گا۔"

"نہیں آنٹی......! میں ضرور جاؤں گی۔ ان سے کہہ دیں میں ڈیڈی کو دیکھنا چاہتی ہوں۔" وہ بلال کے نام پر چڑ یا ہوئی۔

"اچھا اچھا......! میں کہہ دوں گی تم کھانا کھاؤ۔ فارحہ سے کہتی ہوں۔ وہ اپنا کوئی نیا سوٹ تمہیں دے دے گی، تم پہن لینا۔" وہ اس کے سر پر ہاتھ پھیرتی ہوئی بولیں۔

جب تک اس نے کھانا ختم کیا فارحہ نے آ کر اپنا پنک کاٹن کا سوٹ دے دیا۔ وہ فوراً ہی نہا کر آ گئی تھی کیونکہ ی کے لئے ڈھیر ساری دُعا کرنا چاہتی تھی۔ نماز پڑھنے کے لئے فاخرہ بیگم کے پاس ہی آ گئی۔ کبھی کبھار ہی اس نماز بھی پڑھی ہو گی مگر وہ ان سے پوچھ کر پڑھنا چاہتی تھی۔ عصر کی اذان ہوتے ہی وہ ہال کمرے میں ہی نماز نے کھڑی ہو گئی تھی۔ نماز سے وہ فارغ ہوئی پھر بڑے خشوع و خضوع سے وہ دُعا مانگ رہی تھی۔

"اللہ میاں......! میرے ڈیڈی کو ٹھیک کر دیں، میں ڈیڈی کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ پلیز اللہ میاں......!" رُخسار پر وؤں کی جھڑی بندھی ہوئی تھی۔

بلال اسپتال سے ہی گھر آ رہا تھا۔ اس کے کانوں میں جویریہ کی آواز آئی تو رُک کر ہال کمرے میں جھانکنے لگا۔ وہ سفید دوپٹے کے ہالے میں دونوں ہاتھ پھیلائے دُعا مانگ رہی تھی۔ وہ مبہوت زدہ سا رہ گیا، اس کے چہرے حت اور پاکیزگی اتنی تھی کہ وہ اسے دیکھے بنا نہ رہ سکا تھا۔

"اللہ میاں......! میرے ڈیڈی کو ٹھیک کر دیں۔ انہیں ہوش آ جائے، میں ڈیڈی کو کبھی ناراض نہیں کروں گی۔" ٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔ بلال کی اتنی ہمت نہ تھی کہ جا کر اسے تسلی بھی دے سکتا۔ کیونکہ جب سے اس نے پرپوزل انکار کیا تھا۔ اس نے بات تک نہ کی تھی۔ وہ تھکے تھکے قدموں سے لاؤنج میں چلا آیا تو کاؤچ پر دراز ہو گیا۔

"بلال......! تم کب آئے......؟" طائشہ نے اسے یوں ماتھے پر بازو رکھے دیکھا تو وہ کچن سے نکل آئی تھی۔

"ابھی آیا ہوں، نائل بھائی آ گئے تو میں نے سوچا کہ نہا کر فریش ہو جاؤں۔ پھر دوبارہ جاؤں گا۔" اس نے تھکے لہجے میں ساری تفصیل سے آگہی دی۔

طائشہ خاصی جانچتی نگاہوں سے اس کا جائزہ لے رہی تھی۔ بلال کی ہلکی ہلکی شیو بھی بڑھ گئی تھی۔ دو تین راتوں سلسل اسپتال میں تھا۔ خود پر توجہ تک نہیں دے رہا تھا۔

"تم نہا لو۔ میں چائے کے سات کچھ کھانے کو لے آتی ہوں۔" اسے بلال کی حالت پر ترس آ رہا تھا۔ ایک ب وہ جویریہ کی وجہ سے بھی ملول تھا۔

"جی......! ذرا کڑک سی بنائیے گا۔" وہ کاؤچ سے کھڑا ہو گیا۔

"انکل کو ہوش آیا۔" اسے یاد آیا تو پوچھا۔

"ایک بار صرف آنکھ کھول کر دیکھا۔ پھر بے ہوشی میں چلے گئے ہیں۔"

"ڈاکٹرز کیا کہتے ہیں......؟" وہ تشویش بھرے لہجے میں پوچھنے لگی۔

"توقیر انکل کو ہارٹ پرابلم بھی ہوئی ہے۔ ان کے دل کی کیفیت بھی ٹھیک نہیں ہے۔ اس لئے وہ مکمل ہوش میں نہیں آ رہے ہیں۔"

جویریہ ہال کمرے سے نماز کا دوپٹہ اوڑھے نکل آئی۔ اسے بلال کی آواز آئی تو بیقرار ہی ہو گئی۔

"آپ ڈیڈی کے پاس سے آ رہے ہیں۔ وہ ہوش میں آئے......؟" وہ بلال کا بازو تھام کر پوچھنے لگی۔ آنکھوں

سے آنسو بہہ رہے تھے۔

بلال نے گہری نگاہوں سے اس کامنی سی لڑکی کو وارفتگی سے دیکھا۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ جویریہ کو اپنے دل میں چھپا لے اور اس کے آنسو اپنے ہونٹوں سے چن لے جو ان انمول موتیوں کو بکھیر رہی تھی۔

"بتایئے ناں......!" اس نے اس کا بازو دبایا۔

"آں ہاں......! دعا کریں آپ......!" اس نے نگاہ پھیر لی۔

طائشہ، بلال کے تاثرات سے بخوبی آگاہ تھی وہ کس کرب سے گزر رہا ہے یہ وہ جانتی تھی۔

"جویریہ......! تم مغرب کی نماز پڑھ لوگی تو بلال تمہیں اسپتال لے جائے گا۔"

"بالکل نہیں......!" بلال نے صاف انکار کر دیا۔

"دیکھا بھابی......! یہ مجھے لے کر نہیں جا رہے ہیں۔" وہ روہانسی ہو گئی۔

"آپ وہاں جا کر روتی رہتی ہیں۔ اس طرح تو آپ کی طبیعت خراب ہو گی۔"

"نہیں...... مجھے جانا ہے۔" وہ چیخی۔

"آپ نہیں جائیں گی۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ کر مضبوط لہجے میں بولا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا زینہ عبور کرتا گیا۔

جویریہ طائشہ کے گلے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔ وہ اسے مسلسل تھپکے جا رہی تھی۔

"بھابی......! پلیز ان سے کہیے میں جاؤں گی۔"

"ایک شرط پر تم بالکل نہیں روؤ گی، پتا ہے بلال اور ڈسٹرب ہو رہا ہے تمہارے رونے سے۔" اس نے جویریہ کے آنسو پونچھے۔

"کہتے ہیں وہ کہ مجھ سے محبت کرتے ہیں۔ یہ کیسی محبت ہے کہ مسلسل مجھے ڈانٹے جا رہے ہیں اور اسپتال بھی نہیں لے کر جاتے۔"

طائشہ کو ہنسی آئی مگر ضبط کر لی تھی کیونکہ موقع ایسا نہ تھا کہ وہ ہنسے، جویریہ کو کاؤچ پر بٹھا دیا تھا۔

"وہ تو تمہیں اتنا چاہتا ہے کہ اس کی حالت کے بارے میں کیا بتاؤں......؟"

"ان سے کہیے مجھے جانا ہے بس......!" وہ طائشہ کی بات کاٹ کر بولی۔

ویسے بلال کو جس دن سے انکار کیا تھا وہ کب سکون سے تھی۔ نہ رات کو نیند آتی تھی اور نہ ہی دن کو سکون مگر ڈیڈی کی وجہ سے اس نے یہ قدم اٹھایا تھا مگر ڈیڈی کی تو اولین خواہش تھی اور اس نے سوچ لیا تھا کہ ڈیڈی کے ہوش میں آتے ہی ان سے کہہ دے گی کہ وہ بلال سے شادی کرنے پر تیار ہے۔

● ● ●

"جویریہ کی پھپھو کو خبر کر دی ہے......؟" شہرینہ نے اس سے پوچھا۔

جو اسپتال سے آیا تھا پورا دن وہ رکا تھا۔ رات میں پھر بلال آ گیا تو وہ آ گیا۔

"کر تو دی تھی۔" نائل نے کہا۔

"پھر آ رہی ہیں......؟" وہ نائل کے قریب ہی بیڈ پر بیٹھی۔

"پتا نہیں، ان کے میاں کا مسئلہ ہے۔ وہ آنے نہیں دے رہے ہیں۔"

"یہ سارے میاں ایسے ہی ہوتے ہیں۔" وہ ناگواری سے بولی۔

"کیا مطلب ہے......؟ میں بھی ایسا ہوں......؟" اس نے تیکھی آنکھوں سے شہرینہ کو گھورا اس کے گھٹنے پر تھوڑی ی ہوئی تھی۔

"میں نے بس یونہی کہا۔"

"یہ بس یونہی ناں میرا دماغ گھما دیتا ہے۔ میرے متعلق ایسا بالکل نہیں تم کہہ سکتی ہو۔ دل و جان سے چاہتا "

"اور میری جان ہو۔" اپنے عنابی لب شہرینہ کی پیشانی پر رکھ دیئے۔

"کیا بات ہے......؟ آج بڑے رومینٹک ہو رہے ہیں۔" اس نے نائل کے سینے پر ہاتھ پھیرا۔

"آج تو تم بھی ہو رہی ہو۔" اس نے شہرینہ کا ہاتھ پکڑا تو وہ جھینپ کر دور ہونے لگی۔

"آں ہاں......! اسی طرح ٹھنڈک بڑھاتی رہو، خبردار جو بھاگی۔"

"ابھی مجھے کچن سمیٹنا ہے۔ سارا دن ارسل نے تنگ کیا ہے۔" اس نے توجہ سوئے ہوئے ارسل کی جانب کروائی ل کے بائیں طرف بیڈ پر ہی سو رہا تھا۔

"ارے ہاں......! بخار اترا اس کا......؟" فوراً ہی ارسل کا خیال آیا۔

"سیرپ تو پلا دیئے ہیں لیکن نزلہ بہت ہو رہا ہے۔" اس نے ٹشو سے ارسل کی ناک صاف کی تو وہ کسمسا کر نے لگا۔

"یار......! آہستہ کرو، ناک کتنی سرخ ہو رہی ہے اس کی۔" دونوں ارسل کے دائیں بائیں بیٹھ گئے۔

"کمر میں درد کر دیا ہے میری، گود میں چڑھا رہا ہے۔"

"میرے بیٹے کو اگنور مت کیا کرو، سارے کام چھوڑ دیا کرو۔" اس نے ارسل کے گرم گرم ہاتھوں کو چوما۔

"کیا کیا ہے میں نے......؟ آپ تو اسپتال گئے ہوئے تھے۔ میں اسے سنبھالتے سنبھالتے تنگ آ گئی تھی۔ رو بہت رہا تھا۔ دوپہر کو بھی امی نے ہی روٹیاں پکائی ہیں۔" اس نے تفصیل سے ارسل کے متعلق بتایا۔

"جب ہی کہوں آج روٹیاں بالکل گول گول پکی ہیں۔" اس نے شرارت سے کہا۔

"جی نہیں......! میں بھی گول روٹیاں ہی پکانے لگی ہوں۔" وہ خفگی سے فوراً اس سے دور ہوئی جو بڑے موڈ میں کی جانب بڑھ رہا تھا۔

"سخت روٹیاں کھا کر میں تنگ آ گیا ہوں۔"

"ہاں......! نکالئے مجھ میں فالٹ، شکر کریں سارے کام کرنے لگی ہوں۔" وہ منہ بنا کر بولی۔

ایک کام نہیں کرتی تھی۔ آپ سے شادی کے بعد سارے کام کئے ہیں۔ یاد ہے، شادی کے پہلے مہینے ہی کوفتے نے مجھ سے پکوائے تھے۔"

"وہ کوفتے میں کبھی نہیں بھولوں گا، لگتا تھا سیمنٹ کے بنائے تھے۔" وہ یاد کر کے ہنسا۔

"امی سے پوچھ پوچھ کر پکائے تھے۔ پھر ٹھیک پکے تھے۔"

"اوہو......! بڑے فخر کی بات ہے۔" اس نے شہرینہ کو دلچسپ نظروں سے حصار میں لیا جو نائل کے ہاتھوں کو نے لگی جو اس کے ہاتھوں کو تھام رہا تھا۔

"جی ہاں......! فخر کی ہی بات ہے۔ اتنا کچھ تو مجھے پکانا آ گیا ہے۔ وہاں جرمنی میں تو کچھ نہیں کرتی تھی۔"

"خوش قسمت ہو، اتنا ڈیشنگ بندہ تمہیں ملا ہے اور سارا کچھ سکھا دیا ہے۔" نائل نے تفخر زدہ لہجے میں کہا۔

"واقعی اس سے میں اتفاق کروں گی۔" وہ خود قائل ہوگئی۔

"ارے ہاں......! یاد آیا جویریہ کا کیسا رسپانس ہے بلال کو دیکھ کر......؟" اسے اب ان دونوں کے بارے میں جاننے کا اشتیاق ہوا۔

"یار......! جویریہ بیچاری روئے جارہی ہے اور بلال اس کے رونے پر اتنا غصہ کررہا ہے کہ بس آج دو دن بعد اسپتال لے کر آیا تھا۔" اس نے بتایا۔

"میں تو دُعا کررہی ہوں توقیر انکل ٹھیک ہوجائیں اور جویریہ اور بلال کی شادی ہوجائے۔" وہ دُعائیہ لہجے میں بولی۔

"مجھے کچھ کچھ اندازہ ہورہا ہے۔ جویریہ کا جھکاؤ بلال کی جانب ہورہا ہے۔" پرسوچ انداز میں بولا۔

"وہ کیسے......؟" فوراً تجسس کے مارے اس کے قریب ہی آگئی۔

نائل نے مسکرا کر اس کی حرکات وسکنات دیکھیں تو وہ پزل سی ہوگئی۔ فوراً پیچھے ہی ہونے والی تھی کہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے قریب ہی بٹھالیا۔

"جویریہ کچھ کچھ بلال سے ڈرنے بھی لگی ہے کیونکہ بلال تو اس دوران اتنا سنجیدہ ہوگیا ہے کہ میں تو حیران ہوں۔"

"بلال اور سنجیدہ......؟" وہ حیران ہوئی۔

"یہ بلال سے وہ ڈرنے کیوں لگی ہے......؟"

"ظاہر ہے، روئے جارہی ہے وہ، بلال کو اس کے آنسوؤں سے اُلجھن ہورہی ہے۔ اس لئے اسے دیکھتے ہی چپ ہوجاتی ہے۔ وہ ڈانٹنے لگتا ہے۔"

"واہ......! امیزنگ، یعنی بلال کا اب چانس ہے جویریہ سے شادی کا۔" وہ خوشی سے دونوں ہاتھوں کو جکڑ کر بولی۔

"یار......! پہلے دُعا کرو۔ توقیر انکل کو ہوش آجائے۔ ڈاکٹرز تسلی آمیز کوئی بات ہی نہیں کررہے ہیں۔"

"یہ فرحان بھی عجیب آدمی تھا۔ بیچارے انکل کو بھی نہ چھوڑا۔" شہرینہ تاسف سے گویا ہوئی۔

"وہ تو شکر ہے ان کے گارڈ نے بروقت فرحان پر فائرنگ کرکے قابو کرلیا۔ ورنہ وہ جویریہ کو لے جاتا۔" وہ تکیہ سیدھا کرکے لیٹا کچھ تھکن سی ہونے لگی تھی۔

"وہ جویریہ کی فرینڈ شامین تھی۔ وہ تو ٹھیک ہے۔" اسے شامین کا بھی خیال آیا۔

"اس کے بارے میں پتا نہیں ہے۔" وہ آنکھیں بند کرنے لگا۔

شہرینہ اٹھنے لگی تو اس نے آنکھیں کھول دیں۔

"تم کہاں چلیں......؟"

"کچن تو سمیٹ آؤں، صبح سے پھیلا ہوا ہے۔" وہ بولی۔

"صبح کرلینا، یہیں بیٹھی رہو میرے پاس۔"

"کیا ہے بالکل ہی آپ مجھے بونڈ کرکے رکھ دیتے ہیں۔" وہ کھسیا گئی۔

"پورا دن باہر رہا ہوں کچھ تو مجھے ٹائم دے دو۔"

"صرف آدھا گھنٹہ میں بس آتی ہوں۔" وہ ملتجی لہجے میں بولی۔

"بالکل نہیں......!" اس نے شہرینہ کی گردن میں اپنا بایاں بازو ڈال کر اسے خود پر جھکا لیا تھا وہ پھر کچھ نہ کرپائی۔

● ● ●

آمنہ اور ابرار احمد آئی سی یو سے باہر آئے تو چہرے پر حزن وملال تھا۔ آمنہ نے تو اپنے آنسو پونچھ لئے تھے۔ افسردہ نگاہ دور کپڑوں میں ملبوس جویریہ پر ڈالی جو ستون سے ٹیک لگائے کھڑی تھی۔ آج توقیر نثار کو پانچواں روز

"جویریہ......! آپ کے ڈیڈی آپ کو اندر بلارہے ہیں۔" انہوں نے جویریہ کے شانے پر ہاتھ رکھا۔ چند ن پہلے تو انہیں ہوش آیا تھا۔"

"بلال اندر ہی ہے۔ ڈاکٹر نے تمہیں کہا کہ بھیج دوں۔"

جویریہ افسردہ سی آئی سی یو کا گلاس ڈور کھول کر اندر گھس ہی رہی تھی کہ بلال اسے وائٹ کرتے شلوار میں غمگین سا ونوں کی نگاہوں کا تصادم ہوا۔ وہ اسے ہی بلانے آیا تھا۔

"آپ کو انکل بلارہے ہیں۔" وہ اسے لئے روم میں آگیا۔

توقیر نثار مشینوں کے سہارے سانس لے رہے تھے۔ ناک میں نلکی ہاتھوں کی پشت کی نسوں میں ڈرپ لگی ہوئی ا۔

جویریہ نے ہونٹوں پر دونوں ہاتھ رکھ کر اپنی چیخ روکی ان کے سینے پر پٹیاں جکڑی ہوئی تھیں۔

توقیر نثار نے آنکھوں کے اشاروں سے اسے رونے سے منع کیا۔

"ڈیڈی......! یہ کیا ہوگیا......؟" وہ سسک پڑی۔

بلال کو کوفت ہوئی سینے پر بازو لپیٹے متفکر سا کھڑا تھا۔

ڈاکٹر نے بلال کے کان میں کچھ کہا اور وہ باہر چلا گیا تھا۔ اب بلال اور جویریہ اندر تھے۔

"جویریہ......!" وہ آہستگی سے گویا ہوئے۔

"ڈیڈی......! میں نے آپ کا دل دکھایا تھا اور بلال کا دل دُکھایا تھا جب ہی اللہ میاں نے مجھے سزا دی ہے۔" وہ ا۔

بلال نے چونک کر حیرانگی سے اس کا متغیر چہرہ دیکھا وہ کیا سن رہا تھا۔ وہ اپنے منہ سے اعتراف کررہی تھی۔

"نہیں میری بیٹی......!"

"ڈیڈی......! آپ ٹھیک ہوجائیں میں آپ کی ہر بات ماننے کو تیار ہوں۔ میں بلال سے شادی کروں گی۔" وہ لک کر بولی۔

بلال کو اپنی سماعتوں پر یقین نہ آیا، وہ کیا کہہ رہی تھی جو اس سے نفرت کرتی آئی تھی اور آج وہ خود اقرار کررہی

توقیر نثار کی آنکھوں سے آنسو نکلنے لگے تھے جویریہ کا ہاتھ پکڑا اس نے بھی ان کا ہاتھ تھام لیا۔

"سچ بلال سے کروگی ناں......؟" وہ بے یقینی سے بولے۔

نحیف سی آواز نکل بھی تو نہیں رہی تھی جویریہ نے اثبات میں سرہلا دیا تھا۔

"جی ڈیڈی......! میں آپ کی خوشی کے لئے سب کچھ کروں گی۔" وہ رو رہی تھی۔

بلال اس وقت خوش بھی تو نہیں ہو پا رہا تھا۔ کیونکہ ڈاکٹر نے انہیں خطرے سے باہر نہیں کہا تھا۔

"بی...... بلا...... بلال......!" ہکلا کر اسے پکارا۔

وہ دوڑ کر ان کے قریب آ گیا۔ اس کا ہاتھ تھام کر جویریہ کا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دیا۔

"میری بیٹی کا خیال رکھنا۔ اسے ہمیشہ خوش رکھنا۔ تمہیں اپنی بیٹی سونپ رہا ہوں۔"

"انکل......! آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔" بلال ان کی مایوس سی آواز پر پریشان ہو گیا۔

"بلال......! یہ میری نازوں پلی بیٹی ہے۔ میری زندگی ہے۔ اسے تمہیں ساری زندگی کے لئے دے رہا ہو اسے میری یاد تک نہ آئے۔"

"ڈیڈی......! ایسی باتیں کیوں کر رہے ہیں......؟" وہ تڑپ ہی گئی۔ بلال کے ہاتھ میں ابھی تک جویریہ کا تھا۔

"مجھے کہنے دو۔" وہ بھی روئے جا رہے تھے۔

"بلال کو کبھی شکایت کا موقع مت دینا، بہت اچھا لڑکا ہے۔ اس سے محبت کرنا کیونکہ یہ محبتوں سے گندھا ہے۔"

"انکل......! آپ زیادہ بات مت کریں۔" بلال کو ان کی ایسی باتیں آنے والے خطرات سے آگہی دے رہی تھی۔

"آج مجھے بولنے دو۔ تم دونوں ساتھ کھڑے بہت اچھے لگ رہے ہو۔" وہ وقت سے مسکرائے تھے۔

جویریہ نے جھینپ کر بلال کے ہاتھ سے اپنا دایاں ہاتھ نکالا۔ ایک اُچٹتی نگاہ بلال نے اس پر ضرور ڈالی جو زار و رو رہی تھی۔

"ڈیڈی......! اگر ہم دونوں آپ کو اچھے لگ رہے ہیں تو آپ کو جلدی سے ٹھیک ہونا ہے۔" وہ ان کا ہاتھ تھام بولی۔

"آج تو میں بالکل ٹھیک ہوں۔ میری بیٹی نے اتنی بڑی مجھے خوشی دے دی ہے۔ اب بالکل ٹھیک ہو جاؤں گا اتنا پرسکون ہوں میں کہ کیا بتاؤں میرے بچو۔" وہ مسکرا بھی نہ پا رہے تھے۔ اندر اتنی تکلیف تھی کہ وہ درد بھی عیاں نہیں کرنا چاہ رہے تھے۔

"پلیز......! آپ دونوں اب باہر چلیں۔" ڈاکٹر اندر آیا تو ان دونوں کو مخاطب کرنے لگا۔

"چلیں جویریہ......! باہر چلیں۔" بلال نے اس کی جانب دیکھا۔

"سنیے......! آپ باہر جائیں گے تو کوئی منیر صاحب ہیں توقیر صاحب نے اندر بلایا ہے انہیں بھیج دیں۔" ڈاکٹر نے بلال سے کہا۔

دونوں باہر نکل رہے تھے۔ منیر صاحب جو کہ ایک قابل لائر تھے توقیر نثار کے سارے مسئلے وہی نمٹاتے تھے۔

"کیسی ہو بیٹی......!" انہوں نے جویریہ کے سر پر ہاتھ پھیرا تھا۔

"زندہ ہوں۔" پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

وہ آمنہ کے پاس جا کر بیٹھ گئی تھی۔ بلال الگ متفکر سا کوریڈور میں ٹہل رہا تھا۔ جویریہ کی یوں اچانک رضامندی اسے ابھی تک خواب ہی لگ رہا تھا۔ بار بار نگاہ جویریہ کے متورم چہرے پر چلی جاتی تھی۔

●●●

"صدف......! انکل توقیر کی ڈیتھ ہو گئی ہے۔"

"جی......!" صدف جھٹکے سے گھومی۔

اعزاز کے موبائل پر عمر کی کال آئی تو وہ سیدھا آفس سے گھر ہی آ گیا تھا۔

"کیا کہہ رہے ہیں......؟ انہیں تو کل شام ہوش آ گیا تھا......؟" وہ اریبہ کو فیڈ کرا رہی تھی۔ ایک دم ہی سکتے میں آ گئی تھی۔

"ہاں......! آ تو گیا تھا لیکن ٹھیک نہیں تھے۔" اعزاز وارڈ روب کھول کر اپنا کرتا شلوار نکالنے لگا تھا۔

"جلدی اُٹھو، انہیں بعد نمازِ عشاء دفنا دیا جائے گا۔"

"لیکن بچوں کو لے جانا مشکل ہے۔" وہ اریبہ کو لٹا کر کھڑی ہو گئی۔

کمرہ بھی پھیلا ہوا تھا۔ ایک طائرانہ نگاہ بیڈ پر پھیلے کپڑوں کو دیکھا۔ طلحہ اور اریبہ کے دھلے کپڑے صوفے پر تھے۔

"ارے......! کھڑی کیا سوچ رہی ہو......؟ تیاری کرو۔" وہ باتھ روم میں جانے لگا۔

"سوچ رہی ہوں سارا کچھ ایسے ہی چھوڑ کر جانا پڑے گا۔ بچوں کو امی کے پاس چھوڑ جاتی ہوں۔"

"اریبہ کو لے لو ساتھ، طلحہ کو امبر کے پاس چھوڑ جاتے ہیں۔ امی خود ہمارے ساتھ چل رہی ہیں۔" اس نے باتھ روم میں گھسنے کے بعد کہا۔

اس کی سمجھ میں آ گیا جلدی سے سادہ سا کاٹن کا سوٹ نکالا اور تیاری کی۔ اریبہ کا بیگ تیار کیا۔ طلحہ کا الگ تیار کیا۔ اس نے اریبہ کو اٹھایا، طلحہ اعزاز کی گود میں تھا۔

"سنو......! بچوں کو چھوڑ کر جاؤ۔" زینب نے ان دونوں سے کہا۔

"لیکن امی......! یہ اریبہ تو بہت تنگ کرے گی۔" اعزاز نے اریبہ پر نگاہ ڈالی۔ چار ماہ کی ہو گئی تھی اب تو ذرا سی ہو گئی تھی۔

"نہیں......! بچوں کو لے کر نہیں جاؤ، امبر اور سحر سنبھال لیں گی، راستے میں وہاں چھوڑ دینا دونوں کو۔" انہوں نے کہا۔

دونوں نے ہی ان کی بات سے اتفاق کیا پھر راستے میں بچوں کو رحمان علی کے گھر چھوڑ دیا۔ وہ لوگ جویریہ کے گھر اس وقت پہنچے عشاء ہونے ہی والی تھی۔ توقیر نثار کو ان کی رہائش گاہ پر ہی لے کر آیا گیا تھا۔ جویریہ اس وقت سے عجیب سی کیفیت میں تھی۔ آمنہ ہی اسے سنبھال رہی تھیں۔ ان کو آخری آرام گاہ لے جایا جا رہا تھا کہ بلال نے ہی اس پر دو تین تھپڑ مار کر رُلایا تھا اور پھر وہ اس کے سینے پر سر رکھ کر اتنا روئی کہ بس توقیر نثار کو لے جایا جا رہا تھا جویریہ تھی۔

"ڈیڈی......! ڈیڈی......! مجھے چھوڑ کر نہیں جائیں۔" وہ ننگے پیر پورچ میں آ گئی تھی۔ پورا بنگلہ توقیر نثار کے حلقہ احباب سے بھرا پڑا تھا۔ ان کی بہن افشاں کو اطلاع تو کر دی گئی تھی لیکن وہ آ نہ سکی تھیں۔ جویریہ کا کوئی بھی رشتہ دار نہ تھا جو اس وقت میں سہارا دیتا۔

آمنہ نے اسے پکڑا تو وہ ان کی بانہوں میں جھول گئی۔

"مس......! روکیے انہیں، ڈیڈی کو نہیں لے کر جائیں۔ میں مر جاؤں گی۔" وہ زمین پر بیٹھی روتی چلی گئی۔

"جویریہ بیٹا......! سنبھالو خود کو۔" وہ خود رو رہی تھیں۔

فاخرہ بیگم بھی روتی ہوئی آگئی تھیں۔ سارے گھر کے مرد قبرستان گئے ہوئے تھے گھر میں خواتین ہی تھیں۔

"آنٹی......! میں اکیلی رہ گئی۔"

"نہیں میری بچی......! ہم ہیں ناں......!" انہوں نے کھینچ کر جویریہ کو سینے سے لگالیا۔

"تو میری بیٹی ہے اور ہمیشہ میرے پاس رہے گی۔"

"آنٹی......! میں بری ہوں، سب کا دل دُکھایا، ڈیڈی کو میں نے ہی مارا ہے۔"

"نہیں میری بیٹی......!" انہوں نے آنچل سے آنسو پونچھے۔

بڑی مشکل سے اسے اندر لایا گیا تھا۔ اس کی ہچکیوں کو قرار نہیں تھا۔ آنکھیں رو رو کر سوجھ گئی تھیں۔ توقیر نثار کل ہی تو شام کو وہ مل کر آئی تھی اور آج عصر کے بعد وہ بے ہوشی میں ہی زندگی سے ناطہ توڑ گئے۔ ڈاکٹرز نے ہار اٹیک بتایا تھا۔

توقیر نثار بیٹی کو محفوظ ہاتھوں میں سونپ کر بے فکر ہو گئے تھے۔ آمنہ اور ابرار احمد سے وعدہ لیا تھا کہ جویریہ کو ا بیٹی ہی سمجھیں گے اور وہی اس کی شادی کریں گے ماں و باپ کا حق ادا کریں گے۔ انہوں نے منیر صاحب سے سار وصیت کے کاغذات تک تیار کروالئے تھے۔ انہیں اپنی زندگی کا پتا تھا کہ وہ بس چند گھنٹوں کے مہمان ہیں۔

آمنہ دُکھ و کرب سے بار بار معصوم سی جویریہ کے سر میں ہاتھ پھیرے جارہی تھیں۔ انہیں یہ بھاری ذمہ دار اُٹھانی ہے۔ فاخرہ بیگم کو الگ اس سے محبت ہو گئی تھی۔ جو بلال کے حوالے سے انہیں پسند تھی۔

●●●

"یار......! دن کتنی تیزی سے گزرے ہیں کہ پتا ہی نہیں چلا۔" وہ اعظم سے بولا۔

"ہاں یار......! دیکھو تو قیر انکل کو گزرے ہوئے ایک ماہ ہو گیا ہے۔" وہ کھوئے کھوئے لہجے میں بولا۔

"جویریہ کو گھر کب لے کر جارہے ہو۔" اس نے چائے کا کپ اسے پکڑایا۔

"انکل کے چالیسویں کے بعد ای اور آمنہ چچی لے آئیں گی۔" وہ چائے کے سپ لینے لگا۔

اعظم اس کے قریب ہی سنگل صوفے پر بیٹھ گیا تھا۔ بلال آج کافی عرصے بعد اس سے ملنے چلا آیا تھا۔

"انکار نہیں کرے گی۔"

"نہیں یار......! وہ خود انکل کے چالیسویں کے بعد آنے کو کہہ رہی ہے۔" وہ صوفے کی بیک سے ٹیک لگا کر بیٹھا۔ نگاہ اس کی ڈرائنگ روم میں درمیان میں لٹکے فانوس پر تھی۔

"پھر اس کے بعد شادی وغیرہ کا سلسلہ چلے گا۔" اعظم نے معنی خیزی سے پوچھا۔

"ہاں......! چلے گا مگر آپی کی رُخصتی کے بعد۔"

"یعنی کہ بیقراری اسی طرح ہے۔" وہ ہنسا۔

"اس بار بیقراری وہاں کی دیکھوں گا۔" وہ مبہم سا مسکرایا۔

"یعنی میں سمجھا نہیں۔" وہ مشکوک سے لہجے میں پوچھنے لگا۔

"یار......! ہر بار اقرار میں نے کیا، اظہار میں نے کیا، اب باری ان محترمہ کی ہے جب تک منہ سے خود نہیں کہ گی شادی کے لئے گھر میں سب کو منع کر دوں گا۔" بلال کو بھی جیسے ضد ہو گئی تھی۔

"ہوش میں تو ہو، وہ ویسے ہی اپنے ڈیڈی کی وجہ سے ڈسٹرب ہے تم اس پر مستزاد یہ کرو گے......؟" اعظم کو بلال کی دماغی حالت پر شبہ ہوا۔

ہیں کون سا ابھی کر رہا ہوں......؟ جہاں اتنا انتظار کیا ہے اور کرلوں گا۔" کپ اس نے سینٹرل ٹیبل پر رکھا۔

عجیب گھامڑ آدمی ہو۔ میں اس چکر میں ہوں کہ تمہاری اور میری شادی ساتھ ہو جائے تاکہ ہنی مون پر ساتھ گے۔" وہ تپ کر گویا ہوا۔

تمہاری شادی ابھی بقر عید کے بعد ہے۔ یعنی چار ماہ بعد اور اس دوران یہ شادی جیسا کام نہیں کرسکتا میں۔"

تم کہو تو آگے بڑھا لیتا ہوں۔" اس کی کوشش تھی کہ بلال کی بھی ساتھ ہی ہو۔

پاگلوں والی گفتگو تم میرے سامنے مت کرو۔" اس نے اعظم کے شانے پر دھپ رسید کی۔

پاگل تو تم ہو گئے ہو، منزل قریب آگئی ہے لیکن تم نے قدم خود روک لئے۔ یار......! مت کرو اپنے ساتھ یہ ظلم محبت کے حصار میں جویریہ کو لے لو۔" وہ اسے سمجھانے لگا۔

لوں گا حصار میں بھی لیکن اب اس کی طرف سے پہل ہو گی میں نہیں کروں گا کیونکہ مجبور یوں کا سودا میں نہیں کروں گا وہ میرے پاس آئے گی تو اپنی مرضی و خوشی سے۔"

بلال......! جب وہ توقیر انکل کے سامنے کہہ چکی ہے کہ تم سے شادی کرنے کو تیار ہے تو یہ تو تم اپنے پاؤں پر خود ہی مار رہے ہو۔" اعظم کو تو بے چینی لگ گئی تھی۔

تم میری فکر مت کرو اپنی کرو۔" وہ اطمینان سے مسکرایا۔

یار......! اس وقت مجھے تم پر تاں غصہ آرہا ہے۔ اچھی بھلی وہ تیار ہو گئی ہے شادی کے لئے تم نے یہ فضول ہٹ اُڑا

تم غصہ مت کرو، بے فکر رہو، شادی جویریہ سے ہی کروں گا۔ کیونکہ اس کے بغیر میں رہ نہیں سکتا ہوں۔" وہ سے بولا۔

جتنے دن وہ روئی ہے۔ میرے دل کی حالت ہی تباہ کی ہے۔ دیکھنا ایک دن اس کی ان آنکھوں کو میں......" وہ بولتے رُک گیا۔

"آگے بولو......!" اعظم نے پہلو بدل کر کہا۔

"آگے سنسر لگ جائے گا اس لئے کچھ ان کہا بھی رہنے دو۔ سارا کچھ اس کے روبرو کہوں گا۔"

"کب کہو گے......؟" اعظم پھر چڑ کر گویا ہوا۔

"جب تم باپ بن چکے ہو گے۔" بلال نے اسے سلگایا۔

"خبیث ہو تم پورے۔" وہ جھینپ گیا۔

"ایک پتے کی بات بتاؤں عمر کیا کہتا ہے۔ اولاد کبھی اکلوتی نہیں ہونی چاہئے کم از کم دو چار ضرور ہوں ورنہ پھر وہ اکلوتے ہونے کا فائدہ اُٹھاتی ہے جیسے جویریہ۔"

"واہ......! یہ تمہارا عمر ڈاکٹر بن رہا ہے یا مفکر بن رہا ہے۔" اعظم کو ہنسی آئی۔

"بہت پہنچی ہوئی چیز ہے۔" بلال نے قہقہہ لگایا۔

"صرف تین بار ملاقات ہوئی ہے مگر صرف سلام و دُعا۔"

"کسی دن مکمل کرنا، ایسے سوال و جواب کرتا ہے کہ تم ہاتھ جوڑنے لگو گے۔" بلال عمر کے متعلق بتانے لگا۔

"کسی دن ملاقات کرنے آؤں گا۔" اسے عمر سے ملنے کا اشتیاق ہوا۔ تھوڑی دیر تک وہ اور بیٹھا پھر اسے جویریہ بھی چکر لگانا تھا۔ کافی رات بھی ہو گئی تھی گیارہ بجنے والے تھے۔

"چلوں گا۔" وہ اٹھا۔

"آج رات کہاں رُکو گے......؟" اعظم نے پوچھا۔

"آج رات جویریہ کے گھر رُکوں گا۔ آمنہ چچی تو وہیں ہیں اور شہرینہ باجی اور فارحہ آپی بھی وہیں رہ رہی ہیں"

"ٹھیک ہے......! تم جاؤ......!" اس نے بلال سے ہاتھ ملایا۔

"اور ہاں یار......! تاریخ سلیکیٹ ہو جائے تو مجھے ضرور بتا دینا۔"

"یار......! جنوری کی بیس ہے۔"

"یعنی ڈیٹ بھی تم نے فکس کر لی......؟" اس نے معنی خیزی سے اسے چھیڑا۔

"میں نے نہیں، شامین کے گھر سے فکس ہوئی ہے۔" اس نے بلال کو گھورا۔

"اس کا مطلب ہے تین ماہ ہیں......؟" بلال نے ریسٹ واچ پر نگاہ ڈالی سوا گیارہ بج گئے تھے۔ اسے جلدی نکلنا تھا، ایس ایم ایس آمنہ چچی کا آچکا تھا۔

• • •

"بھابی......! کیا بات ہے......؟ آپ یہاں کیوں بیٹھی ہیں......؟" فارحہ نے اسے پلنگ کے پاس بیٹھے دیکھا۔

"چکر سے آرہے ہیں۔" طائشہ نے سر دبایا۔

"آپ اندر چل کر لیٹیے۔" اس نے طائشہ کو اٹھایا۔

"ہاں......!" وہ مشکل سے کھڑی ہوئی۔ ایک تو وجود بھاری تھا اس پر طبیعت کا بوجھل پن اسے اور پریشان ویسے ہی دن قریب تھے اس لئے اسے زیادہ گھبراہٹ ہو رہی تھی۔

فارحہ نے اسے کمرے میں لٹا دیا تھا۔ طائشہ لیٹتے ہی بے دم سی ہو گئی تھی۔

"لگتا ہے آپ نے دوپہر کو کھانا نہیں کھایا ہے۔"

"کھایا تھا، بس کم ہی کھایا تھا۔" وہ کروٹ لے کر لیٹی۔

"پھر میں آپ کے لئے کچھ کھانے کو لے کر آتی ہوں۔" وہ کمرے سے نکل گئی تھی۔

اتنی تیزی سے سیڑھیاں اُتری تھی کہ آخری سیڑھی پر پاؤں رکھا ہی تھا کہ کچن سے آتے یاسر سے اس کی زوردار ہو گئی۔ یاسر کا کاندھا اس کی ناک کو چھو گیا تھا۔

"سوری......!" یاسر نے اسے شانوں سے تھام لیا۔

"اوئی......!" وہ ناک پکڑ کر کراہی۔

"مجھے نہیں پتا تھا کہ تم اتنی تیزی سے اُترو گی یار......!" وہ فارحہ کا چہرہ اوپر کرنے لگا۔

فارحہ نے اس کے ہاتھ ہٹائے تو وہ جز بز سا ہو گیا۔ تیزی سے جانے لگی تو یاسر کو ایک دم ہی غصہ آگیا اس کا پکڑ کر کھینچ لیا۔

"کیا ہے......؟ چھوڑیئے میرا ہاتھ۔" وہ تو تلملا ہی گئی۔

یاسر نے گرین کاٹن کے پرنٹڈ تھری پیس سوٹ میں اس کا سراپا اتنے قریب سے دیکھا کہ دونوں کی نگاہیں آ میں مل گئی تھیں۔

"آپ کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ مجھے یوں ہاتھ لگائیں......؟" وہ پھنکاری۔

سارے حق تو میں ہی رکھتا ہوں۔" وہ مسکرایا۔

وقت دونوں ہال کمرے اور کچن کے درمیان جو کوریڈور تھا وہاں کھڑے تھے اور کسی کے بھی آنے کا امکان

سارے حق اسی دن ختم ہو گئے تھے جب آپ یہاں مجھے بن باس کا کاٹنے کے لئے چھوڑ گئے تھے۔" وہ طنز کڑوے لہجے میں بولی۔

اسی کی تو سزا میں نے بھی کاٹی ہے۔" وہ افسردگی سے بولا۔

آپ نے کہاں سے کاٹ لی......؟ پرسکون تھے جب ہی خبر تک نہ دی۔" تمسخرانہ لہجے میں بولتی اپنا ہاتھ

اگر تم میری چند باتیں سن لو کہ میں نے وہاں کیا کاٹا ہے......؟"

باتیں سننے کے تمام مواقع آپ گنوا چکے ہیں۔" سرد مہری سے وہ کچن کی سمت بڑھ گئی۔

سر نے بھی اس کی تقلید میں قدم بڑھا دیئے تھے۔ کچن کے دروازے پر وہ سینے پر بازو لپیٹے کھڑا ہو گیا۔ فارحہ سے دودھ نکال کر گرم کرنے لگی۔

صرف ایک موقع دے دو اپنی صفائی میں تمہیں کچھ بتانا چاہتا ہوں اور دکھانا چاہتا ہوں۔" لہجے میں اس کے پنہاں تھی۔

سوری......! مجھے کچھ نہیں سننا اور نہ دیکھنا ہے۔" اس نے کیبنٹ سے ڈبل روٹی نکال اور سلائس فرائی پین میں کر اس میں سینکنے لگی۔

تمہیں مجھ سے جتنی شکایتیں ہیں کر لینا، ویسے بھی شکایت اور ناراضگی کبھی پیار پر حاوی نہیں ہو سکتی۔"

وہ پیار بھول جایئے۔" وہ ٹرے میں کپ اور سلائس رکھ کر جانے لگی۔

میں وہ پیار نہیں بھول پایا تو تم کیسے بھول سکتی ہو......؟"

ثار آلود لہجے میں کہتا اس کا راستہ روکے کھڑا تھا۔ وہ جانے کی منتظر تھی۔

"پلیز......! مجھے جانے دیں۔" وہ جھینپ سی گئی تھی۔

"فارحہ......! پلیز مجھے صرف ایک موقع دے دو۔"

"جب آپ سنگدل بن سکتے ہیں تو میں بھی بن گئی ہوں۔" ناگواری سے منہ گھما لیا۔

"تم سنگدل بن ہی نہیں سکتی ہو۔" اس کے قریب آیا۔

وہ خفیف سی ہو کر فوراً سائیڈ سے نکل گئی کیونکہ یاسر کا انداز اس کے دل میں ہلچل مچانے لگا تھا۔ کھوئے کھوئے کے ساتھ وہ اوپر جا رہی تھی۔

"تم ادھر کیوں کھڑے ہو......؟" شاہین نے اسے یوں ساکت دیکھا۔

"آں ہاں......! کچھ نہیں......!" وہ خجل سا ہو گیا، بالوں میں ہاتھ پھیرتا جانے لگا تھا۔

شاہین کچن میں چائے کا پانی رکھنے آئی تھیں مغرب کے بعد سے ان کے سر میں درد ہو رہا تھا۔

"یاسر......! پھر تم نے کیا سوچا......؟" وہ اس سے پوچھنے لگیں۔

"امی......! جب تک فارحہ مجھے معاف نہیں کر دیتی میں رُخصتی نہیں چاہتا۔" وہ لب کاٹنے لگا۔

"بیٹا......! فارحہ بعد میں ٹھیک ہو جائے گی تم منا لینا۔" ان سب کی ہی خواہش تھی کہ جلد از جلد رُخصتی کر دی

جائے۔

"امی......! آپ اتنا آسان سمجھ رہی ہیں......؟" وہ جھنجلا گیا۔

"پھر تم ایسے کب تک پھرتے رہو گے......؟ وہ الگ ناراض اور تم الگ پریشان۔ بھائی صاحب کو رات دن صرف فارحہ کی فکر ہے۔"

"مجھے بھی ہے۔ اس کی لیکن اس کی رضامندی کے بغیر میں اپنی آئندہ زندگی ایسے نہیں گزار سکتا۔"

وہ یہ کہہ کر کوریڈور سے گزرتا باہر نکل گیا تھا۔ شاہین ایک نگاہ ڈال کر رہ گئی تھیں۔ انہیں رات دن یاسر کی ہی فکر تھی۔ جلد از جلد چاہتی تھیں کہ یاسر کی ذمہ داری اب فارحہ پر ڈالیں۔

●●●

"تم سے کہا کس نے تھا کہ تم اوپر سے نیچے اترو......؟" سرمد اس پر خفا ہو رہے تھے۔ طائشہ لیٹی ہوئی تھی۔

"انس کو بلا رہی تھی ہوم ورک نہیں کیا تھا۔" وہ بتانے لگی۔

"فارحہ سے کہہ دیتیں، وہ کروا دیتی تمہیں کیا ضرورت تھی......؟ نیچے جانے کی۔"

"کیا ہے......؟ آپ تو غصہ کیے جا رہے ہیں۔" طائشہ کو ان کی شدت پسندی ڈرانے لگی تھی۔

"غصہ کرنے کی ہی بات ہے۔ ڈاکٹر نے احتیاط بتائی ہے۔ تمہیں اگر تکلیف ہوتی ہے تو میرے دل سے پوچھو میری کیا حالت ہوتی ہے......؟"

"اچھا......! اطمینان سے تو بیٹھئے مسلسل ادھر سے ادھر چکر لگا رہے ہیں۔" اس نے ان کا موڈ درست کرنے کو کہا۔

"آرام سے خاک بیٹھوں......؟ تمہاری فکر ہو رہی ہے۔" وہ اس کے قریب ہی دراز ہو گئے۔

طائشہ نے مسکرا کر ان کے برہم سے چہرے کو دیکھا، تھوڑا ان کے قریب کھسک آئی۔ سرمد نے بھی نگاہ ترچھی کی۔

"مجھ سے زیادہ آپ کو فکر اس کی ہے۔"

"شٹ اپ......!" وہ دہاڑے۔

"تم پہلے ہو وہ بعد میں ہے۔"

"اچھا......! اب میں ٹھیک ہوں۔ پلیز موڈ تو درست کریں۔ مجھے آپ سے ڈر لگ رہا ہے۔" اس نے رونے والی صورت بنالی تھی۔

"ڈرنا بھی چاہئے، تم جان ہو میری۔"

"اُف......! پھر ڈائیلاگ۔" وہ ہنسی۔

"ہاں......! ڈائیلاگ ہی لگیں گے تمہیں۔" وہ جھٹکے سے اُٹھے۔

"کہاں جا رہے ہیں......؟" وہ چونکی۔

"صاحبزادے کو لینے جا رہا ہوں، عمر کے ساتھ شرارتوں میں لگا ہوا ہے۔ پھر صبح اسکول کے لئے مشکل سے ہی اُٹھے گا۔" آج کل اس کو اُٹھانے کی ذمہ داری انہوں نے اپنے سر لی ہوئی تھی۔ طائشہ کو ہلنے تک نہیں دیتے تھے۔

"سنیے......! جلدی آئیے گا۔" پیچھے سے ہانک لگائی۔

سر ہلاتے ہوئے وہ نیچے اتر کر چلے آئے۔ دیکھا تو نائل، شہرینہ اور جہاں آراء آئی ہوئی تھیں۔

"السلام علیکم......!" انہوں نے سلام کیا۔ نائل سے ہاتھ ملایا۔

"وعلیکم السلام......!" جہاں آراء نے دُعا دی۔

سب ہی ہال کمرے میں جمع تھے۔ رات کے گیارہ بجے ان لوگوں کی آمد انہیں حیران بھی کر گئی تھی۔

"آپ لوگ اور اس وقت......؟" شہرینہ کے انہوں نے چپت لگائی۔

"یہ انہیں ہی اچانک کہیں بھی چلنے کا شوق ہوتا ہے۔" شہرینہ نے نائل کی جانب اشارہ کیا وہ سنگل صوفے پر اطمینان سے بیٹھا تھا۔

"بھئی......! موڈ ہو رہا تھا سب سے ملنے کا۔"

"امی تو ہیں نہیں۔" شہرینہ کو آمنہ کی غیر موجودگی کا احساس ہوا۔

"ہاں......! آمنہ چچی آج کل جویریہ کے گھر رہ رہی ہیں۔" سرمد کو یاد آیا۔

"سرمد......! بھابی طائشہ کو لینے آئی ہیں۔" فاخرہ بیگم نے جھٹ ان سے کہا۔

"وہ......امی......! طائشہ کی طبیعت ٹھیک نہیں۔" وہ رُک رُک کر گویا ہوئے۔

"ہاں......! بتا دیا ہے بیٹا......! کچھ دنوں کے لئے بھیج دو، اگلے مہینے تو جا بھی نہیں سکے گی۔" وہ چاہتی تھیں کہ ڈلیوری سے پہلے طائشہ کچھ دن میکے رہ آئے۔

"آنٹی......! سرمد بھائی کی شکل بتا رہی ہے وہ بھیجنے کو تیار نہیں ہیں۔" نائل نے شرارت سے آنکھیں گھمائیں۔

"آپ کی بھی کچھ ایسی ہی عادت ہے۔" شہرینہ نے اپنی مداخلت ضروری سمجھی۔

"تم ضرور بولنا اور میری برائی میں ہی بولنا۔" نائل نے اسے گھورا۔

"سچ بولتی ہوں۔" وہ فخریہ بولی۔

"ہاں......! میں ہی جھوٹا ہوں اور بے فکر رہو، جنت میں پھر بھی نہیں جاؤ گی۔"

"نائل......! کیا بکواس کر رہے ہو......؟" جہاں آراء نے اسے سرزنش کی۔

"امی......! یہ بہت نیک ہیں، یہی جائیں گے۔" وہ روٹھ گئی۔

"جب دیکھو میری برائیاں ہی کرتی ہو۔"

سرمد کو ہنسی آ گئی تھی۔ ان دونوں کی نوک جھونک شروع ہو گئی تھی۔

"نائل ویسے کچھ غلط بھی نہیں کہہ رہا ہے۔" یاسر نے بھی لقمہ دیا۔

"ہاں......! شامل ہو جائیں آپ بھی۔" وہ ناراضگی سے بولی۔

"توبہ ہے......! تم دونوں کی لڑائیاں ابھی تک ہوتی ہیں......؟" شاہین نے بیزاری سے پوچھا۔

"چھوٹی تائی......! لڑائیاں میں نہیں یہ کرتے ہیں۔"

"ہاں......! ساری برائیاں مجھ میں ہیں۔" نائل نے ارسل کو گود سے اُتارا جو سیدھا شہرینہ کے پاس گیا۔

"میرے خیال میں طائشہ کی بات ہو رہی تھی ناں......؟" سرمد نے ان کی بات کاٹی۔

"اگر آپ کی اجازت ہو تو بھابی کو لے جائیں......؟" شہرینہ نے ذرا طنز کے ساتھ پوچھا۔

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ وہ اوپر ہے، پوچھ لو۔" انہوں نے اپنا پہلو صاف بچا لیا۔

شہرینہ اور جہاں آراء طائشہ سے ملنے اوپر ہی چلی گئی تھیں۔ وہ خود ان لوگوں کو دیکھ کر حیران ہو گئی۔

"پھر کیا ارادہ ہے......؟ چلنا ہے......؟" شہرینہ نے پوچھا۔

"میں خود آنے کا سوچ رہی تھی۔ ایک دو دن میں آ جاؤں گی۔" وہ سرمد کی وجہ سے ہچکچائی تھی۔

''سرمد بھائی کی جانب سے فکرمند نہ ہوں۔ان کی اجازت ہے۔'' طائشہ کی ویسے ہی طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی تھی۔وہ جانا بھی نہیں چاہ رہی تھی اور پھر اگر چلی بھی جاتی تو سرمد ضرور خفا ہو جاتے۔

''میرے خیال میں تم خود جب مناسب سمجھو آ جانا۔'' جہاں آراء سمجھ گئی تھیں وہ کیوں چپ ہے؟

''طائشہ......! جانے کی تیار کر لو۔'' سرمد بھی آ گئے تھے مگر انداز ان کا خاصا روکھا تھا۔

''مجھے ابھی جانا ہی نہیں ہے۔''

''سرمد بھائی......! حد ہوتی ہے۔ بھابی کو ابھی بھی ڈرا کر رکھا ہوا ہے۔'' شہرینہ نے ان کا پھولا ہوا منہ دیکھ لیا تھا۔

''نائل سے کہنا پڑے گا تمہیں بھی ڈرا کر رکھے، بہت زبان چلنے لگی ہے تمہاری۔'' وہ اس کے سر پر چپت لگا کر پھر بولے۔

جہاں آراء کو ہنسی آ گئی تھی۔ جبکہ اس کا منہ ہی بن گیا۔ فوراً نیچے چلی آئی پھر اس نے ہی جانے کی جلدی مچائی کہ نائل کو اُٹھنا پڑ گیا تھا۔

● ● ●

''رحمان بھائی......! اس میں سوچنے کی کیا بات ہے......؟'' زینب نے ان کے پرسوچ چہرے کو دیکھا۔وہ اچانک ہی فراز کا رشتہ لے کر آ گئی تھیں۔

''بھابی......! اصل میں امبر ابھی چھوٹی ہے۔''

''ارے انکل......! ہم کون سا ابھی شادی کو کہہ رہے ہیں......؟ صرف منگنی ہی تو کہہ رہے ہیں۔'' صدف کو ان کا یہ عذر اچھا نہ لگا۔

''بھابی......! آپ بھی تو کچھ بولئے۔'' انہوں نے مسز جمال کو بھی مخاطب کیا۔

''میں کیا بولوں......؟ مجھے فراز ہر لحاظ سے اچھا لگتا ہے اور سب سے بڑھ کر وہ ہمارے سامنے کا بچہ ہے۔''

''پھر تو انکار کی گنجائش ہی نہیں ہے۔'' صدف نے جھٹ کہا۔

رحمان علی نے صاف انکار بھی نہ کیا تھا۔ پھر انعام احمد ان کے دوست تھے۔ دیکھا بھالا گھرانہ تھا۔

''سوچ لیں آپ......! امبر کو ذرا میں نے لاڈ سے پالا ہے۔ کچھ بچپنا ہے اس میں۔'' وہ انعام احمد سے بولے۔

''ہمارا فراز کون سا بڑا ہوا ہے۔ ابھی تک بچپنا ہی ہے۔'' وہ مسکرائے۔

''بس......! منہ میٹھا کروائیں۔ میں امبر کو انگوٹھی پہنا کر جاؤں گی، ساتھ ہی لائی ہوں۔'' زینب نے جھٹ پرس سے انگوٹھی کی ڈبیہ نکالی۔ امبر لوازمات سے پُر ٹرالی ڈرائنگ روم میں لے آئی تھی۔ اسے خبر ہی نہ تھی کہ اندر کیا گفتگو ہو رہی ہے۔

''امبر......! اِدھر آؤ......!'' صدف نے ہاتھ پکڑ کر اسے زینب کے ساتھ ہی بڑے صوفے پر بٹھا دیا۔

وہ حیران پریشان ناسمجھی کی کیفیت میں بیٹھ گئی۔ سحر اور صداقت کی کھی کھی ہو رہی تھی جو اسے اور مشتعل کر رہی تھی۔

''ہاتھ لاؤ ادھر بیٹا......!'' زینب نے امبر کا بایاں ہاتھ پکڑا اور انگوٹھی پہنا دی۔

''آج سے امبر میرے فراز کی امانت ہے۔''

کوئی بم تھا جو سماعتوں پر پھٹا تھا۔ وہ ہکا بکا سی زینب کی بات پر بھونچکی رہ گئی۔ سان و گمان میں بھی نہ تھا کہ اتنی جلدی ہی اس کی زندگی کا فیصلہ ہو جائے گا۔

''باقاعدہ منگنی میں بشریٰ اور نیلم کے آنے پر کروں گی۔'' انہوں نے امبر کا ماتھا چوم لیا۔

انعام احمد نے ہزار کا نوٹ اس کے ہاتھ پر رکھا۔ صدف نے گلے لگا کر پیار کیا۔ اس لمحے تو اس کی زبان کہیں گم ہو گئی تھی۔

''آج سے تم میری ہونے والی دیورانی ہو۔'' صدف نے اس کے رُخسار پر تھپکی دی۔

وہ تیزی سے نکل گئی۔ سب نے اس کی شرم سمجھی تھی۔ سحر نے سب کو لوازمات بڑھائے۔ صدف نے ہی چائے پی پھر وہ امبر کے کمرے میں چلی آئی جہاں وہ اپنے بیڈ پر کھوئی کھوئی بیٹھی تھی۔ فراز کے نام پر دل دھڑکے جا رہا تھا۔

''کیا ہوا......؟ اتنی سیریس کیوں ہو گئی ہو......؟'' صدف نے معنی خیزی سے پوچھا۔

''یہ کیا طریقہ ہے......؟ آتے ہی دھاوا بول دیا۔'' وہ ناراضگی کا اظہار کرنے لگی۔

''ہیں......؟ تمہیں بالکل اعتراض نہیں اس منگنی پر......؟'' صدف کو تو حیرانی کا زبردست جھٹکا لگا۔ وہ تو سمجھی تھی امبر اس لئے ناراض ہو کر آئی ہے کہ اس سے پوچھے بغیر ہی منگنی کی انگوٹھی پہنا دی۔

''مجھے تو اعتراض نہیں ہے۔ البتہ اپنے دیور سے پوچھ لیا ہے جو دُوں کی کان سے شادی کرنے پر تو اعتراض نہیں ہے......؟'' وہ شرمائی شرمائی سی اپنے ہاتھ کی پشت پر نگاہ ٹکائے بیٹھی تھی جس میں نگوں کی گولڈ کی انگوٹھی جگمگا رہی تھی۔

''فراز سے پوچھ کر ہی آئے ہیں۔''

''کیا......؟ انہیں ذرا بھی اعتراض نہیں......؟'' اس نے حیرانگی سے آنکھیں پھیلائیں۔

''بالکل نہیں......!'' صدف کو ہنسی آئی۔

''جب ہی آپ دونوں ایسی گفتگو کر رہے تھے۔''

''کس دن......؟'' صدف سمجھی نہیں۔

''جب میرے پاؤں میں موچ آئی تھی۔ اس وقت میں کچھ سمجھی نہیں تھی لیکن اب سمجھ آ رہا ہے۔''

''شکر ہے، تم کچھ سمجھی تو، ورنہ فراز کو تو یہی فکر تھی۔ ہر بات تمہیں سمجھانی پڑے گی۔'' وہ معنی خیزی سے امبر کے شرمائے شرمائے چہرے کو دیکھنے لگی۔

''فراز کے ڈاکٹر بنتے ہی تمہیں دُلہن بنا کر لے جائیں گے۔''

''اتنی جلدی......؟'' وہ تو گھبرا ہی گئی۔

''دو سال ہیں، تمہیں اتنی جلدی لگ رہی ہے۔'' اس نے امبر کے چپت لگائی۔

''ان کے پاس سے تو ہر وقت دوائیوں کی بدبو آتی رہتی ہے۔''

''تم نے بڑے قریب سے سونگھی ہے......؟'' صدف کو ہنسی آ گئی۔

''جی نہیں......!'' وہ انہوں نے اس دن...... گود میں......؟'' آگے بولتے بولتے اس کی زبان کو بریک لگ گیا۔

''اوہ......! اچھا......! میں سمجھ گئی۔'' اس نے امبر کے چپ ہونے پر کہا۔

''بہت چالاک ہیں آپ ساری باتیں مجھ سے پوچھتی رہتی ہیں۔''

''تم فکر نہ کرو، فراز سے بھی پوچھ لوں گی۔ ویسے کیا پوچھوں تمہاری طرف سے......؟'' اس نے رازداری سے پوچھا۔

''مجھے نہیں پتا......!'' امبر نے سر جھکا لیا۔

''آپی......! اور بھابی......! چلئے، چند تصویریں ہو جائیں۔ میں فراز بھائی کو بلا کر لے آیا ہوں۔'' صداقت

دوڑتا ہوا اندر آیا۔

''کک......کیا......؟'' امبر تو اُچھل ہی گئی۔

''چلئے، فوراً سب آپ کو بلا رہے ہیں۔''

''مم......میں نہیں جاؤں گی۔'' وہ فوراً بیڈ پر چڑھ گئی تاکہ وہ لوگ زبردستی ہی نہ لے جائیں۔

''آپی......! امی اور ابو نے کہا ہے۔''

''کہہ دو میں نہیں آرہی ہوں۔'' دل تو دھڑ دھڑ کرنے لگا تھا۔

صداقت منہ بسورتا چلا گیا۔ صدف کو اس کے شرمانے گھبرانے پر ہنسی آئے جا رہی تھی۔

''تمہیں شرمانا بھی آتا ہے......؟''

''پلیز بھابی......! ایک تو میرے ہاتھ پاؤں کانپ رہے ہیں اور آپ کو مذاق سوجھ رہا ہے۔''

''جب شادی ہوگی تو تمہارا کیا حشر ہوگا......؟'' صدف نے اسے سکڑے سمٹے دیکھا۔

''بھابی......! آپ فکر نہ کریں، بے ہوش تو یہ ہوں گی ہی، آخر ڈاکٹر ہوں۔ سو طریقے آتے ہیں ہوش میں لانے کے۔'' فراز جھومتا ہوا وہیں اندر آگیا۔

امبر نے اسے دیکھا تو تیزی سے بیڈ سے اُتری، صدف بھی حیرت زدہ ہوگئی فراز کے یوں اچانک اندر چلے آنے پر۔

''بھابی......! ان سے کہیں یہ فوراً باہر چلے جائیں۔'' وہ چیخی۔

''بھابی......! آپ اپنا کریں باہر چلی جائیں، میں ذرا اس سے دو دو ہاتھ کرلوں۔'' فراز فان کلر کے کرتے شلوار میں خاصا سوبر اور ڈیسنٹ لگ رہا تھا۔

امبر سی گرین پلین کاٹن کے سوٹ پر ہم رنگ دوپٹہ اوڑھے جھینپی جھینپی کھڑی تھی۔

''خواہ مخواہ دو دو ہاتھ کریں گے، میں نے کیا کیا ہے......؟'' وہ ڈر ہی گئی۔

''یہ میں تمہیں اکیلے میں بتاؤں گا کیا کیا ہے......؟''

''لیکن میں آپ سے کچھ بات نہیں کرنا چاہتی۔'' وہ جھٹ واش روم کا دروازہ کھول کر اندر بند ہوگئی۔

''فراز......! تمہیں ادھر نہیں آنا چاہئے تھا۔'' صدف آہستگی سے بولی۔

''بات کرنی ہے مجھے۔'' اس نے واش روم کے دروازے پر نگاہ گاڑھے رکھی۔

''بھابی......! انہیں یہاں سے لے جائیں۔ ویسے ہی میرا دماغ ٹھکانے پر نہیں ہے۔'' امبر کی اندر سے آواز آئی۔

''ابھی تو جا رہا ہوں بعد میں تمہیں ٹھکانے لگانے آؤں گا۔'' وہ دھمکی دیتا نکل گیا تھا۔ صدف نے بھی باہر نکل کر قہقہہ لگایا تھا۔

●●●

توقیر انکل کا چالیسواں ہوگیا تھا۔ آمنہ جویریہ کو لے کر گھر جانے کی تیاری کر رہی تھیں۔ جویریہ اپنی پیکنگ کر رہی تھی۔

''اتنا کچھ آپ کیوں لے جا رہی ہیں......؟'' عمر دو بڑے بڑے سوٹ کیس اوپر سے نیچے اُتار کر لایا تو ٹوکے بنا نہ رہ سکا۔

''میرے کپڑے ہیں۔'' جویریہ نے آہستگی سے کہا۔

''بلال بھائی......! یار......! جلدی شادی کی تیاری کریئے گا۔ ورنہ یہ تو یہاں کی ساری چیزیں لے جائیں گی۔'' ں نے بلال کو دیکھ کر ہانک لگائی۔ جو منیر صاحب کو باہر تک سی آف کر کے اندر آیا تھا۔

جویریہ نے کن انکھیوں سے سنجیدہ سے بلال کو دیکھا جو کسی بھی جذبات سے عاری تھا۔

''تم سے سامان گاڑی میں رکھنے کو کہا تھا۔'' وہ اس کی بات نظر انداز کر گیا تھا۔

''وہی رکھ رہا ہوں۔ دو تین چھوٹے چھوٹے سوٹ کیس ابھی اوپر موجود ہیں۔'' وہ تپ ہی گیا بلال کے یوں انٹنے پر منہ بناتا سوٹ کیس کی بیلٹ کھینچتا باہر چلا گیا۔

''آمنہ چچی......! آمنہ چچی......!'' بلال نے انہیں پکارنا شروع کر دیا۔ جویریہ کو بالکل اگنور کیا ہوا تھا۔

''وہ نماز پڑھ رہی ہیں۔'' جویریہ نے جھجکتے ہوئے بتایا۔

بلال نے نگاہ ترچھی کی۔ جویریہ نے بلیک پینٹ اس پر بلیو ٹی شرٹ اور سر پر اسکارف لپیٹا ہوا تھا۔ اسے خاصی وفت ہوتی تھی اس حلیے پر۔

''آپ کا باقی سامان کہاں ہے......؟''

''وہ اوپر ہے۔'' وہ جھٹ بولی۔

وہ سیدھا سیڑھیاں پھلانگتا ہوا چڑھ گیا۔ جویریہ نے بھی پیچھے دوڑ لگائی۔ جویریہ نے فوراً اپنا کمرہ کھولا۔ بلال باہر رُک گیا۔

''اندر سوٹ کیس ہے، آپ آجائیں۔'' وہ اس کے گریز کی وجہ سمجھ گئی تھی۔

بلال سپاٹ چہرے کے ساتھ اندر آگیا۔ پورا بیڈ روم پھیلا ہوا تھا۔ وہ سوٹ کیس وارڈ روب کے آگے سے انے جھکا مگر کچھ یاد آیا تو رُک گیا۔

''آپ یہ کپڑے چینج کر کے کوئی قمیص شلوار پہنیئے۔'' منہ گھمایا ہوا تھا۔

جویریہ نے چونک کر سر اٹھایا۔ اس نے اتنے دنوں بعد مخاطب کیا تھا مگر یوں جیسے کسی اور سے ہو۔

''جی اچھا......!'' اس نے سعادت مندی کا ثبوت دیا۔

فوراً سوٹ کیس اس کے ہاتھ سے لینے کو بڑھی۔

''کپڑے اس میں ہیں۔'' ڈرتے ڈرتے بولی کیونکہ اسے بلال سے کچھ ڈر بھی لگنے لگا تھا پھر جب اسے دل سے ل کرلیا تھا تو اس کی ہر بات ماننا فرض بنتا تھا۔

''آئندہ مجھے آپ ایسے کپڑوں میں دکھائی نہ دیں۔'' ذ اس نے سوٹ کیس بیڈ پر رکھ کر اسے کھولنے میں جویریہ کی کی۔ دونوں اتنے قریب تھے کہ کاندھے سے کاندھا ٹکرا گیا۔

''میں صرف اس لئے کہہ رہا ہوں کہ ہمارے گھر لڑکیاں ایسا لباس نہیں پہنتی ہیں۔''

''آپ اطمینان رکھیے، آپ کو کبھی شکایت کا موقع نہیں دوں گی۔'' کپڑے نکالنے کے بعد اس نے سوٹ کیس کو ے لگا دیا۔

''اور ہاں......! منیر انکل یہ لفافہ مجھے دے گئے تھے آپ کو دینے کے لئے۔'' اس نے شرٹ کے اندر سے لفافہ ل کر اسے دیا۔

جویریہ نے حیرانگی سے لفافہ پکڑا۔

"پلیز......! جلدی تیار ہو کر آجائیں۔ مغرب ہو جائے گی۔" اسے حکم دیتا کمرے سے نکل گیا۔

جویریہ ساکت سی کھڑی تھی۔ لفافہ اس کے ہاتھ میں تھا۔ اس نے وائٹ لفافے کو چاک کیا اور اس میں سے سطر سے بھرا خط نکلا۔ وہ بیڈ کے سرے پر بیٹھ گئی اور نگاہ اس پر جما دی۔

"پیاری جویریہ......! میری جان سے عزیز بیٹی......!

سدا خوش رہو......!

جس وقت تمہیں یہ خط ملے گا میں اس دُنیا سے دُور جا چکا ہوں گا۔ مجھے خبر ہے تم میرے جانے کے بعد بکھر جاؤ گی۔"

جویریہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ لب دُکھ و کرب سے بھینچ لئے مگر بدستور خط ہاتھوں میں تھاما ہوا تھا۔

"لیکن تمہیں خود کو سنبھالنا ہوگا۔ میری خوشی کے لئے تاکہ مرنے کے بعد میری روح بے چین نہ ہو۔ تم نے بلال سے شادی کرنے کی رضامندی دے کر بہت بڑی خوشی دی لیکن تمہیں بلال سے شادی کرنا ہو گی اور اسے خوش بھی رکھنا ہے۔ اس کا ہر کہنا ماننا ہے۔ بلال بہت اچھا لڑکا ہے۔ وہ تمہیں بہت خوش رکھے گا۔ اس نے میرا بہت ساتھ دیا ہے۔ رات دن میرے پاس رہا ہے۔

بلال کے گھر والوں کے دل میں اُترنے کی کوشش کرنا۔ سارے گھر والوں کو خوش رکھنا۔

میں نے سارا کچھ تمہارے اور بلال کے نام کر دیا ہے۔ بزنس سارا بلال سنبھالے گا اور ہاں افشاں کو لندن پانچ لاکھ روپے بھجوا دینا کیونکہ کچھ ماہ پہلے سکندر کا ڈپارٹمنٹل اسٹور میں ڈاکہ پڑا تھا وہ اسے تنگ کر رہا تھا شادی کے بعد بلال کے ساتھ لندن ضرور جانا کیونکہ افشاں سے میں نے تمہاری اور بلال کی شادی کا ذکر کیا تھا لیکن پھر تم نے انکار کر دیا تھا خیر تم ضرور جانا۔

سارا کچھ میں نے منیر کو سمجھا دیا ہے۔ سدا خوش رہو......! اچھا اجازت۔

تمہارا ڈیڈی۔"

وہ بیڈ پر اوندھی ہو کر خوب پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ ڈیڈی کی آخری تحریر اور ایسی باتیں اس کا دل پھر بے چین ہو گیا۔ کتنی مشکل سے خود کو سنبھالا تھا۔

"جویریہ......! چلئے۔" بلال دروازہ کھلا دیکھ کر باہر ہی رُک گیا۔ اسے اس طرح جانا معیوب بھی لگا کہ کہیں وہ تیار نہ ہو رہی ہو مگر جب سسکیاں اس کے کانوں میں پڑی تو وہ بیقرار سا اندر آ گیا۔ جویریہ کو یوں دھواں دھار روتے دیکھ کر اس کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ کپڑے بھی اس نے چینج نہیں کیے تھے۔ وہ سمجھا شاید اس کی بات کا بُرا لگا ہے۔

"جویریہ......! کیا ہوا ہے......؟" وہ بیڈ کے قریب آ گیا۔

نگاہ اس کے پاس پڑے خط پر پڑی تو تجسس کے مارے اس نے اٹھا لیا اور پڑھنا شروع کر دیا۔ حیرانگی سے پڑھتا جا رہا تھا۔

جب پورا خط پڑھ لیا تو اس نے کمر پر ہاتھ جما کر لمبی سانس کھینچی۔ جویریہ اس دوران سیدھی ہو کر بیٹھ چکی تھی مگر آنسو بھل بھل نکل رہے تھے۔

"جلدی کھڑی ہوئیے آمنہ چچی نماز پڑھ چکی ہیں۔" اس نے خط اپنی جیب میں رکھ لیا۔

جویریہ نے حسرت بھری نگاہ اٹھائی۔ کتنا ریزرو سا ہو گیا تھا۔ ذرا بھی تو پہلے والی بات نہ تھی۔ ہر وقت محبت کا دم بھرنے والا یوں بیگانہ ہو گا؟ اس نے سوچا بھی نہ تھا۔

"مجھے کپڑے چینج کرنے ہیں۔"

"گھر چل کر کریئے گا۔ میرے پاس ٹائم نہیں ہے کہ رُکوں۔" وہ مڑا۔

"بلال......! آپ ایسے تو نہ تھے۔" آخر اس نے شکوہ کر ہی دیا۔

بلال کے قدم رُک گئے مگر رُخ نہیں گھمایا۔

"ڈیڈی نے آپ پر میری ذمہ داری ڈالی ہے۔"

"کچھ کام ایسے ہوتے ہیں جو کرنے پڑتے ہیں۔ آپ بھی کریئے میں بھی کرلوں گا۔" اس کی گہری بات پر وہ ٹھٹک گئی۔

"کیا مطلب ہے......؟ میں سمجھی نہیں۔"

"سمجھنے سمجھانے کے لئے عمر پڑی ہے۔ آپ آیئے......!" وہ سرد مہری سے کہتا ہوا باہر نکل گیا۔

جویریہ کو اس کی رکھائی پر اور ہی رونا آیا جو اس کی جانب نہیں دیکھ رہا تھا۔" جانتا ہے کہ مجبور و لاچار ہوں۔ اس پر ہی ناراضگی دکھا رہا ہے۔"

• • •

"امی کہاں گئی ہیں......؟" نائل نے اطراف میں نگاہ دوڑانے کے بعد اس سے پوچھا جو ریسیور رکھ کر گھومی تھی۔

"امی...... پہلے یہ بتایئے آفس میں بھی آپ نہیں تھے، نہ سیل پر موجود تھے، کیا آف رکھا ہوا تھا......؟" وہ حسب ...دل اس کی بکھری چیزیں اٹھا کر کاؤچ پر رکھنے لگی۔

"ہاں......! وہ آج میٹنگ تھی پھر آواری میں لنچ تھا۔ اس لئے میں نے موبائل بھی آف رکھا ہوا تھا۔" اس نے تھکے لہجے میں بتایا۔

"صبح سے ٹرائی کر کر کے تھک گئی میں تو۔"

"خیریت تو ہے......؟" اس نے تشویش سے پوچھا۔

شہرینہ نے مسکرا کر اسے دیکھا پھر نائل کے ہی قریب صوفے پر بیٹھ گئی۔

"جی......! خیریت ہی ہے۔ خیر سے آپ ایک پیاری سی بھانجی کے بھی ماموں بن گئے۔"

"کیا......؟" وہ حیرانگی کے ساتھ خوشی سے بولا۔

"آج ہی صبح دس بجے سرمد بھائی امی کو لینے آئے تھے۔ میں نے بہت آپ کو ٹرائی کیا مگر ناکامی ہوئی۔"

"بس یار......! مصروفیت رہی۔" وہ شرمندہ ہوا۔

"سرمد بھائی اور آپی خوش ہیں......؟"

"فون پر میری تائی امی سے بات ہوئی تھی۔ سرمد بھائی کا تو خوشی کا ٹھکانا نہیں ہے۔ پتا ہے نام بھی رکھ دیا ہے۔ ...نے فوراً۔" وہ تفصیل سے بتانے لگی۔

"کیا رکھا ہے۔" نائل نے پوچھا۔

"اریشہ رکھا ہے۔"

"نام تو زبردست ہے۔" اسے بھی نام اچھا لگا۔

"یہ بتایئے مجھے لے کر چل رہے ہیں......؟ میں آپ کی وجہ سے رُکی ہوئی تھی۔"

"ہاں ہاں......! چلو میں چینج کر لوں۔" وہ کھڑا ہوا۔

"ارسل کو تیار کرنا ہے اور روٹیاں پکانی تھیں۔"

''ڈنر باہر کرلیں گے تم اس کی فکر نہ کرو۔''

دونوں جلدی جلدی تیاری کر کے روانہ ہوگئے تھے۔ اسپتال گھر سے نزدیک ہی تھا اس لئے جلدی پہنچ گئے۔ اسپتال میں طائشہ کے پاس جہاں آراء رُکی ہوئی تھیں۔

''کتنی پیاری ہے۔'' شہرینہ نے نرم نرم روئی کے گالوں جیسی بچی کو پیار کیا۔

''آپی......! کیا سرمد بھائی نے نام پہلے ہی سوچا ہوا تھا......؟'' نائل نے بچی کے رُخسار پر پیار کیا۔

''ہاں......! کچھ ایسا ہی تھا۔'' جھینپی جھینپی بولی۔

وہ لوگ کچھ دیر اور رُکے تھے مگر ارسل کو نیچے بلال کے پاس چھوڑا تھا۔ اس لئے زیادہ رُکے نہیں فوراً نیچے آگئے۔

''اتنی دیر لگا کر آئے ہیں آپ لوگ، تنگ کر کے رکھ دیا ہے اس نے، اِدھر سے اُدھر بھاگے جا رہا تھا۔'' بلال خاصا پریشان ہوگیا تھا۔ ارسل کو سنبھالتے ہوئے۔

وہ پارکنگ لاٹ میں کھڑے تھے۔ نائل نے گاڑی کا لاک کھولا۔

''سوری......! سوری......!'' شہرینہ نے معذرت کرتے ہوئے فوراً ارسل کا ہاتھ پکڑا جو پھر بھاگنے کی کوشش کر رہا تھا۔

''تم سناؤ......! اب تو کوئی پرابلم نہیں کر رہی ہے جویریہ......؟'' نائل نے معنی خیزی سے پوچھا۔

''اب وہ کیا پرابلم کرے گی......؟ میں پرابلم بن گیا ہوں اس کے لئے۔'' بلال نے مسکرا کر کہا۔

''کیسے پرابلم بن گئے ہو......؟'' شہرینہ کو تجسس ہوا۔

''سمجھئے کہ محبوب قدموں میں آگیا ہے۔ بس میرے اُٹھانے کی دیر ہے۔'' بلیک پینٹ اس پر لیمن کلر کی ٹی شرٹ میں ڈیشنگ لگ رہا تھا۔ نائل کی گاڑی سے ٹیک لگا کر کھڑا ہوگیا۔

''کیا بک رہے ہو......؟'' شہرینہ کو کچھ زیادہ ہی بے چینی تھی۔

''پہلے میں اس کے آگے پیچھے بھاگتا تھا اب وہ بھاگتی ہے لیکن میں بھی ایکٹنگ کرنے میں ماہر ہوں، کچھ اقرار محبت اس سے بھی تو کروانا ہے۔''

''دیکھا......! آپ والا انداز ہے اس کا بھی۔'' شہرینہ نے نائل کے شانے پر ہاتھ رکھا۔

''یار......! تم جو کر رہے ہو وہ بالکل ٹھیک کر رہے ہو۔'' نائل نے بلال کو شاباشی دی۔

''حد ہوتی ہے بلال......! ایک تو وہ اپنے ڈیڈی کی ڈیتھ سے شاک میں ہے۔ اب تم اس کے ساتھ ایسا کر رہے ہو......؟'' شہرینہ کو تو غصہ آگیا۔

''تم چپ رہو، یہ بالکل ٹھیک کر رہا ہے۔ پوری زندگی کا معاملہ ہے یہ اگر جویریہ سے اقرارِ محبت کروا رہا ہے تو کچھ غلط نہیں کر رہا ہے۔''

''ہاں......! آپ تو اور اسے چڑھائیے۔'' وہ خفگی سے بولی۔

''شہرینہ باجی......! آپ اطمینان رکھئے، شادی میں اسی سے کروں گا، پہلی بار محبت کی ہے وہ بھی ٹوٹ کر، اسے حاصل بھی تو کرنا ہے۔''

''لیکن بلال......! یہ جو تم کر رہے ہو ٹھیک نہیں کر رہے ہو۔''

''وہ جو میرے ساتھ کرتی آئی ہے وہ ٹھیک تھا......؟'' پرپوزل سے انکار کیا۔

''کتنے شاک میں تھا اگر تھوڑا سا بدلہ لے رہا ہوں تو غلط نہیں ہے۔'' وہ بھی تیز لہجے میں بولا کیونکہ شہرینہ جویریہ کی سائیڈ جو لے رہی تھی۔

''کیا پتا وہ صرف مجبور ہو کر مجھے قبول کر رہی ہو۔''

''کیسی باتیں کر رہے ہو تم......! تمہیں فوراً سے پیشتر اس کا خیال رکھنا چاہئے اور جلد شادی کرو۔''

''جلد شادی ایسے کیسے کر سکتا ہوں......؟ خوشگوار لائف چاہتا ہوں، مجبوری کا سودا نہیں۔''

''تم اس کا دماغ کیوں خراب کر رہی ہو......؟'' نائل نے اب شہرینہ کو آڑے ہاتھوں لیا۔

''خراب میں کر رہی ہوں یا آپ......؟ میں تو سمجھانے کی کوشش کر رہی ہوں۔'' وہ تنک گئی۔

''آپ دونوں لڑیں نہ کیونکہ شادی کا ویسے بھی میرا اتنی جلدی ارادہ بھی نہیں ہے۔ توقیر انکل کے سارے بزنس ذمہ داری مجھ پر ہے۔ پہلے اسے سنبھالوں گا اس کے بعد ہی سوچوں گا شادی کا۔''

''تم تو پاگل ہوگئے ہو۔'' وہ غصہ میں کہتی فرنٹ ڈور کھول کر اپنا دھانی آنچل سنبھالتی ارسل کو لے کر بیٹھ گئی۔

''یہ ناں عورتوں کی قوم ہوتی ہی بے وقوف ہے۔'' نائل نے سرگوشی میں کہا۔

''میرا بھی یہی خیال ہے۔'' وہ ہنسا۔

''تم اینگری مین بنے رہو، کسی دن تو منہ سے اقرار کرنے آئے گی ہی ناں......!''

''جلدی آجائے تو اچھا ہے۔'' بلال نے اندر بیٹھی شہرینہ پر نگاہ ڈالی جو مکمل ناراض ہی لگ رہی تھی۔

''اگر باتیں ہوگئی ہوں تو آجایئے، ویسے ہی اتنی رات ہوگئی ہے۔'' اس نے ناگواری سے کہا باہر گاڑیوں کا رَش دا تھا۔ پھر اس نے بلال سے اجازت لی اور فرنٹ سیٹ پر آبیٹھا۔

''مجھے گھر چھوڑ دیجئے گا۔''

''گھر ہی جا رہے ہیں۔'' اگنیشن میں چابی گھمائی۔

''میرے پاپا کے گھر۔'' منہ پھلا کر کہا۔

''زیادہ پھیلنے کی نہیں ہو رہی ہے۔ میں وہاں اکیلا کیسے رہوں گا......؟''

''جیسے شادی سے پہلے رہتے تھے۔'' اس نے ارسل کو گود میں لیٹا کر تھپکنا شروع کر دیا۔

''شادی سے پہلے اور بات تھی تم سے میں نے اپنی مرضی سے شادی کی ہے۔ ان مردوں کی طرح نہیں ہوں کہ جو ا کے میکے جانے پر خوش ہوتے ہیں۔'' لمبی سڑک پر اس نے گاڑی دوڑا دی تھی۔

وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑانے لگی کیونکہ نائل سے بحث کر کے جیت نہیں سکتی تھی اور وہ اجازت دے گا نہیں اس نے ش ہونے میں عافیت جانی۔

●●●

سرمد کا تو خوشی کا ٹھکانا نہ تھا۔ ننھی اریشہ کو مسلسل گود میں اٹھائے رہتے تھے آج کل تو آفس سے بھی جلدی آرہے تھے۔

''آپ اس کو گود کی عادت ڈال دیں گے مجھے پھر بعد میں تنگ کرے گی۔'' طائشہ اریشہ کے چھوٹے ے تہہ کر کے باسکٹ میں رکھ رہی تھی۔

''تم فکر نہ کرو، میں ہوں ناں سنبھالنے والا۔'' انہوں نے اریشہ کے روئی جیسے گالوں پر پیار کیا۔

''بس......! چند دن کی بات ہے۔ رات کو تنگ کرے گی تو خود ہی ناراض ہوں گے۔''

''تم بس مجھ سے خائف ہی رہنا۔'' انہوں نے طائشہ پر بھی پیار بھری نگاہ ڈالی جو پندرہ دنوں میں کمزور سی ہوتی ا تھی۔

''میں حقیقت بتا رہی ہوں۔'' باسکٹ اٹھا کر ڈریسنگ روم میں رکھی۔

"سنیے......! انس کا ہوم ورک رہ گیا ہے۔ فارحہ سے کہیے گا کروادے۔" اسے یاد آیا تو اس کا بیگ بھی لے آئی۔
"انس نیچے جویریہ کے ساتھ کھیل میں لگا ہوا ہے۔"
"آپ اسے مجھے دیں اور بیگ دے آیئے۔" اس نے اریشہ کو ان کی گود سے لیا۔
سرمد بیگ لے کر نیچے آئے تو انس جویریہ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔
"جویریہ......! یہ اس کا بیگ ہے۔ بیٹا......! ذرا تم ہی اسے ہوم ورک کرادو۔" انہوں نے جویریہ کو بیگ تھمایا۔ جو اس نے مسکرا کر لے لیا تھا اس نے منہ بسورنا شروع کردیا۔
"چاچی......! اتنا شارا تام ہے، میں نئی کروں گا۔" وہ توتلی زبان میں بولا چاچی بھی عمر کے کہنے پر وہ جویریہ کو کہنے لگا تھا۔ اسے سرمد کے سامنے شرم آئی۔
سرمد مسکرانے لگے۔ اس کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرا اور واپس چلے گئے۔
"چاچی......! میرا تام آپ تردیں۔"
"آپ کی مس جو ماریں گی۔" وہ بیگ کھول کر اس کی کاپیاں نکالنے لگی۔ انس اور وہ ہال کمرے میں ہی بیٹھے تھے۔ جویریہ نے اپنے آپ کو کافی حد تک یہاں ایڈجسٹ کرلیا تھا۔ گھر کے دیگر کاموں میں بھی حصہ لینے لگی تھی۔
"آپ تو تھوڑی ماریں گی۔"
"آپ جلدی جلدی ہوم ورک کرلو، پھر ہم دونوں آئس کریم کھانے چلیں گے۔" اس نے اس کو لالچ دیا۔
"چاچو کے ساتھ۔" وہ بے ساختہ ہی بولا۔
"ہاں......! ان کے ساتھ۔" بلال کے نام پر تو اس کا دل ہی دھڑک اُٹھتا تھا۔ سامنے ہوتا تو عجیب حالت ہوتی اور اگر سرد مہری سے گزرتا تو دل خون کے آنسو روتا۔ اپنا نقصان تو اس نے خود کیا تھا۔
انس جلدی جلدی کام کررہا تھا اور وہ بلال کو سوچے جارہی تھی۔ گلاس ونڈو سے باہر لان کا منظر صاف دکھائی دے رہا تھا۔ انس کا ہوم ورک ختم کرا کر وہ باہر نکل آئی۔ انس اوپر اپنے کمرے میں بھاگ گیا تھا۔
"بھابی جی......! اگر اعتراض نہ ہو تو چائے بنا سکتی ہیں......؟" عمر نے اسے کوریڈور میں ہی روک لیا۔ وہ بھی اسے بھابی ہی کہتا تھا، وہ بلش ہوجاتی۔
"زیادہ اچھی بنانی نہیں آتی ہے۔" وہ شرمندگی سے گویا ہوئی۔
"کوئی بات نہیں چلے گی۔" وہ مسکرا کر بولا۔
جویریہ فوراً کچن میں ہی آگئی، سب رات کا کھانا کھانے کے بعد اپنے اپنے کمروں میں تھے۔ بلال البتہ آفس سے آنے کے بعد کہیں چلا گیا تھا۔ وہ ابھی تک نہیں آیا تھا۔ وہ بڑی احتیاط سے چائے بنارہی تھی۔ چائے تیار کرنے کے بعد کپ میں اُنڈیلنے ہی لگی تھی کہ ایک زوردار چیخ نکلی۔
بلال ابھی باہر سے ہی آیا تھا وہ فوراً کچن میں ہی آگیا۔ دیکھا تو جویریہ کے ہاتھ اور پیر پر گرم گرم چائے گری تھی اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔
"جویریہ......! کیا کرلیا......؟" وہ تڑپ ہی گیا۔
"پتا نہیں چائے کیسے گرگئی......؟" وہ رونے لگی تھی۔
اس کے بلیو پرنٹڈ کاٹن کے کپڑے بھی چائے کے دھبوں سے خراب ہوگئے تھے۔ اس کا ہاتھ پکڑ کر اسٹول پر بٹھایا۔
"ہائے بچی......! کیا ہوا......؟" فاخرہ بیگم بولتی ہوئی آئی تھیں۔

"آنٹی......! چائے گرگئی ہے۔"
بلال نے جلدی سے برنال تلاش کرکے اس کے بائیں ہاتھ کی پشت اور بائیں پیر کی پشت پر لگایا۔ وہ تکلیف سے کراہ رہی تھی۔ پورے ہی گھر میں ہلچل مچ گئی تھی۔ آمنہ نے تو عمر کو خوب ہی ڈانٹا کہ اس نے چائے ہی کیوں بنوائی۔
"مس......! آپ عمر کو مت ڈانٹیں، غلطی میری ہی ہے۔ مجھے دیکھ کر کام کرنا چاہیے تھا۔" وہ سب کی محبت پر اور ہی شرمندہ ہوئی۔
"نہیں......! اسے بہت بے وقت چائے کی عادت پڑگئی ہے۔"
عمر الگ ندامت محسوس کررہا تھا کہ اس کی وجہ سے جویریہ کو تکلیف پہنچی۔ بلال کی گہری نگاہیں جویریہ پر تھی جو ہال کمرے میں سنگل صوفے پر بیٹھی تھی۔
"مس......! کوئی بات نہیں آپ عمر کو کچھ مت کہیں۔"
"خبردار جو تم نے مجھے مس کہا، لڑکی......! کتنی بار کہوں تمہیں مجھے امی بولو......؟" آمنہ کو جویریہ کے بار بار مس کہنے پر غصہ آیا۔ وہ لب بھینچ کر رہ گئی۔
"امی......! اگر یہ آپ کو امی کہیں گی تو بڑی تائی جی کو کیا کہیں گی......؟" عمر کو شوخی سوجھی۔
"ظاہر ہے، میں بھی امی ہوں، جب بلال کی امی ہوں تو یہ بھی امی ہی کہے۔"
"پھر تائی امی جلدی......! سے ان دونوں کی شادی کرادیں۔"
"تمہاری نہ کرادی جائے......؟" بلال نے اس کے دھپ لگائی۔
"بلال بھائی......! خدا کو مانیے جویریہ بھابی میری بہن ہیں۔"
"لاحول ولاقوۃ......!" اس نے پھر ایک دھپ لگائی۔
جویریہ مارے شرم کے سر نہیں اٹھا پارہی تھی۔ بلال کو اس کے چہرے پر حیا کی لالی اچھی لگ رہی تھی۔ جو کچھ وہ چاہتا تھا اب مل رہا تھا مگر اپنے جذبات اس نے چھپائے ہوئے تھے۔
"تم فکر نہ کرو عمر......! بلال کی اور جویریہ کی جلدی ہی شادی کروانی ہے۔"
"امی......! ابھی میں موڈ میں نہیں ہوں اور پھر خواہ مخواہ جویریہ پر ہم زبردستی نہیں کرسکتے۔ جب یہ مجھے پسند ہی نہیں کرتی ہیں تو فائدہ شادی کا۔" اس نے سپاٹ سے انداز میں کہا۔
جویریہ سمیت سب ہی ہق دق رہ گئے تھے۔ وہ کیا کہہ رہا تھا۔
"اگر جویریہ اپنی پھپھو کے پاس جانا چاہتی ہیں تو میں جانے کے انتظامات کرادیتا ہوں۔" یہ کہہ کر وہ رُکا نہیں لمبے لمبے ڈگ بھرتا چلا گیا۔
جویریہ پھوٹ پھوٹ کر رودی تھی۔ فاخرہ بیگم کو بلال پر غصہ آنے لگا کہ پہلے شادی کے لئے بضد تھا اب کیوں اکڑ گیا۔
"بلال بھائی......! یہ آپ اچھا نہیں کررہے ہیں۔" عمر اس کے کمرے میں آگیا۔ وہ جوتے چینج کرکے بیڈ پر بیٹھ گیا تھا۔
"کیا اچھا نہیں کررہا......؟" وہ سمجھ تو گیا تھا وہ کس بارے میں کہہ رہا ہے۔
"پتا ہے خوب روئی ہیں وہ۔"
"رونے دو، تم کیوں فکر کررہے ہو......؟" اس نے سرد مہری دکھائی۔ کلائی سے رسٹ واچ اُتاری اور بیڈ کی سائیڈ پر رکھی۔



"پلیز فارحہ......! تم اتنا بھی پتھر نہ بنو۔" شہرینہ نے اسے اپنے گھر بلایا تھا تاکہ وہ اس کی اور یاسر کی صلح کرا دے۔

"شہرینہ......! سب کہتے ہیں میں معاف کردوں، کیسے کردوں......؟ وہ لمحے دُکھ وکرب کے میری آنکھوں میں چبھتے ہیں۔ دل کو ٹکڑے ٹکڑے کیا، کیسے سمیٹوں میں......؟" وہ لب کاٹ رہی تھی۔

"مجھے خبر ہے، کیا گزری ہے تم پر اور یہ سب میری وجہ سے۔" وہ شرمندگی سے گویا ہوئی۔

"تمہاری وجہ سے نہیں، یاسر خود غلط سوچتے ہیں۔"

"یاد ہے فارحہ......! تم نے ایک بار مجھے سمجھایا تھا کہ میں نائل حسن کو اپنا سمجھوں ان کے دل تک پہنچوں، مجھے پتا تھا غلطی پر میں ہی تھی۔ میں اگر تمہاری بات نہیں مانتی تو آج یوں اتنی خوش وخرم زندگی نہیں گزار رہی ہوتی۔"

"یاسر میں اور نائل بھائی میں بہت فرق ہے۔ وہ ہر بات انڈرسٹینڈ کرلیتے ہیں۔ تمہیں وہ سمجھنے لگے تھے۔"

"انڈرسٹینڈنگ تو تمہاری اور یاسر بھائی کی تھی۔ بچپن سے لے کر جوانی تک تم دونوں ایک دوسرے کو سمجھتے آئے ہو اور رہی میری بات میں تو نائل کو شادی کے بعد ہی انڈرسٹینڈ کرپائی ہوں۔ مجھ سے زیادہ تو ایک دوسرے کے بارے میں تم دونوں جانتے ہو۔" وہ اس کے ہاتھ تھام کر بولی۔

"اگر ہماری انڈرسٹینڈنگ ہوئی ہوتی تو یوں اچانک وہ امریکہ نہیں جاتے۔" مسلسل وہ شہرینہ کی نفی کرے جا رہی تھی۔

"اس کا مطلب ہے تم یاسر بھائی کو کبھی معاف نہیں کروگی......؟"

"کبھی نہیں......!" لہجہ کو نہ چاہتے ہوئے بھی مضبوط بنالیا۔

"فارحہ......! تم بہت بڑی غلطی کررہی ہو اور ظلم بھی کیونکہ تم یاسر بھائی کی محبت سے انکار نہیں کرسکتی ہو۔"

"مرگئی محبت بھی، جس دن وہ گئے تھے۔" وہ چیخ کر بولی۔

"تم خود سے یہ جھوٹ نہیں بول پارہی ہو تو دوسروں سے کیا بولوگی......؟ لڑکی محبت ایک بار کرتی ہے اور ٹوٹ کر کرتی ہے، مٹ جائے گی مگر محبت مٹنے نہیں دیتی۔"

"بس کرو شہرینہ......!" وہ جھٹکے سے کھڑی ہوگئی۔

اسکول سے واپسی پر اس نے بلال سے ہی اسے یہاں بلوالیا تھا۔ پورا دن سمجھاتے ہوئے ہوگئی تھی مگر وہ ماننے کو تیار نہ تھی۔

"نہیں بس کروں گی، تم اپنے ساتھ یہ ظلم نہیں کرسکتی ہو، میری وجہ سے تم دونوں میں کلیش ہوا تھا، میں ہی ختم کروں گی۔"

"تم فضول کی ضد کررہی ہو۔" فارحہ نے اس کے تپے ہوئے چہرے کو دیکھا۔

"فضول کی میں نہیں تم کررہی ہو۔" وارڈروب کی جانب وہ بڑھی۔

"جب تک تم یاسر بھائی کو معاف نہیں کروگی میں بھی یہاں نہیں رہوں گی۔"

"کیا پاگل پن ہے یہ شہرینہ......؟" وہ تو اس کے کپڑوں کے ڈھیر کو دیکھ کر پریشان ہوگئی جو سوٹ کیس لئے ینگ روم سے آئی تھی۔

"میں ساری زندگی شرمندہ ہی رہوں گی، وجہ میں ہوں، اس لئے مجھے کوئی حق نہیں ہے کہ تمہیں اُداس دیکھوں ر خود خوش رہوں۔" جلدی جلدی سوٹ کیس میں کپڑے بھرنے لگی۔

فارحہ تیزی سے کمرے سے نکل کر نائل کو بلا لائی جو حیران ہی رہ گیا۔ شہرینہ جلدی جلدی ساری پیکنگ کررہی ی۔

"نائل بھائی......! روکئے اسے۔" فارحہ روہانسی ہورہی تھی۔

"میں بالکل نہیں رُکوں گی۔"

"آخر بات کیا ہوئی ہے......؟" نائل ناسمجھی کی کیفیت میں تھا۔

"بات کیا ہونی ہے......؟ مجھے بھی آپ کے ساتھ رہنا ہی نہیں ہے۔" وہ اپنا شولڈر بیگ وارڈروب سے نکال کر ب کرنے لگی۔

"شہرینہ......! کیا پاگل پن ہے......؟" نائل تو غصے میں آگیا۔

"آج ہی تو عقل آئی ہے۔ سب کچھ آپ کی وجہ سے ہوا ہے۔ نہ میری آپ سے شادی ہوتی اور نہ فارحہ اور یاسر ئی میں ناراضگی ہوتی۔" وہ بھی رودی۔

"واٹ......! میری وجہ سے ہوئی ہے......؟ غلطی تمہاری تھی، تم ہو ذمہ دار۔" وہ بھی چیخا۔

"سارے جہاں کی لڑکیاں مرگئی تھیں جو میں ہی ملی آپ کو......؟" سوٹ کیس سیدھا کرکے کھڑا کیا۔

"شہرینہ......! میرا دماغ خراب مت کرو۔ خالی کرو سوٹ کیس۔"

فارحہ ہق دق سی رہ گئی۔ ان دونوں میں جنگ چھڑ گئی تھی اور وہ بے بس سی کھڑی تھی۔ سمجھ نہیں آرہا تھا کیا کرے؟

"مجھے رہنا ہی نہیں ہے یہاں۔" وہ اکڑی۔

"پھر جاؤ اور شوق سے جاؤ، مگر ذہن میں رکھ کر جانا، اب کی بار تمہیں لینے نہیں آؤں گا۔" وہ ہاتھ نچا کر بولا۔

"مت آیئے گا۔"

"ارسل کو تم نہیں لے جاسکتی ہو۔" فوراً ارسل کو گود میں اُٹھالیا۔

"پتا تھا، آپ مردوں کو یہی آتا ہے، ایک ماں سے اس کا بچہ چھین لیتے ہیں۔ نہیں چاہئے مجھے، رکھئے اسے بھی ال کر۔" دانت پیستے ہوئے بولی۔

"چلو فارحہ......!"

"شہرینہ......! تم میری بات تو سنو......!"

"اب کوئی فائدہ نہیں کیونکہ اگر تم خوش نہیں ہو تو میں بھی نہیں۔" وہ سوٹ کیس گھسیٹنے لگی۔

"شہرینہ......! کیا بکواس ہے......؟" اس نے شانوں سے جھنجوڑ دیا۔

"بکواس نہیں ہے، اگر تم یاسر بھائی کے بغیر رہ سکتی ہو، میں بھی ان کے بغیر رہ لوں گی۔" آنکھوں سے آنسو رواں

نائل ہتھیلی پر مکا مار کر رہ گیا۔ بات اس کی سمجھ میں نہیں آئی تھی کہ ان دونوں میں ہوئی کیا تھی کہ یوں اچانک ہنہ نے اپنا سامان باندھ لیا تھا۔

"کس نے کہا کہ میں ان کے بغیر رہ سکتی ہوں......؟" فارحہ نے روتے ہوئے اعتراف کیا۔

شہرینہ اور نائل گنگ سے رہ گئے۔ شہرینہ کی بروقت ایکٹنگ نے فارحہ کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔

"تم جب معاف ہی نہیں کر رہی ہو تو رہ بھی سکتی ہو۔" وہ اسے بولنے پر اُکسانے لگی۔

"شہرینہ......! میں پل پل مری ہوں۔" وہ سر پکڑ کر بیڈ کے سرے پر ٹک گئی۔

شہرینہ نے نائل کو اشارے سے جانے کو کہا تاکہ وہ فارحہ سے کھل کر بات کر سکے۔

"میں اپنی وجہ سے تمہارا ہنستا بستا گھر نہیں بگاڑ سکتی۔"

"کیا......؟ میری وجہ سے......؟" وہ حیران ہوئی۔

"ہاں......! کیونکہ جب میں یاسر کو بھلا ہی نہیں پائی، صرف اپنے غصے کی وجہ سے ان سے بدلہ لے رہی ہوں، اس سے میرا ہی تو نقصان ہو رہا ہے۔"

"فارحہ......! سچ کہہ رہی ہو......؟" شہرینہ کو یقین ہی نہ آیا۔

"ہاں......! میں سچ کہہ رہی ہوں شہرینہ......! میں شاید ان سے نفرت ہی نہیں کر پائی ہوں، بس خود کو دھوکا دیتی رہی ہوں۔"

"پھر بے وقوف......! وہ سب کیا تھا......؟" اس نے فارحہ کا چہرہ تھاما۔

"جھوٹ تھا، خود کو دھوکا دینا تھا۔" آنکھیں رو رو کر سوجھ گئی تھیں۔

"تم وعدہ کرو، یاسر بھائی کو معاف کر دو گی......؟"

اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ کتنی اذیت میں رہی تھی وہ۔ امی اور ابو کے پریشان چہرے، سرمد بھائی کا غصہ جو ابھی تک یاسر پر تھا، وہ صرف اس کی وجہ سے معاف نہیں کر رہے تھے۔

"تم بھی نائل بھائی کو منا لو گی، دیکھی تھی تم نے ان کی حالت......؟"

"تم فکر ہی نہ کرو، بائیں ہاتھ کا کام ہے انہیں منانا اور یہ میں اچھی طرح جانتی ہوں کیسے منایا جاتا ہے۔" وہ معنی خیزی سے بولی۔

"بہت ہی بیہودہ ہو گئی ہو۔" فارحہ کے ہونٹوں پر بھی تبسم بکھر گیا۔

"تم بھی میری طرح ہو جاؤ گی۔ جب یاسر بھائی کے ساتھ رخصتی ہو جائے گی۔"

"بکومت......!" وہ جھینپ گئی۔

"فارحہ......! ایک بات تو بتانا، یاسر بھائی رومینٹک ہوئے ہیں کبھی تمہارے ساتھ......؟" وہ شرارت سے پوچھنے لگی۔

"میں تمہیں کیوں بتاؤں......؟" چہرے پر تو اس کے گلال بکھر گئے تھے۔

"ٹھیک ہے......! بعد میں تو بتا دو گی ناں......؟"

"تمہاری بکواس شروع ہو گئی ہے، مجھے گھر جانا ہے۔" اس نے بات ہی کاٹ دی۔

"کہو تو یاسر بھائی کو بلا لوں......؟"

"اتنی فرصت نہیں ہوگی کہ وہ لینے آئیں۔" وہ مسکرائی۔

"تمہارے لئے فرصت ہی فرصت ہے۔" شہرینہ پر شوخی سوار ہو گئی۔ رات کو کھانے کے بعد وہ اور نائل اسے چھوڑنے گئے تھے۔ نائل شہرینہ سے ابھی تک ناراض تھا۔ جو کچھ دیر پہلے اس نے کیا تھا اور اب کیسے چہک رہی تھی۔

سے غصہ آئے جا رہا تھا۔ اچھی خاصی لڑائی جو ہو گئی تھی۔ وہ تو شکر ہوا جہاں آراء کے کانوں تک بات نہ پہنچی تھی۔

• • •

"امی......! جلدی آئیں، نیلم بجو کا فون آیا ہے۔" عفرا کی تیز آواز پر سب ہی چونک گئے۔

زینب نشتم پشتم بھاگتی آئی تھیں۔ رات کے کھانے کے بعد سب ہی لاؤنج میں بیٹھے خوش گپیوں میں مصروف تھے۔

"کیسی ہو نیلم......!" زینب اتنے عرصے بعد نیلم کی آواز سن کر خوشی سے پھولے نہیں سما رہی تھیں۔

"امی......! بالکل ٹھیک ٹھاک ہوں۔" اس کی چہکتی ہوئی آواز آئی۔

سب ہی فون کے اسٹینڈ کے قریب ہی جمع ہو گئے۔ صدف چھ ماہ کی اریبہ کو گود میں لئے ان کے قریب ہی بیٹھ گئی۔

"انعم کیسی ہے اور عدنان......؟"

"دونوں ٹھیک ہیں اور ہاں امی......! اگلے مہینے کی بیس تاریخ کو میں آ رہی ہوں۔" اس نے فوراً بتایا۔

"اچھا......! اور عدنان بھی آ رہے ہیں۔"

"جی امی......! اس بار وہ بھی آ رہے ہیں۔" دو سال بعد اس کا آنا ہو رہا تھا اس لئے بہت زیادہ خوش تھی۔

اعزاز نے زینب کے ہاتھ سے ریسیور لے لیا تھا۔ عفرا کی کوشش تھی وہ بات کر لے۔

"السلام علیکم بجو......!"

"وعلیکم السلام......! کہو کیسے ہو......؟ باپ بننے کے بعد کچھ تبدیلی آئی......؟" اس نے اعزاز کو چھیڑا۔

"مجھ میں تو نہیں البتہ صدف میں کافی آ گئی ہے۔ بہت کمزور ہو گئی ہے۔" اس نے مضحکہ خیز انداز میں کہا۔

صدف جھینپ کر اسے گھورنے لگی۔ انعام احمد کو زوردار ہنسی آئی۔

"خیال رکھا کرو، دودو۔ بچے سنبھالنا بہت مشکل ہوتا ہے۔"

"ہاں بجو......! بہت مشکل ہوتا ہے، راتوں کو سونے نہیں دیتے ہیں۔" اس نے بتایا۔

"اچھا......! اب صدف سے بات کراؤ جلدی سے۔" نیلم کو صدف سے بھی بات کرنے کی بے چینی ہوئی۔

اعزاز نے صدف کو ریسیور تھمایا۔ وہ سلام دعا کے بعد بات کرنے لگی تھی۔

"فراز کی ہم باقاعدہ دھوم دھام سے منگنی کریں گے۔" نیلم نے صدف کو خوشی سے بتایا۔

"بس......! آپ آ کر تیاریاں کریں۔ یہاں ہم فراز کی تیاریاں کریں گے۔" فراز اپنے کمرے سے آیا تو صدف نے معنی خیزی سے کہا۔

سب نے ہی باری باری بات کرنے کے بعد ریسیور رکھ دیا تھا۔ عفرا کا تو خوشی کا ٹھکانہ نہ تھا۔ دو سال بعد بہن آ رہی تھی۔

"بشریٰ کے بارے میں تو پوچھا ہی نہیں کہ وہ بھی آ رہی ہے یا نہیں......؟" انعام احمد کو خیال آیا۔

"مجھے خبر ہے، آپی بھی ضرور آئیں گی۔ ہمیشہ نیلم بجو اور وہ ساتھ ہی آتی ہیں۔" اعزاز نے اپنی قیاس آرائی کی۔

کچھ ہی دیر میں پھر ٹیلی فون کی بیل نے اعزاز کو اُٹھنے پر مجبور کر دیا۔ وہ حیران ہی رہ گیا۔

"آپی......! ابھی آپ ہی کا ذکر ہو رہا تھا۔"

"ادھر میں کر رہی تھی۔" اس کی بھی خوشی سے بھرپور آواز آئی۔

"آپ سب لوگ کیسے ہیں.....؟"

"ہم سب لوگ بھی ٹھیک ہیں۔ نیلم کا تو فون آ گیا ہوگا.....؟"

"ابھی کچھ دیر پہلے ہی آیا تھا۔ وہ پاکستان آ رہی ہیں۔" اس نے بتایا۔

"ہاں.....! میں بھی آ رہی ہوں۔ اگلے مہینے کی پچیس کو تمہارے بہنوئی صاحب کو چھٹی نہیں مل رہی تھی۔ بہت مشکل سے ملی ہے۔" وہ بتانے لگی۔

"ایک بار پھر سب فون کے گرد جمع ہو گئے۔ اچانک ہی اتنی ڈھیر ساری خوشیاں مل رہی تھیں۔

"فراز.....! تمہاری خیر نہیں ہے۔" صدف نے اسے چھیڑا۔

"آپی تو کہہ رہی ہیں کہ شادی ہی کر دیں۔ وہ بار بار کیسے آ سکتی ہیں.....؟"

"واٹ.....!" وہ تو اعزاز کی بات پر اُچھل ہی گیا۔

میں دو سال سے پہلے بالکل شادی نہیں کروں گا۔"

"آپی اور بجو کیا دوبارہ آئیں گی۔" عفرا کی بھی کوشش تھی کہ شادی ہی ہو جائے۔

"تم چپ کرو مینڈکی.....! یہاں ابھی میرے کیریئر کی بات ہے اور میں شادی کر کے کوئی مسئلہ نہیں کھڑا کرنا چاہتا۔" فراز ویسے ہی دور اندیش واقع ہوا تھا۔

"اگر بشریٰ نے کہا تو ہمیں شادی ہی کرنی پڑے گی۔" زینب کا انداز پرسوچ تھا۔

"امی.....! رحم کریں مجھ پر، جس لڑکی کو آپ لوگ میرے پلے باندھ رہے ہیں اسے کچھ تو بڑا ہونے دیں۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا.....؟" صدف نے چونک کر پوچھا۔

"مطلب صاف اور واضح ہے۔ امبر نے بے وقوفی میں ڈپلومہ کیا ہوا ہے۔"

"تم بھی کم بے وقوف نہیں ہو۔" انعام احمد صوفے سے کھڑے ہوئے۔

"اس جوؤں کی کان سے تو کم ہی ہوں۔" منہ بسور کر کہا۔

"طلحہ کہاں ہے فراز.....!" صدف کو یکدم ہی یاد آیا۔

"میرے کمرے میں مزے سے بیڈ پر سو رہا ہے۔"

"ارے.....! بیڈ سے گر نہ جائے ویسے ہی پلٹنے لگا ہے۔" زینب نے جھٹ کہا۔

اسی دوران طلحہ کی زوردار رونے کی آواز آئی۔

"ہائے.....! میرا بچہ گرا۔" صدف سرپٹ دوڑی تھی۔

اعزاز کی گود میں اریبہ تھی وہ بھی دوڑا دیکھا تو واقعی طلحہ بیڈ سے نیچے گرا ہوا تھا اور گلا پھاڑ پھاڑ کر رو رہا تھا۔

"ذرا عقل نہیں ہے تمہیں، بچے کو یوں چھوڑا جاتا ہے.....؟" وہ معصوم سی صورت بنا کر بولا۔

"تمہارے بچے ہوں بھی جائیں تم پھر بھی عقل مت پکڑنا۔"

"امی.....! اس معاملے میں آپ بے فکر رہیں۔ امبر کو بہت عقل ہے بچے پالنے کی۔" فراز بے باکی سے شرارتی لہجے میں گویا ہوا۔

"بدتمیز.....! بے شرم.....! ذرا لحاظ نہیں کہ بھائی اور بھاوج کھڑے ہیں۔" انہوں نے فراز کے شانے پر ہاتھ مارا، وہ جھینپ گیا۔ اعزاز اور صدف کو زوردار ہنسی آ گئی تھی۔ طلحہ کی چیخ و پکار بڑھتی گئی تو وہ اسے اٹھا کر باہر آ گئے۔

•••

"کیا بات ہے مسٹر.....! کتنی دیر سے مجھے اگنور کر رہے ہیں۔" اس نے نائل کو بڑی جانچتی نگاہوں سے دیکھا
اس کے پہلو میں ہی بیٹھ گئی۔

"تمہارا وہم ہے۔" وہ بدستور اخبار کے مطالعے میں منہمک بولا۔

"میرا وہم تو نہیں ہے۔ دو دنوں سے نوٹ کر رہی ہوں۔" اس نے اخبار جھپٹ کر دور کیا۔

"یار.....! کیا کر رہی ہو.....؟ اخبار پڑھنے دو۔" وہ برہم ہوا۔

"اخبار سے زیادہ اہمیت میں رکھتی ہوں، مجھے پڑھیے۔"

"فضول گوئی سے تم باز نہیں آؤ گی۔" وہ اسے گھورنے لگا۔ شہرینہ مسکراتی ہوئی اسے بتا رہی تھی۔ تین دن پہلے نے والی بات پر اسے غصہ تھا کہ وہ سامان پیک کر کے جا رہی تھی۔

"جناب کو اتنا غصہ کیوں آ رہا ہے.....؟" وہ اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگی۔ نائل نے جھٹک کر دور کر ہے۔

"آخر مجھ سے ایسی کیا غلطی ہو گئی ہے کہ موڈ ہی درست نہیں ہے۔ دو راتوں سے مجھ سے بغیر بات کیے سو رہے اور پتا ہے بیوی کو ناراض کرنا سخت گناہ ہے۔" وہ روہانسی ہو گئی۔

"اچھا.....! اور میاں کو ناراض کرنا تو ثواب ہے ناں.....؟" وہ جل ہی گیا۔

"میں نے کب ناراض کر دیا.....؟" وہ حیران ہوئی۔

"پرسوں رات کو کیا بکواس تھی جب فارحہ آئی ہوئی تھی۔" وہ تو بری طرح تنتنا کر اُٹھ بیٹھا۔

"اوہ.....! وہ اچھا.....!" اسے زوردار ہنسی آئی۔

جو نائل کو خفیف سا کر گئی جو ابھی بھی اسے گھور رہا تھا جو مسلسل ہنسے جا رہی تھی۔ غصے سے وہ بیڈ سے اُترنے لگا۔

"کہاں مسٹر.....! بات تو سنیے.....!" اک دم اس کی ہنسی کو بریک لگا۔ ضبط کرتی ادائے دلربائی سے اس کے مے پر جھول گئی۔

"تم ہنس لو، خوب ہنسو، ایک بے وقوف آدمی جو مل گیا ہے تمہیں کیا۔"

"آئی ایم سوری.....! سوسوری.....!" اس نے کان پکڑے۔

"دل چاہ رہا ہے کہ ایک لگاؤں۔" اس نے ہاتھ اُٹھایا ہی تھا کہ شہرینہ نے پوری طاقت سے آنکھیں میچ لی تھیں۔

ل نے تیکھے چتون اٹھائے ہاتھ نیچے کیا اور روٹھ کر کمرے سے پھر جانے لگا۔

"ارے ارے.....! رُکیے تو۔" وہ دروازے پر جا کر کھڑی ہو گئی تک نائل واقعی نہ چلا جائے۔

"تمہاری ان حرکتوں کو میں کیا سمجھوں.....؟" وہ دونوں ہاتھ پشت پر ٹکائے وائٹ ملگجے سے کرتے شلوار میں خفا تا۔

"پیار محبت۔" وہ مخمور لہجے میں بولی۔

"پرسوں رات کو یہ پیار و محبت کہاں تھا.....؟" طنز کیا۔

"اس دن جب فارحہ آئی ہوئی تھی۔" اس نے نائل کے گلے میں بازو حمائل کیے تو اس نے جھٹک کر ہٹا دیے۔

"کافی سمجھدار ہو۔" پشت پھیر لی۔

"ں.....! کیا کروں.....؟ آپ کی کمپنی میں رہتی ہوں سمجھداری تو خود ہی ہو جاتی ہے۔"

"بارہ باتیں بنانے کی کوشش مت کرو۔" وہ واپس بیڈ پر آ کر نیم دراز ہو گیا تھا۔

شہرینہ اس کے نرم پڑنے پر جھٹ اس کے قریب ہی بیٹھ گئی۔ خاصی تنقیدی نگاہوں سے نائل نے گھورا تھا۔

”کیا ہے......؟ غصہ کرتے آپ بالکل اچھے نہیں لگتے ہیں۔“ وہ روہانسی ہوگئی۔

”میرے غصے کی وجہ سمجھ بھی آئی ہے یا نہیں......؟“ تنک کر گویا ہوا۔

”اچھی طرح......!“ فوراً سنبھل گئی۔

روٹھے ہوئے محبوب اور شوہر کو منانا کتنا مشکل کام لگتا تھا۔ یہی حالت کچھ شہرینہ کی تھی۔ وہ بری طرح بھنایا ہوا تھا اور اسے رام کرنا تھا۔

”اس دن جو اچانک میں نے سوٹ کیس تیار کیا تھا۔ وہ فارحہ کو ڈرانے کے لئے بس وہ سب Suddenly ہی ہوا۔ میں آپ کو کیسے بتاتی......؟“ آہستہ آہستہ وہ اسے ساری تفصیل بتانے لگی کہ اسے ایکٹنگ کرنے کی کیوں ضرورت پیش آئی۔

”ہوں......!“ اس نے کافی لمبا ہوں کھینچ کر سانس بھری۔

”اس وقت میں تو حیران تھا کہ میری اور تمہاری ایسی لڑائی بھی نہیں ہوئی ہے کہ تم نے پیکنگ شروع کردی۔“

”کہئے......! کیسی ایکٹنگ رہی......؟“ وہ نائل کے پرسکون سے چہرے کو دیکھتے ہوئے تفخر سے گویا ہوئی۔

”زبردست......! فارحہ کی تم نے حالت دیکھی تھی کیسی ہو رہی تھی......؟“

”اسے ہی سیدھا کرنا تھا، دیکھا کیسے Except کرتی گئی کہ وہ یاسر بھائی سے جھوٹی نفرت کرتی ہے۔“ اس نے نائل کے پہلو میں ہی دھرنا دیا۔

”شکر ہے......! یہ دونوں بھی پار لگیں گے۔“ وہ تشکر بھرا سانس بھرنے لگا۔

”اب ذرا جویریہ کو عقل دینی ہے۔“

”اسے کیوں......؟“ وہ چونکا۔

”وہ اس لئے کہ بلال تو منہ سے کچھ اب کہے گا ہی نہیں۔ اس لئے جویریہ کو یہ سمجھانا ہے کہ بلال سے معافی مانگ لے اور اسے قبول کرلے۔ اپنی محبت کا مان دے کر۔“ پرسوچ سے لہجے میں وہ بولتی جا رہی تھی۔

”یعنی کہ آج کل تم اس مشن پر لگی ہوئی ہو......؟“ اس نے شہرینہ کے بالوں کی لٹ کھینچی، وہ منہ بنانے لگی۔

”میں بس چاہتی ہوں کہ محبت کرنے والے مل جائیں۔“ وہ جذب سے گویا ہوئی۔

”یہ بتاؤ مجھ سے بھی محبت ہے کہ نہیں......؟ یا خالی خولی گزارہ ہی کر رہی ہو......؟“

”اگر محبت نہ ہوتی ناں تو یوں آپ کے اتنے قریب نہیں ہوتی۔“ اس نے نائل کی آنکھوں میں دیکھا جہاں محبت ہی محبت تھی۔

”شہرینہ......! اب تم نے محبت کا ذکر کیا ہی ہے تو میں آج ایک راز سے پردہ اٹھانا چاہتا ہوں۔“ نائل ایک دم سے سنجیدہ ہوگیا۔

شہرینہ کا دل کانپ اٹھا اور وہ اس سے دور ہٹ کر مشکوک انداز میں دیکھنے لگی۔ اس کے اس طرح سنجیدہ ہونے پر۔

”مجھے بھی ایک لڑکی سے محبت ہوئی اور پھر پتا ہے میں نامحسوس طریقے سے اسے سوچنے لگا، چاہنے لگا۔“

”کک......کون لڑکی......؟“ وہ تو چیخنے لگی۔

”پہلے میری بات سن لو......!“ اس نے تیز لہجے میں کہا۔

شہرینہ لب بھینچ کر رہ گئی۔ اندر جو توڑ پھوڑ مچ گئی تھی جسم سے لگتا تھا روح نکل رہی ہو۔

”اس کی تمنا کرنے لگا اور پھر اچانک میں نے امی سے کہا میں اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔“

”دیکھا، مجھے پتا تھا ضرور آپ کا Past میں افیئر رہا ہوگا۔“ وہ رونے ہی لگی۔

نائل نے بڑی مشکل سے اپنی ہنسی کو کنٹرول میں رکھا۔ اس وقت شہرینہ کے چہرے پر ایک رنگ آکے گزر گیا۔

”افیئر تو میرا اس کا اب بھی ہے اور ساری زندگی رہے گا۔“

شہرینہ سے برداشت نہ ہوا تو اس کے پہلو سے تیر کی طرح نکلی مگر نائل نے ہاتھ کھینچ کر واپس بٹھا دیا۔

”سنو گی اس لڑکی کا نام کیا ہے......؟“ اس نے شہرینہ کے چہرے سے بال ہٹائے۔

”نہیں سننا مجھے۔“ وہ دھاڑی۔

”سن لو ورنہ ساری زندگی تمہیں یہی خلش رہے گی کہ پتا نہیں کون لڑکی تھی......؟ کیا نام تھا......؟“ وہ اس کے کان میں سرگوشی کرنے لگا۔

”اس کا نام ہے شہرینہ نائل۔“

”کک......کیا......؟ جھوٹ بالکل جھوٹ......!“ حیرانگی سے سر اٹھایا۔

”بالکل سچ......! تمہاری قسم......!“ وہ چڑ گئی۔

”یار......! میں مذاق کر رہا تھا اور تم کیا سمجھتی ہو، ایکٹنگ تمہیں ہی آتی ہے......؟“ اس نے شہرینہ کا چہرہ ہاتھوں میں لے کر اس کے ماتھے پر لب رکھ دیئے۔

”یہ مذاق تھا یا ایکٹنگ......؟“ اس کی تو جان پر بن آئی تھی۔

”دونوں تھا۔ میں نے صرف ایک بار محبت کی ہے اور تم سے ہی کی ہے۔“

”میں نے بھی ایک بار محبت کی ہے اور آپ سے کی ہے۔“ وہ بھی ترکی بہ ترکی بولی۔

”یقین تو نہیں۔“

”یقین دلا بھی نہیں رہا کوئی۔“ وہ چہرہ صاف کرتی اٹھی۔

”ناشتہ کرلیں فوراً کیونکہ سنڈے کو تو آپ مجھے بالکل ریزرو کر دیتے ہیں۔“

”ابھی کیا کب ہے......؟“ وہ اس کی جانب بڑھا۔

”آج میں آپ کی بالکل نہیں سنوں گی، اصل بہت تنگ کرتا ہے۔“ وہ بالوں کو درست کرنے لگی جو بکھر گئے تھے۔

”آجائیں فوراً۔“

”آتا ہوں۔“ وہ منہ بناتا اٹھا۔

اس کا موڈ کمرے میں ناشتہ کرنے کا ہو رہا تھا مگر شہرینہ ایسے نکلی کہ اس کا بھی دل نہ لگا اس نے نکل جانے میں ہی عافیت جانی۔

• • •

”تاریخ سیٹ ہوگئی ہے تو اب بتا رہی ہو تم......؟“ جویریہ خفگی سے بولی۔

”تم بھی تو نہیں آتی ہو۔“ شامین نے اسے اورنج جوس کا گلاس تھمایا۔ جویریہ کو شامین نے بڑی منت سماجت کے بعد بلایا تھا۔ ورنہ وہ تو آنے کو ہی تیار نہ تھی۔ آفس جاتے ہوئے بلال ہی اسے چھوڑ گیا تھا۔

''شامین......! میرا دل کہیں بھی آنے جانے کو نہیں چاہتا ہے۔ ہر وقت ڈیڈی کی یاد آتی رہتی ہے۔ بڑی مشکل سے خود کو سنبھال رہی ہوں۔'' اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ آج آنسو کڑے ضبط کے بعد پھر نکل آئے تھے۔

''جویریہ......! کم آن......! اگر اس طرح تم روتی رہو گی تو انکل کی روح کو تکلیف ہو گی۔'' شامین نے اسے اپنے شانے سے لگایا۔

''یہی سوچ کر تو رونا بھی کم کر دیا ہے۔ بڑی مشکل سے دل کو بہلایا ہے۔'' اس نے آنسو ٹشوز میں جذب کیے۔

''بلال بھائی کے گھر والے سب تمہارا خیال تو رکھتے ہیں یا نہیں......؟''

''سب میرا خیال رکھتے ہیں۔ مس آمنہ تو میرے اُداس چہرے کو دیکھ کر پریشان ہو جاتی ہیں اور بلال کی امی، وہ خود میرا بہت خیال رکھتی ہیں۔ مجھے لگتا ہی نہیں ہے کہ میں ان کے گھر کی فرد نہیں ہوں۔''

''اور بلال بھائی کتنا رکھتے ہیں تمہارا خیال......؟'' اس نے جویریہ سے تشویش بھرے لہجے میں پوچھا۔

''وہ پتا نہیں اتنے اجنبی کیوں بن گئے ہیں......؟ پہلے میری محبت کا دم بھرتے رہتے تھے اور اب تو ایسا لگتا ہے میں ان کے لئے اہمیت ہی نہیں رکھتی۔'' وہ بلال کے بیگانگی لئے انداز سے پریشان تھی۔

''پتا نہیں شادی بھی کریں گے یا نہیں۔''

''تم بتاؤ......! تمہارا دل ان کے لئے کیا کہتا ہے......؟'' وہ پوچھنے لگی۔

''میرا دل تو پہلے بھی ان کی جانب مائل تھا لیکن میں ڈیڈی کی تنہائی کی وجہ سے کبھی بھی ان کی حوصلہ افزائی نہیں کرتی تھی۔'' اس نے لب کاٹے۔

''اس کا مطلب ہے محبت تھی۔''

''ہاں شامین......!'' میں پتا نہیں کیوں اپنے آپ کو سرد مہر بنائے ہوئے تھی۔ حالانکہ بلال ڈیڈی کو شروع سے پسند رہے ہیں۔''

''لیکن تم نے بلال بھائی کو ہمیشہ ٹکا سا جواب دیا۔''

''ہاں شامین......! مجھے بہت شرمندگی ہے اور آج قسمت مجھے ان کے ہی گھر میں لے آئی جہاں میں جانا نہیں چاہتی تھی۔'' وہ ندامت میں گھری ہوئی تھی۔

''تم بلال بھائی سے سچے دل سے شادی کرنے پر راضی ہو......؟''

''ہاں......! میں سچے دل سے بلال کو قبول کرنے پر تیار ہوں۔'' یہ کہتے ہوئے بھی تو اسے شرم و جھجک سی محسوس ہو رہی تھی۔

''چلو تو پھر تم اطمینان سے رہو۔ بلال بھائی شاید تمہیں سنبھلنے کا موقع دینا چاہتے ہیں اور ایسے حالات میں شادی شاید تم بھی نہ کرو۔'' اس نے بسکٹ کی پلیٹ اس کے آگے رکھی جو وہ برائے نام ہی کھا رہی تھی۔

''میں نے خود انہیں ناراض کیا ہے۔ پرپوزل سے انکار کیا ہے، اب پھر خود سے مجھے کہنا اچھا نہیں لگ رہا۔''

''تمہیں کہنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔'' شامین نے اس کا چہرہ دیکھا جو خاصی فکرمند سی ہو رہی تھی۔

''لیکن شامین......! اگر وہ اسی طرح......'' وہ بولتے بولتے رُک گئی۔

''لگتا ہے تمہیں ہی بلال بھائی سے شادی کرنے کی بے چینی ہے۔'' اس نے شرارت سے کہا۔

''بکواس مت کرو۔'' وہ اتنی افسردگی میں بھی جھینپ گئی۔

''اچھا......! نہیں کرتی بکواس۔ تم کان کھول کر سن لو۔ مایوں مہندی سے لے کر سارے فنکشن اٹینڈ کرنے ہیں

...میں زبردست ناراض ہو جاؤں گی۔'' اس نے دھمکی دی۔

''کوشش کروں گی۔''

''بے وقوف......! کوشش کیا کرو گی......؟ بلال بھائی کے ساتھ آیا جایا کرنا۔'' اس نے فوراً مسئلہ حل کیا۔

''پھر بھی سب سے اجازت تو لینی ہو گی......؟''

''ہاں......! لے لینا، لیکن ہاں......! ان کے ساتھ......'' وہ مسکرائی۔

''شامین......! کبھی کبھی مجھے ایسا لگتا ہے کہ بلال مجھ سے نفرت تو نہیں کرنے لگے جو مجھے مخاطب بھی بہت کم ...تے ہیں......؟'' قدرے توقف کے بعد وہ کھوئے کھوئے لہجے میں اپنے دل کے واہمات آشکار کرنے لگی۔

''تمہیں اب خود بلال بھائی سے اعتراف کرنے ہیں کہ تم بھی ان سے محبت کرتی ہو۔''

''مگر میں......میں کیسے بول سکوں گی......؟'' وہ متفکر سی دانتوں سے ناخن کاٹنے لگی۔

''لیکن تمہیں بولنا ہے اگر بلال بھائی سے شادی کرنی ہے تو دل سے ان کے اور اپنے دل کی بدگمانی دھونی ہے۔'' ...نے جویریہ کے ہاتھ منہ سے نکالے جو کتنی افسردہ اور غمزدہ سی لگنے لگی تھی۔

''شامین......! مجھے ان کا سامنا تک کرتے ہوئے اب شرمندگی ہوتی ہے۔''

''بے وقوف لڑکی......! ساری زندگی تم ان سے تو بچتی نہیں رہو گی۔ آخر کو ان سے شادی بھی تو ہونی ہے۔'' وہ ...ا جھجک پر چڑ گئی۔

''مجھے سوچ سوچ کر گھبراہٹ ہو رہی ہے۔''

''ان سے ہو رہی ہے یا شادی سے......؟'' اس نے معنی خیزی سے کہا۔

جویریہ نے جھینپ کر اسے گھورا اور اس کے ہاتھ کی پشت پر چٹکی لی۔

''مذاق اُڑا رہی ہو......؟ خود کی تو لائف سیٹ ہے ناں، اعظم کے ساتھ کوئی فکر نہیں، مزے سے شادی بھی کر لو

''تم فکر کیوں کرتی ہو......؟ تمہاری بھی لائف سیٹ ہو جائے گی۔ اگر تم بلال بھائی سے گھبرانا کم کرو۔'' وہ اسے ...ے جا رہی تھی۔

...ویریہ نے اس کے دو تین دھموکے بھی لگائے، بلال کے نام پر تو دل کی لے ہی بدل جاتی تھی۔ ہاتھ پیروں ...بنا آ جاتا تھا۔ اس کی وارفتگیاں یاد آتی تو اور ہی دل دھک دھک کرتا۔

...ہا ہے جویریہ......! ہنی مون اعظم نے انگلینڈ میں منانے کو کہا ہے۔''

''انگلینڈ میں......؟'' وہ چپ ہو گئی۔ ایک دم ہی پھپھو یاد آ گئیں جن سے فون پر بھی دو تین بار ہی بات ہوئی تھی۔ ...نے اسے بلال سے جلد شادی کرنے کو کہا تھا۔

''پھپھو یاد آ گئی ہیں ناں......؟''

''...ہاں شامین......! انہیں پاکستان سکندر انکل آنے ہی نہیں دیتے ہیں۔'' افسردگی سے گویا ہوئی۔

''...ایک چکر لگا لو تم......!''

''...پھپھو نے آنے سے منع کیا ہے۔ کہا ہے کہ جب بھی آؤ بلال کے ساتھ ہی آؤ۔'' سر جھکا کر بولی۔

''...بلال بھائی ابھی جائیں گے نہیں، جب تک تم دونوں کی شادی نہیں ہو جاتی ہے۔''

''...ول......!'' اس نے سر ہلایا۔

اسی دوران ہی جویریہ کے موبائل پر بپ ہوئی، دیکھا تو بلال کی کال تھی۔ جھٹ موبائل آن کر کے کان سے لگایا۔

"ج...جی......آپ آ جائیں، میں چلنے کو تیار ہوں۔" اب تو بات کرتے ہوئے بھی ڈر لگتا تھا۔

شامین اسے بغور دیکھ رہی تھی جو گھبرائی ہوئی کھڑی ہوئی تھی۔

"وہ......امی سے کہہ دیا تھا میں نے کہ آپ ہی لے آئیں گے۔"

"پھر امی کا فون میرے پاس آفس میں کیوں آیا......؟" وہ استفسار کر رہا تھا۔

"وہ......میں عمر سے بھی کہہ کر آئی تھی کہ وہ آ جائے لینے۔" ڈرتے ڈرتے پھر بولی۔

"عمر ایسا فالتو نہیں رہتا کہ جس سے آپ کہہ آئی تھیں۔" اس نے غصہ بھرے لہجے میں کہا۔

"سو...سوری......! وہ مس آمنہ نے کہا تھا۔" اس سے تو صفائی میں بولا بھی نہیں جا رہا تھا۔

"اگر کہیں آنا جانا ہوا کرے تو دس دس لوگوں سے مت کہا کریں۔" خاصا جلبلایا ہوا تھا۔

"وہ میں......"

"آپ ریڈی ہوں جلدی سے، میں آ رہا ہوں، اتنے اہم ڈیلی گیشن میں مصروف تھا۔" اس نے یہ کہہ کر لائن کٹ کر دی۔

جویریہ نے رُکا ہوا سانس بحال کیا۔ دل تھا کہ لگتا تھا بند ہی ہو جائے گا۔ گلے میں ایک دم کانٹے پڑنے لگے۔ بچا ہوا جوس کا گلاس اٹھایا اور غٹا غٹ چڑھا لیا۔

"کیا ہوا......؟" شامین نے تشویش سے پوچھا۔

"اتنے غصے میں تھے۔ لینے آ رہے ہیں۔" گھبراہٹ سی ہونے لگی۔ جلدی جلدی اپنا حلیہ درست کیا۔ آج بلیو جینز اور اس پر یلو کاٹن کا ڈائی اینڈ ڈائی کا کرتا پہن کر آئی تھی۔ وہ سمجھ گئی ضرور اس بات پر بھی خفا ہوا ہوگا۔ پتا اسکارف جھٹ سر پر لپیٹا تھا۔ شامین حیرانگی سے اس کی حرکات و سکنات دیکھ رہی تھی، پرس میں موبائل ڈالا اور واش روم میں گھس گئی۔

• • •

لان میں اندھیرا ہونے کی وجہ سے یاسر کو کچھ نظر نہیں آ رہا تھا مگر حیران تھا کہ اس ٹائم رات کے گیارہ بجے پورچ کی سیڑھیوں پر کون بیٹھا ہے۔ وہ پانی پینے کچن میں گھسا تھا مگر ہال کمرے سے کوریڈور میں آیا تو گلاس وال باہر کا منظر دُھندلا ہونے کی وجہ سے صاف دکھائی نہ دے رہا تھا۔ وہ آہستہ قدموں سے نکل کر باہر آیا۔ اسی وقت کھڑی ہو گئی۔

"تم اس وقت یہاں......؟" وہ فارحہ کو دیکھ کر حیران ہی رہ گیا۔

فارحہ نے کن انکھیوں سے اسے دیکھا۔ جو دل گھبرانے کی وجہ سے چند منٹوں کے لئے باہر آئی تھی۔

"جی میں......!" مضبوط لہجے میں بولی، پھر جانے لگی۔

دل تو کہہ رہا تھا کہ یاسر کو معاف کر دے مگر ابتداء کیسے کرے، یہ سوچ سوچ کر پریشان تھی، لب کچلنے لگی۔

"فارحہ......! ایک منٹ میری بات سنو گی......؟" وہ موقع پاتے ہی سنبھل کر گویا ہوا۔ نائٹ ڈریس میں یاسر اس کے سامنے فارحہ بالکل چھوٹی سی بچی ہی لگ رہی تھی۔

"رات کافی ہو گئی ہے۔"

"فارحہ پلیز......! مجھے ایک موقع دو۔ میری بات سن لو۔ پھر تمہیں اختیار ہے مجھے معاف کرو یا نہیں۔" اس نے ج ہمت کر کے فارحہ کا ہاتھ پکڑا اور اندر لے آیا۔ وہ کسمسا کر چھڑانے لگی مگر ناکام کوشش۔

"آج تمہیں میری سننی ہوگی۔" وہ اس کا ہاتھ پکڑے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا اور وہ گرتی پڑتی چل رہی تھی۔ اس نے کمرے میں لا کر ہی دم لیا مگر اس دوران وہ کچھ نہ بولی۔ کیونکہ وہ بھی اسے بہت کچھ کہتا سننا چاہتی ہے۔

"آپ دروازہ کھولئے۔" وہ گھبرا گئی۔

"یہ دروازہ اب جب ہی کھلے گا جب میں تم سے ساری بات کر لوں گا۔ کیونکہ بہت اذیت بھرے دن گزارے ں اور گزار رہا ہوں۔ اس لئے یہ سب ضروری ہے۔" اس نے فارحہ کو شانوں سے تھام کر ڈرائنگ ٹیبل کی چیئر گھسیٹ کر اس پر بٹھا دیا۔

فارحہ کا گھبراہٹ کے مارے برا حال ہو گیا۔ ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگی اور پھر ہونٹوں کو بھینچ کر نگاہیں جھکا ں۔ ماتھے پر شکنیں پڑ گئیں۔ اندر کی کیفیت چھپانا چاہ رہی تھی، پلکوں سے آنسو ٹپ ٹپ گرنے لگے۔ یاسر پشت پر ھ لگا کر اسے مخمور نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ سی گرین پلین کپڑوں پر پرنٹڈ دوپٹہ شانوں پر پڑا تھا۔ بال منتشر سے اس کے سرخ عارضوں پر جھول رہے تھے۔

"فارحہ......! مت ظلم کرو ان آنکھوں پر، بس کرو۔" اس نے بے اختیار اپنی اُنگلیوں سے اس کے آنسو پونچھے۔

فارحہ نے خوب دُھواں دھار رونا شروع کر دیا۔ یاسر بیچارہ متفکر سا سر پر ہاتھ رکھے حیرانگی سے دیکھ رہا تھا۔ اسے انوں سے پکڑ کر اٹھایا اور اپنے کشادہ سینے میں چھپا لیا۔ وہ اس کا اپنائیت بھرا انداز محسوس کر کے اور ہی پگھل گئی۔

"بس کرو فارحہ......! میں بہت برا ہوں۔ میں نے بہت دُکھ دیئے تمہیں، مجھے خبر ہے۔ تم مجھ سے نفرت کرنے لی ہو مگر میرا یہ دل تم سے نفرت نہیں کر پایا ہے۔" وہ اس کے بالوں میں چہرہ چھپا کر اس کے کان میں آہستگی سے گویا ا۔

"پھر کیوں چلے گئے......؟ کیوں مجھے کانٹوں پر ڈال کر چلے گئے تھے......؟" شکوہ بھری آواز اُبھری۔

"تمہیں یہاں چھوڑ کر گیا۔ وہاں سکھ سے میں بھی کب رہا ہوں۔" اس نے فارحہ کو خود سے الگ کر کے دوبارہ ر پر بٹھایا۔ وہ اب بھی رو رہی تھی۔

"اپنے غصے اور بے وقوفی کی وجہ سے میں نے بہت نقصان اٹھایا ہے۔"

وہ ڈرائنگ ٹیبل سے ٹیک لگا کر اس کے قریب ہی کھڑا تھا۔

"یہاں میں نے سب کی متفکر نگاہیں خود پر دیکھی ہیں۔ کبھی کبھی تو میں خود کو بوجھ سمجھنے لگی تھی۔" وہ نرم سے لہجے ں بول رہی تھی۔

"چچی جان آپ کے پیچھے اتنی بیمار پڑی تھیں۔"

"مجھے سب خبر ہے۔ سب کو دُکھ دیا اور سب سے زیادہ تمہیں دیا۔ جس سے میں شدید محبت کرتا ہوں۔" اس نے حہ کے نرم سے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھامے۔

"محبت کرتے تو یوں اتنا بڑا فیصلہ کر کے کیوں چلے گئے تھے......؟"

"دماغ خراب ہو گیا تھا میرا۔" وہ ندامت سے بولا۔

"تائل بھائی اور شہرینہ میں صلح ہو گئی تھی۔" یاسر نے ایک نگاہ اس پر ڈالی اور اسے جتایا کہ ان دونوں کی وجہ سے ہی

وہ اسے سزا دے کر گیا تھا۔

"ان کی صلح کی بھی روئیداد میں نائل سے سن چکا ہوں۔" اس نے کلاک پر نگاہ ڈالی جہاں پونے بارہ ہو چکے تھے۔

"اگر جان کی امان پاؤں تو کچھ عرض کروں آپ سے......؟" لہجہ کچھ شوخ سا ہوا۔

"آپ کی جان ہی نہ نکال لوں۔" وہ جھینپی جھینپی بولی۔

"جان بھی تمہاری اور جان والا بھی تمہارا، کیا سمجھی میری جان......!" نگاہوں میں معنی خیزی اور لہجے میں ترنگ تھی۔

"بہت دیر ہوگئی ہے۔ مجھے جانے دیں۔" فوراً وقت کا احساس ہوا۔

"ابھی میں نے تم سے کچھ کہا کب ہے......؟"

"کہنے سننے کے لئے عمر پڑی ہے۔ اگر مجھے سونے میں دیر ہوگئی تو صبح اسکول کے لئے دیر ہو جائے گی۔" وہ جیسے ہی کھڑی ہوئی اس نے واپس پکڑ کر بٹھا دیا۔

"پہلی فرصت میں اس جاب سے ریزائن کرو، مجھے قطعی پسند نہیں ہے یوں اپنی بیوی کا جاب کرنا۔" اس نے ڈپٹ کر کہا۔

"وہ تو میں نے خود کو مصروف کرنے کے لئے کی تھی۔ پھر بھائی جان کی جو فرینڈ تھیں ماہرہ، ان کا اسکول ہے۔" اس نے تفصیل بتائی۔

"کسی کا بھی ہو تم جاب نہیں کرو گی۔"

"او کے......! نہیں کروں گی۔ ناراض تو نہیں ہوں۔" اسے گھورنے لگی جو اسی کو دیکھ رہا تھا۔

"کل تو جانا پڑے گا ناں......!"

"ابھی میں تمہارا ریزگنیشن لیٹر لکھتا ہوں، کل ہی تم دو گی۔"

وہ پورے رعب و دھونس کے ساتھ بول رہا تھا۔

"وجہ کیا لکھیں گے......؟" وہ پہلی بار آج دل سے مسکرائی تھی۔

"وجہ سمپل ہے، تمہارا ہسبینڈ آ گیا ہے اور رخصتی ہو رہی ہے۔ اس لئے تم جاب نہیں کرو گی۔"

"کس نے کہا کہ رخصتی ہو رہی ہے......؟" ایک دم اکڑ گئی۔

"میں نے کہا ہے اور ہاں......! زیادہ اکڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ابھی ہی رخصتی نہ کرا لوں۔ کہیں ایسا نہ ہو کل صبح ولیمہ کی تیاری کرنی پڑ جائے۔" شرارتی لہجے میں ذومعنویت سے گویا ہوا۔ فارحہ شرم و حیا سے لب کاٹنے لگی۔

"اس سے پہلے کہ میری شامت آئے میں چلتی ہوں۔"

"ناں، ناں فارحہ بیگم......! واہ......! ایسے ہی جانے دوں......؟ میری کہانی تو سنتی جاؤ۔" اس نے ہاتھ پکڑ کر دوبارہ چیئر پر بٹھا دیا۔

"بعد میں سنا دیجئے گا۔"

"نہیں فارحہ......! بعد میں نہیں ورنہ پھر کہیں ایسا نہ ہو تمہیں شاک لگے۔" یاسر ایک دم ہی سنجیدہ ہو گیا۔

"کیسا شاک......؟" فارحہ نے شاکی انداز میں پوچھا۔

"ایسا شاک......!" یاسر نے اپنے نائٹ سوٹ کی شرٹ اتاری۔

فارحہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے فق چہرہ لئے اس کا کسرتی جسم دیکھنے لگی۔ جہاں گہرے گہرے زخموں کے نشان تھے۔ بازوؤں پر کٹ کے نشانات، پشت پر گول گول کالے کالے نشانات۔ اس نے گنگ سے منہ پر ہاتھ رکھ کر اندر کی چیخ روکی۔

"یہ......یہ کیسے......؟" سانس رکنے لگی۔ اپنا دایاں ہاتھ یاسر کے سینے پر رکھا۔

"ہاں......! یہی دکھانا چاہ رہا تھا۔" فارحہ کے ہاتھوں کو تھاما۔

"فارحہ......! یہاں سے جب میں امریکہ گیا تو میرا دل ہی نہیں لگا۔ میں نے دو ماہ کا عرصہ اتنی مشکل سے گزرا۔ یہ میں ہی جانتا ہوں۔ پھر مجھے سب کی یاد آئی تو میں پاکستان آنے کی تیاری کرنے لگا۔ میرا ایک دوست اویس وہیں امریکہ میں ہی جاب کرتا تھا۔ میں اسی کے گھر میں رکا تھا۔ میں پاکستان آنے لگا تو امریکہ کے ائیر پورٹ پر پتا نہیں میرے بیگ کے ساتھ کسی نے اپنا بیگ رکھ دیا۔ جب چیکنگ ہوئی تو اس میں سے چرس اور ہیروئن برآمد ہوئی۔ وہاں کی سیکورٹی نے مجھے پکڑ لیا۔ لاکھ میں نے کہا یہ میرا بیگ نہیں ہے۔ کسی نے میری نہ سنی۔ اویس مجھے چھوڑنے ہی آیا ہوا تھا، وہ خود حیران تھا۔ مجھے پھر جیل میں بھیج دیا گیا۔"

"ک......کیا......؟ جیل......؟" وہ گنگ سی ہوگئی۔

"انہوں نے مجھ سے بہت اگلوایا کہ کس گینگ سے تعلق ہے۔ ٹارچر کرتے، سگریٹ سے جلایا جاتا، ہنٹر سے مارا جاتا، بہت زخم دیئے مجھے۔" وہ بولتا جا رہا تھا اور فارحہ بے ہوش ہونے ہی والی تھی اگر وہ دیکھتا تو لہرا کر گر سکتی تھی۔

"امی......!" اور پھر وہ لہرا کر یاسر کے بازوؤں میں جھول گئی۔

یاسر کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ اسے اٹھا کر بیڈ پر لٹایا، جھٹ واش روم سے گلاس میں پانی لایا اور اس پر چھینٹیں مارے۔ فارحہ نے کسمسا کر آنکھیں کھولیں۔

"فارحہ......! فارحہ......! آنکھیں کھولو......!" اس نے چہرہ تھپتھپایا۔

فارحہ نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا جو حواس باختہ سا اس کے قریب جھکا ہوا تھا۔ وہ تو پھر پھوٹ کر رو دی۔ یاسر کے زخموں کے نشان اسے دکھ پہنچانے لگے۔

"پلیز فارحہ......! اس طرح مت رو۔"

"کیسے نہ روؤں......؟ آپ نے مجھے بتایا کیوں نہیں......؟" وہ اٹھ کر بیٹھی۔

"یہی سب کچھ بتانا چاہتا تھا کہ مجھ پر کیا گزری ہے، سکھ سے میں بھی نہیں رہا ہوں۔"

"آپ پھر وہاں سے کیسے آئے......؟"

"اویس نے ہی ساتھ دیا۔ فارنر وکیل اس کا دوست تھا۔ اس نے ہی میرا کیس لڑا۔ شکر ہے بے قصور ثابت ہوا میں۔ جیسے ہی کیس خارج ہوا اویس اور میں پاکستان آ گئے۔ پھر یہاں آ کر مجھ میں سب سے سامنا کرنے کی ہمت نہیں تھی۔ اسی لئے پھر میں ڈم کالز کرنے لگا۔"

"ڈم کالز......؟ وہ آپ کی ہوتی تھیں......؟" وہ تو حیرانگی کے ساتھ بے یقینی کی کیفیت میں آ گئی۔

"ہاں......! میں کرتا تھا۔ کئی دفعہ تمہاری آواز بھی سنی۔ عائشہ بھابی کی لیکن بات کرنے کی مجھ میں ہمت نہ ہوتی تھی۔" وہ ساری تفصیل اسے بتا رہا تھا۔

"وہ ایک دن میں پی سی او سے پھر فون کر رہا تھا، وہیں پھر مجھے شہرینہ کا بیٹا روتا ہوا ملا تھا۔ یوں اچانک وہ اور نائل مجھے لے آئے۔"

"کیا پھر بھی آنے کا ارادہ نہیں تھا......؟" خفگی سے بولی۔

"ایک دن آنا ہی تھا مجھے۔" اس نے اٹھا کر شرٹ پہنی۔

"آپ بہت برے ہیں۔" سر جھکائے بولی۔

"واقعی......! اب تو برا ہی ہو گیا ہوں، گزارہ کر لو گی اس زخموں سے چور نشانات کے شخص سے......؟" اس نے سوالیہ نگاہ ڈالی۔

"آپ جیسے بھی ہیں بس میرے ہیں۔" وہ تڑپ کر اس کے شانے سے لگ گئی۔

"یعنی کوئی اعتراض نہیں......؟" وہ اس کی ناک پکڑنے لگا۔

فارحہ نے سر ہلایا۔ یاسر نے آسودگی سے اس کی پیشانی پر لب رکھ دیئے۔

"ایک وعدہ کرو، جو کچھ تفصیل میں نے تمہیں بتائی ہے کسی کو نہیں بتاؤ گی......؟"

"میرے منہ بتانے سے کیا ہوگا......؟ شہرینہ اور نائل بھائی کو تو بتائی ہو گی......؟" وہ جھٹ بولی۔

"میں نے انہیں کچھ نہیں بتایا ہے اور سوچ کر آیا تھا کہ صرف اپنی فارحہ کو ہی بتاؤں گا۔" پیار بھرے انداز میں کہا۔

"اگر کبھی کسی نے پوچھ لیا......؟"

"کوئی نہیں پوچھے گا۔ ایک بس تمہاری فکر تھی۔ تمہیں بتا دیا اب کوئی فکر نہیں۔" اس نے فارحہ کے ہاتھ چوم لئے۔

"اوہ......! مجھے سب کی فکر ہو رہی ہے۔ اگر کوئی میرے کمرے میں چلا گیا ناں، ٹھیک نہیں ہوگا۔" وہ ہاتھ چھڑا کر بھاگ لی۔ یاسر اس وقت روک بھی نہ پایا۔ شانت ہو کر بیڈ پر لیٹ گیا۔

● ● ●

"مبارک ہو......! فارحہ اور یاسر بھائی میں صلح ہو گئی ہے۔" صدف نے اعزاز سے بڑے چہکتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"واقعی......؟" وہ آفس کے لئے تیار ہو رہا تھا کہ شہرینہ کے فون نے یہ خوش کن خبر دی تھی۔

"سنیے......! آپ آفس سے آجائیں گے تو کچھ دیر کے لئے گھر چلیں گے۔" رسٹ واچ اٹھا کر اعزاز کو دی جو ڈریسنگ ٹیبل کے آگے کھڑا ٹائی کی ناٹ لگا رہا تھا۔

"جلدی آ گیا تو چلیں گے۔"

"یہ کیا بات ہوئی......؟ جلدی آئیں گے تو چلیں گے۔" وہ منہ بنانے لگی۔

"ظاہر ہے یہی کہوں گا ناں......؟" وہ مسکرایا۔

"شہرینہ بھی آئے گی نائل بھائی کے ساتھ۔"

"تم دونوں مل کر پروگرام سیٹ کرنے لگی ہو......؟" اپنا بیگ صوفے سے اٹھایا۔

"اس نے فون کیا تو بتانے لگی، میرا بس دل چاہ رہا ہے۔"

"اور پتا ہے میرا دل کیا چاہ رہا ہے......؟" وہ اس پر جھک ہی رہا تھا کہ صدف نے اسے گھورا۔

"آپ کے دل کا پتا ہے، جائیے دیر ہو جائے گی اور پھر آپ کے یہ بچے اٹھ گئے تو اور دیر لگے گی۔" فوراً ہی بیگ اسے پکڑا دیا۔

"بہت چالاک ہو۔" آنکھوں میں اس کے شرارت تھی۔

"آپ سے کم۔" وہ طلحہ کے کسمسانے پر بیڈ کے قریب گئی۔ اریبہ بے خبر سو رہی تھی۔

"اور یہ آپ کا بیٹا بھی آپ پر گیا ہے۔ رات میں بہت اسے شرارتیں سوجھتی ہیں۔"

"آخر بیٹا کس کا ہے......؟" اس نے طلحہ کے رخسار پر پیار کیا۔

"جتنا بڑا ہو رہا ہے، چالاک ہو رہا ہے۔"

"ویسے یہ کتنے ماہ کے ہو گئے ہیں......؟" اعزاز نے پوچھا۔

"چھ ماہ کے ہو گئے ہیں۔" وہ بچوں کے سرہانے بیٹھ گئی تھی۔

"اب آپ کو آفس سے دیر نہیں ہو رہی......؟"

"یار......! واقعی ہو رہی ہے۔" رسٹ واچ پر نگاہ ڈالی۔ کافی ٹائم ہو گیا تھا۔ جلدی سے کھڑا ہو گیا۔

"پلیز......! جلدی آجائیے گا۔ مجھے آج ہی جانا ہے۔"

"اچھا بابا......! تیار ہو جانا، آجاؤں گا۔" نہ چاہتے ہوئے بھی اسے حامی بھرنی پڑی۔

اس کے جانے کے بعد اس نے بچوں کو اٹھا کر تیار کیا اور دونوں کو گود میں ایک ساتھ لے کر آ رہی تھی کہ فراز نے ...کر اریبہ کو لیا۔

"واہ......! بڑی پیاری لگ رہی ہے۔" اس نے پنک فراک میں اریبہ کو دیکھا تو پیار کیا۔

"تم آج کالج سے لیٹ نہیں ہو گئے......؟" صدف نے ڈائننگ ٹیبل کے پاس پرام رکھی تھی۔ اس میں طلحہ کو ...باندھ کر بٹھا دیا۔

فراز خود چیئر گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔ ٹیبل پر قلقاریاں مارتی اریبہ کو سہارے سے بٹھایا کیونکہ وہ بیٹھتی نہ تھی۔

"ہمارا وزٹ ہے آج ایک اسپتال میں، دیر سے جانا ہے۔" وہ اریبہ سے کھیلنے لگا۔ دور پرام میں بیٹھے طلحہ کو بھی ...اں بجا کر متوجہ کر لیتا تھا۔

"بھابی......! بھابی......!" امبر کی زوردار آواز آئی۔

فراز کی آنکھیں چمک گئیں۔ صبح صبح اتنے عرصے بعد وہ یہاں آئی تھی۔ جب سے اس کی اور فراز کی بات طے ...تھی، آنا کم کر دیا تھا۔ وہ بھی فراز کی موجودگی میں۔

"آیئے......! آیئے......!" اس نے چہک کر استقبال کیا۔

امبر کاسنی کپڑوں میں بالوں کی پونی ٹیل بنائے بالکل چھوٹی سی بچی ہی لگ رہی تھی۔

"بھابی......! بھابی......!" اس نے فراز کو نظر انداز کر دیا۔

"لڑکی......! تمہیں بھابی کا دیور نظر نہیں آیا......؟" وہ اگنور کئے جانے پر تنگ ہی گیا۔

"آ رہی تھی میں، کیا ہوا امبر......!" صدف کچن سے ناشتہ کی ٹرے فراز کے لئے لے کر آئی تھی۔

"بھابی......! ذرا لوگوں کو تمیز سکھا دیں۔" فراز نے طنز کیا۔

"بھابی......! لوگوں کو بتا دیں کے خواہ مخواہ مجھ سے الجھیں گے تو لڑائی ہی ہو گی۔" وہ ناک چڑھا کر بولی۔

"میں تو یہ سوچتی ہوں بعد میں بھی تم دونوں اسی طرح لڑو گے......؟" صدف نے ٹرے فراز کے آگے رکھی۔

"اگر ان کی یہی عادت رہی تو......" وہ تنگ ہی گئی۔

"میری ایسی عادت خراب ہے......؟"

"ہاں......! کچھ ایسا ہی ہے۔" بے نیازی سے کاندھے اُچکا کر بولی۔

"ہاں......! کچھ ایسا ہی اگر میں نے دکھا دیا ناں، سر پکڑ کر روؤ گی۔"

"ایک تو ڈاکٹر صاحب دھمکیاں بہت دیتے ہیں۔" اس نے تمسخر اُڑایا۔

"امبر......! غالباً تم کسی کام سے ہی آئی ہو......؟" صدف نے دیکھا کہ توپوں کا رُخ اوپر ہو گیا ہے، گولے نکلنے ہی والے ہیں تو جھٹ امن کا نقارہ بجا کر دونوں کی توپوں کا رُخ مخالف سمتوں میں کر دیا۔

"ہاں......! وہ کام سے ہی رُکی تھی۔" اس نے طلحہ کو پرام سے نکال کر گود میں لے لیا۔

"وہ چکن سوپ میں اور کیا کیا ڈلتا ہے......؟ صداقت کی فرمائش ہے کہ میں چائنیز سوپ بناؤں۔"

"دیکھا بھابی......! یہ ایسی ہی نکمی ہے۔" فراز سلائس دانتوں سے کاٹنے لگا۔

"آپ اطمینان رکھیے، بعد میں آپ کو مجھ سے شکایت نہیں ہوگی۔ سارے کام وقت پر ہی کروں گی۔" وہ لاجواب کرنے میں ماہر تھی۔

"رات میں میں چائے ضرور پیتا ہوں۔" اکڑ کر بتایا۔

صدف نے سر ہی پیٹ لیا۔ دونوں کو باری باری بیزاری سے دیکھنے لگی۔

"لسٹ تیار کر کے دیجیے گا۔ کیا کیا شوق ہیں تاکہ ریہرسل کر کے آؤں۔"

"دیر سے سونے کا عادی ہوں۔" اب وہ پھیلنے لگا۔

"آپ چاہے دیر سے سوئیے مجھے پرواہ نہیں کیونکہ میں جلدی سونے کی عادی ہوں۔" چیخ کر بتایا۔

"واہ......! میں جاگوں اور تم سوؤ......؟ یہ امپاسبل ہے۔" وہ ٹیبل پر مکا مار کر کھڑا ہوا۔

"بھابی......! جب یہ گھر نہیں ہوں گے میں پھر آ جاؤں گی۔" وہ کہہ کر چلی گئی۔

فراز بھی سرعت کی تیزی سے اس تک پہنچ گیا۔ اریبہ اس کی گود میں ہی تھی۔

"اب کیا ہے......؟" خفگی دکھائی۔

"اچھی لگ رہی ہو۔"

"کک......کیا......؟"

"ہاں یار......! مجھے نہیں پتا کیسے تعریف کی جاتی ہے......؟" وہ خجل ہو گیا۔

"ابھی جو اندر اتنی بھڑاس نکالی ہے......؟"

"وہ تو میں نکالتا رہوں گا۔ تمہیں برداشت کرنا ہوگا۔ جب میں تمہیں برداشت کروں گا۔"

"کیا......؟" وہ چیخی۔

"میرا مطلب ہے کہ تم جنگجو لڑاکا طیارہ مت بنی رہا کرو۔ تھوڑا مجھے دیکھ کر شرما ہی لیا کرو۔" اس نے امبر کو بڑی لگاوٹ سے دیکھا۔ وہ جھینپ گئی۔

"ہاں......! میں یہی چاہتا ہوں، اسی طرح شرمایا کرو۔" وہ ہنسا۔

"فراز......! عاصم کا فون ہے۔" صدف کی آواز پر وہ چونکا۔

"امبر نے کن انکھیوں سے فراز کو دیکھا، وہ مسکرا رہا تھا۔

"اب لگی ہو ناں میرے تصورات کی ملکہ۔" وہ شوخ ہوا۔

"ابھی تو فون ہے بعد میں فرصت سے ملاقات کروں گا۔"

امبر سے رُکا نہیں گیا تو دوبارہ اندر کی جانب دوڑ لگا دی۔ صدف سے چائنیز سوپ کی ریسپی بھی تو پوچھنی تھی۔

• • •

فارحہ اور یاسر کی صلح کیا ہوئی، گھر میں تو خوشیاں اُمڈ آئی تھیں۔ طائشہ نے سرمد کو بتایا تو انہوں نے رخصتی کا فوراً آرڈر دے دیا۔

"ابو......! تاریخ سوچ لیں تاکہ پھر میں ہوٹل بک کروا لوں۔" انہوں نے کہا۔

"ہاں بھائی صاحب......! اب دیر ہونی نہیں چاہئے، جتنی جلدی ہو یہ فرض ادا ہو جائے۔" شاہین کے تو پاؤں زمین پر نہیں ٹک رہے تھے۔ سب ہی ہال کمرے میں جمع تھے۔ شہرینہ اور صدف بھی آئی ہوئی تھیں۔

"نصیر......! تمہیں تو اعتراض نہیں......؟" فاخرہ بیگم نے پوچھا۔

"ارے بھابی......! مجھے کیوں اعتراض ہوگا......؟ سرمد بیٹا......! تم تیاری شروع کر دو۔"

"میرے خیال میں تو شاہین......! دسمبر کی دس رکھ لیتے ہیں۔"

"جی بھابی......! ٹھیک ہے......!" وہ بھی مطمئن ہو گئی تھیں۔

"یعنی صرف دو ماہ ہیں......؟" شہرینہ نے حساب لگانے کے بعد چونک کر کہا۔

"اس میں اتنا پریشانی کی کیا بات ہے......؟" سرمد نے اسے ٹوکا۔

"پھر بھی تھوڑی بہت تیاری میں تو ٹائم لگے گا ہی۔ شاپنگ وغیرہ۔"

"شہرینہ بیٹا......! گھر کے بچے ہیں اور انہیں جانا کہاں ہے......؟ اسی گھر میں رہنا ہے۔ ضروری شاپنگ جو ہوتی ہے وہ ہم کر لیں گے، بعد میں فارحہ خود یاسر کے ساتھ کر لے گی۔" شاہین نے اطمینان سے کہا۔

"لگے ہاتھوں بلال اور جویریہ کے فرض سے بھی سبکدوش ہو جاتے ہیں۔" فاخرہ بیگم کو ان دونوں کی بھی فکر تھی۔

بلال تو سٹپٹا ہی گیا۔ وہ جو خاموشی سے سب پروگرام سن رہا تھا۔

"ہاں......! یہ بھی ٹھیک ہے۔ کیوں بلال......! تمہیں اعتراض ہے......؟"

"نن...نہیں ابو......! لیکن اگر کچھ عرصے کے لئے رُک جاتے۔" وہ جھجکتے ہوئے بولا۔

"نہیں بھئی......! کچھ عرصے کو چھوڑو، جو کام جتنا جلدی ہو، اچھا ہے۔" فاخرہ بیگم نے کہا۔

بلال مزید کچھ بولا ہی نہیں کیونکہ پروگرام سیٹ کئے جا چکے تھے۔ شہرینہ سب کو اطلاع دینے چلی گئی تھی۔

بلال میں ہلچل مچ گئی تھی۔ وہ اتنی جلدی نہیں چاہ رہا تھا جب تک جویریہ دل اور زبان سے اقرارِ محبت نہ کرتی۔

"تیار ہو جاؤ محترمہ......! تم بھی دُلہن بننے والی ہو۔" اس نے جویریہ کے کان میں سرگوشی کی۔

دل تو اس کا دھڑک اٹھا۔ سب کے لئے چائے بنا کر وہ ٹرے لے جا رہی تھی کہ ہاتھ کپکپائے۔ چہرہ کا رنگ ہی سا گیا۔ اتنی اچانک ہی سب سیٹ ہوا۔

"جویریہ......! کیا بات ہے......؟" شہرینہ شاکی ہو گئی۔

"وہ......کچھ نہیں......! چائے کی ٹرے آپ لے جائیں۔"

"ارے......! تم تو شرمانے اور گھبرانے لگیں۔" اس نے معنی خیزی سے کہا۔ جویریہ نے کچن سے نکلنے میں دیر نہ کی مگر سامنے سے بلال آ رہا تھا۔ دونوں کی نگاہیں ملی تھیں۔ بلال سرد مہری سے اوپر اپنے کمرے میں جانے لگا۔ جانا اسے بھی اوپر ہی تھا جہاں فارحہ کے کمرے میں قیام تھا۔ اس کے پیچھے پیچھے سست قدموں سے چڑھ رہی تھی۔

"بلال......! اوپر کہاں......؟ نیچے آؤ......!" سرمد بھائی کی گمبھیر آواز نے اسے رُکنے پر مجبور کر دیا۔

جویریہ دو سیڑھیاں نیچے تھے۔ اسے جانے کے لئے جگہ دی۔ وہ تو اُتر گیا مگر خود تیزی سے کمرے میں آ گئی ا
لمبے لمبے سانس لینے لگی۔ سب ہی نیچے تھے اور وہ اپنے دل کا غبار نکالنے اوپر چلی گئی تھی۔

''امی......! یہ جویریہ اتنی چپ چپ کیوں ہے......؟'' شہرینہ پوچھے بنا نہ رہ سکی۔

''اپنے ڈیڈی کی وفات کے بعد سے کچھ ایسی ہو گئی ہے۔''

''لیکن مجھے آج زیادہ لگ رہی ہے۔ شادی کا میں نے بتایا تو چہرے کا رنگ ہی بدل گیا۔'' وہ ان کے کمرے م
بیٹھی ہوئی تھی۔

''ذرا تم ہی بات کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم زبردستی اس کی شادی کر دیں، وہ اب بھی رضامند نہ ہو۔'' انہیں یہ بھ
فکر تھی۔

''ہوں......! بات تو کروں گی۔'' انداز اس کا پرسوچ تھا۔

''بجو......! آپ یہاں بیٹھی ہیں، سب آپ کو بلا رہے ہیں۔'' عمر اسے ڈھونڈتا آ گیا۔

''سب تو نہیں، تمہارے نائل بھائی کو بے چینی ہو گی چلنے کی......؟'' وہ بیڈ سے کھڑی ہوئی اور ہال کمرے م
آ گئی۔ جہاں سب محفل جمائے بیٹھے تھے۔ اتنے عرصے بعد سب یوں خوش ہوئے تھے اور سب مل کر بیٹھے تھے۔

''یاسر بھائی......! آپ سے اور بلال سے زبردست ٹریٹ لوں گی۔'' شہرینہ نے فلور کشن پر دھرنا دیا۔

''ہاں......! آپ کو ہر جگہ اپنی پڑ جاتی ہے۔'' بلال نے لقمہ دیا۔

''تم سے تو زیادہ اچھے یاسر بھائی ہیں۔ انہوں نے میرے لئے گولڈ کے نیکلس کا کہا ہے۔'' وہ تپ گئی اور ساتھ
ہی اسے بھی چڑایا۔

''یہ میں نے کب کہا ہے......؟'' یاسر تو بیٹھے سے اُچھل گیا۔

''فارحہ نے کہا ہے کہ تم خود یاسر بھائی سے مانگنا۔''

''اچھا......! وہ تمہیں چڑھا رہی ہے۔'' یاسر نے مسکرا کر اس کے چہرے کو دیکھا۔

''جی نہیں......! وہ کیوں چڑھاتی......؟''

''بجو......! آپ بلال بھائی سے لیں زبردست ٹریٹ کیونکہ سسر صاحب کا بزنس بھی سنبھالا ہوا ہے۔ ظاہر ہے
سب سے زیادہ امیر تو یہ ہیں۔''

''عمر......! اگر میں نے بزنس سنبھالا ہوا ہے تو اس میں کوئی حصہ نہیں بنتا ہے......؟'' بلال کو اس کی یہ بات پسند
نہ آئی۔

''اور پھر سارا حساب کتاب منی نے لکھا ہوا ہے۔''

''کس لئے لکھا ہے......؟'' شہرینہ نے حیرانگی سے استفسار کیا۔

''ظاہر ہے، کل کو جویریہ مجھ سے بازپرس نہ کرنے لگے۔'' اسے میں ساری ہسٹری تو دے دوں گا۔'' بردبارانہ
انداز میں وہ بولتا سب کو ہی بہت اچھا لگا۔

''بلال بھائی......! میرے خیال میں کوئی چیز جویریہ بھابی سے متعلق آپ کے لئے پرائی تو نہیں۔'' عمر کو اختلاف
ہوا۔

''لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اگر میں نے جویریہ کے ڈیڈی کا بزنس سنبھالے ہوا ہے تو یہ صرف میرے پاس جویریہ
کی امانت ہے اور اس میں سے ایک پائی خرچ کرنا میں اپنی ذات پر حق نہیں سمجھتا۔''

جویریہ اوپر ریلنگ سے لگی بلال کی ساری گفتگو سن رہی تھی۔ آنکھوں میں نمی آ گئی۔ اس نے ہی تو بلال کو دور کیا ہے
ر بلال نے پھر خود کو اس سے دور کر لیا۔ کتنا تکلیف دے رہا تھا۔ اس وقت بلال کا رکھائی سے بھرپور لب ولہجہ، کل
ب وہ اس کی محبت کو جھٹلاتی آئی تھی اور آج خود اس کی محبت نے جویریہ کو سر تا پا بدل دیا تھا۔ اندر بلال کی محبت کو وہ سینچ
ی تھی مگر اب سے اقرار اظہار بہت مشکل تھا اور وہ مشکل لڑی آ گئی تھی جو اسے کھولنی تھی خود پر چڑھا مصنوعی خول
تارنا تھا، وہ اضطرابی کیفیت میں اِدھر سے اُدھر چکر کاٹنے لگی۔ بلال کی اُچٹتی سی نگاہ اسی وقت اوپر اُٹھی۔ وہ کچھ متفکر
وہ بھی ہو گیا۔ جویریہ نے ضرور اس کی باتیں بھی سنی ہوں گی۔ وہ اسے کوئی دُکھ دینا نہیں چاہتا۔ بس اس کے منہ سے
رار سننا چاہتا تھا۔

''لیکن بلال......! تم اس طرح بچ نہیں سکتے ہو۔''

''پتا ہے مجھے شہرینہ باجی بے فکر رہیں جو کہیں گی وہ ملے گا۔'' وہ کھڑا ہو گیا کیونکہ جویریہ کی بھی تو فکر ہو گئی تھی۔

''کیا بات ہے......؟ تمہارا اٹھنے کا پروگرام ہے یا نہیں......؟'' نائل بزرگوں کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اعزاز بھی
ں کے ساتھ ہی آ گیا تھا۔

''ہاں......! اٹھنا ہے۔'' شہرینہ کو فوراً وقت کا احساس ہوا تو وہ ارسل کو لینے پاپا کے پاس دوڑی تھی۔

''ہاں......! سناؤ کیا حال ہے......؟'' نائل نے بلال کو معنی خیزی سے چھیڑا۔

''ابھی تک تو اچھا ہے بعد کا پتا نہیں۔'' وہ سرد آہ بھر کر گویا ہوا۔

''شادی کے شروع دن پرفیکٹ گزریں گے پھر کچھ عرصے بعد والد بنو گے ناں تو لگ پتا جائے گا۔ رات کو بچے
ریں ریں ہوتی رہے گی۔'' وہ اسے چھیڑے جا رہا تھا۔ بلال بری طرح جھینپا ہوا تھا۔ وہ سب کے سامنے ٹارگٹ
ذر کھا ہوا تھا۔

''ان کی گھر والی کو خود رونے سے فرصت نہیں ہے۔ بچوں کی ریں ریں خاک بند کرائیں گی......؟''

''مجھے اب یہاں سے ہٹنا ہی پڑے گا۔'' اس نے عمر کے بے باکی سے کہنے پر دھپ لگائی اور اوپر اپنے کمرے کی
ب بڑھ گیا۔

''میدان چھوڑ کر بھاگ رہے ہو۔'' اعزاز نے بلیک جینز اس پر لائٹ پنک شرٹ میں ملبوس وجیہہ سے بلال کو
دیکھا۔

''میدان میں گولے گرنا شروع ہو گئے ہیں۔ اس لئے بھاگنا پڑ رہا ہے۔'' اس نے چڑھتے چڑھتے ہانک لگائی۔

''بیٹا......! گولے تو تمہیں بعد میں بیوی کے پڑیں گے۔'' نائل نے شہرینہ کو دیکھ کر کہا۔ جو ارسل کو لے کر آ گئی
۔ وہ سو رہا تھا ایک ہاتھ میں بیگ تھا مگر اس نے نائل کا طنز سن لیا۔

''کک......کیا بیوی آپ کو گولے مارتی ہے......؟''

''اور کیا......؟ مجال ہے تمہارے موڈ کے خلاف کوئی بات تو ہو جائے۔'' اس نے ارسل کو شہرینہ سے لے لیا جو
سار رہا تھا۔

''میرے یا آپ کے خلاف ہو جائے۔'' وہ کڑے تیوروں سے اسے گھورنے لگی۔ سب ان کی بحث و تکرار دلچسپی
سننے لگے۔

''شروع ان دونوں کی لڑائی۔'' عمر نے اپنا سر دونوں ہاتھوں میں پکڑ لیا۔

''ابھی اگر میں کہہ دوں کہ مجھے یہاں چھوڑ دیں دو دن کے لئے، موڈ کے خلاف کس کے بات ہو گی......؟'' اس

کے تو پتنگے ہی لگ گئے۔

بلال واپس اُتر کر آ گیا۔ اس سے مذاق میں کہا یہ تو سیریس ہی سچویشن ہو گئی۔

"آخر آپ دونوں یہاں ہی کیوں لڑتے ہیں......؟"

"تم چپ کرو......!" نائل نے عمر کی گدی پکڑ لی جو ان دونوں کے درمیان آ گیا۔

"تم یہاں آ کر کچھ زیادہ اکڑنے لگتی ہو۔"

"آپ کا کیا مطلب ہے......؟ آنا چھوڑ دوں......؟" وہ دونوں ہاتھ کمر پر رکھے کھڑی تھی۔

"ہائے امی......! ہائے پاپا......! بچاؤ......!" عمر تو سینے پر ہاتھ رکھ کر نیچے کارپٹ پر اسی وقت گرا، سب ہی حواس باختہ سے ہو گئے۔ اچانک ہی اسے ہوا کیا۔

"امی......! امی......! آپ کا اکلوتا بیٹا مر رہا ہے۔ پاپا......! پاپا......!"

"اسے کیا ہوا......؟" شہرینہ اس کے قریب بیٹھی جو سینے پر ہاتھ رکھے چیخ رہا تھا مگر آنکھیں بند تھیں۔ اعزاز بھی تشویش میں آگے بڑھا۔ یاسر نے تو باقاعدہ جائزہ لینا شروع کیا۔

"عمر......! عمر......!" نائل کی نرم سی آواز آئی۔

"جی......!" اس نے ایک آنکھ بند کر کے سب کو دیکھا۔ سارے بزرگ بھی جمع تھے۔ ابرار احمد تو گھبرا گئے وہ اسے دیکھنے آگے آئے جو ہاتھ جھاڑتا کھڑا ہو گیا۔

"شکر ہے......! آپ دونوں کی لڑائی تو ختم ہوئی۔" وہ فخر سے اکڑنے لگا کیونکہ بروقت ایکٹنگ نے ان سب کو ہی اس کی جانب متوجہ کر لیا تھا۔

"یہ کیا ہو رہا تھا......؟ ہیں......!"

"پاپا......! کچھ نہیں......! بس نائل بھائی اور بجو میں لڑائی شروع ہو گئی تھی۔ وہ روکتی تھی رُک گئی۔" اس نے ابرار احمد کے برہم چہرے کو دیکھا۔

"توبہ ہے لڑکے......! تمہاری یہ ایکٹنگ، ہمیں کہیں بڑا نقصان نہ اٹھانا پڑے۔"

"تائی امی......! آپ یہ بھی تو دیکھئے لڑتے کتنا ہیں۔" اس نے فاخرہ بیگم کے بازو پر ہاتھ رکھا۔ انہوں نے اسے دھپ لگائی۔

"شہرینہ......! بری بات ہے۔ نائل سے تم اب بھی لڑتی ہو......؟"

"ابرار انکل......! ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ چھوٹی موٹی لڑائی ہو جاتی ہے۔" اسے شہرینہ کی رونی صورت پر ترس آنے لگا۔ منٹوں میں اس کی آنکھوں میں آنسو آتے تھے۔ آمنہ نے اسے شانے سے لگا لیا تھا۔

"یار......! تم دونوں بھی نا بس......!" اعزاز کو ہنسی آ گئی تھی۔

بلال نے پھر ان دونوں کا موڈ بحال کرنے کے لئے سب کو آئس کریم کی ٹریٹ دی۔ سارا قافلہ گاڑیوں میں بھر کر روانہ ہو گیا۔

• • •

"آنٹی......! مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے۔" جویریہ جھجکتی ہوئی فاخرہ بیگم کے کمرے میں آ گئی۔ وہ عشاء کی نماز کے بعد سورتیں وغیرہ پڑھتی تھیں۔ ابھی پنج سورہ اٹھا کر انہوں نے دیوار گیر شوکیس میں رکھا ہی تھا۔ جویریہ پنک کپڑوں میں اپنی تمام تر معصومیت لئے ان کے سامنے آ گئی۔

"آؤ......! جلدی آؤ......! کیا کہنا ہے......؟" انہوں نے مسکرا کر اسے بلایا۔

وہ خراماں خراماں چلتی ان کے قریب صوفے پر ہی بیٹھ گئی۔ انوار احمد اس وقت لاؤنج میں بیٹھے ٹی وی پر خبریں سن رہے تھے۔ اس لئے جویریہ کو ان سے بات کرنے کا موقع مل گیا۔

"پہلے یہ بتاؤ عشاء کی نماز پڑھ لی......؟"

"جی......! ابھی پڑھ کر آ رہی ہوں۔" نماز کی عادت بھی انہوں نے ہی اس کی ڈلوائی تھی۔ اذان ہوتے ہی اب نماز کے لئے کھڑی ہو جاتی تھی۔

"آنٹی......! وہ مجھے......"

"اچھا سنو......! پہلے میری بات، آج آخری بار غور سے سن لو۔ تم مجھے آنٹی وغیرہ مت کہا کرو، امی بولو، بلال کی طرح تمہاری بھی میں امی ہی ہوں۔" انہوں نے اس کے نرم نرم ہاتھوں کو اپنے ہاتھ میں لے کر پیار سے سمجھایا۔

"جی اچھا......!" وہ جھینپ گئی۔

"ہاں......! اب بولو کیا کہنا ہے......؟" انہیں کم گو سی جویریہ شروع سے ہی اچھی لگی تھی مگر یہ نہیں سوچا تھا کہ یوں اچانک ہی قسمت اسے ان کے در پر لے آئے گی۔ اس کے ساتھ ہونے والے سانحے پر بھی افسوس تھا۔

"مجھے ابھی شادی نہیں کرنی۔" قدرے توقف کے بعد بلا تمہید کے کہہ دیا۔

"کیا کہہ رہی ہو جویریہ بیٹا......! گھر میں ساری تیاریاں شروع ہو چکی ہیں۔" وہ تو پریشان ہو گئیں اس کے یوں اچانک کہنے پر۔ جویریہ نے لب بھینچ لئے تھے۔

"میں آپ سب پر بوجھ نہیں بننا چاہتی۔" دل تو اس کا بلال کی بے رُخی پر رو رہا تھا۔ بلا سوچے سمجھے اس نے یہ فیصلہ بھی کر لیا۔

"بوجھ کیوں بنتی تم......؟ شروع سے ہم سب کی ہی خواہش تھی کہ تم بلال کی دلہن بنو۔"

"لیکن مجھے لگتا ہے اب یہ سب ٹھیک نہیں ہے۔ ڈیڈی کی ڈیتھ کے بعد......" آنکھوں سے آنسو نکل کر اس کے دوپٹے پر ٹپ ٹپ گرنے لگے۔ ان سے کیسے کہے کہ وہ تو شروع سے اس گھر میں خود کو رچا بسا دیکھتی آ رہی ہے۔

"بلال نے تم سے کچھ کہا ہے......؟" انہیں تشویش ہوئی کہ کہیں بلال نے تو اس سے کچھ اُلٹا سیدھا نہیں کہہ دیا۔

"ن......نہیں......! انہوں نے کچھ نہیں کہا۔" وہ گھبرا گئی۔

"نہیں......! ضرور بلال نے ہی کچھ کہا ہے ورنہ تم ایسا کچھ نہیں بول سکتی ہو۔" وہ تو غصے میں ہی آ گئیں۔

"میں سچ کہہ رہی ہوں۔"

"میں ابھی بلال کو بلا کر پوچھتی ہوں کہ کیا ڈرامہ رچایا ہوا ہے......؟ کل تک کہہ رہا تھا کہ جویریہ سے شادی کروں گا، آج اس کا دماغ چل گیا۔"

"امی......! امی......! وہ کچھ نہیں بول رہے ہیں۔" وہ ان کے پیچھے دوڑی۔

"تم یہاں بیٹھو، خبردار جو تم یہاں سے نکلی تو، بلال کو میں بلاتی ہوں۔" وہ بلال کو بلانے چلی گئیں۔

جویریہ کا تو شرمندگی اور گھبراہٹ سے سانس ہی رُکنے لگا۔ سوچ سوچ کر حیا آنے لگی۔ اس کے سامنے ایسی گفتگو ہو گی، اس میں ایسی بے تکلفی ہی کب تھی۔

"بیٹھو ادھر تم......!" انہوں نے وائٹ کرتا شلوار میں ملبوس بلال کو جویریہ کے ساتھ ہی بڑے صوفے پر بازو سے پکڑ کر بٹھا دیا۔ وہ ناسمجھی کی کیفیت میں تھا۔ جویریہ اس کے اتنے قریب تھی کہ دونوں کے شانے مس ہونے لگے۔

وہ خود ہی خفیف سا ہو کر پیچھے ہو گیا۔

''بلال......! مجھے سچ سچ بتانا......! تم نے جویریہ سے کیا اُلٹی سیدھی بات کی......؟'' وہ برہم ہو رہی تھیں۔

''بھلا میں کیوں کروں گا اُلٹی سیدھی......؟ میں تو بات تک نہیں کرتا۔'' اسے حیرانگی بھی تھی۔ ایک نظر جویریہ پر بھی ضرور ڈالی۔

''امی......! انہوں نے کچھ نہیں کہا۔''

''دیکھو جویریہ......! اس کی باتوں پر پردہ ڈالنے کی ضرورت نہیں ہے، مجھے سچ بتاؤ، کیوں تم انکار کر رہی ہو......؟'' وہ برہم ہو رہی تھیں۔

''آپ مجھے تو کچھ بتایئے، بات کیا ہے......؟ کیوں مجھے یہاں لائی ہیں......؟'' وہ خفگی سے گویا ہوا۔

''جویریہ شادی سے انکار کر رہی ہے۔'' انہوں نے بتایا۔

بلال نے چونک کر پھر بھی اسے نہیں دیکھا بلکہ اپنے تاثرات میں اسے کمال ضبط کا مظاہرہ آ گیا تھا۔

میں نے تو نہیں کیا ناں انکار شادی سے......؟ یہ آپ ان سے پوچھئے کیوں انکار ہے......؟'' اس نے رکھائی ہنوز رکھی۔

یہی انداز تو جویریہ کے دل میں تراز و ہو رہا تھا۔ کہاں پہلے بات بات پر محبت بھرے جملے بولتا تھا اور اب اس کے لب ولہجہ تک میں بیگانگی اور بے مروتی تھی۔

''یہ بلاوجہ ایسے نہیں بول سکتی۔'' انہیں بلال کی بات پر یقین ہی نہیں تھا۔

''ہاں......! یہ اچھا ہے۔ میں ہی بلاوجہ بولتا ہوں۔ مجھے کوئی انکار نہیں ہے شادی سے۔ اگر انہیں انکار ہے تو وجہ ان سے دریافت کریں۔ میرے ساتھ ایسا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔'' وہ غصہ میں آ گیا۔

''پھر یہ جویریہ نے اتنی اچانک مجھ سے کہا کیوں......؟''

''امی......! وہ تو میں اس لئے کہہ رہی تھی کہ ڈیڈی کی ڈیتھ ابھی ہوئی ہے۔'' وہ شرمندہ ہونے لگی۔

''دیکھو بیٹا......! زندگی اور موت اوپر والے کے ہاتھ میں ہے۔ اس سے ہم انکاری نہیں ہیں لیکن تم یہ بھی تو دیکھو تمہارے ڈیڈی کو رات دن تمہاری ہی فکر تھی۔ اگر تم ان کی روح کو خوش رکھنا چاہتی ہو تو انکار مت کرو۔'' انہوں نے سمجھانے کے بعد اس کے دونوں ہاتھوں کو تھاما۔

بلال لب بھینچے بیٹھا تھا۔ وہ سمجھ گیا تھا جویریہ کو اس کا لہجہ اس کا انداز ہی ایسا کرنے پر مجبور کر رہا ہے مگر وہ بھی مرد تھا، انا تھی، بار بار وہ جھکا تھا۔ اس بار پہل وہ جویریہ سے چاہ رہا تھا۔ پھر چاہے ساری زندگی جویریہ کو خود ہی پہل کر کے منانا پڑے مگر اس بار اس کی باری تھی۔

لیکن اتنی جلدی شادی......'' آنکھوں سے آنسو پھر گرنے لگے۔

''اگر انہیں اعتراض ہے تو آپ کیوں فورس کر رہی ہیں......؟ نہیں کرنی شادی نہ کریں۔'' بلال نے تاک کر تیر پھینکا۔

''تم چپ کر کے بیٹھے رہو ادھر ہی۔'' فاخرہ بیگم نے اسے سرزنش کی۔

''میں تم دونوں کو آج ایک بات بتا رہی ہوں اور غور سے سن لو۔'' انہوں نے دونوں کو باری باری دیکھا جو سر جھکائے ہوئے تھے۔

''اللہ تعالیٰ نے زندگی موت، شادی نوکری اور اولاد سب اپنے اختیار میں رکھا ہے۔ جس کی جس وقت موت آنی ہے، اسی وقت آئے گی۔ اس کی جتنی زندگی ہے وہ اسے گزارے گا اور رہا شادی، وہ بھی جب چاہے گا اسی وقت ...ی۔ جس سے ہونی ہے وہ بھی جانتا ہے، ہمارے انکار کرنے سے یا کسی کے دُنیا سے چلے جانے سے یہ رُک نہیں ...ی۔ تو قیر صاحب تمہاری شادی بلال سے چاہتے تھے لیکن قسمت کو کچھ اور منظور تھا۔ اس وقت تو نہیں ان کے بعد یہ ...ادی رکھی تھی اور یہ تمہارا فرض ہے کہ تم آنے والی خوشیوں سے منہ نہیں موڑ سکتی ہو کیونکہ اوپر والے نے یہ سب ...ہارے لئے اسی طرح لکھا تھا۔ کتنا تم نے غم سہنا ہے اور کتنی خوشیاں تمہارا مقدر ہیں اس لئے آنے والے خوش کن ...ں سے تم بھی منہ نہیں پھیر سکتی ہو۔ یہ بھی ناشکرا پن ہے۔ تم خوشی خوشی اس رشتے کو قبول کرو۔ یہ اوپر والے کا فیصلہ ...ہے اور تمہارا نصیب ہے جو تمہیں مل رہا ہے اور سب سے آخری چیز ہوتی ہے، اولاد وہ نہ تمہارے اختیار میں ہوگی اور ...ی اور کے اختیار میں۔ یہ تم دونوں کی قسمت سے ہوگی اور کب ہوگی یہ بھی اوپر والے کو پتا ہوگا۔ کتنی اولادیں تمہاری ...مت میں ہوں گی۔'' وہ کتنی مفصل اور گہری باتوں سے دونوں کو آگہی دے رہی تھی۔ وہ دونوں گنگ سے بیٹھے تھے۔

''شادی نصیب سے ہوتی ہے۔ نوکری، عورت کی نصیب سے ہوتی ہے اور اولاد مرد کے نصیب سے ہوتی ہے۔'' ...وں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔

جویریہ خود کو حیا کی چادر میں لپیٹے ان کے شانے سے لگ گئی۔ کتنی اپنائیت سے انہوں نے سمجھایا تھا۔ بلال نے ...ل اس کی موہنی سی صورت کو کن انکھیوں سے دیکھا۔

''آئندہ اب یہ نہیں سنوں کہ تم شادی سے انکار کر رہی ہو۔'' انہوں نے اسے مکمل اپنی ماتا کا احساس دلایا جو ...ا کی محبت تک کو ترسی ہوئی تھی۔

''بلال......! اگر تمہیں کچھ کہتا ناں، تم دیکھتیں میں کیسی خبر لیتی اس کی۔''

''خواہ مخواہ آپ مجھ پر شک کر رہی تھیں۔'' وہ برا ماننے لگا۔

''آنکھیں کھلی رکھتی ہوں، دُنیا دیکھی ہے میں نے بھی، خوب سمجھتی ہوں مردوں کی رَگ رَگ کو۔'' انہوں نے ...ا کا کان کھینچا۔

''اُف امی......! اتنی زور سے۔'' وہ کراہنے لگا۔

''خبردار......! آئندہ تم دونوں نے کوئی مسئلہ اٹھایا۔ یہاں ہم ویسے ہی فارحہ اور یاسر کی رُخصتی سے خوش ہیں۔ ...چاہ کہ ساتھ ہی تم دونوں کے فرض سے بھی سبکدوش ہو جائیں۔'' انہوں نے شرمائی لجائی جویریہ کو اپنی آغوش میں لیا۔ ...ے بلال کے سامنے بہت شرم آ رہی تھی جبکہ بلال اس کی جانب سے سرد مہری ہی برت رہا تھا۔

''بولو......! اب تو کوئی شکایت نہیں......؟''

''نہیں امی......! مجھے تو یہاں آ کر سب ہی رشتے مل گئے ہیں۔ سب سے پہلے ماں جس سے آج تک ...شنا تھی۔ آج مجھے وہ ماں بھی مل گئی ہے۔'' اس نے مسکرا کر آسودہ سے لہجے میں کہا۔

چلو، اگلے سال ماں کے عہدے پر بھی فائز ہو جاؤ گی۔ پتا لگ جائے گا ماں کے احساسات کیا ہوتے ہیں۔''

...مارے حیا کے تو اس کے ہاتھ پیروں میں پسینہ آ گیا۔ بلال نے ہلکی سی مسکراہٹ لئے پہلو بدلا۔

''اچھا......! اب تم جلدی سے چہرہ صاف کرو۔ رونے سے آنکھیں بھی سرخ ہو رہی ہیں۔'' انہوں نے شفقت ...ے انداز میں اس کا ماتھا چوما۔

''اب تو میں جاؤں......؟'' وہ مسمسی صورت بنائے اُکتایا ہوا لگا۔

''ہاں جاؤ......!''

بلال تیزی سے نکلنے ہی والا تھا کہ جویریہ نے بھی تقلید کی۔ فاخرہ بیگم اپنے کام میں لگ گئیں۔

''اگر آپ کو انکار کرنا تھا، امی سے کیوں کہا......؟ ڈائریکٹ مجھ سے کہتی ناں......!'' بلال نے تیز لہجے میں کہا جو اس سے پہلے ہی دو قدم آگے چلتی جا رہی تھی، رُک گئی۔

''جویریہ......! میرے گھر والے بہت مخلص ہیں اس لئے پلیز دل میں گنجائش ہونی چاہئے اور آپ اس گھر سے مجھ سے رشتہ جوڑنے جا رہی ہیں۔''

''جی......!'' وہ ہق دق سی سن رہی تھی۔

''اس لئے پلیز......! اگر آپ کو انکار ہے تو میں خود یہ شادی رُکوا سکتا ہوں......؟'' وہ آج جویریہ کا ضبط آزمانا چاہ رہا تھا کہ کب تک وہ اس سے گریز کرتی ہے۔

''میں تو یہ کہنا چاہتی تھی......''

''بس......! شروع سے آپ ہی کہتی آ رہی ہیں۔'' اس نے جویریہ کی بات درمیان سے ہی کاٹ دی۔ وہ ہونقوں کی طرح اسے دیکھنے لگی۔

''آپ میری بات سمجھنے کی کوشش کریں۔'' وہ روہانسی ہو گئی۔

''شروع سے لے کر اب تک آپ کو سمجھتا ہی آ رہا ہوں۔ اس لئے میری جانب سے بے فکر رہیں۔ آپ کو شادی کے بعد بھی کوئی تکلیف نہیں دوں گا۔ بس اگر میں خیال کر کے چپ ہوں تو صرف توقیر انکل کی وجہ سے۔''

یعنی اب وہ اس کی زندگی میں کوئی معنی نہیں رکھتی۔ وہ محبت بھرے جملے، وہ اظہار، وہ سب کیا تھا؟ یہ کیسی محبت تھی؟ جو صابن کے جھاگ کی طرح بیٹھ گئی اور جویریہ کی محبت سمندر کی لہروں کی طرح اُچھل اُچھل کر اس سے ٹکرا رہی تھیں۔ آخر کب تک خود کو بچاتی وہ محبت کا سمندر اسے بھگوتا رہا اور وہ بھیگتی رہی۔ جب وہ پوری طرح بھیگ گئی تو بلال کہہ رہا ہے کہ میں صرف توقیر انکل کا خیال کر رہا ہوں۔ دھواں ہوتے چہرے کے ساتھ آنسو نکلنے والے تھے۔

''آپ اطمینان رکھئے، آپ کی مرضی کے خلاف میں ایسا کوئی قدم نہیں اٹھاؤں گا۔ جو آپ کو کوفت میں مبتلا کرے۔'' وہ اس کا ملیح چہرہ اپنی آنکھوں میں جذب کرتا رہا۔ یہی تو اس کی محبت کا حاصل تھی یوں قسمت میں ان کا ملن تھا جتنا بھی خوش ہوتا کم ہی تھا۔

''لیکن شادی کرنے میں انکار کبھی نہیں کروں گا۔'' وہ فیصلہ سنا کر لمبے لمبے ڈگ بھرتا چلا گیا۔ جویریہ نے ایک حسرت و یاس بھری نگاہ اس کی چوڑی پشت پر ڈالی کتنا اعتماد تھا، بلال کو خود پر وہ تو گنگ تھی۔

• • •

''مسٹر......! ہوش کرو، اتنی جلدی شادی بھی سیٹ ہو گئی۔ بھئی......! مجھ سے اچھے تو تم رہے۔'' اعظم نے رشک بھرے لہجے میں بلال کو فان کلر کی پینٹ پر لائٹ پرپل شرٹ میں ستائشی انداز میں دیکھا۔

''تم سے ایک ماہ بلکہ بیس دن پہلے ہے۔'' اس نے خوش ہو کر بتایا۔

''چلو، میری شادی میں تم مسٹر اینڈ مسز ہو گے۔'' اعظم کرسٹل سینٹرل ٹیبل سے لوازمات کھانے کے لئے اٹھانے لگا۔

''یہ ابو کا فیصلہ ہے۔ فارحہ آپی کی رُخصتی ایک ہفتے پہلے رکھی ہے جبکہ میرے سارے فنکشن مایوں مہندی کے ٹھیک ایک ہفتے بعد رکھے ہیں۔ تاکہ آپی اور جویریہ بھی شرکت کر لیں گی۔'' بلال مفصل طور پر اسے بتا رہا تھا۔

''یہ ٹھیک ہے......!'' اعظم کو یہ آئیڈیا پسند آیا تھا۔

''ہاں یار......! ذرا عمر کو تو بلواؤ۔ اس سے بھی ملاقات کر لوں۔ بہت تمہارے منہ سے اس کا ذکر سنا ہے۔'' اعظم کو عمر سے ملنے کی خواہش جاگی۔

''ہاں......! ابھی بلاتا ہوں۔'' بلال اٹھا۔ شام کے چھ بجے وہ ٹی وی کے آگے بیٹھا ہوتا تھا اور یہ اس کا معمول تھا۔ کیبل کے سارے چینلز بدل بدل کر شغف فرماتا تھا۔

''لیجئے، آپ نے ہم کو یاد کیا، ہم تشریف لے آئے۔'' عمر گرے کرتا شلوار میں شاہانہ لب و لہجے کے ساتھ چلا آیا۔ اعظم سے اس نے ہاتھ ملایا۔

''تمہارا بہت ذکر سنا ہے۔'' اعظم کو شرارتی سا عمر پہلی نظر میں اچھا لگا۔

''اچھا......! ویسے کون سی فلم میں آتا ہوں......؟'' وہ اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگا۔

''یار اعظم......! اسے فلمیں دیکھنے کی بڑی بیماری ہے۔'' بلال نے بتایا۔

''ڈاکٹر صاحب......! اس بیماری کا علاج کرائیں اپنا۔'' اعظم نے بھی شرارت سے کہا۔

''ایک تو سب کو مجھ سے ہی شکایت ہے۔'' وہ بسکٹ اٹھا کر کھانے لگا۔

''لیکن مجھے نہیں ہے۔''

''ابھی تو آپ کی اور میری ملاقات پہلی ہے۔ آگے چانسز لگتے ہیں۔'' اس نے اترا کر کہا۔

''اگر ملتے رہے تو......'' اسے عمر اپنی زندہ دل طبیعت کی وجہ سے پسند آیا تھا۔

''بلال بھائی......! بغیر چائے کے آپ سب یہ کھا رہے ہیں۔'' اس نے اچانک ہی حیرانگی سے کہا۔

''یار......! کیا کرتا......؟ جو نظر آیا لے آیا۔ سب ہی تو شاپنگ پر نکلی ہوئی ہیں۔'' بلال اپنی مرضی سے ہی بسکٹ، نمکو وغیرہ لے آیا تھا۔

''ایک ہستی ہے ناں، اسے استعمال کریں۔'' وہ پرجوش انداز میں بولا۔

''کون......؟'' بلال نے حیرانگی سے پوچھا۔

''جویریہ بھابی......ان سے کہتے جھٹ بنا تیں چائے۔''

''بس رہنے دو۔ گزشتہ دنوں تم نے بنوائی تو تھی، خود کو ہی جلا لیا تھا۔''

''یہ کیا بات ہوئی، انہوں نے خود کو جلا لیا تو آپ چائے ہی نہیں بنوائیں گے......؟'' عمر کو اعتراض ہوا۔

''یار عمر......! بلال پر وہی ڈائیلاگ سوٹ کر رہا ہے۔ پرانی انڈین فلم ہے ناں پاکیزہ، ہیرو نے ہیروئن کے پاؤں دیکھ کر کہا تھا۔ انہیں نیچے مت اُتاریں میلے ہو جائیں گے۔'' اعظم نے بھی شوخی سے کہا۔

''واہ یار......! آپ تو اپنی لائن کے نکلے۔'' عمر تو کھل اٹھا۔

بلال خجل ہو گیا۔ ایک دھپ اعظم کے لگائی۔ دوسری عمر کے لگائی۔ دونوں ہی چھیڑنے لگے تھے۔

''یہ تو جویریہ بھابی کو بھی کہہ دیں گے۔ تم کمرے سے باہر مت نکلو میلی......''

''عمر......! عمر......!'' بلال نے جملہ پورا ہی نہیں ہونے دیا۔

''تم بھی مل گئے اس کے ساتھ، یہ تو ہے ہی بدتمیز۔'' بلال کو غصہ آنے لگا۔

''عمر......! عمر......!'' جویریہ کی مہین سی آواز نے چونکا دیا۔

تینوں ہی ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگے جیسے کہ کوئی انقلاب ہی آ گیا ہو۔

''آ جائیے جویریہ بھابی......! یہیں چائے لے آئیے۔'' عمر نے دروازہ کی سمت دیکھ کر ہانک لگائی۔

"جویریہ بھابی......!" اعظم نے حیرانگی سے زیرلب کہا۔

"ہاں بھئی......! میں بھابی ہی کہتا ہوں۔ چند دن بعد تو بن ہی جانا ہے۔"

"عمر......! آپ آکر لے جائیں ٹرالی۔" وہ اندر آنے سے جھجک رہی تھی۔

"لگتا ہے بلال سے شرم آرہی ہے......؟"

"زیادہ بکواس نہ کرو یار......!" بلال اس کے منہ جڑ کر باہر ہی آگیا۔

جویریہ تو گڑبڑا ہی گئی۔ پرپل کاٹن کے ریڈی میڈ سوٹ میں وہ نکھری نکھری دلکش سی لگی۔

"وہ میں...... چائے...... عمر نے بنوائی تھی۔" بے ربط سے جملے بولے۔

"میرے خیال میں آپ کا اعظم سے پردہ تو نہیں ہے ناں، اندر لانے میں کیا قباحت تھی......؟" ٹرالی اس کے ہاتھ سے جھٹکے سے لی وہ خفیف سی ہوگئی۔ بلال روز بروز اکھڑ سا ہی ہوتا جارہا تھا۔

"میں سمجھی کہ کوئی اور آپ کا دوست ہے۔ امی نے مجھ سے کہا کہ چائے بنا کر عمر کے ہاتھ اندر ڈرائنگ روم میں بھیج دو۔" وہ نرم سی آواز میں آہستہ آہستہ بولتی ڈری سہمی سی لگی۔ بلال اسے دیکھنے تک سے گریز کرتا تھا۔

"میں نے تفصیل نہیں مانگی ہے۔" اکھڑ انداز میں کہتا ٹرالی گھسیٹتا اندر لے آیا۔

"یہ تم چائے لینے گئے تھے یا چاہ لینے......؟"

"اعظم......! لحاظ کرلو، اس کے سامنے۔" بلال نے عمر کی طرف اشارہ کیا۔ جو زور زور سے ہنس رہا تھا کیونکہ ساری باتیں کان لگا کر وہ خود سن کر آرہا تھا۔

"اس کے سامنے لحاظ کروں جبکہ یہ تمہاری ساری گفتگو سن کر آرہا ہے۔"

"عمر......! عمر......!" بلال تو جھینپ سا گیا۔ وہ اسے مارنے کو بھی لپکا مگر وہ اعظم کے قریب ہوگیا۔

"بیچاری......! اس سے لڑنے کی کیا ضرورت تھی......؟"

"میں کوئی لڑ نہیں رہا تھا۔" وہ کیتلی سے چائے کپوں میں انڈیلنے لگا۔

"تو پھر کیا محبت بھرے مکالمے ادا کررہے تھے۔"

"وہ...... میں یوں سرعام نہیں بولوں گا۔" اس نے کرارا سا جواب دیا۔

"دیکھا، ہمارے بلال بھائی کتنے عقلمند ہیں۔ محبت کا اظہار تو یہ جویریہ بھابی سے پہلے ہی کرتے رہے ہیں۔ ظاہر ہے اب تو پردہ ہی رکھیں گے ناں......؟"

"عمر......! تم چپ ہونے کا کیا لوگے......؟ تھپڑ یا مکا......؟"

"نہیں......! مجھے دونوں کی ضرورت نہیں ہے۔" اس نے دونوں ہاتھ جوڑے۔

اعظم کو عمر کی باتیں لطف دے رہی تھیں۔ مسلسل وہ ہنسے جارہا تھا۔ بلال کھسیا رہا تھا۔

"تمہیں بہت ہنسی آرہی ہے۔" اس نے اعظم کو کپ پکڑایا۔

"یار......! مجھے اس لئے ہنسی آرہی ہے کہ تمہارے گھر میں اتنا دلچسپ سا بندہ ہے۔ اس سے میں پہلے کیوں نہیں ملا......؟"

"دیکھا، ایک تو میرا قدرداں موجود ہے۔" عمر نے شان تفخر سے کالرا کڑائے۔

"اگر تم خیریت چاہتے ہو تو یہاں سے نکلو۔" بلال چاہ رہا تھا کہ وہ یہاں سے چلا جائے کیونکہ وہ مسلسل بے تکی ہانکے جارہا تھا۔

"یار بلال......! رہنے دو اسے بھی، بڑا دلچسپ لڑکا ہے۔"

"پھر ٹھیک ہے......! تم اس کے پاس بیٹھو، مجھے کام ہے۔" وہ خفگی سے دیکھتا جانے لگا۔

"ارے ارے......! بات تو سنو......!" اعظم اس کے پیچھے لپکا۔

مگر بلال تیزی میں تھا وہ ڈرائنگ روم سے نکلتا ہال کمرہ کراس کرتا گلاس ڈور کھولنے ہی جارہا تھا کہ قسمت خراب ے اس کی ٹکر ہوگئی۔

"اوہ سوری بھائی جان......!" بلال خفیف سا ہوگیا۔

سرمد کی گود میں پانچ ماہ کی ننھی سی اریشہ تھی۔ شکر ہوا اس کے کچھ نہیں لگا۔

"دیکھ کر چلا کرو، مانا کہ آج کل بہت خوش نظر آتے ہو کہ سامنے کے لوگ نظر ہی نہیں آتے۔" سرمد معنی خیزی سے تے گلاس ڈور سے اندر آگئے۔

"یہ سرمد بھائی نے ٹھیک کہا۔" عمر نے بھی تائید کی۔

اعظم اس دوران سرمد سے ہاتھ ملا چکا تھا۔ وہ سینے پر بازو لپیٹے کھڑا بلال کی حالت سے محظوظ ہو رہا تھا۔

"جاؤ اور زیادہ شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ یہ کہہ کر اندر چلے گئے۔

بلال نے جواباً عقابی نگاہوں سے اعظم اور عمر کو گھورا۔ عمر نے تو ہنسنا شروع کردیا۔ جبکہ اعظم نے ابھی اس کے لے میں بازو ڈالا ہی تھا جو بلال نے جھٹکے سے پرے کردیا۔

"تم بھی اس کے ساتھ شامل ہوگئے ہو ناں، ہم اس سے پریشان ہیں۔"

"اگر نہیں ہیں تو ان محترمہ سے نہیں ہوں گے۔" عمر نے پھر اوپر جاتی جویریہ کی سمت اشارہ کیا۔ بلال نے بس تی نگاہ ضرور ڈالی جو خود آج کل اس سے کترائی ہوئی رہنے لگی تھی۔ فطری شرم وحیا اور حجاب اس کے رُخساروں ، جھلکتا تھا اور یہ بلال کو اچھا لگا تھا۔

"ایسا کرتے ہیں اب باہر چلتے ہیں۔ تمہارا موڈ تھوڑا بہتر ہوگا۔ باہر کی ٹھنڈی ہوا لگ کر۔" اعظم اسے بازو سے ہا باہر لے آیا۔ عمر البتہ آمنہ کے بلانے پر اندر واپس چلا گیا۔

"جسے دیکھو مجھے ہی چھیڑے جارہا ہے۔" وہ بچوں کی طرح روٹھا آج تو سرمد نے بھی اس کی کھینچائی کردی تھی۔

"ڈنکے کی چوٹ پر محبت کی ہے۔ لوگوں میں چرچا تو ہونا ہی تھا۔" اعظم نے باہر لان میں نگاہ دوڑائی خوبصورت ولوں، پودوں اور پیڑوں سے سجا کتنا اچھا لگ رہا تھا۔

"تم دیکھو، اس لڑکی کو ذرا پرواہ نہیں، میری شادی میں دن ہی کتنے رہ گئے ہیں۔ ایک بار بھی مجھ سے اظہار نے نہیں آئی۔" بلال کو تو رہ رہ کر یہی افسوس تھا کہ جویریہ کب خود پیش قدمی کرتی ہے۔



"شادی کے بعد کردے گی۔ پھر تو تمہارے ہی اختیار میں ہوگی۔" دونوں گاڑی میں بیٹھ چکے تھے۔ بلال فرنٹ سیٹ پر تھا جبکہ گاڑی اعظم کی تھی۔ وہ خود ڈرائیو کررہا تھا۔

"لیکن یار......! پھر وہ اس کی مجبوری ہوگی اور پھر شادی کے بعد میں بھی خود پر اختیار نہ رکھ سکوں۔ اس لئے چاہتا ہوں ابھی یہ سب ضروری ہے۔" اس نے باہر سڑک پر نگاہ جمادی، گاڑی آہنی گیٹ سے باہر آچکی تھی۔

"یعنی تم چاہتے ہو جویریہ بھی اس بات کا اقرار کرے کہ وہ تمہیں پہلے سے ہی چاہتی تھی مگر وہ خود پر پہرے بٹھائے ہوئے تھی۔"

"ہاں......! اب سمجھے ناں تم واضح بات۔" بلال خوشی سے تائید بھرے انداز میں بولا۔

دونوں پورے راستے ہی باتیں کرتے رہے تھے ڈنر بھی باہر ہی کیا۔ پھر بلال کو کسی سے ضروری ملنا تھا وہ چلا گیا۔

● ● ●

"اعزاز کی دونوں بہنیں آئی ہوئی ہیں۔ کسی دن انہیں کھانے پر بلالو۔" نائل نے اسے دیکھا جو ابھی کچن سے فارغ ہونے کے بعد وہیں لاؤنج میں ہی آکر بیٹھ گئی تھی۔

"ہاں......! بلالیں کسی دن بھی پھر ورنہ فارحہ اور یاسر بھائی کا سلسلہ شروع ہوجائے گا۔" اس نے اپنے بالوں کو دوبارہ لپیٹ کر کیچر کیا۔

"ایسا کرو سب کو ہی بلالو۔" وہ کاؤچ پر دراز ہوگیا تھا۔

"سب کو......؟ کس کس کو......؟" اس نے نگاہ ترچھی کرکے استفسار کیا۔

"ارے......! اپنے میکے سے سب کو ہی ارسل کی برتھ ڈے بھی گول ہوگئی۔ میرے ایکسیڈنٹ کی وجہ سے، اس لئے دوسری آنے میں تو تھوڑا وقت ہے۔ سب کو دعوت دے دو گیدرنگ رہے گی۔" وہ کاؤچ پر دراز تھا۔ ٹی وی حسب معمول کھلا ہوا تھا اور ریسلنگ دیکھ رہا تھا۔

"گڈ......! یہ آپ نے اچھا آئیڈیا دیا ہے۔" وہ خوشی سے اُچھلی۔

"بے وقوف بیوی......! آئیڈیا نہیں، اچھا سوچا ہے، یہ کہو۔" اس نے کشن اُچھالا۔ اس پر جو شہرینہ کے منہ لگا۔

"کیا ہے......؟ کیا کرتے ہیں......؟" وہ چڑ گئی۔

"اُردو مکمل آتی ہے لیکن صحیح جملے ابھی بھی بولنے نہیں آئے۔" وہ ہنسا۔

"لگتا ہے باقاعدہ مجھے اب ایڈمیشن لے کر کسی انسٹی ٹیوٹ میں اُردو سیکھنی پڑے گی۔"

"کشن اٹھا کر صوفے پر رکھا اور ٹی وی جا کر آف ہی کردیا۔

"یار......! ریسلنگ آرہی ہے۔ آن کرو ٹی وی۔"

"ٹی وی بعد میں آن کریئے گا، پہلے امی سے ذکر کرنے چلیں جو آپ نے دعوت وغیرہ کا سلسلہ رکھا ہے۔"

"امی سے میں نے پہلے ذکر کردیا تھا۔ ان کے کہنے پر ہی تمہیں کہا ہے۔" نائل نے پھر ٹی وی آن کردیا۔

"پھر دن کون سا سیٹ کریں......؟" اسے اب اس کی فکر پڑ گئی۔

"تم سنڈے رکھو یا پھر سیچر ڈے۔"

"سیچر ڈے ٹھیک رہے گا۔ دوسرے دن سب کا آف ڈے ہوگا۔ اس لئے کسی کو دوسرے دن کی فکر نہیں ہوگی۔ سب انجوائے کریں گے۔" وہ خود کافی دنوں سے گیدرنگ چاہ رہی تھی۔

"سارا ارینج لان میں کریں گے، ویٹرز وغیرہ بلالیں گے تاکہ سرو کرنے میں آسانی ہو۔"

"گڈ......!" وہ متفق ہوئی۔

"ایسا کرتے ہیں فارحہ کو میں پہلے ہی بلالوں گی۔"

"اسے کس لئے......؟" اس نے استفسار کیا۔

"اس لئے کہ ذرا ہم دونوں مل کر تیاری کرلیں گے، مشورے اچھے دیتی ہے۔"

"ویسے مشوروں کی اسے ضرورت ہے۔" اس نے معنی خیزی سے کہا۔

شہرینہ نے جوابی گھورا کیونکہ اس کا مطلب وہ اچھی طرح سمجھتی تھی وہ بھی مسکرا رہا تھا۔

"سنیے......! ایسا نہ کریں، ہم فارحہ اور جویریہ کی تائیوں مہندی اپنے گھر سے نہ کرلیں۔ وہاں گھر ہی میں مزہ نہیں آئے گا۔" یکدم اسے پھر نئی سوجھی۔

"ڈانٹ سننی ہے تمہیں اپنی بڑی امی سے، کبھی نہیں مانیں گی۔" نائل نے خط اٹھایا۔

"یہ میرا مسئلہ ہے۔ میں بات کرلوں گی۔" وہ کھڑی ہوگئی۔

"کہاں چلیں......؟" اس نے پیچھے سے ہانک لگائی۔

"آپ کے صاحبزادے اٹھ گئے ہوں گے، اسے دیکھ لوں۔" شہرینہ جہاں آراء کے کمرے میں اسے سلا کر آئی تھی۔

"آخاہ......! ریسلنگ دیکھی جارہی ہے......؟" عمر نے اچانک ہی انٹری دی۔

نائل نے چونک کر سر اٹھایا، دیکھا تو آمنہ اور بلال بھی آرہے تھے۔ نائل نے انہیں سلام کیا۔ وہ تو سیدھی اندر چلی گئیں۔ البتہ بلال اور عمر کاؤچ پر دھرنا دے کر بیٹھ گئے۔

نائل نے فوراً ٹی وی آف کردیا۔ عمر تو بلبلا ہی اٹھا۔

"نائل بھائی......! آن کریں ٹی وی، ریسلنگ دیکھنی ہے۔"

"بچوں کے دیکھنے کی نہیں ہے۔" وہ مسکرا رہا تھا۔ جبکہ بلال نے اسکرین پر دیکھ لیا تھا ریسلنگ میل نہیں فی میل تھی۔

"واہ......! یہ کیا بات ہوئی......؟ کھولیے میں دیکھوں گا۔" وہ اڑ گیا۔

"ضرورت سے زیادہ تمہیں ٹی وی کا شوق ہوگیا ہے۔ صاحبزادے......! پڑھائی بھی اسی کی طرح کیا کرو۔" بلال نے اسے شانوں سے پکڑ کر واپس کاؤچ پر بٹھایا۔

"اب کیا ہر وقت میں منہ پر کتابیں چپکا کر پھروں کہ میں پڑھتا بھی ہوں۔ سارے میرے دشمن ہیں۔" وہ خفگی سے گویا ہوا۔

"میں تو بالکل نہیں ہوں۔" بلال نے شانے اُچکا کر خود کو بچایا۔

"اگر آپ دشمن نہیں ہیں تو اور طریقوں سے میرے ساتھ دشمنی نکالتے ہیں۔"

"عمر......! خدا کو مانو۔ میں نے کب دشمنی نکالی ہے۔" وہ تو بیٹھے سے کھڑا ہو گیا۔ جبکہ عمر دونوں ٹانگیں پھیلا کر کاؤچ پر دراز ہو گیا۔ نائل کو بلال کی پریشانی اچنبھے میں مبتلا کر گئی۔

"بس رہنے دیں۔" اس نے تمسخر اُڑایا۔

"اگر میں پوچھوں ایک بات تو سچ سچ جواب دیں گے......؟"

"ہاں......! پوچھو......!" بلال نے چونکنے کے ساتھ حیرانگی سے اس کے سوال کرنے پر گھورا۔

"بلال......! پھنسے تم اس لڑکے کے آگے۔"

"پلیز نائل بھائی......! آپ چپ رہیں۔" عمر نے سنجیدگی طاری کی اور نائل کو اشارے سے منع کیا۔

"اس کا تو مجھے پتا ہے۔ یہ بہت ہی چالاک ہے۔" بلال نے چھیڑا۔

"میں چالاک ہوں......؟ ٹھیک ہے پھر، ابھی گھر جا کر تایا ابو سے کہوں گا کوئی ضرورت نہیں ہے۔ بلال بھائی کی جویریہ سے شادی کرنے کی بلکہ جویریہ سے میں کروں گا۔"

"چپ کر کے بیٹھو زیادہ ہانکنے کی ضرورت نہیں ہے۔" بلال نے اس کے دھمو کا جڑا۔ نائل کا زوردار قہقہہ پڑا۔ دونوں ہی جزبز سے ہو گئے۔

"خبردار جو تم نے جویریہ کو کسی اور نظر سے دیکھا۔ بھابی ہے تمہاری اور بھابی ماں کا درجہ رکھتی ہے۔"

"اُف میرے اللہ......! کیا سمجھانے کا انداز ہے بڑے ابا کا وہ ماں ہیں پھر آپ باپ ہوئے۔" عمر کا بھی جواب نہیں تھا۔ بات سے بات نکالنے کا فن جانتا تھا۔

"یار نائل بھائی......! عمر کو کچھ زیادہ ہی بکواس آ گئی ہے۔" بلال اب کھسیا گیا۔

"مجھے تو خبر ہے تم اپنی فکر و کرو۔" وہ مسکرانے لگا۔

"بلال بھائی......! ویسے ہنی مون کے لئے کہاں جائیں گے......؟" عمر نے سرگوشی میں پوچھا۔

"تمہیں کیوں بتاؤں......؟" وہ اکڑ گیا۔

"نہ بتایئے، ویسے باخبر ذرائع سے مجھے خبر ملی ہے کہ مس جویریہ توقیر جو کہ دو ماہ بعد مسز بلال احمد ہو جائیں گی۔ ان کا ارادہ انگلینڈ جانے کا ہے۔ جہاں ان کی پھپھو رہتی ہیں۔" عمر نے خبرنامے کے انداز میں اسے بتایا۔

"واٹ......!" وہ حیران ہوا۔

"تمہیں کس نے بتایا......؟"

"جویریہ بھابی نے اپنا پاسپورٹ سرمد بھائی کو دیا تھا۔ اتفاق سے میں بھی وہاں موجود تھا۔ سن لیا بس......!"

"کب کی بات ہے......؟" اسے غصہ آنے لگا۔

"غالباً پرسوں سنڈے کی بات ہے۔" وہ اطمینان سے بتا رہا تھا۔

"بلال......! تم اتنا پریشان کیوں ہو رہے ہو......؟"

"نائل بھائی......! ایسی بات نہیں ہے۔" وہ اسے کیسے بتاتا کہ اس کے اور جویریہ کے درمیان سرد مہری چل رہی ہے جب ہی اس نے بات تک نہ کی جانے کی۔

"بلال......! اور عمر......! آجاؤ تم لوگ۔" شہرینہ دونوں کو بلانے چلی آئی۔

"بجو......! کیا کیا بنایا ہے......؟"

"جو بھی ہے صبر شکر کر کے کھاؤ......!" اس نے لاؤنج کو سمیٹنا شروع کیا۔ نائل پہلے ہی چلا گیا۔ جبکہ بلال متفکر سا

دکھا۔ غصہ آئے جا رہا تھا کہ جویریہ نے جانے کا ذکر اس سے کیوں نہیں کیا؟ خاموشی سے کھانا کھا کر واپس لاؤنج میں آ گیا۔ وہ پکنک کا پروگرام بنا کر آیا تھا، فارم ہاؤس کا۔

"نائل بھائی......! نیکسٹ سیچر ڈے آپ فارغ ہیں......؟"

"ہاں یار......! فارغ ہوں، کیوں......؟" نائل نے دوبارہ ٹی وی آن کیا۔

"بلال بھائی...... نے پکنک کا پروگرام بنایا ہے، فارم ہاؤس پر۔" عمر نے ہی بتایا۔

"گڈ یار......! بہت عرصہ ہو گیا ہے کہیں بھی گئے ہوئے۔" وہ بھی خوش ہو گیا۔

شہرینہ تو سن کر ہی خوشی سے اُچھل پڑی تھی۔ جرمنی سے آنے کے بعد آج تک وہ کہیں گھومنے پھرنے نہیں گئی تھی۔ پروگرام بلال نے ہی سیٹ کیا تھا کیونکہ گھر میں تو اس نے سب کو راضی کر ہی لیا تھا، ان دونوں کو بتانے آیا تھا۔



گھر میں شادی کی تیاریاں عروج پر تھیں۔ دو دو شادیاں تھیں، فارحہ کی الگ تو جویریہ کی الگ۔ نصیر احمد اور شاہین نے زیادہ کچھ خریدنے سے منع کر دیا تھا کہ فارحہ یاسر کے ساتھ بعد میں شاپنگ کر لے گی۔ بلال نے تو خود سختی سے امی کو کہا تھا کہ جویریہ کے سارے لباس مشرقیت لیے ہوئے ہوں ورنہ بعد میں وہ خود بھی شاپنگ کرا دے گا۔

"بلال......! تم بھی بتا دو کہ جویریہ کا شادی کا لہنگا کس کلر کا ہو......؟" طائشہ نے سوچوں میں غرق بلال کو مخاطب کیا جو باہر سے ابھی ابھی آ کر بیٹھا تھا۔

"جی......! میں کیا بتاؤں......؟ جویریہ سے پوچھ لیں۔"

"اس نے کہا ہے کہ تم سے پوچھ لوں۔" اسے بلال کے سپاٹ چہرے پر حیرانگی ہوئی۔ اسے تو خوش ہو کر بتانا چاہئے تھا مگر جتنے شادی کے دن قریب آ رہے تھے اس کی بے گانگی بڑھتی جا رہی تھی۔

"بھابی......! ان محترمہ کو کب سے میری پسند ناپسند کی پڑ گئی......؟"

"حد ہو گئی ہے۔ تم سے تو ظاہر ہے ساری زندگی تمہارے کہنے پر ہی تو چلنا ہے۔ تم سے پوچھ کر ہی تو ہر کام کرے گی۔" اس نے اُکتا کر اسے دیکھا جو ذرا بھی خوش نہیں لگ رہا تھا۔

"ہر کام مجھ سے پوچھ کر کرے گی، اونہہ......!" وہ مسکرا کر اسے دیکھنے لگا جو بلال کو بڑی مشکوک نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ جبکہ بلال کے چہرے پر ہنوز اطمینان تھا۔

"بلال......! تمہیں کیا ہو گیا ہے......؟ کیوں جویریہ سے ناراض ہو......؟"

"میں اور اس سے ناراض......؟ نہیں تو۔" پھر مسکرایا۔

"میری تو یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ شادی کے دن قریب آتے ہی تم مردوں کو ہو کیا جاتا ہے......؟ ادھر نائل کی ہو رہی تھی تو اس کا منہ سیدھا نہیں، ادھر یاسر کا نہیں تھا، اب تم بھی اسی لائن پر چل رہے ہو۔"

"اپنے میاں کو بھول گئیں......؟ ابتداء تو منہ بگاڑنے کی انہوں نے ہی کی تھی۔" لاجواب کر گیا۔ طائشہ خجل ہی ہو گئی، جواباً اسے زبردست گھورا۔

"اچھا اچھا......! زیادہ بولنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جلدی بتاؤ کلر کیا لیا جائے......؟" وہ ڈانٹ کر پھر پوچھنے لگی۔

"بلڈ ریڈ کلر لے لیں۔ اب تو خوش......؟" جھٹ کہہ کر اپنی جان چھڑائی۔

"شکر ہے......! مشکل آسان ہوئی۔" وہ اطمینان بھری سانس بھرنے لگی۔

"اور ہاں، پلیز......! یہ میک اَپ وغیرہ اتنا نہیں ہونا چاہئے کہ محترمہ پوری رات اُتارتی ہی رہیں۔" وہ کہہ تو روانی میں ہی گیا مگر احساس ہوا تو زبان دانتوں تلے داب لی۔ طائشہ کو زوردار ہنسی آئی۔ بلال تیزی سے اٹھ کر اپنے کمرے میں اوپر جانے لگا کہ مبادا طائشہ پھر نہ چھیڑنے لگے۔ اوپر آیا تو سامنے ہی ہال کمرے میں جویریہ فلور کشن پر بیٹھی کسی سے فون پر بات کرنے میں مصروف تھی۔ پشت ہونے کی وجہ سے وہ بلال کو نہیں دیکھ پائی تھی۔ شولڈر کٹ سلکی بال پشت پر پھیلے تھے۔ پاؤں بھی پھیلا کر رکھے ہوئے تھے۔ گلابی کاٹن کے تھری پیس پرنٹڈ سوٹ میں اس کی سرخ و سپید رنگت کھل رہی تھی۔

"ابھی میں نے ذکر نہیں کیا ہے۔"

"پھپھو......! شادی فارحہ آپی کی رُخصتی کے ایک ہفتے بعد ہے۔ ان کی رُخصتی کے دوسرے دن مایوں ہے میرا۔" وہ آہستہ آہستہ بتا رہی تھی۔

بلال جان بوجھ کر اس کی گفتگو سننے رُک گیا، سمجھ گیا تھا۔ وہ اپنی ثروت پھپھو سے باتیں کر رہی ہے۔

"بلال تو سخت ناراض ہیں۔ پھپھو......! مجھے گھبراہٹ بھی ہو رہی ہے۔" روہانسی ہو گئی۔

"کیا......! نہیں......! ایسی بات نہیں ہے۔" جویریہ نے جیسے ہی گردن گھمائی اسے احساس ہو گیا تھا کوئی کھڑا ہے لیکن بلال کو دیکھ کر تو گڑبڑا گئی۔

"پھپھو......! میں آپ کو کل بتا دوں گی پوچھ کر۔" وہ ریسیور رکھنے لگی۔ بلال کے سامنے اسے شرم بھی آئی۔ پتا نہیں اس نے سنا بھی ہوگا، اتنی تیزی میں ریسیور رکھ کر بھاگی کہ بلال نے اس کی کلائی پکڑ کر روک لیا۔ جویریہ کا دل دھک دھک کرنے لگا۔ ہاتھ پیروں میں پسینہ پھوٹنے لگا۔

"میرے ساتھ ذرا باہر چلیں۔ مجھے آپ سے کچھ پوچھنا ہے۔" بلال کڑے تیوروں میں تھا۔

"جی......؟ وہ میں......" بے ربط سے لفظ نکلے۔

وہ جویریہ کی کلائی پکڑے سیڑھیاں اُترتا گیا۔ وہ گرتی پڑتی دوپٹہ سنبھالتی گئی۔ شکر ہے کسی نے دونوں کو دیکھا نہیں۔ پورچ میں لاتے ہی فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھول کر اسے بٹھایا۔ وہ ہکا بکا سی دیکھ رہی تھی۔ بلیک لائننگ والی شرٹ میں وہ سوبر سا لگ رہا تھا۔ زن سے گاڑی وہ آہنی گیٹ سے نکال کر لے گیا۔

"آپ نے پاسپورٹ بھائی جان کو دیا ہے......؟"

"جی......! وہ میں نے تو......" وہ سمجھ گئی بلال کو غصہ کیوں آیا ہے؟ اس سے ذکر کئے بنا ہی اس نے پاسپورٹ دے دیا تھا۔

"کیا......؟ وہ میں نے تو...... اتنی سی بھی میری اہمیت نہیں ہے آپ کی نظر میں......؟" وہ ریش ڈرائیونگ کر رہا تھا اور وہ لرز رہی تھی۔

"وہ...... میں آپ کو بتانے والی تھی۔ آپ آتے ہی دیر سے ہیں۔" وہ اس کے برہم ہونے پر کانپتی ہوئی آواز میں گویا ہوئی۔ نہ جانے کیوں اندر ہی اندر خوف اس پر ڈیرا جمانے لگا تھا۔

"جویریہ......! اگر آپ کو اپنی پھپھو کے پاس جانا ہے تو اس کی پرمیشن آپ کو پہلے مجھ سے لینی تھی۔ پھر ہی کوئی قدم اٹھانے کا حق رکھتی ہیں۔" اس کے لہجے میں ایک رعب اور دھونس تھی۔ گاڑی اس نے ایک بار کے باہر روک دی تھی۔

"آپ کے ڈیڈی نے مجھ پر آپ کی ذمہ داری چھوڑی ہے۔"

"صرف ذمہ داری ہوں میں......؟" اس کے دل میں کچھ ٹوٹا۔

"ہاں......! ذمہ داری، جو ساری زندگی مجھے اٹھانی ہے۔ انکل کی روح کو میں کبھی بھی تکلیف نہیں دینا چاہتا۔ اس ئے جو بھی کام ہو، بات ہو، آپ کو مجھ سے کرنی چاہئے تھی۔" بلال ونڈ اسکرین سے باہر نگاہ جمائے ہوا تھا۔ ایک بار ی اس پر نگاہِ غلط نہ ڈالی تھی۔

"وہ سب کیا تھا جو آپ مجھ سے......"

"بھول جائیے وہ سب، ایک وقت مجھے آپ کی خواہش تھی، میں بھی آپ کی محبت چاہتا تھا۔"

"اب نہیں ہے کیا......؟" افسردگی سے گویا ہوئی۔

"اب جستجو نہیں رہی، طلب نہیں رہی، آپ کے پیچھے میں خوار ہی ہوا ہوں۔" تمسخرانہ لہجے میں بولا۔ وہ جویریہ کو ی طرح تڑپانا چاہتا تھا۔ کل تک وہ بھاگتا تھا۔

"لیکن میں تو آپ سے......"

"بس جویریہ......! بس......! زبردستی دل کا سودا نہ کریں۔ اپنے ڈیڈی کی خواہش کی تکمیل کرنے جا رہی ہیں اور ایسے ں کو قبول کرنے جا رہی ہیں جس کے لئے آپ کے دل میں صرف نفرت تھی۔" اس نے نہ چاہتے ہوئے بھی نگاہ ڈالی۔

"پلیز......! ایسے تو نہ کہیں۔" وہ تڑپ گئی۔

"چھوڑیئے ان باتوں کو، آپ کے جانے کے میں انتظامات کروا دوں گا۔" "ابھی جانا ہے یا بعد میں......؟"

"کیوں......؟ آپ نہیں چلیں گے......؟" ایک افسردہ سی نگاہ ڈالی۔

"سوری......! مجھے بزنس کی جانب سے فراغت نہیں ہے۔ آپ اطمینان سے رہ کر آیئے گا۔" سرد مہری کی اس نے انتہا ہی کر دی۔

"پھپھو نے آپ کو بھی بلایا ہے۔ ہمیں ساتھ ہی آنے کو کہا ہے۔" اس نے جتایا۔

"اپنی پھپھو سے ایکسکیوز کر لیجئے گا۔ کیونکہ شروع سے من مانی آپ کرتی آ رہی ہیں۔ اس بار بھی اپنی کیجئے لیکن ں نہیں جاؤں گا۔" اس نے یہ کہہ کر گاڑی اسٹارٹ کر دی۔

جویریہ کی آنکھ سے آنسو ٹپک پڑا جو بلال کی نظروں سے مخفی نہ رہ سکا۔ ڈرائیونگ ریش ہی کر رہا تھا اور وہ ڈر رہی ی۔ بلال کا غصہ تو وہ اب دیکھ رہی تھی ورنہ ہمیشہ اس نے محبت اور آنکھوں میں شوخی سی دیکھی تھی۔

"اگر میں آپ کو یقین دلاؤں کہ میں بھی واقعی آپ سے محبت کرتی ہوں تو شاید پھر بھی یقین نہ کریں۔" دل میں چتی ونڈ اسکرین سے باہر کے نظارے دیکھ رہی تھی۔ شام کی سرمئی اب زائل ہو کر رات کی سیاہی میں تبدیل ہو گئی ی۔ وہ اندر ہی اندر گھٹ رہی تھی۔

وہ گھر آتے ہی اُترنے لگی تو بلال کے گمبھیر اور سخت لہجے نے اس کے اٹھتے قدم روک دیئے۔

"اگر آپ امی کو میری شکایت لگا بھی دیں گی تو مجھے پرواہ پھر بھی نہیں ہوگی۔"

"آپ کے گھر میں ہوں ناں اور آپ کے اختیار میں، جتنی بے عزتی کرنی ہے کریں، جتنے بدلے لینے ہیں لیں ن پلیز......! اپنی محبت سے بے دخل نہ کریں۔" وہ بھرائی ہوئی آواز میں کہتی بھاگ لی۔

بلال حیرانگی سے دیکھتا رہ گیا۔ ساعتوں نے کیا سنا؟ جویریہ کا اتنا واضح اظہار نہیں، ابھی پھر بھی کی ہے۔ وہ مکمل ا کی وارفتگی سے اس کی محبت چاہتا ہے، جیسی وہ کرتا ہے۔ ڈرائیونگ ڈور سے ٹیک لگائے سوچوں میں گھرا ہوا تھا۔

"میں نے کہا خیریت تو ہے......؟" عمر پھولوں کی باڑھ پھلانگ کر آ گیا۔

"آں ہاں......!" وہ جھینپ گیا۔

"خیریت بالکل نہیں ہے، جویریہ بھابی اندر دُھواں دھار رونے میں مشغول ہیں۔ تائی امی اور تایا ابو پوچھے جا رہے ہیں لیکن کچھ نہیں بتا رہی ہیں وہ۔"

"واٹ......! ابو کے سامنے رو رہی ہے......؟" بلال کو اپنی شامت آتی نظر آئی۔

"آپ نے کچھ کہا ہے......؟"

"یار......! ابھی تو چلتا ہوں بعد میں بتاؤں گا۔" بلال گاڑی اسٹارٹ کر کے جانے لگا۔ عمر بھی فرنٹ ڈور کھول کر بیٹھ چکا تھا۔

• • •

"کتنی چیزیں بھرو گی اس بیگ میں......؟" نائل حیرانگی سے اس کی پیکنگ دیکھ رہا تھا۔ جس نے ارسل کی کئی چیزیں اور سوٹ رکھے اپنے دو تین، نائل کے بھی چار پانچ رکھے۔

"آپ کو نہیں پتا، بلال کہہ رہا تھا کہ سامان ٹھیک ٹھاک لے کر چلنا ہے۔" اس نے سفری بیگ کی زِپ لگائی اور اسے کارپٹ پر رکھا۔ ارسل اِدھر سے اُدھر گھوم رہا تھا۔

"اے......! بات سنو......! صرف دو دن کا قیام ہے۔ دو مہینے کا نہیں۔" نائل کو اتنا ڈھیر سامان لے جانے پر اعتراض تھا اس نے کھانے کا بھی کافی کچھ سامان رکھا تھا۔ وہ دیکھنے پھر کچن میں چلی آئی۔

"فارم ہاؤس جا رہے ہیں۔ وہاں ہر چیز ہم کسی سے مانگنے سے تو رہے۔" اس نے ارسل کا فیڈر اور ڈبہ کیبنٹ سے نکال کر شاپر میں رکھا۔

"جب ہم اپنی گاڑی میں جا رہے ہیں تو سامان رکھنے کا کوئی پرابلم ہی نہیں۔" پنک اور بلو کنٹراسٹ لان کے کپڑوں میں ملبوس گھنگھریالے بالوں کی پونی بنائے ہاتھوں میں ڈھیروں بلو اور پنک چوڑیوں میں وہ دلکش لگ رہی تھی۔

"سب سے بڑی پرابلم تو مجھے یہ ہے کہ وہاں سیپریٹ روم نہیں ہوگا۔" وہ چڑ رہا تھا۔

"اُف......! ایک دن صبر نہیں ہوتا، پکنک پر جا رہے ہیں انجوائے کرنے، کوئی رات کو سوئے گا ہی کب۔"

"ارے......! تم لوگوں کی تیاری ہو گئی ہو تو نکلو، بلال کا فون آیا تھا۔"

جہاں آرا کچن کے دروازے پر کھڑی دونوں کو اطلاع دینے لگیں۔

"جی......! تیاری ہو گئی ہے۔ بس کچھ چیزیں رکھ رہی تھی۔" وہ شاپر لے کر کچن سے نکلی۔

"سنو......! ذرا خیال رکھنا بچے کا، دوسری جگہ جا رہا ہے، کبھی پیار کر کے لے آؤ۔" انہوں نے ارسل کو گود میں اٹھا کر پیار کیا جو باری باری نمیرینہ اور نائل کو دیکھ رہا تھا۔

"آپ کو اس کی فکر ہے، ہماری نہیں۔" نائل نے ارسل کے رُخسار پر اُنگلی سے گدگدایا۔

"یہ میرے بیٹے کا بیٹا ہے۔ اس لئے ماں باپ کو اپنے بچوں کے بچے زیادہ عزیز ہو جاتے ہیں۔" انہوں نے مسکرا کر ارسل کو پیار کیا۔ بلال کا دوبارہ فون آیا تو ان لوگوں کو جلدی کرنی پڑی۔ نکلتے نکلتے بھی گیارہ بج گئے۔ جہاں آرا بلڈ پریشر کی وجہ سے زیادہ کہیں آتی جاتی نہ تھیں اس لئے وہ نہیں جا رہی تھیں۔ اِدھر سے بھی بزرگوں میں سے بھی صرف ابرار چچا اور آمنہ چچی ہی جا رہی تھیں۔ وہ بھی اس لئے کہ ان سب کا خیال رکھ سکیں۔ نائل اپنی گاڑی لے کر پہنچ چکا تھا۔ وہاں بھی سارا سامان کوسٹر میں رکھا جا چکا تھا۔ بلال نے اسپیشلی کوسٹر ڈیکوریٹڈ کروائی تھی۔ فل اے سی اور لیٹنے بیٹھنے تک کا اعلیٰ انتظام تھا۔ ٹی وی سے لے کر ڈیک تک بالکل ایک چھوٹے سے ڈرائنگ روم کا نقشہ ہی لگ رہا تھا۔

سرمد اپنی فیملی کو لے کر اپنی گاڑی میں جا رہے تھے۔

"آپ کو آخر کوسٹر میں جانے میں اعتراض کیا ہے......؟" طائشہ نے پانچ ماہ کی اریشہ کا پنک فراک درست کرتے ہوئے کہا۔

"بچوں کا سامان کتنا ہے......؟" وہ اس کی شہابی رنگت کو دیکھنے لگے جو پرپل کاٹن کے پرنٹڈ سوٹ میں دمک رہی تھی۔

"سامان کا ایسا مسئلہ نہیں ہے۔" وہ اریشہ کو بٹھانے لگی۔

"تمہارا بھائی بھی تو اپنی گاڑی میں آیا ہے۔" انہوں نے نائل کو دیکھا جو پورچ میں اپنی گاڑی سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔

"اسے تو عادت ہے ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنانے کی الگ۔"

"بھائی کی سائیڈ اول روز سے اسی طرح لیتی آ رہی ہو۔" وہ لان میں پڑی کین کی چیئر سے تنک کر کھڑے ہو گئے۔

"کہاں جا رہے ہیں......؟" طائشہ کو ان کے اچانک اُٹھنے پر تشویش ہوئی۔ اکثر وہ غصہ میں بھی تو آ جاتے تھے۔

"آتا ہوں......!" وہ بولتے ہوئے نکل گئے۔

سرمد نے اپنی گاڑی سے سامان نکال کر کوسٹر میں رکھ لیا۔ طائشہ نے مسکرا کر انہیں دیکھا جو خفا خفا بھی لگ رہے تھے۔ سب ہی گاڑی میں بیٹھ چکے تھے۔ صدف بھی اعزاز اور عفرا کے ساتھ آ گئی تھی۔

"سب بیٹھ گئے ہیں ناں......؟" عمر نے اندر آ کر طائرانہ نگاہ ڈالی۔

"جویریہ نہیں آئی۔" فارحہ کو یکدم ہی خیال آیا۔ جویریہ کو اس نے امی کے پاس لاؤنج میں دیکھا تھا۔ بلال نے دانت پیسے جسے اپنی اہمیت جتانے کا شوق تھا۔ وہ گرم گھونٹ بھر کے رہ گیا۔

"میں بلاتی ہوں۔" آمنہ اُترنے لگیں۔

"ارے امی......! آپ بیٹھئے، اے سی کی کولنگ سے باہر کی گرم ہوا میں جائیں گی تو ٹھنڈا گرم ہو سکتا ہے۔" عمر نے آمنہ کو شانوں سے پکڑ کر بٹھایا۔ طائشہ اور فارحہ ہنسنے لگیں۔ سرمد نے اس کی چپت لگائی۔

"عمر......! بکواس کم کیا کرو، ہٹو راستے سے۔" انہوں نے اسے سرزنش کی۔

"میں بلاتا ہوں۔" بلال گیٹ سے نیچے ہی تھا انہیں روک کر خود اندر چلا گیا۔ بلیک پینٹ پر بلیک ہی ٹی شرٹ میں اس کی شخصیت نمایاں ہو رہی تھی۔ وہ آیا خاصا غصہ میں تھا۔

"امی......! یہ جویریہ کدھر ہیں......؟" اس نے فاخرہ بیگم سے پوچھا۔

"نکلی تو ہے باہر۔" انہوں نے اس کے برہم چہرے کو حیرانگی سے دیکھا جو جھنجلایا ہوا لگا۔

"نہیں نکلی ہیں، دیکھئے آپ کمرے میں ان کے۔"

"تم دیکھ لو جا کر، مجھ سے سیڑھیاں نہیں چڑھی جاتی ہیں۔" وہ متفکر سی ہوئی تھیں۔ تین دن سے وہ روئے ہی جا رہی تھی اور وہ چپ کرائے جا رہی تھیں۔ بلال لمبے لمبے ڈگ بھرتا سیڑھیاں پھلانگ کر اوپر آ گیا۔ دروازے پر بغیر ناک کیے اندر آ گیا مگر بھنا گیا، وہ آرام سے بیڈ پر لیٹی تھی۔

"کیا بات ہے......؟ آپ ابھی تک آئیں کیوں نہیں......؟"

"جی......! وہ میں......" بوکھلاہٹ میں وہ بیڈ سے کھڑی ہو گئی۔ دوپٹہ بیڈ پر ہی پڑا تھا، اسے بے انتہا شرم آئی۔

"ہر بار آپ اپنی ہی چلاتی ہیں مگر پلیز......! اس بار تو میری چلنے دیں۔" طنز میں ڈوبا تیز پھینکا۔

"میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔" نگاہ چرائی۔

''مجھے آپ کی طبیعت کی ذرا پرواہ نہیں ہے۔ اگر آپ یہ چاہتی ہیں کہ آپ کی وجہ سے اچھا بھلا سب کا پروگرام چوپٹ ہو تو بے شک نہ آیئے گا۔'' وہ تیز لہجے میں بولتا ہوا دھڑ سے دروازہ بند کر کے چلا گیا۔

جویریہ کا رُکا ہوا سانس بحال ہوا۔ بلال کے غصے سے ڈر کر وہ دوپٹہ اوڑھتی اس کے پیچھے ہی آ گئی۔ بلال فتح مندی سے مسکرا دیا۔ وہ اس کے زیرِ اثر آتی جا رہی تھی۔

وہ آمنہ آنٹی کے ساتھ ہی بیٹھ گئی تھی۔ عمر نے معنی خیزی سی سیٹی بجائی۔ بزرگوں کی بے طرح ہدایتوں میں وہ لوگ روانہ ہو گئے تھے۔

''عمر......! سونگ لگاؤ کوئی زبردست سا۔'' صدف نے فرمائش کی۔

''او کے......!'' وہ آگے ڈرائیور کے ساتھ ہی جا کر بیٹھ گیا۔ بلال بھی وہیں سیٹ پر تکیوں کے سہارے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔

''کیا جویریہ بھابی کو مار کر لائے ہیں......؟'' عمر نے اس کے کان میں گھس کر کہا۔

''نوبت تو یہی آ رہی تھی۔'' بلال نے ایک نگاہ استحقاق بھری ڈالی۔ جو پنک سوٹ میں ناراض ناراض سی سیدھی دل میں گھسی بیٹھی تھی۔ عمر نے اتنے میں سونگ لگا دیا۔

''عمر......! آواز آہستہ کرو۔''

''پاپا......! آپ سونگ تو سنیے......! کیا زبردست ہے۔'' وہ جھوم رہا تھا۔

''آمنہ چچی......! میرے سر میں درد ہو رہا ہے۔'' جویریہ نے ان کے کان میں کہا۔ بڑی مشکل سے تو عادت ڈالی چچی کہنے کی ورنہ مس ہی کہتی تھی۔

''عمر......! جویریہ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے، ڈیک بند کرو۔''

''سوری آمنہ چچی......! ڈیک بند نہیں ہو گا۔'' بلال نے تیز لہجے میں کہا۔

جویریہ نے ایک افسردہ نگاہ اس پر ڈالی۔ جو کتنا بدل گیا تھا۔ اس کی سرد مہری اور بے نیازی بڑھتی جا رہی تھی اور یہی اسے رُلاتی تھی۔

''پتا نہیں بلال......! بعد میں آپ میرے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔ پھر تو بالکل ہی آپ کے رحم و کرم پر ہوں گی۔'' اسے سوچ کر ہی گھبراہٹ ہونے لگی۔ اٹھ کر پیچھے طائشہ اور فارحہ کے پاس جا کر بیٹھ گئی تھی۔ ڈیک ابرار چچا اور سرمد نے بند کروایا تھا۔ جو عمر کو بند کرنا پڑا تھا۔ بلال مسلسل جویریہ کو نگاہوں کی رینج میں لیے ہوئے تھا۔ جو دو ایک بار اسے دیکھ بھی چکی تھی مگر بلال خود کو فوراً لاتعلق ہی ظاہر کر دیتا تھا۔ وہ کڑھتی رہ گئی۔ بلال کو ہرٹ بھی تو اس نے بہت کیا ہے۔ ظاہر ہے، غصہ تو اسے ہو گا۔

● ● ●

دوپہر دو بجے کے بعد وہ سب فارم ہاؤس پہنچے تھے۔ ابرار احمد کا وہاں فارم ہاؤس تھا۔ سال میں کبھی شاذ و نادر ہی چکر لگتا تھا۔ ورنہ تو وہ جرمنی ہی میں تھے۔ وہاں کے خوبصورت ماحول نے سب کی طبیعتوں پر اچھا اثر ڈالا تھا۔ پورا کاٹیج ڈیکوریٹ کیا ہوا تھا۔ سب ہی کمبائن کمروں میں تھے۔ سرمد اور طائشہ کو الگ کمرہ دیا گیا تھا جبکہ فارحہ، جویریہ، صدف، شہرینہ ایک کمرے میں باقی مرد حضرات دو دو کمروں میں تھے۔

وہاں ہریالی دیکھ کر بھی جویریہ کا موڈ فریش نہ ہوا تھا۔ وہ ٹیرس پر رکھی بید کی چیئر پر بیٹھی تھی۔ مسلسل آنکھیں برسنے کو تیار ہی رہتی تھیں۔

''کاش بلال......! آپ کا موڈ اچھا ہوتا تو میں بھی انجوائے کرتی۔'' وہ دور سوئمنگ پول میں عمر اور نائل کو سوئمنگ کرتے دیکھ رہی تھی جبکہ بلال بلیک پینٹ پر بلیک ٹی شرٹ میں پول کے کنارے دونوں ہاتھ پشت پر جمائے کھڑا تھا۔

جویریہ کو اپنے گھر کا سوئمنگ پول یاد آ گیا۔ کتنی سوئمنگ کرتی تھی اور ایک دن تو اتنی کی کہ بیمار پڑ گئی۔ ایسے سرد موسم میں تو پڑنا ہی تھا۔ بلال کی آمد بھی اسی دن ہوئی تھی۔ کیسے اچانک اس کے بیڈ روم میں آ گیا تھا۔ وہ سوچ کر اس نے شرم سے آنکھیں بند کر لیں۔ پنک نائٹی میں اپنے گرد کمبل لپیٹے بیٹھی تھی۔

''یہ تم بیٹھے بیٹھے سو رہی ہو......؟'' شہرینہ نے حیرانگی سے پوچھا۔

جویریہ تو اُچھل ہی گئی، جھینپ کر ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگی، کتنی ڈرنے لگی تھی۔

''نہیں تو......! سامنے پول میں دیکھ رہی تھی۔'' جواب ہی نہ بن پڑا۔

''اچھا......! اب سمجھی، بلال یہاں سے واضح نظر آ رہا ہے ناں......!'' شہرینہ نے بھی ریلنگ پر دونوں ہاتھ ٹکا کر سامنے دیکھا۔ جویریہ گڑبڑا ہی گئی۔

''ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔''

''کم آن جویریہ......! اتنی ڈل مت ہو۔ انجوائے کرو، لائف بہت خوبصورت ہے۔ اس میں رنگ تم اپنی مسکراہٹوں اور محبتوں سے بھر سکتی ہو۔'' وہ جویریہ کو مدبرانہ انداز میں سمجھانے لگی۔

''شہرینہ باجی......! زندگی خوبصورت اسی وقت لگتی ہے جب اندر بھی خوبصورت ہو۔''

''کیوں......؟ تم خوش نہیں ہو بلال سے انگیج ہو کر......؟''

''اگر میں خوش ہوں بھی تو میری خوشی کوئی معنی نہیں رکھتی۔ جب تک آپ کا مقابل خوش نہ ہو۔'' سر جھکائے افسردگی سے گویا ہوئی۔

''تم کیا سمجھتی ہو، بلال خوش نہیں ہے......؟'' فوراً ہی وہ بول اٹھی۔

''ظاہر ہے، وہ خوش نہیں ہیں۔''

''ارے......! تم ان مردوں کو نہیں سمجھتی ہو۔ بس ہم لڑکیوں کو ڈراتے رہتے ہیں تاکہ ہم ان سے دب کر رہیں۔''

ہ اوپر آتے بلال کو دیکھ کر جتانے لگی جو دونوں کو ایک ساتھ دیکھ چکا تھا۔ اس لئے اوپر آ گیا۔

''کون ڈرا رہا ہے آپ لڑکیوں کو......؟'' وہ انجان بننے کی کوشش کرنے لگا۔

''بلال......! جو تم جویریہ کے ساتھ کر رہے ہو بالکل اچھا نہیں ہے۔''

''اوہ......! یعنی اب میری برائیاں میری بہنوں سے کریں گی محترمہ......؟''

''دیکھیے، میں نے کچھ نہیں کہا ہے۔'' وہ روہانسی ہو گئی۔

''کیوں ارادہ ہے......؟'' وہ جویریہ کی سرخ سرخ آنکھوں میں دیکھنے لگا۔ وہ جھجک کر رہ گئی۔ بلال کی نگاہوں ں وارفتگی اسے آج پھر نظر آئی تھی۔

''شہرینہ......! یار کدھر ہو......؟ ارسل رو رہا ہے۔'' نائل کی آواز نے اسے کچھ کہنے سے باز رکھا۔ وہ تو ارسل کا یڈر بنانے نکلی تھی۔ جویریہ کو دیکھ کر آ گئی تھی۔

''اوہ......! بھول گئی فیڈر۔'' وہ بھاگی۔

جویریہ بھی گھبراتی شرماتی جانے لگی کیونکہ بلال کی طنز بھری اور جلی کٹی باتوں کو برداشت کرنے کی اس میں اب ست نہ تھی۔

”رُکیے ایک منٹ......!“ اس نے بارعب آواز میں پکارا۔

جویریہ لرزتی کانپتی رُک گئی۔ اب پتا نہیں کیا کہے گا؟ کہیں وہ بے ہوش ہی نہ ہو جائے؟

”یہ ٹیبلٹ ہے۔ دودھ کے ساتھ کھا لیجئے گا۔“ اس نے پاکٹ سے ٹیبلٹ کا ریپر نکال کر دیا۔

”تھینکس......! ٹھیک ہوں میں، آپ کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔“ نہ چاہتے ہوئے بھی تلخ ہو گئی۔

”آپ ٹھیک ہی تو نہیں ہیں۔ غالباً ہماری شادی میں دو ماہ سے بھی کم عرصہ ہے۔ اس دوران آپ کو ٹھیک رہنا ہے۔“ زبردستی اس کا ہاتھ پکڑ کر ٹیبلٹ رکھ دیں۔

وہ تو شرم کے مارے نگاہ ہی نہ اٹھا پائی تھی۔ اسے بلال سے ایسی بے باکی کی اُمید بھی نہ تھی۔

”مر نہیں جاؤں گی، رکھیے اپنے پاس۔“ آنکھوں میں آنسو لئے ٹیبلٹ کا ریپر اس پر اُچھال کر دھپ دھپ کرتی بھاگ لی۔

بلال کے ہونٹوں پر مبہم سا تبسم بکھر گیا جو روپ جویریہ کے اس کے سامنے آ رہے تھے، اسے خوش کرتے جا رہے تھے۔ وہ اس کا غصہ بھی سمجھ رہا تھا اور اس کی آنکھوں کو بھی جو حسرت بھری اٹھاتی تھی۔

ان سب نے اس دن خوب انجوائے کیا۔ ساری خواتین میٹرس پر بیٹھی تھیں جبکہ وہ سب اِدھر اُدھر سیر کو نکلے ہوئے تھے۔ شہرینہ نے بھی جانے کی ضد کی تھی۔ نائل کی جھاڑ نے اسے چپ کرا دیا تھا۔

”ہمیں یہاں بند کر کے چلے گئے ہیں۔“ وہ بھنا رہی تھی۔

”نائل بھائی کو تو اپنے دوست کے آگے کوئی اچھا نہیں لگتا ہے۔“ صدف، طلحہ اور اریبہ کو پرام میں بٹھانے کے بعد کھسکا کر وہاں لے آئی تھی۔

”ارے......! وہ لڑکے ہیں، تم لوگ کہاں جاتیں......؟ نیچے لان میں چلی جاؤ۔ دیکھو شام کا منظر کتنا اچھا لگ رہا ہے۔“ آمنہ نے ان سب کی توجہ لان کی جانب مبذول کروائی۔ جہاں لمبے لمبے درختوں کی اوٹ سے چھپتا سورج بہت واضح نظر آ رہا تھا۔

”امی......! بلال اور یاسر بھائی سے زبردست ٹریٹ لینی ہے۔“

”اتنی بڑی بلال نے دے تو دی ہے ٹریٹ۔“ آمنہ نے شہرینہ کے اچانک بولنے پر ٹوکا۔

”یہ ٹریٹ نہیں، زبردست سی لینی ہے۔ جو یہ دونوں اپنی شادی کی خوشی میں دیں گے۔“

جویریہ نے جھینپ کر نگاہ جھکا لی۔ بلال کے نام پر دل دھک دھک کرنے لگا تھا اور پھر وہ سامنے سے اوپر ہی آ رہا تھا۔

”کیا بات ہے......؟ چائے وغیرہ یہاں کسی کو نہیں بنانی آتی......؟“ بلال نے آتے ہی طنزیہ نگاہ بلکہ شرمندہ کر دینے والی نگاہ ڈالی۔ جویریہ نے بس ایک نگاہ اس پر ڈالی۔

”اپنی ہونے والی مسز سے بنواؤ، میں تو بالکل نہیں بناؤں گی۔“ شہرینہ نے ہاتھ اٹھا کر منع کیا۔

”جب یہ مکمل مسز بن جائیں گی اس کے بعد خود کہہ کر بنوا لوں گا۔ اس لئے پلیز آپ ہی یہ فرائض انجام دے لیں۔“ بلیک شرٹ کی آستین فولڈ کئے دونوں ہاتھ پشت پر جمائے بولا۔

”نہیں......! تم اب بھی بنوا سکتے ہو۔“ آمنہ بھی اسے چھیڑنے لگیں۔

”لگتا ہے سب نے ہی تہیہ کیا ہوا ہے کہ مجھے چھیڑتے ہی رہنا ہے۔“ بلال مسکرایا۔

”اور کیا ٹارگٹ پر اب تم اور یاسر بھائی ہی ہو۔“ شہرینہ نے جویریہ کو دیکھا جو پہلو پر پہلو بدلے جا رہی تھی۔

”بلال......! میں تو یہ سوچتی ہوں کہ تم دونوں کیا بعد میں بھی اسی طرح فارمل سے رہو گے۔ جویریہ ادھر گھبرائی اور تم ادھر۔“

جویریہ تیزی سے چیئر سے اٹھی، بلال کے سامنے شہرینہ کی ایسی معنی خیز باتیں اس کے ہاتھ پیر ڈھیلے کر رہی تھیں۔

”یہ تو وقت بتائے گا۔“ وہ ترنگ میں گویا ہوا۔

جویریہ رُکی نہیں، سیڑھیاں اُترتی چلی گئی۔ آمنہ نے بڑی تفتیشی انداز میں دیکھا۔

”بلال......! تم جویریہ سے کچھ مس بی ہیو کرنے لگے ہو۔“ آمنہ کو غصہ آیا، آخر کو وہ ان کی ذمہ داری تھی۔

”آمنہ آنٹی......! ایسا کچھ نہیں ہے۔“ وہ گڑبڑا گیا۔

”میں تمہیں نوٹ کر رہی ہوں جویریہ سہمی سہمی رہتی ہے۔“

”آپ کا مطلب ہے میری وجہ سے۔“ وہ حیران ہوا۔

”میں گھر جا کر بات کرتی ہوں تم سے شادی کے دن قریب آ رہے ہیں، تم اس سے بے اعتنائی برت رہے ہو۔“ وہ تیز لہجے میں بولتی چلی گئیں۔

”یہ امی کو اچانک کیا ہوا......؟“ شہرینہ حیران و پریشان سی رہ گئی۔

”یہ آپ انہی سے پوچھیے، پلیز چائے بنا کر فلاسک نیچے بھیج دیں۔“ وہ بھی جلدی میں تھا۔

ان سب کی پکنک خاک ہوتی، جویریہ کی واقعی طبیعت خراب ہو گئی۔ سب صبح ہوتے ہی روانہ ہو گئے۔ جویریہ کو اتنی گرمی میں بھی سردی سے بخار ہو گیا، سب ہی گھبرا گئے تھے۔ بلال الگ متفکر سا ہو گیا تھا۔ ذہنی ٹینشن کی وجہ سے اس کی یہ حالت ہوئی تھی، شادی کے دن بھی قریب تھے۔ فاخرہ بیگم کو تو جویریہ کی فکر ہوئے جا رہی تھی۔ تیاریاں عروج پر تھیں۔ فارحہ خود اپنی پسند سے ساری شاپنگ کر رہی تھی، جویریہ کی ساری شاپنگ آمنہ کر رہی تھیں کیونکہ جویریہ کو ذرا دلچسپی نہ تھی۔

● ● ●

”سنیے......! بلال کی شادی کی تاریخ آگے بڑھانے کا سوچ رہی ہیں بڑی تائی امی۔“ شہرینہ نے اسے ہلا کر رکھ دیا۔

”یار......! کیا ہے......؟ سارے پیپرز ہلا دیئے۔“ نائل نے جھنجلا کر کہا۔

”کتنی دیر سے میں آپ سے بولے جا رہی ہوں لیکن آپ میری سن ہی نہیں رہے ہیں۔“ وہ بھی غصہ دکھاتی صوفے سے ہی اٹھ گئی۔ نائل ٹیبل رکھے کچھ ڈاکومنٹس دیکھ رہا تھا۔ وہ بھی اس کے پہلو میں بیٹھی تھی۔

”تمہاری فضول باتوں سے ضروری اس ٹائم مجھے یہ پیپرز عزیز ہیں۔“ وہ بھی فائل اٹھا کر بیڈ روم سے باہر جانے لگا۔

شہرینہ نے خفگی سے بھرپور نگاہ اس کی چوڑی پشت پر ڈالی جو ایک نگاہِ غلط ڈالے بغیر نکل گیا تھا۔

”مسٹر......! اس وقت کام عزیز ہے، میں نہیں، ٹھیک ہے۔ میں بھی ان کی عقل ٹھکانے لگا دوں گی۔“ وہ بڑبڑاتی ہوئی بولی اور لائٹ آف کر کے دروازہ بھی لاک کر دیا۔ ارسل پہلے ہی کاٹ میں سو رہا تھا۔ خود بھی چادر تان کر سو گئی۔ تہیہ کر لیا تھا دروازہ نہیں کھولے گی۔

صبح خلافِ توقع نائل بڑے فریش موڈ میں تھا اور وہ ناراض سی اس کے آگے ناشتہ رکھ چکی تھی۔ نائل بڑی گہری اور مسکراتی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

”وہ رات تم کیا کہہ رہی تھیں......؟“ اس نے شہرینہ کو سلگایا۔

”بڑی جلدی خیال آ گیا۔“ تنک کر گویا ہوئی۔

”یار......! تم سمجھا کرو ناں، آفس کا جب میں کام کر رہا ہوتا ہوں تو شدید ٹینشن میں ہوتا ہوں۔“ وہ شرمندگی سے بولا۔

”آپ آرام سے بھی کہہ سکتے تھے۔ بس ڈانٹنے کا موقع آپ کو ملنا چاہیے۔“

''سو......سوری یار......! آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔'' وہ معافی مانگنے لگا۔

''لگتا ہے ایک رات کمرے سے باہر رہنے پر عقل ٹھکانے آ گئی ہے۔'' وہ اس کی صورت دیکھ کر تمسخر اُڑانے لگی۔

''میں تم سے شور مچا کر کمرے کا لاک کھلوا سکتا تھا۔ محض اسی کی وجہ سے برداشت کر گیا ورنہ عقل ٹھکانے تمہاری تو میں لگاتا۔'' چائے کے سپ لینے کے بعد کپ ٹیبل پر پٹخا۔

''سوری......!'' شہرینہ نے بھی جواب میں کہا۔

''سنو......! رات میں نے بلال سے فون پر بات کی تھی، اسے میں نے اچھی طرح چڑھا دیا ہے کہ شادی کی ڈیٹ آگے مت بڑھانا، چاہے جویریہ کتنی بیمار پڑے۔''

''کیا......؟'' وہ تو بیٹھے سے اُچھل گئی۔

''اور کیا......؟ یاد ہے ہماری شادی ہوئی تھی تو تم بھی بیمار تھیں، تو کیا ہوا جویریہ بھی برداشت کرے گی۔'' وہ معنی خیزی سے مسکرایا۔

''پوری بات میری آپ نے سنی نہیں، بلال کو چڑھا دیا......؟'' وہ غصہ کرنے لگی۔

''میں نے غلط تو نہیں کیا ہے......؟''

''آپ کو خبر بھی ہے جویریہ کو ڈاکٹر نے ٹینشن سے دور رکھنے کو کہا ہے۔ یہ شادی جیسا اتنا بڑا کام اسے اور مزید ٹینشن میں مبتلا کرے گا۔'' وہ فکرمندی سے لب کاٹنے لگی۔

''اپنا بلال خاصا سمجھدار ہے، بالکل میری طرح۔'' نائل نے شانِ تفخر سے کالر اکڑائے، اس نے فہمائشی نگاہ ڈالی۔

''آپ کی طرح سمجھدار تو اُسے بالکل نہیں ہونا چاہئے۔'' وہ چیخی۔

''دیکھئے گا میں ہی تایا ابو سے کہہ کر اس بلال کی شادی کی ڈیٹ کو آگے کرواؤں گی۔''

''دماغ تو درست ہے تمہارا......؟'' نائل کو اس کی دماغی حالت پر شبہ ہوا۔

''بالکل درست ہے کیونکہ فارحہ اور یاسر بھائی کی شادی تو ٹھیک طرح سے انجوائے کرے گی وہ بھی۔'' وہ تہیہ کئے ہوئے تھی۔

نائل کو آفس جانے کی جلدی تھی۔ وہ حسبِ معمول پہلے امی کے کمرے میں گیا پھر ارسل کو پیار کرتا ہوا چلا گیا۔

پورا دن وہ اُلجھی اُلجھی رہی تھی۔ گھر فون بھی کیا لیکن بلال سے بات نہ ہو سکی تھی۔ پھر اچانک ہی خیال آیا۔ ٹیلی فون سیٹ لے کر بیڈ پر بیٹھی جھٹ نمبر ڈائل کیا۔

''السلام علیکم سرمد بھائی......!'' دوسری جانب سرمد نے ہی اٹھایا۔

''کیسی ہو شہرینہ بیٹا......؟''

''سرمد بھائی......! ٹھیک ٹھاک۔'' بشاشت اور خوش دلی سے کہا۔

''سرمد بھائی......! امی سے بات کرا دیں۔'' وہ قدرے توقف کے بعد گویا ہوئی۔

''بلاتا ہوں۔'' وہ ریسیور رکھ کر چلے گئے۔

کچھ ہی دیر میں آمنہ فون پر آ گئی تھیں۔ وہ گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔

''خیریت تو ہے بیٹا......! تم نے اتنی صبح فون کیسے کر لیا......؟'' وہ گھبرا گئی تھیں۔

''خیریت ہی ہے۔ آپ سے کچھ کہنا تھا۔''

''ہاں کہو......!'' وہ ہمہ تن گوش ہو گئیں۔

''جویریہ کی اب طبیعت کیسی ہے......؟''

''بخار نہیں اُترا ہے، ٹائیفائیڈ بتایا ہے ناں ڈاکٹر نے۔''

''اوہ......! تو پھر تو وہ اور ویک ہو گئی ہو گی۔'' اب دوسری فکر لاحق ہوئی۔

''بھابی تو شادی آگے بڑھانے کو کہہ رہی ہیں۔''

''لیکن امی......! شادی آگے بڑھا کر کیا فائدہ......؟'' وہ پھر کچھ سوچ کر بولی۔

''ہفتہ دو ہفتہ رہ گیا ہے۔ فارحہ کی مایوں شروع ہو جائے گی۔ پھر بلال کے فنکشن شروع ہو جائیں گے۔ اس دوران جویریہ کی طبیعت تو اور خراب ہی ہو گی۔'' وہ تفصیلی طور پر آگاہی دینے لگیں۔

''میں جویریہ کی وجہ سے ہی فکرمند ہوں۔''

''طائشہ اور سرمد اسے چیک اپ کے لئے لے جاتے ہیں۔ سرمد بہت خیال کرتا ہے اس کا۔'' وہ بتانے لگیں۔

''امی......! آپ اسے آج یہاں میرے گھر بھیج دیں، تھوڑی اس کی طبیعت بھی بہلے گی۔''

''مشکل ہے آئے۔'' وہ بولیں۔

''آپ ایسا کریں، ابھی سرمد بھائی آفس تو گئے نہیں ہوں گے، جویریہ کو ان کے ساتھ بھیج دیں۔'' اس نے فوراً پروگرام سیٹ کیا۔

''ٹھیک ہے، کہتی ہوں اگر مان گئی تو۔''

''اور ہاں امی......! فارحہ بے مروت سے ذرا یہ تو کہہ دیں کہ یاسر بھائی سے ملن کی خوشی میں مجھے کیوں بھلایا ہوا ہے۔ ایک بار بھی فون نہیں کیا۔'' شہرینہ کو یکدم یاد آیا تو شکوہ کرنے لگی۔

''ارے، ماشاءاللہ......! بہت خوش ہے، ساری شاپنگ یاسر خود اپنی پسند سے کروا رہا ہے۔ مصروفیت ہی بہت رہی ہے۔'' وہ مسکرائیں۔

''بلال نے کچھ اپنی پسند سے شاپنگ نہیں کرائی جویریہ کو......؟''

''جویریہ بیمار ہی پڑ گئی ہے پھر بلال نے بھی ساری ذمہ داری ہم پر ڈالی ہوئی ہے۔''

''آپ کو نہیں پتا بلال کی کہانی، بہت گھنا ہوتا جا رہا ہے۔'' وہ غصہ میں آ گئی۔

''ارے......! ذمہ داری پڑ گئی ہے، توقیر صاحب کا سارا بزنس سنبھالا ہوا ہے۔ فرصت ہی کب ہے اسے۔'' وہ بلال کی حمایت میں بولیں۔ دونوں کافی دیر تک گفتگو کرتی رہی تھیں پھر ابرار احمد نے ہی آمنہ کو پکارا تو وہ اجازت لے کر ریسیور رکھ چکی تھیں۔

● ● ●

''جویریہ......! تم اتنا ٹینشن کیوں لیتی ہو......؟''

''آپ کو نہیں پتا شہرینہ بجو......! ہر بار وہ مجھے جھڑک دیتے ہیں۔'' کمزور سی جویریہ مسلسل اس کے سامنے بیٹھی رو رہی تھی۔ جو بڑی مشکلوں سے یہاں آنے پر راضی ہوئی تھی۔

''تم نے کتنا ہرٹ کیا ہے۔ ظاہر ہے جواب میں وہ بھی کر رہا ہے۔'' اس نے جویریہ کے آنسو ٹشوز سے خشک کئے۔

''میں اپنی غلطی مانتی ہوں لیکن میں اس وقت صرف ڈیڈی کی وجہ سے ان سے تلخی سے بولتی تھی ورنہ میرے دل میں ان کے لئے سوفٹ کارنر موجود تھا۔'' وہ اعتراف کرنے لگی۔

''اب ڈیڈی ہی نہیں رہے اور میں نے سچی محبت کرنے والے شخص کو بھی ناراض کر دیا۔''

''وہ تم سے ناراض نہیں ہے۔ بس تھوڑا غصہ دکھا رہا ہے۔''

''جتنا غصہ دکھانا ہے دکھا لیں اور غصہ کر لیں لیکن میں چاہتی ہوں۔ پہلے جیسے محبت کرنے والے بن جائیں۔'' مارے حیا کے پلکیں جھک گئیں۔

''تائی امی تو تم دونوں کی شادی آگے بڑھا رہی ہیں۔''

''اچھا کر رہی ہیں۔ کم از کم اس دوران بلال شاید مجھے سمجھ جائیں۔ میری محبت کو سمجھ جائیں تاکہ بعد میں ہم دونوں ایک دوسرے سے الگ الگ نہ رہیں۔''

''ارے بے وقوف لڑکی......! اس طرح تو اور مسئلہ ہی ہوگا۔ اب باری تمہاری ہے۔ تم اسے اپنی محبت کا یقین خود دلاؤ گی۔ تبھی وہ سمجھے گا۔'' شہرینہ کو اب اور زیادہ اس کی فکر ہو گئی۔

''اب بالکل تم دونوں کی شادی آگے نہیں ہونی چاہئے، جتنی جلد تم اس سے اظہار کرو گی تو اچھا ہے۔''

''لیکن مم...... میں...... میں اظہار......'' اس پر تو کپکپاہٹ طاری ہو گئی۔

''ہاں......! اب یہ ضروری ہو گیا ہے۔ میری طرح کوئی بھی بے وقوفی مت کرو، جھکنے میں کوئی عار نہیں، تم بلال کو اسی طرح جیت سکتی ہو۔''

''لیکن شہرینہ بجو......! میں نے کئی بار ان کو یقین دلانے کی کوشش کی تھی۔'' وہ روہانسی ہو گئی۔

''اس نے پھر کیا کہا تھا......؟'' شہرینہ تجسس سے اسے دیکھنے لگی۔

''میری بات ہی کاٹ دی۔ پھر میری بھی ہمت نہ پڑی۔'' وہ اپنی سوجی اُنگلیوں کو آپس میں جکڑے بیٹھی تھی۔ پرعنڈ بلیو اینڈ پنک کنٹراسٹ کے کاٹن کے سوٹ میں سادہ سی بہت پیاری لگ رہی تھی۔

''بس......! اب تمہیں ہمت کرنی ہے۔ اسے یقین دلانا ہے اور یہ بہت ضروری ہے۔ محبت کا اگر تم نے اعتراف کر ہی لیا ہے تو تمام تر جذبوں کے ساتھ بلال سے اظہار کرو۔ یہ اسی وقت ممکن ہوگا۔ جب تمہاری شادی ہو جائے گی۔'' اس نے جویریہ کے صبیح چہرے کو مسکراتے ہوئے دیکھا جو شرمائی گھبرائی سر جھکائے بیٹھی تھی۔

''تمہیں نہیں پتا جویریہ......! یہ مرد ناں ہم لڑکیوں سے اظہار منہ سے اور عمل سے چاہتے ہیں۔ ہمارے مسٹر کچھ ایسے ہی ہیں اور بلال کی بھی کچھ عادت ایسی ہی ہے۔ اگر تم میری بات پر عمل کرو گی تو کامیاب رہو گی۔''

جویریہ نے حیرانگی سے دیکھا جو بڑی بہن بن کر اسے سمجھا رہی تھی۔ کیسا اپنائیت سے بھرا انداز تھا۔ سارے محبت کرنے والے ملے تھے۔ وہ کتنی خوش نصیب ہے۔

''ایسے کیا دیکھ رہی ہو......؟'' شہرینہ جھینپ گئی۔

''یہی کہ کتنا میرا خیال کرتی ہیں آپ......!''

''میں تمہیں اس بلال کے بچے کے ساتھ خوش دیکھنا چاہتی ہوں۔'' وہ شرارت سے بولی۔ جویریہ جھینپ گئی۔

''تم ادھر ہو......؟'' نائل جھنجھلایا ہوا اندر آیا۔ دونوں ہی گڑبڑا گئیں۔ جویریہ نے گھبراہٹ میں سلام کر ڈالا۔

''جیتی رہو......!'' اس نے مدبرانہ انداز میں دُعا دی۔

''کیا بلال آیا ہے......؟'' شہرینہ حیران ہی ہو گئی۔

جویریہ کو شرم و گھبراہٹ میں پسینہ آنے لگا۔ ویسے ہی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ دل کی دھڑکن بھی تیز ہو گئی تھی۔

''ہاں......! تم آجاؤ اور جویریہ کو بھی لے آؤ۔''

''چلو جویریہ......! تم بھی وہاں بیٹھو میں کچن میں جاتی ہوں۔'' وہ نائل کے جاتے ہی کھڑی ہو گئی۔ دونوں لاؤنج میں آ گئی

تھیں۔ بلال مسٹرڈ کلر کی پینٹ پر لائٹ پرپل کلر کی شرٹ میں ڈیشنگ لگ رہا تھا۔ وہ کاؤچ پر دراز تھا۔ جویریہ جھجک کر رُک گئی۔

''یہ ادھر کیا کر رہی ہیں......؟'' بلال نے حیرانگی سے سوچا۔

''تم آج ادھر کا راستہ کیسے بھول گئے......؟'' شہرینہ نے خوشدلانہ طنز کیا۔

''نائل بھائی آج اتفاق سے آفس آ گئے تھے۔ پھر زبردستی یہاں لے آئے۔'' وہ جویریہ کو اہمیت نہیں دے رہا تھا۔

''مانا کہ سسر کا بزنس سنبھالا ہوا ہے۔ اب ایسا بھی کیا کہ ہمیں ہی بھلا دو۔'' نائل نے ارسل کو گود میں اٹھایا جو لاؤنج میں سارے اپنے کھلونے پھیلا چکا تھا۔ ایک نائل کے پاؤں میں بھی آ کر دبا تھا۔

''اپنی شادی کا دن مت بھول جانا۔'' شہرینہ نے چھیڑا۔

جویریہ کو ان سب کے درمیان اکورڈ فیل ہو رہا تھا مگر وہ سنگل صوفے پر سکڑی سمٹی بیٹھی تھی۔

''اور لوگوں کو تو یاد ہوگا۔ مجھے یاد کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔'' وہ ہنسا۔

''یار......! تم چائے وغیرہ بناؤ میں فریش ہو کر آتا ہوں۔'' وہ فوراً شہرینہ کو حکم دینے لگا۔ آفس سے آ کر وہ ضرور شام کی چائے کے ساتھ کچھ نہ کچھ کھاتا تھا۔

شہرینہ فوراً کچن میں چلی گئی۔ وہ ارسل کو اٹھا کر چلا گیا۔ اب لاؤنج میں دو نفوس تھے۔ بلال کی بھرپور اور تفصیلی نگاہ اس پر تھی۔ جو بیماری کی وجہ سے کمزور اور زرد سی ہو گئی تھی۔ آنکھوں میں بھی وحشت اور ڈر و خوف رہتا تھا۔ کچھ دن بعد وہ اس کی ملکیت ہو جائے گی۔ وہ سرشار بھی تھا اور اسے پانے کا عزم بھی تھا۔

''اب طبیعت کیسی ہے......؟'' بلال نے ہی خاموشی توڑی۔

''پہلے سے بہتر ہے۔'' اس نے پہلو بدلا۔

''آپ کیا کہتی ہیں......؟ شادی کی ڈیٹ آگے بڑھانی چاہئے یا نہیں۔'' وہ پوچھنے لگا۔

''مجھے نہ پہلے اعتراض تھا نہ اب ہے۔ آپ کی جو مرضی ہو وہ کریں۔'' اس نے آہستہ لہجے میں کہا۔

''آہ......! میری مرضی، میرے خیال میں تو آپ ہمیشہ اپنی ہی کرتی آئی ہیں۔'' طنز سے باز نہ آیا۔ وہ کٹ کر رہ گئی تھی۔

''اس بار میں بالکل اپنی نہیں کر رہی ہوں۔'' اس نے نگاہ اٹھا کر جتایا۔

''آپ کمپرومائز کر رہی ہیں۔'' تمسخر اُڑایا۔

''زندگی ہی کمپرومائز کا نام ہے۔ اگر ہم دوسروں کو خوش رکھیں گے تو خود بھی خوش رہیں گے۔''

''یہ فلسفہ کس نے پڑھایا آپ کو......؟'' بلال نے طنز کرنے کی حد ہی کر دی۔

''وقت نے، حالات نے۔'' ترکی بہ ترکی کہا۔

''نہ ابھی آپ کا وقت خراب ہوا ہے اور نہ حالات، کروڑوں کے بزنس کی مالک ہیں۔'' پھر جتایا۔

''مجھے کروڑوں کے بزنس سے کوئی انٹرسٹ نہیں ہے۔'' وہ جھٹکے سے اٹھی۔

''لیکن اس امانت کو میں نے تو سنبھالا ہوا ہے ناں......!'' وہ بھی خفگی سے بولا۔

''نہ سنبھالیے ٹرسٹ کے حوالے کر دیں مجھے، اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔''

''تو قیر انکل نے ٹرسٹ کے لئے بہت کچھ نام کیا ہوا ہے۔ ایک معقول رقم ہر ماہ جاتی ہے شاید آپ کو تو معلوم بھی ہو۔'' وہ بھی کھڑا ہوا۔

''بلال......! کیا بدتمیزی ہے تم جویریہ سے کس لہجے میں بات کر رہے ہو۔'' شہرینہ لوازمات سے پُر ٹرالی لے آئی تھی۔

"شہرینہ بجو......! پلیز مجھے گھر جانا ہے آپ اور نائل بھائی مجھے چھوڑ آئیں۔"

"بلال کے ساتھ جانا، بیٹھو تم......!" شہرینہ سمجھ گئی تھی اسے بلال کی باتوں نے ہرٹ کیا ہے۔

"بلال......! تمہاری شکایت تو میں تایا ابو سے کروں گی۔"

"وہ کیوں......؟" وہ اطمینان سے گویا ہوا۔ پھر انجان بن رہا تھا۔

"وہ یوں کہ جویریہ کو تم بہت ہرٹ کرنے لگے ہو۔"

"یہ ان سے پوچھئے ہرٹ میں نے یا انہوں نے کیا ہے۔" اس نے بسکٹ اٹھا کر منہ میں رکھا۔

"اس کا مطلب ہے تم جوابی بدلہ لے رہے ہو۔"

"خیر، یہ تو میں نہیں کر رہا۔" اس نے جویریہ کے ہراساں ہونے پر اسے دیکھا۔ جو بالکل رونے جیسی ہی ہو رہی تھی اور واقعی وہ تیزی سے باہر بھاگ لی تھی۔ شہرینہ بھی بھاگی تھی۔ وہ روئے جا رہی تھی۔ شہرینہ نے بلال کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا تھا۔ وہ اطمینان سے مسکرائے جا رہا تھا۔ نائل نے بھی بلال کو اشاروں سے تنبیہ کی تھی۔ جویریہ پھر نہ رُکی۔ نائل اور شہرینہ نے زبردستی بلال کے ساتھ روانہ کیا۔ وہ اس کے ساتھ بھی جانے کو تیار نہ تھی۔ پورے راستے وہ روتی ہوئی آئی تھی اپنی قسمت پر۔

● ● ●

دن ایسے تمام ہوئے کہ وقت کا پتا ہی نہ چلا۔ جہاں اب اُداسیوں کا بسیرا تھا۔ اب وہاں خوشیوں کے شادیانے بج رہے تھے۔ ہر ایک چہرہ خوشی سے کھل رہا تھا۔ فارحہ کا تو انگ انگ جھوم رہا تھا۔ زرد گوٹے کناری کے کپڑوں میں پھولوں کے زیور میں سادہ سی فارحہ بہت حسین لگ رہی تھی۔ ابو اور امی کی تو نگاہ ہی نہیں ٹھہر رہی تھی۔ اس کا پورا کمرہ بلال اور عمر نے زرد پھولوں سے سجایا ہوا تھا۔ جس کونے میں وہ بیٹھی تھی پورا تخت پھولوں کی دُکان لگ رہا تھا۔ ساری ہی خواتین اسی کے کمرے میں جمع ہوئی تھیں۔ لڑکوں کا داخلہ ممنوع تھا لیکن عمر اپنی شرارتی طبیعت کی وجہ سے وہاں جما ہوا نظر آتا تھا۔

جویریہ رشک بھری نگاہوں سے فارحہ کے کھلتے چہرے کو دیکھ رہی تھی۔ ایک ہفتے بعد اسے بھی تو دُلہن بن جانا تھا لیکن اس پر وہ خوش کیوں نہیں تھی۔ حالانکہ سب ہی اس کا خیال رکھتے تھے۔

"سنیئے گا جویریہ بھابی......! آپ کے ہنسنے مسکرانے پر کیا ٹیکس لگتا ہے......؟" وہ سوچوں کے سمندر سے اچانک ہی باہر آئی۔

"نن...... نہیں......!" وہ جھینپ گئی۔

"وہاں باہر لان میں سب جمع ہیں۔ کچھ ہی دیر میں فارحہ آپی اور یاسر بھائی کی رسم مایوں مہندی شروع ہونے والی ہے۔" عمر نے جویریہ کو گرین ہلکی سی کڑھائی والے سوٹ میں لائٹ سے میک اَپ میں اُداس ہی دیکھا۔

"آتی ہوں......!" اس نے گرم شال میں خود کو لپیٹا۔ دسمبر کا اوائل تھا۔ اس لئے سردی شروع ہو گئی تھی۔

"لگتا ہے آپ کی طبیعت ابھی بھی ٹھیک نہیں ہے۔" اس نے جانچتی نگاہوں سے اس کا جائزہ لیا۔

"ہاں......! بس کچھ تھکن سی ہو رہی ہے۔"

"ابھی تو فارحہ آپی کی شادی اٹینڈ کرنی ہے۔ اس کے بعد آپ کی ہے۔ یہ تھکن وغیرہ کو نہ بلائیے۔" عمر نے معنی خیزی سے چھیڑا۔

عمر نے ہی تو ایڑی چوٹی کا زور لگایا کچھ شہرینہ نے ضد کی یوں ان دونوں کی شادی کی ڈیٹ آگے نہ بڑھی۔

"بہت بولتے ہو۔" وہ جھینپ کر مسکرا دی۔

"مسکراتی ہوئی آپ اور پیاری لگتی ہیں۔ یہ بتایا کسی نے آپ کو۔" وہ رازداری سے گویا ہوا۔

"مجھے اب چلنا چاہئے۔" وہ اس کی معنی خیز باتوں سے بچ کر باہر لان میں آ گئی۔

پورا لان برقی قمقموں سے سجا ہوا تھا۔ لان کے ایک سائیڈ پر اسٹیج تھا۔ جہاں باری باری فارحہ اور یاسر کو لانا تھا۔ فے ٹیبلو کا انتظام تھا۔ روش پر ریڈ کارپٹ اس پر خوبصورت رنگ برنگے پھولوں کے گملے بہت اچھے لگ رہے ھے۔ جویریہ کی نگاہ وائٹ کرتے شلوار میں ملبوس بلال پر پڑی۔

"ارے......! یہاں کیوں کھڑی ہو، ادھر آؤ......!" طائشہ شوکنگ پنک کامدانی کپڑوں میں میک اَپ اور جیولری ں پیاری لگ رہی تھی۔

"وہ بھابی......! مجھے یہاں سردی لگ رہی ہے۔" وہ جھجکتی ہوئی روش پر چلنے لگی۔

"ساری سردی بھاگ جائے گی۔" طائشہ نے اسے ایک چیئر پر بٹھا دیا۔

"بھابی......! انس کدھر ہے......؟" بلال نے گھوم کر دونوں کو دیکھا۔

جویریہ نے گھبرا کر نگاہ ہی چرا لی۔ جتنے دن قریب آ رہے تھے دل کی دھڑکنوں میں اضافہ ہو رہا تھا۔

"ابھی ادھر ہی تھا۔" وہ خود ڈھونڈنے لگی۔

"اور اریشہ کدھر ہے......؟" اب اریشہ کی بابت پوچھا۔

"سو رہی ہے۔ صبح سے تنگ بھی بہت کیا ہے۔"

"خواہ مخواہ آپ میرے معصوم سے بھتیجے بھتیجی کو کہتی رہتی ہیں کوئی تنگ نہیں کرتے۔" وہ مکمل جویریہ کو نظر انداز کر رہا تھا۔

"ہاں......! پوچھوں گی بعد میں، جب تمہارے بچے ہوں گے کیسے تنگ کرتے ہیں۔"

"بے فکر رہیں میں بالکل تنگ نہیں ہوں گا۔" وہ برجستہ بولا۔

جویریہ تو شرم سے سٹپٹا ہی گئی۔ اٹھ کر جانے ہی والی تھی کہ سرمد کو طائشہ بلانے چلی گئی۔ جویریہ وہیں رہی۔ بلال نے بغور دیکھا جس کی ناک سردی سے خاصی سرخ ہو رہی تھی۔ بار بار لب بھی بھینچ رہی تھی۔ نگاہ اٹھا اور جھکا رہی تھی۔

"طبیعت کیسی ہے......؟" اس نے مخاطب کر ہی لیا۔

"ٹھیک ہوں......!" آہستگی سے گویا ہوئی۔

"لگ تو نہیں رہی ہیں۔" اس نے طنز کیا۔

جویریہ اس کی کسی بات کا جواب دیئے بغیر چلی گئی۔ اندر گھس کر ایسی بیٹھی کہ سردی سے پھر بخار چڑھ گیا۔ فارحہ اور یاسر رسم تک میں نہ جا سکی۔ فاخرہ بیگم فکرمندی اس کے قریب ہی بیٹھی تھیں۔ جویریہ ان کی اس محبت پر بے اختیار ہی رو دی۔

"نہ رو میری بچی......! مجھے دکھ ہوتا ہے۔" انہوں نے اس کا ماتھا چوم لیا۔

"امی......! میں آپ سب کے قابل نہیں ہوں۔"

"بری بات......! ایسی بری باتیں نہیں کرتے ہیں۔ خیر سے میرے بلال کی دُلہن بننے جا رہی ہو۔ وہ چاہتا تمہیں ے محبت کرتا ہے۔ وہ سنے گا تو اس کے دل پر کیا گزرے گی۔"

"اور ادھر میرے دل پر کیا گزر رہی ہے، کوئی مجھ سے پوچھے۔" وہ ان سے لپیٹ کر رو دی۔ ایک لفظ بھی اس نے نہ کہا اندر ہی الفاظ دبا لئے۔

ڈاکٹر چیک کر کے جا چکا تھا۔ ٹینشن بھی بتائی تھی کچھ ٹائیفائیڈ بھی تھا اس لئے بخار اب اسے اکثر رات میں ہی ڑھنے لگا تھا۔

"یار بلال بھائی......! ادھر تو وہ سخت بیمار ہیں۔" عمر نے فکرمندی سے بتایا۔

"ہاں یار......! کیا کروں......؟" وہ اپنے کمرے میں اِدھر سے اُدھر ٹہل رہا تھا۔

"لگتا ہے وہ آپ کی وجہ سے ڈسٹرب ہیں۔"

"یار......! تم تو ڈاکٹر بن رہے ہو۔ کوئی تو دوا ہوگی کہ اس کی ٹینشن ریلیز ہو۔" بلال کھسیا کر بولا۔

"اے ہیلو......! ابھی مکمل بنا نہیں ہوں اور دوائیاں مجھے ابھی اتنی پتا بھی نہیں ہیں۔" وہ حیرانگی سے بلال کو دیکھنے لگا۔ جیسے وہ اسے مکمل ڈاکٹر ہی سمجھ رہا ہو۔

"آج کا دن بھی گزر گیا۔ پرسوں آپی کی رُخصتی ہے۔ اس کے دو دن بعد میری اور جویریہ کی مہندی مایوں ہے۔ یار......! کیسے اٹینڈ کرے گی وہ۔"

"آپ ان سے جا کر کہہ دیں کہ آپ ان سے اسی طرح اب بھی محبت کرتے ہیں۔"

"نہیں عمر......! نہیں......! بہت خوار کیا ہے مجھے جویریہ نے، اتنی آسانی سے تو نہیں بخش سکتا۔" ازلی انا آڑے آئی۔

"اس وقت ان کی کنڈیشن دیکھیں کیا ہو رہی ہے۔" عمر کو اس پر غصہ آیا۔

"لیکن مجھے نہیں دیکھنا۔" وہ نروٹھے پن سے کہتا کمرے سے نکل گیا۔ عمر نے تو سر ہی تھام لیا۔ بلال جھکنے کو تیار نہ تھا۔ ادھر جویریہ کی جان سوکھ رہی تھی اسے جویریہ کا خیال آ رہا تھا۔

● ● ●

"تم اب بھی نہ آتیں۔" فارحہ کو صدف پر غصہ آیا جو وقت کے وقت آئی تھی۔ رُخصتی کا دن بھی آن پہنچا تھا۔

"نیلم بجو......! اور بشریٰ آپی کل رات تین بجے کی فلائٹ سے آئی ہیں۔ اب مجھے گھر تو جانا ہی تھا۔" وہ دُلہن بنی فارحہ کو پیار بھری نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ جس پر ٹوٹ کر روپ آیا تھا۔

"آ گئیں تمہاری نندیں بھی......؟"

"آہستہ......! ہال میں ہی ہیں۔ کبھی ادھر ہی آ جائیں۔" اس نے چپ کرایا۔

"دونوں ایک ساتھ آئی ہیں امریکہ سے۔" فارحہ نے پھر پوچھا۔

"آنا تو نیلم بجو کو پہلے تھا مگر بشریٰ آپی کو بھی آنا تھا اس لئے دونوں ساتھ ہی آ گئی ہیں۔" وہ اپنی ساڑھی کی فال آئینے میں دیکھ کر درست کر رہی تھی۔ بچوں کی وجہ سے اتنا بھاری اپنا شرارہ پہننے سے انکار کر دیا تھا۔

"اب کیسا رویہ ہے نیلم بجو کا......؟"

"سب بالکل ٹھیک ہیں۔ وہ بھی ٹھیک رویہ رکھے ہوئے ہیں۔" صدف مسکرائی۔

"ظاہر ہے، اتنے پیارے پیارے بچے جو تم نے ایک ہی بار دے دیئے ہیں۔" فارحہ کو ابھی تک اس کے سسرال کے ایک ایک فرد پر غصہ تھا۔

"فارحہ بھابی......! اب سب کچھ بدل گیا ہے۔ میں نے سب بھلا دیا ہے۔" وہ اس کے ہاتھ تھام کر بیٹھی۔ ڈریسنگ رُوم میں اس وقت وہ دونوں ہی تھیں۔

"ارے بھئی صدف......! باہر آ جاؤ اب۔" شہرینہ نے اندر آ کر اسے بلایا۔ دونوں چونک گئی تھیں۔ شہرینہ نے اپنی شادی کا لہنگا پہنا تھا۔ خاص نائل کی فرمائش پر لیکن خاصی بحث کے بعد وہ نفی کرے جا رہی تھی جبکہ نائل بضد تھا۔

"اوہو بھئی......! دلہن تو تم بھی کم نہیں لگ رہی ہو۔" صدف نے ستائشی انداز میں کہا۔ شہرینہ جھینپ گئی۔

"زیادہ فضول گوئی کی ضرورت نہیں ہے۔ ویسے ہی اُلجھن کا شکار ہوں۔ یہ پچاس کلو کا عروسی جوڑا پہن کر۔" وہ

بنی خاصی جھنجلائی ہوئی تھی۔

"آج تو نائل بھائی کی خیر نہیں نہ ہے۔" دُلہن بنی فارحہ نے معنی خیزی سے چھیڑا۔

"مسز فارحہ یاسر......! اپنی فکر کیجئے خیر تو آج آپ کی نہیں ہے۔" جتنی قاتل لگ رہی ہو یاسر بھائی مجھے نہیں لگتا آج تک بھی حواسوں میں آئیں۔"

"بدتمیز......!" وہ شرما کر نگاہ جھکا گئی۔

"ہم نے تو گزار لی اب تمہاری باری ہے۔" شہرینہ کو شرمائی گھبرائی فارحہ بہت پیاری لگ رہی تھی۔ جس کے ماتھے پر ننھی پسینے چھوٹتے ہوئے لگ رہے تھے۔

"شہرینہ......! باز آ جاؤ۔ فارحہ بھابی کا دل دھک دھک کر رہا ہے۔" صدف کو اس کی حالت پر ہنسی آ رہی تھی۔

"ہاں......! جاؤ یہاں سے، دونوں ہی بدتمیز ہو۔"

اتنے میں طائشہ اندر آ گئی۔ باہر اسٹیج پر اسے بلایا جا رہا تھا۔ ایک طرف سے شہرینہ تو دوسری طرف سے طائشہ مووی اور کیمرے کے درمیان فارحہ کو اسٹیج پر لے آئی تھیں۔ یاسر کی نگاہ بار بار بھٹک رہی تھی مگر خود کو کنٹرول میں رکھا۔ عمر باری باری سب کپل کی تصویریں اور مووی بنوا رہا تھا۔ جب جویریہ کی باری آئی تو اس نے شرم دگھبراہٹ میں منع کر دیا۔

"صرف ایک تصویر ہی تو کھنچوانی ہے، آ جایئے......!"

"نہیں......! مجھے نہیں آنا۔" وہ چیئر پر مضبوطی سے جمی بیٹھی رہی۔

"آپ ایسے باز نہیں آئیں گی، میں بلال بھائی کو بلاتا ہوں۔"

"کیا ہے عمر......! پلیز......!" وہ بلال کے نام پر ڈر گئی جو گھورنے ہی کڑے تیوروں سے لگا تھا اور وہیں اس کی سانس رُکنے لگتی تھی۔

عمر واقعی چلا گیا تھا اور جویریہ نے خود کو بچانے کے لئے ڈریسنگ روم کا سہارا لیا۔ وہ وہاں جا کر بند ہو گئی مگر بلال کی نگاہوں نے پھر بھی دیکھ لیا۔ عمر نے اسے بتا بھی دیا تھا۔ وہ پورا لان کراس کر کے تیزی سے ڈریسنگ روم میں ہی آ گیا۔

مسٹرڈ شیفون جارجٹ کے کامدانی کپڑوں میں چوڑی دار پاجامہ ہلکا سا میک اَپ دونوں ہاتھوں میں بھری بھری چوڑیاں اسے نمایاں بنا رہی تھی۔

"کیا بات ہے......؟ آپ ادھر نخرے کر کے کیوں بیٹھ گئی ہیں......؟" بلال آندھی طوفان کی طرح اندر آیا۔ وہ ٹپٹا ہی گئی۔ جھٹ دوپٹہ اٹھا کر شانوں پر ڈالا۔

"دیکھئے جویریہ......! میں صرف لوگوں کا خیال کر رہا ہوں اور آپ کے ڈیڈی کی خواہش کا، ورنہ مجھے آپ سے ایسا کوئی جذباتی لگاؤ نہیں ہے کہ آپ سے قریب ہونے کی کوشش کروں۔" وہ تیز لہجے میں بولتا جویریہ کو شرمندگی میں جلا کر گیا۔ اس کے چہرے پر جسم کا سارا خون جمع ہو گیا، چہرہ گرم گرم محسوس ہونے لگا۔

"آپ کے اسٹیج پر نہ آنے سے مجھے صرف آپ کی وجہ سے امی کی جھاڑ پڑی ہے کہ ان کے ہونے والی بہو کو میں نے کچھ نہ کہہ دیا ہو۔"

"وہ......میں کچھ تھکن محسوس کر رہی تھی اس لئے آرام کی وجہ سے آ گئی۔" اس نے عذر پیش کیا۔

"مگر وہاں کچھ اور سمجھا جا رہا ہے۔" بلال اسے گہری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا جو سوہنے سے سراپے میں اس کے دل کا قرار تک لوٹ کر لے گئی تھی۔ شدت سے خواہش ہو رہی تھی کہ اسے محسوس کرے، اپنی وارفتگی بتائے۔

"اچھا......! میں آتی ہوں۔" خود کو نارمل کرنے کے لئے تھوڑا لہجے کو بھی پست کیا۔

"آپ ابھی میرے ساتھ چلئے......!" وہ تو پھیل کر کھڑا ہو گیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کی نگاہ بار بار اس پر اٹک رہی تھی۔ یہ الگ خوشی تھی کہ ایک ہفتے بعد وہ ہمیشہ کے لئے اس کی بنا دی جائے گی۔

"پلیز......! آپ اتنی ضد مت کریں۔" وہ روہانسی ہو گئی۔

"ضد میں نہیں، آپ کر رہی ہیں۔" اس نے آنکھوں میں طنز لئے اسے دیکھا، پل میں وہ انداز بھی بدل لیتا تھا۔

جویریہ نے نروس ہو کر اسے دیکھا اور پھر تیزی سے ڈریسنگ روم سے نکل رہی تھی کہ بلال نے بازو پکڑ کر کھینچا۔ وہ اچانک افتاد پر بوکھلا ہی گئی۔ سینڈل میں پاؤں مڑا، وہ گرتے گرتے بچی۔

"اپنا چہرہ تو درست کر لیں، آنسوؤں سے آنکھیں کالی ہو رہی ہیں۔" بلال نے اپنی پاکٹ سے رومال نکال کر دیا جو اس نے کھینچ لیا اور آنکھیں رگڑ ڈالیں۔

"اُف توبہ......! آپ کو میک اَپ درست کرنا بھی نہیں آتا......؟"

"مجھے نہیں آتا۔" وہ جھنجلا گئی۔

"پھر ایسا کریں منہ دھوئیے اور تھوڑا بہت میک اَپ کریں۔"

"جی......؟" وہ اس کی فرمائش پر حیران ہی رہ گئی۔

"حالانکہ مجھے یہ میک اَپ وغیرہ بالکل پسند نہیں ہے لیکن اس وقت جیسا آپ کا رویا رویا چہرہ ہو رہا ہے اس کے لئے زیادہ ضروری ہے۔"

"میرے پاس میک اَپ کا سامان نہیں ہے۔" روہانسی ہی ہو گئی۔

"ویسے رونا کس بات پر آ رہا ہے......؟" وہ اپنی مسکراہٹ روکے ہوا تھا۔ وہ جو ڈری سہمی کھڑی تھی۔

"اپنی زندگی پر آ رہا ہے۔" وہ تلخی سے پھٹ پڑی۔

"یعنی میں آپ کی زندگی پر گراں ہوں......؟"

"ایسا تو کچھ نہیں کہا......؟" روئی روئی نگاہ اٹھائی۔

"ظاہر ہے، آپ اور میں آئندہ کی زندگی ساتھ ہی گزاریں گے ناں......!" بلال نے سینے پر بازو لپیٹ کر اسے خاصے معنی خیز انداز میں دیکھا۔

"آخر آپ اس طرح کی مجھ سے باتیں کیوں کر رہے ہیں......؟" وہ پشت گھما کر باقاعدہ رونے ہی لگی کیونکہ اختیار تو اب بس ان آنسوؤں پر تھا جو وہ بہا سکتی تھی۔

"زندگی بھر ایسی باتیں سنی ہوں گی۔" وہ اور جلانے لگا۔

بلال اسے چھوڑ کر ڈریسنگ روم سے نکل گیا۔ وہ بھی آنسو پونچھتی اسٹیج پر پہنچ گئی تھی۔ فاخرہ بیگم نے اسے بازو سے پکڑ کر بلال کے ساتھ کھڑا کیا۔ جویریہ کا شانہ بلال کے سینے سے ٹچ ہو رہا تھا۔

"سب کپلز کی تصویریں بن گئی ہیں۔ آپ دونوں رہ گئے تھے۔" عمر نے دونوں کو فارحہ اور یاسر کے دائیں بائیں بٹھایا۔ جویریہ سب کے درمیان شرم سی محسوس کر رہی تھی۔

"اگلے ہفتے تم دونوں فارحہ اور یاسر بھائی کی طرح بیٹھے ہو گے۔" شہرینہ نے دونوں کو چھیڑا۔ بلال نے مسکرا کر سر ہلایا۔

جویریہ تصویریں بنوا کر ایسی بھاگی کہ پھر وہ سب کے بلانے پر نہ آئی۔ طائشہ کو اس کی حالت کا بخوبی اندازہ ہو رہا تھا۔ فارحہ کی رُخصتی عمل میں آ رہی تھی۔ رُخصت ہو کر اسے اسی گھر میں ہی آنا تھا۔

●●●

دوسرے دن تو سب ہی دن چڑھے تک سوتے رہے تھے۔ طائشہ اندر کچن میں تھی۔ جویریہ کے سر میں درد ہوا تو چائے بنانے آ گئی تھی۔

"جویریہ......! ٹھیک تو ہو......؟"

"بھابی......! پوری رات سے سر میں درد ہے۔" اس نے اپنی سوجھی ہوئی آنکھیں اُٹھائیں۔

"لگتا ہے پوری رات روتی ہی رہی ہو۔"

"زندگی بھر رونا ہی ہے۔" پنک کاٹن کے کپڑوں میں مرجھائی جویریہ پر اسے ترس آ رہا تھا۔ بلال نے اس سے رد رویہ رکھا ہوا تھا۔

"خدا نہ کرے جو رونا ہو" اس نے جویریہ کو شانے سے لگا کر تھپکی دی۔

"بھابی......! میرے ڈیڈا اس دُنیا سے چلے گئے ہیں، میں خود کو بہت تنہا فیل کرتی ہوں۔"

"تم نے ہماری محبتوں میں کمی دیکھی ہے......؟"

"میں آپ سب کی محبتوں کے قابل نہیں ہوں۔ میں نے بلال کا دل توڑا ہے۔ اس لئے مجھے اوپر والا سزا دے رہا ہے۔" اس نے لب کاٹے۔

"بلال کا اوپری غصہ ہے۔ تم جب اس کے سامنے دُلہن بن کے آؤ گی، سارا غصہ بھول جائے گا۔" وہ معنی خیزی سے مسکرائی، اس نے جھینپ کر سر جھکا لیا۔

"اگر پھر بھی نہ بھولے تو......؟" ڈر تو اندر پنجے گاڑے بیٹھے تھا۔

"کچھ تم بھلانے کی کوشش کرنا کیونکہ تمہاری پہل کا وہ ضرور منتظر ہو گا۔"

"بھابی......! میں کیسے......؟" وہ شرما گئی۔

"یہ چویشن دیکھ کر خود سمجھ آ جائے گا۔" وہ اریشہ کی فیڈر بوائل کرنے رکھ چکی تھی۔

"آپ سب بہت اچھے ہیں۔"

"بلال بھی بہت اچھا ہے۔ بس کچھ کچھ ناراض ہے۔" اس نے دودھ کا ڈبہ نکالا کیونکہ اریشہ کے لئے اسے فیڈر تیار کرنی تھی۔

"ارے طائشہ......! اوپر سے اریشہ کے رونے کی آواز آ رہی ہے۔" فاخرہ بیگم کچن میں چلی آئی۔ دونوں ہی چونک گئیں۔

"جی......! بس جا رہی ہوں۔" اس کی حرکت میں تیزی آ گئی۔ جویریہ بھی اپنے لئے چائے بنانے لگی۔ فاخرہ بیگم بھی ناشتہ نکالنے لگیں۔ انوار احمد اٹھ چکے تھے۔

"آج سے بلال کے سامنے آنے سے گریز کرنا۔" انہوں نے جویریہ کو مخاطب کیا۔

"جی......؟" وہ سمجھی نہیں، حیرانگی سے انہیں دیکھنے لگی۔

"اس لئے کہہ رہی ہوں کہ شادی تک پردہ کر لو تاکہ اس لڑکے میں کچھ تو احساس ہو کہ شادی ہو رہی ہے۔"

"جی اچھا......!" وہ جھینپ کر بولی۔

"میں نے بلال سے کل ہی رات کو کہہ دیا تھا کہ بلاوجہ تمہیں مخاطب نہ کرے۔ ابھی بھی سمجھا کر آ رہی ہوں۔" وہ ٹرے میں کپ رکھ چکی تھیں۔

"امی......! ناشتہ دے دیں۔" وہ جھنجلاتا ہوا اندر آیا۔ جویریہ نے پشت کر لی۔

"تم سے ابھی میں نے کیا کہا تھا......؟" وہ برہم ہونے لگیں۔

"امی......! ایک گھر میں پردہ کیسے ہو سکتا ہے......؟" اس نے ایک نگاہ جویریہ پر ڈالی جو کپ لے کر اس کے آگے سے نکلنے لگی تو اسی وقت بلال نے کپ اُچک لیا۔ وہ حیران ہی رہ گئی۔

"مجھے جلدی جانا ہے پلیز......! چند سلائس بھی سینکے ہوئے لے آیئے۔"

"بلال......! کیا بدتمیزی ہے......؟" فاخرہ بیگم نے ٹوکا۔

"ابھی تو کچھ کیا بھی نہیں ہے۔" وہ کھسیا گیا۔

"جویریہ......! تم اندر جاؤ، اسے سدھارتی میں ہوں۔" انہوں نے جویریہ کو حکم دیا۔ وہ تیزی سے نکل گئی تا کہ بلال دوبارہ راستہ ہی نہ روک لے۔

"میری یہ سمجھ نہیں آ رہا کہ تم جویریہ سے اس طرح کا رویہ کیوں رکھے ہوئے ہو......؟"

"اگر محبت بھرے ڈائیلاگ بولوں گا تو آپ سب کو ہی اعتراض ہوگا۔" چائے کے سپ لئے۔

"بہت بکواس آ گئی ہے۔" انہوں نے اس کے ایک دھپ لگائی۔

"پلیز امی......! مجھے بھوک لگی ہے، کچھ تو کھانے کو بھی دے دیں۔" اس نے مسمسی سی صورت بنائی۔

"تمہارے ابو کو چائے دے آؤں، پھر دیتی ہوں۔" وہ چائے تیار کر کے کچن سے لے گئی تھیں۔

بلال کی متلاشی نگاہیں اسے تلاش کرتی ہوئی باہر آ گئی تھیں۔ وہ کہیں بھی نظر نہیں آ رہی تھی مگر ابھی وہ اوپر جانے والی سیڑھیوں کے پاس آیا۔ اسے سسکیوں کی آواز آئی۔ قدم واپس موڑنے، دیکھا تو وہ چیئر پر بیٹھی رو رہی تھی۔ سیڑھیوں کے نیچے تھوڑی کمرے نما جگہ تھی۔ وہاں بھی چند کرسیاں اور کارپٹ بچھا دیا گیا تھا۔

"اس میں اتنا رونے کی کیا بات ہے......؟" وہ سنجیدہ تھا۔

جویریہ گڑبڑا ہی گئی۔ چونک کر اسے دیکھا جو بلیک پینٹ پر وائٹ شرٹ میں سوبر سا لگ رہا تھا۔

"اگر جویریہ......! آپ کو اس شادی پر اعتراض ہے، کرنا نہیں چاہتی ہیں تو میں رُکوا سکتا ہوں۔"

"آپ ہر بار غلط ہی کیوں سمجھتے ہیں......؟ ضروری ہے میرے رونے کی وجہ یہ ہو......؟" آج تو بھڑک ہی گئی کب سے اس کی طنزیہ اور کٹیلی باتیں اور نگاہوں کا سامنا کر رہی تھی۔

"پھر ان آنسوؤں کا کیا مقصد ہے......؟" اس نے جویریہ کے رُخسار سے اپنی شہادت کی اُنگلی سے آنسو کا قطرہ اُٹھایا، وہ جھجک کر پیچھے ہو گئی۔

"ڈیڈی یاد آ رہے ہیں۔" اس نے معصومیت سے بتایا، اس کی اتنی لگاوٹ دیکھ کر۔

"مجھے پتا ہے۔ رونے کی وجہ کچھ اور ہے......؟" وہ ماننے سے انکاری ہوا۔

دل میں تو آیا کہ کہہ دے کہ سب سے بڑی وجہ تو وہ خود ہے جو اس کے سامنے کھڑا ہوا تھا۔ اسے گھبراہٹ ہو رہی تھی۔ جو بڑی گہری نگاہوں سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ جویریہ کی پلکیں لرزنے لگیں۔ لب بھی کاٹے، آنسو اس نے ہاتھوں کی پشت سے صاف کئے۔ دل دھک دھک کرنے لگا۔

"بتایئے وجہ کیا ہے......؟" وہ مبہم سا مسکرایا کیونکہ آج سے چھ دن بعد وہ اس کے سامنے دُلہن کے روپ میں ہوگی۔ پہلی بار وہ اسے اتنا سجا ہوا دیکھے گا اور اسے تو اس کا کب سے انتظار تھا۔ منزل قریب تھی، بس خوبصورت لمحے گزار کر وہ اس کے سامنے ہوگی۔

"واقعی کوئی وجہ نہیں ہے۔" بلال کی محویت کو توڑا۔

"میری آنکھوں میں دیکھیں، پھر کہیں۔" وہ بضد تھا۔

"آخر ان کو کیا ہو گیا ہے......؟ اگر میں یہاں کھڑی رہی ناں تو ضرور ان کے قدموں میں گر جاؤں گی۔" وہ لب کاٹنے لگی۔ دل ہی دل میں وہ خود سے ہم کلام بھی تھی۔

"اگر اعتراض نہ ہو تو میں مخل ہو جاؤں۔" عمر کی اچانک آمد پر دونوں بوکھلا ہی گئے۔ بلال تو سائیڈ پر ہو گیا۔

"ہو چکے ہو۔" وہ ہنسا۔

"بلال بھائی......! آپ کو تائی امی بلا رہی ہیں۔" عمر نے اطلاع دی۔ جویریہ دونوں کی سائیڈ سے نکل کر جا رہی تھی۔

"سنیے جویریہ بھابی......! آپ کی ملازمہ تھی، شاید سلمٰی، وہ آئی ہیں۔"

"کیا......؟ سلمٰی......؟" وہ حیران رہ گئی۔ جب سے وہ نوکری چھوڑ کر گئی تھی پلٹ کر آئی ہی نہ تھی۔ جویریہ خوشی سے باہر کی جانب ہی بھاگی۔ بلال بھی پیچھے پیچھے ہی آیا۔ سلمٰی لاؤنج میں ہی بیٹھی تھی۔ فاخرہ بیگم اور آمنہ وہاں موجود تھیں۔

"بی بی......! ہائے......! یہ کیا ہو گیا......؟" وہ دوڑ کر جویریہ کے قریب آئی اور بے اختیار اسے گلے سے لگا لیا۔

"مجھے تو خوشحال بابا نے بتایا کہ صاحب جی کا انتقال ہو گیا ہے۔" وہ رنجور سی بولی۔

بلال کاؤچ پر بیٹھ گیا تھا۔ جویریہ، سلمٰی کے برابر میں بیٹھی تھی۔

"تم تو ایسی ناراض ہو کر گئی تھیں کہ خبر ہی نہ لی۔" اس نے شکوہ کیا۔

"میں جی کوئٹہ چلی گئی تھی۔ میری بہن کی شادی ہو رہی تھی۔" اس نے آنسو پونچھ کر بتایا۔

"اب کہاں رہ رہی ہو......؟" جویریہ نے پوچھا۔

"رہنا کہاں ہے......؟ وہیں رہ رہی ہوں، خوشحال بابا اپنے گاؤں میں ہی بیٹے کے پاس چلے گئے ہیں۔"

"ہاں......! بابا مجھے بتا کر گئے تھے۔"

"سلمٰی......! تم کچھ کھاؤ گی......؟" آمنہ نے پوچھا۔

"نہیں بیگم صاحب......! میں گھر سے کھا کر چلی تھی۔ میاں میرا تھوڑی دیر میں مجھے لینے آئے گا تو چلی جاؤں گی۔" اس نے انہیں بتایا۔

"بی بی کی شادی بلال صاحب سے ہو رہی ہے۔ مجھے تو اتنی خوشی ہو رہی ہے، کیا بتاؤں......؟" وہ وفورِ مسرت سے بولی۔

"ہاں......! بس تم ان دونوں کے لئے دُعا کرنا کہ دونوں خوش رہیں۔" فاخرہ بیگم نے مسکرا کر کہا۔ بلال پھیل کر بیٹھا ہوا تھا۔

"بلال صاحب کو تو صاحب بہت ہی پسند کرتے تھے اور پھر بلال صاحب ہماری بی بی کو بھی بہت چاہتے ہیں۔ خوش رہیں گے یہ ہماری بی بی کے ساتھ۔" اس نے باری باری دونوں کو دیکھا۔ جویریہ نے جھینپ کر سر جھکا لیا۔

"تم ادھر بیٹھے کیا کر رہے ہو......؟" فاخرہ بیگم کی خشمگیں نگاہ اب بلال پر اُٹھیں۔ وہ خجل ہی ہو گیا اور اشاروں سے اسے جانے کو کہا۔

عمر نے کوریڈور میں کھانسنا ہی شروع کر دیا۔ بلال نے اس کے دھپ لگائی۔

"ہائے امی......! ہائے پاپا......!" وہ چیخا۔

"آہستہ گدھے......!" بلال نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھا۔

شادی کا گھر تھا۔ آدھے لوگ سو رہے تھے تو آدھے جاگ رہے تھے۔ اس لئے عمر کی آواز خاموشی میں تیز ہی لگنے لگی۔

"آپ اتنی زور سے مارتے ہیں۔" وہ ناراض ہوا۔

"سوچ لو، اگر تم نے مزید کچھ اُلٹا سیدھا کیا تو اور زور سے ماروں گا۔"

"آپ فکر نہ کریں اور کسی سے ذکر ہی نہ کریں۔ میں نے کیا سوچا ہوا ہے۔" وہ منہ پر ہاتھ پھیر کر اسے دھمکی دینے لگا۔

"کیا سوچا ہوا ہے......؟" بلال نے کڑے انداز میں پوچھا۔

"آپ کو کیوں بتاؤں......؟ وہ تو میں خود ہی دیکھوں گا۔"

"کیا دیکھوں گا......؟" بلال سمجھا نہیں۔

"کچھ نہیں......!" وہ ہنستا ہوا چلا گیا۔ بلال دوبارہ کچن میں گیا، بھوک جو لگ رہی تھی۔

●●●

ایک بار پھر انوار ولا میں خوشیوں کی بارات اُتری ہوئی تھی۔ شہرینہ اور صدف مایوں سے ایک دن پہلے ہی آ گئی تھیں۔ جویریہ کو مایوں بٹھانا تھا۔ فارحہ کے چہرے پر الگ قوس و قزح کے رنگ تھے۔ وہ یاسر کی محبت اور سنگت میں ان پانچ دنوں میں نکھر گئی تھی۔ سب ہی شاداں تھے۔ یاسر کتنے ہی چکر اس کے لئے لگا چکا تھا جو سب خواتین کے درمیان بیٹھی تھی۔

"آپ کو کیا پریشانی ہے......؟" شہرینہ اوپر سے سیڑھیاں اُتر رہی تھی۔ یاسر پر نگاہ پڑی تو پوچھے بنا نہ رہ سکی۔

"پریشانی مجھے یہ ہے کہ میری ایک عدد بیوی ہے اگر اسے کچھ دیر کے لئے میرے لئے بھیج دیں تو آپ سب کی مہربانی ہے۔"

"اوہو......! اتنا غصہ......؟" اس نے معنی خیزی سے کہا۔

"اچھا......! بس جاؤ اور اسے بھیجو۔ میں اپنے کمرے میں ہوں۔" وہ خفگی سے کہتا چلا گیا۔ شہرینہ کو وائٹ کرتے شلوار میں ملبوس یاسر بہت مطمئن اور پیارا لگا۔ وہ واپس اوپر مڑی تھی۔

"جلدی جاؤ یاسر بھائی بلا رہے ہیں۔ غصہ میں بھی لگ رہے ہیں۔" شہرینہ نے ڈرایا۔

"مگر کیوں......؟" فارحہ نے اپنے بالوں میں لگے چنبیلی کے گجروں کو ٹھیک کیا۔ وہ بلیو ٹشو گولڈن دبکے کے کام والے سوٹ میں سجی سنوری بیٹھی تھی۔

"اب تم جا کر پوچھنا۔" وہ مسکرائی۔

فارحہ جلدی سے نکلی کیونکہ صبح سے جو کمرے سے نکلی تھی۔ یاسر کا سامنا تک نہیں ہوا تھا۔ وہ اپنے دوست اویس کی طرف گیا ہوا تھا۔ فارحہ نے اپنے پھولوں سے سجے کمرے میں قدم رکھا تو اندھیرا ہی ملا۔ اسی وقت ٹیبل لیمپ آن ہوا۔

"اوہ......! آپ کب آئے......؟" شرمائی شرمائی کمرے کی لائٹ آن کرنے مڑی۔

"ایسا بھی کیا کہ میاں کو بھلا ہی دو......؟" یاسر کی آنکھوں میں شوخی و معنی خیز شرارت فارحہ کو حیا میں مبتلا کر گئی۔

"جویریہ کو مایوں بٹھانا ہے اس کی رسم ہونی ہے اس کے بعد بلال کی بھی کرنی ہے۔" وہ لب کاٹنے لگی۔

"تھوڑی دیر تو میرے لئے بھی مختص کر دو۔" وہ فارحہ کا بازو کھینچ کر بیڈ پر گرا چکا تھا۔

"دیکھئے ساری میری تیاری خراب ہو جائے گی۔" اس نے یاسر کو روکا۔

"یعنی یہ سب تیاری میرے لئے نہیں ہے......؟" وہ خفا ہوا۔

"پلیز......! آج نہیں، مجھے پوری تقریب اٹینڈ کرنی ہے۔"

"ٹھیک ہے......! تم ایسے تو ہاتھ آؤ گی نہیں، میں نے ٹکٹ بک کروالی ہیں۔"

"کہاں کی......؟" وہ سمجھی نہیں۔

"تمہیں بیس دنوں کے لئے اغواء کر کے شہر سے باہر لے جا رہا ہوں۔" اس نے فارحہ کے کان میں سرگوشی کی۔

"اور ہاں......! میں نے بلال اور جویریہ کا ہنی مون انگلینڈ میں سوچا ہے، وہاں ہو گا۔"

"آپ بلال سے تو پوچھ لیں۔" اس نے ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے میں دیکھ کر اپنے گجرے ٹھیک کئے۔

"فارحہ......! جلدی آ جاؤ۔ جویریہ کو بٹھا دیا گیا ہے۔" شہرینہ نے زور سے اندر ہانک لگائی، وہ اُچھل گئی۔ یاسر منہ ہی منہ میں بڑبڑایا، وہ تیزی سے بھاگی۔

"یہ کیا......؟ دونوں کو ساتھ بٹھا دیا......؟" فارحہ نے لاؤنج میں سجے ہوئے کاؤچ پر جویریہ اور بلال کو دیکھا۔ مایوں کے زرد جوڑے میں وہ سر جھکائے بیٹھی تھی۔ بلال وائٹ کرتا شلوار میں زرد پٹکہ ڈالے ہلکی ہلکی بڑھی شیو میں بیٹھا تھا۔ سب ہی وہاں جمع تھے۔

"شہرینہ نے بٹھایا ہے۔" طائشہ نے اپنا گرین آنچل سنبھالا۔

"چلیں، شروع کریں۔ سات سہاگنیں اپنے شگن۔" عمر نے مدبرانہ انداز میں کہتے ہوئے اُبٹن اور مہندی سے سجی تھالی کو ٹیبل پر رکھا۔

"تم چپ کرو دادی اماں......!" نائل نے اس کے چپت لگائی۔

عمر بلال کے دائیں جانب کاؤچ پر ہی جگہ بنا کر بیٹھا۔ بلال جویریہ سے بالکل ہی ٹچ ہونے لگا۔ وہ شرما کر اور بھی جھک گئی۔

"پہلے کس کو مٹھائی کھلاؤں میں......؟" فارحہ سائیڈ کی چیئر پر بیٹھی پوچھنے لگی۔ مووی اور تصویریں بن رہی تھیں۔

"پہلے مجھے کھلائیے......!" عمر نے منہ کھولا۔

"امی......! اسے اٹھائیے یہاں سے۔" بلال نے عمر کے چٹکی لی۔

"ہائے امی......! ہائے پاپا......! میں مرا، آپ کا اکلوتا بیٹا، مستقبل کا ڈاکٹر۔" وہ چیخنے ہی لگا تھا۔ ساری محفل اس کی جانب متوجہ تھی مگر اس بار اس کی ایکٹنگ نہ چلی۔ نائل نے خوب ڈانٹا۔ ابرار احمد نے الگ اسے سنایا۔

"بلال بھائی......! آپ نے موقع پر مجھے اگنور کیا ہے۔ ابھی تو شادی باقی ہے، دیکھتا ہوں کیسے جویریہ بھابی کے پاس صحیح سلامت جاتے ہو......؟" اس نے منہ پر ہاتھ پھیرا۔

"اسی لئے بلال تم سے ڈرتا ہے۔" سرمد کو ہنسی آ گئی۔

"بھائی جان......! خطرناک لوگوں سے سب ڈرتے ہیں۔" بلال بھی اسے چڑانے لگا۔

"اچھا، بس......! چلو باری باری رسم کرو۔ جویریہ کو مٹھائی کھلاؤ۔" فاخرہ بیگم نے سب کو خاموش کرایا۔

"مجھے بس یہ بتا دیں۔ یہ بلال بھائی کو جویریہ بھابی کے برابر میں کیوں بٹھایا ہے......؟ یاسر بھائی کو تو فارحہ بھابی کے برابر نہیں بٹھایا تھا۔" عمر نے بڑی تفصیل سے اعتراض کیا۔

"یہ شہرینہ نے بٹھایا ہے۔" طائشہ نے بتایا۔

"ان کے سارے ہی کام نرالے ہیں۔" وہ پلیٹ سے مٹھائی اٹھا کر کھانے لگا۔

جویریہ کو مٹھائی کھلائی گئی۔ آج تو زینب بھی اپنی بیٹیوں سمیت آ گئی تھیں۔ پورا گھر خوشیوں سے بھرا ہوا تھا۔ ہنسی مذاق کے ساتھ بلال کو چھیڑ چھیڑ کر مٹھائی کھلائی۔ آخر میں بزرگ حضرات کے ہٹتے ہی عمر نے بلال کے منہ پر اُبٹن مل دیا۔ پورے لاؤنج میں دھینگا مشتی مچ گئی۔ نائل نے اعزاز کی درگت بنائی۔ شہرینہ پر اُبٹن کی گولیاں بنا کر برسائیں۔

جویریہ بیچاری لمبے سے گھونگھٹ میں ڈری سہمی بیٹھی تھی۔

''ارے......! بچی کو تو اندر کمرے میں لے جاؤ۔'' فاخرہ بیگم کو جویریہ کا خیال آیا۔ سب ہی ہلا گلا میں اسے بھلا چکے تھے۔

''اس وقت امی......! کوئی نہیں سنے گا۔'' سرمد خود وائٹ کرتے شلوار میں اُبٹن کے دھبوں کے ساتھ اریشہ کو گود میں اٹھائے بیچ نکلے تھے۔

''دیکھو تو اسے بلال کو، یہ بھی بالکل باؤلا ہو گیا ہے۔'' وہ حیرانگی سے دیکھ رہی تھیں۔ جو نائل کے منہ پر اُبٹن مل رہا تھا۔

''میں طائشہ سے کہتا ہوں۔'' وہ طائشہ کو بازو سے پکڑ کر لے آئے تھے۔

''جویریہ کو اوپر لے جاؤ۔ بیچاری تھک جائے گی۔''

''آپ دیکھ رہے ہیں کہ کیا حالت بنائی ہے عمر نے......؟'' وہ اپنے چہرے سے اُبٹن صاف کر رہی تھی۔

''کرنے دو اسے بھی مستی۔'' وہ اس کی حالت دیکھ کر ہنسے۔ اسی وقت اریشہ اس کی جانب ہمکنے لگی۔

''پلیز......! اسے بالکل مجھے مت دیجئے گا۔'' وہ کھسیا گئی۔

''میری بیٹی سے منہ بگاڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔'' وہ برا ماننے لگے۔

''صبح سے تنگ کر کے رکھا ہوا ہے۔''

''تم نے ہیمپر بھی تو چینج نہیں کیا تھا۔ وہ روئے گی ہی۔'' اریشہ اور انس میں تو ان کی جان تھی۔ اریشہ کو بھینچ کے پیار کیا۔

''اچھا......! جویریہ کو تو لے کر جاؤ۔''

طائشہ نے جویریہ کو پکڑا اور ان لوگوں سے بچتی اوپر جانے لگی۔ جویریہ کو گھونگھٹ لمبے ہونے کی وجہ سے سیڑھیاں نظر نہیں آ رہی تھیں۔ اسی وقت وہ گری، طائشہ سے بھی نہ سنبھلی تھی۔

''ہائے......!'' طائشہ کی چیخ نکلی۔

نائل تیزی سے بروقت بھاگا۔ وہ تو بچت ہوئی، صرف دو سیڑھیاں گری تھی، چوٹ نہ لگی مگر وہ ڈری سی گئی تھی۔

''آپی......! ذرا سنبھال کر لے کر جائیے، کسی کی امانت لے کر جا رہی ہیں۔'' وہ شرارت سے بولا۔

عمر نے کھانسنا شروع کیا۔ شہرینہ نے اسی وقت کمر پر دھپ ماری تو وہ چیخنے ہی لگا۔

''ڈاکٹر صاحب......! سدھر جاؤ۔''

''بجو......! اتنی زور سے مارا ہے۔'' وہ منہ بسورنے لگا۔

''شکر کرو میں نے مارا ہے۔ اگر بلال مارتا ناں تو اور غصہ آتا۔'' وہ ہنسی، جویریہ خود اٹھ کر بھاگ لی تھی۔ طائشہ نے حیرانگی سے دیکھا، نائل کا قہقہہ پڑا۔ بلال اس کی کیفیت سمجھ رہا تھا۔

''واہ بھئی......! جویریہ تو بڑی ایکٹو نکلی۔'' نائل نے معنی خیزی سے بلال کے کان میں سرگوشی کی۔ وہ مسکرانے لگا۔

''واقعی......! بہت ایکٹو ہے۔'' اس نے بھی تائید کی۔

''تم سب وہاں ہی جم گئے ہو۔ چلو باہر لان میں کھانا لگ چکا ہے۔'' نصیر احمد اندر آ گئے تھے۔ سب ہی پھر باری باری باہر نکل رہے تھے۔ جویریہ اور بلال کی مایوں میں بس خاص خاص لوگوں کو ہی مدعو کیا گیا تھا۔ سارے مہمان لان میں بیٹھے تھے۔ بلال پر ایک سرشاری طاری تھی۔ اس کی محبت اسے ملنے والی تھی جسے سچے جذبوں سے چاہا تھا وہ اسے ملنے والی تھی۔

• • •

''کتنی پیاری لگ رہی ہے جویریہ پیلے کپڑوں میں۔'' طائشہ اس کے پاس ہی بیٹھی تھی۔ صرف درمیان میں دو دن تھے اس کی شادی کے، سب ہی رُکے ہوئے تھے۔

''بھابی......! آپ دیکھئے گا دلہن بن کے بھی بہت پیاری لگے گی۔'' فارحہ نے بھی پیار بھرے لہجے میں کہا۔

جویریہ نے جھینپ کر نگاہ جھکا لی۔

''فارحہ بھابی......! آپ نیچے جائیے یاسر بھائی پتا نہیں کس بات پر غصہ ہو رہے ہیں......؟'' صدف، طلحہ کو گود میں لئے فلور کشن پر بیٹھی۔ اب تو وہ بھی آٹھ ماہ کا ہو چکا تھا۔

''کس بات پر ہو رہے ہیں......؟'' وہ ڈر گئی۔

''مجھے کیا پتا......؟ پوچھئے جا کر۔'' صدف مسکرانے لگی۔

فارحہ فکر مندی سے اٹھ کر چلی گئی۔ صدف نے طلحہ کو کارپٹ پر بٹھایا۔ شہرینہ کو دیکھنے لگی جو کتنی بے خبر جویریہ کے سائیڈ پر کارپٹ پر ہی بے خبر سو رہی تھی۔

''اسے سونے سے پتا نہیں کتنا عشق ہے......؟''

''ابھی تو سوئی ہے، نائل نے جگا کر رکھا ہوا تھا۔ بڑی مشکل سے آئی ہے اوپر۔'' طائشہ نے سائیڈ لی۔

''نائل بھائی بھی رُکے تھے رات......؟''

''ہاں......! وہ بھی رُکا تھا۔ پوری رات سب نے لان میں محفل جما رکھی ہے۔ میں تو اٹھ کر آ گئی، میرے میاں کا موڈ خراب ہونے لگا تھا۔'' طائشہ نے بتایا۔

''ہمارے میاں تو رُکے ہی نہیں، بہت کہا نیلم بجو کو لے کر چلے گئے تھے۔''

''ہاں......! اعزاز کو شاید کچھ کام بھی تھا۔'' وہ صدف کو دیکھنے لگی۔

''جویریہ......! تم بھی لیٹ جاؤ۔''

''ابھی دل نہیں کر رہا۔'' وہ دھیمی آواز میں بولی۔

صدف نے بغور گم صم سی جویریہ کو دیکھا جو گھٹنوں کے گرد بازو لپیٹے سر جھکائے بیٹھی تھی۔

''لگتا ہے جویریہ نروس ہو رہی ہے۔''

''جی......؟ نہیں تو۔'' وہ اتنا ہی بولی۔

''بھئی......! ہونا بھی چاہئے۔ بلال جیسے بندے کو فیس کرے گی، کل تک صرف منہ سے محبت کا اظہار کرتا تھا اب وہ......'' طائشہ بولتے بولتے رُک گئی۔

جویریہ کا دل دھڑ دھڑ کرنے لگا۔ کتنا صحیح کہہ رہی تھیں۔ طائشہ نے اس کے سرد سے ہاتھ پکڑے۔

صدف کا فون آ گیا تو وہ سننے چلی گئی۔ طائشہ اس کے دل کی حالت سمجھ رہی تھی۔

''جویریہ......! پریشان ہو......؟''

''بھابی......! آج ڈیڈی بہت یاد آ رہے ہیں۔'' اس کا دل بھر آیا۔

''تم اتنا مت سوچا کرو۔'' اسے ترس آنے لگا۔

''جویریہ......! دیکھو شامین آئی ہے۔'' آمنہ کے ساتھ جدید اسٹائلش سے سوٹ میں شامین چلی آئی۔ وہ تو اسے بھلا ہی چکی تھی۔

''اعظم بھی آیا ہے، اسے بلال کے پاس چھوڑا ہے۔'' وہ بولیں۔

یامین نے طائشہ سے بھی سلام دُعا کی۔ اتنے میں شہرینہ بھی اُٹھ گئی تھی۔ اس نے بھی شامین سے مسکرا کر سلام دُعا کی تھی۔

"شہرینہ بیٹا......! ارسل مسلسل رو رہا ہے اور تمہیں ڈھونڈ رہا ہے۔ اسے لے لو۔ تم نے دوپہر کا کھانا بھی گول کر دیا ہے۔" آمنہ نے کمرے کی بکھری چیزیں سمیٹیں۔ شامین، جویریہ کے برابر میں ہی بیٹھ گئی تھی۔

"ارسل کا فیڈر بنا کر آپ دے دیتیں۔" اس نے مندی مندی آنکھیں بمشکل کھولیں اور بکھرے بال سمیٹ کر کیچر لگایا۔

"بہت نخرے والا ہے تمہارا بیٹا، بالکل باپ والی حرکتیں ہیں۔ مجال ہے کہ کسی کی سن لے۔" آمنہ زیادہ ہی خائف تھیں۔

"شامین مسکرا کر نرم و نازک سی سرخ و سپید فارنر سی لڑکی کو دیکھ رہی تھی جس کا انداز تک گھریلو سا تھا۔

"امی......! ان کا فون تو نہیں آیا......؟" اپنی گلابی ململ کی سی شرٹ کی شکنیں نکالیں۔

"آیا تھا شہرینہ......! تین بار تو میں ریسیو کر چکی ہوں۔" طائشہ بولی۔

"میرا اسیل کہاں ہے......؟" بستر پر تلاش کرنے لگی۔

"میں نے عمر کے پاس دیکھا تھا۔"

"امی......! آپ اس سے لے لیا کریں۔ میرا کارڈ ختم کر دیتا ہے۔ انہیں کرنے تک کے لئے بیلنس نہیں ہوتا ہے۔" وہ منہ بناتی ہوئی گئی۔

"تم دونوں باتیں کرو، میں چائے وغیرہ بھیجتی ہوں۔" آمنہ نے دونوں سے کہا۔

"چائے میں بنانے رکھتی ہوں، پانچ تو بج ہی رہے ہیں۔" طائشہ ہی اکثر شام کی چائے بناتی تھی۔

"کہو کیسی ہو......؟" شامین نے سب کے جانے کے بعد جویریہ کے ہاتھوں کو پکڑا جو اُبٹن کی خوشبو میں مہک رہی تھی۔

"ابھی تک تو ٹھیک ہوں، بعد کا نہیں کہہ سکتی۔" اس نے شامین کے صبیح مکھڑے کو دیکھا جو اعظم سے منگنی ہونے کے بعد کافی پیاری ہو گئی تھی۔

"نیچے بلال بھائی سے ملاقات ہوئی تھی، بڑا کھل رہے ہیں۔" وہ معنی خیزی سے بولی۔

"سب ڈرامہ ہے۔" وہ تلخی سے گویا ہوئی۔

"ڈرامہ......؟" وہ سمجھی نہیں۔

"شامین......! بلال نے میرا دم خشک کیا ہوا ہے۔ ان کی باتوں میں اتنا طنز اور غصہ ہے کہ میں تو سوچ سوچ کر پریشان ہوں۔ کیسے ان کے ساتھ گزارہ ہوگا......؟" اس کے دل میں دھڑکا ہی لگا ہوا تھا کہ پتا نہیں بعد میں وہ کیسا ری ایکٹ کرے گا۔ کسی سے کہہ بھی تو نہیں پا رہی تھی اپنے خوف کو۔

"یعنی تم سے ابھی تک ان کی صلح ہوئی نہیں......؟" وہ تاسف بھری نگاہوں سے دیکھنے لگی۔

"شامین......! مجھے ڈر لگ رہا ہے، کیا کروں......؟ میں کہاں چھپ جاؤں......؟" وہ رونے ہی لگی۔

"جویریہ......! جویریہ......! اس طرح تو تم ٹینشن سے بیمار پڑ جاؤ گی۔" اسے جویریہ کی فکر ہونے لگی جو پہلے ہی غموں و دکھوں میں مبتلا تھی۔ اب مستزاد بلال کا خوف اس کی سرد مہری اسے ڈرا رہی تھی۔

"سب مجھ سے بہت محبت کرتے ہیں۔ بلال کی امی وہ تو مجھ سے بہت ہی پیار کرتی ہیں۔ میری وجہ سے انہیں بھی ڈانٹ دیتی ہیں۔"

"چلو تم شکر ادا کرو کہ گھر والے سب اچھے ہیں۔ بلال بھائی کو تم منا لینا۔"

"میں نے تو اپنی غلطی تک مان لی ہے۔ پھر بھی وہ اسی طرح تلخ ہیں۔"

"جویریہ......! تم سے بھی تو غلطی ہوئی ہے۔ ان کی محبت کو نفرت سے ہی دیکھا ہے۔"

"مجھے کیا پتا تھا قسمت میرے ساتھ یہ کرے گی......؟ دُنیا میں آتے ہی ماں چلی گئی۔ دوبارہ ماں ملی بھی تو دُشمن ہی بنی رہی۔ میرے ڈیڈی تک کو چھین لیا تھا اور اب قسمت نے ڈیڈی کو مجھ سے چھین لیا۔ شامین......! میرا تو کوئی بھی نہیں ہے۔" اس کے آنسو ٹپ ٹپ اس کے ہاتھوں پر گر رہے تھے۔ شامین نے تاسف سے اسے دیکھا، ترس ہی آ رہا تھا۔

"یہ سب گھر والے ہیں تو تمہارے۔" اس نے تسلی دی۔

"جو جسم و جاں کا مالک ہے وہ تو مجھے اب اپنا نہیں سمجھتا ناں......!" اس کے لہجے میں حسرت و محرومی تھی۔

"جویریہ......! تم اتنی غمزدہ نہ ہو۔ انشاء اللہ تمہارے ساتھ اچھا ہی ہوگا اور مجھے یقین ہے بلال بھائی تمہارے آگے ہتھیار ڈال دیں گے۔" اس نے شرارت سے کہا۔ جویریہ جھینپ گئی۔

"شامین......! آپ کو نیچے اعظم بھائی بلا رہے ہیں۔" صدف نے اطلاع دی۔

"اوہ......! ٹائم بھی کافی ہو گیا ہے۔ ممی کو ویسے ہی کسی پارٹی میں جانا ہے ڈیڈی کے ساتھ۔" شامین فوراً ہی کھڑی ہو گئی۔ جویریہ نے اسے گلے سے لگا لیا۔ ایک یہی تو تھی جس سے دل کا درد کہہ کر ہلکا کر سکتی تھی۔

"ارے جویریہ......! تم تو ایسے رو رہی ہو کہ جیسے غیروں میں جا رہی ہو......؟" صدف نے اس کی پشت پر ہاتھ پھیرا۔

شامین نے اس سے اجازت لی اور نیچے ہی جا رہی تھی، اس کی سرسری نگاہ جویریہ کے ساتھ والے کمرے میں پڑی جو پھولوں سے سجا ہوا تھا۔ برقی قمقموں سے جگمگا بھی رہا تھا۔ حالانکہ دن میں لائٹ کی ضرورت نہیں تھی پھر بھی ساری لائٹس آن تھیں۔ وہ رُک کر دیکھنے لگی۔ وسط میں جہازی سائز دل کی شیپ کا بیڈ جو پورا کور تھا مخملی بیڈ شیٹ سائیڈ ٹیبل پر لیمپ بیڈ کے بائیں جانب بڑی بڑی گلاس کھڑکیوں پر دبیز فان کلر کے پردے والی وال ٹو وال کارپٹ رائٹ سائیڈ پر اس نے نظر ہی دوڑائی تھی کہ بلال آ گیا۔

"اوہ......! آپ یہاں ہیں......؟"

"بلال بھائی......! آپ نے بیڈروم تو بہت زبردست ڈیکوریٹ کیا ہے۔" وہ ستائشی انداز میں بولی۔

"کیوں......؟ اچھا نہیں لگا یہ سب......؟" بلال نے اپنی بلیک جینز کی پینٹ کی پاکٹ میں ہاتھ ڈالے۔

"اچھا، بلکہ بہت بہت اچھا۔" وہ خوشی سے بولی۔

"اوہ تھینکس......!" اس نے تفخر سے شانے اُچکائے۔ بلال نے دروازہ پورا کھول دیا تھا۔ اب وہ بآسانی دیکھ سکتی تھی۔

"کیا بات ہے......؟ تم تو جم ہی گئی ہو۔" اعظم بھی عمر کے ساتھ اوپر ہی آیا، عمر ہی زبردستی لایا تھا بلال کا بیڈروم دکھانے۔

"اتنا خوبصورت ڈیکوریٹ کیا ہے۔"

"یہ سب مابدولت نے کیا ہے۔" عمر نے سر کو خم کر کے کہا۔

"تم فکر نہ کرو عمر تمہارا بھی بیڈروم ایسا ہی ڈیکوریٹ کرے گا۔" اعظم نے شرارت سے کہا۔ شامین نے جھینپ کر اسے گھورا۔ پھر رُکی ہی نہیں۔ تیزی سے سیڑھیاں اُتر گئی۔ تینوں نے زبردست قہقہہ لگایا۔

"یہ دل کی شیپ کا بیڈ بڑا زبردست ہے۔"

"یہ بھی میرا ہی کارنامہ ہے۔ میں نے سوچا کہ اپنے بلال بھائی اپنا دل تو جویریہ بھابی کے نام کر ہی چکے ہیں، کیوں ناں دل پر بھی وہ انہیں بٹھائیں۔"

"یار......! بڑا اپہنچا ہوا دماغ ہے تمہارا۔" اعظم نے اس کی پشت پر دھپ ماری۔ وہ ہل ہی گیا۔

"مجھے یہ بتاؤ یہ پردے کچھ زیادہ نہیں لٹکا دیئے۔" اعظم کو ٹیرس پر کھلنے والی کھڑکی پر چار بڑے بڑے پردوں پر اعتراض ہوا۔

"یہی مجھے بھی دیکھ کر گھبراہٹ ہو رہی ہے۔" بلال نے پردوں کو سائیڈ پر کیا۔ ٹیرس پر جویریہ پر نگاہ پڑی، وہ تو اتنی بوکھلائی کہ زرد دوپٹہ تک اُلجھا بلکہ اسے وہیں چھوڑ کر بھاگ گئی۔ بلال کو مبہم سی مسکراہٹ آ گئی۔

"کیا ضرورت تھی پردے ہٹانے کی، بیچاری آپ کو دیکھ کر بھاگ گئیں۔" عمر نے گلاس ڈور کھولا اور ٹیرس پر چلا گیا دوپٹہ اٹھا کر دینے کے لئے۔

"یار......! مجھے کیا پتا تھا وہ ادھر بیٹھی ہے......؟" بلال کو اس کی بوکھلاہٹ اچھی لگی تھی۔

"یار......! سوچ سامنے دیکھ کر تجھے کہاں بھاگے گی......؟" اعظم نے معنی خیز سرگوشی کی۔

"یہی میں سوچ رہا ہوں۔" وہ مسکرایا۔

"اُف یار......! مشکل سے دروازہ کھولا ہے۔ بہت کہا میں ہوں بلال نہیں ہوں۔" عمر ہانپتا ہوا آیا۔

"کیا ضرورت تھی دوپٹہ دینے کی......؟" بلال نے سرزنش کی۔

"کیوں......؟ آپ دے کر آتے......؟"

"دے کر تو نہیں آتا البتہ یہاں ہی رکھ لیتا۔" اس نے ٹیرس کا دروازہ بند کیا، پردے برابر کئے۔

تینوں باتیں کرتے ہوئے کمرے سے نکل گئے تھے۔ اعظم کو بہت روکا کہ رات تک رُک جائے لیکن شامین کی ممی اور ڈیڈی کو کہیں جانا تھا اس لئے وہ دونوں چلے گئے۔ گھر میں ایک رونق لگی ہوئی تھی۔ بچوں کی چہکار، خواتین کی تیاریاں اور مردوں کی گفتگو سب ہی اچھا لگ رہا تھا۔

● ● ●

وہ پچھلے آدھے گھنٹے سے ڈریسنگ ٹیبل کے آگے کھڑی تھی۔ گرین اور یلو کے کنٹراسٹ کڑھائی والے سوٹ میں خاصی دلکش لگ رہی تھی مگر وہ بالوں سے اُلجھ رہی تھی۔

"آخر تم چاہ کیا رہی ہو......؟" سرمد مسکراتے ہوئے آ گئے۔

"یہ بال دیکھ رہے ہیں، بندھ ہی نہیں رہے ہیں۔" وہ جھنجلا ہی گئی۔

"لاؤ میں باندھوں......!"

"باز آئی میں بال آپ سے بندھوانے سے۔" وہ بدک کر پیچھے ہٹی۔

"یار......! مجھے ٹرائی تو کرنے دو۔" وہ پھر بڑھے۔

"پلیز......! بالکل نہیں، اتنی مشکل سے تیار ہوئی ہوں پھر آپ کی صاحبزادی کو بھی تیار کرنا ہے۔" اس نے بالوں کو لپیٹ کر جوڑا باندھ لیا۔

"جب سے بلال کی شادی کا سلسلہ شروع ہوا ہے، تم مجھے اِگنور کرنے لگی ہو۔"

وہ ناراض ہو کر قلقاریاں مارتی اریشہ کے قریب لیٹ گئے۔ جو خوب ہاتھ پیر مار کر کمرے میں لٹکے رنگ برنگے غباروں سے خوش ہو رہی تھی۔

"مسٹر......! خدا کو مانیے، ذرا تو لحاظ کرتے نہیں ہیں۔ سب کے درمیان سے اٹھا کر لے آتے ہیں۔" اس نے اریشہ کی فراک چینج کی۔

"آج بھی بارہ بجے کمرے میں آ جانا۔" انہوں نے حکم دیا۔

"سنیے......! آج سب مہندی لگائیں گے، کل شادی ہے اور اس لئے جلدی آنے کا سوال ہی نہیں۔" اس نے اریشہ کو تیار کر کے جوتے پہنائے۔ "آج بائی داوے گھر میں دوبارہ سے یہ مہندی کیوں ہو رہی ہے......؟" انہیں اعتراض ہوا۔

"جویریہ کے آج مہندی لگانے والی آئی ہے۔ ظاہر ہے سب ہی جمع ہیں۔"

"سرمد، طائشہ، مائرہ آئی ہیں۔" آمنہ کی تیز آواز آئی۔

"اچھا......! آتے ہیں۔" سرمد نے ہانک لگائی۔

"کیا ہے......؟ میں آپ کی اس مائرہ کے سامنے بالکل نہیں آؤں گی۔ اتنی بے باک گفتگو کرتی ہے۔" طائشہ کو غصہ ہی آ گیا۔

"یار......! وہ ایسی ہی ہے۔" وہ بیڈ سے کھڑے ہوئے۔

"آپ یونیورسٹی میں اس سے اتنے کلوز تھے تو شادی کیوں نہ کر لی......؟"

"اے سنو......! وہ ارسلان کو چاہتی تھی۔ خواہ مخواہ میں کر لیتا اور مجھے جس قسم کی لڑکی سے شادی کرنی تھی کر لی تھی۔ تم یہ خرافات مت سوچا کرو۔" وہ اس کے سر پر چپت لگاتے جانے لگے۔

"اب آوازیں مت دینے لگئے گا، اسے لے جائیں۔ انس کو اوپر بھیج دیجئے گا۔ اس کے بھی کپڑے بدلنے ہیں۔" اس نے اریشہ کے میلے کپڑے اٹھا کر ٹوکری میں رکھے۔ سرمد نیچے چلے گئے تھے۔ دیکھا تو نیلم بشریٰ اپنے ہسبینڈ کے ساتھ آئی ہوئی تھیں، گھر میں خاصی رونق تھی۔ مائرہ اور ارسلان لاؤنج میں بیٹھے تھے۔

"یہ تم دونوں اچانک ہی غائب کیوں ہو جاتے ہو......؟" سرمد نے ارسلان سے ہاتھ ملانے کے بعد شکایت کی۔

"یار......! یہاں اس نے اسکول کھول کے میرے لئے کام بڑھا دیا ہے۔ وہاں آفس سے کال آئی اچانک جانا پڑا، اب اس نے ضد کر کے یہاں ہی رہنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔" ارسلان نے خاصے دُکھ بھرے انداز میں بتایا۔

"مائرہ......! شروع سے تم ارسلان کو تنگ ہی کرتی رہتی ہو۔"

"کیوں......؟ تم نے اپنی بیوی کو بخشا ہوا ہے......؟" مائرہ نے گھورا۔

"میری بیوی کی تو تم بات ہی نہ کرو، بیچاری ایسی بچوں میں اُلجھی رہتی ہے کہ مجھے تک بھلا دیتی ہے۔"

"یہ بچے بھی تو تمہارے ہی ہیں، کیوں اتنی جلدی مچائی......؟"

طائشہ اسی وقت آ کے بیٹھی تھی۔ وہ تو شرم سے نگاہ ہی نہ اٹھا پائی، اندر ہی اندر غصہ بھی آیا، سرمد سمجھ گئے تھے۔

"بہت دماغ کھاتی ہے یار......! یہ تو تم سے شادی کے بعد بھی......" انہوں نے ارسلان کو ہمدردانہ لہجے میں کہا۔

"بس کیا کروں......؟ دوسری کرنے بھی نہیں دیتی ہے۔"

"توپ سے اُڑا دوں گی تمہیں، اگر دوسری کے بارے میں سوچا۔" مائرہ تو باقاعدہ لڑنے لگی۔ سرمد کو زوردار ہنسی آ گئی۔

"تم مردوں کو تو بس دس دس شادیاں کرنے کی پڑی رہتی ہے۔"

"کیا کریں......؟ تم جیسی بیویاں کان کھائیں گی تو دوسری ٹرائی کرنے میں ہرج نہیں۔" سرمد نے بھی مائرہ کو تنگ کیا۔

"اس کا مطلب ہے طائشہ بھی ایسی ہے......؟"

"مجھے بھابی بالکل ایسی نہیں لگتی ہیں۔" ارسلان کو کم گو سی طائشہ شروع سے اچھی لگی تھی۔

"میری بیوی بالکل ایسی نہیں ہے۔" سرمد نے بھی تائید کی۔

طائشہ سپاٹ چہرے کے ساتھ بیٹھی تھی جیسے مائرہ کی گفتگو ناگوار ہی گزر رہی تھی۔

"کاش......! سرمد میری شادی تم سے ہی ہو جاتی۔ کم از کم تم اپنی بیوی کی تو تعریف کرتے ہو۔" مائرہ نے دہائی دی۔

اسی وقت طائشہ نے سرمد کو دیکھا جو کچھ خجل ہو گئے تھے تو ایک دم ہی خفگی دکھاتی اٹھی۔

"مائرہ......! سوچ سمجھ کر بولا کرو۔" ارسلان نے محسوس کر لیا تھا، طائشہ کو ناگوار گزرا ہے۔

"سوچا سمجھا نہیں جب ہی تو تمہیں آج بھگت رہی ہوں۔"

طائشہ نے اریشہ کو سرمد سے لیا اور تیزی سے لاؤنج سے ہی نکل گئی۔ اس نے ان لوگوں کو ناشتہ پانی کا بھی نہ پوچھا۔

"سرمد......! لگتا ہے طائشہ کو برا لگا ہے......؟" مائرہ کو احساس ہوا۔

"تمہاری بے باکیاں ہر کوئی تو برداشت نہیں کر سکتا۔" ارسلان نے ٹوکا۔

مائرہ کچھ شرمندہ سی ہو گئی۔ وہ لوگ بھی جلد ہی اجازت لے کر چلے گئے تھے۔ سرمد اسے ڈھونڈتے پھر رہے تھے جو کچن میں انس کو کھانا کھلاتے ملی۔

"تم اٹھ کر کیوں آ گئی تھیں......؟" وہ سخت لہجے میں پوچھنے لگا۔

"......گفتگو سنی تھی آپ نے مائرہ کی......؟ کر لیتے اس سے ہی شادی، کم از کم میری جان تو نہ سولی پر ہوتی۔" اس نے انس کے منہ میں لقمہ دیا۔

"یار......! وہ شروع سے ہی ایسی ہے۔" انہوں نے چیئر گھسیٹی اور بیٹھ گئے۔

"رہا شادی کر لیتا اس سے، دماغ خراب نہیں تھا میرا۔ ایسی بے باک لڑکی کبھی میرا آئیڈیل نہیں رہی ہے جیسی مجھے چاہیے تھی مل گئی۔" انہوں نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا جو فوراً اس نے کھینچ لیا۔ انس کی وجہ سے جواب خاصا سمجھدار بھی ہو رہا تھا۔

"آئندہ مجھے اس کے سامنے مت بلوائیے گا۔"

"اچھا بابا......! موڈ تو خراب نہ کرو ویسے ہی اتنی پیاری لگ رہی ہو۔ غصے سے سب تباہ کر لو گی۔" انہوں نے مسکرا کر کہا۔

"آج مجھے واقعی آپ پر غصہ آ رہا ہے۔" طائشہ نے انہیں گھورا۔

"دل کھول کر غصہ کرنا، پہلے اسے فارغ کرو جلدی، اریشہ بھی رو رہی ہے۔ غالباً اسے تم نے فیڈ نہیں کروائی ہے۔" انہوں نے انس کو خود کھلانا شروع کیا۔

"پوری رات تنگ کیا ہے۔"

"ایکسکیوزمی......! اندر آ سکتا ہوں......؟" فان کلر کے قمیص شلوار میں ملبوس ڈیشنگ سا نائل مخاطب تھا۔

"اوہ......! تم......؟" سرمد نے منہ گھما کر دیکھا۔

"جی......! میں......!" اس نے انس کے رخسار پر پیار کیا۔

"آپی......! یہ شہرینہ کدھر ہے......؟ نظر نہیں آ رہی ہے۔"

"اوپر ہے جویریہ کے کمرے میں، مہندی لگانے والی آئی ہے ناں، وہ بھی ہاتھوں پیروں پر مہندی لگا کے وہیں لیٹی ہے۔" طائشہ نے انس کو کھلانے کے بعد چیئر سے نیچے اتارا اور برتن سنک میں رکھے۔

"ذرا ان محترمہ کو نیچے بلائیے۔" اس نے باہر نکلتے ہوئے کہا۔

"مہندی لگی ہوئی ہے، کیسے آئے گی......؟" طائشہ نے ڈانٹا۔

"آپی......! اس سے کہیئے اس کی شادی ہو چکی ہے جیسی بھی مہندی لگی ہے فوراً میرے پاس پہنچے ورنہ ابھی اٹھا کر گھر لے جاؤں گا۔" ہمیشہ یہی دھمکی دیتا تھا۔

"تمہارے پرانے حربے بدلے نہیں......؟" اس نے نائل کے بازو پر چٹکی لی۔

"کیوں سرمد بھائی......! آپ کے بدل گئے ہیں......؟" اس نے جواب میں انہیں مخاطب کر لیا۔

"یار......! تمہاری بیوی اور میری بیوی میں بہت فرق ہے۔ یہ ٹھہری دیسی میم اور دو بچوں کی اماں، تمہاری ٹھہریں بدیسی میم، ابھی صرف ایک بچے کی اماں ہے۔ اس لئے کچھ فرق ہے۔" سرمد نے تفصیل سے دونوں میں تضاد بتایا۔

"آپ فکر نہیں کریں، اب ایک نہیں رہے گا۔" وہ شوخی سے بولا۔

"نائل......! بدتمیز......! شرم کر لو۔" طائشہ نے اس کی پشت پر مکا مارا۔

"اچھا......! آپ اسے بلائیں نیچے، ایک تو ہم مردوں کا جانا اس کمرے میں ممنوع قرار دیا ہوا ہے آپ کی ساس صاحبہ نے۔" نائل نے افسردگی سے بتایا۔

"لیکن اپنا عمر پہنچا ہوا ہے۔ ٹیرس سے میں نے خود گھستے ہوئے دیکھا ہے۔" یاسر نے سنا تو وہ بھی آ گیا۔ اب چاروں ہال کمرے میں موجود تھے۔

"پتا چل جائے ابرار چچا کو اس کی خیر نہیں ہے۔" سرمد ہنسے۔

"اب کدھر ہے عمر......؟" نائل نے پوچھا۔

"ابھی تو بلال کے کمرے میں ہے۔ پردوں پر پھولوں کی لڑیاں لگا رہا ہے۔" یاسر نے بتایا۔

طائشہ شہرینہ کو بلانے اوپر چلی گئی تھی۔ وہ تینوں باتوں میں لگ گئے تھے۔ لیکن نائل کو شہرینہ سے ملنا تھا وہ سارا دن موبائل پر فون کرتا رہا جو وہ ریسیو ہی نہیں کر رہی تھی۔ سوچا تھا اچھی طرح خبر لے گا جو یہاں آ کر ہر بار اسے بھلا ہی دیتی تھی۔ وہ انتظار ہی کرتا رہا مگر وہ نہ آئی۔

●●●

"بھابی......! آپ نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا......؟" وہ آدھی نیند لے کے اٹھی تو طائشہ نے بتایا کہ نائل انتظار کر کے گھر چلا گیا ہے۔

"میں آئی تھی اوپر، تم سو رہی تھیں۔" وہ خود بھی اپنے ہاتھوں پر مہندی لگوا رہی تھی۔ جویریہ کے تو دوپہر میں ہی لگ گئی تھی۔

"میرا موبائل بھی نہیں مل رہا ہے۔" وہ کپڑے جھاڑتے ہوئے اٹھی۔ مہندی اس کی سوکھ چکی تھی، پریشان سی نیچے ہی چلی گئی۔

"امی......! یہ آئے تھے......؟" وہ منہ بسورنے لگی۔

"ہاں......! نائل آیا تھا، ارسل کو لے گیا ہے۔"

"کیا......؟ اسے لے گئے......؟" اب اور ہی پریشان ہو گئی کیونکہ ارسل تو اس کے بغیر ایک لمحے کو نہیں رکتا تھا اور یہ نائل اسے بلانے کے لئے یہی طریقہ اپناتا تھا۔

"مجھے گھر جانا ہو گا۔"

"لڑکی......! دو بجے رات کے......؟ ہوش میں تو ہو......؟" انہوں نے حیرانگی سے کہا۔

"آپ کو نہیں پتا ان کا موڈ خراب ہو جائے گا۔ پورا دن مجھے پتا ہے، میرے موبائل پر کال کرتے رہے ہوں گے، اب انہیں کیا پتا میرا موبائل ادھر ادھر ہو گیا ہے......؟"

"شہرینہ......! ابھی تک تمہاری لاپرواہی نہیں گئی ہے......؟" فاخرہ بیگم بھی ناراض ہونے لگیں۔

"بڑی امی......! مجھے نیند آ گئی تھی۔" وہ شرمندہ ہوئی۔

"تمہاری نیند سے ہم بھی عاجز ہیں لڑکی......! کتنا سوتی ہو یہاں آ کر......؟ بچہ تک تمہارا روتا رہتا ہے۔"

"سوری بڑی تائی امی......! پلیز اس وقت مجھے کسی سے بھی کہہ کر گھر ڈراپ کروادیں۔" شہرینہ کو نائل کی
ہوگئی تھی، مہندی سوکھ کر جھڑنے لگی تھی۔ گھنگھریالے بال پشت پر کھلے پڑے تھے۔"

"چلو میں یاسر سے کہتی ہوں، وہ چھوڑ آئے گا۔" آمنہ بولیں۔

"امی......! یاسر بھائی کو چھوڑیں، پاپا سے کہہ دیں وہ ڈراپ کر دیں گے۔" وہ یاسر کو اور فارحہ کو کمرے جاتے ہوئے پہلے ہی دیکھ چکی تھی۔

"اچھا......! تم حلیہ درست کر کے آؤ۔" وہ اندر چلی گئیں۔

شہرینہ تیزی سے سیڑھیاں چڑھتی گئی۔ اپنے کمرے میں آگئی جو اس کا شادی سے پہلے بھی تھا، اب بھی وہ وہ قیام کرتی تھی۔ اندر قدم رکھا تو گھپ اندھیرا تھا۔

دسمبر شروع ہو چکا تھا اس لئے خنکی بڑھنے لگی تھی، پنکھا چل نہیں رہا تھا۔ خاموشی زیادہ تھی، سردیوں کی راتیں پراسراری بھی لگتی تھیں۔ اس نے سوئچ بورڈ پر ہاتھ مار کر لائٹ آن کردی۔

"آ......آپ......؟" اس نے نائل کو دیکھ کر چیخ ہی ماردی جو بیڈ پر لیٹا ہوا تھا اور جاگ بھی رہا تھا۔

"مل گئی فرصت......؟ آ گیا خیال میرا......؟" وہ خفا ہونے لگا۔

ارسل اس کے پہلو میں لیٹا بے خبر سو رہا تھا۔ شہرینہ نے خفیف سا ہو کر نائل کو کن انکھیوں سے دیکھا جو بیڈ پر سید لیٹا ہوا تھا۔

"میں سمجھی کہ آپ گھر چلے گئے ہیں۔" اپنا یلو آنچل سمیٹ کر گلے میں پھنسالیا۔ یلو کاٹن کا سوٹ اس پر گر دھنک سے کام بنا ہوا تھا۔ اس میں وہ بہت کھل رہی تھی۔ نائل کی نگاہ ہٹ ہی نہیں رہی تھی۔

"نکلا تھا گھر جانے کے لئے ہی، گاڑی نے اسٹارٹ ہونے سے انکار کر دیا۔" وہ بتانے لگا۔

"پتا ہے اتنی ٹینشن میں آگئی تھی، آپ مجھ سے ملے بغیر چلے گئے ہیں۔"

"اچھا......! تم بھی ٹینشن میں آتی ہو......؟" وہ تنک گیا۔

"مجھے پتا ہے، آپ کو غصہ آرہا ہے۔ میرا سیل کل رات سے نہیں مل رہا ہے۔" وہ کھسیائی ہوئی تھی۔

نائل کی نگاہ اس کے گورے گورے ہاتھوں پر تھی جہاں بھری ہوئی مہندی اندر اور باہر لگی ہوئی تھی۔ پیروں پر بھی جھک کر نگاہ ڈالی، سرخ رنگ بہت خوبصورت لگ رہا تھا۔ آج وہ دیکھ بھی پہلی بار ہی رہا تھا۔

"تمہارا سیل ادھر تمہارے بیڈ پر ہی پڑا ہوا تھا۔" اس نے سیل نکال کر اسے دکھایا۔

"یہ ضرور عمر کی حرکت ہوگی۔ پورا وقت لے کے پھرتا رہتا ہے۔ میرا پورا بیلنس ختم کر دیتا ہے۔ اپنا تو سیل کنجوس چھپا کر رکھتا ہے۔"

"جب بھی فون کرو ریسیو ہی کرتا ہے۔" اس نے شہرینہ کے مہندی سجے ہاتھوں کو چھوا۔ بھینی بھینی خوشبو اس کے حواسوں پر چھا رہی تھی۔

"پاپا سے ڈانٹ بھی پڑوا چکی ہوں۔" اس نے ارسل کو دیکھا جو تھوڑا کسمسایا تھا۔

"آج آپ خاصی اچھی لگ رہی ہیں۔" وہ اس کی تعریف کئے بنا نہ رہ سکا۔

"آخر بیوی کس کی ہوں......؟" اس نے نائل کے شانے سے سر ٹیک دیا۔

"شہرینہ......! کبھی کبھی مجھے تمہیں دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ جرمنی سے آئی ہو لیکن ذرا بھی انداز نہیں ہوتا ہے۔ بالکل یہیں کی لگنے لگی ہو لیکن پھر بھی تمہارا چہرہ فارنر لگتا ہے۔" اس نے شہرینہ کے گرد حصار تنگ کیا۔

"ایک بات پوچھوں، بتائیں گے......؟" وہ قدرے توقف کے بعد گویا ہوئی۔

"شہرینہ......! آجاؤ، تمہارے پاپا بلا رہے ہیں۔" آمنہ اوپر ہی آرہی ہیں۔

"اوہ مائی گاڈ......! پاپا سے کہا تھا کہ وہ مجھے چھوڑ آئیں۔" وہ گھبرا کر اٹھی۔

"تم کہہ کر آؤ نہیں میں یہاں موجود ہوں۔" نائل نے حصار ہٹایا۔

شہرینہ دروازہ کھول کر چلی گئی بتانے۔ کچھ ہی لمحوں میں آبھی گئی۔ نائل نے ارسل کو سائیڈ پر کیا اور خود شہرینہ کے لئے جگہ بنانے لگا۔

"پاپا سو چکے تھے امی نے اٹھایا تھا۔" دوبارہ جگہ پر آگئی۔

"ہاں......! تم پوچھ رہی تھیں۔" نائل لیٹ چکا تھا، نگاہ پہلو میں بیٹھی شہرینہ پر تھی۔

"وہ ہاں......! سوچتی ہوں پوچھوں یا نہیں۔" وہ ہچکچائی۔

"یار......! پوچھ لو، صبح مجھے اُٹھ کر انا ہوگا کیونکہ امی بھی یہیں ہیں۔"

"واٹ......! امی بھی ادھر ہیں...... ے بتایا بھی نہیں۔" وہ تو چونک کر کھڑی ہوئی۔ اسے کسی نے نہ بتایا۔

"کہاں جا رہی ہو......؟"

"امی سے تو مل لوں۔" وہ شرمندہ بھی ہو رہی تھی۔

"شاہین آنٹی کے کمرے میں تھیں، سو چکی ہوں گی۔"

"کتنی بری بات ہے۔ ان سے بھی نہیں ملی۔" اسے اپنی نیند پر غصہ آیا جو بہت آتی تھی۔

"اب میں نے آج سے تہیہ کیا ہے بارہ بجے سے پہلے نہیں سوؤں گی۔"

"شکر ہے میرے مالک......! میری بیوی کو عقل دی۔ بعض اوقات مجھے لگتا ہے کہ تم مٹی سے نہیں نیند سے بنی ہو۔" نائل نے شوخی سے کہا۔

"اچھا......! اب مجھے مزید شرمندہ مت کریں۔" وہ منہ بنانے لگی۔

"غالباً آپ مجھ سے کچھ پوچھ رہی تھیں۔"

"ہاں......! یہ پوچھ رہی تھی کہ آپ نے میری مدر کو دیکھا تھا......؟" اس نے ایک دم ہی پوچھ لیا۔ نائل نے ایک لمحے کو اسے پرسوچ نگاہوں سے دیکھا جو سر جھکا کر رہ گئی تھی۔

"تمہیں اچانک ان کی یاد کیوں ستانے لگی......؟" اس نے شہرینہ کی ناک پر انگلی ماری۔

"آخر میری مدر تھیں۔ اور ویسے بھی میں پوچھ سکتی ہوں۔"

"چلو میں بتا ہی دیتا ہوں، کیا تم نے ان کی تصویر تک نہیں دیکھی......؟" وہ بتانے ہی لگا تھا درمیان میں سوال کر بیٹھا۔

"پاپا نے انہیں نہ صرف دل سے نکالا بلکہ ان کی ایک بھی چیز گھر میں نہیں رکھی۔ حالانکہ میں بہت ڈھونڈتی تھی کوئی تو تصویر ملے۔" وہ اب نائل کے سینے پر سر رکھے بول رہی تھی اور وہ اطمینان سے بیڈ کی بیک کراؤن سے پشت ٹیکے بیٹھا تھا۔

"جرمنی میں پاپا اسکول و یونیورسٹی حتیٰ کہ اسلامک سینٹر جاتی تھی تو خود ہی ڈراپ اینڈ پک کرتے تھے۔"

"انہیں ڈر ہوگا کہ تمہاری مدر تمہیں ورغلا کر لے نہ جائیں۔" اس نے شہرینہ کے گرد حصار باندھا جو آج کچھ افسردہ سی لگ رہی تھی۔ مہندی کی بھینی بھینی خوشبو نائل کو اچھی لگ رہی تھی۔

"خیر......! ان کے ساتھ جاتی تو نہیں، پاپا نے مجھے بہت لاڈوں سے رکھا ہے۔"

"اب میں رکھ رہا ہوں۔" وہ شرارت کرنے ہی والا تھا۔ اس نے نائل کے منہ پر اپنے مہندی سے سجے ہاتھ رکھ دیئے۔

"دیکھیے میں جو پوچھ رہی ہوں وہ بتایئے، میری مدر کیسی تھیں......؟"

"اوں ہوں......!" ایک لمحے کو رُکا۔

"بالکل تم ان کی کاربن کاپی ہو۔ سرخ وسپید، گولڈن گھنگھریالے بال، یہ گہری گرین آنکھیں، نازک ہونٹ، گلابی سے پتلی ستواں ناک۔"

"کیا ہے......؟ سیدھی طرح بتایئے ناں......!" وہ جھینپ گئی اور ناراض بھی ہونے لگی۔

"یار......! بتا تو رہا ہوں۔" وہ ہنسنے لگا۔

"بہت خوبصورت تھیں، بس دل کی خوبصورت نہ تھیں۔"

"پتا نہیں کیوں مجھے کبھی ان سے محبت ہی محسوس نہیں ہوئی۔ آپ کی پھپھو ہی مجھے اپنی رئیل امی لگتی ہیں۔" وہ دل سے اعتراف کر رہی تھی۔

"اور پھپھو بھی تمہیں اپنی ہی بیٹی سمجھتی ہیں۔" اس نے شہرینہ کی گرین آنکھوں میں دیکھا۔

"سوچتا ہوں جب ہماری بیٹی ہوگی وہ بالکل تمہاری طرح ہونی چاہیے۔"

"اُتر گئے لائن سے۔" وہ شرما ہی گئی۔

"یار......! ایک خواہش ہے جو تمہیں بتا رہا ہوں۔"

"سونے کی تیاری کریں۔ صبح ڈھیروں کام ہیں۔" اس نے حیا سے اس کی بات ہی کاٹ دی۔ نائل نے زوردار قہقہہ لگایا مگر شہرینہ کی خشمگیں نگاہ کی وجہ سے بریک لگانا پڑا۔

"اگر یہ اٹھ گیا ناں میری شامت ہے۔ آپ سے تو سنبھلتا نہیں ہے۔"

"بے فکر رہو، بیٹے کو سنبھال لوں گا۔" وہ زیادہ ہی شوخ ہونے لگا۔

"آپ نے میرے بچے کی دوسری برتھ ڈے بھی مس کر دی ہے۔"

"کیا یہ دوسال کا ہو گیا......؟" جل کے بولی۔

"خفا کیوں ہوتی ہو......؟ اگلے ہفتے شاندار تقریب کا انتظام کیا ہے میں نے۔ دو نئے شادی شدہ جوڑے بھی شرکت کریں گے ڈبل مزہ آئے گا۔" نائل نے اسے اپنا پروگرام بتایا، وہ حیرت کے ساتھ خوش بھی ہوئی۔

"میں نے پہلے ہی لارجسٹ میں بکنگ کر لی ہے۔ میرے بیٹے کی پہلی برتھ ڈے مس ہوئی ہے مگر سیکنڈ چاہے لیٹ ہو گئی ہے مگر شاندار طریقے سے منائیں گے۔" اس نے ارسل کے رُخسار پر پیار کیا۔

"آپ کتنے اچھے ہیں۔" شہرینہ نے اسے وارفتگی سے دیکھا۔

"اچھا......! تمہیں اب پتا چلا ہے۔" اس نے اس کی لٹ کھینچی۔

"کتنی خوش نصیب ہوں میں، اتنے محبت کرنے والے لوگ ملے، اتنا اچھا محبت کرنے والا ہسبینڈ۔" وہ دل سے بہت خوش تھی۔

"میری وجہ سے یاسر اور فارحہ میں مس انڈر اسٹینڈنگ ہوئی۔ وہ بھی دور کروا دی۔"

"واقعی......! تم نے جو سوچا وہ ہو گیا۔" نائل نے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

"مجھے بھی اتنی پیاری بیوی ملی جو شروع میں تو خراب تھی مگر پھر خود ہی مجھے سمجھنے لگی۔"

"آپ یہ بتایئے مجھ سے محبت پہلے ہوئی یا شادی کے بعد......؟" وہ پوچھنے لگی۔

"سچ بتاؤں......! پہلی نظر میں اچھی لگیں پھر ضد ہو گئی کہ تم سے ہی شادی کرنی ہے۔ اس کے بعد محبت بھی

ہو گئی۔" اس نے بھی اعتراف کیا۔

"جب ہی اتنے ریلیکس رہتے تھے۔" اس نے منہ بنایا۔

"محترمہ......! وہ تو آپ کے رویوں کی وجہ سے تھا۔ خواہ مخواہ فساد کھڑا کیا ہوا تھا۔"

"محبت سے بھی ہینڈل کر سکتے تھے......؟" اس نے شکوہ کیا۔

"اب کر تو رہا ہوں محبت سے ہینڈل۔" اس نے شہرینہ کو حصار میں لے لیا۔ کسمسا کر نکلنے لگی مگر گرفت ہی مضبوط تھی۔ اس نے بھی تردد نہ کیا اور اپنے محبوب کے لیے وہ ہمیشہ تیار رہتی تھی۔

●●●

صبح واقعی ہڑبونگ ہی مچ گئی۔ صدف کو اپنے بچوں کے کپڑے گھر سے لانے تھے۔ فراز کو فون کر کے بلایا اور اس کے ساتھ چلی گئی۔ انوار احمد سب کو ہی سرزنش کر رہے تھے۔ کوئی رات گئے تقریب نہیں ہوگی۔ گھر کی بات ہے۔ اس لیے سارے کام وقت پر ہوں۔ جویریہ کو پارلر تین بجے جانا تھا۔ آمنہ نے اسے کھانا وغیرہ کھلا دیا تھا جو اس نے بمشکل ہی کھایا تھا۔

"یہ تم ایسے ہی کیوں گھوم رہے ہو......؟" انوار احمد نے بلال کو ٹوکا جو موبائل پر اعظم سے بات کر کے فارغ ہوا تھا۔

"وہ ابو......! فون تھا۔"

"یہ فون وغیرہ بعد میں کرنا، اپنا حلیہ درست کرو، شیو وغیرہ بناؤ، پورے ریچھ کی شکل لگ رہی ہے۔" انہوں نے تیز لہجے میں ڈانٹا۔

"جی اچھا......!" وہ خجل ہی ہو گیا۔

"سرمد کہاں ہے......؟" اب انہوں نے فاخرہ بیگم کو مخاطب کیا۔

"ہوٹل گیا ہے۔ کھانے کے انتظامات اس کے ہاتھ میں ہی ہیں۔ مکمل کرواتے ہی آئے گا۔" وہ بولیں۔

بلال سیڑھیاں چڑھ رہا تھا کہ عمر نے اسے روک لیا اور خاصی معنی خیز اور شوخ نگاہوں سے گھورا۔

"بلال بھائی......! اندر گرج چمک ہو رہی ہے۔"

"گرج چمک......؟" وہ سمجھا نہیں۔

"جویریہ بھابی رو رہی ہیں۔ امی، بجو، فارحہ باجی سب ہی چپ کرا رہی ہیں۔ انہیں اپنے ڈیڈی بہت یاد آرہے ہیں۔"

"ظاہر ہے رونے کی بات ہی ہے، ان کے ڈیڈی جو اس دُنیا میں نہیں ہیں۔" بلال کو ملال سا ہوا۔ خواہ مخواہ اس نے جویریہ کو افسردگی میں مبتلا کیا ہوا تھا۔ وہ رونے کی وجہ بھی جانتا تھا۔

"لیکن مجھے پتا ہے وہ آپ کی وجہ سے رو رہی ہیں۔"

"ہاں......! سارا الزام مجھے دو اور وہ جو اس نے کیا وہ نظر نہیں آیا......؟" مشتعل ہی ہو گیا۔

"آہستہ یار......! آپ تو گرمی کھانے لگے۔" اس نے بلال کی بلیو شرٹ کے بٹن کھولے۔

"ویسے مجھے پتا ہے اوپری غصہ ہے اندر پیار ہے۔"

"عمر......! زیادہ فری ہونے کی کوشش مت کرو۔"

"میں آپ کو سمجھتا ہوں اور دیکھیے گا میں اپنا کارنامہ سب کو دکھاؤں گا۔"

"کیا کارنامہ دکھاؤ گے......؟" وہ شک میں پڑ گیا۔

"میں کیا بتاؤں......؟" وہ نیچے سیڑھیاں اُتر گیا۔ بلال گہری سوچ میں غرق اپنے پھولوں سے لدے پھندے

کمرے میں آ گیا۔ پورا کمرہ کسی اور ہی جہاں کا نقشہ پیش کر رہا تھا۔

اس نے روایتی طرح سے شیروانی منتخب نہیں کی تھی بلکہ نیوی بلیو ڈنر سوٹ کا انتخاب کیا تھا۔ جب تقریب بھی ایک ہی تھی تو اس نے اس فارمل ڈریس کو ترجیح نہ دی تھی۔

وہ ٹیرس پر آ گیا برابر میں ہی جویریہ کا کمرہ تھا آوازیں صاف ہی آ رہی تھیں۔ تجسس کے مارے سننے ہی لگا۔

"جویریہ.....! تم ہم سب کے ساتھ ہی تو ہو گی گڑیا مت رونا۔" فارحہ اسے سمجھانے کی بھی کوشش کر رہی تھی۔

"امی.....! یہ تو دلہن بننے کے بعد بھی رو رو کر میک اپ خراب کرے گی۔ بلال تو ڈر جائے گا۔" شہرینہ نے شرارت سے کہا۔

بلال کو ہنسی آ گئی۔ وہ دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑا تھا تا کہ کوئی اسے نہ دیکھ لے۔

"مجھے پتا ہے ابھی یہ رو رہی ہے۔ صبح ہنستی ہوئی ملے گی۔" فارحہ نے پھر معنی خیزی سے کہا۔

"یہ تم نے ٹھیک کہا۔ ویسے جویریہ.....! بلال تم سے رومینٹک تو ہوتا ہی ہو گا.....؟" شہرینہ تو اس کے پیچھے ہی پڑ گئی۔

بلال بھی جھینپ گیا ان کے شہرینہ تو بال کی کھال نکالتی تھی جویریہ کی اسے سوں سوں کی آواز آ رہی تھی۔

"تم دونوں اسے نیچے لے کے آؤ پارلر جانا ہو گا۔ میں یاسر کو کہتی ہوں۔" آمنہ یہ کام ان کے سر کر کے خود چلی گئیں۔

"جویریہ.....! بلال رومینٹک کیسے ہوتا ہے.....؟"

"کیا ہے شہرینہ باجی.....!" وہ کھسیا گئی۔ کیونکہ آج تو اسے سب سے ہی شرم آ رہی تھی۔

"یہ ناں تم بلال سے کہنا کیا ہے بلال.....!"

"ارے.....! اس وقت تو بیچاری خود ہی ٹھکانے پر نہ ہو گی۔" فارحہ شادی کے بعد کچھ زیادہ ہی بے باک اور رارتی ہو گئی تھی۔

بلال ایک لمحے کو آنکھیں بند کر کے مسکرا کے جویریہ کو تصور میں لایا، بے چینی سے اسے جویریہ کا انتظار تھا۔ وہ رف اس کے لئے اتنا سج سنور کے آئے گی۔ صرف اس کے لئے ہو گی یہ سج دھج وہ اس کے سامنے ہو گی اور پھر اس کوئی پابندی نہ ہو گی حتیٰ کہ جویریہ کی بھی نہ ہو گی وہ اسے دیکھتا رہے گا۔ وہ نہ جانے کتنے لمحے ان خوبصورت لمحوں کو وچتے رہتا جو اس کے نام کے ساتھ جڑنے والی ہے۔ جلدی سے وہاں سے ہٹ گیا کہ کسی کو شک نہ ہو جائے۔ مرے میں آتے ہی گلاس ڈور بند کیا اور پردے برابر کیے۔

"یا اتنے پردے ڈالنے کی پتا نہیں کیا تک ہے.....؟" اسے پردوں سے الجھن ہوئی جو عمر نے اضافی لٹکائے تھے۔

وہ وارڈروب کھولنے آگے بڑھا تو دروازے پر دستک ہوئی۔

"کون ہے.....؟ آ جاؤ.....!" اس نے ہانک لگائی۔

"اوہ.....! آپ ہیں.....؟"

"ہاں.....! میں ہوں۔" طائشہ اندر آ گئی تھی۔ اس کا بیڈروم ستائشی انداز میں دیکھا، خاصا خواب ناک ماحول تھا۔

"عمر نے زبردست ڈیکوریٹ کیا ہے۔" تعریف کئے بنا نہ رہ سکی۔

بلال سینے پر بازو لپیٹے مسکرانے لگا۔

"بلال.....! تمہاری امانت تمہیں دینے آئی تھی۔" اس نے ایک والٹ اس کے آگے لہرایا۔

وہ حیرانگی سے ناسمجھی کی کیفیت میں دیکھنے لگا۔ یہ والٹ تھا تو اسی کا پھر طائشہ کے پاس کیسے؟ اس نے اس کے ھ سے لیا۔

"یاد کرو بلال.....! تمہارا یہی والٹ تھا ناں جو کھو گیا تھا.....؟" وہ معنی خیز ہوئی۔

"ہاں.....! یہی تھا۔ اوہ.....! یہ آپ کو کہاں سے ملا.....؟" اس میں جویریہ کی تصویر لگی ہوئی تھی، کتنا اسے ڈھونڈا تھا۔ اپنا کمرہ تک اُلٹ پلٹ کر دیا تھا۔

"یہ آپ کو کہاں سے ملا.....؟" وہ حیران تھا۔

"تم ایک دن انس کو لینے ہمارے کمرے میں آئے تھے اسی وقت تمہاری پاکٹ سے گرا تھا۔ میں نے اٹھا کر یکھا تو جویریہ کی تصویر لگی تھی۔ بس تمہیں تنگ کرنے کو چھپا لیا۔"

"آپ جانتی تھیں سب.....؟" وہ سر کھجانے لگا۔

"ہاں.....! سب جانتی تھی لیکن تم منہ سے اقرار نہیں کرتے تھے۔"

"کیسے اقرار کرتا، جب وہی اقرار نہیں کر رہی تھی۔" اس نے والٹ بیڈ پر اُچھال دیا۔ دیگر چیزیں بھی اس کی ہیں پڑی تھیں۔

"چلو آج کروا لینا۔" اس نے چھیڑا۔

"وہ سر جھکا کر ہنسنے لگا۔ اسے بھی کچھ ان کے سامنے جھجک سی آ رہی تھی۔

"اچھا.....! جلدی تم بھی تیاری کرو۔ ابو ناراض ہو رہے ہیں۔" اس نے یاد دلایا۔

"آپ کی دیورانی صاحبہ پارلر چلی گئیں.....؟" اسے تجسس بھی ہوا۔

"ہاں.....! چلی گئی ہے۔"

"بھابی.....! مجھے زیادہ یہ میک اپ وغیرہ پسند نہیں ہے۔" اپنی پسند سے آگاہ کیا۔

"شادی پر کیا سادی اچھی لگے گی.....؟ تمہارے بیڈروم میں جیسے ہی آئے تم منہ دھلوا دینا۔" اس نے مشورہ دیا۔

بلال جھینپ گیا۔ طائشہ اس کے سر پر چپت لگاتی ہوئی چلی گئی تھی۔



آواری کے خوبصورت ہال میں زبردست انتظام کیا گیا تھا۔ اسٹیج کو اصلی پھولوں سے سجایا گیا تھا۔ برقی قمقموں کی نی میں ہال کسی محل کا حصہ لگ رہا تھا۔ پورے ہال میں لائٹنگ ہونے کا ارینجمنٹ دو دو لگا کر راؤنڈ ٹیبلز لگائی گئی یں۔ روش پر ریڈ کارپٹ، سرمد نے دل کھول کر جدید طرز کا ڈیکوریٹ کروایا تھا۔

مہمان آنا شروع ہو گئے تھے۔ بلال نیوی ڈنر سوٹ میں اِدھر سے اُدھر مہمانوں سے مل رہا تھا۔ اس نے روایتی لہا کا کردار ادا نہ کیا تھا۔ اسٹیج پر وہ نہیں بیٹھا تھا۔ تمام مہمانوں کو ریسیو کر رہا تھا۔ ریسیپشن پر کیمرہ فٹ تھا اور بڑی سی رین پر سب کچھ دیکھ سکتے تھے۔ جس وقت جویریہ کی ہال میں انٹری ہوئی دائیں بائیں شہرینہ اور فارحہ اس کے تھ تھیں بلڈ ریڈ لہنگا جو فل گولڈن تھا۔ اس پر میک اپ اور گولڈ کی جیولری میں نگاہیں جھکا کر سبک خرامی سے آ رہی ی۔ بلال مبہوت زدہ رہ گیا۔ جویریہ کا ایسا قاتل حسن وہ آج اسے یوں مکمل شاہکار کی طرح ہی لگی۔

"کیا بات ہے.....؟ ابھی سے کھو گئے.....؟" تائل بلیک ڈنر سوٹ میں چلا آیا اور اس کی پشت پر دھپ لگائی۔

"آں ہاں.....! ایسی تو کوئی بات نہیں۔" کچھ جھینپ گیا۔

"کوئی بات نہیں، اب تو تمہاری اپنی ملکیت ہے دیکھ سکتے ہو۔" وہ شوخی سے گویا ہوا۔

"تائل بھائی.....! ایک آپ اور وہ آپ کی بیگم میرے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ جاتی ہیں۔" وہ کھسیایا۔

"ٹھیک ہی پڑتے ہیں ہم دونوں کیونکہ سب سے پہلے رنگے ہاتھوں ہم دونوں نے ہی پکڑا تھا۔ صدف کی شادی

پر خوب بڑھ چڑھ کر جویریہ کے لئے شاپنگ کی تھی۔'' اس نے انکشاف کیا۔

''تو کیا آپ نے دیکھ لیا تھا......؟'' وہ خفیف سا ہو گیا۔

''ہاں مسٹر......! اور کچھ بتاؤں......؟'' نائل نے ڈھٹنگ سے بلال کو ستائشی نگاہوں سے دیکھا جس کے چہرے سے سرمستی پھوٹ رہی تھی۔

''بس......! روک دیں۔'' اس نے ہاتھ جوڑے۔

''یار......! پوچھ لو، آج کام آئے گا۔'' معنی خیز ہوا۔

''نائل بھائی......! آپ بھی ناں......!'' وہ مسکرانے لگا۔

''چلو بلال......! نکاح کے لئے آجاؤ۔'' سرمد اسے بلانے آ گئے تھے۔

بلال کا دل دھڑک اٹھا۔ عجیب سے احساس میں مبتلا ہو گیا۔ وہ نائل اور یاسر کی ہمراہی میں اسٹیج پر آ گیا۔ جویریہ اندر ڈریسنگ روم میں تھی۔ ابھی سب بزرگ حضرات اندر تھے۔ جویریہ کے نکاح کے لئے وہ سب کو اپنی جانب دیکھتا پاکر کچھ نروس ہونے لگا۔ اعظم اس کے برابر میں ہی براجمان تھا۔

''یار......! نارمل رکھو خود کو۔'' اس نے سرگوشی کی۔

''یار......! عجیب سا لگ رہا ہے۔'' اس نے بھی آہستگی سے کہا۔

اتنے میں نصیر احمد اور ابرار احمد اندر سے کاغذات لئے برآمد ہوئے اور پھر بلال کا نکاح عمل میں آیا۔ مبارک، سلامت کا شور اٹھ رہا تھا۔ ہال میں مدھم مدھم میوزک الگ تاثر قائم کر رہا تھا۔ ایک سائیڈ پر سوئمنگ پول تھا۔ اس میں جویریہ اور بلال کے نام کے غبارے ڈالے ہوئے تھے۔

''دولہا صاحب......! اب تو اسٹیج پر بیٹھ جاؤ، دُلہن آ چکی ہے۔'' یاسر نے کہا۔

''مجھے ناں بیٹھنا کوفت لگتا ہے۔'' بلال نے اسٹیج پر نگاہ ڈالی جہاں جویریہ سر جھکائے بیٹھی تھی۔ شہرینہ، طائشہ، فارحہ، صدف سب ہی اسٹیج پر تھیں۔

''مووی تصویریں تو بنوا لو......؟'' اعزاز نے ہی یاد دلایا۔

''میں تو یہ سوچتا ہوں آپ لوگ اتنی دیر اسٹیج پر بیٹھ کیسے گئے تھے......؟''

''ارے......! یہ موقع ہی ایسا ہوتا ہے۔'' اعزاز طلحہ کو گود میں لئے ہوئے تھا۔

''نائل......! یہ سب سے الگ دولہا ہے جو اپنی دُلہن کے پاس بیٹھنے سے منع کر رہا ہے۔'' اعزاز نے نائل سے کہا۔

''ابھی منع کر رہا ہے لیکن بعد میں تو......''

''بس بس......! آپ تو نائل بھائی......! شروع ہو جاتے ہیں۔'' بلال نے درمیان میں ہی ٹوک دیا۔

تینوں نے ہی قہقہہ لگایا تھا۔ بلال گھورنے لگا۔

''یار......! آج ہماری بیگمات بھی دُلہن سے کم نہیں لگ رہی ہیں۔'' نائل نے گرین لہنگے میں سجی سنوری شہرینہ کو دیکھا جو خود دُلہن ہی لگ رہی تھی۔

''شہرینہ بھابی تو بالکل لگ رہی ہیں۔'' اعزاز نے تائید کی۔

''تمہاری والی بھی کم نہیں لگ رہی ہے، وہ دیکھو۔'' صدف کی جانب توجہ مبذول کرائی۔ جو اپنے ولیمے کا لہنگا زیب تن کئے ہوئے تھی مگر اُلجھی اُلجھی۔

''ہیں......؟ مجھے تو منع کر رہی تھی کہ بچے اتنا تنگ کریں گے، میں نہیں پہنوں گی۔'' اعزاز کو حیرانی ہوئی۔

''تمہاری وجہ سے منع کیا ہو گا کہ خواہ مخواہ نیت ہی خراب ہو گی۔'' نائل نے شرارت سے اس کے شانے پر دھپ لگائی۔

اتنے میں ڈنر شروع ہو چکا تھا۔ ماحول میں چمچے، پلیٹوں کی آوازوں اور بچوں کا شور تھا۔ اعزاز کے تمام گھر والے ہی آئے تھے۔ نیلم، بشریٰ وہ بھی تھیں، رحمان علی کی فیملی کو بھی مدعو کیا گیا تھا۔

''آپ کی آنکھیں رئیل ہیں یا لینز لگائے ہیں......؟'' امبر کب سے شہرینہ کا تعاقب کر رہی تھی کہ وہ اس سے ضرور پوچھے گی۔

''کیوں......؟ لینز لگ رہے ہیں......؟'' شہرینہ مسکرائی۔

''شہرینہ بھابی......! آپ کے لینز تو نہیں ہیں ناں......؟'' فراز اس سے تائید کرانے آیا۔

''آپ تو چپ رہیں۔'' امبر نے اسے ڈانٹ دیا۔

''ارے ارے......! تم دونوں تو لڑنے لگے۔'' شہرینہ نے امبر کا ہاتھ پکڑا۔

''بھئی......! میری آنکھیں واقعی گرین ہیں۔''

''ارے......! شرط جیت گیا۔'' فراز نے نعرہ لگایا۔

''کیسی شرط......؟'' وہ سمجھی نہیں۔

امبر تو گھبرا ہی گئی۔ فراز جو اسے وارفتگی سے دیکھنے لگا تھا۔ شہرینہ کچھ سمجھی نہیں تھی۔

''فراز......! کیا شرط تھی......؟''

''یہی کہ اگر آپ کے لینز ہوئے تو ہماری شادی دو سال بعد ہو گی اور اگر نہیں تو نکاح ہو گا کیونکہ نیلم بجو اور بشریٰ آپی آئی ہوئی ہیں۔ کچھ تو تقریب ہو۔'' اس نے امبر کو دیکھا۔

امبر تو شرما کر بھاگ لی بلکہ بشریٰ اور نیلم کے پاس جا کر بیٹھ گئی۔ وہاں سے وہ اسے اٹھا نہیں سکتا تھا۔

''فراز......! لڑکی تم نے پیاری چنی ہے۔'' شہرینہ نے سراہا۔

''اوہ......! تھینک یو......!'' اس نے تفخر سے کالر اکڑائے۔

''میں بشریٰ باجی اور نیلم باجی سے بھی مل لوں۔ ایسے جھمیلوں میں پڑی کہ ان سے ملنے بھی نہ جا سکی۔'' وہ اپنا لہنگا سنبھالتی ہوئی سامنے کی روش میں چلی گئی۔

''ارے طائشہ......! سرمد کہاں ہے......؟'' مائرہ نے اسے روکا جو بلیو جارجٹ کے جدید اسٹائلش سوٹ میں تھی۔

''جی......! وہ ادھر ہی کہیں ہوں گے۔'' طائشہ کو ناگوار گزرا جو کتنی بے تکلفی سے سرمد کو پوچھ رہی تھی۔

''کم از کم یہ سرمد ہی اچھا ہے ارسلان سے۔'' بولنے پر آتی تو سوچتی سمجھتی نہ تھی کہ کیا بول رہی ہے؟ طائشہ نے اپنا دھانی آنچل سمیٹ کر شانوں پر ڈالا۔ آج وہ خود میک اپ جیولری اور دراز بالوں کی چوٹی میں ڈھیروں گجرے لگائے حسین ترین لگ رہی تھی۔

''یہ آپ کو پہلے سوچنا چاہیے تھا۔ ان کی بھی شادی ہو گئی ہے۔'' وہ نہ چاہتے ہوئے بھی طنز کر گئی۔

''ہاں......! یہ تم نے خوب کہا لیکن یہ سرمد اتنا گھنا مشہور تھا ہمارے گروپ میں، مجال ہے کہ کسی لڑکی کو بھی لفٹ کرائی ہو۔ مجبوراً مجھے ارسلان کی دوستی قبول کرنی پڑی۔'' وہ شاید اس کا طنز سمجھی نہیں تھی۔

''ایکسکیوز می......! مجھے ذرا بلایا جا رہا ہے۔'' اسٹیج پر سے آمنہ اسے اشارے سے بلا رہی تھیں۔ وہ موقع پاتے ہی چلی گئی مگر پھر فوراً سرمد کو بھی ڈھونڈا۔

''سنیے......!'' طائشہ بہت خفا لگ رہی تھی۔

"جی......! کہیے جانم......!" وہ ترنگ میں آ گئے۔

"اوں ہوں......! اطراف کا خیال کر لیں۔" اس نے لوگوں کی جانب اشارہ کیا۔

"ہاں یار......! بولو......! اتنی غصے میں کیوں وہ......؟ جبکہ آج مجھے چاروں خانے چت کر رہی ہو۔" انہوں نے اسے مخمور لہجے میں کہا۔

"مجھے یہ مائرہ بالکل صحیح نہیں لگ رہی ہے۔" جواب میں اس نے سب کچھ انہیں بتا دیا۔ ان کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"یار......! تم اس کی باتوں کو سیریس کیوں لیتی ہو......؟"

"اسے ذرا شرم و لحاظ نہیں ہے۔ خود بھی شادی شدہ اور بچی کی ماں ہے اور اس طرح بے باکی سے بولتی رہتی ہے۔" اس نے خفگی سے کہا۔

"میری بھولی اور معصوم بیوی......! تم بے فکر رہو۔ تمہارا یہ سرتاج تمہارے علاوہ کسی کو نہیں دیکھتا۔" انہوں نے طائشہ کی ناک پکڑی۔

"جدھر دیکھو رومانس ہو رہا ہے۔" عمر ہینڈی کیم سے ان کی مووی بناتا چلا آیا۔

"تم پھر آ گئے......؟" سرمد نے اس کا ہینڈی کیم پکڑا۔

"سرمد بھائی......! دیں ہینڈی کیم۔" وہ چیخا۔

"تم کو منع کیا ہے ناں ہماری نہیں بناؤ......؟"

"یہ میں بنا رہا ہوں۔ اصل مووی تو مووی میکر بنا رہا ہے۔" اس نے ہینڈی کیم کو اس سے جھپٹ لیا۔

"عمر......! جویریہ کی ملازمہ آئی ہے، سلمٰی۔ اپنے چار عدد بچوں کے ساتھ۔ بچ سلمٰی لائنیں مار رہی ہے۔" نائل اسے بلانے آیا۔

"ارے......! آتا ہوں۔" وہ ہینڈی کیم لے کر دوڑا تھا۔

"آپ دونوں اپنا رومانس جاری رکھیں۔" نائل ان دونوں کو چھیڑتا ہوا جانے لگا۔ طائشہ نے اس کی پشت پر ایک مکا جڑ دیا۔

تقریب اپنے اختتام پر تھی۔ فاخرہ بیگم نے ہی رُخصتی کا شور مچایا۔ انوار احمد کا ویسے ہی آرڈر تھا کہ دو نہیں بجنے چاہئے۔ طائشہ اور آمنہ ہی جویریہ کو اٹھانے کے لئے آگے بڑھی تھیں۔ دسمبر کی بیس تاریخ تھی۔ اس لئے سردی کی شدت میں اضافہ ہو گیا تھا۔ جویریہ کو گھبراہٹ کے ساتھ سردی سے کپکپی بھی ہو رہی تھی۔ بلال اس کے برابر میں ہی تھا۔ اس لمحے ڈیڈی اسے اتنی شدت سے یاد آ رہے تھے۔

"جویریہ بیٹا......! سنبھالو خود کو۔" آمنہ نے اسے شانے سے لگایا۔

"آمنہ آنٹی......! ڈیڈی یاد آ رہے ہیں۔" اس نے آہستگی سے کہا۔

"اس لمحے بیٹیوں کو ماں باپ یاد ہی آتے ہیں۔ تم اتنا مت روؤ۔ آج تو تمہارے ڈیڈی کی روح بھی خوش ہو گی کہ ان کی بیٹی اپنے گھر کی ہو گئی۔" ان کی آنکھوں میں بھی نمی تھی۔ بلال نے بس ایک پُرسوچ اور افسردہ نگاہ ڈالی۔ کتنا رو رہی تھی وہ۔ کیا وہ غلط کر رہا ہے۔

• • •

"نکالو بلال......! پیسے اندر جانے کے۔" صدف اور شہرینہ نے سیڑھیوں پر ہی روک لیا۔ جویریہ کو طائشہ پکڑے کھڑی تھی۔

"کیا......؟ اپنے کمرے میں جانے کے لئے میں پیسے نکالوں......؟" اس نے آنکھیں نکالیں۔

"آخر کو بزنس مین کے داماد ہو، کچھ تو ہو گا۔" شہرینہ نے معنی خیزی سے آنکھیں گھمائیں۔

"سنیئے محترمہ......! میں اس بزنس سے اپنے اوپر نہیں لگاتا۔"

"کچھ بھی ہو، پیسے نکالو۔" صدف بھی اکڑ گئی۔

"ارے......! کیا دیر کر رہا ہے بلال......! پیسے نکال کر دے انہیں، جویریہ کب تک کھڑی رہے گی یہاں۔"

خرہ بیگم کو تو جویریہ کی حالت کی فکر تھی جو نقاہت زدہ ہی لگ رہی تھی۔

"یہ عمر کدھر ہے......؟" سرمد نے اس کی غیر موجودگی محسوس کی۔

"سرمد بھائی......! گاڑی سے اُترنے کے بعد مجھے نظر ہی نہیں آیا۔" یاسر کو بھی تشویش تھی۔

"ضرور ابرار چچا سے ڈانٹ پڑی ہو گی۔ ان کی اور آمنہ چچی کی مووی بنا رہا تھا وہ" سرمد ہنس کے بولے۔

"مجھے بھی نظر نہیں آیا ہے ابھی تک۔" ابرار چچا چینج کر کے اپنے کمرے سے نکل رہے تھے۔

"چل بلال......! نکال پیسے۔" نائل نے اس کی پشت پر تھپکی دی۔

جہاں آراء اور شاہین کاؤچ پر بیٹھی ان سب کی شوخیاں دیکھ رہی تھیں۔

"یار......! یہ کیا بات ہوئی......؟ اپنے ہی کمرے میں جانے کے لئے پیسے نکالوں......؟" وہ منہ بنانے لگا۔

"زیادہ اترانے کی ضرورت نہیں ہے۔ جویریہ کو ہم بیڈروم میں بھیجیں گے ہی نہیں، پھر کیا کرو گے......؟" ہرینہ نے دھمکی دی۔

"کوئی بات نہیں، میں اکیلے ہی رہ لوں گا۔" بلال نے اپنے ساتھ کھڑی اس خوبصورت پری پر نگاہ ڈالی جو گرنے والی تھی۔

"ٹھیک ہے......! آؤ جویریہ......! تم اپنے پہلے والے کمرے میں چلو۔" شہرینہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اوپر جانے لگی۔

"ارے رُکو......! رُکو......! کیوں بیچارے کو تنگ کرتی ہو......؟ بے تابی جھلک رہی ہے۔" نائل نے تو بلال کو کٹ پر رکھا ہوا تھا۔

"ہاں......! تنگ کر لیں آپ بھی۔" وہ مصنوعی خفگی سے بولا۔

"بلال......! کیا ٹائم لگا رہے ہو......؟ نکال کر دو پیسے۔" انوار احمد کی گمبھیر اور گرجدار آواز پر سب ہی مؤدب بن گئے۔

"جی اچھا......!" وہ منمنایا۔

"لڑکیاں کھڑی ہیں، کچھ تو خیال کرو۔"

"بڑے تایا ابو کو ہماری فکر ہے۔" شہرینہ نے بلال کے ہاتھ سے پیسوں کا لفافہ لیا جو اس نے تینوں کو دینے کے لئے پہلے ہی بنا کر رکھے تھے۔

طائشہ اور فارحہ جویریہ کو اس کے سجے سجائے بیڈروم میں لے آئی تھیں۔ اس کا دل دھڑک اٹھا تھا۔ آج وہ ڑی بھی آ گئی تھی۔

"جویریہ......! تمہاری فرینڈ شاہین نہیں آئی تھی۔" فارحہ کو یاد آیا تو پوچھا۔

"اس کی کچھ طبیعت خراب تھی۔ پھر پندرہ دن بعد اس کی بھی شادی ہے۔ اس کی می نے آنے نہیں دیا۔ فون آیا دوپہر میں۔" جویریہ نے رُک رُک کے بتایا۔

"اعظم کی وجہ سے منع کر دیا ہو گا۔ شادی کے دن قریب ہیں، کچھ تو چارم ہو، پردہ بھی ضروری ہے۔ رحہ کو یہ

بات پسند آئی تھی۔

''تم ناراض تو نہیں ہوئیں اس کے نہ آنے سے......؟'' طائشہ نے استفسار کیا۔

''نہیں......! صبح آئے گی وہ......؟'' سر اس کا جھکا ہوا تھا۔

''ارے بھئی......! تم دونوں بھی باہر آجاؤ۔'' آمنہ بلانے آگئی تھیں۔

''پھپھو......! یہ عمر کدھر ہے......؟ میں نے اس سے بیگ رکھوایا تھا بچوں کے سامان کا۔'' طائشہ نے پھر پوچھا۔

''عمر کی ڈھونڈ نیچے بھی مچی ہوئی ہے ورنہ تو اس کی زبان کو قرار نہیں ہوتا ہے۔'' وہ بھی اندر آگئی تھیں۔ کمرے میں طائرانہ نگاہ ڈالی، بیڈ کو پھولوں سے کور کیا ہوا تھا۔ کمرے میں بھینی بھینی مسحور کن خوشبو بھی تھی۔

''جویریہ......! تمہارے کپڑے وارڈروب میں ہیں۔ نکال لو گی یا میں نکال دوں۔'' طائشہ نے پوچھا۔

اس نے سر ہلایا کہ وہ نکال دیں۔ طائشہ نے وارڈروب سے اس کی پنک نیٹ کی نائٹی باہر نکال کر وارڈروب کے ہینڈل میں لٹکا دی تھی۔

''اچھا......! ہم جا رہے ہیں، بھوک لگے تو ٹرالی میں سب کچھ ہے، کھا لینا۔'' آمنہ ہدایتیں دیتی ہوئی کمرے سے چلی گئی تھیں۔ کمرے کا دروازہ بند تھا اور وہ اندر دل دھک دھک کر رہا تھا۔ دھک دھک کی آواز کانوں میں آرہی تھیں۔ سب سے ہی کمرے کے متعلق سنا تھا۔ زبردست ڈیکوریٹ کیا ہے۔ شامین نے خاص طور پر کہا تھا کہ وہ ضرور جائزہ لے۔ دل کی شیپ کا بیڈ اس پر گلاب اور چنبیلی کے پھولوں کی لڑیاں، پردوں تک پر بھی پھولوں کی لڑیاں تھیں۔ ڈریسنگ ٹیبل پر بھی پھولوں کی لڑیاں لٹک رہی تھیں۔ وہ حیرانگی سے دیکھ رہی تھی۔ وہ پیچھے کھسک کر بیٹھی ہاتھ اس کا کسی سخت چیز پر پڑا۔ چونک کر دیکھا بلیک کلر کا والٹ تھا۔ وہ کھلا ہوا پڑا تھا۔ اپنی تصویر دیکھ کر تحیر میں مبتلا ہوگئی۔ والٹ بلال کا تھا۔

''میں اب بھی آپ کے دل میں ہوں۔ بس مجھ سے بدلہ لیا جا رہا ہے۔'' وہ کچھ مطمئن سی بھی ہوگئی۔ اسی وقت دروازہ کھلا تھا اور وہ جھٹ سر جھکا کر بیٹھ گئی۔ اتنی سردی میں بھی پسینہ آرہا تھا۔ بلال کے قدموں کی دھمک دل پر محسوس ہو رہی تھی۔

بلال نے ایک بھرپور مسکراتی ہوئی فتح مند نگاہ جویریہ پر ڈالی جو شرم و حیا میں ڈوبی سر جھکائے بیٹھی تھی۔ خوبصورت حنائی ہاتھوں کی کپکپاہٹ واضح محسوس ہو رہی تھی۔ وجود لرز رہا تھا۔ سر جھکا ہونے کی وجہ سے صرف ہونٹ ہی نظر آئے۔ گلاب کی مانند سرخ پنکھڑی سے جو کبھی بھینچ لیتی تو کبھی سکیڑ لیتی۔

''بلال احمد......! آج تم نے آخر اسے پا ہی لیا۔ وہ آج صرف تمہارے لئے اپنا انگ انگ سجا کر بیٹھی ہے۔''

کوٹ اُتار کر ہینگر کیا، موبائل اور والٹ حسب معمول بیڈ پر اُچھالا جو جویریہ پر ہی گرا تھا۔ وہ وارڈروب سے کپڑے نکال کر چینج کرنے واش روم میں چلا گیا۔

''کیسے ابتداء کروں ان سے بات کرنے کی......؟ اگر آج یہ موقع گنوا دیا تو کبھی ہاتھ نہیں آئے گا۔'' وہ تذبذب کا شکار تھی۔

وہ چینج کر کے آچکا تھا۔ ہونٹوں پر شوخ سی دُھن سیٹی پر بجا رہا تھا۔ ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے سے پورا بیڈ واضح نظر آرہا تھا اور لڑیوں کے درمیان سے جھکا نکلا اس کا وجود منتظر ہی تھا۔ اسی اثناء میں موبائل کی بیپ ہوئی۔ وہ موبائل ڈھونڈنے لگا۔ بیڈ تک آیا تو جویریہ نے اپنے حنائی ہاتھوں سے دیا۔

''تھینکس......!'' آن کر کے کان سے لگایا۔

''یار بلال......! ڈسٹرب کرنے کا سوری......! تم بھی عمر کے موبائل پر ٹرائی کرو آخر وہ ہے کہاں......؟'' نائل کی فکرمند سی آواز اُبھری۔

''جی اچھا......! میں آتا ہوں۔'' نگاہ اس کی جویریہ پر ہی تھی۔

''آنے کی ضرورت نہیں ہے تم بس اس کے موبائل پر کال کرو، ہے کہاں......؟''

''اوکے......!'' اس نے لائن کٹ کر کے عمر کے موبائل پر ملایا۔ عین اسی وقت اپنے کمرے سے موبائل کی بیپ ہوئی۔ بلال نے حیرانگی سے اطراف میں نگاہ دوڑائی۔ اب اسے خطرے کی گھنٹی محسوس ہوئی۔ عمر اسی کمرے میں موجود تھا۔ لائن کٹ ہو چکی تھی۔

''عمر......! تم اسی کمرے میں ہو......؟ نکلو باہر۔'' بلال کے تو وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ عمر کا دماغ یہ بھی سوچ سکتا ہے۔

بلال نے ڈھونڈنا شروع کیا، ٹیرس کے دروازے کے پاس آیا، پردوں کو سرکایا، وہ مسکراتا ہوا ملا۔

''تم اور یہاں......؟'' بلال تو اُچھل ہی گیا۔

''یہ آپ کو ضرورت کیا تھی میرے موبائل پر کال کرنے کی......؟'' وہ کھسیاتا ہوا باہر نکلا اور دھڑ سے بیڈ پر بیٹھا۔ جویریہ اُچھل گئی۔

''مجھے نائل بھائی نے کال کر کے کہا کہ تمہاری خبر لوں کدھر ہو......؟'' اس نے عمر کا کالر پکڑا۔

''لے کے ساری محنت پر پانی پھیر دیا نائل بھائی نے۔'' وہ افسوس کرنے لگا۔

''میں بھی کہوں کہ آخر ٹیرس کے دروازے اور کھڑکی پر اتنی توجہ کیوں دی گئی ہے۔ تم نے ایکسٹرا میں تین پردے ڈلوائے۔'' اس نے عمر کے دماغ کی داد دی۔

''اپنے چھپنے کا انتظام کیا تھا۔'' عمر نے نگاہ جویریہ پر بھی ڈالی جو ہنس رہی تھی۔

''میں یہ دیکھنا اور سننا چاہتا تھا کہ آپ جویریہ بھابی سے رومینٹک ڈائیلاگ کیسے بولیں گے۔''

''لاحول ولاقوۃ......! عمر......! حد ہوتی ہے بیہودگی کی۔'' بلال جھینپ گیا۔

''بیہودگی کی کیا بات ہے......؟ آخر آپ کو آج آپ کی محبت ملی ہے، کچھ تو بیقراریوں کی داستان سنائیں گے ہی......؟'' وہ مزے سے پاؤں اوپر کر کے بیڈ پر بیٹھ گیا۔

''اے......! اُٹھو، جلدی نکلو کمرے سے۔''

''بالکل نہیں......!'' پھیل کر بیٹھا۔

''ٹھیک ہے......! پھر تمہیں ابھی نکالتا ہوں باہر۔'' بلال منہ پر ہاتھ پھیرتا گیٹ تک گیا اور کھول کر کھڑا ہو گیا۔

''نائل بھائی......! عمر برآمد ہو گیا ہے۔'' اس نے ہانک لگائی۔

''بلال بھائی......! رحم کریں، پاپا سے ڈانٹ پڑوائیں گے......؟'' وہ تو ڈر گیا۔ اتنے میں سب ہی اوپر آگئے۔

''مجھے شک تھا اس پر پہلے ہی۔'' نائل نے زوردار قہقہہ لگایا۔

عمر سر کھجانے لگا۔ سرمد بھائی اور یاسر نے بھی اس کی شرارت پر قہقہہ لگایا۔

''آپ نے سارا کام خراب کیا ہے۔'' وہ چڑ گیا، غصہ بھی اسے بہت آرہا تھا۔

''عمر......! فوراً نیچے آؤ۔'' ابرار احمد کی کڑک دار آواز نے عمر کو مؤدب بنا دیا۔

''پاپا......! وہ میں......''

''فوراً نیچے آؤ تم......! تمہاری حرکتیں بہت بڑھتی جا رہی ہیں۔''

''سارے میرے دُشمن ہیں۔''

''لڑکے......! کیا واہی تباہی بک رہا ہے......؟'' فاخرہ بیگم نے اسے سرزنش کی۔

''امی......! اس سے پوچھئے یہ تھا کہاں......؟'' بلال بھی نیچے اُتر کے آگیا۔

"یہ ہم اس سے پوچھ لیں گے، تم ادھر کیا کر رہے ہو......؟" ابرار احمد نے اب اسے آڑے ہاتھوں لیا۔ بلال نے بغلیں جھانکتے ہوئے واپس کمرے میں دوڑ لگا دی۔ کھٹ سے دروازہ کھلا، وہ جہاں تھی وہیں بیٹھ گئی۔ بلال نے پھر بھی تسلی کے لئے پورا کمرہ چیک کیا۔ کیا پتا اس بار شہرینہ نہ برآمد ہو جائے۔

وہ فان کلر کے قیص شلوار میں ملبوس دونوں ہاتھ پشت پر ٹکائے کھڑا تھا۔

"آپ کے موبائل پر کال آ رہی تھی۔" جویریہ نے جھجکتے ہوئے بتایا۔

اس نے بیڈ سے موبائل اٹھایا۔ بلال کے اتنے قریب آ جانے پر وہ حیا سے سمٹ سی گئی۔ مس کال چیک کی اعظم کی تھی۔ موبائل سائلنٹ پر کر کے سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا۔ خود ٹرالی کھسکا کر صوفے پر بیٹھ گیا۔ بھوک بھی لگ رہی تھی۔

"آپ بھی چینج کر کے آ جائیے، پہلے کچھ کھا لیں۔" اس نے لوازمات کا جائزہ لیا۔

جویریہ اس کے حکم کی تعمیل کے لئے اپنا لہنگا دونوں ہاتھوں سے سنبھالتی آہستگی سے اٹھی۔ بلال بظاہر تو خود کو کھانے میں مصروف ظاہر کر رہا تھا مگر ساری توجہ جویریہ کے سجے سنورے وجود پر تھی۔

"لگتا ہے پوری رات محترمہ ایسے ہی برباد کریں گی، کچھ منہ ہی سے نہیں بول رہی ہیں۔" وہ سوچنے لگا۔

جویریہ نے جھجکتے ہوئے ہینگر کی نائٹی اٹھائی مگر اسے یہ لباس عجیب ہی لگا حالانکہ پہلے تو وہ یہی پہنتی تھی۔ اب بلال کے سامنے حیا سی آ رہی تھی۔ ڈریسنگ ٹیبل کے آگے کھڑی ہو گئی۔ دوپٹہ پنوں سے آزاد کرنے لگی مگر پشت پر سیفٹی پنیں لگی ہوئی تھیں۔ اسے نکالنا خود سے مشکل ہی تھا۔ اچانک ہی سوچا باہر جا کر کسی سے بھی نکلوا لے۔

"ارے......! کہاں چلیں آپ......؟" بلال حیرانگی سے اٹھا اور گھبرایا بھی۔ کہیں وہ اس کی بے نیازی سے اُکتا کر تو غصہ میں نہیں جا رہی۔

"وہ...... وہ یہ دوپٹہ پنوں سے......" بے ربط سے الفاظ منہ سے نکلے، قدم رُک گئے۔

"آئیے......! ادھر میں نکالتا ہوں۔" اس نے سوچا خود ہی صلح کا ہاتھ بڑھا دے۔ آخر کو اس کے دل کا سرور تھی۔

اتنی مدتوں کے بعد پایا تھا اور وہ ایسی حسین رات بالکل گنوا نہیں سکتا۔ دونوں ڈریسنگ ٹیبل کے آگے کھڑے تھے۔ جویریہ اس کے ہی حصار میں تھی۔ وہ پنیں نکالنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"یہ ایسی لگانے کی ضرورت کیا تھی......؟ اُلجھ کر رہ گیا ہے آپ کا دوپٹہ اور شرٹ۔" وہ جھنجلا گیا۔

"آپ چھوڑیں......! میں طائشہ بھابی سے نکلوا کر آتی ہوں۔"

"کیا......؟" وہ تو اس کی خوبصورت سی شکل دیکھنے لگا یا تو وہ معصوم تھی یا ابھی اسے اندازہ نہیں تھا کہ اب سچویشن کیا ہے۔

"ضرور ریکارڈ ٹنوائیں گی آپ میرا......؟"

"اُف......! سی......!" پن اس کی پشت پر چبھی تھی۔

"اوہ......! سوری......!" وہ شرمندہ ہوا۔ پنیں اس نے نکال دی تھیں۔

"آئندہ تاں یہ فضول قسم کی چیزیں قطعی نہیں لگوائیے گا۔" آئینے میں اس کا عکس دیکھا۔ ٹیکہ جھومر اس کے چھوٹے سے مکھڑے پر بہت سج رہا تھا۔ دوپٹہ پھسل کر ہاتھوں میں پڑا تھا۔ نگاہ پھسل کر اس کے وجود پر گئی تو وہ گھبرا کر ہٹ گئی۔ بلال کے ہونٹوں پر مبہم سی مسکراہٹ آ گئی۔ وہ واپس اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔

جویریہ نے ساری جیولری اُتاری اور چینج کر کے نائٹی پر لہنگا کا دوپٹہ ہی پھیلا کر اوڑھ لیا۔ دیکھا تو وہ صوفے پر دراز تھا۔

"اُف......! یہ تو سو جائیں گے اور میں کیسے بولوں......؟" وہ تذبذب کا شکار تھی۔

"کب سے میرے کان منتظر ہیں آپ کچھ بولیں گی۔"

"جی......؟" وہ حیرانگی سے گھومی۔

"جی......! کیا سمجھانا پڑے گا۔" انداز معنی خیز تھا۔

"میں اگر آپ سے کچھ بولوں گی بھی تو کیا آپ یقین کر لیں گے......؟" وہ ایک لمحے کو رُکی۔

"آف کورس......! کیوں نہیں......؟" وہ اٹھ کر آیا اور جویریہ کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ وارفتگی سے اسے دیکھے جا رہا تھا۔

"آئی ایم سوری......!" بس اتنا بولی۔

"صرف سوری......؟ ہاہ......!" اس نے تمسخر اُڑایا۔

"پلیز......! مجھے معاف کر دیں، میں نے آپ کو بہت ہرٹ کیا ہے۔ مجھے یوں اگنور نہ کریں۔" اس نے ہاتھ جوڑ دیئے۔

"جویریہ......! جویریہ......! یہ کیا کر رہی ہیں آپ......؟" ایسا تو اس نے نہیں چاہا تھا۔

"آپ کا دل دکھایا اور پھر مجھے سزا ملی۔ میرے ڈیڈی مجھے چھوڑ کر چلے گئے۔"

"انکل کی عمر اتنی ہی تھی۔" اس نے سمجھایا۔

"لمحے لمحے میں آپ کو میں نے ہرٹ کیا ہے۔ پلیز......! مجھے آپ اپنی نفرت کے حوالے مت کریں۔ مجھے وہی محبت چاہیے جو آپ مجھ سے کرتے تھے۔" وہ رو رہی تھی۔

بلال اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ محض اس کے منہ سے اقرار چاہتا تھا۔ اس لئے سرد رویہ رکھا ہوا تھا اور واقعی وہ اقرار کر رہی تھی۔ اس کے لئے یہی خوشی کی بات تھی جو چاہا مل گیا۔

"آپ نے بالکل ٹھیک کہا تھا، میرا دل ایک صحرا کی طرح ہے اور اس میں آپ محبت کی پھوار برسا کر رہیں گے۔ واقعی آپ کامیاب ہو گئے ہیں۔ میں تو خود آپ کو چاہتی تھی بس ڈیڈی کی وجہ سے انکار کرتی تھی۔"

"جویریہ......! آپ ایک بار تو مجھ پر اعتبار کرتیں......؟ مجھے سمجھتی تو......؟" اس نے جویریہ کا ہاتھ تھام کر اپنے قریب ہی صوفے پر بٹھا لیا۔ وزنی دوپٹہ پھسل کر نیچے کارپٹ پر پڑا تھا اور وہ اس کے سامنے ایسے ہی بیٹھی تھی۔ اپنے حلیے سے بیگانہ پنک نیٹ کی نائٹی میں وہ خود پھول کی طرح ہی لگ رہی تھی۔

"آپ پر اعتبار بھی تھا اور سمجھتی بھی تھی لیکن خود کو ڈیڈی سے دور کرنا نہیں چاہتی تھی۔" آنسو اس کے ٹپ ٹپ بلال کے ہاتھوں پر گر رہے تھے۔

"پتا ہے آپ کو دیوانگی کی حد تک چاہتا ہوں، توقیر انکل کی ہمیشہ خواہش رہی کہ میں اور آپ ایک ہو جائیں۔" جویریہ کے ہاتھوں کی چوڑیوں کو اُنگلیوں سے چھوا۔

"ایک ہو تو گئے ہیں۔ آج ڈیڈی بھی خوش ہو گئے ہوں گے۔" اس نے ہاتھ کی پشت سے آنسو پونچھے۔

"آپ خوش ہیں۔" اس نے معنی خیزی سے پوچھا۔

اس نے شرم سے سر ہلایا۔ بلال شانت ہو گیا۔ اس نے اپنی محبت کو اس کی رضا سے پا لیا تھا۔ کچھ لمحوں تک خاموشی رہی پھر وہ خود ہی اُٹھنے لگی تو بلال نے ہاتھ واپس کھینچا۔ وہ اس کے ہی پہلو میں گری۔ شرمائی شرمائی نگاہ اُٹھائی، وہ مسکرا رہا تھا۔ وہ سمٹی جا رہی تھی۔ فوراً ہی احساس ہوا دوپٹہ تو نیچے گر گیا ہے۔ اٹھانے بڑھی تو بلال نے سرنفی میں ہلاتے ہوئے دوپٹہ بیڈ پر اُچھال دیا۔

''سہمی سہمی ہوئی نگاہوں میں نئی اُمیدیں میں جگا دوں گا
سونی سونی ان راہوں میں پھول ہی پھول میں کھلا دوں گا
ان مہکتی ہوئی بہاروں میں تم میرے ساتھ مسکراؤ گی
اس قدر پیار تمہیں دوں گا کہ تم ہر اِک بات بھول جاؤ گی''

شوخی سے قطعہ پڑھا اور جویریہ کے حنائی ہاتھوں کو چوم لیا۔ وہ بار حیا سے چھوئی موئی ہوگئی۔

''پسند آیا میرا یہ قطعہ......؟'' اس نے تائید چاہی۔

''شاعر تو آپ پہلے سے ہی ہیں۔'' جھینپی جھینپی بولی۔

''یہ سب آپ کی محبت سے ہے۔'' شانِ تفخر سے کالر کھڑی کی۔

''آپ سے ایک ریکوئسٹ ہے......؟'' وہ نگاہ جھکا کر بولی۔

''جی فرمایئے......!'' وہ مسکرایا، اس کے مشرقی شرم و حیا کو دیکھ کر۔

''آپ مجھے آئندہ آپ نہیں کہیں گے بلکہ تم کہہ کر مخاطب کریں گے۔''

''پتا ہے تم کہنے سے بے تکلفی بڑھ جاتی ہے، کہو منظور ہے......؟''

''جی......!'' وہ اس کی معنی خیزی اور شرارت سمجھ گئی تھی۔

''پھر ٹھیک ہے......!'' بے ساختہ اس نے جویریہ کو حصار میں لے لیا اور وہ حواس باختہ ہی ہوگئی۔

''کتنا تم نے مجھے تڑپایا ہے۔ سارے حساب آج ہی لے لوں گا۔'' جویریہ کا کومل وجود سرد موسم میں گرم ہی ہو رہا تھا۔

''آپ سے ایک بات کہنی ہے۔''

''پھر ایک بات یار......! جتنی باتیں ہیں ناں جلدی جلدی کر لو ورنہ پھر......'' آنکھوں میں شرارت تھی۔

''ہم انگلینڈ پھپھو کے پاس چلیں گے۔''

''تم کیا سمجھتی ہو عقلمند تم ہی ہو......؟ مسز جویریہ بلال احمد......! ہنی مون ہمارا انگلینڈ میں ہی ہوگا۔ تمہاری پھپھو سے بھی مل لیں گے۔'' اس نے بتایا۔

''سچ......؟'' وہ وفورِ مسرت سے چیخی۔ کتنی خوش نصیب ہے جو اسے خوشیاں ملتی جا رہی ہیں۔

''مجھے تو یہی فکر تھی۔ پتا نہیں آپ مجھے پھپھو سے ملانے لے کر بھی جائیں گے یا نہیں۔''

''جویریہ......! ایک بات میں بھی بتاؤں تمہیں......؟'' ایک دم ہی وہ سنجیدہ ہوگیا۔

''میں نے خلیل جبران کی یہ بات پڑھی تھی کہ محبت دل کے صحرا میں ایک سرسبز و شاداب قطعہ زمین ہے، جہاں فکر کے قافلے نہیں پہنچ سکتے۔'' وہ حیرانگی سے اس کا چہرہ تکتے ہوئے سن رہی تھی۔

''کیا سمجھیں......؟'' اس نے پھر حصار تنگ کیا۔

''ہماری اور تمہاری محبت ایسی ہے کہ اس میں نہ شک ہوگا نہ فکر والی کوئی بات۔ کیوں......؟ سمجھ آیا......؟'' اس نے کانوں کی لوؤں پر لب رکھے۔

وہ اسی میں ہی سمٹ گئی۔ بلال کے اتنے واضح سمجھانے پر وہ کتنی مطمئن اور پرسکون ہوگئی تھی۔

اس کا دل اب صحرا کی طرح پیاسا نہیں تھا۔ اس میں محبت کی پھوار ساری زندگی ہوتی رہے گی۔ اس نے [illegible] بند کر کے بلال کے سینے میں خود کو چھپا لیا۔ بلال نے بھی حصار تنگ کر دیا تھا۔ جویریہ نے بھی اپنی وارفتگی دکھائی تھی۔

